بسم اللہ الرحمن الرحیم

نہج البلاغہ

تحتِ کلامِ الخالق فوقَ کلامِ المخلوق

مترجمہ

حجۃ الاسلام علامہ مفتی جعفر حسین صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نہج البلاغہ

تحت کلامِ الخالق فوق کلام المخلوق

مترجمہ

حجۃ الاسلام علامہ مفتی جعفر حسین صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ

باھتمام سید نجم الحسن نقوی

ملنے کا پتہ

نظامی پریس وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

پہلا آفسٹ ایڈیشن .. .. اکتوبر ۱۹۸۴ء

مطبوعہ .. .. نظامی پریس لکھنؤ

ناشر .. .. نظامی پریس لکھنؤ

ہدیہ مجلد .. .. ۸۵ روپئے

ملنے کا پتہ

نظامی پریس وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ ۳

عرضِ ناشر

تقریباً تیس سال کے بعد ہم پھر مولائے کائنات

حضرت امیر المومنین علیہ السلام

کی حکمتوں کا خزانہ بصورت ترجمہ پیش کر رہے ہیں یوں تو افاضلِ جامعہ ناظمیہ کے سب ہی ترجمے لائقِ قدر ہیں لیکن مفتی جعفر حسین صاحب قبلہ ممتاز الافاضل کے ترجمہ کو وہی امتیاز حاصل ہے جو ترجمہ مولانا فرمان علی صاحب قبلہ مرحوم کو دیگر ترجموں پر۔ ہم امید کرتے ہیں ہماری پیشکش قوم کے لئے ایک نعمت ثابت ہوگی۔ جملہ مومنین سے استدعا ہے کہ وہ ہماری اس دینی خدمت پر ضرور لبیک فرمائیں گے۔ اور اپنی معاونت خاص سے ہماری ہمت افزائی فرمائیں گے تاکہ ہم اور کسی دینی خدمت کی طرف قدم بڑھانے کے قابل ہو سکیں صرف آپ کا تعاون ہی ہمارے لئے مددگار ثابت ہوگا۔

؎ گر قبول افتد زہے عِزّ و شرف

خادم سید نجم الحسن نقوی



حجۃ الاسلام علامہ مفتی جعفر حسین صاحب قبلہ

اضافہ شدہ ایڈیشن

فہرست مضامین ترجمۂ نہج البلاغہ جلد اوّل

فہرست مضامین ترجمۂ نہج البلاغہ جلد دوم

فہرست مضامین ترجمہ نہج البلاغہ جلد سوم

فہرست حکم و نصائح

تشریح طلب کلام

پیش کش

بحضرت سید الاولیاؑ و امام الاتقیاء امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ آلاف التحیۃ والثنا

تیرے حضور شمع امامت لیے ہوئے
قدسی کھڑے ہیں دفترِ قدرت لیے ہوئے

میرے آقا! جہاں تیرے سامنے ملاء اعلیٰ کے رہنے والے عجز و نیاز سے سر بخم ہیں، وہاں مجھ ایسے تہی دامانِ علم کی یہ جرأت و جسارت حیرت انگیز ہے کہ وہ تیرے خوش آب لعل و جواہر کی صورت بگاڑ کر تیرے حضور پیش کرے۔ لیکن اس اُمید پر کہ کیا بعید ہے کہ تیری نگاہ لطف و کرم اِس ہدیۂ ناچیز کو شرفِ قبولیت بخشے، اسے پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔

باسمہ سبحانہ

حرفِ اوّل

نہج البلاغہ علوم و معارف کا وہ گراں بہا سرمایہ ہے جس کی اہمیت و عظمت ہر دور میں مسلم رہی ہے اور ہر عہد کے علماء و ادباء نے اس کی بلند پائگی کا اعتراف کیا ہے۔ یہ صرف ادبی شاہکار ہی نہیں ہے، بلکہ اسلامی تعلیمات کا الہامی صحیفہ حکمت و اخلاق کا سرچشمہ اور معارفِ ایمان و حقائق تاریخ کا ایک انمول خزانہ ہے، جس کے گوہر آبدار علم و ادب کے دامن کو زرنگار بنائے ہوئے ہیں۔ اور اپنی چمک دمک سے جوہر شناسوں کو محوِ حیرت کئے ہوئے ہیں۔ افصح العرب کے آغوش میں پلنے والے اور آبِ وحی میں دُھلی ہوئی زبان چوس کر پروان چڑھنے والے نے بلاغتِ کلام کے وہ جوہر دکھائے کہ ہر سمت سے فوق کلام المخلوق و تحت کلام الخالق کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔

یہ نثر اس دور کی نثر ہے جب عربوں کی طلاقت و جوشِ گفتاری صرف نظم تک محدود تھی۔ ریگزارِ عرب پر بستر لگا کے آزادی کی فضا میں پُر بہار زندگی گزارنے والے فرزندانِ صحرا شعر و نظم اور تخییل و محاکات کے لازوال نقوش تو چھوڑ گئے مگر جہاں تک نثر کا تعلق ہے۔ ان کے جیب و دامن میں کوئی ایسا گوہر شاہوار نہ تھا، جسے بطورِ تفاخر پیش کرتے۔ اور اہلِ علم کو اپنے مقابلہ میں للکارتے۔ دامنِ اسلام میں اگرچہ قرآنِ کریم ایسا عربی نثر کا زندہ جاوید معجزہ موجود ہے مگر وہ اپنے قائل کی عظمت و جلالت اور اعجازی فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے انسانی کلام کے مقابلہ میں نہیں لایا جا سکتا اور پیغمبر کے اقوال و ارشادات ہیں تو وہ اگرچہ معنوی لحاظ سے وسیع اور ہمہ گیر ہیں مگر لفظی اعتبار سے اختصار بداماں۔ چنانچہ پیغمبرِ اکرم کا ارشاد اوتیت جوامع الکلم اس کا شاہد ہے کہ آپ کم سے کم لفظوں میں زیادہ سے زیادہ مطالب سمیٹ لیتے تھے۔ اسی لیے آپ کے خطب و مکاتیب مختصر ہوتے تھے۔ رہی خلفاء کی نثر تو اس میں فطری حسنِ ادا اور طبعی سادگی کے بجائے بناوٹ اور تصنّع کا رنگ جھلکتا ہے اور تاریخ شاہد ہے کہ انھیں مختصر سے مختصر تقریر کے لیے بھی خصوصی تیاری کی ضرورت ہوتی تھی اور اگر کہیں بغیر تیاری کے کھڑے ہو گئے تو ذہن میں قفل پڑ گئے، زبان لڑکھڑانے لگی اور مُنہ سے ایک لفظ نہ نکال سکے۔ اگرچہ ملکی فتوحات کے سلسلہ میں اُن کے "کارہائے نمایاں" نظر آتے ہیں۔ مگر کسی علمی و ثقافتی مرکز کی سرپرستی یا کسی علمی تحریک میں گام فرسائی کہیں نام کو نظر نہیں آئی۔ یہ باب مدینۃ العلم ہی کی ذات تھی جس نے علم و حکمت کے بند دروازے کھولے، نطق و فصاحت کے پرچم لہرائے اور علمی ذوق کو پھر سے زندہ کیا۔ باوجودیکہ آپ کا دور سکون و اطمینان سے یکسر خالی تھا اور ہوس اقتدار کی فتنہ سامانیوں نے اسے اپنی جولانگاہ

بنا رکھا تھا اور شورش پسندوں نے خونِ عثمان کو ہوا دے کر آپ کو لڑائیوں میں اُلجھائے رکھنا ہی اپنے مقاصد کے لیے ضروری سمجھ لیا تھا۔ مگر ان رات دن کی لڑائیوں اور چپقلشوں کے باوجود آپ نشرِ علوم و معارف کے کسی موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔ کبھی تلواروں کی جھنکار اور خون کی بارش میں علم و حکمت کے رموز بتاتے اور کبھی ذہنی اُلجھاؤ اور افکار کے ہجوم میں ارشاد و ہدایت کے فرائض انجام دیتے۔ چنانچہ اس مجموعہ کے خطب و مکاتیب میں دو چار خطبوں اور ایک آدھ خط کے علاوہ تمام تحریریں اسی دَور کی تخلیق ہیں کہ جب آپ ظاہری خلافت پر ایک دن بھی اطمینان و دلجمعی سے نہ بیٹھ سکے تھے۔ یہ بلاغت کے رگ و پے میں سرایت کر جانے کا نتیجہ ہے کہ اس انتشار و پراگندگیِ خاطر کے باوجود نہ کلام میں انتشار و برہمی پیدا ہوتی ہے، نہ عبارت کے تسلسل و ہم آہنگی میں فرق آنے پاتا ہے اور ہر موقع پر اسلوبِ بیان کی یک رنگی اپنے خصوصی امتیازات کے ساتھ برقرار رہتی ہے۔

امیر المومنین نے علمی حقائق کو فروغ دینے کے ساتھ ساتھ علم ادب کے نشو و نما میں بھی پورا حصہ لیا اور عربی نثر کو نہ صرف حدِ کمال تک پہنچایا بلکہ فلسفیانہ نظر و فکر کو ادبی لطافتوں میں سمو کر ایک نئے طرزِ تحریر کی داغ بیل ڈالی جس کی اس زمانہ میں کوئی مثال نہیں ملتی۔ عرب تو خیر اس وقت میں منطقیانہ اندازِ استدلال سے روشناس ہی نہ تھے کہ اس دَور میں اس کی مثال ڈھونڈھی جائے۔ آج بھی جبکہ نثر ترقی کے مدارج طے کر چکی ہے اور ادبی و فنی ارتقاء اپنے نقطۂ کمال کو پہنچ چکا ہے اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ اگر کسی کلام میں معانی و بیان کی مناسبتیں اور تشبیہ و استعارہ کی لطافتیں پائی جاتی ہیں، تو وہ حکمت و اخلاق کے تعلیمات سے تہی داماں ہے اور اگر کسی میں حکمت و اخلاق کے جوہر بھرے ہوئے ہیں تو طرزِ ادا کی شگفتگی اور رنگینی غائب ہے۔ فلسفہ و حکمت کے حقائق اور الٰہیات کے دقیق مسائل کو اس طرح بیان کرنا کہ کلام کی بلاغت، بیان کی ندرت اور طرزِ ادا کی لطافت میں کہیں جھول نہ آئے، بہت دشوار ہے۔ کیونکہ ہر فن کا ایک خاص لب و لہجہ خاص پیرایہ اور خاص طریقۂ بیان ہوتا ہے اور یہ مانی ہوئی بات ہے کہ علمی مطالب میں شاعرانہ تعبیرات کی گنجائش ہوتی ہے اور نہ ان میں اعلیٰ معیارِ بلاغت کو باقی رکھا جا سکتا ہے۔ کیونکہ ٹھوس حقائق کی وادی اور ہے اور بلاغت کا پُر بہار چمن اور ہے۔ چنانچہ ابنِ خلدون کو یہ کہنا پڑا کہ علماء و فقہاء کی تحریروں میں فصاحت و بلاغت کو ڈھونڈھنا بیکار ہے۔ کیونکہ فقہی عبارتیں کلام و جدل کی تحریریں اور علمی و فنی تعبیریں اسلوبِ بلاغت سے میل نہیں کھاتیں اہلِ فن کے ذہنوں میں جو مخصوص تعبیرات محفوظ ہوتی ہیں، وہ انھیں کو دُہرانے پر مجبور ہوتے ہیں۔ وہ اگر اپنے بیان میں شعریت لانا بھی چاہیں گے تو ہر پھر کے وہی لفظیں، وہی تعبیریں ہوں گی جو ان کی زبانوں پر چڑھ کر منجھ چکی ہیں۔ چنانچہ ابنِ خلدون نے لکھا ہے کہ ابو القاسم ابنِ رضوان نے ایک دفعہ ابو العباس ابنِ شعیب کے سامنے شاعر کا یہ شعر پڑھا۔

لما درجين وقفت بالاطلال مــا الفرق بين جديدها والبالی

(میں جب دوست کے کھنڈروں کے پاس ٹھہرا تو نہ جان سکا کہ نئے اور پُرانے کھنڈروں میں کیا فرق ہے)

تو ابوالعباس نے فوراً کہا کہ یہ کسی فقیہہ کا شعر معلوم ہوتا ہے۔ اس نے کہا کہ ہاں یہ مشہور فقیہہ ابن النحوی کا شعر ہے مگر آپ کو اس کا اندازہ کیسے ہوا۔ ابوالعباس نے کہا اس میں لفظ ماالفرق بیانگ دہل پکار رہی ہے کہ میں کسی فقیہہ کی زبان سے نکلی ہوں۔ بھلا اس لفظ کو بلاغت اور اسلوبِ کلامِ عرب سے کیا واسطہ اور فقہی زبان کو شعر و سخن کی زبان سے کیا لگاؤ۔ لیکن امیرالمومنین کے کلام کی یہ نمایاں خصوصیت ہے کہ اس میں ادب کی سحر انگیزی اور علم و حکمت کی باریک نگاہی دونوں سمٹ کر جمع ہو گئی ہیں اور کسی پہلو میں بھی کمزوری کا شائبہ تک نہیں آنے پاتا ـــــــ حضرت علی ابن ابی طالب وہ پہلے مفکرِ اسلام ہیں، جنھوں نے خداوندِ عالم کی توحید اور اس کے صفات پر عقلی نقطۂ نظر سے بحث کی ہے اور اس سلسلہ میں جو خطبات ارشاد فرمائے ہیں وہ علم الٰہیات میں نقشِ اوّل بھی ہیں اور حرفِ آخر بھی۔ ان کی بلند نظری و معنیٰ آفرینی کے سامنے حکماء و متکلمین کی ذہنی رسائیاں ٹھٹک کر رہ جاتی ہیں اور نکتہ رس طبیعتوں کو عجز و نارسائی کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ بلاشبہ جن لوگوں نے الہیاتی مسائل میں علم و دانش کے دریا بہائے ہیں ان کا سرچشمہ آپ ہی کے حکیمانہ ارشادات ہیں۔ یوں تو مخلوقات کی نیرنگیوں سے خالق کی صنعت آفرینیوں پر استدلال کیا ہی جاتا ہے، لیکن جس طرح امیرالمومنین دنیائے کائنات کی چھوٹی سے چھوٹی اور پست سے پست مخلوق میں نقاشِ فطرت کی نقش آرائیوں کی تصویر کھینچ کر صانع کے کمالِ صنعت اور اس کی قدرت و حکمت پر دلیل قائم کرتے ہیں وہ ندرتِ بیانی و اعجازِ کلامی میں اپنا جواب نہیں رکھتی۔ اس موقع پر صرف طاؤس کی خوش خرامی اور اس کے پر و بال کی رنگینی و رعنائی ہی نظروں کو جذب نہیں کرتی بلکہ چمگادڑ، ٹڈی اور چیونٹی ایسی روندی ہوئی اور ٹھکرائی ہوئی مخلوق کا دامن بھی فطرت کی فیاضیوں سے چھلکتا ہوا نظر آتا ہے۔

ان خطبات و نگارشات میں مابعد الطبیعیاتی و نفسیاتی مسائل کے علاوہ اخلاقی، تمدنی، معاشرتی اصول عدل و دادخواہی کے حدود، حرب و ضرب کے ضوابط اور عمال و محصلین زکوٰۃ کے لیے ہدایات بھی نمایاں حیثیت رکھتی ہیں اور ایک ایسا مکمل و جامع دستورِ حکومت بھی ان صفحات کی زینت ہے جس کی افادیت اس ترقی یافتہ دور میں بھی مسلّم ہے کہ جب سیاستِ مدنی کے اصول اور جمہوری و غیر جمہوری حکومتوں کے آئین منضبط ہو چکے ہیں۔ یہ صرف نظریاتی چیز نہیں بلکہ ایک عملی لائحہ ہے، جس پر مسلمانانِ عالم بڑی آسانی سے عمل پیرا ہو کر دینوی و اخروی ارتقاء کے اعلیٰ مدارج پر پہنچ سکتے ہیں۔

ان تحریروں میں ان علماء دنیا و فقہاء سُو کی فریب کاریوں سے بھی متنبہ کیا ہے کہ جنھیں علم سے تو کوئی لگاؤ ہوتا نہیں، مگر علماء کا روپ دھار کر مسندِ قضا پر بیٹھ جاتے ہیں اور علم و مشیخت کی دکان سجا کر دین فروشی کرتے ہیں۔ ع

کہ ازیں خوب تر تجارت نیست

بعض لوگوں کا خیال یہ ہے کہ نہج البلاغہ کے تعلیمات دنیوی تعمیر و ترقی میں سدِّ راہ ہیں۔ بے شک امیرالمومنین اُس ترقی و فراوانیٔ دنیا کے خواہاں نہ تھے، جو اسلام کی سادگی کو قیصری و کسروی رنگ میں رنگ دے۔ بلکہ اُن کا اصل مقصد ہمیشہ روحانی ترقی و اخلاقی بلندی رہا۔ لیکن اس کے ساتھ وہ رہبانیت کا درس نہ دیتے تھے۔ چنانچہ بصرہ میں جب عاصم بن زیاد کے متعلق

اس کے بھائی نے آپ سے گلہ کیا کہ وہ گھر بار اور زن و فرزند کو چھوڑ کر گوشہ گزیں ہو گیا ہے، تو حضرت نے اُسے بُلایا اور سختی سے ڈانٹا کہ وہ اس ڈھونگ کو جلد ختم کرے اور دُنیا کی نعمتوں سے بہرہ مند ہو۔ نہج البلاغہ میں جہاں جہاں ترک دُنیا کی تعلیم ہے۔ اس سے اس قسم کی رہبانیت قطعاً مراد نہیں ہے بلکہ مقصد یہ ہے کہ انسان دنیوی سرو سامان پر بھروسا نہ کر بیٹھے کہ یہ صبح ہے تو شام نہیں اور شام ہے تو صبح نہیں اور اس کی کامرانیوں اور دلفریبیوں میں کھو کر حیات بعد الممات سے غافل نہ ہو جائے۔ یہ مقصد نہیں کہ اس کی نعمتوں اور آسائشوں سے کلیۃً دستبردار ہو جائے۔ وہ انھیں حدِ اعتدال میں رہ کر استعمال کر سکتا ہے۔ البتہ دُنیا کا بے اعتدالانہ استعمال جہاں اخلاقی تباہی کا پیش خیمہ اور روحانی زندگی کے لیے زہر ہلاہل بن جائے، کوئی اخلاقی رہنما اس کی اجازت نہیں دے سکتا۔

نہج البلاغہ اخلاقی تعلیمات کا سرچشمہ ہے۔ اس کے مختصر جملے اور ضرب المثلیں اخلاقی شائستگی، خود اعتمادی، حق گوئی اور حقیقت شناسی کا بہترین درس دیتی ہیں۔ اس کے ایک ایک فقرہ میں قرآن و حدیث کی رُوح اور اسلام کی صحیح تعلیم مضمر ہے جن لوگوں نے اموی و عباسی دَور کی نغمہ بار و حسن پاش رنگینیوں سے اسلامی اخلاق کا اندازہ لگایا ہے، وہ اسلام کی پاکبازانہ تعلیم اور اس کے بلند معیارِ اخلاق سے بیگانہ ہیں اور اس وقت تک بیگانہ رہیں گے جب تک اس معلّمِ اسلام کے حکمت آگین کلام کے آئینہ میں اسلام کے خدو خال کو پہچاننے اور اس کے بلند پایہ اسرار و نکات تک پہنچنے کی کوشش نہ کریں گے۔

علامہ شریف رضی کا دُنیائے علم و ادب پر بڑا احسان ہے کہ وہ ان جواہر ریزوں کو بڑی کاہش و کاوش اور تحقیق و جستجو سے جمع کرنے کے بعد نہج البلاغہ کے نام سے چھوڑ گئے۔ جس کے بلند پایہ حکم و معارف نے دُنیا کی نظروں کو اپنی طرف موڑ لیا اور علامہ ممدوح کے دَور سے لے کر اس وقت تک ہر مکتبِ خیال کے علماء و فضلاء نے اس کے مطالب و حقائق کو بقدرِ امکان واضح کرنے کے لیے اس کی شرحیں لکھیں جن کی تعداد سو سے کچھ ہی کم ہو گی۔ لیکن اردو داں طبقہ نہ اصل کتاب سے مستفید ہو سکتا ہے اور نہ شرحوں تک اس کی رسائی ہے۔ اس لیے ضرورت تھی کہ ضروری تشریحات کے ساتھ اس کا صحیح اور سلیس اُردو میں ترجمہ ہو جائے۔ یوں تو اُردو میں اس کے متعدد ترجمے ہو چکے ہیں۔ مگر نیرنگِ فصاحت کے علاوہ مکمل ترجمہ اس وقت تک منظرِ عام پر نہیں آیا۔ لیکن اس کے متعلق افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ اس میں بیشتر مواقع پر مطلب کچھ کا کچھ ہو گیا ہے۔ مگر اُردو میں نقشِ اوّل ہونے کی وجہ سے اس کے فضلِ اقدمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ یہ مانا کہ اصل کلام کے خصوصیات ترجمہ میں منتقل نہیں کیے جا سکتے اور آئینہ کے بالمقابل پھول رکھ کر اس کی پتیوں کی تہ میں لپٹی ہوئی خوشبو کی عکاسی ناممکن ہے کہ کوئی پھول کے عکس سے خوشبو سونگھنے کی توقع کرنے لگے مگر پھول کی شکل صورت اور رنگ رُوپ بھی نظر نہ آئے تو اس کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے کہ آئینہ ہی دُھندلا ہے۔

ان حالات میں مَیں نے نہج البلاغہ کا ترجمہ پیش کرنے کی جرأت کی ہے۔ ترجمہ جیسا کچھ بھی ہے آپ کے سامنے ہے میری کوشش تو یہی رہی ہے کہ میرے امکانی حدود تک ترجمہ صحیح ہو، لیکن میری کوشش کہاں تک بار آور ہوئی ہے

اِس کا اندازہ اربابِ علم ہی کر سکتے ہیں میرے صحیح سمجھنے یا کہنے سے کیا ہوتا ہے۔ یہ تو ممکن ہی نہیں ہے کہ ترجمہ میں اصل کی لطافت و بلاغت اور علوی نطق و فصاحت کے جوہر کو سمویا جا سکے تاہم

آبِ دریا را اگر نتواں کشید ہم بقدرِ تشنگی باید چشید!

جو ہو سکتا ہے وہ ظاہر الفاظ کا ایک حد تک صحیح ترجمہ ہے۔ چنانچہ اس کے لیے میں نے کوئی کوشش اٹھا نہیں رکھی۔ اب اِس سے اگر تھوڑی بہت جھلک بھی کلامِ امام کی سامنے آجائے تو وُہی بہت ہے۔

گر بمعنی نہ رسی جلوۂ صورت چہ کم است

ترجمہ و حواشی کے سلسلے میں تاریخ و سیر اور رجال کی کتابوں کے علاوہ نہج البلاغہ کے متعدد تراجم و شروح بھی میرے پیشِ نظر رہے ہیں، جن کا تفصیلی تذکرہ ضروری نہیں ہے۔ البتہ جن شروح سے مَیں نے خصوصیت کے ساتھ فائدہ اُٹھایا ہے اور جا بجا اُن کا حوالہ دے دیا ہے۔ ان کا ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) اعلام نہج البلاغہ۔ اس کے مصنّف علی ابن الناصر ہیں جو جناب سیّد رضی رحمہ اللہ کے معاصر تھے۔ یہ نہج البلاغہ کی سب سے پہلی شرح ہے گو مختصر ہے لیکن حل لغات و تشریح مطالب کے لحاظ سے بہت بلند پایہ ہے۔ اس کا قلمی نسخہ لکھنؤ میں کتب خانہ جناب سیّد تقی صاحب اعلی اللہ مقامہ میں موجود ہے، وہیں سے اس کو حاصل کر کے دیکھا۔

(۲) شرح ابن میثم۔ شیخ کمال الدین میثم ابن علی ابن میثم بحرانی متوفی ۶۷۹ھ کی تصنیف ہے، جو علماء امامیہ میں بڑی بلند شخصیت کے مالک تھے۔ ان کی شرح معنی آفرینی و دقیقہ سنجی کے اعتبار سے بہت شہرت رکھتی ہے۔

(۳) شرح ابن ابی الحدید۔ ابو حامد عبد الحمید ابن ہبۃ اللہ معروف بہ ابن ابی الحدید مدائنی بغدادی، متوفی ۶۵۵ھ کی تصنیف ہے۔ یہ علماء معتزلہ میں سے تھے۔ ان کی شرح شہرۂ آفاق ہے اور اہم مطالب پر مشتمل ہے اور مصر و ایران میں طبع ہو چکی ہے۔

(۴) درۂ نجفیہ۔ الحاج میرزا ابراہیم خوئی شہید ۱۳۲۵ھ کی تصنیف ہے۔ مشہور و متداول شرح ہے۔ شرح ابن میثم سے متاثر ہو کر لکھی ہے اور اس کے علمی مطالب کو اپنی کتاب میں قال الفاضل کہہ کر درج کرتے ہیں اور کہیں کہیں پر اُن کے نقطۂ نظر سے اختلاف بھی کیا ہے۔ اِس میں لغوی تشریحات بڑی وضاحت سے درج ہیں۔

(۵) منہاج البراعہ۔ سیّد حبیب اللہ خوئی متوفی حدود ۱۳۲۹ھ کی تصنیف ہے۔ یہ شرح بہت بسیط اور تفصیلی واقعات پر مشتمل ہے۔ اکثر مواقع پر ابنِ ابی الحدید سے اُلجھے ہیں اور کہیں کہیں ابنِ میثم پر بھی تنقید کی ہے۔ شرح عربی میں ہے اور فارسی زبان میں ترجمہ بھی ساتھ ساتھ ہے۔

شکر و امتنان

مَیں اپنے بزرگ و محترم حضرت سیّد العلماء دام ظلہ کا صمیمِ قلب سے شکر گزار ہوں، جنھوں نے میری عرضداشت پر ترجمہ و حواشی کے بیشتر اجزا سماعت فرمانے کے بعد اِس پر ایک بسیط و محققانہ مقدمہ تحریر فرمایا اور مختلف موارد پر اپنے زرّیں مشوروں سے رہنمائی فرمائی۔ خداوندِ عالم آپ کے فیوض و برکات کو تادیر باقی و برقرار رکھے۔

الاحقر المذنب جعفر حسین عفی اللہ عنہٗ

مُقدّمہ

حجۃُ الاسلام سید العلماء مولانا سید علی نقی صاحب قبلہ مدظلہ،

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیّد الانبیاء والمرسلین واٰلہ الطیبین الطاھرین

نہج البلاغہ امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلام کا وہ مشہور ترین مجموعہ ہے جسے جناب سید رضی برادر شریف مرتضیٰ علم الہدیٰ نے چوتھی صدی ہجری کے اواخر میں مُرتّب فرمایا تھا۔ اس کے بعد پانچویں صدی کے پہلے عشرہ میں آپ کا انتقال ہوگیا ہے اور نہج البلاغہ کے اندازِ تحریر سے پتہ یہ چلتا ہے کہ انھوں نے طویل جستجو کے ساتھ درمیان میں خالی اوراق چھوڑ کر امیر المومنین کے کلام کو متفرق مقامات سے یکجا کیا تھا، جس میں ایک طویل مُدت انھیں صرف ہوئی ہوگی اور اس میں اضافہ کا سلسلہ ان کے آخر عمر تک قائم رہا ہوگا، یہاں تک کہ بعض کلام جو کتاب کے یکجا ہونے کے بعد ملا ہے اس کو تعجیل میں اُنھوں نے اِس مقام کی تلاش کئے بغیر جہاں اسے درج ہونا چاہیئے تھا، کسی اور مقام پر شامل کر دیا ہے اور وہاں پر یہ لکھ دیا ہے کہ یہ کلام کسی اور روایت کے مُطابق اس کے پہلے کہیں پر درج ہوا ہے۔ یہ اندازِ جمع و تالیف خود ایک غیر جانبدار شخص کے لیے یہ پتہ دینے کے واسطے کافی ہے کہ اس میں خود سید رضی کے ملکۂ انشاء اور قوتِ تحریر کا کوئی دخل نہیں ہے، بلکہ اُنھوں نے صرف مختلف مقامات سے جمع آوری کر کے امیر المومنین کے کلام کو یکجا کر دینے پر اکتفا کی ہے یہ پاشانی اور پریشانی جسے بحیثیت تالیف کے کتاب کا ایک نقص سمجھنا چاہیئے۔ مقامِ اعتبار میں اِس پر اعتماد پیدا کرنے والا ایک جوہر ہوگیا ہے۔ اُنھوں نے مختلف نسخوں اور مختلف راویوں کی یادداشت کے مُطابق نقل الفاظ میں اتنی احتیاط کی ہے کہ بعض وقت دیکھنے والے کے ذوق پر بار ہو جاتا ہے کہ اس عبارت کے نقل کرنے سے فائدہ ہی کیا ہوا جبکہ ابھی ابھی ہم ایسی ہی عبارت پڑھ چکے ہیں جیسے ذمِ اہلِ بصرہ میں اس شہر کے غرقابی کے تذکرے میں اس کی مسجد کا نقشہ کھینچنے میں مختلف عبارات کبھی نعامۃ جاثمۃ اور کبھی کجؤجؤ طیر فی لجۃ بحر اور اس سے ملتے جلتے ہوئے اور الفاظ، یہ اسی طرح کا اہتمام صحتِ نقل میں ہے جیسے موجودہ زمانہ میں اکثر کتابوں کی عکسی تصویر شائع کی جاتی ہے جس میں اغلاطِ کتابت تک کی اصلاح نہیں کی جاتی اور صرف حاشیہ پر لکھ دیا جاتا ہے کہ بظاہر یہ لفظ غلط ہے۔ صحیح اس طرح ہونا چاہیئے۔ دیکھنے والے کا دل تو ایسے مقام پر یہ چاہتا ہے کہ اصل عبارت ہی میں غلط کو کاٹ کر صحیح لفظ لکھ دی گئی ہوتی، مگر صحتِ نقل کے

اظہار کے لیے یہ صورت اختیار کی جایا کرتی ہے، جیسے قرآن مجید میں بعض جگہ تالیفِ عثمانی کے کاتب نے جو کتابت کی غلطیاں کر دی تھیں جیسے لاذبحنہ میں لا کے بعد ایک الف جو یقیناً غلط ہے، اس لیے کہ یہ لائے نافیہ نہیں، جس کے بعد اذبحنہ فعل آئے، بلکہ لام تاکید ہے، جس سے اذبحنہ فعل متصل ہے مگر اس قسم کے اغلاط کو بھی دور کرنا بعد کے مسلمانوں نے صحتِ نقل کے خلاف سمجھا۔ اسی طرح اِملائے قرآن گویا ایک تعبدی شکل سے معین ہو گیا۔ بعض جگہ رحمۃ کی ت لمبی لکھی جاتی ہے، بعض جگہ جنّٰت بغیر الف کے لکھا جاتا ہے۔ بعض جگہ یدعوا ایسے فعل واحد میں بھی وہ الف لکھا ہوا ہے کہ جو جمع کے بعد غیر ملفوظی ہونے کے باوجود لکھا جایا کرتا ہے۔ ان سب خصوصیات کی پابندی ضروری سمجھی جاتی ہے، جس سے مقصود وثاقتِ نقل میں قوت پیدا کرنا ہے۔ اِسی طرح علامہ سید رضی نے جس شکل میں جو فقرہ دیکھا اس کو درج کرنا ضروری سمجھا تاکہ کسی قسم کا تصرف کلام میں ہونے نہ پائے۔ یہ ایک درایتی پہلو ہے جو اس تصور کو بالکل ختم کر دیتا ہے کہ یہ کتاب سید رضی رحمہ اللہ کی تصنیف کی حیثیت رکھتی ہو۔

دُوسرا پہلو خطبوں کے درمیان کے ومنہا ـــــ ومنہا ہیں، جس میں عموماً بعد کا حصہ قبل سے بالکل غیر مرتبط ہوتا ہے بلکہ ایسا بھی ہوا ہے کہ قبل کا حصہ قبل بعثت سے متعلق ہے یا اوائل بعثت سے اور بعد کا حصہ بعد وفاتِ رسولؐ سے متعلق ہے۔ یہ بھی دیکھنے والے کے ذوق پر بار ہو جایا کرتا ہے۔ مگر اس سے بھی اس مقصد کو تقویت حاصل ہوتی ہے۔ اگر سید رضی کا کلام ہوتا تو فطری طور پر اس میں تسلسل ہوتا یا اگر انھیں دو موضوعوں پر لکھنا ہوتا تو اسے وہ دو خطبوں میں مستقل طور پر تحریر کرتے، لیکن وہ کیا کرتے جبکہ انھیں کلام امیرالمومنین ہی کا انتخاب پیش کرنا تھا۔ اِس لیے جہاں خطبہ کا پہلا جز اور آخر کا جز دو مختلف موضوعوں سے متعلق ہے اور درمیان کا حصہ کسی وجہ سے وہ درج نہیں کر رہے ہیں تو نہ وہ اس کو کلام واحد بنا سکتے ہیں نہ مستقل دو خطبے بلکہ انھیں ایک ہی کلام میں ومنہا کے فاصلے قائم کرنا پڑتے ہیں۔ میرا خیال یہ ہے کہ یہ شکل بعض جگہ تو انتخاب کی وجہ سے ہوئی ہے اور بعض جگہ یہ بھی وجہ ہو سکتی ہے کہ سابق میں قلمی کتابوں کے سوا کوئی دوسری شکل مواد کے فراہم ہونے کی نہ ہوتی تھی اور قلمی کتابوں کے اکثر نسخے منحصر بفرد ہوتے تھے۔ اب اگر ان میں درمیان کا حصہ کرم خوردہ ہو گیا ہے یا اوراق ضائع ہو گئے ہیں یا رطوبت سے روشنائی پھیل جانے کی وجہ سے وہ ناقابلِ قرأت ہے تو علامہ سید رضی اس موقع پر درمیان کا حصہ نقل کرنے سے قاصر رہے ہیں اور حرص جمع و حفاظت میں انھوں نے اس کے قبل یا بعد یا وسط کے وہ سطور تلاش کیے ہیں جو کسی مستقل مفاد کے حامل ہیں اور اس طرح درمیان کے حصوں میں انھوں نے ومنہا کہہ کر اس کے درج کرنے سے عاجزی ظاہر کی ہے۔ یہ بھی ہے کہ اس وقت علم کا ایک بڑا ذخیرہ حفاظ و ادبا و محدثین کے سینوں میں ہوتا تھا۔ فرض کیجیے کسی اپنے اُستاد اور شیخ حدیث سے علامہ سید رضی نے کسی موقعہ کی مناسبت سے خطبہ کا ابتدائی حصہ سن لیا اور انھوں نے اسے فوراً قلم بند کر لیا، پھر دُوسرے موقعہ پر انھوں نے ان کی زبان سے اسی خطبہ کے کچھ دُوسرے فقرات سنے اور انھیں محفوظ کر لیا اور اتنا موقعہ نہ مل سکا کہ درمیانی اجزا ان سے

دریافت کر کے لکھتے۔ اِس طرح انھوں نے اس کی خانہ پُری و منہا کے ذریعہ سے کی۔ یہ بھی اس کی دلیل قوی ہے کہ انھوں نے اصل کلام امیرالمومنین کے ضبط و حفظ ہی کی کوشش کی ہے۔ قطعاً کوئی تصرّف خود نہیں کرنا چاہا۔

تیسرا شاہد اس کا خود جناب رضی کے وہ مختصر تبصرے ہیں جو کہیں کہیں کچھ خطبوں کے بعد انھوں نے اس کلام کے متعلق اپنے احساسات و تاثرات کے اظہار پر مشتمل درج کر دیئے ہیں یا بعض جگہ کچھ الفاظ کی تشریح ضروری سمجھی ہے۔ ان تبصروں کی عبارت نے ان خطبوں سے متّصل ہو کر ہر صاحب ذوق عربی داں کے لیے یہ اندازہ قطعی طور پہ آسان کر دیا ہے کہ ان تبصروں کا انشا پرداز وہ ہرگز نہیں ہو سکتا، جو ان خطبوں کا انشا پرداز ہے۔ جس طرح خود علّامۂ رضی نے اپنی مایۂ ناز تفسیر حقائق التنزیل میں اعجازِ قرآن کے ثبوت میں پیش کیا ہے کہ باوجودیکہ امیرالمومنین کا کلام جو فصاحت و بلاغت میں فوق البشر ہے۔ مگر جب خود حضرت کے کلام میں کوئی قرآن کی آیت آجاتی ہے تو وہ اس طرح چمکتی ہے جس طرح سنگریزوں میں گوہر شاہوار بالکل اسی شکل سے اگرچہ علّامہ سید رضی اپنے دَور کے افصح زمانہ تھے اور ادب عربی میں معراجِ کمال پر فائز تھے، مگر نہج البلاغہ میں امیرالمومنینؑ کے کلام کے بعد جب ان کی عبارت آجاتی ہے تو ہر دیکھنے والا محسوس کرتا ہے کہ اس کی نگاہ بلندیوں سے گر کر نشیب میں پہنچ چکی ہے، حالانکہ ان عبارتوں میں علّامہ سید رضیؔ نے ادبیت صرف کی ہے اور اپنی حد بھر اپنی قابلیت دکھائی ہے۔ مگر سابق کلام کی بلندی کو ہر مطالعہ کرنے والے کے لیے ایک امر محسوس کی حیثیت سے ظاہر کر دیا۔ یہ بھی ایک بہت بڑا داخلی شاہد ہے۔ اِس تصور کے غلط ہونے کا وہ علّامہ سید رضی کا کلام ہو۔

چوتھا امر یہ ہے کہ جناب سید رضیؔ اپنے دَور کے کوئی گمنام شخص نہ تھے۔ وہ دینی و دنیوی دونوں قسم کے ذمہ دار منصبوں پر فائز تھے۔ یہ دَور بھی وہ تھا جو مذہب و ملّت کے علماء و فضلاء سے بھرا ہوا تھا۔ بغداد سلطنتِ عباسیہ کا دارالسلطنت ہونے کی وجہ سے مرکزِ علم و ادب بھی تھا۔ خود سید رضی کے اُستاد شیخ مفید بھی نہج البلاغہ کے جمع و تالیف کے دَور میں موجود تھے۔ اِس لیے کہ جناب شیخ مفید علّامہ سید رضی کی وفات کے بعد تک موجود رہے ہیں اور شاگرد کا انتقال اُستاد کی زندگی ہی میں ہو گیا تھا۔ اور معاصرین کو تو ایک شخص کے متعلق الزامات کی تلاش رہتی ہے۔ پھر شریف رضیؔ سے تو خود حکومتِ وقت کو بھی مخاصمت پیدا ہو چکی تھی۔ اس محضر پر دستخط نہ کرنے کی وجہ سے جو فاطمیین مصر کے خلاف حکومت نے مرتب کیا تھا اور جس پر علّامہ رضی کے بڑے بھائی اور ان کے والد بزرگوار تک نے حکومت کے تشدّد کی بنا پر دستخط کر دیئے تھے۔ مگر علّامہ سید رضیؔ نے عواقب و نتائج سے بے نیاز ہو کر اس پر دستخط سے انکار کر دیا تھا علاوہ اس کے کہ اس کردار کا شخص جو صداقت کو ایسے قوی ترین تحرکات کے خلاف محفوظ رکھے اس طرح کی چھچھوری بات کر ہی نہیں سکتا کہ وہ ایک پوری کتاب خود لکھ کر امیرالمومنین کی جانب منسوب کر دے جس کا غلط ہونا علماءِ عصر سے مخفی نہیں رہ سکتا تھا اور اگر بالفرض وہ ایسا کرتے بھی تو اُن کے دَور میں ان کے خلاف علماء وقت اور ارکانِ حکومت کی طرف سے اس الزام کو شدت سے اُچھالا جاتا اور سخت سے سخت نکتہ چینی کی جاتی۔ حالانکہ ہمارے سامنے خود ان کے عصر کے علماء کی کتابیں اور ان کے بعد

کے خطب واقوال کو جمع کیا جیسے

(۱) ہشام ابنِ محمد ابنِ سائب کلبی متوفی سنہ ۲۰۶ھ، ان کی جمع وتالیف کا ذکر فہرست ابن ندیم جزو ۷ صفحہ ۲۵۱ میں موجود ہے۔

(۲) ابراہیم ابن ظہیر فزاری، ان کا ذکر فہرستِ طوسی میں یوں ہے:

صنف کتبًا منها کتاب الملاحم و کتاب خطب علی علیہ السلام

متعدد کتابیں تصنیف کیں۔ منجملہ ان کے کتاب الملاحم اور کتاب خطب علی علیہ السلام ہے۔

اور رجال نجاشی میں بھی ان کا تذکرہ ہے۔

(۳) ابو محمد مسعدہ ابن صدقہ عبدی۔ ان کے متعلق رجال نجاشی میں ہے۔

لہ کتب منها کتاب خطب امیر المومنین علیہ السلام۔

ان کے متعدد تصنیفات ہیں، جن میں سے ایک کتاب خطب علی علیہ السلام ہے۔

(۴) ابو القاسم عبد العظیم ابن عبد اللہ حسنی، جن کا مزار طہران سے تھوڑے فاصلہ پر شاہ عبد العظیم کے نام سے مشہور ہے۔ یہ امام علی نقی علیہ السلام کے اصحاب میں سے تھے۔ ان کے جمع کردہ خطبوں کا ذکر رجال نجاشی میں اس طرح ہے۔

لہ کتاب خطب امیر المومنین علیہ السلام

ان کی ایک کتاب خطب علی علیہ السلام ہے۔

(۵) ابو الخیر صالح ابن ابی حماد رازی۔ یہ بھی امام علی نقی علیہ السلام کے اصحاب میں سے ہیں۔ نجاشی میں ہے:

لہ کتب منها کتاب خطب امیر المومنین علیہ السلام۔

منجملہ آپ کی تالیفات کے کتاب خطب علی علیہ السلام ہے۔

(۶) علی ابن محمد ابنِ عبد اللہ مدائنی متوفی سنہ ۲۲۵ھ۔ انھوں نے حضرت کے خطبوں کو اور اُن مکاتیب کو جمع کیا، جو حضرت نے اپنے عمّال کو تحریر فرمائے تھے۔ اس کا ذکر معجم الادبا یاقوت حموی جزو ۵ صفحہ ۳۱۳ میں ہے۔

(۷) ابو محمد عبد العزیز جلودی بصری متوفی سنہ ۳۳۲ھ کے تصانیف میں، کتاب خطب علی، کتاب رسائل، کتاب مواعظ علی، کتاب خطب علی علیہ السلام فی الملاحم، کتاب دعاء علی موجود ہیں، جن کا تذکرہ شیخ طوسی نے فہرست میں اور نجاشی نے ان کے طویل تصنیفات کے ذیل میں اپنے رجال میں کیا ہے۔

(۸) ابو محمد حسن ابن علی ابن شعبہ حلبی متوفی سنہ ۳۲۰ھ نے اپنی مشہور کتاب تحف العقول (صفحہ ۱۳ طبع ایران) میں امیر المومنین کے کچھ کلمات امثال اور خطب کو درج کرنے کے بعد لکھا ہے۔

انا لو استغرقنا جمیع ما وصل الینا من خطبہ وکلامہ فی التوحید خاصۃ

اگر ہم وہ سب لکھنا چاہیں، جو ہم تک حضرت کے خطبے اور آپ کا کلام صرف توحید کے بارے میں پہنچا ہے

دون ما سواہ من المعانی لکان مثل جمیع ھذا الکتاب ۔ علاوہ دوسرے موضوعات کے تو وہ پوری اس کتاب (تحف العقول) کے برابر ہوگا۔

اب مذکورہ بالا تفصیل پر نظر ڈالی جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ پہلی صدی میں زید ابن وہب جہنی نے حضرت کے خطبوں کا ایک مجموعہ تیار کیا تھا۔ دوسری صدی میں عبد الحمید ابن یحییٰ کاتب اور ابن مقفع کے دور میں وہ ذخیرہ مسلم طور پر موجود تھا اور اس صدی کے وسطی دور میں وہ خطبے پڑھے اور سنے جاتے تھے، جیسا کہ زید شہید کے واقعہ سے ظاہر ہوا اور ادباء اس کو زبانی حفظ کرتے تھے، جیسا کہ عبد الحمید اور ابن مقفع کے تصریحات سے ظاہر ہوا۔

اور تیسری صدی میں متعدد مصنفین نے جو جو خطبے ان تک پہنچے تھے، ان کو مدون کیا۔ ایسی صورت میں جناب سید رضی کو اس کی ضرورت ہی کیا تھی کہ وہ ان تمام ذخیروں کو نظر انداز کر کے یہ دماغی کاوش و کاہش گوارا کریں کہ وہ از خود کلام امیر المومنین کے نام سے کوئی چیز تصنیف کریں۔

چھٹا امر یہ ہے کہ ان تمام ذخیروں کے سابق سے موجود ہونے کے بعد ظاہر ہے کہ علامہ سید رضی کے لیے یہ تو قطعی ممکن نہیں تھا کہ وہ ان تمام ذخائر کو تلف کرا دیتے اور پھر اسی کی ترویج کرتے جو انھوں نے کلام امیر المومنین قرار دیا تھا۔ یہ قطعی ناممکن تھا اگر وہ ذخیرہ کسی ایک مصنف کے پاس کسی ایک دور و دراز جگہ ہوتا، تو یہ امکان بھی تھا، جیسا کہ مشہور ہے کہ شیخ ابو علی سینا نے فارابی کے تمام مصنفات کو کسی شخص سے حاصل کر کے انھیں تلف کر دیا اور ان چیزوں کو اپنی طرف منسوب کر لیا۔ یہاں یہ صورت قطعاً ناممکن تھی جبکہ وہ کلام ادباء کے سینوں میں محفوظ تھا۔ اطراف و اقطار عالم اسلامی میں منتشر تھا اور بہت سے مصنفین اس کی تدوین کر چکے تھے۔ پھر جبکہ سید رضی کی تصنیف کے ساتھ ان ذخائر کا موجود ہونا لازمی تھا تو اگر سید رضی کا جمع کردہ کلام اس ذخیرہ سے مختلف ہوتا یا اسلوب بیان میں اس سے جدا ہوتا تو وہ تمام ادباء زمانہ خطبائے روزگار، علمائے وقت جو اس کلام کو دیکھتے ہوئے، پڑھے ہوئے یا یاد کیے ہوئے تھے، صدائے احتجاج بلند کر دیتے، ان میں تلاطم ہو جاتا اور سید رضی تمام دنیا میں اس کی وجہ سے بدنام ہو جاتے۔ کم از کم کوئی ان کے ہم عصر ادباء میں سے اس کی تنقید ہی کرتا ہوا ایک کتاب ہی اس موضوع پر لکھ دیتا کہ امیر المومنین کا جو کلام اب تک محفوظ رہا یہ سید رضی کے جمع کیے ہوئے ذخیرہ سے مختلف ہے خصوصاً جب وہ وجہ جو بعد میں ایک طبقہ کو اس باب میں انکار یا تشکیک کی موجب ہوئی، جس کی تفصیل کسی حد تک آئندہ درج ہوگی۔ وہ ایک مذہبی بنیاد تھی۔ یعنی یہ کہ نہج البلاغہ میں ان افراد کے بارے میں جنھیں سواد اعظم قابل احترام سمجھتا ہے کچھ تعریضات یا انتقادی کلمات ہیں۔

ظاہر ہے کہ نہج البلاغہ سلطنت عباسیہ کے دار السلطنت میں لکھی گئی جو اہل سنت کا علمی مرکز تھا۔ اس وقت بڑے بڑے علماء، حفاظ، ادباء، خطباء، اہل سیر اور محدثین اہل سنت میں موجود تھے اور ان کا جم غفیر خاص بغداد میں موجود تھا۔ اگر امیر المومنین کے وہ خطبات جو ابن المقفع، ابن نباتہ، عبد الحمید ابن یحییٰ، جاحظ اور دیگر مسلم الثبوت ادباء کے دور میں

موجود تھے، ان تعریضات سے خالی تھے اور اس قسم کے مضامین ان میں نہ تھے، بلکہ فطری طور پر اس صورت میں اس کے خلاف چیزوں پر انھیں مشتمل ہونا چاہیے تھا، تو اس وقت کے اہلِ سنت کے علماء اس پر قیامت برپا کر دیتے اور اس کو اپنے مذہب کے خلاف ایک عظیم حملہ تصور کر کے پورے طور سے اس کا مقابلہ کرتے اور اس کی دھجیاں اُڑا دیتے۔ مگر ایسا کچھ نہیں ہوا، کوئی دھیمی سی آواز بھی اس کے خلاف بلند نہیں ہوئی۔ یہ اس کا قطعی ثبوت ہے کہ سید رضی کے جمع کردہ مجموعہ میں کوئی نئی چیز نہ تھی بلکہ وہ وہی تھا جو اس کے پہلے مضبوط و مدون، متداول و محفوظ رہا تھا، علماء قطعاً اس سے اجنبیت نہ رکھتے تھے بلکہ اس سے مانوس اور اس کے سننے کے اور یاد کرنے کے عادی تھے وہ اس ادبی ذخیرہ کو اس کی ادبی افادیت کے اعتبار سے سر آنکھوں پر رکھتے تھے اور اس تنگ نظری میں مبتلا نہ تھے کہ چونکہ اس میں کچھ چیزیں ہمارے مذہب کے خلاف ہیں، اس لیے اس کا انکار کیا جائے یا اس سے اجنبیت برتی جائے۔

ساتواں امر یہ ہے کہ بہت سی کتابیں علامہ سید رضی کے قبل کی اس وقت بھی ایسی موجود ہیں، جن میں امیر المومنین کے اکثر مواقع کے کلام یا خطبات کو کسی مناسبت سے ذکر کیا ہے، جیسے جاحظ متوفی ۲۵۵ھ کی البیان والتبیین، ابن قتیبہ دینوری متوفی ۲۷۶ھ کی عیون الاخبار و غریب الحدیث، ابن واضح یعقوبی متوفی ۲۷۸ھ کی مشہور تاریخ، ابوحنیفہ دینوری متوفی ۲۸۱ھ کی اخبار الطوال، ابوالعباس المبرد متوفی ۲۸۶ھ کی کتاب المبرد، مشہور مورخ ابن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ کی تاریخ کبیر، ابن درید متوفی ۳۲۱ھ کی کتاب المجتنیٰ، ابن عبدربہ متوفی ۳۲۸ھ کی عقد الفرید، ثقۃ الاسلام کلینی متوفی ۳۲۹ھ کی مشہور کتاب کافی مسعودی متوفی ۳۴۶ھ کی تاریخ مروج الذہب، ابوالفرج اصفہانی متوفی ۳۵۶ھ کی کتاب اغانی، ابوعلی قالی متوفی ۳۵۶ھ کی کتاب النوادر، شیخ صدوق متوفی ۳۸۱ھ کی کتاب التوحید اور اُن کے دوسرے جوامع حدیث، شیخ مفید رحمہ اللہ متوفی ۴۱۳ھ اگرچہ تاریخ وفات کے اعتبار سے جناب رضی سے موخر ہیں مگر ان کے استاد ہونے کی وجہ سے طبقۃً مقدم ہیں۔ ان کی کتاب الارشاد اور کتاب الجمل۔ ان تمام کتابوں میں جو حضرت کے خطبے درج ہیں، ان کا جب مقابلہ علامہ سید رضی کے مندرجہ خطب اور اجزاء کلام سے کیا جاتا ہے تو اکثر تو وہ بالکل متحد ہوتے ہیں اور نہج البلاغہ میں ایسا درج شدہ کلام اگر کوئی ہے جو ان کتابوں میں درج نہیں ہے۔ یا ان کتابوں میں کوئی کلام ایسا ہے جو نہج البلاغہ میں مذکور نہیں ہے۔ تو اسلوب بیان اور اندازِ کلام، تسلسل و بلند آہنگی، جوش و حقائق نگاری کے لحاظ سے یقیناً متحد ہوتا ہے۔ جس میں کسی واقف عربیت کو شک نہیں ہو سکتا۔ امیر المومنین کے اس کلام کا جو نہج البلاغہ میں درج ہے اس تمام کلام سے جو حضرت کی طرف نسبت دے کر اور دوسری کتابوں میں درج ہے متحد الاسلوب ہونا پھر اس پہلو کے ضمیمہ کے ساتھ جس کا پہلے تذکرہ ہو چکا ہے کہ وہ خود سید رضی کے اس کلام سے جو نہج البلاغہ میں بطور مقدمہ یا بطور تبصرہ موجود ہے۔ بالکل مختلف ہونا ایک غیر جانب دار شخص کے لیے اس کا کافی ثبوت ہے کہ یہ واقعی امیر المومنین ہی کا کلام ہے۔ جسے علامہ سید رضی نے صرف جمع کیا ہے۔

آٹھواں امر یہ ہے کہ خود علامہ سید رضی کے معاصرین یا اُن سے قریب العہد متعدد لوگوں نے بطور خود بھی کلام امیر المومنین

کے جمع کرنے کی کوشش کی ہے اور بعض نے اپنی کتابوں کے ضمن میں درج کیا ہے۔ جیسے ابن مسکویہ متوفی سنہ ۴۲۱ ھ نے تجارب الامم میں، حافظ ابونعیم اصفہانی متوفی سنہ ۴۳۰ ھ نے حلیۃ الاولیا میں، شیخ الطائفہ ابوجعفر طوسی متوفی سنہ ۴۶۰ ھ نے جو شیخ مفید رحمہ اللہ سے تلمذ کی حیثیت سے علامہ رضی کے ہم طبقہ اور علم الہدیٰ سید مرتضیٰ کے شاگرد ہونے کی حیثیت سے اور نیز سال وفات کے اعتبار سے ان سے ذرا موخر ہیں۔ اپنی کتاب، تہذیب اور کتاب الامالی میں، نیز عبدالواحد ابن محمد ابن عبدالواحد آمدی جو اسی عصر کے تھے اپنی مستقل کتاب غرر الحکم و درر الکلم جو امیرالمومنین کے مختصر کلمات پر مشتمل ہے اور مصر و صیدا اور ہندوستان میں طبع ہو چکی ہے اور اس کا اردو میں ترجمہ بھی ہو چکا ہے۔ نیز ابوسعید منصور ابن حسین آبی وزیر متوفی سنہ ۴۲۲ ھ اپنی کتاب نزہۃ الادب و نثر الدرر میں جس کا ذکر کشف الظنون باب النون میں ہے اور قاضی ابوعبداللہ محمد بن سلامہ قطاعی شافعی متوفی سنہ ۴۵۳ ھ جن کی عظیم الشان کتاب اس موضوع پر دستور معالم الحکم کے نام سے ہے اور وہ مصر میں طبع ہو چکی ہے۔ یہ سب تقریباً سید رضی کے معاصرین ہی ہیں۔ ان سب کی کاوشیں ہمارے سامنے موجود ہیں۔ سوائے ابوسعید منصور کی کتاب کے جس کا کشف الظنون میں تذکرہ ہے۔ باقی یہ سب کتابیں مطبوع و متداول ہیں۔ ان میں جو کلام مندرج ہے وہ بھی علامہ سید رضی کے درج کردہ کلام سے عیناً متحد یا اسلوب میں متفق ہی ہے۔ پھر اگر سید رضی کی نسبت یہ تصور کیا جائے کہ انھوں نے خود اس کلام کو تصنیف کر دیا ہے تو ان تمام جامعین اور اپنی کتابوں کے ضمن میں درج کرنے والے دوسرے افراد کو کیا کہا جائے گا۔ پھر ان کی نسبت بھی یہی تصور کرنا چاہیئے، جبکہ ان میں سے سب یا زیادہ افراد یقیناً جلالت شان اور ورع و تقویٰ وغیرہ میں علامہ سید رضی سے بالاتر نہیں معلوم ہوتے۔ اب اگر ان سب کی نسبت یہی خیال کیا جائے، تو خیر علامہ سید رضی تو اشعر الطالبیین تھے اور کتب سیر انھیں خود ادبیت اور فصاحت و بلاغت میں معراج کمال پر ظاہر کرتے ہیں۔ مگر ان میں سے ہر شخص کی نسبت تو یہ تصور قطعی غلط ہے کہ وہ سب علامہ سید رضی ہی کے ادبی حیثیت سے ہم پایہ تھے پھر ایسے مختلف المرتبہ اشخاص کی ذہنی کاوشوں اور قلمی ثمرات میں اتنا ہی فرق کیوں نہیں ہے، جو خود ان اشخاص کے مبلغِ علمی میں یقینی طور پر پایا جاتا ہے۔ اشخاص کہ جو کلام کے جمع کرنے والے ہیں۔ ان میں آپس میں زمین و آسمان کا فرق اور کلام جو انھوں نے جمع کیا ہے، وہ سب ایک ہی مرتبہ، ایک ہی شان کا۔ اسے دیکھتے ہوئے سوائے ایسے شخص کے جو جان بوجھ کر حقیقت کے انکار کرنے پر تلا ہوا ہو اور کسی کو اس میں شک و شبہ بھی باقی نہیں رہ سکتا کہ ان اشخاص کا کارنامہ صرف جمع و تالیف ہی ہے۔ جس میں ان کے سلیقہ اور ذوق کا اختلاف فقط شانِ ترتیب اور عنوان تالیف میں نمودار ہوتا ہے، لیکن اصل کلام میں ان کی ذاتی قابلیت، ذہانت اور مبلغِ علمی اور معیارِ ادبی کو ذرہ برابر بھی دخل نہیں ہے۔

نواں امر یہ ہے کہ مذکورہ بالا افراد اگرچہ اپنے زمانۂ حیات کے کچھ حصوں میں علامہ سید رضی سے متحد ہیں، مگر ان میں سے متعدد افراد کے سالِ وفات کو دیکھتے ہوئے یہ یقین ہے کہ ان کا زمانہ جمع و تالیف نہج البلاغہ سے موخر ہے اور اس کے بعد ایک ایسا طبقہ ہے جو بالکل علامہ رضی سے موخر ہی ہے۔ جیسے ابن ابی الحدید متوفی سنہ ۶۵۵ ھ، سبط ابن جوزی متوفی سنہ ۶۰۶ ھ

اور اس کے بعد بہت سے مصنفین ۔ ظاہر ہے کہ علامہ رضی کی کتاب نہج البلاغہ گوشۂ گمنامی میں اور ان لوگوں سے مخفی نہ تھی ۔ ان لوگوں کا محرک اس جمع و تالیف پر صرف یہ تھا کہ علامہ سید رضی نے انتخاب سے کام لیتے ہوئے یا ماخذوں کی کمی سے یا ان نسخوں کے کرم خوردہ یا ناقص ہونے کی وجہ سے جو ان کے پاس تھے، بہت سے اجزار کلام امیرالمومنین کے نقل نہیں بھی کیے تھے ۔ اس لیے مصنفین کو مستدرک اور مستدرک در مستدرک کی ضرورت پڑتی رہی، جس کا سلسلہ ماضی قریب میں علامہ شیخ ہادی آل کاشف الغطاء تک جاری رہا۔ جنھوں نے مستدرک نہج البلاغہ تحریر فرمایا ۔ جو نجفِ اشرف میں طبع ہو چکا ہے ۔ اگر علامہ سید رضی کے قریب العہد یا ان کے بعد کے اہل قلم میں کسی کو بھی نہج البلاغہ کے مندرجہ کلمات و خطب میں یہ خیال ہوتا کہ یہ جناب سید رضی نے تصنیف کر کے اس میں شامل کر دیے ہیں تو وہ سب بالخصوص معاصرین جو کسی رعایت کے لیے کبھی تیار نہیں ہوتے، اپنی کتابوں کی وجہ تالیف میں اس کا تذکرہ ضروری سمجھتے کہ چونکہ اس کے قبل جو کتاب امیرالمومنین کے خطبوں پر مشتمل کہہ کر لکھی گئی ہے ۔ اس میں آپ کا اصل کلام موجود نہیں ہے ۔ بلکہ وہ ساختہ و پرداختہ اور وضعی ہے ۔ اس لیے ہمیں ضرورت محسوس ہوئی کہ ہم آپ کا اصلی کلام منظرِ عام پر لائیں، جبکہ ایسا نہیں ہوا اور یہ بالکل مشاہدہ ہے کہ ایسا نہیں ہوا تو ہمیں ماننا پڑتا ہے کہ ان سب کے نزدیک علامہ سید رضی نے جو کلام جمع کیا، وہ بلاشبہ کلام امیرالمومنین کی حیثیت سے اس کے پہلے سے مدوّن و متداول تھا اور ان کو سید رضی سے شکایت صرف بعض خطبوں کو چھوڑ دینے یا احاطہ و استقصا نہ کرنے یا شانِ ترتیب و عنوانِ تالیف میں کسی مناسب تر صورت کو اختیار نہ کرنے ہی کی تھی، جس کے لیے انھوں نے بھی اس بارے میں کوشش ضروری سمجھی، جس کا سلسلہ ابھی تک جاری ہے اور ممکن ہے کہ بعض مصنفین اب بھی کسی خاص ترتیب سے نہج البلاغہ کے مندرجہ خطب کو دیکھنے کے متمنی ہوں ۔ یہ دوسری چیز ہے اور اصل کلام کے بارے میں کسی شک و شبہ کا رکھنا دوسری چیز ہے ۔

دسواں امر یہ ہے کہ تلاش کی جاتی ہے تو نہج البلاغہ کے مندرجہ خطب و اقوال کا پتہ ۔ اب بھی بعینہ الفاظہا نہج البلاغہ کے قبل تالیف شدہ کتابوں میں مل جاتا ہے اور جبکہ اکثر حصہ اس کا قبل کی کتابوں میں مندرج موجود ہے تو تھوڑا سا حصہ اگر دستیاب نہ بھی ہو ۔ تو ایک معتدل ذہن میں اس سے کوئی شک و شبہ پیدا نہیں ہو سکتا، جبکہ یہ معلوم ہے کہ دنیا میں مختلف حوادث کے ذیل میں کتابوں کے اتنے ذخیرے تلف ہوئے ہیں جو اگر موجود ہوتے تو یقیناً موجودہ ذخائر سے بدرجہا زیادہ ہوتے خود تاریخ نے کلامِ امیرالمومنین کے جن جمع شدہ ذخیروں کا پتہ علامہ سید رضی کے قبل ہم تک پہنچایا ہے ۔ وہی سب اس وقت کہاں موجود ہیں؟ اس لیے اگر بعض مندرجات رائج الوقت کتابوں میں نہیں بھی ملتے تو ذہن یہی فیصلہ کرتا ہے کہ ان کتابوں میں موجود ہوں گے، جن تک ہمارا اس وقت دسترس نہیں ہے ۔ نہج البلاغہ کے مندرجات کے ان حوالوں کو پہلے علامہ شیخ ہادی کاشف الغطاء نے مستدرک نہج البلاغہ کے اثنائے تالیف ہی میں مدارک نہج البلاغہ کے نام سے مرتب کیا تھا، جو غالباً مکمل شائع نہیں ہوا ہے اور ایک قابلِ قدر کوشش رامپور کے ایک سُنّی فاضل عرشی صاحب

نے کی ہے، جو فاران کراچی میں مقالہ کی صورت میں شائع ہوئی ہے اور مزید تلاش کی جائے تو اس سلسلہ میں مزید کامیابی کا بھی امکان ہے۔

گیارھواں امر یہ ہے کہ محققین علمائے شیعہ کا رویہ دیکھا جائے تو وہ ہر اس کتاب یا مجموعہ کو جو معصومین میں سے کسی کی طرف منسوب ہو بلا چون و چرا صرف اس لیے تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہو جاتے کہ وہ معصومین کی جانب منسوب ہے بلکہ وہ پوری فراخ حوصلگی کے ساتھ محققانہ فریضہ کو انجام دیتے ہوئے۔ اگر وہ قابلِ انکار ہوتا ہے تو کھل کر اس کا انکار کر دیتے ہیں اور اگر مشکوک ہوتا ہے تو شک و شبہ کا اظہار کر دیا کرتے ہیں اور اس طرح بہت سے وہ ذخیرے جو کلام معصومین کے نام سے موجود ہیں، مقامِ اعتبار میں مختلف درجے اختیار کر چکے ہیں مثلاً دیوانِ امیرالمومنین بھی تو بطور کلام علی ہی رائج ہے مگر علماء شیعہ بلا رو رعایت اسے غلط سمجھتے ہیں۔ اس سے بالاتر ذرا درجہ تفسیر امام حسن عسکریؑ کا ہے۔ حالانکہ وہ شہرت میں تقریباً نہج البلاغہ سے کم نہیں ہے اور شیخ صدوق ایسے بلند مرتبہ قدیم محدث نے اس پر اعتماد کیا ہے۔ مگر اکثر علمائے شیعہ اسے تسلیم نہیں کرتے، یہاں تک کہ ہمارے قریبی دور کے محقق علامہ شیخ محمد جواد بلاغی نے ایک پورا رسالہ اس کے غلط ہونے کے اثبات میں لکھ دیا ہے۔ فقہ الرضا امام رضا علیہ السلام کی طرف منسوب ہے مگر اس کے اعتبار اور عدم اعتبار کی بحث ایک مہتم بالشان علمی مسئلہ بن گئی ہے۔ جس پر مستقل کتابیں لکھی گئی ہیں۔ اسی طرح جعفریات اور امام رضا علیہ السلام کا رسالہ ذہبیہ وغیرہ کوئی نقد و بحث سے نہیں بچا ہے۔ اس رویہ کے باوجود سید رضی کے بعد سے اس وقت تک کسی دور میں بھی کسی شیعہ عالم کا نہج البلاغہ کے خلاف آواز بلند نہ کرنا اور اس میں ذرہ بھر بھی شک و شبہ کا اظہار نہ کرنا اس کا ثبوت قطعی ہے کہ ان سب کی نظر میں اس کی حیثیت ان تمام مجموعوں سے ممتاز اور بے داغ ہے نہج البلاغہ کے ہم پلہ اس حیثیت سے اگر کوئی کتاب ہے تو وہ صرف صحیفۂ کاملہ جو اسی طرح مسلّم طور پر امام زین العابدین علیہ السلام کے کلام کا مجموعہ ہے اور کوئی کتاب اس ذیل میں ان دونوں کے ہم مرتبہ نہیں ہے۔

مذکورہ بالا وجوہ کا نتیجہ یہ ہے کہ علامہ سید رضی کے بعد تقریباً دو ڈھائی سو برس تک نہج البلاغہ کے خلاف کوئی آواز اُٹھتے ہوئے معلوم نہیں ہوتی بلکہ متعدد علمائے اہل سنت نے اس کی شرحیں لکھیں جیسے ابوالحسن علی ابن ابی القاسم بیہقی متوفی ۵۶۵ھ امام فخر الدین متوفی ۶۰۶ھ۔ ابن ابی الحدید متوفی ۶۵۵ھ علامہ سعد الدین تفتازانی وغیرہ۔ غالباً انہیں علمائے اہل سنت کے شروح وغیرہ لکھنے کا یہ نتیجہ تھا کہ عوام میں نہج البلاغہ کا چرچا پھیلا اور اس کے ان مضامین کے بارے میں جو خلفا ثلاثہ کے بارے میں ہیں۔ اہل سنت میں بے چینی پیدا ہوئی اور اب آپس میں بحثیں شروع ہو گئیں اور اس کی وجہ سے علماء کو اپنے اصول عقائد سنبھالنے کے لیے اور عوام کو تسلی دینے کے لیے نہج البلاغہ کے بارے میں شکوک و شبہات اور رفتہ رفتہ انکار کی ضرورت پڑی، چنانچہ سب سے پہلے ابن خلکان متوفی ۶۸۱ھ نے اس کو مشکوک بنانے کی کوشش کی اور علامہ سید مرتضیٰ کے حالات میں یہ لکھا کہ

قد اختلف الناس فی کتاب نهج البلاغة
المجموعة من کلام علی ابن ابی طالب
هل هو جمعه او اخوه الرضی وقد قیل
انه لیس من کلام علی ابن ابی طالب و
انما الذی جمعه ونسبه الیه هو
الذی وضعه واللہ اعلم

لوگوں میں کتاب نہج البلاغہ کے بارے میں جو امیر المومنین علی ابن ابی طالب کے کلام کا مجموعہ ہے اختلاف ہے کہ وہ انہی (سید مرتضیٰ) کا جمع کردہ ہے یا ان کے بھائی سید رضی کا اور بعض کہتے ہیں کہ یہ جنابِ امیر کا کلام ہی نہیں ہے، بلکہ جسے جامع سمجھا جاتا ہے، اِسی کی یہ تصنیف ہے۔ واللہ اعلم۔

یہ امر بہت قابلِ لحاظ ہے کہ نہج البلاغہ کے بارے میں اختلافی آواز ڈھائی صدی کے بعد بھی نہج البلاغہ کے تالیف کے مرکز یعنی بغداد یا ملک عراق کے کسی شہر سے بلند نہیں ہوئی، بلکہ مغربی مملکت جہاں بنی امیہ کی سلطنت تھی اور قیروان و قرطبہ میں جس سلطنت کے زیرِ اثر علماء کی پرورش ہو رہی تھی وہاں ابن خلکان مغربی کی زبان سے یہ آواز بلند ہو رہی ہے ظاہر ہے کہ یہ لوگ جنھیں اختلف الناس کہا جا رہا ہے یہ مسلمان دار الخلافہ کے کوئی ذمہ دار افراد نہیں ہیں ورنہ اختلف العلماء، اختلف المحققون، اختلف الادباء ایسے کوئی وقیع الفاظ درج کیے جاتے بلکہ یہ الناس اموی سلطنت کے پروردہ مملکت مغربیہ کے سُنّی عوام ہیں جنھیں یہ خبر تک نہیں ہے کہ یہ کتاب سید رضی کی جمع کردہ ہے یا سید مرتضیٰ کی اور یہ جناب ابن خلکان کا تقیہ ہے کہ وہ خود اپنے اِطلاعات کو جو اس کتاب اور اس کے جامع کے بارے میں یقیناً ان کو تھے، پیش نہیں کرتے بلکہ عوام کے جذبات کی تسلّی کے لیے خود انھیں عوام کے اختلافات کی ترجمانی کر دینا مناسب سمجھتے ہیں کہ بعض لوگ اسے سید مرتضیٰ کا جمع کردہ کہتے ہیں اور بعض سید رضی کا اور خود ان کے ضمیر کا فیصلہ پہلے آجاتا ہے کہ جمع کرنے والا کوئی بھی ہو، لیکن ہے وہ کلام امیر المومنین ہی کا اور پھر عوامی جذبات کو دھچکا پہنچنے کے اندیشے سے وہ بعض ان متعصب مجہول الاسم والرسم اشخاص کے اِس عذر کو جو اس کے مضامین کے تسلیم کرنے سے گریز کے لیے وہ مقامِ مناظرہ میں پیش کرتے تھے کہ ہم اسے کلام علی ہی تسلیم نہیں کرتے وہ قیل کہہ کے ذکر کر دیتے ہیں کہ بعض ایسا کہتے ہیں کہ یہ امیر المومنین کا کلام ہے ہی نہیں بلکہ جس نے جمع کیا ہے اسی نے اس کو تصنیف کر دیا ہے۔ یہ خود قیل اِس قول کے ضعف کے لیے کافی تھا لیکن خود ان کا ضمیر اس قیل سے چونکہ مطمئن نہیں ہے لہٰذا آخر میں واللہ اعلم کہہ کے وہ اس میں مزید شک و شبہ کا اظہار کر دینا چاہتے ہیں۔ اس سے صرف یہ پتہ چلتا ہے کہ ابن خلکان اس بارے میں اپنے فیصلہ کو ماحول کے دباؤ سے ظاہر کرنا نہیں چاہتے اور وہ صرف عوام کی باہمی چہ میگوئیوں کا تذکرہ کر کے اپنا دامن بچائے جانا چاہتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اِس قسم کی تشکیک کا علمی دنیا میں کوئی وزن ہی نہیں مانا جا سکتا۔

ڈوبتے کو تنکے کا سہارا بہت ہوتا ہے۔ اگرچہ علامہ ابن خلکان نے اپنے ضمیر کی تحریک سے بہت حد تک اپنے کو نہج البلاغہ کے اِنکار کی ذمہ داری سے بچایا تھا مگر ان کے ان الفاظ نے بعد والے میدانِ مناظرہ کے پہلوانوں کو آسانی سے

یہ داؤں بتا دیا کہ وہ نہج البلاغہ کے کلام امیر المومنین ہونے کا انکار کر دیں، چنانچہ اس کے ایک صدی کے بعد ذہبی نے جو اپنے دَور کے انتہائی متعصب شخص تھے، یہ جرأت کی کہ وہ اِس شک کو یقین کا درجہ دے دیں اور انھوں نے سید مرتضیٰ کے حالات میں لکھ دیا کہ

من طالع کتابه نهج البلاغة جزم	جو شخص ان کی کتاب نہج البلاغہ کو دیکھے وہ یقین کر سکتا ہے
بانه مکذوب علی امیر المومنین	کہ امیر المومنین حضرت علی کی طرف اس کی نسبت بالکل جھوٹ
ففیه السب الصریح بل حط علی	ہے۔ اس لیے کہ اس میں کھلا ہوا سب و شتم اور ہمارے دونوں
السیدین ابی بکر و عمر۔	سرداروں ابوبکر و عمر کی تنقیص ہے۔

اب آپ ذرا اس عجیب رفتار کو دیکھئے کہ تالیف نہج البلاغہ سے دو ڈھائی سو برس بعد یعنی ابنِ خلکان کے عہد تک تو اختلاف یا شک و شبہ کا بھی نہج البلاغہ کے بارے میں پتہ نہیں چلتا۔ اِس کے بعد ابنِ خلکان ملک مغرب میں بیٹھ کر عوام الناس کے اختلاف کا اِس بارے میں اظہار کرتے ہیں کہ یہ سید مرتضیٰ کی جمع کردہ کتاب ہے یا سید رضی کی اور ایک ضعیف قول اس کا بیان کرتے ہیں کہ اس کی نسبت امیر المومنین کی جانب غلط ہے اور پھر واللہ اعلم کہہ کر اس تغلیط کو مشکوک کرتے ہیں۔ یہ اس وقت جبکہ قربِ عہد کی وجہ سے پھر بھی ذرائع اطلاع زیادہ ہو سکتے تھے اور اس کے ایک صدی کے بعد ذہبی پہلے تو یک گردشِ قلم اِس اختلاف کو جو جامع کے بارے میں تھا، ختم کر کے اسے سید مرتضیٰ کا کارنامہ قرار دے دیتے ہیں اور پھر اس شک کو یقین کا درجہ دے کر یہ کہتے ہیں کہ جو بھی نہج البلاغہ کا مطالعہ کرے وہ ایسا ہی یقین کرے گا۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ ان کے وقت تک تین سو برس میں گویا کسی نے اِس کتاب کا مطالعہ ہی نہ کیا تھا یا انھیں کوئی ایسی عینک ملی ہے جو اِس کے پہلے کسی کے پاس نہ تھی اور اب وہ اسی عینک سے اپنے دَور کے بعد ہر شخص کو نہج البلاغہ کے مُطالعہ کی دعوت دے رہے ہیں۔ وہ عینک کیا ہے اِسے خود اپنے آخر کلام میں درج کر دیتے ہیں۔ علمی حیثیت سے اصولِ روایت کے لحاظ سے تنقیدی قوانین کے پیشِ نظر انھیں چاہیے تھا کہ اس کی نسبت غلط ہونے کے ثبوت میں امیر المومنین کا وہ مُسلّم کلام پیش کرتے جو سید رضی کے علاوہ دوسرے مستند ماخذوں سے ان کے نزدیک مسلّم ہوتا اور وہ سید رضی کے مندرجہ مضامین سے مختلف ہوتا یا خود سید رضی کے زمانہ والے مصنفین کے انتقادات کا حوالہ دیتے کہ انھوں نے بھی اسے غلط قرار دیا ہے۔

اس تین سو برس کی مُدت میں دوسرے علماء و ناقدین نے جو کچھ اس کی ردّ و قدح کی ہوتی اسے پیش کرتے مگر ان کے جیب و دامنِ تحقیق میں کوئی ایسی سند موجود نہیں ہے۔ ان کی دلیل اِس نسبت کے یقینی طور پر جھوٹ ہونے کی صرف یہ ہے کہ اس میں ان کے دو سرداروں کی تنقیص ہے۔ کیا علمی دُنیا میں اس دلیل کی کوئی قیمت ہو سکتی ہے۔ یہ بالکل ایسا ہے۔ جیسے قرآن نازل ہونے کے چند صدی بعد کوئی طبقہ مشرکین کا قرآن کے کلامِ الٰہی ہونے سے صرف اِس لیے انکار کرے کہ اس میں ان کے اللہ کے خلاف تنقیص و مذمت کی آیتیں ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ حقیقت کو اپنے جذبات کا تابع بنا کر اگر جانچا جائے، تو کوئی

حقیقت باقی ہی نہیں رہ سکتی لواتبع الحق اھوائھم لفسدت السّمٰوات والارض اس دروازہ کے کھل جانے کے بعد تمام اصولِ روایت و درایت معطل و بیکار ہوجاتے ہیں۔ اس لیے کہ ہر عقیدہ اور خیال کا انسان پھر ہر قوی سے قوی نص کو صرف اس بنا پر رَد کردے گا کہ وہ اس کے عقیدہ اور خیال کے خلاف ہے۔ یہاں تک خلفائے ثلاثہ کے مقابل میں شیعوں کے استدلال کا تعلق ہے وہ احادیثِ رسولؐ یہاں تک کہ صحاحِ ستہ میں درج شدہ اخبار و احادیث سے بھی اس میں تمسک کرتے ہیں اور نہج البلاغہ کے مندرجات سے کچھ کم وہ احادیثِ پیغمبرؐ سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔ محتاط اور علمی اصول کے کسی حد تک پابند علمارِ اہلِ سنّت کا یہ طریقہ رہا کہ وہ ان احادیث کے مضامین و مطالب کے تاویلوں سے ہمیشہ کام لیتے رہے اور بالکل ان احادیث کے انکار کی جرأت نہیں کی۔ مناظرانہ ضرورتوں سے انکار نصوص کا یہ رُجحان جس کا مظاہرہ ذہبی نے کیا ہے یہ بڑھتے بڑھتے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے زمانہ میں یہاں تک آیا کہ شروع شروع عیسائی مبلغین سے مناظرہ میں انھیں وفاتِ مسیح کے خیال کو پیش کرنے کی ضرورت ہوئی۔ صرف اِس جذبہ کے ماتحت کہ جنابِ عیسٰیؑ کی یہ ایک طرح کی فضیلت عیسائی پیش کرتے ہیں کہ وہ زندہ ہیں، لہٰذا اس کو ختم کرنا چاہیئے۔ انھوں نے اس مناظرانہ ترکیب کو اصل قرار دیا اور پھر جو اسلامی نصوص اور متفق علیہ احادیث اس بارے میں تھے۔ ان سب کا انکار کردیا اور آخر میں خود ان کے دعائے مسیحیت کے لیے ایک راستہ بن گیا۔ یہی جذبہ ترقی کرکے اب اہلِ قرآن کے ہاتھوں، جن کی نمائندگی طلوعِ اسلام وغیرہ کر رہے ہیں، یہاں تک پہنچا ہے کہ وہ یہ دیکھتے ہوئے کہ طبری اور دُوسرے مفسّرین اور مؤرخین سب کے یہاں کچھ نہ کچھ شیعوں کے موافق باتیں موجود ہیں۔ اس لیے کلیتہً احادیث تفاسیر اور تواریخ کے اعتبار پر انھوں نے ضرب لگادی ہے اور ان سب کے انکار کی یہی بنیاد ہے کہ ان لوگوں نے شیعوں کے موافق چیزیں درج کی ہیں۔ لہٰذا یہ سب جھوٹ ہے جو عمارت ایک غلط اساس پر قائم کی جاتی ہے، اس کا آخری انجام یہی ہوتا ہے۔ کاش، یہ لوگ حقیقت کو صرف حقیقت کے اعتبار سے دیکھتے اور پھر اپنے جذبات کو اس کے ماتحت لانے کی کوشش کرتے جو ایک عام مسلمان کا فریضہ ایمانی ہے، چہ جائیکہ وہ افراد جو اپنے کو علمارِ اسلام قرار دیتے ہوں یا دنیا میں اِس حیثیت سے متعارف ہوں۔

اس کے بعد کی صدیوں میں یہ دروازہ پالٹوں پاٹ کھل ہی گیا تھا۔ چنانچہ اب تو مناظرہ کے میدان کا یہ بہت ہی عام ہتھیار بن گیا کہ جب نہج البلاغہ کا کوئی کلام پیش ہو تو اسے غلط کہہ دیا جائے۔ اس کے بعد پھر موجودہ دَور میں تو اور بھی بہت سے جذبات کارفرما ہوگئے ہیں۔ مثلاً تجدد پسند طبقے کا یہ رُجحان کہ عورت ہر بات میں مرد کے برابر ہے، جب نہج البلاغہ کے مندرجات سے مجروح ہوتا ہے تو اس جذبہ کے تحفظ کے لیے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ یہ حضرت علیؑ کا کلام نہیں ہے۔ اس لیے کہ اس میں عورتوں کی تنقیص ہے اور موجودہ سائنس سے اس کے نظریات کو ٹکراتے ہوئے دیکھا جاتا ہے تو سائنس کو اصل قرار دے کر اس کا انکار کردیا جاتا ہے کہ یہ حضرت علیؑ کا کلام ہو۔ کبھی اس جذبہ کے ماتحت کہ اس میں ان علوم و فنون کی حقیقتوں کا اظہار ہے جسے بعد والے اپنے وقت کا کارنامہ سمجھتے ہیں یہ کہا جاتا ہے کہ

یہ کلام بعد کی پیداوار ہے۔ اس لیے کہ اس وقت عرب میں یہ علوم و فنون تھے ہی نہیں۔ یہاں تک کہ کسی ایک لفظ مثلاً سلطان بمعنی بادشاہ کو حادث قرار دے کر اس لفظ کے استعمال کو نہج البلاغہ میں اس کی دلیل بنایا جاتا ہے کہ یہ جناب امیر کی زبان سے نہیں نکل سکتا حالانکہ یہ سب باتیں صرف اپنی خواہشوں کے تکمیل کا ایک بہانہ ہیں اور اپنے مزعومات کو اصل قرار دے کر حقیقتوں کو ان کا تابع بنا لینے کا کرشمہ ہے۔ قرآن مجید میں درج شدہ حقائق کب ایسے ہیں جو اس وقت کے عربوں کو معلوم ہوں اور احادیث رسول ؐ کے بہت سے معارف کب اُس وقت کی دنیا کو معلوم تھے جو باب مدینۃ العلم کے اقوال میں کچھ ایسے علوم و فنون کے انکشاف پر تعجب کیا جائے، جن کو اُس وقت کی دنیا کو خبر نہ تھی۔ ہر لفظ جس کے لیے کسی قدیم عربی شعر کو سند میں پیش کیا جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس شعر سے پہلے اس کے ماخذ کا ہمیں علم نہیں ہوتا، ورنہ اس شعر کو ہم سند ہی قرار دینے کی کیوں زحمت محسوس کرتے، تو کیا اس تصور کو حقیقت قرار دے کر کہ اس کے پہلے یہ لفظ کہیں نہیں ہے، ہم اس شعر کا انکار کر دیں گے یا صحیح طریقہ یہ ہوگا اور یہی اصول معمول بہ ہے کہ اس شعر میں اس لفظ کے وجود سے خود ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ اس لفظ کا زبانِ عرب میں رواج تھا۔ اسی طرح ہم آخر لفظ سلطان میں یہ اصول کیوں اختیار کرتے ہیں کہ ہم اپنے اس مزعومہ کو وحی منزل قرار دیں کہ یہ لفظ حادث ہے اور کلام عرب میں موجود نہ تھی۔ خود جناب امیر علیہ السلام کے کلام میں اس کا وارد ہونا اس کا ثبوت کیوں نہ ہو کہ یہ لفظ چاہے عام اکثریت کی زبان پر جاری نہ ہو، لیکن وہ کلیۃً مفقود نہیں تھی اور اس کا شاہد یہی کلام امیرالمومنین کیوں قرار نہ پائے۔ پھر السلطان کو لفظی طور پر بمعنی ملک قرار دینے کی ضرورت ہی کیا ہے جبکہ وہ معنی مصدری یعنی حکومت و اقتدار اور غلبہ یقینی موجود تھا اور قرآن مجید میں بھی اس کے نظائر موجود ہیں۔ ذریعۂ غلبہ ہونے ہی کی بنا پر دلیل کو سلطان کہا گیا ہے جس طرح اسی اعتبار سے اس کو حجت کہا جاتا ہے اور یہی معنی مصدری بعد میں اسمی شکل اختیار کر کے بمعنی ملک ہو گئے ہیں تو اس میں کیا دشواری ہے کہ اذا تغیر السلطان تغیر الزمان میں ہم السلطان کو حاکم کے معنی میں نہیں، بلکہ حکومت و اقتدار کے معنی میں لیں، جو ہماری زبان میں بھی بمعنی حاکم برابر رائج ہے۔ لفظی طور پر یہ معنی نہ کہیں کہ جب بادشاہ بدلتا ہے تو زمانہ بدل جاتا ہے، بلکہ یہ معنی کہیں کہ جب اقتدار بدلتا ہے تو زمانہ میں بھی تغیر ہو جاتا ہے۔ نتیجہ وہی ایک ہے مگر وہ ہمارا مزعومہ بھی اگر ہمیں بہت عزیز ہو تو اُس صورت میں محفوظ رہتا ہے۔ غرض یہ سب بے بنیاد باتیں ہیں، جو کسی اصولِ روایت و درایت پر منطبق نہیں ہوتیں۔ خلفاء کے بارے میں نہج البلاغہ میں ہرگز کوئی ایسی سخت بات نہیں ہے جو دوسری کتابوں میں موجود نہ ہو اور جناب امیر علیہ السلام کے ان رجحانات کے مطابق نہ ہو، جو مسلّم الثبوت حیثیت سے دوسرے کتب اہلِ سنّت میں بھی موجود ہیں۔ ایسی صورت میں اس قسم کے الفاظ کا حضرت کی زبان پر آنا تو اس کا ثبوت ہے کہ وہ آپ کا کلام ہے۔ ہاں اگر آپ کے واقعی رجحانات کے خلاف اس میں الفاظ ملتے تو اس پر تو غور کرنے کی بھی ضرورت ہوتی کہ وہ کس بنا پر ہیں یا انھیں کسی مجبوری کا نتیجہ قرار دینا پڑتا جیسے بعض علماء کے خیال مطابق للہ بلاء فلان والا خطبہ یہی نوعیت رکھتا ہے۔ مگر وہ کلام جو اپنے متکلم کے خیالات کا نمایاں طور

پر آئینہ بردار ہو اُسے تو کسی حیثیت سے اس متکلّم کی طرف نسبت صحیح ماننے میں تامّل کا کوئی سبب ہی نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ باوجود ابنِ خلکان کے اس اظہارِ تذبذب اور ذہبی کے اس جسارت انکار کے پھر بھی منصف مزاج اور حقیقت پسند علماء و محققین بلا تفریق مذہب و ملت نہج البلاغہ کے مندرجات کو کلام امیرالمومنین مانتے رہے اور اس کا اظہار کرتے رہے جن میں سے کچھ افراد کا جو سردست پیشِ نظر ہیں ذیل میں تذکرہ کیا جاتا ہے۔

(۱) علامہ شیخ کمال الدین محمد ابن طلحہ قریشی شافعی متوفی ۶۵۲ھ اپنی کتاب مطالب السؤل فی مناقب آل الرسول میں جو لکھنؤ میں بھی طبع ہو چکی ہے۔ علوم امیرالمومنین کے بیان میں لکھتے ہیں :-

ورابعها علم البلاغة والفصاحة وكان فيها اماما لايشق غباره ومقدما لاتلحق اثاره ومن وقف على كلامه المرقوم الموسوم بنهج البلاغة صار الخبر عنده عن فصاحته عيانا والظن بعلو مقامه فيه ايقانا۔

چوتھے علم فصاحت و بلاغت آپ اس میں امام کا درجہ رکھتے تھے جن کے گرد قدم تک بھی پہنچنا ناممکن ہے اور ایسے پیشرو تھے، جن کے نشانِ قدم کا مقابلہ نہیں ہو سکتا اور جو حضرت کے اس کلام پر مطلع ہو جو نہج البلاغہ کے نام سے موجود ہے اس کے لیے آپ کی فصاحت کی سماعی خبر مشاہدہ بن جاتی ہے اور آپ کی بلندی مرتبہ کا اس باب میں گمان یقین کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔

دوسری جگہ لکھتے ہیں :-

النوع الخامس فی الخطب والمواعظ مما نقلته الرواة ورويته الثقات عنه عليه السلام قد اشتمل كتاب نهج البلاغة المنسوب اليه على انواع من خطبه ومواعظه الصادعة باوامرها ونواهيها المطلعة انوار الفصاحة والبلاغة مشرقة من الفاظها ومعانيها الجامعة حكم عيون علم المعانی والبيان على اختلاف اساليبها۔

پانچویں قسم ان خطب اور مواعظ کی شکل میں ہے، جس کو راویوں نے بیان کیا ہے اور ثقات نے حضرت سے ان کو نقل کیا ہے اور نہج البلاغہ کتاب جس کی نسبت حضرت کی طرف دی جاتی ہے۔ وہ آپ کے مختلف قسم کے خطبوں اور موعظوں پر مشتمل ہے جو اپنے اوامر و نواہی کو مکمل طور پر ظاہر کرتے اور فصاحت و بلاغت کے انوار کو اپنے الفاظ و معانی سے تابندہ شکل میں نمودار کرتے اور فنِ معانی و بیان کے اصول اور اسرار کو اپنے مختلف اندازِ بیان میں ہمہ گیر صورت سے ظاہر کرتے ہیں۔

اس میں مندرجات نہج البلاغہ کو معتبر و ثقہ راویوں کے بیانات کا حوالہ دیتے ہوئے یقینی طور پر کلام امیرالمومنین تسلیم کیا ہے۔ ایک جگہ جو منسوب کی لفظ ہے۔ اس سے کوئی غلط فہمی نہیں ہونا چاہیے، وہ بحیثیت مجموعی کتاب بشکل

کتاب سے متعلق ہے اور یہ ظاہر ہے کہ یہ کتاب امیرالمومنین کی جمع کردہ نہیں ہے۔ کتاب تو حقیقتاً سید رضی ہی کی ہے مگر عوام مجازی طور پر یا ناواقفیت کی بنا پر یونہی کہتے ہیں کہ یہ امیرالمومنین کی کتاب ہے۔ یہ نسبت اس کلام کے لحاظ سے دی جاتی ہے جو اس کتاب میں درج ہے اور اسی لئے اس محل پر علامہ ابن طلحہ نے منسوب کی لفظ صرف کی ہے جو بالکل درست ہے اس سے اصل کلام کے بارہ میں ان کے وثوق و اطمینان کو کوئی دھچکا نہیں پہنچتا۔

(۲) علامہ ابو حامد عبدالحمید ابن ہبۃ اللہ المعروف بابن ابی الحدید مدائنی بغدادی متوفی ۶۵۵ھ جنھوں نے اس کتاب کی مبسوط شرح لکھی ہے وہ حضرت امیر علیہ السلام کے فضائل ذاتیہ میں فصاحت کے ذیل میں لکھتے ہیں۔

اما الفصاحة فهو امام الفصحاء و سيد البلغاء وعن كلامه قيل دون كلام الخالق وفوق كلام المخلوقين ومنه تعلم الناس الخطابة والكتابة -	فصاحت کی آپ کا یہ عالم ہے کہ آپ فصحا کے امام اور اہل بلاغت کے سر گروہ ہیں، آپ ہی کے کلام کے متعلق یہ مقولہ ہے کہ وہ خالق کے کلام کے نیچے اور تمام مخلوق کے کلام سے بالاتر ہے اور آپ ہی سے دنیا نے خطابت و بلاغت کے فن کو سیکھا۔

اس کے بعد عبدالحمید بن یحییٰ اور ابن نباتہ کے وہ اقوال درج کئے گئے ہیں، جن کا تذکرہ ہم پہلے کر چکے ہیں پھر لکھا ہے:

ولما قال محقن ابن ابی محقن لمعاوية جئتك من عند اعيى الناس قال له ويحك كيف يكون اعيى الناس فوالله ماسن الفصاحة لقريش غيره ويكفى هذا الكتاب الذى نحن شارحوه دلالة على انه لا يجارى فى الفصاحة ولا يبارى فى البلاغة -	اور جب محقن بن ابی محقن نے (خوشامد میں) معاویہ سے کہا کہ میں سب سے زیادہ گنگ شخص کے پاس سے آیا ہوں معاویہ نے کہا کہ وائے ہو تم پر وہ گنگ کیونکر کہے جا سکتے ہیں حالانکہ خدا کی قسم فصاحت کا راستہ قریش کو سوا ان کے کسی اور نے نہیں دکھایا ہے اور یہی کتاب جس کی ہم شرح لکھ رہے ہیں اس امر کو ثابت کرنے کے لیے کافی ہے کہ حضرت فصاحت میں وہ بلند درجہ رکھتے ہیں کہ کوئی آپ کے ساتھ نہیں چل سکتا اور بلاغت میں آپ کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔

علامہ مذکور دوسرے موقعہ پر لکھتے ہیں

ان كثيرا من فصوله داخل فى باب المعجزات المحمدية لاشتمالها على الاخبار الغيبية وخروجها من وسع الطبيعة البشرية -	اس کتاب کے اکثر مقامات حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کا معجزہ کہے جا سکتے ہیں۔ اس لیے کہ وہ غیبی خبروں پر مشتمل ہیں اور انسانی طاقت کے حدود سے باہر ہیں۔

حالانکہ علامہ ابن ابی الحدید اپنے معتقدات میں جو شیعیت کے خلاف ہیں، پُورے راسخ ہیں اور اس لیے نہج البلاغہ میں جہاں جہاں ان کے معتقدات کے خلاف چیزیں ہیں۔ ان کو کافی زحمت درپیش ہوئی ہے، مگر اس کے باوجُود کسی ایک مقام پر بھی وہ اس شک وشبہُ کا اظہار نہیں کرتے کہ یہ شاید امیرالمومنین کا کلام نہ ہو۔ بلکہ خطبہ شقشقیہ تک میں جو سب سے زیادہ ان کے جذبات کے خلاف مضامین پر مشتمل ہے وہ اس امر کو بقوت تسلیم کرتے ہیں کہ یہ ہے علی ابن ابی طالب علیہ السلام کا کلام ضرور اور اس کے خلاف ہر تصور کو، دلائل کے ساتھ رد کر دیتے ہیں۔ انھوں نے خطبہ ہی میں قدم المفضول علی الفاضل خدا نے (معاذاللہ) کسی مصلحت سے غیر افضل کو افضل پر مقدم کر دیا اور اسی طرح خطبہ شقشقیہ وغیرہ کے تشریحات میں انھوں نے اپنے معتقدات کا اظہار کر دیا ہے اور امیرالمومنین کے الفاظ کو معاذاللہ آپ کے بشری جذبات کا تقاضہ قرار دیا ہے یہ اُمور اس تصور کو ختم کر دیتے ہیں کہ انھوں نے اس کتاب میں اس شیعہ رئیس کی خوشامد مدِنظر رکھی ہے جس کے نام پر اُنھوں نے یہ شرح معنون کی تھی۔ ابن العلقمی شیعہ ضرور تھے، مگر وہ سلطنت بنی عباس کے وزیر تھے اور یہ کتاب دولتِ عباسیہ کے سقُوط سے پہلے ان کے دورِ وزارت میں لکھی گئی ہے۔ اوّل تو اگر خوشامد مدِنظر ہوتی تو وزیر کے بجائے خود خلیفہ وقت کے جذبات کا لحاظ کرنا زیادہ ضروری ہوتا۔ دُوسرے ظاہر ہے کہ سلطنتِ عباسیہ کے وزیر ہونے کی بنا پر خود ابنِ العلقمی بھی کھل کر ایسے شخص کے خلاف کوئی اقدام نہیں کر سکتے تھے جو حکومتِ وقت کے مذہب کے موافق کوئی بات کہے نہ وہ خود ہی ایسے جذبات کا علانیہ اظہار کرتے تھے۔ پھر اگر ان کی خوشامد ہی پیشِ نظر ہوتی تو ابنِ ابی الحدید اسی کتاب میں شیعیت کی رد کیوں کرتے اور خلافتِ ثلاثہ کو شروع سے لے کر آخر تک بقدرِ امکان مضبُوط کرنے کی کوشش کس لیے کرتے۔ ان کا یہ طرزِ عمل صاف بتا رہا ہے کہ انھوں نے اس کتاب میں اپنے حقیقی خیالات اور جذبات کو برابر پیشِ نظر رکھا ہے۔ وہ اگر نہج البلاغہ کی صحت میں ذرا سا شک وشبہُ کا بھی اظہار کر دیتے تو وہ اُس سے زیادہ ابن العلقمی کے لیے تکلیف دہ نہیں ہو سکتا تھا۔ جتنا خدا کی طرف اِس غلط کام کو منسُوب کرنا کہ وہ مفضول کو فاضل پر ترجیح دے دیتا ہے۔ یا امیرالمومنین کے اقوال کو معاذاللہ نفسانیت پر محمول کرنا جو خطبہ شقشقیہ وغیرہ کی شرح میں اُنھوں نے لکھ ڈالا ہے بلکہ ایک شیعہ کے لیے ان الفاظ کے کلام امیرالمومنین ہونے سے انکار کر دینا اتنا صدمہ نہیں پہنچا سکتا اور حضرت علیؑ ابن ابی طالب کی اتنی بڑی توہین نہیں ہے جتنا یہ تصوُّر کرنا کہ حضرت نے معاذاللہ حقیقت کے خلاف صرف اپنی ذاتی رنجش کی بنا پر یہ الفاظ فرما دیے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہرگز ابنِ ابی الحدید کو ابن العلقمی کی کوئی خاطر داری اظہارِ خیالات میں پیشِ نظر نہ تھی اور اِس کتاب پر ابن العلقمی نے اگر کوئی انعام دیا ہو تو یہ صرف اُن کے وسعتِ صدر اور وسعتِ نظر اور تحمل کا ثبوُت ہے کہ انھوں نے ایک مخالفِ مذہب کے ایک علمی کارنامے کی صرف علمی کارنامہ ہونے کی بنا پر قدر کی جو کہ ان کے خود عقائد وخیالات سے متضاد مضامین پر بھی مشتمل تھا۔ میرے خیال میں تو ابنِ ابی الحدید نے اپنی سنّیت کو اس کتاب میں اتنا ضرورت سے زیادہ طشت ازبام کیا ہے کہ اس کے ساتھ کسی قسم کی رو رعایت کا تصوّر بھی

پیدا ہونا غلط ہے۔

(۳) ابوالسعادات مبارک مجدالدین ابنِ اثیر جزری متوفی ۶۰۶ھ نے اپنی مشہور کتاب نہایہ میں جو احادیث و آثار کے لغات کی شرح کے موضوع پر ہے۔ کثیر التعداد مقامات پر نہج البلاغہ کے الفاظ کو حل کیا ہے۔ ابنِ اثیر کی حیثیت فقط ایک عام لغوی کی نہیں ہے بلکہ وہ محدث بھی ہیں۔ اگر صرف ادبی اہمیت کے لحاظ سے ان کو ان الفاظ کا حل کرنا ہی ضروری تھا تو وہ اس کو نہج البلاغہ کا نام لکھ کر درج کرتے پھر واقعہ تو یہ ہے کہ اگر اس کو وہ کلام امیر المومنین سمجھتے ہی نہ، تو انھیں اس کتاب میں جو صرف احادیث اور آثار کے حل کے لیے لکھی گئی ہے، ان لغات کو جگہ ہی نہ دینا چاہیئے تھی، کیونکہ اصطلاحی طور پر اثر صرف صحابہ اور ممتاز تابعین کی زبان سے نکلے ہوئے اقوال کو کہتے ہیں۔ کسی متاخر عالم کی کتاب کے الفاظ نہ حدیث میں داخل ہیں اور نہ اثر میں۔ ان کا ان الفاظ کو جگہ دینا ہی اس کا ثبوت ہے کہ وہ اس کو سید رضی کا کلام نہیں سمجھتے بلکہ کلام امیر المومنین قرار دیتے ہیں۔ پھر یہ کہ ان لغات کو درج کرنے میں ہر مقام پر تصریحاً وہ حدیثِ علی کی لفظ کا استعمال کرتے ہیں، جیسے لغت جوی میں منه حديث علی یونہی فتق الاجواء وشق الارجاء میں زیادہ تر ان الفاظ کا تذکرہ حدیث علی کی لفظوں کے ساتھ ہے اور کہیں پر خطبة علی ہے، جیسے لغت لوط میں فی خطبة علی ولاطها بالبلة حتی لزبت ایک جگہ لغت ایم میں یہ الفاظ ہیں: کلام علی مات قیمها وطال تايمها۔ اسی طرح لغت اسل میں فی کلام علی کے الفاظ ہیں اور ایسے ہی دو ایک جگہ اور باقی تمام مقامات پر حديث علی لکھا ہے اور جو مکاتیب کے الفاظ ہیں، انھیں کتاب علی کہہ کر درج کیا ہے۔ ان تمام مقامات کو استقصا کے ساتھ ہم نے اپنی کتاب "نہج البلاغہ کا استناد" میں درج کیا ہے جو امامیہ مشن لکھنؤ سے شائع ہوئی ہے۔

(۴) علامہ سعدالدین تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ شرح مقاصد میں لکھتے ہیں واذا هو افصحهم لسانا على مايشهد به كتاب نهج البلاغة۔ حضرت سب سے زیادہ فصیح اللسان بھی تھے، جس کی گواہی کتاب نہج البلاغہ دے رہی ہے۔

(۵) جمال الدین ابوالفضل محمد بن مکرم بن علی افریقی مصری متوفی ۷۱۱ھ۔ انھوں نے بھی نہایہ کی طرح اپنی عظیم الشان کتاب لسان العرب میں مندرجہ الفاظ کو کلام علی کہتے ہوئے حل کیا ہے۔

(۶) علامہ علاء الدین قوشجی متوفی ۸۷۵ھ شرح تجرید میں قولِ محقق طوسی افصحهم لسانا کی شرح میں لکھتے ہیں على مايشهد به كتاب نهج البلاغة وقال البلغاء ان كلامه دون كلام الخالق وفوق كلام المخلوق جس کی شاہد ہے۔ آپ کی کتاب نہج البلاغہ اور اہلِ بلاغت کا قول ہے کہ آپ کا کلام خالق کے نیچے اور تمام مخلوق کے کلام سے بالاتر ہے۔

(۷) محمد بن علی بن طباطبا معروف بہ ابن طقطقی اپنی کتاب تاریخ الفخری فی الآداب السلطانیہ والدول الاسلامیہ، مطبوعہ مصر ص۹ میں لکھتے ہیں:۔

عدل ناس الی نهج البلاغة من كلام — بہت سے لوگوں نے کتاب نہج البلاغہ کی طرف توجہ کی جو امیر المومنین

امیرالمومنین علی ابن ابی طالب فانہ الکتاب الذی یتعلم منہ الحکم والمواعظ والخطب والتوحید والشجاعۃ والزھد وعلو الھمۃ و ادنیٰ فوائدہ الفصاحۃ والبلاغۃ

حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کا کلام ہے۔ کیونکہ یہ وہ کتاب ہے کہ جس سے حکم اور مواعظ اور توحید اور زہد اور علو ہمت، ان تمام باتوں کی تعلیم حاصل ہوتی ہے اور اس کا سب سے ادنیٰ فیض فصاحت و بلاغت ہے۔

(۸) علامہ محدث ملا طاہر فتنی گجراتی، انھوں نے بھی مجمع بحار الانوار، نہایہ کی طرح احادیث و آثار کے لغات ہی کی شرح میں لکھی ہے اور انھوں نے بھی الفاظ نہج البلاغہ کو کلام امیرالمومنین تسلیم کرتے ہوئے ان کی شرح کی ہے۔

(۹) علامہ احمد بن منصور کازرونی اپنی کتاب مفتاح الفتوح میں امیرالمومنین کے حالات میں لکھتے ہیں۔

ومن تامل فی کلامہ وکتبہ وخطبہ ورسالاتہ علم ان علمہ لا یوازی علم احد وفضائلہ لا تشاکل فضائل احد بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ومن جملتھا کتاب نھج البلاغہ۔

جو حضرت کے کلام اور خطوط اور خطبوں اور تحریروں پر غور کی نگاہ ڈالے اُسے معلوم ہوگا کہ حضرت کا علم کسی دوسرے کی علم کی طرح اور حضرت کے فضائل پیغمبر کے بعد کسی دوسرے کے فضائل کے قبیل سے نہیں تھے۔ (یعنی بدرجہا زیادہ تھے) اور انھیں میں سے کتاب نہج البلاغہ ہے (اس کے معنی یہ ہیں کہ مصنف کے پیش نظر یہ حقیقت تھی کہ حضرت کے کلام کا ذخیرہ نہج البلاغہ کے علاوہ بھی کثرت کے ساتھ موجود ہے اور یہ صرف اُس کا ایک جز ہے)۔

وایم اللہ لقد وقف دونہ فصاحۃ الفصحاء وبلاغۃ البلغاء وحکمۃ الحکماء۔

اور خدا کی قسم آپ کی فصاحت کے سامنے تمام فصحا کی فصاحت اور بلیغوں کی بلاغت اور حکما روزگار کی حکمت مفلوج و معطل ہو کر رہ جاتی ہے۔

(۱۰) علامہ یعقوب لاہوری شرح تہذیب الکلام میں افصح کی شرح میں لکھتے ہیں :۔

ومن اراد مشاھدۃ بلاغتہ ومسامعۃ فصاحتہ فلینظر الی نھج البلاغۃ ولا ینبغی ان ینسب ھذا الکلام البلیغ الی رجل شیعی

جو شخص آپ کی فصاحت کو دیکھنا اور آپ کی بلاغت کو سُننا چاہتا ہو، وہ نہج البلاغہ پر نظر کرے اور ایسے فصیح و بلیغ کلام کو کسی شیعہ عالم کی طرف منسوب کرنا بالکل غلط ہے۔

(۱۱) علامہ شیخ احمد ابن مصطفیٰ معروف بہ طاشکبری زادہ اپنی کتاب شقائق نعمانیہ فی علماء دولۃ عثمانیہ قاضی قوام الدین یوسف کی تصانیف کی فہرست میں لکھتے ہیں۔ وشرح نھج البلاغۃ للامام الھمام علی بن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجھہ۔

(۱۲) مفتیٔ دیار مصریہ علامہ شیخ محمد عبدہ متوفی ۱۳۲۳ھ جن کی اس سعیٔ جمیل کے مشکور ہونے سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ انھوں نے مصر اور بیروت وغیرہ اہل سنت کے علمی مرکزوں کو نہج البلاغہ کے فیوض سے بہرہ مند بنانے کا سامان کیا اور وہاں کے باشندوں کو ان کے سبب سے اس جلیل القدر کتاب کا تعارف ہوسکا۔ انھوں نے نہج البلاغہ کو اپنے تفسیری حواشی کے ساتھ مصر میں چھپوایا۔

جس کے بہت سے ایڈیشن اب تک شائع ہو چکے ہیں وہ اپنے اس مقدمہ میں جو شروع کتاب میں درج کیا ہے، اپنی اس دہشت و حیرت کا اظہار کرتے ہوئے جو نہج البلاغہ کے حقائق آگیں عبارات سے اُن پر طاری ہوئی ہے، تحریر کرتے ہیں :-

کان یخیل الی فی کل مقام ان حروبا شبت و غارات شنت وان للبلاغۃ دولۃ وللفصاحۃ صولۃ وان الاوھام عرامۃ وللریب دعارۃ و ان جحافل الخطابۃ وکتائب الذرابۃ فی عقود النظام وصفوف الانتظام تنافح بالصفیح الابلج والقویم الاملج وتمتلج المھج برواضع الحجج فتفل من دعارۃ الوساوس وتصیب مقاتل الخوانس فما انا الا والحق منتصر والباطل منکسر ومرج الشک فی خمود وھرج الریب فی رکود وان مدبر تلک الدولۃ وباسل تلک الصولۃ ھو حامل لوائھا الغالب امیر المومنین علی بن ابی طالب بل کنت کلما انتقلت من موضع الی موضع احس بتغیر المشاھد وتحول المعاھد فتارۃ کنت اجدنی فی عالم یعمرہ من المعانی ارواح عالیۃ فی حلل من العبارات الزاھیۃ تطوف علی النفوس الزاکیۃ وتدنو من القلوب الصافیۃ توحی الیھا رشادھا وتقوم منھا منادھا وتنفر بھا عن مداحض المزال الی جواد الفضل والکمال وطورا کانت تنکشف لی الجمل عن وجوہ باسرۃ وانیاب کاشرۃ وارواح فی اشباح النمور ومخالب النسور قد تحفزت للوثاب ثم انقضت للاختلاب فخلبت القلوب عن ھواھا واخذت الخواطر دون مرماھا

ہر مقام پر (اس کے اثنائے مطالعہ میں) مجھے ایسا تصور ہو رہا تھا کہ جیسے لڑائیاں چھڑی ہوئی ہیں۔ نبرد آزمائیاں ہو رہی ہیں۔ بلاغت کا زور ہے اور فصاحت پوری قوت سے حملہ آور ہے۔ توہمات شکست کھا رہے ہیں۔ شکوک و شبہات پیچھے ہٹ رہے ہیں۔ خطابت کے لشکر صف بستہ ہیں۔ طلاقتِ لسان کی فوجیں شمشیر زنی اور نیزہ بازی میں مصروف ہیں، وسوسوں کا خون بہایا جا رہا ہے اور توہمات کی لاشیں گر رہی ہیں اور ایک دفعہ یہ محسوس ہوتا ہے کہ بس حق غالب آگیا اور باطل کی شکست ہوگئی اور شک و شبہ کی آگ بجھ گئی اور تصورات باطل کا زور ختم ہوگیا اور اس فتح و نصرت کا سہرا اس کے علمبردار اسد اللہ الغالب علی ابنِ ابی طالب کے سر ہے۔ بلکہ اس کتاب کے مُطالعہ میں جتنا جتنا میں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوا۔ میں نے مناظرہ کی تبدیلی اور مواقف کے تغیر کو محسوس کیا۔ کبھی میں اپنے کو ایسے عالم میں پاتا تھا جہاں معانی کی بلند رُوحیں خوشنما عبارتوں کے جامے پہنے ہوئے پاکیزہ نفوس کے گرد چکر لگاتی اور صاف دلوں کے نزدیک آکر انھیں سیدھے رستے پر چلنے کا اشارہ کرتی اور نفسانی خواہشوں کا قلع قمع کرتی اور لغزش مقامات سے متنفر بنا کر فضیلت و کمال کے راستوں کا سالک بناتی ہیں اور کبھی ایسے جملے سامنے آجاتے ہیں جو معلوم ہوتا ہے کہ تیوریاں چڑھائے ہوئے اور دانت نکالے ہوئے ہولناک شکلوں میں آگے بڑھ رہے ہیں۔ اور ایسی رُوحیں ہیں جو چیتوں کے پیکروں میں اور شکاری پرندوں کے پنجوں کے ساتھ حملہ پر آمادہ ہیں اور ایک دم شکار پر ٹوٹ پڑتے ہیں اور دلوں کو اُن کے ہوا و ہوس کے مرکزوں سے جھپٹ کر لے جاتے ہیں اور ضمیروں کو پست جذبات سے زبردستی

واغتالت فاسد الاهواء وباطل الاراء واحياناً
کنت اشهد ان عقلاً نورانیاً لا یشبہ خلقاً جسدانیاً
فصل عن الموکب الالٰهی واتصل بالروح الانسانی
فخلعہ عن غاشیات الطبیعۃ وسما بہ الی
الملکوت الاعلیٰ ونما بہ الیٰ مشهد النور الاجلیٰ
وسکن بہ الیٰ عمار جانب التقدیس بعد استخلاصہ
من شوائب التلبیس وآنات کانی اسمع خطیب
الحکمۃ ینادی باعلیاء الکلمۃ واولیاء
امر الامۃ یعرفهم مواقع الصواب و
یبصرهم مواضع الارتیاب ویحذرهم مزلق
الاضطراب ویرشدهم الیٰ دقائق السیاسۃ ویهدیهم
طرق الکیاسۃ ویرتفع بهم الیٰ منصات الریاسۃ و
یصعدهم شرف التدبیر ویشرف بهم علیٰ حسن المصیر۔

علیحدہ کر دیتے اور غلط خواہشوں اور باطل عقیدوں کا قلع قمع کر دیتے ہیں اور بعض اوقات میں جیسے مشاہدہ کرتا تھا کہ ایک نورانی عقل جو جسمانی مخلوق سے کسی حیثیت سے بھی مشابہ نہیں ہے، خداوندی بارگاہ سے الگ ہوئی اور انسانی روح سے متصل ہو کر اسے طبیعت کے پردوں سے اور مادیت کے حجابوں سے نکال لیا اور اُسے عالمِ ملکوت تک پہنچا دیا اور تجلیاتِ ربانی کے مرکز تک بلند کر دیا اور لے جا کر عالمِ قدس میں اس کو ساکن بنا دیا اور بعض لمحات میں معلوم ہوتا تھا کہ حکمت کا خطیب صاحبانِ اقتدار اور قوم کے اہلِ حل و عقد کو للکار رہا ہے اور انھیں صحیح راستے پر چلنے کی دعوت دے رہا ہے اور ان کی غلطیوں پر متنبہ کر رہا ہے اور انھیں سیاست کی باریکیاں اور تدبر و حکمت کے دقیق نکتے سمجھا رہا ہے اور ان کی صلاحیتوں کو حکومت کے منصب اور تدبر و سیاست کی اہلیت پیدا کر کے مکمل بنا رہا ہے۔

اس میں علامہ محمد عبدہ نے جس طرح یقینی طور پر اس کو کلام امیرالمومنین تسلیم کیا ہے۔ اسی طرح اس کے مضامین کی حقانیت اور اس کے مندرجات کی سچائی کا بھی اعتراف کیا ہے۔ وہ کہہ رہے ہیں کہ اس کتاب کے مضامین حق کی فتح اور باطل کی شکست اور شکوک و اوہام کی فنا اور توہمات و وساوس کی بیخ کنی کا سبب ہیں اور وہ شروع سے آخر تک انسانی روح کے لیے روحانیت و طہارت اور جلال و کمال کی تعلیمات کے حامل ہیں۔

علامہ محمد عبدہ کو نہج البلاغہ سے اتنی عقیدت تھی کہ وہ اِسے قرآن مجید کے بعد ہر کتاب کے مقابلہ میں ترجیح کا مستحق سمجھتے تھے اور انھوں نے اپنا یہ اعتقاد بتایا ہے کہ جامعۂ اسلامیہ میں اس کتاب کی زیادہ سے زیادہ اشاعت ہونا اسلام کی ایک صحیح خدمت ہے اور یہ صرف اس لیے کہ وہ امیرالمومنین ایسے بلند مرتبہ مُصلحِ عالم کا کلام ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

لیس فی اهل هٰذہ اللغۃ الا قائل بان کلام
الامام علی بن ابی طالب هو اشرف الکلام
وابلغہ۔ بعد کلام اللّٰہ تعالیٰ وکلام نبیّہٖ واغزرہ
مادۃ وارفعہ اسلوباً واجمعہ لجلائل المعانی
فاجدر بالطالبین لنفائس اللغۃ والطامعین

اس عربی زبان والوں میں کوئی ایسا نہیں جو اِس کا قائل نہ ہو کہ امیرالمومنین علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام کا کلام کلامِ خدا و کلامِ رسولؐ کے بعد ہر کلام سے بلند تر زیادہ پُر معانی اور زیادہ فوائد کا حامل ہے لہٰذا زبانِ عربی کے نفیس ذخیروں کے طلاب کے لیے

فی التدبیر لمرامیہا ان یجعلوا ھذا الکتاب اھم محفوظھم وافضل مأثورھم مع تفہم معانیہ فی الاغراض التی جاءت لاجلہا وتامل الفاظہ فی المعانی التی صیغت للدلالۃ علیہا لیصیبوا بذٰلک افضل غایۃ وینتھوا الیٰ خیر نہایۃ۔

یہ کتاب سب سے زیادہ مستحق ہے کہ وہ اسے اپنے محفوظات اور منقولات میں اہم درجہ پر رکھیں اور اس کے ساتھ ان معانی و مقاصد کے سمجھنے کی کوشش کریں، جو اس کتاب کے الفاظ میں مضمر ہیں۔

یہ واقعہ ہے کہ علامہ محمد عبدہ کی یہ کوشش پورے طور پر بارآور بھی ہوئی۔ ایسے تنگ نظری کے ماحول میں جبکہ علمی دنیا کا یہ افسوسناک رویہ ہے کہ خود اہلِ سنت کی وہ کتابیں جو اہلِ بیت معصومین سے یا حضرت علی ابنِ ابی طالب سے متعلق ہیں۔ انھیں زیادہ تر ایران کے شیعی مطبعوں نے شائع کیا ہے۔ مگر مصر و بیروت وغیرہ کے علمی مرکزوں نے انھیں کبھی قابلِ اشاعت نہ سمجھا۔ مثلاً سبط ابن جوزی کتب سیر میں پوری علمی جلالت سے یاد کیے گئے ہیں مگر ان کی کتاب "تذکرہ" صرف اس لیے سوادِ اعظم کی بارگاہ میں درخورِ اعتنا نہیں سمجھی گئی کہ اس میں اہلِ بیت رسولؐ کے حالات زیادہ ہیں اسی طرح حافظ نسائی کی خصائص وغیرہ مگر نہج البلاغہ اپنے تمام مندرجات کے باوجود جن سے سوادِ اعظم کو اختلاف ہو سکتا ہے۔ پھر بھی مصر اور بیروت کے علمی حلقوں میں پوری پوری مقبولیت اور مرکزیت رکھتی ہے۔ اس کے مسلسل ایڈیشن شائع ہوتے ہیں اور مدارس اور یونیورسٹیوں کے نصابوں میں داخل ہے۔ یہ صرف ہندوستان یا پاکستان کی مناظرانہ ذہنیت اور اس کی مسموم فضا ہے کہ یہاں کے مدارس میں اکثر اس کے ساتھ وہ سلوک کیا جاتا ہے جو خالص شیعی کتاب سے ہونا چاہیے۔ علامہ شیخ محمد عبدہ نے نہ صرف اس کتاب پر حواشی لکھ دیے اور اسے طبع کر دیا بلکہ وہ اپنی گفتگوؤں میں برابر اس کی تبلیغ کرتے رہتے تھے۔ چنانچہ مجلۂ الہلال مصر نے اپنی جلد نمبر ۳۵ کے شمارۂ اول بابت نومبر ۱۹۲۶ء کے صفحہ ۸۰ پر چار سوالات علمی طبقہ کی توجہ کے لیے شائع کیے تھے۔ جن میں پہلا سوال یہ تھا کہ

ماھو الکتاب او الکتب التی طالعتموھا فی شبابکم فافادتکم وکان لہا اثر فی حیاتکم

وہ کونسی کتاب یا کتابیں ہیں، جن کا آپ نے دورِ شباب میں مطالعہ کیا تو انھوں نے آپ کو فائدہ پہنچایا اور ان کا آپ کی زندگی پر اثر پڑا۔

اس سوال کا جواب جو استاد شیخ مصطفیٰ عبدالرزاق نے دیا ہے، وہ شمارۂ دوم بابت دسمبر ۱۹۲۶ء کے صفحہ ۱۵۰ پر شائع ہوا ہے، اس میں وہ لکھتے ہیں :

طالعت بارشاد الاستاذ المرحوم الشیخ محمد عبدہ دیوان الحماسۃ ونہج البلاغۃ

مَیں نے استاد مرحوم شیخ محمد عبدہ کی ہدایت سے دیوان حماسہ اور نہج البلاغہ کا مطالعہ کیا۔

عبدالمسیح انطاکی نے بھی جن کی رائے اس کے بعد آئے گی، اس کا ذکر کیا ہے کہ علامہ محمد عبدہ نے مجھ سے فرمایا کہ اگر تم چاہتے ہو کہ انشاء پردازی کا درجہ حاصل کرو، تو امیرالمومنین حضرت علی کو اپنا استاد بناؤ اور ان کے کلام کو اپنے لیے چراغِ ہدایت قرار دو۔

موصوف کا یہ عقیدہ نہج البلاغہ کے متعلق کہ وہ تمام و کمال امیر المومنین کا کلام ہے، اتنا نمایاں تھا کہ ان کے تمام شاگرد جو ان کے بعد سے اب تک مصر کے بلند پایہ اساتذہ میں رہے، اس حقیقت سے واقف تھے چنانچہ استاد محمد محی الدین عبد الحمید مدرس کلیۂ لغتِ عربیہ جامعۂ ازہر جن کے خود خیالات ان کی عبارت میں اس کے بعد پیش ہوں گے، اپنے شائع کردہ ایڈیشن کے مقدمہ میں لکھتے ہیں :-

عسیت ان تسال رأی الاستاذ الامام الشیخ محمد عبدہ فی ذلک وھو الذی بعث الکتاب من مرقدہ ولم یکن احد اوسع منہ اطلاعاً ولا ادق تفکیراً والجواب علی ھذا التساؤل انا نعتقد انہ رحمہ اللہ کان مقتنعاً بان الکتاب کلہ للامام علی رحمہ اللہ۔

ممکن ہے تم اس بارے میں استاد امام شیخ محمد عبدہ کی رائے دریافت کرنا چاہتے ہو جنھوں نے اس کتاب کو خوابِ گمنامی سے بیدار کیا اور ان سے بڑھ کر کوئی وسعتِ اطلاع اور باریکیٔ نگاہ میں مانا بھی نہیں جا سکتا تو اس سوال کا جواب یہ ہے کہ ہم یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ وہ اس کتاب کو تمام و کمال امیر المومنین کا کلام سمجھتے تھے۔

علامہ محمد عبدہ کا یہ مقدمہ جس کے اقتباسات ہم نے درج کیے ہیں، خود دنیائے ادبیت میں کافی اہمیت رکھتا ہے چنانچہ سید احمد ہاشمی نے اپنی کتاب جواہر الادب حصۂ اول میں صفحہ ۳۱۷، ۳۱۸ پر اسے تمام و کمال درج کر دیا ہے اور اس پر عنوان قائم کیا ہے وصف نہج البلاغۃ للامام المرحوم الشیخ محمد عبدہ المتوفی ۱۳۲۲ھ سنہ ہجری۔

(۱۳) ملک عرب کے مشہور مصنف خطیب اور انشاء پرداز شیخ مصطفی غلامینی استاذ التفسیر والفقہ و الآداب العربیہ فی الکلیۃ الاسلامیہ بیروت، اپنی کتاب اریج الزھر میں زیرِ عنوان نہج البلاغۃ واسالیب الکلام العربی ایک مبسوط مقالہ کے تحت میں تحریر کرتے ہیں :-

من احسن ما ینبغی مطالعتہ لمن یتطلب الاسلوب العالی کتاب نہج البلاغۃ للامام علی رضی اللہ عنہ وھو الکتاب الذی انشأت ھذا المقال لاجلہ فان فیہ من بلیغ الکلام والاسالیب المدھشۃ و المعانی الرائقۃ ومناحی الموضوعات الجلیلۃ ما یجعل مطالعہ اذا ازاولہ مزاولۃ صحیحۃ بلیغاً فی کتابتہ وخطابتہ ومحادثتہ

بہترین چیز جس کا مطالعہ بلند معیار ادبی کے طلب گاروں کو لازم ہے۔ وہ امیر المومنین علی علیہ السلام کی کتاب نہج البلاغہ ہے اور یہی وہ کتاب ہے جس کے لیے خاص طور پر یہ مقدمہ لکھا گیا ہے۔ اس کتاب میں بلیغ کلام اور ششدر کر دینے والے طرزِ بیان اور خوش نما مضامین اور مختلف عظیم الشان مطالب ایسے ہیں کہ مطالعہ کرنے والا اگر ان کی صحیح مزاولت کرے تو وہ اپنی انشاپردازی اپنی خطابت اور اپنی گفتگو میں بلاغت کے معیار پر پورا اُتر سکتا ہے۔

اس کے بعد لکھتے ہیں کہ اس کتاب سے کثیر التعداد افراد بلکہ اقوام نے استفادہ کیا ہے۔ جن میں سے ایک کاتب الحروف

بھی ہے۔ میں ان تمام افراد کو جو عربی کے بلند اسلوبِ تحریر کے طالب اور کلامِ بلیغ کے جویاں ہوں اس کتاب کے حاصل کرنے کی دعوت دیتا ہوں۔

(۱۴) استاذ محمد کرد علی رئیس مجمع علمی دمشق نے الہلال کے چار سوالات کے جواب میں جن میں سے تیسرا سوال یہ تھا کہ ماھی الکتب التی تنصحون لشبان الیوم بقراتھا۔ وہ کونسی کتابیں ہیں جن کے پڑھنے کی موجودہ زمانہ کے نوجوانوں کو آپ ہدایت کرتے ہیں۔ اس سوال کے جواب میں لکھا ہے:-

اذا طلب البلاغة فی اتم مظاھرھا والفصاحة التی لم تشبھا عجمة فعلیك بنھج البلاغة دیوان خطب امیر المومنین علی بن ابی طالب ورسائله الی عماله یرجع الی فصل الانشاء والمنشئین فی کتابی۔ "القدیم والحدیث" طبع بمصر سنة ۱۹۲۵ء

اگر بلاغت کا اس کے مکمل ترین مظاہرات کے ساتھ مشاہدہ مطلوب ہو اور اس فصاحت کو جس میں ذرہ بھر بھی زبان کی کوتاہی شامل نہیں ہے۔ دیکھنا ہو تو تم کو نہج البلاغہ کا مطالعہ کرنا چاہیے، جو امیر المومنین علی ابن ابی طالب کے خطب و مکاتیب کا مجموعہ ہے۔ تفصیل کے لیے ہماری کتاب "القدیم و الحدیث"، مطبوعہ مصر ۱۹۲۵ء فصل الانشاء والمنشؤن دیکھنا چاہیئے۔

یہ جواب الہلال کی جلد نمبر پینتیس کے شمارہ نمبر ۵ بابت ماہ مارچ ۱۹۲۷ء میں صفحہ ۷۰۲ پر شائع ہوا ہے۔

(۱۵) استاذ محمد محی الدین المدرس فی کلیة اللغة العربیة بالجامع الازہر جنھوں نے نہج البلاغہ پر تعلیقات تحریر کئے ہیں اور علامہ شیخ محمد عبدہ کے حواشی برقرار رکھتے ہوئے بہت سے تحقیقات و شرح کا اضافہ کیا ہے اور ان حواشی کے ساتھ یہ کتاب مطبع استقامۃ مصر میں طبع ہوئی ہے۔ انھوں نے اس اڈیشن کے شروع میں اپنی جانب سے ایک مقدمہ بھی تحریر کیا ہے، جس میں نہج البلاغہ کے استناد و اعتبار پر ایک سیر حاصل بحث کی ہے۔ اس کے ضروری اجزاء یہاں درج کئے جاتے ہیں۔

وبعد فھذا کتاب نھج البلاغة وھو ما اختارہ الشریف الرضی ابو الحسن محمد بن الحسن الموسوی من کلام امیر المومنین علی بن ابی طالب الذی جمع بین دفتیه عیون البلاغة وفنونھا وتھیأت به للناظر فیه اسباب الفصاحة ودنا منه قطافھا اذ کان من کلام افصح الخلق بعد الرسول

یہ کتاب نہج البلاغہ امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کے کلام کا وہ انتخاب ہے جو شریف رضی ابو الحسن محمد بن حسن موسوی نے کیا ہے۔ یہ وہ کتاب ہے، جو اپنے دامن میں بلاغت کے نمایاں جوہر اور فصاحت کے بہترین مرقعے رکھتی ہے اور ایسا ہونا ہی چاہیئے۔ کیونکہ وہ ایسے شخص کا کلام ہے، جو رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بعد تمام خلق میں سب سے زیادہ فصیح البیان سب سے زیادہ قدرتِ کلام کا مالک اور قوتِ استدلال میں

صلی اللہ علیہ وسلم منطقاً واشدہم
اقتداراً وابرعهم حجة واملكهم
لغة يديرها كيف شاء الحكيم الذی
تصدر الحكمة عن بيانه والخطيب
الذی يملاء القلب سحر لسانه العالم
الذی تهيأله من خلاط الرسول
وكتابة الوحی والكفاح عن الدين
بسيفه ولسانه منذ حداثته ما
لم يتهيأ لاحد سواه هذا كتاب
نهج البلاغة وانا به حفی منذ
طراءة السن وميعة الشباب
فلقد كنت اجد والدی كثير القراءة
فيه وكنت اجد عمی الاكبر يقضی
معه طويل الساعات يردد عباراته
ويستخرج معانيها ويتفهم اساليبه
وكان لهما من عظيم التاثير علی
نفسی ما جعلنی اقفو اثرهما فاحله
من قلبی المحل الاول واجعله
سميری الذی لا يمل وانيسی الذی
اخلو اليه اذا عز الانيس -

زیادہ اور الفاظِ لغت عربی پر سب سے زیادہ قابو رکھنے والا تھا۔ کہ جس صورت سے چاہتا تھا، انھیں گردش دے دیتا تھا اور وُہ بلند مرتبہ حکیم جس کے بیان سے حکمت کے سوتے پھوٹتے ہیں اور وہ خطیب جس کی جادُو بیانی دلوں کو بھر دیتی ہے۔ وہ عالم جس کے لیے پیغمبرِ خُدا کے ساتھ انتہائی روابط اور وحی کی کتابت اور دین کی نصرت میں شمشیر و زبان دونوں سے جہاد کے ابتدائی عمر سے وہ مواقع حاصل ہُوئے۔ جو کسی دُوسرے کو ان کے سوا حاصل نہیں ہُوئے یہ ہے کتاب نہج البلاغہ! اور میں اپنے عنفوانِ شباب اور ابتدائے عمر ہی سے اس کا گرویدہ رہا ہُوں، کیونکہ میں اپنے والد کو دیکھتا تھا کہ وہ اکثر اس کتاب کو پڑھتے تھے اور اپنے بڑے چچا کو بھی دیکھتا کہ وہ گھنٹوں پڑھتے رہتے اس کے معانی کو سمجھتے رہتے اور اس کے اندازِ بیان پر غور کرتے رہتے اور ان دونوں بزرگواروں کا میرے دل پر اتنا بڑا اثر تھا، جس نے مجھے بھی ان کے نقشِ قدم پر چلنے کے لیے مجبور کر دیا اور میں نے اس کتاب کو اپنے قلب میں سب سے مقدم درجہ دے دیا۔ اسے اپنا مُونسِ تنہائی قرار دیا جو ہمیشہ میرے لیے دلبستگی کا باعث ہے۔

اس کے بعد علامہ مذکور نے اُن اشخاص کا ذکر کیا ہے، جن کا رجحان یہ ہے کہ وہ اسے شریف رضی کا خود کلام قرار دیتے ہیں۔ ان کے خیالات کا جائزہ لیتے ہوئے موصوف رقم طراز ہیں، کہتے ہیں کہ سب سے اہم اسباب جو اس کتاب کے کلامِ امیرالمومنین نہ ہونے سے متعلق پیش کیے جاتے ہیں، صرف چار ہیں۔ پہلے یہ کہ اس میں اصحابِ رسولؐ کی نسبت ایسے تعریضات ہیں، جن کا حضرت علی علیہ السلام سے صادر ہونا تسلیم نہیں کیا جا سکتا خصوصاً معاویہ، طلحہ، زبیر، عمرو بن عاص اور ان کے اتباع کے بارے میں سب وشتم تک موجود ہے۔ دُوسرے اس میں لفظی آرائش اور عبارت میں صنعت گری اس حد پر ہے۔ جو حضرت

علی علیہ السلام کے زمانے میں مفقود تھی۔ تیسرے اس میں تشبیہات و استعارات اور واقعات و مناظر کی صورت کشی اتنی مکمل ہے جس کا پتہ صدر اسلام میں اور کہیں نہیں ملتا۔ اس کے ساتھ حکمت و فلسفہ کی اصطلاحیں اور مسائل کے بیان میں اعداد کا پیش کرنا، یہ باتیں اُس زمانہ میں رائج نہ تھیں۔ چوتھے اس کتاب کی اکثر عبارتوں سے علم غیب کے ادعا کا پتہ چلتا ہے، جو حضرت علیؑ ایسے پاکباز انسان کی شان سے بعید ہے۔

موصوف ان خیالات کو رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

خدا گواہ ہے کہ ہمیں ان اسباب میں سے کسی ایک میں اور ان سب میں مجموعی طور پر بھی کوئی واقعی دلیل، بلکہ دلیل نما شکل بھی اس دعوے کے ثبوت میں نظر نہیں آتی جو ان لوگوں کا مدعا ہے، بلکہ انھیں تو ایسے شکوک و شبہات کا درجہ بھی نہیں دیا جا سکتا جو کسی حقیقت کے ماننے میں تھوڑا سا دغدغہ بھی پیدا کر سکتے ہوں اور جن کے دفع کرنے کی ضرورت ہو۔ پھر انھوں نے ایک ایک کر کے ہر بات کو رد بھی کیا ہے۔ پہلی بات کے متعلق جو کچھ انھوں نے کہا ہے اُس کا خلاصہ یہ ہے کہ رسولؐ کے بعد مسئلہ خلافت میں طرز عمل ہی ایسا اختیار کیا گیا، جس سے فطرتاً حضرت علی علیہ السلام کو شکایت ہونا ہی چاہیئے تھی اور آپ کی خلافت کے دور میں اہل شام نے آپ کے خلاف جو بغاوت کی، اُس سے آپ کو تکلیف ہونا ہی چاہیے۔ ہر دور کے متعلق آپ کے جس طرح کے الفاظ ہیں وہ بالکل تاریخی حالات کے مطابق ہیں، اس لیے اس میں شک و شبہ کا کیا محل ہے۔

دوسری اور تیسری دلیل کا جواب یہ ہے کہ حضرت علی ابن ابی طالب کا سا مرتبہ فصاحت اور حکمت دونوں میں کسی اور شخص کو حاصل نہیں تھا، تو پھر آپ کے کلام کی خصوصیتیں اس دور میں کسی اور کے یہاں مل ہی کیونکر سکتی ہیں۔ رہ گیا سجع و قافیہ کا التزام، وہ آپ کے یہاں اس طرح نہیں جس سے آورد ظاہر ہو یا معانی پر اس کا اثر پڑے اور اس حد تک قافیہ وغیرہ کا التزام اس دور میں عموماً رائج تھا۔

چوتھی دلیل کے جواب میں علامہ مذکور نے جو کہا ہے وہ ہمارے مذہبی عقائد کے بے شک مطابق نہیں ہے، مگر وہ خود اُن کے نقطہ نظر کا حامل ہے، وہ کہتے ہیں کہ جسے علم غیب سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اُسے ہم فراست اور زمانہ کی نبض شناسی کا نتیجہ سمجھتے ہیں جو علیؑ ایسے حکیم انسان سے بعید نہیں ہے۔ جیسا کہ ہم نے کہا، یہ جواب انھوں نے مادی ذہنیت کے مطابق دیا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اگر خدا کے دیئے ہوئے علم غیب کا مظاہرہ باعث انکار قرار دیا جائے، تو اکثر احادیث نبویہ بھی اس زد میں آجائیں گی اور خدا کی طرف سے علم غیب کا مظاہرہ تو اکثر قرآن کی آیات سے نمودار ہی ہے۔ پھر قرآن کی آیتوں کا بھی انکار کرنا چاہیئے اور اگر علم الٰہی کی بنا پر ان آیات کو تسلیم کیا جائے تو اس کے عطا کردہ علم سے علی ایسے عالم ربانی کے کلام میں اس طرح کی باتوں کے تذکرہ پر بھی کسی حرف گیری کا موقع نہیں ہے۔

(۱۹) اُستاذ شیخ محمد حسن نائل المرصفی نے بھی نہج البلاغہ کی ایک شرح لکھی ہے، جو دارالکتب العربیہ سے شائع ہوئی ہے۔ اس کے مقدمہ میں کلمۃ فی اللغۃ العربیہ کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں :-

ولقد كان المجلّى فى هٰذه الحلبة على صلوات الله عليه وما احسبنى احتاج فى اثبات هذا الى دليل اكثر من نهج البلاغة ذٰلك الكتاب الذى اقامه الله حجة واضحة على ان عليًا رضى الله عنه قد كان احسن مثال حى لنور القرآن وحكمته وعلمه وهدايته واعجازه وفصاحته اجتمع لعلىٌ فى هٰذا الكتاب مالم يجتمع لكبار الحكماء وافذاذ الفلاسفة ونوابغ الربانيين من آيات الحكمة السامية وقواعد السياسة المستقيمة ومن كل موعظة باهرة وحجة بالغة تشهد له بالفضل وحسن الاثر خاض على فى هٰذا الكتاب لجة العلم والسياسة والدين فكان فى كل هٰذه المسائل نابغة مبرزًا۔

اس میدان میں سب سے آگے حضرت علی ابنِ ابی طالب تھے اور اس دعویٰ کا سب سے بڑا ثبوت نہج البلاغہ ہے ، جسے اللہ نے ایک واضح حجت اس کی بنایا ہے کہ علی ابنِ ابی طالب قرآن کے نور اور حکمت اور علم اور ہدایت اور اعجاز اور فصاحت کی بہترین زندہ مثال تھے ۔ اس میں حضرت علیؑ کی زبان سے اتنی چیزیں یکجا ہیں ، جو بڑے حکماء اور یکتائے زمانہ فلاسفہ اور شہرۂ آفاق علمائے ربانیین ان سب کی زبانی ملا کر بھی یکجا نہیں ملتیں ۔ حکمت کی بلند نشانیاں اور صحیح سیاست کے قواعد حیرت خیز موعظ اور موثر استدلال اس کتاب میں علی ابنِ ابی طالب نے علمِ سیاست اور دین کے ہر دریا کی غواصی کی ہے اور یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ ان میں سے ہر شعبہ میں یکتائے روزگار تھے ۔

(۱۷) استاذ محمد الزہری الغمراوی جنھوں نے مرصفی کی مذکورہ بالا شرح پرایک مقدمہ تحریر کیا ہے۔ اس میں طبقات الفصحاء کے عنوان کے تحت وہ لکھتے ہیں :۔

ولم ينقل عن احد من اهل هٰذه الطبقات ما نقل عن امير المومنين على بن ابى طالب كرم الله وجهه فقد اشتملت مقالاته على المواعظ الزهدية والمناهج السياسية والزواجر الدينية والحكم النفيسة والآداب الخلقية والدرر التوحيدية و الاشارات الغيبية والردود على الخصوم

ان تمام طبقات کے لوگوں میں سے کسی ایک سے بھی وہ کارنامہ نقل ہو کر ہم تک نہیں پہنچا ، امیرالمومنین علی ابنِ ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ کی زبانی پہنچا ہے ۔ آپ کے مقالاتِ زاہدانہ مواعظ ، سیاسی مسلک اور دینی ہدایات ، نفیس فلسفی بیانات ، اخلاقی تعلیمات ، توحید کے جواہر ، غیبی اشارات ، مخالفین

والنصائح على وجه العموم وقد احتوى على غرر كلامه كرم الله وجهه كتاب نهج البلاغة الذي جمعه وهذبه ابو الحسن محمد بن طاهر المشهور بالشريف الرضي رحمه الله واثابه وارضاه -

کی رد و قدح اور عمومی نصائح پر مشتمل ہے۔ اور آپ کے کلام کے روشن اقتباسات پر مشتمل کتاب نہج البلاغہ ہے۔ جسے ابوالحسن محمد ابن طاہر مشہور بہ شریف رضی رحمہ اللہ نے جمع کیا ہے۔

(۱۸) الاستاذ عبدالوہاب حمودہ استاذ الادب الحدیث بکلیۃ الآداب جامعہ فواد الاول مصر نے اپنے مقالہ الآراء الاجتماعیہ فی نہج البلاغۃ - میں جو رسالۃ الاسلام قاہرہ کے جلد ۳، عدد ۳ بابت ماہ رمضان ۱۳۷۰ھ مطابق جولائی ۱۹۵۱ء میں شائع ہوا ہے، لکھا ہے کہ

وقد اجتمع له رضي الله عنه في كتاب نهج البلاغة ما يجتمع لكبار الحكماء وافذاذ الفلاسفة ونوابغ الربانيين من آيات الحكمة السامية، قواعد السياسة المستقيمة ومن كل موعظة باهرة، وحجة بالغة وآراء اجتماعية، واسس حربية، مما يشهد للامام بالفضل وحسن الاثر -

حضرت علی ابن ابی طالب کی زبان سے کتاب نہج البلاغہ میں تن تنہا وہ تمام چیزیں اکٹھا ہو گئی ہیں جو اکابر علماء اور یکتائے روزگار فلاسفہ اور سربرآوردہ علمائے ربانیین سے مجموعی طور پر یکجا کی جا سکتی ہیں، بلند حکمت کی نشانیاں اور صحیح سیاست کے قواعد اور ہر طرح کا حیرت خیز موعظ اور مؤثر استدلال اور اجتماعی تصورات یہ سب امیر المومنین کی فضیلت اور بہترین کارگزاری کا بیّن گواہ ہیں۔

(۱۹) علامہ ابو النصر پروفیسر بیروت یونیورسٹی نے اپنی کتاب علی ابن ابی طالب کی فصل ۳۱ میں امیر المومنین کے آثار عربی میں نہج البلاغہ کا ذکر کیا ہے اور اس ذیل میں لکھا ہے کہ یہ کتاب علی ابن ابی طالب کی عظیم شخصیت کی مظہر ہے۔

(۲۰) قاضی علی ابن محمد شوکانی صاحب نیل الاوطار نے اپنی کتاب "اتحاف الاکابر باسانید الدفاتر" طبع حیدر آباد (باب النون) میں نہج البلاغہ کے لیے اپنی سند متصل درج کرتے ہوئے لکھا ہے نہج البلاغہ من کلام علی رضی اللہ عنہ - یہ وہ حقیقت ہے، جس کا متعدد عیسائی محققین نے بھی اعتراف کیا ہے۔

(۱) عبدالمسیح انطاکی صاحب جریدۂ "العمران" مصر، جنھوں نے امیر المومنین کی سیرت میں اپنی مشہور کتاب "شرح قصیدۂ علویہ" تحریر کی ہے اور وہ مطبع رعمسیس فجالہ مصر میں شائع ہوئی ہے وہ اس کے صفحہ ۵۳ پر تحریر کرتے ہیں۔

لا جدال ان سيدنا عليًا امير المؤمنين هو امام الفصحاء واستاذ البلغاء واعظم

اس میں کوئی کلام نہیں ہو سکتا کہ سیدنا حضرت علی امیر المومنین فصیحوں کے امام اور بلیغوں کے استاد اور عربی زبان میں خطابت

من خطب وكتب فى حرف اهل هٰذه الصناعة الالبآء وهذا كلام قد قيل فيه بحق انه فوق كلام الخلق وتحت كلام الخالق قال هٰذا كل من عرف فنون الكتابة واشتغل فى صناعة التعبير والتحرير بل هو استاذ كتاب العرب و معلمهم بلا مرآء فما من اديب لبيب حاول اتقان صناعة التحرير الاوّ بين يديه القرآن ونهج البلاغة ذاك كلام الخالق وهذا كلام اشرف المخلوقين و عليهما يعوّل فى التحرير والتعبير اذا اراد ان يكون فى معاشر الكتبة المجيدين ولعل افضل من خدم لغة قريش الشريف الرضى الذى جمع خطب واقوال وحكم ورسائل سيدنا امير المومنين من افواه الناس وأماليهم واصاب كل الاصابة باطلاقه عليه اسم "نهج البلاغة" وما هذا الكتاب الا صراطها المستقيم لمن يحاول الوصول اليها من معاشر المتادّبين

اور کتابت کرنے والوں میں سب سے زیادہ عظیم المرتبت ہیں اور یہ وہ کلام ہے، جس کے بارے میں بالکل صحیح کہا گیا ہے کہ یہ کلامِ خلق سے بالا اور خالق کلام سے نیچے ہے۔ یہ ہر اُس شخص کا قول ہوگا، جس نے اِنشاء پردازی کے فنون سے واقفیت حاصل کی ہو اور تحریر کا مشغلہ رکھا ہو، بلکہ آپ بلاشبہ تمام عرب انشاء پردازوں کے اُستاد اور معلّم ہیں۔ کوئی اَدیب ایسا نہیں ہے جو تحریر کے فن میں کمال حاصل کرنا چاہے، مگر یہ کہ اس کے سامنے قرآن ہوگا۔ اور نہج البلاغہ کہ ایک خالق کا کلام ہے اور دوسرا اشرف المخلوقین کا اور انھیں پر اعتماد کرے گا ہر وہ شخص جو چاہے گا کہ اچھے لکھنے والوں میں اس کا شمار ہو، غالباً زبانِ عربی کی خدمت کرنے والوں میں سب سے بڑا درجہ شریف رضیؔ کا ہے جنھوں نے امیرالمومنین کے یہ خطبے اور اقوال اور حکیمانہ ارشادات اور خطوط لوگوں کے محفوظات اور مخطوطات سے یکجا کیے ہیں، اور انھوں نے اس کا نام "نہج البلاغہ" بھی بہت ٹھیک رکھا۔ بلاشبہُ یہ بلاغت کا صراطِ مستقیم ہے ہر اُس شخص کے لیے جو اس منزل تک پہنچنا چاہے۔

اس کے بعد انھوں نے شیخ محمد عبدہ کی رائے بیان کی ہے اور اس کے بعد لکھا ہے کہ ایک مرتبہ شیخ ابراہیم یازجی نے جو اس آخری دور میں متفقہ طور پر عربی کے کامل انشاء پرداز اور امام اساتذۂ لغت مانے گئے ہیں، مجھ سے فرمایا کہ مجھے اس فن میں جو مہارت حاصل ہوئی ہے، وہ صرف قرآن مجید اور نہج البلاغہ کے مطالعہ سے یہ دونوں عربی زبان کے وہ خزانۂ عامرہ ہیں، جو کبھی ختم نہیں ہو سکتے۔

(۲) فؤاد افرام البستانی، استاذ الآداب العربیہ فی کلیۃ القدیس یوسف (بیروت) انھوں نے ایک سلسلۂ تعلیمی کتابوں

کاروائع کے نام سے شروع کیا ہے، جس میں مختلف جلیل المرتبہ مصنّفین کے آثار قلمی اور تصانیف سے مختصر انتخابات، مصنف کے حالات، کمالات، کتاب کی تاریخی تحقیقات وغیرہ کے ساتھ چھوٹے چھوٹے مجموعوں کی صورت میں ترتیب دیئے ہیں اور وہ کیتھلک عیسائی پریس (بیروت) میں شائع ہوئے ہیں۔ اِس سلسلہ کا پہلا مجموعہ امیر المومنین اور نہج البلاغہ سے متعلق ہے جس کے بارے میں مولف نے اپنے مقدمہ میں تحریر کیا ہے :-

انا نبدأ اليوم بنشر منتخبات من نهج البلاغة للامام علی ابن ابی طالب اول مفكری الاسلام -

ہم سب سے پہلے اس سلسلہ کی ابتدا کرتے ہیں کچھ انتخابات کے ساتھ نہج البلاغہ کے جو اسلام کے سب سے پہلے مفکر امام علی ابن ابی طالب کی کتاب ہے۔

اِس کے بعد وہ سلسلہ شروع ہوا ہے جو سلسلۂ روائع کی پہلی قسط ہے۔ اس کا پہلا عنوان ہے "علی ابنِ ابی طالب" جس کے مختلف عناوین کے تحت میں امیر المومنین کی سیرت اور حضرت کے خصوصیات زندگی پر روشنی ڈالی گئی ہے، جو ایک عیسائی کی تحریر ہوتے ہوئے پورے طور سے شیعی نقطۂ نظر کے موافق نہ سہی، لیکن پھر بھی حقیقت و انصاف کے بہت سے جوہر اپنے دامن میں رکھتی ہے۔ دوسرا عنوان ہے "نہج البلاغہ" اور اس کے ذیلی عناوین میں ایک عنوان ہے۔ "جمعہ" دوسرا عنوان ہے۔ "صحة نسبته"۔ اس کے تحت میں لکھا ہے۔ "نہج البلاغہ" کے جمع و تالیف کو بہت زمانہ نہیں گزرا تھا کہ بعض اہل نظر اور مورخین نے اس کی صحت میں شک کرنا شروع کیا، ان کا پیشرو ابنِ خلکان ہے، جس نے اس کتاب کو اس کے جامع کی طرف منسوب کیا ہے اور پھر صفدی وغیرہ نے اس کی پیروی کی اور پھر شریف رضی کے بسا اوقات اپنے دادا مرتضیٰ کے لقب سے یاد کئے جانے کی وجہ سے بعض لوگوں کو دھوکا ہوگیا۔ اور وہ ان میں اور ان کے بھائی علی بن طاہر معروف بہ سید مرتضیٰ متولد ۳۵۵ھ ۹۶۶ء متوفی ۴۳۶ھ ۱۰۴۴ء میں تفرقہ نہ سمجھ سکے اور انھوں نے نہج البلاغہ کے جمع کو ثانی الذکر کی طرف منسوب کر دیا۔ جیسا کہ جرجی زیدان نے کیا ہے اور بعض لوگوں نے جیسے مستشرق کلیمان نے یہ طرہ کیا کہ اصل مصنف کتاب کا سید مرتضیٰ ہی کو قرار دے دیا ہم جب اِس شک کے وجوہ و اسباب پر غور کرتے ہیں تو وہ ہر پھر کے پانچ امر ہوتے ہیں۔ اِس کے بعد انھوں نے شک کے وہی اسباب تقریباً تحریر کئے ہیں جو اس کے پہلے محی الدین عبد الحمید شارح نہج البلاغہ کے بیان میں گزر چکے ہیں اور پھر انھوں نے ان وجوہ کو رد کیا ہے۔

(۳) بیروت کے شہرۂ آفاق مسیحی ادیب اور شاعر پولس سلامہ اپنی کتاب "اول ملحمہ عربیہ عید الغدیر" میں جو مطبعۃ النسر بیروت میں شائع ہوئی ہے۔ صفحہ ۱، ۲، ۷ پر لکھتے ہیں۔

"نہج البلاغہ" مشہور ترین کتاب ہے، جس میں امام علی علیہ السلام کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور اس کتاب سے بالاتر سوا قرآن کے اور کسی کتاب کی بلاغت نظر نہیں آتی۔ اس کے بعد حسبِ ذیل اشعار نہج البلاغہ کی مدح میں درج کیے گئے ہیں :-

هذه الكهف للمعارف بابا مشرع من مدينة الاسرار

تنثر الدرفی کتاب مبین　　سفر نہج البلاغۃ المختار
ھو روض من کل زھر جنی　　اطلعتہ السماء فی نوّار
فیہ من نضرۃ الورد العذاری　　والخزامی والفدو الجلنار
فی صفاء الینبوع یجری زلالا　　کوثرا رائقا بعید القرار
تلمع الشط والضفاف ولکن　　بالعجز العیون فی الاغوار

یہ معارف وعلوم کا مرکز اور اسرار و رموز کا کھلا ہوا دروازہ ہے۔
یہ نہج البلاغہ کیا ہے، ایک روشن کتاب میں بکھرے ہوئے موتی
یہ مہکتے ہوئے پھولوں کا ایک باغ ہے، جس میں پھولوں کی لطافت چشموں کی صفائی اور آب کوثر کی شیرینی جس نہر کی وسعت اور کنارے تو آنکھوں سے نظر آتے ہیں۔ مگر تہ تک نظریں پہنچنے سے قاصر ہیں۔

مذکورہ بالا اوبا، محدثین کے کلام سے نہج البلاغہ کی لفظی اور معنوی اہمیت بھی ضمناً ثابت ہوگئی ہے۔ اب اس کے متعلق مزید کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں۔

اب رہ گیا ہمارے فنی اصول سے اس کتاب کا وہ درجہ جس اعتبار سے ہم اس سے استدلال کر سکتے ہیں تو مجموعی طور پر ہمارے نزدیک اِس کتاب کے مندرجات کی نسبت امیر المومنین کی جانب اِسی حد تک ثابت ہے جیسے صحیفہ کاملہ کی نسبت امام زین العابدین کی جانب یا کتبِ اربعہ کی نسبت ان کے مصنفین کی طرف یا معلقات سبعہ کی نسبت ان کے نظم کرنے والوں کی جانب رہ گیا، خصوصی عبارات اور الفاظ میں سے ہر ایک کی نسبت اطمینان وہ اسلوبِ کلام اور اندازِ بیان سے وابستہ ہے اور ان مندرجات کی مطابقت کے اعتبار سے ہے۔ ان ماخذوں کے ساتھ جو صحیح طور پر ہمارے یہاں مسلّم الثبوت ہیں اِصطلاحی حیثیت سے قدما، کی تعریف کے مُطابق جو صحت خبر کے لیے وثوق بالصدور کو کافی سمجھتے ہیں۔ ان شرائط کے بعد اس کا ہر جز صحیح کی تعریف میں داخل ہے اور متاخرین کی اِصطلاح کے مُطابق جو صحت کو باعتبار صفاتِ راوی قرار دیتے ہیں۔

نہج البلاغہ کے مندرجات کو مرسلات کی حیثیت حاصل ہے۔ مرسلات کی اہمیت ارسال کرنے والے کی شخصیت کے اعتبار سے ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ ابنِ ابی عمیر اور بعض جلیل القدر اصحاب کے بارے میں علما نے یہ رائے قائم کرلی ہے کہ ان تک جب خبر کی صحت ثابت ہو جائے تو پھر ان کے آگے دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے کہ کون راوی ہے۔ اس لیے کہ ان کا نقل کرنا خود اس کے اعتبار کی دلیل ہے اور اِسی لیے کہا گیا ہے کہ مرسلات ابن ابی عمیر بحکم مسند میں ہیں۔ اِس بنا پر خود جناب سیّد رضی اعلی اللہ مقامہٗ کی جلالتِ قدر ضرور اسے عام مرسلات سے ممتاز کر دیتی ہے۔ پھر بھی مواعظ و تواریخ وغیرہ کا ذکر نہیں جس میں عقیدہ و عمل ایسی اہمیت نہیں ہے۔ لیکن مقامِ اعتقاد و عمل میں ہم نہج البلاغہ کے مندرجات کو اور ادلہ کے ساتھ جو اس باب میں موجود ہوں۔ اصُولِ تعادل و تراجیح کے معیار پر جانچیں گے اور بعض موقعوں پر ممکن ہے جو مسند حدیث اس موضوع میں موجود ہو اس

پر نہج البلاغہ کی روایت کو ترجیح ہو جائے اور بعض مقاموں پر ممکن ہے تکافؤ ہو جائے اور بعض جگہ شاید ان دوسرے ادلہ کو ترجیح ہو جائے، لیکن اس سے نہج البلاغہ کی مجموعی حیثیت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اس کا وزن اسی طرح برقرار رہتا ہے۔ جس طرح کافی کی بعض حدیثوں کو کسی وجہ سے نظر انداز کرنے کے بعد بھی کافی کا وزن مسلّم ہے۔

بہر صورت نہج البلاغہ کی علمی و ادبی و مذہبی اہمیت اور اس کے حقائق آگیں مضامین اور اخلاقی مواعظ کا وزن ناقابلِ انکار ہے، مگر ظاہر ہے کہ نہج البلاغہ سے صحیح فائدہ وُہی افراد اُٹھا سکتے ہیں کہ جو عربی زبان میں مہارت رکھتے ہوں۔ غیر عربی داں اس خزینہء عامرہ سے فیض حاصل کرنے سے قاصر ہیں۔ اسی لیے ایرانی فضلاء و علماء کو اس کی ضرورت محسوس ہُوئی کہ وہ اس کے فارسی ترجمے شائع کریں۔ چنانچہ متعدد ترجمے ایران میں اس کے شائع ہوتے رہے اور اب تک یہ سلسلہ جاری ہے اُردو زبان میں ابھی تک نہج البلاغہ کا کوئی قابلِ اطمینان ترجمہ نہیں ہوا ہے۔ بعض ترجمے جو شائع ہُوئے، ان میں سے کسی میں اغلاط بہت زیادہ تھے۔ اور کسی میں عبارت آرائی نے ترجمہ کے حدود کو باقی نہیں رکھا، نیز حواشی میں کبھی خالص مناظرانہ انداز کی بہتات ہوگئی اور کبھی اختصار کی شدّت نے ضروری مطالب نظر انداز کر دیئے۔ جناب مولینا مفتی جعفر حسین صاحب جو ہندوستان و پاکستان میں کسی تعارف کے محتاج نہیں اور اپنے علمی کمالات کے ساتھ بلندی سیرت اور سادگی معاشرت میں جن کی ذات ہندوستان و پاکستان میں ایک مثالی حیثیت رکھتی ہے۔ ان کی یہ کوشش نہایت قابلِ قدر ہے کہ انھوں نے اس کتاب کے مکمل ترجمہ اور شارحانہ حواشی کے تحریر کا بیڑا اُٹھایا اور کافی محنت و عرق ریزی سے اس کام کی تکمیل فرمائی۔ بغیر کسی شک و شبہ کے یہ کہا جا سکتا ہے کہ اب تک ہماری زبان میں جتنے ترجمے اس کتاب کے اور حواشی شائع ہوئے ہیں، ان سب میں اس ترجمہ کا مرتبہ اپنی صحت اور سلاست اور حسنِ اسلوب میں یقیناً بلند ہے اور حواشی میں بھی ضروری مطالب کے بیان میں کمی نہیں کی گئی اور زوائد کے درج کرنے سے احتراز کیا ہے۔ بلاشبہ نہج البلاغہ کے ضروری مندرجات اور اہم نکات پر مطلع کرنے کے لیے اس تالیف نے ایک اہم ضرورت کو پورا کیا ہے۔ جس پر مصنف ممدوح قابلِ مبارکباد ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ صاحبانِ ذوق ہر طبقہ کے اس کتاب کا ویسا ہی خیر مقدم کریں گے۔ جس کی وہ مستحق ہے۔ جزی اللہ مؤلفہ فی الدارین خیرا۔

علی نقی النقوی

۴ ج ۲ ۱۳۷۵ھ

جامع نہج البلاغہ

علامہ شریف رضی علیہ الرحمہ کے مختصر سوانحِ حیات

سیدؒ علیہ الرحمہ کی زندگی کا ہر پہلو اِن کے آبا و اجداد کے کردار کا آئینہ دار اور اُن کی سیرت کا ہر رُخ ائمہ طاہرین کی پاکیزہ زندگیوں کا نمونہ تھا۔ وہ اپنے علمی تبحر، عملی کمال، پاکیزگی اخلاق اور حسنِ سیرت واستغنارِ نفس کی دل آویز اداؤں میں اتنی کشش رکھتے تھے کہ نگاہیں ان کی خوبی وزیبائی پر جم کر رہ جاتی تھیں۔ اور دل اس ورثہ دار عظمت و رفعت کے آگے جھکنے پر مجبور ہو جاتے تھے۔

آپ کا نام محمد، لقب رضی اور کنیت ابوالحسن تھی۔ ۳۵۹ھ میں سرزمین بغداد میں پیدا ہوئے اور ایک ایسے گھرانے میں آنکھ کھولی جو علم وہدایت کا مرکز اور عزت و شوکت کا محور تھا۔

ان کے والدِ بزرگوار، ابواحمد حسین تھے جو پانچ مرتبہ نقابتِ آلِ ابی طالب کے منصب پر فائز ہوئے اور بنی عباس و بنی بویہ کے دَورِ حکومت میں یکساں عظمت و بزرگی کی نظر سے دیکھے گئے۔ چنانچہ ابونصر بہاء الدولہ ابن بویہ نے انھیں الطاہر الاوحد کا لقب دیا اور ان کی جلالتِ علمی و شرافتِ نسبی کا ہمیشہ پاس ولحاظ رکھا۔ ان کا خاندانی سلسلہ صرف چار واسطوں سے امامت کے سلسلۂ زریں سے مل جاتا ہے جو اس شجرۂ نسب سے ظاہر ہے۔ ابواحمد حسین ابن موسیٰ ابن محمد ابنِ موسیٰ ابنِ ابراہیم ابنِ امام موسیٰؑ کاظم۔ ۲۵ رجمادی الاولیٰ ۴۰۰ھ میں ستانوے برس کی عمر میں انتقال فرمایا اور حائرِ حسینی میں دفن ہوئے۔ ابوالعلاء معری نے ان کا مرثیہ کہا ہے، جس کا ایک شعر یہ ہے :-

أنتم ذوو النسب القصير فطولكم   بادٍ على الكبراء والأشراف

"تمھارے اور امام کے درمیان بہت تھوڑے سے وسائط حائل ہیں اور تمھاری بلندیاں اکابر و اشراف پر نمایاں ہیں"۔

آپ کی والدۂ معظمہ کی شرافت و بلندیٔ مرتبت کی طرف آگے اشارہ ہوگا۔ یہاں پر صرف ان کا شجرۂ نسب درج کیا جاتا ہے فاطمہ بنت الحسین بن حسن الناصر ابن علی ابن حسن ابن عمر ابن علی ابن حسین ابنِ علی ابن ابی طالب۔

ایسے نجیب و بلند مرتبت ماں باپ کی اخلاقی نگہداشت وحسنِ بیت کے ساتھ آپ کو استاد و مربی بھی ایسے نصیب ہوئے جو اپنے وقت کے ماہرینِ باکمال اور ائمۂ فن مانے جاتے تھے۔ جن میں سے چند کا یہاں پر ذکر کیا جاتا ہے۔

حسن ابن عبداللہ سیرافی : نحو ولغت وعروض وقوافی میں استادِ کامل تھے۔ کتاب سیبویہ کی شرح اور متعدد کتابیں لکھی ہیں۔ سیدؒ نے بچپن میں ان سے قواعدِ نحو پڑھے اور انہی کے متعلق آپ کا مشہور نحوی لطیفہ ہے کہ ایک دن حلقۂ درس میں نحوی اعراب کی مشق کراتے ہوئے سیدرضی سے پوچھا کہ اذا قلنا رأيت عمر فما علامة نصب عمر "جب ہم رأیت عمر کہیں تو اس میں علامتِ[1] نصب کیا ہوگی"۔ آپ نے برجستہ جواب دیا "بغض علی" اس جواب پر سیرافی اور دوسرے لوگ ان کی ذہانت وطباعی پر دنگ رہ گئے۔ حالانکہ ابھی آپ کا سن دس برس کا بھی نہ تھا۔

[1] نصب علامت اعرابی ہے اور اس کے معنی ناصبیت کے بھی ہیں اور علامہ نے اس لفظ کو دوسرے معنی پر محمول کیا ہے۔

سالے کہ نکو است از بہارش پیدا

ابواسحاق ابراہیم احمد ابن محمد طبری :- بڑے پایہ کے فقیہہ و محدث اور علم پرور و جوہر شناس تھے۔ سید نے ان سے بچپن میں قرآن مجید کا درس لیا۔

علی ابن عیسیٰ ربعی :- انھوں نے بیس برس ابوعلی فارسی سے استفادہ کیا اور نحو میں چند کتابیں لکھی ہیں۔ سید نے ان سے ایضاح ابوعلی اور عروض و قوافی کی چند کتابیں پڑھیں۔

ابوالفتوح عثمان ابن جنی : علوم عربیہ کے بڑے ماہر تھے۔ دیوانِ متنبی کی شرح اور اصول و فقہ میں متعدد کتابیں لکھی ہیں سید نے ان سے بھی استفادہ کیا۔

ابوبکر محمد ابنِ موسیٰ خوارزمی :- یہ اپنے وقت میں مرجع درس اور صاحبِ فتویٰ تھے۔ سید نے اِن سے بھی استفادہ علمی کیا۔

ابوعبداللہ شیخ مفید علیہ الرحمۃ :- سید رضی کے اساتذہ میں سب سے زیادہ بلند منزلت ہیں۔ علم و فقاہت اور مناظرہ و کلام میں اپنا مثل و نظیر نہیں رکھتے تھے۔ تقریباً دو سو کتابیں اپنی یادگار چھوڑی ہیں۔

ابن ابی الحدید نے معد ابنِ فخار سے نقل کیا ہے کہ ایک رات شیخ مفید نے خواب دیکھا کہ جناب فاطمہ زہرا حسن اور حسین علیہما السلام کے ہمراہ مسجدِ کرخ میں تشریف لائیں اور ان سے خطاب کر کے فرمایا کہ اے شیخ میرے ان بچوں کو علم فقہ و دین پڑھاؤ شیخ جب خواب سے بیدار ہوئے تو حیرت و استعجاب نے گھیر لیا اور ذہن خواب کی تعبیر میں اُلجھ کر رہ گیا۔ اسی عالم میں صبح ہوئی تو دیکھا کہ فاطمہ بنت الحسین کنیزوں کے جھرمٹ میں تشریف لا رہی ہیں اور ان کے دونوں بیٹے سید مرتضیٰ اور سید رضی ان کے ہمراہ ہیں۔ شیخ انھیں دیکھ کر تعظیم کے لیے کھڑے ہو گئے۔ جب وہ قریب آئیں تو فرمایا، اے شیخ میں اِن بچوں کو آپ کے سپرد کرنے آئی ہوں۔ آپ انھیں علمِ دین پڑھائیں۔ یہ سن کر رات کا منظر اُن کی نظروں میں پھرنے لگا۔ مجسّم تعبیر نگاہوں کے سامنے آ گئی۔ آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور اُن سے رات کا خواب بیان کیا، جسے سن کر سب دم بخود ہو کر رہ گئے۔ شیخ نے اسی دن سے انھیں اپنی توجہ کا مرکز بنا لیا اور انھوں نے بھی اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر علم و فضل میں وہ بلند مقام حاصل کیا، جس کی رفعت اپنوں ہی کو نظر نہ آتی تھی، بلکہ دوسرے بھی نظریں اُٹھا کر دیکھتے رہ جاتے تھے۔

سید علیہ الرحمۃ علم و فضیلت میں یگانۂ روزگار ہونے کے ساتھ ایک بہترین انشا پرداز اور بلند پایہ سخن طراز بھی تھے۔ چنانچہ ابوحکیم خبری نے آپ کے جواہر پاروں کو چار ضخیم جلدوں میں جمع کیا ہے، جو شوکتِ الفاظ، سلاستِ بیان، حسنِ ترکیب اور بلندیٔ اسلوب میں اپنا جواب نہیں رکھتے اور پرکھنے والوں کی یہ رائے ہے کہ انھوں نے اوجِ ادب پر جو بیش بہا موتی ٹانکے ہیں ان کے سامنے کلامِ عرب کی چمک دمک ماند پڑ گئی اور بلاشبہہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ قریش بھر میں ان سے بہتر کوئی ادیب و سخن راں پیدا نہیں ہوا۔ لیکن سید علیہ الرحمۃ نے کبھی اُسے اپنے لیے وجہ نازش و سرمایۂ افتخار نہیں سمجھا اور نہ ان کے دوسرے کمالات و خصوصیات کو دیکھتے ہوئے ان کی طبعِ موزوں کی روانیوں کو اتنی اہمیت دی جا سکتی ہے کہ شعر و سخن کو ان کے لیے وجہ فضیلت سمجھا جائے۔ البتہ انھوں نے اپنے مخصوص طرزِ نگارش میں جو علمی و تحقیقی نقش آرائیاں کی ہیں۔ ان کی افادیت و معنویت کا پایہ اتنا بلند ہے۔ کہ

انھیں سیّد کی بلندیٔ نظر کا معیار ٹھہرایا جا سکتا ہے اور ان کی تفسیر کے متعلق تو ابن خلکان کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ "یتعذر وجود مثلہ"۔ اس کی مثل پیش کرنا دشوار ہے۔" انھوں نے اپنی مختصر سی عمر میں جو علمی و ادبی نقوش اُبھارے ہیں، وہ علم و ادب کا بہترین سرمایہ ہیں۔ چنانچہ ان کی چند نمایاں تصنیفات یہ ہیں۔ حقائق التاویل، تلخیص البیان عن مجاز القرآن، مجازات الآثار النبویہ، خصائص الائمہ، حاشیہ خلاف الفقہا، حاشیہ ایضاح وغیرہ۔ مگر ان تمام تصنیفات میں آپ کی تالیف کردہ کتاب نہج البلاغہ کا پایہ بلند ہے کہ جس میں امیرالمومنین کے خطبات و توقیعات اور حکم و نصائح کے انمول موتیوں کو ایک رشتہ میں پرو دیا ہے۔

سیّد ممدوح کے علمی خدوخال کو ان کی حمیّت و خودداری اور عالی ظرفی و بلند نظری نے اور بھی نکھار دیا تھا۔ انھوں نے زندگی بھر بنی بویہ کے انتہائی اصرار کے باوجود ان کا کوئی صلہ و جائزہ قبول نہیں کیا اور نہ کسی کے زیرِ بارِ احسان ہو کر اپنی آن میں فرق اور نفس میں جھکاؤ آنے دیا۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپ کے ہاں فرزند کی ولادت ہوئی تو اس زمانہ کے رسم و رواج کے مطابق ابو غالب فخر الملک وزیر بہاء الدولہ نے ایک ہزار دینار بھجوائے اور طبیعت شناس و مزاج آشنا ہونے کی وجہ سے یہ کہلوا بھیجا کہ یہ دایہ کے لیے بھیجے جا رہے ہیں۔ مگر آپ نے وہ دینار واپس کر دیئے اور یہ جواب دیا کہ ہمارے ہاں کا دستور نہیں ہے کہ غیر عورتیں ہمارے حالات پر مطلع ہوں، اس لیے دُوسری عورتوں سے یہ خدمت متعلق نہیں کی جایا کرتی، بلکہ ہمارے گھر کی بڑی بوڑھیاں خود ہی اسے سرانجام دے لیا کرتی ہیں اور وہ اس کے لیے کوئی ہدیہ و اُجرت قبول کرنے کے لیے آمادہ نہیں ہو سکتیں۔

اسی عزتِ نفس و احساسِ رفعت نے انھیں سہارا دے کر جوانی ہی میں وقار و عظمت کی اس بلندی پر پہنچا دیا تھا کہ جو عمرِ طویل کی کارگزاریوں کی آخری منزل ہو سکتی ہے۔ ابھی ۲۱ سال کی عمر تھی کہ آلِ ابی طالب کی نقابت اور حجاج کی امارت کے منصب پر فائز ہوئے۔ اس زمانہ میں یہ دونوں منصب بہت بلند سمجھے جاتے تھے۔ خصوصاً نقابت کا عہدہ تو اتنا ارفع و اعلیٰ تھا کہ نقیب کو حدود کے اجراء، اُمور شرعیہ کے نفاذ، باہمی تنازعات کے تصفیہ اور اس قبیل کے تمام اختیارات حاصل ہوتے تھے اور اس کے فرائض میں یہ بھی داخل ہوتا تھا کہ وہ سادات کے نسب کی حفاظت اور ان کے اخلاق و اطوار کی نگہداشت کرے اور آخر میں تو ان کی نقابت کا دائرہ اتنا ہمہ گیر و وسیع ہو گیا تھا کہ مملکت کا کوئی شہر اس سے مستثنیٰ نہ تھا۔ اور نقیب النقباء کے لقب سے یاد کیے جانے لگے تھے۔ مگر عمر کی ابھی سینتالیس منزلیں ہی طے کرنے پائے تھے کہ ۴۰۶ ہجری میں کہ نقیب موت نے ان کے دروازے پر دستک دی اور یہ وجود گرامی ہمیشہ کے لیے آنکھوں سے رُوپوش ہو گیا۔

للہ عمرک من قصیر طاھر ولرب عمر طال بالادناس

"تمہاری چھوٹی مگر پاک و پاکیزہ عمر کی خوبیوں کا کیا کہنا! اور بہت سی عمریں تو گندگیوں کے ساتھ بڑھ جایا کرتی ہیں۔"

اُن کے بڑے بھائی علم الہدیٰ سیّد مرتضیٰ نے جس وقت یہ رُوح فرسا منظر دیکھا تو تاب و توانائی نے اُن کا ساتھ چھوڑ دیا اور دردِ غم کی شدت سے بے قرار ہو کر گھر سے نکل کھڑے ہوئے اور اپنے جد امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے روضۂ اطہر پر آکر بیٹھ گئے۔ چنانچہ نمازِ جنازہ ابو غالب فخر الملک نے پڑھائی، جس میں تمام اعیان و اشراف اور علماء و قضاۃ نے شرکت کی۔ اس کے بعد علم الہدیٰ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بڑی مشکلوں سے اُنھیں واپس لے جانے میں کامیاب ہوئے۔ ان کا مرثیہ ان کے قلبی تاثرات کا آئینہ دار ہے۔ جس کا ایک شعر اُوپر درج کیا گیا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

مؤلّفِ نہج البلاغہ علّامہ شریف رضی علیہ الرحمہ

أما بعد حمد الله الذي جعل الحمد ثمناً لنعمائه - ومعاذاً من بلائه. وسبيلاً الى جنانه وسبباً لزيادة احسانه والصلوة على رسوله نبي الرحمة، و امام الائمة، وسراج الامة المنتخب من طينة الكرم وسلالة المجد الأقدم ومغرس الفخار المعرق، وفرع العلاء المثمر المورق- وعلى أهل بيته مصابيح الظلم، وعصم الامم- ومنار الدين الواضحة، ومثاقيل الفضل الراجحة صلى الله عليهم اجمعين صلوة تكون ازاء لفضلهم ومكافاة لعملهم- وَ كفاء لطيب فرعهم وأصلهم- ما أنار فجر ساطع، وخوى نجم طالع- فاني كنت في عنفوان السن، وغضاضة الغصن، ابتدأت بتاليف كتاب في خصائص الأئمة عليهم السلام يشتمل على محاسن أخبارهم وجواهر كلامهم- حداني عليه غرض ذكرته في صدر الكتاب وجعلته

حمد و ستائش اُس اللہ کے لیے ہے، جس نے حمد کو اپنی نعمتوں کی قیمت، ابتلاؤں سے بچنے کا ذریعہ، جنّت کا وسیلہ اور اپنے احسانات کے بڑھانے کا سبب قرار دیا ہے۔ درُود ہو اُس کے رسولؐ پر جو نبیِّ رحمت، پیشواؤں کا پیشوا اُمّت کا چراغ، دودمانِ شرافت کا اِنتخاب، قدیم ترین بزرگیوں کا نچوڑ، رگ و پے میں سمائے ہوئے فخر کی کھیتی، رفعت و بلندی کی برگ پوش و ثمر دار شاخ ہے اور آپ کے اہل بیت پر رحمت ہو جو تاریکیوں کے چراغ، اُمّت کے لیے سامانِ حفاظت، دین کے روشن مینار اور فضل و کمال کا بلند معیار ہیں۔ اللہ ان سب پر رحمت نازل کرے۔ ایسی رحمت جو ان کے فضل و کمال کے شایاں، اُن کے عمل و کردار کی جزا اور اُن کی ذاتی و خاندانی پاکیزگی کے ہم پلہ ہو جب تک صبحِ درخشاں لَو دیتی رہے اور جگمگاتے ستارے اُبھر کر ڈوبتے رہیں۔ میں نے اوائل عمر اور شاخِ جوانی کی شادابی میں آئمہ علیہم السلام کے حالات و خصائص میں ایک کتاب کی تالیف شروع کی تھی، جو ان کے نفیس واقعات اور ان کے کلام کے

أمام الكلام - وفرغت من الخصائص التی تخص امیرالمومنین علیه السلام - وعاقت عن اتمام بقية الكتاب محاجزات الزمان ومماطلات الأيام وكنت قد بوبت ما خرج من ذلك ابوابا وفصلته فصولا فجاء فی آخرها فصل يتضمن محاسن ما نقل عنه عليه السلام من الكلام القصير فی الحكم والامثال والآداب دون الخطب الطويلة و الكتب المبسوطة - فاستحسن جماعة من الأصدقاء والأخوان ما اشتمل عليه الفصل المقدم ذكره معجبين ببدائعه ومتعجبين من نواصعه وسألونی عند ذلك أن أبدأ بتأليف كتاب يحتوی علی مختار كلام مولانا امیرالمومنین علیه السلام فی جمیع فنونه ، ومتشعبات غصونه من خطب وكتب ومواعظ وآداب علماً أن ذلك يتضمن من عجائب البلاغة وغرائب الفصاحة وجواهر العربية وثواقب الكلم الدينية و الدنيوية ما لا يوجد مجتمعاً فی كلام ولا مجموع الأطراف فی كتاب - اذ كان امیرالمومنین علیه السلام مشرع الفصاحة وموردها

جواہر ریزوں پر مشتمل تھی، جس کا غرضِ تالیف میں نے اسی کتاب کے دیباچہ میں ذکر کیا ہے اور اس میں وہ حصہ، جو امیرالمومنین علی صلوات اللہ علیہ کے خصائص سے متعلق تھا۔ پایۂ تکمیل کو پہنچا، لیکن زمانہ کی مزاحمتوں اور شب و روز کی رکاوٹوں نے بقیہ کتاب پایۂ تکمیل تک نہ پہنچنے دی۔ جتنا حصہ لکھا گیا تھا اُسے میں نے چند ابواب و فصول پر تقسیم کیا۔ چنانچہ اس کی آخری فصل حضرت سے منقول شدہ پند و نصائح، حکم و امثلہ اور اخلاقیات کے حسین و مختصر جملوں پر مشتمل تھی، مگر طویل خطبات اور بسیط خطوط درج نہ تھے۔ احباب اور برادرانِ دینی کی ایک جماعت نے اس کے لطیف و شگفتہ کلمات پر اظہارِ تعجب و حیرت کرتے ہوئے فصلِ مذکور کے مندرجات پسند کیے اور مجھ سے خواہشمند ہوئے کہ میں ایک ایسی کتاب ترتیب دوں، جو امیرالمومنین علیہ السلام کے تمام اسالیبِ کلام اور اس کے متفرق شعبوں پر حاوی ہو از قبیل خطبات و خطوط نصائح و آداب وغیرہ، اس یقین کے ساتھ کہ وہ فصاحت و بلاغت کے عجائب و نوادر، عربیت کے گہر ہائے تابدار اور دین و دنیا کے متعلق درخشندہ کلمات پر مشتمل ہو گی۔ جو نہ کسی کلام میں جمع اور نہ کسی کتاب میں یکجا ہیں۔ چونکہ امیرالمومنین علیہ السلام فصاحت کا سرچشمہ اور بلاغت کا مخرج و منبع تھے۔ فصاحت و بلاغت کی چھپی ہوئی باریکیاں آپ ہی سے ظاہر ہوئیں اور آپ ہی سے اس کے اصول

ومنشا البلاغة ومولدها۔ ومنه علیه السلام ظهر مكنونها۔ وعنه أُخذت قوانينها۔ وعلى امثلته حذا كل قائل خطيب، وبكلامه استعان كل واعظ بليغ ومع ذلك فقد سبق وقصروا۔ وتقدم وتاخروا۔ ولأن كلامه علیه السلام الكلام الذي علیه مسحة من العلم الالٰهي وفيه عبقة من الكلام النبوي۔ فأجبتهم الى الابتداء بذلك عالما بما فيه من عظيم النفع ومنشور الذكر ومذخور الاجر۔ واعتمدت به أن أبين من عظيم قدر امير المومنين علیه السلام فى هٰذه الفضيلة مضافة إلى المحاسن الدثرة والفضائل الجمة۔ وانه علیه السلام انفرد ببلوغ غايتها عن جميع السلف الاولين الذين انما يوثر عليهم منها القليل النادر والشاذ الشارد۔ وأما كلامه فهو من البحر الذي لا يساجل، والجم الذي لا يحافل۔ وأردت أن يسوغ لى التمثل فى الافتخار

و قواعد سیکھے گئے اور ہر خطیب و متکلم کو آپ کی مثالوں پر چلنا پڑا اور ہر واعظِ بلیغ نے آپ کے کلام سے خوشہ چینی کی۔ پھر بھی وہ آپ کے برابر کبھی نہیں آ سکے، اور سبقت و تقدم کا سہرا آپ کے سر رہا۔ اس لیے کہ آپ کا کلام وہ ہے، جس میں علمِ الٰہی کا پرتو اور کلامِ نبوی کی بوباس ہے۔ چنانچہ اس فرمائش کو میں نے منظور کیا۔ یہ جانتے ہوئے کہ اس میں نفع عظیم، نیک نامی اور ذخیرۂ اجر ہے۔ اس تالیف سے مقصود یہ ہے کہ میں امیرالمومنین کی فنِ بلاغت میں رفعت و برتری کو ظاہر کروں جو آپ کی بے شمار خوبیوں اور اَن گنت فضیلتوں کے علاوہ ہے اور یہ کہ آپ اس فضیلت کے مقامِ منتہا تک پہنچنے میں ان تمام سلفِ اولین میں یکتا ہیں جن کا کلام تھوڑا بہت پاشان و پریشان نقل کیا جاتا ہے۔ لیکن آپ کا کلام ایک ایسا اُمنڈتا ہُوا دریا ہے، جس کے بہاؤ سے ٹکر نہیں لی جا سکتی اور اِتنی خوبیوں کا مجموعہ ہے کہ اِس کا مقابلہ نہیں ہو سکتا۔ میرے لیے جائز و خوشگوار ہوگا کہ میں حضرت کی طرف اپنے نسبی اِستناد کی بنا۔ پر فخر و ناز کرتے ہوئے فرزوق کا شعر بطور مثل پیش کروں:

"یہ ہیں میرے آباؤ اجداد۔ اے
جریر جب مجلسیں ہمیں ایک جا اکٹھا
کریں تو ذرا اِن کی مثال تو
لاؤ۔"

به علیه السلام بقول الفرزدق
اولئك آبائی فجئنی بمثلهم
اذا جمعتنا یا جریر المجامع
ورأیت کلامه علیه السلام یدور
علی أقطاب ثلاثة: أولها الخطب
والاوامر وثانیها الکتب والرسائل
وثالثها الحکم والمواعظ۔ فأجمعت
بتوفیق الله تعالی علی الابتداء باختیار
محاسن الخطب، ثم محاسن الکتب،
ثم محاسن الحکم والادب، مفردا
لکل صنف من ذلك بابا ومفصلا
فیه أوراقا لتکون مقدمة لاستدراك
ما عساه یشذ عنی عاجلا ویقع
الیّ عاجلا۔ واذا جاء شیء من
کلامه علیه السلام الخارج فی
أثناء حوار أو جواب سؤال أو
غرض آخر من الاغراض فی غیر
الانحاء التی ذکرتها وقررت
القاعدة علیها نسبته الی ألیق
الابواب به وأشدها ملامحة
لغرضه وربما جاء فیما أختاره
من ذلك فصول غیر متسقة،
ومحاسن کلم غیر منتظمة، لأنی
أورد النکت واللمع ولا أقصد
التتالی والنسق۔ ومن عجائبه

میری نظر میں حضرت کا کلام تین بنیادی قسموں میں دائر ہے ۔ اوّل خطبات و احکام، دُوسرے مکتوبات و رسائل، تیسرے حکم و نصائح ۔ میں نے توفیقِ ایزدی پہلے خطبات پھر خطوط پھر حکم و آداب کے انتخاب کا ارادہ کیا ہے اور ہر صنف کے لیے الگ الگ باب تجویز کیا ہے اور ہر باب کے بعد درمیان میں چند اوراق سادہ چھوڑ دیئے ہیں تاکہ جو کلام مجھ سے چھوٹ جائے اور بعد میں ہاتھ آئے ۔ اس کا اندراج ان میں ہو جائے اور ایسا کلام جو روزمرّہ کی گفتگو یا کسی سوال کے جواب میں یا کسی دُوسرے مقصد کے لیے ہو، جو اقسامِ مذکورہ اور میرے قرار دادہ قاعدے سے خارج ہو ۔ اُسے اس باب میں درج کر دیا جائے، جو اس کے لیے مناسب اور اس کے مقاصد سے اشبہ ہو۔ میرے اس انتخاب میں کچھ فصلیں اور کلمے ایسے بھی آگئے ہیں، جن کے نظم و ترتیب میں برہمی و انتشار ہے ۔ چونکہ میں رُموز و دقائق اور درخشندہ کلمات کو صرف سمیٹ رہا ہوں۔ ربط و ترتیب مقصود نہیں ہے۔

امیرالمومنینؑ کے ان عجائب و خوارق میں کہ جن میں بلا شرکتِ غیرے آپ منفرد و یکتا ہیں۔ یہ ہے کہ آپ کے وہ کلمات جو زہد و پند، تذکیر و ارشاد اور زجر و توبیخ کے سلسلے میں ہیں۔ جب فکر و تامّل کرنے والا ان میں دقتِ نظر اور غور و فکر سے کام لے اور دل سے یہ بات نکال

عليه السلام التي انفرد بها و
أمن المشاركة فيها أن كلامه عليه
السلام الوارد في الزهد والمواعظ
والتذكير والزواجر اذا تأمله
المتأمل وفكر فيه المتفكر وخلع
من قلبه أنه كلام مثله ممن عظم
قدره ونفذ أمره وأحاط بالرقاب
ملكه لم يعترضه الشك في أنه
من كلام من لاحظ له في غير الزهادة
ولاشغل له بغير العبادة، قد قبع
في كسر بيت أو انقطع في سفح
جبل - لا يسمع الاحسه و لا
يرى الا نفسه - ولا يكاد يوقن
بأنه كلام من ينغمس في الحرب
مصلتا سيفه فيقط الرقاب و
يجدل الابطال ويعود به ينطف
دما ويقطر مهجا، وهو مع تلك
الحال زاهد الزهاد و بدل
الابدال وهذه من فضائله
العجيبة وخصائصه اللطيفة
التي جمع بها بين الاضداد، و
ألف بين الاشتات - وكثيرا ما
أذكر الاخوان بها واستخرج
عجبهم منها - وهي موضوع
للعبرة بها والفكرة فيها - وربما

ڈالے کہ یہ ارشادات اِس ہستی کے ہیں جس کا مرتبہ
عظیم ،جس کے احکام جاری و ساری ، جس کی حکومت
ایک دُنیا کی گردنوں پر محیط ہے ، تو اسے قطعاً اس
میں شبہ نہ ہوگا کہ ایسے شخص کا کلام ہے ، جو زہد و
تقویٰ کے علاوہ کسی شئے سے بہرہ مند نہیں
اور اظہارِ عبودیت کے سوا اس کا کوئی مشغلہ
نہیں ، وُہ کسی جھونپڑے کے گوشہ میں سر بگریباں
یا کسی پہاڑ کے دامن میں دُنیا سے الگ تھلگ
پڑا ہُوا ہے ، جس کے کانوں میں اپنی حس و حرکت
کے علاوہ کوئی آواز نہیں پہنچتی اور اپنے سوا
اسے کوئی دکھائی نہیں دیتا - بھلا کیونکر اُسے
یقین آئے گا کہ یہ اس کا کلام ہے ، جو تلوار
سونت کر جنگ کی گہرائیوں میں ڈُوب جاتا ہے۔
تو گردنیں کاٹ کر رکھ دیتا ہے اور شہ زوروں
کو زمین پر پچھاڑ دیتا ہے اور تلوار لے کر
اس طرح پلٹتا ہے کہ اس سے لہُو برستا ہوتا
ہے۔ اور خونِ دل کی بوندیں ٹپک رہی ہوتی
ہیں - اِس کے باوجُود آپ زاہدوں میں مُمتاز
اور ولیوں میں فائق تھے - یہ فضیلت آپ کی
اُن عجیب فضیلتوں اور لطیف خصوصیتوں میں
شامل ہے کہ جس کی وجہ سے آپ نے متضاد صفتوں
کو سمیٹ لیا اور بکھرے ہُوئے کمالات کو پیوند
لگا کر جوڑ دیا - اکثر برادرانِ دینی سے اِس کا ذکر
کر کے انھیں حیرت و استعجاب میں ڈالتا ہوں۔
یہ عبرت کی جگہ اور تفکر و تدبر کا مقام ہے۔

جاء في أثناء هذا الاختيار اللفظ
المردد والمعنى المكرر والعذر
في ذلك أن روايات كلامه تختلف
اختلافا شديدا - فربما اتفق
الكلام المختار في رواية فنقل
على وجهه، ثم وجد بعد ذلك
في رواية أخرى موضوعا غير
وضعه الأول، اما بزيادة مختارة
أو بلفظ أحسن عبارة، فتقتضي
الحال أن يعاد استظهارا للاختيار
وغيرة على عقائل الكلام - وربما
بعد العهد أيضا بما اختير أولا
فأعيد بعضه سهوا او نسيانا
لا قصدا او اعتمادا - ولا أدعي
مع ذلك أني احيط بأقطار جميع
كلامه عليه السلام حتى لا
يشذ عني منه شاذ ولا يند ناد
بل لا أبعد أن يكون القاصر
عني فوق الواقع الي، والحاصل
في ربقتي دون الخارج من يدي
وما علي الا بذل الجهد وبلاغ
الوسع، وعلى الله سبحانه نهج
السبيل ورشاد الدليل ان شاء
الله -

ورأيت من بعد تسمية هذا

اس انتخاب میں کہیں کہیں الفاظ و مطالب کا
تکرار بھی ہو گیا ہے - جس کے لیے یہ عذر ہے
کہ آپ کے کلام کی مختلف صورتوں سے روایت
کی گئی ہے - تو کبھی ایسا ہوا ہے کہ ایک کلام
منتخب کو ایک روایت میں جس طرح پایا، اسی
طرح اسے نقل کر دیا پھر وہی کلام کسی اور
روایت میں دوسری وضع و صورت میں پایا گیا
یوں کہ اس میں کچھ قابلِ انتخاب اضافہ تھا یا
الفاظ کا اسلوب و نہج زیادہ حسین و دلکش تھا - لہٰذا
صورتِ حال اس کی مقتضی ہوئی کہ انتخاب کے مقصد
کو زیادہ کامیاب بنانے کے لیے اور کلام نفیس و پاکیزہ
کو ضائع ہونے سے محفوظ رکھنے کے لیے اس کا پھر سے
اعادہ کیا جائے - ایسا بھی ہوا ہے کہ جو کلام پہلے نظر
انتخاب میں آ چکا تھا - اس سے بعید العہد ہو جانے کی
وجہ سے اس کی تکرار ہو گئی - یہ بھول چوک کی وجہ سے
ہے - جس میں قصد و اختیار کو دخل نہیں تھا - مجھے یہ
دعویٰ نہیں کہ میں نے حضرت کا کلام ہر طرف سے سمیٹ
لیا ہے اور کوئی اکا دکا جملہ اور بھولا بھٹکا فقرہ بھی
چھوٹنے نہیں پایا بلکہ میں یہ بعید نہیں سمجھتا کہ جو مجھ
سے رہ گیا ہے وہ اس سے کہیں زیادہ ہو جو مجھ تک
پہنچا ہے اور جو میرے احاطۂ علم و تصرف میں ہے وہ
اس سے کہیں کم ہو، جو میرے دسترس سے باہر ہے
میرا کام جد و جہد اور بقدر وسعت سعی و کوشش کرنا
ہے - یہ اللہ سبحانہ کا کام ہے کہ وہ راہ سہل و آسان
کرے اور منزل کی طرف رہنمائی فرمائے - انشاء اللہ!

الکتاب نہج البلاغۃ اذ کان یفتح للناظر فیه أبوابها۔ ویقرب علیه طلابها۔ فیه حاجۃ العالم والمتعلم وبغیۃ البلیغ والزاهد ویمضی فی اثنائه من الکلام فی التوحید والعدل وتنزیه الله سبحانه وتعالی عن شبه الخلق ماهو بلال کل غلۃ وجلاء کل شبهۃ۔ ومن الله سبحانه أستمد التوفیق والعصمۃ وأتنجز التسدید والمعونۃ، وأستعیذہ من خطاء الجنان قبل خطاء اللسان، ومن زلۃ الکلام قبل زلۃ القدم۔ وهو حسبی ونعم الوکیل۔

اس جمع و انتخاب کے بعد میری رائے ہوئی کہ اس کتاب کا نام نہج البلاغہ رکھا جائے۔ اس لیے کہ یہ کتاب دیکھنے والے کے لیے بلاغت کے بند دروازے کھولے گی اور اس کے لیے راہِ تلاش قریب کرے گی۔ اس سے عالم و متعلم اپنی ضرورتیں پوری کریں گے اور صاحب بلاغت و تارکِ علائق دُنیا اپنے مقاصد پائیں گے۔ اس کتاب میں توحید، عدل اور خداوندِ عالم کے جسم و جسمانیات سے منزہ و مبرا ہونے کے متعلق عجیب و غریب کلام ملے گا، جو ہر تشنگی کی سیرابی، ہر مرض کی شفا اور ہر شبہ کا دافع ہے۔ میں اللہ سے توفیق اور بے راہ روی سے بچاؤ کا طالب ہوں اور عمل کی درستگی اور اعانت کا خواستگار ہوں اور لغزشِ زبان سے پہلے لغزشِ دل و دماغ سے اور لغزشِ قدم سے پہلے لغزشِ کلام سے پناہ مانگتا ہوں۔ وُہی میرے لیے کافی اور اچھا کارساز ہے۔

لہ فرزدق کہ جس کا نام ہمام ابنِ غالب ہے، قبیلۂ بنی دارم کا ایک فرد اور عرب کا نامور شاعر تھا۔ اس میں اور عرب کے ایک دُوسرے شاعر جریر ابن عطیہ میں ہمیشہ نوک جھونک رہا کرتی تھی اور ایک دُوسرے کی ہجو اور باہمی منافرت ہی میں اُن کی طبیعتوں کے جوہر کھلا کرتے تھے۔ چنانچہ فرزدق کا یہ شعر بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے، جس میں جریر کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ میرے آباؤ اجداد تو وہ ہیں، (جن کی خوبیوں کو تو سُن چکا ہے) اور اگر تیرے آبا و اجداد میں بھی کوئی اُن جیسا ہو گزرا ہو، تو کسی بھری محفل میں اس کا نام لو۔

سیّد رضی علیہ الرحمہ اس شعر کو اپنے آباؤ اجداد کے لیے پیش کرتے ہوئے ہر شخص سے مخاطب ہیں کہ کوئی اُن کی مثل و نظیر لا سکتا ہو تو لائے۔ فرزدق کے شعر میں تو خطاب صرف جریر سے کیا گیا ہے، مگر یہاں اسے مثل کی صورت میں پیش کرنے سے عمومیت اور ہمہ گیری پیدا ہو گئی ہے اور خطاب کسی فردِ خاص سے نہیں رہا۔ بلکہ ہر شخص اپنے کو اس کا مخاطب قرار دے لے

سکتا ہے مگر اتنی عمومیت و وُسعت کے باوجود نجتنی بمشلہم کا دعویٰ فاتوا بسورۃ من مثلہ کی طرح توڑا نہیں جا سکتا۔

سیّد رضی نے اِس نسبت و امتیاز کی طرف ایسے مناسب محل پر اشارہ کیا ہے کہ اس سے زیادہ موزوں مقام دُوسرا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جس ہستی پر افتخار مقصود ہے، اُس کی خوبیوں اور فضیلتوں کی طرف اشارہ ہو چکا ہے اور نگاہیں اُس کے جمالِ عظمت سے خیرہ اور ذہن اس کے کمالِ رفعت سے متاثر ہو چکے ہیں۔ اب دلوں کو بآسانی اِس فرد کی رفعت و بلندی کے آگے جھکایا جا سکتا ہے، جسے اس ذاتِ ممدوح سے نسبت ہو۔ لہٰذا سیّد کی بلاغت آشنا نظروں نے دل و دماغ کے رجحان کے موقعہ پر نگاہوں کو اُس طرف موڑا کہ وہ بھی اسی آفتابِ جہاں تاب کی کرن ہیں، جس کی طغیانی نور سے آنکھیں چکا چوند ہو جاتی ہیں اور اسی شجرۂ طیبہ کے برگ و بار ہیں، جس کی جڑ زمین میں اور شاخیں آسمان تک پھیلی ہوئی ہیں۔ اب کون ہے، جو اِس نسبت و امتیاز سے متاثر ہو کر ان کے علو و رفعت کا قائل نہ ہو گا۔

من لم یکن علویاً حین تنسبه　　فماله فی قدیم الدهر مفتخر

۲ھ دنیا میں ایسے اِنسان خال خال ہی نظر آتے ہیں کہ جن میں ایک آدھ صفتِ کمال کے علاوہ کوئی اور بھی فضیلت نمایاں ہو۔ چہ جائے کہ تمام متضاد صفتیں کسی کے دامن میں جمع ہو جائیں کیونکہ ہر طبیعت میں ہر کمال کے پھلنے پھُولنے اور ہر صفت کے اُبھرنے کی صلاحیت نہیں ہوا کرتی بلکہ ہر فضیلت ایک طبیعتِ خاص اور ہر کمال ایک مزاج مخصُوص رکھتا ہے، جو انہی اوصاف و کمالات سے سازگار ہو سکتا ہے، جو اِس سے یکسانیت و ہم رنگی رکھتے ہوں اور جہاں ہم آہنگی کے بجائے تضاد کی سی صُورت ہو، وہاں پر طبعی تقاضے روک بن کر کسی اور فضیلت کو اُبھرنے نہیں دیا کرتے مثلاً جود و سخا کا تقاضا یہ ہے کہ انسان میں رحمدلی و خدا ترسی کا ولولہ ہو، کسی کو فقر و افلاس میں دیکھے تو اُس کا دل کُڑھنے لگے۔ اور دُوسروں کے دُکھ درد سے اس کے احساسات تڑپ اُٹھیں اور شجاعت و نبرد آزمائی کا تقاضا یہ ہے کہ طبیعت میں نرمی و رحم دلی کے بجائے خُونریزی و سفاکی کا جذبہ ہو۔ ہر گھڑی لڑنے اُلجھنے کے لیے تیار اور مرنے مارنے کے لیے آمادہ نظر آئے اور ان دونوں تقاضوں میں اِتنا بُعد ہے کہ کرم کی متبسم ریزیوں میں شجاعت کے کڑے تیوروں کو سمویا نہیں جا سکتا۔ اور نہ حاتم سے شجاعتِ رستم کی اُمید اور نہ رستم سے سخاوتِ حاتم کی توقع کی جا سکتی ہے۔ مگر علی ابن ابی طالب کی طبیعت ہر فضیلت سے پُوری مناسبت اور ہر کمال سے پُورا لگاؤ رکھتی تھی اور کوئی صفتِ حُسن و کمال ایسی نہ تھی، جس سے اُن کا دامن خالی رہا ہو، اور کوئی خلعتِ خوبی و جمال ایسا نہ تھا، جو ان کے قد و قامت پر راست نہ آیا ہو اور سخاوت و شجاعت کے متضاد تقاضے بھی ان میں پہلو بہ پہلو نظر آتے تھے۔ اگر وہ داد و دہش میں ابرِ باراں کی طرح برستے تھے تو پہاڑ کی طرح جم کر لڑتے اور دادِ شجاعت بھی دیتے تھے۔ چنانچہ ان کے جود و کرم کی یہ حالت تھی کہ فقر و افلاس کے زمانے میں بھی جو دن بھر کی مزدوری سے کماتے تھے۔ اس کا بیشتر حصّہ ناداروں اور فاقہ کشوں میں بانٹ دیتے تھے اور کبھی کسی سائل کو اپنے گھر سے ناکام واپس نہ جانے

دیتے تھے۔ یہاں تک کہ اگر میدانِ جنگ میں دشمن نے تلوار مانگ لی تو آپ نے اپنے زورِ بازو پر بھروسا کرتے ہوئے تلوار اُس کے آگے پھینک دی۔

کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسا — مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

اور ہمت و شجاعت کا یہ عالم تھا کہ فوجوں کے ریلے آپ کے ثباتِ قدم کو جنبش نہ دے سکتے تھے اور ہر معرکہ میں فتح و کامرانی کا سہرا آپ کے سر رہتا تھا اور بہادر سے بہادر نبرد آزما بھی آپ کے مقابلے میں آکر اپنی جان کو صحیح و سالم بچا کر لے جانے میں کامیاب نہ ہو سکتا تھا۔ چنانچہ ابنِ قتیبہ نے المعارف میں لکھا ہے کہ لہ بصارع قط احدا الا صرعہ۔ "جس سے بھڑے، اُسے پچھاڑے بغیر نہیں چھوڑا۔"

شجاعوں کی من چلی طبیعتیں سوچ بچار کی عادی نہیں ہوا کرتیں اور نہ مصلحت بینی و مآل اندیشی سے انھیں کوئی لگاؤ ہوتا ہے۔ مگر آپ میں شجاعت کے ساتھ ساتھ سوجھ بوجھ کا مادہ بھی بدرجہ اتم پایا جاتا تھا۔ چنانچہ امام شافعی کا قول ہے کہ

ما اقول فی شخص اجتمعت لہ ثلاثۃ مع ثلاثۃ لا یجتمعن قط لاحد من بنی آدم الجود مع الفقر والشجاعۃ مع الرائے والعلم مع العمل۔ (فوائح مبیدی فاتحہ ھفتم)

میں اُس ہستی کے بارے میں کیا کہوں، جن میں تین صفتیں ایسی تین صفتوں کے ساتھ جمع تھیں، جو کسی بشر میں جمع نہیں ہوئیں فقر کے ساتھ سخاوت، شجاعت کے ساتھ تدبر و رائے اور علم کے ساتھ عملی کارگزاریاں۔

اسی اصابتِ فکر و صحت رائے کا نتیجہ تھا کہ جب پیغمبرؐ کی وفات کے بعد کچھ لوگوں نے آپ کو تلوار اُٹھانے کا مشورہ دیا اور فوجوں کے فراہم کرنے کا وعدہ کیا، تو آپ نے اُن کی رائے کو ٹھکرا دیا۔ حالانکہ ایسے موقع پر من چلے بہادروں کو ذرا سا سہارا بھی اُبھارنے کے لیے کافی ہوا کرتا ہے، مگر آپ کی طبع دُور اندیش نے فوراً یہ نتیجہ اخذ کر لیا کہ اگر اِس وقت معرکۂ کارزار گرم ہو گیا تو اسلام کی آواز تلواروں کی جھنکار میں دب کر رہ جائے گی، اور پھر کامیابی حاصل ہو بھی گئی تو کہنے میں یہی آئے گا کہ تلوار کے زور سے اس منصب کو حاصل کیا، ورنہ کوئی استحقاق نہ تھا۔ لہٰذا آپ نے تلوار کو روک کر ایک طرف اسلام کی حفاظت کا سر و سامان کیا اور دُوسری طرف اپنے حق کو خونریزیوں سے داغ دار نہ ہونے دیا۔

جہاں رگ و پے میں شجاعت کا خون دوڑ رہا ہو، اور سینہ میں غیظ و غضب کی چنگاریاں بھڑک رہی ہوں، وہاں ولولۂ انتقام کو دبا کر عفو و بخشش کا طرزِ عمل اختیار کرنا اور طاقت و اختیار کے ہوتے ہوئے درگزر سے کام لینا بڑی کٹھن آزمائش ہے مگر ایسے ہی موقعوں پر آپ کی سیرت کے جوہر نکھرا کرتے تھے اور دامنِ عفو کی پہنائیوں میں خون کے پیاسوں تک کے لیے گنجائش نکل آیا کرتی تھی۔ چنانچہ جنگِ جمل کے خاتمہ پر آپ نے ایک اعلانِ عام فرمایا کہ کسی پیٹھ پھرانے والے، ہتھیار ڈال دینے والے اور ہمارے دامن میں پناہ لینے والے پر ہاتھ نہ اُٹھایا جائے اور مروان بن حکم اور عبد اللہ بن زبیر ایسے دشمنوں کو بغیر انتقام و سرزنش

کے چھوڑ دیا اور ام المومنین کے ساتھ جو حسن سلوک کیا وہ آپ کی شرافت نفس اور بلندی کردار کا بے نظیر نمونہ ہے کہ باوجود عناد و دشمنی کے کھلم کھلا مظاہروں کے آپ نے ان کے شایانِ شان انتظامات کے ساتھ انھیں محمد ابن ابی بکر کے ہمراہ مدینہ روانہ کر دیا۔

انسان اپنی ذاتی رنجشوں کو اصولی اختلاف کا لباس پہنا کر نہ صرف دوسروں کو فریب دیا کرتا ہے بلکہ خود اپنے نفس کو بھی دھوکے میں رکھنے کی کوشش کیا کرتا ہے اور ایسے حالات میں ایسی نازک صورتیں بھی آجاتی ہیں کہ انسان ذاتی اور اصولی رنجش میں امتیاز کر کے ایک کو دوسرے سے الگ نہیں کر سکتا اور بآسانی ایک کو دوسرے میں ملا کر یہ سمجھ لیتا ہے کہ اس نے حکم الہیٰ کا امتثال کیا ہے اور ہوتا یہ ہے کہ اس کے ساتھ ساتھ اپنے انتقامی جذبے کو بھی فرو کر لیا کرتا ہے۔ مگر امیر المومنین کی حد شناس نظریں نہ کبھی فریب کھاتی تھیں اور نہ جان بوجھ کر اپنے کو فریب دیتی تھیں۔ چنانچہ ایک موقعہ پر جب دشمن کو پچھاڑ کر اس کے سینے پر سوار ہوئے تو اس نے آپ کے چہرے پر تھوک دیا۔ بشری تقاضا تو یہ تھا کہ اشتعال بڑھ جاتا۔ ہاتھ کی حرکت تیز ہو جاتی۔ مگر مشتعل ہونے کے بجائے اس کے سینہ سے اتر آئے کہ کہیں اس عمل میں خواہش نفس کی آمیزش نہ ہو جائے۔ جب غصہ فرو ہو گیا، تو اسے قتل کیا۔

جنگ و پیکار اور زہد و ورع میں بھی کوئی مناسبت نظر نہیں آتی۔ کیونکہ ایک سے ہمت و دلیری کا مظاہرہ ہوتا ہے اور ایک سے عجز و فروماندگی ٹپکتی ہے۔ مگر آپ ان دونوں صفتوں کے اجتماع کا نادر نمونہ تھے کہ وقف دعا رہنے والے ہاتھوں کو مشغول کارزار بھی رکھتے تھے اور گوشۂ اعتکاف میں بیٹھنے کے ساتھ میدانِ جنگ کا بھی طواف کرتے تھے۔ چنانچہ لیلۃ الہریر کا وہ منظر تو انسانی عقلوں کو حیرت و استعجاب میں ڈال دیتا ہے کہ جب آپ نے گرد و پیش سے آنکھیں بند کر کے خونی ہنگاموں میں مصلیٰ بچھا دیا تھا اور سکونِ خاطر و اطمینانِ قلب سے نماز میں مشغول ہو گئے تھے اور تیر تھے کہ کبھی آپ کے سر کے اوپر سے اور کبھی دائیں سمت سے اور کبھی بائیں جانب سے سنسناتے ہوئے گذر رہے تھے۔ مگر آپ بغیر کسی خوف و ہراس کے ذکرِ خدا میں محو رہے۔ اور جب فارغ ہوئے تو ہاتھ تلوار کے قبضہ پر رکھا اور پھر جس قیامت کا رن پڑا ہے تاریخ اس کی مثال پیش نہیں کر سکتی۔ عالم یہ تھا کہ ہر طرف ایسی چیخ پکار اور بھگدڑ مچی ہوئی تھی کہ کان پڑی آواز نہ سنائی دیتی تھی۔ البتہ لحظہ بلحظہ آپ کی صدائے تکبیر فضا میں بلند ہو کر کانوں میں گونج اٹھتی تھی۔ اور ہر تکبیر ایک دشمن کے لیے پیغام اجل لے کر آتی تھی۔ گننے والوں نے ان تکبیروں کو شمار کیا، تو ان کی تعداد پانچ سو تیئس تھی۔

نبرد آزمائی و صف آرائی کے مشغلوں کے ساتھ علم و عرفان کا ذوق جمع نہیں ہوا کرتا مگر آپ رزم آرائیوں کے ساتھ علم و معارف کی محفلیں بھی آراستہ کرتے تھے اور خون کی ندیاں بہانے کے ساتھ حقائق و معارف کے سرچشموں سے کشتِ زارِ اسلام کی آبیاری بھی فرماتے تھے۔

جہاں علمی کمال ہو، وہاں عمل سے تہی دامانی نہ سہی مگر عملی کوتاہیوں میں تو کوئی شبہ نہیں کیا جا سکتا، لیکن آپ کے قدم علم و عمل کے میدان میں یکساں اٹھتے تھے۔ جیسا کہ امام شافعی کے قول میں اشارہ ہو چکا ہے۔

یونہی قول و عمل کی ہمنوائی کی مثالیں بھی کم ملتی ہیں۔ مگر آپ کا عمل پہلے ہوتا تھا اور قول بعد میں جیسا کہ خود فرماتے ہیں۔

ایھا الناس انی واللہ ما احثکم علی — اے لوگو! بخدا میں تمہیں کسی عمل کی دعوت نہیں دیتا، مگر یہ کہ تم

طاعۃ الا و اسبقکم الیھا ولا انھاکم الا و انتاھی قبلکم عنھا۔ سے پہلے اس کی طرف بڑھتا ہوں اور کسی چیز سے تمھیں نہیں روکتا مگر یہ کہ پہلے اس سے اپنا دامن بچاتا ہوں۔

جہاں کسی زاہد و متورع انسان کا تصور ہوا، وہاں ایک شکنوں بھرا چہرہ نظروں کے سامنے آجاتا ہے کیونکہ پرہیزگارانہ زندگی کے لیے خشک مزاجی و ترش روئی ایسا لازمی جزو بن کر رہ گئی ہے کہ کسی پرہیزگار و پارسا کے ہونٹوں کے لیے مسکراہٹ کا تصور بھی جرم سمجھا جانے لگا ہے۔ مگر آپ کمال تقویٰ و پرہیزگاری کے باوجود ہمیشہ اس طرح دکھائی دیئے کہ شگفتہ مزاجی و خندہ روئی آپ کے خدوخال سے جھلکتی اور مسکراہٹ لبوں پر کھیلتی تھی اور کبھی خشک زاہدوں کی طرح تیوری پر بل اور جبیں پر شکن نہ آنے پاتی تھی۔ یہاں تک کہ جب دنیا والوں کو آپ میں کوئی عیب نظر نہ آیا، تو اسی طبیعت کی لطافت کو عیب کی صورت میں پیش کیا جانے لگا اور درشت طبعی و تند خوئی کو حسن سمجھ لیا گیا۔

اگر انسان میں زندہ دلی و خوش طبعی کی جھلک ہو، تو اس کا رعب و دبدبہ دلوں سے اٹھ جایا کرتا ہے۔ مگر حضرت کے بشاش چہرے پر جلال و تمکنت کا یہ عالم تھا کہ نگاہیں ان کے سامنے اٹھ نہ سکتی تھیں۔ چنانچہ ایک دفعہ معاویہ نے طنزاً یہ کہا کہ خدا ابوالحسن پر رحم کرے، وہ ایک خوش مذاق آدمی تھے، تو قیس ابن سعد نے کہا کہ

اما واللہ لقد کان مع تلک الفکاھۃ والطلاقۃ اھیب من ذی لبدتین قد مسہ الطوی تلک ھیبۃ التقویٰ لیس کما یھابک طغام اھل الشام۔ (مقدمہ ابن ابی الحدید) خدا کی قسم وہ اس خوش مذاقی اور خندہ روئی کے باوجود بھوکے شیر سے بھی زیادہ پر ہیبت تھے اور یہ ان کے تقویٰ کا رعب تھا نہ ویسا جیسا شام کے چند اوباش تمھارا رعب مانتے ہیں۔

جہاں سطوت و حکومت ہو وہاں حشم و خدم کے جھرمٹ تزک و احتشام کے پہرے اور کروفر کے ساز و سامان نظر آیا کرتے ہیں مگر آپ کا دور فرماں روائی انتہائی سادگی کا نمونہ تھا اور اہل عالم کی نگاہوں نے ہمیشہ تاج سروری کی جگہ بوسیدہ عمامہ، حلۂ خسروی کے بجائے پیوند دار پیراہن اور مسند جہاں بانی کی جگہ فرش خاک ہی دیکھا نہ آپ نے کبھی شان و شکوہ کو پسند کیا اور نہ ظاہری ٹھاٹھ باٹھ کی نمائش گوارا کی۔ چنانچہ ایک موقعہ پر گھوڑے پر سوار ہو کر گزر رہے تھے کہ حرب ابن شرجیل گفتگو کرتا ہوا آپ کے ہم رکاب ہو لیا تو آپ نے اس سے فرمایا ارجع فان مشی مثلک مع مثلی فتنۃ للوالی ومذلۃ للمؤمن پلٹ جاؤ کیونکہ تم ایسے شخص کا یوں میرے ساتھ پیادہ پا چلنا والی کے لیے فتنہ اور مومن کے لیے ذلت کا باعث ہے۔

غرض یہ وہ جامع شخصیت تھی، جس میں مختلف و متضاد صفات سمٹ کر جمع ہو گئے تھے اور تمام محاسن اخلاق اپنی پوری تابندگیوں کے ساتھ جلوہ گر تھے۔ گویا ان کی ایک زندگی کئی زندگیوں کا مجموعہ اور ہر زندگی صفت کمال کا وہ نادر مرقع تھی، جس سے فضیلت کے بے داغ خدوخال ابھر کر سامنے آتے تھے اور جس کے ہر کمال پر نظریں جم کر رہ جاتی تھیں۔

ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ مے نگرم کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجا است

باب المختار من خطب امیر المؤمنین علیہ السلام واوامرہ

امیر المومنین علیہ السلام کے منتخب خطبات و احکام کا باب

ویدخل فی ذلک المختار من کلامہ الجاری مجری الخطب فی المقامات المحضورۃ والمواقف المذکورۃ والخطوب الواردۃ

اس باب میں آپ کی وہ گفتگو بھی درج ہیں، جنھیں مختلف مجلسوں معرکوں اور پیش آنے والے حادثوں میں خطبوں کے انداز پر ارشاد فرمایا ہے۔

۱۔ فمن خطبۃ لہ علیہ السلام

خطبہ (۱)

یذکر فیہا ابتداء خلق السماء والارض وخلق آدم (اس میں ابتدائے آفرینش زمین و آسمان اور پیدائش آدم کا ذکر فرمایا ہے)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَا یَبْلُغُ مِدْحَتَہُ الْقَائِلُوْنَ۔ وَلَا یُحْصِیْ نَعْمَاءَہُ الْعَادُّوْنَ۔ وَلَا یُؤَدِّیْ حَقَّہُ الْمُجْتَہِدُوْنَ الَّذِیْ لَا یُدْرِکُہُ بُعْدُ الْہِمَمِ وَلَا یَنَالُہُ غَوْصُ الْفِطَنِ الَّذِیْ لَیْسَ لِصِفَتِہٖ حَدٌّ مَحْدُوْدٌ وَلَا نَعْتٌ مَوْجُوْدٌ۔ وَلَا وَقْتٌ مَعْدُوْدٌ وَلَا اَجَلٌ مَمْدُوْدٌ۔ فَطَرَ الْخَلَائِقَ بِقُدْرَتِہٖ۔ وَنَشَرَ الرِّیَاحَ بِرَحْمَتِہٖ۔ وَوَتَّدَ بِالصُّخُوْرِ مَیَدَانَ اَرْضِہٖ۔ اَوَّلُ الدِّیْنِ مَعْرِفَتُہُ وَکَمَالُ مَعْرِفَتِہِ التَّصْدِیْقُ بِہٖ۔ وَکَمَالُ التَّصْدِیْقِ بِہٖ تَوْحِیْدُہُ۔ وَکَمَالُ تَوْحِیْدِہِ الْاِخْلَاصُ لَہُ۔ وَکَمَالُ الْاِخْلَاصِ لَہُ نَفْیُ الصِّفَاتِ عَنْہُ لِشَہَادَۃِ کُلِّ صِفَۃٍ اَنَّہَا غَیْرُ الْمَوْصُوْفِ وَشَہَادَۃِ کُلِّ مَوْصُوْفٍ

تمام حمد اس اللہ کے لیے ہے، جس کی مدح تک بولنے والوں کی رسائی نہیں، جس کی نعمتوں کو گننے والے گن نہیں سکتے۔ نہ کوشش کرنے والے اس کا حق ادا کر سکتے ہیں، نہ بلند پرواز ہمتیں اُسے پا سکتی ہیں نہ عقل و فہم کی گہرائیاں اس کی تہ تک پہنچ سکتی ہیں۔ اس کے کمالِ ذات کی کوئی حد معین نہیں۔ نہ اس کے لیے توصیفی الفاظ ہیں نہ اس (کی ابتدا) کے لیے کوئی وقت ہے، جسے شمار میں لایا جا سکے، نہ اس کی کوئی مدت ہے جو کہیں پر ختم ہو جائے۔ اُس نے مخلوقات کو اپنی قدرت سے پیدا کیا، اپنی رحمت سے ہواؤں کو چلایا، تھرتھراتی ہوئی زمین پر پہاڑوں کی میخیں گاڑیں۔ دین کی ابتدا اس کی معرفت ہے، کمالِ معرفت اس کی تصدیق ہے، کمالِ تصدیق توحید ہے۔ کمالِ توحید تنزیہ و اخلاص ہے اور کمالِ تنزیہ و اخلاص یہ ہے کہ اُس سے صفتوں کی نفی کی جائے۔ کیونکہ ہر صفت

أَنَّهُ غَيْرُ الصِّفَةِ - فَمَنْ وَصَفَ اللهَ
سُبْحَانَهُ فَقَدْ قَرَنَهُ - وَمَنْ قَرَنَهُ
فَقَدْ ثَنَّاهُ وَمَنْ ثَنَّاهُ فَقَدْ جَزَّأَهُ
وَمَنْ جَزَّأَهُ فَقَدْ جَهِلَهُ - وَمَنْ جَهِلَهُ
فَقَدْ أَشَارَ إِلَيْهِ - وَمَنْ أَشَارَ إِلَيْهِ
فَقَدْ حَدَّهُ - وَمَنْ حَدَّهُ فَقَدْ عَدَّهُ -
وَمَنْ قَالَ فِيمَ فَقَدْ ضَمَّنَهُ - وَمَنْ
قَالَ عَلَامَ فَقَدْ أَخْلَى مِنْهُ - كَائِنٌ
لَا عَنْ حَدَثٍ - مَوْجُودٌ لَا عَنْ عَدَمٍ
مَعَ كُلِّ شَيْءٍ لَا بِمُقَارَنَةٍ - وَغَيْرُ
كُلِّ شَيْءٍ لَا بِمُزَايَلَةٍ - فَاعِلٌ لَا
بِمَعْنَى الْحَرَكَاتِ وَالْآلَةِ - بَصِيرٌ إِذْ لَا
مَنْظُورَ إِلَيْهِ مِنْ خَلْقِهِ - مُتَوَحِّدٌ إِذْ لَا
سَكَنَ يَسْتَأْنِسُ بِهِ وَلَا يَسْتَوْحِشُ لِفَقْدِهِ
أَنْشَأَ الْخَلْقَ إِنْشَاءً - وَابْتَدَأَهُ ابْتِدَاءً
بِلَا رَوِيَّةٍ أَجَالَهَا - وَلَا تَجْرِبَةٍ اسْتَفَادَهَا
وَلَا حَرَكَةٍ أَحْدَثَهَا - وَلَا هَمَامَةِ نَفْسٍ
اضْطَرَبَ فِيهَا - أَحَالَ الْأَشْيَاءَ لِأَوْقَاتِهَا
وَلَأَمَ بَيْنَ مُخْتَلِفَاتِهَا - وَغَرَّزَ غَرَائِزَهَا
وَأَلْزَمَهَا أَشْبَاحَهَا عَالِمًا بِهَا قَبْلَ ابْتِدَائِهَا
مُحِيطًا بِحُدُودِهَا وَانْتِهَائِهَا - عَارِفًا
بِقَرَائِنِهَا وَأَحْنَائِهَا - ثُمَّ أَنْشَأَ سُبْحَانَهُ
فَتْقَ الْأَجْوَاءِ وَشَقَّ الْأَرْجَاءِ وَسَكَائِكَ
الْهَوَاءِ - فَأَجْرَى فِيهَا مَاءً مُتَلَاطِمًا
تَيَّارُهُ، مُتَرَاكِمًا زَخَّارُهُ - حَمَلَهُ عَلَى

شاہد ہے کہ وہ اپنے موصوف کی غیر ہے اور ہر موصوف شاہد ہے کہ وہ صفت کے علاوہ کوئی چیز ہے - لہٰذا جس نے ذاتِ الٰہی کے علاوہ صفات مانے، اُس نے ذات کا ایک دوسرا ساتھی مان لیا اور جس نے اس کی ذات کا کوئی اور ساتھی مانا اُس نے دُوئی پیدا کی جس نے دُوئی پیدا کی، اُس نے اس کے لیے جز بنا ڈالا اور جو اُس کے لیے اجزا کا قائل ہوا وُہ اس سے بے خبر رہا اور جو اس سے بے خبر رہا اُس نے اُسے قابلِ اشارہ سمجھ لیا اور جس نے اسے قابلِ اشارہ سمجھ لیا اُس نے اس کی حد بندی کر دی اور جو اُسے محدود سمجھا وہ اُسے دوسری چیزوں ہی کی قطار میں لے آیا جس نے یہ کہا کہ وہ کس چیز میں ہے اُس نے اُسے کسی شے کے ضمن میں فرض کر لیا اور جس نے یہ کہا کہ وہ کس چیز پر ہے۔ اُس نے اور جگہیں اس سے خالی سمجھ لیں۔ وُہ ہے، ہُوا نہیں۔ موجود ہے۔ مگر عدم سے وجود میں نہیں آیا۔ وُہ ہر شے کے ساتھ ہے، نہ جسمانی اتصال کی طرح، وہ ہر چیز سے علیحدہ ہے، نہ جسمانی دوری کے طور پر، وہ فاعل ہے، لیکن حرکات و آلات کا محتاج نہیں، وُہ اس وقت بھی دیکھنے والا تھا جب کہ مخلوقات میں کوئی چیز دکھائی دینے والی نہ تھی - وہ یگانہ ہے۔ اس لیے کہ اس کا کوئی ساتھی ہی نہیں ہے کہ جس سے وہ مانوس ہو اور اسے کھو کر پریشان ہو جائے۔ اس نے پہلے پہل خلق کو ایجاد کیا۔ بغیر کسی فکر کی جولانی کے اور بغیر کسی تجربہ کے جس سے فائدہ

مَتْنِ الرِّيحِ الْعَاصِفَةِ، وَالزَّعْزَعِ الْقَاصِفَةِ- فَأَمَرَهَا بِرَدِّهِ، وَسَلَّطَهَا عَلَىٰ شَدِّهِ، وَقَرَنَهَا إِلَىٰ حَدِّهِ الْهَوَاءُ مِنْ تَحْتِهَا فَتِيقٌ- وَالْمَاءُ مِنْ فَوْقِهَا دَفِيقٌ- ثُمَّ أَنْشَأَ سُبْحَانَهُ رِيحًا اعْتَقَمَ مَهَبَّهَا وَأَدَامَ مُرَبَّهَا وَأَعْصَفَ مَجْرَاهَا، وَأَبْعَدَ مَنْشَأَهَا- فَأَمَرَهَا بِتَصْفِيقِ الْمَاءِ الزَّخَّارِ، وَإِثَارَةِ مَوْجِ الْبِحَارِ- فَمَخَضَتْهُ مَخْضَ السِّقَاءِ، وَعَصَفَتْ بِهِ عَصْفَهَا بِالْفَضَاءِ- تَرُدُّ أَوَّلَهُ إِلَىٰ آخِرِهِ، وَسَاجِيَهُ إِلَىٰ مَائِرِهِ- حَتَّىٰ عَبَّ عُبَابُهُ، وَرَمَىٰ بِالزَّبَدِ رُكَامُهُ فَرَفَعَهُ فِي هَوَاءٍ مُنْفَتِقٍ، وَجَوٍّ مُنْفَهِقٍ- فَسَوَّىٰ مِنْهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ جَعَلَ سُفْلَاهُنَّ مَوْجًا مَكْفُوفًا وَعُلْيَاهُنَّ سَقْفًا مَحْفُوظًا- وَسَمْكًا مَرْفُوعًا- بِغَيْرِ عَمَدٍ يَدْعَمُهَا- وَلَا دِسَارٍ يَنْظِمُهَا- ثُمَّ زَيَّنَهَا بِزِينَةِ الْكَوَاكِبِ، وَضِيَاءِ الثَّوَاقِبِ وَأَجْرَىٰ فِيهَا سِرَاجًا مُسْتَطِيرًا، وَقَمَرًا مُنِيرًا- فِي فَلَكٍ دَائِرٍ، وَسَقْفٍ سَائِرٍ، وَرَقِيمٍ مَائِرٍ ثُمَّ فَتَقَ مَا بَيْنَ السَّمٰوَاتِ الْعُلَا-

اُٹھانے کی اُسے ضرورت پڑی ہو اور بغیر کسی حرکت کے جسے اُس نے پیدا کیا ہو اور بغیر کسی ولولہ اور جوش کے جس سے وُہ بیتاب ہوا ہو - ہر چیز کو اُس کے وقت کے حوالے کیا - بے جوڑ چیزوں میں توازن و ہم آہنگی پیدا کی - ہر چیز کو جُداگانہ طبیعت و مزاج کا حامل بنایا اور ان طبیعتوں کے لیے مناسب صُورتیں ضروری قرار دیں - وہ ان چیزوں کو ان کے وجُود میں آنے سے پہلے جانتا تھا - ان کی حدونہایت پر احاطہ کیے ہوئے تھا اور ان کے نفوس و اعضا کو پہچانتا تھا - پھر یہ کہ اُس نے کشادہ فضا، وسیع اطراف و اکناف اور خلا کی وُسعتیں خلق کیں اور ان میں ایسا پانی بہایا، جس کے دریائے مواج کی لہریں طوفانی اور بحرِ زخار کی موجیں تہ بہ تہ تھیں اسے تیز ہوا اور تُند آندھی کی پُشت پر لادا - پھر اُسے پانی کے پلٹانے کا حکم دیا اور اُسے اِس کے پابند رکھنے پر قابُو دیا اور اُسے پانی کی سرحد سے ملا دیا - اِس کے نیچے ہوا دُور تک پھیلی ہُوئی تھی اور اُوپر پانی ٹھاٹھیں مار رہا تھا - پھر اللہ سُبحانہ نے اس پانی کے اندر ایک ہوا خلق کی، جس کا چلنا بانجھ (بے ثمر) تھا اور اسے اس کے مرکز پر قرار رکھا - اس کے جھونکے تیز کر دیئے اور اس کے چلنے کی جگہ دُور و دراز تک پھیلا دی پھر اس ہوا کو مامُور کیا کہ وُہ پانی کے ذخیرے کو تھپیڑے دے اور بحرِ بے کراں کی موجوں کو اُچھالے - اس ہوا نے پانی کو یُوں متھ دیا - جس طرح دہی کے مشکیزے کو متھا جاتا ہے اور اسے ڈھکیلتی ہوئی تیزی

فَمَلَأَهُنَّ أَطْوَارًا مِّنْ مَلَائِكَتِهِ مِنْهُمْ سُجُودٌ لَا يَرْكَعُونَ، وَرُكُوعٌ لَا يَنْتَصِبُونَ وَصَافُّونَ لَا يَتَزَايَلُونَ وَمُسَبِّحُونَ لَا يَسْأَمُونَ - لَا يَغْشَاهُمْ نَوْمُ الْعَيْنِ - وَلَا سَهْوُ الْعُقُولِ - وَلَا فَتْرَةُ الْأَبْدَانِ وَلَا غَفْلَةُ النِّسْيَانِ - وَمِنْهُمْ أُمَنَاءُ عَلَىٰ وَحْيِهِ، وَأَلْسِنَةٌ إِلَىٰ رُسُلِهِ، وَمُخْتَلِفُونَ بِقَضَائِهِ وَأَمْرِهِ - وَمِنْهُمُ الْحَفَظَةُ لِعِبَادِهِ وَالسَّدَنَةُ لِأَبْوَابِ جِنَانِهِ - وَمِنْهُمُ الثَّابِتَةُ فِي الْأَرَضِينَ السُّفْلَىٰ أَقْدَامُهُمْ وَالْمَارِقَةُ مِنَ السَّمَاءِ الْعُلْيَا أَعْنَاقُهُمْ، وَالْخَارِجَةُ مِنَ الْأَقْطَارِ أَرْكَانُهُمْ، وَالْمُنَاسِبَةُ لِقَوَائِمِ الْعَرْشِ أَكْتَافُهُمْ - نَاكِسَةٌ دُونَهُ أَبْصَارُهُمْ - مُتَلَفِّعُونَ تَحْتَهُ بِأَجْنِحَتِهِمْ - مَضْرُوبَةٌ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَنْ دُونَهُمْ حُجُبُ الْعِزَّةِ وَأَسْتَارُ الْقُدْرَةِ - لَا يَتَوَهَّمُونَ رَبَّهُمْ بِالتَّصْوِيرِ، وَلَا يُجْرُونَ عَلَيْهِ صِفَاتِ الْمَصْنُوعِينَ وَلَا يَحُدُّونَهُ بِالْأَمَاكِنِ - وَ

سے چلی - جس طرح خالی فضا میں چلتی ہے اور پانی کے ابتدائی حصے کو آخری حصے پر اور ٹھہرے ہوئے کو چلتے ہوئے پانی پر پلٹانے لگی - یہاں تک کہ اس متلاطم پانی کی سطح بلند ہو گئی اور وہ تہ بہ تہ پانی جھاگ دینے لگا اللہ نے وہ جھاگ کھلی ہوا اور کشادہ فضا کی طرف اٹھائی اور اس سے ساتوں آسمان پیدا کئے - نیچے والے آسمان کو رکی ہوئی موج کی طرح بنایا اور اوپر والے آسمان کو محفوظ چھت اور بلند عمارت کی صورت میں اس طرح قائم کیا کہ نہ ستونوں کے سہارے کی حاجت تھی نہ بندھنوں سے جوڑنے کی ضرورت پھر ان کو ستاروں کی سج دھج اور روشن تاروں کی چمک دمک سے آراستہ کیا اور ان میں ضوپاش چراغ اور جگمگاتا چاند رواں کیا - جو گھومنے والے فلک چلتی پھرتی چھت اور جنبش کھانے والی لوح میں ہے - پھر خداوند عالم نے بلند آسمانوں کے درمیان شگاف پیدا کئے اور ان کی وسعتوں کو طرح طرح کے فرشتوں سے بھر دیا - کچھ ان میں سربسجود ہیں جو رکوع نہیں کرتے، کچھ رکوع میں ہیں جو سیدھے نہیں ہوتے - کچھ صفیں باندھے ہوئے ہیں جو اپنی جگہ نہیں چھوڑتے اور کچھ پاکیزگی بیان کر رہے ہیں جو اکتاتے نہیں، نہ ان کی آنکھوں میں نیند آتی ہے نہ ان کی عقلوں میں بھول چوک پیدا ہوتی ہے، نہ ان کے بدنوں میں سستی و کاہلی آتی ہے نہ ان پر نسیان کی غفلت طاری ہوتی ہے - ان میں کچھ تو وحی الٰہی کے امین، اس کے رسولوں کی طرف پیغام رسانی کے لیے زبانِ حق اور اس کے قطعی فیصلوں اور فرمانوں کو لے کر آنے جانے

لَا يُشِيرُونَ إِلَيْهِ بِالنَّظَائِرِ۔

(صِفَةُ خَلْقِ آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

ثُمَّ جَمَعَ سُبْحَانَهُ مِنْ حَزْنِ الْأَرْضِ وَسَهْلِهَا، وَعَذْبِهَا وَسَبَخِهَا، تُرْبَةً سَنَّهَا بِالْمَاءِ حَتَّى خَلَصَتْ۔ وَلَاطَهَا بِالْبِلَّةِ حَتَّى لَزَبَتْ۔ فَجَبَلَ مِنْهَا صُورَةً ذَاتَ أَحْنَاءٍ وَوُصُولٍ وَأَعْضَاءٍ وَفُصُولٍ أَجْمَدَهَا حَتَّى اسْتَمْسَكَتْ، وَأَصْلَدَهَا حَتَّى صَلْصَلَتْ لِوَقْتٍ مَعْدُودٍ۔ وَأَمَدٍ مَعْلُومٍ۔ ثُمَّ نَفَخَ فِيهَا مِنْ رُوحِهِ فَمَثُلَتْ إِنْسَاناً ذَا أَذْهَانٍ يُجِيلُهَا۔ وَفِكَرٍ يَتَصَرَّفُ بِهَا، وَجَوَارِحَ يَخْتَدِمُهَا، وَأَدَوَاتٍ يُقَلِّبُهَا۔ وَمَعْرِفَةٍ يَفْرُقُ بِهَا بَيْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ وَالْأَذْوَاقِ وَالْمَشَامِّ وَالْأَلْوَانِ وَالْأَجْنَاسِ مَعْجُوناً بِطِينَةِ الْأَلْوَانِ الْمُخْتَلِفَةِ وَالْأَشْبَاهِ الْمُؤْتَلِفَةِ - وَالْأَضْدَادِ الْمُتَعَادِيَةِ وَالْأَخْلَاطِ الْمُتَبَايِنَةِ۔ مِنَ الْحَرِّ وَالْبَرْدِ۔ وَالْبِلَّةِ وَالْجُمُودِ۔

والے ہیں، کچھ اُس کے بندوں کے نگہبان اور جنت کے دروازوں کے پاسبان ہیں۔ کچھ وہ ہیں، جن کے قدم زمین کی تہ میں جمے ہوئے ہیں اور اُن کے پہلو اطرافِ عالم سے بھی آگے بڑھ گئے ہیں۔ ان کے شانے عرش کے پایوں سے میل کھاتے ہیں۔ عرش کے سامنے اُن کی آنکھیں جھکی ہوئی ہیں اور اُس کے نیچے اپنے پروں میں لپٹے ہوئے ہیں اور ان میں اور دوسری مخلوق میں عزت کے حجاب اور قدرت کے سراپردے حائل ہیں۔ وہ شکل و صورت کے ساتھ اپنے رب کا تصور نہیں کرتے، نہ اُس پر مخلوق کی صفتیں طاری کرتے ہیں۔ نہ اُسے محل و مکان میں گھرا ہوا سمجھتے ہیں۔ نہ اشباہ و نظائر سے اُس کی طرف اِشارہ کرتے ہیں۔

(آدم علیہ السلام کی تخلیق کے بارے میں فرمایا)

پھر اللہ نے سخت و نرم اور شیریں و شورہ زار زمین سے مٹی جمع کی، اُسے پانی سے اِتنا بھگویا کہ وہ صاف ہو کر نتھر گئی اور تری سے اِتنا گوندھا کہ اُس میں لس پیدا ہو گیا۔ اُس سے ایک ایسی صورت بنائی، جس میں موڑ ہیں اور جوڑ اعضا ہیں اور مختلف حصے۔ اُسے یہاں تک سکھایا کہ وہ خود تھم سکی اور اتنا سخت کیا کہ وہ کھنکھنانے لگی۔ ایک وقتِ معیّن اور مدتِ معلوم تک اُسے یونہی رہنے دیا۔ پھر اُس میں روح پھونکی، تو وہ ایسے اِنسان کی صورت میں کھڑی ہو گئی جو قوائے ذہنی کو حرکت دینے والا۔ فکری حرکات سے تصرف کرنے والا۔ اعضا

وَاسْتَأْدَى اللّٰهُ سُبْحَانَهُ
الْمَلٰئِكَةَ وَدِيعَتَهُ
لَدَيْهِمْ وَعَهْدَ وَصِيَّتِهِ
إِلَيْهِمْ فِي الْإِذْعَانِ بِالسُّجُوْدِ
لَهُ وَالْخُشُوْعِ لِتَكْرِمَتِهِ
فَقَالَ سُبْحَانَهُ اسْجُدُوْا لِآدَمَ
فَسَجَدُوْا إِلَّا إِبْلِيْسَ اعْتَرَتْهُ
الْحَمِيَّةُ وَغَلَبَتْ عَلَيْهِ الشِّقْوَةُ
وَتَعَزَّزَ بِخِلْقَةِ النَّارِ وَ
اسْتَهْوَنَ خَلْقَ الصَّلْصَالِ
فَأَعْطَاهُ اللّٰهُ النَّظِرَةَ اسْتِحْقَاقًا
لِلسُّخْطَةِ وَاسْتِتْمَامًا لِلْبَلِيَّةِ
وَإِنْجَازًا لِلْعِدَةِ - فَقَالَ إِنَّكَ
مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ إِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ
الْمَعْلُوْمِ - ثُمَّ أَسْكَنَ سُبْحَانَهُ
آدَمَ دَارًا أَرْغَدَ فِيْهَا عِيْشَتَهُ
وَآمَنَ فِيْهَا مَحَلَّتَهُ، وَحَذَّرَهُ
إِبْلِيْسَ وَعَدَاوَتَهُ - فَاغْتَرَّهُ
عَدُوُّهُ نَفَاسَةً عَلَيْهِ بِدَارِ
الْمُقَامِ وَمُرَافَقَةِ الْأَبْرَارِ -
فَبَاعَ الْيَقِيْنَ بِشَكِّهِ وَالْعَزِيْمَةَ
بِوَهْنِهِ - وَاسْتَبْدَلَ بِالْجَذَلِ
وَجَلًا - وَبِالْاِغْتِرَارِ نَدَمًا -
ثُمَّ بَسَطَ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ لَهُ
فِي تَوْبَتِهِ وَلَقَّاهُ كَلِمَةَ

و جوارح سے خدمت لینے والا اور ہاتھ پیروں کو چلانے والا ہے اور ایسی شناخت کا مالک ہے، جس سے حق و باطل میں تمیز کرتا ہے اور مختلف مزوں، بوؤں، رنگوں اور جنسوں میں فرق کرتا ہے۔ خود رنگا رنگ کی مٹی اور ملتی جلتی ہوئی موافق چیزوں اور مخالف ضدوں اور متضاد خلطوں سے اُس کا خمیر ہُوا ہے۔ یعنی گرمی، سردی، تری خشکی کا پیکر ہے۔

پھر اللہ نے فرشتوں سے چاہا کہ وُہ اُس کی سونپی ہوئی ودیعت ادا کریں اور اُس کے پیمان وصیّت کو پُورا کریں۔ جو سجدۂ آدم کے حکم کو تسلیم کرنے اور اُس کی بزرگی کے سامنے تواضع و فروتنی کے لیے تھا۔ اِس لیے اللہ نے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو۔ ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا۔ اُسے عصبیت نے گھیر لیا۔ بدبختی اُس پر چھا گئی۔ آگ سے پیدا ہونے کی وجہ سے اپنے کو بزرگ و برتر سمجھا۔ اور کھنکھناتی ہُوئی مٹی کی مخلوق کو ذلیل جانا۔ اللہ نے اُسے مہلت دی تا کہ وہ پُورے طور پر غضب کا مستحق بن جائے اور (بنی آدم) کی آزمائش پایۂ تکمیل تک پہنچے اور وعدہ پُورا ہو جائے۔ چنانچہ اللہ نے اُس سے کہا کہ تجھے وقتِ معیّن کے دن تک کی مُہلت ہے۔ پھر اللہ نے آدم کو ایسے گھر میں ٹھہرایا۔ جہاں اُن کی زندگی کو خوش گوار رکھا۔ انھیں شیطان اور اُس کی عداوت سے بھی ہوشیار کر دیا۔ لیکن اُن کے دُشمن نے اُن کے جنّت میں ٹھہرنے اور نیکو کاروں میں رل مل کر رہنے

رَحْمَتِهِ، وَوَعَدَهُ الْمَرَدَّ
إِلَى جَنَّتِهِ وَأَهْبَطَهُ إِلَى
دَارِ الْبَلِيَّةِ، وَتَنَاسُلِ
الذُّرِّيَّةِ - وَاصْطَفَى سُبْحَانَهُ
مِنْ وُلْدِهِ أَنْبِيَاءَ أَخَذَ عَلَى
الْوَحْيِ مِيثَاقَهُمْ، وَعَلَى
تَبْلِيغِ الرِّسَالَةِ أَمَانَتَهُمْ
لَمَّا بَدَّلَ أَكْثَرُ خَلْقِهِ عَهْدَ
اللهِ إِلَيْهِمْ فَجَهِلُوا حَقَّهُ، وَ
اتَّخَذُوا الْأَنْدَادَ مَعَهُ - وَ
اجْتَالَتْهُمُ الشَّيَاطِينُ عَنْ
مَعْرِفَتِهِ، وَاقْتَطَعَتْهُمْ عَنْ
عِبَادَتِهِ - فَبَعَثَ فِيهِمْ رُسُلَهُ
وَوَاتَرَ إِلَيْهِمْ أَنْبِيَاءَهُ لِيَسْتَأْدُوهُمْ
مِيثَاقَ فِطْرَتِهِ وَيُذَكِّرُوهُمْ
مَنْسِيَّ نِعْمَتِهِ - وَيَحْتَجُّوا عَلَيْهِمْ
بِالتَّبْلِيغِ - وَيُثِيرُوا لَهُمْ
دَفَائِنَ الْعُقُولِ وَيُرُوهُمُ
الْآيَاتِ الْمُقَدَّرَةَ مِنْ سَقْفٍ
فَوْقَهُمْ مَرْفُوعٍ، وَمِهَادٍ
تَحْتَهُمْ مَوْضُوعٍ - وَمَعَايِشَ
تُحْيِيهِمْ وَآجَالٍ تُفْنِيهِمْ -
وَأَوْصَابٍ تُهْرِمُهُمْ وَأَحْدَاثٍ
تَتَابَعُ عَلَيْهِمْ - وَلَمْ يُخْلِ
سُبْحَانَهُ خَلْقَهُ مِنْ نَبِيٍّ

پر حسد کیا اور آخر کار اُنھیں فریب دے دیا۔ آدم نے یقین کو شک اور اِرادے کے استحکام کو کمزوری کے ہاتھوں بیچ ڈالا۔ مسرت کو خوف سے بدل لیا۔ اور فریب خوردگی کی وجہ سے ندامت اُٹھائی۔ پھر اللہ نے آدم کے لیے توبہ کی گنجائش رکھی۔ اُنھیں رحمت کے کلمے سکھائے، جنت میں دوبارہ پہنچانے کا اُن سے وعدہ کیا اور انھیں دارِ ابتلا و محلِ افزائشِ نسل میں اُتار دیا۔ اللہ سبحانہ نے اُن کی اولاد سے انبیاء چُنے۔ وحی پر اُن سے عہد و پیمان لیا۔ تبلیغِ رسالت کا انھیں امین بنایا، جبکہ اکثر لوگوں نے اللہ کا عہد بدل دیا تھا۔ چنانچہ وہ اُس کے حق سے بے خبر ہو گئے۔ اَوروں کو اُس کا شریک بنا ڈالا۔ شیاطین نے اس کی معرفت سے انھیں روگرداں اور اس کی عبادت سے الگ کر دیا۔ اللہ نے اُن میں اپنے رسول مبعوث کیے اور لگاتار انبیاء بھیجے تاکہ اُن سے فطرت کے عہد و پیمان پورے کرائیں۔ اُس کی بھولی ہوئی نعمتیں یاد دلائیں۔ پیغامِ ربانی پہنچا کر حجت تمام کریں۔ عقل کے دفینوں کو اُبھاریں اور انھیں قدرت کی نشانیاں دکھائیں۔ یہ سروں پر بلند بام آسمان، اُن کے نیچے بچھا ہوا فرشِ زمین، زندہ رکھنے والا سامانِ معیشت۔ فنا کرنے والی اجلیں، بوڑھا کر دینے والی بیماریاں اور پے در پے آنے والے حادثے۔

اللہ سبحانہ نے اپنی مخلوق کو بغیر کسی فرستادہ پیغمبر یا آسمانی کتاب یا دلیلِ قطعی یا طریقِ روشن

مُرْسَلٍ، أَوْ كِتَابٍ مُنْزَلٍ - أَوْ
حُجَّةٍ لَازِمَةٍ، أَوْ مَحَجَّةٍ قَائِمَةٍ -
رُسُلٌ لَا تُقَصِّرُ بِهِمْ قِلَّةُ
عَدَدِهِمْ - وَ لَا كَثْرَةُ
الْمُكَذِّبِينَ لَهُمْ - مِنْ سَابِقٍ
سُمِّيَ لَهُ مَنْ بَعْدَهُ أَوْ غَابِرٍ
عَرَّفَهُ مَنْ قَبْلَهُ - عَلَى ذٰلِكَ
نَسَلَتِ الْقُرُونُ - وَ مَضَتِ
الدُّهُورُ - وَ سَلَفَتِ الْآبَاءُ
وَ خَلَفَتِ الْأَبْنَاءُ - إِلَى أَنْ
بَعَثَ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ مُحَمَّدًا
رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَ آلِهِ لِإِنْجَازِ عِدَتِهِ، وَ
تَمَامِ نُبُوَّتِهِ - مَأْخُوذًا عَلَى
النَّبِيِّينَ مِيثَاقُهُ، مَشْهُورَةً
سِمَاتُهُ، كَرِيمًا مِيلَادُهُ - وَ
أَهْلُ الْأَرْضِ يَوْمَئِذٍ مِلَلٌ
مُتَفَرِّقَةٌ - وَ أَهْوَاءٌ مُنْتَشِرَةٌ -
وَ طَوَائِفُ مُتَشَتِّتَةٌ بَيْنَ
مُشَبِّهٍ لِلّٰهِ بِخَلْقِهِ أَوْ مُلْحِدٍ
فِي اسْمِهِ أَوْ مُشِيرٍ إِلَى غَيْرِهِ -
فَهَدَاهُمْ بِهِ مِنَ الضَّلَالَةِ
وَ أَنْقَذَهُمْ بِمَكَانِهِ مِنَ
الْجَهَالَةِ - ثُمَّ اخْتَارَ سُبْحَانَهُ
لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ

کے کبھی یُونہی نہیں چھوڑا - ایسے رسُول، جنھیں تعداد کی کمی اور جھٹلانے والوں کی کثرت درماندہ و عاجز نہیں کرتی تھی - اُن میں کوئی سابق تھا، جس نے بعد میں آنے والے کا نام و نشان بتایا - کوئی بعد میں آیا، جسے پہلا پہچنوا چکا تھا - اسی طرح مدّتیں گزر گئیں - زمانے بیت گئے - باپ داداؤں کی جگہ پر اُن کی اولادیں بس گئیں - یہاں تک کہ اللہ سُبحانہٗ نے ایفائے عہد و اتمامِ نبوّت کے لیے محمد صلّی اللہ علیہ وآلہٖ کو مبعُوث کیا، جن کے متعلق نبیوں سے عہد و پیمان لیا جا چکا تھا، جن کے علامات (ظہُور) مشہور محل ولادت مُبارک و مسعُود تھا - اس وقت زمین پر بسنے والوں کے مسلک جُدا جُدا خواہشیں متفرق و پراگندہ اور راہیں الگ الگ تھیں - یُوں کہ کچھ اللہ کو مخلوق سے تشبیہہ دیتے، کچھ اس کے ناموں کو بگاڑ دیتے - کچھ اُسے چھوڑ کر اوروں کی طرف اشارہ کرتے تھے - خداوندِ عالم نے آپ کی وجہ سے اُنھیں گمراہی سے ہدایت کی راہ پر لگایا اور آپ کے وجُود سے اُنھیں جہالت سے چھڑایا - پھر اللہ سبحانہٗ نے محمد صلّی اللہ علیہ وآلہٖ کو اپنے لقاء و قُرب کے لیے چُنا، اپنے خاص انعامات آپ کے لیے پسند فرمائے اور دارِ دُنیا کی بُود و باش سے آپ کو بلند تر سمجھا اور زحمتوں سے گھری ہُوئی جگہ سے آپ کے رُخ کو موڑا اور دُنیا سے باعزت آپ کو اٹھا لیا - حضرت تم میں اسی طرح کی چیز چھوڑ گئے، جو انبیاء اپنی امتوں میں چھوڑتے چلے

لِقَآءَهُ - وَرَضِيَ لَهُ مَا عِنْدَهُ
وَأَكْرَمَهُ عَنْ دَارِ الدُّنْيَا وَرَغِبَ
بِهِ عَنْ مَقَارَنَةِ الْبَلْوَى - فَقَبَضَهُ
إِلَيْهِ كَرِيمًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
وَخَلَّفَ فِيكُمْ مَا خَلَّفَتِ الْأَنْبِيَاءُ
فِي أُمَمِهَا إِذْ لَمْ يَتْرُكُوهُمْ
هَمَلًا - بِغَيْرِ طَرِيقٍ وَاضِحٍ -
وَلَا عَلَمٍ قَائِمٍ: كِتَابَ رَبِّكُمْ
مُبَيِّنًا حَلَالَهُ وَحَرَامَهُ
وَفَرَائِضَهُ وَفَضَائِلَهُ وَنَاسِخَهُ
وَمَنْسُوخَهُ - وَرُخَصَهُ وَعَزَائِمَهُ
وَخَاصَّهُ وَعَامَّهُ - وَعِبَرَهُ
وَأَمْثَالَهُ - وَمُرْسَلَهُ وَمَحْدُودَهُ
وَمُحْكَمَهُ وَمُتَشَابِهَهُ -
مُفَسِّرًا مُجْمَلَهُ وَمُبَيِّنًا
غَوَامِضَهُ - بَيْنَ مَأْخُوذٍ
مِيثَاقُ عِلْمِهِ وَمُوَسَّعٍ عَلَى
الْعِبَادِ فِي جَهْلِهِ - وَبَيْنَ مُثْبَتٍ
فِي الْكِتَابِ فَرْضُهُ، وَمَعْلُومٍ فِي
السُّنَّةِ نَسْخُهُ، وَوَاجِبٍ فِي السُّنَّةِ
أَخْذُهُ - وَمُرَخَّصٍ فِي الْكِتَابِ
تَرْكُهُ - وَبَيْنَ وَاجِبٍ بِوَقْتِهِ - وَ
زَائِلٍ فِي مُسْتَقْبَلِهِ - وَمُبَايَنٌ
بَيْنَ مَحَارِمِهِ مِنْ كَبِيرٍ أَوْعَدَ عَلَيْهِ نِيرَانَهُ
أَوْ صَغِيرٍ أَرْصَدَ لَهُ غُفْرَانَهُ - وَبَيْنَ

آئے تھے - اِس لیے کہ وُہ طریق واضح و نشانِ محکم قائم کیے بغیر یوُں ہی بے قید و بند انھیں نہیں چھوڑتے تھے - پیغمبرؐ نے تمھارے پروردگار کی کتاب تم میں چھوڑی ہے - اِس حالت میں کہ اُنھوں نے کتاب کے حلال و حرام ، واجبات و مستحبات ، ناسخ و منسوخ رُخص و عزائم ، خاص و عام ، عبر و امثال ، مقید و مطلق ، محکم و متشابہ کو واضح طور سے بیان کر دیا مُجمل آیتوں کی تفسیر کر دی - اُس کی گتھیوں کو سُلجھا دیا اس میں کچھ آیتیں وہ ہیں ، جن کے جاننے کی پابندی عائد کی گئی ہے اور کچھ وُہ ہیں کہ اگر اُس کے بندے اُن سے ناواقف رہیں تو مضائقہ نہیں ، کچھ احکام ایسے ہیں جن کا وجُوب کتاب سے ثابت ہے اور حدیث سے اُن کے منسوخ ہونے کا پتہ چلتا ہے اور کچھ احکام ایسے ہیں ، جن پر عمل کرنا حدیث کی رُو سے واجب ہے ، لیکن کتاب میں اُن کے ترک کی اجازت ہے - اس کتاب میں بعض واجبات ایسے ہیں جن کا وجُوب وقت سے وابستہ ہے اور زمانۂ آئندہ میں اُن کا وجُوب برطرف ہو جاتا ہے - قرآن کے محرمات میں بھی تفریق ہے - کچھ کبیرہ ہیں ، جن کے لیے آتشِ جہنم کی دھمکیاں ہیں اور کچھ صغیرہ ہیں جن کے لیے مغفرت کے توقعات پیدا کیے ہیں - کچھ اعمال ایسے ہیں جن کا تھوڑا سا حصہ بھی مقبول ہے ، اور زیادہ سے زیادہ اضافہ کی گنجائش رکھی ہے -

اسی خطبہ میں حج کے سلسلہ میں فرمایا : اللہ نے اپنے گھر کا حج تم پر واجب کیا ، جسے لوگوں کا قبلہ بنایا ہے ،

مَقبُولٍ فِي أدنَاهُ مُوَسَّعٍ فِي أقصَاهُ

منها ذكر في الحج

وَفَرَضَ عَلَيكُم حَجَّ بَيتِهِ الحَرَامِ الَّذِي جَعَلَهُ قِبلَةً لِلأنَامِ يَرِدُونَهُ وُرُودَ الأنعَامِ وَيَألَهُونَ إلَيهِ وُلُوهَ الحَمَامِ جَعَلَهُ سُبحَانَهُ عَلَامَةً لِتَوَاضُعِهِم لِعَظَمَتِهِ وَإذعَانِهِم لِعِزَّتِهِ وَاختَارَ مِن خَلقِهِ سُمَّاعًا أجَابُوا إلَيهِ دَعوَتَهُ وَصَدَّقُوا كَلِمَتَهُ۔ وَوَقَفُوا مَوَاقِفَ أنبِيَائِهِ۔ وَتَشَبَّهُوا بِمَلَائِكَتِهِ المُطِيفِينَ بِعَرشِهِ يُحرِزُونَ الأربَاحَ فِي مَتجَرِ عِبَادَتِهِ۔ وَيَتَبَادَرُونَ عِندَ مَوعِدِ مَغفِرَتِهِ۔ جَعَلَهُ سُبحَانَهُ وَتَعَالَى لِلإسلَامِ عَلَمًا وَلِلعَائِذِينَ حَرَمًا۔ فَرَضَ حَجَّهُ وَأوجَبَ حَقَّهُ وَكَتَبَ عَلَيكُم وِفَادَتَهُ فَقَالَ سُبحَانَهُ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ البَيتِ مَنِ استَطَاعَ إلَيهِ سَبِيلًا وَمَن كَفَرَ فَإنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ العَالَمِينَ۔

جہاں لوگ اِس طرح کھنچ کر آتے ہیں۔ جس طرح پیاسے حیوان پانی کی طرف اور اس طرح وارفتگی سے بڑھتے ہیں، جس طرح کبوتر اپنے آشیانوں کی جانب اللہ جل شانہٗ نے اس کو اپنی عظمت کے سامنے ان کی فروتنی و عاجزی اور اپنی عزت کے اعتراف کا نشان بنایا ہے اُس نے اپنی مخلوق میں سے سننے والے لوگ چُن لیے جنھوں نے اِس کی آواز پر لبیک کہی اور اُس کے کلام کی تصدیق کی وہ انبیا کی جگھوں پر ٹھیرے۔ عرش پر طواف کرنے والے فرشتوں سے شباہت اختیار کی۔ وہ اپنی عبادت کی تجارت گاہ میں منفعتوں کو سمیٹتے ہیں اور اس کی وعدہ گاہ مغفرت کی طرف بڑھتے ہیں۔ اللہ سُبحانہٗ نے اس گھر کو اسلام کا نشان پناہ چاہنے والوں کے لیے حرم بنایا ہے۔ اس کا حج فرض اور ادائیگی حق کو واجب کیا ہے اور اس کی طرف راہ نوردی فرض کر دی ہے۔ چنانچہ اللہ نے قرآن میں فرمایا کہ اللہ کا واجب الادا حق لوگوں پر یہ ہے کہ وہ خانۂ کعبہ کا حج کریں، جنھیں وہاں تک پہنچنے کی استطاعت ہو اور جس نے کفر کیا تو جان لے کہ اللہ سارے جہان سے بے نیاز ہے۔

---

[1] "دین کی اصل واساس خداشناسی ہے"۔ دین کے لغوی معنی اطاعت اور عرفی معنی شریعت کے ہیں۔ یہاں خواہ لغوی معنی مراد لیے جائیں یا عرفی دونوں صورتوں میں اگر ذہن کسی معبود کے تصور سے خالی ہو، تو نہ اطاعت کا سوال پیدا ہوتا ہے اور نہ کسی آئین کی پابندی کا کیونکہ جب کوئی منزل ہی سامنے نہ ہوگی، تو منزل کے رُخ پر بڑھنے کے کیا معنی اور جب کوئی مقصد ہی پیشِ نظر نہ ہوگا تو اُس کے لیے تگ و دو کرنے کا کیا مطلب! البتہ جب انسان کی عقل و فطرت اس کا سررشتہ کسی مافوق الفطرت طاقت سے جوڑ دیتی ہے اور اس کا ذوق پرستاری و جذبۂ عبودیت اسے کسی معبود کے

آگے مجھکا دیتا ہے، تو وُہ من مانی گزارنے کے بجائے اپنی زندگی کو مختلف قسم کی پابندیوں میں جکڑا ہوا محسوس کرتا ہے اور انھی پابندیوں کا نام دین ہے۔ جس کا نقطۂ آغاز صانع کی معرفت اور اُس کی ہستی کا اعتراف ہے۔

معرفت کی بُنیادی حیثیت کی طرف اشارہ کرنے کے بعد اس کے ضروری ارکان و شرائط بیان فرمائے ہیں۔ اور عموماً افرادِ انسانی جن ناقص مراتب ادراک کو اپنی منزلِ آخر بنا کر قانع ہو جاتے ہیں۔ ان کے ناکافی ہونے کا اظہار فرمایا ہے اور اس کا پہلا درجہ یہ ہے کہ فطرت کے وجدانی احساس اور ضمیر کی راہنمائی سے یا اہلِ مذاہب کی زبان سے سُن کر اُس اَن دیکھی ہستی کا تصور ذہن میں پیدا ہو جائے جو خدا کہی جاتی ہے۔ یہ تصور درحقیقت فکر و نظر کی ذمہ داری اور تحصیلِ معرفت کا حکم عائد ہونے کا عقلاً پیش خیمہ ہے۔ لیکن تساہل پسند یا ماحول کے دباؤ میں اسیر ہستیاں اس تصور کے پیدا ہونے کے باوجود طلب کی زحمت گوارا نہیں کرتیں تو وہ تصور تصدیق کی شکل اختیار نہیں کرتا۔ اِس صورت میں وہ معرفت سے محروم ہو جاتی ہیں اور باوجودِ تصور، بمنزل تصدیق سے ان کی محرومی چونکہ بالاختیار ہوتی ہے۔ اِس لیے وُہ اِس پر مواخذہ کی مستحق ہوتی ہیں، لیکن جو اس تصور کی تحریک سے متاثر ہو کر قدم آگے بڑھاتا ہے وہ غور و فکر ضروری سمجھتا ہے اور اس طرح دوسرا درجہ ادراک کا حاصل ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ مخلوقات کی بوقلمونیوں اور مصنوعات کی نیرنگیوں سے صانع عالم کا کھوج لگایا جائے۔ کیونکہ ہر نقش نقاش کے وجود پر اور ہر اثر مؤثر کی کارفرمائی پر ایک ٹھوس اور بے لچک دلیل ہے۔ چنانچہ انسان جب اپنے گرد و پیش نظر دوڑاتا ہے، تو اُسے ایسی کوئی چیز دکھائی نہیں دیتی کہ جو کسی صانع کی کارفرمائی کے بغیر موجود ہو گئی ہو۔ یہاں تک کہ کوئی نقش قدم بغیر راہرو کے اور کوئی عمارت بغیر معمار کے کھڑی ہوتے ہوئے نہیں دیکھتا، تو کیونکر یہ باور کر سکتا ہے کہ یہ فلک نیلگوں اور اس کی پہنائیوں میں آفتاب و ماہتاب کی تجلیاں اور یہ زمین اور اس کی وُسعتوں میں سبزہ و گل کی رعنائیاں بغیر کسی صانع کی صنعت طرازی کے موجود ہو گئی ہوں گی۔ لہٰذا موجوداتِ عالم اور نظمِ کائنات کو دیکھنے کے بعد کوئی انسان اِس نتیجہ تک پہنچنے سے اپنے دل و دماغ کو نہیں روک سکتا کہ اس جہانِ رنگ و بو کا کوئی بنانے سنوارنے والا ہے۔ کیونکہ تہی دامانِ وجود سے فیضانِ وجود نہیں ہو سکتا اور نہ عدم سے وجود کا سرچشمہ پھوٹ سکتا ہے۔ قرآن نے اس استدلال کی طرف ان لفظوں میں اشارہ کیا ہے: "فی اللہ شک فاطر السمٰوات والارض" کیا اللہ کے وجود میں شک ہو سکتا ہے جو زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا ہے۔ لیکن یہ درجہ بھی ناکافی ہے۔ جبکہ اس کی تصدیق میں غیر کی الوہیت کے عقیدہ کی آمیزش ہو

تیسرا درجہ یہ ہے کہ اس کی ہستی کا اقرار وحدت و یگانگت کے اعتراف کے ساتھ ہو۔ بغیر اس کے خدا کی تصدیق مکمل نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ جس کے ساتھ اور بھی خدا مانے جائیں گے۔ وہ ایک نہیں ہوگا اور خدا کے لیے ایک ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ ایک سے زائد ہونے کی صورت میں یہ سوال پیدا ہوگا کہ اس کائنات کو ان میں سے ایک نے پیدا کیا ہے یا سب

نے مل جل کر اگر ایک نے پیدا کیا ہے، تو اس میں کوئی خصوصیت ہونا چاہیئے ورنہ اس ایک کو بلا وجہ ترجیح ہوگی جو عقلاً باطل ہے، اور اگر سب نے مل جل کر بنایا ہے تو دو حال سے خالی نہیں یا تو وہ دوسروں کی مدد کے بغیر اپنے امور کی انجام دہی نہ کر سکتا ہوگا یا ان کی شرکت و تعاون سے بے نیاز ہوگا۔ پہلی صورت میں اس کا محتاج و دست نگر ہونا اور دوسری صورت میں ایک فعل کے لیے کئی ایک مستقل فاعلوں کا کارفرما ہونا لازم آئے گا اور یہ دونوں صورتیں اپنے مقام پر باطل کی جا چکی ہیں اور اگر یہ فرض کیا جائے کہ سارے خداؤں نے حصہ رسدی مخلوقات کو آپس میں بانٹ کر ایجاد کیا ہے، تو اس صورت میں تمام ممکنات کی ہر واجب الوجود سے یکساں نسبت نہ رہے گی، بلکہ صرف اپنے بنانے والے ہی سے نسبت ہوگی۔ حالاں کہ ہر واجب کو ہر ممکن سے اور ہر ممکن کو ہر واجب سے یکساں نسبت ہونا چاہیئے۔ کیونکہ تمام ممکنات اثر پذیری میں اور تمام واجب الوجود اثر اندازی میں ایک سے مانے گئے ہیں۔ تو اب اسے ایک مانے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے، کیونکہ متعدد خالق ماننے کی صورت میں کسی چیز کے موجود ہونے کی گنجائش ہی باقی نہیں رہتی اور زمین و آسمان اور کائنات کی ہر شے کے لیے تباہی و بربادی ضروری قرار پاتی ہے۔ اللہ سبحانہ نے اس دلیل کو ان لفظوں میں پیش کیا ہے۔ لو کان فیہما اٰلہۃ الا اللہ لفسدتا۔ اگر زمین و آسمان میں اللہ کے علاوہ اور بھی خدا ہوتے، تو یہ زمین و آسمان دونوں تباہ و برباد ہو جاتے۔

چوتھا درجہ یہ ہے کہ اسے ہر نقص و عیب سے پاک سمجھا جائے اور جسم و صورت، تمثیل و تشبیہ، مکان و زمان، حرکت و سکون اور عجز و جہل سے منزہ مانا جائے۔ کیونکہ اس باکمال و بے عیب ذات میں نہ کسی نقص کا گزر ہو سکتا ہے نہ اس کے دامن پر کسی عیب کا دھبہ ابھر سکتا ہے اور نہ اس کو کسی کے مثل و مانند ٹھہرایا جا سکتا ہے۔ کیونکہ یہ تمام چیزیں وجوب کی بلندیوں سے اتار کر امکان کی پستیوں میں لے آنے والی ہیں۔ چنانچہ قدرت نے توحید کے پہلو بہ پہلو اپنی تنزیہہ و تقدیس کو بھی جگہ دی ہے۔

(۱) قل ھو اللہ احد اللہ الصمد لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفواً احدٌ	کہہ دو کہ اللہ یگانہ ہے۔ اس کی ذات بے نیاز ہے۔ نہ وہ کسی کی اولاد ہے نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ اس کا کوئی ہم پلہ ہے۔
(۲) لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار وھو اللطیف الخبیر ۞	اس کو نگاہیں دیکھ نہیں سکتیں، البتہ وہ نگاہوں کو دیکھ رہا ہے اور وہ ہر چھوٹی سے چھوٹی چیز سے آگاہ اور باخبر ہے۔
(۳) فلا تضربوا للہ الامثال ان اللہ یعلم وانتم لا تعلمون ۞	اللہ کے لیے مثالیں نہ گڑھ لیا کرو۔ بے شک اصل حقیقت کو اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔
(۴) لیس کمثلہ شیٔ وھو السمیع البصیر	کوئی چیز اس کے مانند نہیں ہے، وہ سنتا بھی ہے اور دیکھتا بھی ہے۔

پانچواں درجہ یہ ہے جس سے معرفت مکمل ہوتی ہے کہ اس کی ذات میں صفتوں کو الگ سے نہ سمویا جائے کہ ذات احدیت میں دوئی کی جھلک پیدا ہو جائے اور توحید اپنے صحیح مفہوم کو کھو کر ایک تین اور تین ایک کے چکر میں پڑ جائے۔ کیونکہ اس کی ذات جو ہر

غرض کا مجموعہ نہیں کہ اس میں صفتیں اس طرح قائم ہوں جس طرح پھولوں میں خوشبو اور ستاروں میں چمک بلکہ اس کی ذات خود تمام صفتوں کا سرچشمہ ہے اور وہ اپنے کمالاتِ ذاتی کے اظہار کے لیے کسی توسط کی محتاج نہیں ہے۔ اگر اسے عالم کہا جاتا ہے تو اس بنا پر کہ اس کے علم کے آثار نمایاں ہیں اور اگر اسے قادر کہا جاتا ہے تو اس لیے کہ ہر ذرہ اس کی قدرت و کارفرمائی کا پتہ دے رہا ہے اور سمیع و بصیر کہا جاتا ہے تو اس وجہ سے کہ کائنات کی شیرازہ بندی اور مخلوقات کی چارہ سازی دیکھے اور سنے بغیر نہیں ہو سکتی۔ مگر ان صفتوں کی نمود اس کی ذات میں اس طرح نہیں ٹھہرائی جا سکتی، جس طرح ممکنات میں کہ اس میں علم آئے تو وہ عالم ہو اور ہاتھ پیروں میں توانائی آئے تو وہ قادر و توانا ہو کیونکہ صفت کو ذات سے الگ ماننے کا لازمی نتیجہ دوئی ہے اور جہاں "دوئی" کا تصور ہوا وہاں توحید کا عقیدہ رخصت ہوا۔ اسی لیے امیر المومنین علیہ السلام نے زائد بر ذات صفات کی نفی فرما کر صحیح توحید کے خد و خال سے آشنا فرمایا ہے اور دامنِ وحدت کو کثرت کے دھبوں سے بدنما نہیں ہونے دیا۔ اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ اس کے لیے کوئی صفت تجویز ہی نہیں کی جا سکتی کہ ان لوگوں کے مسلک کی تائید ہو جو سلبی تصورات کے بھیانک، اندھیروں میں ٹھوکریں کھا رہے ہیں۔ حالانکہ کائنات کا گوشہ گوشہ اس کی صفتوں کے آثار سے چھلک رہا ہے اور مخلوقات کا ذرہ ذرہ گواہی دے رہا ہے کہ وہ جاننے والا ہے، قدرت والا ہے، سننے اور دیکھنے والا ہے اور اپنے دامنِ ربوبیت میں پالنے والا اور سایۂ رحمت میں پروان چڑھانے والا ہے۔ بلکہ مقصد یہ ہے کہ اس کی ذات میں الگ سے کوئی ایسی چیز تجویز نہیں کی جا سکتی کہ اسے صفت سے تعبیر کرنا صحیح ہو۔ کیونکہ جو ذات ہے وہی صفت ہے اور جو صفت ہے وہی ذات ہے۔ اسی مطلب کو امام جعفر صادق سلام اللہ علیہ کی زبانِ فیض ترجمان سے سماعت فرمائے اور پھر مذاہبِ عالم کے عقیدہ توحید کو اس کی روشنی میں دیکھئے اور پرکھئے کہ توحید کے صحیح مفہوم سے روشناس کرانے والی فرد یاں کون تھیں، چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔

لم یزل ربنا عزوجل والعلم ذاته و لامعلوم والسمع ذاته ولامسموع و البصر ذاته ولامبصر والقدرة ذاته ولامقدور فلما احدث الاشياء وكان المعلوم وقع العلم منه على المعلوم والسمع على المسموع والبصر على المبصر والقدرة على المقدور۔

(توحید صدوق)

ہمارا خدائے بزرگ و برتر ہمیشہ سے عینِ علم رہا حالانکہ معلوم ابھی کتمِ عدم میں تھا اور عینِ سمع و بصر رہا۔ حالانکہ نہ کسی آواز کی گونج بلند ہوئی تھی اور نہ کوئی دکھائی دینے والی چیز تھی اور عینِ قدرت رہا حالانکہ قدرت کے اثرات کو قبول کرنے والی کوئی شے نہ تھی۔ پھر جب اس نے ان چیزوں کو پیدا کیا اور معلوم کا وجود ہوا تو اس کا علم معلومات پر پوری طرح منطبق ہوا خواہ وہ سنی جانے والی صدائیں ہوں یا دیکھی جانے والی چیزیں ہوں اور مقدور کے تعلق سے اس کی قدرت نمایاں ہوئی

یہ وہ عقیدہ ہے جس پر ائمہ اہل بیت کا اجماع ہے مگر سوادِ اعظم نے اس کے خلاف دوسرا راستہ اختیار کیا ہے اور ذات و صفات

میں علیحدگی کا تصور پیدا کر دیا ہے۔ چنانچہ شہرستانی نے تحریر کیا ہے کہ

قال ابوالحسن الباری تعؑ عالم بعلم قادر بقدرۃ حی بحیاۃ مرید بارادۃ متکلم بکلام سمیع بسمع بصیر ببصر۔ (کتاب الملل والنحل ص۴۲)

ابوالحسن اشعری کہتے ہیں کہ باری تعالیٰ علم، قدرت، حیات، اِرادہ، کلام اور سمع و بصر کے ذریعہ عالم، قادر، زندہ، مُرید، متکلم اور سمیع و بصیر ہے۔

اگر صفتوں کو اس طرح زائد بر ذات مانا جائے گا تو دو حال سے خالی نہیں یا تو یہ صفتیں ہمیشہ سے اس میں ہوں گی یا بعد میں طاری ہوئی ہوں گی۔ پہلی صورت میں جتنی اس کی صفتیں مانی جائیں گی اتنے ہی قدیم اور ماننا پڑیں گے، جو قدامت میں اس کے شریک ہوں گے۔ تعالی اللہ عما یشرکون، اور دُوسری صورت میں اس کی ذات کو محلِ حوادث قرار دینے کے علاوہ یہ لازم آئے گا کہ وہ ان صفتوں کے پیدا ہونے سے پہلے نہ عالم ہو، نہ قادر نہ سمیع ہو اور نہ بصیر اور یہ عقیدہ اساسی طور پر اسلام کے خلاف ہے

۵ قرآنِ مجید کے احکام کے سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ اس میں حلال و حرام کا بیان ہے جیسے "احل اللہ البیع وحرم الربوا۔ اللہ نے خرید و فروخت کو جائز کیا ہے اور سود کو حرام کر دیا ہے"۔ اس میں فرائض و مستحبات کا ذکر ہے، جیسے فاذا قضیتم الصلوٰۃ فاذکروا اللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبکم۔ فاذا اطمأننتم فاقیموا الصلوٰۃ (جب نماز (خوف) ادا کر چکو تو اُٹھتے بیٹھتے لیٹتے اللہ کو یاد کرو اور جب (دُشمن کی طرف سے) مطمئن ہو جاؤ، تو پھر (معمول کے مطابق) نماز پڑھا کرو) نماز فرض ہے اور دُوسرے اذکار مستحب ہیں۔ اس میں ناسخ و منسوخ بھی ہیں۔ ناسخ جیسے عدۃ وفات میں اربعۃ اشھر وعشرا (چار مہینے دس دن) اور منسوخ جیسے متاعاً الی الحول غیر اخراج جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عدۂ وفات ایک سال ہے اس میں مخصوص مواقع پر حرام چیزوں کے لیے رخصت و اجازت بھی ہے جیسے فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا اثم علیہ۔ اگر کوئی شخص بحالتِ مجبُوری (حرام چیزوں میں سے کچھ کھالے، تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔ در آں صورتیکہ حدودِ شریعت کو توڑنا اور ان سے متجاوز ہونا نہ چاہتا ہو" اس میں اٹل احکام بھی ہیں جیسے لایشرک بعبادۃ ربہ احدا۔ چاہیے کہ وہ اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو شریک، نہ کرے"۔ اس میں خاص و عام بھی ہیں۔ خاص وہ کہ جس کے لفظ میں وُسعت ہو اور معنی مقصود کا دائرہ محدود ہو جیسے وانی فضلتکم علی العالمین اے بنی اسرائیل ہم نے تمھیں عالمین پر فضیلت دی ہے"۔ اس میں عالمین سے صرف انہی کا زمانہ مراد ہے اگرچہ لفظ تمام جہانوں کو شامل ہے اور عام وہ ہے جو اپنے معنی میں پھیلاؤ رکھتا ہو۔ جیسے واللہ بکل شیئ علیم" اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے"۔ اس میں عبرتیں اور مثالیں بھی ہیں۔ عبرتیں جیسے فاخذہ اللہ نکال الاخرۃ والاولی ان فی ذلک لعبرۃ لمن یخشیٰ! "خدا نے اسے دُنیا و آخرت کے عذاب میں دھر لیا۔ جو اللہ سے ڈرے ان کے لیے اس میں عبرت کا سامان ہے"۔ اور مثالیں جیسے مثل الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللہ کمثل جنۃ انبتت

سبع سنابل فی کل سنبلۃ مائۃ حبۃ - جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں - ان کی مثال اُس بیج کی سی ہے جس سے سات بالیاں نکلیں اور ہر بالی میں سو سو دانے ہوں"۔ اس میں مطلق و مقید ہیں۔ مطلق وہ کہ جس میں کسی قسم کی تقیید و پابندی نہ ہو جیسے واذ قال موسیٰ لقومہ ان اللہ یامرکم ان تذبحوا بقرۃ - اس موقعہ کو یاد کرو کہ جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ تمہیں اللہ کا یہ حکم ہے کہ تم کوئی سی گائے ذبح کرو"۔ اور مقید وہ کہ جس میں تشخص و قیود کی پابندی ہو جیسے انہ یقول انہا بقرۃ لا ذلول تثیر الارض ولا تسقی الحرث اللہ فرماتا ہے کہ وہ ایسی گائے ہو جو نہ ہل میں جوتی گئی ہو اور نہ اس سے کھیتوں کو سینچا گیا ہو"۔ اس میں محکم و متشابہ بھی ہیں۔ محکم وہ کہ جس میں کوئی گنجلک نہ ہو جیسے ان اللہ علی کل شیءٍ قدیر" بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے"۔ اور متشابہ وہ کہ جس کے معنی اُلجھے ہوئے ہوں - جیسے الرحمن علی العرش استوی جس کے ظاہر مفہوم سے یہ توہم بھی ہوتا ہے کہ وہ جسمانی طور سے عرش پر برقرار ہے لیکن مقصود غلبہ و تسلط ہے - اس میں بعض احکام مجمل ہیں جیسے اقیموا الصلوٰۃ نماز قائم کرو"۔ اس میں گہرے مطالب بھی ہیں۔ جیسے وہ آیات کہ جن کے متعلق قدرت کا ارشاد ہے کہ لایعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم ان کی تاویل کو اللہ اور رسول اور علم کی گہرائیوں میں اُترے ہوئے لوگوں کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں جانتا۔ پھر ایک دوسرے عنوان سے تفصیل بیان فرماتے ہیں کہ اس میں کچھ کچھ چیزیں وہ ہیں جن کا جاننا ضروری ہے جیسے فاعلم انہ لا الٰہ الا اللہ - اس بات کو جان لو کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں"۔ اور کچھ چیزیں وہ ہیں جن کا جاننا ضروری نہیں ہے جیسے الم وغیرہ اور اس میں کچھ احکام ایسے ہیں جو سُنّتِ پیغمبر سے منسوخ ہو گئے ہیں۔ جیسے واللاتی یاتین الفاحشۃ من نساءکم فاستشھدوا علیھن اربعۃ منکم فان شھدوا فامسکوھن فی البیوت حتی یتوفاھن الموت تمہاری عورتوں میں سے جو بدچلنی کی مرتکب ہوں، اُن کی بدکاری پر اپنے آدمیوں میں سے چار کی گواہی لو۔ اور اگر وہ گواہی دیں، تو ایسی عورتوں کو گھروں میں بند کر دو، یہاں تک کہ موت اُن کی زندگی ختم کر دے"۔ یہ سزا اوائل اسلام میں تھی۔ لیکن بعد میں شوہردار عورتوں کے لیے اس حکم کو حکمِ رجم سے منسوخ کر دیا گیا۔ اس میں کچھ احکام ایسے ہیں جن سے سُنّتِ پیغمبر منسوخ ہو گئی۔ جیسے فول وجھک شطر المسجد الحرام چاہیئے کہ تم اپنا رُخ مسجد حرام کی طرف موڑ لو"۔ اس سے بیت المقدس کی طرف رُخ کرنے کا حکم منسوخ کر دیا گیا۔ اس میں ایسے احکام بھی ہیں جو صرف مقررہ وقت پر واجب ہوتے ہیں اور اس کے بعد ان کا وجوب باقی نہیں رہتا جیسے اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ جب جمعہ کے دن نماز کے لیے پکارا جائے، تو ذکرِ الٰہی کی طرف جلدی سے بڑھو"۔ اس میں حرام کردہ چیزوں کی تفریق بھی قائم کی گئی ہے۔ جیسے گناہوں کا صغیرہ و کبیرہ ہونا۔ صغیرہ جیسے قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم ایمان والوں سے کہو کہ وہ اپنی آنکھیں نیچی رکھیں اور کبیرہ جیسے ومن یقتل مؤمنا متعمدا فجزاؤہ جہنم خالدا فیہا "جو شخص کسی مومن کو جان بوجھ کر مار ڈالے اس کی سزا دوزخ ہے، جس میں وہ ہمیشہ رہے گا"۔ اس میں ان اعمال کا بھی ذکر ہے، جنھیں تھوڑا سا بجالانا بھی کفایت کرتا ہے اور زیادہ سے زیادہ بجالانے کی بھی گنجائش ہے، جیسے فاقرؤا ما تیسر من القرآن "جتنا باآسانی قرآن پڑھ سکو اتنا پڑھ لیا کرو"۔

خطبہ ۲

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بَعْدَ انْصِرَافِهِ مِنْ صِفِّيْنَ
أَحْمَدُهُ اسْتِتْمَامًا لِنِعْمَتِهِ وَاسْتِسْلَامًا
لِعِزَّتِهِ - وَاسْتِعْصَامًا مِنْ مَعْصِيَتِهِ. وَ
أَسْتَعِيْنُهُ فَاقَةً إِلَى كِفَايَتِهِ إِنَّهُ لَا يَضِلُّ
مَنْ هَدَاهُ - وَلَا يَئِلُ مَنْ عَادَاهُ وَلَا
وَلَا يَفْتَقِرُ مَنْ كَفَاهُ فَإِنَّهُ أَرْجَحُ
مَا وُزِنَ وَأَفْضَلُ مَا خُزِنَ - وَأَشْهَدُ
أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ
شَهَادَةً مُمْتَحَنًا إِخْلَاصُهَا مُعْتَقَدًا
مُصَاصُهَا نَتَمَسَّكُ بِهَا أَبَدًا مَا أَبْقَانَا
وَنَدَّخِرُهَا لِأَهَاوِيْلِ مَا يَلْقَانَا فَإِنَّهَا
عَزِيْمَةُ الْإِيْمَانِ - وَفَاتِحَةُ الْإِحْسَانِ
وَمَرْضَاةُ الرَّحْمٰنِ - وَمَدْحَرَةُ الشَّيْطٰنِ
وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ
أَرْسَلَهُ بِالدِّيْنِ الْمَشْهُوْرِ - وَالْعَلَمِ
الْمَأْثُوْرِ وَالْكِتَابِ الْمَسْطُوْرِ وَالنُّوْرِ
السَّاطِعِ - وَالضِّيَاءِ اللَّامِعِ - وَالْأَمْرِ
الصَّادِعِ - إِزَاحَةً لِلشُّبُهَاتِ وَاحْتِجَاجًا
بِالْبَيِّنَاتِ وَتَحْذِيْرًا بِالْآيَاتِ - وَ
تَخْوِيْفًا بِالْمَثُلَاتِ وَالنَّاسُ فِيْ
فِتَنٍ انْجَذَمَ فِيْهَا حَبْلُ الدِّيْنِ وَ
تَزَعْزَعَتْ سَوَارِي الْيَقِيْنِ وَاخْتَلَفَ
النَّجْرُ وَتَشَتَّتَ الْأَمْرُ - وَضَاقَ الْمَخْرَجُ
وَعَمِيَ الْمَصْدَرُ فَالْهُدٰى خَامِلٌ وَالْعَمٰى

صفین سے پلٹنے کے بعد فرمایا

اللہ کی حمد و ثنا کرتا ہوں، اس کی نعمتوں کی تکمیل چاہنے اس کی عزت و جلال کے آگے سر جھکانے اور اس کی معصیت سے حفاظت حاصل کرنے کے لیے اور اس سے مدد مانگتا ہوں اس کی کفایت و دستگیری کا محتاج ہونے کی وجہ سے۔ جسے وہ ہدایت کرے وہ گمراہ نہیں ہوتا، جسے وہ دشمن رکھے، اُسے کہیں ٹھکانا نہیں ملتا، جس کا وہ کفیل ہو وہ کسی کا محتاج نہیں رہتا۔ یہ (حمد اور طلب امداد) وہ ہے جس کا ہر وزن میں آنے والی چیز سے پلہ بھاری ہے اور ہر گنج گراں مایہ سے بہتر و برتر ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں جو یکتا و لاشریک ہے ایسی گواہی جس کا خلوص پرکھا جا چکا ہے اور جس کا نچوڑ بغیر کسی شائبے کے دل کا عقیدہ بن چکا ہے۔ زندگی بھر ہم اسی سے وابستہ رہیں گے اور اسی کو پیش آنے والے خطرات کے لیے ذخیرہ بنا کر رکھیں گے۔ یہی گواہی ایمان کی مضبوط بنیاد اور حسنِ عمل کا پہلا قدم اور اللہ کی خوشنودی کا ذریعہ اور شیطان کی دوری کا سبب ہے اور یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کے عبد اور رسول ہیں جنہیں شہرت یافتہ دین، منقول شدہ نشان، لکھی ہوئی کتاب، ضوفشاں نور، چمکتی ہوئی روشنی اور فیصلہ کن امر کے ساتھ بھیجا تاکہ شکوک و شبہات کا ازالہ کیا جائے اور دلائل (کے زور) سے حجت تمام کی جائے۔ آیتوں کے ذریعے ڈرایا جائے اور عقوبتوں سے خوف زدہ کیا جائے (اس وقت حالت یہ تھی کہ) لوگ ایسے فتنوں میں مبتلا تھے، جہاں دین کے بندھن شکستہ، یقین کے ستون متزلزل، اصول مختلف اور حالات پراگندہ تھے۔ نکلنے کی راہیں تنگ و تاریک تھیں۔

شَامِلٌ عُصِيَ الرَّحْمٰنُ وَنُصِرَ الشَّيْطَانُ وَخُذِلَ الْإِيمَانُ فَانْهَارَتْ وَعَآئِمُهُ وَتَنَكَّرَتْ مَعَالِمُهُ وَدَرَسَتْ سُبُلُهُ وَعَفَتْ شُرُكُهُ. أَطَاعُوا الشَّيْطٰنَ فَسَلَكُوا مَسَالِكَهُ وَوَرَدُوا مَنَاهِلَهُ بِهِمْ سَارَتْ أَعْلَامُهُ. وَقَامَ لِوَاؤُهُ فِي فِتَنٍ دَاسَتْهُمْ بِأَخْفَافِهَا وَوَطِئَتْهُمْ بِأَظْلَافِهَا وَقَامَتْ عَلٰى سَنَابِكِهَا فَهُمْ فِيهَا تَائِهُونَ حَائِرُونَ جَاهِلُونَ مَفْتُونُونَ فِي خَيْرِ دَارٍ وَشَرِّ جِيرَانٍ نَوْمُهُمْ سُهُودٌ وَكُحْلُهُمْ دُمُوعٌ. بِأَرْضٍ عَالِمُهَا مُلْجَمٌ وَجَاهِلُهَا مُكْرَمٌ وَمِنْهَا يَعْنِي آلَ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ هُمْ مَوْضِعُ سِرِّهِ وَلَجَأُ أَمْرِهِ وَعَيْبَةُ عِلْمِهِ وَمَوْئِلُ حِكَمِهِ وَكُهُوفُ كُتُبِهِ وَجِبَالُ دِينِهِ بِهِمْ أَقَامَ انْحِنَاءَ ظَهْرِهِ وَأَذْهَبَ ارْتِعَادَ فَرَائِصِهِ (وَمِنْهَا يَعْنِي قَوْمًا آخَرِينَ) زَرَعُوا الْفُجُورَ وَسَقَوْهُ الْغُرُورَ. وَحَصَدُوا الثُّبُورَ لَا يُقَاسُ بِآلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ مِنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ أَحَدٌ وَلَا يُسَوّٰى بِهِمْ مَنْ جَرَتْ نِعْمَتُهُمْ عَلَيْهِ أَبَدًا. هُمْ أَسَاسُ الدِّينِ وَعِمَادُ الْيَقِينِ إِلَيْهِمْ

ہدایت گمنام اور ضلالت ہمہ گیر تھی۔ (کھلے خزانوں) اللہ کی مخالفت ہوتی تھی اور شیطان کو مدد دی جا رہی تھی۔ ایمان بے سہارا تھا۔ چنانچہ اس کے ستون گر گئے۔ اس کے نشان تک پہچاننے میں نہ آتے تھے۔ اس کے راستے مٹ مٹا گئے، اور شاہراہیں اُجڑ گئیں، وہ شیطان کے پیچھے لگ کر اس کی راہوں پر چلنے لگے اور اس کے گھاٹ پر اُتر پڑے۔ انہی کی وجہ سے اس کے پھریرے ہر طرف لہرانے لگے تھے ایسے فتنوں میں جو انہیں اپنے سموں سے روندتے اور اپنے کھروں سے کچلتے تھے اور اپنے پنجوں کے بل مضبوطی سے کھڑے ہوئے تھے۔ تو وہ لوگ ان میں حیران و سرگرداں، جاہل و فریب خوردہ تھے۔ ایک ایسے گھر میں جو خود اچھا، مگر اس کے بسنے والے بُرے تھے۔ جہاں نیند کے بجائے بیداری اور سُرمے کی جگہ آنسو تھے۔ اس سرزمین پر عالم کے مُنہ میں لگام تھی اور جاہل معزز و سرفراز تھا (اسی خطبہ کا ایک حصہ جو اہلبیت نبی سے متعلق ہے) وہ سرِ خدا کے امین اور اس کے دین کی پناہ گاہ ہیں علم الٰہی کے مخزن اور حکمتوں کے مرجع ہیں۔ کتب (آسمانی) کی گھاٹیاں اور دین کے پہاڑ ہیں۔ انہی کے ذریعے اللہ نے اس کی پشت کا خم سیدھا کیا اور اس کے پہلوؤں سے ضعف کی کپکپی دُور کی۔ (اسی خطبہ کا ایک حصہ جو دوسروں سے متعلق ہے) انہوں نے فسق و فجور کی کاشت کی غفلت و فریب کے پانی سے اسے سینچا اور اس سے ہلاکت کی جنس حاصل کی۔ اِس اُمت میں کسی کو آلِ محمدؐ پر قیاس نہیں کیا جا سکتا جن لوگوں پر ان کے احسانات ہمیشہ جاری رہے ہوں

يَفِيءُ الْغَالِي وَ بِهِمْ يَلْحَقُ التَّالِي وَ لَهُمْ خَصَائِصُ حَقِّ الْوِلَايَةِ وَفِيهِمُ الْوَصِيَّةُ وَالْوِرَاثَةُ الْآنَ إِذْ رَجَعَ الْحَقُّ إِلَى أَهْلِهِ وَنُقِلَ إِلَى مُنْتَقَلِهِ.

وہ ان کے برابر نہیں ہو سکتے۔ وہ دین کی بنیاد اور یقین کے ستون ہیں۔ آگے بڑھ جانے والے کو ان کی طرف پلٹ کر آنا ہے اور پیچھے رہ جانے والے کو ان سے آکر ملنا ہے۔ حق ولایت کی خصوصیات انہی کے لیے ہیں اور انہی کے بارے میں پیغمبرؐ کی وصیت اور انہی کے لیے (نبی کی) وراثت ہے۔ اب یہ وقت وہ ہے کہ حق اپنے اہل کی طرف پلٹ آیا اور اپنی صحیح جگہ پر منتقل ہو گیا۔

---

۱ لوحِ محفوظ میں۔

۲ اچھے گھر سے مراد مکہ اور بُرے ہمسایوں سے مراد کفارِ قریش ہیں۔

۳ اہلبیت پیغمبرؐ کے متعلق فرماتے ہیں کہ دُنیا کی کسی فرد کو ان پر قیاس نہیں کیا جا سکتا اور نہ ان کی بلندی درجات میں کسی کو ان کا ہم پایہ سمجھا جا سکتا ہے۔ کیونکہ دنیا ان کے احسانات کی گراں باریوں میں دبی ہوئی ہے اور انہی سے نعمتِ ہدایت پاکر اُخروی نعمتوں کی مستحق ہوئی ہے۔ وہ دین کی اساس و بنیاد اور اس کی زندگی و بقا کا سہارا ہیں۔ وہ علم و یقین کے ایسے محکم ستون ہیں کہ شک و شبہات کے طوفانوں کا دھارا موڑ سکتے ہیں اور افراط و تفریط کی راہوں میں وہ درمیانی راستہ ہیں کہ اگر کوئی غلو و افراط کی حد تک پہنچ جائے یا کوتاہی و تفریط میں پڑ جائے تو وہ جب تک پیچھے ہٹ کر یا آگے بڑھ کر اس جادۂ اعتدال پر نہیں آئے گا۔ اسلام کی راہ پر آ ہی نہیں سکتا اور انہی میں تمام وہ خصوصیتیں پائی جاتی ہیں جو امامت و قیادت میں ان کے حق کو فائق قرار دیتی ہیں۔ لہٰذا ان کے علاوہ کسی کو اُمت کی سرپرستی و نگہبانی کا حق نہیں پہنچتا۔ چنانچہ پیغمبرؐ نے انہی کو اپنا وصی و وارث ٹھہرایا۔ وصیت و وراثت کے متعلق شارح معتزلی نے لکھا ہے کہ امیر المومنینؑ کی وصایت میں تو کوئی شبہ نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ وراثت سے نیابت و جانشینی کی وراثت مراد نہیں ہے بلکہ وراثتِ علمی مراد ہے۔ اگرچہ فرقہ امامیہ اس سے خلافت و نیابت ہی مراد لیتا ہے۔ اگر بقول ان کے وراثت سے وراثتِ علمی مراد لی جائے جب بھی وہ اپنے مقصد میں کامران ہوتے ہوئے نظر نہیں آتے، کیونکہ اس معنی کی رُو سے بھی نیابتِ پیغمبرؐ کا حق کسی دوسرے کو نہیں پہنچتا۔ جب کہ یہ امر مسلّم ہے کہ خلافت کے لیے سب سے بڑی ضرورت علم کی ہے۔ اس لیے کہ خلیفۃ الرسولؐ کے اہم ترین فرائض میں سے مقدموں کا فیصل کرنا، شریعت کے مسائل حل کرنا، مشکل گتھیوں کو سلجھانا اور شرعی حدود کا اجرا کرنا ہے۔ اگر نائب رسولؐ کے فرائض میں سے ان چیزوں کو الگ کر دیا جائے تو اس کی حیثیت صرف ایک دنیوی حکمران کی رہ جاتی ہے۔ اسے دینی اقتدار کا مرکز نہیں قرار دیا جا سکتا۔ لہٰذا یا تو حکومت کو خلافت سے الگ رکھیے یا جو رسولؐ کے علم کا وارث ہو، اسے ہی خلافت کے منصب کا اہل سمجھئے۔

ابنِ ابی الحدید کی یہ تشریح اس صورت میں قابلِ لحاظ ہو بھی سکتی تھی۔ جب یہ فقرہ اکیلا آپ کی زبان پر آیا ہوتا لیکن اس موقع کو دیکھتے ہوئے کہ وہ خلافتِ ظاہری کے تسلیم ہونے کے بعد کہا گیا ہے کہ اور پھر اسی کے بعد اذرجع الحق الیٰ اھلہ کا فقرہ موجود ہے۔ ان کی یہ تشریح بالکل بے بنیاد معلوم ہوتی ہے بلکہ وصایت سے بھی کوئی اور وصیت نہیں بلکہ وہ نیابت و خلافت ہی کی وصیت مراد معلوم ہوتی ہے اور وراثت بھی نہ وراثتِ مالی اور نہ وراثتِ علمی، جس کے بیان کا یہ کوئی موقعہ نہیں بلکہ حقِ امامت کی وراثت ہے، جو صرف بربنائے قرابت نہیں بلکہ بربنائے اوصافِ کمال ان کے لیے منجانب اللہ ثابت تھی۔

خطبہ (۳)

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامِ وَهِيَ الْمَعْرُوفَةُ بِالشِّقْشِقِيَّةِ أَمَا وَاللّٰهِ لَقَدْ تَقَمَّصَهَا ابْنُ أَبِي قُحَافَةَ وَإِنَّهُ لَيَعْلَمُ أَنَّ مَحَلِّيْ مِنْهَا مَحَلُّ الْقُطْبِ مِنَ الرَّحَى - يَنْحَدِرُ عَنِّي السَّيْلُ وَلَا يَرْقَى إِلَيَّ الطَّيْرُ فَسَدَلْتُ دُوْنَهَا ثَوْبًا وَطَوَيْتُ عَنْهَا كَشْحًا - وَطَفِقْتُ أَرْتَائِي بَيْنَ أَنْ أَصُولَ بِيَدٍ جَذَّاءَ أَوْ أَصْبِرَ عَلَى طَخْيَةٍ عَمْيَاءَ يَهْرَمُ فِيْهَا الْكَبِيْرُ - وَيَشِيْبُ فِيْهَا الصَّغِيْرُ وَيَكْدَحُ فِيْهَا مُؤْمِنٌ حَتّٰى يَلْقٰى رَبَّهُ فَرَأَيْتُ أَنَّ الصَّبْرَ عَلٰى هَاتَا أَحْجٰى فَصَبَرْتُ وَفِي الْعَيْنِ قَذًى وَفِي الْحَلْقِ شَجًا أَرٰى تُرَاثِيْ نَهْبًا حَتّٰى مَضَى الْأَوَّلُ بِسَبِيْلِهٖ فَأَدْلٰى بِهَا إِلَى ابْنِ الْخَطَّابِ بَعْدَهٗ (ثُمَّ تَمَثَّلَ بِقَوْلِ الْأَعْشٰى)

شَتَّانَ مَا يَوْمِيْ عَلٰى كُوْرِهَا وَيَوْمُ حَيَّانَ أَخِيْ جَابِرِ

[1] خطبہ شقشقیہ کے نام سے مشہور ہے۔

خدا کی قسم! فرزندِ ابوقحافہ[2] نے پیراہنِ خلافت پہن لیا۔ حالانکہ وہ میرے بارے میں اچھی طرح جانتا تھا کہ میرا خلافت میں وہی مقام ہے جو چکی کے اندر اس کی کیلی کا ہوتا ہے۔ میں وہ (کوہِ بلند ہوں) جس پر سے سیلاب کا پانی گزر کر نیچے گر جاتا ہے اور مجھ تک پرندہ پر نہیں مار سکتا۔ (اس کے باوجود) میں نے خلافت کے آگے پردہ لٹکا دیا اور اس سے پہلو تہی کر لی اور سوچنا شروع کیا کہ اپنے کٹے ہوئے ہاتھوں سے حملہ کروں یا اس سے بھیانک تیرگی پر صبر کر لوں جس میں سن رسیدہ بالکل ضعیف اور بچہ بوڑھا ہو جاتا ہے۔ اور مومن اس میں جدوجہد کرتا ہوا اپنے پروردگار کے پاس پہنچ جاتا ہے۔ مجھے اس اندھیر پر صبر ہی قرینِ عقل نظر آیا۔ لہٰذا میں نے صبر کیا۔ حالانکہ آنکھوں میں (غبارِ اندوہ کی) خلش تھی اور حلق میں (غم و رنج کے) پھندے لگے ہوئے تھے۔ میں اپنی میراث کو لٹتے دیکھ رہا تھا یہاں تک کہ پہلے نے اپنی راہ لی اور اپنے بعد خلافت ابنِ خطاب کو دے گیا۔ (پھر حضرت نے بطورِ تمثیل اعشیٰ کا یہ شعر پڑھا)۔

کہاں یہ دن جو ناقہ کے پالان پر کٹتا ہے اور کہاں وہ دن جو

فَیَا عَجَبًا بَیْنَا هُوَ یَسْتَقِیْلُهَا فِیْ حَیَاتِهٖ
اِذْ عَقَدَهَا لِاٰخَرَ بَعْدَ وَفَاتِهٖ لَشَدَّ مَا تَشَطَّرَا
ضَرْعَیْهَا فَصَیَّرَهَا فِیْ حَوْزَةٍ
خَشْنَآءَ یَغْلُظُ کَلَامُهَا وَیَخْشُنُ
مَسُّهَا وَیَکْثُرُ الْعِثَارُ فِیْهَا - وَ
الْاِعْتِذَارُ مِنْهَا فَصَاحِبُهَا کَرَاکِبِ
الصَّعْبَةِ اِنْ اَشْنَقَ لَهَا خَرَمَ وَ
اِنْ اَسْلَسَ لَهَا تَقَحَّمَ فَمُنِیَ
النَّاسُ لَعَمْرُ اللّٰهِ بِخَبْطٍ وَشِمَاسٍ
وَتَلَوُّنٍ وَاعْتِرَاضٍ فَصَبَرْتُ عَلٰی
طُوْلِ الْمُدَّةِ وَشِدَّةِ الْمِحْنَةِ حَتّٰی
اِذَا مَضٰی لِسَبِیْلِهٖ جَعَلَهَا فِیْ جَمَاعَةٍ
زَعَمَ اَنِّیْ اَحَدُهُمْ فَیَا لَلّٰهِ وَلِلشُّوْرٰی
مَتَی اعْتَرَضَ الرَّیْبُ فِیَّ مَعَ الْاَوَّلِ
مِنْهُمْ حَتّٰی صِرْتُ اُقْرَنُ اِلٰی هٰذِهِ
النَّظَآئِرِ لٰکِنِّیْ اَسْفَفْتُ اِذْ اَسَفُّوْا
وَطِرْتُ اِذْ طَارُوْا - فَصَغٰی رَجُلٌ
مِنْهُمْ لِضِغْنِهٖ وَمَالَ الْاٰخَرُ لِصِهْرِهٖ
مَعَ هَنٍ وَهَنٍ اِلٰی اَنْ قَامَ ثَالِثُ
الْقَوْمِ نَافِجًا حِضْنَیْهِ بَیْنَ نَثِیْلِهٖ
وَمُعْتَلَفِهٖ وَقَامَ مَعَهٗ بَنُوْ
اَبِیْهِ یَخْضِمُوْنَ مَالَ اللّٰهِ خَضْمَةَ
الْاِبِلِ نِبْتَةَ الرَّبِیْعِ اِلٰی اَنِ انْتَکَثَ
فَتْلُهٗ وَاَجْهَزَ عَلَیْهِ عَمَلُهٗ وَکَبَتْ
بِهٖ بِطْنَتُهٗ فَمَا رَاعَنِیْ اِلَّا وَالنَّاسُ

حیّان برادر جابر کی صحبت میں گزرتا تھا۔" تعجب ہے کہ وہ زندگی میں تو خلافت سے سبکدوش ہونا چاہتا تھا لیکن اپنے مرنے کے بعد اس کی بُنیاد دُوسرے کے لیے استوار کرتا گیا۔ بیشک اِن دونوں نے سختی کے ساتھ خلافت کے تھنوں کو آپس میں بانٹ لیا۔ اُس نے خلافت کو ایک سخت و درشت محل میں رکھ دیا، جس کے چرکے کاری تھے۔ جس کو چھُو کر بھی درشتی محسوس ہوتی تھی۔ جہاں بات بات میں ٹھوکر کھانا اور پھر عذر کرنا تھا۔ جس کا اس سے سابقہ پڑے، وہ ایسا ہے جیسے سرکش اونٹنی کا سوار کہ اگر مہار کھینچتا ہے تو (اس کی مُنہ زوری سے) اس کی ناک کا درمیانی حصہ ہی شگافتہ ہوا جاتا ہے جس کے بعد مہار دینا ہی ناممکن ہو جائے گا) اور اگر باگ کو ڈھیلا چھوڑ دیتا ہے تو وہ اس کے ساتھ مہلکوں میں پڑ جائے گا۔ اس کی وجہ سے بقائے ایزد کی قسم! لوگ کجروی سرکشی، متلون مزاجی اور بے راہ روی میں مبتلا ہو گئے۔ میں نے اِس طویل مُدت اور شدید مصیبت پر صبر کیا۔ یہاں تک کہ دُوسرا بھی اپنی راہ لگا، اور خلافت کو ایک جماعت میں محدود کر گیا۔ اور مجھے بھی اس جماعت کا ایک فرد خیال کیا۔ اے اللہ مجھے اس شوریٰ سے کیا لگاؤ؟ اِن میں کے سب سے پہلے کے مقابلہ ہی میں میرے استحقاق و فضیلت میں کب شک تھا جو اب اُن لوگوں میں مَیں بھی شامل کر لیا گیا ہوں۔ مگر مَیں نے یہ طریقہ اختیار کیا تھا کہ جب وہ زمین کے نزدیک ہو کر پرواز کرنے لگیں تو میں بھی ایسا ہی کرنے لگوں اور جب وہ اُونچے ہو کر اڑنے لگیں تو میں بھی اسی طرح پرواز کروں (یعنی حتی الامکان کسی نہ کسی صورت سے نباہ کرتا رہوں)۔ ان میں سے ایک شخص تو کینہ و عناد کی وجہ

كَعُرْفِ الضَّبُعِ إِلَيَّ يَنْثَالُونَ عَلَيَّ
مِنْ كُلِّ جَانِبٍ حَتّٰى لَقَدْ وُطِئَ
الْحَسَنَانِ وَ شُقَّ عِطْفَايَ مُجْتَمِعِيْنَ
حَوْلِيْ كَرَبِيْضَةِ الْغَنَمِ فَلَمَّا
نَهَضْتُ بِالْأَمْرِ نَكَثَتْ طَآئِفَةٌ
وَ مَرَقَتْ أُخْرٰى وَقَسَطَ اٰخَرُوْنَ
كَاَنَّهُمْ لَمْ يَسْمَعُوْا كَلَامَ
اللّٰهِ حَيْثُ يَقُوْلُ - (تِلْكَ الدَّارُ
الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا
يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا
فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ)،
بَلٰى وَاللّٰهِ لَقَدْ سَمِعُوْهَا وَ
وَعَوْهَا وَلٰكِنَّهُمْ حَلِيَتِ الدُّنْيَا
فِيْ اَعْيُنِهِمْ وَرَاقَهُمْ زِبْرِجُهَا
أَمَا وَالَّذِيْ فَلَقَ الْحَبَّةَ وَ بَرَأَ
النَّسَمَةَ لَوْلَا حُضُوْرُ الْحَاضِرِ
وَقِيَامُ الْحُجَّةِ بِوُجُوْدِ النَّاصِرِ
وَمَا أَخَذَ اللّٰهُ عَلَى الْعُلَمَآءِ أَنْ
لَا يُقَارُّوْا عَلٰى كِظَّةِ ظَالِمٍ وَّلَا
سَغَبِ مَظْلُوْمٍ لَاَلْقَيْتُ حَبْلَهَا عَلٰى
غَارِبِهَا وَلَسَقَيْتُ اٰخِرَهَا بِكَاْسِ
أَوَّلِهَا وَلَاَلْفَيْتُمْ دُنْيَاكُمْ هٰذِهٖ
أَزْهَدَ عِنْدِيْ مِنْ عَفْطَةِ عَنْزٍ
(قَالُوْا) وَقَامَ إِلَيْهِ رَجُلٌ
مِنْ أَهْلِ السَّوَادِ عِنْدَ بُلُوْغِهٖ

سے مجھ سے منحرف ہو گیا اور دوسرا دامادی اور بعض ناگفتہ بہ باتوں کی وجہ سے اِدھر جھک گیا۔ یہاں تک کہ اس قوم کا تیسرا شخص پیٹ پھلائے سرگین اور چارے کے درمیان کھڑا ہوا اور اُس کے ساتھ اس کے بھائی بند اُٹھ کھڑے ہوئے۔ جو اللہ کے مال کو اس طرح نگلتے تھے جس طرح اونٹ فصلِ ربیع کا چارہ چرتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ وقت آگیا۔ جب اُس کی بٹی ہوئی رسّی کے بَل کھل گئے اور اُس کی بداعمالیوں نے اس کا کام تمام کر دیا اور شکم پُری نے اُسے مُنہ کے بَل گرا دیا۔ اُس وقت مجھے لوگوں کے ہجوم نے دہشت زدہ کر دیا جو میری جانب بجو کے ایال کی طرح ہر طرف سے لگاتار بڑھ رہا تھا یہاں تک کہ عالم یہ ہوا کہ حسنؑ اور حسینؑ کچلے جا رہے تھے اور میری ردا کے دونوں کنارے پھٹ گئے تھے۔ وہ سب میرے گرد بکریوں کے گلے کی طرح گھیرا ڈالے ہوئے تھے۔ مگر اس کے باوجود جب میں امرِ خلافت کو لے کر اُٹھا تو ایک گروہ نے بیعت توڑ ڈالی اور دوسرا دین سے نکل گیا اور تیسرے گروہ نے فسق اختیار کر لیا۔ گویا انھوں نے اللہ کا یہ ارشاد سُنا ہی نہ تھا کہ "یہ آخرت کا گھر ہم نے ان لوگوں کے لیے قرار دیا ہے جو دنیا میں نہ (بے جا) بلندی چاہتے ہیں نہ فساد پھیلاتے ہیں۔ اور اچھا انجام پرہیزگاروں کے لیے ہے۔" ہاں ہاں خدا کی قسم! ان لوگوں نے اس آیت کو سُنا تھا اور یاد کیا تھا۔ لیکن ان کی نگاہوں میں دُنیا کا جمال کھب گیا اور اس کی سج دھج نے انہیں لبھا دیا۔ دیکھو اُس ذات کی قسم جس نے دانے کو شگافتہ کیا اور ذی رُوح چیزیں پیدا کیں۔ اگر بیعت کرنے والوں کی موجودگی اور مدد کرنے والوں کے وجود سے مجھ پر حجت تمام نہ ہو گئی

إِلَىٰ هٰذَا الْمَوْضِعِ مِنْ خُطْبَتِهِ
فَنَاوَلَهُ كِتَابًا فَأَقْبَلَ يَنْظُرُ فِيهِ۔
قَالَ لَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ
اللهُ عَنْهُمَا۔ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ
لَوْ أَطْرَدْتَ خُطْبَتَكَ مِنْ حَيْثُ
أَفْضَيْتَ فَقَالَ هَيْهَاتَ يَا ابْنَ
عَبَّاسٍ تِلْكَ شِقْشِقَةٌ هَدَرَتْ
ثُمَّ قَرَّتْ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَوَاللهِ
مَا أَسِفْتُ عَلَىٰ كَلَامٍ قَطُّ
كَأَسَفِي عَلَىٰ هٰذَا الْكَلَامِ أَنْ
لَا يَكُونَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ
عَلَيْهِ السَّلَامُ بَلَغَ مِنْهُ
حَيْثُ أَرَادَ۔ قَوْلُهُ عَلَيْهِ
السَّلَامُ فِي هٰذِهِ الْخُطْبَةِ كَرَاكِبِ
الصَّعْبَةِ إِنْ أَشْنَقَ لَهَا خَرَمَ
وَإِنْ أَسْلَسَ لَهَا تَقَحَّمَ يُرِيدُ
أَنَّهُ إِذَا شَدَّدَ عَلَيْهَا فِي
جَذْبِ الزِّمَامِ وَهِيَ تُنَازِعُهُ
رَأْسَهَا خَرَمَ أَنْفَهَا وَإِنْ أَرْخَىٰ
لَهَا شَيْئًا مَعَ صُعُوبَتِهَا تَقَحَّمَتْ
بِهِ فَلَمْ يَمْلِكْهَا يُقَالُ
أَشْنَقَ النَّاقَةَ إِذَا جَذَبَ رَأْسَهَا
بِالزِّمَامِ فَرَفَعَهُ وَشَنَقَهَا
أَيْضًا ذَكَرَ ذٰلِكَ ابْنُ السِّكِّيتِ
فِي إِصْلَاحِ الْمَنْطِقِ وَإِنَّمَا قَالَ

ہوتی اور وہ عہد نہ ہوتا جو اللہ نے علما سے لے رکھا ہے
کہ وہ ظالم کی شکم پُری اور مظلوم کی گرسنگی پر سکون و قرار
سے نہ بیٹھیں تو میں خلافت کی باگ ڈور اسی کے کندھے
پر ڈال دیتا اور اس کے آخر کو اسی پیالے سے سیراب
کرتا جس پیالے سے اس کو اوّل سیراب کیا تھا اور تم
اپنی دُنیا کو میری نظروں میں بکری کی چھینک سے بھی
زیادہ ناقابلِ اعتنا پاتے۔

لوگوں کا بیان ہے کہ جب حضرت خطبہ پڑھتے
ہوئے اس مقام تک پہنچے تو ایک عراقی باشندہ آگے بڑھا
اور ایک نوشتہ حضرت کے سامنے پیش کیا، آپ اُسے دیکھنے
لگے۔ جب فارغ ہوئے تو ابنِ عباس نے کہا یا امیر المومنینؑ
آپ نے جہاں سے خطبہ چھوڑا تھا۔ وہیں سے اس کا سلسلہ
آگے بڑھائیں۔ حضرت نے فرمایا کہ اے ابنِ عباس یہ تو
شقشقہ (گوشت کا وہ نرم لوتھڑا، جو اونٹ کے مُنہ سے
مستی و ہیجان کے وقت نکلتا ہے) تھا جو اُبھر کر دب گیا۔

ابنِ عباس کہتے تھے کہ مجھے کسی کلام کے متعلق اتنا
افسوس نہیں ہوا جتنا اس کلام کے متعلق اس بنا پر ہوا کہ
حضرت وہاں تک نہ پہنچ سکے جہاں تک وہ پہنچنا چاہتے تھے۔
علامہ رضی کہتے ہیں کہ خطبے کے ان الفاظ کراکب الصعبۃ ان
اشنق لہا خرم وان اسلس لہا تقحم سے مُراد یہ ہے
کہ سوار جب مہار کھینچنے میں ناقہ پر سختی کرتا ہے تو اس کھینچا
تانی میں اس کی ناک زخمی ہو جاتی ہے اور اگر اس کی سرکشی
کے باوجود باگ کو ڈھیلا چھوڑ دیتا ہے تو وہ اُسے کہیں نہ کہیں
گرا دے گی اور اس کے قابو سے باہر ہو جائے گی۔ اشنق الناقہ
اُس وقت بولا جاتا ہے جب سوار باگوں کو کھینچ کر اُس کے

اَشْنَقَ لَهَا وَ لَمْ يَقُلْ أَشْنَقَهَا لِأَنَّهُ جَعَلَهُ فِي مُقَابَلَةِ قَوْلِهِ أَسْلَسَ لَهَا فَكَأَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ إِنْ رَفَعَ لَهَا رَأْسَهَا بِمَعْنَى أَمْسَكَهُ عَلَيْهَا بِالزِّمَامِ۔

سر کو اُوپر کی طرف اُٹھائے اور اسی طرح اشنق الناقۃ استعمال ہوتا ہے۔ ابن سکیت نے اصلاح المنطق میں اس کا ذکر کیا ہے۔ حضرت نے اشنقہا کے بجائے اشنق لہا استعمال کیا ہے چونکہ آپ نے یہ لفظ اسلس لہا کے بالمقابل استعمال کیا ہے۔ اور سلاست اسی وقت باقی رہ سکتی تھی۔ جب ان دونوں لفظوں کا نہج استعمال ایک ہو۔ گویا حضرت نے ان اشنق لہا کو ان رفع لہا کی جگہ استعمال کیا ہے یعنی اس کی باگیں اُوپر کی طرف اُٹھا کر روک رکھے۔

لہ یہ خطبہ خطبۂ شقشقیہ کے نام سے موسوم اور امیر المومنین علیہ السلام کے مشہور ترین خطبات میں سے ہے۔ جسے آپ نے مقامِ رحبہ میں ارشاد فرمایا۔ اگرچہ بعض متعصب و تنگ نظر افراد نے اس کے کلام علی ہونے سے انکار کیا ہے اور اسے سید رضی کی طرف منسوب کر کے ان کی مسلّمہ امانت و دیانت پر حرف رکھا ہے۔ مگر حقائق پسند علماء نے اس کی صحت سے کبھی انکار نہیں کیا اور نہ انکار کی کوئی وجہ ہو سکتی ہے جب کہ خلافت کے معاملہ میں امیر المومنین کا اختلاف کوئی ڈھکی چھپی ہوئی چیز نہیں ہے کہ اس قسم کے تعریضات کو بعید سمجھا جائے اور پھر جن واقعات کی طرف اس خطبہ میں اشارات کئے گئے ہیں۔ تاریخ انھیں اپنے دامن میں محفوظ کئے ہوئے ہے اور بے کم و کاست ایک ایک حرف کی تصدیق اور ایک ایک جملہ کی ہم نوائی کرتی ہے تو جن واقعات کو مورخ کی زبانِ قلم بیان کر سکتی ہے وہی واقعات امیر المومنین کی نوک زبان پر آجائیں تو اس سے انکار کی کیا وجہ اور پیغمبرؐ کے بعد جن نامساعد حالات سے آپ کو دوچار ہونا پڑا۔ اگر ان کی یاد سے کام و دہن تلخ ہو جائیں تو اس میں حیرت و استعجاب ہی کیا ہے؟ بے شک اس سے بعض شخصیتوں کے وقار کو صدمہ پہنچتا ہے اور ان سے عقیدت و ارادت کو بھی دھچکا لگتا ہے۔ مگر اس کے کلام امیر المومنین ہونے سے انکار کر دینے سے اسے سنبھالا نہیں جا سکتا جب تک اصل واقعات کا تجزیہ کر کے حقیقت کی نقاب کشائی نہ کی جائے۔ ورنہ محض اس بنا پر کہ اس میں چونکہ بعض افراد کی تنقیص ہے اس کے کلام امیر المومنین ہونے سے انکار کر دینا کوئی وزن نہیں رکھتا۔ جب کہ اس قسم کے تعریضات دوسرے ادباء و مورخین نے بھی نقل کئے ہیں چنانچہ عمرو ابن بحر جاحظ نے امیر المومنین کے ایک خطبے کے یہ الفاظ بھی درج کئے ہیں جو خطبۂ شقشقیہ کی کسی نکتہ چینی سے وزن میں کم نہیں ہیں۔

سبق الرجلان وقام الثالث كالغراب همه بطنه ياويحه لوقص جناحاه وقطع راسه لكان خيرا له - (کتاب البیان والتبیین جزو اول ص۷۰ مطبع علمیہ مصر)۔

وہ دونوں گذر گئے اور تیسرا کوّے کے مانند اُٹھ کھڑا ہوا جس کی ہمتیں پیٹ تک محدود تھیں۔ کاش اس کے دونوں پر کتر دیئے ہوتے اور اس کا سر کاٹ دیا جاتا تو یہ اس کے لیے بہتر ہوتا۔

لہٰذا یہ خیال کہ یہ سید رضی کا گڑھا ہوا ہے۔ دور از حقیقت اور عصبیت و جنبہ داری کا نتیجہ ہے۔ اور اگر یہ انکار کسی تحقیق و کاوش کا نتیجہ ہے تو اسے پیش کرنا چاہیئے، ورنہ اس قسم کی خوش فہمیوں میں پڑے رہنے سے حقائق اپنا رُخ نہیں بدلا کرتے اور نہ ناک بھوں چڑھانے سے قطعی دلائل کا زور دب سکتا ہے۔

اب ہم ان علماء محدثین کی شہادتیں پیش کرتے ہیں۔ جنھوں نے اس کے کلام امیر المومنین ہونے کی صراحت کی ہے تاکہ اس کی تاریخی اہمیت واضح ہوجائے۔ ان علماء میں کچھ وہ ہیں جن کا دور سید رضی سے پیشتر تھا اور کچھ ان کے ہم عصر ہیں اور کچھ وہ ہیں جو ان کے بعد آئے اور اپنے اپنے سلسلہ سند سے اسے روایت کیا ہے۔

(۱) ابن ابی الحدید معتزلی تحریر کرتے ہیں کہ ہم سے ہمارے استاد مصدق ابن شبیب واسطی نے فرمایا کہ میں نے اس خطبہ کو شیخ ابو محمد عبد اللہ ابن احمد سے کہ جو ابن خشاب کے نام سے مشہور ہیں پڑھا اور جب اس مقام پر پہنچا کہ (جہاں ابن عباس نے اس خطبہ کے نامکمل رہ جانے پر اظہار افسوس کیا ہے) تو ابن خشاب نے مجھ سے کہا کہ اگر میں ابن عباس سے افسوس کے کلمات سنتا تو ان سے ضرور کہتا کہ کیا آپ کے چچیرے بھائی کے جی میں ابھی کوئی حسرت رہ گئی ہے جو انھوں نے پوری نہ کی ہو۔ انھوں نے تو رسول کے علاوہ نہ اگلوں کو چھوڑا ہے، نہ پچھلوں کو۔ جو کہنا چاہتے تھے سب کہہ ڈالا۔ اب افسوس کاہے کا، کہ وہ اتنا نہ کہہ سکے جتنا کہنا چاہتے تھے۔ مصدق کہتے ہیں کہ ابن خشاب بڑے زندہ دل اور خوش مذاق تھے۔ میں نے کہا کیا آپ کا بھی یہی خیال ہے کہ یہ گڑھا ہوا ہے۔ تو انھوں نے کہا کہ خدا کی قسم مجھے تو اس کے کلام امیر المومنین ہونے کا اتنا ہی یقین ہے جتنا یہ کہ تم مصدق ابن شبیب ہو۔ میں نے کہا کہ بعض لوگوں کی رائے یہ ہے کہ یہ رضی کا کلام ہے۔ فرمایا کہ بھلا رضی یا کسی اور میں یہ دم کہاں اور یہ اندازِ بیان کہاں۔ ہم نے رضی کی تحریریں دیکھی ہیں اور ان کے طرزِ نگارش و اندازِ تحریر سے آگاہ ہیں کہیں بھی ان کا کلام اس کلام سے میل نہیں کھاتا اور میں تو اسے ان کتابوں میں دیکھ چکا ہوں کہ جو سید رضی کے پیدا ہونے سے دو سو برس پہلے لکھی ہوئی ہیں، اور جانی پہچانی ہوئی تحریروں میں میری نظر سے گزر چکا ہے کہ جن کے متعلق میں جانتا ہوں کہ وہ کن علماء اور کن ادباء کی لکھی ہوئی ہیں۔ اس وقت رضی تو کیا۔ ان کے باپ ابو احمد نقیب بھی پیدا نہ ہوئے تھے۔

(۲) پھر تحریر کرتے ہیں کہ میں نے اس خطبہ کو اپنے شیخ ابو القاسم بلخی (متوفی ۳۱۷ھ ہجری) کی تصنیفات میں دیکھا ہے یہ مقتدر باللہ[1] کے عہدِ حکومت میں بغداد کی جماعت معتزلہ کے امام تھے اور مقتدر کا دور رضی کے پیدا ہونے سے بہت پہلے تھا

(۳) پھر تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے اس خطبہ کو ابو جعفر ابن قبہ کی کتاب الانصاف میں دیکھا ہے۔ یہ ابو القاسم بلخی کے شاگرد اور فرقہ امامیہ کے متکلمین میں سے تھے۔ (شرح ابن ابی الحدید جلد ۱ ص ۶۹)۔

(۴) ابن میثم بحرانی اپنی شرح میں لکھتے ہیں کہ میں نے اس خطبہ کا ایک نسخہ ایسا دیکھا ہے جس پر مقتدر باللہ کے وزیر

---

[1] مقتدر باللہ کی حکومت ۲۹۵ھ ہجری سے ۳۲۰ھ ہجری تک قائم رہی۔

ابوالحسن علی ابن محمد ابن الفرات (متوفی ۳۱۲ھ) کی تحریر تھی۔

(۵) علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ نے شیخ قطب الدین راوندی کی تصنیف منہاج البراعۃ فی شرح نہج البلاغہ سے اس سلسلۂ سند کو نقل کیا ہے۔

عن الحافظ ابی بکر ابن مردویۃ الاصفہانی عن سلیمان ابن احمد الطبرانی عن احمد ابن علی الاباذ عن اسحاق ابن سعید ابی سلمۃ الدمشقی عن خلید ابن دعلج عن عطاء ابن ابی رباح عن ابن عباس۔

حافظ ابوبکر[1] ابن مردویہ اصفہانی نے سلیمان[2] ابن احمد طبرانی سے اُس نے احمد ابن علی ابار سے اور اُس نے اسحاق ابن سعید ابوسلمہ دمشقی سے اور اس نے خلید ابن علج سے اور اس نے عطا ابن ابی رباح سے اور اس نے ابن عباس سے اسے روایت کیا ہے۔ (بحار الانوار ج ۸ ص ۱۶۱)

(۶) علامہ مجلسی نے اس کے ذیل میں تحریر کیا ہے کہ یہ خطبہ ابوعلی جبائی (متوفی ۳۰۳ھ) کے مصنفات میں بھی ہے۔

(۷) علامہ مجلسی نے اسی استناد کے سلسلے میں تحریر کیا ہے۔

ان القاضی عبد الجبار الذی ھو من متعصبی المعتزلۃ قد تصدی فی کتاب المغنی لتاویل بعض کلمات الخطبۃ ومنع دلالتہا علی الطعن فی خلافۃ من تقدم علیہ ولم یکن استناد الخطبۃ الیہ۔

قاضی عبد[3] الجبار جو متعصب معتزلی تھے۔ اپنی کتاب مغنی میں اس خطبہ کے بعض کلمات کی توجیہہ و تاویل کرتے ہیں اور یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اس سے پہلے خلفا پر کوئی زد نہیں پڑتی مگر اس کے کلام امیرالمومنین ہونے سے انکار نہیں کرتے۔

(۸) ابوجعفر محمد ابن علی ابن بابویہ متوفی ۳۸۱ھ تحریر فرماتے ہیں۔

حدثنا محمد ابن ابراہیم ابن اسحاق الطالقانی قال حدثنا عبد العزیز ابن یحیی الجلودی قال حدثنا ابوعبداللہ احمد ابن عمار ابن خالد قال حدثنا یحیی ابن الحمید الحمانی قال حدثنا عیسی ابن راشد عن علی ابن حذیفۃ عن عکرمہ عن ابن عباس (علل الشرائع باب ۱۲۲، معانی الاخبار باب ۲۲۰)

ہم سے محمد ابن ابراہیم ابن اسحاق طالقانی نے بیان کیا۔ اس نے کہا کہ مجھ سے عبدالعزیز[4] ابن یحییٰ جلودی نے بیان کیا اور اس نے کہا کہ مجھ سے ابوعبداللہ ابن عمار ابن خالد نے بیان کیا اور اُس نے کہا کہ مجھ سے یحییٰ[5] ابن عبدالحمید حمانی نے بیان کیا اور اُس نے کہا کہ مجھ سے عیسیٰ ابن راشد نے اور اس نے علی ابن حذیفہ سے اور اس نے عکرمہ سے اور اس نے ابن عباس سے روایت کیا۔

---

[1] ابوبکر ابن مردویہ کا سنِ وفات ۴۱۶ھ ہے [2] سلیمان ابن احمد طبرانی کا سالِ وفات ۳۶۰ھ ہے [3] قاضی عبدالجبار ابن احمد کا سنِ وفات ۴۱۵ھ ہے [4] عبدالعزیز جلودی کا سنِ وفات ۳۳۲ھ ہے [5] یحییٰ ابن عبدالحمید کا سنِ وفات ۲۲۸ھ ہے۔

(٩) پھر ابنِ بابویہ اس سلسلہ سند کو درج کرتے ہیں۔

حدثنا محمد ابن علی ماجیلویہ عن عمہ محمد ابن ابی القاسم عن احمد ابن ابی عبداللہ البرقی عن ابیہ عن ابن عمیر عن ابان ابن عثمان عن ابان ابن تغلب عن عکرمہ عن ابن عباس۔

ہم سے محمد ابنِ علی ماجیلویہ نے اس نے اپنے چچا محمد ابن ابی القاسم سے اس نے احمد ابن ابی عبداللہ برقی سے اس نے اپنے باپ سے، اس نے ابن عمیر سے اس نے ابان ابن عثمان سے اس نے ابان ابن تغلب سے اس نے عکرمہ سے اور اس نے ابنِ عباس سے اسے روایت کیا ہے۔

(١٠) حسن ابن عبداللہ ابن سعید العسکری متوفی ٣٨٢ھ نے کہ جو اکابر علماء اہلسنت سے ہیں اس خطبہ کی توضیح و تشریح کی ہے جسے ابنِ بابویہ نے علل الشرائع اور معانی الاخبار میں درج کیا ہے۔

(١١) سید نعمت اللہ جزائری علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں :-

وقد نقلها صاحب کتاب الغارات مسندۃ بأسانیدهم وتاریخ الفراغ من ذلك الكتاب يوم الثلثا لثلثة عشر خلون من شوال سنة خمسة وخمسين وثلثمائة وهذه السنة التي ولد فيها المرتضى الموسوي وهو اكبر من اخيه الرضي (انوار النعمانیہ)

صاحب کتاب الغارات و ابو اسحاق ثقفی نے اپنے سلسلہ سند کے ساتھ اسے نقل کیا ہے۔ اس کتاب کی تصنیف سے فراغت کی تاریخ ١٣ ر شوال ٣٥٥ھ روز سہ شنبہ ہے اور اسی سال سید مرتضیٰ موسوی پیدا ہوئے۔ اور یہ اپنے بھائی سید رضی سے عمر میں بڑے تھے۔

(١٢) سید علی ابن طاؤس علیہ الرحمۃ نے کتاب الغارات سے اس سلسلہ سند کے ساتھ نقل کیا ہے۔

قال حدثنا محمد قال حدثنا حسن ابن علی الزعفرانی قال حدثنا محمد ابن زکریا القلابی قال حدثنا یعقوب ابن جعفر بن سلیمان عن ابیہ عن جدہ عن ابن عباس (ترجمہ طرائف ص ٢٠٢)

وہ کہتے ہیں کہ ہم سے محمد نے اور اس نے حسن ابنِ علی زعفرانی سے اور اس نے محمد ابن زکریا قلابی سے اور اس نے یعقوب ابن جعفر ابنِ سلیمان سے اور اس نے اپنے باپ سے اور اس نے اپنے جد سے اور اس نے ابنِ عباس سے روایت کیا ہے۔

(١٣) شیخ الطائفہ ابوجعفر طوسی متوفی ٤٦٠ھ تحریر فرماتے ہیں :-

قال اخبرنا الحفار قال حدثنا ابو القاسم الدعبلی قال حدثنا ابی قال حدثنا

وہ کہتے ہیں کہ ہم سے حفار نے اور اس نے ابوالقاسم دعبلی سے اور اس نے اپنے باپ سے اور اس نے اپنے

اخی دعبل قال حدثنا محمد ابن سلامۃ الشامی عن زرارۃ ابن اعین عن ابی جعفر محمد ابن علی عن ابن عباس (امالی شیخ الطائفہ ص۲۳۷)

بھائی دعبل سے اور اس نے محمد ابن سلامہ شامی سے اور اس نے زرارہ ابن اعین سے اور اس نے ابو جعفر محمد ابن علی سے اور انھوں نے ابن عباس سے اسے روایت کیا ہے۔

(۱۴) شیخ مفید متوفی ۴۱۳ھ کو جو جناب سید رضی کے اُستاد تھے۔ اس خطبہ کے سلسلہ سند کے متعلق تحریر فرماتے ہیں :-

روی جماعۃ من اھل النقل من طرق مختلفۃ عن ابن عباس (ارشاد ص۱۳۵)

رواۃ حدیث کی ایک جماعت نے مختلف سلسلوں سے اس کو ابنِ عباس سے روایت کیا ہے۔

(۱۵) علم الہدیٰ سید مرتضیٰ کہ جو سید رضی کے بڑے بھائی تھے۔ انھوں نے اپنی کتاب شافی ص۲۹۲ پر اسے درج کیا ہے۔

(۱۶) ابو منصور طبرسی علیہ الرحمہ تحریر کرتے ہیں :-

روی جماعۃ من اھل النقل من طرق مختلفۃ عن ابن عباس قال کنت عند امیر المومنین بالرحبۃ فذکرت الخلافۃ وتقدم من تقدم علیہ فتنفس الصعداء ثم قال۔ (احتجاج ص۱۰۱)

رواۃ کی ایک جماعت نے مختلف سلسلوں سے اس کو ابنِ عباس سے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں مقام رحبہ میں امیر المومنین کے پاس موجود تھا کہ خلافت کا اور ان لوگوں کا کہ جو آپ سے پہلے خلیفہ گزرے تھے ذکر چھیڑا تو آپ نے آہ بھری اور یہ خطبہ ارشاد فرمایا۔

(۱۷) عبد الرحمٰن ابن جوزی تحریر کرتے ہیں :-

اخبرنا بھا شیخنا ابو القاسم الانباری باسنادہ عن ابن عباس قال لما بویع امیر المومنین ناداہ رجل من الصف وھو علی المنبر ما الذی ابطابک الی الآن فقال بدیھا (تذکرہ خواص الامۃ ص۷۳)

ہمارے شیخ ابو القاسم انباری نے اپنے سلسلہ سند سے کہ جو ابنِ عباس تک منتہی ہوتا ہے۔ اس خطبہ کو ہم سے نقل کیا فرمایا کہ جب امیر المومنینؑ کی بیعت ہو چکی تو آپ منبر پر رونق افروز تھے کہ ایک شخص نے کہا کہ یا امیر المومنین آپ خاموش کیوں بیٹھے رہے تو آپ نے برجستہ یہ خطبہ ارشاد فرمایا۔

(۱۸) قاضی احمد شہاب خفاجی استشہاد کے سلسلہ میں تحریر کرتے ہیں :-

وفی کلام امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ بینا ھو یستقیلھا فی حیاتہ اذ عقدھا لآخر بعد وفاتہ۔ (شرح درۃ الغواص ص۹۷)

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے کلام میں وارد ہوا ہے کہ تعجب ہے کہ وہ زندگی میں تو خلافت سے دستبردار ہونا چاہتا تھا لیکن مرنے کے بعد اس کی بنیاد دوسروں کے لیے مضبوط کرتا گیا۔

(۱۹) شیخ علاء الدولہ احمد ابن محمد السمنانی تحریر کرتے ہیں :-

امیر المومنین وسید العارفین علی رضی اللہ عنہ وسلام السلام علیہ حیث قال فی الخطبۃ الغراء تلك شقشقۃ ھدرت (العروۃ لاھل الخلوۃ والجلوۃ ص۴ قلمی کتبخانہ ناصریہ لکھنو)

امیر المومنین سید العارفین علی علیہ السلام نے اپنے ایک درخشاں خطبے میں فرمایا ہے - تلك شقشقۃ ھدرت

(۲۰) ابو الفضل میدانی نے لفظ شقشقیہ کے ذیل میں لکھا ہے :-

لامیر المؤمنین علی خطبۃ تعرف بالشقشقیۃ (مجمع الامثال ص۳۲۳)

امیر المومنین علی کا ایک خطبہ خطبۂ شقشقیہ کے نام سے مشہور ہے -

(۲۱) نہایہ میں ابنِ اثیر جزری نے پندرہ مقامات پر اس خطبہ کے الفاظ کی تشریح کرتے ہوئے اس کے کلام امیر المومنین ہونے کا اعتراف کیا ہے -

(۲۲) شیخ محمد طاہر پٹنی نے مجمع بحار الانوار میں انہی الفاظ کے معنی لکھتے ہوئے منہ حدیث علی کہہ کر اس کے کلام امیر المومنین ہونے کی توثیق کی ہے -

(۲۳) ابو الفضل ابن منظور نے لسان العرب جلد ۱۲ صفحہ ۵۴ میں فی حدیث علی فی خطبۃ لہ تلك شقشقۃ ھدرت ثم قرت کہہ کر اس کے کلام علی ابنِ ابی طالب ہونے کا اعتراف کیا ہے -

(۲۴) فیروز آبادی نے قاموس میں لفظ شقشقہ کے ذیل میں لکھا ہے :-

والخطبۃ الشقشقیۃ العلویۃ لقولہ لابن عباس لما قال لہ لو اطردت مقالتك من حیث افضیت یا ابن عباس تلك شقشقۃ ھدرت ثم قرت -

خطبہ شقشقیہ حضرت علیؑ کا کلام ہے، جسے شقشقیہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ جب ابنِ عباس نے آپ سے عرض کیا کہ آپ اپنے کلام کا سلسلہ وہاں سے شروع کریں جہاں تک آپ نے اُسے پہنچایا تھا تو آپ نے فرمایا اے ابنِ عباس اب کہاں وُہ تو ایک شقشقہ یعنی ایک وُلولہ وجوش تھا جو اُبھرا اور دَم گیا

(۲۵) صاحب منتہی الارب تحریر کرتے ہیں "خطبۂ شقشقیہ علوی است منسوب بہ علی کرم اللہ وجہہ"

(۲۶) مفتی مصر شیخ محمد عبدہ نے اسے کلامِ امیر المومنین تسلیم کرتے ہوئے اس کی شرح کی ہے -

(۲۷) محمد محی الدین عبد الحمید المدرس فی کلیۃ اللغۃ العربیہ (جامع الازہر) نے نہج البلاغہ پر حواشی تحریر کیے ہیں اور اس کے پہلے ایک مقدمہ لکھا ہے جس میں تمام ایسے خطبوں کو جن میں تعریضات پائے جاتے ہیں - امیر المومنین کا کلام تسلیم کیا ہے - اِن مستند شہادتوں اور ناقابلِ انکار گواہیوں کے بعد کیا اس کی گنجائش ہے کہ یہ کہا جائے کہ یہ امیر المومنین کا کلام نہیں

اور سید رضی نے خود سے گڑھ لیا ہے۔

۲ؔ امیر المومنین علیہ السلام نے حضرت ابوبکر کے سریر آرائے خلافت ہونے کو بطور استعارہ خلافت کا لبادہ اوڑھ لینے سے تعبیر کیا ہے اور یہ ایک عام استعارہ ہے۔ چنانچہ جب حضرت عثمان کو خلافت سے دستبردار ہونے کے لیے کہا گیا تو انھوں نے فرمایا لا انزع قمیصا قمصنیہ اللہ میں اس قمیص کو نہیں اُتاروں گا، جو اللہ نے مجھے پہنا دی ہے۔ بیشک امیر المومنینؑ نے اس قمیص پہنانے کی نسبت اللہ کی طرف نہیں دی ہے بلکہ خود ان کی طرف دی ہے۔ کیونکہ ان کی خلافت باتفاق کل منجانب اللہ نہ تھی بلکہ بطور خود تھی۔ چنانچہ حضرت فرماتے ہیں کہ فرزند ابوقحافہ نے زبردستی جامۂ خلافت پہن لیا حالانکہ وہ جانتے تھے کہ خلافت

"جامہ بود کہ بر قامت من دوختہ بود"

اور اس میں میری وہی حیثیت تھی جو چکی میں کیلی کی ہوتی ہے کہ نہ تو اس کے بغیر وہ اپنے محور پر قائم رہ سکتی ہے اور نہ اُس کا کوئی مصرف ہی باقی رہ جاتا ہے۔ یونہی میں خلافت کا مرکزی نقطہ تھا کہ اگر میں نہ ہوتا تو اس کا تمام نظام اپنے محور سے ہٹ جاتا اور میں ہی تھا جو اس کے نظم و ضبط کا محافظ بن کر ہر آڑے وقت پر صحیح رہنمائی کرتا تھا۔ میرے سینہ سے علم کے دھارے اُمنڈتے تھے۔ جو ہر گوشہ کو سیراب کرتے تھے اور میرا پایا اتنا بلند تھا کہ طائرِ فکر بھی وہاں تک نہ پہنچ سکتا تھا۔ مگر دنیا والوں کا ذوقِ جہانبانی میرے حق کے لیے سنگِ راہ بن گیا اور مجھے گوشۂ عزلت اختیار کرنا پڑا۔ چاروں طرف گھٹا ٹوپ اندھیرے پھیلے ہوئے تھے اور بھیانک ظلمتیں چھائی ہوئی تھیں بچے بوڑھے ہوگئے اور بوڑھے قبروں میں پہنچ گئے۔ مگر یہ صبر آزما دور ختم ہونے میں نہ آتا تھا۔ میں برابر اپنی آنکھوں سے اپنی میراث کو لٹتے ہوئے دیکھتا رہا اور جامِ خلافت کے دست بدست گردش کرنے کا منظر میری نظروں کے سامنے رہا۔ لیکن میں صبر کے تلخ گھونٹ پیتا رہا، اور بے سروسامانی کی وجہ سے ان کی دراز دستیوں کو نہ روک سکا۔

خلیفۃ الرسول کی ضرورت اور اُس کا طریق تعیّن

پیغمبرِ اسلامؐ کے بعد ایک ایسی ہستی کا وجود ناگزیر تھا جو اُمت کا شیرازہ بکھرنے نہ دے اور شریعت کو تبدیل و تحریف اور ان لوگوں کی دستبرد سے بچائے رکھے، جو اسے توڑ مروڑ کر اپنی خواہشوں کے مطابق ڈھال لینا چاہتے ہوں۔ اگر اس کی ضرورت ہی سے انکار کر دیا جائے تو پھر پیغمبرؐ کے بعد ان کی نیابت و جانشینی کے مسئلہ کو اتنی اہمیت دینے کے کوئی معنی نہیں رہتے کہ ان کی تجہیز و تکفین پر سقیفہ بنی ساعدہ کے اجتماع کو مقدم سمجھ لیا جائے اور اگر اس کی ضرورت ثابت ہے تو کیا پیغمبرؐ کو بھی اس کی ضرورت و اہمیت کا احساس تھا یا نہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ وہ اِس طرف متوجہ ہی نہیں ہو سکے کہ انھیں اس کی ضرورت یا عدم ضرورت کا احساس ہوتا تو پیغمبرؐ کے ذہن کو ارتداد کی فتنہ انگیزیوں اور بدعتوں کی کارفرمائیوں کی خبر دینے کے باوجود ان کی روک تھام کی فکر و تدبیر سے خالی سمجھ لینا عقل و بصیرت سے محرومی کی سب سے بڑی دلیل ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ احساس تو تھا مگر مصلحت کی بنا پر اسے غیر طے شدہ چھوڑ جانے پر مجبور تھے۔ تو اس صورت میں اس

مصلحت کو زیرِ نقاب رہنے کے بجائے کھل کر سامنے آنا چاہیے ورنہ بے وجہ خاموشی فرائضِ نبوت میں کوتاہی سمجھی جائے گی اور اگر کوئی مانع تھا تو اس مانع کو پیش کرنا چاہیئے، ورنہ اسے تسلیم کیجیے کہ جس طرح آپ نے دین کا کوئی شعبہ ادھورا نہیں چھوڑا اسے بھی نامکمل نہیں رہنے دیا اور ایک ایسا لائحہ عمل تجویز فرمادیا کہ جس کے بروئے کار لانے سے دین دوسروں کی دستبرد و استیلاء سے محفوظ رہ سکتا تھا۔

اب سوال یہ ہے کہ وہ لائحہ عمل اور طریقِ کار کیا تھا۔ اگر اجماعِ امت کو پیش کیا جائے تو اس کے وقوع پذیر ہونے کی گنجائش نہیں ہے کیونکہ اجماع میں ایک ایک فرد کا اتفاق رائے ضروری ہوتا ہے اور انسانی طبائع کے اختلاف کو دیکھتے ہوئے یہ ناممکن ہے کہ وہ ایک نقطہ نظر پر متفق ہو جائیں اور نہ ایسی کوئی مثال ملتی ہے کہ جہاں ایسے موارد پر اختلاف کی کوئی آواز نہ اٹھی ہو تو پھر کیونکر ایک ایسی بنیادی ضرورت کو ایک ناممکن الوقوع امر سے وابستہ کیا جاسکتا ہے کہ جس پر اسلام کے مستقبل کا انحصار اور مسلمانوں کی فلاح و بہبود کا دارومدار ہو لہٰذا نہ عقل اس معیار کو تسلیم کرنے کے لیے تیار ہے اور نہ نقل ہی اس سے ہمنوا ہے چنانچہ قاضی عضد الدین نے مواقف میں تحریر کیا ہے۔

فاعلم ان ذلک لایفتقوالی الاجماع اذلہ یقم علیہ دلیل من العقل والسمع۔

تمھیں جاننا چاہیئے کہ خلافت کا انعقاد اجماع پر منحصر نہیں کیونکہ اس پر کوئی عقلی و نقلی دلیل قائم نہیں ہو سکی۔

بلکہ مدعیانِ اجماع نے بھی جب یہ دیکھا کہ تمام رایوں کا متفق ہونا مشکل ہے تو اقلیت کے اختلاف کو نظر انداز کر کے اکثریت کے اتفاق کو اجماع کے قائم مقام ٹھہرالیا۔ لیکن اس صورت میں بھی اکثر و بیشتر یہ ہوتا ہے کہ حق و ناحق اور جائز و ناجائز وسائل کا زور اکثریت کا دھارا ادھر موڑ دیتا ہے کہ جہاں نہ شخصی فضیلت ہوتی ہے اور نہ ذاتی قابلیت جس کے نتیجہ میں اہل افراد پیچھے پڑے رہ جاتے ہیں اور نا اہل افراد ابھر کر سامنے آجاتے ہیں تو جہاں صلاحیتیں پھڑپھڑا کر رہ جائیں اور ذاتی غرضیں روک بن کر کھڑی ہو جائیں وہاں کسی صحیح شخصیت کے انتخاب کی کیونکر توقع کی جاسکتی ہے اور اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ تمام رائے دینے والے ایسے افراد ہیں کہ ان میں سے ہر ایک کی رائے آزاد اور بے لاگ ہے۔ نہ ان میں کوئی صاحب غرض ہے نہ کسی کی رورعایت کھتا ہے تو بھی یہ کہاں ضروری ہے کہ اکثریت کا ہر فیصلہ صحیح ہو اور وہ بھٹک کر غلط راہ پر آہی نہ سکے۔ جب کہ مشاہدہ بتا رہا ہے کہ اکثریت نے تجربہ کے بعد خود اپنے فیصلوں کو غلط بھی ٹھہرایا ہے تو اگر اکثریت کا ہر فیصلہ صحیح ہی ہوتا ہے تو اس کے پہلے فیصلہ کو غلط ماننا پڑے گا۔ کیونکہ اس کو غلط قرار دینے کا فیصلہ بھی اسی کا فیصلہ ہے۔ اندریں حالات اگر خلیفہ و جانشین کا غلط انتخاب ہو گیا تو اس غلطی کے مہلک نتائج کا کون ذمہ دار ہوگا۔ اور اسلام کی ہیئت اجتماعیہ کی تباہی و بربادی کا مظلمہ کس کی گردن پر آئے گا اور پھر انتخاب کی ہنگامہ آرائیوں اور شورش انگیزیوں میں جو خونریزی و فساد برپا ہوگا، وہ کس کے نامۂ اعمال میں لکھا جائے گا۔ جبکہ بزمِ ادب آموز کے بیٹھنے والوں کو بھی دیکھا جا چکا ہے کہ وہ باہم آویزیوں سے نہ بچ سکے تو کسی اور کا دامن کیا بچ سکتا ہے۔

اگر ان مفاسد سے بچنے کے لیے اسے اہلِ حل و عقد پر چھوڑ دیا جائے کہ وہ اپنی صوابدید سے کسی ایک کو منتخب کر لیں، تو یہاں

بھی وُہی اِنتشار و کشمکش کی صُورت پیش آئے گی۔ کیونکہ انسانی طبیعتوں کا یہاں بھی ہم آہنگ ہونا ضروری نہیں ہے اور نہ انھیں ذاتی اغراض کی سطح سے بلند قرار دیا جا سکتا ہے۔ جب کہ یہاں تصادم اور ٹکراؤ کے اسباب اور زیادہ قوی ہیں۔ کیونکہ ان میں سے سب نہیں تو اکثر خود اس منصب کے اُمیدوار ہوں گے۔ اور اپنی کامیابی کے لیے حریف کو زک پہنچانے کی کوئی تدبیر اٹھا نہ رکھیں گے۔ اور جس طرح بن پڑے گا اس کی راہ میں روڑے اٹکائیں گے۔ جس کا لازمی نتیجہ باہم آویزی و فتنہ انگیزی ہوگا تو جس اختلاف و کشمکش سے بچنے کے لیے یہ صُورت پیدا کی گئی تھی۔ اس سے بچاؤ نہ ہو سکے گا اور امت کسی صحیح فرد تک پہنچنے کے بجائے دُوسروں کے ذاتی مفاد کا آلۂ کار بن کر رہ جائے گی اور پھر یہ کہ اہلِ حل و عقد کا معیار کیا ہوگا؟ وُہی جو ہر زمانہ میں رہا ہے۔ کہ جس نے چند ہوا خواہ جمع کر لیے اور کسی اجتماع میں چند مخصوص پُر جوش لفظیں دُہرا کر ہلڑ مچا دیا وُہ ابھر کر اہلِ حل و عقد کی صف میں آ گیا یا صلاحیتوں کو بھی پرکھا جائے گا۔ اگر صلاحیتوں کو جانچنے اور پرکھنے کا ذریعہ یہی رائے عامہ ہے تو پھر وُہی اُلجھنیں اور کشمکشیں یہاں بھی پیدا ہو جائیں گی، جن سے بچنے کے لیے یہ راہ اختیار کی گئی تھی اور اگر کوئی اور معیار ہے تو اس پر ان کی صلاحیتوں کو پرکھنے کے بجائے خود اس کی صلاحیت کو کیوں نہ پرکھ لیا جائے کہ جسے اِس منصب کا اہل سمجھا جا رہا ہے اور پھر یہ کہ کتنے اہلِ حل و عقد کا فیصلہ سند سمجھا جائے گا، تو یہاں بھی معمول کے مطابق جو ایک دفعہ ہو گیا وُہ ہمیشہ کے لیے سند بن گیا اور جتنے اہلِ حل و عقد نے کبھی کوئی فیصلہ کیا تھا وہ تعداد حجت بن گئی۔ چنانچہ قاضی عضد الدین تحریر فرماتے ہیں۔

بل الواحد والاثنان من اهل الحل والعقد كاف لعلمنا ان الصحابة مع صلابتهم فى الدين اكتفوا بذلك كعقد عمر لابى بكر و عقد عبد الرحمٰن لعثمان (شرح مواقف ص ۳۵۲)

بلکہ اہلِ حل و عقد میں سے ایک دو فردوں کا کسی کو نامزد کر لینا کافی ہے۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ صحابہ نے جو دین کے سختی سے پابند تھے، اِسی پر اکتفا کی۔ جیسا کہ عمر نے ابو بکر کو اور عبد الرحمٰن ابن عوف نے عثمان کو منتخب کر لیا۔

لیجیے یہ ہے سقیفہ بنی ساعدہ کے اجماع کی کارگزاری اور بزمِ شوریٰ کی گرم بازاری کہ ایک ہی شخص کے کارنامہ کا نام اجماع اور ایک ہی فرد کی کارفرمائی کا نام شوریٰ رکھ دیا گیا۔ حضرت ابو بکر نے اس حقیقت کو خوب سمجھ لیا تھا کہ اجماع ایک آدھ ہی کی رائے کا نام ہوا کرتا ہے جسے بھولے بھالے عوام کے سر منڈھ دیا جاتا ہے۔ اِس لیے اُنھوں نے اجماع و شوریٰ کا رنگ چڑھائے بغیر علانیہ حضرت عمر کو نامزد کر کے اجماع کی پابندی کثرت رائے کے معیار اور شورائی طریق انتخاب کو نظر انداز کر دیا اور حضرت عائشہ کے نزدیک بھی خلافت کو اُمت یا چند مخصوص افراد کی رائے پر چھوڑ دینا فتنہ و فساد کو دعوت دینے کے ہم معنی تھا۔ چنانچہ اُنھوں نے حضرت عمر کو بستر مرگ پر یہ پیغام بھجوایا۔

لا تدع امة محمد بلا راع استخلف عليهم ولا تدعهم هملا فانى اخشى عليهم الفتنة۔ (کتاب الامامۃ والسیاسۃ ص ۲۳)

اُمتِ محمدؐ کو بغیر کسی پاسبان کے نہ چھوڑ جائیے۔ اِس پر کسی کو خلیفہ مقرر کرتے جائیے اور اسے بے مہار نہ چھوڑیے۔ کیونکہ اس صُورت میں مجھے اس کے متعلق فتنہ و شر کا اندیشہ ہے۔

جب انتخاب اہل حل و عقد کا طریقہ بھی کامیاب نہ ہوا تو اُسے بھی ختم کر دیا گیا اور صرف "ہر کہ شمشیر زند سکہ بنامش خوانند" معیار بن کر رہ گیا یعنی جو دوسروں کو اپنے اقتدار کی گرفت اور تسلط کے بندھن میں جکڑ لے، وہی خلیفہ برحق اور جانشین پیغمبر ہے۔ یہ تھے وہ خود ساختہ اصول جن کے سامنے پیغمبر کے وہ تمام ارشادات جو انھوں نے دعوتِ عشیرہ، شبِ ہجرت، غزوۂ تبوک تبلیغ سورۂ برات اور غدیر خم کے موقع پر فرمائے تھے، یکسر فراموش کر دیئے جاتے ہیں۔ حیرت ہے کہ جب تینوں خلافتیں ایک فرد ہی کی رائے سے طے پاتی ہیں اور اس ایک فرد کے فیصلے کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیا جاتا ہے تو پھر کس دلیل کی بنا پر پیغمبر سے یہ حق سلب کیا جا سکتا ہے کہ وہ کسی کی تعیین خود فرما دیتے جب کہ تمام نزاعوں کے سدِ باب کا یہی ایک ذریعہ ہو سکتا تھا کہ وہ خود اسے طے کر کے بعد میں پیدا ہونے والے خلفشاروں سے اُمت کو محفوظ کر جاتے اور ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں اس کا فیصلہ چھوڑنے سے اُسے بچا لے جاتے جو نفسانی خواہشوں میں اُلجھے ہوئے اور خود غرضیوں میں جکڑے ہوئے ہیں اور یہی وہ صحیح طریق کار ہے جسے نہ صرف عقل کی تائید حاصل ہے بلکہ پیغمبر کے صریحی ارشادات بھی اس کی حمایت میں ہیں۔

۳؎ حیان ابن سمین یمامہ میں قبیلہ بنی حنیفہ کا سردار اور صاحبِ قلعہ و سپاہ تھا۔ جابر اس کے چھوٹے بھائی کا نام ہے۔ اور اعشیٰ کہ جس کا اصلی نام میمون ابنِ قیس ہے۔ اُس کی بزمِ ناؤ نوش میں ندیم و مصاحب کی حیثیت رکھتا تھا اور اس کے انعام و اکرام سے خوشحالی و فارغ البالی کی زندگی بسر کرتا تھا اس شعر میں اس نے اپنی پہلی زندگی کا موجودہ زندگی سے تقابل کیا ہے کہ کہاں وہ دن کہ جب رزق کی تلاش میں مارا مارا پھرتا تھا اور کہاں یہ دن جو حیان کی مصاحبت میں آرام اور چین سے گزر رہے ہیں۔ امیر المومنینؑ کے اس شعر کو بطورِ تمثیل لانے کا مقصد عموماً یہ سمجھا گیا ہے کہ اپنے اِس دکھ بھرے زمانے کا مقابلہ اُس زمانہ سے کریں جو پیغمبرؐ کے دامانِ عاطفت میں گزرتا تھا اور ہر طرح کے غل و غش سے پاک اور روحانی سکون کا سر و سامان لیے ہوئے تھا لیکن محلِ تمثیل اور نیز مضمونِ شعر پر نظر کرتے ہوئے یہ مقصود ہو تو بعید نہیں ہے کہ برسرِ اقتدار افراد زمانۂ رسولؐ میں بے وقعتی اور موجودہ حالت میں ان کے اقتدار و اختیار کا فرق دکھلایا جائے۔ یعنی ایک وقت وہ تھا کہ رسولؐ کے زمانے میں میرے سامنے اُن کی بات بھی نہ پوچھی جاتی تھی اور اب یہ دور آیا ہے کہ یہ امورِ مسلمین کے واحد مالک بنے ہوئے ہیں۔

۴؎ جب حضرت عمر ابولولوٗ کے ہاتھ سے زخمی ہوئے اور دیکھا کہ اس کاری زخم سے جانبر ہونا مشکل ہے تو آپ نے انتخابِ خلیفہ کے لیے ایک مجلسِ شوریٰ تشکیل دی۔ جس میں علی ابنِ ابی طالب، عثمان ابنِ عفان، عبدالرحمٰن ابنِ عوف، زبیر ابنِ عوام سعد ابنِ ابی وقاص اور طلحہ ابنِ عبید اللہ کو نامزد کیا اور ان پر یہ پابندی عائد کر دی کہ وہ ان کے مرنے کے بعد تین دن کے اندر اندر اپنے میں سے ایک کو خلافت کے لیے منتخب کریں اور یہ تینوں دن امامت کے فرائض صہیب انجام دیں۔ ان ہدایات کے بعد ارکانِ شوریٰ میں سے کچھ لوگوں نے ان سے کہا کہ آپ ہمارے متعلق جو خیالات رکھتے ہوں ان کا اظہار فرماتے جائیں تاکہ ان کی روشنی میں قدم اُٹھایا جائے اس پر آپ نے فرداً فرداً ہر ایک کے متعلق اپنی زریں رائے کا اظہار فرمایا۔ چنانچہ سعد کے متعلق کہا کہ وہ درشت خو اور تند مزاج ہیں اور عبدالرحمٰن اس اُمت کے فرعون ہیں اور زبیر خوش ہوں تو مومن اور غصہ میں ہوں تو کافر اور

طلحہ غرور و نخوت کا پُتلا ہیں۔ اگر انھیں خلیفہ بنایا گیا تو خلافت کی انگوٹھی اپنی بیوی کے ہاتھ میں پہنا دیں گے اور عثمان کو اپنے قوم قبیلہ کے علاوہ کوئی دوسرا نظر ہی نہیں آتا۔ رہے علی تو وہ خلافت پر تو بجھے ہوئے ہیں۔ اگرچہ میں جانتا ہوں کہ ایک وہی ایسے ہیں جو خلافت کو صحیح راہ پر چلائیں گے۔ مگر اس اعتراف کے باوجود آپ نے مجلسِ شوریٰ کی تشکیل ضروری سمجھی اور اس کے انتخاب ارکان اور طریق کار میں وہ تمام صورتیں پیدا کر دیں کہ جس سے خلافت کا رُخ ادھر ہی بڑھے جدھر آپ موڑنا چاہتے تھے چنانچہ تھوڑی بہت سوجھ بوجھ سے کام لینے والا بآسانی اس نتیجے پر پہنچ سکتا ہے کہ اس میں حضرت عثمان کی کامیابی کے تمام اسباب فراہم تھے۔ اس کے ارکان کو دیکھیے تو ان میں ایک حضرت عثمان کے بہنوئی[1] عبد الرحمٰن ابن عوف ہیں اور دوسرے سعد ابن ابی وقاص ہیں جو امیر المومنین سے کینہ و عناد رکھنے کے علاوہ عبد الرحمٰن کے عزیز و ہم قبیلہ بھی ہیں۔ ان دونوں میں سے کسی ایک کو بھی حضرت عثمان کے خلاف تصور نہیں کیا جا سکتا تھا۔ تیسرے طلحہ ابن عبید اللہ تھے، جن کے متعلق علامہ محمد عبدہ حواشی نہج البلاغہ میں تحریر کرتے ہیں۔

وقد يكفى فى ميله الى عثمان انحرافه عن على لانه تيمى وقد كان بين بنى هاشم وبنى تيم مواجد لمكان الخلافة فى ابى بكر۔

طلحہ حضرت عثمان کی طرف مائل تھے اور مائل ہونے کی یہی وجہ کیا کم ہے کہ وہ حضرت علی سے منحرف تھے کیونکہ یہ تیمی تھے اور ابو بکر کے خلیفہ ہو جانے کے سبب سے بنی تیم و بنی ہاشم میں رنجشیں پیدا ہو چکی تھیں۔

رہے زبیر تو یہ اگر حضرت کا ساتھ دیتے بھی تو ایک اکیلی رائے کیا بنا سکتی تھی۔ طبری وغیرہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ طلحہ اس موقعہ پر مدینہ میں موجود نہ تھے، لیکن ان کی عدم موجودگی حضرت عثمان کی کامیابی میں سدِ راہ نہ تھی بلکہ وہ موجود بھی ہوتے جیسا کہ شوریٰ کے موقعہ پر پہنچ گئے تھے اور انھیں امیر المومنین کا ہمنوا بھی سمجھ لیا جائے جب بھی حضرت عثمان کی کامیابی میں کوئی شبہ نہ تھا کیونکہ حضرت عمر کے ذہنِ رسا نے طریقِ کار یہ تجویز کیا تھا کہ:۔

فان رضى ثلاثة رجلا منهم وثلاثة رجلا منهم فحكموا عبد الله ابن عمر فاى الفريقين حكم له فليختاروا رجلا منهم فان لم يرضوا بحكم عبد الله ابن عمر فكونوا مع الذين فيهم عبد الرحمن ابن عوف و اقتلوا الباقين ان رغبوا عما اجتمع

اگر تین ایک پر اور تین ایک پر رضامند ہوں تو اس صورت میں عبد اللہ ابن عمر کو ثالث بناؤ۔ جس فریق کے متعلق وہ حکم لگائے۔ وہی فریق اپنے میں سے خلیفہ کا انتخاب کرے اور اگر وہ عبد اللہ ابن عمر کے فیصلہ پر رضامند نہ ہوں تو تم اس فریق کا ساتھ دو جس میں عبد الرحمٰن ابن عوف ہو، اور دوسرے لوگ اگر اس سے اتفاق نہ کریں تو انھیں اس متفقہ

[1] حضرت عثمان کی والدہ اروی بنت کریز پہلے عقبہ ابن ابی معیط کے عقد میں تھیں جس سے ایک لڑکی اُمِ کلثوم پیدا ہوئی جو عبد الرحمٰن سے بیاہی گئی۔

علیه النّاس ۔ (طبری ج ۳ ص ۲۹۲) فیصلے کی خلاف ورزی کرنے کی وجہ سے قتل کر دو۔

اِس مقام پر عبداللہ ابنِ عمر کے فیصلہ پر نا رضامندی کے کیا معنی جب کہ انھیں یہ ہدایت کر دی جاتی ہے کہ وہ اسی گروہ کا ساتھ دیں جس میں عبدالرحمٰن ہوں ۔ چنانچہ عبداللہ کو حکم دیا کہ :۔

یا عبد اللہ ابن عمر ان اختلف القوم فکن مع الاکثر وان کانوا ثلاثۃ وثلاثۃ فاتبع الحزب الذی فیہ عبدالرحمٰن (طبری ج ۳ ص ۲۹۵)

اے عبداللہ اگر قوم میں اختلاف ہو تو تم اکثریت کا ساتھ دینا اور اگر تین ایک طرف ہوں اور تین ایک طرف تو تم اس فریق کا ساتھ دینا جس میں عبدالرحمٰن ہوں ۔

اِس فہمائش سے اکثریت کی ہمنوائی سے بھی یہی مراد ہے کہ عبدالرحمٰن کا ساتھ دیا جائے کیونکہ دوسری طرف اکثریت ہو ہی کیونکر سکتی تھی ۔ جب کہ ابو طلحہ انصاری کی زیرِ قیادت پچاس خونخوار تلواروں کو حزبِ مخالف کے سروں پر مسلّط کر کے عبدالرحمٰن کے اشارۂ چشم و ابرو پر جھکنے کے لیے مجبور کر دیا گیا تھا ۔ چنانچہ امیر المومنین کی نظروں نے اسی وقت بھانپ لیا تھا کہ خلافت حضرت عثمان کی ہو گئی ۔ جیسا کہ آپ کے اس کلام سے ظاہر ہے جو ابنِ عباس سے مخاطب ہو کر فرمایا ۔

قال عدلت عنا قال وما علمک قال قرن بی عثمان وقال کونوا مع الاکثر فان رضی رجلان رجلا ورجلان رجلا فکونوا مع الذین فیھم عبد الرحمٰن ابن عوف فسعد لا یخالف ابن عمہ و عبدالرحمٰن صھر عثمان (طبری ج ۳ ص ۲۹۴)

خلافت کا رُخ ہم سے موڑ دیا گیا ہے ۔ انھوں نے کہا کہ یہ کیسے معلوم ہوا ۔ فرمایا کہ میرے ساتھ عثمان کو بھی لگا دیا ہے اور یہ کہا ہے کہ اکثریت کا ساتھ دو اور اگر دو ایک پر اور دو ایک پر رضامند ہوں تو تم ان لوگوں کا ساتھ دو جن میں عبدالرحمٰن بن عوف ہو ۔ چنانچہ سعد تو اپنے چچیرے بھائی عبدالرحمٰن کا ساتھ دے گا اور عبدالرحمٰن تو عثمان کا بہنوئی ہوتا ہی ہے ۔

بہر حال حضرت عمر کی رحلت کے بعد حضرت عائشہ کے حجرہ میں یہ اجتماع ہوا ۔ اور دروازہ پر ابو طلحہ انصاری پچاس آدمیوں کے ساتھ شمشیر بکف آ کھڑا ہوا ۔ طلحہ نے کارروائی کی ابتدا کی اور سب کو گواہ بنا کر کہا کہ میں اپنا حقِ رائے دہندگی حضرت عثمان کو دیتا ہوں ۔ اس پر زبیر کی رگِ حمیت پھڑکی (کیونکہ ان کی والدہ حضرت کی پھوپھی صفیہ بنت عبد المطلب تھیں) اور انھوں نے اپنا حقِ رائے دہندگی علی ابنِ ابی طالب کو سونپ دیا ۔ پھر سعد ابنِ ابی وقاص نے اپنا حقِ رائے دہندگی عبدالرحمٰن کے حوالے کر دیا اب مجلسِ شوریٰ کے ارکان صرف تین رہ گئے جن میں سے عبدالرحمٰن نے کہا کہ میں اس شرط پر اپنے حق سے دستبردار ہونے کے لیے تیار ہوں کہ آپ دونوں (علی ابنِ ابی طالب اور عثمان ابنِ عفان) اپنے میں سے ایک کو منتخب کر لینے کا حق مجھے دے دیں یا آپ میں سے کوئی ایک دستبردار ہو کر یہ حق لے لے ۔ یہ ایک ایسا جال تھا جس میں امیر المومنین کو ہر طرف سے جکڑ لیا گیا تھا ۔ کہ یا تو اپنے حق سے دستبردار ہو جائیں یا عبدالرحمٰن کو اپنی من مانی کارروائی کرنے دیں پہلی صورت آپ کے لیے ممکن ہی نہ تھی کہ حق سے دستبردار ہو کر عثمان یا عبدالرحمٰن کو منتخب کریں ۔ اِس لیے آپ اپنے حق پر جمے رہے اور عبدالرحمٰن نے اپنے کو اس سے

الگ کر کے یہ اختیار سنبھال لیا اور امیر المومنین سے مخاطب ہو کر کہا - ابایعك علی كتاب الله وسنة رسول الله وسيرة الشيخين ابی بكر وعمر - میں اس شرط پر آپ کی بیعت کرتا ہوں کہ آپ کتاب خدا سنت رسول اور ابوبکر اور عمر کی سیرت پر چلیں - آپ نے کہا بل علی كتاب الله وسنة رسول الله واجتهاد رائی نہیں بلکہ میں اللہ کی کتاب رسول کی سنت اور اپنے مسلک پر چلوں گا - تین مرتبہ دریافت کرنے کے بعد جب یہی جواب ملا تو حضرت عثمان سے مخاطب ہو کر کہا کیا آپ کو یہ شرائط منظور ہیں ان کے لیے انکار کی کوئی وجہ ہی نہ تھی - انھوں نے ان شرائط کو مان لیا اور ان کی بیعت ہو گئی - جب امیر المومنین نے اپنے حق کو یوں پامال ہوتے دیکھا تو فرمایا۔

ليس هذا اول يوم تظاهرتم فيه علينا فصبر جميل والله المستعان على ما تصفون والله ما وليت عثمان الا ليرد الامر اليك (طبری ج ۳ ص ۲۹۷)

یہ پہلا دن نہیں ہے کہ تم نے ہم پر زیادتی کی ہو اب صبر جمیل کے علاوہ کیا چارہ ہے اور جو باتیں تم کرتے ہو اس پر اللہ ہی مددگار ہے - خدا کی قسم! تم نے عثمان کو اس امید پر خلافت دی ہے کہ وہ اسے کل تمھارے حوالہ کر جائے۔

ابن ابی الحدید نے شوریٰ کے واقعات کو لکھنے کے بعد تحریر کیا ہے کہ جب حضرت عثمان کی بیعت ہو گئی تو امیر المومنین نے عبد الرحمٰن اور عثمان کو مخاطب کر کے کہا دق الله بينكما عطر منشم خدا تمھارے درمیان عطر منشم[1] چھڑکے اور تمھاری ایک دوسرے سے بن نہ آئے - چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ دونوں ایک دوسرے کے سخت دشمن ہو گئے اور عبد الرحمٰن نے مرتے دم تک حضرت عثمان سے بات چیت کرنا گوارا نہ کی اور بستر مرگ پر بھی انھیں دیکھ کر منہ پھیر لیا۔

ان واقعات کو دیکھنے کے بعد یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا شوریٰ اسی کا نام ہے جو چھ آدمیوں میں منحصر ہو اور پھر تین میں اور آخر میں ایک ہی فرد میں منحصر ہو کر رہ جائے اور کیا انتخاب خلافت کے لیے سیرت شیخین کی شرط حضرت عمر کی طرف سے تھی یا عبد الرحمٰن نے امیر المومنین اور خلافت کے درمیان ایک دیوار کھڑی کرنے کے لیے پیش کی تھی حالانکہ خلیفہ اول نے خلیفہ ثانی کو نامزد کرتے وقت یہ شرط نہیں لگائی تھی کہ تمھیں میری سیرت پر چلنا ہوگا - تو اس کا یہاں پر کیا محل تھا۔

بہرصورت امیر المومنین نے فتنہ و فساد کو روکنے اور حجت تمام کرنے کے لیے اس میں شرکت گوارا فرمائی تاکہ ان کے دہنوں پر قفل پڑ جائیں - اور یہ نہ کہتے پھریں کہ ہم تو انہی کے حق میں رائے دیتے مگر خود انھوں نے شوریٰ سے کنارہ کشی کر لی اور ہمیں موقع نہ دیا کہ ہم آپ کو منتخب کرتے۔

۵۔ عہد ثالث کے متعلق فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان کے برسر اقتدار آتے ہی بنی امیہ کی بن آئی اور انھوں نے بیت المال کو لوٹنا

---

[1] منشم ایک عورت کا نام ہے جو زمانۂ جاہلیت میں حنوط وغیرہ بیچا کرتی تھی - اس وجہ سے جب قبائل عرب آپس میں لڑتے تھے تو بطور مثل کہا جاتا تھا ان پر عطر منشم چھڑکو یعنی وہ چیز کہ جس سے میت کو خوشبو دی جاتی ہے - مطلب یہ ہوتا تھا کہ اب یہ لڑ بھڑ کر ختم ہو جائیں گے ان کے لیے کفن و حنوط تیار رکھو۔ (المعارف)۔

شروع کر دیا اور جس طرح چوپائے خشک سالیوں کے بعد ہرا بھرا سبزہ دیکھ لیں تو اسے پامال کر کے چھوڑتے ہیں یونہی یہ اللہ کے مال پر بے تحاشا ٹوٹ پڑے اور اسے تباہ کر کے رکھ دیا۔ آخر اس خود پروری اور خویش نوازی نے انھیں وہ روزِ بد دکھایا کہ لوگوں نے ان کے گھر کا محاصرہ کر کے انھیں تلواروں کی زد پہ رکھ لیا اور سب کھایا پیا اُگلوا لیا۔

اِس دور میں جس طرح کی بے عنوانیاں ہوئیں ان پر کسی مسلمان کا دل دُکھے بغیر نہیں رہ سکتا کہ جلیل القدر صحابہ تو گوشوں میں پڑے ہوں۔ غربت اُن پر چھائی ہوئی ہو، افلاس انھیں گھیرے ہوئے ہو اور بیت المال پر تسلط ہو تو بنی اُمیہ کا عہدوں پر چھائے ہوئے ہوں تو انھیں کے نوخیز و ناتجربہ کار افراد مسلمانوں کی مخصوص ملکیتوں پر قبضہ ہو تو ان کا تمام چراگاہوں میں چوپائے چریں تو ان کے محلات تعمیر ہوں تو ان کے باغات لگیں تو ان کے اور کوئی دردمندان بے اعتدالیوں کے خلاف زبان ہلائے تو اس کی پسلیاں توڑ دی جائیں اور کوئی اس سرمایہ داری کے خلاف آواز بلند کرے تو اسے شہر بدر کر دیا جائے۔ زکوٰۃ و صدقات جو فقرا اور مساکین کا حق تھا اور بیت المال جو مسلمانوں کا مشترکہ سرمایہ تھا اس کا مصرف کیا قرار دیا گیا تھا وہ ذیل کے چند نمونوں سے ظاہر ہے۔

(۱) حکم ابن عاص کو کہ جسے رسولؐ نے مدینہ سے نکلوا دیا تھا نہ صرف سنّتِ رسول بلکہ سیرتِ شیخین کی بھی خلاف ورزی کرتے ہوئے اُسے مدینہ واپس بلوا لیا اور بیت المال سے ایک لاکھ درہم عطا فرمائے (معارف ابنِ قتیبہ ص۹۴)۔

(۲) ولید ابنِ عقبہ کو کہ جسے قرآن نے فاسق کہا ہے مسلمانوں کے مال میں سے ایک لاکھ درہم دیئے۔ (عقد الفرید ج ۳ ص۹۴)۔

(۳) مروان ابن حکم سے اپنی بیٹی ابان کی شادی کی تو ایک لاکھ درہم بیت المال سے دیئے (شرح ابنِ ابی الحدید ص ۳۹ جلد ۱)

(۴) حارث ابن حکم سے اپنی بیٹی عائشہ کا عقد کیا تو ایک لاکھ درہم بیت المال سے اسے عطا فرمائے۔ (شرح ابن ابی الحدید جلد ۱ ص۳۹)

(۵) ابوسفیان ابن حرب کو دو لاکھ درہم دیئے۔ (شرح ابنِ ابی الحدید جلد ۱ ص ۳۹)

(۶) عبداللہ ابنِ خالد کو چار لاکھ درہم عطا فرمائے۔ (معارف ص۸۴)

(۷) مالِ افریقہ کا خمس (پانچ لاکھ دینار) مروان کی نذر کر دیا۔ (معارف ص۸۴)

(۸) فدک کہ جسے صدقۂ عام کہہ کر پیغمبر کی قدسی صفات بیٹی سے روک لیا گیا تھا۔ مروان کو عطائے خسروانہ کے طور پر دے دیا۔ (معارف ابنِ قتیبہ ص۸۴)۔

(۹) بازارِ مدینہ میں بہزور ایک جگہ تھی جسے رسولؐ نے مسلمانوں کے لیے وقف عام قرار دیا تھا۔ حارث ابن حکم کو بخش دی۔ (معارف ص۸۴)

(۱۰) مدینہ کے گرد جتنی چراگاہیں تھیں ان میں بنی اُمیہ کے علاوہ کسی کے اُونٹوں کو چرنے کی اجازت نہ تھی (شرح ابنِ ابی الحدید ص۳۹ جلد ۱)۔

(۱۱) مرنے کے بعد ایک لاکھ پچاس ہزار دینا[1] اور دس لاکھ درہم آپ کے ہاں نکلے۔ جاگیروں کا کچھ ٹھکانا نہیں۔ صرف چند ایک جاگیروں کی قیمت کا اندازہ ایک لاکھ دینار تھا۔ اُونٹوں اور گھوڑوں کا شمار نہیں ہو سکتا۔ (مروج الذہب جلد ۱ ص ۴۳۵)۔

---

[1] دینار سونے کا ایک سکہ ہے جس کا وزن ساڑھے تین ماشے ہوتا ہے۔ (منتھی الارب)

(۱۲) مرکزی شہروں پر آپ ہی کے عزیز و اقارب حکمران تھے۔ چنانچہ کوفہ پر ولید ابن عقبہ حاکم تھا۔ مگر جب اس نے شراب کے نشہ میں چُور ہو کر صبح کی نماز دو رکعت کے بجائے چار رکعت پڑھا دی، تو لوگوں کے شور مچانے پر اُسے معزول تو کر دیا۔ مگر اس کی جگہ پر سعید ابن عاص ایسے فاسق کو مقرر کر دیا۔ مصر پر عبداللہ ابن ابی سرح شام پر معاویہ ابن ابی سفیان اور بصرہ پر عبداللہ ابن عامر آپ کے مقرر کردہ حکمران تھے۔ (مروج الذہب جلد ۱ صفحہ ۴۲۵)۔

خطبہ ۴

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

بِنَا اهْتَدَيْتُمْ فِي الظَّلْمَاءِ وَتَسَنَّمْتُمُ الْعَلْيَاءَ وَبِنَا انْفَجَرْتُمْ عَنِ السِّرَارِ وُقِرَ سَمْعٌ لَمْ يَفْقَهِ الْوَاعِيَةَ وَكَيْفَ يُرَاعِي النَّبْأَةَ مَنْ أَصَمَّتْهُ الصَّيْحَةُ رُبِطَ جَنَانٌ لَمْ يُفَارِقْهُ الْخَفَقَانُ مَا زِلْتُ أَنْتَظِرُ بِكُمْ عَوَاقِبَ الْغَدْرِ - وَأَتَوَسَّمُكُمْ بِحِلْيَةِ الْمُغْتَرِّينَ سَتَرَنِي عَنْكُمْ جِلْبَابُ الدِّينِ وَبَصَّرَنِيكُمْ صِدْقُ النِّيَّةِ - أَقَمْتُ لَكُمْ عَلَى سَنَنِ الْحَقِّ فِي جَوَادِّ الْمَضَلَّةِ، حَيْثُ تَلْتَقُونَ وَلَا دَلِيلَ وَتَحْتَفِرُونَ وَلَا تُمِيهُونَ - اَلْيَوْمَ أُنْطِقُ لَكُمُ الْعَجْمَاءَ ذَاتَ الْبَيَانِ غَرَبَ رَأْيُ امْرِئٍ تَخَلَّفَ عَنِّي مَا شَكَكْتُ فِي الْحَقِّ مُذْ أُرِيتُهُ لَمْ يُوجِسْ مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ

ہماری وجہ سے تم نے (گمراہی) کی تیرگیوں میں ہدایت کی روشنی پائی اور رفعت و بلندی کی چوٹیوں پر قدم رکھا، اور ہمارے سبب سے اندھیری راتوں کو اندھیاریوں سے صبح (ہدایت) کے اُجالوں میں آ گئے۔ وہ کان بہرے ہو جائیں جو چلانے والے کی چیخ پکار کو نہ سُنیں، بھلا وہ کیونکر میری کمزور اور دھیمی آواز کو سُن پائیں گے جو اللہ و رسُول کی بلند بانگ صداؤں کے سُننے سے بھی بہرے رہ چکے ہوں۔ ان دلوں کو سکون و قرار نصیب ہو، جن سے خوفِ خدا کی دھڑکنیں الگ نہیں ہوتیں میں تم سے ہمیشہ غدر و بیوفائی ہی کے نتائج کا منتظر رہا اور فریب خوردہ لوگوں کے سے رنگ ڈھنگ کے ساتھ تمھیں بھانپ لیا تھا۔ اگرچہ دین کی نقاب نے مجھ کو تم سے چھپائے رکھا لیکن میری نیت کے صدق و صفا نے تمہاری صُورتیں مجھے دکھا دی تھیں۔ میں بھٹکانے والی راہوں میں تمہارے لیے جادۂ حق پر کھڑا تھا جہاں تم ملتے ملاتے تھے۔ مگر کوئی راہ دکھانے والا نہ تھا تم کنواں کھودتے تھے مگر پانی نہیں نکال سکتے تھے۔ آج میں نے اپنی اس خاموش زبان کو جس میں بڑی بیان کی قوت ہے، گویا کیا ہے اس شخص کی رائے کے لیے دُوری ہو، جس نے مجھ سے کنارہ کشی کی جب سے مجھے حق دکھایا گیا ہے میں نے کبھی اس میں شک و شبہ نہیں کیا۔ حضرت مُوسیٰؑ نے اپنی

خِيفَةً عَلٰى نَفْسِهٖ أَشْفَقَ مِنْ غَلَبَةِ الْجُهَّالِ وَ دُوَلِ الضَّلَالِ اَلْيَوْمَ تَوَاقَفْنَا عَلٰى سَبِيْلِ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ مَنْ وَثِقَ بِمَاءٍ لَمْ يَظْمَأْ۔

جان کے لیے خوف کا لحاظ کبھی نہیں کیا۔ بلکہ جاہلوں کے غلبہ اور گمراہی کے تسلط کا ڈر تھا (اسی طرح میری اب تک کی خاموشی کو سمجھنا چاہیے) آج ہم اور تم حق و باطل کے دوراہے پر کھڑے ہوئے ہیں جسے پانی کا اطمینان ہے وہ پیاس نہیں محسوس کرتا۔ اسی طرح میری موجودگی میں تمھیں میری قدر نہیں۔

ل؎ حضرت موسیٰؑ کے اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے جب ان کے مقابلے میں جادوگر بلائے گئے اور انھوں نے رسیاں اور لاٹھیاں زمین پر پھینک کر اپنا سحر دکھایا تو آپ ڈرنے لگے۔ چنانچہ قدرت کا ارشاد ہے۔

يخيل اليه من سحرهم انها تسعى فاوجس فى نفسه خيفة موسٰى قلنا لاتخف إنك انت الاعلٰى۔

موسیٰؑ کو یوں محسوس ہوا کہ وہ دوڑ رہی ہیں جس سے وہ جی میں ڈرے۔ ہم نے کہا کہ موسیٰ تم کوئی اندیشہ نہ کرو۔ یقیناً تم ہی غالب رہو گے۔

امیرالمومنینؑ فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰؑ کے خوف کھانے کا باعث یہ نہیں تھا کہ وہ چونکہ رسیوں اور لاٹھیوں کو سانپ کی طرح دوڑتے دیکھ رہے تھے۔ اس لیے انھیں اپنی جان کا خطرہ لاحق ہوگیا ہو اور وہ اس سبب سے خائف ہوگئے ہوں بلکہ ان کے ڈرنے کا سبب یہ خیال تھا کہ کہیں دنیا والے ان شعبدہ بازیوں سے متاثر ہو کر گمراہی میں نہ پڑ جائیں اور ان نظر بندیوں سے باطل کی بنیادیں مستحکم نہ ہو جائیں۔ چنانچہ موسیٰؑ کو یہ کہ ڈھارس نہیں دی جاتی کہ تمھاری جان محفوظ ہے۔ بلکہ یہ کہا گیا کہ تم ہی غالب رہو گے۔ اور تمھارا ہی بول بالا ہوگا۔ چونکہ انھیں اندیشہ حق کے دب جانے اور باطل کے ابھر آنے کا تھا نہ اپنی جان کے جانے کا کہ حق کی فتح و کامرانی کے بجائے حفظ جان کی انھیں تسلی دی جاتی۔ حضرت فرماتے ہیں کہ مجھے بھی خوف یہی ہے کہ کہیں دنیا والے ان لوگوں (طلحہ و زبیر وغیرہ) کی فریب کاریوں کے پھندے میں نہ پھنس جائیں اور حق سے منہ موڑ کر ضلالت و گمراہی میں نہ جا پڑیں۔ ورنہ مجھے اپنی جان کی کبھی پروا نہیں ہوئی۔

خطبہ ۵

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمَّا قُبِضَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَخَاطَبَهُ الْعَبَّاسُ وَاَبُوْسُفْيَانَ بْنُ حَرْبٍ فِيْ اَنْ يُّبَايِعَا لَهٗ بِالْخِلَافَةِ)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا سے رحلت فرمائی تو عباس اور ابوسفیان ابن حرب نے آپ سے عرض کیا کہ ہم آپ کی بیعت کرنا چاہتے ہیں جس پر حضرت نے فرمایا۔

أَيُّهَا النَّاسُ شُقُّوا أَمْوَاجَ الْفِتَنِ بِسُفُنِ النَّجَاةِ وَعَرِّجُوا عَنْ طَرِيقِ الْمُنَافَرَةِ وَضَعُوا عَنْ تِيجَانِ الْمُفَاخَرَةِ أَفْلَحَ مَنْ نَهَضَ بِجَنَاحٍ - أَوِ اسْتَسْلَمَ فَأَرَاحَ هٰذَا مَاءٌ آجِنٌ وَلُقْمَةٌ يَغَصُّ بِهَا آكِلُهَا - وَمُجْتَنِي الثَّمَرَةِ لِغَيْرِ وَقْتِ إِينَاعِهَا كَالزَّارِعِ بِغَيْرِ أَرْضِهِ فَإِنْ أَقُلْ يَقُولُوا حَرَصَ عَلَى الْمُلْكِ وَإِنْ أَسْكُتْ يَقُولُوا جَزِعَ مِنَ الْمَوْتِ هَيْهَاتَ بَعْدَ اللَّتَيَّا وَالَّتِي وَاللّٰهِ لَابْنُ أَبِي طَالِبٍ آنَسُ بِالْمَوْتِ مِنَ الطِّفْلِ بِثَدْيِ أُمِّهِ بَلِ انْدَمَجْتُ عَلَىٰ مَكْنُونِ عِلْمٍ لَوْ بُحْتُ بِهِ لَاضْطَرَبْتُمُ اضْطِرَابَ الْأَرْشِيَةِ فِي الطَّوِيِّ الْبَعِيدَةِ -

اے لوگو! فتنہ و فساد کی موجوں کو نجات کی کشتیوں سے چیر کر اپنے کو نکال لے جاؤ۔ تفرقہ و انتشار کی راہوں سے اپنا رُخ موڑ لو، فخر و مباہات کے تاج اتار ڈالو۔ صحیح طریقۂ عمل اختیار کرنے میں، کامیاب وہ ہے جو اُٹھے تو پر و بال کے ساتھ اُٹھے اور نہیں تو (اقتدار کی کرسی) دوسروں کے لیے چھوڑ بیٹھے۔ اور اس طرح خلقِ خدا کو بدامنی سے راحت میں رکھے۔ (اس وقت طلبِ خلافت کے لیے کھڑا ہونا) یہ ایک گندلا پانی اور ایسا لقمہ ہے جو کھانے والے کے گلوگیر ہو کر رہے گا۔ پھلوں کو ان کے پکنے سے پہلے چننے والا ایسا ہے جیسے دُوسروں کی زمین میں کاشت کرنے والا۔ اگر بولتا ہوں تو لوگ کہتے ہیں کہ یہ دنیوی سلطنت پر مٹے ہوئے ہیں اور چپ رہتا ہوں تو کہتے ہیں کہ موت سے ڈر گئے۔ افسوس اب یہ بات جب کہ میں ہر طرح کے نشیب و فراز دیکھے بیٹھا ہوں۔ خدا کی قسم ابوطالب [عه] کا بیٹا موت سے اتنا مانوس ہے کہ بچہ اپنی ماں کی چھاتی سے اتنا مانوس نہیں ہوتا۔ البتہ ایک علم پوشیدہ میرے سینے کی تہوں میں لپٹا ہوا ہے کہ اسے ظاہر کر دوں تو تم اسی طرح پیچ و تاب کھانے لگو جس طرح گہرے کنوؤں میں رسیاں لرزتی اور تھرتھراتی ہیں۔

١؎ جب پیغمبر اکرمؐ کی وفات ہوئی ہے تو ابوسفیان مدینہ میں موجود نہ تھا۔ واپس آ رہا تھا کہ راستہ میں اس المناک حادثہ کی اطلاع ملی۔ فوراً پوچھنے لگا کہ مسلمانوں کی امارت و قیادت کس کو ملی ہے اسے بتایا گیا کہ لوگوں نے ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کر لی ہے۔ یہ سُن کر عرب کا مانا ہوا فتنہ پرداز سوچ میں پڑ گیا اور آخر ایک تجویز لے کر عباس ابن عبد المطلب کے پاس آیا اور کہا کہ دیکھو ان لوگوں نے دھاندلی مچا کر خلافت ایک تیمی کے حوالے کر دی اور بنی ہاشم کو ہمیشہ کے لیے اس سے محروم کر دیا اور یہ اپنے بعد بنی عدی کے ایک درشت خو تند مزاج کو ہمارے سروں پر مسلط کر جائے گا۔ چلو علی ابن ابی طالب سے کہیں کہ وہ گھر کا گوشہ چھوڑیں اور اپنا حق لینے کے لیے میدان میں اُتر آئیں۔ چنانچہ وہ عباس کو ہمراہ لے کر حضرت کے پاس آیا اور کہا کہ آپ ہاتھ بڑھائیں۔ میں آپ کی بیعت کرتا ہوں۔ اور اگر کوئی مخالفت کے لیے اُٹھا تو میں مدینہ کے گلی کوچوں کو سواروں اور پیادوں

سے بھر دوں گا۔ امیر المومنین کے لیے یہ انتہائی نازک مرحلہ تھا۔ وہ اپنے کو پیغمبرؐ کا صحیح وارث و جانشین سمجھتے تھے اور ابوسفیان ایسا جتھے قبیلے والا امداد کے لیے آمادہ کھڑا تھا۔ صرف ایک اشارہ کافی تھا کہ جنگ کے شعلے بھڑکنے لگتے۔ مگر امیر المومنین کے تدبر و اصابت رائے نے مسلمانوں کو فتنہ سے بچالیا اور آپ کی دُور رس نظروں نے بھانپ لیا کہ یہ قبائلی تعصب اور نسلی انتقام کو اُبھار کر آپس میں لڑوانا چاہتا ہے، تاکہ اسلام میں ایک ایسا زلزلہ آئے جو اس کی بنیاد تک کو ہلا دے۔ لہٰذا آپ نے اس کی رائے کو ٹھکرا کر اُسے سختی سے جھڑکا۔ اور اس موقعہ پر یہ کلمات ارشاد فرمائے جن میں لوگوں کو فتنہ انگیزیوں اور بے جا سر بلندیوں سے روکا ہے اور اپنا موقف یہ بتایا ہے کہ میرے لیے دو ہی صورتیں ہیں۔ یا تو جنگ کے لیے اُٹھ کھڑا ہوں یا اپنے حق سے دستبردار ہو کر ایک گوشہ میں چپکے سے بیٹھ جاؤں۔ اگر جنگ کے لیے کھڑا ہوتا ہوں تو کوئی یار و مددگار دکھائی نہیں دیتا کہ ان اُبھرنے والے فتنوں کو دبا سکوں۔ اب یہی چارۂ کار ہے کہ خاموشی سے وقت کا انتظار کروں۔ یہاں تک کہ حالات سازگار ہوں۔

اس موقع پر امیر المومنین کی خاموشی مصلحت بینی و دُور اندیشی کی آئینہ دار تھی۔ کیونکہ ان حالات میں اگر مدینہ مرکز جنگ بن جاتا تو اس کی آگ تمام عرب کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی۔ مہاجرین و انصار میں جس رنجش و چپقلش کی ابتداء ہو چکی تھی وہ بڑھ کر اپنی انتہا کو پہنچتی۔ منافقین کی ریشہ دوانیاں اپنا کام کرتیں اور اسلام کی کشتی ایسے گرداب میں جا پڑتی کہ اس کا سنبھلنا مشکل ہو جاتا۔ اس لیے امیر المومنین نے دکھ سہے۔ کرمیاں جھیلیں مگر ہاتھوں کو جنبش نہیں دی۔ تاریخ شاہد ہے کہ پیغمبرؐ نے مکہ کی زندگی میں ہر طرح کی تکلیفیں اور زحمتیں برداشت کیں۔ مگر صبر و استقلال کو چھوڑ کر لڑنے اُلجھنے کے لیے تیار نہ ہوئے۔ چونکہ آپ جانتے تھے کہ اگر اس وقت جنگ چھڑ گئی تو اسلام کے پھلنے پھولنے کی راہیں بند ہو جائیں گی۔ البتہ جب پشت پر اتنے اعوان و انصار ہو لیے کہ جو کفر کی طغیانیوں کو دبانے اور فتنوں کو کچلنے کی طاقت رکھتے تھے تو دشمن کے مقابلہ میں اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اسی طرح امیر المومنین پیغمبرؐ کی سیرت کو مشعلِ راہ بناتے ہوئے تلوار کی قوت اور دست و بازو کے زور کا مظاہرہ نہیں کرتے چونکہ آپ سمجھ رہے تھے کہ دشمن کے مقابلہ میں بے ناصر و مددگار اُٹھ کھڑا ہونا، کامرانی و کامیابی کے بجائے شورش انگیزی و زیاں کاری کا سبب بن جائے گا اس لیے اس موقعہ کے لحاظ سے طلبِ امارت کو ایک گندلے پانی اور گلے میں پھنس جانے والے لقمے سے تشبیہہ دی ہے۔ چنانچہ جن لوگوں نے چھینا جھپٹی کر کے اس لقمہ کو چھین لیا تھا اور ٹھونس ٹھانس کر اُسے نگل لینا چاہا۔ ان کے گلے میں بھی یہ لقمہ اٹک کر رہ گیا کہ نہ نگلتے بنتی تھی اور نہ اگلتے بنتی تھی۔ یعنی نہ تو وہ اُسے سنبھال سکتے تھے جیسا کہ ان لغزشوں سے ظاہر ہے جو اسلامی احکام کے سلسلہ میں کھائی جاتی تھیں اور نہ یہ پھندا اپنے گلے سے اُتارنے کے لیے تیار ہوتے تھے۔ پھر اسی مطلب کو دوسرے لفظوں میں یوں بیان فرمایا ہے کہ اگر میں ان ناسازگار حالات میں خلافت کے ثمر نارسیدہ کو توڑنے کی کوشش کرتا تو اس سے باغ بھی اُجڑتا اور میرے ہاتھ بھی کچھ نہ آتا۔ جیسے کہ ان لوگوں کی حالت ہے کہ غیر کی زمین میں کھیتی تو کر بیٹھے مگر نہ اس کی حفاظت کر سکے نہ جانوروں سے اُسے بچا سکے۔ نہ وقت پر پانی دے سکے اور نہ اس سے کوئی جنس حاصل کر سکے۔ بلکہ ان لوگوں کی تو

یہ حالت ہے کہ اگر کہتا ہوں کہ اس زمین کو خالی کردو تاکہ اس کا مالک خود کاشت کرے اور خود نگہداشت کرے تو یہ کہنے لگتے ہیں کہ یہ کتنے حریص اور لالچی ہیں اور چپ رہتا ہوں تو یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ موت سے ڈر گئے ہیں۔ بھلا یہ تو بتائیں کہ میں کس موقعہ پر ڈرا اور کب جان بچا کر میدان سے بھاگا۔ جبکہ ہر چھوٹا بڑا معرکہ میری بے جگری کا شاہد اور میری جرأت و ہمت کا گواہ ہے جو تلواروں سے کھیلے اور پہاڑوں سے ٹکرائے وہ موت سے نہیں ڈرا کرتا۔ میں تو موت سے اتنا مانوس ہوں کہ بچہ ماں کی چھاتی سے بھی اتنا مانوس نہیں ہوتا۔ سنو! میرے چپ رہنے کی وجہ وہ علم ہے جو پیغمبرؐ نے میرے سینے میں ودیعت فرمایا ہے۔ اگر ابھی سے اسے ظاہر کردوں تو تم سراسیمہ و مضطرب ہو جاؤ گے۔ کچھ دن گزرنے دو تو تم خود میری خاموشی کی وجہ جان لوگے اور اپنی آنکھوں سے دیکھ لوگے کہ اسلام کے نام سے کیسے کیسے لوگ اس مسند پر آئیں گے اور کیا کیا تباہیاں مچائیں گے۔ میری خاموشی کا یہی سبب ہے کہ یہ ہو کر رہے گا، ورنہ بے وجہ خاموشی نہیں۔

خموشی معنیٔ دارد کہ در گفتن نمی آید

لہ موت کے متعلق فرماتے ہیں کہ وہ مجھے اتنی محبوب ہے کہ بچے کو اپنی ماں کی آغوش میں اپنے سرچشمۂ غذا کی طرف جھک کر بڑھنا اتنا محبوب نہیں ہوتا کیونکہ ماں کی چھاتی سے بچے کا اُنس ایک طبعی تقاضے کے زیر اثر ہوتا ہے اور طبعی تقاضے سن کے ساتھ بدلتے رہتے ہیں۔ چنانچہ زمانۂ رضاعت کا محدود عرصہ گزارنے کے بعد جب اس کی طبیعت پلٹا کھاتی ہے تو جس سے مانوس رہتا ہے۔ پھر اس کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنا بھی پسند نہیں کرتا اور نفرت سے منہ پھیر لیتا ہے۔ لیکن لقائے پروردگار سے انبیاء و اولیاء کا انس عقلی و روحانی ہوتا ہے اور عقلی و روحانی تقاضے بدلا نہیں کرتے اور نہ ان میں ضعف و انحطاط آیا کرتا ہے اور چونکہ موت لقائے پروردگار کا ذریعہ اور اس منزل کا پہلا زینہ ہے۔ اس لیے موت سے بھی ان کی شیفتگی اس حد تک بڑھ جاتی ہے کہ اس کی سختیاں ان کے لیے راحت کا ساز و سامان اور اس کی تلخیاں ان کے کام و دہن کے لیے لذت اندوزی کا سر و سامان بن جایا کرتی ہیں اور اس سے ان کا انس ویسا ہی ہوتا ہے جیسا کہ پیاسے کا کنویں سے اور بھٹکے ہوئے مسافر کا منزل سے۔ چنانچہ امیر المومنین علیہ السلام جب ابن ملجم کے قاتلانہ حملے سے مجروح ہوئے تو فرمایا کہ وما کنت الا کقارب ورد و طالب وجد وما عند الله خیر للابرار میں موت کا چشمہ لگاتار ڈھونڈ رہا تھا کہ اس کے گھاٹ پر آپہنچا اور اسی منزل کی طلب و تلاش میں تھا کہ اسے پا لیا اور نیکوکاروں کیلئے اللہ کے یہاں کی نعمتوں سے بڑھ چڑھ کر کیا ہو سکتا ہے اور پیغمبر اکرمؐ کا بھی ارشاد ہے کہ لیس للمومن راحة دون لقاء الله لقائے ربانی کے علاوہ مومن کے لیے کہیں پر راحت کا سر و سامان نہیں ہے۔

خطبہ ۶

(ومن كلام له عليه السلام لما أشير اليه بان لا يتبع طلحة والزبير

جب آپ کو یہ مشورہ دیا گیا کہ آپ طلحہ و زبیر کا پیچھا نہ کریں اور ان سے جنگ کرنے کی نہ ٹھان لیں تو آپ

وَلَا يرصد لهما القتال۔

وَاللّٰهِ لَا أَكُونُ كَالضَّبُعِ تَنَامُ عَلَىٰ طُولِ اللَّدْمِ۔ حَتَّىٰ يَصِلَ إِلَيْهَا طَالِبُهَا۔ وَيَخْتِلَهَا رَاصِدُهَا وَلٰكِنِّي أَضْرِبُ بِالْمُقْبِلِ إِلَى الْحَقِّ الْمُدْبِرَ عَنْهُ وَبِالسَّامِعِ الْمُطِيعِ الْعَاصِيَ الْمُرِيبَ أَبَدًا حَتَّىٰ يَأْتِيَ عَلَيَّ يَوْمِي فَوَاللّٰهِ مَا زِلْتُ مَدْفُوعًا عَنْ حَقِّي مُسْتَأْثَرًا عَلَيَّ مُنْذُ قَبَضَ اللّٰهُ نَبِيَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّىٰ يَوْمِ النَّاسِ هٰذَا۔

نے فرمایا۔

خدا کی قسم میں اس بجو کی طرح نہ ہوں گا جو لگاتار کھٹکھٹائے جانے سے سوتا ہوا بن جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کا طلبگار (شکاری) اس تک پہنچ جاتا ہے اور گھات لگا کر بیٹھنے والا اس پر اچانک قابو پا لیتا ہے۔ بلکہ میں تو حق کی طرف بڑھنے والوں اور گوش بر آواز اطاعت شعاروں کو لے کر ان خطاوَ شک میں پڑنے والوں پر اپنی تلوار چلاتا رہوں گا۔ یہاں تک کہ میری موت کا دن آ جائے۔ خدا کی قسم! جب سے اللہ نے اپنے رسولؐ کو دنیا سے اٹھایا۔ برابر دوسروں کو مجھ پر مقدم کیا گیا۔ اور مجھے میرے حق سے محروم رکھا گیا۔

لہ جب امیر المومنینؑ نے طلحہ و زبیر کے عقب میں جانے کا ارادہ کیا تو آپ سے عرض کیا گیا کہ انھیں ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے۔ ایسا نہ ہو کہ ان سے آپ کو کوئی گزند پہنچے تو اس کے جواب میں آپ نے یہ کلمات ارشاد فرمائے۔ جن کا ماحصل یہ ہے کہ میں کب تک اپنا حق چھنتا ہوا دیکھتا رہوں گا اور خاموش بیٹھا رہوں گا۔ اب تو جب تک میرے دم میں دم ہے۔ میں ان سے لڑوں گا اور انھیں کیفر کردار تک پہنچا کر رہوں گا اور انھیں یہ نہ سمجھ لینا چاہیے کہ میں بجو کی طرح بآسانی ان کے قابو آ جاؤں گا۔

ضبع کے معنی بجو کے ہیں۔ اس کی کنیت ام عامر اور ام طریق ہے اور اسے حضاجر بھی کہا جاتا ہے۔ حضاجر حضجر کی جمع ہے۔ جس کے معنی پیٹو کے ہوتے ہیں۔ لیکن جب جمع کی صورت میں اسے استعمال کیا جائے تو اس سے بجو مراد لی جاتی ہے۔ چونکہ یہ ہر چیز نگل جاتا ہے اور جو پاتا ہے ہڑپ کر جاتا ہے گویا اس میں کئی ایک پیٹ جمع ہو گئے ہیں جو بھرنے میں نہیں آتے اور اُسے نعثل بھی کہا جاتا ہے۔ یہ بڑا سیدھا سادا اور بڑا بے وقوف جانور ہوتا ہے۔ اگر کسی کی انتہائی حماقت دکھانا مقصود ہو تو یہ کہا جاتا ہے۔ "فلان احمق من الضبع"۔ فلاں تو بجو سے بھی زیادہ بیوقوف ہے"۔ چنانچہ اس کی حماقت اس کے بآسانی شکار ہو جانے ہی سے ظاہر ہے کہ شکاری اس کے بھٹ کے گرد گھیرا ڈال لیتا ہے اور لکڑی سے یا پیر سے زمین کو تھپتھپاتا ہے اور چپکے سے کہتا ہے۔ "اطرقی ام طریق خامری ام عامر"۔ لے بجو! اپنے سر کو جھکا لے، اے بجو چھپ جا۔ اس جملہ کو دہرانے اور زمین کو تھپتھپانے سے وہ بھٹ کے ایک گوشے میں چھپ کر بیٹھ جاتا ہے۔ پھر شکاری کہتا ہے۔ "ام عامر لیست فی وجادها ام عامر نائمہ بھلا وہ اپنے بھٹ میں کہاں وہ تو کسی گوشہ میں سویا پڑا ہوگا"۔ یہ سن کر وہ ہاتھ پیر پھیلا دیتا ہے اور سوتا ہوا بن جاتا ہے اور شکاری اس کے پیروں میں پھندا ڈال کر اسے باہر کھینچ لیتا ہے اور یہ بزدلوں کی طرح بے مقابلہ کئے اس کے قابو میں آ جاتا ہے۔

خطبہ ۷

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِتَّخَذُوا الشَّيْطَانَ لِأَمْرِهِمْ مِلَاكاً وَاتَّخَذَهُمْ لَهُ أَشْرَاكاً فَبَاضَ وَفَرَّخَ فِي صُدُورِهِمْ وَدَبَّ وَدَرَجَ فِي حُجُورِهِمْ. فَنَظَرَ بِأَعْيُنِهِمْ وَنَطَقَ بِأَلْسِنَتِهِمْ فَرَكِبَ بِهِمُ الزَّلَلَ وَزَيَّنَ لَهُمُ الْخَطَلَ فِعْلَ مَنْ قَدْ شَرِكَهُ الشَّيْطَانُ فِي سُلْطَانِهِ وَنَطَقَ بِالْبَاطِلِ عَلَى لِسَانِهِ۔

انھوں نے اپنے ہر کام کا کرتا دھرتا شیطان کو بنا رکھا ہے اور اس نے ان کو اپنا آلۂ کار بنا لیا ہے۔ اس نے ان کے سینوں میں انڈے دیے ہیں اور بچے نکالے ہیں اور انہی کی گودوں میں وہ بچے رینگتے اور اچھلتے کودتے ہیں۔ وہ دیکھتا ہے تو اُن کی آنکھوں سے، اور بولتا ہے تو ان کی زبانوں سے۔ اس نے انھیں خطاؤں کی راہ پر لگایا ہے اور بُری باتیں سج کر اُن کے سامنے رکھی ہیں جیسے اُس نے انھیں اپنے تسلط میں شریک بنا لیا ہو اور انھیں کی زبانوں سے اپنے کلام باطل کے ساتھ بولتا ہو۔

لہ منافقین کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ لوگ شیطان کے رفیق کار اور اس کے معین و مددگار ہیں اور اس نے بھی ان سے اتنی راہ و رسم پیدا کر لی ہے کہ انہی کے ہاں ڈیرے ڈال دیے ہیں اور انہی کے سینوں کو اپنا آشیانہ بنا لیا ہے۔ یہیں پر وہ انڈے بچے دیتا ہے اور وہ بچے بغیر کسی جھجک کے ان کی گودیوں میں اچھل کود مچاتے ہیں یعنی اُن کے دلوں میں شیطانی وسوسے جنم لیتے ہیں اور وہیں پر فروغ پاتے اور پروان چڑھتے ہیں، نہ اُن کے لیے کوئی روک ٹوک ہے نہ کسی قسم کی بندش۔ وہ اس طرح ان کے خون میں رچ گیا اور رُوح میں بس گیا ہے کہ دوئی کے پردے اٹھ چکے ہیں۔ اب آنکھیں ان کی ہیں اور نظر اس کی۔ زبان ان کی ہے اور قول اس کا جیسا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”ان الشیطان یجری من ابن آدم مجری الدم“ ”شیطان اولادِ آدم کے رگ و پے میں خون کی جگہ دوڑتا ہے“۔ یعنی جس طرح خون کی گردش نہیں رکتی یوں ہی اس کی وسوسہ اندازیوں کا سلسلہ رُکنے نہیں پاتا اور وہ انسان کو اس کے سوتے جاگتے، اُٹھتے بیٹھتے برابر برائیوں کی طرف کھینچ کر لاتا ہے اور اس طرح اپنے رنگ میں رنگ لیتا ہے کہ ان کا ہر قول و عمل ہو بہو اس کے قول و عمل کی تصویر بن جاتا ہے۔ جن کے سینے ایمان کی ضیا باریوں سے جگمگا رہے ہیں۔ وہ ان وسوسوں کی روک تھام کرتے ہیں اور کچھ ان کی پذیرائی کے لیے ہر وقت آمادہ و مستعد رہتے ہیں اور وہ وہی لوگ ہیں جو اسلام کی نقاب اوڑھ کر کفر کو فروغ دینے کی فکر میں لگے رہتے ہیں۔

خطبہ ۸

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
يَعْنِي بِهِ الزُّبَيْرَ فِي حَالٍ اقْتَضَتْ ذٰلِكَ يَزْعُمُ أَنَّهُ قَدْ بَايَعَ بِيَدِهِ وَلَمْ يُبَايِعْ بِقَلْبِهِ. فَقَدْ أَقَرَّ بِالْبَيْعَةِ وَادَّعَى الْوَلِيجَةَ فَلْيَأْتِ عَلَيْهَا بِأَمْرٍ يُعْرَفُ وَإِلَّا فَلْيَدْخُلْ فِيمَا خَرَجَ مِنْهُ۔

یہ کلام زبیر[1] کے متعلق اس وقت فرمایا جب کہ حالات اسی قسم کے بیان کے مقتضی تھے۔

وہ ایسا ظاہر کرتا ہے کہ اس نے بیعت ہاتھ سے کر لی تھی۔ مگر دل سے نہیں کی تھی۔ بہر صورت اس نے بیعت کا تو اقرار کر لیا۔ لیکن اس کا یہ ادعا کہ اس کے دل میں کھوٹ تھا تو اُسے چاہیے کہ اس دعویٰ کے لیے کوئی دلیل واضح پیش کرے ورنہ جس بیعت سے منحرف ہوا ہے اس میں واپس آئے۔

۱؎ جب زبیر ابن عوام نے امیر المومنین کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے بعد بیعت شکنی کی تو وہ اس کے لیے کبھی یہ عذر کرتے تھے کہ مجھے بیعت کیلئے مجبور کیا گیا تھا اور مجبوری کی بیعت کوئی بیعت نہیں ہوا کرتی اور کبھی یہ فرماتے تھے کہ یہ تو صرف دکھاوے کی بیعت تھی میرا دل اس سے ہمنوا نہ تھا۔ گویا کہ وہ خود ہی اپنی زبان سے اپنے ظاہر و باطن کے مختلف ہونے کا اعتراف کر لیا کرتے تھے۔ لیکن یہ عذر ایسا ہی ہے جیسے کوئی اسلام لانے کے بعد منحرف ہو جائے اور سزا سے بچنے کے لیے یہ کہہ دے کہ میں نے صرف زبان سے اسلام قبول کیا تھا۔ دل سے نہیں مانا تھا تو ظاہر ہے کہ یہ عذر مسموع نہیں ہو سکتا اور نہ اس ادعا کی بنا پر وہ سزا سے بچ سکتا ہے۔ اگر انھیں یہ شبہ تھا کہ حضرتؑ کے اشارے پر عثمان کا خون بہایا گیا ہے تو یہ شبہ اس وقت بھی دامن گیر ہونا چاہیے تھا کہ جب اطاعت کے لیے حلف اُٹھایا جا رہا تھا اور بیعت کے لیے ہاتھ بڑھ رہا تھا یا یہ کہ اب توقعات ناکام ہوتے ہوئے نظر آئے اور کہیں اور سے اُمید کی جھلکیاں دکھائی دینے لگی تھیں۔

حضرتؑ نے مختصر سی لفظوں میں ان کے دعویٰ کو یوں باطل کیا ہے کہ جب وہ یہ اعتراف کرتے ہیں کہ ہاتھ سے بیعت کی تھی تو پھر جب تک بیعت کے توڑنے کا جواز پیدا نہیں ہوتا، انھیں بیعت پر برقرار رہنا چاہیے اور اگر بقول ان کے کہ دل اس سے ہم آہنگ نہ تھا تو اس کے لیے انھیں کوئی واضح ثبوت پیش کرنا چاہیے۔ لیکن دلی کیفیات پر تو کوئی دلیل لائی نہیں جا سکتی تو وہ اس کے لیے دلیل کہاں سے لائیں گے اور دعویٰ بے دلیل قبول خرد نہیں۔

خطبہ ۹

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
وَقَدْ أَرْعَدُوا وَأَبْرَقُوا، وَمَعَ هٰذَيْنِ

۱؎ وہ رعد کی طرح گرجے اور بجلی کی طرح چمکے۔ مگر ان دونوں باتوں کے باوجود بزدلی ہی دکھائی اور ہم جب تک دشمن پر

الْأَمْرَيْنِ الْفَشَلُ وَلَسْنَا نُرْعِدُ حَتّٰى نُوْقِعَ - وَلَا نُسِيْلُ حَتّٰى نُمْطِرَ -

ٹوٹ نہیں پڑتے گرجتے نہیں اور جب تک (عملی طور پر) برس نہیں لیتے (لفظوں کا) سیلاب نہیں بہاتے۔

---

[1] اصحابِ جمل کے متعلق فرماتے ہیں کہ وہ خوب گرجے گونجے، دندناتے ہوئے اُٹھے مگر جب رن پڑا تو تنکوں کی طرح اُڑتے ہوئے نظر آئے۔ کہاں تو وہ زمین و آسمان کے قلابے ملاتے کہ یہ کردیں گے اور وُہ کر دیں گے اور کہاں یہ بودا پن کہ میدان چھوڑتے بنی اور اپنی کیفیت یہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم لڑائی سے پہلے نہ دھمکیاں دیا کرتے ہیں اور نہ شیخیاں بگھارا کرتے ہیں اور نہ خواہ مخواہ کا ہلڑ مچا کر دشمن کو مرعوب کرنے کی کوشش کیا کرتے ہیں۔ کیونکہ بہادروں کا یہ وتیرہ نہیں ہوتا کہ وہ ہاتھ کے بجائے زبان سے کام لیں۔ چنانچہ آپ نے اس موقعہ پر اپنے ساتھیوں سے فرمایا۔ ایاکم وکثرۃ الکلام فانہ فشل زیادہ باتیں بنانے سے اجتناب کرو کیونکہ یہ بزدلی کی علامت ہے۔

خطبہ ۱۰

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلَا وَإِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ جَمَعَ حِزْبَهٗ وَاسْتَجْلَبَ خَيْلَهٗ وَرَجِلَهٗ وَإِنَّ مَعِيَ لَبَصِيْرَتِيْ مَا لَبَّسْتُ عَلٰى نَفْسِيْ وَلَا لُبِّسَ عَلَيَّ وَايْمُ اللّٰهِ لَأُفْرِطَنَّ لَهُمْ حَوْضًا أَنَا مَاتِحُهٗ لَا يُصْدِرُوْنَ عَنْهُ وَلَا يَعُوْدُوْنَ إِلَيْهِ -

شیطان[1] نے اپنے گروہ کو جمع کر لیا ہے اور اپنے سوار و پیادے سمیٹ لیے ہیں۔ میرے ساتھ یقیناً میری بصیرت ہے نہ میں نے خود (جان بوجھ کر) کبھی اپنے کو دھوکا دیا اور نہ مجھے واقعی کبھی دھوکا ہوا۔ خدا کی قسم میں ان کے لیے ایک ایسا حوض چھلکاؤں گا۔ جس کا پانی نکالنے والا میں ہوں انہیں ہمیشہ کے لیے نکلنے یا (نکل کر) پھر واپس آنے کا کوئی امکان ہی نہ ہو گا۔

---

[1] جب طلحہ و زبیر بیعت توڑ کر الگ ہو گئے اور حضرت عائشہ کی ہمراہی میں بصرہ کو روانہ ہوئے، تو حضرت نے یہ کلمات ارشاد فرمائے جو ایک طویل خطبہ کے اجزاء ہیں۔

ابن ابی الحدید نے تحریر کیا ہے کہ اس خطبہ میں شیطان سے مراد شیطان حقیقی بھی لیا جا سکتا ہے اور معاویہ بھی مراد ہو سکتا ہے۔ کیونکہ در پردہ معاویہ ہی طلحہ و زبیر سے ساز باز کر کے امیرالمومنینؑ سے لڑنے کے لیے آمادہ کر رہا تھا۔ لیکن شیطان حقیقی مراد لینا موقع و محل کے اعتبار سے مناسب اور زیادہ واضح ہے۔

خُطبہ ۱۱

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
لِابْنِهِ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنَفِيَّةِ لَمَّا
أَعْطَاهُ الرَّايَةَ يَوْمَ الْجَمَلِ)
تَزُولُ الْجِبَالُ وَلَا تَزُلْ. عَضَّ
عَلَىٰ نَاجِذِكَ أَعِرِ اللّٰهَ جُمْجُمَتَكَ تِدْ فِي الْأَرْضِ
قَدَمَكَ إِرْمِ بِبَصَرِكَ أَقْصَى الْقَوْمِ وَغُضَّ
بَصَرَكَ وَاعْلَمْ أَنَّ النَّصْرَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ
سُبْحَانَهُ.

جب جنگِ جمل میں علم اپنے فرزند محمد بن حنفیہ کو دیا، تو اُن سے فرمایا :-

پہاڑ اپنی جگہ چھوڑ دیں مگر تم اپنی جگہ سے نہ ہٹنا۔ اپنے دانتوں کو بھینچ لینا۔ اپنا کاسہ سر اللہ کو عاریت دے دینا۔ اپنے قدم زمین میں گاڑ دینا۔ لشکر کی آخری صفوں پر اپنی نظر رکھنا اور (دشمن کی کثرت و طاقت سے) آنکھوں کو بند کر لینا اور یقین رکھنا کہ مدد خدا ہی کی طرف سے ہوتی ہے۔

محمدؒ ابن حنفیہ

امیرالمومنینؑ کے صاحبزادے تھے اور مادری نسبت سے انہیں ابن حنفیہ کہا جاتا ہے۔ ان کی والدہ گرامی کا نام خولہ بنت جعفر تھا۔ جو قبیلہ بنی حنیفہ کی نسبت سے حنفیہ کے لقب سے یاد کی جاتی تھیں۔ جب اہل یمامہ کو زکوٰۃ کے روک لینے پر مرتد قرار دے کر قتل و غارت کیا گیا اور ان کی عورتوں کو کنیزوں کی صورت میں مدینہ لایا گیا، تو ان کے ساتھ آپ بھی وارد مدینہ ہوئیں۔ جب ان کے قبیلہ والے اس پر مطلع ہوئے تو وہ امیرالمومنین کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے خواہش کی کہ وہ انھیں کنیزی کے داغ سے بچا کر ان کی خاندانی عزت و شرافت کو بچائیں۔ چنانچہ حضرت نے انھیں خرید کر آزاد کر دیا اور بعد میں ان سے عقد کیا اور محمد کی ولادت ہوئی۔

بیشتر مورخین نے ان کی کنیت ابوالقاسم تحریر کی ہے۔ چنانچہ صاحبِ استیعاب نے ابوراشد ابنِ حفص زہری کا یہ قول نقل کیا ہے کہ میں نے صحابہ زادوں میں سے چار ایسے افراد دیکھے ہیں جن میں سے ہر ایک کا نام محمد اور کنیت ابوالقاسم تھی۔ (۱) محمد ابنِ حنفیہ (۲) محمد ابنِ ابوبکر (۳) محمد ابنِ طلحہ (۴) محمد ابنِ سعد۔ اس کے بعد تحریر ہے کہ محمد ابنِ طلحہ کا نام اور کنیت پیغمبرؐ نے رکھی تھی اور واقدی نے لکھا ہے کہ محمد ابنِ ابی بکر کا نام اور کنیت عائشہ نے تجویز کی تھی۔ بظاہر پیغمبرؐ اکرم کا محمد ابنِ طلحہ کے لیے اس نام اور کنیت کو جمع کر دینا درست نہیں معلوم ہوتا کیونکہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبرؐ نے اس کو امیرالمومنینؑ کے ایک فرزند کے لیے مخصوص کر دیا تھا اور وہ محمد ابنِ حنفیہ تھے۔ چنانچہ ابنِ خلکان نے محمد ابنِ حنفیہ کے حالات کے ضمن میں لکھا ہے۔

اما كنية بأبي القاسم فيقال انها
رخصة من رسول الله صلى الله عليه

لیکن ان کی کنیت ابوالقاسم اس بنا پر تھی جو کہا جاتا ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خصوصی اجازت تھی کہ

وسلّم وانه قال لعلی سیولد لك بعدی غلام وقد نحلته اسمی و کنیتی ولا تحل لاحد من امّتی بعدہ۔
(وفیات الاعیان ج ۱ ص ۴۴۹)

آپ نے علی ابن ابی طالب سے فرمایا کہ میرے بعد تمہارے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا۔ میں نے اسے اپنا نام اور اپنی کنیت عطا کی ہے اور اس کے بعد میری اُمت میں سے کسی کے لیے اس کنیت اور نام کو جمع کرنا جائز نہ ہوگا۔

اِس قول کے پیشِ نظر ہونگر یہ صحیح سمجھا جا سکتا ہے کہ پیغمبرؐ نے اس نام اور کنیت کو کسی اور کے لیے بھی جمع کر دیا ہوگا۔ جب کہ خصوصی اجازت کے معنی ہی یہ ہوتے ہیں کہ کوئی دوسرا اس میں شریک نہ ہو اور پھر بعض لوگوں نے ابنِ طلحہ کی کنیت ابوالقاسم کے بجائے ابوسلیمان تحریر کی ہے جس سے ہمارے مسلک کو مزید تائید حاصل ہوتی ہے۔ یوں ہی محمد ابنِ ابی بکر کی کنیت اگر اس بنا پر تھی کہ ان کے بیٹے کا نام قاسم تھا جو فقہائے مدینہ میں سے تھے تو حضرت عائشہ کے یہ کنیت تجویز کرنے کے کیا معنی اور اگر نام کے ساتھ ہی کنیت تجویز کر دی تھی تو بعد میں محمد ابن ابی بکر نے اس چیز کو کیونکر گوارا کر لیا ہوگا۔ جب کہ امیرالمومنین کے زیرِ سایہ پرورش پانے کی وجہ سے پیغمبرؐ کا یہ ارشاد ان سے مخفی نہیں رہ سکتا تھا اور پھر یہ کہ اکثر لوگوں نے ان کی کنیت ابوعبدالرحمٰن لکھی ہے جس سے ابوراشد کے قول کو ضعف پہنچتا ہے۔

ان لوگوں کی کنیت کا ابوالقاسم ہونا تو درکنار خود ابن حنفیہ کی بھی یہ کنیت ثابت نہیں ہے۔ اگرچہ ابنِ خلکان نے امیرالمومنین کے اس فرزند سے کہ جس کے لیے پیغمبرؐ نے یہ خصوصیت قرار دی ہے۔ محمد ابنِ حنفیہ ہی کو مراد لیا ہے۔ مگر علامہ مامقانی تحریر کرتے ہیں کہ

هٰذا التطبیق من ابن خلکان اشتباہ وانما المراد بالذکر الذی یولد لعلی ولا یحل لغیرہ الجمع بین اسمه و کنیته هو الحجّة المنتظر ارواحنا فداہ دون محمّد ابن حنفیه وکون کنیة محمّد ابن حنفیة ابا القاسم غیر مسلم وانما ذکرہ بعض العامة غفلة عن المراد بالولد المذکور بالنبوی۔

اس حدیث کو محمد ابن حنفیہ پر منطبق کرنے میں ابن خلکان کو اشتباہ ہوا ہے، کیونکہ امیرالمومنین کے اس فرزند سے مراد کہ جس کے علاوہ کسی اور کے لیے نام اور کنیت کو جمع کرنا جائز نہیں ہے وہ حضرت حجت (ارواحنا فداہ) ہیں نہ محمد ابن حنفیہ اور نہ ان کی کنیت ابوالقاسم ثابت ہے۔ بلکہ اہلِ سنت نے مرادِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے غافل رہنے کی بنا پر اس سے محمد ابنِ حنفیہ کو مراد لے لیا ہے۔

بہرحال محمد ابن حنفیہ صلاح و تقویٰ میں نمایاں زہد و عبادت میں ممتاز، علم و فضل میں بلند مرتبہ اور باپ کی شجاعت کے ورثہ دار تھے۔ جمل و صفین میں ان کے کارناموں نے ان کی شجاعت و بے جگری کی ایسی دھاک عرب پر بٹھا دی تھی کہ اچھے اچھے شاہزور آپ کے نام سے کانپ اُٹھتے تھے اور امیرالمومنین کو بھی ان کی ہمت و شجاعت پر ناز تھا اور ہمیشہ معرکوں میں انھیں آگے رکھتے تھے۔ چنانچہ شیخ بہائی علیہ الرحمہ نے کشکول میں تحریر کیا ہے کہ علی ابن ابی طالب انھیں جنگوں میں پیش پیش رکھتے

تھے اور حسن و حسین علیہما السلام کو معرکوں میں پیش قدمی کی اجازت نہ دیتے تھے اور یہ فرمایا کرتے تھے کہ ھو ولدی وھما ابنا رسول اللہ ۔ یہ میرا بیٹا ہے اور وہ دونوں رسول کے بیٹے ہیں اور جب ایک خارجی نے ابن حنفیہ سے یہ کہا کہ علی تمہیں جنگ کے شعلوں میں دھکیل دیتے تھے اور حسن و حسین کو بچالے جاتے ہیں تو آپ نے کہا کہ انا یمینہ وھما عیناہ فھو یدفع عن عینیہ بیمینہ ۔ میں ان کا دست و بازو تھا اور وہ دونوں بمنزلہ آنکھوں کے تھے اور وہ ہاتھ سے آنکھوں کی حفاظت کیا کرتے تھے ۔ لیکن علامہ مامقانی نے تنقیح المقال میں لکھا ہے کہ یہ ابن حنفیہ کا جواب نہیں، بلکہ خود امیر المومنین کا ارشاد ہے کہ جب جنگ صفین میں محمد نے شکوہ آمیز لہجے میں آپ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ تو میرا ہاتھ ہے اور وہ میری آنکھیں ہیں لہٰذا ہاتھ کو آنکھوں کی حفاظت کرنا چاہیے ۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ پہلے امیر المومنین نے محمد ابن حنفیہ کو یہ جواب دیا ہوگا، اور بعد میں کسی نے محمد ابن حنفیہ سے اس چیز کا ذکر کیا ہوگا تو انھوں نے اس جواب کو پیش کر دیا ہوگا کہ اس سے زیادہ بلیغ جواب ہو نہیں سکتا اور اس جملہ کی بلاغت سے اسی کی تائید ہوتی ہے کہ یہ پہلے علی ابن ابی طالب کی زبان بلاغت ترجمان ہی سے نکلا ہے کہ جسے بعد میں محمد ابن حنفیہ نے اپنا لیا ہے ۔ اس لیے یہ دونوں روایتیں صحیح سمجھی جا سکتی ہیں اور ان میں کوئی منافات نہیں ۔ بہر صورت آپ عہد ثانی میں پیدا ہوئے اور عبد الملک ابن مروان کے دور حکومت میں ۶۵ سال کی عمر میں انتقال فرمایا ۔ سنہ وفات بعض نے ۸۰ھ اور بعض نے ۸۱ھ لکھا ہے اور محل وفات میں بھی اختلاف ہے ۔ بعض نے مدینہ بعض نے ایلہ اور بعض نے طائف تحریر کیا ہے ۔

؎۲ جب جنگ جمل میں محمد ابن حنفیہ کو میدان کی طرف بھیجا تو ان سے فرمایا کہ بیٹا کوہ عزم و ثبات بن کر دشمن کے سامنے اس طرح جم جاؤ کہ تمہیں فوج کے ریلے جنبش نہ دے سکیں اور دانت پیس کر دشمن پر حملہ کرو، کیونکہ دانت پر دانت جما لینے سے سر کے اعصاب میں تناؤ پیدا ہو جاتا ہے جس سے تلوار کا وار اچٹ جاتا ہے ۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا ہے ۔ عضوا علی النواجذ فانہ انبا للسیوف عن الھام ۔ دانتوں کو بھینچ لو کہ اس سے تلوار کی دھار سر سے اچٹ جاتی ہے ۔ پھر فرماتے ہیں کہ بیٹا اپنا سر اللہ کو عاریت دے دو، تاکہ اس حیات فانی کے بدلے حیات باقی حاصل کر سکو ۔ کیونکہ عاریت دی ہوئی چیز کے واپس لینے کا حق ہوتا ہے ۔ لہٰذا جان سے بے نیاز ہو کر لڑو، اور یوں بھی اگر خیال جان میں اٹکا رہے گا تو مہلکوں میں قدم رکھنے سے ہچکچاؤ گے ۔ جس سے تمہاری شجاعت پر حرف آئے گا ۔ اور دیکھو اپنے قدموں کو ڈگمگانے نہ دو، کیونکہ قدموں کی لغزش سے دشمن کی ہمت بڑھ جایا کرتی ہے اور اکھڑے ہوئے قدم حریف کے قدم جما دیا کرتے ہیں اور آخری صفوں کو اپنا مطمح نظر بناؤ تاکہ دشمن تمہارے عزم کی بلندیوں سے مرعوب ہو جائیں اور ان کی صفوں کو چیر کر نکل جانے میں تمہیں آسانی ہو اور ان کی نقل و حرکت بھی تم سے مخفی نہ رہے اور دیکھو ان کی کثرت کو نگاہ میں نہ لانا ورنہ حوصلہ پست اور ہمت ٹوٹ جائے گی ۔ اس جملہ کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ اس طرح آنکھیں پھاڑ کر نہ دیکھنا کہ ہتھیاروں کی چمک دمک نگاہوں میں خیرگی پیدا کر دے اور دشمن اس سے فائدہ اٹھا کر وار کر بیٹھے اور اس چیز کو ہمیشہ پیش نظر رکھو کہ فتح و کامرانی اللہ کی طرف سے ہوتی ہے ۔ ان ینصرکم اللہ فلا غالب لکم ۔ اگر اللہ نے تمہاری مدد

کی تو پھر کوئی تم پر غالب نہیں آ سکتا۔ لہٰذا مادی اسباب پر بھروسا کرنے کے بجائے اُس کی تائید و نصرت کا سہارا ڈھونڈھو۔

خطبہ ۱۲

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لَمَّا أَظْفَرَهُ اللهُ بِأَصْحَابِ الْجَمَلِ وَقَدْ قَالَ لَهُ بَعْضُ أَصْحَابِهِ وَدِدْتُ أَنَّ أَخِي فُلَانًا كَانَ شَاهِدَنَا لِيَرَى مَا نَصَرَكَ اللهُ بِهِ عَلَى أَعْدَائِكَ فَقَالَ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَهَوَى أَخِيكَ مَعَنَا؟ فَقَالَ نَعَمْ قَالَ فَقَدْ شَهِدَنَا وَلَقَدْ شَهِدَنَا فِي عَسْكَرِنَا هٰذَا أَقْوَامٌ فِي أَصْلَابِ الرِّجَالِ وَأَرْحَامِ النِّسَاءِ سَيَرْعَفُ بِهِمُ الزَّمَانُ وَيَقْوَى بِهِمُ الْإِيمَانُ۔

لہ جب خداوندِ عالم نے آپ کو جمل والوں پر غلبہ عطا کیا تو اُس موقعہ پر آپ کے ایک صحابی نے آپ سے عرض کیا کہ میرا فلاں بھائی بھی یہاں موجود ہوتا تو وہ بھی دیکھتا کہ اللہ نے کیسی آپ کو دشمنوں پر فتح و کامرانی عطا فرمائی ہے، تو حضرت نے فرمایا کہ کیا تمہارا بھائی ہمیں دوست رکھتا ہے؟ اُس نے کہا کہ ہاں، تو آپ نے فرمایا کہ وہ ہمارے پاس موجود تھا بلکہ ہمارے اِس لشکر میں وہ اشخاص بھی موجود تھے جو ابھی مردوں کی صلب اور عورتوں کے شکم میں ہیں۔ عنقریب زمانہ انھیں ظاہر کرے گا اور اُن سے ایمان کو تقویت پہنچے گی۔

لہ اگر کوئی شخص اسباب و ذرائع کے ہوتے ہوئے کسی عملِ خیر میں کوتاہی کر جائے، تو یہ کوتاہی و بے التفاتی اس کی نیت کی کمزوری کی آئینہ دار ہوگی۔ اگر عمل میں کوئی مانع سدِ راہ ہو جائے یا زندگی وفا نہ کرے جس کی وجہ سے عمل تشنۂ تکمیل رہ جائے تو اس صورت میں انما الاعمال بالنیات کی بنا پر اللہ اُسے اجر و ثواب سے محروم نہ کرے گا۔ کیونکہ اس کی نیت تو بہر حال عمل کے بجا لانے کی تھی، لہٰذا کسی حد تک وہ ثواب کا مستحق بھی ہوگا۔

عمل میں تو ممکن ہے کہ ثواب سے محرومی ہو جائے اِس لیے کہ عمل میں ظاہر داری و ریاکاری ہو سکتی ہے۔ مگر نیت تو دل کی گہرائیوں میں مخفی ہوتی ہے۔ اِس میں نہ دکھاوا ہو سکتا ہے نہ اس میں ریا کا شائبہ آ سکتا ہے۔ وہ خلوص و صداقت اور کمال صحت کی جس حد پر ہوگی اسی حد پر رہے گی خواہ عمل کسی مانع کی وجہ سے نہ ہو سکے بلکہ اگر موقع و محل کے گزر جانے کی وجہ سے نیت و ارادہ کی گنجائش نہ بھی ہو۔ لیکن دل میں ایک تڑپ اور ولولہ ہو تو انسان اپنے قلبی کیفیات کی بنا پر اجر و ثواب کا مستحق ٹھہرے گا اور اسی چیز کی طرف امیر المومنین نے اس خطبہ میں اشارہ فرمایا ہے۔ اگر تمھارے بھائی کو ہم سے محبت تھی، تو وہ ان لوگوں کے ثواب میں شریک ہوگا۔ جنھوں نے ہماری معیت میں جامِ شہادت پیا ہے۔

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ — خطبہ ۱۳

فِي ذَمِّ أَهْلِ الْبَصْرَةِ۔

كُنْتُمْ جُنْدَ الْمَرْأَةِ - وَأَتْبَاعَ الْبَهِيمَةِ - رَغَا فَأَجَبْتُمْ - وَعُقِرَ فَهَرَبْتُمْ أَخْلَاقُكُمْ دِقَاقٌ وَعَهْدُكُمْ شِقَاقٌ وَدِينُكُمْ نِفَاقٌ وَمَاؤُكُمْ زُعَاقٌ وَالْمُقِيمُ بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ مُرْتَهَنٌ بِذَنْبِهِ وَالشَّاخِصُ عَنْكُمْ مُتَدَارَكٌ بِرَحْمَةٍ مِنْ رَبِّهِ كَأَنِّي بِمَسْجِدِكُمْ كَجُؤْجُؤِ سَفِينَةٍ قَدْ بَعَثَ اللهُ عَلَيْهَا الْعَذَابَ مِنْ فَوْقِهَا وَمِنْ تَحْتِهَا وَغَرِقَ مَنْ فِي ضِمْنِهَا۔

(وَفِي رِوَايَةٍ) وَايْمُ اللهِ لَتَغْرَقَنَّ بَلْدَتُكُمْ حَتَّى كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى مَسْجِدِهَا كَجُؤْجُؤِ سَفِينَةٍ - أَوْ نَعَامَةٍ جَاثِمَةٍ (وَفِي رِوَايَةٍ) كَجُؤْجُؤِ طَيْرٍ فِي لُجَّةِ بَحْرٍ۔

(وَفِي رِوَايَةٍ أُخْرَى) بِلَادُكُمْ أَنْتَنُ بِلَادِ اللهِ تُرْبَةً أَقْرَبُهَا مِنَ الْمَاءِ وَأَبْعَدُهَا مِنَ السَّمَاءِ وَبِهَا تِسْعَةُ أَعْشَارِ الشَّرِّ - أَلْمُحْتَبَسُ فِيهَا بِذَنْبِهِ وَالْخَارِجُ بِعَفْوِ اللهِ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى قَرْيَتِكُمْ هٰذِهٖ قَدْ

اہل بصرہ کی مذمت میں

تم ایک عورت کی سپاہ اور ایک چوپائے کے تابع تھے۔ وہ بلبلایا تو تم لبیک کہتے ہوئے بڑھے اور وہ زخمی ہوا تو تم بھاگ کھڑے ہوئے۔ تم پست اخلاق و عہد شکن ہو۔ تمہارے دین کا ظاہر کچھ ہے اور باطن کچھ۔ تمہاری سرزمین کا پانی تک شور ہے تم میں اقامت کرنے والا گناہوں کے جال میں جکڑا ہوا ہے اور تم میں سے نکل جانے والا اپنے پروردگار کی رحمت کو پا لینے والا ہے۔ وہ (آنے والا) منظر میری آنکھوں میں پھر رہا ہے جبکہ تمہاری مسجد یوں نمایاں ہوگی جس طرح کشتی کا سینہ در آنحالیکہ اللہ نے تمہارے شہر پر اس کے اوپر اور اس کے نیچے سے عذاب بھیج دیا ہوگا اور وہ اپنے رہنے والوں سمیت ڈوب چکا ہوگا۔

(ایک اور روایت میں یوں ہے) خدا کی قسم تمہارا شہر غرق ہو کر رہے گا۔ اس حد تک کہ اس کی مسجد کشتی کے اگلے حصے یا سینے کے بل بیٹھے ہوئے شتر مرغ کی طرح گویا مجھے نظر آ رہی ہے۔ (ایک اور روایت میں اس طرح ہے) جیسے پانی کے گہراؤ میں پرندے کا سینہ۔

(ایک اور روایت میں اس طرح ہے) تمہارا شہر اللہ کے سب شہروں سے مٹی کے لحاظ سے گندا اور بدبودار ہے۔ یہ (سمندر کے) پانی سے قریب اور آسمان سے دور ہے۔ برائی کے دس حصوں میں سے نو حصے اس میں پائے جاتے ہیں۔ جو اس میں آ پہنچا وہ اپنے گناہوں میں اسیر ہے اور جو اس سے چل دیا عفو الٰہی اس کے شریک حال رہا۔ گویا میں اپنی آنکھوں سے اس بستی کو دیکھ رہا ہوں کہ سیلاب نے اسے اس حد

طَبَّقَهَا الْمَاۗءُ حَتّٰى مَا يُرٰى مِنْهَا إِلَّا شُرَفُ الْمَسْجِدِ كَأَنَّهُ جُؤْجُؤُ طَيْرٍ فِيْ لُجَّةِ بَحْرٍ۔

تک ڈھانپ لیا ہے کہ مسجد کے کنگروں کے سوا کچھ نظر نہیں آتا اور وہ یوں معلوم ہوتے ہیں جیسے سمندر کے گہراؤ میں پرندے کا سینہ

لہ ابن میثم لکھتے ہیں کہ جب جنگ جمل ختم ہوگئی، تو اس کے تیسرے دن حضرت نے بصرہ کی مسجد جامع میں صبح کی نماز ادا کی اور نماز سے فارغ ہو کر مصلیٰ کی دائیں جانب دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑے ہوگئے اور یہ خطبہ ارشاد فرمایا جس میں اہل بصرہ کی پستی اخلاق اور ان کی سبکی عقل کا تذکرہ کیا ہے کہ وہ بے سوچے سمجھے دوسروں کے بھڑکانے پر بھڑک اُٹھے اور ایک عورت کے ہاتھوں میں اپنی کمان سونپ کر اونٹ کے پیچھے لگ گئے۔ اور بیعت کے بعد پیمان شکنی کی اور دو رُخی کر کے اپنی پست کرداری و بد باطنی کا ثبوت دیا۔ اس خطبہ میں عورت سے مراد حضرت عائشہ اور چوپائے سے مراد وُہ اونٹ ہے کہ جس کی وجہ سے بصرہ کا معرکہ کارزار جنگ جمل کے نام سے مشہور ہُوا۔

اس جنگ کی داغ بیل یُوں پڑی کہ جناب عائشہ باوجودیکہ حضرت عثمان کی زندگی میں ان کی سخت مخالفت کیا کرتی تھیں اور محاصرہ میں ان کو چھوڑ کر مدینہ سے مکّہ کی طرف روانہ ہوئی تھیں اور اس اعتبار سے ان کے قتل میں ان کا کافی ہاتھ تھا جس کی تفصیل آئندہ مناسب موقعوں پر آئے گی۔ مگر جب آپ نے مکّہ سے مدینہ کی طرف پلٹتے ہوئے عبداللہ ابن ابی سلمہ سے یہ سُنا کہ عثمان کے بعد علی ابن ابی طالب خلیفہ تسلیم کر لئے گئے ہیں تو بے ساختہ آپ کی زبان سے نکلا "لیت ان ھٰذہ انطبقت علی ھذہ ان تم الامر لصاحبك ردونی ردونی اگر تمھارے ساتھی کی بیعت ہوگئی ہے تو کاش یہ آسمان زمین پر پھٹ پڑے مجھے اب مکّہ ہی کی طرف جانے دو۔" چنانچہ آپ نے مکّہ کی واپسی کا تہیّہ کر لیا اور فرمانے لگیں۔ "قتل واللہ عثمان مظلوما واللہ لا طلبن بدمہ خدا کی قسم عثمان مظلوم مارے گئے اور میں ان کے خون کا انتقام لے کر رہوں گی۔ عبداللہ ابن ابی سلمہ نے جب یوں زمین و آسمان بدلا ہوا دیکھا تو حیرت سے کہا کہ یہ آپ کیا فرما رہی ہیں۔ آپ تو فرمایا کرتی تھیں " اقتلوہ نعثلاؑ فقد کفر اس نعثل کو قتل کرو یہ بے دین ہوگیا ہے۔" آپ نے فرمایا میں کیا سب ہی لوگ یہ کہا کرتے تھے مگر چھوڑو ان باتوں کو جو میں اب کہہ رہی ہوں وہ سنو۔ وہ زیادہ بہتر اور قابل توجہ ہے۔ بھلا یہ بھی کوئی بات ہوئی کہ پہلے تو ان سے توبہ کرنے کے لیے کہا جاتا ہے اور پھر اس کا موقع دیئے بغیر انھیں قتل بھی کر دیا جاتا ہے۔ اس پر ابن ابی سلمہ نے آپ سے مخاطب ہو کر یہ شعر پڑھے۔

فمنك البداء ومنك الغير ومنك الرياح ومنك المطر

آپ ہی نے پہل کی اور آپ ہی نے (مخالفت کے) طوفانِ بادوباراں اٹھائے اور اب آپ ہی اپنا رنگ بدل رہی ہیں۔

لہ فیروز آبادی نے قاموس میں لکھا ہے کہ نعثل کے معنی نر بجو اور بوڑھے احمق کے ہوتے ہیں اور مدینہ میں ایک یہودی اس نام کا تھا اور ایک دراز ریش شخص بھی تھا۔ جس سے حضرت عثمان کو تشبیہہ دی جاتی تھی۔

وانت امرت بقتل الامام   وقلت لنا انه قد کفر

آپ ہی نے خلیفہ کے قتل کا حکم دیا اور ہم سے کہا کہ وہ بے دین ہوگئے ہیں۔

فھبنا اطعناک فی قتلہ   وقاتلہ عندنا من امر

ہم نے مانا کہ آپ کا حکم بجالاتے ہوئے یہ قتل ہمارے ہاتھوں سے ہوا مگر اصل قاتل تو ہمارے نزدیک وہ ہے جس نے اس کا حکم دیا ہو

ولم یسقط السقف من فوقنا   ولم ینکسف شمسنا والقمر

(سب کچھ ہوگیا مگر) نہ آسمان ہمارے اُوپر پھٹا، اور نہ چاند سُورج کو گہن لگا۔

وقد بایع الناس ذا تدرء   یزیل الشبا ویقیم الصعر

اور لوگوں نے اس کی بیعت کرلی جو قوت و شکوہ سے دُشمنوں کو ہنکانے والا ہے۔ تلواروں کی دھاروں کو قریب پھٹکنے نہیں دیتا اور (گردن کشوں کے) بل نکال دیتا ہے۔

ویلبس للحرب اثوابھا   وما من وفی مثل من قد غدر

اور لڑائی کے پُورے ساز و سامان سے آراستہ رہتا ہے اور وفا کرنے والا غدار کے مانند نہیں ہوا کرتا۔

بہر حال جب آپ انتقامی جذبے کو لے کر مکہ پہنچ گئیں تو حضرت عثمان کی مظلومیت کے چرچے کرکے لوگوں کو ان کے خون کا بدلہ لینے کے لیے اُبھارنا شروع کیا۔ چنانچہ سب سے پہلے عبداللہ ابنِ عامر حضرمی نے اس آواز پر لبیک کہی جو حضرت عثمان کے عہد میں مکہ کا والی رہ چکا تھا اور ساتھ ہی مروان ابن حکم، سعید ابن عاص اور دوسرے بنی اُمیہ ہم نوا بن کر اُٹھ کھڑے ہوئے۔ ادھر طلحہ ابنِ عبداللہ اور زبیر ابنِ عوام بھی مدینہ سے مکے چلے آئے۔ یمن سے یعلی ابن منبہ جو دورِ عثمان میں وہاں کا حکمران تھا آ پہنچا اور بصرہ کا سابق حکمران عبداللہ ابن عامر ابن کریز بھی پہنچ گیا اور آپس میں ایک دوسرے سے گٹھ جوڑ کرکے منصوبہ بندی میں لگ گئے۔ جنگ تو بہر حال طے تھی مگر رزم گاہ کی تجویز میں فکریں لڑ رہی تھیں۔ حضرت عائشہ کی رائے تھی کہ مدینہ ہی کو تاخت و تاراج کا نشانہ بنایا جائے مگر کچھ لوگوں نے اس کی مخالفت کی اور کہا کہ اہلِ مدینہ سے نپٹنا مشکل ہے اور کسی جگہ کو مرکز بنانا چاہیے آخر بڑی رد و کد اور سوچ بچار کے بعد طے پایا کہ بصرہ کی طرف بڑھنا چاہیئے۔ وہاں ایسے لوگوں کی کمی نہیں جو ہمارا ساتھ دے سکیں۔ چنانچہ عبداللہ ابنِ عامر کی بے پناہ دولت اور یعلی ابن منبہ کی چھ لاکھ درہم اور چھ سو اونٹوں کی پیش کش کے سہارے تین ہزار کی فوج ترتیب دے کر بصرہ کی طرف چل کھڑے ہوئے۔ راستے میں معمولی سی رکاوٹ پیدا ہوئی جس کی وجہ سے ام المومنین نے آگے بڑھنے سے انکار کر دیا۔ واقعہ یہ پیش آیا کہ ایک مقام پر آپ نے کتوں کے بھونکنے کی آواز سُنی تو ساربان سے پوچھ لیا کہ اس جگہ کا کیا نام ہے۔ اُس نے کہا کہ حوأب یہ نام سُنتے ہی پیغمبر کی تنبیہہ یاد آگئی کہ انھوں نے ایک دفعہ ازواج سے مخاطب ہو کر فرمایا تھا۔ لیت شعری ایتکن تنبحھا کلاب الحوأب۔ کچھ پتہ تو چلے کہ تم میں کون ہے جس پر حوأب کے کتے بھونکیں گے۔" چنانچہ جب آپ کو معلوم ہوا کہ ازواج کے پردے میں میں ہی مخاطب تھی تو اونٹ کو تھپکی دے کر بٹھایا اور سفر کو ملتوی کر دینے کا ارادہ کیا مگر ساتھ والوں کی وقتی سیاست

نے بگڑے کام کو سنبھال لیا۔ عبداللہ ابنِ زبیر نے قسم کھا کر یقین دلانے کی کوشش کی کہ یہ مقام حوأب نہیں۔ طلحہ نے بھی اس کی تائید کی اور مزید تشفی کے لیے وہاں کے پچاس آدمیوں کو بلوا کر اس پر گواہی بھی دلوا دی۔ اب جہاں پوری قوم کا اجماع ہو وہاں ایک اکیلی رائے کیا بنا سکتی تھی، آخر انہی کی جیت ہوئی اور اُم المومنین پھر اسی جوش و خروش کے ساتھ آگے چل پڑیں۔

جب یہ سپاہ بصرہ کے قریب پہنچی، تو اس میں اُم المومنین کی سواری دیکھ کر لوگوں کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ جاریہ ابنِ قدامہ نے آگے بڑھ کر کہا کہ اے ام المومنین قتلِ عثمان تو ایک مصیبت تھی ہی لیکن اس سے کہیں بڑھ کر مصیبت ہے کہ آپ اس ملعون اونٹ پر بیٹھ کر نکل کھڑی ہوں اور اپنے ہاتھوں سے اپنا دامنِ عزت و حرمت چاک کر ڈالیں۔ بہتر یہی ہے کہ واپس پلٹ جائیں۔ مگر جب حوأب کا واقعہ عناں گیر نہ ہو سکا اور "قرن فی بیوتکن" اپنے گھروں میں ٹک کر بیٹھی رہو۔ کا حکم زنجیرِ پا نہ بن سکا، تو ان آوازوں کا کیا اثر ہو سکتا تھا۔ چنانچہ آپ نے سنی ان سنی کر دی۔

جب اس لشکر نے شہر میں داخل ہونا چاہا تو والیٔ بصرہ عثمان ابنِ حنیف فوج کا ایک دستہ لے کر ان کی روک تھام کے لیے بڑھے۔ جب آمنا سامنا ہوا تو دونوں فریقوں نے تلواریں نیاموں سے نکال لیں اور ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑے۔ جب دونوں طرف سے اچھی خاصی تعداد میں آدمی مارے گئے تو حضرت عائشہ نے اپنے اثر سے کام لے کر بیچ بچاؤ کرا دیا۔ اور فریقین اس قرار داد پر صلح کے لیے آمادہ ہو گئے کہ جب تک امیرالمومنین علیہ السّلام خود نہیں آجاتے۔ موجودہ نظم و نسق میں کوئی ترمیم نہ کی جائے اور عثمان ابنِ حنیف اپنے منصب پر بحال رہیں۔ مگر دو ہی دن گزرنے پائے تھے کہ انھوں نے سارے عہد و پیمان توڑ کر عثمان ابن حنیف پر شبخون مارا اور چالیس بے گناہوں کو جان سے مار ڈالا اور عثمان ابنِ حنیف کو زدو کوب کرنے کے بعد ان کی داڑھی کا ایک ایک بال نوچ ڈالا اور اپنی حراست میں لے کر بند کر دیا۔ پھر بیت المال پر حملہ کیا اور اسے لوٹنے کے ساتھ بیس آدمی وہیں قتل کر ڈالے اور پچاس آدمیوں کو گرفتار کرنے کے بعد تہ تیغ کیا، پھر غلّہ کے انبار پر دھاوا بول دیا جس پر بصرہ کے ایک ممتاز سربرآوردہ بزرگ حکیم ابنِ جبلہ تڑپ اُٹھے اور اپنے آدمیوں کو لے کر وہاں پہنچ گئے اور عبداللہ ابنِ زبیر سے کہا کہ اس غلّہ میں سے کچھ اہلِ شہر کے لیے بھی رہنے دیا جائے آخر ظلم کی بھی کوئی حد ہوتی ہے تم نے ہر طرف خونریزی و غارت گری کا طوفان مچا رکھا ہے اور عثمان ابنِ حنیف کو قید میں ڈال دیا ہے۔ خدا کے لیے ان تباہ کاریوں سے باز آؤ۔ اور عثمان ابن حنیف کو چھوڑ دو کیا تمھارے دلوں میں اللہ کا خوف نہیں ابنِ زبیر نے کہا کہ یہ خونِ عثمان کا بدلہ ہے۔ آپ نے کہا جن لوگوں کو قتل کیا گیا ہے۔ کیا وہ عثمان کے قاتل تھے۔ خدا کی قسم اگر میرے پاس اعوان و انصار ہوتے تو میں ان مسلمانوں کے خون کا بدلہ ضرور لیتا جنھیں تم لوگوں نے ناحق مار ڈالا ہے۔ ابنِ زبیر نے جواب دیا کہ نہ تو ہم اس غلّہ میں سے کچھ دیں گے اور نہ عثمان ابن حنیف کو چھوڑا جائے گا۔ آخر ان دونوں فریق میں لڑائی کی ٹھن گئی۔ مگر چند آدمی اتنی بڑی فوج سے کیونکر نپٹ سکتے تھے نتیجہ یہ ہوا کہ حکیم ابنِ جبلہ اور ان کے بیٹے اشرف ابنِ حکیم اور ان کے بھائی رعل ابنِ جبلہ اور ان کے قبیلہ کے ستر آدمی مار ڈالے گئے۔ غرضکہ ہر طرف مار دھاڑ اور لوٹ کھسوٹ کی گرم بازاری تھی، نہ کسی کی جان محفوظ تھی اور نہ کسی کی عزت و مال کے بچاؤ کی کوئی صورت تھی۔

جب امیر المومنین کو بصرہ کی روانگی کی اطلاع دی گئی تو آپ اس پیش قدمی کو روکنے کے لیے ایک فوج کے ساتھ نکل کھڑے ہوئے۔ اس عالم میں کہ ستر بدریین اور چار سو بیعتِ رضوان میں شریک ہونے والے صحابہ آپ کے ہمرکاب تھے جب مقامِ ذی قار پر پہنچ کر منزل کی تو حسن علیہ السلام اور عمار ابنِ یاسر کو کوفہ روانہ کیا کہ وہاں کے لوگوں کو جہاد کی دعوت دیں۔ چنانچہ ابوموسیٰ اشعری کی رخنہ اندازیوں کے باوجود وہاں کے سات ہزار نبرد آزما اٹھ کھڑے ہوئے اور امیر المومنین کی فوج میں مل گئے۔ یہاں سے فوج کو مختلف سپہ سالاروں کی زیرِ قیادت ترتیب دے کر دشمن کے تعاقب میں چل پڑے۔ دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ جب یہ سپاہ بصرہ کے قریب پہنچی تو سب سے پہلے انصار کا ایک دستہ سامنے آیا جس کا پرچم ابوایوب انصاری کے ہاتھ میں تھا۔ اس کے بعد ہزار سواروں کا ایک اور دستہ نمودار ہوا جس کے سپہ سالار خزیمہ بن ثابت انصاری تھے۔ پھر ایک اور دستہ نظر پڑا جس کا علم ابوقتادہ ابن ربعی اٹھائے ہوئے تھے۔ پھر ایک ہزار بوڑھے اور جوانوں کا جمگھٹا دکھائی دیا جن کی پیشانیوں پر سجدوں کے نشان چمک رہے تھے چہروں پر خشیتِ الٰہی کے نقاب پڑے ہوئے تھے۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا جلالِ کبریا کے سامنے موقفِ حساب میں کھڑے ہیں۔ ان کا سپہ سالار سبز گھوڑے پر سوار سفید لباس میں ملبوس اور سر پہ عمامہ باندھے۔ باآوازِ بلند قرآن کی تلاوت کرتا جا رہا تھا یہ حضرت عمار ابنِ یاسر تھے۔ پھر ایک دستہ نظر آیا جس کا علم قیس ابنِ سعد ابنِ عبادہ کے ہاتھ میں تھا پھر ایک فوج دیکھنے میں آئی جس کا قائد سفید لباس پہنے اور سر پہ سیاہ عمامہ باندھے تھا اور خوش جمال اتنا کہ نگاہیں اس کے گرد طواف کر رہی تھیں، یہ عبداللہ ابن عباس تھے۔ پھر اصحابِ پیغمبر کا ایک دستہ آیا جس کے علمبردار قثم ابن عباس تھے پھر چند دستوں کے گزرنے کے بعد ایک انبوہِ کثیر نظر آیا جس میں نیزوں کی یہ کثرت تھی کہ ایک دوسرے میں گتھے جا رہے تھے اور رنگا رنگ کے پھریرے لہرا رہے تھے۔ ان میں ایک بلند و بالا علم امتیازی شان لیے ہوئے تھا اور اس کے پیچھے جلال و عظمت کے پہروں میں ایک سوار دکھائی دیا، جس کے بازو بھرے ہوئے اور نگاہیں زمین میں گڑی ہوئی تھیں اور ہیبت و وقار کا یہ عالم تھا کہ کوئی نظر اٹھا کر نہ دیکھ سکتا تھا یہ اسد اللہ الغالب علی ابنِ ابی طالب تھے جن کے دائیں بائیں حسن اور حسین علیہما السلام تھے اور آگے آگے محمد ابن حنفیہ پرچمِ فتح و اقبال لئے ہوئے آہستہ آہستہ قدم اٹھا رہے تھے اور پیچھے جوانانِ بنی ہاشم، اصحابِ بدر اور عبداللہ ابن جعفر ابن ابی طالب تھے۔ جب یہ لشکر مقامِ زاویہ پر پہنچا تو امیر المومنین گھوڑے سے نیچے اتر آئے اور چار رکعت نماز پڑھنے کے بعد خاک پر رخسار رکھ دیئے۔ اور جب سر اٹھایا تو زمین آنسوؤں سے تر تھی اور زبان پہ یہ الفاظ تھے۔ اے آسمان و زمین اور عرشِ بریں کے پروردگار! یہ بصرہ ہے اس کی بھلائی سے ہمارا دامن بھر اور اس کے شر سے ہمیں اپنی پناہ میں رکھ۔

پھر یہاں سے آگے بڑھ کر میدانِ جمل میں اتر پڑے کہ جہاں حریف پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا حضرت نے سب سے پہلے اپنے لشکر میں اعلان فرمایا کہ دیکھو کوئی کسی پر ہاتھ نہ اٹھائے اور نہ لڑائی میں پہل کرے۔ یہ فرما کر فوجِ مخالف کے سامنے آئے اور طلحہ و زبیر سے کہا کہ تم عائشہ سے خدا اور رسولؐ کی قسم دے کر پوچھو کہ کیا میں خونِ عثمان سے بری الذمہ نہیں ہوں اور جو کچھ تم ان کے

متعلق کہا کرتے تھے کیا میں بھی وہی کچھ کہا کرتا تھا اور کیا میں نے تم کو بیعت کے لیے مجبور کیا تھا یا تم نے خود اپنی رضامندی سے بیعت کی تھی؟ طلحہ تو ان باتوں پر چراغ پا ہونے لگے۔ مگر زبیر نرم پڑ گئے، اور حضرت اس گفتگو کے بعد پلٹ آئے اور مسلم مجاشعی کو قرآن دے کر ان کی طرف بھیجا تاکہ انھیں قرآن مجید کا فیصلہ سنائیں۔ مگر ان لوگوں نے دونوں کو تیروں کی ضد پر رکھ لیا اور اس مردِ باخدا کا جسم چھلنی کر دیا۔ پھر عمار یاسر تشریف لے گئے تاکہ انھیں سمجھائیں بجھائیں اور جنگ کے نتائج سے آگاہ کریں۔ مگر ان کی باتوں کا جواب بھی تیروں سے دیا گیا۔ ابھی تک امیر المومنین نے ہاتھ اٹھانے کی اجازت نہیں دی تھی جس کی وجہ سے دشمن کے حوصلے بڑھتے گئے اور وہ لگاتار تیر برساتے رہے۔ آخر چند جانبازوں کے دم توڑنے سے امیر المومنین کی فوج میں بوکھلاہٹ سی پیدا ہوئی اور کچھ لوگ چند لاشیں لے کر آپ کے سامنے آئے اور کہا کہ یا امیر المومنین آپ ہمیں لڑنے کی اجازت نہیں دیتے اور وہ ہمیں چھلنی کیے دے رہے ہیں۔ بھلا کب تک ہم اپنے سینوں کو خاموشی سے تیروں کا ہدف بناتے رہیں گے اور ان کی زیادتیوں پر ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہیں گے۔ اس موقع پر حضرت کے تیور بدلے، مگر ضبط و حلم سے کام لیا اور اسی حالت میں بے زرہ و سلاح اٹھ کر دشمن کی فوج کے سامنے آئے اور پکار کر کہا کہ زبیر کہاں ہے۔ پہلے تو زبیر سامنے آنے سے ہچکچائے۔ مگر جب دیکھا کہ امیر المومنین کے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہے تو وہ سامنے بڑھ کر آئے۔ حضرت نے فرمایا کیوں اے زبیر تمھیں یاد ہے کہ ایک دفعہ رسولؐ نے تم سے کہا تھا کہ "یا زبیر انک تقاتل علیا وانت لہ ظالم" اے زبیر تم علی سے ایک دن جنگ کرو گے اور ظلم و زیادتی تمھاری طرف سے ہوگی۔ زبیر نے کہا کہ ہاں فرمایا تو تھا، تو آپ نے کہا پھر کیوں آئے ہو؟ انھوں نے کہا کہ ذہن سے اتر گیا تھا اور اگر پہلے سے یاد آ گیا ہوتا تو کبھی ادھر کا رخ نہ کرتا۔ فرمایا اچھا اب تو یاد آ گیا ہے۔ انھوں نے کہا ہاں، اور یہ کہہ کر وہ سیدھے ام المومنین کے پاس پہنچے اور کہنے لگے کہ میں تو واپس جا رہا ہوں۔ ام المومنین نے کہا کہ اس کی وجہ؟ کہا ابو الحسن نے ایک بھولی ہوئی بات یاد دلا دی ہے۔ میں بے راہ ہو چکا تھا۔ مگر اب راہ پر آ گیا ہوں اور کسی قیمت پر بھی علی ابن ابی طالب سے نہیں لڑوں گا۔ ام المومنین نے کہا کہ تم اولادِ عبد المطلب کی تلواروں سے ڈر گئے ہو۔ انھوں نے کہا کہ ایسا نہیں اور یہ کہہ کر باگیں موڑ لیں۔ بہرصورت یہی غنیمت ہے کہ ارشادِ پیغمبرؐ کا کچھ تو پاس و لحاظ کیا اور نہ مقامِ حوأب پر قولِ رسولؐ کی بات یاد آ جانے کے باوجود وقتی تاثر کے علاوہ کوئی دیرپا اثر نہیں لیا گیا تھا۔ بہر حال جب امیر المومنین اس گفتگو کے بعد پلٹ کر آئے تو دیکھا کہ دشمنوں نے فوج کے داہنے اور بائیں حصے پر حملہ کر دیا ہے۔ حضرت نے یہ دیکھا تو فرمایا کہ بس اب حجت تمام ہو چکی ہے۔ میرے بیٹے محمدؐ کو بلاؤ، وہ حاضر ہوئے تو فرمایا بیٹا اب حملہ کر دو۔ محمدؐ نے سر جھکایا اور علم لے کر میدان کی طرف بڑھے۔ مگر تیر اس کثرت سے آ رہے تھے کہ ٹھٹک کر کھڑے ہو گئے۔ امیر المومنین نے یہ دیکھا تو پکار کر کہا کہ محمدؐ آگے کیوں نہیں بڑھتے۔ کہا کہ بابا تیروں کی بوچھار میں آگے بڑھنے کا کوئی راستہ بھی ہو، بس اتنا توقف فرمائیے کہ تیروں کا ذرا زور تھم جائے۔ فرمایا کہ نہیں تیروں اور سنانوں کے اندر گھس کر حملہ کرو۔ ابن حنفیہ کچھ آگے بڑھے۔ مگر تیر اندازوں نے اس طرح گھیرا ڈالا کہ قدم روک لینے پڑے۔ یہ دیکھ کر امیر المومنین کی جبین پر شکن آئی اور آگے بڑھ کر تلوار کا دستہ محمدؐ کی پشت پر مارا اور

فرمایا " ادرکک عرق من امک " یہ مادری رگ کا اثر ہے۔ اور یہ کہہ کر علم ان کے ہاتھ سے لے لیا اور آستینوں کو چڑھا کر اس طرح حملہ کیا کہ ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک فوج دشمن میں تہلکہ مچ گیا جس صف کی طرف مڑے وہی صف خالی تھی اور جدھر کا رُخ کیا لاشے تڑپتے ہوئے اور سر گھوڑے کے سموں سے لنڈھکتے ہوئے نظر آتے تھے۔ جب صفوں کو تہ و بالا کر کے پھر اپنے مرکز کی طرف پلٹ آئے تو ابن حنفیہ سے فرمایا کہ دیکھو بیٹا اس طرح سے جنگ کی جاتی ہے اور یہ کہہ کر پھر علم انھیں دیا۔ فرمایا کہ اب بڑھو، محمدؐ انصار کا ایک دستہ لے کر دشمن کی طرف بڑھے۔ دشمن بھی نیزے ہلاتے ہوئے اور برچھیاں تولتے ہوئے آگے نکل آئے۔ مگر شیر دل باپ کے جری بیٹے نے سب پرے الٹ دیئے اور دوسرے جانباز مجاہدوں نے بھی میدانِ کارزار کو لالہ زار بنا دیا اور کشتوں کے ڈھیر لگا دیئے۔

اِدھر سے بھی جاں نثاری کا حق پوری طرح ادا کیا جا رہا تھا۔ لاشوں پر لاشیں گر رہی تھیں۔ مگر اونٹ کے گرد پروانہ وار جان دیتے رہے اور بنی ضبہ کی تو یہ حالت تھی کہ اونٹ کی نکیل تھامنے پر ہاتھ کہنیوں سے کٹ رہے تھے اور سینے چھد رہے تھے۔ مگر زبانوں پر موت کا یہ ترانہ گونجتا تھا۔

الموت احلی عندنا من العسل　　نحن بنو ضبة اصحاب الجمل

ہمارے نزدیک موت شہد سے زیادہ شیریں ہے۔ ہم ہیں بنو ضبہ اُونٹ کے رکھوالے

نحن بنوا الموت اذا الموت نزل　　ننعی ابن عفان باطراف الاسل

ہم موت کے بیٹے ہیں، جب موت آئے۔ ہم ابن عفان کی سنانی نیزوں کی زبانی سناتے ہیں۔

ردوا علینا شیخنا ثم بجل

ہمیں ہمارا سردار واپس پلٹا دو (ویسے کا ویسا) اور بس

ان بنی ضبہ کی پست کرداری اور دین سے بے خبری کا اندازہ اس ایک واقعہ سے ہوسکتا ہے جسے مدائنی نے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے بصرہ میں ایک شخص کا کان کٹا ہوا دیکھا تو اس سے اس کا سبب پوچھا۔ اس نے بتایا کہ میں جمل کے میدان میں کشتوں کا منظر دیکھ رہا تھا کہ ایک زخمی نظر آیا، جو کبھی سر اُٹھاتا تھا اور کبھی زمین پر دے مارتا تھا۔ میں قریب ہوا تو اس کی زبان پر دو شعر تھے۔

لقد اوردنا حومة الموت امنا　　فلم تنصرف الا ونحن رواء

ہماری ماں نے ہمیں موت کے گہرے پانی میں ڈھکیل دیا اور اس وقت تک پلٹنے کا نام نہ لیا جب تک ہم چھک کر سیراب ہو لیے۔

اطعنا بنی تیم لشقوة جدنا　　وما تیم الا اعبد واماء

ہم نے شومیٔ قسمت سے بنی تیم کی اطاعت کر لی، حالانکہ ان کے مرد غلام اور ان کی عورتیں کنیزیں ہیں

میں نے اس سے کہا کہ اب شعر پڑھنے کا کونسا موقع ہے۔ اللہ کو یاد کرو اور کلمۂ شہادت پڑھو، یہ کہنا تھا کہ اُس نے مجھے

غصہ کی نظروں سے دیکھا اور ایک سخت قسم کی گالی دے کر کہا کہ تو مجھ سے کہتا ہے کہ میں کلمہ پڑھوں اور آخری وقت میں ڈر جاؤں اور اب بے صبری کا مظاہرہ کروں۔ یہ سُن کر مجھے بڑی حیرت ہوئی اور مزید کچھ کہنا سُننا مناسب نہ سمجھا اور پلٹنے کا ارادہ کیا۔ جب اُس نے جانے کے لیے مجھے آمادہ پایا تو کہا کہ ٹھہرو تمھاری خاطر اسے پڑھ لیتا ہوں، لیکن مجھے سکھا دو۔ میں اُسے کلمہ پڑھانے کے لیے قریب ہُوا تو اُس نے کہا اور قریب آؤ، میں اور قریب ہُوا تو اُس نے میرا کان دانتوں میں دبا لیا اور اُس وقت تک نہ چھوڑا جب تک کہ اُسے جڑ سے نہ کاٹ لیا۔ میں نے سوچا کہ اس مرتے ہُوئے پر کیا ہاتھ اُٹھاؤں اُسے لعن طعن کرتا ہوا پلٹنے کے لیے تیار ہوا تو اُس نے کہا کہ ایک بات اور سُن لو۔ میں نے کہا کہ وہ بھی سُنا لو تاکہ تمھیں کوئی حسرت نہ رہ جائے۔ اُس نے کہا کہ جب اپنی ماں کے پاس جانا اور وہ پُوچھے کہ یہ کان کس نے کاٹا ہے تو کہنا کہ عمرو ابن اہلب ضبی نے کہ جو ایک ایسی عورت کے بھترے میں آ گیا تھا جو امیرالمومنین بننا چاہتی تھی۔ بہر صورت جب تلواروں کی کوندتی ہوئی بجلیوں نے ہزاروں کے خرمنِ ہستی کو بھسم کر دیا اور بنی ازد و بنی ضبہ کے سینکڑوں آدمی نکیل پکڑنے پر کٹ مَرے تو حضرت نے فرمایا اعقروا الجمل فانہ شیطان۔ اس اونٹ کو پے کرو۔ یہ شیطان ہے اور یہ کہہ کر ایسا سخت حملہ کیا کہ چاروں طرف سے الامان والحفیظ کی صدائیں آنے لگیں۔ جب اونٹ کے قریب پہنچے تو اشتر نخعی سے کہا کہ دیکھتے کیا ہو اسے پے کرو۔ چنانچہ اشتر نے ایسا بھرپور ہاتھ چلایا کہ وہ بلبلاتا ہوا سینہ کے بل زمین پر گرا، اور اُونٹ کا گرنا تھا کہ فوجِ مخالف میں بھگدڑ مچ گئی اور جنابِ عائشہ کا ہودج یکہ و تنہا رہ گیا۔ اصحابِ امیرالمومنین نے بڑھ کر ہودج کو سنبھالا اور محمد ابن ابی بکر نے امیرالمومنین، کے حکم سے حضرت عائشہ کو صفیہ بنت حارث کے مکان پر پہنچا دیا۔ ۱۰ رجمادی الثانیہ ۳۶ھ کو یہ معرکہ ظہر کے وقت شروع ہوا اور اسی دن شام کو ختم ہو گیا۔ اس میں امیرالمومنین کے بائیس ہزار کے لشکر میں سے ایک ہزار ستر اور دُوسری روایت کی بنا پر پانچ سو افراد شہید ہُوئے اور ام المومنین کے تیس ہزار کے لشکر میں سے سترہ ہزار، دوسرے قول کی بنا پر بیس ہزار کام آئے اور پیغمبرؐ کے اِس ارشاد کی پُوری تصدیق ہو گئی کہ " لن یفلح قوم ولوا امرھم امرأۃ " وہ قوم کبھی کامرانی کا منہ نہیں دیکھ سکتی جس کی قیادت عورت کے ہاتھ میں ہو (کتاب الامامت والسیاست، مروج الذہب، عقد الفرید، تاریخ طبری)۔

لہ ابن ابی الحدید نے لکھا ہے کہ امیرالمومنین کی اس پیش گوئی کے مُطابق بصرہ دو دفعہ غرقاب ہوا۔ ایک دفعہ قادر باللہ کے دَور میں اور ایک دفعہ قائم بامر اللہ کے عہد حکومت میں اور غرق ہونے کی بالکل یہی صورت تھی کہ شہر تو زیرِ آب تھا اور مسجد کے کنگرے پانی کی سطح پر یُوں نظر آتے تھے جیسے کوئی پرندہ سینہ ٹیکے بیٹھا ہو۔

خطبہ ۱۴

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي مِثْلِ ذٰلِكَ۔

یہ بھی اہلِ بصرہ کی مذمت میں ہے۔

أَرْضُكُمْ قَرِيبَةٌ مِنَ الْمَاءِ بَعِيدَةٌ

تمھاری زمین (سمندر کے) پانی سے قریب اور آسمان

مِنَ السَّمَاۤءِ خَفَّتْ عُقُوْلُكُمْ وَ سَفِهَتْ حُلُوْمُكُمْ فَاَنْتُمْ غَرَضٌ لِنَابِلٍ وَ اُكْلَةٌ لِاٰكِلٍ وَ فَرِيْسَةٌ لِصَائِلٍ۔

سے دُور ہے۔ تمہاری عقلیں سُبک اور دانائیاں خام ہیں۔ تم ہر تیر انداز کا نشانہ۔ ہر کھانے والے کا لُقمہ اور ہر شکاری کی صید افگنیوں کا شکار ہو۔

خطبہ ۱۵

وَ مِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيْمَا رَدَّهٗ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَطَائِعِ عُثْمَانَ۔

وَاللّٰهِ لَوْ وَجَدْتُهٗ قَدْ تُزُوِّجَ بِهِ النِّسَاۤءُ وَ مُلِكَ بِهِ الْاِمَاۤءُ لَرَدَدْتُّهٗ فَاِنَّ فِى الْعَدْلِ سَعَةً۔ وَ مَنْ ضَاقَ عَلَيْهِ الْعَدْلُ فَالْجَوْرُ عَلَيْهِ اَضْيَقُ۔

حضرت عثمان کی عطا کردہ جاگیریں جب مسلمانوں کو پلٹا دیں، تو فرمایا۔

خدا کی قسم! اگر مجھے ایسا مال بھی کہیں نظر آتا جو عورتوں کے مہر اور کنیزوں کی خریداری پر صرف کیا جا چکا ہوتا تو اُسے بھی واپس پلٹا لیتا۔ چونکہ عدل کے تقاضوں کو پورا کرنے میں وُسعت ہے اور جسے عدل کی صُورت میں تنگی محسوس ہو اُسے ظلم کی صورت میں اور زیادہ تنگی محسوس ہوگی۔

خطبہ ۱۶

وَ مِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ لَمَّا بُوْيِعَ بِالْمَدِيْنَةِ۔

ذِمَّتِىْ بِمَا اَقُوْلُ رَهِيْنَةٌ وَ اَنَا بِهٖ زَعِيْمٌ۔ اِنَّ مَنْ صَرَّحَتْ لَهُ الْعِبَرُ عَمَّا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْمَثُلَاتِ حَجَزَتْهُ التَّقْوٰى عَنْ تَقَحُّمِ الشُّبُهَاتِ اَلَا وَ اِنَّ بَلِيَّتَكُمْ قَدْ عَادَتْ كَهَيْئَتِهَا يَوْمَ بَعَثَ اللّٰهُ نَبِيَّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَ الَّذِىْ بَعَثَهٗ بِالْحَقِّ لَتُبَلْبَلُنَّ بَلْبَلَةً وَ لَتُغَرْبَلُنَّ غَرْبَلَةً وَ لَتُسَاطُنَّ سَوْطَ الْقِدْرِ حَتّٰى يَعُوْدَ اَسْفَلُكُمْ اَعْلَاكُمْ

جب مدینہ میں آپ کی بیعت ہوئی تو فرمایا:۔

میں اپنے قول کا ذمہ دار اور اس کی صحت کا ضامن ہوں۔ جس شخص کو اس کے دیدۂ عبرت نے گذشتہ عقوبتیں واضح طور سے دکھا دی ہوں، اسے تقویٰ شبہات میں اندھا دھند کُودنے سے روک لیتا ہے۔ تمہیں جاننا چاہیئے کہ تمہارے لیے وُہی ابتلاآت پھر پلٹ آئے ہیں، جو رسُولؐ کی بعثت کے وقت تھے۔ اس ذات کی قسم جس نے رسُول کو حق و صداقت کے ساتھ بھیجا تم بُری طرح تہ و بالا کیے جاؤ گے اور اس طرح چھانٹے جاؤ گے جس طرح چھلنی سے کسی چیز کو چھانا جاتا ہے اور اس طرح خلط ملط کیے جاؤ گے جس طرح (چمچے سے ہنڈیا)

وَ اَعْلَاكُمْ اَسْفَلَكُمْ وَ لَيَسْبِقَنَّ سَابِقُوْنَ
كَانُوْا قَصَّرُوْا ۔ وَلَيُقَصِّرَنَّ سَبَّاقُوْنَ
كَانُوْا سَبَقُوْا وَ اللهِ مَا كَتَمْتُ وَشْمَةً
وَّلَا كَذَبْتُ كِذْبَةً ۔ وَلَقَدْ نُبِّئْتُ
بِهٰذَا الْمَقَامِ وَ هٰذَا الْيَوْمِ ۔ اَلَا وَ
إِنَّ الْخَطَايَا خَيْلٌ شُمُسٌ حُمِلَ عَلَيْهَا
أَهْلُهَا وَخُلِعَتْ لُجُمُهَا فَتَقَحَّمَتْ
بِهِمْ فِي النَّارِ اَلَا وَ إِنَّ
التَّقْوٰى مَطَايَا ذُلُلٌ حُمِلَ عَلَيْهَا
أَهْلُهَا وَ أُعْطُوْا أَزِمَّتَهَا فَأَوْرَدَتْهُمُ
الْجَنَّةَ حَقٌّ وَ بَاطِلٌ وَ لِكُلٍّ أَهْلٌ
فَلَئِنْ أَمِرَ الْبَاطِلُ قَدِيْمًا فَعَلَ وَ
لَئِنْ قَلَّ الْحَقُّ فَلَرُبَّمَا وَ لَعَلَّ وَلَقَلَّمَا
أَدْبَرَ شَيْءٌ فَاَقْبَلَ أَقُوْلُ إِنَّ فِي
هٰذَا الْكَلَامِ الْاَدْنٰى مِنْ مَوَاقِعِ
الْاِحْسَانِ مَا لَا تَبْلُغُهُ مَوَاقِعُ
الْاِسْتِحْسَانِ ۔ وَإِنَّ حَظَّ الْعَجَبِ
مِنْهُ اَكْثَرُ مِنْ حَظِّ الْعُجْبِ بِهٖ وَفِيْهِ
مَعَ الْحَالِ الَّتِيْ وَصَفْنَا زَوَائِدُ
مِنَ الْفَصَاحَةِ لَا يَقُوْمُ بِهَا لِسَانٌ
وَ لَا يَطَّلِعُ فَجَّهَا إِنْسَانٌ وَلَا يَعْرِفُ
مَا اَقُوْلُ إِلَّا مَنْ ضَرَبَ فِيْ هٰذِهِ
الصِّنَاعَةِ بِحَقٍّ وَ جَرٰى فِيْهَا عَلٰى
عِرْقٍ وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعَالِمُوْنَ،
شُغِلَ مَنِ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ أَمَامَهُ

یہاں تک کہ تمہارے ادنےٰ اعلیٰ اور اعلیٰ ادنیٰ ہو جائیں گے
جو پیچھے تھے آگے بڑھ جائیں گے اور جو ہمیشہ آگے رہتے تھے
وہ پیچھے چلے جائیں گے ۔ خدا کی قسم میں نے کوئی بات پردے
میں نہیں رکھی ، نہ کبھی کذب بیانی سے کام لیا ۔ مجھے اِس
مقام اور اس دن کی پہلے ہی سے خبر دی جا چکی ہے معلوم
ہونا چاہیئے کہ گناہ ان سرکش گھوڑوں کے مانند ہیں جن پر
اُن کے سواروں کو سوار کر دیا گیا ہو اور باگیں بھی ان کی
اُتار دی گئی ہوں اور وہ لے جا کر انھیں دوزخ میں پھاند
پڑیں اور تقویٰ رام کی ہوئی سواریوں کے مانند ہے جن پر
ان کے سواروں کو سوار کیا گیا ہو ۔ اس طرح کہ باگیں ان کے
ہاتھ میں دے دی گئی ہوں اور وہ انھیں (باطمینان) لے
جا کر جنت میں اُتار دیں ۔ ایک حق ہوتا ہے اور ایک باطل
اور کچھ حق والے ہوتے ہیں ، کچھ باطل والے ۔ اب اگر باطل
زیادہ ہو گیا تو یہ پہلے بھی بہت ہوتا رہا ہے اور اگر حق کم ہو گیا
ہے تو بسا اوقات ایسا ہوا ہے اور بہت ممکن ہے کہ وہ
اس کے بعد باطل پر چھا جائے ۔ اگرچہ ایسا کم ہی ہوتا ہے
کہ کوئی چیز پیچھے ہٹ کر آگے بڑھے ۔ علاّمہ رضی فرماتے ہیں
کہ اس مختصر سے کلام میں واقعی خوبیوں کے اتنے مقام ہیں
کہ احساس خوبی کا اس کے تمام گوشوں کو پا نہیں سکتا اور
اس کلام سے حیرت و استعجاب کا حصہ پسندیدگی کی مقدار سے
زیادہ ہوتا ہے ۔ اس حالت کے باوجود جو ہم نے بیان کی ہے
اِس میں فصاحت کے اتنے بے شمار پہلو ہیں کہ جن کے بیان
کرنے کا یارا نہیں ۔ نہ کوئی انسان اس کی عمیق گہرائیوں تک
پہنچ سکتا ہے میری اس بات کو وُہی جان سکتا ہے جس نے
اِس فن کا پُورا پُورا حق ادا کیا ہو ، اور اِس کے رگ و ریشہ سے

ساعٍ سريعٌ نجا وطالبٌ بطيءٌ

ومن هذه الخطبة

رجا ومقصّرٌ في النار هوى اليمين والشمال مضلّةٌ والطريق الوسطى هي الجادّة. عليها باقي الكتاب وآثار النبوّة ومنها منفذ السنّة وإليها مصير العاقبة هلك من ادّعى وخاب من افترى من أبدى صفحته للحقّ هلك وكفى بالمرء جهلاً أن لا يعرف قدره ولا يهلك على التقوى سنخ أصلٍ ولا يظمأ عليها زرع قومٍ. فاستتروا في بيوتكم وأصلحوا ذات بينكم والتوبة من ورائكم ولا يحمد حامدٌ إلّا ربّه ولا يلم لائمٌ إلّا نفسه.

واقف ہو اور جاننے والوں کے سوا کوئی ان کو نہیں سمجھ سکتا۔

اسی خطبے کا ایک حصہ یہ ہے

جس کے پیش نظر دوزخ و جنت ہو اس کی نظر کسی اور طرف نہیں اٹھ سکتی، جو تیز قدم دوڑنے والا ہے، وہ نجات یافتہ ہے اور جو طلب گار ہو، مگر سست رفتار اسے بھی توقع ہو سکتی ہے۔ مگر جو (ارادۃً) کوتاہی کرنے والا ہو اسے تو دوزخ ہی میں گرنا ہے۔ دائیں بائیں گمراہی کی راہیں ہیں اور درمیانی راستہ ہی صراط مستقیم ہے۔ اس راستے پر اللہ کی ہمیشہ رہنے والی کتاب اور نبوت کے آثار ہیں۔ اسی سے شریعت کا نفاذ و اجراء ہوا۔ اور اسی کی طرف آخر کار بازگشت ہے۔ جس نے (غلط) ادعا کیا وہ تباہ و برباد ہوا اور جس نے افترا باندھا، وہ ناکام و نامراد رہا۔ جو حق کے مقابلے میں کھڑا ہوتا ہے۔ تباہ ہو جاتا ہے۔ اور انسان کی جہالت اس سے بڑھ کر کیا ہوگی کہ وہ اپنی قدر و منزلت کو نہ پہچانے۔ [2] وہ اصل و اساس، جو تقویٰ پر ہو، برباد نہیں ہوتی، اور اس کے ہوتے ہوئے کسی قوم کی کشت (عمل) بے آب و خشک نہیں رہتی۔ تم اپنے گھر کے گوشوں میں چھپ کر بیٹھ جاؤ۔ آپس کے جھگڑوں کی اصلاح کرو، توبہ تمہارے عقب میں ہے۔ حمد کرنے والا صرف اپنے پروردگار کی حمد کرے اور بھلا بُرا کہنے والا اپنے ہی نفس کی ملامت کرے۔

۱ بعض نسخوں میں من ابدی صفحته للحق هلك کے بعد "عند جهلة الناس" بھی مرقوم ہے۔ اس بنا پر اس جملہ کے معنی یہ ہوں گے کہ جو حق کی خاطر کھڑا ہوا وہ جاہلوں کے نزدیک تباہ و برباد ہوتا ہے۔

۲ عظمت و جلال الٰہی سے دل و دماغ کے متاثر ہونے کا نام تقویٰ ہے جس کے نتیجے میں انسان کی روح خوف و خشیت الٰہی سے معمور ہو جاتی ہے اور اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ عبادت و ریاضت میں سرگرمی پیدا ہو جاتی ہے۔ ناممکن ہے کہ دل میں اس کا خوف بسا ہو اور اس کا اظہار انسان کے افعال و اعمال سے نہ ہو اور عبادت و نیاز مندی سے چونکہ نفس

کی اصلاح اور رُوح کی تربیت ہوتی ہے لہٰذا جوں جوں عبادت میں اضافہ ہوتا ہے۔ نفس کی پاکیزگی بڑھتی جاتی ہے۔ اسی لیے قرآن کریم میں تقویٰ کا اطلاق کبھی خوف و خشیت پر کبھی بندگی اور نیاز مندی پر اور کبھی پاکیزگی قلب و رُوح پر ہوا کرتا ہے۔ چنانچہ فایای فاتقون میں تقویٰ سے مراد خوف ہے اور اتقوا اللہ حق تقاتہ میں تقویٰ سے مراد عبادت و بندگی ہے اور من یخش اللہ و یتقہ فاولٓئک ھم الفائزون میں تقویٰ سے مراد پاکیزگی نفس اور طہارتِ قلب ہے۔

احادیث میں تقویٰ کے تین درجے قرار دیئے گئے ہیں۔ پہلا درجہ یہ ہے کہ انسان واجبات کی پابندی اور محرمات سے کنارہ کشی کرے۔ دوسرا درجہ یہ ہے کہ مستحبات کی بھی پابندی کرے اور مکروہات سے بھی دامن بچا کر رہے۔ تیسرا درجہ یہ ہے کہ شبہات میں مبتلا ہونے کے اندیشہ سے حلال چیزوں سے بھی ہاتھ اُٹھالے۔ پہلا درجہ عوام کا، دوسرا درجہ خواص کا اور تیسرا درجہ خاص الخواص کا ہے۔ چنانچہ خداوندِ عالم نے ان تینوں درجوں کی طرف اس آیت میں اشارہ کیا ہے۔

لیس علی الذین اٰمنوا وعملوا الصلحٰت جناح فیما طعموا اذا ما اتقوا و اٰمنوا وعملوا الصلحٰت ثم اتقوا و اٰمنوا ثم اتقوا و احسنوا و اللہ یحب المحسنین۔

جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور اچھے اعمال بجالائے ان پر جو وہ (پہلے) کھاپی چکے ہیں اس میں کچھ گناہ نہیں۔ جب انھوں نے پرہیز گاری اختیار کرلی اور ایمان لے آئے اور نیک کام کیے، پھر پرہیزگاری کی اور ایمان لے آئے پھر پرہیزگاری کی اور اچھے کام کیے اور اللہ اچھے کام کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

امیرالمومنین فرماتے ہیں کہ اسی عمل کے لیے بقاء ہے۔ جس کی بنیاد تقویٰ پر ہو اور وہی کشتِ عمل پھلے پھولے گی۔ جسے تقویٰ کے پانی سے سینچا گیا ہو، کیونکہ عبادت وہی ہے جس میں احساسِ عبودیت کارفرما ہو، جیسا کہ اللہ سُبحانہٗ کا ارشاد ہے۔

افمن اسس بنیانہ علی تقویٰ من اللہ و رضوان خیر ام من اسس بنیانہ علی شفا جرف ھار فانھار بہ فی نار جہنم۔ کیا وہ شخص کہ جس نے اپنی عمارت کی بنیاد خدا کے خوف اور اس کی خوشنودی پر رکھی، وہ بہتر ہے یا وہ جس نے اپنی عمارت کی بنیاد ایک گرنے والی کھائی کے کنارے پر رکھی کہ جو اُسے لے کر جہنم کی آگ میں گر پڑے۔

چنانچہ ہر وہ اعتقاد جس کی اساس علم و یقین پر نہ ہو، اُس عمارت کے مانند ہے جو بغیر بنیاد کے کھڑی کی گئی ہو جس میں ثبات و قرار نہیں ہو سکتا اور ہر وہ عمل جو بغیر تقوے کے ہو، اُس کھیتی کے مانند ہے جو آبیاری کے نہ ہونے کی وجہ سے سُوکھ جائے۔

خطبہ ۱۷

وَمِنْ کَلَامٍ لَہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ فِیْ صِفَۃِ مَنْ یَتَصَدّٰی لِلْحُکْمِ بَیْنَ الْاُمَّۃِ

اُن لوگوں کے بارے میں جو اُمت کے فیصلے چکانے کے لیے مسندِ قضا پر بیٹھ جاتے ہیں حالانکہ وہ اس کے

وَلَيْسَ لِذَالِكَ بِأَهْلٍ۔

إِنَّ أَبْغَضَ الْخَلَائِقِ إِلَى اللّٰهِ
رَجُلَانِ رَجُلٌ وَكَلَهُ اللّٰهُ إِلَىٰ
نَفْسِهٖ فَهُوَ جَائِرٌ عَنْ قَصْدِ
السَّبِيْلِ مَشْغُوْفٌ بِكَلَامِ بِدْعَةٍ
وَدُعَاءِ ضَلَالَةٍ فَهُوَ فِتْنَةٌ لِمَنِ
افْتَتَنَ بِهٖ ضَالٌّ عَنْ هَدْيِ مَنْ
كَانَ قَبْلَهُ مُضِلٌّ لِمَنِ اقْتَدَىٰ
بِهٖ فِيْ حَيَاتِهٖ وَبَعْدَ وَفَاتِهٖ
حَمَّالُ خَطَايَا غَيْرِهٖ ۔ رَهْنٌ
بِخَطِيْئَتِهٖ وَرَجُلٌ قَمَشَ جَهْلًا
مُوْضِعٌ فِيْ جُهَّالِ الْأُمَّةِ عَارٌّ
فِيْ أَغْبَاشِ الْفِتْنَةِ عَمٍ بِمَا فِيْ
عَقْدِ الْهُدْنَةِ قَدْ سَمَّاهُ أَشْبَاهُ
النَّاسِ عَالِمًا ۔ وَلَيْسَ بِهٖ بَكَّرَ
فَاسْتَكْثَرَ مِنْ جَمْعٍ مَا قَلَّ مِنْهُ
خَيْرٌ مِمَّا كَثُرَ حَتّٰى إِذَا ارْتَوَىٰ
مِنْ آجِنٍ ۔ وَاكْتَنَزَ مِنْ غَيْرِ طَائِلٍ
جَلَسَ بَيْنَ النَّاسِ قَاضِيًا ضَامِنًا
لِتَخْلِيْصِ مَا الْتَبَسَ عَلٰى غَيْرِهٖ
فَإِنْ نَزَلَتْ بِهٖ ۔ إِحْدَى الْمُبْهَمَاتِ
هَيَّأَ لَهَا حَشْوًا رَثًّا مِنْ رَأْيِهٖ
ثُمَّ قَطَعَ بِهٖ ۔ فَهُوَ مِنْ لَبْسِ
الشُّبُهَاتِ فِيْ مِثْلِ نَسْجِ الْعَنْكَبُوْتِ
لَا يَدْرِيْ أَصَابَ أَمْ أَخْطَأَ فَإِنْ

اہل نہیں ہوتے۔

تمام لوگوں میں سب سے زیادہ خدا کے نزدیک مبغوض دو شخص ہیں۔ ایک وہ جسے اللہ نے اس کے نفس کے حوالے کر دیا ہو (یعنی اس کی بداعمالیوں کی وجہ سے اپنی توفیق سلب کر لی) جس کے بعد وہ سیدھی راہ سے ہٹا ہُوا بدعت کی باتوں پر فریفتہ اور گمراہی کی تبلیغ پر مٹا ہوا ہے۔ وہ اپنے ہوا خواہوں کے لیے فتنہ اور سابقہ لوگوں کی ہدایت سے برگشتہ ہے۔ وہ تمام اُن لوگوں کے لیے جو اس کی زندگی میں یا اُس کی موت کے بعد اس کی پیروی کریں۔ گمراہ کرنے والا ہے۔ وہ دُوسروں کے گناہوں کا بوجھ اُٹھائے ہُوئے اور خود اپنی خطاؤں میں جکڑا ہوا ہے اور دوسرا شخص وہ ہے جس نے جہالت کی باتوں کو (اِدھر اُدھر سے) بٹور لیا ہے۔ وہ اُمت کے جاہل افراد میں دوڑ دھوپ کرتا ہے، اور فتنوں کی تاریکیوں میں غافل و مدہوش پڑا رہتا ہے اور امن و آشتی کے فائدوں سے آنکھ بند کر لیتا ہے۔ چند انسانی شکل و صُورت سے ملتے جلتے ہُوئے لوگوں نے اُسے عالم کا لقب دے رکھا ہے۔ حالانکہ وہ عالم نہیں وہ ایسی (بے سود) باتوں کے سمیٹنے کے لیے مُنہ اندھیرے نکل پڑتا ہے جن کا نہ ہونا ہونے سے بہتر ہے۔ یہاں تک کہ جب وُہ اِس گندے پانی سے سیراب ہو لیتا ہے اور لایعنی باتوں کو جمع کر لیتا ہے۔ تو لوگوں میں قاضی بن کر بیٹھ جاتا ہے اور دوسروں پر مشتبہ رہنے والے مسائل کے حل کرنے کا ذمہ لے لیتا ہے۔ اگر کوئی اُلجھا ہوا مسئلہ اس کے سامنے پیش ہوتا ہے تو اپنی رائے سے اُس کے لیے بھرتی کی فرسُودہ دلیلیں مہیا کر لیتا ہے اور پھر اس پر یقین بھی کر لیتا ہے۔ اس طرح وہ شبہات کے

أَصَابَ خَافَ أَنْ يَكُونَ قَدْ أَخْطَأَ وَإِنْ
أَخْطَأَ رَجَا أَنْ يَكُونَ قَدْ أَصَابَ جَاهِلٌ
خَبَّاطُ جَهَالَاتٍ عَاشٍ رَكَّابُ
عَشَوَاتٍ لَمْ يَعَضَّ عَلَى الْعِلْمِ
بِضِرْسٍ قَاطِعٍ يُذْرِي الرِّوَايَاتِ
إِذْرَاءَ الرِّيحِ الْهَشِيمَ لَا مَلِيءٌ
وَاللهِ بِإِصْدَارِ مَا وَرَدَ عَلَيْهِ وَ
لَا هُوَ أَهْلٌ لِمَا فُوِّضَ إِلَيْهِ لَا يَحْسَبُ
الْعِلْمَ فِي شَيْءٍ مِمَّا أَنْكَرَهُ وَلَا
يَرَى أَنَّ مِنْ وَرَاءِ مَا بَلَغَ
مَذْهَبًا لِغَيْرِهِ وَإِنْ أَظْلَمَ عَلَيْهِ أَمْرٌ
اكْتَتَمَ بِهِ لِمَا يَعْلَمُ مِنْ جَهْلِ
نَفْسِهِ تَصْرُخُ مِنْ جَوْرِ قَضَائِهِ
الدِّمَاءُ وَتَعِجُّ مِنْهُ الْمَوَارِيثُ
إِلَى اللهِ أَشْكُو مِنْ مَعْشَرٍ يَعِيشُونَ
جُهَّالًا وَيَمُوتُونَ ضُلَّالًا لَيْسَ
فِيهِمْ سِلْعَةٌ أَبْوَرُ مِنَ الْكِتَابِ
إِذَا تُلِيَ حَقَّ تِلَاوَتِهِ وَلَا
سِلْعَةٌ أَنْفَقُ بَيْعًا وَلَا
أَغْلَى ثَمَنًا مِنَ الْكِتَابِ
إِذَا حُرِّفَ عَنْ مَوَاضِعِهِ
وَلَا عِنْدَهُمْ أَنْكَرُ مِنَ
الْمَعْرُوفِ وَلَا أَعْرَفُ مِنَ
الْمُنْكَرِ۔

الجھاؤ میں پھنسا ہوا ہے جس طرح مکڑی خود ہی اپنے جالے کے اندر۔ وہ خود یہ نہیں جانتا کہ اس نے صحیح حکم دیا ہے یا غلط۔ اگر صحیح بات بھی کہی ہو، تو اُسے یہ اندیشہ ہوتا ہے کہ کہیں غلط نہ ہو، اور غلط جواب ہو تو اسے یہ توقع رہتی ہے کہ شاید یہی صحیح ہو، وُہ جہالتوں میں بھٹکنے والا جاہل اور اپنی نظر کے دُھندلا پن کے ساتھ تاریکیوں میں بھٹکنے والی سواریوں پر سوار ہے۔ نہ اُس نے حقیقت علم کو پرکھا نہ اس کی تہ تک پہنچا۔ وہ روایات کو اس طرح درہم برہم کرتا ہے جس طرح ہوا سُوکھے ہوئے تنکوں کو۔ خدا کی قسم! وہ ان مسائل کے حل کرنے کا اہل نہیں جو اس سے پُوچھے جاتے ہیں اور نہ اس منصب کے قابل ہے جو اسے سپُرد کیا گیا ہے جس چیز کو وہ نہیں جانتا اس چیز کو وہ کوئی قابلِ اعتنا علم ہی نہیں قرار دیتا اور جہاں تک وہ پہنچ سکتا ہے۔ اس کے آگے یہ سمجھتا ہی نہیں کہ کوئی دوسرا پہنچ سکتا ہے اور جو بات اُس کی سمجھ میں نہیں آتی اسے پی جاتا ہے، کیونکہ وہ اپنی جہالت کو خود جانتا ہے۔ (ناحق بہائے ہُوئے) خون اُس کے ناروا فیصلوں کی وجہ سے چیخ رہے ہیں اور غیر مستحق افراد کو پہنچی ہُوئی میراثیں چلا رہی ہیں۔ اللہ ہی سے شکوہ ہے اُن لوگوں کا جو جہالت میں جیتے ہیں اور گمراہی میں مر جاتے ہیں۔ ان میں قرآن سے زیادہ کوئی بے قیمت چیز نہیں جب کہ اُسے اس طرح پیش کیا جائے جیسا پیش کرنے کا حق ہے اور اس قرآن سے زیادہ ان میں کوئی مقبول اور قیمتی چیز نہیں۔ اس وقت جبکہ اس کی آیتوں کا بے محل استعمال کیا جائے۔ ان کے نزدیک نیکی سے زیادہ کوئی بُرائی اور بُرائی سے زیادہ کوئی نیکی نہیں۔

ل‍ہ امیرالمومنین نے دو قسم کے لوگوں کو اللہ کے نزدیک مبغوض اور بدترین خلائق قرار دیا ہے۔ ایک وہ جو سرے سے اصولِ عقائد ہی میں گمراہ ہیں اور گمراہی کی نشر و اشاعت میں لگے رہتے ہیں اور دُوسرے وہ جو قرآن و سُنّت کو پسِ پشت ڈال کر اپنے قیاس و رائے سے احکام گڑھ لیتے ہیں اور اپنے مقلّدین کا ایک حلقہ پیدا کرکے ان میں خود ساختہ شریعت کی ترویج کرتے رہتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی گمراہی و کج روی صرف اُن کی ذات تک محدود نہیں رہتی۔ بلکہ اُن کی ضلالت کا بویا ہُوا بیج برگ و بار لاتا ہے اور ایک تناور شجر کی صُورت اختیار کرکے گمراہوں کو ہمیشہ اپنے سایہ میں پناہ دیتا رہتا ہے اور یہ گمراہی بڑھتی ہی رہتی ہے۔ اور چونکہ اِس گمراہی کے اصل بانی یہی لوگ ہوتے ہیں۔ اِس لیے دوسروں کی گمراہی کا بوجھ بھی انہی کے سر لادا جائے گا۔ چنانچہ قرآن کریم کا ارشاد ہے۔ ولیحملن اثقالھم واثقالا مع اثقالھم۔ یہ لوگ اپنے (گناہوں) کا بوجھ تو یقیناً اُٹھائیں گے اور اپنے بوجھ کے ساتھ (جنھیں گمراہ کیا ہے) ان کے بوجھ بھی انھیں اُٹھانا پڑیں گے۔

خطبہ ۱۸

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي
ذَمِّ اخْتِلَافِ الْعُلَمَاءِ فِي الْفُتْيَا
تَرِدُ عَلَى أَحَدِهِمُ الْقَضِيَّةُ فِي
حُكْمٍ مِنَ الْأَحْكَامِ فَيَحْكُمُ فِيهَا
بِرَأْيِهِ ثُمَّ تَرِدُ تِلْكَ الْقَضِيَّةُ بِعَيْنِهَا
عَلَى غَيْرِهِ فَيَحْكُمُ فِيهَا بِخِلَافِهِ
ثُمَّ يَجْتَمِعُ الْقُضَاةُ بِذَلِكَ عِنْدَ
الْإِمَامِ الَّذِي اسْتَقْضَاهُمْ فَيُصَوِّبُ
آرَاءَهُمْ جَمِيعًا وَإِلٰهُهُمْ وَاحِدٌ
وَنَبِيُّهُمْ وَاحِدٌ وَكِتَابُهُمْ وَاحِدٌ
أَفَأَمَرَهُمُ اللّٰهُ تَعَالَى بِالْاِخْتِلَافِ
فَأَطَاعُوهُ أَمْ نَهَاهُمْ عَنْهُ فَعَصَوْهُ
أَمْ أَنْزَلَ اللّٰهُ دِينًا نَاقِصًا
فَاسْتَعَانَ بِهِمْ عَلَى إِتْمَامِهِ أَمْ كَانُوا
شُرَكَاءَ لَهُ فَلَهُمْ أَنْ يَقُولُوا وَعَلَيْهِ

فتاویٰ میں علماء کے مختلف الآرا ہونے کی مذمت میں فرمایا :۔

جب[ل‍ہ] ان میں سے کسی ایک کے سامنے کوئی معاملہ فیصلہ کے لیے پیش ہوتا ہے تو وہ اپنی رائے سے اس کا حکم لگا دیتا ہے۔ پھر وہی مسئلہ بعینہٖ دوسرے کے سامنے پیش ہوتا ہے تو وہ اس پہلے کے حکم کے خلاف حکم دیتا ہے پھر یہ تمام کے تمام قاضی اپنے اس خلیفہ کے پاس جمع ہوتے ہیں جس نے انھیں قاضی بنا رکھا ہے۔ تو وہ سب کی رایوں کو صحیح قرار دیتا ہے۔ حالانکہ ان کا اللہ ایک، نبی ایک اور کتاب ایک ہے۔ (انھیں غور تو کرنا چاہیئے) کیا اللہ نے انھیں اختلاف کا حکم دیا تھا اور یہ اختلاف کرکے اس کا حکم بجا لاتے ہیں یا اس نے تو حقیقتاً اختلاف سے منع کیا ہے اور یہ اختلاف کرکے عمداً اس کی نافرمانی کرنا چاہتے ہیں۔ یا یہ کہ اللہ نے دین کو ادھورا چھوڑ دیا تھا اور ان سے تکمیل کے لیے ہاتھ بٹانے کا خواہشمند

أَنْ يَرْضَىٰ أَمْ أَنْزَلَ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ دِيْنًا تَامًّا فَقَصَّرَ الرَّسُوْلُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ عَنْ تَبْلِيْغِهٖ وَ اَدَائِهٖ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ يَقُوْلُ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ وَفِيْهِ تِبْيَانُ كُلِّ شَيْءٍ وَذَكَرَ أَنَّ الْكِتَابَ يُصَدِّقُ بَعْضُهٗ بَعْضًا وَ أَنَّهٗ لَا اخْتِلَافَ فِيْهِ فَقَالَ سُبْحَانَهٗ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا وَ أَنَّ الْقُرْاٰنَ ظَاهِرُهٗ أَنِيْقٌ وَبَاطِنُهٗ عَمِيْقٌ لَا تَفْنٰى عَجَائِبُهٗ وَ لَا تَنْقَضِيْ غَرَائِبُهٗ وَ لَا تُكْشَفُ الظُّلُمَاتُ اِلَّا بِهٖ۔

ہوا تھا یا یہ کہ اللہ کے شریک تھے کہ انھیں اس کے احکام میں دخل دینے کا حق ہو، اور اس پر لازم ہو کہ وہ اس پر رضامند رہے یا یہ کہ اللہ نے تو دین کو مکمل اُتارا تھا مگر اس کے رسولؐ نے اس کے پہنچانے اور ادا کرنے میں کوتاہی کی تھی۔ اللہ نے قرآن میں تو یہ فرمایا ہے کہ ہم نے کتاب میں کسی چیز کے بیان کرنے میں کوتاہی نہیں کی اور اس میں ہر چیز کا واضح بیان ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ قرآن کے بعض حصے بعض حصوں کی تصدیق کرتے ہیں اور اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ چنانچہ اللہ کا یہ ارشاد ہے کہ اگر یہ قرآن اللہ کے علاوہ کسی اور کا بھیجا ہوا ہوتا، تو تم اس میں کافی اختلاف پاتے اور یہ کہ اس کا ظاہر خوش نما اور باطن گہرا ہے۔ نہ اس کے عجائبات مٹنے والے اور نہ اس کے لطائف ختم ہونے والے ہیں ظلمت (جہالت) کا پردہ اِسی سے چاک کیا جاتا ہے۔

لہ یہ مسئلہ محلِ نزاع ہے کہ جس چیز پر شرع کی رو سے کوئی قطعی دلیل قائم نہ ہو۔ آیا واقع میں اس کا کوئی حکم ہوتا بھی ہے یا نہیں ابوالحسن اشعری اور ان کے اُستاد ابو علی جبائی کا مسلک یہ ہے کہ اللہ نے اس کے لیے کوئی حکم تجویز ہی نہیں کیا بلکہ ایسے موارد میں تشریع و حکم کا اختیار مجتہدین کو سونپ دیا ہے کہ وہ اپنی صوابدید سے جسے حرام ٹھہرالیں اُسے واقعی حرام قرار دے دیا جائے گا۔ اور جسے حلال کر دیں، اُسے واقعی حلال سمجھ لیا جائے گا اور اگر کوئی کچھ کہے اور کوئی کچھ تو پھر جتنی ان کی رائے ہوں گی اتنے احکام بنتے چلے جائیں گے اور ان میں سے ہر ایک کا نقطہ نگاہ حکم واقعی کا ترجمان ہوگا مثلاً اگر ایک مجتہد کی رائے یہ ٹھہری کہ نبیذ حرام ہے اور دوسرے مجتہد کی رائے یہ ہوئی کہ نبیذ حلال ہے تو وہ واقع میں حلال بھی ہوگی اور حرام بھی۔ یعنی جو اُسے حرام سمجھے اُس کے لیے پینا ناجائز ہے اور جو حلال سمجھ کر پیئے اُس کے لیے پینا جائز ہے۔ چنانچہ شہرستانی اس تصویب کے متعلق تحریر کرتے ہیں۔

فَمِنَ الاصولیین من صار الی ان لا حکم للّٰہ تعالیٰ فی الوقائع المجتہد فیہا حکماً

اصولیین کا ایک گروہ اس کا قائل ہے کہ جن مسائل میں اجتہاد کیا جاتا ہے، اُن کے لیے جواز و عدم جواز اور حلال و

بعینه قبل الاجتہاد من جواز وحظر و حلال وحرام وانما حکم اللہ تعالیٰ ما ادی الیہ اجتہاد المجتہد فان ہذا الحکم منوط بہذا السبب فان لم یوجد السبب یثبت الحکم وعلی ہذا المذہب کل مجتہد مصیب فی الحکم۔ (کتاب الملل والنحل صہ ۹۸)

حرام کے اعتبار سے کوئی طے شدہ حکم نہیں ہوتا، بلکہ جو مجتہد کی رائے ہوتی ہے، وُہی خدا کا حکم ہوتا ہے۔ کیوں کہ حکم کا قرار پانا ہی اس پر موقوف ہے کہ وہ کسی مجتہد کے نظریے سے طے ہو۔ اگر یہ چیز نہ ہوگی تو حکم بھی ثابت نہ ہوگا۔ اور اس مسلک کی بناء پر ہر مجتہد اپنی رائے میں دُرست ہوگا۔

اِس صورت میں مجتہد کو خطا سے اس لیے محفوظ سمجھا جاتا ہے کہ خطا تو وہاں متصور ہوا کرتی ہے۔ جہاں کوئی قدم واقع کے خلاف اُٹھے اور جہاں کوئی واقع ہی نہ ہو وہاں خطا کے کیا معنی اس کے علاوہ اس صورت میں بھی مجتہد سے خطا کا امکان نہ ہوگا کہ جب یہ نظریہ قائم کر لیا جائے کہ مجتہدین کی آئندہ جتنی رائے ہونے والی تھیں اللہ نے اُن سے باخبر ہونے کی بنا پر پہلے ہی سے اتنے احکام بنا رکھے ہیں کہ جس کی وجہ سے ہر رائے حکمِ واقعی کے مطابق ہی پڑتی ہے یا یہ کہ اُس نے یہ التزام کر رکھا ہے کہ مجتہدین کی رایوں کو ان طے شدہ احکام سے باہر نہ ہونے دے گا، یا کہ بر سبیلِ اتفاق ان میں سے ہر ایک کی رائے ان احکام میں سے کسی ایک نہ ایک حکم سے بہر صورت موافقت کرے گی۔

لیکن فرقہ امامیہ کا نظریہ یہ ہے کہ اللہ نے نہ کسی کو شریعت سازی کا حق دیا ہے اور نہ کسی چیز کے حکم کو مجتہد کی رائے کے تابع ٹھہرایا ہے اور نہ آراء کے مختلف ہونے کی صورت میں ایک ہی چیز کے لیے واقع میں متعدد احکامات بنائے ہیں۔ البتہ جب مجتہد کی حکمِ واقعی تک رسائی نہیں ہونے پاتی تو تلاش و تفحص کے بعد جو نظریہ اس کا قرار پاتا ہے۔ اس پر عمل پیرا ہونا اِس کے لیے اور اس کے مقلدین کے لیے کفایت کر جاتا ہے۔ لیکن اس کی حیثیت صرف حکمِ ظاہری کی ہوتی ہے جو حکمِ واقعی کا بدل ہے اور ایسی صورت میں حکمِ واقعی کے چھوٹ جانے پر وہ معذور قرار پا جاتا ہے۔ کیونکہ اس نے اس دریائے ناپیدا کنار میں غوطہ لگانے اور اس کی تہ تک پہنچنے میں کوئی کوشش اٹھا نہیں رکھی۔ مگر اس پر کیا اختیار کہ دُرِ شاہوار کے بجائے خالی صدف ہی اس کے ہاتھ لگے۔ لیکن وہ یہ نہیں کہتا کہ دیکھنے والے اسے موتی سمجھیں اور موتی کے بھاؤ بکے۔ یہ دوسری بات ہے کہ کوششوں کا پرکھنے والا اس کی بھی آدھی قیمت لگا دے تاکہ نہ اس کی محنت اکارت جائے اور نہ اس کی ہمت ٹوٹنے پائے۔

اگر اس تصویب کے اصول کو مان لیا جائے تو پھر ہر فتوے کو دُرست اور ہر قول کو صحیح ماننا پڑے گا۔ جیسا کہ میبذی نے فواتح میں لکھا ہے۔

"حق دریں مسئلہ مذہب اشعری است پس تواند بود کہ مذاہب متناقضہ
ہمہ حق باشند زنہار در شانِ علماء گمان بد مبر و زبان بطعن ایشاں مکشا"

جب متضاد نظریے اور مختلف فتوے تک صحیح تسلیم کئے جاتے ہیں تو حیرت ہے کہ بعض نمایاں افراد کے اقدامات کو

خطائے اجتہادی سے کیوں تعبیر کیا جاتا ہے۔ جبکہ مجتہد کے لیے خطا کا تصور ہی نہیں ہو سکتا۔ اگر عقیدہ تصویب صحیح ہے تو امیر شام اور ام المومنین کے اقدامات درست ماننا پڑیں گے اور اگر ان کے اقدامات غلط سمجھے جاتے ہیں تو تسلیم کیجئے کہ اجتہاد ٹھوکر بھی کھا سکتا ہے اور تصویب کا عقیدہ غلط ہے اور یہ اپنے مقام پر طے ہوتا رہے گا کہ ام المومنین کے اجتہاد میں انوثیت تو سدِ راہ نہیں ہوتی یا امیرِ شام کا یہ اجتہاد تھا یا کچھ اور۔ بہر صورت یہ تصویب کا عقیدہ خطاؤں کو چھپانے اور غلطیوں پر حکم الٰہی کی نقاب ڈالنے کے لیے ایجاد کیا گیا تھا تاکہ نہ مقصد برآریوں میں روک پیدا ہو، اور نہ من مانی کارروائیوں کے خلاف کوئی زبان کھول سکے۔ امیرالمومنین نے اس خطبہ میں ایسے ہی لوگوں کا ذکر کیا ہے جو اللہ کی راہ سے کٹ کر اور وحی الٰہی کی روشنی سے آنکھیں بند کر کے قیاس ورائے کے اندھیروں میں ہاتھ ٹوئیے مارتے رہتے ہیں اور دین کو افکار و آرا کی آماجگاہ بنا کر رنت نئے فتوے دیتے رہتے ہیں اور اپنے جی سے احکام گڑھ کر اختلافات کے شاخسانے چھوڑتے رہتے ہیں اور پھر تصویب کی بنا پر تمام مختلف و متضاد احکام کو اللہ کی طرف سے سمجھ لیتے ہیں۔ گویا ان کا ہر حکم وحی الٰہی کا ترجمان ہے کہ نہ ان کا کوئی حکم غلط ہو سکتا ہے اور نہ کسی موقعہ پر وہ ٹھوکر کھا سکتے ہیں۔ چنانچہ حضرت اس مسلک کے رد میں فرماتے ہیں کہ

(۱) جب اللہ ایک، کتاب ایک اور رسولؐ ایک ہے، تو پھر دین بھی ایک ہی ہونا چاہیئے اور جب دین ایک ہے تو ایک ہی چیز کے لیے مختلف و متضاد احکام کیوں کر ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ حکم میں تضاد اِس صورت میں ہوا کرتا ہے کہ جب حکم دینے والا پہلا حکم بھول چکا ہو، یا اس پر غفلت یا مدہوشی طاری ہو گئی ہو، یا جان بوجھ کر ان بھول بھلیوں میں رکھنا چاہتا ہو اور اللہ و رسولؐ ان چیزوں سے بلند تر ہیں۔ لہٰذا اس اختلاف کو ان کی طرف منسوب نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ یہ اختلافات اُن لوگوں کے خیالات و آرا کا نتیجہ ہیں کہ جنھوں نے قیاس آرائیوں سے دین کے نقوش کو مسخ کرنے کا تہیّہ کر لیا تھا۔

(۲) اللہ نے یا تو اُن اختلافات سے منع کیا ہو گا یا اختلاف پیدا کرنے کا حکم دیا ہو گا۔ اگر حکم دیا ہے تو وہ کہاں اور کس مقام پر ہے اور ممانعت کو سننا چاہو تو قرآن کہتا ہے قل اللہ اذن لکم ام علی اللہ تفترون ان سے کہو کہ کیا اللہ نے تمہیں اجازت دے دی ہے یا تم اللہ پر افترا کرتے ہو۔" یعنی ہر وہ چیز جو بحکمِ خدا نہ ہو وہ افترا ہے اور افتراء ممنوع و حرام ہے اور افترا پردازوں کے لیے عقبیٰ میں نہ فوز و کامرانی ہے نہ فلاح و بہبود۔ چنانچہ ارشادِ قدرت ہے۔

ولا تقولوا لما تصف السنتکم هٰذا حلال وهٰذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون۔

جو تمہاری زبانوں پر جھوٹی باتیں چڑھی ہوئی ہیں انھیں کہا نہ کرو اور نہ اپنی طرف سے حکم لگایا کرو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے تاکہ اللہ پر جھوٹ بہتان باندھنے لگو اور جو افترا پردازیاں کرتے ہیں وہ کامیابی و کامرانی سے ہمکنار نہ ہوں گے۔

(۳) اگر اللہ ہی نے دین کو ناتمام رکھا ہے تو اُسے ادھورا چھوڑنے کی یہ وجہ ہو گی کہ اُس نے اپنے بندوں سے یہ چاہا ہو گا کہ وہ شریعت کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں اس کا ہاتھ بٹائیں اور شریعت سازی میں اس کے شریک ہوں تو یہ عقیدہ سراسر شرک ہے۔

اگر اس نے دین کو مکمل اتارا ہے تو پھر پیغمبر نے اس کے پہنچانے میں کوتاہی کی ہوگی تاکہ دوسروں کے لیے اس میں قیاس و رائے کی گنجائش رہے تو معاذ اللہ یہ پیغمبرؐ کی کمزوری اور انتخاب قدرت پر بدنما دھبہ ہوگا۔

(۴) اللہ سبحانہ نے قرآن میں فرمایا ہے کہ ہم نے کتاب میں کسی چیز کو اٹھا نہیں رکھا اور ہر ایک چیز کو کھول کر بیان کر دیا ہے تو پھر قرآن سے ہٹ کر جو حکم تراشا جائے گا وہ شریعت سے باہر ہوگا اور اس کی اساس علم و بصیرت اور قرآن و سنت پر ہوگی بلکہ اپنی ذاتی رائے اور اپنا ذاتی فیصلہ ہوگا جس کا دین و مذہب سے کوئی لگاؤ نہیں سمجھا جا سکتا۔

(۵) قرآن دین کا مبنیٰ و ماخذ اور احکام شریعت کا سرچشمہ ہے۔ اگر احکام شریعت مختلف اور جدا جدا ہوتے تو پھر اس میں بھی اختلاف ہونا چاہیئے تھا اور اس میں اختلاف ہوتا تو یہ اللہ کا کلام نہ رہتا اور جب یہ اللہ کا کلام ہے تو پھر شریعت کے احکام مختلف ہو ہی نہیں سکتے کہ تمام مختلف و متضاد نظریوں کو صحیح سمجھ لیا جائے اور قیاسی فتووں کو اس کا حکم قرار دے دیا جائے۔

خطبہ ۱۹

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

قَالَهُ لِلْأَشْعَثِ ابْنِ قَيْسٍ وَهُوَ عَلَى مِنْبَرِ الْكُوفَةِ يَخْطُبُ فَمَضَى فِي بَعْضِ كَلَامِهِ شَيْءٌ اعْتَرَضَهُ الْأَشْعَثُ فَقَالَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ هٰذِهِ عَلَيْكَ لَا لَكَ فَخَفَضَ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَيْهِ بَصَرَهُ ثُمَّ قَالَ مَا يُدْرِيكَ مَا عَلَيَّ مِمَّا لِي عَلَيْكَ لَعْنَةُ اللهِ وَلَعْنَةُ اللَّاعِنِينَ حَائِكٌ ابْنُ حَائِكٍ مُنَافِقٌ ابْنُ كَافِرٍ وَاللهِ لَقَدْ أَسَرَكَ الْكُفْرُ مَرَّةً وَالْإِسْلَامُ أُخْرَى فَمَا فَدَاكَ مِنْ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا مَالُكَ وَلَا حَسَبُكَ وَإِنَّ امْرَأً دَلَّ عَلَى قَوْمِهِ السَّيْفَ وَسَاقَ إِلَيْهِمُ الْحَتْفَ لَحَرِيٌّ أَنْ يَمْقُتَهُ

امیر المومنین علیہ السلام منبر کوفہ پر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ اشعث[لہ] ابن قیس نے آپ کے کلام پر اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ یا امیر المومنین یہ بات تو آپ کے حق میں نہیں بلکہ آپ کے خلاف پڑتی ہے۔ تو حضرت نے اسے نگاہ غضب سے دیکھا اور فرمایا:-

تجھے کیا معلوم کہ کونسی چیز میرے حق میں ہے اور کونسی چیز میرے خلاف جاتی ہے۔ تجھ پر اللہ کی پھٹکار اور لعنت کرنے والوں کی، تو جولاہے کا بیٹا جولاہا اور کافر کی گود میں پلنے والا منافق ہے، تو ایک دفعہ کافروں کے ہاتھوں میں اور ایک دفعہ مسلمانوں کے ہاتھوں میں اسیر ہوا لیکن تجھ کو تیرا مال اور حسب اس عار سے نہ بچا سکا اور جو شخص اپنی قوم پر تلوار چلوا دے اور اس کی طرف موت کو دعوت اور ہلاکت بلاوا دے، وہ اسی قابل ہے کہ قریبی اس سے نفرت

الْأَقْرَبُ وَلَا يَأْمَنُهُ الْأَبْعَدُ۔

اقول یرید (علیه السلام) انه اسر فی الکفر مرة و فی الاسلام مرة واما قوله (علیه السلام) دل علی قومه السیف فاراد به حدیثا کان للاشعث مع خالد ابن الولید بالیمامة غرّ فیه قومه ومکر بهم حتی اوقع بهم خالد وکان قومه بعد ذالك یسمونه عرف النار وهو اسم للغادر عندهم۔

کریں اور دُور والے بھی اس پر بھروسہ نہ کریں۔

سیدرضی فرماتے ہیں کہ یہ ایک دفعہ کفر کے زمانہ میں اور ایک دفعہ اسلام کے زمانہ میں اسیر کیا گیا تھا۔ رہا حضرت کا یہ ارشاد کہ جو شخص اپنی قوم پر تلوار چلوا دے، تو اس سے اس واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے کہ جو اشعث کو خالد ابن ولید کے مقابلہ میں یمامہ میں پیش آیا تھا کہ جہاں اُس نے اپنی قوم کو فریب دیا تھا اور اُن سے چال چلی تھی۔ یہاں تک کہ خالد نے ان پر حملہ کر دیا اور اس واقعہ کے بعد اس کی قوم والوں نے اُس کا لقب عرف النار رکھ دیا اور یہ ان کے محاورہ میں غدار کے لیے بولا جاتا ہے۔

اشعث ابنِ قیس کندی [۱]

اس کا اصل نام معدیکرب اور کنیت ابو محمد ہے۔ مگر اپنے بالوں کی پراگندگی کی وجہ سے اشعث (پراگندہ مُو) کے لقب سے زیادہ مشہور ہے۔ جب بعثت کے بعد یہ اپنے قبیلہ سمیت مکہ آیا تو پیغمبرؐ نے اسے اور اس کے قبیلہ کو اسلام کی دعوت دی لیکن یہ سب مُنہ موڑ کر چلتے ہوئے۔ اور ایک بھی اسلام قبول کرنے کے لیے آمادہ نہ ہُوا۔ اور جب ہجرت کے بعد اسلام کے قدم جم گئے اور اس کا پرچم لہرانے لگا اور اطراف و جوانب کے وفد جوق در جوق مدینہ آنا شروع ہوئے تو یہ بھی بنی کندہ کے ایک وفد کے ہمراہ پیغمبرؐ کی خدمت میں آیا اور اسلام قبول کیا۔ صاحب استیعاب لکھتے ہیں کہ یہ پیغمبرؐ اسلام کے بعد مرتد ہو گیا اور حضرت ابوبکر کے زمانۂ خلافت میں کہ جب اسے اسیر کر کے مدینہ لایا گیا تو پھر کے اسلام سے آیا مگر اس وقت بھی اس کا اسلام صرف دکھاوے کا تھا چنانچہ شیخ محمد عبدہ نے حاشیہ نہج البلاغہ پر تحریر کیا ہے کہ

کان الاشعث فی اصحاب علی کعبد الله ابن ابی ابن سلول فی اصحاب رسول الله کل منهما راس النفاق فی زمنه۔

جس طرح عبداللہ ابنِ ابی ابنِ سلول اصحابِ رسولؐ میں تھا۔ ویسا ہی اشعث علی ابنِ ابی طالب کی جماعت میں تھا اور یہ دونوں اپنے اپنے عہد میں چوٹی کے منافق تھے۔

جنگِ یرموک میں اس کی ایک آنکھ ضائع ہو گئی تھی۔ چنانچہ ابنِ قتیبہ نے المعارف میں اسے کانوں کی فہرست میں درج کیا ہے اور حضرت ابوبکر کی بہن ام فروہ بنت ابی قحافہ جو پہلے ایک ازدی کے نکاح میں اور پھر تمیم دارمی کے عقد میں تھیں، تیسری دفعہ

اسی اشعث سے بیاہی گئیں۔ جن سے تین لڑکے محمد اسماعیل اور اسحاق پیدا ہوئے۔ کتب رجال میں درج ہے کہ یہ بھی ایک آنکھ سے معذور تھیں۔ ابن ابی الحدید نے ابوالفرج سے یہ عبارت نقل کی ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ قتل امیرالمومنین کی سازش میں برابر کا شریک تھا۔

وقد کان ابن ملجم اتی الاشعث فی هٰذه اللیلة فخلا به فی بعض نواحی المسجد ومر بهما حجر ابن عدی فسمع الاشعث وهو یقول ابن ملجم النجاء النجاء حاجتك فقد فضحك الصبح قال له حجر قتلته یا اعور وخرج مبادرا الی علی علیه السلام وقد سبقه ابن ملجم وضربه واقبل حجر والناس یقولون قتل امیر المومنین۔

(شرح ابن ابی الحدید [illegible])

شبِ ضربت ابن ملجم اشعث ابنِ قیس کے پاس آیا اور دونوں علیحدگی میں مسجد کے ایک گوشہ میں جا کر بیٹھ گئے۔ کہ اُدھر سے حجر ابن عدی کا گذر ہوا، تو انھوں نے سُنا کہ اشعث ابن ملجم سے کہہ رہا ہے کہ بس اب جلدی کرو، ورنہ پو پھوٹ کر تمھیں رُسوا کر دے گی۔ حجر نے یہ سُنا تو اشعث سے کہا کہ اے کانے تو علی کے قتل کا سرو سامان کر رہا ہے اور پھر تیزی سے علی ابن ابی طالب کی طرف گئے۔ مگر جب امیرالمومنینؑ کو نہ پاکر پلٹے تو ابنِ ملجم اپنا کام کر چکا تھا، اور لوگ کہہ رہے تھے کہ امیرالمومنین قتل کر دیئے گئے۔

اُس کی بیٹی جعدہ نے حضرت امام حسنؑ کو زہر دے کر ان کی زندگی کا خاتمہ کر دیا تھا چنانچہ مسعودی نے لکھا ہے کہ:۔

ان امراته جعدة بنت اشعث الکندی سقته السم وقد کان معاویة دس الیها انك ان احتلت فی قتل الحسن وجهت بمائة الف درهم وزوجتك بیزید۔ (مروج الذهب ج ۲ ص ۵۰)

آپ کی زوجہ جعدہ بنت اشعث کندی نے آپ کو زہر دیا اور معاویہ نے اس سے یہ ساز باز کی تھی کہ اگر تم کسی طریقہ سے حسن کو زہر دے دو تو میں تمھیں ایک لاکھ درہم دوں گا اور یزید سے تمھارا عقد کر دوں گا

اُس کا بیٹا محمد ابن اشعث کوفہ میں حضرت مسلم کو فریب دینے اور کربلا میں خون سید الشہدا بہانے میں شریک تھا مگر ان سب باتوں کے باوجود بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابنِ ماجہ کے راویانِ حدیث میں سے ہے

۲ جنگِ نہروان کے بعد مسجدِ کوفہ میں تحکیم کی بدعنوانیوں کے سلسلہ میں حضرت خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا کہ یا امیرالمومنین آپ نے پہلے تو ہمیں اس تحکیم سے روکا اور پھر اس کا حکم بھی دے دیا ہمیں نہیں معلوم کہ ان دونوں باتوں میں سے کون سی بات زیادہ صحیح اور مناسب تھی۔ حضرت نے یہ سُن کر ہاتھ پہ ہاتھ مارا اور فرمایا هذا جزاء من ترک العقدة جو ٹھوس رائے کو چھوڑ دیتا ہے۔ اُسے ایسا ہی خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے۔ یعنی یہ تمھارے کرتوت کا پھل ہے جو تم نے حزم و احتیاط کا دامن چھوڑ کر تحکیم کے مان لینے پر اصرار کیا تھا۔ مگر اشعث اس سے یہ سمجھا کہ حضرت اپنے بارے میں فرما رہے ہیں کہ

میری یہ حیرانی و سرگردانی تحکیم کے مان لینے کا نتیجہ ہے۔ لہٰذا بول اُٹھا کہ یا امیرالمومنین اس سے تو آپ ہی کی ذات پر حرف آتا ہے جس پر حضرت نے بگڑ کر فرمایا کہ تمھیں کیا معلوم کہ میں کیا کہہ رہا ہوں اور تم کیا جانو کہ کونسی چیز میرے حق میں ہے اور کون سی چیز میرے خلاف پڑتی ہے تم جولاہے اور جولاہے کے بیٹے اور کافر کی گود میں پروان چڑھنے والے منافق ہو۔ تم پر اللہ کی اور ساری دنیا کی لعنت ہو۔ شارحین نے امیرالمومنین کے اشعث کو حائک (جولاہا) کہنے کی چند وجہیں لکھی ہیں۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ چونکہ یہ اور اس کا باپ اپنے اکثر اہلِ وطن کی طرح کپڑا بُننے کا دھندا کرتے تھے۔ اس لیے اس کے پیشہ کی پستی و دنایت کی طرف اشارہ کرنے کے لیے اسے جولاہا کہا ہے یوں تو یمنیوں کے پیشے اور بھی کئی تھے۔ مگر زیادہ دھندا ان کے ہاں یہی ہوتا ہے چنانچہ خالد ابنِ صفوان نے ان کے پیشوں کا تعارف کراتے ہوئے پہلے اسی پیشے کا ذکر کیا ہے۔

ما عسی ان اقول لقوم کانوا بین ناسج برد و دابغ جلد و سائس قرد و راکب عرد دل علیھم ھد ھد و اغرقتھم فارۃ و ملکتھم امراۃ۔

(البیان والتبیین ج ا ص ۱۳۰)

مَیں اس قوم کے بارے میں کیا کہوں کہ جن میں صرف کپڑا بُننے والے، چمڑا رنگنے والے، بندر نچانے والے اور گدھے پر سوار ہونے والے ہی ہوتے ہیں۔ ہُدہُد نے ان کا ٹھکانا بتایا۔ ایک چوہیا نے انھیں غرق کر دیا۔ اور ایک عورت نے ان پر حکومت کی۔

دُوسری وجہ یہ ہے کہ حیاکت کے معنی جھُوم کر اور بَل کھا کر چلنے کے ہیں، اور یہ چونکہ غرور اور تکبّر کی وجہ سے شانے مٹکا کر اور بَل کھا کر چلتا تھا۔ اس بنا پر اسے حائک فرمایا۔

تیسری وجہ یہ ہے اور یہی زیادہ نمایاں اور واضح ہے کہ اس کی حماقت و دنایت ظاہر کرنے کے لیے اسے جولاہا کہا ہے چونکہ ہر دونی و فرو مایہ کو مثل کے طور پر جولاہا کہہ دیا جاتا ہے۔ ان کے فہم و فراست کا یہی عروج کیا کم تھا کہ ان کی حماقتیں ضرب المثل بن چکی تھیں جبکہ کسی خصوصی امتیاز کے بغیر کوئی چیز ضرب المثل کی حیثیت حاصل نہیں کیا کرتی کہ امیرالمومنین نے بھی اس کی توثیق فرما دی کہ جس کے بعد کسی اور دلیل کی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی۔

چوتھی وجہ یہ ہے کہ اس سے مراد وہ ہے کہ جو اللہ و رسول کے خلاف جوڑ توڑ کرے اور افترا پردازیوں کے جال بنے کہ جو صرف منافق ہی کا شیوہ ہوتا ہے۔ چنانچہ وسائل الشیعہ میں ہے کہ

ذکر الحائك عند ابی عبد اللہ انه ملعون فقال انما ذالك الذی یحوك الکذب علی اللہ و رسوله۔

امام جعفر صادق علیہ السّلام کے سامنے حائک کے ملعُون ہونے کا ذکر ہوا، تو آپ نے فرمایا کہ اس سے مراد وُہ ہے جو اللہ و رسُول پر افترا باندھتا ہے۔

لفظِ حائک کے بعد لفظ منافق ارشاد فرمائی ہے اور دونوں میں واو عطف کا بھی فاصلہ نہیں رکھا تاکہ دونوں کے قریب المعنی ہونے پر روشنی پڑے اور پھر اس نفاق و حق پوشی کی بنا پر اسے اللہ اور لعنت کرنے والوں کی لعنت کا مستحق

ٹھہرایا ہے جیسا کہ اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے۔

ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینات والھدی من بعد ما بیناہ للناس فی الکتاب اولئک یلعنھم اللہ و یلعنھم اللاعنون۔

وہ لوگ جو ہماری اتاری ہوئی نشانیوں اور رہنمائیوں کو چھپاتے ہیں باوجودیکہ ہم نے کتاب میں انھیں کھول کر ان کے سامنے رکھ دیا ہے تو یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ بھی لعنت کرتا ہے اور لعنت کرنے والے بھی لعنت کرتے ہیں۔

اس کے بعد فرماتے ہیں کہ تم کفر میں بھی اسیری کی ذلت سے نہ بچ سکے اور اسلام لانے کے بعد بھی ان رسوائیوں نے تمھارا پیچھا نہ چھوڑا اور تمھیں اسیر بنا لیا گیا۔ چنانچہ کفر کی حالت میں اس کی اسیری کی صورت یہ ہوئی کہ جب اس کے باپ قیس کو قبیلہ بنی مراد نے قتل کر ڈالا، تو اس نے بنی کندہ کے جنگ آزماؤں کو جمع کیا اور انھیں تین ٹولیوں میں بانٹ دیا۔ ایک ٹولی کی باگ ڈور خود سنبھالی اور دوسری دو ٹولیوں پر کبشؔ ابن ہانی اور قشعم ابن ارقم کو سردار مقرر کیا اور بنی مراد پر حملہ کرنے کے لیے چل کھڑا ہوا۔ مگر بدبختی جو آئی تو بنی مراد کے بجائے بنی حارث ابن کعب پر حملہ کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کبش ابن ہانی اور قشعم ابن ارقم قتل کر دیئے گئے۔ اور اسے زندہ گرفتار کر لیا گیا۔ آخر تین ہزار اونٹ فدیہ کے دے کر اُن سے جان چھڑائی۔ امیرالمومنین کے ارشاد فما فداک من واحدة منھما مالک ولا حسبک (تجھے تیرا مال و حسب ان دونوں گرفتاریوں میں سے کسی ایک سے بھی نہ چھڑا سکا) میں فدیہ سے مراد حقیقی فدیہ نہیں ہے کیوں کہ وہ فدیہ دے کر ہی آزاد ہوا تھا۔ بلکہ مقصد یہ ہے کہ اسے مال کی فراوانی اور کنبہ میں توقیر و سربلندی اس عار سے نہ بچا سکی اور وہ اسیری کی ذلتوں سے اپنا دامن محفوظ نہ رکھ سکا۔

اس کی دوسری اسیری کا واقعہ یہ ہے کہ جب پیغمبرِ اسلام نے دنیا سے رحلت فرمائی تو حضر موت کے علاقہ میں بغاوت پھیل گئی جسے فرو کرنے کے لیے حضرت ابوبکر نے وہاں کے حاکم زیاد ابن لبید کو لکھا ہے کہ وہ ان لوگوں سے بیعت لے اور ان سے زکوٰۃ و صدقات وصول کرے۔ چنانچہ جب زیاد ابن لبید قبیلہ بنی عمرو ابن معاویہ کے ہاں زکوٰۃ جمع کرنے کے لیے گیا تو شیطان ابن حجر کی ایک اونٹنی جو بڑی خوب صورت اور مضبوط ڈیل ڈول کی تھی اُسے پسند آ گئی۔ اس نے بڑھ کر اس پر قبضہ کر لیا۔ شیطان اُسے دینے پر رضامند نہ ہوا، اور کہا کہ اسے رہنے دیجئے اور اس کے بدلہ میں کوئی اور اونٹنی لے لیجئے مگر زیاد نہ مانا۔ شیطان نے اپنے بھائی عداء ابن حجر کو اپنی حمایت کے لئے بلایا۔ اس نے بھی آ کر کہا سنا مگر زیادہ اپنی ضد پر اڑا رہا۔ اور کسی صورت میں اونٹنی سے ہاتھ اٹھانے کے لیے آمادہ نہ ہوا۔ آخر ان دونوں بھائیوں نے مسروق ابن معدیکرب سے فریاد کی چنانچہ مسروق نے بھی اپنا زور لگایا کہ کسی طرح زیاد اس اونٹنی کو چھوڑ دے مگر اُس نے صاف صاف انکار کر دیا جس پر مسروق کو جوش آیا اور اس نے بڑھ کر اونٹنی کھول لی اور شیطان کے حوالہ کر دی۔ زیاد اس پر بھڑک اٹھا اور اپنے آدمیوں کو جمع کیا اور مرنے مارنے کے لئے تل گیا۔ ادھر بنی لبید بھی مقابلہ کے لیے اکٹھا ہو گئے۔ مگر زیاد کو شکست نہ دے سکے، بلکہ بُری طرح اُس کے ہاتھوں پٹے۔ عورتیں چھنوائیں اور مال و متاع لٹوایا۔ آخر جو بچے کھچے رہ گئے تھے وہ اشعث کے دامن میں پناہ لینے پر مجبور ہوئے۔ اشعث نے اس شرط پر کمک کا

وعدہ کیا کہ اسے اس علاقہ کا حکمران مان لیا جائے۔ ان لوگوں نے اس شرط کو تسلیم کر لیا اور باقاعدہ اس کی رسمِ تاجپوشی بھی ادا کر دی جب یہ اپنا اقتدار منوا چکا تو ایک فوج کو ترتیب دے کر زیاد سے لڑنے کے لیے نکل کھڑا ہوا۔ ادھر حضرت ابوبکر نے مہاجر ابن اُمیہ والیٔ یمن کو لکھ رکھا تھا کہ وہ ایک دستہ لے کر زیاد کی مدد کے لیے پہنچ جائے۔ چنانچہ مہاجر فوجی دستہ لیے آ رہا تھا کہ اس کا سامنا ہو گیا اور دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھ کر تلواریں سونت لیں اور مقام زرقان میں معرکہ کارزار گرم کر دیا۔ مگر نتیجہ میں اشعث میدان چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہوا اور باقی ماندہ لوگوں کے ساتھ قلعہ نجیر میں قلعہ بند ہو گیا۔ دشمن ایسے نہ تھے جو پیچھا چھوڑ دیتے، انھوں نے قلعہ کے گرد محاصرہ ڈال دیا۔ اشعث نے سوچا کہ وہ اس بے سروسامانی کے عالم میں کب تک قلعہ میں محصور رہ سکتا ہے۔ رہائی کی کوئی ترتیب کرنا چاہیئے۔ چنانچہ وہ چپکے سے ایک رات قلعہ سے باہر نکلا، زیاد اور مہاجر سے جا کر ملا اور اُن سے یہ ساز باز کی کہ اگر اُسے اور اُس کے گھر کے نو آدمیوں کو امان دے دی جائے تو قلعہ کا دروازہ کھلوا دے گا۔ انھوں نے اس شرط کو مان لیا اور اس سے کہا کہ ان کے نام لکھ کر ہمیں دے دو۔ اس نے نو نام لکھ کر ان کے حوالے کر دیے اور اپنی روایتی دانشمندی کا ثبوت دیتے ہوئے اپنا نام اس فہرست میں لکھنا بھول گیا۔ ادھر یہ طے کرنے کے بعد اپنی قوم سے جا کر یہ کہا کہ میں تمہارے لیے امان حاصل کر چکا ہوں۔ اب قلعہ کا دروازہ کھول دیا جائے۔ جب دروازہ کھولا گیا تو زیاد کی فوج ان پر ٹوٹ پڑی۔ اُن لوگوں نے کہا کہ ہم سے تو امان کا وعدہ کیا گیا تھا۔ زیاد کی سپاہ نے کہا کہ غلط، اشعث نے صرف اپنے گھر کے دس آدمیوں کے لیے امان چاہی تھی جن کے نام ہمارے پاس محفوظ ہیں۔ غرضکہ آٹھ سو آدمیوں کو تہ تیغ کر دیا گیا اور کئی عورتوں کے ہاتھ قلم کیے گئے اور حسب معاہدہ نو آدمیوں کو چھوڑ دیا گیا۔ مگر اشعث کا معاملہ پیچیدہ ہو گیا اور آخر یہ طے پایا کہ اسے حضرت ابوبکر کے پاس بھیج دیا جائے وُہی اس کا فیصلہ کریں گے، آخر ایک ہزار قیدی عورتوں کے ساتھ اسے بیڑیوں میں جکڑ کر مدینہ روانہ کر دیا گیا۔ راستے میں اپنے بیگانے، عورتیں مرد سب اُس پر لعنت کرتے جاتے تھے اور عورتیں اسے غدار کہہ کر پکار رہی تھیں، اور جو اپنی قوم پر تلوار چلا دے اِس سے زیادہ غدار ہو بھی کون سکتا ہے۔ بہرصورت جب یہ مدینہ پہنچا تو حضرت ابوبکر نے اسے رہا کر دیا اور اسی موقع پر ام فروہ سے اس کا عقد ہوا۔

خطبہ ۲۰

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
فَإِنَّكُمْ لَوْ عَايَنْتُمْ مَا قَدْ عَايَنَ مَنْ
مَاتَ مِنْكُمْ لَجَزِعْتُمْ وَ وَهِلْتُمْ وَ
سَمِعْتُمْ وَ أَطَعْتُمْ. وَلَكِنْ مَحْجُوبٌ
عَنْكُمْ مَا قَدْ عَايَنُوا. وَ قَرِيبٌ مَا

جن چیزوں کو تمہارے مرنے والوں نے دیکھا ہے، اگر تم بھی انھیں دیکھ لیتے تو گھبرا جاتے اور سراسیمہ و مضطرب ہو جاتے اور (حق کی بات) سُنتے اور اس پر عمل کرتے۔ لیکن جو انھوں نے دیکھا ہے وہ ابھی تم سے پوشیدہ ہے اور قریب ہے کہ وہ پردہ اُٹھا دیا جائے۔ اگر تم چشمِ بینا و گوشِ شنوا رکھتے ہو تو تمھیں

يُطْرَحُ الْحِجَابُ وَ لَقَدْ بُصِّرْتُمْ إِنْ أَبْصَرْتُمْ وَ أُسْمِعْتُمْ إِنْ سَمِعْتُمْ وَ هُدِيتُمْ إِنِ اهْتَدَيْتُمْ بِحَقٍّ أَقُولُ لَكُمْ لَقَدْ جَاهَرَتْكُمُ الْعِبَرُ وَ زُجِرْتُمْ بِمَا فِيهِ مُزْدَجَرٌ وَ مَا يُبَلِّغُ عَنِ اللهِ بَعْدَ رُسُلِ السَّمَاءِ إِلَّا الْبَشَرُ۔

سنایا اور دکھایا جا چکا ہے اور ہدایت کی طلب ہے تو تمہیں ہدایت کی جا چکی ہے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ عبرتیں تمھیں بلند آواز سے پکار چکی ہیں، اور دھمکانے والی چیزوں سے تمھیں دھمکایا جا چکا ہے۔ آسمانی رسولوں (فرشتوں) کے بعد بشر ہی ہوتے ہیں جو تم تک اللہ کا پیغام پہنچاتے ہیں۔ اسی طرح میری زبان سے جو ہدایت ہو رہی ہے۔ درحقیقت اللہ کا پیغام ہے جو تم تک پہنچ رہا ہے۔

خطبہ ۲۱

وَ مِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

فَإِنَّ الْغَايَةَ أَمَامَكُمْ وَ إِنَّ وَرَاءَكُمُ السَّاعَةَ تَحْدُوكُمْ تَخَفَّفُوا تَلْحَقُوا فَإِنَّمَا يُنْتَظَرُ بِأَوَّلِكُمْ آخِرُكُمْ

أَقُولُ إِنَّ هٰذَا الْكَلَامَ لَوْ وُزِنَ بَعْدَ كَلَامِ اللهِ سُبْحَانَهُ وَ بَعْدَ كَلَامِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ بِكُلِّ كَلَامٍ لَمَالَ بِهِ رَاجِحًا وَ بَرَّزَ عَلَيْهِ سَابِقًا فَأَمَّا قَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ تَخَفَّفُوا تَلْحَقُوا فَمَا سُمِعَ كَلَامٌ أَقَلُّ مِنْهُ مَسْمُوعًا وَ لَا أَكْثَرُ مَحْصُولًا وَ مَا أَبْعَدَ غَوْرَهَا مِنْ كَلِمَةٍ وَ أَنْقَعَ نُطْفَتَهَا مِنْ حِكْمَةٍ وَ قَدْ نَبَّهْنَا فِي كِتَابِ الْخَصَائِصِ عَلَى عِظَمِ قَدْرِهَا وَ شَرَفِ جَوْهَرِهَا۔

تمہاری منزل مقصود تمہارے سامنے ہے۔ موت کی ساعت تمھارے عقب میں ہے، جو تمھیں آگے کی طرف لے چل رہی ہے۔ ہلکے پھلکے رہو تاکہ آگے بڑھنے والوں کو پا سکو۔ تمھارے اگلوں کو پچھلوں کا انتظار کرایا جا رہا ہے۔ (کہ یہ بھی ان تک پہنچ جائیں) سید رضی فرماتے ہیں کہ کلام خدا و رسولؐ کے بعد جس کلام سے بھی ان کلمات کا موازنہ کیا جائے تو حسن و خوبی میں اُن کا پلہ بھاری رہے گا اور ہر حیثیت سے بڑھے چڑھے رہیں گے اور آپ کا یہ ارشاد کہ تخففوا تلحقوا اس سے بڑھ کر تو کوئی جملہ سننے ہی میں نہیں آیا جس کے الفاظ کم ہوں اور معنی بہت ہوں۔ اللہ اکبر! کتنے اس کلمہ کے معنی بلند اور اس حکمت کا چشمہ صاف و شفاف ہے اور ہم نے اپنی کتاب خصائص میں اس فقرے کی عظمت اور اس کے معنی کی بلندی پر روشنی ڈالی ہے

خطبہ ۲۲

وَ مِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

معلوم ہونا چاہیئے کہ شیطان نے اپنے گروہ کو بھڑکانا

أَلَا وَإِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ ذَمَّرَ حِزْبَهُ وَاسْتَجْلَبَ جَلَبَهُ لِيَعُودَ الْجَوْرُ إِلَى أَوْطَانِهِ وَيَرْجِعَ الْبَاطِلُ إِلَى نِصَابِهِ وَاللهِ مَا أَنْكَرُوا عَلَيَّ مُنْكَرًا وَلَا جَعَلُوا بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ نِصْفًا وَإِنَّهُمْ لَيَطْلُبُونَ حَقًّا هُمْ تَرَكُوهُ وَدَمًا هُمْ سَفَكُوهُ. فَلَئِنْ كُنْتُ شَرِيكَهُمْ فِيهِ فَإِنَّ لَهُمْ لَنَصِيبَهُمْ مِنْهُ وَلَئِنْ كَانُوا وَلُوهُ دُونِي فَمَا التَّبِعَةُ إِلَّا عِنْدَهُمْ وَإِنَّ أَعْظَمَ حُجَّتِهِمْ لَعَلَى أَنْفُسِهِمْ يَرْتَضِعُونَ أُمًّا قَدْ فَطَمَتْ وَيُحْيُونَ بِدْعَةً قَدْ أُمِيتَتْ يَا خَيْبَةَ الدَّاعِي مَنْ دَعَا وَإِلَامَ أُجِيبَ وَإِنِّي لَرَاضٍ بِحُجَّةِ اللهِ عَلَيْهِمْ. وَعِلْمِهِ فِيهِمْ فَإِنْ أَبَوْا أَعْطَيْتُهُمْ حَدَّ السَّيْفِ. وَكَفَى بِهِ شَافِيًا مِنَ الْبَاطِلِ وَنَاصِرًا لِلْحَقِّ وَمِنَ الْعَجَبِ بَعْثُهُمْ إِلَيَّ أَنْ أَبْرُزَ لِلطِّعَانِ وَأَنْ أَصْبِرَ لِلْجِلَادِ هَبِلَتْهُمُ الْهَبُولُ لَقَدْ كُنْتُ وَمَا أُهَدَّدُ بِالْحَرْبِ وَلَا أُرَهَّبُ بِالضَّرْبِ وَإِنِّي لَعَلَى يَقِينٍ مِنْ رَبِّي وَغَيْرِ شُبْهَةٍ مِنْ دِينِي۔

شروع کر دیا اور اپنی فوجیں فراہم کر لی ہیں تاکہ ظلم اپنی انتہا کی حد تک اور باطل اپنے مقام پر پلٹ آئے۔ خدا کی قسم! انھوں نے مجھ پر کوئی سچا الزام نہیں لگایا اور نہ انھوں نے میرے اور اپنے درمیان انصاف برتا۔ وہ مجھ سے اس حق کا مطالبہ کرتے ہیں۔ جسے خود ہی انھوں نے چھوڑ دیا اور اس خون کا عوض چاہتے ہیں، جسے انھوں نے خود بہایا ہے۔ اب اگر اس میں میں ان کا شریک تھا تو پھر اس میں ان کا بھی تو حصہ نکلتا ہے اور اگر وہی اس کے مرتکب ہوئے ہیں، میں نہیں تو پھر اس کی سزا بھی صرف انہی کو بھگتنا چاہیے جو سب سے بڑی دلیل وہ میرے خلاف پیش کریں گے۔ وہ انہی کے خلاف پڑے گی۔ وہ اُس ماں کا دُودھ پینا چاہتے ہیں جس کا دُودھ منقطع ہو چکا ہے۔ اور مری ہوئی بدعت کو پھر سے زندہ کرنا چاہتے ہیں۔ اُف کتنا نامراد یہ جنگ کے لیے پکارنے والا ہے۔ یہ ہے کون جو للکارنے والا ہے، اور کس مقصد کے لیے اس کی بات کو سنا جا رہا ہے اور میں تو اس سے خوش ہوں کہ ان پر اللہ کی حجت تمام ہو چکی ہے اور ہر چیز اس کے علم میں ہے۔ اگر ان لوگوں نے اطاعت سے انکار کیا، تو میں تلوار کی باڑ ان کے سامنے رکھ دوں گا۔ جو باطل سے شفا دینے اور حق کی نصرت کے لیے کافی ہے۔ حیرت ہے کہ وہ مجھے یہ پیغام بھیجتے ہیں کہ میں نیزہ زنی کے لیے میدان میں اُتر آؤں، اور تلواروں کی جنگ کے لیے جمنے پر تیار رہوں۔ رونے والیاں ان کے غم میں روئیں۔ میں تو ہمیشہ ایسا رہا کہ جنگ سے مجھے دھمکایا نہیں جا سکا اور شمشیر زنی سے خوفزدہ نہیں کیا جا سکا اور میں اپنے پروردگار کی طرف سے یقین کے درجہ پر فائز ہوں اور اپنے دین کی حقانیت میں مجھے کوئی شک نہیں ہے۔

۱؎ جب امیر المومنین علیہ السلام پر قتلِ عثمان کی تہمت لگائی گئی تو اس غلط الزام کی تردید میں یہ خطبہ ارشاد فرمایا جس میں الزام رکھنے والوں کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ انتقام کی رٹ لگانے والے یہ تو کہہ نہیں سکتے کہ تنہا میں ہی قاتل ہوں اور اس میں اور کوئی شریک نہ تھا اور نہ یہ کہہ کر سامنے کے واقعات کو جھٹلا سکتے ہیں کہ وہ خود اس سے بے تعلق تھے، تو پھر اس انتقام کے لیے مجھے ہی کیوں آگے دھر لیا ہے۔ میرے ساتھ اپنے کو بھی شریک کریں اور اگر میں اس سے بری الذمہ ہوں تو وہ تو خود اپنی برأت ثابت نہیں کر سکتے۔ لہٰذا اس پاداش سے اپنے کو کیوں الگ کرتے ہیں۔

حقیقت امر یہ ہے کہ مجھے مُوردِ الزام ٹھہرانے سے ان کا مقصد یہ ہے کہ میں ان سے وُہی روش اختیار کروں جس کے یہ عادی رہ چکے ہیں۔ لیکن ان کو مجھ سے یہ توقع نہ رکھنا چاہیئے کہ میں سابقہ دَور کی بدعتوں کو پھر سے زندہ کروں گا۔ رہا جنگ کا سوال تو میں نہ اس سے کبھی ڈرا ہوں اور نہ اب خائف ہوں۔ میری نیت کو اللہ جانتا ہے اور وہ یہ بھی جانتا ہے کہ یہ انتقام کا سہارا لے کر کھڑے ہونے والے ہی ان کے خون سے ہاتھ رنگنے والے ہیں۔ چنانچہ تاریخ اس سے ہمنوا ہے کہ جن لوگوں نے اشتعال دلا کر اُن کی موت کا سر و سامان کیا تھا اور جنازہ پر پتھر برسوا کر مسلمانوں کے قبرستان میں دفن ہونے تک سے مانع ہُوئے تھے وہ وُہی لوگ تھے، جو ان کے خون کا بدلہ لینے کے لیے اُٹھ کھڑے ہُوئے تھے۔ اس سلسلہ میں طلحہ ابن عبید اللہ۔ زبیر ابنِ عوام اور اُم المومنین عائشہ کا نام سرِ فہرست نظر آتا ہے اور دونوں موقعوں پر ان کی کوششیں نمایاں ہو کر سامنے آتی ہیں۔ چنانچہ ابنِ ابی الحدید لکھتے ہیں :-

روی الناس الذین صنفوا فی واقعۃ الدار ان طلحۃ کان یوم قتل عثمان مقنعا بثوب قد استتر عن اعین الناس یرمی الدار بالسھام۔

جن لوگوں نے قتلِ عثمان کے سلسلے میں واقعات تحریر کیے ہیں۔ وُہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے قتل کے دن طلحہ کی یہ حالت تھی کہ وہ لوگوں کی نظروں سے بچنے کے لیے چہرے پر نقاب ڈالے ہُوئے حضرت عثمان کے گھر پر تیر باری کر رہے تھے۔

اور اس سلسلہ میں زبیر کے خیالات کے متعلق تحریر کرتے ہیں کہ :

وروا ایضا ان الزبیر کان یقول اقتلوہ فقد بدل دینکم فقالوا ان ابنک یحامی عنہ بالباب فقال ما اکرہ ان یقتل عثمان ولو بدی بابنی ان عثمان لجیفۃ علی الصراط غدا۔ (شرح ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۴۰۴)

مورخین نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ زبیر یہ کہتے تھے کہ عثمان کو قتل کر دو۔ اُس نے تو تمہارا دین ہی بدل ڈالا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ آپ کا بیٹا تو اُن کے دروازے پر کھڑا ہُوا، اُن کی حفاظت کر رہا ہے۔ آپ نے کہا کہ خواہ میرا بیٹا ہی پہلے کام آ جائے۔ مگر عثمان قتل کر دیا جائے۔ یہ تو کل پُل صراط پر مُردار کی صُورت میں پڑا ہو گا۔

اور اُم المومنین کے متعلق ابن عبدربہ لکھتے ہیں کہ :

دخل المغيرة ابن شعبة على عائشة فقالت يا ابا عبد الله لو رأيتني يوم الجمل قد انفذت النصل هودجي حتى وصل بعضها الى جلدي قال لها المغيرة وودت والله ان بعضها قتلك قالت يرحمك الله ولم تقول هذا قال لعلها تكون كفارة في سعيك على عثمان

(عقد الفريد ج ۲ ص ۸۷)

مغیرہ ابن شعبہ حضرت عائشہ کے پاس آیا تو آپ نے فرمایا۔ اے ابو عبد اللہ! کاش تم جمل کے موقعہ پر میری حالت دیکھتے کہ کس طرح تیر میرے ہودج کو چیرتے ہوئے نکل رہے تھے۔ یہاں تک کہ کچھ تو میرے جسم سے ٹکرا جاتے تھے۔ مغیرہ نے کہا کہ خدا کی قسم میں تو یہ چاہتا تھا کہ ان میں سے ایک آدھ تیر آپ کا خاتمہ کر دیتا۔ آپ نے کہا کہ خدا تمھارا بھلا کرے یہ کیسی بات کہہ رہے ہو۔ اُس نے کہا کہ یہ اس لیے کہ حضرت عثمان کے خلاف جو آپ نے تگ و دو کی تھی اس کا کچھ تو کفارہ ہو جاتا۔

خطبہ ۲۳

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ الْأَمْرَ يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ كَقَطَرَاتِ الْمَطَرِ إِلَى كُلِّ نَفْسٍ بِمَا قُسِمَ لَهَا مِنْ زِيَادَةٍ أَوْ نُقْصَانٍ فَإِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ لِأَخِيهِ غَفِيرَةً فِي أَهْلٍ أَوْ مَالٍ أَوْ نَفْسٍ فَلَا تَكُونَنَّ لَهُ فِتْنَةً فَإِنَّ الْمَرْءَ الْمُسْلِمَ مَا لَمْ يَغْشَ دَنَاءَةً تَظْهَرُ فَيَخْشَعُ لَهَا إِذَا ذُكِرَتْ وَتُغْرَى بِهَا لِئَامُ النَّاسِ كَانَ كَالْفَالِجِ الْيَاسِرِ الَّذِي يَنْتَظِرُ أَوَّلَ فَوْزَةٍ مِنْ قِدَاحِهِ تُوجِبُ لَهُ الْمَغْنَمَ وَيُرْفَعُ بِهَا عَنْهُ الْمَغْرَمُ وَكَذَلِكَ الْمَرْءُ الْمُسْلِمُ الْبَرِيءُ مِنَ الْخِيَانَةِ يَنْتَظِرُ مِنَ اللهِ إِحْدَى

ہر شخص کے مقسوم میں جو کم یا زیادہ ہوتا ہے اسے لے کر فرمانِ قضا آسمان سے زمین پر اس طرح اُترتے ہیں جس طرح بارش کے قطرات لہٰذا اگر کوئی شخص اپنے کسی بھائی کے اہل و مال و نفس میں فراوانی و وسعت پائے تو یہ چیز اس کے لیے کبیدگی خاطر کا سبب نہ بنے۔ جب تک کوئی مردِ مسلمان کسی ایسی ذلیل حرکت کا مرتکب نہیں ہوتا کہ جو ظاہر ہو جائے، تو اس کے تذکرہ سے اسے آنکھیں نیچی کرنا پڑیں اور جس سے ذلیل آدمیوں کی جرأت بڑھے۔ وہ اس کامیاب جواری کے مانند ہے جو جوئے کے تیروں کا پانسہ پھینک کر پہلے مرحلے پر ہی ایسی جیت کا متوقع ہوتا ہے، جس سے اُسے فائدہ حاصل ہو اور پہلے نقصان ہو بھی چکا ہے، تو وہ دُور ہو جائے۔ اسی طرح وہ مسلمان جو بددیانتی سے پاک دامن ہو، دو اچھائیوں میں سے ایک کا منتظر رہتا ہے۔

الْحُسْنَيَيْنِ إِمَّا دَاعِيَ اللهِ فَمَا عِنْدَ اللهِ خَيْرٌ لَهُ وَ إِمَّا رِزْقُ اللهِ فَإِذَا هُوَ ذُو أَهْلٍ وَمَالٍ وَمَعَهُ دِينُهُ وَحَسَبُهُ إِنَّ الْمَالَ وَالْبَنِينَ حَرْثُ الدُّنْيَا وَالْعَمَلَ الصَّالِحَ حَرْثُ الْآخِرَةِ وَقَدْ يَجْمَعُهُمَا اللهُ لِأَقْوَامٍ فَاحْذَرُوا مِنَ اللهِ مَا حَذَّرَكُمْ مِنْ نَفْسِهِ وَ اخْشَوْهُ خَشْيَةً لَيْسَتْ بِتَعْذِيرٍ۔ وَاعْمَلُوا فِي غَيْرِ رِيَاءٍ وَلَا سُمْعَةٍ فَإِنَّهُ مَنْ يَعْمَلْ لِغَيْرِ اللهِ يَكِلْهُ اللهُ لِمَنْ عَمِلَ لَهُ نَسْأَلُ اللهَ مَنَازِلَ الشُّهَدَاءِ وَ مُعَايَشَةَ السُّعَدَاءِ وَمُرَافَقَةَ الْأَنْبِيَاءِ

أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّهُ لَا يَسْتَغْنِي الرَّجُلُ وَإِنْ كَانَ ذَا مَالٍ عَنْ عَشِيرَتِهِ وَدِفَاعِهِمْ عَنْهُ بِأَيْدِيهِمْ وَأَلْسِنَتِهِمْ وَهُمْ أَعْظَمُ النَّاسِ حِيطَةً مِنْ وَرَائِهِ وَأَلَمُّهُمْ لِشَعَثِهِ وَأَعْطَفُهُمْ عَلَيْهِ عِنْدَ نَازِلَةٍ إِذَا نَزَلَتْ بِهِ وَ لِسَانُ الصِّدْقِ يَجْعَلُهُ اللهُ لِلْمَرْءِ فِي النَّاسِ خَيْرٌ لَهُ مِنَ الْمَالِ يُوَرِّثُهُ غَيْرَهُ (وَمِنْهَا) أَلَا لَا يَعْدِلَنَّ أَحَدُكُمْ عَنِ الْقَرَابَةِ يَرَى بِهَا الْخَصَاصَةَ أَنْ يَسُدَّهَا بِالَّذِي لَا يَزِيدُهُ إِنْ أَمْسَكَهُ وَلَا يَنْقُصُهُ إِنْ أَهْلَكَهُ وَمَنْ يَقْبِضْ يَدَهُ عَنْ عَشِيرَتِهِ

یا اللہ کی طرف سے بلاوا آئے تو اس شکل میں اللہ کے یہاں کی نعمتیں ہی اس کے لیے بہتر ہیں اور یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے (دُنیا کی) نعمتیں حاصل ہوں تو اس صورت میں اس کے مال بھی ہے اور اولاد بھی اور پھر اس کا دین اور عزتِ نفس بھی برقرار ہے۔ بیشک مال و اولاد دُنیا کی کھیتی اور عمل صالح آخرت کی کشت زار ہے اور بعض لوگوں کے لیے اللہ ان دونوں چیزوں کو یکجا کر دیتا ہے۔ جتنا اللہ نے ڈرایا ہے اتنا اس سے ڈرتے رہو اور اتنا اس سے خوف کھاؤ کہ تمہیں عذر نہ کرنا پڑے۔ عمل بے ریا کرو اس لیے کہ جو شخص کسی اور کے لیے عمل کرتا ہے۔ اللہ اُس کو اسی کے حوالہ کر دیتا ہے ہم اللہ سے شہیدوں کی منزلت نیکوں کی ہمدمی اور انبیا کی رفاقت کا سوال کرتے ہیں۔

اے لوگو! کوئی شخص بھی اگرچہ وہ مالدار ہو اپنے قبیلہ والوں اور اس امر سے کہ وہ اپنے ہاتھوں اور زبانوں سے اس کی حمایت کریں بے نیاز نہیں ہو سکتا اور وُہی لوگ سب سے زیادہ اس کے پشت پناہ اور اس کی پریشانیوں کو دُور کرنے والے اور مصیبت پڑنے کی صُورت میں اس پر شفیق و مہربان ہوتے ہیں۔ اللہ جس شخص کا سچا ذکر خیر لوگوں میں برقرار رکھتا ہے۔ تو یہ اس مال سے کہیں بہتر ہے۔ جس کا وہ دُوسروں کو وارث بنا جاتا ہے۔

اسی خطبہ کا ایک جُزیہ ہے۔

دیکھو تم میں سے اگر کوئی شخص اپنے قریبیوں کو فقر و فاقہ میں پائے تو ان کی احتیاج کو اس امداد سے

فَاِنَّمَا تُقْبَضُ مِنْهُ عَنْهُمْ يَدٌ وَاحِدَةٌ وَتُقْبَضُ مِنْهُمْ عَنْهُ اَيْدٍ كَثِيْرَةٌ وَمَنْ تَلِنْ حَاشِيَتُهُ يَسْتَدِمْ مِنْ قَوْمِهِ الْمَوَدَّةَ (اَقُوْلُ الْغَفِيْرَةُ هٰهُنَا الزِّيَادَةُ وَالْكَثْرَةُ مِنْ قَوْلِهِمْ لِلْجَمْعِ الْكَثِيْرِ الْجَمُّ الْغَفِيْرُ وَالْجَمَّاءُ الْغَفِيْرُ وَيُرْوٰى عَفْوَةٌ مِنْ اَهْلٍ اَوْ مَالٍ - وَالْعَفْوَةُ الْخِيَارُ مِنَ الشَّیْءِ يُقَالُ اَكَلْتُ عَفْوَةَ الطَّعَامِ اَیْ خِيَارَهُ وَمَا اَحْسَنَ الْمَعْنَى الَّذِیْ اَرَادَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِقَوْلِهِ - وَمَنْ يَقْبِضْ يَدَهُ عَنْ عَشِيْرَتِهِ اِلٰى تَمَامِ الْكَلَامِ فَاِنَّ الْمُمْسِكَ خَيْرَهُ عَنْ عَشِيْرَتِهِ اِنَّمَا يُمْسِكُ نَفْعَ يَدٍ وَاحِدَةٍ فَاِذَا احْتَاجَ اِلٰى نُصْرَتِهِمْ وَاضْطُرَّ اِلٰى مُرَافَدَتِهِمْ قَعَدُوْا عَنْ نَصْرِهِ وَتَثَاقَلُوْا عَنْ صَوْتِهِ فَمُنِعَ تَرَافُدَ الْاَيْدِی الْكَثِيْرَةِ وَتَنَاهُضَ الْاَقْدَامِ الْجَمَّةِ۔

دور کرنے میں پہلوتہی نہ کرے جس کے روکنے سے یہ کچھ بڑھ نہ جائے گا اور صرف کرنے سے اس میں کچھ کمی نہ ہوگی، جو شخص اپنے قبیلے کی اعانت سے ہاتھ روک لیتا ہے۔ تو اس کا تو ایک ہاتھ رکتا ہے۔ لیکن وقت پڑنے پر بہت سے ہاتھ اُس کی مدد سے رک جاتے ہیں جو شخص نرم خو ہو وہ اپنی قوم کی محبت ہمیشہ باقی رکھ سکتا ہے۔
شریف رضی فرماتے ہیں کہ یہاں پر غفیرۃ کے معنی کثرت و زیادتی کے ہیں اور یہ عربوں کے قول الجم الغفیر اور الجماء الغفیر (اژدہام) سے ماخوذ ہے اور بعض روایتوں میں غفیرہ کے بجائے عفوہ ہے اور عفوہ کسی شے کے عمدہ اور منتخب حصہ کو کہتے ہیں۔ یوں کہا جاتا ہے اکلت عفوۃ الطعام یعنی میں نے منتخب اور عمدہ کھانا کھایا۔ ومن یقبض یدہ عن عشیرتہ (تا آخر کلام) کے متعلق فرماتے ہیں کہ اس جملہ کے معنی کتنے حسین و دلکش ہیں۔ حضرت کی مراد یہ ہے کہ جو شخص اپنے قبیلہ سے حُسنِ سلوک نہیں کرتا تو اُس نے ایک ہی ہاتھ کی منفعت کو روکا۔ لیکن جب اُن کی امداد کی ضرورت پڑے گی۔ اور ان کی ہمدردی و اعانت کے لیے لاچار و مضطر ہوگا تو وہ ان کے بہت سے بڑھنے والے ہاتھوں اور اُٹھنے والے قدموں کی ہمدردیوں اور چارہ سازیوں سے محروم ہو جائے گا۔

خطبہ ۲۴

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
وَلَعَمْرِیْ مَا عَلَیَّ مِنْ قِتَالِ مَنْ خَالَفَ الْحَقَّ وَخَابَطَ الْغَیَّ مِنْ اِدْهَانٍ وَلَا اِيْهَانٍ

مجھے اپنی زندگی کی قسم! میں حق کے خلاف چلنے والوں اور گمراہی میں بھٹکنے والوں سے جنگ میں کسی قسم کی رو رعایت اور سستی نہیں کروں گا۔ اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو

فَاتَّقُوا اللهَ عِبَادَ اللهِ وَ فِرُّوا اِلَى اللهِ مِنَ اللهِ وَامْضُوا فِي الَّذِي نَهَجَهُ لَكُمْ وَ قُومُوا بِمَا عَصَبَهُ بِكُمْ فَعَلِيٌّ ضَامِنٌ لِفَلْجِكُمْ آجِلًا وَ اِنْ لَمْ تُمْنَحُوهُ عَاجِلًا۔

اور اُس کے غضب سے بھاگ کر اُس کے دامنِ رحمت میں پناہ لو، اللہ کی دکھائی ہوئی راہ پر چلو اور اُس کے عائد کردہ احکام کو بجالاؤ (اگر ایسا ہو تو) علی تمہاری نجاتِ اُخروی کا ضامن ہے۔ اگرچہ دُنیوی کامرانی تمہیں حاصل نہ ہو۔

خطبہ ۲۵

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

وَ قَدْ تَوَاتَرَتْ عَلَيْهِ الْاَخْبَارُ بِاسْتِيلَاءِ اَصْحَابِ مُعَاوِيَةَ عَلَى الْبِلَادِ وَ قَدِمَ عَلَيْهِ عَامِلَاهُ عَلَى الْيَمَنِ وَ هُمَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ الْعَبَّاسِ وَ سَعِيدُ بْنُ نَمْرَانَ لَمَّا غَلَبَ عَلَيْهِمَا بُسْرُ بْنُ اَبِي اَرْطَاةَ فَقَامَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِلَى الْمِنْبَرِ ضَجِرًا بِتَثَاقُلِ اَصْحَابِهِ عَنِ الْجِهَادِ وَ مُخَالَفَتِهِمْ لَهُ فِي الرَّاْيِ فَقَالَ۔

مَا هِيَ اِلَّا الْكُوفَةُ اَقْبِضُهَا وَ اَبْسُطُهَا اِنْ لَمْ تَكُونِي اِلَّا اَنْتِ تَهُبُّ اَعَاصِيرُكِ فَقَبَّحَكِ اللهُ۔

(وَ تَمَثَّلَ بِقَوْلِ الشَّاعِرِ)

لَعَمْرُ اَبِيكَ الْخَيْرِ يَا عَمْرُو اِنَّنِي
عَلَى وَضَرٍ مِنْ ذَا الْاِنَاءِ قَلِيلِ

(ثُمَّ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ) اُنْبِئْتُ بُسْرًا قَدِ اطَّلَعَ الْيَمَنَ وَ اِنِّي وَ اللهِ لَاَظُنُّ اَنَّ هٰؤُلَاءِ الْقَوْمَ سَيُدَالُونَ

جب امیرالمومنینؑ کو پے در پے یہ اطلاعات ملیں کہ مُعاویہ کے اصحاب (آپ کے مقبوضہ) شہروں پر تسلط جما رہے ہیں اور یمن کے عامل عبیداللہ ابن عباس اور سپہ سالارِ لشکر سعید ابنِ نمران بسر ابن ابی ارطات سے مغلوب ہو کر حضرت کے پاس پلٹ آئے تو آپ اپنے اصحاب کی جہاد میں سُستی اور رائے کی خلاف ورزی سے بددل ہو کر منبر کی طرف بڑھے اور فرمایا۔

یہ عالم ہے اس کوفہ کا، جس کا بندوبست میرے ہاتھ میں ہے (اے شہرِ کوفہ) اگر تیرا یہی عالم رہا کہ تجھ میں آندھیاں چلتی رہیں، تو خدا تجھے غارت کرے۔ پھر آپ نے شاعر کا یہ شعر بطورِ تمثیل پڑھا

اے عمرو! تیرے اچھے باپ کی قسم، مجھے تو اس برتن سے تھوڑی سی چکناہٹ ہی ملی ہے (جو برتن کے خالی ہونے کے بعد اس میں لگی رہ جاتی ہے) مجھے یہ خبر دی گئی ہے کہ بسر یمن پر چھا گیا ہے۔ بخدا میں تو اب اُن لوگوں کے متعلق یہ خیال کرنے لگا ہوں کہ وہ عنقریب سلطنت و دولت کو تم سے ہتیا لیں گے، اِس لیے کہ وہ (مرکز) باطل پر متحد و یکجا ہیں اور تم اپنے (مرکز) حق سے پراگندہ و

مِنكُمْ بِاجْتِمَاعِهِمْ عَلَىٰ بَاطِلِهِمْ وَ
تَفَرُّقِكُمْ عَنْ حَقِّكُمْ وَ بِمَعْصِيَتِكُمْ
إِمَامَكُمْ فِي الْحَقِّ وَ طَاعَتِهِمْ إِمَامَهُمْ
فِي الْبَاطِلِ وَ بِأَدَائِهِمُ الْأَمَانَةَ إِلَىٰ
صَاحِبِهِمْ وَ خِيَانَتِكُمْ وَ بِصَلَاحِهِمْ فِي
بِلَادِهِمْ وَ فَسَادِكُمْ فَلَوِ ائْتَمَنْتُ
أَحَدَكُمْ عَلَىٰ قَعْبٍ لَخَشِيتُ أَنْ يَذْهَبَ
بِعِلَاقَتِهِ - اللَّهُمَّ إِنِّي قَدْ مَلِلْتُهُمْ
وَ مَلُّونِي وَ سَئِمْتُهُمْ وَ سَئِمُونِي فَأَبْدِلْنِي
بِهِمْ خَيْرًا مِنْهُمْ وَ أَبْدِلْهُمْ بِي شَرًّا
مِنِّي اللَّهُمَّ مُثْ قُلُوبَهُمْ كَمَا يُمَاثُ الْمِلْحُ
فِي الْمَاءِ - أَمَا وَ اللَّهِ لَوَدِدْتُ أَنَّ لِي
بِكُمْ أَلْفَ فَارِسٍ مِنْ بَنِي فِرَاسِ بْنِ
غَنْمٍ - هُنَالِكَ لَوْ دَعَوْتَ أَتَاكَ مِنْهُمْ
فَوَارِسُ مِثْلُ أَرْمِيَةِ الْحَمِيمِ - ثُمَّ
نَزَلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنَ الْمِنْبَرِ -

أَقُولُ الْأَرْمِيَةُ جَمْعُ رَمِيٍّ
وَ هُوَ السَّحَابُ وَ الْحَمِيمُ هٰهُنَا
وَقْتُ الصَّيْفِ وَ إِنَّمَا خَصَّ الشَّاعِرُ
سَحَابَ الصَّيْفِ بِالذِّكْرِ لِأَنَّهُ
أَشَدُّ جُفُولًا وَ أَسْرَعُ خُفُوفًا
لِأَنَّهُ لَا مَاءَ فِيهِ وَ إِنَّمَا يَكُونُ
السَّحَابُ ثَقِيلَ السَّيْرِ لِامْتِلَائِهِ
بِالْمَاءِ وَ ذٰلِكَ لَا يَكُونُ فِي الْأَكْثَرِ
إِلَّا زَمَانَ الشِّتَاءِ وَ إِنَّمَا

منتشر۔ تم امرِ حق میں اپنے امام کے نافرمان اور وہ باطل میں بھی اپنے امام کے مطیع و فرمانبردار ہیں۔ وہ اپنے ساتھی (معاویہ) کے ساتھ امانت داری کے فرض کو پورا کرتے ہیں اور تم خیانت کرنے سے نہیں چوکتے۔ وہ اپنے شہروں میں امن بحال رکھتے ہیں اور تم شورشیں برپا کرتے ہو میں اگر تم میں سے کسی کو لکڑی کے ایک پیالے کا بھی امین بناؤں، تو یہ ڈر رہتا ہے کہ وہ اس کے کنڈے کو توڑ کر لے جائے گا۔ اے اللہ وہ مجھ سے تنگ دل ہو چکے ہیں اور میں ان سے۔ وہ مجھ سے اکتا چکے ہیں اور میں ان سے۔ مجھے ان کے بدلے میں اچھے لوگ عطا کر اور میرے بدلے میں انھیں کوئی اور برا حاکم دے۔ خدایا ان کے دلوں کو اس طرح (اپنے غضب سے) پگھلا دے جس طرح نمک پانی میں گھول دیا جاتا ہے۔ خدا کی قسم میں اس چیز کو دوست رکھتا ہوں کہ تمھارے بجائے میرے پاس بنی فراس ابن غنم کے ایک ہی ہزار سوار ہوتے ایسے (جن کا وصف شاعر نے یہ بیان کیا ہے کہ) اگر تم کسی موقعہ پر انھیں پکارو، تو تمھارے پاس ایسے سوار پہنچیں جو تیز روی میں گرمیوں کے ابر کے مانند ہیں۔ اس کے بعد حضرت منبر سے نیچے اتر آئے۔

سید رضی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس شعر میں لفظ ارمیہ رمی کی جمع ہے، جس کے معنی ابر کے ہیں اور حمیم کے معنی یہاں پر موسم گرما کے ہیں اور شاعر نے گرمیوں کے ابر کی تخصیص اس لیے کی ہے کہ وہ سریع السیر اور تیز رفتار ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ پانی سے خالی ہوتا ہے اور ابر سست گام اس وقت ہوتا ہے جب اس میں

أَرَادَ الشَّاعِرُ وَصْفَهُمْ بِالسُّرْعَةِ إِذَا دُعُوا وَالْإِغَاثَةِ إِذَا اسْتُغِيثُوا وَالدَّلِيلُ عَلَى ذَلِكَ قَوْلُهُ هُنَالِكَ لَوْ دَعَوْتَ أَتَاكَ مِنْهُمْ۔

پانی بھرا ہوا ہو اور ایسے ابر (ملکِ عرب میں) عموماً سردیوں میں اُٹھتے ہیں۔ اس شعر سے شاعر کا مقصود یہ ہے کہ انھیں جب مدد کے لیے پکارا جاتا ہے اور ان سے فریاد رسی کی جاتی ہے تو وہ تیزی سے بڑھتے ہیں اور اس کی دلیل شعر کا پہلا مصرع ہے۔ هنالك لو دعوت أتاك منهم (اگر تم پکارو تو وہ تمھارے پاس پہنچ جائیں گے۔

لہ جب تحکیم کے بعد معاویہ کے قدم مضبوطی سے جم گئے تو اُس نے اپنا دائرۂ سلطنت وسیع کرنے کے لیے امیرالمومنین کے مقبوضہ شہروں پر قبضہ جمانے کی تدبیریں شروع کردیں اور مختلف علاقوں میں اپنی فوجیں بھیج دیں تاکہ وہ جبر و تشدد سے امیرِ شام کے لیے بیعت حاصل کریں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں بسر ابن ابی ارطاۃ کو حجاز روانہ کیا جس نے حجاز سے لے کر یمن تک ہزاروں بے گناہوں کے خون بہائے۔ قبیلوں کے قبیلے زندہ آگ میں جلا دیئے، اور چھوٹے چھوٹے بچوں تک کو قتل کیا یہاں تک کہ عبیداللہ ابن عباس والی یمن کے دو کمسن بچوں قثم اور عبدالرحمن کو ان کی ماں جویریہ بنت خالد کے سامنے ذبح کردیا۔

امیرالمومنین کو جب اس کی سفاکیوں اور خونریزیوں کا علم ہوا تو آپ نے اُس کی سرکوبی کے لیے لشکر روانہ کرنا چاہا مگر پیہم جنگ آزمائیوں کی وجہ سے لوگ جنگ سے جی چھوڑے بیٹھے تھے اور سرگرمی کے بجائے بددلی ان میں پیدا ہو چکی تھی۔ حضرت نے جب ان کو جنگ سے پہلو بچاتے ہوئے دیکھا تو یہ خطبہ ارشاد فرمایا جس میں انھیں حمیت و غیرت دلائی ہے، اور دشمن کی باطل نوازیوں اور ان کے مقابلے میں ان کی کوتاہیوں کا تذکرہ کر کے انھیں جہاد پر ابھارا ہے۔ آخر جاریہ ابن قدامہ نے آپ کی آواز پر لبیک کہی، اور دو ہزار کے لشکر کے ساتھ اس کے تعاقب میں روانہ ہوئے اور اس کا پیچھا کر کے اُسے امیرالمومنین کے مقبوضات سے نکال باہر کیا۔

خطبہ ۲۶

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

إِنَّ اللهَ بَعَثَ مُحَمَّداً صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ نَذِيراً لِلْعَالَمِينَ، وَأَمِيناً عَلَى التَّنْزِيلِ، وَأَنْتُمْ مَعْشَرَ الْعَرَبِ عَلَى شَرِّ دِينٍ، وَفِي شَرِّ دَارٍ، مُنِيخُونَ بَيْنَ حِجَارَةٍ خُشْنٍ

اللہ تبارک و تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو تمام جہانوں کو (ان کی بداعمالیوں سے) متنبہ کرنے والا اور اپنی وحی کا امین بنا کر بھیجا۔ اے گروہ عرب اُس وقت تم بدترین دین پر اور بدترین گھروں میں تھے۔ کھردرے پتھروں اور زہریلے سانپوں میں تم بود و باش رکھتے تھے۔ بُت تمھارے درمیان گڑے ہوئے تھے اور گناہ تم سے چمٹے

وَحَيَّاتٍ صُمٍّ تَشْرَبُوْنَ الْكَدِرَ وَ تَأْكُلُوْنَ الْجَشِبَ وَتَسْفِكُوْنَ دِمَآئَكُمْ وَتَقْطَعُوْنَ أَرْحَامَكُمْ الْأَصْنَامُ فِيْكُمْ مَنْصُوْبَةٌ وَالْآثَامُ بِكُمْ مَعْصُوْبَةٌ (وَمِنْهَا) فَنَظَرْتُ فَإِذَا لَيْسَ لِيْ مُعِيْنٌ إِلَّا أَهْلُ بَيْتِيْ فَضَنِنْتُ بِهِمْ عَنِ الْمَوْتِ وَأَغْضَيْتُ عَلَى الْقَذٰى وَشَرِبْتُ عَلَى الشَّجٰى۔ وَصَبَرْتُ عَلٰى أَخْذِ الْكَظَمِ وَعَلٰى أَمَرَّ مِنْ طَعْمِ الْعَلْقَمِ (وَمِنْهَا) وَلَمْ يُبَايِعْ حَتّٰى شَرَطَ أَنْ يُؤْتِيَهٗ عَلَى الْبَيْعَةِ ثَمَنًا فَلَا ظَفِرَتْ يَدُ الْبَآئِعِ وَخَزِيَتْ أَمَانَةُ الْمُبْتَاعِ فَخُذُوْا لِلْحَرْبِ أُهْبَتَهَا وَأَعِدُّوْا لَهَا عُدَّتَهَا فَقَدْ شَبَّ لَظَاهَا وَعَلَا سَنَاهَا وَاسْتَشْعِرُوا الصَّبْرَ فَإِنَّهٗ أَدْعٰى إِلَى النَّصْرِ۔

ہوئے تھے۔

اسی خطبہ کا ایک حصّہ یہ ہے :۔

میں نے نگاہ اُٹھا کر دیکھا، تو مجھے اپنے اہل بیت کے علاوہ کوئی اپنا معین و مددگار نظر نہ آیا۔ میں نے انھیں موت کے مُنہ میں دینے سے بخل کیا۔ آنکھوں میں خس و خاشاک تھا مگر میں نے چشم پوشی کی، حلق میں پھندے تھے۔ مگر میں نے غم و غصّہ کے گھونٹ پی لیے اور گلو گرفتگی کے باوجود حنظل سے زیادہ تلخ حالات پر صبر کیا۔

اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے[1]۔ اس نے اس وقت تک مُعاویہ کی بیعت نہیں کی۔ جب تک یہ شرط اس سے منوا نہ لی کہ وہ اس بیعت کی قیمت ادا کرے اِن بیعت کرنے والے کے ہاتھوں کو فتح و فیروزمندی نصیب نہ ہو اور خریدنے والے کے معاہدے کو ذلت و رُسوائی حاصل ہو (لو اب وقت آگیا کہ) تم جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ اور اس کے لیے سازوسامان مہیا کر لو۔ اِس کے شعلے بھڑک اُٹھے ہیں اور لپٹیں بلند ہو رہی ہیں اور جامۂ صبر پہن لو، کہ اس سے نصرت و کامرانی حاصل ہونے کا زیادہ امکان ہے۔

---

[1] حضرت نے نہروان کی طرف متوجہ ہونے سے قبل ایک خُطبہ ارشاد فرمایا تھا جس کے تین ٹکڑے یہ ہیں پہلے ٹکڑے میں بعثت سے قبل جو عرب کی حالت تھی۔ اس کا تذکرہ فرمایا ہے اور دُوسرے حصّے میں رسُولؐ کی رحلت کے بعد جن حالات نے آپ کو گوشۂ عزلت میں بیٹھنے پر مجبور کر دیا تھا۔ ان کی طرف اشارہ کیا ہے اور تیسرے حصّے میں مُعاویہ اور عمرو بن عاص کے درمیان جو قول و قرار ہوا تھا اس کا ذکر کیا ہے۔ اس باہمی معاہدہ کی صورت یہ تھی کہ جب امیرالمومنین نے جریر ابنِ عبداللہ بجلی کو بیعت لینے کے لیے معاویہ کے پاس روانہ کیا تو اس نے جریر کو جواب دینے کے بہانے روک لیا اور اس دوران میں اہل شام کو ٹٹولنا شروع کیا کہ وہ کہاں تک اس کا ساتھ دے سکتے ہیں۔ چنانچہ جب انھیں خونِ عثمان کے انتقام پر اُبھار کر اپنا ہمنوا بنا لیا تو اپنے بھائی عتبہ ابنِ ابی سفیان سے مشورہ کیا۔ اُس نے رائے دی کہ اگر اس کام میں عمرو ابنِ عاص کو ساتھ ملا لیا جائے

تو وہ اپنی سوجھ بوجھ سے بہت سی مشکلوں کو آسان کر سکتا ہے لیکن وہ یوں ہی تمہارے اقتدار کی بنیادوں کو مستحکم کرنے کے لیے آمادہ نہیں ہوگا۔ جب تک کہ اس کی منہ مانگی قیمت حاصل نہ کرے گا۔ اگر تم اس کے لیے تیار ہو تو وہ تمہارے لیے بہترین مشیر و معاون ثابت ہوگا۔ معاویہ نے اس مشورہ کو پسند کیا اور عمرو ابنِ عاص کو بلا کر اس سے گفتگو کی اور آخر یہ طے پایا کہ وہ حکومتِ مصر کے بدلے میں امیر المومنین کو موردِ الزام ٹھہرا کر قتلِ عثمان کا انتقام لے گا اور جس طرح بن پڑے گا معاویہ کے شامی اقتدار کو متزلزل نہ ہونے دے گا۔ چنانچہ ان دونوں نے معاہدہ کی پابندی کی اور اپنے قول و قرار کو پوری طرح نباہا۔

خطبہ ۲۷

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ الْجِهَادَ بَابٌ مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ فَتَحَهُ اللّٰهُ لِخَاصَّةِ أَوْلِيَائِهِ وَهُوَ لِبَاسُ التَّقْوٰى وَدِرْعُ اللّٰهِ الْحَصِينَةُ وَجُنَّتُهُ الْوَثِيقَةُ فَمَنْ تَرَكَهُ رَغْبَةً عَنْهُ أَلْبَسَهُ اللّٰهُ ثَوْبَ الذُّلِّ وَشَمْلَةَ الْبَلَاءِ وَدُيِّثَ بِالصَّغَارِ وَالْقَمَاءِ وَضُرِبَ عَلٰى قَلْبِهِ بِالْأَسْدَادِ وَأُدِيلَ الْحَقُّ مِنْهُ بِتَضْيِيعِ الْجِهَادِ وَسِيمَ الْخَسْفَ وَمُنِعَ النَّصَفَ أَلَا وَإِنِّي قَدْ دَعَوْتُكُمْ إِلٰى قِتَالِ هٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ لَيْلًا وَنَهَارًا وَسِرًّا وَإِعْلَانًا وَقُلْتُ لَكُمُ اغْزُوهُمْ قَبْلَ أَنْ يَغْزُوكُمْ فَوَاللّٰهِ مَا غُزِيَ قَوْمٌ قَطُّ فِي عُقْرِ دَارِهِمْ إِلَّا ذَلُّوا فَتَوَاكَلْتُمْ وَتَخَاذَلْتُمْ حَتّٰى شُنَّتْ عَلَيْكُمُ الْغَارَاتُ وَمُلِكَتْ عَلَيْكُمُ الْأَوْطَانُ وَهٰذَا أَخُو غَامِدٍ

جہاد جنّت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے جسے اللہ نے اپنے خاص دوستوں کے لیے کھولا ہے۔ یہ پرہیزگاری کا لباس اللہ کی محکم زرہ اور مضبوط سپر ہے جو اس سے پہلو بچاتے ہوئے اسے چھوڑ دیتا ہے۔ خدا اسے ذلّت و خواری کا لباس پہنا اور مصیبت و ابتلا کی ردا اوڑھا دیتا ہے اور ذلتوں اور خواریوں کے ساتھ ٹھکرا دیا جاتا ہے اور مدہوشی و غفلت کا پردہ اس کے دل پر چھا جاتا ہے اور جہاد کو ضائع و برباد کرنے سے حق اس کے ہاتھ لے لیا جاتا ہے۔ ذلّت اُسے سہنا پڑتی ہے اور انصاف اس سے روک لیا جاتا ہے۔ میں نے اس قوم سے لڑنے کے لیے رات بھی اور دن بھی علانیہ بھی اور پوشیدہ بھی تمھیں پکارا اور للکارا، اور تم سے کہا کہ قبل اس کے کہ وہ جنگ کے لیے بڑھیں تم ان پر دھاوا بول دو۔ خدا کی قسم جن افراد قوم پر ان کے گھروں کے حدود کے اندر ہی حملہ ہو جاتا ہے۔ وہ ذلیل و خوار ہوتے ہیں۔ لیکن تم نے جہاد کو دوسروں پر ٹال دیا اور ایک دوسرے کی مدد سے پہلو بچانے لگے۔ یہاں تک کہ تم پر غارت گریاں ہوئیں اور تمہارے شہروں پر زبردستی قبضہ کر لیا گیا۔ اسی بنی غامد کے آدمی (سفیان ابنِ عوف) ہی

وَقَدْ وَرَدَتْ خَيْلُهُ الْأَنْبَارَ وَقَدْ
قَتَلَ حَسَّانَ ابْنَ حَسَّانَ الْبَكْرِيَّ وَ
أَزَالَ خَيْلَكُمْ عَنْ مَسَالِحِهَا وَلَقَدْ
بَلَغَنِي أَنَّ الرَّجُلَ مِنْهُمْ كَانَ يَدْخُلُ
عَلَى الْمَرْأَةِ الْمُسْلِمَةِ وَالْأُخْرَى
الْمُعَاهَدَةِ فَيَنْتَزِعُ حِجْلَهَا وَقُلْبَهَا وَ
قَلَائِدَهَا وَرِعَاثَهَا مَا تَمْتَنِعُ مِنْهُ إِلَّا
بِالْاِسْتِرْجَاعِ وَالْاِسْتِرْحَامِ ثُمَّ انْصَرَفُوا
وَافِرِينَ مَا نَالَ رَجُلًا مِنْهُمْ كَلْمٌ وَلَا
أُرِيقَ لَهُمْ دَمٌ فَلَوْ أَنَّ امْرَأً مُسْلِمًا
مَاتَ مِنْ بَعْدِ هٰذَا أَسَفًا مَا كَانَ بِهِ
مَلُومًا بَلْ كَانَ بِهِ عِنْدِي جَدِيرًا
فَيَا عَجَبًا وَاللّٰهِ يُمِيتُ الْقَلْبَ وَ
يَجْلِبُ الْهَمَّ مِنِ اجْتِمَاعِ هٰؤُلَاءِ
الْقَوْمِ عَلَى بَاطِلِهِمْ وَتَفَرُّقِكُمْ عَنْ
حَقِّكُمْ فَقُبْحًا لَكُمْ وَتَرَحًا حِينَ
صِرْتُمْ غَرَضًا يُرْمٰى يُغَارُ عَلَيْكُمْ وَ
لَا تُغِيرُونَ وَتُغْزَوْنَ وَلَا تَغْزُونَ وَ
يُعْصَى اللّٰهُ وَتَرْضَوْنَ فَإِذَا أَمَرْتُكُمْ
بِالسَّيْرِ إِلَيْهِمْ فِي أَيَّامِ الصَّيْفِ قُلْتُمْ
هٰذِهِ حَمَارَّةُ الْقَيْظِ أَمْهِلْنَا يُسَبَّخْ عَنَّا
الْحَرُّ وَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِالسَّيْرِ إِلَيْهِمْ
فِي الشِّتَاءِ قُلْتُمْ هٰذِهِ صَبَارَّةُ الْقُرِّ
أَمْهِلْنَا يَنْسَلِخْ عَنَّا الْبَرْدُ كُلُّ هٰذَا
فِرَارًا مِنَ الْحَرِّ وَالْقُرِّ۔

کو دیکھ لو کہ اس کی فوج کے سوار (شہر) انبار کے اندر پہنچ گئے اور حسّان ابنِ حسّان بکری کو قتل کر دیا اور تمھارے محافظ سواروں کو سرحدوں سے ہٹا دیا اور مجھے تو یہ اطلاعات بھی ملی ہیں کہ اس جماعت کا ایک آدمی مسلمان اور ذمّی عورتوں کے گھروں میں گھس جاتا تھا اور ان کے پیروں سے کڑے (ہاتھوں سے کنگن) اور گلوبند اور گوشوارے اتار لیتا تھا اور ان کے پاس اس سے حفاظت کا کوئی ذریعہ نظر نہ آتا تھا۔ سوا اس کے کہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن کہتے ہوئے صبر سے کام لیں یا خوشامدیں کر کے اس سے رحم کی التجا کریں۔ وہ لدے پھندے ہوئے پلٹ گئے نہ کسی کے زخم آیا نہ کسی کا خون بہا۔ اب اگر کوئی مسلمان ان سانحات کے بعد رنج و ملال سے مر جائے تو اسے ملامت نہیں کی جا سکتی بلکہ میرے نزدیک ایسا ہی ہونا چاہیئے۔ العجب ثم العجب خدا کی قسم ان لوگوں کا باطل پر ایکا کر لینا اور تمھاری جمعیت کا حق سے منتشر ہو جانا۔ دل کو مُردہ کر دیتا ہے اور رنج و اندوہ بڑھا دیتا ہے تمھارا بُرا ہو تم غم و حزن میں مبتلا رہو۔ تم تو تیروں کا از خود نشانہ بنے ہوئے ہو، تمھیں ہلاک و تاراج کیا جا رہا ہے۔ مگر تمھارے قدم حملے کے لیے نہیں اٹھتے۔ وہ تم سے لڑ بھڑ رہے ہیں۔ اور تم جنگ سے جی چُراتے ہو۔ اللہ کی نافرمانیاں ہو رہی ہیں اور تم راضی ہو رہے ہو۔ اگر گرمیوں میں تمھیں ان کی طرف بڑھنے کے لیے کہتا ہوں تو تم یہ کہتے ہو کہ یہ انتہائی شدت کی گرمی کا زمانہ ہے۔ اتنی مہلت دیجیے کہ گرمی کا زور ٹوٹ جائے، اور اگر سردیوں میں چلنے کے لیے کہتا ہوں تو تم یہ کہتے ہو کہ کڑاکے کا جاڑا پڑ رہا ہے، اتنا ٹھہر جائیے کہ سردی

فَأَنْتُمْ وَاللهِ مِنَ السَّيْفِ أَفَرُّ يَا أَشْبَاهَ الرِّجَالِ وَلَا رِجَالَ حُلُومُ الْأَطْفَالِ وَعُقُولُ رَبَّاتِ الْحِجَالِ لَوَدِدْتُ أَنِّي لَمْ أَرَكُمْ وَلَمْ أَعْرِفْكُمْ. مَعْرِفَةً وَاللهِ جَرَّتْ نَدَمًا وَأَعْقَبَتْ سَدَمًا قَاتَلَكُمُ اللهُ لَقَدْ مَلَأْتُمْ قَلْبِي قَيْحًا وَشَحَنْتُمْ صَدْرِي غَيْظًا. وَجَرَّعْتُمُونِي نُغَبَ التَّهْمَامِ أَنْفَاسًا. وَأَفْسَدْتُمْ عَلَيَّ رَأْيِي بِالْعِصْيَانِ وَالْخِذْلَانِ حَتَّى قَالَتْ قُرَيْشٌ إِنَّ ابْنَ أَبِي طَالِبٍ رَجُلٌ شُجَاعٌ وَلٰكِنْ لَا عِلْمَ لَهُ بِالْحَرْبِ.

لِلّٰهِ أَبُوهُمْ وَهَلْ أَحَدٌ مِّنْهُمْ أَشَدُّ لَهَا مِرَاسًا وَأَقْدَمُ فِيهَا مُقَامًا مِّنِّي لَقَدْ نَهَضْتُ فِيهَا وَمَا بَلَغْتُ الْعِشْرِينَ، وَهَا أَنَاذَا قَدْ ذَرَّفْتُ عَلَى السِّتِّينَ وَلٰكِنْ لَا رَأْيَ لِمَنْ لَا يُطَاعُ.

کا موسم گزر جائے۔ یہ سب سردی اور گرمی سے بچنے کے لیے باتیں ہیں۔ جب تم سردی اور گرمی سے اس طرح بھاگتے ہو، تو پھر خدا کی قسم! تم تلواروں کو دیکھ کر اس سے کہیں زیادہ بھاگو گے۔ اے مردوں کی شکل و صورت والے نامردو! تمہاری عقلیں بچوں کی سی، اور تمہاری سمجھ حجلہ نشیں عورتوں کے مانند ہے۔ میں تو یہی چاہتا تھا کہ نہ تم کو دیکھتا، نہ تم سے جان پہچان ہوتی۔ ایسی شناسائی جو ندامت کا سبب اور رنج و اندوہ کا باعث بنی ہے۔ اللہ تمہیں مارے، تم نے میرے دل کو پیپ سے بھر دیا ہے اور میرے سینے کو غیظ و غضب سے چھلکا دیا ہے۔ تم نے مجھے غم و حزن کے جرعے پے در پے پلائے، نافرمانی کر کے میری تدبیر و رائے کو تباہ کر دیا۔ یہاں تک کہ قریش کہنے لگے کہ علی ہے تو مردِ شجاع لیکن جنگ کے طور طریقوں سے واقف نہیں۔

اللہ اُن کا بھلا کرے، کیا اُن میں سے کوئی ہے، جو مجھ سے زیادہ جنگ کی مزاولت رکھنے والا اور میدانِ وغا میں میرے پہلے سے کارنمایاں کئے ہوئے ہو۔ میں تو ابھی بیس برس کا بھی نہ تھا کہ حرب و ضرب کے لیے اٹھ کھڑا ہوا اور، اب تو ساٹھ سے بھی اُوپر ہو گیا ہوں، لیکن اُس کی رائے ہی کیا جس کی بات نہ مانی جائے۔

لہ جنگِ صفین کے بعد معاویہ نے ہر طرف کشت و خون کا بازار گرم کر رکھا تھا اور امیر المومنین کے مقبوضہ شہروں پر جارحانہ اقدامات شروع کر دیئے تھے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں ہیت، انبار اور مدائن پر حملہ کرنے کے لیے سفیان ابن عوف غامدی کو چھ ہزار کی جمعیت کے ساتھ روانہ کیا۔ وہ پہلے تو ہیت پہنچا، مگر اسے خالی پا کر انبار کی طرف بڑھ نکلا۔ یہاں پر امیر المومنین کی طرف سے پانچ سو سپاہیوں کا ایک دستہ حفاظت کے لیے مقرر تھا۔ مگر وہ معاویہ کے اس لشکرِ جرار کو دیکھ کر جم نہ سکا۔ صرف سو

آدمی اپنے مقام پر جمے رہے اور انھوں نے جہاں تک ممکن تھا، ڈٹ کر مقابلہ بھی کیا۔ مگر دشمن کی فوج نے مل کر ایسا سخت حملہ کیا کر ان کے بھی قدم اکھڑ گئے اور رئیس لشکر حسان ابن حسان بکری تیس آدمیوں کے ساتھ شہید کر دیئے گئے۔ جب میدان خالی ہو گیا، تو دشمنوں نے پوری آزادی کے ساتھ انبار کو لوٹا اور شہر کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا۔

امیرالمومنین کو جب اس حملہ کی اطلاع ملی، تو آپ منبر پر تشریف لے گئے اور لوگوں کو دشمن کی سرکوبی کے لیے ابھارا، اور جہاد کی دعوت دی مگر کسی طرف سے صدائے "لبیک" بلند نہ ہوئی، تو آپ پیچ و تاب کھاتے ہوئے منبر سے نیچے اتر آئے، اور اسی عالم میں پیادہ پا دشمن کی طرف چل کھڑے ہوئے۔ جب لوگوں نے یہ دیکھا، تو ان کی غیرت و حمیت بھی جوش میں آئی۔ اور وہ بھی پیچھے پیچھے ہو لیے۔ جب وادیٔ نخیلہ میں پہنچ کر حضرت نے منزل کی، تو اُن لوگوں نے آپ کے گرد گھیرا ڈال لیا، اور باصرار کہنے لگے کہ یا امیرالمومنینؑ آپ پلٹ جائیں۔ ہم فوجِ دشمن سے نپٹ لینے کے لیے کافی ہیں۔ جب ان لوگوں کا اصرار حد سے بڑھا، تو آپ پلٹنے کے لیے آمادہ ہو گئے اور سعید ابنِ قیس آٹھ ہزار کی جمعیت کے ساتھ ادھر روانہ ہو گئے۔ مگر سفیان ابنِ عوف کا لشکر جا چکا تھا اور سعید ابن قیس بے لڑے واپس آئے۔ جب سعید کوفہ پہنچے، تو ابنِ ابی الحدید کی روایت کی بنا پر حضرت رنج و اندوہ کے عالم میں باب السدہ پر آ کر بیٹھ گئے اور ناسازیٔ طبیعت کی وجہ سے یہ خطبہ لکھ کر اپنے غلام سعد کو دیا کہ وہ پڑھ کر سُنا دے۔ مگر مبرد نے ابن عائشہ سے یہ روایت کیا ہے کہ حضرت نے یہ خطبہ مقامِ نخیلہ میں ایک بلندی پر کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا، اور ابنِ میثم نے اسی قول کو ترجیح دی ہے۔

خطبہ ۲۸

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔
أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ الدُّنْيَا قَدْ أَدْبَرَتْ وَآذَنَتْ بِوَدَاعٍ۔ وَإِنَّ الْآخِرَةَ قَدْ أَشْرَفَتْ بِاطِّلَاعٍ أَلَا وَإِنَّ الْيَوْمَ الْمِضْمَارُ۔ وَغَدًا السِّبَاقُ وَالسَّبَقَةُ الْجَنَّةُ وَالْغَايَةُ النَّارُ أَفَلَا تَائِبٌ مِنْ خَطِيئَتِهِ قَبْلَ مَنِيَّتِهِ؟ أَلَا عَامِلٌ لِنَفْسِهِ قَبْلَ يَوْمِ بُؤْسِهِ؟ أَلَا وَإِنَّكُمْ فِي أَيَّامِ أَمَلٍ مِنْ وَرَائِهِ أَجَلٌ فَمَنْ عَمِلَ فِي أَيَّامِ أَمَلِهِ قَبْلَ حُضُورِ

دُنیا نے پیٹھ پھرا کر اپنے رخصت ہونے کا اعلان اور منزلِ عقبیٰ نے سامنے آ کر اپنی آمد سے آگاہ کر دیا ہے۔ آج کا دن تیاری کا ہے، اور کل دوڑ کا ہوگا۔ جس طرف آگے بڑھنا ہے، وہ تو جنت ہے اور جہاں کچھ اشخاص (اپنے اعمال کی بدولت بلا اختیار) پہنچ جائیں گے، وُہ دوزخ ہے کیا موت سے پہلے اپنے گناہوں سے توبہ کرنے والا کوئی نہیں اور کیا اس روزِ مصیبت کے آنے سے پہلے عمل (خیر) کرنے والا ایک بھی نہیں، تم امیدوں، کے دَور میں ہو جس کے پیچھے موت کا ہنگام ہے۔ تو جو شخص موت سے پہلے ان اُمیدوں کے دنوں میں عمل کر لیتا ہے، تو یہ عمل اُس کے لیے

أَجَلِهِ فَقَدْ نَفَعَهُ عَمَلُهُ وَلَمْ يَضْرُرْهُ أَجَلُهُ
وَمَنْ قَصَّرَ فِي أَيَّامِ أَمَلِهِ قَبْلَ حُضُورِ
أَجَلِهِ فَقَدْ خَسِرَ عَمَلُهُ - وَضَرَّهُ أَجَلُهُ.
أَلَا فَاعْمَلُوا فِي الرَّغْبَةِ كَمَا تَعْمَلُونَ
فِي الرَّهْبَةِ - أَلَا وَإِنِّي لَمْ أَرَ كَالْجَنَّةِ
نَامَ طَالِبُهَا وَلَا كَالنَّارِ نَامَ هَارِبُهَا
أَلَا وَإِنَّهُ مَنْ لَا يَنْفَعُهُ الْحَقُّ يَضْرُرْهُ
الْبَاطِلُ وَمَنْ لَا يَسْتَقِيمُ بِهِ الْهُدَى
يَجُرُّ بِهِ الضَّلَالُ إِلَى الرَّدَى - أَلَا
وَإِنَّكُمْ قَدْ أُمِرْتُمْ بِالظَّعْنِ - وَدُلِلْتُمْ
عَلَى الزَّادِ وَإِنَّ أَخْوَفَ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمْ
اِتِّبَاعُ الْهَوَى وَطُولُ الْأَمَلِ تَزَوَّدُوا
مِنَ الدُّنْيَا مَا تُحْرِزُونَ بِهِ أَنْفُسَكُمْ غَدًا -
(أَقُولُ) إِنَّهُ لَوْ كَانَ كَلَامٌ يَأْخُذُ
بِالْأَعْنَاقِ إِلَى الزُّهْدِ فِي الدُّنْيَا وَ
يَضْطَرُّ إِلَى عَمَلِ الْآخِرَةِ لَكَانَ هَذَا
الْكَلَامَ - وَكَفَى بِهِ قَاطِعًا لِعَلَائِقِ
الْآمَالِ - وَقَادِحًا زِنَادَ الِاتِّعَاظِ وَ
الِازْدِجَارِ - وَمِنْ أَعْجَبِهِ قَوْلُهُ عَلَيْهِ
السَّلَامُ (أَلَا وَإِنَّ الْيَوْمَ الْمِضْمَارَ
وَغَدًا السِّبَاقَ - وَالسَّبَقَةُ الْجَنَّةُ وَ
الْغَايَةُ النَّارُ) فَإِنَّ فِيهِ مَعَ فَخَامَةِ
اللَّفْظِ وَعِظَمِ قَدْرِ الْمَعْنَى وَصَادِقِ
التَّمْثِيلِ وَوَاقِعِ التَّشْبِيهِ سِرًّا عَجِيبًا
وَمَعْنًى لَطِيفًا وَهُوَ قَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

سود مند ثابت ہوتا ہے اور موت اُس کا کچھ بگاڑ نہیں سکتی اور جو شخص موت سے قبل زمانہ اُمید و آرزو میں کوتاہیاں کرتا ہے، تو وہ عمل کے اعتبار سے نقصان رسیدہ رہتا ہے، اور موت اس کے لیے پیغامِ ضرر لے کر آتی ہے لہٰذا جس طرح اس وقت جب ناگوار حالات کا اندیشہ ہو نیک اعمال میں منہمک ہوتے ہو، ویسا ہی اس وقت بھی نیک اعمال کرو۔ جبکہ مستقبل کے آثار مسرت افزا محسوس ہو رہے ہوں۔ مجھے جنّت ہی ایسی چیز نظر آتی ہے جس کا طلب گار سویا پڑا ہو اور جہنم ہی ایسی شے دکھائی دیتی ہے۔ جس سے دُور بھاگنے والا خوابِ غفلت میں محو ہو، جو حق سے فائدہ نہیں اُٹھاتا، اسے باطل کا نقصان و ضرر اٹھانا پڑے گا۔ جس کو ہدایت ثابت قدم نہ رکھے اسے گمراہی ہلاکت کی طرف کھینچ لے جائے گی۔ تمھیں کوچ کا حکم مل چکا ہے۔ اور زادِ راہ کا پتہ دیا جا چکا ہے۔ مجھے تمھارے متعلق سب سے زیادہ دو ہی چیزوں کا خطرہ ہے۔ ایک خواہشوں کی پیروی اور دوسرے اُمیدوں کا پھیلاؤ۔ اس دُنیا میں رہتے ہوئے۔ اس سے اتنا زاد لے لو جس سے کل اپنے نفسوں کو بچا سکو۔

سید رضی کہتے ہیں کہ اگر کوئی کلام گردن پکڑ کر زہدِ دنیوی کی طرف لانے والا اور عملِ اُخروی کے لیے مجبور و مضطر کر دینے والا ہو سکتا ہے تو وہ یہ کلام ہے جو اُمیدوں کے بندھنوں کو توڑنے اور وعظ و سرزنش سے اثر پذیری کے جذبات کو مشتعل کرنے کے لیے کافی و وافی ہے۔ اس خطبے میں یہ جملہ :- "الا وان الیوم المضمار وغدا السباق السبقة الجنة والغایة النار" تو بہت ہی عجیب و

(والسبقة الجنة والغاية النار)
فخالف بين اللفظين لاختلاف المعنيين
ولم يقل السبقة النار كما قال ـ السبقة
الجنة لان الاستباق انما يكون الى امر
محبوب وغرض مطلوب وهذه صفة
الجنة وليس هذا المعنى موجوداً في
النار نعوذ بالله منها فلم يجز ان يقول
والسبقة النار بل قال والغاية النار لان الغاية
ينتهي اليها من لا يسره الانتهاء اليها
ومن يسره ذلك فصلح ان يعبر بها
عن الامرين معاً فهي في هذا الموضع
كالمصير والمآل قال الله تعالى (قل
تمتعوا فان مصيركم الى النار) ولا يجوز
في هذا الموضع ان يقال فان سبقتكم
"بسكون الباء" الى النار فتأمل ذلك
فباطنه عجيب وغوره بعيد لطيف
وكذالك اكثر كلامه عليه السلام
(او في بعض النسخ) وقد جاء في
رواية اخرى (والسُّبقة الجنة)
بضم السين ـ والسُّبقة عندهم
اسم لما يجعل للسابق
اذا سبق من مال او عرض و
المعنيان متقاربان لان
ذلك لا يكون جزاء على فعل
الامر المذموم وانما يكون

غریب ہے۔ اس میں لفظوں کی جلالت، معنی کی بلندی، سچی تمثیل اور صحیح تشبیہہ کے ساتھ عجیب اسرار اور باریک نکات ملتے ہیں۔ حضرت نے اپنے ارشاد السبقۃ الجنۃ والغایۃ النار میں معنی مقصود کے الگ الگ ہونے کی وجہ سے دو جداگانہ لفظیں "السبقۃ الغایۃ" استعمال کی ہیں۔ جنت کے لیے لفظ سبقۃ (بڑھنا) فرمائی ہے اور جہنم کے لیے یہ لفظ استعمال نہیں کی۔ کیوں کہ سبقت اس چیز کی طرف کی جاتی ہے جو مطلوب و مرغوب ہو۔ اور یہ بہشت ہی کی شان ہے اور دوزخ میں مطلوبیت و مرغوبیت کہاں کہ اس کی جستجو و تلاش میں بڑھا جائے۔ (نعوذ باللہ منہا) چونکہ السبقۃ النار کہنا صحیح و درست نہیں ہو سکتا تھا۔ اسی لیے والغایۃ النار فرمایا اور غایت صرف منزل منتہا کو کہتے ہیں۔ اس تک پہنچنے والے کو خواہ رنج و کوفت ہو یا شادمانی و مسرت۔ یہ ان دونوں معنوں کی ادائیگی کی صلاحیت رکھتا ہے۔ بہرصورت اسے مصیر و مآل (بازگشت) کے معنی میں سمجھنا چاہیئے۔ اور ارشاد قرآنی ہے۔ "قل تمتعوا فان مصیرکم الی النار۔ (کہو کہ تم دنیا سے اچھی طرح حظ اٹھالو، آخر تو تمہاری بازگشت جہنم کی طرف ہے) یہاں مصیرکم کی بجائے سبقتکم کہنا کسی طرح صحیح و درست نہیں سمجھا جا سکتا۔ اس میں غور و فکر کرو اور دیکھو کہ اس کا باطن کتنا عجیب اور اس کا گہراؤ لطافتوں کو لیے ہوئے کتنی دور تک چلا گیا ہے اور حضرت کا بیشتر کلام اسی انداز پر ہوتا ہے اور بعض روایتوں میں السبقۃ بضم سین بھی آیا ہے اور سبقۃ اُس مال و متاع کو کہتے ہیں جو آگے نکل جانے والے کے لیے بطورِ انعام رکھا جاتا ہے۔ بہرصورت

جَزَاءً عَلٰى فِعْلِ الْاَمْرِ الْمَحْمُوْدِ۔

دونوں کے معنی قریب قریب یکساں ہیں۔ اس لیے کہ معاوضہ وانعام کسی قابلِ مذمت فعل پر نہیں ہوتا۔ بلکہ کسی اچھے اور لائقِ ستائش کارنامے کے بدلے ہی میں ہوتا ہے۔

خطبہ ۲۹

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ اَيُّهَا النَّاسُ الْمُجْتَمِعَةُ اَبْدَانُهُمْ الْمُخْتَلِفَةُ اَهْوَاؤُهُمْ۔ كَلَامُكُمْ يُوْهِي الصُّمَّ الصِّلَابَ وَفِعْلُكُمْ يُطْمِعُ فِيْكُمُ الْاَعْدَآءَ۔ تَقُوْلُوْنَ فِي الْمَجَالِسِ كَيْتَ وَكَيْتَ فَاِذَا جَآءَ الْقِتَالُ قُلْتُمْ حِيْدِيْ حِيَادِ۔ مَا عَزَّتْ دَعْوَةُ مَنْ دَعَاكُمْ وَلَا اسْتَرَاحَ قَلْبُ مَنْ قَاسَاكُمْ۔ اَعَالِيْلُ بِاَضَالِيْلَ دِفَاعَ ذِي الدَّيْنِ الْمَطُوْلِ لَا يَمْنَعُ الضَّيْمَ الذَّلِيْلُ۔ وَلَا يُدْرَكُ الْحَقُّ اِلَّا بِالْجِدِّ اَيَّ دَارٍ بَعْدَ دَارِكُمْ تَمْنَعُوْنَ وَمَعَ اَيِّ اِمَامٍ بَعْدِيْ تُقَاتِلُوْنَ۔ اَلْمَغْرُوْرُ وَاللّٰهِ مَنْ غَرَرْتُمُوْهُ۔ وَمَنْ فَازَ بِكُمْ فَقَدْ فَازَ وَاللّٰهِ بِالسَّهْمِ الْاَخْيَبِ وَمَنْ رَمٰى بِكُمْ فَقَدْ رَمٰى بِاَفْوَقَ نَاصِلٍ اَصْبَحْتُ وَاللّٰهِ لَا اُصَدِّقُ

اے وہ لوگو جن کے جسم یکجا اور خواہشیں جُدا جُدا ہیں تمھاری باتیں تو سخت پتھروں کو بھی نرم کر دیتی ہیں، اور تمھارا عمل ایسا ہے کہ جو دشمنوں کو تم پہ دندان آز تیز کرنے کا موقعہ دیتا ہے۔ اپنی مجلسوں میں تو تم کہتے پھرتے ہو کہ یہ کر دیں گے اور وہ کر دیں گے اور جب جنگ چھڑ ہی جاتی ہے، تو تم اس سے پناہ مانگنے لگتے ہو۔ جو تم کو مدد کے لیے پکارے اس کی صدا بے وقعت اور جس کا تم جیسے لوگوں سے واسطہ پڑا ہو۔ اس کا دل ہمیشہ بے چین ہے۔ حیلے حوالے ہیں غلط سلط اور مجھ سے جنگ میں تاخیر کرنے کی خواہشیں ہیں۔ جیسے نا دہند مقروض اپنے قرض خواہ کو ٹالنے کی کوشش کرتا ہے۔ ذلیل آدمی ذلت آمیز زیادتیوں کی روک تھام نہیں کر سکتا اور حق تو بغیر کوشش کے نہیں ملا کرتا۔ اس گھر کے بعد اور کونسا گھر ہے۔ جس کی حفاظت کرو گے اور میرے بعد اور کس امام کے ساتھ ہو کر جہاد کرو گے۔ خدا کی قسم جسے تم نے دھوکا دے دیا ہو اُس کے فریب خوردہ ہونے میں کوئی شک نہیں اور جسے تم جیسے لوگ ملے ہوں تو اس کے حصہ میں وہ تیر آتا ہے جو خالی ہوتا ہے اور جس نے تم کو (تیروں کی طرح) دشمنوں پر پھینکا ہو، اُس نے گویا ایسا تیر پھینکا ہے، جس کا سوفار ٹوٹ چکا ہو اور پیکان بھی شکستہ ہو۔ خدا کی قسم! میری کیفیت

قَوْلَكُمْ - وَلَا اَطْمَعُ فِيْ نَصْرِكُمْ وَلَا اُوْعِدُ الْعَدُوَّ بِكُمْ؟ مَا بَالُكُمْ؟ مَا دَوَآءُكُمْ؟ مَا طِبُّكُمْ؟ اَلْقَوْمُ رِجَالٌ اَمْثَالُكُمْ اَقَوْلًا بِغَيْرِ عِلْمٍ - وَغَفْلَةً مِنْ غَيْرِ وَرَعٍ - وَطَمَعًا فِيْ غَيْرِ حَقٍّ -

تو اب یہ ہے کہ نہ میں تمہاری کسی بات کی تصدیق کر سکتا ہوں اور نہ تمہاری نصرت کی مجھے آس باقی رہی ہے، اور نہ تمہاری وجہ سے دشمن کو جنگ کی دھمکی دے سکتا ہوں تمھیں کیا ہو گیا، تمھارا مرض کیا ہے اور اس کا چارہ کیا ہے۔ اس قوم (اہل شام) کے افراد بھی تو تمھاری ہی شکل و صورت کے مرد ہیں، کیا باتیں ہی باتیں رہیں گی۔ جانے بوجھے بغیر اور صرف غفلت و مدہوشی ہے۔ تقویٰ و پرہیزگاری کے بغیر (بلندی کی) حرص ہی حرص ہے۔ مگر بالکل ناحق۔

لہ جنگِ نہروان کے بعد معاویہ نے ضحاک ابنِ قیس فہری کو چار ہزار کی جمعیت کے ساتھ اطرافِ کوفہ میں اس مقصد سے بھیجا کہ وہ اُن نواحی میں شورش و انتشار پھیلائے، اور جسے پائے اُسے قتل کر دے اور جہاں تک ہو سکے قتل و غارت کا بازار گرم کرے تاکہ امیر المومنین سکون و اطمینان سے نہ بیٹھ سکیں۔ چنانچہ وہ اس مقصد کو سرانجام دینے کے لیے روانہ ہوا، اور بے گناہوں کے خون بہاتا ہوا، اور ہر طرف تباہی مچاتا ہوا مقام ثعلبیہ تک پہنچ گیا۔ یہاں پر حجاج کے ایک قافلہ پر حملہ کیا اور ان کا سارا مال و اسباب لوٹ لیا اور پھر مقام قطقطانہ پر صحابی رسول عبداللہ ابن مسعود کے بھتیجے عمرو ابن عمیس اور اس کے ساتھیوں کو تہ تیغ کر دیا اور یونہی ہر جگہ دہشت و خونخواری شروع کر دی۔ امیر المومنینؑ کو جب ان غارت گریوں کا علم ہوا، تو آپ نے اپنے ساتھیوں کو جنگ کے لیے بلایا تاکہ ان درندگیوں کی روک تھام کی جائے۔ مگر لوگ جنگ سے پہلو بچاتے ہوئے نظر آئے۔ آپ ان لوگوں کی سست قدمی و بددلی سے متاثر ہو کر منبر پر تشریف لے گئے اور یہ خطبہ ارشاد فرمایا جس میں ان لوگوں کو غیرت دلائی ہے کہ وہ بزدلوں کی طرح جنگ سے بچنے کی کوشش نہ کریں، اور اپنے ملک کی حفاظت کے لیے جوانمردوں کی طرح اُٹھ کھڑے ہوں، اور غلط سلط حیلے حوالوں سے کام نہ لیں۔ آخر حجر ابن عدی کندی چار ہزار کی جمعیت کے ساتھ دشمن کی سرکوبی کے لیے اُٹھ کھڑے ہوئے اور مقام تدمر پر اُسے جا لیا۔ ابھی دونوں فریق میں معمولی سی جھڑپ ہوئی تھی۔ کہ رات کا اندھیرا پھیلنے لگا، اور وہ صرف انیس آدمی کٹوا کر بھاگ کھڑا ہوا۔ امیر المومنین کی فوج میں سے بھی دو آدمیوں نے جامِ شہادت پیا۔

خطبہ ۳۰

وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ - فِيْ مَعْنٰى قَتْلِ عُثْمَانَ -

لَوْ اَمَرْتُ بِهٖ لَكُنْتُ قَاتِلًا -

قتلِ عثمان کی حقیقت کا انکشاف کرتے ہوئے فرمایا۔

اگر میں اُن کے قتل کا حکم دیتا، تو البتہ ان کا قاتل ٹھہرتا اور اگر اُن کے قتل سے (دوسروں کو) روکتا تو ان کا معاون و

اَوْ نَهَيْتُ عَنْهُ لَكُنْتُ نَاصِرًا غَيْرَ اَنَّ مَنْ نَصَرَهُ لَا يَسْتَطِيعُ اَنْ يَقُوْلُ خَذَلَهُ مَنْ اَنَا خَيْرٌ مِنْهُ۔ وَمَنْ خَذَلَهُ لَا يَسْتَطِيعُ اَنْ يَقُوْلُ نَصَرَهُ مَنْ هُوَخَيْرٌ مِنِّيْ وَ اَنَا جَامِعٌ لَكُمْ اَمْرَهُ اسْتَاْثَرَ فَاَسَآءَ الْاَثَرَةَ۔ وَجَزِعْتُمْ فَاَسَاْتُمُ الْجَزَعَ وَ لِلّٰهِ الْحُكْمُ وَاقِعٌ فِي الْمُسْتَاْثِرِ وَ الْجَازِعِ۔

مددگار ہوتا۔ (میں بالکل غیر جانبدار رہا) لیکن حالات ایسے تھے کہ جن لوگوں نے ان کی نصرت و امداد کی، وہ یہ خیال نہیں کرتے کہ ہم ان کی نصرت نہ کرنے والوں سے بہتر ہیں، اور جن لوگوں نے ان کی نصرت سے ہاتھ اٹھا لیا وہ نہیں خیال کرتے کہ ان کی مدد کرنے والے ہم سے بہتر و برتر ہیں۔ میں حقیقتِ امر کو تم سے بیان کیے دیتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ اُنھوں نے (اپنے عزیزوں کی) طرف داری کی، تو طرفداری بُری طرح کی) اور تم گھبرا گئے، تو بُری طرح گھبرا گئے اور (ان دونوں فریق) بے جا طرفداری کرنے والے، گھبرا اُٹھنے والے کے درمیان اصل فیصلہ کرنے والا اللہ ہے۔

لہ حضرت عثمان اسلامی دور کے پہلے اموی خلیفہ ہیں جو یکم محرم ۲۴ھ میں ستر برس کی عمر میں مسندِ خلافت پر متمکن ہوئے، اور بارہ برس تک مسلمانوں کے سیاہ و سفید کے مالک بنے رہنے کے بعد انہی کے ہاتھوں سے ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ میں قتل ہو کر حش کوکب میں دفن ہوئے۔

اِس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ حضرت عثمان کا قتل ان کی کمزوریوں اور اُن کے عمال کے سیاہ کارناموں کا نتیجہ تھا۔ ورنہ کوئی وجہ نہ تھی کہ مُسلمان متفقہ طور پر ان کے قتل پر آمادہ اور ان کی جان لینے کے درپے ہو جاتے اور ان کی گھر کے چند آدمیوں کے علاوہ کوئی ان کی حمایت و مدافعت کے لیے کھڑا نہ ہوتا۔ مسلمان یقیناً ان کے سن و سال ان کی بزرگی و وقار اور شرفِ مصاحبت کا پاس و لحاظ کرتے مگر ان کے طور طریقوں نے فضا کو اس طرح بگاڑ رکھا تھا کہ کوئی ان کی ہمدردی و پاسداری کے لیے آمادہ نظر نہ آتا تھا۔ پیغمبرؐ کے برگزیدہ صحابیوں پر جو ظلم و ستم ڈھایا گیا تھا، اس نے قبائل عرب میں ان کے خلاف غم و غصہ کی لہر دوڑا رکھی تھی۔ ہر شخص پیچ و تاب کھا رہا تھا اور ان کی خود سری و بے راہروی کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ چنانچہ حضرت ابوذر کی توہین و تذلیل اور جلاوطنی کے سبب سے بنی غفار اور ان کے حلیف قبائل، عبداللہ ابنِ مسعود کو بے دردی سے پٹوانے کی وجہ سے بنی ہذیل اور اُن کے حلیف بنی زہرہ، عمار ابنِ یاسر کی پسلیاں توڑ دینے کے باعث بنی مخزوم اور اُن کے حلیف قبیلے اور محمد ابن ابی بکر کے قتل کا سروسامان کرنے کی وجہ سے بنی تیم کے دلوں میں غصہ کا ایک طوفان موجزن تھا۔ دُوسرے شہروں کے مُسلمان بھی ان کے عمال کے ہاتھوں سے نالاں تھے کہ جو دولت کی سرشاریوں اور بادۂ عشرت کی سرمستیوں میں جو چاہتے تھے کر گزرتے تھے، اور جسے چاہتے تھے پامال کر کے رکھ دیتے تھے، نہ انھیں مرکز کی طرف سے عتاب کا ڈر تھا، اور نہ کسی بازپرس

کا اندیشہ۔ لوگ ان کے پنجۂ استبداد سے نکلنے کے لیے پھڑپھڑاتے تھے مگر کوئی ان کے کرب و اذیت کی صدائیں سُننے کے لیے آمادہ نہ ہوتا تھا۔ نفرت کے جذبات اُبھر رہے تھے، مگر انھیں دبانے کی کوئی فکر نہ کی جاتی تھی، صحابہ بھی اُن سے بددل ہو چکے تھے۔ کیونکہ وہ دیکھ رہے تھے، کہ امن عالم تباہ، نظم و نسق تہ و بالا اور اسلامی خدوخال مسخ کیے جا رہے ہیں۔ نادار و فاقہ کش سوکھے ٹکڑوں کو ترس رہے ہیں اور بنی اُمیّہ کے ہاں ہن برس رہا ہے۔ خلافت شکم پُری کا ذریعہ اور سرمایہ اندوزی کا وسیلہ بن کر رہ گئی ہے۔ لہٰذا وہ بھی اُن کے قتل کے لیے زمین ہموار کرنے میں کسی سے پیچھے نہ تھے۔ بلکہ انہی کے خطوط و پیغامات کی بنا پر کوفہ، بصرہ اور مصر کے لوگ مدینہ میں آ جمع ہوئے تھے۔ چنانچہ اہلِ مدینہ کے اس رویہ کو دیکھتے ہوئے حضرت عثمان نے معاویہ کو تحریر کیا کہ

اما بعد فان اھل المدینۃ کفروا و خلعوا الطاعۃ ونکثوا البیعۃ فابعث الیّٰ من قبلک من مقاتلۃ اھل الشام علی کل صعب وذلول (طبری ج ۳ - ص ۴۰۲)

واضح ہو کہ اہلِ مدینہ کافر ہو گئے ہیں اور اطاعت سے مُنہ پھیر لیا ہے اور بیعت توڑ ڈالی ہے۔ تم شام کے لڑنے بھڑنے والوں کو تند و تیز سواریوں پر میری طرف بھیجو۔

مُعاویہ نے اِس خط کے پہنچنے پر جو طرزِ عمل اختیار کیا، اس سے بھی صحابہ کی حالت پر روشنی پڑتی ہے۔ چنانچہ طبری نے اس کے بعد لکھا ہے کہ

فلما جاء معاویۃ الکتاب تربص بہ وکرہ اظہار مخالفۃ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقد علم اجتماعھم۔

جب مُعاویہ کو یہ خط ملا، تو اُس نے توقف کیا اور اصحاب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی کھُلم کھُلا مخالفت کو بُرا جانا چونکہ اُسے معلوم ہو چکا تھا کہ وُہ ان کی مخالفت پر یک جہتی سے متفق ہیں۔

ان واقعات کے پیشِ نظر حضرت عثمان کے قتل کو وقتی جوش اور ہنگامی جذبہ کا نتیجہ قرار دے کر چند بلوائیوں کے سر تھوپ دینا، حقیقت پر پردہ ڈالنا ہے جبکہ ان کی مخالفت کے تمام عناصر مدینہ ہی میں موجود تھے اور باہر سے آنے والے تو ان کی آواز پر اپنے دُکھ درد کی چارہ جوئی کے لیے جمع ہوئے تھے، جن کا مقصد صرف اصلاحِ حال تھا، نہ قتل و خونریزی۔ اگر اُن کی داد فریاد سُن لی جاتی، تو اس خوں خرابے تک کبھی نوبت نہ پہنچتی۔ مگر ہوا یہ کہ جب اہلِ مصر حضرت عثمان کے دُودھ شریک بھائی عبداللہ ابن سعد ابن ابی سرح کے ظلم و تشدد سے تنگ آ کر مدینہ کی طرف بڑھے اور شہر کے قریب وادیٔ ذی خشب میں پڑاؤ ڈال دیا تو ایک شخص کے ہاتھ خط بھیج کر حضرت عثمان سے مطالبہ کیا کہ ان کے مظالم مٹائے جائیں۔ موجودہ روش کو بدلا جائے اور آیندہ کے لیے توبہ کی جائے۔ مگر آپ نے جواب دینے کی بجائے۔ اُس شخص کو گھر سے نکلوا دیا اور ان کے مطالبہ کو قابلِ اعتنا نہ سمجھا، جس پر وہ لوگ اس غرور و طغیان کے خلاف آواز بلند کرنے کے لیے شہر کے اندر داخل ہوئے اور لوگوں سے حکومت

کی ستم رانیوں کے ساتھ اس طرزِ عمل کا بھی شکوہ کیا۔ ادھر کوفہ اور بصرہ کے بھی سینکڑوں آدمی اپنے شکوے شکایات لے کر مدینہ آئے ہوئے تھے، جو ان سے ہمنوا ہو کر اہلِ مدینہ کی پشت پناہی پر آگے بڑھے، اور حضرت عثمان کو پابندِ مسکن بنا دیا۔ مگر ان کے لیے مسجد میں آنے جانے کے لیے کوئی رکاوٹ نہ تھی لیکن انھوں نے پہلے ہی جمعہ میں جو خطبہ دیا۔ اس میں اُن لوگوں کو سخت الفاظ میں بُرا بھلا کہا اور ملعون تک قرار دیا۔ جس پر لوگوں نے مشتعل ہو کر ان پر سنگریزے پھینکے۔ جس سے بے حال ہو کر منبر سے نیچے گر پڑے، اور چند دنوں کے بعد ان کے مسجد میں آنے جانے پر بھی پابندی عائد کر دی گئی۔

جب حضرت عثمان نے اِس حد تک حالات بگڑتے ہوئے دیکھے، تو بڑی لجاجت سے امیر المومنینؑ سے خواہش کی کہ وہ ان کے لیے چھٹکارے کی کوئی سبیل کریں اور جس طرح بن پڑے ان لوگوں کو متفرق کر دیں۔ حضرت نے فرمایا کہ میں کس قرار داد پر انھیں جانے کے لیے کہوں جبکہ ان کے مطالبات حق بجانب ہیں۔ حضرت عثمان نے کہا کہ میں اس کا اختیار آپ کو دیتا ہوں۔ آپ ان سے جو بھی معاہدہ کریں گے۔ میں اس کا پابند رہوں گا۔ چنانچہ حضرت مصریوں سے جا کر ملے اور ان سے بات چیت کی۔ اور وہ اِس شرط پر واپس پلٹ جانے کے لیے آمادہ ہو گئے کہ تمام مظالم مٹائے جائیں، اور ابن ابی سرح کو معزول کر کے اس کی جگہ محمد ابن ابی بکر کو مقرر کیا جائے۔ امیر المومنین نے پلٹ کر حضرت عثمان کے سامنے ان کا مطالبہ رکھا جسے انھوں نے بغیر کسی پس و پیش کے مان لیا اور یہ کہا کہ ان تمام مظالم سے عہدہ برآ ہوتے کے لیے کچھ مُہلت ہونا چاہیے حضرت نے فرمایا جو چیزیں مدینہ سے متعلق ہیں اُن میں مہلت کے کوئی معنی نہیں۔ البتہ دُوسری جگھوں کے لیے اِتنا وقفہ دیا جا سکتا ہے کہ تمھارا پیغام وہاں تک پہنچ سکے۔ انھوں نے کہا کہ نہیں مدینہ کے لیے بھی تین دن کی مہلت ہونا چاہیے حضرت نے مصریوں سے بات چیت کرنے کے بعد اسے بھی منظور کر لیا۔ اور ان کی تمام ذمہ داری اپنے سر لے لی، اور وہ لوگ حضرت کے کہنے سے منتشر ہو گئے۔ کچھ محمد ابن ابی بکر کے ہمراہ مصر کو چلے گئے اور کچھ لوگ وادی ذی[1] خشب میں آکر ٹھہر گئے، اور یہ معاملہ رفع دفع ہو گیا۔ اِس واقعے کے دوسرے دن مروان نے حضرت عثمان سے کہا کہ خیر یہ لوگ تو چلتے بنے، مگر دوسرے شہروں سے آنے والوں کی روک تھام کے لیے آپ ایک بیان دیں تاکہ وہ اِدھر کا رُخ نہ کریں اور اپنی اپنی جگہ پر مطمئن ہو کر بیٹھے رہیں۔ اور وہ بیان یہ ہو کہ کچھ لوگ مصر کے جھوٹ سچ باتیں سُن کر مدینہ میں جمع ہو گئے تھے اور جب انھیں یہ معلوم ہوا کہ وہ جو سنتے تھے غلط تھا، تو وہ مطمئن ہو کر واپس چلے گئے ہیں۔ حضرت عثمان ایسا صریح جھوٹ بولنا نہ چاہتے تھے۔ مگر مروان نے کچھ ایسا چکمہ دیا کہ وہ آمادہ ہو گئے اور مسجدِ نبوی میں خُطبہ دیتے ہوئے فرمایا۔

ان ھولآءِ القوم من اھل مصر کان بلغہم عن امامہم امر فلما تیقنوا انہ باطل ما بلغہم عنہ رجعوا الی بلادھم (طبری - ج ۳ ص ۳۹۵)	ان مصریوں کو اپنے خلیفہ کے متعلق کچھ خبریں ملی تھیں اور جب انھیں یقین ہو گیا کہ وہ سب غلط اور بے سر و پا تھیں تو وہ اپنے شہروں کی طرف پلٹ گئے۔

یہ کہنا تھا کہ مسجد میں ایک ہُلڑ مچ گیا اور لوگوں نے پکار پکار کر کہنا شروع کیا کہ اے عثمان! توبہ کرو، اللہ سے ڈرو، یہ کیا جھوٹ

کہہ رہے ہو۔ حضرت عثمان اس ہڑبونگ میں سٹپٹا کر رہ گئے اور توبہ کرتے ہی بنی۔ چنانچہ قبلہ کی طرف رُخ کر کے اللہ کی بارگاہ میں گڑگڑائے اور پھر گھر پلٹ آئے۔

امیر المومنینؑ نے غالباً اسی واقعہ کے بعد حضرت عثمان کو یہ مشورہ دیا کہ تم سابقہ لغزشوں سے کھُلم کھلا توبہ کرو، تاکہ یہ شورشیں ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائیں۔ ورنہ کل کو کہیں اور کے لوگ آ گئے تو پھر مجھے چمٹو گے کہ تمھاری گلو خلاصی کراؤں۔ چنانچہ انھوں نے مسجدِ نبوی میں خطبہ دیا۔ جس میں اپنی غلطیوں کا اعتراف کرتے ہوئے توبہ کی اور آیندہ محتاط رہنے کا عہد کیا۔ اور لوگوں سے کہا کہ جب میں منبر سے اتروں تو تمھارے نمائندے میرے گھر پر آئیں۔ میں تمھاری شکایتوں کا ازالہ کروں گا اور تمھارے مُطالبے پورے کروں گا۔ جس پر لوگوں نے آپ کے اس اقدام کو بہت سراہا اور بڑی حد تک دلی کدورتوں کو آنسوؤں سے دھو ڈالا۔ یہاں سے فارغ ہو کر جب دولت سرا پر پہنچے، تو مروان نے کچھ کہنے کی اجازت چاہی۔ مگر حضرت عثمان کی زوجہ نائلہ بنت فرافصہ مانع ہوئیں اور مروان سے مخاطب ہو کر کہا کہ خدا کے لیے تم چُپ رہو، تم کوئی ایسی ہی بات کہو گے جو ان کے لیے موت کا پیش خیمہ بن کر رہ گے۔ مروان نے بگڑ کر کہا کہ تمھیں ان معاملات میں دخل دینے کا کوئی حق نہیں۔ تم اسی کی تو بیٹی ہو جسے مرتے دم تک وضو کرنا بھی نہ آیا۔ نائلہ نے جھلا کر کہا کہ تم غلط کہتے ہو اور بہتان باندھتے ہو۔ میرے باپ کو کچھ کہنے سے پہلے ذرا اپنے باپ کا حلیہ بھی دیکھ لیا ہوتا۔ اگر ان بڑے میاں کا خیال نہ ہوتا تو پھر وہ سُناتی کہ لوگ کانوں پہ ہاتھ رکھتے، اور ہر بات میں میری ہاں میں ہاں ملاتے۔ حضرت عثمان نے جب بات بڑھتے دیکھی، تو انھیں روک دیا اور مروان سے کہا کہ کہو کیا کہنا چاہتے ہو۔ مروان نے کہا کہ یہ آپ مسجد میں کیا کہہ آئے ہیں اور کیسی توبہ کر آئے ہیں۔ میرے نزدیک تو گناہ پر اڑے رہنا آپ کی اس توبہ سے ہزار درجہ بہتر تھا۔ کیونکہ گناہ خواہ کس حد تک بڑھ جائیں، اُن کے لیے توبہ کی گنجائش رہتی ہے اور مارے باندھے کی توبہ کوئی توبہ نہیں ہوتی۔ کہنے کو تو آپ کہہ آئے ہیں۔ مگر اس صلائے عام کا نتیجہ دیکھ لیجیے کہ دروازے پر لوگوں کے ٹھٹھ کے ٹھٹھ لگے ہوئے ہیں، تو اب آگے بڑھیے اور پورا کیجیے اُن کے مطالبات کو۔ حضرت عثمان نے کہا کہ خیر میں جو کہہ آیا سو کہہ آیا، اب تم ان لوگوں سے نپٹ لو۔ میرے بس کا یہ روگ نہیں کہ میں انھیں نپٹاؤں۔ چنانچہ مروان آپ کا ایما پا کر باہر آیا اور لوگوں سے خطاب کر کے کہا کہ تم لوگ یہاں کیوں جمع ہو؟ کیا دھاوا بولنے کا ارادہ ہے یا لوٹ مار کا قصد ہے؟ یاد رکھو کہ تم بآسانی ہمارے ہاتھوں سے اقتدار نہیں چھین سکتے اور یہ خیال دلوں سے نکال ڈالو کہ تم ہمیں دبا لو گے۔ ہم کسی سے دب کر رہنے والے نہیں ہیں۔ یہاں سے مُنہ کالا کرو، خدا تمھیں رُسوا و ذلیل کرے۔

لوگوں نے یہ بگڑے ہوئے تیور اور بدلا ہوا نقشہ دیکھا تو غیظ و غضب میں بھرے ہوئے وہاں سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور سیدھے امیر المومنین کے ہاں پہنچے، اور اُنھیں ساری روئیداد سُنائی جسے سُن کر حضرت مارے غصے کے پیچ و تاب کھانے لگے۔ اور اُسی وقت اٹھ کر عثمان کے ہاں گئے اور اُن سے کہا کہ "واہ سبحان اللہ"! کیا مسلمانوں کی درگت بنائی ہے۔ تم نے ایک بے دین و بدکردار کی خاطر دین سے بھی ہاتھ اُٹھا لیا اور عقل کو بھی جواب دے دیا۔ آخر تمھیں کچھ تو اپنے وعدے کا پاس

ولحاظ ہونا چاہیئے تھا۔ یہ کیا مروان کے اشارے پر آنکھ بند کر کے چل پڑو۔ یاد رکھو کہ وہ تمھیں ایسے اندھے کنوئیں میں پھینکے گا کہ پھر اُس سے نکل نہ سکو گے۔ تم تو مروان کی سواری بن گئے ہو کہ وہ جس طرح چاہے تم پر سواری گانٹھ لے، اور جس غلط راہ پر چاہے تمھیں ڈال دے۔ آئندہ سے میں تمھارے معاملہ میں کوئی دخل نہ دوں گا اور نہ لوگوں سے کچھ کہوں سنوں گا۔ اب تم جانو اور تمھارا کام۔

اتنا کہہ سُن کر حضرت تو واپس ہوئے، اور نائلہ کی بن آئی۔ انھوں نے حضرت عثمان سے کہا کہ میں نہ کہتی تھی کہ مروان سے پیچھا چھڑائیے ورنہ وہ ایسا کلنک کا ٹیکہ لگائے گا کہ مٹائے نہ مٹے گا، بھلا اس کے کہنے پر کیا چلنا کہ جو لوگوں میں بے آبرو اور نظروں سے گرا ہوا ہو۔ علیؑ ابنِ ابی طالب کو منایئے ورنہ یاد رکھیئے کہ بگڑے ہوئے حالات کا بنانا نہ آپ کے بس میں ہے اور نہ مروان کے اختیار میں ہے۔ حضرت عثمان اس سے متاثر ہوئے اور امیرالمومنین کے پیچھے آدمی بھیجا۔ مگر حضرت نے ملنے سے صاف انکار کر دیا۔ خود حضرت عثمان کے گرد گو محاصرہ نہ تھا۔ مگر حیا زنجیر پا تھی، کون سا منہ لے کر گھر سے باہر نکلتے۔ مگر نکلے بغیر کوئی چارہ بھی نہ تھا۔ لہٰذا رات کے پردے میں چُپکے سے نکلے اور امیرالمومنین کے ہاں جا پہنچے اور اپنی بےبسی اور لاچاری کا رونا رویا۔ عذر معذرت بھی کی، وعدے کی پابندی کا یقین بھی دلایا۔ مگر حضرت نے فرمایا کہ تم مسجدِ نبوی میں منبرِ رسول پر کھڑے ہو کر مسلمانوں کے بھرے مجمع میں ایک وعدہ کرتے ہو، تو اُس کا ایفا یوں ہوتا ہے کہ جب لوگ تمھارے ہاں پہنچتے ہیں تو انھیں بُرا بھلا کہا جاتا ہے اور گالیاں تک دی جاتی ہیں۔ جب تمھارے قول و قرار کی یہ صورت ہے کہ جسے دُنیا دیکھ چکی ہے، تو کس بھروسے پر میں آئندہ کے لیے تمھاری کسی بات پر اعتماد کروں۔ اب مجھ سے کوئی توقع نہ رکھو۔ میں تمھاری طرف سے کوئی ذمہ داری اپنے سر لینے کے لیے تیار نہیں۔ راستے تمھارے سامنے کھلے ہوئے ہیں جو راستہ چاہو اختیار کرو، اور جس دھڑے پر چاہو چلو۔ اس بات چیت کے بعد حضرت عثمان پلٹ آئے اور اُلٹا امیرالمومنین کو موردِ الزام ٹھہرانا شروع کر دیا کہ ان کی شہ پر یہ ہنگامے اُٹھ رہے ہیں، اور سب کچھ کر سکنے کے باوجود کچھ نہیں کرتے۔

اِدھر توبہ کا جو حشر ہوا سو ہوا۔ اب دُوسری طرف کی سُنیئے کہ جب محمد ابنِ ابی بکر حجاز کی سرحد طے کر کے دریائے قلزم کے کنارے مقامِ ایلہ تک پہنچے تو لوگوں کی نظریں ایک ناقہ سوار پر پڑیں جو اپنی سواری کو اس طرح بگٹٹ دوڑائے لیے جا رہا تھا، جیسے دشمن اس کے تعاقب میں ہوں۔ ان لوگوں کو اس پر کچھ شبہ ہوا، تو اُسے بلا کر پوچھا کہ تم کون ہو؟ اس نے کہا کہ میں حضرت عثمان کا غلام ہوں۔ پوچھا کہ کہاں کا ارادہ ہے؟ اس نے کہا کہ مصر کا۔ پوچھا کہ کس کے پاس جا رہے ہو؟ اُس نے کہا کہ والیٔ مصر کے پاس۔ لوگوں نے کہا کہ والیٔ مصر تو ہمارے ہمراہ ہیں۔ تم کس کے پاس جا رہے ہو؟ اس نے کہا کہ مجھے ابنِ ابی سرح کے پاس جانا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ تمھارے پاس کوئی خط وغیرہ بھی ہے؟ اس نے کہا کہ نہیں۔ پوچھا کہ کس مقصد سے جا رہے ہو؟ اُس نے کہا کہ یہ نہیں معلوم۔ لوگوں نے کہا کہ اس کی جامہ تلاشی لینا چاہیے۔ چنانچہ تلاشی لی گئی مگر اس سے کوئی چیز برآمد نہ ہوئی۔ کنانہ ابن بشر نے کہا، کہ ذرا اس کا مشکیزہ تو دیکھو۔ لوگوں نے کہا کہ چھوڑو، بھلا پانی میں خط کہاں ہو

سکتا ہے۔ اکنانہ نے کہا کہ تم کیا جانو کہ یہ لوگ کیا کیا چالیں چلا کرتے ہیں۔ چنانچہ مشکیزہ کھول کر دیکھا گیا تو اس میں سیسے کی ایک نلکی تھی۔ جس میں خط رکھا ہوا تھا۔ جب کھول کر پڑھا گیا تو فرمانِ خلافت یہ تھا۔ کہ "جب محمد ابن ابی بکر اپنے ہمراہیوں کے ساتھ تمہارے، پاس پہنچے، تو ان میں سے فلاں کو قتل کرو، فلاں کے ہاتھ کاٹو اور فلاں کو جیل میں ڈالو، اور اپنے عہدہ پر برقرار رہو۔ یہ پڑھ کر سب پر سناٹا چھا گیا، اور حیرت سے ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔

بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است

اب آگے بڑھنا تو موت کے منہ میں جانا تھا، چنانچہ اس غلام کو ساتھ لے کر سب مدینہ کی طرف پلٹ پڑے اور وہاں پہنچ کر وہ خط صحابہ کے مجمع کے سامنے رکھ دیا۔ اس واقعہ کو جس نے سنا، انگشت بدنداں ہو کر رہ گیا اور کوئی ایسا شخص نہ تھا کہ جو حضرت عثمان کو برا نہ کہہ رہا ہو۔ اس کے بعد چند صحابہ ان لوگوں کے ہمراہ حضرت عثمان کے ہاں پہنچے اور وہ خط اُن کے سامنے رکھ دیا اور پوچھا کہ اس خط پر مُہر کس کی ہے؟ کہا کہ میری۔ پوچھا کہ یہ تحریر کس کی ہے؟ کہا کہ میرے کاتب کی۔ پوچھا یہ غلام کس کا ہے؟ کہا کہ میرا۔ پوچھا کہ یہ سواری کس کی ہے کہا کہ حکومت کی۔ پوچھا کہ یہ بھیجا کس نے ہے، فرمایا کہ اس کا مجھے علم نہیں۔ لوگوں نے کہا کہ سبحان اللہ! سب کچھ آپ کا اور آپ کو یہ تک پتہ نہ چلنے پائے کہ یہ کس نے بھیجا ہے! جب آپ اتنے ہی بے بس ہیں، تو چھوڑیئے خلافت کو اور الگ ہو جیے تاکہ کوئی ایسا شخص آئے جو مسلمانوں کے امور کی دیکھ بھال کر سکتا ہو۔ انھوں نے کہا کہ یہ نہیں ہو سکتا کہ میں اس پیراہن کو اتار دوں جو اللہ نے مجھے پہنایا ہے۔ البتہ توبہ کیے لیتا ہوں۔ لوگوں نے کہا کہ توبہ کی بھلی کہی۔ اس کی مٹی تو اسی دن خراب ہو گئی تھی۔ جب آپ کے دروازے پر مروان آپ کی ترجمانی کر رہا تھا اور رہی سہی کسر اس خط نے نکال دی ہے۔ اب ہم ان بھرّوں میں آنے والے نہیں ہیں۔ خلافت کو چھوڑیئے۔ اگر آپ کے بھائی بند ہمارے سدِ راہ ہوئے تو ہم انھیں روکیں گے اور اگر لڑنے کے لیے آمادہ ہوئے تو ہم بھی لڑیں گے۔ نہ ہمارے ہاتھ شل ہیں اور نہ ہماری تلواریں کند ہیں۔ اگر آپ مسلمانوں کو ایک نظر سے دیکھتے ہیں اور انصاف کے علمبردار ہیں تو مروان کو ہمارے حوالے کیجیے تاکہ ہم اُس سے باز پُرس کریں کہ وہ کس کے بل بوتے پر خط لکھ کر مسلمانوں کی عزیز جانوں سے کھیلنا چاہ رہا تھا۔ مگر آپ نے اس مطالبہ کو ٹھکرا دیا اور مروان کو اُن کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا جس پر لوگوں نے کہا کہ پھر یہ خط بھی آپ ہی کے حکم سے لکھا گیا ہے۔

بہرصورت سدھرے ہوئے حالات پھر سے بگڑ گئے، اور انھیں بگڑنا ہی چاہیئے تھا۔ کیونکہ مطلوبہ مدت کے گزر جانے کے باوجود ہر چیز جوں کی توں تھی، اور رائی برابر بھی اِدھر سے اُدھر نہ ہوئی تھی۔ چنانچہ توبہ کا انجام دیکھنے کے لیے وادیٔ خشب میں جو لوگ ٹھہرے ہوئے تھے، وہ بھی پھر سیلاب کی طرح بڑھے، اور مدینہ کی گلیوں میں پھیل گئے اور ہر طرف سے ناکہ بندی کر کے اُن کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔

انہی محاصرہ کے دنوں میں پیغمبر کے ایک صحابی نیار ابنِ عیاض نے حضرت عثمان سے بات چیت کرنا چاہی اور اُن

کے ہاں پہنچ کر انھیں پکارا۔ جب انھوں نے اوپر سے جھانک کر دیکھا تو آپ نے کہا کہ اے عثمان! خدا کے لیے اس خلافت سے دست بردار ہو جاؤ، اور مسلمانوں کو اس خون خرابے سے بچاؤ۔ ابھی وہ بات کر ہی رہے تھے کہ حضرت عثمان کے آدمیوں میں سے ایک نے انھیں تیر کا نشانہ بنا کر جان سے مار ڈالا۔ جس پر لوگ بھڑک اٹھے اور پکار کر کہا کہ نیار کا قاتل ہمارے حوالے کرو مگر حضرت عثمان نے فرمایا کہ یہ نہیں ہو سکتا کہ میں اپنے ایک مددگار کو تمھارے حوالے کر دوں۔ اس سینہ زوری نے آگ میں ہوا کا کام کیا اور لوگوں نے جوش میں آ کر ان کے گھر کے دروازے میں آگ لگا دی۔ اور اندر گھسنے کے لیے آگے بڑھے کہ مروان ابن حکم، سعید ابن عاص، اور مغیرہ ابن اخنس اپنے اپنے جتھوں کے ساتھ محاصرہ کرنے والوں پر ٹوٹ پڑے، اور دروازے پر کشت و خون شروع ہو گیا۔ لوگ گھر کے اندر گھسنا چاہتے تھے، مگر انھیں دھکیل دیا جاتا تھا۔ اتنے میں عمرو ابن حزم انصاری نے کہ جن کا مکان حضرت عثمان کے مکان سے متصل تھا۔ اپنے گھر کا دروازہ کھول دیا اور للکار کر کہا کہ ادھر سے بڑھو۔ چنانچہ محاصرہ کرنے والے اس مکان کے ذریعہ کاشانۂ خلافت کی چھت پر پہنچ گئے اور وہاں سے گھر کے صحن میں اتر کر تلواریں سونت لیں۔ ابھی ایک آدھ جھڑپ ہی ہونے پائی تھی، کہ حضرت عثمان کے گھر والوں کے علاوہ ان کے ہواخواہ اور بنی امیہ مدینہ کی گلیوں میں بھاگ کھڑے ہوئے، اور کچھ ام حبیبہ کے گھر میں جا چھپے اور جو رہ گئے وہ حضرت عثمان کا حق نمک ادا کرتے ہوئے ان کے ساتھ قتل ہو گئے۔ (تاریخ الخلفاء و تاریخ طبری)

آپ کے قتل پر مختلف شعراء نے مرثیے کہے۔ سردست ابوہریرہ کے مرثیہ کا ایک شعر پیش نظر ہے ؎

للناس هم ولي في اليوم همان   فقد الجراب وقتل الشيخ عثمان

"لوگوں کو تو آج کے دن صرف ایک صدمہ ہے لیکن مجھے برابر کے دو صدمے ہیں ایک حضرت عثمان کے قتل ہونے کا، اور دوسرا اپنے تھیلے کے کھو جانے کا۔"

ان واقعات کو دیکھنے کے بعد امیر المومنین کا موقف واضح ہو جاتا ہے کہ نہ آپ اس جماعت کا ساتھ دے رہے تھے جو ان کے قتل پر ابھار رہی تھی، اور نہ اس گروہ میں لائے جا سکتے ہیں کہ جو ان کی حمایت و مدافعت پر کھڑا ہوا تھا۔ بیشک جہاں تک حالات اجازت دیتے رہے، وہ ان کے بچاؤ کی صورتیں انھیں سمجھاتے رہے اور جب یہ دیکھا کہ جو کہا جاتا ہے، وہ عملاً کیا نہیں جاتا، تو آپ اپنا دامن بچا کر الگ ہو گئے۔

جب دونوں فریق کو دیکھا جاتا ہے تو جن لوگوں نے حضرت عثمان کی نصرت سے ہاتھ اٹھایا تھا، ان میں ام المومنین عائشہ اور روایات جمہور کے مطابق عشرۂ مبشرہ بقیۂ اہل شوریٰ، انصار و مہاجرین اولین اصحاب بدر اور دیگر ممتاز و جلیل القدر افراد نظر آتے ہیں اور دوسری طرف بارگاہ خلافت کے چند غلام اور بنی امیہ کی چند فرد دکھائی دیتی ہیں۔ اگر مروان و سعید ابن عاص جیسے لوگوں کو مہاجرین اولین پر فوقیت نہیں دی جا سکتی، تو پھر ان کے عمل کو بھی ان کے طرز عمل پر فوقیت دینا مشکل ہوگا اور اگر اجماع مخصوص موارد ہی کے لیے حجت نہیں ہے تو پھر صحابہ کی اس زبردست اتفاق رائے پر انگشت نمائی مشکل ہوگی۔

خطبہ ۳۱

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ- لِابْنِ الْعَبَّاسِ لَمَّا أَرْسَلَهُ إِلَى الزُّبَيْرِ لِيَسْتَفِيئَهُ إِلَى طَاعَتِهِ قَبْلَ حَرْبِ الْجَمَلِ :- لَا تَلْقَيَنَّ طَلْحَةَ فَإِنَّكَ إِنْ تَلْقَهُ تَجِدْهُ كَالثَّوْرِ عَاقِصًا قَرْنَهُ يَرْكَبُ الصَّعْبَ وَيَقُولُ هُوَ الذَّلُولُ. وَلٰكِنِ الْقَ الزُّبَيْرَ فَإِنَّهُ أَلْيَنُ عَرِيكَةً فَقُلْ لَهُ يَقُولُ لَكَ ابْنُ خَالِكَ: عَرَفْتَنِي بِالْحِجَازِ وَأَنْكَرْتَنِي بِالْعِرَاقِ فَمَا عَدَا مِمَّا بَدَا. أَقُولُ هُوَ (عَلَيْهِ السَّلَامُ) أَوَّلُ مَنْ سُمِعَتْ مِنْهُ هٰذِهِ الْكَلِمَةُ أَعْنِي فَمَا عَدَا مِمَّا بَدَا۔

جب جنگِ جمل شروع ہونے سے پہلے حضرت نے ابنِ عباس کو زبیر کے پاس اس مقصد سے بھیجا کہ وہ انھیں اطاعت کی طرف پلٹائیں، تو اس موقعہ پر ان سے فرمایا۔

طلحہ سے ملاقات نہ کرنا۔ اگر تم اس سے ملے، تو تم اس کو ایک ایسا سرکش بیل پاؤ گے۔ جس کے سینگ کانوں کی طرف مڑے ہوئے ہوں۔ وہ منہ زور سواری پر سوار ہوتا ہے اور پھر کہتا یہ ہے کہ یہ رام کی ہوئی سواری ہے۔ بلکہ تم زبیر سے ملنا اس لیے کہ وہ نرم طبیعت ہے اور اس سے یہ کہنا کہ تمھارے ماموں زاد بھائی نے کہا ہے کہ تم حجاز میں تو مجھ سے جان پہچان رکھتے تھے اور یہاں عراق میں آکر بالکل اجنبی بن گئے۔ آخر اس تبدیلی کا کیا سبب ہے۔

علامہ رضی فرماتے ہیں کہ اس کلام کا آخری جملہ "فما عدا مما بدا" جس کا مطلب یہ ہے کہ اس تبدیلی کا کیا سبب ہوا سب سے پہلے آپ ہی کی زبان سے سنا گیا ہے۔

خطبہ ۳۲

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ- أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا قَدْ أَصْبَحْنَا فِي دَهْرٍ عَنُودٍ- وَزَمَنٍ كَنُودٍ يُعَدُّ فِيهِ الْمُحْسِنُ مُسِيئًا- وَيَزْدَادُ الظَّالِمُ فِيهِ عُتُوًّا- لَا نَنْتَفِعُ بِمَا عَلِمْنَا- وَلَا نَسْأَلُ عَمَّا جَهِلْنَا- وَلَا نَتَخَوَّفُ قَارِعَةً حَتّٰى تَحُلَّ بِنَا- فَالنَّاسُ عَلٰى أَرْبَعَةِ أَصْنَافٍ: مِنْهُمْ مَنْ لَا

اے لوگو! ہم ایک ایسے کج رفتار زمانہ اور ناشکر گزار دنیا میں پیدا ہوئے ہیں کہ جس میں نیکوکار کو خطاکار سمجھا جاتا ہے، اور ظالم اپنی سرکشی میں بڑھتا ہی جاتا ہے۔ جن چیزوں کو ہم جانتے ہیں، ان سے فائدہ نہیں اٹھاتے اور جن چیزوں کو نہیں جانتے، انھیں دریافت نہیں کرتے اور جب تک مصیبت آ نہیں جاتی، ہم خطرہ محسوس نہیں کرتے۔ (اس زمانے کے) لوگ چار طرح کے ہیں کچھ وہ ہیں، جنھیں مفسدہ انگیزی سے مانع صرف ان کے نفس کا بے وقعت

يَمْنَعُهُ الْفَسَادَ إِلَّا مَهَانَةُ نَفْسِهِ
وَكَلَالَةُ حَدِّهِ وَنَضِيضُ وَفْرِهِ وَمِنْهُمُ
الْمُصْلِتُ لِسَيْفِهِ - وَالْمُعْلِنُ بِشَرِّهِ
وَالْمُجْلِبُ بِخَيْلِهِ وَرَجْلِهِ - قَدْ أَشْرَطَ
نَفْسَهُ وَأَوْبَقَ دِينَهُ لِحُطَامٍ يَنْتَهِزُهُ
أَوْ مِقْنَبٍ يَقُودُهُ أَوْ مِنْبَرٍ يَفْرَعُهُ -
وَلَبِئْسَ الْمَتْجَرُ أَنْ تَرَى الدُّنْيَا
لِنَفْسِكَ ثَمَناً وَمِمَّا لَكَ عِنْدَ اللهِ
عِوَضاً وَمِنْهُمْ مَنْ يَطْلُبُ الدُّنْيَا
بِعَمَلِ الْآخِرَةِ وَلَا يَطْلُبُ
الْآخِرَةَ بِعَمَلِ الدُّنْيَا قَدْ
طَامَنَ مِنْ شَخْصِهِ وَقَارَبَ
مِنْ خَطْوِهِ وَشَمَّرَ مِنْ ثَوْبِهِ وَ
زَخْرَفَ مِنْ نَفْسِهِ لِلْأَمَانَةِ وَ
اتَّخَذَ سِتْرَ اللهِ ذَرِيعَةً إِلَى
الْمَعْصِيَةِ وَمِنْهُمْ مَنْ أَبْعَدَهُ عَنْ
طَلَبِ الْمُلْكِ ضُئُولَةُ نَفْسِهِ -
وَانْقِطَاعُ سَبَبِهِ فَقَصَرَتْهُ
الْحَالُ عَنْ حَالِهِ فَتَحَلَّى بِاسْمِ
الْقَنَاعَةِ وَتَزَيَّنَ بِلِبَاسِ أَهْلِ
الزَّهَادَةِ وَلَيْسَ مِنْ ذٰلِكَ فِي
مَرَاحٍ وَلَا مَغْدًى - وَبَقِيَ رِجَالٌ
غَضَّ أَبْصَارَهُمْ ذِكْرُ الْمَرْجِعِ
وَأَرَاقَ دُمُوعَهُمْ خَوْفُ الْمَحْشَرِ
فَهُمْ بَيْنَ شَرِيدٍ نَادٍّ - وَخَائِفٍ

ہونا، ان کی دھار کا کند ہونا، اور اُن کے پاس مال کا کم ہونا ہے اور کچھ لوگ وُہ ہیں جو تلواریں سونتے ہوئے علانیہ شر پھیلا رہے ہیں اور اُنھوں نے اپنے سوار اور پیادے جمع کر رکھے ہیں۔ صرف کچھ مال بٹورنے یا کسی دستہ کی قیادت کرتے، یا منبر پر بلند ہونے کے لیے انھوں نے اپنے نفسوں کو وقف کر دیا ہے اور دین کو تباہ و برباد کر ڈالا ہے۔ کتنا ہی بُرا سودا ہے کہ تم دُنیا کو اپنے نفس کی قیمت اور اللہ کے یہاں کی نعمتوں کا بدل قرار دے لو۔ اور کچھ لوگ وُہ ہیں جو آخرت والے کاموں سے دُنیا طلبی کرتے ہیں اور یہ نہیں کرتے کہ دُنیا کے کاموں سے بھی آخرت کا بنانا مقصود رکھیں۔ یہ اپنے اُوپر بڑا سکون و وقار طاری رکھتے ہیں۔ آہستہ آہستہ قدم اُٹھاتے ہیں اور دامنوں کو اُوپر کی طرف سمیٹتے رہتے ہیں اور اپنے نفسوں کو اس طرح سنوار لیتے ہیں کہ لوگ انھیں امین سمجھ لیں۔ یہ لوگ اللہ کی پردہ پوشی سے فائدہ اُٹھا کر اُس کا گناہ کرتے ہیں اور کچھ لوگ وُہ ہیں جنھیں اُن کے نفسوں کی کمزوری اور ساز و سامان کی نافراہمی ملک گیری کے لیے اُٹھنے نہیں دیتی۔ ان حالات نے انہی ترقی و بلندی حاصل کرنے سے درماندہ و عاجز کر دیا ہے اس لیے قناعت کے نام سے انھوں نے اپنے آپ کو آراستہ کر رکھا ہے اور زاہدوں کے لباس سے اپنے کو سج لیا ہے۔ حالانکہ اُنہیں ان چیزوں سے کسی وقت کبھی کوئی لگاؤ نہیں رہا۔ اس کے بعد تھوڑے سے وہ لوگ رہ گئے، جن کی آنکھیں آخرت کی یاد اور حشر کے خوف سے جُھکی ہوئی ہیں اور اُن سے آنسو رواں رہتے ہیں۔ اُن میں کچھ تو وہ ہیں، جو دُنیا والوں سے الگ تھلگ تنہائی میں پڑے ہیں

مَقْمُوعٌ - وَسَاكِتٍ مَكْعُومٍ - وَدَاعٍ
مُخْلِصٍ - وَثَكْلَانَ مُوجَعٍ - قَدْ
أَخْمَلَتْهُمُ التَّقِيَّةُ وَشَمِلَتْهُمُ
الذِّلَّةُ فَهُمْ فِي بَحْرٍ أُجَاجٍ - أَفْوَاهُهُمْ
ضَامِزَةٌ وَقُلُوبُهُمْ قَرِحَةٌ - وَقَدْ
وَعَظُوا حَتَّى مَلُّوا وَقُهِرُوا حَتَّى
ذَلُّوا - وَقُتِلُوا حَتَّى قَلُّوا - فَلْتَكُنِ
الدُّنْيَا فِي أَعْيُنِكُمْ أَصْغَرَ مِنْ
حُثَالَةِ الْقَرَظِ وَقُرَاضَةِ الْجَلَمِ -
وَاتَّعِظُوا بِمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ - قَبْلَ
أَنْ يَتَّعِظَ بِكُمْ مَنْ بَعْدَكُمْ -
وَارْفُضُوهَا ذَمِيمَةً فَإِنَّهَا
قَدْ رَفَضَتْ مَنْ كَانَ أَشْغَفَ
بِهَا مِنْكُمْ -

(أَقُولُ) هٰذِهِ الْخُطْبَةُ
رُبَّمَا نَسَبَهَا مَنْ لَا عِلْمَ لَهُ
إِلَى مُعَاوِيَةَ وَهِيَ مِنْ كَلَامِ
أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ
الَّذِي لَا يُشَكُّ فِيهِ وَأَيْنَ الذَّهَبُ
مِنَ الرُّغَامِ وَالْعَذْبُ مِنَ الْأُجَاجِ
وَقَدْ دَلَّ عَلَى ذٰلِكَ الدَّلِيلُ
الْخِرِّيتُ وَنَقَدَهُ النَّاقِدُ
الْبَصِيرُ عَمْرُو بْنُ بَحْرٍ الْجَاحِظُ
فَإِنَّهُ ذَكَرَ هٰذِهِ الْخُطْبَةَ فِي
كِتَابِ الْبَيَانِ وَالتَّبْيِينِ وَ

اور کچھ خوف و ہراس کے عالم میں ذلتیں سہہ رہے ہیں، اور بعض نے اس طرح چپ سادھ لی ہے کہ گویا ان کے منہ باندھ دیئے گئے ہیں۔ کچھ خلوص سے دعائیں مانگ رہے ہیں کچھ غم زدہ و درد رسیدہ ہیں۔ جنھیں خوف نے گمنامی کے گوشہ میں بٹھا دیا ہے اور خستگی و درماندگی اُن پر چھائی ہوئی ہے وہ ایک شور دریا میں ہیں (کہ باوجود پانی کی کثرت کے پھر وہ پیاسے ہیں) ان کے منہ بند اور دل مجروح ہیں۔ انھوں نے لوگوں کو اتنا سمجھایا بجھایا کہ وہ اکتا گئے اور اتنا ان پر جبر کیا گیا، کہ وہ بالکل دب گئے اور اتنے قتل کیے گئے کہ ان میں (نمایاں) کمی ہو گئی۔ اس دنیا کو تمھاری نظروں میں کیکر کے چھلکوں اور اُن کے ریزوں سے بھی زیادہ حقیر و پست ہونا چاہیئے اور اپنے قبل کے لوگوں سے تم عبرت حاصل کر لو۔ اس کے قبل کہ تمھارے حالات سے بعد والے عبرت حاصل کریں اور اس دنیا کی برائی محسوس کرتے ہوئے اس سے قطع تعلق کرو۔ اس لیے کہ اس نے آخر میں ایسوں سے قطع تعلق کر لیا جو تم سے زیادہ اس کے والہ و شیدا تھے۔

سید رضی فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں نے اپنی لاعلمی کی بنا پر اس خطبہ کو معاویہ کی طرف منسوب کیا ہے۔ حالانکہ یہ امیر المومنین علیہ السلام کا کلام ہے جس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ بھلا سونے کو مٹی سے کیا نسبت اور شیریں پانی کو شور پانی سے کیا ربط۔ چنانچہ اس وادی میں راہ دکھانے والے ماہر فن اور پرکھنے والے بابصیرت عمرو ابن بحر جاحظ نے اس کی خبر دی ہے، اور اپنی کتاب "البیان والتبیین" میں اس کا ذکر کیا ہے اور اُن لوگوں کا بھی ذکر کیا

ذَكَرَ مَنْ نَسَبَهَا إِلَى مُعَاوِيَةَ ثُمَّ قَالَ هِيَ بِكَلَامِ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَشْبَهُ وَ بِمَذْهَبِهِ فِي تَصْنِيفِ النَّاسِ وَبِالْإِخْبَارِ عَمَّا هُمْ عَلَيْهِ مِنَ الْقَهْرِ وَالْإِذْلَالِ وَ مِنَ التَّقِيَّةِ وَالْخَوْفِ أَلْيَقُ قَالَ وَ مَتَى وَجَدْنَا مُعَاوِيَةَ فِي حَالٍ مِنَ الْأَحْوَالِ يَسْلُكُ فِي كَلَامِهِ مَسْلَكَ الزُّهَّادِ وَمَذَاهِبَ الْعُبَّادِ

ہے، جنھوں نے اسے معاویہ کی طرف منسوب کیا ہے۔ اس کے بعد کہا ہے کہ یہ کلام علی علیہ السلام کے کلام سے ہُوبہو ملتا جُلتا ہے اور اس میں جو لوگوں کی تقسیم اور اُن کی ذلت و پستی اور خوف و ہراس کی حالت بیان کی ہے یہ آپ ہی کے مسلک سے میل کھاتی ہے۔ ہم نے تو کسی حالت میں بھی معاویہ کو زاہدوں کے انداز اور عابدوں کے طریقہ پر کلام کرتے ہوئے نہیں پایا۔

خطبہ ٣٣

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ عِنْدَ خُرُوجِهِ لِقِتَالِ أَهْلِ الْبَصْرَةِ۔ قَالَ عَبْدُ اللهِ ابْنُ الْعَبَّاسِ، دَخَلْتُ عَلَى أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِذِي قَارٍ وَهُوَ يَخْصِفُ نَعْلَهُ فَقَالَ لِي مَا قِيمَةُ هٰذِهِ النَّعْلِ فَقُلْتُ لَا قِيمَةَ لَهَا، فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَاللهِ لَهِيَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ إِمْرَتِكُمْ إِلَّا أَنْ أُقِيمَ حَقًّا أَوْ أَدْفَعَ بَاطِلًا ثُمَّ خَرَجَ فَخَطَبَ النَّاسَ فَقَالَ۔

إِنَّ اللهَ بَعَثَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَلَيْسَ أَحَدٌ مِنَ الْعَرَبِ يَقْرَأُ كِتَابًا وَلَا يَدَّعِي نُبُوَّةً۔ فَسَاقَ النَّاسَ حَتَّى بَوَّأَهُمْ مَحَلَّتَهُمْ وَبَلَّغَهُمْ مَنْجَاتَهُمْ فَاسْتَقَامَتْ قَنَاتُهُمْ وَاطْمَأَنَّتْ صَفَاتُهُمْ - أَمَا وَاللهِ إِنْ كُنْتُ لَفِي سَاقَتِهَا حَتَّى تَوَلَّتْ

امیر المومنینؑ جب اہلِ بصرہ سے جنگ کے لیے نکلے تو عبداللہ بن عباس کہتے ہیں کہ میں مقام ذی قار میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہُوا تو دیکھا کہ آپ اپنا جُوتا ٹانک رہے ہیں۔ (مجھے دیکھ کر فرمایا کہ اے ابنِ عباس اس جوتے کی کیا قیمت ہوگی؟) میں نے کہا کہ اب تو اس کی کچھ بھی قیمت نہ ہوگی، تو آپ نے فرمایا کہ اگر میرے پیشِ نظر حق کا قیام اور باطل کا مٹانا نہ ہو تو تم لوگوں پر حکومت کرنے سے یہ جُوتا مجھے کہیں زیادہ عزیز ہے۔ پھر آپ باہر تشریف لائے اور لوگوں میں یہ خطبہ دیا۔

اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کو اُس وقت بھیجا کہ جب عربوں میں نہ کوئی کتاب (آسمانی) کا پڑھنے والا تھا نہ کوئی نبوت کا دعوے دار۔ آپ نے ان لوگوں کو ان کے (صحیح) مقام پر اُتارا، اور نجات کی منزل پر پہنچا دیا۔ یہاں تک کہ اُن کے سارے خم جاتے رہے اور حالات محکم و استوار ہو گئے۔ خدا کی قسم! میں بھی اُن لوگوں میں تھا جو اس صورتِ حال میں انقلاب پیدا کر رہے تھے۔ یہاں

بِحَذَافِيرِهَا مَا ضَعُفْتُ وَلَا جَبُنْتُ وَإِنَّ مَسِيرِي هٰذَا لِمِثْلِهَا فَلَأُبْقِرَنَّ الْبَاطِلَ حَتّٰى يَخْرُجَ الْحَقُّ مِنْ جَنْبِهِ مَا لِي وَلِقُرَيْشٍ ـ وَاللّٰهِ لَقَدْ قَاتَلْتُهُمْ كَافِرِينَ وَلَأُقَاتِلَنَّهُمْ مَفْتُونِينَ ـ وَإِنِّي لَصَاحِبُهُمْ بِالْأَمْسِ كَمَا أَنَا صَاحِبُهُمُ الْيَوْمَ ـ

تک کہ انقلاب مکمل ہو گیا۔ میں نے (اس کام میں) نہ کمزوری دکھائی نہ بزدلی سے کام لیا اور اب بھی میرا اقدام ویسے ہی مقصد کے لیے ہے تو سہی جو میں باطل کو چیر کر حق کو اس کے پہلو سے نکال لوں۔ مجھے قریش سے وجہ نزاع ہی اور کیا ہے۔ خدا کی قسم! میں نے تو اُن سے جنگ کی، جبکہ وہ کافر تھے اور اب بھی جنگ کروں گا جبکہ وہ باطل کے ورغلانے میں آ چکے ہیں اور جس شان سے میں کل اُن کا مدِ مقابل رہ چکا ہوں، ویسا ہی آج ثابت ہوگا۔

خطبہ ۳۴

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي اسْتِنْفَارِ النَّاسِ إِلَى أَهْلِ الشَّامِ ـ

أُفٍّ لَكُمْ لَقَدْ سَئِمْتُ عِتَابَكُمْ أَرَضِيتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْآخِرَةِ عِوَضًا ـ وَبِالذُّلِّ مِنَ الْعِزِّ خَلَفًا ـ إِذَا دَعَوْتُكُمْ إِلَى جِهَادِ عَدُوِّكُمْ دَارَتْ أَعْيُنُكُمْ كَأَنَّكُمْ مِنَ الْمَوْتِ فِي غَمْرَةٍ ـ وَمِنَ الذُّهُولِ فِي سَكْرَةٍ يُرْتَجُ عَلَيْكُمْ حَوَارِي فَتَعْمَهُونَ فَكَأَنَّ قُلُوبَكُمْ مَأْلُوسَةٌ فَأَنْتُمْ لَا تَعْقِلُونَ ـ مَا أَنْتُمْ لِي بِثِقَةٍ سَجِيسَ اللَّيَالِي وَمَا أَنْتُمْ بِرُكْنٍ يُمَالُ بِكُمْ وَلَا زَوَافِرُ عِزٍّ يُفْتَقَرُ إِلَيْكُمْ مَا أَنْتُمْ إِلَّا كَإِبِلٍ ضَلَّ رُعَاتُهَا ـ فَكُلَّمَا جُمِعَتْ مِنْ جَانِبٍ انْتَشَرَتْ مِنْ آخَرَ ـ

لوگوں کو اہلِ شام سے آمادۂ جنگ کرنے کے لیے فرمایا

حیف ہے تم پر، میں تو تمھیں ملامت کرتے کرتے بھی اکتا گیا ہوں کیا تمھیں آخرت کے بدلے دُنیوی زندگی اور عزت کے بدلے ذلت ہی گوارا ہے؟ جب تمھیں دشمنوں سے لڑنے کے لیے بلاتا ہوں تو تمھاری آنکھیں اس طرح گھومنے لگ جاتی ہیں کہ گویا تم موت کے گرداب میں ہو اور جان کنی کی غفلت اور مدہوشی تم پر طاری ہے۔ میری باتیں جیسے تمھاری سمجھ ہی میں نہیں آتیں تو تم ششدر رہ جاتے ہو۔ معلوم ہوتا ہے جیسے تمھارے دل و دماغ پر دیوانگی کا اثر ہے کہ تم کچھ عقل سے کام نہیں لے سکتے۔ تم ہمیشہ کے لیے مجھ سے اپنا اعتماد کھو چکے ہو۔ نہ تم کوئی قوی سہارا ہو کہ تم پر بھروسہ کر کے دشمنوں کی طرف رُخ کیا جائے، اور نہ تم عزت و کامرانی کے وسیلے ہو، کہ تمھاری ضرورت محسوس ہو۔ تمھاری مثال تو اُن اونٹوں کی سی ہے۔ جن کے چرواہے گم ہو گئے ہوں۔

لبئس لعمر الله سعر نار الحرب
أنتم تكادون ولا تكيدون وتنتقص
أطرافكم فلا تمتعضون لا ينام
عنكم وأنتم في غفلة ساهون
غلب والله المتخاذلون وايم الله
إني لأظن بكم أن لو حمس الوغى
واستحر الموت قد انفرجتم عن
ابن أبي طالب انفراج الرأس
والله إن امرأ يمكن عدوه
من نفسه يعرق لحمه و
يهشم عظمه ويفري جلده
لعظيم عجزه ضعيف ما
ضمت عليه جوانح صدره
أنت فكن ذاك إن شئت
فأما أنا فوالله دون أن أعطي ذلك
ضرب بالمشرفية۔
تطير منه فراش الهام
وتطيح السواعد والأقدام
ويفعل الله بعد ذلك ما يشاء۔
أيها الناس إن لي عليكم حقا
ولكم علي حق فأما حقكم
علي فالنصيحة لكم وتوفير
فيئكم عليكم وتعليمكم
كيلا تجهلوا وتأديبكم كيما تعلموا۔
وأما حقي عليكم فالوفاء

اگر انھیں ایک طرف سے سمیٹا جائے، تو دوسری طرف سے تتر بتر ہو جائیں گے۔ خدا کی قسم تم جنگ کے شعلے بھڑکانے کے لیے بہت بُرے ثابت ہوئے ہو۔ تمھارے خلاف سب تدبیریں ہُوا کرتی ہیں اور تم دُشمنوں کے خلاف کوئی تدبیر نہیں کرتے۔ تمھارے (شہروں کے) حدود (دن بہ دن) کم ہوتے جا رہے ہیں۔ مگر تمھیں غصہ نہیں آتا۔ وہ تمھاری طرف سے کبھی غافل نہیں ہوتے، اور تم ہو کہ غفلت میں سب کچھ بھولے ہوئے ہو۔ خدا کی قسم ایک دُوسرے پر ٹالنے والے ہارا ہی کرتے ہیں۔ خدا کی قسم میں تمھارے متعلق یہی گمان رکھتا ہوں کہ اگر جنگ زور پکڑ لے اور موت کی گرم بازاری ہو، تو تم ابنِ ابی طالب سے اس طرح کٹ جاؤگے، جس طرح بدن سے سر (کہ دوبارہ پلٹنا ممکن ہی نہ ہو) جو شخص کہ اپنے دشمن کو اس طرح اپنے پر قابو دے دے کہ وہ اس کی ہڈیوں سے گوشت تک اُتار ڈالے، اور ہڈیوں کو توڑ دے، اور کھال کو پارہ پارہ کر دے، تو اُس کا عجز انتہا کو پہنچا ہوا ہے اور سینے کی پسلیوں میں گھرا ہُوا (دل) کمزور و ناتواں ہے۔ اگر تم ایسا ہونا چاہتے ہو تو ہوا کرو۔ لیکن میں تو ایسا اُس وقت تک نہ ہونے دُوں گا جب تک مقام مشارف کی (تیز دھار) تلواریں چلا نہ لوں کہ جس سے سر کی ہڈیوں کے پرخچے اُڑ جائیں، اور بازو اور قدم کٹ کٹ کر گرنے لگیں اس کے بعد جو اللہ چاہے، وہ کرے۔

اے لوگو! ایک تو میرا تم پر حق ہے، اور ایک تمھارا مجھ پر حق ہے کہ میں تمھاری خیر خواہی پیش نظر رکھوں اور بیت المال سے تمھیں پورا پورا حصہ دوں، اور تمھیں تعلیم دوں تاکہ تم جاہل نہ رہو اور اس طرح تمھیں تہذیب سکھاؤں،

بِالْبَيْعَةِ وَالنَّصِيْحَةُ فِي الْمَشْهَدِ وَالْمَغِيْبِ وَالْإِجَابَةُ حِيْنَ أَدْعُوْكُمْ - وَالطَّاعَةُ حِيْنَ آمُرُكُمْ -	جس پر تم عمل کرو اور میرا تم پر یہ حق ہے کہ بیعت کی ذمہ داریوں کو پورا کرو، اور سامنے اور پسِ پشت خیر خواہی کرو، جب بلاؤں تو میری صدا پر لبیک کہو، اور جب کوئی حکم دوں تو اس کی تعمیل کرو۔

لہ یہ جملہ ایسی علیحدگی کے لیے استعمال ہوتا ہے کہ جس کے بعد پھر مل بیٹھنے کی کوئی آس نہ رہے۔ صاحبِ درہ نجفیہ نے اس کی توجیہ میں چند اقوال نقل کیے ہیں۔

(۱) ابنِ درید کا قول یہ ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جس طرح سر بدن سے کٹ جاتا ہے، تو پھر اس کا جُڑنا ناممکن ہوتا ہے، یونہی تم ایک دفعہ ساتھ چھوڑنے کے بعد پھر مجھ سے نہ مل سکو گے۔

(۲) مفضل کا قول ہے کہ راس (سر) ایک شخص کا نام تھا اور شام کا ایک گاؤں "بیت الراس" اسی کے نام پر ہے یہ شخص اپنا گھر بار چھوڑ کر کہیں اور چلا گیا، اور پھر پلٹ کر اپنے گاؤں میں نہ آیا۔ جس سے یہ کہاوت چل نکلی، کہ تم تو یوں گئے، جس طرح راس گیا تھا۔

(۳) ایک معنی یہ ہیں کہ جس طرح سر کی ہڈیوں کے جوڑ الگ الگ ہو جائیں تو پھر آپس میں جُڑا نہیں کرتے، یونہی تم مجھ سے کٹ کر پھر نہ جُڑ سکو گے۔

(۴) یہ بھی کہا گیا ہے کہ جملہ "انفرجتم عنی راسا" (یعنی تم پورے طور پر مجھ سے جدا ہو جاؤ گے) کے معنی میں ہے شارح معتزلی نے یہ معنی قطب الدین راوندی کی شرح سے نقل کرنے کے بعد تحریر کیا ہے کہ یہ معنی درست نہیں ہیں۔ کیونکہ راس جب کلیۃً کے معنی میں آتا ہے، تو اس پر الف لام داخل نہیں ہوا کرتا۔

(۵) اس کے یہ معنی بھی کیے جاتے ہیں کہ تم مجھ سے اس طرح دامن چھڑا کر چلتے بنو گے، جس طرح کوئی سر بچا کر بھاگ کھڑا ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ ایک آدھ معنی اور بھی کیے گئے ہیں۔ مگر بعید ہونے کی وجہ سے انھیں نظر انداز کیا جاتا ہے۔

سب سے پہلے اس کا استعمال حکیم عرب اکثم ابنِ صیفی نے اپنے بچوں کو اتفاق و اتحاد کی تعلیم دیتے ہوئے کیا چنانچہ اس کا قول ہے کہ :-

یا بنی لا تنفرجوا عند الشدائد انفراج الرأس فانکم بعد ذلك لا تجتمعون -	"بیٹو! سختی کے وقت ایک دوسرے سے الگ نہ ہو جانا، ورنہ پھر کبھی ایک جگہ جمع نہ ہو سکو گے"

خطبہ ۳۵

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بَعْدَ التَّحْكِيمِ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَاِنْ اَتَى الدَّهْرُ بِالْخَطْبِ الْفَادِحِ وَالْحَدَثِ الْجَلِيلِ۔ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَيْسَ مَعَهُ اِلٰهٌ غَيْرُهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهِ

اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ مَعْصِيَةَ النَّاصِحِ الشَّفِيقِ الْعَالِمِ الْمُجَرِّبِ تُورِثُ الْحَيْرَةَ وَتُعْقِبُ النَّدَامَةَ۔ وَقَدْ كُنْتُ اَمَرْتُكُمْ فِي هٰذِهِ الْحُكُومَةِ اَمْرِي وَنَخَلْتُ لَكُمْ مَخْزُونَ رَاْيِي لَوْ كَانَ يُطَاعُ لِقَصِيرٍ اَمْرٌ فَاَبَيْتُمْ عَلَيَّ اِبَاءَ الْمُخَالِفِينَ الْجُفَاةِ وَالْمُنَابِذِينَ الْعُصَاةِ۔ حَتّٰى ارْتَابَ النَّاصِحُ بِنُصْحِهِ۔ وَضَنَّ الزَّنْدُ بِقَدْحِهِ فَكُنْتُ اَنَا وَاِيَّاكُمْ كَمَا قَالَ اَخُو هَوَازِنَ۔

اَمَرْتُكُمْ اَمْرِي بِمُنْعَرَجِ اللِّوَى
فَلَمْ تَسْتَبِينُوا النُّصْحَ اِلَّا ضُحَى الْغَدِ

تحکیم[1] کے بعد فرمایا :-

(ہر حالت میں) اللہ کے لیے حمد و ثنا ہے۔ گو زمانہ (ہمارے لیے) جانکاہ مصیبتیں اور صبر آزما حادثے لے آیا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اُس کے علاوہ کوئی معبود نہیں وہ یکتا و لاشریک ہے۔ اس کے ساتھ کوئی دوسرا خدا نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے عبد اور رسول ہیں۔

(تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ) مہربان، باخبر اور تجربہ کار ناصح کی مخالفت کا ثمرہ، حسرت و ندامت ہوتا ہے۔ میں نے اس تحکیم کے متعلق اپنا فرمان سُنا دیا تھا، اور اپنی قیمتی رائے کا نچوڑ تمہارے سامنے رکھ دیا تھا۔ کاش کہ "قصیر" کا حکم مان لیا جاتا۔ لیکن تم تو تند خو مخالفین اور عہد شکن نافرمانوں کی طرح انکار پر تُل گئے۔ یہاں تک کہ ناصح خود اپنی نصیحت کے متعلق سوچ میں پڑ گیا، اور طبیعت اُس چقماق کی طرح بجھ گئی کہ جس نے شعلے بھڑکانا بند کر دیا ہو۔ میری اور تمہاری حالت شاعر بنی ہوازن کے اس قول کے مُطابق ہے۔

میں نے مقام منعرج اللویٰ (ٹیلے کا موڑ) پر تمہیں اپنے حکم سے آگاہ کیا (گو اُس وقت تم نے میری نصیحت پر عمل نہ کیا) لیکن دُوسرے دن کی چاشت کو میری نصیحت کی صداقت دیکھ لی۔

---

[1] جب اہل عراق کی خونریز تلواروں سے شامیوں کی ہمت ٹوٹ گئی اور لیلۃ الہریر کے تابڑ توڑ حملوں نے اُن کے حوصلے پست اور ولولے ختم کر دیئے تو عمرو بن عاص نے معاویہ کو یہ چال سُوجھائی کہ قرآن کو نیزوں پر بلند کر کے اُسے حَکَم ٹھہرانے کا نعرہ لگایا

جائے۔ جس کا اثر یہ ہوگا کہ کچھ لوگ جنگ کو رکوانا چاہیں گے اور کچھ جاری رکھنا چاہیں گے اور ہم اس طرح اُن میں پھوٹ ڈلوا کر جنگ کو دُوسرے موقعہ کے لیے مُلتوی کرا سکیں گے۔ چنانچہ قرآن نیزوں پر بلند کیے گئے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ چند سرپھروں نے شور و غوغا مچا کر تمام لشکر میں انتشار و برہمی پیدا کر دی، اور سادہ لوح مُسلمانوں کی سرگرمیاں فتح کے قریب پہنچ کر دھیمی پڑ گئیں اور بے سوچے سمجھے پکارنے لگے کہ ہمیں جنگ پر قرآن کے فیصلے کو ترجیح دینا چاہیئے۔

امیر المومنینؑ نے جب قرآن کو آلۂ کار بنتے ہُوئے دیکھا تو فرمایا کہ اے لوگو! اس مکر و فریب میں نہ آؤ۔ یہ صرف شکست کی رُوسیاہیوں سے بچنے کے لیے چال چل رہے ہیں۔ میں ان میں سے ایک ایک کی سیرت کو جانتا ہوں۔ نہ یہ قرآن والے ہیں اور نہ دین و مذہب سے انھیں کوئی لگاؤ ہے۔ ہمارے جنگ کرنے کا تو مقصد ہی یہ تھا کہ یہ لوگ قرآن کو مانیں اور اس کے احکام پر عمل پیرا ہوں۔ خُدا کے لیے ان کی فریب کاریوں میں نہ آؤ۔ عزم و ہمت کے ولولوں کے ساتھ آگے بڑھو اور دم توڑتے ہُوئے دُشمن کو ختم کر کے دم لو۔ مگر باطل کا پُرفریب حربہ چل چکا تھا، لوگ طغیان و سرکشی پر اتر آئے۔ سعد ابن فدکی تمیمی اور زید ابنِ حصین طائی دونوں بیس ہزار آدمیوں کے ساتھ آگے بڑھے، اور امیر المومنینؑ سے کہا کہ اے علی! اگر آپ نے قرآن کی آواز پر لبیک نہ کہی، تو پھر ہم آپ کا وُہی حشر کریں گے جو عثمان کا کیا تھا۔ آپ فوراً جنگ ختم کرائیں اور قرآن کے فیصلے کے سامنے سرِ تسلیم خم کریں۔ حضرت نے بہت سمجھانے بُجھانے کی کوشش کی، لیکن شیطان قرآن کا جامہ پہنے ہُوئے سامنے کھڑا تھا۔ اُس نے ایک نہ چلنے دی۔ اور اُن لوگوں نے امیر المومنینؑ کو مجبُور کر دیا کہ وہ کسی کو بھیج کر مالک اشتر کو میدانِ جنگ سے واپس لوٹائیں۔ حضرت نے لاچار ہو کر یزید ابنِ ہانی کو مالک کے بُلانے کے لیے بھیجا۔ مالک نے جب یہ حکم سُنا تو وُہ چکرا سے گئے اور کہا کہ اُن سے کہیئے کہ یہ موقعہ مورچہ سے الگ ہونے کا نہیں ہے۔ کُچھ دیر توقف فرمائیں تو میں نویدِ فتح لے کر حاضرِ خدمت ہوتا ہوں۔ یزید ابنِ ہانی نے پلٹ کر یہ پیغام دیا تو لوگوں نے غُل مچایا کہ آپ نے چُپکے سے انھیں جنگ پر جمے رہنے کے لیے کہلوا بھیجا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ مجھے اس کا موقعہ کہاں ملا ہے کہ میں علیحدگی میں اسے کوئی پیغام دیتا۔ جو کچھ کہا ہے تمھارے سامنے کہا ہے۔ لوگوں نے کہا آپ اسے دوبارہ بھیجیں اور اگر مالک نے آنے میں تاخیر کی، تو پھر آپ اپنی جان سے ہاتھ دھولیں۔ حضرت نے ہانی کو پھر روانہ کیا اور کہلوا بھیجا کہ فتنہ اُٹھ کھڑا ہوا ہے۔ جس حالت میں ہو فوراً آؤ۔ چنانچہ ہانی نے مالک سے جا کر کہا کہ تمھیں فتح عزیز ہے یا امیر المومنین کی جان! اگر اُن کی جان عزیز ہے، تو جنگ سے ہاتھ اُٹھاؤ اور اُن کے پاس پہنچو۔ مالک فتح کی کامرانیوں کو چھوڑ کر اُٹھ کھڑے ہُوئے۔ اور حسرت و اندوہ لیے ہُوئے حضرت کی خدمت میں پہنچے، وہاں ایک ہڑبونگ مچا ہُوا تھا۔ آپ نے لوگوں کو بہت بُرا بھلا کہا۔ مگر حالات اس طرح پلٹا کھا چکے تھے کہ انھیں سُدھارا نہ جا سکتا تھا۔

اب یہ طے پایا کہ دونوں فریق میں سے ایک ایک حکم منتخب کر لیا جائے تا کہ وُہ قرآن و سُنّت کے مُطابق خلافت کا فیصلہ کریں۔ مُعاویہ کی طرف سے عمرو ابنِ عاص قرار پایا، اور حضرت کی طرف سے لوگوں نے ابو موسیٰ اشعری کا نام پیش کیا۔ حضرت نے اس غلط انتخاب کو دیکھتے ہُوئے فرمایا کہ اگر تم نے تحکیم کے بارے میں میرا حکم نہیں مانا، تو اتنا تو کرو کہ اس (ابو موسیٰ) کو حکم نہ بناؤ۔

یہ بھروسے کا آدمی نہیں ہے۔ یہ عبداللہ ابنِ عباس ہیں، یہ مالک اشتر ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کو منتخب کر لو۔ مگر انھوں نے ایک نہ سُنی اور اسی کے نام پر اَڑ گئے۔ حضرت نے فرمایا کہ اچھا جو چاہو کرو۔ اور وہ دن دُور نہیں ہے کہ اپنی بے راہ رویوں پر اپنے ہاتھ کاٹو گے۔

حکمین کی نامزدگی کے بعد جب عہد نامہ لکھا جانے لگا، تو علی ابن ابی طالب کے نام کے ساتھ امیرالمومنین لکھا گیا۔ عمرو ابنِ عاص نے کہا کہ اس لفظ کو مٹا دیا جائے۔ اگر ہم انھیں امیرالمومنین سمجھتے ہوتے، تو یہ جنگ ہی کیوں لڑی جاتی۔ حضرت نے پہلے تو اُسے مٹانے سے انکار کیا اور جب وہ کسی طرح نہ مانے، تو اسے مٹا دیا اور فرمایا کہ یہ واقعہ حدیبیہ کے واقعہ سے بالکل ملتا جلتا ہے کہ جب کُفّار اس پر اَڑ گئے تھے کہ پیغمبر کے نام کے ساتھ رسول اللہ کی لفظ مٹا دی جائے اور پیغمبر نے اُسے مٹا دیا۔ اس پر عمرو ابن عاص نے بگڑ کر کہا کہ کیا آپ ہمیں کفار کی طرح سمجھتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ تمھیں کس دن ایمان والوں سے لگاؤ رہا ہے، اور کب اُن کے ہمنوا رہے ہو؟ بہرصورت اس قرارداد کے بعد لوگ منتشر ہو گئے اور ان دونوں حکموں نے آپس میں صلاح و مشورہ کرنے کے بعد یہ طے کیا کہ علی ابن ابی طالب اور معاویہ دونوں کو معزول کر کے لوگوں کو یہ اختیار دے دیا جائے کہ وہ جسے چاہیں منتخب کر لیں۔ جب اس کے اعلان کا وقت آیا، تو عراق اور شام کے درمیان مقام دومۃ الجندل میں اجتماع ہوا اور یہ دونوں حکم بھی مسلمانوں کی قسمت کا فیصلہ سنانے کے لیے پہنچ گئے۔ عمرو ابن عاص نے چالاکی سے کام لیتے ہوئے ابوموسیٰ سے کہا کہ میں آپ پر سبقت کرنا سوءِ ادب سمجھتا ہوں۔ آپ سِن و سال کے لحاظ سے بزرگ ہیں لہٰذا پہلے آپ اعلان فرمائیں۔ چنانچہ ابوموسیٰ تمتمانے میں آگئے اور جھومتے ہوئے مجمع کے سامنے اُٹھ کھڑے ہوئے اور لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اے مسلمانو! ہم نے مل کر یہ فیصلہ کیا ہے کہ علی ابنِ ابی طالب اور معاویہ کو معزول کر دیا جائے، اور انتخاب خلافت کا حق مسلمانوں کو دے دیا جائے، وہ جسے چاہیں منتخب کر لیں۔ (اور یہ کہہ کر بیٹھ گئے) اب عمرو ابن عاص کی باری آئی اور اُس نے کہا کہ اے مسلمانو! تم نے سُن لیا ہے کہ ابوموسیٰ نے علی ابنِ ابی طالب کو معزول کر دیا ہے۔ میں بھی اس سے متفق ہوں۔ رہا معاویہ تو اُس کے معزول کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، لہٰذا میں اسے اس جگہ پر نصب کرتا ہوں۔ یہ کہنا تھا کہ ہر طرف شور مچ گیا۔ ابوموسیٰ بہت چیخے چلّائے کہ یہ دھوکا ہے فریب ہے اور عمرو ابن عاص سے کہا کہ تم نے چالبازی سے کام لیا ہے اور تمھاری مثال اُس کُتّے کی سی ہے کہ جس پر کچھ لاد دو۔ جب ہانپے گا، چھوڑ دو جب ہانپے گا۔ عمرو ابنِ عاص نے کہا کہ تمھاری مثال اُس گدھے کی سی ہے، جس پر کتابیں لدی ہوئی ہوں۔ غرض عمرو ابن عاص کی چالاکی کام کر گئی اور معاویہ کے اُکھڑے ہوئے قدم پھر سے جم گئے۔

یہ تھا اس تحکیم کا مختصر سا خاکہ جس کی اساس قرآن و سُنّت کو قرار دیا گیا تھا۔ مگر کیا یہ قرآن و سُنّت کا فیصلہ تھا، یا اُن فریب کاریوں کا نتیجہ کہ جو دنیا والے ہمیشہ اپنے اقتدار کو برقرار رکھنے کے لیے کام میں لایا کرتے ہیں۔ کاش کہ تاریخ کے ان اوراق کو مستقبل کے لیے مشعلِ راہ بنایا جائے، اور قرآن و سُنّت کو آڑ بنا کر حصولِ اقتدار کا ذریعہ اور دُنیا طلبی کا وسیلہ نہ بننے دیا جائے۔

امیر المومنین علیہ السلام کو جب تحکیم کے اس افسوسناک نتیجہ کی اطلاع ملی، تو آپ منبر پر تشریف لائے اور یہ خطبہ ارشاد فرمایا جس کے لفظ لفظ سے آپ کا اندوہ و قلق جھلک رہا ہے اور ساتھ ہی آپ کی صحت، فکر و نظر، اصابت رائے اور دور رس بصیرت پر بھی روشنی ڈالتا ہے۔

۲ے یہ ایک مثل ہے جو ایسے موقعہ پر استعمال کی جاتی ہے کہ جہاں کسی نصیحت کرنے والے کی بات ٹھکرا دی جائے اور بعد میں پچھتایا جائے۔ اس کا واقعہ یہ ہے کہ حیرہ کے فرمانروا جذیمہ ابرش نے جزیرہ کے تاجدار عمرو ابن ظرب کو قتل کر دیا جس کے بعد اس کی بیٹی زبا جزیرہ کی حکمران قرار پائی۔ اس نے تخت نشین ہوتے ہی اپنے باپ کے انتقام لینے کی یہ تدبیر کی کہ جذیمہ کو پیغام کریں تنہا امور سلطنت کی انجام دہی نہیں کر سکتی۔ اگر تم مجھے اپنے حبالۂ عقد میں لے کر میری سرپرستی کرو تو میں شکرگزار ہوں گی۔ جذیمہ اس پیش کش پر پھولا نہ سمایا، اور ہزار سوار ہمراہ لے کر جزیرہ جانے کے لیے آمادہ ہو گیا۔ اس کے غلام قصیر نے بہت سمجھایا بجھایا کہ یہ دھوکا اور فریب ہے۔ اس خطرے میں اپنے آپ کو نہ ڈالیے مگر اس کی عقل پر ایسا پردہ پڑا ہوا تھا کہ اس کی سمجھ میں یہ بات نہ آئی تھی کہ زبا نے اپنی رفاقت کے لیے اپنے باپ کے قاتل ہی کو کیوں منتخب کیا ہے۔ بہر صورت یہ چل کھڑا ہوا۔ اور جب حدودِ جزیرہ میں پہنچا تو گو زبا کا لشکر استقبال کے لیے موجود تھا، مگر نہ اس نے کوئی خاص آو بھگت کی نہ پرتپاک خیر مقدم کیا۔ یہ رنگ دیکھ کر قصیر کا پھر ماتھا ٹھنکا، اور اس نے جذیمہ سے پلٹ جانے کو کہا۔ مگر منزل کے قریب پہنچ کر آتشِ شوق اور بھڑک اٹھی تھی۔ اس نے پرواہ نہ کی اور قدم بڑھا کر شہر کے اندر داخل ہو گیا، وہاں پہنچتے ہی قتل کر ڈالا گیا۔ قصیر نے یہ دیکھا تو کہا لو کان یطاع لقصیر امر۔ (کاش قصیر کی بات مان لی ہوتی) اور اس وقت سے یہ مثل چل نکلی۔

۳ے شاعر بنی ہوازن سے مراد درید ابن صمہ ہے اور یہ شعر اس نے اپنے بھائی عبد اللہ ابن صمہ کے مرنے کے بعد کہا جس کا واقعہ یہ ہے کہ عبد اللہ اپنے بھائی کے ہمراہ بنی بکر ابن ہوازن پر حملہ آور ہوا اور ان کے بہت سے اونٹ ہنکا لایا۔ واپسی پر جب مقام منعرج اللوی میں سستانے کا ارادہ کیا تو درید نے کہا کہ یہاں ٹھہرنا مصلحت کے خلاف ہے۔ ایسا نہ ہو کہ پیچھے سے دشمن ٹوٹ پڑے۔ مگر عبد اللہ نہ مانا اور وہاں ٹھہر گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ صبح ہوتے ہی دشمنوں نے حملہ کیا اور عبد اللہ کو وہیں پر قتل کر دیا۔ درید کے بھی زخم آئے، لیکن وہ بچ نکلا اور اس کے بعد چند اشعار کہے ان میں سے ایک شعر یہ ہے جس میں اس کی رائے کے ٹھکرا دیے جانے سے جو تباہی آئی تھی اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔

خطبہ ۳۶

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
فِي تَخْوِيفِ أَهْلِ النَّهْرَوَانِ:
فَأَنَا نَذِيرٌ لَكُمْ أَنْ تُصْبِحُوا صَرْعَى

اہل نہروان کو ان کے انجام سے ڈراتے ہوئے فرمایا:-
میں تمہیں[1] متنبہ کر رہا ہوں کہ تم لوگ اس نہر کے موڑوں اور اس نشیب کی ہموار زمینوں پر قتل ہو ہو کر گرے ہوئے ہو گے۔

بِاَثْنَاءِ هٰذَا النَّهْرِ وَ بِاَهْضَامِ هٰذَا الْغَائِطِ عَلٰى غَيْرِ بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا سُلْطَانٍ مُّبِيْنٍ مَّعَكُمْ قَدْ طَوَّحَتْ بِكُمُ الدَّارُ وَاحْتَبَلَكُمُ الْمِقْدَارُ - وَقَدْ كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ هٰذِهِ الْحُكُوْمَةِ فَاَبَيْتُمْ عَلَيَّ اِبَاءَ الْمُخَالِفِيْنَ الْمُنَابِذِيْنَ - حَتّٰى صَرَفْتُ رَأْيِيْ اِلٰى هَوَاكُمْ - وَاَنْتُمْ مَعَاشِرُ اَخِفَّاءُ الْهَامِ - سُفَهَاءُ الْاَحْلَامِ وَلَمْ اٰتِ لَا اَبَا لَكُمْ بُجْرًا وَلَا اَرَدْتُ لَكُمْ ضُرًّا -

اس عالم میں کہ نہ تمہارے پاس اللہ کے سامنے (عذر کرنے کے لیے) کوئی واضح دلیل ہوگی نہ کوئی روشن ثبوت۔ اس طرح کہ تم اپنے گھروں سے بے گھر ہو گئے اور پھر قضائے الٰہی نے تمہیں اپنے پھندے میں جکڑ لیا۔ میں نے تو تمہیں پہلے ہی اس تحکیم سے روکا تھا۔ لیکن تم نے میرا حکم ماننے سے مخالف پیمان شکنوں کی طرح انکار کر دیا۔ یہاں تک کہ (مجبوراً) مجھے بھی اپنی رائے کو اُدھر موڑنا پڑا جو تم چاہتے تھے۔ تم ایک ایسا گروہ ہو جس کے افراد کے سر عقلوں سے خالی، اور فہم و دانش سے عاری ہیں۔ خدا تمہارا برا کرے میں نے تمہیں نہ کسی مصیبت میں پھنسایا ہے، نہ تمہارا برا چاہا تھا۔

لہ جنگِ نہروان کی وجہ یہ ہوئی کہ جب تحکیم کی قرارداد کے بعد امیرالمومنینؑ کوفہ کی طرف پلٹ رہے تھے، تو جو لوگ تحکیم کے منوانے میں پیش پیش تھے، یہ کہنے لگے کہ اللہ کے علاوہ کسی کو حکم ٹھہرانا کفر ہے، اور معاذ اللہ امیرالمومنینؑ تحکیم کو مان کر کافر ہو گئے ہیں۔ چنانچہ انھوں نے "لاحکم الا للّٰہ" (حکم اللہ کے لیے مخصوص ہے) کو غلط معنی پہنا کر سیدھے سادھے مسلمانوں کو اپنا ہم خیال بنا لیا اور امیرالمومنینؑ سے کٹ کر کوفہ کے قریب مقام حروراء میں ڈیرے ڈال دیئے۔ امیرالمومنینؑ کو ان ریشہ دوانیوں کا علم ہوا تو آپ نے صعصعہ ابنِ صوحان اور زیاد ابنِ نضر حارثی کو ابنِ عباس کے ہمراہ ان کی طرف روانہ کیا اور بعد میں خود اُن کی قیام گاہ تک تشریف لے گئے، اور انھیں سمجھا بجھا کر منتشر کر دیا۔

جب یہ لوگ کوفہ پہنچے تو یہ مشہور کرنا شروع کر دیا کہ امیرالمومنینؑ نے تحکیم کے معاہدہ کو توڑ ڈالا ہے اور وہ پھر سے شامیوں کے مقابلہ کے لیے آمادہ ہیں۔ حضرت کو معلوم ہوا تو آپ نے اس کی تردید فرمائی جس پر یہ لوگ فتنہ انگیزی کے لیے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور بغداد سے بارہ میل کے فاصلہ پر نہر کے نشیبی حصّہ میں کہ جسے "نہروان" کہا جاتا ہے، پڑاؤ ڈال دیا۔

اِدھر امیرالمومنینؑ تحکیم کا فیصلہ سُن کر سپاہ شام سے لڑنے کے لیے اُٹھ کھڑے ہوئے اور خوارج کو تحریر کیا کہ حکمین نے کتاب و سُنت کے بجائے خواہشِ نفسانی سے کام لیتے ہوئے جو فیصلہ کیا ہے، وہ ہمیں منظور نہیں ہے۔ لہٰذا ہم نے اُن سے لڑنے کی ٹھان لی ہے۔ تم بھی ہمارا ساتھ دو تاکہ دشمن کی سرکوبی کی جائے۔ مگر خوارج نے اس کا یہ جواب دیا کہ آپ نے جب تحکیم مان لی تھی، تو آپ ہمارے نزدیک کافر ہو گئے تھے۔ اب اگر آپ اپنے کفر کا اقرار کرتے ہوئے توبہ کریں تو ہم اس معاملہ میں

غور کریں گے اور سوچیں گے کہ ہمیں کیا کرنا چاہیئے۔ حضرت نے ان کے جواب سے سمجھ لیا کہ ان کی سرکشی و گمراہی بہت شدید ہو گئی ہے اب ان سے کسی قسم کی امید رکھنا بیکار ہے۔ لہٰذا آپ نے انھیں نظر انداز کر کے شام کی طرف کوچ کرنے کے لیے وادیِ نخیلہ میں پڑاؤ ڈال دیا۔ جب لشکر ترتیب دیا جا چکا، تو حضرت کو معلوم ہوا کہ لشکر کے لوگ یہ چاہتے ہیں کہ پہلے اہلِ نہروان سے نپٹ لیں اور بعد میں شام کا رُخ کریں، مگر حضرت نے فرمایا کہ ابھی ان لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دو، پہلے شام کی طرف بڑھو، اور پھر انھیں دیکھ لیا جائے گا۔ لوگوں نے کہا کہ ہم آپ کے ہر حکم کی تعمیل کے لیے بدل وجان حاضر ہیں۔ خواہ اِدھر چلیے یا اُدھر بڑھیے لیکن ابھی لشکر نے حرکت نہ کی تھی، کہ خوارج کی شورش انگیزیوں کی خبریں آنے لگیں اور معلوم ہوا کہ انھوں نے عاملِ نہروان عبد اللہ ابن خباب اور اُن کی کنیز کو اس بچے سمیت جو اس کے شکم میں تھا، ذبح کر ڈالا ہے، اور بنی طے کی تین عورتوں اور ام سنان صیداویہ کو بھی قتل کر دیا ہے۔ امیر المومنین نے حارث ابن مرہ کو تحقیقِ حال کے لیے روانہ کیا لیکن یہ بھی اُن کے ہاتھ سے مارے گئے۔ جب ان کی شورش انگیزیاں اِس حد تک بڑھ گئیں، تو اُنھیں جھنجھوڑنا ضروری ہو گیا۔ چنانچہ لشکر نے نہروان کا رُخ کر لیا، اور وہاں پہنچ کر حضرت نے انھیں کہلوا بھیجا کہ جن لوگوں نے عبد اللہ ابن خباب اور بے گناہ عورتوں کو قتل کیا ہے۔ انھیں ہمارے حوالے کرو تا کہ ہم اُن سے خون کا قصاص لیں۔ مگر اُن لوگوں نے اس کا یہ جواب دیا کہ ہم سب نے مل کر اُن کو مارا ہے، اور ہمارے نزدیک تم سب کا خون مباح ہے۔ اس پر بھی امیر المومنین نے جنگ میں پہل نہ کی۔ بلکہ حضرت ابو ایوب انصاری کو پیغامِ امن دے کر اُن کی طرف بھیجا۔ چنانچہ انھوں نے پکار کر اُن سے کہا کہ جو شخص اِس جھنڈے کے نیچے آجائے گا یا اِس جماعت سے کٹ کر کوفہ یا مدائن چلا جائے گا، اُس کے لیے امان ہے اور اُس سے کوئی باز پرس نہیں کی جائے گی۔ چنانچہ اس کا یہ اثر ہوا کہ فروہ ابن نوفل اشجعی نے کہا کہ ہمیں نہیں معلوم کہ ہم کس بنیاد پر امیر المومنینؑ سے آمادۂ پیکار ہوئے ہیں اور یہ کہہ کر پانچ سو آدمیوں کے ساتھ الگ ہو گئے اور یونہی لوگ گروہ در گروہ چھٹنا شروع ہو گئے اور کچھ لوگ امیر المومنینؑ سے آملے، جو لوگ باقی رہ گئے اُن کی تعداد چار ہزار تھی۔ (اور طبری کی روایت کی بنا پر دو ہزار آٹھ سو تھی)، یہ لوگ کسی صورت میں دعوتِ حق کی پکار سننے کے لیے تیار نہ تھے اور مرنے مارنے پر اُتر آئے تھے۔ حضرت نے اپنی فوج کو پہل کرنے سے روک رکھا تھا۔ مگر خوارج نے کمانوں میں تیر جوڑ لیے اور تلواروں کی نیامیں توڑ کر پھینک دیں۔ حضرت نے اِس موقعہ پر بھی جنگ کے ہولناک نتائج اور اس کے انجامِ بد سے انھیں آگاہ کیا، اور یہ خطبہ بھی اسی زجر و توبیخ کے سلسلہ میں ہے۔ لیکن وہ اِس طرح جوش میں بھرے بیٹھے تھے کہ یک لخت سپاہِ امیر المومنین پر ٹوٹ پڑے۔ یہ حملہ اتنا بے پناہ تھا کہ پیادوں کے قدم اُکھڑ گئے۔ لیکن پھر اس طرح جمے کہ تیر و سنان کے حملے انھیں اپنی جگہ سے نہ ہٹا سکے اور دیکھتے ہی دیکھتے خوارج کا اس طرح صفایا کیا کہ نو آدمیوں کے علاوہ کہ جنھوں نے بھاگ کر اپنی جان بچا لی تھی، ایک متنفس بھی زندہ نہ بچا۔ امیر المومنین کے لشکر میں سے صرف آٹھ آدمی شہید ہوئے۔ یہ جنگ ۹ صفر ۳۸ھ میں واقع ہوئی۔

خطبہ ۳۷

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَجْرِي مَجْرَى الْخُطْبَةِ:

فَقُمْتُ بِالْأَمْرِ حِينَ فَشِلُوا۔ وَتَطَلَّعْتُ حِينَ تَقَبَّعُوا۔ وَنَطَقْتُ حِينَ تَعْتَعُوا وَمَضَيْتُ بِنُورِ اللهِ حِينَ وَقَفُوا۔ وَكُنْتُ أَخْفَضَهُمْ صَوْتًا وَأَعْلَاهُمْ فَوْتًا۔ فَطِرْتُ بِعِنَانِهَا وَاسْتَبْدَدْتُ بِرِهَانِهَا كَالْجَبَلِ لَا تُحَرِّكُهُ الْقَوَاصِفُ۔ وَلَا تُزِيلُهُ الْعَوَاصِفُ لَمْ يَكُنْ لِأَحَدٍ فِيَّ مَهْمَزٌ وَلَا لِقَائِلٍ فِيَّ مَغْمَزٌ۔ الذَّلِيلُ عِنْدِي عَزِيزٌ حَتَّى آخُذَ الْحَقَّ لَهُ۔ وَالْقَوِيُّ عِنْدِي ضَعِيفٌ حَتَّى آخُذَ الْحَقَّ مِنْهُ رَضِينَا عَنِ اللهِ قَضَاءَهُ وَسَلَّمْنَا لِلّٰهِ أَمْرَهُ۔ أَتَرَانِي أَكْذِبُ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَاللهِ لَأَنَا أَوَّلُ مَنْ صَدَّقَهُ فَلَا أَكُونُ أَوَّلَ مَنْ كَذَبَ عَلَيْهِ فَنَظَرْتُ فِي أَمْرِي فَإِذَا طَاعَتِي قَدْ سَبَقَتْ بَيْعَتِي وَإِذَا الْمِيثَاقُ فِي عُنُقِي لِغَيْرِي۔

میں نے اُس وقت اپنے فرائض انجام دیئے جبکہ اور سب اس راہ میں قدم بڑھانے کی جرأت نہ رکھتے تھے۔ اور اُس وقت سر اُٹھا کر سامنے آیا۔ جبکہ دوسرے گوشوں میں چھپے ہوئے تھے اور اُس وقت زبان کھولی۔ جبکہ دوسرے گنگ نظر آتے تھے اور اُس وقت نورِ خدا (کی روشنی) میں آگے بڑھا، جبکہ دوسرے زمین گیر ہو چکے تھے، گو میری آواز ان سب سے دھیمی تھی۔ مگر سبقت و پیش قدمی میں میں سب سے آگے تھا۔ میرا اس تحریک کی باگ تھامنا تھا، کہ وہ اُڑ سی گئی۔ اور میں صرف تھا جو اس میدان میں بازی لے گیا معلوم ہوتا تھا جیسے پہاڑ جسے نہ تُند ہوائیں جنبش دے سکتی ہیں، اور نہ تیز جھکڑ اپنی جگہ سے ہلا سکتے ہیں کسی کے لیے بھی مجھ میں عیب گیری کا موقع اور حرف گیری کی گنجائش نہ تھی۔ دبا ہوا میری نظروں میں طاقتور ہے، جب تک کہ میں اُس کا حق دلوا نہ دوں اور طاقتور میرے یہاں کمزور ہے جب تک کہ میں اُس سے دُوسرے کا حق دلوا نہ لوں۔ ہم قضائے الٰہی پر راضی ہو چکے ہیں، اور اُسی کو سارے امور سونپ دیئے ہیں۔ کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ میں رسول اللہ پر جھوٹ باندھتا ہوں۔ خدا کی قسم میں وہ ہوں جس نے سب سے پہلے آپؐ کی تصدیق کی، تو اب آپؐ پر کذب تراشی میں کس طرح پہل کروں گا۔ میں نے اپنے حالات پر نظر کی، تو دیکھا کہ میرے لیے ہر قسم کی بیعت سے اطاعت رسولؐ مقدم تھی اور اُن سے کیے ہوئے عہد و پیمان کا جوا میری گردن میں تھا۔

خطبہ ۳۸

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔
وَإِنَّمَا سُمِّيَتِ الشُّبْهَةُ شُبْهَةً لِأَنَّهَا تُشْبِهُ الْحَقَّ فَأَمَّا أَوْلِيَاءُ اللهِ فَضِيَاؤُهُمْ فِيهَا الْيَقِينُ وَ دَلِيلُهُمْ سَمْتُ الْهُدَىٰ وَ أَمَّا أَعْدَاءُ اللهِ فَدُعَاؤُهُمْ فِيهَا الضَّلَالُ وَ دَلِيلُهُمُ الْعَمَىٰ۔ فَمَا يَنْجُو مِنَ الْمَوْتِ مَنْ خَافَهُ وَلَا يُعْطَى الْبَقَاءَ مَنْ أَحَبَّهُ۔

شبہ کو شبہ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ وہ حق سے شباہت رکھتا ہے، تو جو دوستانِ خدا ہوتے ہیں اُن کے لیے شبہات (کے اندھیروں) میں یقین اُجالے کا اور ہدایت کی سمت رہنما کا کام دیتی ہے۔ اور جو دشمنانِ خدا ہیں وہ ان شبہات میں گمراہی کی دعوت و تبلیغ کرتے ہیں، اور کوری و بے بصری ان کی رہبر ہوتی ہے۔ موت وہ چیز ہے کہ ڈرنے والا اُس سے چھٹکارا نہیں پا سکتا۔ اور ہمیشہ کی زندگی چاہنے والا ہمیشہ کی زندگی حاصل نہیں کر سکتا۔

خطبہ ۳۹

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔
مُنِيتُ بِمَنْ لَا يُطِيعُ إِذَا أَمَرْتُ وَ لَا يُجِيبُ إِذَا دَعَوْتُ۔ لَا أَبَا لَكُمْ مَا تَنْتَظِرُونَ بِنَصْرِكُمْ رَبَّكُمْ۔ أَمَا دِينٌ يَجْمَعُكُمْ وَلَا حَمِيَّةَ تُحْمِشُكُمْ أَقُومُ فِيكُمْ مُسْتَصْرِخًا وَ أُنَادِيكُمْ مُتَغَوِّثًا فَلَا تَسْمَعُونَ لِي قَوْلًا۔ وَلَا تُطِيعُونَ لِي أَمْرًا حَتَّىٰ تَكَشَّفَ الْأُمُورُ عَنْ عَوَاقِبِ الْمَسَاءَةِ فَمَا يُدْرَكُ بِكُمْ ثَارٌ وَلَا يُبْلَغُ بِكُمْ مَرَامٌ دَعَوْتُكُمْ إِلَىٰ نَصْرِ إِخْوَانِكُمْ فَجَرْجَرْتُمْ جَرْجَرَةَ الْجَمَلِ الْأَسَرِّ۔ وَتَثَاقَلْتُمْ تَثَاقُلَ النِّضْوِ الْأَدْبَرِ ثُمَّ خَرَجَ إِلَيَّ مِنْكُمْ جُنَيْدٌ مُتَذَائِبٌ ضَعِيفٌ كَأَنَّمَا يُسَاقُونَ إِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ

میرا ایسے لوگوں سے سابقہ پڑا ہے، جنھیں حکم دیتا ہوں تو مانتے نہیں۔ بلاتا ہوں، تو آواز پر لبیک نہیں کہتے۔ تمھارا بُرا ہو۔ اب اپنے اللہ کی نصرت کرنے میں تمھیں کس چیز کا انتظار ہے۔ کیا دین تمھیں ایک جگہ اکٹھا نہیں کرتا۔ اور غیرت و حمیت تمھیں جوش میں نہیں لاتی؟ میں تم میں کھڑا ہو کر چلاتا ہوں اور مدد کے لیے پکارتا ہوں، لیکن تم نہ میری کوئی بات سنتے ہو، نہ میرا کوئی حکم مانتے ہو۔ یہاں تک کہ ان نافرمانیوں کے بُرے نتائج کھل کر سامنے آجائیں نہ تمھارے ذریعے خون کا بدلا لیا جا سکتا ہے، نہ کسی مقصد تک پہنچا جا سکتا ہے۔ میں نے تم کو تمھارے ہی بھائیوں کی مدد کے لیے پکارا تھا۔ مگر تم اُس اونٹ کی طرح بلبلانے لگے۔ جس کی ناف میں درد ہو رہا ہو، اور اس لاغر و کمزور شتر کی طرح ڈھیلے پڑ گئے۔ جس کی پیٹھ زخمی ہو۔ پھر میرے پاس تم لوگوں کی ایک چھوٹی سی متزلزل و کمزور فوج آئی۔ اس عالم

يَنْظُرُونَ - (أَقُولُ) قَوْلُهُ
عَلَيْهِ السَّلَامُ مُتَذَائِبٌ أَيْ
مُضْطَرِبٌ مِنْ قَوْلِهِمْ تَذَاءَبَتِ
الرِّيحُ أَيِ اضْطَرَبَ
هُبُوبُهَا - وَمِنْهُ يُسَمَّى
الذِّئْبُ ذِئْبًا
لِاضْطِرَابِ مِشْيَتِهِ -

ہیں کہ گویا اُسے اس کی نظروں کے سامنے موت کی طرف دھکیلا جا رہا ہے۔

سیّد رضی فرماتے ہیں کہ اس خطبہ میں جو لفظ "متذائب" آیا ہے، اس کے معنی مضطرب کے ہیں۔ جب ہوائیں بل کھاتی ہوئی چلتی ہیں، تو عرب اس موقعہ پر تذائبت الریح بولتے ہیں اور بھیڑیے کو بھی ذئب اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ اس کی چال میں ایک اضطرابی کیفیت ہوتی ہے۔

---

[1] معاویہ نے مقام عین التمر پر دھاوا بولنے کے لیے دو ہزار سپاہیوں کا ایک دستہ نعمان ابن بشیر کی سرکردگی میں بھیجا۔ یہ جگہ کوفہ کے قریب امیر المومنین کا ایک دفاعی مورچہ تھی جس کے نگران مالک ابن کعب ارحبی تھے۔ گو ان کے ماتحت ایک ہزار جنگجو افراد تھے۔ مگر اس موقعہ پر صرف سو آدمی وہاں موجود تھے۔ جب مالک نے حملہ آور لشکر کو بڑھتے دیکھا تو امیر المومنینؑ کو کمک کے لیے تحریر کیا۔ جب امیر المومنینؑ کو یہ پیغام ملا، تو آپ نے لوگوں کو اُن کی امداد کے لیے کہا، مگر صرف تین سو آدمی آمادہ ہوئے۔ جس سے حضرتؑ بہت بددل ہوئے اور انھیں زجر و توبیخ کرتے ہوئے یہ خطبہ ارشاد فرمایا۔ حضرتؑ خطبہ دینے کے بعد جب مکان پر پہنچے، تو عدی ابن حاتم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ یا امیر المومنینؑ میرے ہاتھ میں بنی طے کے ایک ہزار افراد ہیں اگر آپ حکم دیں تو انھیں روانہ کر دوں؟ حضرتؑ نے فرمایا کہ یہ اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ دشمن کے سامنے ایک ہی قبیلہ کے لوگ پیش کیے جائیں۔ تم وادیٔ نخیلہ میں جا کر لشکر بندی کرو۔ چنانچہ انھوں نے وہاں پہنچ کر لوگوں کو جہاد کی دعوت دی، تو بنی طے کے علاوہ ایک ہزار اور جنگ آزما جمع ہو گئے۔ یہ ابھی کوچ کی تیاری کر ہی رہے تھے کہ مالک ابن کعب کا پیغام آ گیا کہ اب مدد کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ ہم نے دشمن کو مار بھگایا ہے۔

اس کی وجہ یہ ہوئی تھی کہ مالک نے عبد اللہ ابن جوزہ کو قرظہ ابن کعب اور مخنف ابن سلیم کے پاس دوڑا دیا تھا کہ اگر کوفہ سے مدد آنے میں تاخیر ہو تو یہاں سے بروقت امداد مل سکے۔ چنانچہ عبد اللہ دونوں کے پاس گیا مگر قرظہ سے کوئی امداد نہ مل سکی۔ البتہ مخنف ابن سلیم نے پچاس آدمی عبد الرحمٰن ابن مخنف کے ہمراہ تیار کیے، جو عصر کے قریب وہاں پہنچے۔ اس وقت تک یہ دو ہزار آدمی مالک کے سو آدمیوں کو پسپا نہ کر سکے تھے۔ جب نعمان نے ان پچاس آدمیوں کو دیکھا، تو یہ خیال کیا کہ اب ان کی فوجیں آنا شروع ہو گئی ہیں۔ لہٰذا وہ میدان سے بھاگ کھڑا ہوا مالک نے ان کے جاتے جاتے بھی عقب سے حملہ کر کے اُن کے تین آدمیوں کو مار ڈالا۔

خطبہ ۴۰

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
فِي الْخَوَارِجِ لَمَّا سَمِعَ قَوْلَهُمْ
"لَا حُكْمَ إِلَّا لِلّٰهِ" قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ
كَلِمَةُ حَقٍّ يُرَادُ بِهَا الْبَاطِلُ. نَعَمْ
إِنَّهُ لَا حُكْمَ إِلَّا لِلّٰهِ. وَلٰكِنْ هٰؤُلَاءِ
يَقُولُونَ لَا إِمْرَةَ إِلَّا لِلّٰهِ: وَإِنَّهُ لَا
بُدَّ لِلنَّاسِ مِنْ أَمِيرٍ بَرٍّ أَوْ فَاجِرٍ
يَعْمَلُ فِي إِمْرَتِهِ الْمُؤْمِنُ وَيَسْتَمْتِعُ
فِيهَا الْكَافِرُ. وَيُبَلِّغُ اللّٰهُ فِيهَا
الْأَجَلَ. وَيُجْمَعُ بِهِ الْفَيْءُ، وَ
يُقَاتَلُ بِهِ الْعَدُوُّ. وَتَأْمَنُ بِهِ السُّبُلُ وَيُؤْخَذُ بِهِ
لِلضَّعِيفِ مِنَ الْقَوِيِّ حَتّٰى يَسْتَرِيحَ
بَرٌّ وَيُسْتَرَاحَ مِنْ فَاجِرٍ.

وَفِي رِوَايَةٍ أُخْرَى أَنَّهُ عَلَيْهِ
السَّلَامُ لَمَّا سَمِعَ تَحْكِيمَهُمْ قَالَ
حُكْمَ اللّٰهِ أَنْتَظِرُ فِيكُمْ (وَقَالَ)
أَمَّا الْإِمْرَةُ الْبَرَّةُ فَيَعْمَلُ فِيهَا
التَّقِيُّ. وَأَمَّا الْإِمْرَةُ الْفَاجِرَةُ
فَيَتَمَتَّعُ فِيهَا الشَّقِيُّ إِلَى أَنْ
تَنْقَطِعَ مُدَّتُهُ وَتُدْرِكَهُ
مَنِيَّتُهُ.

جب آپ نے خوارج کا قول لَا حُكْمَ إِلَّا لِلّٰهِ (حکم اللہ ہی کے لیے مخصوص ہے۔) سنا تو فرمایا :-

یہ جملہ تو صحیح ہے مگر جو مطلب وہ لیتے ہیں وہ غلط ہے۔ ہاں بیشک حکم اللہ ہی کے لیے مخصوص ہے۔ مگر یہ لوگ تو یہ کہنا چاہتے ہیں کہ حکومت بھی اللہ کے علاوہ کسی کی نہیں ہوسکتی۔ حالانکہ لوگوں کے لیے ایک حاکم کا ہونا ضروری ہے خواہ وہ اچھا ہو یا بُرا (اگر اچھا ہوگا تو) مومن اس کی حکومت میں اچھے عمل کرسکے گا۔ اور (بُرا ہوگا تو) کافر اس کے عہد میں لذائذ سے بہرہ اندوز ہوگا۔ اور اللہ اس نظام حکومت میں ہر چیز کو اس کی آخری حدوں تک پہنچا دے گا۔ اسی حاکم کی وجہ سے مال (خراج و غنیمت) جمع ہوتا ہے دشمن سے لڑا جاتا ہے، راستے پُرامن رہتے ہیں، اور قوی سے کمزور کا حق دلایا جاتا ہے، یہاں تک کہ نیک حاکم (مرکر یا معزول ہوکر) راحت پائے، اور بُرے حاکم کے مرنے یا معزول ہونے سے دوسروں کو راحت پہنچے۔

ایک دوسری روایت میں اس طرح ہے کہ جب آپ نے تحکیم کے سلسلے میں (ان کا قول) سُنا، تو فرمایا کہ میں تمہارے بارے میں حکمِ خدا ہی کا منتظر ہوں۔ پھر فرمایا کہ اگر حکومت نیک ہو تو اس میں متقی و پرہیزگار اچھے عمل کرتا ہے اور بُری حکومت ہو تو اس میں بدبخت لوگ جی بھر کر لطف اندوز ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ اُن کا زمانہ ختم ہوجائے اور موت اُنہیں پالے۔

خطبہ ۴۱

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وفائے عہد اور سچائی دونوں کا ہمیشہ ہمیشہ کا ساتھ ہے

إِنَّ الْوَفَاءَ تَوْأَمُ الصِّدْقِ، وَلَا أَعْلَمُ جُنَّةً أَوْقَى مِنْهُ. وَلَا يَغْدِرُ مَنْ عَلِمَ كَيْفَ الْمَرْجِعُ. وَلَقَدْ أَصْبَحْنَا فِي زَمَانٍ قَدِ اتَّخَذَ أَكْثَرُ أَهْلِهِ الْغَدْرَ كَيْساً، وَنَسَبَهُمْ أَهْلُ الْجَهْلِ فِيهِ إِلَى حُسْنِ الْحِيلَةِ. مَا لَهُمْ قَاتَلَهُمُ اللَّهُ قَدْ يَرَى الْحُوَّلُ الْقُلَّبُ وَجْهَ الْحِيلَةِ وَدُونَهُ مَانِعٌ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ وَنَهْيِهِ فَيَدَعُهَا رَأْيَ عَيْنٍ بَعْدَ الْقُدْرَةِ عَلَيْهَا، وَيَنْتَهِزُ فُرْصَتَهَا مَنْ لَا حَرِيجَةَ لَهُ فِي الدِّينِ.

اور میرے علم میں اس سے بڑھ کر حفاظت کی اور کوئی سپر نہیں جو شخص اپنی بازگشت کی حقیقت جان لیتا ہے۔ وہ کبھی غداری نہیں کرتا۔ مگر ہمارا زمانہ ایسا ہے جس میں اکثر لوگوں نے غدر و فریب کو عقل و فراست سمجھ لیا ہے، اور جاہلوں نے ان کی (چالوں) کو حسنِ تدبیر سے منسوب کر دیا ہے۔ اللہ انھیں غارت کرے، انھیں کیا ہو گیا ہے۔ وہ شخص جو زمانے کی اونچ نیچ دیکھ چکا ہے اور اس کے ہیر پھیر سے آگاہ ہے وہ کبھی کوئی تدبیر اپنے لیے دیکھتا ہے، مگر اللہ کے اوامر و نواہی اس کا راستہ روک کر کھڑے ہو جاتے ہیں، تو وہ اس حیلہ و تدبیر کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے اور اس پر قابو پانے کے باوجود چھوڑ دیتا ہے اور جسے کوئی دینی احساس سدِّ راہ نہیں ہے، وہ اس موقع سے فائدہ اٹھائے جاتا ہے۔

خطبہ ۴۲

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ أَخْوَفَ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمُ اثْنَانِ: اتِّبَاعُ الْهَوَى وَطُولُ الْأَمَلِ. فَأَمَّا اتِّبَاعُ الْهَوَى فَيَصُدُّ عَنِ الْحَقِّ. وَأَمَّا طُولُ الْأَمَلِ فَيُنْسِي الْآخِرَةَ. أَلَا وَإِنَّ الدُّنْيَا قَدْ وَلَّتْ حَذَّاءَ فَلَمْ يَبْقَ مِنْهَا إِلَّا صُبَابَةٌ كَصُبَابَةِ الْإِنَاءِ اصْطَبَّهَا صَابُّهَا. أَلَا وَإِنَّ الْآخِرَةَ قَدْ أَقْبَلَتْ، وَلِكُلٍّ مِنْهُمَا بَنُونَ. فَكُونُوا مِنْ أَبْنَاءِ الْآخِرَةِ، وَلَا تَكُونُوا أَبْنَاءَ الدُّنْيَا،

اے لوگو! مجھے تمہارے بارے میں سب سے زیادہ دو باتوں کا ڈر ہے۔ ایک خواہشوں کی پیروی اور دوسرے امیدوں کا پھیلاؤ۔ خواہشوں کی پیروی وہ چیز ہے جو حق سے روک دیتی ہے اور امیدوں کا پھیلاؤ آخرت کو بھلا دیتا ہے۔ تمھیں معلوم ہونا چاہئے کہ دنیا تیزی سے جا رہی ہے اور اس میں سے کچھ باقی نہیں رہ گیا ہے۔ مگر اتنا ہے کہ جیسے کوئی انڈیلنے والا برتن کو انڈیلے تو اس میں کچھ تری باقی رہ جاتی ہے۔ اور آخرت اِدھر کا رخ لیے ہوئے آ رہی ہے اور دنیا و آخرت ہر ایک والے خاص آدمی ہوتے ہیں۔ تو تم فرزندِ آخرت بنو، اور ابناءِ دنیا نہ بنو۔ اس لیے کہ ہر بیٹا روزِ قیامت اپنی ماں سے منسلک ہو گا۔ آج عمل

فَاِنَّ كُلَّ وَلَدٍ سَيُلْحَقُ بِاُمِّهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَاِنَّ الْيَوْمَ عَمَلٌ وَلَا حِسَابَ وَغَدًا حِسَابٌ وَلَا عَمَلَ۔ (اَقُوْلُ) اَلْحَذَّاءُ السَّرِيْعَةُ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَرْوِيْهِ جَذَّاءَ بِالْجِيْمِ وَالذَّالِ اَیْ اِنْقَطَعَ دَرُّهَا وَخَيْرُهَا

کا دن ہے اور حساب نہیں ہے اور کل حساب کا دن ہوگا، عمل نہ ہو سکے گا۔

علامہ رضی کہتے ہیں کہ اَلْحَذَّاء کے معنی تیز رو کے ہیں اور بعض نے الجذاء روایت کیا ہے۔ (اس روایت کی بنا پر معنی یہ ہوں گے کہ دنیا کی لذتوں کا سلسلہ جلد ختم ہو جائیگا

خطبہ ۴۳

وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَقَدْ اَشَارَ عَلَيْهِ اَصْحَابُهٗ بِالْاِسْتِعْدَادِ لِلْحَرْبِ بَعْدَ اِرْسَالِهٖ جَرِيْرَ ابْنَ عَبْدِ اللّٰهِ الْبَجَلِیَّ اِلٰی مُعَاوِيَةَ

اِنَّ اسْتِعْدَادِیْ لِحَرْبِ اَهْلِ الشَّامِ وَجَرِيْرٌ عِنْدَهُمْ اِغْلَاقٌ لِلشَّامِ وَصَرْفٌ لِاَهْلِهٖ عَنْ خَيْرٍ اِنْ اَرَادُوْهُ۔ وَلٰكِنْ قَدْ وَقَّتُّ لِجَرِيْرٍ وَقْتًا لَا يُقِيْمُ بَعْدَهٗ اِلَّا مَخْدُوْعًا اَوْ عَاصِيًا۔ وَالرَّاْیُ عِنْدِیْ مَعَ الْاَنَاةِ فَاَرْوِدُوْا وَلَا اَكْرَهُ لَكُمُ الْاِعْدَادَ۔

وَلَقَدْ ضَرَبْتُ اَنْفَ هٰذَا الْاَمْرِ وَعَيْنَهٗ۔ وَقَلَّبْتُ ظَهْرَهٗ وَبَطْنَهٗ۔ فَلَمْ اَرَ لِیْ اِلَّا الْقِتَالَ اَوِ الْكُفْرَ بِمَا جَآءَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ اِنَّهٗ قَدْ كَانَ عَلَى الْاُمَّةِ وَالٍ اَحْدَثَ اَحْدَاثًا وَاَوْجَدَ لِلنَّاسِ مَقَالًا فَقَالُوْا ثُمَّ

جب امیر المومنینؑ نے جریر ابن عبداللہ بجلی کو معاویہ کے پاس (بیعت لینے کے لیے) بھیجا، تو آپ کے اصحاب نے آپؑ کو جنگ کی تیاری کا مشورہ دیا۔ جس پر آپ نے فرمایا

میرا جنگ کے لیے مستعد و آمادہ ہونا جبکہ جریر ابھی وہیں ہے۔ شام کا دروازہ بند کرنا ہے اور وہاں کے لوگ بیعت کا ارادہ بھی کریں، تو انھیں اس ارادۂ خیر سے روک دینا ہے۔ بے شک میں نے جریر کے لیے ایک وقت مقرر کر دیا ہے۔ اس کے بعد وہ ٹھہرے گا۔ تو یا ان سے فریب میں مبتلا ہو کر یا (عمداً) سرتابی کرتے ہوئے صحیح رائے کا تقاضا صبر و توقف ہے۔ اس لیے ابھی ٹھہرے رہو۔ البتہ اس چیز کو میں تمھارے لیے برا نہیں سمجھتا کہ (در پردہ) جنگ کا ساز و سامان کرتے رہو۔

میں نے اس امر کو اچھی طرح سے پرکھ لیا ہے اور اندر باہر سے دیکھ لیا ہے۔ مجھے تو جنگ کے علاوہ کوئی چارہ نظر نہیں آتا۔ یا یہ کہ رسولؐ کی دی ہوئی خبروں سے انکار کر دوں۔ حقیقت یہ ہے (مجھ سے پہلے) اس اُمت پر ایک ایسا حکمران تھا، جس نے دین میں بدعتیں پھیلائیں اور لوگوں کو زبانِ طعن کھولنے کا موقعہ دیا (پہلے تو) لوگوں نے اُسے زبانی

نَقَمُوا فَغَيَّرُوا۔

کہا سُنا، پھر اس پر بگڑے، اور آخر سارا ڈھانچہ بدل دیا۔

خطبہ ۴۴

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔
لَمَّا هَرَبَ مَصْقَلَةُ بْنُ هُبَيْرَةَ الشَّيْبَانِيُّ إِلَى مُعَاوِيَةَ وَكَانَ قَدِ ابْتَاعَ سَبْيَ بَنِي نَاجِيَةَ مِنْ عَامِلِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَأَعْتَقَهُمْ فَلَمَّا طَالَبَهُ بِالْمَالِ خَاسَ بِهِ وَهَرَبَ إِلَى الشَّامِ۔
قَبَّحَ اللَّهُ مَصْقَلَةَ۔ فَعَلَ فِعْلَ السَّادَاتِ، وَفَرَّ فِرَارَ الْعَبِيدِ۔ فَمَا أَنْطَقَ مَادِحَهُ حَتَّى أَسْكَتَهُ، وَلَا صَدَّقَ وَاصِفَهُ حَتَّى بَكَّتَهُ۔ وَلَوْ أَقَامَ لَأَخَذْنَا مَيْسُورَهُ، وَانْتَظَرْنَا بِمَالِهِ وُفُورَهُ۔

(جب[1] مصقلہ بن ہبیرہ شیبانی معاویہ کے پاس بھاگ گیا)۔ چونکہ اُس نے حضرت کے ایک عامل سے بنی ناجیہ کے کچھ اسیر خریدے تھے۔ جب امیرالمومنینؑ نے اس سے قیمت کا مُطالبہ کیا، تو وہ بددیانتی کرتے ہوئے شام چلا گیا۔ جس پر آپ نے فرمایا :۔

خُدا مصقلہ کا بُرا کرے، کام تو اُس نے شریفوں کا سا کیا، لیکن غُلاموں کی طرح بھاگ نِکلا۔ اُس نے مدح کرنے والے کا مُنہ بولنے سے پہلے ہی بند کر دیا اور توصیف کرنے والے کے قول کے مُطابق اپنا عمل پیش کرنے سے پہلے ہی اُسے خاموش کر دیا۔ اگر وہ ٹھہرا رہتا تو ہم اُس سے اِتنا لے لیتے، جتنا اُس کے لیے مُمکن ہوتا، اور بقیہ کے لیے اس کے مال کے زیادہ ہونے کا انتظار کرتے۔

---

[1] تحکیم کے بعد جب خوارج نے سر اُٹھایا، تو ان میں سے بنی ناجیہ کا ایک شخص خریت ابنِ راشد لوگوں کو بھڑکانے کے لیے اُٹھ کھڑا ہوا، اور ایک جتھے کے ساتھ مار دھاڑ کرتا ہُوا مدائن کے رُخ پر چل پڑا۔
امیرالمومنینؑ نے اس کی روک تھام کے لیے زیادہ ابنِ حفصہ کو ایک سو تین آدمیوں کے ساتھ روانہ کیا۔ چنانچہ جب مدائن میں دونوں فریق کا آمنا سامنا ہُوا، تو تلواریں لے کر ایک دُوسرے پر ٹوٹ پڑے۔ ابھی ایک آدھ جھڑپ ہی ہونے پائی تھی کہ شام کا اندھیرا پھیلنے لگا، اور جنگ روک دینا پڑی۔ جب صبح ہُوئی تو زیاد کے ساتھیوں نے دیکھا کہ خوارج کے پانچ لاشے پڑے ہیں اور خود میدان چھوڑ کر جا چکے ہیں۔ یہ دیکھ کر زیاد اپنے آدمیوں کے ساتھ بصرہ کی طرف چل پڑا۔ تو وہاں سے معلوم ہُوا کہ خوارج اہواز کی طرف چلے گئے ہیں۔ زیاد نے سپاہ کی قلت کی وجہ سے قدم روک لیے اور امیرالمومنینؑ کو اس کی اطلاع دی۔ حضرت نے زیاد کو واپس بُلوا لیا اور معقل ابنِ قیس ریاحی کو دو ہزار نبرد آزماؤں کے ہمراہ اہواز کی طرف روانہ کیا، اور والیٔ بصرہ عبداللہ ابنِ عباس کو تحریر فرمایا کہ بصرہ کے دو ہزار شمشیر زن معقل کی کمک کے لیے بھیج دو۔ چنانچہ بصرہ

کا دستہ بھی اُن سے اہواز میں جاملا۔ اور یہ پوری طرح منظم ہو کر دشمن پر حملہ کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ لیکن خریت اپنے لاؤ لشکر کو لے کر رامہرمز کی پہاڑیوں کی طرف چل دیا۔ یہ لوگ بھی اس کا پیچھا کرتے ہوئے آگے بڑھے، اور اُن پہاڑیوں کے قریب اُس کو آلیا۔ دونوں نے اپنے اپنے لشکر کی صف بندی کی، اور ایک دوسرے پر حملے شروع کر دیئے۔ اس جھڑپ کا نتیجہ یہ ہوا کہ خوارج کے تین سو ستر آدمی میدان میں کھیت رہے، اور باقی بھاگ کھڑے ہوئے۔ معقل نے اپنی کارگزاری، اور دشمن کے فرار کی امیر المومنینؑ کو اطلاع دی تو حضرت نے تحریر فرمایا کہ ابھی تم ان کا پیچھا کرو اور اس طرح انھیں جھنجھوڑ کر رکھ دو، کہ پھر سر اُٹھانے کا اُن میں دم نہ رہے۔ چنانچہ اس فرمان کے بعد وہ اپنا لشکر لے کر آگے بڑھے، اور بحرِ فارس کے ساحل پر اُسے پالیا کہ جہاں اُس نے لوگوں کو بہلا پھسلا کر اپنا ہمنوا بنا لیا تھا، اور اِدھر اُدھر سے لوگوں کو اپنے ساتھ ملا کر اچھی خاصی جمعیت بہم پہنچالی تھی۔ جس وقت معقل وہاں پر پہنچے تو آپ نے پہلے امان کا جھنڈا بلند کیا اور اعلان کیا کہ جو لوگ اِدھر اُدھر سے جمع ہو گئے ہیں، وُہ الگ ہو جائیں اُن سے تعرض نہ کیا جائے گا۔ اس اعلان کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کی قوم کے علاوہ دُوسرے لوگ چھٹ گئے۔ اس نے انہی کو منظم کیا، اور جنگ چھیڑ دی۔ مگر کوفہ و بصرہ کے سرفروشوں نے تیغ زنی کے وُہ جوہر دکھائے، کہ دیکھتے ہی دیکھتے باغیوں کے ایک سو ستر آدمی مارے گئے، اور خریت سے نعمان ابن صہبان نے دو دو ہاتھ کئے اور آخر اُسے مار گرایا جس کے گرتے ہی دُشمن کے قدم اکھڑ گئے، اور وہ میدان چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ اس کے بعد معقل نے ان کی قیام گاہوں میں جتنے مرد، عورتیں اور بچے پائے انھیں ایک جگہ جمع کیا۔ ان میں جو مسلمان تھے اُن سے بیعت لے کر انھیں رہا کر دیا۔ اور جو مرتد ہو گئے تھے انھیں اسلام قبول کرنے کے لیے کہا۔ چنانچہ ایک بوڑھے نصرانی کے علاوہ سب نے اسلام قبول کر کے رہائی پائی اور بوڑھے کو قتل کر دیا گیا۔ اور جن بنی ناجیہ کے عیسائیوں نے اس شورش انگیزی میں حصہ لیا تھا۔ انھیں اُن کے اہل و عیال سمیت کہ جن کی تعداد پانچ سو تھی اپنے ہمراہ لے لیا۔ اور جب معقل اردشیر خرہ (ایران کا ایک شہر) پہنچے تو یہ قیدی وہاں کے حاکم مصقلہ ابن ہبیرہ کے سامنے چیخنے چلائے، اور گڑگڑا کر اُس سے التجائیں کیں کہ ان کی رہائی کی کوئی صُورت کی جائے۔ مصقلہ نے ذہل ابن حارث کے ذریعے معقل کو کہلوایا کہ ان اسیروں کو میرے ہاتھ بیچ دو۔ معقل نے اسے منظور کیا، اور پانچ لاکھ درہم میں وُہ اسیر اس کے ہاتھ بیچ ڈالے اور اس سے کہا کہ ان کی قیمت جلد از جلد امیر المومنین کو بھیج دو۔ اس نے کہا کہ میں پہلی قسط ابھی بھیج رہا ہوں، اور بقیہ قسطیں بھی جلد بھیج دی جائیں گی۔ جب معقل امیر المومنینؑ کے پاس پہنچے، تو یہ سارا واقعہ اُن سے بیان کیا۔ حضرت نے اس اقدام کو سراہا اور کچھ دنوں تک قیمت کا انتظار کیا۔ مگر مصقلہ نے ایسی چپ سادھ لی کہ گویا اس کے ذمہ کوئی مطالبہ ہی نہیں ہے۔ آخر حضرت نے ایک قاصد اُس کی طرف روانہ کیا اور اُسے کہلوا بھیجا کہ یا تو قیمت بھیجو، یا خود آؤ۔ وُہ حضرت کے فرمان پر کوفہ آیا، اور قیمت طلب کرنے پر دو لاکھ درہم پیش کر دیئے اور بقایا مطالبہ سے بچنے کے لیے معاویہ کے پاس چلا گیا، جس نے اُسے طبرستان کا حاکم بنا دیا۔ حضرت کو جب اس کا علم ہوا، تو آپ نے یہ کلمات ارشاد فرمائے جن کا ماحصل یہ ہے کہ اگر وہ ٹھہرا رہتا تو ہم مال

کی وصولی میں اس سے رعایت کرتے، اور اس کی مالی حالت کے درست ہونے کا انتظار کرتے۔ لیکن وہ تو ایک غلامانہ کارنامہ دکھا کر غلاموں کی طرح بھاگ نکلا۔ ابھی اُس کی بلند حوصلگی کے چرچے شروع ہی ہوئے تھے کہ زبانوں پر اس کی دناءت و پستی کے تذکرے آنے لگے۔

خطبہ ۴۵

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ غَيْرَ مَقْنُوْطٍ مِّنْ رَحْمَتِهِ وَلَا مَخْلُوٍّ مِّنْ نِّعْمَتِهِ۔ وَلَا مَاْيُوْسٍ مِّنْ مَّغْفِرَتِهِ وَلَا مُسْتَنْكَفٍ مِّنْ عِبَادَتِهِ الَّذِىْ لَا تَبْرَحُ مِنْهُ رَحْمَةٌ۔ وَلَا تُفْقَدُ لَهُ نِعْمَةٌ۔ وَالدُّنْيَا دَارٌ مُّنِىَ لَهَا الْفَنَآءُ وَلِاَهْلِهَا مِنْهَا الْجَلَآءُ وَهِىَ حُلْوَةٌ خَضِرَآءُ وَقَدْ عَجِلَتْ لِلطَّالِبِ وَالْتَبَسَتْ بِقَلْبِ النَّاظِرِ فَارْتَحِلُوْا عَنْهَا بِاَحْسَنِ مَا بِحَضْرَتِكُمْ مِّنَ الزَّادِ۔ وَلَا تَسْاَلُوْا فِيْهَا فَوْقَ الْكَفَافِ وَلَا تَطْلُبُوْا مِنْهَا اَكْثَرَ مِنَ الْبَلَاغِ۔

تمام حمد اس اللہ کے لیے ہے، جس کی رحمت سے نا اُمیدی نہیں اور جس کی نعمتوں سے کسی کا دامن خالی نہیں نہ اُس کی مغفرت سے کوئی مایوس ہے، نہ اُس کی عبادت سے کسی کو عار ہو سکتا ہے۔ اور نہ اُس کی رحمتوں کا سلسلہ ٹوٹتا ہے، اور نہ اُس کی نعمتوں کا فیضان کبھی رُکتا ہے۔ دُنیا ایک ایسا گھر ہے جس کے لیے فنا طے شدہ امر ہے۔ اور اس میں بسنے والوں کے لیے یہاں سے بہر صورت نکلنا ہے۔ یہ دُنیا شیریں و شاداب ہے۔ اپنے چاہنے والے کی طرف تیزی سے بڑھتی ہے اور دیکھنے والے کے دل میں سما جاتی ہے، جو تمھارے پاس بہتر سے بہتر توشہ ہو سکے۔ اُسے لے کر دُنیا سے چل دینے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ اس دُنیا میں اپنی ضرورت سے زیادہ نہ چاہو، اور جس سے زندگی بسر ہو سکے اس سے زیادہ کی خواہش نہ کرو۔

خطبہ ۴۶

وَمِنْ كَلَامٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ عِنْدَ عَزْمِهٖ عَلَى الْمَسِيْرِ اِلَى الشَّامِ۔

جب شام کی طرف روانہ ہونے کا قصد کیا، تو یہ کلمات فرمائے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ وَّعْثَآءِ السَّفَرِ وَكَآبَةِ الْمُنْقَلَبِ وَسُوْٓءِ الْمَنْظَرِ فِى الْاَهْلِ وَالْمَالِ۔ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ

اے اللہ! میں سفر کی مشقت اور واپسی کے اندوہ اور اہل و مال کی بدحالی کے منظر سے پناہ مانگتا ہوں۔ اے اللہ! تو ہی سفر میں رفیق اور بال بچوں کا محافظ ہے۔ سفر و حضر

فِی السَّفَرِ وَاَنْتَ الْخَلِیْفَۃُ فِی الْاَھْلِ وَلَا یَجْمَعُھُمَا غَیْرُكَ لِاَنَّ الْمُسْتَخْلَفَ لَا یَکُوْنُ مُسْتَصْحَبًا وَالْمُسْتَصْحَبُ لَا یَکُوْنُ مُسْتَخْلَفًا :— (اَقُوْلُ) وَ اِبْتِدَاءُ ھٰذَا الْکَلَامِ مَرْوِیٌّ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) وَقَدْ تَقَفَّاہُ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْہِ السَّلَامُ بِاَبْلَغِ کَلَامٍ وَتَمَّمَہٗ بِاَحْسَنِ تَمَامٍ مِنْ قَوْلِہٖ لَا یَجْمَعُھُمَا غَیْرُكَ اِلٰی اٰخِرِ الْفَصْلِ -

کو تیرے علاوہ کوئی یکجا نہیں کر سکتا، کیونکہ جسے پیچھے چھوڑا جائے وہ ساتھی نہیں ہو سکتا، اور جسے ساتھ لیا جائے اُسے پیچھے نہیں چھوڑا جا سکتا۔

سیّد رضی فرماتے ہیں کہ اس کلام کا ابتدائی حصہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے منقول ہے۔ امیرالمومنینؑ نے اس کے آخر میں بلیغ ترین جملوں کا اضافہ فرما کر اسے نہایت احسن طریق سے مکمل کر دیا ہے، اور وہ اضافہ (سفر وحضر کو تیرے علاوہ کوئی یکجا نہیں کر سکتا) سے لے کر آخر کلام تک ہے۔

خطبہ ۴۷

وَمِنْ کَلَامٍ لَہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ - فِیْ ذِکْرِ الْکُوْفَۃِ -

کَاَنِّیْ بِكِ یَا کُوْفَۃُ تُمَدِّیْنَ مَدَّ الْاَدِیْمِ الْعُکَاظِیِّ تُعْرَکِیْنَ بِالنَّوَازِلِ وَتُرْکَبِیْنَ بِالزَّلَازِلِ - وَاِنِّیْ لَاَعْلَمُ اَنَّہٗ مَا اَرَادَ بِكِ جَبَّارٌ سُوْءًا اِلَّا ابْتَلَاہُ اللّٰہُ بِشَاغِلٍ وَرَمَاہُ بِقَاتِلٍ -

اے کوفہ! یہ منظر گویا اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں کہ تجھے اس طرح سے کھینچا جا رہا ہے جیسے بازار عکاظؔ[1] کے دباغت کیے ہوئے چمڑے کو اور مصائب و آلام کی تاخت و تاراج سے تجھے کچلا جا رہا ہے اور شدائد و حوادث کا تو مرکب بنا ہوا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ جو ظالم و سرکش تجھ سے بُرائی کا ارادہ کرے گا۔ اللہ اُسے کسی مُصیبت میں جکڑ دے گا۔ اور کسی قاتل کی زد پر لے آئے گا۔

---

[1] زمانۂ جاہلیت میں ہر سال مکہ کے قریب ایک بازار لگتا تھا جس کا نام عکاظ تھا۔ جہاں زیادہ تر کھالوں کی خرید و فروخت ہوتی تھی۔ جس کی وجہ سے چمڑے کو اس کی طرف نسبت دی جاتی تھی۔ خرید و فروخت کے علاوہ شعر و سخن کی محفلیں بھی جمتی تھیں۔ اور عرب اپنے کارنامے سُنا کر دادِ تحسین حاصل کرتے تھے۔ مگر اسلام کے بعد اس کا نعم البدل حج کے اجتماع کی صورت میں حاصل ہو جانے کی وجہ سے وُہ بازار سرد پڑ گیا۔

[2] امیرالمومنینؑ کی یہ پیشین گوئی حرف بہ حرف پُوری ہوئی اور دُنیا نے دیکھ لیا کہ جن لوگوں نے کوفہ میں اپنی قہرمانی قوتوں

کے بل بوتے پر ظلم و ستم ڈھائے تھے۔ ان کا انجام کتنا عبرت ناک ہوا، اور اُن کی ہلاکت آفرینیوں نے ان کے لیے ہلاکت کے کیا کیا سروسامان کیے۔ چنانچہ زیاد ابن ابیہ کا حشر یہ ہوا کہ جب اس نے امیرالمومنینؑ کے خلاف ناسزا کلمات کہلوانے کے لیے خطبہ دینا چاہا۔ تو اچانک اُس پر فالج گرا اور پھر وہ بستر سے نہ اُٹھ سکا۔ عبیداللہ ابنِ زیاد کی سفاکیوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ کوڑھ میں مُبتلا ہوگیا، اور آخر خُوں آشام تلواروں نے اُسے موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ حجاج ابن یوسف کی خونخواریوں نے اُسے یہ روزِ بد دکھایا، کہ اُس کے پیٹ میں سانپ پیدا ہوگئے۔ جس کی وجہ سے تڑپ تڑپ کر اس نے جان دی۔ عمر ابنِ ہبیرہ مبروص ہوکر مرا۔ خالد قسری نے قید و بند کی سختیاں جھیلیں اور بُری طرح مارا گیا۔ مصعب ابنِ زبیر اور یزید ابنِ مہلب بھی تیغوں کی نذر ہوئے۔

خطبہ ۴۸

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ عِنْدَ الْمَسِيرِ إِلَى الشَّامِ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ كُلَّمَا وَقَبَ لَيْلٌ وَ غَسَقَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كُلَّمَا لَاحَ نَجْمٌ وَخَفَقَ۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ غَيْرَ مَفْقُودِ الْإِنْعَامِ۔ وَلَا مُكَافَاءِ الْإِفْضَالِ۔

اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ بَعَثْتُ مُقَدِّمَتِي وَاَمَرْتُهُمْ بِلُزُومِ هٰذَا الْمِلْطَاطِ حَتّٰى يَأْتِيَهُمْ اَمْرِي۔ وَقَدْ اَرَدْتُ اَنْ اَقْطَعَ هٰذِهِ النُّطْفَةَ إِلٰى شِرْذِمَةٍ مِنْكُمْ مُوْطِنِينَ اَكْنَافَ دِجْلَةَ فَاُنْهِضَهُمْ مَعَكُمْ إِلٰى عَدُوِّكُمْ وَ اَجْعَلَهُمْ مِنْ اَمْدَادِ الْقُوَّةِ لَكُمْ۔

اَقُولُ يَعْنِي عَلَيْهِ السَّلَامُ بِالْمِلْطَاطِ هٰهُنَا السَّمْتَ الَّذِي اَمَرَهُمْ بِلُزُومِهِ وَهُوَ شَاطِئُ الْفُرَاتِ وَيُقَالُ ذٰلِكَ اَيْضًا لِشَاطِئِ الْبَحْرِ،

اللہ کے لیے حمد و ثنا ہے جب بھی رات آئے اور اندھیرا پھیلے، اور اللہ کے لیے تعریف و توصیف ہے جب بھی ستارہ نکلے اور ڈوبے اور اس اللہ کے لیے مدح و ستائش ہے کہ جس کے انعامات کبھی ختم نہیں ہوتے اور جس کے احسانات کا بدلہ اُتارا نہیں جا سکتا۔

(آگاہ رہو کہ) مَیں نے فوج کا ہراول دستہ آگے بھیج دیا ہے اور اُسے حکم دیا ہے کہ میرا فرمان پہنچنے تک اس دریا کے کنارے پڑاؤ ڈالے رہے اور میرا ارادہ ہے کہ اِس پانی کو عبور کر کے اِس چھوٹے سے گروہ کے پاس پہنچ جاؤں جو اطراف دجلہ (مدائن) میں آباد ہے، اور اسے بھی تمہارے ساتھ دشمنوں کے مقابلہ میں کھڑا کروں اور انھیں تمہاری کمک کے لیے ذخیرہ بناؤں۔

علامہ رضی کہتے ہیں کہ امیرالمومنین علیہ السلام نے اِس مقام پر ملطاط سے وُہ سمت مراد لی ہے، جہاں انہیں ٹھہرنے کا حکم دیا تھا۔ اور وہ سمت کنارہ فرات ہے اور ملطاط کنارہ دریا کو کہا جاتا ہے۔ اگرچہ اس کے اصلی معنی

وَ اَصْلُهٗ مَا اسْتَوٰى مِنَ الْاَرْضِ وَ يَعْنِيْ بِالنُّطْفَةِ مَآءَ الْفُرَاتِ، وَهُوَ مِنْ غَرِيْبِ الْعِبَارَاتِ وَعَجِيْبِهَا۔

ہموار زمین کے ہیں، اور نطفہ (صاف و شفاف پانی) سے آپ کی مراد آبِ فرات ہے اور یہ عجیب و غریب تعبیرات میں سے ہے۔"

لہ جب امیر المومنینؑ نے صفین کے ارادہ سے وادی نخیلہ میں پڑاؤ ڈالا، تو ۵ شوال ۳۷ھ بروز چہار شنبہ یہ خطبہ ارشاد فرمایا۔ اس میں حضرت نے جس ہراول دستے کا ذکر کیا ہے، اس سے وہ بارہ ہزار افراد مراد ہیں جو زیاد ابن نضر اور شریح ابن ہانی کی زیرِ قیادت صفین کی طرف روانہ فرمائے تھے اور مدائن کے جس چھوٹے سے گروہ کا ذکر کیا ہے، وہ بارہ سو افراد کا ایک جتھا تھا جو آپؑ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اُٹھ کھڑا ہوا تھا۔

خطبہ ۴۹

وَمِنْ خُطْبَةٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ بَطَنَ خَفِيَّاتِ الْاُمُوْرِ۔ وَدَلَّتْ عَلَيْهِ اَعْلَامُ الظُّهُوْرِ۔ وَ امْتَنَعَ عَلٰى عَيْنِ الْبَصِيْرِ۔ فَلَا عَيْنُ مَنْ لَّمْ يَرَهٗ تُنْكِرُهٗ۔ وَلَا قَلْبُ مَنْ اَثْبَتَهٗ يُبْصِرُهٗ سَبَقَ فِي الْعُلُوِّ فَلَا شَيْءَ اَعْلٰى مِنْهُ۔ وَقَرُبَ فِي الدُّنُوِّ فَلَا شَيْءَ اَقْرَبُ مِنْهُ۔ فَلَا اسْتِعْلَاؤُهٗ بَاعَدَهٗ عَنْ شَيْءٍ مِّنْ خَلْقِهٖ۔ وَلَا قُرْبُهٗ سَاوَاهُمْ فِي الْمَكَانِ بِهٖ۔ لَمْ يُطْلِعِ الْعُقُوْلَ عَلٰى تَحْدِيْدِ صِفَتِهٖ۔ وَ لَمْ يَحْجُبْهَا عَنْ وَاجِبِ مَعْرِفَتِهٖ فَهُوَ الَّذِيْ تَشْهَدُ لَهٗ اَعْلَامُ الْوُجُوْدِ عَلٰى اِقْرَارِ قَلْبِ ذِي الْجُحُوْدِ

تمام حمد اُس اللہ کے لیے ہے جو چھپی ہوئی چیزوں کی گہرائیوں میں اُترا ہوا ہے۔ اُس کے ظاہر و ہویدا ہونے کی نشانیاں اُس کے وجود کا پتہ دیتی ہیں۔ گو دیکھنے والے کی آنکھ سے وہ نظر نہیں آتا۔ پھر بھی نہ دیکھنے والی آنکھ اس کا انکار نہیں کر سکتی اور جس نے اس کا اقرار کیا اس کا دل اس کی حقیقت کو نہیں پا سکتا۔ وہ اتنا بلند و برتر ہے کہ کوئی چیز اس سے بلند تر نہیں ہو سکتی اور اتنا قریب سے قریب تر ہے کہ کوئی شئے اس سے قریب تر نہیں ہے اور نہ اُس کی بلندی نے اُسے مخلوقات سے دور کر دیا ہے اور نہ اُس کے قرب نے اُنہیں دوسروں کی سطح پر لا کر اُن کے برابر کر دیا ہے۔ اُس نے عقلوں کو اپنی صفتوں کی حدو نہایت پر مطلع نہیں کیا اور ضروری مقدار میں معرفت حاصل کرنے کے لیے اُن کے آگے پردے بھی حائل نہیں کیے۔ وہ ذات ایسی ہے کہ جس کے وجود کے نشانات اس طرح اسکی شہادت دیتے ہیں کہ (زبان سے) انکار کرنے والے کا دل

تَعَالَى اللّٰهُ عَمَّا يَقُولُ الْمُشَبِّهُونَ بِهِ وَالْجَاحِدُونَ لَهُ عُلُوًّا كَبِيرًا۔ 13

بھی اقرار کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اللہ اُن لوگوں کی باتوں سے بہت بلند و برتر ہے جو مخلوقات سے اس کی تشبیہ دیتے ہیں، اور اُس کے وجود کا انکار کرتے ہیں۔

خطبہ ۵۰

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔
إِنَّمَا بَدْءُ وُقُوعِ الْفِتَنِ أَهْوَاءٌ تُتَّبَعُ وَأَحْكَامٌ تُبْتَدَعُ۔ يُخَالَفُ فِيهَا كِتَابُ اللّٰهِ وَيَتَوَلَّى عَلَيْهَا رِجَالٌ رِجَالًا عَلَى غَيْرِ دِينِ اللّٰهِ فَلَوْ أَنَّ الْبَاطِلَ خَلَصَ مِنْ مِزَاجِ الْحَقِّ لَمْ يَخْفَ عَلَى الْمُرْتَادِينَ۔ وَلَوْ أَنَّ الْحَقَّ خَلَصَ مِنْ لَبْسِ الْبَاطِلِ لَانْقَطَعَتْ عَنْهُ أَلْسُنُ الْمُعَانِدِينَ وَلٰكِنْ يُؤْخَذُ مِنْ هٰذَا ضِغْثٌ وَمِنْ هٰذَا ضِغْثٌ فَيُمْزَجَانِ۔
فَهُنَالِكَ يَسْتَوْلِي الشَّيْطَانُ عَلَى أَوْلِيَائِهِ وَيَنْجُو الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِنَ اللّٰهِ الْحُسْنَى۔

فتنوں کے وقوع کا آغاز وہ نفسانی خواہشیں ہوتی ہیں جن کی پیروی کی جاتی ہے اور وہ نئے ایجاد کردہ احکام کہ جن میں قرآن کی مخالفت کی جاتی ہے، اور جنہیں فروغ دینے کے لیے کچھ لوگ دینِ الٰہی کے خلاف باہم ایک دوسرے کے مددگار ہو جاتے ہیں تو اگر باطل حق کی آمیزش سے خالی ہوتا، تو وہ ڈھونڈنے والوں سے پوشیدہ نہ رہتا اور اگر حق باطل کے شائبہ سے پاک و صاف سامنے آتا، تو عناد رکھنے والی زبانیں بھی بند ہو جاتیں۔ لیکن ہوتا یہ ہے کہ کچھ اِدھر سے لیا جاتا ہے اور کچھ اُدھر سے اور دونوں کو آپس میں خلط ملط کر دیا جاتا ہے۔ اس موقعہ پر شیطان اپنے دوستوں پر چھا جاتا ہے اور صرف وہی لوگ بچے رہتے ہیں جن کے لیے توفیقِ الٰہی اور عنایتِ خداوندی پہلے سے موجود ہو۔

خطبہ ۵۱

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔
لَمَّا غَلَبَ أَصْحَابُ مُعَاوِيَةَ أَصْحَابَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلَى شَرِيعَةِ الْفُرَاتِ بِصِفِّينَ وَمَنَعُوهُمْ مِنَ الْمَاءِ۔
قَدِ اسْتَطْعَمُوكُمُ الْقِتَالَ فَأَقِرُّوا

جب صفین میں معاویہ کے ساتھیوں نے امیر المومنینؑ کے اصحاب پر غلبہ پا کر فرات کے گھاٹ پر قبضہ جما لیا اور پانی لینے سے مانع ہوئے تو آپؑ نے فرمایا:۔
وہ تم سے جنگ کے لقمے طلب کرتے ہیں۔ تو اب یا تو تم ذلت اور اپنے مقام کی پستی و حقارت پر سرِ تسلیم خم کر دو

عَلٰى مَذَلَّةٍ ـ وَ تَأْخِيرِ مَحَلَّةٍ ـ أَوْ رَوُّوا السُّيُوفَ مِنَ الدِّمَاءِ تَرْوَوْا مِنَ الْمَاءِ فَالْمَوْتُ فِي حَيَاتِكُمْ مَقْهُورِينَ وَ الْحَيَاةُ فِي مَوْتِكُمْ قَاهِرِينَ ـ أَلَا وَ إِنَّ مُعَاوِيَةَ قَادَ لُمَةً مِنَ الْغُوَاةِ وَ عَمَّسَ عَلَيْهِمُ الْخَبَرَ حَتّٰى جَعَلُوا نُحُورَهُمْ أَغْرَاضَ الْمَنِيَّةِ ـ

یا تلواروں کی پیاس خون سے بجھا کر اپنی پیاس پانی سے بجھاؤ۔ تمہارا اُن سے دب جانا جیتے جی موت ہے اور غالب آ کر مرنا بھی جینے کے برابر ہے۔ معاویہ گم کردہ راہ سرپھروں کا ایک چھوٹا سا جتھا لیے پھرتا ہے اور واقعات سے انھیں اندھیرے میں رکھ چھوڑا ہے۔ یہاں تک کہ انھوں نے اپنے سینوں کو موت (کے تیروں) کا ہدف بنا لیا ہے۔

له امیر المومنینؑ ابھی صفین میں پہنچے نہ تھے کہ معاویہ نے گھاٹ کا راستہ بند کرنے کے لیے دریا کے کنارے چالیس ہزار (۴۰۰۰۰) آدمیوں کا پہرہ لگا دیا۔ تاکہ شامیوں کے علاوہ کوئی وہاں سے پانی نہ لے سکے۔ جب امیر المومنینؑ کا لشکر وہاں پر اترا تو اس گھاٹ کے علاوہ آس پاس کوئی گھاٹ نہ تھا کہ وہاں سے پانی لے سکتے اور اگر تھا، تو اونچے اونچے ٹیلوں کو عبور کر کے وہاں تک پہنچنا دشوار تھا۔ حضرتؑ نے صعصعہ ابن صوحان کو معاویہ کے پاس بھیجا، اور اُسے کہلوایا کہ پانی سے پہرا اُٹھا لیا جائے۔ مگر معاویہ نے اس سے انکار کیا۔ اِدھر امیر المومنینؑ کا لشکر پیاسا پڑا تھا۔ حضرتؑ نے یہ صورت دیکھی، تو فرمایا کہ اٹھو اور تلواروں کے زور سے پانی حاصل کرو۔ چنانچہ ان تشنہ کاموں نے تلواریں نیاموں سے کھینچ لیں، اور تیر کمانوں میں جوڑ لیے اور معاویہ کی فوجوں کو درہم برہم کرتے ہوئے دریا کے اندر تک اُتر گئے اور ان پہرہ داروں کو مار بھگایا اور خود گھاٹ پر قبضہ کر لیا۔

اب حضرت کے اصحاب نے بھی چاہا کہ جس طرح معاویہ نے گھاٹ پر قبضہ جما کر پانی کی بندش کر دی تھی، ویسا ہی اس کے اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ برتاؤ کیا جائے، اور ایک شامی کو بھی پانی نہ لینے دیا جائے، اور ایک ایک کو پیاسا تڑپا کر مارا جائے۔ مگر امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ کیا تم بھی وہی جاہلانہ قدم اٹھانا چاہتے ہو جو اُن شامیوں نے اٹھایا تھا؟ ہرگز کسی کو پانی سے نہ روکو۔ جو چاہے پیئے، اور جس کا جی چاہے لے جائے۔ چنانچہ امیر المومنین علیہ السلام کی فوج کا دریا پر قبضہ ہونے کے باوجود کسی کو پانی سے نہیں روکا گیا، اور ہر شخص کو پانی لینے کی پوری پوری آزادی دی گئی۔

خطبہ ۵۲

وَ مِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ ـ أَلَا وَ إِنَّ الدُّنْيَا قَدْ تَصَرَّمَتْ وَ آذَنَتْ بِوَدَاعٍ وَ تَنَكَّرَ مَعْرُوفُهَا ـ وَ أَدْبَرَتْ حَذَّاءَ ـ فَهِيَ تَحْفِزُ بِالْفَنَاءِ

دنیا اپنا دامن سمیٹ رہی ہے، اور اُس نے اپنے رُخصت ہونے کا اعلان کر دیا ہے۔ اس کی جانی پہچانی ہوئی چیزیں اجنبی ہو گئیں، اور وہ تیزی کے ساتھ پیچھے ہٹ رہی ہے، اور اپنے رہنے والوں کو فنا کی طرف بڑھا رہی ہے۔

سُكَّانَهَا وَتَحْدُو بِالْمَوْتِ جِيرَانَهَا وَ
قَدْ اَمَرَّ مِنْهَا مَا كَانَ حُلْوًا - وَكَدِرَ
مِنْهَا مَا كَانَ صَفْوًا - فَلَمْ يَبْقَ مِنْهَا اِلَّا
سَمَلَةٌ كَسَمَلَةِ الْاِدَاوَةِ - اَوْ جُرْعَةٌ
كَجُرْعَةِ الْمَقْلَةِ - لَوْ تَمَزَّزَهَا الصَّدْيَانُ
لَمْ يَنْقَعْ - فَاَزْمِعُوْا عِبَادَ اللّٰهِ الرَّحِيْلَ
عَنْ هٰذِهِ الدَّارِ الْمَقْدُوْرِ عَلٰى
اَهْلِهَا الزَّوَالُ - وَلَا يَغْلِبَنَّكُمْ
فِيْهَا الْاَمَلُ وَلَا يَطُوْلَنَّ عَلَيْكُمُ
الْاَمَدُ - فَوَاللّٰهِ لَوْ حَنَنْتُمْ حَنِيْنَ
الْوُلَّهِ الْعِجَالِ - وَدَعَوْتُمْ بِهَدِيْلِ
الْحَمَامِ وَجَاَرْتُمْ جُؤَارَ مُتَبَتِّلِ
الرُّهْبَانِ - وَخَرَجْتُمْ اِلَى اللّٰهِ مِنَ
الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ الْتِمَاسَ الْقُرْبَةِ
اِلَيْهِ فِيْ ارْتِفَاعِ دَرَجَةٍ عِنْدَهٗ
اَوْ غُفْرَانِ سَيِّئَةٍ اَحْصَتْهَا كُتُبُهٗ
وَحَفِظَهَا رُسُلُهٗ، لَكَانَ قَلِيْلًا فِيْمَا
اَرْجُوْ لَكُمْ مِنْ ثَوَابِهٖ وَاَخَافُ عَلَيْكُمْ
مِنْ عِقَابِهٖ، وَاللّٰهِ لَوِ انْمَاثَتْ قُلُوْبُكُمْ
انْمِيَاثًا وَسَالَتْ عُيُوْنُكُمْ مِنْ رَغْبَةٍ
اِلَيْهِ اَوْ رَهْبَةٍ مِنْهُ دَمًا ثُمَّ عُمِّرْتُمْ
فِي الدُّنْيَا مَا الدُّنْيَا بَاقِيَةٌ مَا جَزَتْ
اَعْمَالُكُمْ وَلَوْ لَمْ تُبْقُوْا شَيْئًا مِنْ
جُهْدِكُمْ اَنْعُمَهُ عَلَيْكُمُ الْعِظَامَ وَ
هُدَاهُ اِيَّاكُمْ لِلْاِيْمَانِ -

اور اپنے پڑوس میں بسنے والوں کو موت کی طرف دھکیل رہی ہے۔ اس کے شیریں (مزے) تلخ، اور صاف و شفاف (مجھے) مکدر ہو گئے ہیں۔ دُنیا سے بس اتنا باقی رہ گیا ہے، جتنا برتن میں تھوڑا سا بچا یا پانی، یا نپا تُلا ہوا جرعہ آب، کہ پیاسا اگر اُسے پیے، تو اُس کی پیاس نہ بجھے۔ خدا کے بندو! اس دارِ دُنیا سے کہ جس کے رہنے والوں کے لیے زوال امرِ مُسلّم ہے۔ نکلنے کا تہیہ کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آرزوئیں تم پر غالب آجائیں، اور اس (چند روزہ زندگی) کی مُدّت کو دراز سمجھ بیٹھو۔ خدا کی قسم اگر تم اُن اُونٹنیوں کی طرح فریاد کرو، جو اپنے بچّوں کو کھو چکی ہوں، اور اُن کبوتروں کی طرح نالہ و فغاں کرو۔ (جو اپنے ساتھیوں سے الگ ہو گئے ہوں، اور اُن گوشہ نشین راہبوں کی طرح چیخو چلاؤ جو گھر بار چھوڑ چکے ہوں، اور مال اور اولاد سے بھی اپنا ہاتھ اُٹھا لو۔ اِس غرض سے کہ تمھیں بارگاہِ الٰہی میں تقرب حاصل ہو، درجہ کی بلندی کے ساتھ اس کے یہاں یا اُن گناہوں کے معاف ہونے کے ساتھ جو صحیفۂ اعمال میں درج اور کراماً کاتبین کو یاد ہیں، تو وہ تمام بے تابی، اور نالہ و فریاد اُس ثواب کے لحاظ سے جس کا میں تمھارے لیے اُمیدوار ہُوں، اور اس عقاب کے اعتبار سے جس کا مجھے تمھارے لیے خوف و اندیشہ ہے، بہت ہی کم ہوگی خدا کی قسم! اگر تمھارے دل بالکل پگھل جائیں، اور تمھاری آنکھیں اُمید و بیم سے خون بہانے لگیں اور پھر رہتی دنیا تک (اسی حالت میں) جیتے بھی رہو، تو بھی تمھارے اعمال اگرچہ تم نے کوئی کسر نہ اُٹھا رکھی ہو، اس کی نعماتِ عظیم کی بخشش اور ایمان کی طرف راہنمائی کا بدلہ نہیں اُتار سکتے۔

خطبہ ۵۳

(وَمِنْهَا) - فِي ذِكْرِ يَوْمِ النَّحْرِ وَصِفَةِ الْأُضْحِيَةِ -

وَمِنْ تَمَامِ الْأُضْحِيَةِ اسْتِشْرَافُ أُذُنِهَا وَسَلَامَةُ عَيْنِهَا - فَإِذَا سَلِمَتِ الْأُذُنُ وَالْعَيْنُ سَلِمَتِ الْأُضْحِيَّةُ وَتَمَّتْ - وَلَوْ كَانَتْ عَضْبَاءَ الْقَرْنِ تَجُرُّ رِجْلَهَا إِلَى الْمَنْسَكِ -

(قَالَ الرَّضِيُّ وَالْمَنْسَكُ هٰهُنَا الْمَذْبَحُ)

اس میں عید قربان اور اُن صفتوں کا ذکر کیا ہے، جو گوسفند قربانی میں ہونا چاہئیں -

قربانی کے جانور کا مکمل ہونا یہ ہے کہ اس کے کان اُٹھے ہوئے ہوں (یعنی کٹے ہوئے نہ ہوں) اور اس کی آنکھیں صحیح و سالم ہوں - اگر کان اور آنکھیں سالم ہیں تو قربانی بھی سالم اور ہر طرح سے مکمل ہے - اگرچہ اُس کے سینگ ٹوٹے ہوئے ہوں - اور ذبح کی جگہ تک اپنے پیر کو گھسیٹ کر پہنچے (علامہ رضی فرماتے ہیں کہ اس خطبہ میں منسک سے مراد ذبح کی جگہ ہے) -

---

خطبہ ۵۴

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي ذِكْرِ الْبَيْعَةِ

فَتَدَاكُّوا عَلَيَّ تَدَاكَّ الْإِبِلِ الْهِيمِ يَوْمَ وِرْدِهَا قَدْ أَرْسَلَهَا رَاعِيهَا وَخُلِعَتْ مَثَانِيهَا حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُمْ قَاتِلِيَّ أَوْ أَوْ بَعْضُهُمْ قَاتِلُ بَعْضٍ لَدَيَّ - وَقَدْ قَلَّبْتُ هٰذَا الْأَمْرَ بَطْنَهُ وَظَهْرَهُ - فَمَا وَجَدْتُنِي يَسَعُنِي إِلَّا قِتَالُهُمْ أَوِ الْجُحُودُ بِمَا جَاءَ بِهِ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ

فَكَانَتْ مُعَالَجَةُ الْقِتَالِ أَهْوَنَ عَلَيَّ مِنْ مُعَالَجَةِ الْعِقَابِ - وَمَوْتَاتُ الدُّنْيَا أَهْوَنَ عَلَيَّ مِنْ مَوْتَاتِ الْآخِرَةِ -

وہ اس طرح بے تحاشا میری طرف لپکے جس طرح پانی پینے کے دن وہ اُونٹ ایک دوسرے پر ٹوٹتے ہیں کہ جنھیں ان کے ساربان نے پیروں کے بندھن کھول کر کھلا چھوڑ دیا ہو - یہاں تک کہ مجھے یہ گمان ہونے لگا کہ یا تو مجھے مار ڈالیں گے - یا میرے سامنے ان میں سے کوئی کسی کا خون کر دے گا میں نے اس امر کو اندر باہر سے اُلٹ پلٹ کر دیکھا، تو مجھے جنگ کے علاوہ کوئی صورت نظر نہ آئی، یا یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کے لائے ہوئے احکام سے انکار کر دوں - لیکن آخرت کی سختیاں جھیلنے سے مجھے جنگ کی سختیاں جھیلنا سہل نظر آیا، اور آخرت کی تباہیوں سے دنیا کی ہلاکتیں میرے لیے آسان نظر آئیں -

خطبہ ۵۵

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ.
وَقَدِ اسْتَبْطَأَ أَصْحَابُهُ إِذْنَهُ
لَهُمْ فِي الْقِتَالِ بِصِفِّينَ.
أَمَّا قَوْلُكُمْ أَكُلَّ ذٰلِكَ كَرَاهِيَةَ
الْمَوْتِ فَوَاللهِ مَا أُبَالِي أَدَخَلْتُ إِلَى
الْمَوْتِ أَوْ خَرَجَ الْمَوْتُ إِلَيَّ. وَأَمَّا
قَوْلُكُمْ شَكًّا فِي أَهْلِ الشَّامِ
فَوَاللهِ مَا دَفَعْتُ الْحَرْبَ يَوْمًا
إِلَّا وَأَنَا أَطْمَعُ أَنْ تَلْحَقَ
بِي طَائِفَةٌ فَتَهْتَدِيَ بِي وَتَعْشُوَ
إِلَى ضَوْئِي وَذٰلِكَ أَحَبُّ
إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَقْتُلَهَا عَلَى
ضَلَالِهَا وَإِنْ كَانَتْ تَبُوءُ
بِآثَامِهَا.

صفین میں حضرتؑ کے اصحاب نے جب اذنِ جہاد دینے میں تاخیر پر بے چینی کا اظہار کیا، تو آپؑ نے ارشاد فرمایا:۔

تم لوگوں کا یہ کہنا یہ پس و پیش کیا اس لیے ہے کہ میں موت کو ناخوش جانتا ہوں اور اُس سے بھاگتا ہوں، تو خُدا کی قسم! مجھے ذرا پروا نہیں کہ میں موت کی طرف بڑھوں یا موت میری طرف بڑھے اور اس طرح تم لوگوں کا یہ کہنا کہ مجھے اہلِ شام سے جہاد کرنے کے جواز میں کچھ شبہ ہے تو خدا کی قسم! میں نے جنگ کو ایک دن کے لیے بھی التوا میں نہیں ڈالا، مگر اس خیال سے کہ ان میں سے شاید کوئی گروہ مجھ سے آکر مل جائے، اور میری وجہ سے ہدایت پا جائے اور اپنی چندھیائی ہوئی آنکھوں سے میری روشنی کو بھی دیکھ لے اور مجھے یہ چیز گمراہی کی حالت میں انھیں قتل کر دینے سے کہیں زیادہ پسند ہے۔ اگرچہ اپنے گناہوں کے ذمہ دار بہرحال یہ خود ہوں گے۔

خطبہ ۵۶

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ.
وَلَقَدْ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى
اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ نَقْتُلُ آبَاءَنَا وَ
أَبْنَاءَنَا وَإِخْوَانَنَا وَأَعْمَامَنَا. مَا
يَزِيدُنَا ذٰلِكَ إِلَّا إِيمَانًا وَتَسْلِيمًا وَ
مُضِيًّا عَلَى اللَّقَمِ وَصَبْرًا عَلَى مَضَضِ
الْأَلَمِ وَجِدًّا فِي جِهَادِ الْعَدُوِّ. وَلَقَدْ
كَانَ الرَّجُلُ مِنَّا وَالْآخَرُ مِنْ عَدُوِّنَا

ہم (مسلمان) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے ساتھ ہو کر اپنے باپ، بیٹوں، بھائیوں اور چچاؤں کو قتل کرتے تھے۔ اس سے ہمارا ایمان بڑھتا تھا۔ اطاعت اور راہِ حق کی پیروی میں اضافہ ہوتا تھا اور کرب و الم کی سوزشوں پر صبر میں زیادتی ہوتی تھی اور دشمنوں سے جہاد کرنے کی کوششیں بڑھ جاتی تھیں۔ (جہاد کی صورت یہ تھی کہ) ہم میں کا ایک شخص اور فوجِ دشمن کا کوئی سپاہی دونوں مردوں کی طرح آپس میں بھڑتے تھے اور جان لینے کے

يَتَصَاوَلَانِ تَصَاوُلَ الْفَحْلَيْنِ
يَتَخَالَسَانِ اَنْفُسَهُمَا اَيُّهُمَا يَسْقِيْ
صَاحِبَهٗ كَاْسَ الْمَنُوْنِ ـ فَمَرَّةً
لَنَا مِنْ عَدُوِّنَا ـ وَمَرَّةً لِعَدُوِّنَا مِنَّا
فَلَمَّا رَاَى اللّٰهُ صِدْقَنَا اَنْزَلَ بِعَدُوِّنَا
الْكَبْتَ وَاَنْزَلَ عَلَيْنَا النَّصْرَ حَتّٰى اسْتَقَرَّ
الْاِسْلَامُ مُلْقِيًا جِرَانَهٗ ـ وَمُتَبَوِّئًا اَوْطَانَهٗ
وَلَعَمْرِيْ لَوْ كُنَّا نَاْتِيْ مَا اَتَيْتُمْ مَا قَامَ
لِلدِّيْنِ عَمُوْدٌ وَلَا اخْضَرَّ لِلْاِيْمَانِ عُوْدٌ
وَايْمُ اللّٰهِ لَتَحْتَلِبُنَّهَا دَمًا وَلَتُتْبِعُنَّهَا
نَدَمًا ـ

لیے ایک دُوسرے پر جھپٹے پڑتے تھے، کہ کون اپنے حریف کو موت کا پیالہ پلاتا ہے۔ کبھی ہماری جیت ہوتی تھی، اور کبھی ہمارے دُشمن کی۔ چنانچہ جب خداوندِ عالم نے ہماری (نیتوں کی) سچائی دیکھ لی، تو اُس نے ہمارے دُشمنوں کو رُسوا و ذلیل کیا، اور ہماری نصرت و تائید فرمائی، یہاں تک کہ اسلام سینہ ٹیک کر اپنی جگہ پر جم گیا، اور اپنی منزل پر برقرار ہوگیا۔ خدا کی قسم! اگر ہم بھی تمہاری طرح کرتے تو نہ کبھی دین کا ستون گڑتا۔ اور نہ ایمان کا تنا برگ و بار لاتا۔ خدا کی قسم! تم اپنے کیے کے بدلے میں دُودھ کے بجائے خُون دوہو گے، اور آخر تمہیں ندامت و شرمندگی اٹھانا پڑے گی۔

لہ جب محمد ابن ابی بکر شہید کر دیئے گئے، تو معاویہ نے عبد اللہ ابن عامر حضرمی کو بصرہ کی طرف بھیجا تاکہ اہلِ بصرہ کو پھر سے قتلِ عثمان کے انتقام کے لیے آمادہ کرے۔ چونکہ بیشتر اہلِ بصرہ اور خصوصاً بنی تمیم کا طبعی رحجان حضرت عثمان کی طرف تھا چنانچہ وہ بنی تمیم ہی کے ہاں آکر فروکش ہوا۔ یہ زمانہ وُہ تھا کہ والیِ بصرہ عبد اللہ ابنِ عباس، زیاد ابنِ عبید کو قائم مقام بنا کر محمد ابنِ ابی بکر کی تعزیت کے لیے کُوفہ گئے ہُوئے تھے۔

جب بصرہ کی فضا بگڑنے لگی، تو زیاد نے امیر المومنینؑ کو تمام واقعات سے اطلاع دی۔ حضرت نے کُوفہ کے بنی تمیم کو بصرہ کے لیے آمادہ کرنا چاہا۔ مگر انھوں نے چُپ سادھ لی اور کوئی جواب نہ دیا۔ امیر المومنینؑ نے جب ان کی اس کمزوری و بے حمیتی کو دیکھا، تو یہ خطبہ ارشاد فرمایا کہ ہم تو پیغمبر کے زمانہ میں یہ نہیں دیکھتے تھے کہ ہمارے ہاتھوں سے قتل ہونے والے ہمارے ہی بھائی بند اور قریبی عزیز ہوتے ہیں۔ بلکہ جو حق سے ٹکراتا تھا ہم اُس سے ٹکرانے کے لیے تیار ہو جاتے تھے، اور اگر ہم بھی تمہاری طرح غفلت و بے عملی کی راہ پر چلتے تو نہ دین کی بنیادیں مضبوط ہوتیں، اور نہ اسلام پروان چڑھتا۔ چنانچہ اس جھنجھوڑنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ اعین ابن ضبیعہ تیار ہوئے۔ مگر وہ بصرہ پہنچ کر دشمن کی تلواروں سے شہید ہو گئے۔ پھر حضرت نے جاریہ ابن قدامہ کو بنی تمیم کے پچاس افراد کے ساتھ روانہ کیا۔ انھوں نے اپنے قوم قبیلے کو سمجھانے بجھانے کی سر توڑ کوششیں کیں مگر وہ راہِ راست پر آنے کے بجائے گالم گلوچ اور دست درازی پر اتر آئے، تو جاریہ نے زیاد اور بنی ازد کو اپنی مدد کے لیے پکارا۔ ان کے پہنچتے ہی ابن حضرمی اپنی اپنی جماعت کو لے کر نکل آیا۔ دونوں طرف سے کچھ دیر تک تلواریں چلتی

رہیں۔ آخر ابنِ حضرمی ستر آدمیوں کے ساتھ بھاگ کھڑا ہوا۔ اور بیل سعدی کے گھر میں پناہ لی۔ جاریہ کو جب کوئی چارہ نظر نہ آیا تو انھوں نے اس کے گھر میں آگ لگوا دی۔ جب آگ کے شعلے بلند ہوئے، تو وہ سراسیمہ ہو کر بچنے کے لیے ہاتھ پیر مارنے لگے مگر فرار میں کامیاب نہ ہو سکے، کچھ دیوار کے نیچے دب کر مر گئے اور کچھ قتل کر دیئے گئے۔

خطبہ ۵۷

وَ مِنْ کَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِاَصْحَابِهٖ :— اَمَا اِنَّهٗ سَيَظْهَرُ عَلَيْكُمْ بَعْدِيْ رَجُلٌ رَحْبُ الْبُلْعُوْمِ مُنْدَحِقُ الْبَطْنِ يَاْكُلُ مَا يَجِدُ وَ يَطْلُبُ مَا لَا يَجِدُ فَاقْتُلُوْهُ وَ لَنْ تَقْتُلُوْهُ - اَلَا وَ اِنَّهٗ سَيَاْمُرُكُمْ بِسَبِّيْ وَ الْبَرَآءَةِ مِنِّيْ - فَاَمَّا السَّبُّ فَسُبُّوْنِيْ فَاِنَّهٗ لِيْ زَكَاةٌ وَّ لَكُمْ نَجَاةٌ - وَ اَمَّا الْبَرَآءَةُ فَلَا تَتَبَرَّءُوْا مِنِّيْ فَاِنِّيْ وُلِدْتُ عَلَى الْفِطْرَةِ ، وَ سَبَقْتُ اِلَى الْاِيْمَانِ وَ الْهِجْرَةِ -

اپنے اصحاب سے فرمایا :-

میرے بعد جلد ہی تم پر ایک ایسا شخص مسلّط ہو گا جس کا حلق کشادہ، اور پیٹ بڑا ہو گا، جو پائے گا نگل جائے گا۔ اور جو نہ پائے گا، اس کی اسے ڈھونڈ لگی رہے گی (بہتر تو یہ ہے کہ) تم اسے قتل کر ڈالنا۔ لیکن یہ معلوم ہے کہ تم اسے ہرگز قتل نہ کرو گے۔ وہ تمھیں حکم دے گا کہ مجھے بُرا کہو اور مجھ سے بیزاری کا اظہار کرو۔ جہاں تک بُرا کہنے کا تعلق ہے، مجھے بُرا کہہ لینا۔ اس لیے کہ یہ میرے لیے پاکیزگی کا سبب اور تمھارے لیے (دشمنوں سے) نجات پانے کا باعث ہے۔ لیکن (دل سے) بیزاری اختیار نہ کرنا اس لیے کہ میں (دینِ) فطرت پر پیدا ہوا ہوں اور ایمان و ہجرت میں سابق ہوں۔

لہ اس خطبہ میں جس شخص کی طرف امیر المومنینؑ نے اشارہ کیا ہے۔ اس سے بعض نے زیاد ابن ابیہ، بعض نے حجاج ابنِ یوسف اور بعض نے مغیرہ ابن شعبہ کو مراد لیا ہے۔ لیکن اکثر شارحین نے اس سے معاویہ مراد لیا ہے، اور یہی صحیح ہے، کیونکہ جو اوصاف حضرتؑ نے بیان فرمائے ہیں، وہ اسی پر پورے طور سے صادق آتے ہیں۔ چنانچہ ابن ابی الحدید نے معاویہ کی زیادہ خوری کے متعلق لکھا ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دفعہ اُسے بُلوا بھیجا، تو معلوم ہوا کہ وہ کھانا کھا رہا ہے۔ پھر دوبارہ سہ بارہ آدمی بھیجا، تو یہی خبر لایا۔ جس پر آنحضرتؐ نے فرمایا۔ "اللّٰھم لا تشبع بطنہ" (خدایا اس کے پیٹ کو کبھی نہ بھرنا) اس بددعا کا اثر یہ ہوا کہ جب کھاتے کھاتے اکتا جاتا تھا تو کہنے لگتا تھا۔ "ارفعوا فواللہ ماشبعت ولکن مللت وتعبت" دستر خوان بڑھاؤ۔ خدا کی قسم میں کھاتے کھاتے عاجز آگیا ہوں، مگر پیٹ ہے کہ بھرنے ہی میں

نہیں آتا"۔ یونہی امیرالمومنین پر سب وشتم کرنا اور اپنے عاملوں کو اس کا حکم دینا تاریخی مسلمات میں سے ہے کہ جس سے انکار کی کوئی گنجائش نہیں اور منبر پر ایسے الفاظ کہے جاتے تھے، کہ جن کی زد میں اللہ و رسول بھی آجاتے تھے۔ چنانچہ ام المومنین اُم سلمہؓ نے معاویہ کو لکھا :۔ " انکم تلعنون اللہ و رسولہ علی منابرکم وذلک انکم تلعنون علی ابن ابی طالب ومن احبہ وانا اشھد ان اللہ احبہ و رسولہ"۔ (عقد الفرید ج ۳ ص ۱۳۱) تم اپنے منبروں پر اللہ اور اس کے رسولؐ پر لعنت کرتے ہو۔ وہ یوں کہ تم علیؑ ابن ابی طالب اور انھیں دوست رکھنے والوں پر لعنت کرتے ہو، اور میں گواہی دیتی ہوں کہ علیؑ کو اللہ بھی دوست رکھتا تھا اور اس کا رسولؐ بھی"۔

خدا عمر ابن عبدالعزیز کا بھلا کرے کہ جس نے اسے بند کر دیا، اور خطبوں میں سب وشتم کی جگہ اس آیت کو رواج دیا۔

ان اللہ یامر بالعدل والاحسان و ینھیٰ عن الفحشاء والمنکر والبغی یعظکم بہ لعلکم تذکرون۔

اللہ تمھیں انصاف اور حُسنِ سلوک کا حکم دیتا ہے اور لغو باتوں برائیوں اور ستم کاریوں سے روکتا ہے۔ اللہ اس سے تمھیں نصیحت کرتا ہے شاید کہ تم سوچ بچار سے کام لو"۔

حضرتؑ نے اس کلام میں اس کے قتل کا حکم اس بنا پر دیا ہے کہ پیغمبر اسلام کا ارشاد ہے :۔

اِذَا رَاَیْتُمْ مُعَاوِیَۃَ عَلٰی مِنْبَرِیْ فَاقْتُلُوْہُ

جب معاویہ کو میرے منبر پر دیکھو، تو اُسے قتل کر دو"۔

خطبہ ۵۸

وَمِنْ کَلَامٍ لَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ۔ (کَلَّمَ بِہِ الْخَوَارِجَ)

اَصَابَکُمْ حَاصِبٌ وَّلَا بَقِیَ مِنْکُمْ اٰبِرٌ۔ اَبَعْدَ اِیْمَانِیْ بِاللّٰہِ وَجِھَادِیْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ اَشْھَدُ عَلٰی نَفْسِیْ بِالْکُفْرِ۔ لَقَدْ ضَلَلْتُ اِذًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُھْتَدِیْنَ فَاُوْبُوْا شَرَّ مَاٰبٍ۔ وَارْجِعُوْا عَلٰی اٰثَارِ الْاَعْقَابِ۔ اَمَا اِنَّکُمْ سَتَلْقَوْنَ بَعْدِیْ ذُلًّا شَامِلًا وَّسَیْفًا قَاطِعًا وَّ اَثَرَۃً یَّتَّخِذُھَا الظّٰلِمُوْنَ فِیْکُمْ سُنَّۃً۔

آپؑ کا کلام خوارج کو مخاطب فرماتے ہوئے :۔

تم پر سخت آندھیاں آئیں اور تم میں کوئی اصلاح کرنے والا باقی نہ رہے۔ کیا میں اللہ پر ایمان لانے اور رسول اللہؐ کے ساتھ ہو کر جہاد کرنے کے بعد اپنے اوپر کفر کی گواہی دے سکتا ہوں ؟ پھر تو میں گمراہ ہو گیا، اور ہدایت یافتہ لوگوں میں سے نہ رہا۔ تم اپنے (بُرانے) بدترین ٹھکانوں کی طرف لوٹ جاؤ، اور اپنی ایڑیوں کے نشانوں پر پیچھے کی طرف پلٹ جاؤ۔ یاد رکھو کہ تمھیں میرے بعد چھا جانے والی ذلت اور کاٹنے والی تلوار سے دوچار ہونا ہے، اور ظالموں کے اس وتیرے سے سابقہ پڑنا ہے کہ وہ تمھیں محروم کر کے ہر چیز اپنے لیے مخصوص کرلیں۔

ل‍ه تاریخ شاہد ہے کہ امیر المومنینؑ کے بعد خوارج کو ہر طرح کی ذلتوں اور خواریوں سے دوچار ہونا پڑا، اور جب بھی انھوں نے فتنہ انگیزی کے لیے سر اٹھایا، تو تلواروں اور نیزوں پر دھر لیے گئے۔ چنانچہ زیاد ابن ابیہ، عبیداللہ ابن زیاد مصعب ابن زبیر، حجاج ابن یوسف اور مہلب ابن ابی صفرہ نے انھیں صفحۂ ہستی سے نابود کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی خصوصاً مہلب نے انیس برس تک ان کا مقابلہ کرکے ان کے سارے دم خم نکال دیے اور ان کی تباہی و بربادی کو تکمیل تک پہنچا کر ہی دم لیا۔

طبری نے لکھا ہے کہ مقام سلی سلبری میں جب دس ہزار خوارج جنگ و قتال کے لیے سمٹ کر جمع ہوگئے، تو مہلب نے اس طرح ڈٹ کر مقابلہ کیا کہ سات ہزار خارجیوں کو تہ تیغ کر دیا اور بقیہ تین ہزار کرمان کی طرف بھاگ کر جان بچا سکے لیکن والیٔ فارس عبیداللہ ابن عمر نے جب ان کی شورش انگیزیاں دیکھیں، تو مقام سابور میں انھیں گھیر لیا اور ان میں کافی تعداد وہیں پر ختم کر دی اور جو بچے کھچے رہ گئے، وہ پھر اصفہان و کرمان کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے وہاں سے پھر جتھا بنا کر بصرہ کی راہ سے کوفہ کی طرف بڑھے، تو حارث ابن ابی ربیعہ اور عبدالرحمٰن ابن مخنف نے چھ ہزار جنگ آزماؤں کو لے کر ان کا راستہ روکنے کے لیے کھڑے ہوگئے اور عراق کی سرحد سے انھیں نکال باہر کیا یوں ہی تابڑ توڑ حملوں نے ان کی عسکری قوتوں کو پامال کرکے رکھ دیا اور آبادیوں سے نکال کر صحراؤں اور جنگلوں میں خاک چھانتے پر مجبور کر دیا اور بعد میں بھی جب کبھی جتھا بنا کر اٹھے، تو کچل کر رکھ دیے گئے۔

(قَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) وَلَا بَقِيَ مِنْكُمْ
آبِرٌ يُرْوَى بِالْبَاءِ وَالرَّاءِ مِنْ قَوْلِهِمْ
رَجُلٌ آبِرٌ لِلَّذِي يَأْبُرُ النَّخْلَ
أَيْ يُصْلِحُهُ وَيُرْوَى آثِرٌ وَهُوَ
الَّذِي يَأْثُرُ الْحَدِيثَ أَيْ يَرْوِيهِ
وَيَحْكِيهِ وَهُوَ أَصَحُّ الْوُجُوهِ
عِنْدِي - كَأَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ
لَا بَقِيَ مِنْكُمْ مُخْبِرٌ - وَ
يُرْوَى آبِزٌ بِالزَّايِ الْمُعْجَمَةِ
وَهُوَ الْوَاثِبُ - وَالْهَالِكُ
أَيْضاً يُقَالُ
لَهُ آبِزٌ)

علامہ رضی فرماتے ہیں کہ حضرت کے اس ارشاد لَا بَقِيَ مِنْكُمْ آبِرٌ (تم میں کوئی اصلاح کرنے والا نہ رہے) میں لفظ آبر "ب" اور "ر" کے ساتھ روایت ہوا ہے اور یہ عربوں کے قول رَجُلٌ آبِرٌ سے لیا گیا ہے جس کے معنی خرما کے درختوں کے چھانٹنے والے اور ان کی اصلاح کرنے والے کے ہیں۔ اور ایک روایت میں آثِرٌ ہے اور اس کے معنی خبر دینے والے اور اقوال نقل کرنے والے کے ہیں میرے نزدیک یہی روایت زیادہ صحیح ہے۔ گویا حضرت یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ تم میں کوئی خبر دینے والا نہ بچے۔ اور ایک روایت میں آبِزٌ زائے معجمہ کے ساتھ آیا ہے جس کے معنی کودنے والے کے ہیں اور ہلاک ہونے والے کو بھی آبِزٌ کہا جاتا ہے۔

خطبہ ۵۹

قَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ لَمَّا عَزَمَ عَلٰی
حَرْبِ الْخَوَارِجِ ۔ وَقِیْلَ لَهٗ اِنَّهُمْ قَدْ
عَبَرُوْا جِسْرَ النَّهْرَوَانِ ۔
مَصَارِعُهُمْ دُوْنَ النُّطْفَةِ وَ
اللّٰهِ لَا یُفْلِتُ مِنْهُمْ عَشَرَةٌ وَّ لَا
یَهْلِكُ مِنْكُمْ عَشَرَةٌ ۔
یَعْنِیْ بِالنُّطْفَةِ
مَاءَ النَّهْرِ وَهُوَ اَفْصَحُ كِنَایَةٍ
عَنِ الْمَاءِ وَاِنْ كَانَ كَثِیْرًا جَمًّا)
وَلَمَّا قُتِلَ الْخَوَارِجُ فَقِیْلَ لَهٗ
یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ هَلَكَ الْقَوْمُ
بِاَجْمَعِهِمْ (قَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ) كَلَّا
وَاللّٰهِ اِنَّهُمْ نُطَفٌ فِیْ اَصْلَابِ الرِّجَالِ
وَقَرَارَاتِ النِّسَآءِ ۔ كُلَّمَا نَجَمَ مِنْهُمْ
قَرْنٌ قُطِعَ حَتّٰی یَكُوْنَ اٰخِرُهُمْ
لُصُوْصًا سَلَّابِیْنَ ۔ وَقَالَ عَلَیْهِ
السَّلَامُ فِیْهِمْ) لَا تَقْتُلُوا الْخَوَارِجَ
بَعْدِیْ فَلَیْسَ مَنْ طَلَبَ الْحَقَّ فَاَخْطَاَهٗ
كَمَنْ طَلَبَ الْبَاطِلَ فَاَدْرَكَهٗ ۔
(یَعْنِیْ مُعَاوِیَةَ وَاَصْحَابَهٗ)

جب[1] آپ نے خوارج سے جنگ کرنے کا ارادہ ظاہر کیا، تو آپ سے کہا گیا کہ وہ نہروان کا پل عبور کر کے ادھر جا چکے ہیں، تو آپ نے فرمایا :۔

ان کے گرنے کی جگہ تو پانی کے اسی طرف ہے۔ خدا کی قسم! ان میں سے دس بھی بچ کر نہ جا سکیں گے، اور تم میں سے دس بھی ہلاک نہ ہوں گے

سید رضی فرماتے ہیں کہ اس خطبہ میں نطفہ سے مراد نہر (فرات) کا پانی ہے اور پانی کے لیے یہ بہترین کنایہ ہے چاہے پانی زیادہ بھی ہو۔

جب خوارج مارے گئے تو آپ سے کہا گیا کہ وہ لوگ سب کے سب ہلاک ہو گئے۔ آپ نے فرمایا ہرگز نہیں ابھی تو وہ مردوں کی صلبوں اور عورتوں کے شکموں میں موجود ہیں[2] جب بھی ان میں کوئی سردار ظاہر ہوگا، تو اسے کاٹ کر رکھ دیا جائے گا۔ یہاں تک کہ ان کی آخری فردیں چور اور ڈاکو ہو کر رہ جائیں گی۔

انہی خوارج کے متعلق فرمایا :۔ میرے[3] بعد خوارج کو قتل نہ کرنا۔ اس لیے کہ جو حق کا طالب ہو اور اسے نہ پا سکے وہ ویسا نہیں ہے کہ جو باطل ہی کی طلب میں ہو اور پھر اسے بھی پالے۔ سید رضی کہتے ہیں کہ اس سے مراد معاویہ اور اس کے ساتھی ہیں۔

لہ اس پیشین گوئی کو فراست و ثاقب نظری کا نتیجہ نہیں قرار دیا جا سکتا۔ کیونکہ دور رس نظریں فتح و شکست کا اندازہ تو لگا سکتی ہیں اور جنگ کے نتائج کو بھانپ لے جا سکتی ہیں، لیکن دونوں فریق کے مقتولین کی صحیح صحیح تعداد سے آگاہ کر دینا ان کی حدودِ پرواز سے باہر ہے۔ یہ اسی کی باطن بین نگاہیں حکم لگا سکتی ہیں کہ جو غیب کے پردے الٹ کر آنے والے منظر کو

اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہو، اور علمِ امامت کی چھوٹ مستقبل کے صفحہ پر اُبھرنے والے نقوش اُس کو دکھا رہی ہو۔ چنانچہ اِس وارثِ علمِ نبوت نے جو فرمایا تھا وہی ہُوا، اور خوارج میں سے نو آدمیوں کے علاوہ سب کے سب موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے جن میں سے دو عمان کی طرف دو سجستان کی طرف دو کرمان کی طرف اور دو جزیرہ کی طرف بھاگ گئے اور ایک یمن میں تل موروں چلا آیا، اور آپ کی جماعت میں سے صرف آٹھ آدمی شہید ہوگئے، جن کے نام یہ ہیں۔

رویبہ ابن وبر بجلی، سعید ابن خالد سبیعی، عبداللہ ابن حماد ارحبی، فیاض ابن خلیل ازدی، کیسوم ابن سلمہ جہنی، عبید ابن عبید خولانی، جمیع ابن جشم کندی، حبیب ابن عاصم اسدی،

ے۔ امیرالمومنین کی یہ پیشین گوئی بھی حرف بحرف پوری ہوئی اور خوارج میں جو سردار بھی اٹھا تلواروں پر دھر لیا گیا۔ چنانچہ ان کے چند سرداروں کا ذکر کیا جاتا ہے کہ جو بُری طرح موت کے گھاٹ اُتارے گئے

نافع ابن ازرق ۔ خوارج کا سب سے بڑا گروہ ازارقہ اسی کی طرف منسوب ہے۔ یہ مُسلم ابن عبیس کے لشکر کے مقابلہ میں سلامہ باہلی کے ہاتھ سے مارا گیا۔

نجدہ ابنِ عامر :۔ خوارج کا فرقہ نجدات اِس کی طرف منسوب ہے۔ ابو فدیک خارجی نے اسے قتل کروا دیا۔

عبداللہ ابنِ اباض :۔ فرقہ اباضیہ اس کی طرف منسوب ہے۔ یہ عبداللہ ابن محمد ابن عطیہ کے مقابلہ میں مارا گیا۔ ابو بیہس ہیصم ابنِ جابر :۔ فرقہ بیہسیہ اس کی طرف منسوب ہے۔ عثمان ابنِ حبان والیٔ مدینہ نے پہلے اس کے ہاتھ پیر کٹوائے اور پھر اُسے قتل کر دیا۔

عروہ ابن اُدَیَّہ :۔ مُعاویہ کے عہدِ حکومت میں زیاد نے اُسے قتل کیا۔

قطری ابن فجاۃ :۔ طبرستان کے علاقہ میں جب سفیان ابن ابرد کی فوج کا اس کے لشکر سے ٹکراؤ ہوا تو سورہ ابن ابجر دارمی نے اُسے قتل کیا۔

شوذب خارجی :۔ سعید ابن عمرو حرشی کے مقابلہ میں مارا گیا۔

حوثرہ ابنِ وداع اسدی :۔ بنی طے کے ایک شخص کے ہاتھ سے قتل ہُوا۔

مستورد ابن عرفہ :۔ معاویہ کے عہد میں معقل ابنِ قیس کے ہاتھ سے مارا گیا۔

شبیب ابن یزید خارجی : دریا میں ڈوب کر مرا

عمران ابن حرب سراسبی : جنگِ دولاب میں مارا گیا۔

زحاف ابن طائی :۔ بنو طاجیہ کے مقابلہ میں مارا گیا۔

زبیر ابنِ علی سلیطی :۔ عتاب ابنِ ورقا کے مقابلہ میں مارا گیا۔

علی ابنِ بشیر اسے حجاج نے قتل کروایا۔

عبیداللہ ابن بشیر :۔ مہلب ابن ابی صفرہ کے مقابلہ میں مارا گیا۔

عبداللہ ابن الماحوز :۔ جنگِ دولاب میں مارا گیا۔

عبیداللہ ابن الماحوز :۔ عتاب ابنِ ورقار کے مقابلہ میں مارا گیا۔

ابوالوازع :۔ مقبرہ بنی یشکر میں ایک شخص نے اس پر دیوار گرا کر اسے ختم کر دیا۔

عبیداللہ ابن یحییٰ کندی :۔ مروان ابن محمد کے عہد میں ابن عطیہ کے ہاتھ سے مارا گیا۔

۳ قتلِ خوارج سے روکنے کی وجہ یہ تھی کہ چونکہ امیرالمومنینؑ کی نگاہیں دیکھ رہی تھیں کہ آپؑ کے بعد تسلط و اقتدار ان لوگوں کے ہاتھوں میں ہوگا جو جہاد کے موقعہ و محل سے بے خبر ہوں گے، اور صرف اپنے اقتدار کو برقرار رکھنے کے لیے تلوار چلائیں گے۔ اور یہ وہی لوگ تھے کہ جو امیرالمومنین کو برا سمجھنے اور برا کہنے میں خوارج سے بھی بڑھے چڑھے ہوئے تھے۔ لہٰذا جو خود گم کردہ راہ ہوں۔ انھیں دوسرے گمراہوں سے جنگ و قتال کا کوئی حق نہیں پہنچتا۔ اور نہ جان بوجھ کر گمراہیوں میں پڑے رہنے والے اس کے مجاز ہو سکتے ہیں کہ بھولے سے بے راہ ہو جانے والوں کے خلاف صف آرائی کریں۔ چنانچہ امیرالمومنینؑ کا یہ ارشاد واضح طور سے اس حقیقت کو واشگاف کرتا ہے کہ خوارج کی گمراہی جان بوجھ کر نہ تھی۔ بلکہ شیطان کے بہکائے میں آ کر باطل کو حق سمجھنے لگے، اور اسی پر اڑ گئے اور معاویہ اور اس کی جماعت کی گمراہی کی یہ صورت تھی کہ انھوں نے حق کو حق سمجھ کر ٹھکرایا اور باطل کو باطل سمجھ کر اپنا شعار بنائے رکھا۔ اور دین کے معاملہ میں ان کی بیباکیاں اس حد تک بڑھ گئی تھیں کہ نہ انھیں غلط فہمی کا نتیجہ قرار دیا جا سکتا ہے، اور نہ ان پر خطائے اجتہادی کا پردہ ڈالا جا سکتا ہے۔ جبکہ وہ علانیہ دین کے حدود کو توڑ دیتے تھے۔ اور اپنی رائے کے سامنے پیغمبرؐ کے ارشاد کو درخورِ اعتنا نہ سمجھتے تھے۔ چنانچہ ابن ابی الحدید نے لکھا ہے کہ پیغمبرؐ کے صحابی ابوالدرداء نے معاویہ کے ہاں سونے اور چاندی کے برتنوں کا استعمال دیکھا، تو فرمایا، کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ "ان الشارب فیھما لتجرجر فی جوفہ نار جھنم" چاندی اور سونے کے برتنوں میں پینے والے کے پیٹ میں دوزخ کی آگ کے لپکے اٹھیں گے"۔ تو معاویہ نے کہا کہ "اما انا فلا ادری بذٰلک باسا" لیکن میری رائے میں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اور اسی طرح زیاد ابن ابیہ کو اپنے سے ملا لینے کے لیے قولِ پیغمبرؐ کو ٹھکرا کر اپنے اجتہاد کو کارفرما کرنا، منبرِ رسولؐ پر اہل بیتِ رسولؐ کو برا کہنا حدودِ شرعیہ کو پامال کرنا، بے گناہوں کے خون سے ہاتھ رنگنا، اور ایک فاسق کو مسلمانوں کی گردنوں پر مسلط کر کے زندقہ و الحاد کی راہیں کھول دینا، ایسے واقعات ہیں کہ انھیں کسی غلط فہمی پر محمول کرنا حقائق سے عمداً چشم پوشی کرنا ہے۔

خطبہ ۶۰

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ ۔ جب آپؑ کو اچانک قتل کیے جانے سے خوف دلایا

لَمَّا خُوِّفَ مِنَ الْغِيلَةِ :- وَإِنَّ عَلَيَّ مِنَ اللّٰهِ جُنَّةً حَصِينَةً فَإِذَا جَاءَ يَوْمِي انْفَرَجَتْ عَنِّي وَأَسْلَمَتْنِي، فَحِينَئِذٍ لَا يَطِيشُ السَّهْمُ وَلَا يَبْرَأُ الْكَلْمُ۔

گیا، تو آپ نے فرمایا، مجھ پر اللہ کی ایک محکم سپر ہے۔ جب موت کا دن آئے گا، تو وہ مجھے موت کے حوالے کرکے مجھ سے الگ ہو جائے گی۔ اُس وقت نہ تیر خطا کرے گا اور نہ زخم بھر سکے گا۔

خطبہ ۶۱

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

أَلَا وَإِنَّ الدُّنْيَا دَارٌ لَا يُسْلَمُ مِنْهَا إِلَّا فِيهَا۔ وَلَا يُنْجَى بِشَيْءٍ كَانَ لَهَا ابْتُلِيَ النَّاسُ بِهَا فِتْنَةً فَمَا أَخَذُوهُ مِنْهَا لَهَا أُخْرِجُوا مِنْهُ وَحُوسِبُوا عَلَيْهِ۔ وَمَا أَخَذُوهُ مِنْهَا لِغَيْرِهَا قَدِمُوا عَلَيْهِ وَأَقَامُوا فِيهِ۔ فَإِنَّهَا عِنْدَ ذَوِي الْعُقُولِ كَفَيْءِ الظِّلِّ بَيْنَا تَرَاهُ سَابِغًا حَتَّى قَلَصَ، وَزَائِدًا حَتَّى نَقَصَ۔

تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ دُنیا ایسا گھر ہے کہ اس کے (عواقب) سے بچاؤ کا ساز و سامان اسی میں رہ کر کیا جا سکتا ہے اور کسی ایسے کام سے جو صرف اسی دُنیا کی خاطر کیا جائے، نجات نہیں مل سکتی۔ لوگ اس دُنیا میں آزمائش میں ڈالے گئے ہیں۔ لوگوں نے اس دُنیا سے جو دُنیا کے لیے حاصل کیا ہوگا، اُس سے الگ کر دیے جائیں گے اور اُس پر اُن سے حساب لیا جائے گا۔ اور جو اس دُنیا سے آخرت کے لیے کمایا ہوگا۔ اُسے آگے پہنچ کر پا لیں گے اور اُسی میں رہیں سہیں گے۔ دُنیا عقلمندوں کے نزدیک ایک بڑھتا ہوا سایہ ہے۔ جسے ابھی بڑھا ہوا اور پھیلا ہوا دیکھ رہے تھے کہ دیکھتے ہی دیکھتے وُہ گھٹ کر اور سمٹ کر رہ گیا۔

خطبہ ۶۲

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَاتَّقُوا اللّٰهَ عِبَادَ اللّٰهِ وَبَادِرُوا آجَالَكُمْ بِأَعْمَالِكُمْ۔ وَابْتَاعُوا مَا يَبْقَى لَكُمْ بِمَا يَزُولُ عَنْكُمْ۔ وَتَرَحَّلُوا فَقَدْ جُدَّ بِكُمْ۔ وَاسْتَعِدُّوا لِلْمَوْتِ فَقَدْ أَظَلَّكُمْ۔ وَكُونُوا قَوْمًا

اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو اور موت سے پہلے اپنے اعمال کا ذخیرہ فراہم کر لو، اور دُنیا کی فانی چیزیں دے کر باقی رہنے والی چیزیں خرید لو۔ چلنے کا سامان کرو کیونکہ تمھیں تیزی سے لے جایا جا رہا ہے اور موت کے لیے آمادہ ہو جاؤ کہ وہ تمھارے سروں پر منڈلا رہی ہے۔ تمھیں ایسے لوگ ہونا چاہیے۔ جنھیں پکارا گیا، تو وہ جاگ اٹھے اور یہ

صَيِحَ بِهِمْ فَانْتَبَهُوْا - وَعَلِمُوْا اَنَّ
الدُّنْيَا لَيْسَتْ لَهُمْ بِدَارٍ فَاسْتَبْدَلُوْا
فَاِنَّ اللهَ سُبْحَانَهٗ لَمْ يَخْلُقْكُمْ عَبَثًا
وَلَمْ يَتْرُكْكُمْ سُدًى - وَمَا بَيْنَ
اَحَدِكُمْ وَبَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ اِلَّا
الْمَوْتُ اَنْ يَنْزِلَ بِهٖ - وَاِنَّ غَايَةً
تَنْقُصُهَا اللَّحْظَةُ وَتَهْدِمُهَا السَّاعَةُ
لَجَدِيْرَةٌ بِقِصَرِ الْمُدَّةِ - وَاِنَّ غَائِبًا
يَحْدُوْهُ الْجَدِيْدَانِ اللَّيْلُ وَ
النَّهَارُ - لَحَرِيٌّ بِسُرْعَةِ الْاَوْبَةِ
وَاِنَّ قَادِمًا يَقْدَمُ بِالْفَوْزِ اَوِ
الشِّقْوَةِ لَمُسْتَحِقٌّ لِاَفْضَلِ
الْعُدَّةِ - فَتَزَوَّدُوْا فِي الدُّنْيَا مِنَ
الدُّنْيَا مَا تَحْرِزُوْنَ بِهٖ اَنْفُسَكُمْ
غَدًا فَاتَّقَى عَبْدٌ رَبَّهٗ - نَصَحَ
نَفْسَهٗ وَقَدَّمَ تَوْبَتَهٗ وَغَلَبَ
شَهْوَتَهٗ فَاِنَّ اَجَلَهٗ مَسْتُوْرٌ عَنْهُ
وَاَمَلَهٗ خَادِعٌ لَهٗ - وَالشَّيْطَانُ
مُوَكَّلٌ بِهٖ يُزَيِّنُ لَهُ الْمَعْصِيَةَ
لِيَرْكَبَهَا وَيُمَنِّيْهِ التَّوْبَةَ لِيُسَوِّفَهَا
حَتّٰى تَهْجُمَ مَنِيَّتُهٗ عَلَيْهِ اَغْفَلَ
مَا يَكُوْنُ عَنْهَا فَيَالَهَا حَسْرَةً عَلٰى
ذِيْ غَفْلَةٍ اَنْ يَكُوْنَ عُمُرُهٗ عَلَيْهِ
حُجَّةً - وَاَنْ تُؤَدِّيَهٗ اَيَّامُهٗ اِلٰى
شِقْوَةٍ - نَسْاَلُ اللهَ سُبْحَانَهٗ اَنْ يَجْعَلَنَا

جان لینے پر کہ دُنیا اُن کا گھر نہیں ہے، اُسے (آخرت سے) بدل لیا ہو۔ اس لیے کہ اللہ نے تمھیں بیکار پیدا نہیں کیا اور نہ اُس نے تمھیں بے قید و بند چھوڑ دیا ہے۔ موت تمھاری راہ میں حائل ہے۔ اس کے آتے ہی تمھارے لیے جنّت ہے یا دوزخ ہے۔ وہ مُدّتِ حیات جسے ہر گزرنے والا لحظہ کم کر رہا ہو اور ہر ساعت اُس کی عمارت کو ڈھا رہی ہو، کم ہی سمجھی جانے کے لائق ہے اور وہ مُسافر جسے ہر نیا دن اور ہر نئی رات (لگاتار) کھینچے لیے جا رہے ہوں، اُس کا منزل تک پہنچنا جلد ہی سمجھنا چاہیے اور وہ عازمِ سفر جس کے سامنے ہمیشہ کی کامرانی یا ناکامی کا سوال ہے۔ اس کو اچھے سے اچھا زاد مُہیّا کرنے کی ضرورت ہے۔ لہٰذا اِس دنیا میں رہتے ہوئے اس سے اِتنا توشۂ آخرت لے لو، جس کے ذریعہ کل اپنے نفسوں کو بچا سکو جس کی صُورت یہ ہے کہ بندہ اپنے اللہ سے ڈرے۔ اپنے نفس کے ساتھ خیر خواہی کرے (مرنے سے پہلے) توبہ کرے اپنی خواہشوں پر قابُو رکھے۔ چونکہ موت اس کی نگاہ سے اوجھل ہے۔ اور اُمیدیں فریب دینے والی ہیں اور شیطان اس پر چھایا ہُوا ہے، جو گناہوں کو سج کر اُس کے سامنے لاتا ہے کہ وہ اُس میں مبتلا ہو اور توبہ کی ڈھارس بندھاتا رہتا ہے کہ وُہ اسے تعویق میں ڈالتا رہے۔ یہاں تک کہ موت غفلت و بے خبری کی حالت میں اس پر اچانک ٹُوٹ پڑتی ہے۔ واحسرتا! کہ اس غافل و بے خبر کی مدّتِ حیات ہی اس کے خلاف ایک حجت بن جائے، اور اس کی زندگی کا انجام بدبختی کی صورت میں ہو۔ ہم اللہ سُبحانہٗ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اور تمھیں ایسا کر دے، کہ (دُنیا کی) نعمتیں

وَإِيَّاكُمْ مِمَّنْ لَا تُبْطِرُهُ نِعْمَةٌ وَلَا تُقَصِّرُ بِهِ عَنْ طَاعَةِ رَبِّهِ غَايَةٌ - وَلَا تَحُلُّ بِهِ بَعْدَ الْمَوْتِ نَدَامَةٌ وَلَا كَآبَةٌ -

سرکش و متمرد نہ بنا سکیں اور کسی منزل پر اطاعت پروردگار سے درماندہ و عاجز نہ ہوں اور مرنے کے بعد نہ شرمساری اٹھانا پڑے، اور نہ رنج و غم سہنا پڑے۔

خطبہ ۶۳

وَمِنْ خُطْبَةٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ -
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي لَمْ يَسْبِقْ لَهُ حَالٌ حَالًا - فَيَكُونَ أَوَّلًا قَبْلَ أَنْ يَكُونَ آخِرًا - وَيَكُونَ ظَاهِرًا قَبْلَ أَنْ يَكُونَ بَاطِنًا كُلُّ مُسَمًّى بِالْوَحْدَةِ غَيْرُهُ قَلِيلٌ - وَكُلُّ عَزِيزٍ غَيْرُهُ ذَلِيلٌ - وَكُلُّ قَوِيٍّ غَيْرُهُ ضَعِيفٌ - وَكُلُّ مَالِكٍ غَيْرُهُ مَمْلُوكٌ - وَكُلُّ عَالِمٍ غَيْرُهُ مُتَعَلِّمٌ وَكُلُّ قَادِرٍ غَيْرُهُ يَقْدِرُ وَيَعْجِزُ - وَكُلُّ سَمِيعٍ غَيْرُهُ يَصَمُّ عَنْ لَطِيفِ الْأَصْوَاتِ وَيُصِمُّهُ كَبِيرُهَا وَيَذْهَبُ عَنْهُ مَا بَعُدَ مِنْهَا - وَكُلُّ بَصِيرٍ غَيْرُهُ يَعْمَى عَنْ خَفِيِّ الْأَلْوَانِ وَلَطِيفِ الْأَجْسَامِ وَكُلُّ ظَاهِرٍ غَيْرُهُ بَاطِنٌ وَكُلُّ بَاطِنٍ غَيْرُهُ غَيْرُ ظَاهِرٍ - لَمْ يَخْلُقْ مَا خَلَقَهُ لِتَشْدِيدِ سُلْطَانٍ - وَلَا تَخَوُّفٍ مِنْ عَوَاقِبِ زَمَانٍ - وَلَا اسْتِعَانَةٍ عَلَى نِدٍّ مُثَاوِرٍ - وَلَا شَرِيكٍ مُكَاثِرٍ وَلَا ضِدٍّ مُنَافِرٍ - وَلَكِنْ خَلَائِقُ مَرْبُوبُونَ - وَعِبَادٌ دَاخِرُونَ

تمام حمد اُس اللہ کے لیے ہے کہ جس کی ایک صفت سے دُوسری صفت کو تقدم نہیں کہ وُہ آخر ہونے سے پہلے اوّل اور ظاہر ہونے سے پہلے باطن رہا ہو۔ اللہ کے علاوہ جسے بھی ایک کہا جائے گا، وُہ قلت و کمی میں ہوگا۔ اس کے سوا ہر باعزت ذلیل اور ہر قوی کمزور و عاجز اور ہر مالک مملوک، اور ہر جاننے والا سیکھنے والے کی منزل میں ہے۔ اُس کے علاوہ ہر قدرت و تسلط والا کبھی قادر ہوتا ہے اور کبھی عاجز۔ اور اُس کے علاوہ ہر سُننے والا خفیف آوازوں کے سُننے سے قاصر ہوتا ہے اور بڑی آوازیں (اپنی گونج سے) اُسے بہرا کر دیتی ہیں اور دُور کی آوازیں اس تک پہنچتی نہیں ہیں اور اس کے ماسوا ہر دیکھنے والا مخفی رنگوں اور لطیف جسموں کے دیکھنے سے نابینا ہوتا ہے۔ کوئی ظاہر اس کے علاوہ باطن نہیں ہو سکتا اور کوئی باطن اُس کے سوا ظاہر نہیں ہو سکتا۔ اُس نے اپنی کسی مخلوق کو اس لیے پیدا نہیں کیا کہ وُہ اپنے اقتدار کی بُنیادوں کو مستحکم کرے یا زمانے کے عواقب و نتائج سے اُسے کوئی خطرہ تھا۔ یا کسی برابر والے کے حملہ آور ہونے یا کثرت پر اترانے والے شریک یا بلندی میں ٹکرانے والے مدمقابل کے خلاف اُسے مدد حاصل کرنا تھی، بلکہ یہ ساری مخلوق اسی کے قبضے میں ہے اور سب اُس کے عاجز و ناتواں بندے ہیں۔ وُہ

لَمْ يَحْلُلْ فِي الْأَشْيَاءِ فَيُقَالَ هُوَ فِيهَا كَائِنٌ - وَلَمْ يَنْأَ عَنْهَا فَيُقَالَ هُوَ مِنْهَا بَائِنٌ لَمْ يَؤُدْهُ خَلْقُ مَا ابْتَدَأَ وَلَا تَدْبِيرُ مَا ذَرَأَ وَلَا وَقَفَ بِهِ عَجْزٌ عَمَّا خَلَقَ - وَلَا وَلَجَتْ عَلَيْهِ شُبْهَةٌ فِيمَا قَضَى وَقَدَّرَ بَلْ قَضَاءٌ مُتْقَنٌ وَعِلْمٌ مُحْكَمٌ وَأَمْرٌ مُبْرَمٌ الْمَأْمُولُ مَعَ النِّقَمِ وَالْمَرْهُوبُ مَعَ النِّعَمِ -

دُوسری چیزوں میں سمایا ہوا نہیں ہے کہ یہ کہا جائے کہ وُہ ان کے اندر ہے اور نہ اُن چیزوں سے دُور ہے کہ یہ کہا جائے کہ وُہ ان چیزوں سے الگ ہے۔ ایجادِ خلق اور تدبیرِ عالم نے اُسے خستہ و درماندہ نہیں کیا۔ اور نہ (حسبِ منشاء) چیزوں کے پیدا کرنے سے عجز اُس کا دامن گیر ہوا ہے اور نہ اُسے اپنے فیصلوں اور اندازوں میں شبہ لاحق ہوا ہے۔ بلکہ اُس کے فیصلے مضبوط، علم محکم اور احکام قطعی ہیں۔ مُصیبت کے وقت بھی اُسی کی آس رہتی ہے اور نعمت کے وقت بھی اُس کا ڈر لگا رہتا ہے۔

خطبہ ۶۴

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ - كَانَ يَقُولُهُ لِأَصْحَابِهِ فِي بَعْضِ أَيَّامِ صِفِّينَ :-

مَعَاشِرَ الْمُسْلِمِينَ اسْتَشْعِرُوا الْخَشْيَةَ وَتَجَلْبَبُوا السَّكِينَةَ وَعَضُّوا عَلَى النَّوَاجِذِ فَإِنَّهُ أَنْبَى لِلسُّيُوفِ عَنِ الْهَامِ وَأَكْمِلُوا اللَّأْمَةَ وَقَلْقِلُوا السُّيُوفَ فِي أَغْمَادِهَا قَبْلَ سَلِّهَا وَالْحَظُوا الْخَزْرَ وَاطْعُنُوا الشَّزْرَ وَنَافِحُوا بِالظُّبَا وَصِلُوا السُّيُوفَ بِالْخُطَا - وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ بِعَيْنِ اللهِ وَمَعَ ابْنِ عَمِّ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ - فَعَاوِدُوا الْكَرَّ وَاسْتَحْيُوا

صفین کے دنوں میں اپنے اصحاب سے فرمایا کرتے تھے :-

اے گروہِ مُسلمین! خوفِ خُدا کو اپنا شعار بناؤ۔ اطمینان و وقار کی چادر اوڑھ لو، اور اپنے دانتوں کو بھینچ لو۔ اس سے تلواریں سروں سے اُچٹ جایا کرتی ہیں زرہ کی تکمیل کرو۔ (یعنی اس کے ساتھ خود، جوشن بھی پہن لو) اور تلواروں کو کھینچنے سے پہلے نیاموں میں اچھی طرح ہلا جلا لو۔ اور دُشمن کو ترچھی نظروں سے دیکھتے رہو اور دائیں بائیں (دونوں طرف) نیزوں کے وار کرو، اور دُشمن کو تلواروں کی باڑ پر رکھ لو۔ اور تلواروں کے ساتھ ساتھ قدموں کو آگے بڑھاؤ۔ اور یقین رکھو کہ تم اللہ کے رُوبرو، اور رسولؐ کے چچازاد بھائی کے ساتھ ہو۔ بار بار حملہ کرو اور بھاگنے سے شرم کرو۔ اس لیے کہ یہ پُشتوں تک کے لیے ننگ و عار اور روزِ محشر جہنم کی آگ کا باعث ہے۔ خُوشی سے اپنی

مِنَ الْفَرِّ فَاِنَّهُ عَارٌ فِي الْاَعْقَابِ وَ نَارٌ يَوْمَ الْحِسَابِ - وَطِيبُوا عَنْ اَنْفُسِكُمْ نَفْسًا - وَامْشُوا اِلَى الْمَوْتِ مَشْيًا سُجُحًا وَ عَلَيْكُمْ بِهٰذَا السَّوَادِ الْاَعْظَمِ - وَالرِّوَاقِ الْمُطَنَّبِ - فَاضْرِبُوا ثَبَجَهُ فَاِنَّ الشَّيْطَانَ كَامِنٌ فِي كِسْرِهِ - قَدْ قَدَّمَ لِلْوَثْبَةِ يَدًا وَ اَخَّرَ لِلنُّكُوصِ رِجْلًا فَصَمْدًا صَمْدًا حَتّٰى يَنْجَلِيَ لَكُمْ عَمُودُ الْحَقِّ وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ وَ اللّٰهُ مَعَكُمْ وَ لَنْ يَتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ

جائیں اللہ کو دے دو اور پُر اطمینان رفتار سے موت کی جانب پیش قدمی کرو، اور (شامیوں کی) اس بڑی جماعت اور طنابوں سے کھنچے ہوئے خیمے کو اپنے پیش نظر رکھو، اور اس کے وسط پر حملہ کرو۔ اس لیے کہ شیطان اُسی کے ایک گوشے میں چھُپا بیٹھا ہے۔ جس نے ایک طرف تو حملے کے لیے ہاتھ بڑھایا ہوا ہے، اور دُوسری طرف بھاگنے کے لیے قدم پیچھے ہٹا رکھا ہے۔ تم مضبوطی سے اپنے ارادے پر جمے رہو۔ یہاں تک کہ حق (صبح کے) اُجالے کی طرح ظاہر ہو جائے۔ (نتیجہ میں) تم ہی غالب ہو، اور خدا تمھارے ساتھ ہے۔ وہ تمھارے اعمال کو ضائع و برباد نہیں ہونے دے گا۔

خطبہ ۶۵

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي مَعْنَى الْاَنْصَارِ -

قَالُوا لَمَّا انْتَهَتْ اِلٰى اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَنْبَاءُ السَّقِيْفَةِ بَعْدَ وَفَاةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: مَا قَالَتِ الْاَنْصَارُ؟ قَالُوا قَالَتْ مِنَّا اَمِيرٌ وَ مِنْكُمْ اَمِيرٌ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ -

فَهَلَّا احْتَجَجْتُمْ عَلَيْهِمْ بِاَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَصّٰى بِاَنْ يُحْسَنَ اِلٰى مُحْسِنِهِمْ وَ يُتَجَاوَزَ عَنْ مُسِيئِهِمْ (قَالُوا وَمَا فِي هٰذَا مِنَ الْحُجَّةِ

پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کی رحلت کے بعد جب سقیفہ بنی ساعدہ کی خبریں امیر المومنینؑ تک پہنچیں، تو آپؑ نے دریافت فرمایا کہ انصار کیا کہتے تھے؟ لوگوں نے کہا کہ وہ کہتے تھے کہ ایک ہم میں سے امیر ہو جائے اور ایک تم میں سے۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ:-

"تم نے یہ دلیل کیوں نہ پیش کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم نے وصیت فرمائی تھی کہ انصار میں جو اچھا ہو اُس کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا جائے اور جو بُرا ہو اس سے درگزر کیا جائے۔" لوگوں نے کہا کہ اس میں اُن کے خلاف کیا ثبوت ہے؟ آپؑ نے فرمایا کہ اگر حکومت و امارت

عَلَیْهِمْ) فَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ لَوْ کَانَتِ الْاِمَارَةُ فِیْهِمْ لَمْ تَکُنِ الْوَصِیَّةُ بِهِمْ ثُمَّ قَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ - فَمَاذَا قَالَتْ قُرَیْشٌ؟ قَالُوا احْتَجَّتْ بِاَنَّهَا شَجَرَةُ الرَّسُوْلِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ فَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ احْتَجُّوْا بِالشَّجَرَةِ وَاَضَاعُوا الثَّمَرَةَ۔

اُن کے لیے ہوتی۔ تو پھر اُن کے بارے میں دُوسروں کو وصیت کیوں کی جاتی۔ پھر حضرت نے پُوچھا کہ قریش نے کیا کہا؟ لوگوں نے کہا کہ انھوں نے شجرۂ رسولؐ سے ہونے کی وجہ سے اپنے استحقاق پر استدلال کیا۔ تو حضرتؑ نے فرمایا کہ اُنھوں نے شجرۂ ایک ہونے سے تو استدلال کیا، لیکن اس کے پھلوں کو ضائع و برباد کر دیا۔

سلہ سقیفہ بنی ساعدہ کے واقعات سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ انصار کے مقابلے میں مہاجرین کی سب سے بڑی دلیل اور وجہ کامرانی یہی چیز تھی کہ قریش چونکہ پیغمبرؐ کے ہم قوم و ہم قبیلہ ہیں، لہٰذا ان کے ہوتے ہوئے کوئی غیر خلافت کا حقدار نہیں ہو سکتا اور اسی بنا پر انصار کا جمِ غفیر بھی مہاجرین کے سامنے ہتھیار ڈالنے کو تیار ہو گیا اور وُہ نسلی امتیاز کو پیش کر کے خلافت کی بازی جیتنے میں کامیاب ہو گئے۔ چنانچہ مورخ طبری واقعاتِ سقیفہ کے سلسلے میں تحریر فرماتے ہیں کہ جب انصار نے سقیفہ بنی ساعدہ میں سعد ابنِ عبادہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لیے اجتماع کیا، تو حضرت ابو بکر، حضرت عمرؓ اور ابو عبیدہ ابن جراح بھی سن گن پا کر وہاں پہنچ گئے۔ اس موقعہ کے لیے حضرت عمر نے پہلے سے کچھ سوچ لیا تھا۔ جسے کہنے کے لیے اُٹھے، مگر حضرت ابو بکر نے انھیں روک دیا، اور خود کھڑے ہو گئے اور اللہ کی حمد و ثنا، اور مہاجرین کی ہجرت اور سبقت ایمانی کا تذکرہ کرنے کے بعد فرمایا:۔

فہم اول من عبد اللہ فی الارض و اٰمن باللہ و بالرسول، وھم اولیاءہ وعشیرتہ واحق الناس بھذا الامر من بعدہ ولا ینازعھم ذالک الا ظالم

(طبری ج ۲ ۔ ص۴۵۶)

یہ وُہی ہیں جنھوں نے سب سے پہلے زمین میں اللہ کی پرستش کی، اور سب سے پہلے اللہ و رسولؐ پر ایمان لائے۔ یہی پیغمبرؐ کے دوست اور ان کے کنبہ والے ہیں اور یہی سب سے زائد خلافت کے حق دار ہیں۔ جو ان سے ٹکرائے گا، وُہ ظالم ہو گا۔"

جب حضرت ابو بکر اپنا بیان ختم کر چکے، تو حباب ابن منذر کھڑے ہُوئے اور انصار سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ اے گروہ انصار تم اپنی باگ ڈور دُوسروں کے ہاتھ میں نہ دو۔ دُنیا تمھارے سایہ میں بس رہی ہے۔ تم عزّت و ثروت والے اور قبیلے جتھے والے ہو۔ اگر مہاجرین کو بعض چیزوں میں تم پر فضیلت ہے، تو تمھیں بھی بعض چیزوں میں ان پر فوقیت حاصل ہے تم نے انھیں اپنے گھروں میں پناہ دی۔ تم اسلام کے بازوئے شمشیر زن ہو۔ تمھاری وجہ سے اسلام اپنے پیروں پر کھڑا ہوا تمھارے شہروں میں آزادی سے اللہ کی نمازیں قائم ہوئیں۔ تم تفرقہ و انتشار سے اپنے کو بچاؤ اور اپنے حق پر یکجہتی سے جمے

رہو۔ اور اگر مہاجرین تمہارا حق تسلیم نہ کریں، تو پھر ان سے کہو کہ ایک امیر تم میں سے ہوگا، اور ایک امیر ہم میں سے ہوگا۔

حباب یہ کہہ کر بیٹھے ہی تھے، کہ حضرت عمر کھڑے ہو گئے اور فرمایا :-

هیهات لا یجتمع اثنان فی قرن والله لا ترضی العرب ان یؤمروکم و نبیها من غیرکم ولکن العرب لا تمتنع ان تولی امرها من کانت النبوة فیهم و ولی امورهم منهم ولنا بذلك علی من ابی من العرب الحجة الظاهرة والسلطان المبین من ذا ینازعنا سلطان محمد و امارته ونحن اولیاءه وعشیرته الا مدل بباطل او متجانف لاثم او متورط فی هلکة

(طبری ج ۲ - ص ۴۵۷)

ایسا نہیں ہو سکتا کہ ایک زمانہ میں دو (حکمران) جمع ہو جائیں۔ خدا کی قسم! عرب اس پر کبھی راضی نہ ہوں گے کہ تمہیں امیر بنائیں۔ جبکہ نبی تم میں سے نہیں ہے۔ البتہ عرب کو اس میں ذرا پس و پیش نہ ہوگا کہ وہ خلافت اس کے حوالے کریں کہ جس کے گھرانے میں نبوت ہو۔ اور صاحب امر بھی انہی میں سے ہو، اور انکار کرنے والے کے سامنے اس سے ہمارے حق میں کھلم کھلا دلیل اور واضح برہان لائی جا سکتی ہے۔ جو ہم سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سلطنت و امارت میں ٹکرائے گا، وہ باطل کی طرف جھکنے والا، گناہ کا مرتکب ہونے والا، اور ورطہ ہلاکت میں گرنے والا ہے۔"

حضرت عمر کے بعد حباب پھر کھڑے ہوئے اور انصار سے کہا کہ دیکھو! اپنی بات پر ڈٹے رہو، اور اس کی اور اس کے ساتھیوں کی باتوں میں نہ آؤ۔ یہ تمہارے حق کو دبانا چاہتے ہیں۔ اگر یہ لوگ نہیں مانتے، تو انھیں اپنے شہروں سے نکال باہر کرو اور خلافت کو سنبھال لو۔ بھلا تم سے زیادہ اس کا کون حق دار ہو سکتا ہے :- حباب خاموش ہوئے، تو حضرت عمر نے انھیں سخت سُست کہا۔ اُدھر سے بھی کچھ تلخ کلامی ہوئی، اور بزم کا رنگ بگڑنے لگا۔ ابوعبیدہ نے جب یہ دیکھا، تو انصار کو ٹھنڈا کرنے اور اپنے دھڑے پر لانے کے لیے کہا کہ اے گروہِ انصار! تم وہی لوگ ہو، جنھوں نے ہمیں سہارا دیا، ہماری ہر طرح کی مدد امداد کی۔ اب اپنی روش کو نہ بدلو، اور اپنے طور طریقوں کو نہ چھوڑو۔ مگر انصار ان باتوں میں نہ آئے، اور وہ سعد کے علاوہ کسی کی بیعت کرنے کو تیار نہ تھے اور ان کی طرف لوگ بڑھا ہی چاہتے تھے، کہ سعد کے قبیلہ کا ایک آدمی بشیر خزرجی کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ بیشک ہم نے جہاد میں قدم بڑھایا، دین کو سہارا دیا۔ مگر اس سے ہماری غرض صرف اللہ کی رضامندی اور اس کے رسُول کی اطاعت تھی۔ ہمارے لیے یہ مناسب نہیں کہ ہم تفوق جتلائیں، اور خلافت میں جھگڑا کریں۔ ان محمدا صلی الله علیه وآله وسلم من قریش وقومه احق به واولی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قریش میں سے تھے۔ لہٰذا اُن کی نیابت و وراثت کا حق بھی انہی کی قوم کو پہنچتا ہے۔" بشیر کا یہ کہنا تھا کہ انصار میں پھوٹ پڑ گئی اور اس کا مقصد بھی یہی تھا۔ چونکہ وہ اپنے کنبہ کے ایک آدمی کو اس طرح بڑھتے ہوئے نہ دیکھ سکتا تھا، لہٰذا مہاجرین نے انصار کے اس افتراق سے پُورا پُورا فائدہ اٹھایا اور حضرت عمر اور ابوعبیدہ نے حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کا تہیّا کر لیا۔ ابھی وہ

بیعت کے لیے بڑھے ہی تھے کہ بشیر نے سب سے پہلے بڑھ کر اپنا ہاتھ حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر رکھ دیا، اور پھر حضرت عمر اور ابوعبیدہ نے بیعت کی، اور پھر بشیر کے قوم قبیلے والے بڑھے اور بیعت کی اور سعد ابن عبادہ کو پیروں تلے روند کر رکھ دیا۔

امیرالمومنینؑ اس موقعہ پر پیغمبرؐ کے غسل و کفن میں مصروف تھے۔ بعد میں جب سقیفہ کے اجتماع کے متعلق سُنا اور انھیں یہ معلوم ہوا کہ مہاجرین نے اپنے کو پیغمبرؐ کا قوم و قبیلہ کہہ کر انصار سے بازی جیت لی ہے تو یہ لطیف جملہ فرمایا کہ شجرہ ایک ہونے سے تو دلیل لائے ہیں اور اُس کے پھلوں کو ضائع کر دیا ہے کہ جو پیغمبرؐ کے اہل بیت ہیں۔ یعنی اگر شجرۂ رسولؐ سے ہونے کی بنا پر ان کا حق مانا گیا ہے، تو جو اس شجرۂ رسالت کے پھل ہیں، وہ کیونکر نظر انداز کئے جا سکتے ہیں۔ حیرت ہے کہ حضرت ابوبکر جو ساتویں پُشت پر، اور حضرت عمر جو نویں پُشت پر رسولؐ سے جا کر ملتے ہیں وہ تو پیغمبرؐ کا قوم و قبیلہ بن جائیں۔ اور جو ابن عم تھا اس کے بھائی ہونے سے بھی انکار کر دیا جاتا ہے۔

خطبہ ۶۶

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔
لَمَّا قَلَّدَ مُحَمَّدَ بْنَ أَبِي بَكْرٍ مِصْرَ فَمُلِكَتْ عَلَيْهِ فَقُتِلَ۔
وَقَدْ أَرَدْتُ تَوْلِيَةَ مِصْرَ هَاشِمَ بْنَ عُتْبَةَ وَلَوْ وَلَّيْتُهُ إِيَّاهَا لَمَا خَلَّى لَهُمُ الْعَرْصَةَ۔ وَلَا أَنْهَزَهُمُ الْفُرْصَةَ۔ بِلَا ذَمٍّ لِمُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ فَلَقَدْ كَانَ إِلَيَّ حَبِيباً وَكَانَ لِي رَبِيباً۔

محمد ابن ابی بکر کو جب حضرتؑ نے مصر کی حکومت سپرد کی، اور نتیجہ میں ان کے خلاف غلبہ حاصل کر لیا گیا اور وہ قتل کر دیئے گئے، تو حضرت نے فرمایا:۔

میں نے تو چاہا تھا کہ ہاشم ابن عتبہ کو مصر کا والی بناؤں، اور اگر اُسے حاکم بنا دیا ہوتا، تو وہ کبھی دشمنوں کے لیے میدان خالی نہ کرتا، اور نہ انھیں مہلت دیتا۔ اس سے محمد ابن ابی بکر کی مذمت مقصود نہیں۔ وہ تو مجھے بہت محبوب اور میرا پروردہ تھا۔

لہ محمد ابن ابی بکر کی والدہ گرامی اسماء بنت عمیس تھیں۔ جن سے امیرالمومنین نے حضرت ابوبکر کے انتقال کے بعد عقد کر لیا تھا۔ چنانچہ محمدؒ نے آپ ہی کے زیر سایہ تعلیم و تربیت حاصل کی اور آپ ہی کے طور طریقوں کو اپنایا۔ امیرالمومنینؑ بھی انھیں بہت چاہتے تھے اور بمنزلہ اپنے فرزند کے سمجھتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے۔ "محمد ابنی من صلب ابی بکر"۔ محمد میرا بیٹا ہے اگرچہ ابوبکر کی صلب سے ہے۔" سفر حجۃ الوداع میں پیدا ہوئے اور ۳۸ھ میں اٹھائیس برس کی عمر میں شہادت پائی۔

امیرالمومنینؑ نے مسند خلافت پر آنے کے بعد قیس ابن سعد ابن عبادہ کو مصر کا حکمران منتخب کیا تھا۔ مگر کچھ حالات ایسے

پیدا ہو گئے کہ انھیں معزول کر کے محمدؒ ابن ابی بکر کو وہاں کا والی مقرر کرنا پڑا۔ قیس ابن سعد کی روش یہاں پر یہ تھی کہ وہ عثمانی گروہ کے خلاف متشددانہ قدم اٹھانا مصالح کے خلاف سمجھتے تھے۔ مگر محمد کا رویہ اس سے مختلف تھا۔ انھوں نے ایک مہینہ گزارنے کے بعد انھیں کہلوا بھیجا، کہ اگر تم ہماری اطاعت نہ کرو گے، تو تمھارا یہاں رہنا مشکل ہو جائے گا۔ اس پر ان لوگوں نے ان کے خلاف ایک محاذ بنا لیا اور چپکے چپکے ریشہ دوانیاں کرتے رہے۔ مگر تحکیم کی قرار داد کے بعد پر پرزے نکالے اور انتقام کا نعرہ لگا کر شر و فساد پھیلانے لگے اور مصر کی فضا کو مکدر کر کے رکھ دیا۔ امیر المومنینؑ کو جب ان بگڑے ہوئے حالات کا علم ہوا۔ تو آپؑ نے مالک ابنِ حارث اشتر کو مصر کی امارت دے کر ادھر روانہ کیا تاکہ وہ مخالف عناصر کو دبا کر نظم و نسق کو بگڑنے نہ دیں۔ مگر اموی کارندوں کی دسیسہ کاریوں سے نہ بچ سکے اور راستے ہی میں شہید کر دیئے گئے اور مصر کی حکومت محمد ہی کے ہاتھوں میں رہی۔

اِدھر تحکیم کے سلسلہ میں عمرو ابنِ عاص کی کارکردگی نے معاویہ کو اپنا وعدہ یاد دلایا چنانچہ اُس نے چھ ہزار جنگ آزما اُس کے سپرد کر کے مصر پر دھاوا بولنے کے لیے اُسے روانہ کیا۔ محمدؒ ابن ابی بکر نے جب دشمن کی بڑھتی ہوئی یلغار کو دیکھا، تو امیر المومنینؑ کو کمک کے لیے لکھا۔ حضرتؑ نے جواب دیا کہ تم اپنے آدمیوں کو جمع کرو۔ میں مزید کمک تمھارے لیے روانہ کیا چاہتا ہوں۔ چنانچہ محمد نے چار ہزار آدمیوں کو اپنے پرچم کے نیچے جمع کیا اور انھیں دو حصّوں پر تقسیم کر دیا۔ ایک حصّہ اپنے ساتھ رکھا، اور ایک حصّہ کا سپہ سالار بشر ابن کنانہ کو بنا کر دشمن کی روک تھام کے لیے آگے بھیج دیا جب یہ فوج دشمن کے سامنے پڑاؤ ڈال کر اُتر پڑی، تو اُن کی مختلف ٹولیوں نے ان پر چھاپے مارنے شروع کر دیئے۔ جنھیں یہ اپنی جرأت و ہمّت سے روکتے رہے آخر معاویہ ابنِ حُدیج کندی نے پوری فوج کے ساتھ حملہ کر دیا۔ مگر ان سرفروشوں نے تلواروں سے منہ نہ موڑا، اور دشمن کا ڈٹ کر مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔ اس شکست کا اثر یہ ہوا کہ محمدؒ ابنِ ابی بکر کے ساتھی ہراساں ہو گئے۔ اور اُن کا ساتھ چھوڑ کر چلتے بنے۔ محمدؒ نے جب اپنے کو اکیلا پایا، تو بھاگ کر ایک خرابے میں پناہ لی۔ مگر دشمنوں کو ایک شخص کے ذریعہ اُن کا پتہ مل گیا اور انھوں نے اِس حالت میں انھیں آلیا کہ یہ پیاس سے قریب بہ ہلاکت پہنچ چکے تھے۔ محمدؒ نے پانی کی خواہش کی تو اُن سنگدلوں نے پانی دینے سے انکار کر دیا، اور اسی تشنگی کے عالم میں انھیں شہید کر دیا اور اُن کی لاش کو ایک مُردہ گدھے کے پیٹ میں رکھ کر جلا دیا۔

کوفہ سے مالک ابنِ کعب ارحبی دو ہزار آدمیوں کو لے کر نکل چکے تھے، مگر اُن کے پہنچنے سے پہلے ہی دشمن مصر پر قبضہ کر چکا تھا۔

خطبہ ۶۷

وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اپنے اصحاب کی مذمّت میں فرمایا :-

فِي ذَمِّ اَصْحَابِهٖ:

كَمْ اُدَارِيكُمْ كَمَا تُدَارَى الْبِكَارُ الْعَمِدَةُ - وَالثِّيَابُ الْمُتَدَاعِيَةُ - كُلَّمَا حِيصَتْ مِنْ جَانِبٍ تَهَتَّكَتْ مِنْ اٰخَرَ كُلَّمَا اَطَلَّ عَلَيْكُمْ مَنْسِرٌ مِنْ مَنَاسِرِ اَهْلِ الشَّامِ اَغْلَقَ كُلُّ رَجُلٍ مِنْكُمْ بَابَهُ وَانْجَحَرَ انْجِحَارَ الضَّبَّةِ فِي جُحْرِهَا وَالضَّبُعِ فِي وِجَارِهَا - الذَّلِيلُ وَاللّٰهِ مَنْ نَصَرْتُمُوهُ - وَمَنْ رُمِيَ بِكُمْ فَقَدْ رُمِيَ بِاَفْوَقَ نَاصِلٍ - وَاِنَّكُمْ وَاللّٰهِ لَكَثِيرٌ فِي الْبَاحَاتِ قَلِيلٌ تَحْتَ الرَّايَاتِ - وَاِنِّي عَالِمٌ بِمَا يُصْلِحُكُمْ وَيُقِيمُ اَوَدَكُمْ وَلٰكِنِّي لَا اَرٰى اِصْلَاحَكُمْ بِاِفْسَادِ نَفْسِي - اَضْرَعَ اللّٰهُ خُدُودَكُمْ - وَاَتْعَسَ جُدُودَكُمْ لَا تَعْرِفُونَ الْحَقَّ كَمَعْرِفَتِكُمُ الْبَاطِلَ - وَلَا تُبْطِلُونَ الْبَاطِلَ كَاِبْطَالِكُمُ الْحَقَّ -

کب تک میں تمہارے ساتھ ایسی نرمی اور رُو رعایت کرتا رہوں گا - جیسی اُن اُونٹوں سے کی جاتی ہے - جن کی کوہانیں اندر سے کھوکھلی ہو چکی ہوں اور اُن پھٹے پُرانے کپڑوں سے کہ جنھیں ایک طرف سے سیا جائے تو دوسری طرف سے پھٹ جاتے ہیں - جب بھی شامیوں کے ہراول دستوں میں سے کوئی دستہ تم پر منڈلاتا ہے ، تو تم سب کے سب (اپنے گھروں) کے دروازے بند کر لیتے ہو اور اس طرح اندر دبک جاتے ہو جس طرح گوہ اپنے سوراخ میں اور بجّو اپنے بھٹ میں جس کے تمہارے ایسے مددگار ہوں ، اُسے تو ذلیل ہی ہونا ہے اور جس پر تم (تیر کی طرح) پھینکے جاؤ تو گویا اُس پر ایسا تیر پھینکا گیا جس کا سوفار بھی شکستہ ، اور پیکان بھی ٹوٹا ہوا ہے - خدا کی قسم (گھروں کے) صحن میں تو تم بڑی تعداد میں نظر آتے ہو - لیکن جھنڈوں کے نیچے تھوڑے سے - میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ کس چیز سے تمہاری اصلاح ، اور کس چیز سے تمہاری کجروی کو دور کیا جا سکتا ہے - لیکن میں اپنے نفس کو بگاڑ کر تمہاری اصلاح کرنا نہیں چاہتا - خدا تمہارے چہروں کو بے آبرو کرے ، اور تمھیں بدنصیب کرے جیسی تم باطل سے شناسائی رکھتے ہو ، ویسی حق سے تمہاری جان پہچان نہیں اور جتنا حق کو مٹاتے ہو ، باطل اُتنا تم سے نہیں دبایا جاتا -

---

خطبہ ۶۸

وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي سُحْرَةِ الْيَوْمِ الَّذِي ضُرِبَ فِيهِ -

آپ نے یہ کلام شبِ ضربت کی سحر کو فرمایا :-
میں بیٹھا ہوا تھا ، کہ میری آنکھ لگ گئی - اتنے میں

مَلَكَتْنِي عَيْنِي وَأَنَا جَالِسٌ
فَسَنَحَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ
وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ مَا
ذَا لَقِيتُ مِنْ أُمَّتِكَ مِنَ الْأَوَدِ وَاللَّدَدِ
فَقَالَ ادْعُ عَلَيْهِمْ، فَقُلْتُ أَبْدَلَنِي
اللهُ بِهِمْ خَيْرًا مِنْهُمْ وَأَبْدَلَهُمْ بِي
شَرًّا لَهُمْ مِنِّي۔
(يَعْنِي بِالْأَوَدِ الْاِعْوِجَاجَ وَبِاللَّدَدِ
الْخِصَامَ وَهٰذَا مِنْ أَفْصَحِ الْكَلَامِ)

رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے سامنے جلوہ فرما ہوئے
مَیں نے کہا یا رسولؐ اللہ! مجھے آپؐ کی اُمّت کے ہاتھوں
کیسی کیسی کجروِیوں اور دشمنیوں سے دوچار ہونا پڑا
ہے۔ تو رسولؐ اللہ نے فرمایا کہ تُم اُن کے لیے بددُعا کرو
تو مَیں نے (صرف اِتنا) کہا، کہ اللہ مجھے ان کے بدلے
میں ان سے اچھے لوگ عطا کرے، اور ان کو میرے بدلے
میں کوئی بُرا (امیر) دے۔
سیّد رضی کہتے ہیں کہ اَوَد کے معنی ٹیڑھا پن اور لدد
کے معنی دُشمنی و عناد کے ہیں اور یہ بہت فصیح کلام ہے

خطبہ ٦٩

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
فِي ذَمِّ أَهْلِ الْعِرَاقِ۔
أَمَّا بَعْدُ يَا أَهْلَ الْعِرَاقِ فَإِنَّمَا
أَنْتُمْ كَالْمَرْأَةِ الْحَامِلِ حَمَلَتْ
فَلَمَّا أَتَمَّتْ أَمْلَصَتْ وَمَاتَ
قَيِّمُهَا وَطَالَ تَأَيُّمُهَا وَوَرِثَهَا
أَبْعَدُهَا أَمَا وَاللهِ مَا أَتَيْتُكُمْ
اخْتِيَارًا وَلٰكِنْ جِئْتُ إِلَيْكُمْ
سَوْقًا وَلَقَدْ بَلَغَنِي أَنَّكُمْ تَقُولُونَ
عَلِيٌّ يَكْذِبُ۔ قَاتَلَكُمُ اللهُ فَعَلَى
مَنْ أَكْذِبُ۔ أَعَلَى اللهِ؟ فَأَنَا
أَوَّلُ مَنْ آمَنَ بِهِ۔ أَمْ عَلَى نَبِيِّهِ؟
فَأَنَا أَوَّلُ مَنْ صَدَّقَهُ۔ كَلَّا
وَاللهِ وَلٰكِنَّهَا لَهْجَةٌ غِبْتُمْ عَنْهَا

اہلِ عراق کی مذمت میں فرمایا۔
اے اہلِ عراق! تم اُس حاملہ عورت کے مانند ہو
جو حاملہ ہونے کے بعد جب حمل کے دن پُورے کرے، تو
مرا ہوا بچّہ گرا دے اور اُس کا شوہر بھی مر چکا ہو،
اور رنڈاپے کی مُدّت بھی دراز ہو چکی ہو اور (قریبی نہ
ہونے کی وجہ سے) دُور کے عزیز ہی اِس کے وارث
ہوں۔ بخدا مَیں تمھاری طرف بخوشی نہیں آیا، بلکہ حالات
سے مجبُور ہو کر آ گیا۔ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ تم کہتے ہو کہ علیؑ
کذب بیانی کرتے ہیں۔ خدا تمھیں ہلاک کرے (بتاؤ) میں
کِس پر جھُوٹ باندھ سکتا ہوں۔ کیا اللہ پر؟ تو میں سب سے
پہلے اس پر ایمان لانے والا ہُوں یا اس کے نبیؐ پر؟ تو
میں سب سے پہلے ان کی تصدیق کرنے والا ہوں۔ خدا
کی قسم! ایسا ہرگز نہیں۔ بلکہ وہ ایک ایسا اندازِ کلام تھا
جو تمھارے سمجھنے کا نہ تھا اور نہ تم میں اس کے سمجھنے کی

وَلَمْ تَكُوْنُوْا مِنْ اَهْلِهَا۔ وَيْلُمِّهٖ كَيْلًا بِغَيْرِ ثَمَنٍ لَوْ كَانَ لَهٗ وِعَاءٌ، وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ۔

اہلیت تھی۔ خدا تمھیں سمجھے۔ میں تو بغیر کسی عوض کے (علمی جواہر ریزے) ناپ ناپ کر دے رہا ہوں۔ کاش کہ ان کے لیے کسی کے ظرف میں سمائی ہوتی۔ (ٹھہرو) کچھ دیر بعد تم بھی اِس کی حقیقت کو جان لوگے۔

ل؎ تحکیم کے بعد جب عراقیوں نے معاویہ کے تابڑ توڑ حملوں کا جواب دینے میں سستی و بددلی کا مظاہرہ کیا، تو اُن کی مذمت و توبیخ کے سلسلے میں یہ خطبہ ارشاد فرمایا جس میں صفین کے موقعہ پر ان کی فریب خوردگی اور جنگ سے دستبرداری کی طرف اشارہ کیا ہے اور اُن کی حالت کو اس عورت سے تشبیہہ دی ہے جس میں یہ پانچ وصف ہوں۔ (۱) وُہ حاملہ ہو۔ اِس سے مُراد یہ ہے کہ یہ لوگ لڑنے بھڑنے کی پُوری پُوری صلاحیت و اِستعداد رکھتے تھے۔ اُس بانجھ عورت کی مانند نہ تھے کہ جس سے کوئی اُمید نہیں رکھی جا سکتی (۲) مُدّتِ حمل پُوری کر چکی ہو۔ یعنی تمام کٹھن اور دُشوار گزار منزلوں کو طے کر کے فتح و کامرانی کے قریب پہنچ چکے تھے۔ (۳) از خود حمل کو ساقط کر دیا ہو یعنی فتح کے قریب پہنچ کر صلح پر اُتر آئے، اور دامنِ مُراد بھرنے کے بجائے نامُرادیوں کو سمیٹ لیا (۴) اِس کے رنڈاپے کی مُدّت دراز ہو۔ یعنی ان کی حالت ایسی ہو گئی جیسے ان کا کوئی سرپرست و نگران نہ ہو اور وُہ بے والی و وارث بھٹک رہے ہوں (۵) بیگانے اِس کے وارث ہوں۔ یعنی اہلِ شام ان کے املاک پر قبضہ و تسلط جما رہے ہیں کہ جو ان سے کوئی لگاؤ نہیں رکھتے۔

خطبہ ۷۰

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلَّمَ فِيْهَا النَّاسَ الصَّلٰوةَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ۔

اَللّٰهُمَّ دَاحِيَ الْمَدْحُوَّاتِ، وَدَاعِمَ الْمَسْمُوْكَاتِ، وَجَابِلَ الْقُلُوْبِ عَلٰى فِطْرَتِهَا شَقِيِّهَا وَسَعِيْدِهَا اجْعَلْ شَرَآئِفَ صَلَوَاتِكَ وَنَوَامِيَ بَرَكَاتِكَ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ الْخَاتِمِ لِمَا سَبَقَ۔ وَالْفَاتِحِ لِمَا

اِس میں آپؑ نے لوگوں کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوٰت بھیجنے کا طریقہ بتایا ہے۔

اے اللہ! اے فرشِ زمین کے بچھانے والے اور بلند آسمانوں کو (بغیر سہارے کے) روکنے والے، دلوں کو اچھی اور بُری فطرت پر پیدا کرنے والے۔ اپنی پاکیزہ رحمتیں اور بڑھنے والی برکتیں قرار دے۔ اپنے عبد اور رسُول محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے جو پہلی (نبوتوں کے) ختم کرنے والے۔ اور بند (دلوں کے) کھولنے والے اور

انْغَلَقَ - وَالْمُعْلِنِ الْحَقَّ بِالْحَقِّ وَ
الدَّافِعِ جَيْشَاتِ الْأَبَاطِيلِ وَ
الدَّامِغِ صَوْلَاتِ الْأَضَالِيلِ - كَمَا
حُمِّلَ فَاضْطَلَعَ قَائِمًا بِأَمْرِكَ
مُسْتَوْفِزًا فِي مَرْضَاتِكَ غَيْرَ نَاكِلٍ
عَنْ قُدُمٍ - وَلَا وَاهٍ فِي عَزْمٍ - وَاعِيًا
لِوَحْيِكَ حَافِظًا لِعَهْدِكَ - مَاضِيًا
عَلَى نَفَاذِ أَمْرِكَ - حَتَّى أَوْرَى قَبَسَ
الْقَابِسِ وَأَضَاءَ الطَّرِيقَ لِلْخَابِطِ وَ
هُدِيَتْ بِهِ الْقُلُوبُ بَعْدَ خَوْضَاتِ
الْفِتَنِ - وَأَقَامَ مُوضِحَاتِ الْأَعْلَامِ
وَنَيِّرَاتِ الْأَحْكَامِ - فَهُوَ أَمِينُكَ
الْمَأْمُونُ وَخَازِنُ عِلْمِكَ الْمَخْزُونِ
وَشَهِيدُكَ يَوْمَ الدِّينِ وَبَعِيثُكَ
بِالْحَقِّ - وَرَسُولُكَ إِلَى الْخَلْقِ
اَللّٰهُمَّ افْسَحْ لَهُ مَفْسَحًا فِي
ظِلِّكَ وَاجْزِهِ مُضَاعَفَاتِ الْخَيْرِ
مِنْ فَضْلِكَ - اَللّٰهُمَّ أَعْلِ عَلَى
بِنَاءِ الْبَانِينَ بِنَاءَهُ وَأَكْرِمْ لَدَيْكَ
مَنْزِلَتَهُ - وَأَتْمِمْ لَهُ نُورَهُ وَاجْزِهِ
مِنِ ابْتِعَاثِكَ لَهُ مَقْبُولَ الشَّهَادَةِ
وَمَرْضِيَّ الْمَقَالَةِ ذَا مَنْطِقٍ عَدْلٍ
وَخُطَّةٍ فَصْلٍ - اَللّٰهُمَّ اجْمَعْ
بَيْنَنَا وَبَيْنَهُ فِي بَرْدِ الْعَيْشِ وَقَرَارِ
النِّعْمَةِ وَمُنَى الشَّهَوَاتِ وَأَهْوَاءِ

حق کے زور سے اعلانِ حق کرنے والے، باطل کی طغیانیوں
کو دبانے والے، اور ضلالت کے حملوں کو کچلنے والے تھے۔
جیسا اُن پر (ذمہ داری کا) بوجھ عائد کیا گیا تھا۔ اُس کو
انھوں نے اٹھایا اور تیری خوشنودیوں کی طرف بڑھنے
کے لیے مضبوطی سے جم کر کھڑے ہو گئے۔ نہ آگے بڑھنے
سے مُنہ موڑا، نہ ارادے میں کمزوری کو راہ دی۔ وہ تیری
وحی کے حافظ اور تیرے پیمان کے محافظ تھے اور تیرے
حکموں کے پھیلانے کی دُھن میں لگے رہنے والے تھے۔
یہاں تک کہ انھوں نے روشنی ڈھونڈنے والے کے
لیے شعلے بھڑکا دیئے، اور اندھیرے میں بھٹکنے والے
کے لیے راستہ روشن کر دیا۔ فتنوں فسادوں میں سرگرمیوں
کے بعد دلوں نے آپؐ کی وجہ سے ہدایت پائی۔ انھوں
نے راہ دکھلانے والے نشانات قائم کیے، روشن و تابندہ
احکام جاری کیے۔ وہ تیرے امین، معتمد اور تیرے علم مخفی کے خزینہ دار
تھے اور قیامت کے دن تیرے گواہ اور تیرے پیغمبرِ برحق
اور خلق کی طرف فرستادہ رسولؐ تھے۔ خدایا ان کی منزل کو اپنے زیرِ سایہ
وسیع و کُشادہ بنا، اور اپنے فضل سے انھیں دُہرے حسنات عطا کر
خداوندا تمام بُنیاد قائم کرنے والوں کی عمارت پر اُن
کی بنا کردہ عمارت کو فوقیت عطا کر اور انھیں باعزت
مرتبے سے سرفراز کر اور اُن کے نور کو پُورا پُورا فروغ
دے اور اُنھیں رسالت کے صلہ میں شہادت کی قبولیت
و پذیرائی اور قول و سخن کی پسندیدگی عطا کر جبکہ آپ کی باتیں
سراپا عدل اور فیصلے حق و باطل کو چھانٹنے والے ہیں۔
اے اللہ! ہمیں بھی ان کے ساتھ خوش گوار و پاکیزہ زندگی
اور منزلِ نعمات میں یکجا کر اور مرغوب و دل پسند خواہشوں

اَللَّذَّاتِ وَرَخَاۤءِ الدَّعَةِ وَمُنْتَهَى الطُّمَانِيْنَةِ وَتُحَفِ الْكَرَامَةِ۔

اور لذّتوں اور آسائش و فارغ البالی اور شرف و کرامت کے تحفوں میں شریک بنا۔

خطبہ ۷۱

وَمِنْ كَلَامٍ لَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَهٗ لِمَرْوَانَ ابْنِ الْحَكَمِ بِالْبَصْرَةِ قَالُوْا اُخِذَ مَرْوَانُ بْنُ الْحَكَمِ اَسِيْرًا يَوْمَ الْجَمَلِ فَاسْتَشْفَعَ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ اِلٰى اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَكَلَّمَاهُ فِيْهِ فَخَلّٰى سَبِيْلَهٗ۔ فَقَالَا لَهٗ يُبَايِعُكَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ، فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَوَلَمْ يُبَايِعْنِيْ بَعْدَ قَتْلِ عُثْمَانَ لَاحَاجَةَ لِيْ فِيْ بَيْعَتِهٖ اِنَّهَا كَفٌّ يَهُوْدِيَّةٌ۔ لَوْ بَايَعَنِيْ بِكَفِّهٖ لَغَدَرَ بِسَبَّتِهٖ اَمَا اِنَّ لَهٗ اِمْرَةً كَلَعْقَةِ الْكَلْبِ اَنْفَهٗ۔ وَهُوَ اَبُو الْاَكْبُشِ الْاَرْبَعَةِ وَسَتَلْقَى الْاُمَّةُ مِنْهُ وَمِنْ وُلْدِهٖ يَوْمًا اَحْمَرَ۔

جمل کے موقعہ پر جب مروان بن حکم گرفتار کیا گیا، تو اُس نے حسن اور حسین علیہما السلام سے خواہش کی، کہ وہ امیرالمومنینؑ سے اس کی سفارش کریں۔ چنانچہ ان دونوں حضراتؑ نے امیرالمومنین سے اس سلسلہ میں بات چیت کی، اور حضرت نے اُسے رہا کر دیا۔ پھر دونوں شہزادوں نے کہا کہ یا امیرالمومنینؑ یہ آپ کی بیعت کرنا چاہتا ہے۔ تو حضرت نے اس کے متعلق فرمایا:۔

کیا اس نے عثمان کے قتل ہو جانے کے بعد میری بیعت نہیں کی تھی؟ اب مجھے اُس کی بیعت کی ضرورت نہیں۔ یہ یہودی قسم کا ہاتھ ہے۔ اگر ہاتھ سے بیعت کرے گا، تو ذلیل طریقے سے توڑ بھی دے گا۔ تمھیں معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ بھی اتنی دیر کہ کتّا اپنی ناک چاٹنے سے فارغ ہو۔ حکومت کرے گا اور اس کے چار بیٹے بھی حکمران ہوں گے، اور اُمت اِس کے اور اس کے بیٹوں کے ہاتھوں سے سختیوں کے دن دیکھے گی۔

لہ مروان ابن حکم حضرت عثمان کا بھتیجا اور داماد تھا۔ اور اکہرا جسم اور لمبا قد ہونے کی وجہ سے خیط باطل (باطل کا ڈورا) کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔ چنانچہ عبدالملک ابن مروان نے جب عمرو ابن سعید اشدق کو قتل کر دیا، تو اُس کے بھائی یحییٰ ابن سعید نے کہا:۔

غدرتم بعمرو یا بنی خیط باطل ومثلکم یبنی البیوت علی الغدر

"اے خیط باطل کی اولاد تم نے عمرو سے غداری کی اور تمھارے ایسے لوگ غداری کی ہی بُنیادوں پر اپنے اقتدار کی عمارتیں

کھڑی کیا کرتے ہیں"۔

اس کا باپ "حکم" گو فتح مکہ کے موقعہ پر اسلام لے آیا تھا۔ مگر اس کے طور طریقے ایسے تھے کہ جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے انتہائی اذیت کا باعث ہوتے تھے۔ چنانچہ پیغمبرؐ نے اس پر اور اس کی اولاد پر لعنت کی، اور فرمایا کہ "ویل لامتی من صلب ھذا (اسد الغابہ) یعنی اس کی اولاد کے ہاتھوں میری اُمت تباہی کے دن دیکھے گی"۔ آخر پیغمبرؐ نے اس کی بڑھتی ہوئی سازشوں کے پیشِ نظر اُسے مدینہ سے وادیٔ وج (طائف میں ایک جگہ ہے) کی طرف نکلوا دیا، اور مروان بھی اس کے ساتھ چلتا بنا۔ اور پھر پیغمبرؐ نے زندگی بھر ان دونوں کو مدینہ نہ آنے دیا۔ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے بھی ایسا ہی کیا لیکن حضرت عثمان نے اپنے عہد میں ان دونوں کو واپس بُلوا لیا اور مروان کو تو اس عروج پر پہنچایا کہ گویا خلافت کی باگ ڈور اسی کے ہاتھ میں ہے اور پھر اس کے حالات اس طرح سازگار ہوئے کہ مُعاویہ ابنِ یزید کے مرنے کے بعد خلیفۃ المسلمین بن گیا۔ لیکن ابھی نو مہینے اٹھارہ دن ہی حکومت کرتے ہوئے گزرے تھے کہ ۳ رمضان ۶۵ھ میں ۶۳ برس کی عمر میں قضا نے اس طرح آگھیرا کہ اُس کی بیوی اس کے مُنہ پر تکیہ رکھ کر بیٹھ گئی اور اُس وقت تک الگ نہ ہوئی، جب تک اُس نے دم نہ توڑ دیا۔

اس کے جن چار بیٹوں کی طرف امیر المومنینؑ نے اشارہ کیا ہے، وہ عبدالملک ابنِ مروان کے چار بیٹے: ولید، سلیمان، یزید اور ہشام ہیں کہ جو عبدالملک کے بعد یکے بعد دیگرے تختِ خلافت پر بیٹھے اور اپنی خونچکاں داستانوں سے صفحاتِ تاریخ رنگین کر گئے اور بعض شارحین نے خود اس کے صلبی بیٹے مراد لیے ہیں۔ جن کے نام یہ ہیں: عبدالملک، عبدالعزیز، بشر اور محمد۔ ان میں سے عبدالملک تو خلیفہ ہو گیا اور عبدالعزیز مصر کا، بشر عراق کا، اور محمد جزیرہ کا والی قرار پایا۔

خطبہ ۷۲

وَ مِنْ كَلَامٍ لَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ
لَمَّا عَزَمُوْا عَلٰى بَيْعَةِ عُثْمَانَ:۔
لَقَدْ عَلِمْتُمْ اَنِّيْ اَحَقُّ النَّاسِ
بِهَا مِنْ غَيْرِيْ۔ وَ وَاللّٰهِ لَاُسْلِمَنَّ
مَا سَلِمَتْ اُمُوْرُ الْمُسْلِمِيْنَ وَلَمْ يَكُنْ
فِيْهَا جَوْرٌ اِلَّا عَلَيَّ خَاصَّةً الْتِمَاسًا
لِاَجْرِ ذٰلِكَ وَ فَضْلِهٖ، وَزُهْدًا فِيْمَا
تَنَافَسْتُمُوْهُ مِنْ زُخْرُفِهٖ وَ

جب لوگوں نے عثمان کی بیعت کا ارادہ کیا، تو آپ نے فرمایا:۔

تم جانتے ہو کہ مجھے اوروں سے زیادہ خلافت کا حق پہنچتا ہے۔ خدا کی قسم! جب تک مسلمانوں کے امور کا نظم و نسق برقرار رہے گا اور صرف میری ہی ذات ظلم و جور کا نشانہ بنتی رہے گی۔ میں خاموشی اختیار کرتا رہوں گا تاکہ (اس صبر پر) اللہ سے اجر و ثواب طلب کروں اور اس زیب و زینت اور آرائش کو ٹھکرا دوں جس

زِبۡرِجِہٖ -

پر تم مٹے ہوئے ہو۔

خطبہ ۷۳

وَمِنۡ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيۡهِ السَّلَامُ -
لَمَّا بَلَغَهٗ اتِّهَامُ بَنِيۡ اُمَيَّةَ لَهٗ
بِالۡمُشَارَكَةِ فِيۡ دَمِ عُثۡمَانَ -
اَوَلَمۡ يَنۡهَ اُمَيَّةَ عِلۡمُهَا بِيۡ
عَنۡ قَرۡفِيۡ اَوَمَا وَزَعَ الۡجُهَّالَ
سَابِقَتِيۡ عَنۡ تُهۡمَتِيۡ - وَ
لَمَا وَعَظَهُمُ اللّٰهُ بِهٖ اَبۡلَغُ
مِنۡ لِّسَانِيۡ اَنَا حَجِيۡجُ الۡمَارِقِيۡنَ
وَخَصِيۡمُ الۡمُرۡتَابِيۡنَ وَعَلٰى
كِتَابِ اللّٰهِ تُعۡرَضُ الۡاَمۡثَالُ
وَبِمَا فِي الصُّدُوۡرِ تُجَازَى
الۡعِبَادُ -

جب آپ کو معلوم ہوا کہ بنی اُمیہ قتلِ عثمان میں شرکت کا الزام آپ پر رکھتے ہیں۔
تو ارشاد فرمایا :-
میرے متعلق سب کچھ جاننے بُوجھنے نے بنی اُمیہ کو مجھ پر افترا پردازیوں سے باز نہیں رکھا۔ اور نہ میری سبقتِ ایمانی اور دیرینہ اسلامی خدمات نے ان جاہلوں کو اتہام لگانے سے روکا اور جو اللہ نے (کذب و افترا کے متعلق) انھیں پند و نصیحت کی ہے۔ وہ میرے بیان سے کہیں بلیغ ہے۔ میں (ان) بے دینوں پر حجت لانے والا اور (دین میں) شک و شبہ کرنے والوں کا فریق مخالف ہوں اور قرآن پر پیش ہونا چاہیئے۔ تمام مشتبہ باتوں کو اور بندوں کو جیسی اُن کی نیت ہوگی ویسا ہی پھل ملے گا۔

خطبہ ۷۴

وَمِنۡ خُطۡبَةٍ لَّهٗ عَلَيۡهِ السَّلَامُ -
رَحِمَ اللّٰهُ امۡرَاً سَمِعَ حُكۡمًا
فَوَعٰى - وَدُعِيَ اِلٰى رَشَادٍ فَدَنَا -
وَاَخَذَ بِحُجۡزَةِ هَادٍ فَنَجَا - رَاقَبَ
رَبَّهٗ - وَخَافَ ذَنۡبَهٗ - قَدَّمَ خَالِصًا
وَعَمِلَ صَالِحًا اِكۡتَسَبَ مَذۡخُوۡرًا
وَاجۡتَنَبَ مَحۡذُوۡرًا - رَمٰى غَرَضًا وَ
اَحۡرَزَ عِوَضًا كَابَرَ هَوَاهُ كَذَّبَ

خدا اُس شخص پر رحم کرے، جس نے حکمت کا کوئی کلمہ سُنا، تو اُسے گرہ میں باندھ لیا۔ ہدایت کی طرف اُسے بلایا گیا تو دوڑ کر قریب ہُوا۔ صحیح راہبر کا دامن تھام کر نجات پائی۔ اللہ کو ہر وقت نظروں میں رکھا، اور گناہوں سے خوف کھایا۔ عمل بے ریا پیش کیا۔ نیک کام کئے۔ ثواب کا ذخیرہ جمع کیا۔ بُری باتوں سے اجتناب برتا۔ صحیح مقصد کو پا لیا۔ اپنا اجر سمیٹ لیا۔ خواہشوں کا مقابلہ کیا۔ اُمیدوں کو جھٹلایا۔ صبر کو نجات کی سواری

مَنَاهُ - جَعَلَ الصَّبْرَ مَطِيَّةَ نَجَاتِهِ وَ التَّقْوٰى عُدَّةَ وَفَاتِهِ رَكِبَ الطَّرِيْقَةَ الْغَرَّاءَ، وَلَزِمَ الْمَحَجَّةَ الْبَيْضَاءَ اِغْتَنَمَ الْمَهَلَ وَبَادَرَ الْاَجَلَ وَتَزَوَّدَ مِنَ الْعَمَلِ -

بنا لیا۔ موت کے لیے تقویٰ کا ساز و سامان کیا۔ روشن راہ پر سوار ہوا۔ حق کی شاہراہ پر قدم جمائے۔ زندگی کی مہلت کو غنیمت جانا۔ موت کی طرف قدم بڑھائے اور عمل کا زاد ساتھ لیا۔

خطبہ ۷۵

وَمِنْ كَلَامٍ لَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِنَّ بَنِيْ اُمَيَّةَ لَيُفَوِّقُوْنَنِيْ تُرَاثَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ تَفْوِيْقًا وَاللّٰهِ لَئِنْ بَقِيْتُ لَهُمْ لَاَنْفُضَنَّهُمْ نَفْضَ اللَّحَّامِ الْوِذَامَ التَّرِبَةَ (وَيُرْوٰى التُّرَابُ الْوَذِمَةُ وَهُوَ عَلَى الْقَلْبِ) قَوْلُهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَيُفَوِّقُوْنَنِيْ اَيْ يُعْطُوْنَنِيْ مِنَ الْمَالِ قَلِيْلًا كَفُوَاقِ النَّاقَةِ وَهُوَ الْحَلْبَةُ الْوَاحِدَةُ مِنْ لَبَنِهَا وَ وَالْوِذَامُ جَمْعُ وَذَمَةٍ وَهِيَ الْحُزَّةُ مِنَ الْكَرِشِ اَوِ الْكَبِدِ تَقَعُ فِي التُّرَابِ فَتُنْفَضُ -

بنی اُمیہ مجھے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ورثہ تھوڑا تھوڑا کر کے دیتے ہیں۔ خدا کی قسم! اگر میں زندہ رہا، تو انھیں اس طرح جھاڑ پھینکوں گا، جس طرح قصائی خاک آلودہ گوشت کے ٹکڑے سے مٹی جھاڑ دیتا ہے۔

علامہ رضی فرماتے ہیں کہ ایک روایت میں ہے، الوذام التربۃ خاک آلودہ گوشت کے ٹکڑے کے بجائے التراب الوذمہ (مٹی جو گوشت کے ٹکڑے میں بھر گئی ہو) آیا ہے۔ یعنی صفت کی جگہ موصوف اور موصوف کی جگہ صفت رکھ دی گئی ہے اور لیفوقوننی سے حضرت کی مراد یہ ہے کہ وہ مجھے تھوڑا تھوڑا کر کے دیتے ہیں۔ جس طرح اُونٹنی کو ذرا سا دوہ لیا جائے، اور پھر تھنوں کو اُس کے بچے کے منہ سے لگا دیا جائے تاکہ وہ دوہے جانے کے لیے تیار ہو جائے۔ اور وذام وذمہ کی جمع ہے جس کے معنی اوجھری یا جگر کے ٹکڑے کے ہیں جو مٹی میں گر پڑے، اور پھر مٹی اُس سے جھاڑ دی جائے۔

خطبہ ۷۶

وَمِنْ كَلِمَاتٍ كَانَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَدْعُوْ بِهَا -

امیر المومنین علیہ السلام کے دعائیہ کلمات

اے اللہ! تو اُن چیزوں کو بخش دے، جنھیں تو

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ مَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّیْ - فَاِنْ عُدْتُّ فَعُدْ عَلَیَّ بِالْمَغْفِرَةِ - اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ مَا وَاَیْتُ مِنْ نَّفْسِیْ وَلَمْ تَجِدْ لَهٗ وَفَآءً عِنْدِیْ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ مَا تَقَرَّبْتُ بِهٖ اِلَیْكَ بِلِسَانِیْ ثُمَّ خَالَفَهٗ قَلْبِیْ - اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ رَمَزَاتِ الْاَلْحَاظِ وَسَقَطَاتِ الْاَلْفَاظِ وَشَهَوَاتِ الْجَنَانِ وَهَفَوَاتِ اللِّسَانِ -

مجھ سے زیادہ جانتا ہے۔ اگر میں گناہ کی طرف پلٹوں، تو تو اپنی مغفرت کے ساتھ پلٹ۔ بارِالٰہا! جس عملِ خیر کے بجا لانے کا میں نے اپنے آپ سے وعدہ کیا تھا، مگر تو نے اُسے پورا ہوتے ہوئے نہ پایا، اُسے بھی بخش دے۔ میرے اللہ! زبان سے نکلے ہوئے وہ کلمے، جن سے تیرا تقرب چاہا تھا، مگر دل اُن سے ہمنوا نہ ہو سکا، اُن سے بھی درگزر کر۔ پروردگار! تو آنکھوں کے (طنزیہ) اشاروں اور ناشائستہ کلموں اور دل کی (بُری) خواہشوں اور زبان کی ہرزہ سرائیوں کو معاف کر دے۔

خطبہ ۷۷

وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ -

قَالَهٗ لِبَعْضِ اَصْحَابِهٖ لَمَّا عَزَمَ عَلَی الْمَسِیْرِ اِلَی الْخَوَارِجِ فَقَالَ لَهٗ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ اِنْ سِرْتَ فِیْ هٰذَا الْوَقْتِ خَشِیْتُ اَنْ لَّا تَظْفَرَ بِمُرَادِكَ مِنْ طَرِیْقِ عِلْمِ النُّجُوْمِ فَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ:-

اَتَزْعَمُ اَنَّكَ تَهْدِیْ اِلَی السَّاعَةِ الَّتِیْ مَنْ سَارَ فِیْهَا صُرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءُ وَتُخَوِّفُ مِنَ السَّاعَةِ الَّتِیْ مَنْ سَارَ فِیْهَا حَاقَ بِهِ الضُّرُّ؟ فَمَنْ صَدَّقَ بِهٰذَا فَقَدْ كَذَّبَ الْقُرْاٰنَ وَاسْتَغْنٰی عَنِ الْاِسْتِعَانَةِ بِاللّٰهِ فِیْ نَیْلِ الْمَحْبُوْبِ وَدَفْعِ الْمَكْرُوْهِ - وَتَبْتَغِیْ فِیْ قَوْلِكَ لِلْعَامِلِ بِاَمْرِكَ اَنْ یُّوَلِّیَكَ الْحَمْدَ دُوْنَ رَبِّهٖ

جب آپؑ نے جنگِ خوارج کے لیے نکلنے کا ارادہ کیا، تو ایک شخص نے کہا کہ یا امیرالمومنینؑ اگر آپ اس وقت نکلے تو علمِ نجوم کی رُو سے مجھے اندیشہ ہے کہ آپ اپنے مقصد میں کامیاب و کامران نہیں ہو سکیں گے۔ جس پر آپ نے فرمایا کہ:۔

کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ تم اس گھڑی کا پتہ دیتے ہو کہ اگر کوئی اس میں نکلے تو اس کے لیے کوئی بُرائی نہ ہوگی اور اس لمحے سے خبردار کرتے ہو، کہ اگر کوئی اس میں نکلے تو اُسے نقصان درپیش ہوگا۔ تو جس نے اسے صحیح سمجھا اُس نے قرآن کو جھٹلایا اور مقصد کے پانے اور مصیبت کے دُور کرنے میں اللہ کی مدد سے بے نیاز ہو گیا۔ تم اپنی ان باتوں سے یہ چاہتے ہو کہ جو تمہارے کہے پر عمل کرے وہ اللہ کو چھوڑ کر تمہارے گن گائے۔ اس لیے کہ تم نے اپنے

لِاَنَّكَ بِزَعْمِكَ اَنْتَ هَدَيْتَهُ اِلَى السَّاعَةِ الَّتِي نَالَ فِيهَا النَّفْعَ وَ اَمِنَ الضُّرَّ

ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ

اَيُّهَا النَّاسُ اِيَّاكُمْ وَتَعَلُّمَ النُّجُومِ اِلَّا مَا يُهْتَدَى بِهِ فِي بَرٍّ اَوْ بَحْرٍ فَاِنَّهَا تَدْعُو اِلَى الْكَهَانَةِ وَ الْمُنَجِّمُ كَالْكَاهِنِ وَالْكَاهِنُ كَالسَّاحِرِ وَالسَّاحِرُ كَالْكَافِرِ وَالْكَافِرُ فِي النَّارِ سِيرُوا عَلَى اسْمِ اللهِ -

خیال میں اُس ساعت کا پتہ دیا، کہ جو اس کے لیے فائدہ کا سبب، اور نقصان سے بچاؤ کا ذریعہ بنی۔

(پھر آپؑ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے، اور فرمایا) :-

اے لوگو! نجوم کے سیکھنے سے پرہیز کرو، مگر اتنا کہ جس سے خشکی اور تری میں راستے معلوم کر سکو۔ اس لیے کہ نجوم کا سیکھنا کہانت اور غیب گوئی کی طرف لے جاتا ہے اور منجم حکم میں مثل کاہن کے ہے، اور کاہن مثل ساحر کے ہے اور ساحر مثل کافر کے ہے، اور کافر کا ٹھکانا جہنم ہے۔ بس اللہ کا نام لے کر چل کھڑے ہو

لہ جب امیرالمومنینؑ نے خوارج کی شورشوں کو دبانے کے لیے نہروان کا ارادہ کیا، تو عفیف ابن قیس نے آپ سے عرض کیا کہ یہ ساعت اچھی نہیں ہے۔ اگر آپؑ اس وقت روانہ ہوئے تو فتح و ظفر مندی کے بجائے شکست و ہزیمت اٹھانا پڑے گی۔ مگر حضرتؑ نے اس کی بات کو درخورِ اعتنا نہ سمجھا اور اُسی وقت لشکر کو کوچ کا حکم دے دیا۔ اور نتیجہ میں خوارج کو ایسی شکستِ فاش ہوئی کہ اُن کے چار ہزار جنگجوؤں میں سے صرف نو آدمی بھاگ کر اپنی جان بچا سکے، اور باقی کا صفایا ہو گیا۔

امیرالمومنینؑ نے نجوم کے غلط و نادرست ہونے پر تین طرح سے استدلال فرمایا ہے۔ پہلے یہ کہ اگر منجم کی باتوں کو دُرست مان لیا جائے، تو قرآن کو جھٹلانا پڑے گا۔ کیونکہ منجم ستاروں کو دیکھ کر غیب میں چھپی ہوئی چیزوں کے جاننے کا ادعا کرتا ہے، اور قرآن یہ کہتا ہے کہ :-

قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب، الا اللہ۔ — آسمان و زمین کے بسنے والوں میں سے کوئی بھی غیب نہیں جانتا، سوائے اللہ کے۔

دُوسرے یہ کہ وُہ اپنے زعمِ ناقص میں یہ سمجھ لیتا ہے کہ وہ مستقبل کے حالات سے مطلع ہو کر اپنے نفع و نقصان کو جان سکتا ہے، تو وُہ اللہ کی طرف رجوع ہونے اور اُس سے مدد چاہنے میں اپنے کو بے نیاز سمجھے گا۔ اور یہ اللہ سے بے اعتنائی اور اس کے مقابلہ میں خود اعتمادی ایک طرح کا زندقہ و الحاد ہے۔ جو اللہ سے اس کے توقعات ختم کر دیتا ہے۔ تیسرے یہ کہ اگر وہ کسی مقصد میں کامیاب ہو گا تو اس کامیابی کو اپنے علم کا نتیجہ قرار دے گا۔ جس سے وہ اللہ کے بجائے خود اپنے نفس کو سراہے گا۔ اور اس سلسلہ میں جن کی راہنمائی کرے گا، اُن سے بھی یہی چاہے گا کہ وُہ اللہ کے شکر گزار ہونے کے بجائے اس کے شکر گزار رہیں۔ یہ تمام چیزیں بس فنِ نجوم میں اس حد تک مداخلت سے نہیں روکتیں، جس حد تک نجوم کی تاثیر کو منجاب

اللہ دواؤں کے طبعی اثر کے قبیل سے مانا جائے۔ جس میں قدرتِ الٰہی پھر بھی موانع پیدا کر کے سدِ راہ ہو سکتی ہے۔ ہمارے اکثر علماءِ اسلام جو علمِ نجوم میں مہارت حاصل کئے ہوئے تھے، وُہ اسی بناء پر صحیح ہے کہ وہ اس کے نتائج کو قطعی نہ سمجھتے تھے۔

خطبہ ۷۸

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بَعْدَ حَرْبِ الْجَمَلِ فِي ذَمِّ النِّسَاءِ۔

مَعَاشِرَ النَّاسِ إِنَّ النِّسَاءَ نَوَاقِصُ الْإِيمَانِ نَوَاقِصُ الْحُظُوظِ نَوَاقِصُ الْعُقُولِ فَأَمَّا نُقْصَانُ إِيمَانِهِنَّ فَقُعُودُهُنَّ عَنِ الصَّلٰوةِ وَالصِّيَامِ فِي أَيَّامِ حَيْضِهِنَّ وَأَمَّا نُقْصَانُ عُقُولِهِنَّ فَشَهَادَةُ امْرَأَتَيْنِ كَشَهَادَةِ الرَّجُلِ الْوَاحِدِ وَأَمَّا نُقْصَانُ حُظُوظِهِنَّ فَمَوَارِيثُهُنَّ عَلَى الْأَنْصَافِ مِنْ مَوَارِيثِ الرِّجَالِ فَاتَّقُوا شِرَارَ النِّسَاءِ۔ وَكُونُوا مِنْ خِيَارِهِنَّ عَلٰى حَذَرٍ وَلَا تُطِيعُوهُنَّ فِي الْمَعْرُوفِ حَتّٰى لَا يَطْمَعْنَ فِي الْمُنْكَرِ۔

جنگِ جمل سے فارغ ہونے کے بعد عورتوں کی مذمت میں فرمایا[1]:۔

اے لوگو! عورتیں ایمان میں ناقص، حصوں میں ناقص اور عقل میں ناقص ہوتی ہیں۔ نقصِ ایمان کا ثبوت یہ ہے کہ ایام کے دَور میں نماز اور روزہ انھیں چھوڑنا پڑتا ہے۔ اور ناقص العقل ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے برابر ہوتی ہے۔ اور حصہ و نصیب میں کمی یوں ہے کہ میراث میں ان کا حصہ مردوں سے آدھا ہوتا ہے۔ بُری عورتوں سے ڈرو، اور اچھی عورتوں سے بھی چوکنا رہا کرو۔ تم ان کی اچھی باتیں بھی نہ مانو تاکہ آگے بڑھ کر وہ بُری باتوں کے منوانے پر نہ اُتر آئیں۔

---

[1] یہ خطبہ جنگِ جمل کی تباہ کاریوں کے بعد ارشاد فرمایا، اور چونکہ اس جنگ کی ہلاکت آفرینیاں ایک عورت کے حکم پر آنکھ بند کر کے چل پڑنے کا نتیجہ تھیں۔ اس لیے اس میں ان کے فطری نقائص اور اُن کے وجوہ و اسباب کا ذکر فرمایا ہے چنانچہ ان کی پہلی کمزوری یہ ہے کہ انھیں ہر مہینہ میں چند دِنوں کے لیے نماز و روزہ سے دستبردار ہونا پڑتا ہے اور یہ اعمال سے علیحدگی ان کے ایمان کے نقص کی دلیل ہے۔ اگرچہ ایمان کے حقیقی معنی تصدیقِ قلبی و اعتقادِ باطنی کے ہیں۔ مگر بطورِ مجاز عمل و کردار پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ چونکہ اعمال ایمان کا آئینہ ہوتے ہیں، لہٰذا اعمال کو بھی ایمان کا جزو قرار دیا جاتا ہے۔ چنانچہ امام علی ابن موسیٰ الرضاؑ سے مروی ہے کہ:۔

ان الایمان ھو التصدیق بالقلب والاقرار باللسان والعمل بالارکان

ایمان دل سے تصدیق، زبان سے اقرار، اور اعضاء سے عمل کرنے کا نام ہے۔

دوسری کمزوری یہ ہے کہ ان کی فطری استعداد عقلی تصرفات کو پورے طور سے قبول کرنے سے قاصر ہوتی ہے۔ لہٰذا ان کے میدانِ عمل کی وسعت ہی کے لحاظ سے فطرت نے ان کو قوائے عقلیہ دیئے ہیں۔ جو حمل ولادت، رضاعت، تربیتِ اولاد اور امورِ خانہ داری میں ان کی رہنمائی کر سکیں اور اسی ذہنی و عقلی کمزوری کی بنا پر ان کی گواہی کو مرد کی گواہی کا درجہ نہیں دیا گیا۔ جیسا کہ اللہ سبحانہ، کا ارشاد ہے :-

واستشهدوا شهيدين من رجالكم فان لم يكونا رجلين فرجل وامراتن ممن ترضون من الشهداء ان تضل احدٰهما فتذكر احدٰهما الاخرىٰ ۝

اپنے مردوں میں سے جنہیں تم گواہی کے لیے پسند کرو دو مردوں کی گواہی لیا کرو، اور اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ہوں۔ اگر ایک بھول جائے گی تو اُن میں سے ایک دوسری کو یاد دلا دے گی۔

تیسری کمزوری یہ ہے کہ ان کی میراث کا حصہ مرد کے حصۂ میراث سے نصف ہوتا ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے

يوصيكم الله فى اولادكم للذكر مثل حظ الانثيين -

خدا تمہاری اولاد کے بارے میں تمہیں وصیت کرتا ہے کہ لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہوگا۔"

اس سے عورت کی کمزوری کا پتہ یوں چلتا ہے کہ میراث میں اس کا حصہ نصف ہونے کی وجہ یہ ہے، کہ اس کی کفالت کا بار مرد پر ہوتا ہے۔ تو جب مرد کی حیثیت ایک کفیل و نگران کی قرار پائی، تو نگرانی و سرپرستی کی محتاج صنف اپنی کمزوری کی خود آئینہ دار ہوگی۔

ان کی فطری کمزوریوں کی طرف اشارہ کرنے کے بعد ان کی اندھا دھند پیروی اور غلط اطاعت کے مفاسد کا ذکر کرتے ہیں کہ بُری بات تو خیر بُری ہوتی ہی ہے۔ اگر وہ کسی اچھی بات کے لیے بھی کہیں، تو اُسے اِس طرح انجام نہیں دینا چاہیئے کہ انھیں یہ خیال ہونے لگے کہ یہ ان کی خاطر اور رضا جوئی کے لیے بجا لائی گئی ہے۔ بلکہ اس طرح کہ وہ یہ سمجھ لیں۔ کہ اس اچھے کام کو اُس کے اچھا ہونے کی وجہ سے کیا گیا ہے۔ اِس میں ان کی خواہش و رضامندی کا کوئی دخل نہیں ہے اور اگر ان کو یہ وہم بھی ہو گیا کہ اس میں ان کی خوشنودی کو ملحوظ رکھا گیا ہے تو وہ ہاتھ پکڑتے ہوئے پہنچہ پکڑنے پر اُتر آئیں گی اور یہ چاہنے لگیں گی، کہ اُن کی ہر بُری سے بُری بات کے آگے سر جھکایا جائے۔ جس کا لازمی نتیجہ تباہی و بربادی ہوگا

امیر المومنین علیہ السلام کے اِس ارشاد کے متعلق علامہ محمد عبدہ تحریر کرتے ہیں کہ :-

ولقد قال الامام قولا صدقته التجارب فى الاحقاب المتطاولة -

امیر المومنین علیہ السلام نے ایک ایسی بات کہہ دی ہے کہ طویل صدیوں کے تجربے اس کی تصدیق کرتے ہیں۔"

خطبہ ۷۹

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

أَيُّهَا النَّاسُ الزَّهَادَةُ قِصَرُ الْأَمَلِ وَالشُّكْرُ عِنْدَ النِّعَمِ۔ وَالْوَرَعُ عِنْدَ الْمَحَارِمِ۔ فَإِنْ عَزَبَ ذٰلِكَ عَنْكُمْ فَلَا يَغْلِبِ الْحَرَامُ صَبْرَكُمْ۔ وَلَا تَنْسَوْا عِنْدَ النِّعَمِ شُكْرَكُمْ فَقَدْ أَعْذَرَ اللّٰهُ إِلَيْكُمْ بِحُجَجٍ مُسْفِرَةٍ ظَاهِرَةٍ وَكُتُبٍ بَارِزَةِ الْعُذْرِ وَاضِحَةٍ۔

اے لوگو! اُمیدوں کو کم کرنا، نعمتوں پر شکر ادا کرنا، اور حرام چیزوں سے دامن بچانا ہی زہد و ورع ہے۔ اگر (دامنِ اُمید کو سمیٹنا) تمھارے لیے مشکل ہو جائے تو اتنا تو ہو کہ حرام تمھارے صبر و شکیب پر غالب نہ آجائے، اور نعمتوں کے وقت شکر کو بھول نہ جاؤ۔ خداوند عالم نے روشن اور کھلی ہوئی دلیلوں سے اور حجت تمام کرنے والی واضح کتابوں کے ذریعے تمھارے لیے حیل و حجت کا موقع نہیں رہنے دیا۔

خطبہ ۸۰

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ فِي صِفَةِ الدُّنْيَا۔

مَا أَصِفُ مِنْ دَارٍ أَوَّلُهَا عَنَاءٌ وَآخِرُهَا فَنَاءٌ۔ فِي حَلَالِهَا حِسَابٌ وَفِي حَرَامِهَا عِقَابٌ مَنِ اسْتَغْنَى فِيهَا فُتِنَ۔ وَمَنِ افْتَقَرَ فِيهَا حَزِنَ وَمَنْ سَاعَاهَا فَاتَتْهُ۔ وَمَنْ قَعَدَ عَنْهَا وَاتَتْهُ وَمَنْ أَبْصَرَ إِلَيْهَا أَعْمَتْهُ۔

أَقُولُ وَإِذَا تَأَمَّلَ الْمُتَأَمِّلُ قَوْلَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ أَبْصَرَ بِهَا بَصَّرَتْهُ وَجَدَ تَحْتَهُ مِنَ الْمَعْنَى الْعَجِيبِ وَالْغَرَضِ الْبَعِيدِ مَا لَا تُبْلَغُ غَايَتُهُ، وَلَا يُدْرَكُ

میں اس دارِ دُنیا کی حالت کیا بیان کروں کہ جس کی ابتدا رنج اور انتہا فنا ہو۔ جس کے حلال میں حساب اور حرام میں سزا و عقاب ہو۔ یہاں کوئی غنی ہو تو فتنوں سے واسطہ، اور فقیر ہو تو حزن و ملال سے سابقہ رہے۔ جو دُنیا کے لیے سعی و کوشش میں لگا رہتا ہے۔ اُس کی دُنیوی آرزوئیں بڑھتی ہی جاتی ہیں۔ اور جو کوششوں سے ہاتھ اُٹھا لیتا ہے۔ دُنیا خود ہی اُس سے سازگار ہو جاتی ہے۔ جو شخص دُنیا کو عبرتوں کا آئینہ سمجھ کر دیکھتا ہے، تو وہ اُس کی آنکھوں کو روشن و بینا کر دیتی ہے، اور جو صرف دُنیا ہی پر نظر رکھتا ہے، تو وہ اُسے کور و نابینا بنا دیتی ہے۔

(علامہ رضی کہتے ہیں کہ اگر کوئی غور و فکر کرنے والا، حضرت کے اس ارشاد "من ابصر بها بصرته" جو اس دنیا کو عبرت حاصل کرنے کے لیے دیکھے، تو وہ اس میں

غُورُهُ وَلَا سِيَّمَا إِذَا قُرِنَ إِلَيْهِ قَوْلُهُ: وَمَنْ أَبْصَرَ إِلَيْهَا أَعْمَتْهُ. فَإِنَّهُ يَجِدُ الْفَرْقَ بَيْنَ أَبْصَرَ بِهَا أَبْصَرَ إِلَيْهَا وَاضِحًا نَيِّرًا وَعَجِيبًا بَاهِرًا۔

عجیب و غریب معنی اور گہرے مطالب پائے گا کہ نہ اس کی انتہا تک پہنچ اور نہ اس کے گہراؤ تک رسائی ہو سکتی ہے۔ خصوصاً اُس کے ساتھ یہ جملہ ومن ابصر الیہا اعمتہ "اور جو صرف دُنیا کو دیکھتا رہے، تو وہ اس سے آنکھوں کی روشنی چھین لیتی ہے" بھی ملا یا جائے تو ابصر بہا اور ابصر الیہا میں واضح فرق محسوس کرے گا۔ اور حیرت سے اُس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی)۔

لہ "دُنیا کی ابتدا مشقت اور انتہا ہلاکت ہے"۔ یہ جُملہ اسی حقیقت کا ترجمان ہے جسے قُرآن نے لقد خلقنا الانسان فی کبد (ہم نے انسان کو تعب و مشقت میں رہنے والا پیدا کیا ہے) کی لفظوں میں پیش کیا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ انسان کے دورِ حیات کی کروٹیں شکم مادر کی تنگنائیوں سے لے کر فضائے عالم کی وُسعتوں تک کہیں بھی سکون و قرار سے ہمکنار نہیں ہوتیں۔ جب زندگی سے آشنا ہوتا ہے، تو وہ اپنے کو ایک ایسے تیرہ و تار زندان میں جکڑا ہوا پاتا ہے کہ جہاں نہ ہاتھ پیروں کو جُنبش دے سکتا ہے، اور نہ پہلو بدل سکتا ہے۔ اور جب اِن جکڑ بندیوں سے چھٹکارا پاکر دُنیا میں آتا ہے تو مختلف صعُوبتوں کے دَورے اسے گزرنا پڑتا ہے۔ ابتدا میں نہ زبان سے بول سکتا ہے کہ اپنے دُکھ درد کو بیان کر سکے، اور نہ اعضاء و جوارح و سکت رکھتا ہے کہ اپنی ضرورتوں کو پُورا کر سکے۔ صرف اِس کی دبی ہُوئی سسکیاں اور اشکوں کی روانیاں ہی اس کی ضروریات کا اظہار اور اس کے رنج و قلق کی ترجمانی کرتی ہیں۔ اِس دَور کے گزرنے کے بعد جب تعلیم و تربیت کی منزل میں قدم رکھتا ہے، تو بات بات پر ڈانٹ ڈپٹ کی آوازیں اس کا خیر مقدم کرتی ہیں۔ ہر وقت خوفزدہ اور سہما ہوا دکھائی دیتا ہے۔ جب اِس دورِ محکومیت سے نجات پاتا ہے تو اہل و عیال کی بندشوں اور معاش کی فکروں میں گھِر جاتا ہے۔ جہاں کبھی ہم پیشہ رقیبوں سے چپقلش، کبھی دُشمنوں سے ٹکراؤ، کبھی حوادثِ زمانہ کا مقابلہ، کبھی بیماریوں کا حملہ، اور کبھی اولاد کا صدمہ اُسے درپیش رہتا ہے۔ یہاں تک کہ بڑھاپا لاچاریوں اور بے بسیوں کے پیغام لے کر آپہنچتا ہے اور آخر دل میں حسرت و اندوہ لیے ہُوئے اس جہانِ فانی کو خیر باد کہہ دیتا ہے۔

پھر اِس دُنیا کے متعلق فرماتے ہیں کہ اس کی حلال چیزوں میں حساب کی مُوشگافیاں اور حرام چیزوں میں عقاب کی سختیاں ہیں جس سے خوشگوار لذتیں بھی اس کے کام و دہن میں تلخی پیدا کر دیتی ہیں۔ اگر اِس دُنیا میں مال و دولت کی فراوانی ہو تو انسان ایک ایسے چکر میں پڑ جاتا ہے کہ جس سے راحت و سکون کو کھو بیٹھتا ہے اور اگر تنگدستی و ناداری ہو تو دولت کے غم میں گھلا جاتا ہے، اور جو اس دُنیا کے لیے تگ و دو میں لگا رہتا ہے۔ اس کی آرزوؤں کی کوئی انتہا نہیں رہتی۔ ایک

اُمید بر آتی ہے، تو دوسری آرزو کو پُورا کرنے کی ہوس دامن گیر ہو جاتی ہے۔ اس دُنیا کی مثال سایہ کی طرح ہے کہ اگر اُس کے پیچھے دوڑو تو وہ آگے بھاگتا ہے، اور اگر اس سے دامن چھڑا کر پیچھے بھاگو تو وہ پیچھے دوڑنے لگتا ہے۔ یُونہی جو اس دُنیا کے پیچھے نہیں دوڑتا، تو وہ خود اس کے پیچھے دوڑتی ہے۔ مقصد یہ ہے کہ جو حرص و ہوس کے پھندوں کو توڑ کر بے جا دُنیا طلبی سے دست کش ہو جاتا ہے۔ دُنیا اُسے بھی حاصل ہوتی ہے اور وہ اُس سے محروم نہیں کر دیا جاتا۔ لہٰذا جو شخص دُنیا کی سطح سے بلند ہو کر دُنیا کو دیکھے اور اس کے احوال و واردات سے عبرت حاصل کرے، اور اس کی نیرنگیوں اور بوقلمونیوں سے صانعِ عالم کی قدرت، تدبیر و حکمت اور رحمت و رأفت اور اُس کی ربُوبیت کا پتہ لگائے، تو اُس کی آنکھیں روشن و بینا ہو جائیں گی۔ اور جو شخص صرف دُنیا کی رنگینیوں میں کھویا رہتا ہے اور اُس کی آرائشوں پر مر مٹتا ہے، تو وہ دیدۂ دل کی روشنی کھو کر اس کی اندھیاریوں ہی میں بھٹکتا رہتا ہے۔ اسی لیے قدرت نے ایسی نظروں سے دُنیا کو دیکھنے سے منع فرمایا ہے :-

لاتمدن عینیك الی مامتعنا به ازواجا منهم زهرة الحیوة الدنیا لنفتنهم فیه -

کچھ لوگوں کو ہم نے زندگانی دُنیا کی شادابی سے بہرہ مند کیا ہے تاکہ ان کو اس سے آزمائیں۔ تم اِس متاعِ دُنیا کی طرف نظر اُٹھا کر نہ دیکھو۔

خطبہ ۸۱

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ تُسَمَّى بِالْغَرَّاءِ وَهِيَ مِنَ الْخُطَبِ الْعَجِيبَةِ -

اس خطبہ کا نام خطبۂ غراء ہے جو امیر المومنین علیہ السلام کے عجیب و غریب خطبوں میں شمار ہوتا ہے :-

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي عَلَا بِحَوْلِهِ - وَ دَنَا بِطَوْلِهِ - مَانِحِ كُلِّ غَنِيمَةٍ وَ فَضْلٍ - وَ كَاشِفِ كُلِّ عَظِيمَةٍ وَ أَزْلٍ أَحْمَدُهُ عَلَى عَوَاطِفِ كَرَمِهِ وَ سَوَابِغِ نِعَمِهِ - وَ أُومِنُ بِهِ أَوَّلًا بَادِيًا - وَ أَسْتَهْدِيهِ قَرِيبًا هَادِيًا - وَ أَسْتَعِينُهُ قَاهِرًا قَادِرًا - وَ أَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ كَافِيًا نَاصِرًا - وَ أَشْهَدُ

تمام حمد اُس اللہ کے لیے ہے جو اپنی طاقت کے اعتبار سے بلند، اپنی بخشش کے لحاظ سے قریب ہے۔ ہر نفع و زیادتی کا عطا کرنے والا، اور ہر مصیبت و ابتلا کا دُور کرنے والا ہے۔ میں اُس کے کرم کی نوازشوں اور نعمتوں کی فراوانیوں کی بنا پر اس کی حمد و ثنا کرتا ہوں میں اس پر ایمان رکھتا ہوں۔ چونکہ وہ اوّل و ظاہر ہے اور اس سے ہدایت چاہتا ہوں۔ چونکہ وہ قریب تر اور ہادی ہے اور اُس سے مدد چاہتا ہوں، چونکہ وہ قادر و توانا ہے اور اُس پر بھروسہ کرتا ہوں، چونکہ وہ ہر طرح

اَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ اٰلِهٖ
وَسَلَّمَ عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ - اَرْسَلَهٗ
لِاِنْفَاذِ اَمْرِهٖ وَ اِنْهَآءِ عُذْرِهٖ، وَ
تَقْدِیْمِ نُذُرِهٖ -
اُوْصِیْكُمْ عِبَادَ اللّٰهِ بِتَقْوَی
اللّٰهِ الَّذِیْ ضَرَبَ لَكُمُ الْاَمْثَالَ
وَوَقَّتَ لَكُمُ الْاٰجَالَ - وَ اَلْبَسَكُمُ
الرِّیَاشَ وَ اَرْفَغَ لَكُمُ الْمَعَاشَ،
وَاَحَاطَكُمْ بِالْاِحْصَآءِ وَ اَرْصَدَ
لَكُمُ الْجَزَآءَ - وَ اٰثَرَكُمْ بِالنِّعَمِ السَّوَابِغِ
وَالرِّفَدِ الرَّوَافِغِ - وَ اَنْذَرَكُمْ بِالْحُجَجِ
الْبَوَالِغِ - وَ اَحْصَاكُمْ عَدَدًا - وَوَظَّفَ
لَكُمْ مُدَدًا فِیْ قَرَارِ خِبْرَةٍ وَدَارِ
عِبْرَةٍ اَنْتُمْ مُخْتَبَرُوْنَ فِیْهَا وَ
مُحَاسَبُوْنَ عَلَیْهَا فَاِنَّ الدُّنْیَا رَنِقٌ
مَشْرَبُهَا رَدِغٌ مَشْرَعُهَا - یُوْنِقُ مَنْظَرُهَا
وَ یُوْبِقُ مَخْبَرُهَا - غُرُوْرٌ حَآئِلٌ - وَضَوْءٌ
اٰفِلٌ وَظِلٌّ زَآئِلٌ - وَسِنَادٌ، مَآئِلٌ
حَتّٰی اِذَا اَنِسَ نَافِرُهَا - وَ اطْمَاَنَّ
نَاكِرُهَا قَمَصَتْ بِاَرْجُلِهَا - وَقَنَصَتْ
بِاَحْبُلِهَا - وَ اَقْصَدَتْ بِاَسْهُمِهَا
اَعْلَقَتِ الْمَرْءَ اَوْهَاقَ الْمَنِیَّةِ قَآئِدَةً
لَهٗ اِلٰی ضَنْكِ الْمَضْجَعِ - وَوَحْشَةِ
الْمَرْجِعِ - وَمُعَایَنَةِ الْمَحَلِّ وَثَوَابِ
الْعَمَلِ وَ كَذٰلِكَ الْخَلَفُ بِعَقْبِ السَّلَفِ

کی کفایت و اعانت کرنے والا ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اس کے عبد و رسول ہیں۔ جنھیں احکام کے نفاذ اور حجت کے اتمام اور عبرتناک واقعات پیش کر کے پہلے سے متنبہ کر دینے کے لیے بھیجا

خدا کے بندو! میں تمھیں اس اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ جس نے تمھارے (سمجھانے کے) لیے مثالیں پیش کیں اور تمھاری زندگی کے اوقات مقرر کیے۔ تمھیں (مختلف) لباسوں سے ڈھانپا اور تمھارے رزق کا سامان فراواں کیا۔ اس نے تمھارا پورا جائزہ لے رکھا ہے اور تمھارے لیے جزا مقرر کی ہے اور تمھیں اپنی وسیع نعمتوں اور فراخ عطیوں سے نوازا اور موثر دلیلوں سے تمھیں متنبہ کر دیا ہے۔ وہ ایک ایک کر کے تمھیں گن چکا ہے۔ اور اس مقام آزمائش و محل عبرت میں اس نے تمھاری عمریں مقرر کر دی ہیں۔ اس میں تمھاری آزمائش ہے اور اس کی درآمد و برآمد پر تمھارا حساب ہو گا۔ اس دنیا کا گھاٹ گندلا اور سیراب ہونے کی جگہ کیچڑ سے بھری ہوئی ہے۔ اس کا ظاہر خوشنما، اور باطن تباہ کن ہے۔ یہ ایک مٹ جانے والا دھوکا، غروب ہو جانے والی روشنی، ڈھل جانے والا سایہ اور جھکا ہوا ستون ہے۔ جب اس سے نفرت کرنے والا اس سے دل لگا لیتا ہے اور اجنبی اس سے مطمئن ہو جاتا ہے، تو یہ اپنے پیروں کو اٹھا کر زمین پر دے مارتی ہے اور اپنے جال میں پھانس لیتی ہے۔ اور اپنے تیروں کا نشانہ بنا لیتی ہے اور اس کے گلے میں موت کا پھندا ڈال کر تنگ و تار قبر اور وحشت ناک منزل تک

لَا تُقْلِعُ الْمَنِيَّةُ اخْتِرَامًا وَلَا يَرْعَوِي الْبَاقُونَ اجْتِرَامًا - يَحْتَذُونَ مِثَالًا وَيَمْضُونَ أَرْسَالًا إِلَىٰ غَايَةِ الْإِنْتِهَاءِ وَصَيُّورِ الْفَنَاءِ حَتَّىٰ إِذَا تَصَرَّمَتِ الْأُمُورُ وَتَقَضَّتِ الدُّهُورُ وَأَزِفَ النُّشُورُ أَخْرَجَهُمْ مِنْ ضَرَائِحِ الْقُبُورِ وَأَوْكَارِ الطُّيُورِ - وَأَوْجِرَةِ السِّبَاعِ - وَمَطَارِحِ الْمَهَالِكِ سِرَاعًا إِلَىٰ أَمْرِهِ - مُهْطِعِينَ إِلَىٰ مَعَادِهِ - رَعِيلًا صُمُوتًا قِيَامًا صُفُوفًا يُنْفِذُهُمُ الْبَصَرُ وَيُسْمِعُهُمُ الدَّاعِي عَلَيْهِمْ لَبُوسُ الْإِسْتِكَانَةِ - وَضَرَعُ الْإِسْتِسْلَامِ وَالذِّلَّةِ - قَدْ ضَلَّتِ الْحِيَلُ - وَانْقَطَعَ الْأَمَلُ وَهَوَتِ الْأَفْئِدَةُ كَاظِمَةً - وَخَشَعَتِ الْأَصْوَاتُ مُهَيْنِمَةً وَأَلْجَمَ الْعَرَقُ وَعَظُمَ الشَّفَقُ وَأُرْعِدَتِ الْأَسْمَاعُ لِزَبْرَةِ الدَّاعِي إِلَىٰ فَصْلِ الْخِطَابِ وَمُقَايَضَةِ الْجَزَآءِ وَنَكَالِ الْعِقَابِ وَنَوَالِ الثَّوَابِ - عِبَادٌ مَخْلُوقُونَ اقْتِدَارًا - وَمَرْبُوبُونَ اقْتِسَارًا وَمَقْبُوضُونَ احْتِضَارًا - وَمُضَمَّنُونَ أَجْدَاثًا - وَكَائِنُونَ رُفَاتًا وَمَبْعُوثُونَ أَفْرَادًا - وَمَدِينُونَ جَزَآءً وَمُمَيَّزُونَ حِسَابًا - قَدْ أُمْهِلُوا فِي طَلَبِ الْمَخْرَجِ وَ

لے جاتی ہے کہ جہاں سے وہ اپنا ٹھکانا (جنت یا دوزخ) دیکھ لے، اور اپنے کیے کا نتیجہ پالے۔ بعد میں آنے والوں کی حالت بھی اگلوں کی سی ہے۔ نہ موت کاٹ چھانٹ سے مُنہ موڑتی ہے اور نہ باقی رہنے والے گناہ سے باز آتے ہیں۔ باہم ایک دوسرے کے طور طریقوں کی پیروی کرتے ہیں اور یکے بعد دیگرے منزلِ منتہا و مقامِ فنا کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ یہاں تک کہ جب تمام معاملات ختم ہو جائیں گے، اور دُنیا کی عمر تمام ہو جائے گی، اور قیامت کا ہنگام آجائے گا۔ تو اللہ سب کو قبر کے گوشوں، پرندوں کے گھونسلوں، درندوں کے بھٹوں اور ہلاکت گاہوں سے نکالے گا۔ گروہ در گروہ، صامت و ساکت، ایستادہ و صف بستہ امرِ الٰہی کی طرف بڑھتے ہوئے اور اپنی جائے بازگشت کی جانب دوڑتے ہوئے، نگاہِ قدرت ان پر حاوی اور پکارنے والے کی آواز ان سب کے کان میں آتی ہوئی ہوگی۔ وہ ضعف و بے چارگی کا لباس پہنے ہوئے ہوں گے اور عجز و بے کسی کی وجہ سے ذلت ان پر چھائی ہوئی ہوگی۔ حیلے اور ترکیبیں غائب، اور اُمیدیں منقطع ہو چکی ہوں گی۔ دل مایوسانہ خاموشیوں کے ساتھ بیٹھتے ہوں گے۔ آوازیں دب کر خاموش ہو جائیں گی۔ پسینہ مُنہ میں پھندا ڈال دے گا۔ وحشت بڑھ جائے گی۔ اور جب انھیں آخری فیصلہ سُنانے، عملوں کا معاوضہ دینے، اور عذاب و عقوبت اور اجر و ثواب کے لیے بُلایا جائے گا، تو پکارنے والے کی گرجدار آواز سے کان لرز اُٹھیں گے۔ یہ بندے اُس کے اقتدار کا ثبوت دینے کے لیے وجود میں آئے ہیں، اور غلبہ و تسلط کے ساتھ ان

هُدُوا سَبِيلَ الْمَنْهَجِ - وَعُمِّرُوا مَهَلَ
الْمُسْتَعْتَبِ وَكُشِفَتْ عَنْهُمْ سُدَفُ الرِّيَبِ
وَخُلُّوا لِمِضْمَارِ الْجِيَادِ - وَرَوِيَّةِ الْإِرْتِيَادِ
وَأَنَاةِ الْمُقْتَبِسِ الْمُرْتَادِ فِي مُدَّةِ الْأَجَلِ
وَمُضْطَرَبِ الْمَهَلِ - فَيَا لَهَا أَمْثَالًا
صَائِبَةً - وَمَوَاعِظَ شَافِيَةً لَوْ صَادَفَتْ
قُلُوبًا زَاكِيَةً - وَأَسْمَاعًا وَاعِيَةً - وَآرَاءً
عَازِمَةً وَأَلْبَابًا - حَازِمَةً - فَاتَّقُوا اللّٰهَ
تَقِيَّةَ مَنْ سَمِعَ فَخَشَعَ وَاقْتَرَفَ
فَاعْتَرَفَ وَوَجِلَ فَعَمِلَ وَحَاذَرَ فَبَادَرَ
وَأَيْقَنَ فَأَحْسَنَ وَعُبِّرَ فَاعْتَبَرَ - وَحُذِّرَ
فَازْدَجَرَ وَأَجَابَ فَأَنَابَ - وَرَجَعَ فَتَابَ
وَاقْتَدَى فَاحْتَذَى - وَأُرِيَ فَرَأَى
فَأَسْرَعَ طَالِبًا وَنَجَا هَارِبًا فَأَفَادَ
ذَخِيرَةً وَأَطَابَ سَرِيرَةً - وَعَمَّرَ
مَعَادًا - وَاسْتَظْهَرَ زَادًا - لِيَوْمِ
رَحِيلِهِ - وَوَجْهِ سَبِيلِهِ - وَحَالِ
حَاجَتِهِ - وَمَوْطِنِ فَاقَتِهِ وَقَدَّمَ أَمَامَهُ
لِدَارِ مُقَامِهِ - فَاتَّقُوا اللّٰهَ عِبَادَ اللّٰهِ جِهَةَ
مَا خَلَقَكُمْ لَهُ - وَاحْذَرُوا مِنْهُ كُنْهَ مَا
حَذَّرَكُمْ مِنْ نَفْسِهِ وَاسْتَحِقُّوا مِنْهُ
مَا أَعَدَّ لَكُمْ بِالتَّنَجُّزِ لِصِدْقِ مِيعَادِهِ
وَالْحَذَرِ مِنْ هَوْلِ مَعَادِهِ -

وَمِنْهَا جَعَلَ لَكُمْ أَسْمَاعًا لِتَعِيَ
مَا عَنَاهَا - وَأَبْصَارًا لِتَجْلُوَ عَنْ عَشَاهَا

کی تربیت ہوئی ہے۔ نزع کے وقت اِن کی رُوحیں قبض کر لی جاتی ہیں اور قبروں میں رکھ دیئے جاتے ہیں۔ (جہاں) یہ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے اور (پھر) قبروں سے اکیلے اُٹھائے جائیں گے اور عملوں کے مطابق جزا پائیں گے اور سب کو الگ الگ حساب دینا ہوگا۔ انھیں دُنیا میں رہتے ہوئے گلو خلاصی کا موقع دیا گیا تھا، اور سیدھا راستہ بھی دکھایا جا چکا تھا، اور اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے مہلت بھی دی گئی تھی شک و شبہات کی تاریکیاں اِن سے دُور کر دی گئی تھیں اور اس مدتِ حیات و آماجگاہ عمل میں انھیں کھلا چھوڑ دیا گیا تھا تاکہ آخرت میں دوڑ لگانے کی تیاری، اور سوچ بچار سے مقصد کی تلاش کر لیں اور اتنی مہلت پائیں، جتنی فوائد کے حاصل کرنے اور اپنی آیندہ منزل کا سامان کرنے کے لیے ضروری ہے۔ یہ کتنی ہی صحیح مثالیں اور شفا بخش نصیحتیں ہیں۔ بشرطیکہ انھیں پاکیزہ دل اور سُننے والے کان اور مضبوط رائیں اور ہوشیار عقلیں نصیب ہوں۔ اللہ سے ڈرو، اِس شخص کے مانند جس نے نصیحت کی باتوں کو سُنا تو جھک گیا۔ گناہ کیا تو اس کا اعتراف کیا ڈرا، تو عمل کیا۔ خوف کیا تو نیکیوں کی طرف بڑھا قیامت کا یقین کیا، تو اچھے اعمال بجا لایا۔ عبرتیں دلائی گئیں، تو اس نے عبرت حاصل کی اور خوف دلایا گیا تو بُرائیوں سے رُک گیا۔ اور (اللہ کی پکار پر) لبیک کہی، تو پھر اس کی طرف رُخ موڑ لیا۔ اور اس کی طرف توبہ و انابت کیساتھ متوجہ ہوا (اگلوں کی) پُوری پوری پیروی کی اور حق کے دکھائے جانے پر اُسے دیکھ لیا۔ ایسا شخص طلبِ حق

وَأَشْلَاءٍ جَامِعَةٍ لِأَعْضَائِهَا۔ مُلَائِمَةٍ لِأَحْنَائِهَا فِي تَرْكِيبِ صُوَرِهَا وَمُدَدِ عُمُرِهَا بِأَبْدَانٍ قَائِمَةٍ بِأَرْفَاقِهَا وَقُلُوبٍ رَائِدَةٍ لِأَرْزَاقِهَا فِي مُجَلِّلَاتِ نِعَمِهِ وَمُوجِبَاتِ مِنَنِهِ۔ وَحَوَاجِزِ عَافِيَتِهِ۔ وَقَدَّرَ لَكُمْ أَعْمَاراً سَتَرَهَا عَنْكُمْ وَخَلَّفَ لَكُمْ عِبَراً مِنْ آثَارِ الْمَاضِينَ قَبْلَكُمْ مِنْ مُسْتَمْتَعِ خَلَاقِهِمْ وَمُسْتَفْسَحِ خَنَاقِهِمْ أَرْهَقَتْهُمُ الْمَنَايَا دُونَ الْآمَالِ وَشَذَّبَهُمْ عَنْهَا تَخَرُّمُ الْآجَالِ۔ لَمْ يَمْهَدُوا فِي سَلَامَةِ الْأَبْدَانِ، وَلَمْ يَعْتَبِرُوا فِي أُنُفِ الْأَوَانِ۔ فَهَلْ يَنْتَظِرُ أَهْلُ بَضَاضَةِ الشَّبَابِ إِلَّا حَوَانِيَ الْهَرَمِ۔ وَأَهْلُ غَضَارَةِ الصِّحَّةِ إِلَّا نَوَازِلَ السَّقَمِ۔ وَأَهْلُ مُدَّةِ الْبَقَاءِ إِلَّا آوِنَةَ الْفَنَاءِ مَعَ قُرْبِ الزِّيَالِ وَأُزُوفِ الْاِنْتِقَالِ وَعَلَزِ الْقَلَقِ وَأَلَمِ الْمَضَضِ وَغُصَصِ الْجَرَضِ۔ وَتَلَفُّتِ الْاِسْتِغَاثَةِ بِنُصْرَةِ الْحَفَدَةِ وَالْأَقْرِبَاءِ وَالْأَعِزَّةِ وَالْقُرَنَاءِ۔ فَهَلْ دَفَعَتِ الْأَقَارِبُ أَوْ نَفَعَتِ

کے لیے سرگرمِ عمل رہا، اور (دُنیا کے بندھنوں سے) چھوٹ کر بھاگ کھڑا ہُوا۔ اُس نے اپنے لیے ذخیرہ فراہم کیا، اور باطن کو پاک و صاف رکھا، اور آخرت کا گھر آباد کر لیا سفرِ آخرت اور اُس کی راہ نوردی کے لیے اور احتیاج کے مواقع، اور فقر و فاقہ کے مقامات کے پیشِ نظر اس نے زاد اپنے ہمراہ بار کر لیا ہے۔ اللہ کے بندو! اپنے پیدا ہونے کی غرض و غایت کے پیشِ نظر اُس سے ڈرتے رہو، اور جس حد تک اُس نے تمھیں ڈرایا ہے۔ اُس حد تک اُس سے خوف کھاتے رہو، اور اس سے اس کے سچے وعدے کا ایفا چاہتے ہُوئے اور ہولِ قیامت سے ڈرتے ہُوئے اُن چیزوں کا استحقاق پیدا کرو، جو اُس نے تمھارے لیے مُہیا کر رکھی ہیں۔

اسی خطبہ میں کے یہ بھی الفاظ ہیں :۔ اُس نے تمھارے لیے کان بنائے تاکہ ضروری اور اہم چیزوں کو سُن کر محفوظ رکھیں، اور اُس نے تمھیں آنکھیں دی ہیں تاکہ وہ کوری و بے بصری سے نکل کر روشن و ضیا بار ہوں اور جسم کے مختلف حصّے جن میں سے ہر ایک میں بہت سے اعضا ہیں جن کے پیچ و خم اُن کی مناسبت سے ہیں اپنی صُورتوں کی ترکیب اور عمر کی مُدّتوں کے تناسب کے ساتھ ساتھ ایسے بدنوں کے ساتھ جو اپنے ضروریات کو پُورا کر رہے ہیں اور ایسے دلوں کے ساتھ ہیں جو اپنی غذائے رُوحانی کی تلاش میں لگے رہتے ہیں۔ علاوہ دیگر بڑی نعمتوں اور احسان مند بنانے والی بخششوں اور سلامتی کے حصاروں کے اور اس نے تمھاری عمریں مقرر کر دی ہیں جنھیں تم سے مخفی رکھا ہے اور گذشتہ لوگوں کے حالات و واقعات سے تمھارے لیے عبرت اندوزی کے مواقع

النَّوَاحِبُ وَقَدْ غُودِرَ فِي مَحَلَّةِ
الْأَمْوَاتِ رَهِيناً - وَفِي ضِيقِ
الْمَضْجَعِ وَحِيداً - قَدْ هَتَكَتِ
الْهَوَامُّ جِلْدَتَهُ، وَأَبْلَتِ
النَّوَاهِكُ جِدَّتَهُ - وَعَفَتِ
الْعَوَاصِفُ آثَارَهُ - وَمَحَا
الْحَدَثَانُ مَعَالِمَهُ وَصَارَتِ
الْأَجْسَادُ شَحِبَةً بَعْدَ بَضَّتِهَا
وَالْعِظَامُ نَخِرَةً بَعْدَ قُوَّتِهَا
وَالْأَرْوَاحُ مُرْتَهَنَةً بِثِقَلِ
أَعْبَائِهَا مُوقِنَةً بِغَيْبِ أَنْبَائِهَا
لَا تُسْتَزَادُ مِنْ صَالِحِ عَمَلِهَا.
وَلَا تُسْتَعْتَبُ مِنْ سَيِّئِ
زَلَلِهَا أَوَلَسْتُمْ أَبْنَاءَ الْقَوْمِ
وَالْآبَاءَ وَإِخْوَانَهُمْ وَالْأَقْرِبَاءَ
تَحْتَذُونَ أَمْثِلَتَهُمْ - وَتَرْكَبُونَ
قِدَّتَهُمْ وَتَطَئُونَ، جَادَّتَهُمْ
فَالْقُلُوبُ قَاسِيَةٌ عَنْ
حَظِّهَا - لَاهِيَةٌ عَنْ رُشْدِهَا
سَالِكَةٌ فِي غَيْرِ مِضْمَارِهَا -
كَأَنَّ الْمَعْنِيَّ سِوَاهَا وَكَأَنَّ
الرُّشْدَ فِي إِحْرَازِ دُنْيَاهَا -
وَاعْلَمُوا أَنَّ مَجَازَكُمْ عَلَى
الصِّرَاطِ وَمَزَالِقِ دَحْضِهِ
وَأَهَاوِيلِ زَلَلِهِ - وَتَارَاتِ

باقی رکھ چھوڑے ہیں۔ ایسے لوگ جو اپنے حظ و نصیب سے لذت اندوز تھے اور کھلے بندوں آزاد پھرتے تھے کس طرح اُمیدوں کے بر آنے سے پہلے موت نے انھیں جا لیا اور عمر کے ہاتھ نے انھیں اُن امیدوں سے دُور کر دیا۔ اُس وقت انھوں نے کچھ سامان نہ کیا کہ جب بدن تندرست تھے، اور اُس وقت عبرت و نصیحت حاصل نہ کی کہ جب جوانی کا دور تھا۔ کیا یہ بھرپور جوانی والے کمر جھکا دینے والے بڑھاپے کے منتظر ہیں اور صحت کی ترو تازگی والے ٹوٹ پڑنے والی بیماریوں کے انتظار میں ہیں۔ اور یہ زندگی والے فنا کی گھڑیاں دیکھ رہے ہیں؟ جب چل چلاؤ کا ہنگام نزدیک اور کوچ قریب ہوگا اور (بستر مرگ پر) قلق و اضطراب کی بے قراریاں اور سوز و تپش کی بے چینیاں، اور لعابِ دہن کے پھندے ہوں گے اور عزیز و اقارب اور اولاد و احباب سے مدد کے لیے فریاد کرتے ہوئے اِدھر اُدھر کروٹیں بدلنے کا وقت آ گیا ہوگا، تو کیا قریبیوں نے موت کو روک لیا، یا رونے والیوں کے (رونے نے) کچھ فائدہ پہنچایا۔ اُسے تو قبرستان میں قبر کے ایک تنگ گوشے کے اندر جکڑ باندھ کر اکیلا چھوڑ دیا گیا ہے۔ سانپ اور بچھوؤں نے اُس کی جلد کو چھلنی کر دیا ہے۔ اور (وہاں کی) پامالیوں نے اس کی ترو تازگی کو فنا کر دیا ہے۔ آندھیوں نے اس کے آثار مٹا ڈالے اور حادثات نے اس کے نشانات تک محو کر دیئے۔ ترو تازہ جسم لاغر و پژمردہ ہو گئے۔ ہڈیاں گل سڑ گئیں اور رُوحیں (گناہ کے) بارِ گراں کے نیچے دبی پڑی ہیں اور غیب کی خبروں پر یقین کر چکی ہیں۔ لیکن ان کے لیے اب نہ اچھے عملوں میں اضافہ کی کوئی صورت، اور نہ بد اعمالیوں سے توبہ کی کچھ

أَهْوَالِهِ فَاتَّقُوا اللهَ عِبَادَ اللهِ
تَقِيَّةَ ذِي لُبٍّ شَغَلَ التَّفَكُّرُ
قَلْبَهُ - وَأَنْصَبَ الْخَوْفُ بَدَنَهُ
وَأَسْهَرَ التَّهَجُّدُ غِرَارَ نَوْمِهِ وَأَظْمَأَ
الرَّجَاءُ هَوَاجِرَ يَوْمِهِ وَظَلَفَ
الزُّهْدُ شَهَوَاتِهِ، وَأَوْجَفَ
الذِّكْرُ بِلِسَانِهِ وَقَدَّمَ الْخَوْفَ
لِأَمَانِهِ وَتَنَكَّبَ الْمَخَالِجَ عَنْ
وَضَحِ السَّبِيلِ، وَسَلَكَ أَقْصَدَ
الْمَسَالِكِ إِلَى النَّهْجِ الْمَطْلُوبِ
وَلَمْ تَفْتِلْهُ فَاتِلَاتُ الْغُرُورِ
وَلَمْ تَعْمَ عَلَيْهِ مُشْتَبِهَاتُ
الْأُمُورِ - ظَافِرًا بِفَرْحَةِ
الْبُشْرَى وَرَاحَةِ النُّعْمَى
فِي أَنْعَمِ نَوْمِهِ وَآمَنِ يَوْمِهِ
قَدْ عَبَرَ مَعْبَرَ الْعَاجِلَةِ حَمِيدًا
وَقَدَّمَ زَادَ الْآجِلَةِ سَعِيدًا وَ
بَادَرَ مِنْ وَجَلٍ - وَأَكْمَشَ
فِي مَهَلٍ وَرَغِبَ فِي طَلَبٍ وَ
ذَهَبَ عَنْ هَرَبٍ وَرَاقَبَ
فِي يَوْمِهِ غَدَهُ وَنَظَرَ قُدُمًا
أَمَامَهُ فَكَفَى بِالْجَنَّةِ ثَوَابًا
وَنَوَالًا - وَكَفَى بِالنَّارِ عِقَابًا
وَوَبَالًا - وَكَفَى بِاللهِ مُنْتَقِمًا وَ
نَصِيرًا وَكَفَى بِالْكِتَابِ حَجِيجًا

گنجائش ہے۔ کیا تم انہی مر چکنے والوں کے بیٹے، باپ، بھائی اور قریبی نہیں ہو۔ آخر تمھیں بھی تو ہُو بہُو انہی کے سے حالات کا سامنا کرنا اور انہی کی راہ پر چلنا ہے، اور انہی کی شاہراہ پر گزرنا ہے۔ مگر دل اب بھی حظ و سعادت سے بے رغبت، اور ہدایت سے بے پروا ہیں اور غلط میدان میں جا رہے ہیں۔ گویا ان کے علاوہ کوئی اور مراد و مخاطب ہے، اور گویا ان کے لیے دُنیا سمیٹ لینا ہی صحیح راستہ ہے۔ یاد رکھو کہ تمھیں گزرنا ہے صراط پر اور وہاں کی ایسی جگھوں پر جہاں قدم لڑکھڑانے لگتے ہیں، اور پیر پھسل جاتے ہیں، اور قدم قدم پر خوف و دہشت کے خطرات ہیں۔ اللہ سے اس طرح ڈرو، جس طرح وہ مردِ زیرک و دانا ڈرتا ہے کہ جس کے دل کو (عقبیٰ کی) سوچ بچار نے اور چیزوں سے غافل کر دیا ہو، اور خوف نے اُس کے بدن کو تعب و کلفت میں ڈال دیا ہو، اور نمازِ شب نے اِس کی تھوڑی بہت نیند کو بھی بیداری سے بدل دیا ہو۔ اور اُمیدِ ثواب میں اس کے دن کی تپتی ہوئی دوپہریں پیاس میں گزرتی ہوں اور زُہد و ورع نے اس کی خواہشوں کو روک دیا ہو، اور ذکرِ الٰہی سے اُس کی زبان ہر وقت حرکت میں ہو۔ خطروں کے آنے سے پہلے اُس نے خوف کھایا ہو، اور کٹی پھٹی راہوں سے بچتا ہُوا سیدھی راہ پر ہو لیا ہو، اور راہِ مقصود پر آنے کے لیے سیدھا رستہ اختیار کیا ہو، نہ خوش فریبیوں نے اس میں پیچ و تاب پیدا کیا ہو، اور نہ مشتبہ باتوں نے اُس کی آنکھوں پر پردہ ڈالا ہو بشارت کی خوشیوں اور نعمت کی آسائشوں کو پا کر میٹھی نیند سوتا ہے۔ اور امن چین سے دن گزارتا ہے۔ وُہ دُنیا کی عبورگاہ

وَخَصِيماً - أُوصِيكُمْ بِتَقْوَى
اللهِ الَّذِي أَعْذَرَ بِمَا أَنْذَرَ
وَاحْتَجَّ بِمَا نَهَجَ - وَحَذَّرَكُمْ
عَدُوّاً نَفَذَ فِي الصُّدُورِ خَفِيّاً
وَنَفَثَ فِي الْآذَانِ نَجِيّاً فَأَضَلَّ
وَأَرْدَى وَوَعَدَ فَمَنَّى ، وَ
زَيَّنَ سَيِّئَاتِ الْجَرَائِمِ - وَهَوَّنَ
مُوبِقَاتِ الْعَظَائِمِ - حَتَّى إِذَا
اسْتَدْرَجَ قَرِينَتَهُ وَاسْتَغْلَقَ
رَهِينَتَهُ أَنْكَرَ مَا زَيَّنَ وَ
اسْتَعْظَمَ مَا هَوَّنَ وَحَذَّرَ
مَا أَمَّنَ -

(وَمِنْهَا فِي صِفَةِ خَلْقِ الْإِنْسَانِ)

أَمْ هٰذَا الَّذِي أَنْشَأَهُ فِي
ظُلُمَاتِ الْأَرْحَامِ وَشُغُفِ
الْأَسْتَارِ نُطْفَةً دِهَاقاً وَعَلَقَةً
مُحَاقاً - وَجَنِيناً وَرَاضِعاً ، وَ
وَلِيداً وَيَافِعاً - ثُمَّ مَنَحَهُ قَلْباً
حَافِظاً وَلِسَاناً لَافِظاً - وَبَصَراً
لَاحِظاً - لِيَفْهَمَ مُعْتَبِراً وَيُقَصِّرَ
مُزْدَجِراً - حَتَّى إِذَا قَامَ اعْتِدَالُهُ
وَاسْتَوَى مِثَالُهُ نَفَرَ مُسْتَكْبِراً
وَخَبَطَ سَادِراً - مَاتِحاً فِي

سے قابلِ تعریف سیرت کے ساتھ گزر گیا، اور آخرت کی منزل پر سعادتوں کے ساتھ پہنچا۔ (وہاں کے) خطروں کے پیشِ نظر اُس نے نیکیوں کی طرف قدم بڑھایا اور اچھائیوں کے لیے اس وقفۂ حیات میں تیز گام چلا۔ طلبِ آخرت میں دلجمعی و رغبت سے بڑھتا گیا اور برائیوں سے بھاگتا رہا اور آج کے دن کل کا خیال رکھا اور پہلے سے اپنے آگے کی ضرورتوں پر نظر رکھی۔ بخشش و عطا کے لیے جنّت اور عقاب و عذاب کے لیے دوزخ سے بڑھ کر کیا ہوگا، اور انتقام لینے اور مدد کرنے کے لیے اللہ سے بڑھ کر کون ہو سکتا ہے، اور سند و حجت بن کر اپنے خلاف سامنے آنے کے لیے قرآن سے بڑھ کر کیا ہے؟ میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں جس نے ڈرانے والی چیزوں کے ذریعے عذر تراشی کی کوئی گنجائش باقی نہیں رکھی، اور سیدھی راہ دکھا کر حجت تمام کر دی ہے اور تمہیں اُس دشمن سے ہوشیار کر دیا ہے جو چپکے سے سینوں میں نفوذ کر جاتا ہے اور کانا پھوسی کرتے ہوئے کانوں میں پھونک دیتا ہے۔ چنانچہ وہ گمراہ کر کے تباہ و برباد کر دیتا ہے اور وعدے کر کے طفل تسلیوں سے ڈھارس بندھائے رکھتا ہے۔ (پہلے تو) بڑے سے بڑے جرموں کو سنوار کر سامنے لاتا ہے اور بڑے بڑے مہلک گناہوں کو ہلکا اور سبک کر کے دکھاتا ہے۔ اور جب بہکائے ہوئے نفس کو گمراہی کے ڈھرے پر لگا دیتا ہے اور اُسے اپنے پھندوں میں اچھی طرح جکڑ لیتا ہے تو جسے سجایا تھا اُس کو بُرا کہنے لگتا ہے، اور جسے ہلکا اور سبک دکھایا تھا اُس کی گرانباری و اہمیت بتاتا ہے، اور جس سے مطمئن اور بے خوف کیا تھا اُس سے ڈرانے لگتا ہے۔ (اسی خطبے کا ایک جز یہ ہے کہ جس میں

غَرْبَ هَوَاهُ، كَادِحًا سَعْيًا لِدُنْيَاهُ
فِي لَذَّاتِ طَرَبِهِ، وَبَدَوَاتِ أَرَبِهِ
لَا يَحْتَسِبُ رَزِيَّةً وَلَا يَخْشَعُ تَقِيَّةً
فَمَاتَ فِي فِتْنَتِهِ غَرِيرًا، وَعَاشَ فِي
هَفْوَتِهِ يَسِيرًا لَمْ يُفِدْ عِوَضًا۔
وَلَمْ يَقْضِ مُفْتَرَضًا۔ دَهِمَتْهُ
فَجَعَاتُ الْمَنِيَّةِ فِي غُبَّرِ جِمَاحِهِ
وَسَنَنِ مِرَاحِهِ۔ فَظَلَّ سَادِرًا وَ
بَاتَ سَاهِرًا۔ فِي غَمَرَاتِ
الْآلَامِ۔ وَطَوَارِقِ الْأَوْجَاعِ وَ
الْأَسْقَامِ بَيْنَ أَخٍ شَقِيقٍ وَوَالِدٍ
شَفِيقٍ۔ وَدَاعِيَةٍ بِالْوَيْلِ جَزَعًا۔
وَلَادِمَةٍ لِلصَّدْرِ قَلَقًا۔ وَ
الْمَرْءُ فِي سَكْرَةٍ مُلْهِثَةٍ۔
وَغَمْرَةٍ كَارِثَةٍ وَأَنَّةٍ مُوجِعَةٍ۔
فِي جَذْبَةٍ مُكْرِبَةٍ۔ وَسَوْقَةٍ
مُتْعِبَةٍ ثُمَّ أُدْرِجَ فِي أَكْفَانِهِ
مُبْلِسًا، وَجُذِبَ مُنْقَادًا سَلِسًا
ثُمَّ أُلْقِيَ عَلَى الْأَعْوَادِ۔ رَجِيعَ
وَصَبٍ وَنِضْوَ سَقَمٍ تَحْمِلُهُ
حَفَدَةُ الْوِلْدَانِ وَحَشَدَةُ
الْإِخْوَانِ إِلَى دَارِ غُرْبَتِهِ
وَمُنْقَطَعِ زَوْرَتِهِ حَتَّى
إِذَا انْصَرَفَ الْمُشَيِّعُ
وَرَجَعَ الْمُتَفَجِّعُ أُقْعِدَ

انسان کی پیدائش کا بیان ہے)۔
یا پھر اُسے دیکھو، جسے (اللہ نے) ماں کے پیٹ کی اندھیاریوں اور پردے کی اندرونی تہوں میں بنایا جو ایک (جراثیمِ حیات) سے چھلکتا ہُوا نطفہ اور بے شکل و صُورت کا منجمد خُون تھا۔ (پھر انسانی خط و خال کے سانچے میں ڈھل کر) جنین بنا اور (پھر) طفلِ شیر خوار اور (پھر حدِ رضاعت سے نکل کر) طفل (نوخیز) اور (پھر) پُورا پُورا جوان ہُوا۔ اللہ نے اُسے نگہداشت کرنے والا دل اور بولنے والی زبان اور دیکھنے والی آنکھیں دیں تاکہ عبرت حاصل کرتے ہُوئے کچھ سمجھے بوجھے اور نصیحت کا اثر لیتے ہُوئے بُرائیوں سے باز رہے مگر ہوا یہ کہ جب اس (کے اعضاء) میں توازن و اعتدال پیدا ہو گیا اور اس کا قد و قامت اپنی بلندی پر پہنچ گیا تو غرور و سرمستی میں آکر (ہدایت سے) بھڑک اُٹھا، اور اندھا دُھند بھٹکنے لگا۔ اس طرح کہ زندگی و ہوس ناکی کے ڈول بھر بھر کے کھینچ رہا تھا اور نشاط و طرب کی کیفیتوں اور ہوس بازی کی تمناؤں کو پُورا کرنے میں جان کھپائے ہُوئے تھا نہ کسی مصیبت کو خاطر میں لاتا تھا۔ نہ کسی ڈر اندیشے کا اثر لیتا تھا۔ آخر انہی شوریدگیوں میں غافل و مدہوش حالت میں مر گیا اور جو تھوڑی بہت زندگی تھی اُسے بیہودگیوں میں گزار گیا۔ نہ ثواب کمایا نہ کوئی فریضہ پُورا کیا۔ ابھی وُہ باقی ماندہ سرکشیوں کی راہ ہی میں تھا کہ موت لانے والی بیماریاں اُس پر ٹوٹ پڑیں کہ وُہ بھونچکا سا ہو کر رہ گیا اور اُس نے رات اندوہ و مصیبت کی کلفتوں اور درد و آلام کی سختیوں میں جاگتے ہُوئے اس طرح گزار دی کہ وُہ حقیقی بھائی، مہربان باپ، بے چینی سے فریاد کرنے والی اور بیقراری سے

فِي حُفْرَتِهِ نَجِيًّا لِبَهْتَةِ
السُّؤَالِ وَ عَثْرَةِ الْامْتِحَانِ
وَ اَعْظَمُ مَا هُنَالِكَ بَلِيَّةً
نُزُولُ الْحَمِيْمِ وَ تَصْلِيَةُ الْجَحِيْمِ وَ فَوْرَاتُ
السَّعِيْرِ وَ سَوْرَاتُ الزَّفِيْرِ۔
لَا فَتْرَةٌ مُرِيْحَةٌ۔ وَلَا دَعَةٌ
مُزِيْحَةٌ۔ وَ لَا قُوَّةٌ حَاجِزَةٌ۔
وَ لَا مَوْتَةٌ نَاجِزَةٌ وَ لَا سِنَةٌ
مُسْلِيَةٌ بَيْنَ اَطْوَارِ الْمَوْتَاتِ
وَ عَذَابِ السَّاعَاتِ اِنَّا بِاللّٰهِ
عَائِذُوْنَ۔

عِبَادَ اللّٰهِ اَيْنَ الَّذِيْنَ
عُمِّرُوْا فَنَعِمُوْا وَ عُلِّمُوْا فَفَهِمُوْا
وَ اُنْظِرُوْا فَلَهَوْا۔ وَ سُلِّمُوْا
فَنَسُوْا اُمْهِلُوْا طَوِيْلًا۔
وَ مُنِحُوْا جَمِيْلًا وَ حُذِّرُوْا
اَلِيْمًا۔ وَ وُعِدُوْا جَسِيْمًا
اِحْذَرُوا الذُّنُوْبَ الْمُوَرِّطَةَ
وَ الْعُيُوْبَ الْمُسْخِطَةَ۔

اُولِي الْاَبْصَارِ وَ الْاَسْمَاعِ
وَ الْعَافِيَةِ وَ الْمَتَاعِ۔ هَلْ مِنْ
مَنَاصٍ اَوْ خَلَاصٍ؟ اَوْ مَعَاذٍ
اَوْ مَلَاذٍ؟ اَوْ فِرَارٍ اَوْ مَحَارٍ
اَمْ لَا فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ اَمْ اَيْنَ
تُصْرَفُوْنَ؟ اَمْ بِمَاذَا تَغْتَرُّوْنَ

سینہ کوٹنے والی بہن کے سامنے سکرات کی مدہوشیوں اور سخت بدحواسیوں اور دردناک چیخوں اور سانس اکھڑنے کی بے چینیوں اور نزع کی درماندہ کر دینے والی شدتوں میں پڑا ہوا تھا۔ پھر اُسے کفن میں نامرادی کے عالم میں لپیٹ دیا گیا۔ اور وہ بڑے چپکے سے بلا مزاحمت دوسروں کی نقل و حرکت کا پابند رہا۔ پھر اُسے تختے پر ڈالا گیا۔ اس عالم میں کہ وہ محنت و مشقت سے خستہ حال۔ اور بیماریوں کے سبب سے نڈھال ہو چکا تھا۔ اُسے سہارا دینے والے نوجوانوں، اور تعاون کرنے والے بھائیوں نے کاندھا دے کر پردیس کے گھر تک پہنچا دیا کہ جہاں میل ملاقات کے سارے سلسلے ٹوٹ جاتے ہیں اور جب مشایعت کرنے والے اور مصیبت زدہ (عزیز و اقارب) پلٹ آئے، تو اُسے قبر کے گڑھے میں اٹھا کر بٹھا دیا گیا۔ فرشتوں سے سوال و جواب کے واسطے سوال کی دہشتوں اور امتحان کی ٹھوکریں کھانے کے لیے اور پھر وہاں کی سب سے بڑی آفت کھولتے ہوئے پانی کی مہمانی اور جہنم میں داخل ہونا ہے اور دوزخ کی لپٹیں، اور بھڑکتے ہوئے شعلوں کی تیزیاں ہیں۔ نہ اس میں راحت کے لیے کوئی وقفہ ہے اور نہ سکون و راحت کے لیے کچھ دیر کے لیے بچاؤ ہے۔ نہ روکنے والی کوئی قوت ہے، اور نہ اب سکون دینے والی موت، نہ تکلیف کو بھلا دینے کے لیے نیند۔ بلکہ وہ ہر وقت قسم قسم کی موتوں اور گھڑی گھڑی کے (نت نئے) عذابوں میں ہوگا۔ ہم اللہ ہی سے پناہ کے خواستگار ہیں

اللہ کے بندو! وہ لوگ کہاں ہیں جنھیں عمریں دی گئیں تو وہ نعمتوں سے بہرہ یاب ہوتے رہے۔ اور انھیں بتایا گیا

وَاِنَّمَا حَظُّ اَحَدِكُمْ مِنَ الْاَرْضِ ذَاتِ الطُّوْلِ وَالْعَرْضِ. قِيْدُ قَدِّهٖ مُتَعَفِّرًا عَلٰى خَدِّهٖ اَلْاٰنَ عِبَادَ اللّٰهِ وَالْخِنَاقُ مُهْمَلٌ وَالرُّوْحُ مُرْسَلٌ فِيْ فَيْنَةِ الْاِرْشَادِ وَرَاحَةِ الْاَجْسَادِ وَبَاحَةِ الْاِحْتِشَادِ وَمَهَلِ الْبَقِيَّةِ - وَاُنُفِ الْمَشِيَّةِ وَاِنْظَارِ التَّوْبَةِ وَانْفِسَاحِ الْحَوْبَةِ قَبْلَ الضَّنْكِ وَالْمَضِيْقِ وَالرَّوْعِ وَالزُّهُوْقِ وَقَبْلَ قُدُوْمِ الْغَائِبِ الْمُنْتَظَرِ وَاَخْذَةِ الْعَزِيْزِ الْمُقْتَدِرِ -

وَفِي الْخَبَرِ اَنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمَّا خَطَبَ بِهٰذِهِ الْخُطْبَةِ اقْشَعَرَّتْ لَهَا الْجُلُوْدُ - وَبَكَتِ الْعُيُوْنُ وَرَجَفَتِ الْقُلُوْبُ -

تو وہ سب کچھ سمجھ گئے۔ اور وقت دیا گیا تو انھوں نے وقت غفلت میں گزار دیا، اور صحیح و سالم رکھے گئے تو اس نعمت کو بھول گئے۔ انھیں لمبی مہلت دی گئی تھی، اچھی اچھی چیزیں بھی انھیں بخشی گئی تھیں، دردناک عذاب سے انھیں ڈرایا بھی گیا تھا اور بڑی چیزوں کے ان سے وعدے بھی کیے گئے تھے۔ (تو اب تم ہی) ورطۂ ہلاکت میں ڈالنے والے گناہوں اور اللہ کو ناراض کرنے والی خطاؤں سے بچتے رہو۔

اے چشم و گوش رکھنے والو! اے صحت و ثروت والو! کیا بچاؤ کی کوئی جگہ یا چھٹکارے کی کوئی گنجائش ہے؟ یا کوئی پناہ گاہ یا ٹھکانا ہے؟ بھاگ نکلنے کا موقع یا پھر دنیا میں پلٹ کر آنے کی کوئی صورت ہے؟ اگر نہیں ہے تو پھر کہاں بھٹک رہے ہو، اور کدھر کا رخ کیے ہوئے ہو یا کن چیزوں کے فریب میں آ گئے ہو؟ حالانکہ اس لمبی چوڑی زمین میں سے تم میں سے ہر ایک کا حصہ اپنے قد بھر کا ٹکڑا ہی تو ہے کہ جس میں وہ مٹی سے اٹا ہوا رخسار کے بل پڑا ہوگا۔ یہ ابھی غنیمت ہے خدا کے بندو، جبکہ گردن میں پھندا نہیں پڑا ہوا ہے اور روح بھی آزاد ہے۔ ہدایت حاصل کرنے کی فرصت اور جسموں کی راحت اور مجلسوں کے اجتماع اور زندگی کی بقایا مہلت۔ اور از سرِ نو اختیار سے کام لینے کے مواقع، اور توبہ کی گنجائش، اور اطمینان کی حالت میں قبل اس کے کہ تنگی و ضیق میں پڑ جائے اور خوف و اضمحلال اس پر چھا جائے اور قبل اس کے کہ موت آ جائے، اور قادر و غالب کی گرفت اسے جکڑ لے۔

سید رضی فرماتے ہیں کہ وارد ہوا ہے کہ جب حضرت نے یہ خطبہ ارشاد فرمایا، تو بدن لرزنے لگے، رونگٹے کھڑے ہو گئے

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُسَمِّيْ هٰذِهِ الْخُطْبَةَ الْغَرَّآءَ۔

آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے، اور دل کانپ اُٹھے۔ بعض لوگ اس خطبہ کو خطبۂ غرّاء کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

لہ خداوندِ عالم نے ہر جاندار کو قدرتی لباس سے آراستہ کیا ہے جو سردی اور گرمی میں اس کے لیے بچاؤ کا ذریعہ ہوتا ہے چنانچہ کسی کو پروں میں ڈھانپ رکھا ہے، اور کسی کو اُونی لبادے اُڑھا دیے ہیں۔ مگر انسانی شعور کی بلندی اور اس کی شرم و حیا کا جوہر دوسری مخلوقات سے امتیاز چاہتا ہے۔ لہٰذا اس کے امتیاز کو برقرار رکھنے کے لیے اسے تن پوشی کے طریقے بتائے گئے اسی فطری تقاضے کا نتیجہ تھا کہ جب حضرت آدمؑ کے بدن سے لباس اُتروا لیا گیا، تو انھوں نے جنت کے پتّوں سے اپنی ستر پوشی کر لی جیسا کہ قدرت کا ارشاد ہے۔

فلما ذاقا الشجرۃ بدت لھما سواٰتھما وطفقا یخصفٰن علیھما من ورق الجنۃ۔

جب ان دونوں نے اس درخت (کے پھل) کو چکھا تو ان کے لباس اُتر گئے، اور بہشت کے پتّوں کو جوڑ کر اپنے اُوپر ڈھانپنے لگے۔

یہ اُس عتاب کا نتیجہ تھا، جو ترکِ اولیٰ کی وجہ سے ہوا تھا۔ تو جب لباس کا اُتروانا عتاب کا اظہار ہے، تو اس کا پہنانا لطف و احسان ہوگا۔ اور یہ چونکہ انسان کے لیے مخصوص ہے، اس لیے خصوصیت سے اس کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

ہ مقصد یہ ہے کہ خداوندِ عالم تمام مرنے والوں کو محشور کرے گا۔ خواہ وہ درندوں کا لقمہ، اور گوشت خور پرندوں کی غذا بن کر ان کے جزوِ بدن ہو چکے ہوں۔ اس سے ان حکماء کی رد مقصود ہے کہ جو المعدوم لا یعاد (اعادۂ معدوم محال ہے) کی بنا پر معادِ جسمانی کے قائل نہیں ہیں۔ ان کی اس دلیل کا خلاصہ یہ ہے کہ جو چیز فنا ہو کر معدوم ہو جائے، وہ بعینہٖ دوبارہ پلٹ نہیں سکتی۔ لہٰذا کائنات کے مٹ جانے کے بعد کسی چیز کا دوبارہ پلٹ کر آنا ناممکن ہے۔ لیکن یہ عقیدہ درست نہیں۔ کیونکہ اجزاء کا منتشر و پاشاں ہو جانا ان کا نابود ہو جانا نہیں ہے کہ ان کے دوبارہ ترکیب پا کر یکجا ہونے کو اعادۂ معدوم سے تعبیر کیا جائے۔ بلکہ متفرق و پراگندہ اجزاء کسی نہ کسی شکل و صورت میں موجود رہتے ہیں۔ البتہ اس سلسلہ میں یہ اعتراض کچھ وزن رکھتا ہے کہ جب ہر شخص کو بعینہٖ اپنے اجزاء کے ساتھ محشور ہونا ہے تو درصورتیکہ ایک انسان دوسرے انسان کو نگل چکا ہوگا اور ایک کے اجزائے بدن دوسرے کے اجزائے بدن بن چکے ہوں گے، تو ان دونوں کو انھی کے اجزائے بدن کے ساتھ کیونکر پلٹانا ممکن ہوگا۔ جبکہ اس سے کھا جانے والے انسان کے اجزاء میں کمی کا رُونما ہونا ضروری ہے۔

اس کا جواب متکلمین نے یہ دیا ہے کہ ہر بدن میں کچھ اجزاء اصلی ہوتے ہیں، اور کچھ اجزاء غیر اصلی۔ اصلی اجزاء ابتدائے عمر سے آخر عمر تک قائم و برقرار رہتے ہیں اور ان میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوتا اور حشر و نشر کا تعلق انھی اصلی اجزاء سے ہے کہ جن کے پلٹا لینے سے کھا جانے والے انسان کے اجزاء میں کمی پیدا نہ ہوگی۔

خطبہ ۸۲

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي ذِكْرِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ :— عَجَبًا لِابْنِ النَّابِغَةِ يَزْعُمُ لِأَهْلِ الشَّامِ أَنَّ فِيَّ دُعَابَةً وَأَنِّي امْرُؤٌ تِلْعَابَةٌ أُعَافِسُ وَأُمَارِسُ لَقَدْ قَالَ بَاطِلًا وَنَطَقَ آثِمًا. أَمَا وَشَرُّ الْقَوْلِ الْكَذِبُ إِنَّهُ لَيَقُولُ فَيَكْذِبُ - وَيَعِدُ فَيُخْلِفُ - وَيَسْأَلُ فَيُلْحِفُ وَيُسْأَلُ فَيَبْخَلُ - وَيَخُونُ الْعَهْدَ - وَيَقْطَعُ الْإِلَّ فَإِذَا كَانَ عِنْدَ الْحَرْبِ فَأَيُّ زَاجِرٍ وَآمِرٍ هُوَ. مَا لَمْ تَأْخُذِ السُّيُوفُ مَآخِذَهَا فَإِذَا كَانَ ذٰلِكَ كَانَ أَكْبَرُ مَكِيدَتِهِ أَنْ يَمْنَحَ الْقَرْمَ سَبَّتَهُ[1] أَمَا وَاللهِ إِنِّي لَيَمْنَعُنِي مِنَ اللَّعِبِ ذِكْرُ الْمَوْتِ وَإِنَّهُ لَيَمْنَعُهُ مِنْ قَوْلِ الْحَقِّ نِسْيَانُ الْآخِرَةِ وَإِنَّهُ لَمْ يُبَايِعْ مُعَاوِيَةَ حَتَّى شَرَطَ لَهُ أَنْ يُؤْتِيَهُ أَتِيَّةً وَيَرْضَخَ لَهُ عَلَى تَرْكِ الدِّينِ رَضِيخَةً.

عمرو ابنِ عاص کے بارے میں :-

نابغہ کے بیٹے پر حیرت ہے کہ وہ میرے بارے میں اہلِ شام سے یہ کہتا پھرتا ہے کہ مجھ میں مسخرہ پن پایا جاتا ہے اور میں کھیل و تفریح میں پڑا رہتا ہوں۔ اُس نے غلط کہا اور کہہ کر گنہگار ہوا۔ یاد رکھو کہ بدترین قول وہ ہے جو جھوٹ ہو، اور وُہ خود بات کرتا ہے، تو جھوٹی اور وعدہ کرتا ہے تو اُس کے خلاف کرتا ہے۔ مانگتا ہے تو لپٹ جاتا ہے، اور خود اس سے مانگا جائے تو اُس میں بخل کر جاتا ہے وہ پیمان شکنی اور قطع رحمی کرتا ہے۔ اور جنگ کے موقعہ پر بڑی شان سے بڑھ بڑھ کر ڈانٹتا اور حکم چلاتا ہے مگر اُسی وقت تک کہ تلواریں اپنی جگہ پر زور نہ پکڑ لیں۔ اور جب ایسا وقت آتا ہے، تو اس کی بڑی چال یہ ہوتی ہے کہ اپنے حریف کے سامنے عُریاں ہو جائے[1] خدا کی قسم! مجھے تو موت کی یاد نے کھیل کود سے باز رکھا ہے اور اُسے عاقبت فراموشی نے سچ بولنے سے روک دیا ہے۔ اُس نے معاویہ کی بیعت یُوں ہی نہیں کی، بلکہ پہلے اس سے یہ شرط منوا لی کہ اُسے اس کے بدلے میں صلہ دینا ہوگا، اور دین کے چھوڑنے پر ایک ہدیہ پیش کرنا ہوگا۔

---

[1] "فاتح مصر" عمرو ابنِ عاص نے اپنی عریانی کو سپر بنا کر جو جوانمردی دکھائی تھی، اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے اس کا واقعہ یہ ہے کہ جب میدانِ صفین میں امیر المومنین علیہ السلام سے اور اس سے مڈبھیڑ ہوئی تو اُس نے تلوار کی زد سے بچنے کے لیے اپنے کو برہنہ کر دیا۔ امیر المومنین نے اس کی اس ذلیل حرکت کو دیکھا تو منہ پھیر لیا، اور اُس کی جان بخش دی۔ عرب کے شاعر فرزدق نے اس کے متعلق کہا ہے ؎

لاخیر فی دفع الاذی بمذلۃ کما ردھا یوما بسوأتہ عمرو

"کسی ذلیل حرکت کے ذریعہ گزند کو دُور کرنے میں کوئی خُوبی نہیں۔ جس طرح عمرو نے ایک دن برہنہ ہوکر اپنے سے گزند کو دُور کیا"

عمرو کو اس قسم کی دنی حرکتوں میں بھی اجتہادِ فکر نصیب نہ تھا، بلکہ ان میں بھی دُوسروں ہی کا مقلد تھا۔ کیونکہ سب سے پہلے جس شخص نے یہ حرکت کی تھی، وُہ طلحہ ابن ابی طلحہ تھا۔ جس نے احد کے میدان میں امیرالمومنین کے سامنے برہنہ ہوکر اپنی جان بچائی تھی، اور اُسی نے دُوسروں کو بھی یہ راستہ دکھا دیا تھا۔ چنانچہ عمرو کے علاوہ بسر ابن ابی ارطاۃ نے بھی حضرت کی تلوار کی زد پر آکر یہی حرکت کی۔ اور جب یہ کارنمایاں دکھانے کے بعد معاویہ کے پاس گیا، تو اُس نے عمرو ابنِ عاص کے کارنامے کو بطور سند پیش کرکے اس کی خجالت کو مٹانے کے لیے کہا:۔

لاعلیك یا بسر ارفع طرفك فلا
تستحی فلك بعمرو اسوۃ۔

اے بسر! کوئی مضائقہ نہیں۔ اب یہ لجانے شرمانے کی بات کیا رہی جبکہ تمہارے سامنے عمرو کا نمونہ موجود ہے

خُطبہ ۸۳

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ - اَلْاَوَّلُ لَا شَيْءَ قَبْلَهٗ وَالْاٰخِرُ لَا غَايَةَ لَهٗ - لَا تَقَعُ الْاَوْهَامُ لَهٗ عَلٰى صِفَةٍ وَ لَا تَعْقِدُ الْقُلُوْبُ مِنْهُ عَلٰى كَيْفِيَّةٍ وَلَا تَنَالُهُ التَّجْزِئَةُ وَالتَّبْعِيْضُ وَلَا تُحِيْطُ بِهِ الْاَبْصَارُ وَالْقُلُوْبُ

میں گواہی دیتا ہوں کہ اُس اللہ کے علاوہ کوئی معبُود نہیں جو یکتا و لاشریک ہے۔ وُہ اوّل ہے اس طرح کہ اس کے پہلے کوئی چیز نہیں۔ وُہ آخر ہے۔ یُوں کہ اُس کی کوئی انتہا نہیں۔ اس کی کسی صفت سے وہم وگمان باخبر نہیں ہو سکتے، نہ اِس کی کسی کیفیت پر دلوں کا عقیدہ جم سکتا ہے، نہ اس کے اجزاء ہیں کہ اِس کا تجزیہ کیا جا سکے اور نہ قلب وچشم اس کا احاطہ کر سکتے ہیں۔

(وَمِنْهَا) فَاتَّعِظُوْا عِبَادَ اللّٰهِ بِالْعِبَرِ النَّوَافِعِ - وَاعْتَبِرُوْا بِالْاٰيِ السَّوَاطِعِ وَازْدَجِرُوْا بِالنُّذُرِ الْبَوَالِغِ وَانْتَفِعُوْا بِالذِّكْرِ وَالْمَوَاعِظِ - فَكَاَنْ قَدْ عَلِقَتْكُمْ

اِس خُطبہ کا ایک حصّہ یہ ہے:۔

خُدا کے بندو! مفید عبرتوں سے پند ونصیحت اور کھلی ہُوئی دلیلوں سے عبرت حاصل کرو۔ اور مؤثر خوف دہانیوں سے اثر لو۔ اور مواعظ واذکار سے فائدہ اُٹھاؤ کیونکہ یہ سمجھنا چاہیے کہ موت کے پنجے تم میں گڑ چکے ہیں۔

مَخَالِبُ الْمَنِيَّةِ - وَانْقَطَعَتْ مِنْكُمْ عَلَائِقُ الْأُمْنِيَّةِ - وَدَهَمَتْكُمْ مُفْظِعَاتُ الْأُمُورِ وَالسِّيَاقَةُ إِلَى الْوِرْدِ الْمَوْرُودِ. كُلُّ نَفْسٍ مَعَهَا سَائِقٌ وَشَهِيدٌ سَائِقٌ يَسُوقُهَا إِلَى مَحْشَرِهَا وَشَاهِدٌ يَشْهَدُ عَلَيْهَا بِعَمَلِهَا -

(وَمِنْهَا فِي صِفَةِ الْجَنَّةِ)

دَرَجَاتٌ مُتَفَاضِلَاتٌ - وَمَنَازِلُ مُتَفَاوِتَاتٌ - لَا يَنْقَطِعُ نَعِيمُهَا وَلَا يَظْعَنُ مُقِيمُهَا وَلَا يَهْرَمُ خَالِدُهَا - وَلَا يَيْأَسُ سَاكِنُهَا -

اور تمہاری اُمید و آرزو کے تمام بندھن ایک دم ٹوٹ چکے ہیں، سختیاں تم پر ٹوٹ پڑی ہیں، اور موت کے چشمہ پر کہ جہاں اُترا جاتا ہے، تمہیں کھینچ کر لے جایا جا رہا ہے اور ہر نفس کے ساتھ ایک ہنکانے والا ہوتا ہے اور ایک شہادت دینے والا۔ ہنکانے والا اسے میدانِ حشر تک ہنکا کر لے جائے گا، اور گواہ اس کے عملوں کی شہادت دے گا۔

اسی خطبے کا یہ جز جنت کے متعلق ہے۔ اس میں ایک دوسرے سے بڑھے چڑھے ہوئے درجے ہیں اور مختلف معیار کی منزلیں ہیں، نہ اس کی نعمتوں کا سلسلہ ٹوٹے گا، نہ اس میں ٹھہرنے والوں کو وہاں سے کوچ کرنا ہے اور نہ اس میں ہمیشہ کے رہنے والوں کو بوڑھا ہونا ہے اور نہ اس میں بسنے والوں کو فقر و ناداری سے سابقہ پڑنا ہے۔

خطبہ ۸۴

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

قَدْ عَلِمَ السَّرَائِرَ - وَخَبَرَ الضَّمَائِرَ وَلَهُ الْإِحَاطَةُ بِكُلِّ شَيْءٍ - وَالْغَلَبَةُ لِكُلِّ شَيْءٍ وَالْقُوَّةُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ - فَلْيَعْمَلِ الْعَامِلُ مِنْكُمْ فِي أَيَّامِ مَهَلِهِ قَبْلَ إِرْهَاقِ أَجَلِهِ وَفِي فَرَاغِهِ قَبْلَ أَوَانِ شُغُلِهِ - وَفِي مُتَنَفَّسِهِ قَبْلَ أَنْ يُؤْخَذَ بِكَظَمِهِ وَلْيُمَهِّدْ لِنَفْسِهِ وَقَدَمِهِ

وہ دل کی نیتوں اور اندر کے بھیدوں کو جانتا پہچانتا ہے۔ وہ ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے اور ہر شے پر چھایا ہوا ہے، اور ہر چیز پر اس کا زور چلتا ہے۔ تم میں سے جسے کچھ کرنا ہو، اُسے موت کے حائل ہونے سے پہلے مہلت کے دنوں میں اور مصروفیت سے قبل فرصت کے لمحوں میں اور گلا گھٹنے سے پہلے سانس چلنے کے زمانہ میں کر لینا چاہیئے۔ وہ اپنے لیے اور اپنی منزل پر پہنچنے کے لیے سامان کا تہیا کر لے، اور اس گذرگاہ سے منزلِ اقامت کے لیے زاد فراہم کرتا جائے۔ اے لوگو! اللہ

وليتزود من دار ظعنه لدار
إقامته ۔ فالله الله أيها الناس
فيما استحفظكم من كتابه و
استودعكم من حقوقه ۔ فإن
الله سبحانه لم يخلقكم عبثا
ولم يترككم سدى ولم
يدعكم في جهالة ولا عمى ۔
قد سمى آثاركم وعلم أعمالكم
وكتب آجالكم ۔ وأنزل عليكم
الكتاب تبيانا لكل شيء
وعمّر فيكم نبيه أزمانا حتى
أكمل له ولكم فيما أنزل
من كتابه دينه الذي رضي
لنفسه وأنهى إليكم على لسانه
محابه من الأعمال ومكارهه
ونواهيه وأوامره ۔ فألقى
إليكم المعذرة واتخذ عليكم
الحجة ۔ وقدم إليكم بالوعيد
وأنذركم بين يدي عذاب
شديد ۔ فاستدركوا بقية
أيامكم واصبروا لها أنفسكم
فإنها قليل في كثير الأيام
التي تكون منكم فيها الغفلة و
التشاغل عن الموعظة ولا
ترخصوا لأنفسكم فتذهب

نے اپنی کتاب میں جن چیزوں کی حفاظت تم سے چاہی
ہے اور جو حقوق تمھارے ذِمّے کیے ہیں، اُن کے بارے
میں اللہ سے ڈرتے رہو۔ اِس لیے کہ اللہ سُبحانہٗ، نے
تمھیں بے کار پیدا نہیں کیا اور نہ اُس نے تمھیں بے قید و
بند جہالت و گمراہی میں کُھلا چھوڑ دیا ہے۔ اُس نے تمھارے
کرنے اور نہ کرنے کے اچھے بُرے کام تجویز کر دیے اور
(پیغمبرؐ کے ذریعے) سکھا دیے ہیں۔ اُس نے تمھاری عُمریں
لکھ دی ہیں، اور تمھاری طرف ایسی کتاب بھیجی ہے،
جس میں ہر چیز کا کھلا کھلا بیان ہے اور اپنے نبیؐ کو
زندگی دے کر مُدّتوں تم میں رکھا، یہاں تک کہ اُس نے
اپنی اُتاری ہُوئی کتاب میں اپنے نبیؐ کے لیے اور
تمھارے لیے اس دین کو جو اُسے پسند ہے کامل کر دیا۔
اور اُن کی زبان سے اپنے پسندیدہ اور ناپسندیدہ افعال
(کی تفصیل) اور اپنے اوامر و نواہی تم تک پہنچائے۔
اُس نے اپنے دلائل تمھارے سامنے رکھ دیے، اور
تم پر اپنی حجت قائم کر دی اور پہلے سے ڈرا دھمکا دیا
اور (آنے والے) سخت عذاب سے خبردار کر دیا۔ تو
اب تم اپنی زندگی کے بقیہ دنوں میں (پہلی کوتاہیوں کی)
تلافی کرو اور اپنے نفسوں کو اُن دنوں (کی کلفتوں)
کا متحمل بناؤ۔ اس لیے، کہ یہ دن تو اُن دنوں کے مقابلے
میں بہت کم ہیں۔ جو تمھاری غفلتوں میں بیت گئے، اور وعظ
و پند سے بے رُخی میں کٹ گئے۔ اپنے نفسوں کے لیے جائز
چیزوں میں بھی ڈھیل نہ دو، ورنہ یہ ڈھیل تمھیں ظالموں کی
راہ پر ڈال دے گی۔ اور (مکروہات میں بھی) سہل انگاری
سے کام نہ لو، ورنہ یہ نرم روی اور بے پرواہی تمھیں معصیت

بِكُمُ الرُّخَصُ فِيهَا مَذَاهِبَ الظَّلَمَةِ وَلَا تُدَاهِنُوا فَيَهْجُمَ بِكُمُ الْإِدْهَانُ عَلَى الْمَعْصِيَةِ: ــــ عِبَادَ اللهِ إِنَّ أَنْصَحَ النَّاسِ لِنَفْسِهِ أَطْوَعُهُمْ لِرَبِّهِ وَإِنَّ أَغَشَّهُمْ لِنَفْسِهِ أَعْصَاهُمْ لِرَبِّهِ وَالْمَغْبُونُ مَنْ غَبَنَ نَفْسَهُ وَالْمَغْبُوطُ مَنْ سَلِمَ لَهُ دِينُهُ - وَالسَّعِيدُ مَنْ وُعِظَ بِغَيْرِهِ وَالشَّقِيُّ مَنِ انْخَدَعَ لِهَوَاهُ وَغُرُورِهِ وَاعْلَمُوا أَنَّ يَسِيرَ الرِّيَاءِ شِرْكٌ وَمُجَالَسَةَ أَهْلِ الْهَوَى مَنْسَاةٌ لِلْإِيمَانِ - وَمَحْضَرَةٌ لِلشَّيْطَانِ - جَانِبُوا الْكَذِبَ فَإِنَّهُ مُجَانِبٌ لِلْإِيمَانِ - الصَّادِقُ عَلَى شَرَفِ مَنْجَاةٍ وَكَرَامَةٍ - وَالْكَاذِبُ عَلَى شَفَا مَهْوَاةٍ وَمَهَانَةٍ - وَلَا تَحَاسَدُوا فَإِنَّ الْحَسَدَ يَأْكُلُ الْإِيمَانَ كَمَا تَأْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ وَلَا تَبَاغَضُوا فَإِنَّهَا الْحَالِقَةُ وَاعْلَمُوا أَنَّ الْأَمَلَ يُسْهِي الْعَقْلَ وَيُنْسِي الذِّكْرَ فَاكْذِبُوا الْأَمَلَ فَإِنَّهُ غُرُورٌ وَصَاحِبُهُ مَغْرُورٌ -

کی طرف دھکیل کر لے جائے گی۔

اللہ کے بندو! لوگوں میں وہی سب سے زیادہ اپنے نفس کا خیر خواہ ہے، جو اپنے اللہ کا سب سے زیادہ مطیع و فرمانبردار ہے اور وہی سب سے زیادہ اپنے نفس کو فریب دینے والا ہے جو اپنے اللہ کا سب سے زیادہ گنہگار ہے۔ اصلی فریب خوردہ وہ ہے جس نے اپنے نفس کو فریب دے کر نقصان پہنچایا۔ اور قابلِ رشک و غبطہ وہ ہے جس کا دین محفوظ رہا، اور نیک بخت وہ ہے جس نے دوسروں سے پند و نصیحت کو حاصل کر لیا اور بدبخت وہ ہے جو ہوا و ہوس کے چکر میں پڑ گیا اور یاد رکھو! کہ تھوڑا سا ریا بھی شرک ہے اور ہوس پرستوں کی مصاحبت ایمان فراموشی کی منزل اور شیطان کی آمد کا مقام ہے۔ جھوٹ سے بچو، اس لیے کہ وہ ایمان سے الگ چیز ہے۔ راست گفتار نجات اور بزرگی کی بلندیوں پر ہے، اور دروغ گو پستی و ذلت کے کنارے پر ہے باہم حسد نہ کرو۔ اس لیے کہ حسد ایمان کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو۔ اور کینہ و بغض نہ رکھو اس لیے کہ یہ (نیکیوں کو) چھیل ڈالتا ہے، اور سمجھ لو کہ آرزوئیں عقلوں پر سہو کا۔ اور یادِ الٰہی پر نسیان کا پردہ ڈال دیتی ہیں۔ اُمیدوں کو جھٹلاؤ۔ اس لیے کہ یہ دھوکا ہیں۔ اور اُمیدیں باندھنے والا فریب خوردہ ہے۔

خطبہ ۸۵

وَمِنْ خُطْبَةٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ :- عِبَادَ اللهِ إِنَّ مِنْ أَحَبِّ عِبَادِ اللهِ إِلَيْهِ عَبْدًا

اللہ کے بندو! اللہ کو اپنے بندوں میں سب سے زیادہ وہ بندہ محبوب ہے جسے اس نے نفس کی خلاف ورزی

أَعَانَهُ اللّٰهُ عَلٰى نَفْسِهٖ فَاسْتَشْعَرَ
الْحُزْنَ وَتَجَلْبَبَ الْخَوْفَ فَزَهَرَ
مِصْبَاحُ الْهُدٰى فِيْ قَلْبِهٖ
وَاَعَدَّ الْقِرٰى لِيَوْمِهِ
النَّازِلِ بِهٖ فَقَرَّبَ عَلٰى نَفْسِهِ
الْبَعِيْدَ وَهَوَّنَ الشَّدِيْدَ. نَظَرَ
فَاَبْصَرَ. وَذَكَرَ فَاسْتَكْثَرَ
وَارْتَوٰى مِنْ عَذْبٍ فُرَاتٍ
سُهِّلَتْ لَهٗ مَوَارِدُهٗ فَشَرِبَ نَهَلًا
وَسَلَكَ سَبِيْلًا جَدَدًا قَدْ خَلَعَ
سَرَابِيْلَ الشَّهَوَاتِ وَتَخَلّٰى
مِنَ الْهُمُوْمِ اِلَّا هَمًّا وَاحِدًا
انْفَرَدَ بِهٖ فَخَرَجَ مِنْ صِفَةِ الْعَمٰى
وَمُشَارَكَةِ اَهْلِ الْهَوٰى، وَصَارَ
مِنْ مَفَاتِيْحِ اَبْوَابِ الْهُدٰى
وَمَغَالِيْقِ اَبْوَابِ الرَّدٰى. قَدْ
اَبْصَرَ طَرِيْقَهٗ. وَسَلَكَ سَبِيْلَهٗ
وَعَرَفَ مَنَارَهٗ. وَقَطَعَ غِمَارَهٗ
اسْتَمْسَكَ مِنَ الْعُرٰى بِاَوْثَقِهَا
وَمِنَ الْحِبَالِ بِاَمْتَنِهَا. فَهُوَ مِنَ
الْيَقِيْنِ عَلٰى مِثْلِ ضَوْءِ الشَّمْسِ
قَدْ نَصَبَ نَفْسَهٗ لِلّٰهِ سُبْحَانَهٗ فِيْ
اَرْفَعِ الْاُمُوْرِ مِنْ اِصْدَارِ كُلِّ
وَارِدٍ عَلَيْهِ. وَتَصْيِيْرِ كُلِّ
فَرْعٍ اِلٰى اَصْلِهٖ مِصْبَاحُ ظُلُمَاتٍ

کی قوّت دی ہے جس کا اندرونی لباس حزن اور بیرونی جامہ خوف ہے۔ (یعنی اندوہ و ملال اُسے چمٹا رہتا ہے، اور خوف اُس پر چھایا رہتا ہے)۔ اس کے دل میں ہدایت کا چراغ روشن ہے، اور آنے والے دن کی مہمانی کا اس نے تہیہ کر رکھا ہے۔ (موت کو) جو دُور ہے اُسے وہ قریب سمجھتا ہے، اور سختیوں کو اپنے لیے آسان سمجھ لیا ہے۔ دیکھتا ہے، تو بصیرت و معرفت حاصل کرتا ہے (اللہ کو) یاد کرتا ہے، تو عمل کرنے پر تُل جاتا ہے۔ (وہ اس سرچشمۂ ہدایت کا) شیریں و خوشگوار پانی پی کر سیراب ہُوا ہے جس کے گھاٹ تک (اللہ کی رہنمائی سے) وہ بآسانی پہنچ گیا ہے۔ اُس نے پہلی ہی دفعہ چھک کر پی لیا ہے اور ہموار راستے پر چل پڑا ہے شہوتوں کا لباس اُتار پھینکا ہے (دُنیا کے) سارے اندیشوں سے بے فکر ہو کر صرف ایک ہی دُھن میں لگا ہوا ہے۔ وُہ گمراہی کی حالت اور ہوس پرستوں کی ہوس رانیوں میں حصّہ لینے سے دُور رہتا ہے وہ ہدایت کے ابواب کھولنے اور ہلاکت و گمراہی کے دروازے بند کرنے کا ذریعہ بن گیا ہے۔ اس نے اپنا راستہ دیکھ لیا ہے اور اُس پر گامزن ہے۔ (ہدایت کے) مینار کو پہچان لیا ہے، اور دھاروں کو طے کر کے اس تک پہنچ گیا ہے۔ محکم وسیلوں اور مضبوط سہاروں کو تھام لیا ہے وہ یقین کی وجہ سے ایسے اُجالے میں ہے جو سُورج کی چمک دمک کے مانند ہے۔ وُہ صرف اللہ کی خاطر سب سے اُونچے مقصد کو پُورا کرنے کے لیے اُٹھ کھڑا ہُوا ہے کہ ہر مشکل کو جو اُس کے سامنے آئے، مناسب طور سے حل کر دے۔ ہر فرع کو اس کے اصل و ماخذ کی طرف راجع کرے۔ وُہ تاریکیوں

كَشَّافُ عَشَوَاتٍ - مِفْتَاحُ مُبْهَمَاتٍ
دَفَّاعُ مُعْضِلَاتٍ دَلِيلُ فَلَوَاتٍ
يَقُولُ فَيُفْهِمُ وَيَسْكُتُ فَيَسْلَمُ
قَدْ أَخْلَصَ اللّٰهَ فَاسْتَخْلَصَهُ
فَهُوَ مِنْ مَعَادِنِ دِينِهِ - وَ
أَوْتَادِ أَرْضِهِ - قَدْ أَلْزَمَ نَفْسَهُ
الْعَدْلَ فَكَانَ أَوَّلُ عَدْلِهِ
نَفْيَ الْهَوَى عَنْ نَفْسِهِ يَصِفُ
الْحَقَّ وَيَعْمَلُ بِهِ لَا يَدَعُ لِلْخَيْرِ
غَايَةً إِلَّا أَمَّهَا وَلَا مَظِنَّةً إِلَّا قَصَدَهَا۔
قَدْ أَمْكَنَ الْكِتَابَ مِنْ زِمَامِهِ فَهُوَ
قَائِدُهُ وَإِمَامُهُ يَحُلُّ حَيْثُ حَلَّ
ثَقَلُهُ وَيَنْزِلُ حَيْثُ كَانَ مَنْزِلُهُ - وَ
آخَرُ قَدْ تَسَمَّى عَالِماً وَلَيْسَ بِهِ
فَاقْتَبَسَ جَهَائِلَ مِنْ جُهَّالٍ ، وَ
أَضَالِيلَ مِنْ ضُلَّالٍ - وَنَصَبَ
لِلنَّاسِ شَرَكاً مِنْ حَبَائِلِ غُرُورٍ
وَقَوْلِ زُورٍ - قَدْ حَمَلَ الْكِتَابَ
عَلَى آرَائِهِ - وَعَطَفَ الْحَقَّ عَلَى
أَهْوَائِهِ يُؤْمِنُ النَّاسَ مِنَ الْعَظَائِمِ
وَيُهَوِّنُ كَبِيرَ الْجَرَائِمِ - يَقُولُ
أَقِفُ عِنْدَ الشُّبُهَاتِ وَفِيهَا وَقَعَ
وَيَقُولُ أَعْتَزِلُ الْبِدَعَ وَبَيْنَهَا
اضْطَجَعَ - فَالصُّورَةُ صُورَةُ
إِنْسَانٍ - وَالْقَلْبُ قَلْبُ حَيَوَانٍ

میں روشنی پھیلانے والا، مشتبہ باتوں کو حل کرنے والا، اُلجھے ہوئے مسئلوں کو سُلجھانے والا، گتھیوں کو دُور کرنے والا، اور لق و دق صحراؤں میں راہ دکھانے والا ہے۔ وُہ بولتا ہے تو پوری طرح سمجھا دیتا ہے اور کبھی چُپ ہو جاتا ہے۔ اس وقت جب چُپ رہنا ہی سلامتی کا ذریعہ ہے۔ اُس نے ہر کام اللہ کے لیے کیا، تو اللہ نے بھی اُسے اپنا بنا لیا ہے۔ وُہ دین خدا کا معدن، اور اُس کی زمین میں گڑی ہوئی میخ کی طرح ہے۔ اُس نے اپنے لیے عدل کو لازم کر لیا ہے۔ چنانچہ اُس کے عدل کا پہلا قدم خواہشوں کو اپنے نفس سے دُور رکھنا ہے۔ حق کو بیان کرتا ہے۔ تو اُس پر عمل بھی کرتا ہے۔ کوئی نیکی کی حد ایسی نہیں جس کا اُس نے ارادہ نہ کیا ہو، اور کوئی جگہ ایسی نہیں ہے کہ جہاں نیکی کا امکان ہو، اور اس نے قصد نہ کیا ہو۔ اُس نے اپنی باگ ڈور قرآن کے ہاتھوں میں دے دی ہے۔ وُہی اُس کا رہبر اور وُہی اُس کا پیشوا ہے۔ جہاں اُس کا بارِ گراں اُترتا ہے۔ وہیں اُس کا سامان اُترتا ہے اور جہاں اُس کی منزل ہوتی ہے وہیں یہ بھی اپنا پڑاؤ ڈال دیتا ہے۔ (اس کے علاوہ) ایک دوسرا شخص ہوتا ہے جس نے (زبردستی) اپنا نام عالم رکھ لیا ہے، حالانکہ وہ عالم نہیں۔ اُس نے جاہلوں اور گمراہوں سے جہالتوں اور گمراہیوں کو بٹور لیا ہے اور لوگوں کے لیے مکر و فریب کے پھندے اور غلط سلط باتوں کے جال بچھا رکھے ہیں۔ قرآن کو اپنی رائے پر اور حق کو اپنی خواہشوں پر ڈھالتا ہے۔ بڑے سے بڑے جرموں کا خوف لوگوں کے دلوں سے نکال دیتا ہے اور کبیرہ گناہوں کی اہمیت کو کم کرتا ہے۔ کہتا تو یہ ہے کہ میں شبہات میں توقف کرتا ہوں حالانکہ انھیں میں پڑا

لَا يَعْرِفُ بَابَ الْهُدٰى فَيَتَّبِعَهُ۔
وَ لَا بَابَ الْعَمٰى فَيَصُدَّ عَنْهُ
فَذٰلِكَ مَيِّتُ الْاَحْيَآءِ۔ فَاَيْنَ
تَذْهَبُوْنَ۔ وَ اَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ۔
وَالْاَعْلَامُ قَآئِمَةٌ۔ وَالْاٰيَاتُ
وَاضِحَةٌ۔ وَالْمَنَارُ مَنْصُوْبَةٌ
فَاَيْنَ يُتَاهُ بِكُمْ۔ بَلْ كَيْفَ
تَعْمَهُوْنَ وَ بَيْنَكُمْ عِتْرَةُ نَبِيِّكُمْ
وَهُمْ اَزِمَّةُ الْحَقِّ وَ اَعْلَامُ
الدِّيْنِ وَاَلْسِنَةُ الصِّدْقِ
فَاَنْزِلُوْهُمْ بِاَحْسَنِ مَنَازِلِ
الْقُرْاٰنِ وَرِدُوْهُمْ وُرُوْدَ الْهِيْمِ
الْعِطَاشِ۔
اَيُّهَا النَّاسُ خُذُوْهَا عَنْ
خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَاٰلِهٖ وَ سَلَّمَ اِنَّهٗ يَمُوْتُ مَنْ
مَاتَ مِنَّا وَ لَيْسَ بِمَيِّتٍ۔
وَيَبْلٰى مَنْ بَلِيَ مِنَّا وَ لَيْسَ
بِبَالٍ فَلَا تَقُوْلُوْا بِمَا لَا تَعْرِفُوْنَ
فَاِنَّ اَكْثَرَ الْحَقِّ فِيْمَا
تُنْكِرُوْنَ وَ اَعْذِرُوْا مَنْ لَا
حُجَّةَ لَكُمْ عَلَيْهِ وَ اَنَا هُوَ۔
اَلَمْ اَعْمَلْ فِيْكُمْ بِالثَّقَلِ
الْاَكْبَرِ وَ اَتْرُكْ فِيْكُمُ الثَّقَلَ
الْاَصْغَرَ وَ رَكَزْتُ فِيْكُمْ رَايَةَ

ہُوا ہے۔ اُس کا قول یہ ہے کہ مَیں بدعتوں سے الگ تھلگ
رہتا ہُوں، حالانکہ انہی میں اُس کا اُٹھنا بیٹھنا ہے۔
صُورت تو اُس کی انسانوں کی سی ہے اور دل حیوانوں کا
سا۔ نہ اسے ہدایت کا دروازہ معلوم ہے کہ وہاں تک
آسکے، اور نہ گمراہی کا دروازہ پہچانتا ہے کہ اس سے
اپنا رُخ موڑ سکے۔ یہ تو زندوں میں (چلتی پھرتی ہوئی)
لاش ہے۔ اب تم کہاں جا رہے ہو، اور تمہیں کدھر موڑا
جا رہا ہے؟ حالانکہ ہدایت کے جھنڈے بلند، نشانات
ظاہر و روشن اور حق کے مینار نصب ہیں، اور تمہیں کہاں
بھٹکایا جا رہا ہے اور کیوں اِدھر اُدھر بھٹک رہے ہو؟
جبکہ تمہارے نبیؐ کی عترت تمہارے اندر موجود ہے جو
حق کی باگیں، دین کے پرچم اور سچائی کی زبانیں ہیں۔
جو قرآن کی بہتر سے بہتر منزل سمجھ سکو، وہیں انھیں
بھی جگہ دو، اور پیاسے اُونٹوں کی طرح اِن کے
سر چشمۂ ہدایت پر اُترو۔

اے لوگو! خاتم النبیینؐ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
کے اس ارشاد کو سنو کہ (اُنھوں نے فرمایا) ہم میں سے
جو مر جاتا ہے، وُہ مُردہ نہیں ہے۔ اور ہم میں سے
(جو بظاہر مر کر) بوسیدہ ہو جاتا ہے، وُہ حقیقت میں
کبھی بوسیدہ نہیں ہوتا۔ جو باتیں تم نہیں جانتے، اُن
کے متعلق زبان سے کچھ نہ نکالو، اِس لیے کہ حق کا
بیشتر حصّہ انھیں چیزوں میں ہوتا ہے کہ جن سے تم
بیگانہ و ناآشنا ہو۔ (جس شخص کی تم پر حجت تمام ہو)
اور تمہاری کوئی حجت اُس پر تمام نہ ہو، اُسے معذور
سمجھو، اور وُہ میں ہُوں۔ کیا مَیںؑ نے تمہارے سامنے

الإِيمَانِ وَ وَقَفْتُكُمْ عَلَى حُدُودِ الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ، وَأَلْبَسْتُكُمُ الْعَافِيَةَ مِنْ عَدْلِي، وَفَرَشْتُكُمُ الْمَعْرُوفَ مِنْ قَوْلِي وَفِعْلِي، وَأَرَيْتُكُمْ كَرَائِمَ الْأَخْلَاقِ مِنْ نَفْسِي، فَلَا تَسْتَعْمِلُوا الرَّأْيَ فِيمَا لَا يُدْرِكُ قَعْرَهُ الْبَصَرُ، وَلَا يَتَغَلْغَلُ إِلَيْهِ الْفِكْرُ.

(وَمِنْهَا) حَتَّى يَظُنَّ الظَّانُّ أَنَّ الدُّنْيَا مَعْقُولَةٌ عَلَى بَنِي أُمَيَّةَ تَمْنَحُهُمْ دَرَّهَا وَتُورِدُهُمْ صَفْوَهَا. وَلَا يُرْفَعُ عَنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ سَوْطُهَا وَلَا سَيْفُهَا. وَكَذَبَ الظَّانُّ لِذَلِكَ بَلْ هِيَ مَجَّةٌ مِنْ لَذِيذِ الْعَيْشِ يَتَطَعَّمُونَهَا بُرْهَةً ثُمَّ يَلْفِظُونَهَا جُمْلَةً.

ثقلِ اکبر (قرآن) پر عمل نہیں کیا، اور ثقلِ اصغر (اہلِ بیت)[1] کو تم میں نہیں رکھا۔ میں نے تمھارے درمیان ایمان کا جھنڈا گاڑا۔ حلال و حرام کی حدیں بتائیں اور اپنے عدل سے تمھیں عافیت کے جامے پہنائے اور اپنے قول و عمل سے حُسنِ سلوک کا فرش تمھارے لیے بچھا دیا اور تم سے ہمیشہ پاکیزہ اخلاق کے ساتھ پیش آیا۔ جس چیز کی گہرائیوں تک نگاہ نہ پہنچ سکے، اور فکر کی جولانیاں عاجز رہیں۔ اس میں اپنی رائے کو کار فرما نہ کرو۔

اسی خُطبہ کا ایک جزو بنی اُمیہ کے متعلق ہے:۔

یہاں تک کہ گمان کرنے والے یہ گمان کرنے لگیں گے، کہ بس اب دُنیا بنی اُمیہ ہی کے دامن سے بندھی رہے گی اور انھیں ہی اپنے سارے فائدے بخشتی رہے گی، اور انھیں ہی اپنے صاف چشمہ پہ سیراب ہونے کے لیے اُتارتی رہے گی، اور اس اُمت کی (گردن پر) ان کی تلوار اور (پشت پر) ان کا تازیانہ ہمیشہ رہے گا۔ جو یہ خیال کرے گا، غلط خیال کرے گا بلکہ یہ تو زندگی کے مزوں میں سے چند شہد کے قطرے ہیں۔ جنھیں کچھ دیر تک وہ چوسیں گے، اور پھر سارے کا سارا تھوک دیں گے۔

---

[1] پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا یہ ارشاد اس امر کی قطعی دلیل ہے کہ اہلِ بیت علیہم السلام میں سے کسی فرد کی زندگی ختم نہیں ہوتی اور ظاہری موت سے اِن کے مرگ و حیات میں شعورِ زندگی کے لحاظ سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ اگرچہ اس زندگی کے احوال و واردات کے سمجھنے سے انسانی شعور عاجز ہے۔ مگر ماورائے محسوسات کتنی ہی حقیقتیں ایسی ہیں، جن تک انسان کا شعور و ادراک نہیں پہنچ سکتا۔ کون بتا سکتا ہے کہ قبر کے تنگ گوشے میں کہ جہاں سانس بھی نہیں لی جا سکتی۔

کیونکہ منکر و نکیر کے سوالات کا جواب دیا جا سکے گا۔ یُونہی شہدائے راہِ خدا کہ جو نہ حِس و حرکت رکھتے ہیں نہ دیکھ سکتے ہیں اور نہ سُن سکتے ہیں اُن کی زندگی کا مفہوم کیا ہے۔ گو ہمیں وُہ بظاہر مُردہ نظر آتے ہیں۔ مگر قرآن اُن کی زندگی کی شہادت دیتا ہے

و لا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللّٰہ اموات بل احیآء ولٰکن لا تشعرون:	جو لوگ خدا کی راہ میں قتل کیے گئے، اُنھیں مُردہ نہ کہنا بلکہ وُہ جیتے جاگتے ہیں۔ مگر تم اُن کی زندگی کا شعُور نہیں رکھتے

دُوسرے مقام پر ان کی زندگی کے متعلق ارشاد ہوتا ہے :۔

لا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللّٰہ امواتاً بل احیآءٌ عند ربھم یرزقون ○	جو اللہ کی راہ میں مارے گئے، اُنھیں مُردہ گمان نہ کرنا۔ بلکہ وہ زندہ ہیں، اور اپنے پروردگار کے ہاں سے روزی پاتے ہیں۔

جب عام شہدائے راہِ خدا کے بارے میں قلب و زبان پر پہرا بٹھا دیا گیا ہے کہ نہ انھیں مُردہ کہا جائے اور نہ انھیں مُردہ سمجھا جائے، تو وہ معصوم ہستیاں کہ جن کی گردنیں تلوار کے لیے اور کام و دہن زہر کے لیے وقف ہو کر رہ گئے تھے کیونکر زندۂ جاوید نہ ہوں گے۔

پھر ان جسموں کے متعلق فرمایا ہے کہ امتدادِ زمانہ سے ان میں کہنگی و بوسیدگی کے آثار پیدا نہیں ہوتے۔ بلکہ وُہ اُسی حالت میں رہتے ہیں جس حالت میں شہید ہوتے ہیں اور اس میں کوئی استبعاد نہیں ہے کیونکہ مادی ذرائع سے ہزار ہا برس کی محفوظ کی ہُوئی میتیں اس وقت تک موجُود ہیں۔ تو جب مادی اسباب سے یہ ممکن ہے، تو کیا قادرِ مطلق کے احاطۂ قدرت سے یہ باہر ہے کہ جن کی موت میں زندگی کے احساسات ودیعت کر دیئے ہوں اُن کے جسموں کو تغیر و تبدل سے محفوظ رکھے؛ چنانچہ شہدائے بدر کے متعلق پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :۔

زملوھم بکلومھم ودمائھم فانھم یحشرون یوم القیامۃ واوداجھم تشخب دما۔	اِنہیں انہی زخموں اور خوُن کی روانیوں کے ساتھ لپیٹ دو۔ کیونکہ جب یہ قیامت میں محشور ہوں گے تو ان کے رگہائے گلو سے خوُن اُبلتا ہوگا۔

۲ے ثقل اکبر سے مُراد قرآن، اور ثقلِ اصغر سے اہلِ بیت علیہم السّلام مُراد ہیں جیسا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اپنے ارشاد انی تارک فیکم الثقلین میں لفظ ثقلین سے قرآن و اہلِ بیتؑ کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ اِس لفظ سے تعبیر کرنے کے چند وجوہ ہیں۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ چونکہ تعلیماتِ قرآن و سیرت اہل بیتؑ پر عمل پیرا ہونا عموماً طبائع پر ثقیل و گراں گزرتا ہے، اس لیے انھیں ثقلین سے تعبیر فرمایا ہے۔ دُوسری وجہ یہ ہے کہ "ثقل" کے معنی سامانِ مُسافر کے ہوتے ہیں جس کے محلِ احتیاج ہونے کی وجہ سے اس کی ہر وقت حفاظت کی جاتی ہے اور چُونکہ قدرت نے اُنھیں قیامت تک باقی و برقرار رکھ ان کی حفاظت کا سر و سامان کیا ہے، اِس لیے انھیں ثقلین کہا گیا ہے۔ یا یہ کہ پیغمبرؐ نے راہ پیمائے

جادۂ آخرت ہونے کے وقت انھیں اپنا متاعِ بے بہا قرار دے کر اُمت سے اُن کی حفاظت چاہی ہے۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ اُن کی نفاست و گرانقدری کے پیشِ نظر انھیں ثقلین سے یاد کیا گیا ہے۔ کیونکہ ثقل کے معنی نفیس اور پاکیزہ شے کے ہوتے ہیں۔ چنانچہ ابنِ حجر مکی نے تحریر کیا ہے۔

سمی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم القرآن وعترتہ الثقلین لان الثقل کل نفیس خطیر مصون وھذان کذالک اذ کل منھما معدن للعلوم اللدنیہ والاسرار والحکم العلیۃ والاحکام الشرعیۃ ولذا حث صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم علی الاقتداء والتمسک بھم والتعلم منھم ثم احق من یتمسک بہ منھم وامامھم وعالمھم علی ابن ابی طالب کرم اللّٰہ وجھہ لما قد مناہ من مزید علمہ ودقائق مستنبطہ۔" (صواعق محرقہ۔ صفحہ ۹۰)

پیغمبرؐ نے قرآن اور اپنی عترت کا نام ثقلین رکھا ہے۔ کیونکہ ثقل ہر نفیس، عمدہ اور محفوظ چیز کو کہتے ہیں، اور یہ دونوں ایسے ہی تھے۔ ان میں سے ہر ایک علم لدنی کا گنجینہ اور بلند پایہ اسرار و حکم اور احکامِ شرعیہ کا مخزن ہے۔ اسی لیے پیغمبرؐ نے ان کی اقتدار اور ان کے دامن سے وابستگی اور اُن سے تحصیلِ علوم کے لیے اُمت کو آمادہ کیا، اور ان میں سے تمسک کئے جانے کے زیادہ حقدار امام و عالمِ آلِ محمدؐ علی ابنِ ابی طالب کرم اللہ وجہہ ہیں۔ آپؑ کی اس علمی فراوانی اور استنباط میں وقت پسندی کی بنا پر کہ جس کا ہم پہلے تذکرہ کر چکے ہیں۔

پیغمبرِ اکرمؐ نے چونکہ مقامِ تعبیر میں کتاب کی نسبت اللہ کی جانب دی ہے اور عترت کی نسبت اپنی طرف، اس لیے حفظِ مراتب کا لحاظ کرتے ہوئے اُسے اکبر اور اسے اصغر سے تعبیر فرمایا ہے۔ ورنہ مقامِ تمسک میں اہمیت کے لحاظ سے دونوں یکساں اور تعمیرِ اخلاق میں افادیت کے لحاظ سے ناطق کا درجہ صامت پر مقدم ہونے میں گنجائشِ انکار نہیں ہے۔

خطبہ ۸۶

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ:— أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ اللهَ لَمْ يَقْصِمْ جَبَّارِي دَهْرٍ قَطُّ إِلَّا بَعْدَ تَمْهِيلٍ وَرَخَاءٍ۔ وَلَمْ يَجْبُرْ عَظْمَ أَحَدٍ مِنَ الْأُمَمِ إِلَّا بَعْدَ أَزْلٍ وَبَلَاءٍ، وَفِي دُونِ مَا اسْتَقْبَلْتُمْ مِنْ عَتْبٍ وَمَا اسْتَدْبَرْتُمْ مِنْ خَطْبٍ مُعْتَبَرٌ۔ وَمَا كُلُّ ذِي قَلْبٍ بِلَبِيبٍ۔ وَ

اللہ نے زمانے کے کسی سرکش کی گردن نہیں توڑی جب تک کہ اُسے مہلت و فراغت نہیں عطا کر دی، اور کسی اُمت کی ہڈی کو نہیں جوڑا جب تک اُسے شدت و سختی اور ابتلاء و آزمائش میں ڈال نہیں لیا۔ جو مصیبتیں تمھیں پیش آنے والی اور جن سختیوں سے تم گزر چکے ہو ان سے کم بھی عبرت اندوزی کے لیے کافی ہیں۔ ہر صاحبِ دل عاقل نہیں ہوتا اور نہ ہر کان رکھنے والا گوش شنوا،

لَا كُلُّ ذِي سَمْعٍ بِسَمِيعٍ - وَلَا كُلُّ نَاظِرٍ بِبَصِيرٍ - فَيَا عَجَبِي وَمَا لِيَ لَا أَعْجَبُ مِنْ خَطَاءِ هٰذِهِ الْفِرَقِ عَلَى اخْتِلَافِ حُجَجِهَا فِي دِينِهَا - لَا يَقْتَصُّونَ أَثَرَ نَبِيٍّ - وَلَا يَقْتَدُونَ بِعَمَلِ وَصِيٍّ - وَلَا يُؤْمِنُونَ بِغَيْبٍ - وَلَا يَعِفُّونَ عَنْ عَيْبٍ - يَعْمَلُونَ فِي الشُّبُهَاتِ وَيَسِيرُونَ فِي الشَّهَوَاتِ - الْمَعْرُوفُ فِيهِمْ مَا عَرَفُوا - وَالْمُنْكَرُ عِنْدَهُمْ مَا أَنْكَرُوا - مَفْزَعُهُمْ فِي الْمُعْضِلَاتِ إِلَى أَنْفُسِهِمْ - وَتَعْوِيلُهُمْ فِي الْمُبْهَمَاتِ عَلَى آرَائِهِمْ كَأَنَّ كُلَّ امْرِئٍ مِنْهُمْ إِمَامُ نَفْسِهِ قَدْ أَخَذَ مِنْهَا فِيمَا يَرَى بِعُرًى ثِقَاتٍ وَأَسْبَابٍ مُحْكَمَاتٍ -

اور نہ ہر آنکھ والا چشمِ بینا رکھتا ہے۔ مجھے حیرت ہے اور کیوں نہ حیرت ہو، ان فرقوں کی خطاؤں پر جنھوں نے اپنے دین کی حجتوں میں اختلاف پیدا کر رکھے ہیں۔ جو نہ نبیؐ کے نقشِ قدم پر چلتے ہیں، نہ وصی کے عمل کی پیروی کرتے ہیں، نہ غیب پر ایمان لاتے ہیں، نہ عیب سے دامن بچاتے ہیں۔ مشکوک و مشتبہ چیزوں پر ان کا عمل ہے، اور اپنی خواہشوں کی راہ پر چلتے پھرتے ہیں۔ جس چیز کو وہ اچھا سمجھیں اُن کے نزدیک بس وہ اچھی ہے اور جس بات کو وہ بُرا جانیں اُن کے نزدیک بس وہ بُری ہے۔ مشکل گتھیوں کو سلجھانے کے لیے اپنے نفسوں پر اعتماد کر لیا ہے اور مشتبہ چیزوں میں اپنی رائے پر بھروسا کر لیتے ہیں۔ گویا اُن میں سے ہر شخص خود ہی اپنا امام ہے۔ اور اُس نے جو اپنے مقام پر اپنی رائے سے طے کر لیا ہے۔ اُس کے متعلق یہ سمجھتا ہے کہ اِسے قابلِ اطمینان وسیلوں اور مضبوط ذریعوں سے حاصل کیا ہے۔

خطبہ ۸۷

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ: - أَرْسَلَهُ عَلَى حِينِ فَتْرَةٍ مِنَ الرُّسُلِ - وَطُولِ هَجْعَةٍ مِنَ الْأُمَمِ وَاعْتِزَامٍ مِنَ الْفِتَنِ وَانْتِشَارٍ مِنَ الْأُمُورِ - وَتَلَظٍّ مِنَ الْحُرُوبِ وَالدُّنْيَا كَاسِفَةُ النُّورِ ظَاهِرَةُ الْغُرُورِ عَلَى حِينِ اصْفِرَارٍ مِنْ وَرَقِهَا وَإِيَاسٍ مِنْ ثَمَرِهَا - وَ

اللہ نے اپنے پیغمبرؐ کو اُس وقت بھیجا جب کہ رسُولوں کی آمد کا سلسلہ رُکا ہُوا تھا اور ساری اُمتیں مدت سے پڑی سو رہی تھیں۔ فتنے سر اُٹھا رہے تھے۔ سب چیزوں کا شیرازہ بکھرا ہوا تھا۔ جنگ کے شعلے بھڑک رہے تھے۔ دُنیا بے رونق و بے نور تھی اور اس کی فریب کاریاں کھلی ہُوئی تھیں۔ اُس وقت اُس کے پتوں میں زردی دوڑی ہوئی تھی اور پھلوں سے ناامیدی تھی۔

اَغْوَارٍ مِنْ مَآئِهَا - قَدْ دَرَسَتْ مَنَارُ الْهُدٰی - وَظَهَرَتْ اَعْلَامُ الرَّدٰی فَهِیَ مُتَجَهِّمَةٌ لِاَهْلِهَا عَابِسَةٌ فِیْ وَجْهِ طَالِبِهَا ثَمَرُهَا الْفِتْنَةُ وَطَعَامُهَا الْجِیْفَةُ - وَشِعَارُهَا الْخَوْفُ وَدِثَارُهَا السَّیْفُ - فَاعْتَبِرُوْا عِبَادَ اللّٰهِ - وَاذْكُرُوْا تِیْكَ الَّتِیْ اٰبَاۗءُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ بِهَا مُرْتَهِنُوْنَ وَعَلَیْهَا مُحَاسَبُوْنَ - وَلَعَمْرِیْ مَا تَقَادَمَتْ بِكُمْ وَلَا بِهِمُ الْعُهُوْدُ - وَلَا خَلَتْ فِیْمَا بَیْنَكُمْ وَبَیْنَهُمُ الْاَحْقَابُ وَالْقُرُوْنُ وَمَا اَنْتُمُ الْیَوْمَ مِنْ یَوْمٍ كُنْتُمْ فِیْ اَصْلَابِهِمْ بِبَعِیْدٍ وَاللّٰهِ مَا اَسْمَعَهُمُ الرَّسُوْلُ شَیْئًا اِلَّا وَهَا اَنَا ذَا الْیَوْمَ مُسْمِعُكُمُوْهُ وَمَا اَسْمَاعُكُمُ الْیَوْمَ بِدُوْنِ اَسْمَاعِهِمْ بِالْاَمْسِ وَلَا شُقَّتْ لَهُمُ الْاَبْصَارُ وَلَا جُعِلَتْ لَهُمُ الْاَفْئِدَةُ فِیْ ذٰلِكَ الْاَوَانِ اِلَّا وَقَدْ اُعْطِیْتُمْ مِثْلَهَا فِیْ هٰذَا الزَّمَانِ وَاللّٰهِ مَا بُصِّرْتُمْ بَعْدَهُمْ شَیْئًا جَهِلُوْهُ - وَلَا اُصْفِیْتُمْ بِهٖ وَحُرِمُوْهُ وَلَقَدْ نَزَلَتْ بِكُمُ الْبَلِیَّةُ جَائِلًا خِطَامُهَا رِخْوًا بِطَانُهَا - فَلَا یَغُرَّنَّكُمْ مَا اَصْبَحَ

پانی زمین میں تہ نشین ہو چکا تھا - ہدایت کے منار مٹ گئے تھے - ہلاکت و گمراہی کے پرچم کھلے ہوئے تھے اور دُنیا والوں کے سامنے کڑوے تیوروں سے اور تیوری چڑھائے ہوئے نظر آ رہی تھی - اس کا پھل فتنہ تھا اور اس کی غذا مُردار تھی - اندر کا لباس خوف اور باہر کا پہناوا تلوار تھا - خُدا کے بندو! عبرت حاصل کرو، اور ان (بداعمالیوں) کو یاد کرو، جن (کے نتائج) میں تمھارے باپ، بھائی جکڑے ہوئے ہیں اور جن پر ان سے حساب ہونے والا ہے - مجھے اپنی زندگی کی قسم! تمھارا زمانہ ان کے زمانہ سے زیادہ پیچھے نہیں ہے اور نہ تمھارے اور اُن کے درمیان صدیوں اور زمانوں کا فاصلہ ہے - ابھی تم اس دن سے زیادہ دُور نہیں ہوئے کہ جب اُن کی صلبوں میں تھے - خُدا کی قسم! جو باتیں رسول نے اُن کے کانوں تک پہنچائیں، وُہی باتیں میں تمھیں آج سُنا رہا ہوں اور جتنا انھیں سُنایا گیا تھا، اُس سے کچھ کم تمھیں نہیں سُنایا جا رہا ہے، اور جس طرح اُس وقت اُن کی آنکھیں کھولی گئی تھیں اور دل بنائے گئے تھے - ویسی ہی آنکھیں اور ویسے ہی دل اس وقت تمھیں دیئے گئے ہیں - خدا کی قسم! اُن کے بعد تمھیں کوئی ایسی نئی چیز نہیں بتائی گئی ہے، جس سے وُہ ناآشنا رہے ہوں اور کوئی خاص چیز نہیں دی گئی ہے جس سے وہ محروم تھے - ہاں ایک ایسی مصیبت تمھیں پیش آ گئی ہے (جو اُس اُونٹنی کے مانند ہے) جس کی نکیل جھول رہی اور تنگ ڈھیلا پڑ گیا ہے - (جو کہیں نہ کہیں ٹھوکر کھلائے گی) دیکھو! ان فریب خوردہ لوگوں کے ٹھاٹھ باٹھ تمھیں

فِيهِ أَهْلُ الْغُرُورِ. فَإِنَّمَا هُوَ ظِلٌّ مَمْدُودٌ إِلَى أَجَلٍ مَعْدُودٍ.

ورغلا نہ دیں، اس لیے کہ یہ ایک پھیلا ہُوا سایہ ہے۔ جس کا وقت محدود ہے۔

خطبہ ۸۸

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الْمَعْرُوفِ مِنْ غَيْرِ رُؤْيَةٍ. وَالْخَالِقِ مِنْ غَيْرِ رَوِيَّةٍ. الَّذِي لَمْ يَزَلْ قَائِماً دَائِماً إِذْ لَا سَمَاءٌ ذَاتُ أَبْرَاجٍ. وَلَا حُجُبٌ ذَاتُ أَرْتَاجٍ وَلَا لَيْلٌ دَاجٍ. وَلَا بَحْرٌ سَاجٍ. وَلَا جَبَلٌ ذُو فِجَاجٍ. وَلَا فَجٌّ ذُو اعْوِجَاجٍ. وَلَا أَرْضٌ ذَاتُ مِهَادٍ وَلَا خَلْقٌ ذُو اعْتِمَادٍ. ذٰلِكَ مُبْتَدِعُ الْخَلْقِ وَوَارِثُهُ وَإِلٰهُ الْخَلْقِ وَرَازِقُهُ. وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ دَائِبَانِ فِي مَرْضَاتِهِ يُبْلِيَانِ كُلَّ جَدِيدٍ وَيُقَرِّبَانِ كُلَّ بَعِيدٍ. قَسَمَ أَرْزَاقَهُمْ وَأَحْصَى آثَارَهُمْ وَأَعْمَالَهُمْ وَعَدَدَ أَنْفَاسِهِمْ وَخَائِنَةَ أَعْيُنِهِمْ. وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ مِنَ الضَّمِيرِ وَمُسْتَقَرَّهُمْ وَمُسْتَوْدَعَهُمْ مِنَ الْأَرْحَامِ وَالظُّهُورِ إِلَى أَنْ تَتَنَاهَى بِهِمْ

تمام حمد اُس اللہ کے لیے ہے جو نظر آئے بغیر جانا پہچانا ہُوا ہے اور سوچ بچار میں پڑے بغیر پیدا کرنے والا ہے وُہ اس وقت بھی دائم و برقرار تھا جبکہ نہ بُرجوں والا آسمان تھا نہ بلند دروازوں والے حجاب تھے، نہ اندھیری راتیں، نہ ٹھہرا ہوا سمندر، نہ لمبے چوڑے راستوں والے پہاڑ، نہ آڑی ترچھی پہاڑی راہیں اور نہ یہ بچھے ہُوئے فرشوں والی زمین نہ کس بل رکھنے والی مخلوق تھی۔ وُہی مخلوقات کو پیدا کرنے والا، اور اُس کا وارث ہے اور کائنات کا معبود اور اُن کا رازق ہے۔ سُورج اور چاند اس کی منشا کے مُطابق (ایک ڈھرے پر) بڑھے جانے کی سر توڑ کوششوں میں لگے ہُوئے ہیں۔ جو ہر نئی چیز کو فرسُودہ اور دُور کی چیزوں کو قریب کر دیتے ہیں۔ اُس نے سب کو روزی بانٹ رکھی ہے۔ وُہ سب کے عمل و کردار اور سانسوں کے شمار تک کو جانتا ہے۔ وہ چوری چھپی نظروں اور سینے کی مخفی نیتوں اور صلب میں اُن کے ٹھکانوں اور شکم میں اُن کے سونپے جانے کی جگہوں کا احاطہ کیے ہُوئے ہے یہاں تک کہ اُن کی عمریں اپنی حد و انتہا کو پہنچ جائیں۔ وُہ ایسی ذات ہے کہ رحمت کی وُسعتوں کے باوجود اس کا عذاب دُشمنوں پر سخت ہے۔ اور عذاب کی سختیوں کے باوجُود دوستوں کے لیے اُس کی رحمت وسیع ہے۔ جو

الغَايَاتُ ۔ هُوَ الَّذِی اشْتَدَّتْ نِقْمَتُهُ عَلٰی اَعْدَآئِهِ فِی سَعَةِ رَحْمَتِهِ وَاتَّسَعَتْ رَحْمَتُهُ لِاَوْلِیَآئِهِ فِی شِدَّةِ نِقْمَتِهِ قَاهِرُ مَنْ عَازَّهُ وَمُدَمِّرُ مَنْ شَآقَّهُ وَمُذِلُّ مَنْ نَاوَاهُ وَغَالِبُ مَنْ عَادَاهُ ۔ وَمَنْ تَوَکَّلَ عَلَیْهِ کَفَاهُ ۔ وَمَنْ سَاَلَهُ اَعْطَاهُ وَمَنْ اَقْرَضَهُ قَضَاهُ ۔ وَمَنْ شَکَرَهُ جَزَاهُ ۔

عِبَادَ اللّٰهِ زِنُوْا اَنْفُسَکُمْ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُوْزَنُوْا ۔ وَحَاسِبُوْهَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تُحَاسَبُوْا ۔ وَتَنَفَّسُوْا قَبْلَ ضِیْقِ الْخِنَاقِ ۔ وَانْقَادُوْا قَبْلَ عُنْفِ السِّیَاقِ وَاعْلَمُوْا اَنَّهُ مَنْ لَمْ یُعَنْ عَلٰی نَفْسِهِ حَتّٰی یَکُوْنَ لَهُ مِنْهَا وَاعِظٌ وَزَاجِرٌ لَمْ یَکُنْ لَهُ مِنْ غَیْرِهَا زَاجِرٌ وَلَا وَاعِظٌ ۔

اُسے دبانا چاہے اُس پر قابو پا لینے والا، اور جو اُس سے ٹکر لینا چاہے اُسے تباہ و برباد کرنے والا، اور جو اُس کی مخالفت کرے، اُسے رُسوا و ذلیل کرنے والا، اور جو اُس سے دشمنی برتے اُس پر غلبہ پانے والا ہے۔ جو اُس پر بھروسہ کرتا ہے، وہ اُس کے لیے کافی ہو جاتا ہے۔ اور جو کوئی اُس سے مانگتا ہے اُسے دے دیتا ہے اور جو اُسے قرضہ دیتا ہے، (یعنی اُس کی راہ میں خرچ کرتا ہے) وہ اُسے ادا کرتا ہے۔ جو شکر کرتا ہے، اُسے بدلہ دیتا ہے۔ اللہ کے بندو! اپنے نفسوں کو تولے جانے سے پہلے تول لو۔ اور محاسبہ کیے جانے سے قبل خود اپنا محاسبہ کر لو۔ گلے کا پھندا تنگ ہونے سے پہلے سانس لے لو، اور سختی کے ساتھ ہنکائے جانے سے پہلے مطیع و فرمانبردار بن جاؤ۔ اور یاد رکھو کہ جسے اپنے نفس کے لیے یہ توفیق نہ ہو کہ وہ خود اپنے کو وعظ و پند کر لے اور برائیوں پر متنبہ کر دے تو پھر کسی اور کی بھی پند و توبیخ اُس پر اثر نہیں کر سکتی۔

خطبہ ۸۹

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَیْهِ السَّلَامُ تُعْرَفُ بِخُطْبَةِ الْاَشْبَاحِ وَهِیَ مِنْ جَلَآئِلِ خُطَبِهٖ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَکَانَ سَاَلَهُ سَآئِلٌ اَنْ یَصِفَ اللّٰهَ حَتّٰی کَاَنَّهُ یَرَاهُ عِیَانًا فَغَضِبَ عَلَیْهِ السَّلَامُ لِذٰلِكَ

یہ خطبہ[1] اشباح کے نام سے مشہور ہے اور امیر المومنین علیہ السلام کے بلند پایہ خطبوں میں شمار ہوتا ہے۔ اسے ایک سائل کے جواب میں ارشاد فرمایا تھا جس نے آپ سے یہ سوال کیا تھا کہ آپ خلاقِ عالم کے صفات کو اس طرح بیان فرمائیں کہ ایسا معلوم ہو جیسے ہم اُسے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ اِس پر حضرت غضبناک ہو گئے اور فرمایا:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَا یَفِرُهُ الْمَنْعُ وَالْجُمُوْدُ وَلَا یُکْدِیْهِ الْاِعْطَآءُ وَالْجُوْدُ۔ اِذْ کُلُّ مُعْطٍ مُنْتَقِصٌ سِوَاهُ۔ وَکُلُّ مَانِعٍ مَذْمُوْمٌ مَا خَلَاهُ۔ وَهُوَ الْمَنَّانُ بِفَوَآئِدِ النِّعَمِ۔ وَعَوَآئِدِ الْمَزِیْدِ وَالْقِسَمِ عِیَالُهُ الْخَلَآئِقُ۔ ضَمِنَ اَرْزَاقَهُمْ وَقَدَّرَ اَقْوَاتَهُمْ وَنَهَجَ سَبِیْلَ الرَّاغِبِیْنَ اِلَیْهِ وَالطَّالِبِیْنَ بِمَا لَدَیْهِ۔ وَلَیْسَ بِمَا سُئِلَ بِاَجْوَدَ مِنْهُ بِمَا لَمْ یُسْئَلْ۔ اَلْاَوَّلُ الَّذِیْ لَمْ یَکُنْ لَهٗ قَبْلٌ فَیَکُوْنَ شَیْءٌ قَبْلَهٗ وَالْاٰخِرُ الَّذِیْ لَیْسَ لَهٗ بَعْدٌ فَیَکُوْنَ شَیْءٌ بَعْدَهٗ۔ وَالرَّادِعُ اَنَاسِیَّ الْاَبْصَارِ عَنْ تَنَالَهٗ اَوْ تُدْرِکَهٗ۔ مَا اخْتَلَفَ عَلَیْهِ دَهْرٌ فَیَخْتَلِفَ مِنْهُ الْحَالُ۔ وَلَا کَانَ فِیْ مَکَانٍ فَیَجُوْزَ عَلَیْهِ الْاِنْتِقَالُ وَلَوْ وَهَبَ مَا تَنَفَّسَتْ عَنْهُ مَعَادِنُ الْجِبَالِ وَضَحِکَتْ عَنْهُ اَصْدَافُ الْبِحَارِ مِنْ فِلِزِّ اللُّجَیْنِ وَالْعِقْیَانِ وَنُثَارَةِ الدُّرِّ وَحَصِیْدِ الْمَرْجَانِ مَا اَثَّرَ ذٰلِکَ فِیْ جُوْدِهٖ وَلَا اَنْفَدَ سَعَةَ مَا عِنْدَهٗ وَلَکَانَ عِنْدَهٗ مِنْ ذَخَآئِرِ الْاَنْعَامِ

تمام حمد اُس اللہ کے لیے ہے کہ جو فیض و عطا کے روکنے سے مالدار نہیں ہو جاتا اور جود و عطا سے کبھی عاجز و قاصر نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ اس کے سوا ہر دینے والے کے یہاں داد و دہش سے کمی واقع ہوتی ہے اور ہاتھ روک لینے پر اُنہیں بُرا سمجھا جا سکتا ہے۔ وہ فائدہ بخش نعمتوں اور عطیوں کی فراوانیوں اور روزیوں (کی تقسیم) سے ممنونِ احسان بنانے والا ہے۔ ساری مخلوق اس کا کنبہ ہے۔ اُس نے سب کے رزق کا ذمہ لیا ہے اور سب کی روزیاں مقرر کر رکھی ہیں۔ اُس نے اپنے خواہش مندوں اور اپنی نعمت کے طلب گاروں کے لیے راہ کھول دی ہے۔ وہ دستِ طلب کے نہ بڑھنے پر بھی اتنا ہی کریم ہے جتنا طلب و سوال کا ہاتھ بڑھنے پر۔ وہ ایسا اوّل ہے جس کے لیے کوئی قبل ہے ہی نہیں کہ کوئی شے اس سے پہلے ہو سکے، اور ایسا آخر ہے جس کے لیے کوئی بعد ہے ہی نہیں تاکہ کوئی چیز اُس کے بعد فرض کی جا سکے۔ وہ آنکھ کی پتلیوں کو (دُور ہی سے) روک دینے والا ہے کہ وہ اُسے پا سکیں یا اُس کی حقیقت معلوم کر سکیں۔ اس پر زمانہ کے مختلف دَور نہیں گزرتے کہ اُس کے حالات میں تغیر و تبدل پیدا ہو، وہ کسی جگہ میں نہیں ہے کہ اُس کے لیے نقل و حرکت صحیح ہو سکے۔ اگر وہ چاندی اور سونے جیسی نفیس دھاتیں کہ جنہیں پہاڑوں کے معدن (لمبی لمبی) سانسیں بھر کر اُچھال دیتے ہیں اور بکھرے ہوئے موتی اور مرجان کی کٹی ہوئی شاخیں کہ جنہیں دریاؤں کی سیپیاں کھلکھلا کر ہنستے ہوئے اُگل دیتی ہیں، بخش دے۔ تو اس سے اس

مَا لَا تُنْفِدُهُ مَطَالِبُ الْأَنَامِ لِأَنَّهُ الْجَوَادُ الَّذِي لَا يَغِيضُهُ سُؤَالُ السَّائِلِينَ وَلَا يُبْخِلُهُ إِلْحَاحُ الْمُلِحِّينَ۔ فَانْظُرْ أَيُّهَا السَّائِلُ فَمَا دَلَّكَ الْقُرْآنُ عَلَيْهِ مِنْ صِفَتِهِ فَائْتَمَّ بِهِ۔ وَاسْتَضِئْ بِنُورِ هِدَايَتِهِ۔ وَمَا كَلَّفَكَ الشَّيْطَانُ عِلْمَهُ مِمَّا لَيْسَ فِي الْكِتَابِ عَلَيْكَ فَرْضُهُ وَلَا فِي سُنَّةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَأَئِمَّةِ الْهُدَى أَثَرُهُ فَكِلْ عِلْمَهُ إِلَى اللّٰهِ سُبْحَانَهُ۔ فَإِنَّ ذٰلِكَ مُنْتَهَى حَقِّ اللّٰهِ عَلَيْكَ۔ وَاعْلَمْ أَنَّ الرَّاسِخِينَ فِي الْعِلْمِ هُمُ الَّذِينَ أَغْنَاهُمْ عَنِ اقْتِحَامِ السُّدَدِ الْمَضْرُوبَةِ دُونَ الْغُيُوبِ الْإِقْرَارُ بِجُمْلَةِ مَا جَهِلُوا تَفْسِيرَهُ مِنَ الْغَيْبِ الْمَحْجُوبِ فَمَدَحَ اللّٰهُ اعْتِرَافَهُمْ بِالْعَجْزِ عَنْ تَنَاوُلِ مَا لَمْ يُحِيطُوا بِهِ عِلْمًا۔ وَسَمَّى تَرْكَهُمُ التَّعَمُّقَ فِيمَا لَمْ يُكَلِّفْهُمُ الْبَحْثَ عَنْ كُنْهِهِ رُسُوخًا فَاقْتَصِرْ عَلَى ذٰلِكَ وَلَا تُقَدِّرْ عَظَمَةَ اللّٰهِ سُبْحَانَهُ عَلَى قَدْرِ عَقْلِكَ فَتَكُونَ مِنَ الْهَالِكِينَ۔

کے جود و عطا پر کوئی اثر نہیں پڑتا اور نہ اُس کی دولت کا ذخیرہ اس سے ختم ہو سکتا ہے اور اُس کے پاس پھر بھی انعام و اکرام کے اتنے ذخیرے موجود رہیں گے، جنھیں لوگوں کی مانگ ختم نہیں کر سکتی۔ اِس لیے کہ وُہ ایسا فیاض ہے جسے سوالوں کا پورا کرنا مفلس نہیں بنا سکتا اور گڑگڑا کر سوال کرنے والوں کا حد سے بڑھا ہوا اصرار بخل پر آمادہ نہیں کر سکتا۔ اے (اللہ کی صفتوں کو) دریافت کرنے والے دیکھو! کہ جن صفتوں کا تمھیں قرآن نے پتہ دیا ہے (اُن میں) تم اُس کی پیروی کرو، اور اُسی کے نورِ ہدایت سے کسبِ ضیا کرتے رہو اور جو چیزیں کہ قرآن میں واجب نہیں اور نہ سنّتِ پیغمبرؐ و آئمہ ہدیٰ میں اُن کا نام و نشان ہے اور صرف شیطان نے اُس کے جاننے کی تمھیں زحمت دی ہے اس کا علم اللہ ہی کے پاس رہنے دو، اور یہی تم پر اللہ کے حق کی آخری حد ہے۔ اور اس بات کو یاد رکھو کہ علم میں راسخ و پختہ لوگ وُہی ہیں کہ جو غیب کے پردوں میں چھپی ہوئی ساری چیزوں کا اجمالی طور پر اقرار کرتے (اور اُن پر اعتقاد رکھتے) ہیں۔ اگرچہ ان کی تفسیر و تفصیل نہیں جانتے اور یہی اقرار انھیں غیب پر پڑے ہوئے پردوں میں دراٖ گھسنے سے بے نیاز بنائے ہوئے ہے۔ اور اللہ نے اِس بات پر اُن کی مدح کی ہے کہ جو چیز ان کے احاطۂ علم سے باہر ہوتی ہے۔ اس کی رسائی سے اپنے عجز کا اعتراف کر لیتے ہیں اور

هو القادر الذي اذا ارتمت 17
الاوهام لتدرك منقطع
قدرته وحاول الفكر المبرأ
من خطرات الوساوس ان يقع
عليه في عميقات غيوب ملكوته
وتولهت القلوب اليه لتجري
في كيفية صفاته وغمضت
مداخل العقول في حيث
لا تبلغه الصفات لتناول
علم ذاته ردعها وهي تجوب
مهاوي سدف الغيوب متخلصة
اليه سبحانه فرجعت اذ جبهت
معترفة بانه لا ينال بجور الاعتساف
كنه معرفته ولا تخطر ببال اولي
الرويات خاطرة من تقدير جلال
عزته الذي ابتدء الخلق على غير
مثال امتثله ولا مقدار احتذى
عليه من خالق معهود كان قبله۔
وارانا من ملكوت قدرته و
عجائب ما نطقت به آثار حكمته
واعتراف الحاجة من الخلق الى
ان يقيمها بمساك قوته ما دلنا
باضطرار قيام الحجة له على
معرفته وظهرت في البدائع التي
احدثها آثار صنعته واعلام حكمته

اللہ نے جس چیز کی حقیقت سے بحث کرنے کی تکلیف نہیں دی ۔ اس میں تعمق و کاوش کے ترک ہی کا نام رسوخ رکھا ہے ۔ لہٰذا بس اسی پر اکتفا کرو اور اپنے عقل کے پیمانہ کے مطابق اللہ کی عظمت کو محدود نہ بناؤ ، ورنہ تمھارا شمار ہلاک ہونے والوں میں قرار پائے گا ۔

وہ ایسا قادر ہے کہ جب اس کی قدرت کی انتہا معلوم کرنے کے لیے وہم اپنے تیر چلا رہا ہو اور فکر ہر طرح کے وسوسوں کے اُدھیڑ بن سے آزاد ہو کر اس کے قلمرو مملکت کے گہرے بھیدوں پر آگاہ ہونے کے درپے ہو اور دل اس کی صفتوں کی کیفیت سمجھنے کے لیے والہانہ طور پر دوڑ پڑے ہوں اور ذات الٰہی کو جاننے کے لیے عقلوں کی جستجو و تلاش کی راہیں حدِ بیان سے زیادہ دور تک چلی گئی ہوں تو اللہ اس وقت جب وہ غیب کی تیرگیوں کے گڑھوں کو عبور کر رہی ہوتی ہیں ۔ ان سب کو (ناکامیوں کے ساتھ) پلٹا دیتا ہے ۔ چنانچہ جب اس طرح منہ کی کھا کر پلٹتی ہیں ، تو انھیں یہ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ ایسی بے راہ رویوں سے اس کی معرفت کا کھوج نہیں لگایا جا سکتا اور نہ فکر پیماؤں کے دلوں میں اس کی عزت کے تمکنت و جلال کا ذرا سا شائبہ آ سکتا ہے ۔ وہ وہی ہے کہ جس نے مخلوقات کو ایجاد کیا بغیر اس کے کہ کوئی مثال اپنے سامنے رکھتا اور بغیر اس کے کہ اپنے سے پہلے کسی اور خالق و معبود کی بنائی ہوئی چیزوں کا چربہ اتارتا اس

نَصَارَ كُلُّ مَا خَلَقَ حُجَّةً لَهُ وَدَلِيلاً
عَلَيْهِ وَإِنْ كَانَ خَلْقاً صَامِتاً فَحُجَّتُهُ
بِالتَّدْبِيرِ نَاطِقَةٌ - وَدَلَالَتُهُ عَلَى
الْمُبْدِعِ قَائِمَةٌ - وَأَشْهَدُ أَنَّ مَنْ
شَبَّهَكَ بِتَبَايُنِ أَعْضَاءِ خَلْقِكَ -
وَتَلَاحُمِ حِقَاقِ مَفَاصِلِهِمُ الْمُحْتَجِبَةِ
لِتَدْبِيرِ حِكْمَتِكَ - لَمْ يَعْقِدْ غَيْبَ
ضَمِيرِهِ عَلَى مَعْرِفَتِكَ وَلَمْ يُبَاشِرْ قَلْبَهُ
الْيَقِينُ بِأَنَّهُ لَا نِدَّ لَكَ وَكَأَنَّهُ لَمْ
يَسْمَعْ تَبَرُّؤَ التَّابِعِينَ مِنَ الْمَتْبُوعِينَ
إِذْ يَقُولُونَ - تَاللّٰهِ إِنْ كُنَّا لَفِي ضَلَالٍ
مُبِينٍ إِذْ نُسَوِّيكُمْ بِرَبِّ الْعَالَمِينَ -
كَذَبَ الْعَادِلُونَ بِكَ إِذْ شَبَّهُوكَ
بِأَصْنَامِهِمْ وَنَحَلُوكَ حِلْيَةَ الْمَخْلُوقِينَ
بِأَوْهَامِهِمْ - وَجَزَّءُوكَ تَجْزِئَةَ
الْمُجَسَّمَاتِ بِخَوَاطِرِهِمْ وَقَدَّرُوكَ
عَلَى الْخِلْقَةِ الْمُخْتَلِفَةِ الْقُوَى
بِقَرَائِحِ عُقُولِهِمْ - وَأَشْهَدُ أَنَّ مَنْ
سَاوَاكَ بِشَيْءٍ مِنْ خَلْقِكَ فَقَدْ
عَدَلَ بِكَ - وَالْعَادِلُ بِكَ كَافِرٌ
بِمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ مُحْكَمَاتُ آيَاتِكَ
وَنَطَقَتْ عَنْهُ شَوَاهِدُ حُجَجِ
بَيِّنَاتِكَ - وَأَنَّكَ أَنْتَ اللّٰهُ الَّذِي
لَمْ تَتَنَاهَ فِي الْعُقُولِ فَتَكُونَ فِي
الْعُقُولِ فَتَكُونَ فِي مَهَبِّ فِكْرِهَا

نے اپنی قدرت کی بادشاہت اور اُن عجیب چیزوں کے
واسطہ سے کہ جن میں اُس کی حکمت و دانائی کے آثار
(منہ سے) بول رہے ہیں اور مخلوق کے اس اعتراف
سے کہ وہ اپنے رُکنے تھمنے میں اُس کے سہارے کی
محتاج ہے۔ ہمیں وہ چیزیں دکھائی ہیں کہ جنھوں نے
قہراً دلیل قائم ہو جانے کے دباؤ سے اُس کی معرفت
کی طرف ہماری راہنمائی کی ہے اور اُس کی پیدا کردہ
عجیب و غریب چیزوں میں اُس کی صنعت کے نقش و نگار
اور حکمت کے آثار نمایاں اور واضح ہیں۔ چنانچہ ہر مخلوق
اُس کی ایک حجت اور ایک بُرہان بن گئی ہے چاہے
وہ خاموش مخلوق ہو۔ مگر اللہ کی تدبیر و کارسازی کی
ایک بولتی ہوئی دلیل ہے اور ہستئ صانع کی طرف اس
کی رہنمائی ثابت و برقرار ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں
کہ جس نے تجھے تیری ہی مخلوق سے اُن کے اعضا کے
الگ الگ ہونے اور تیری حکمت کی کارسازیوں سے
گوشت و پوست میں ڈھکے ہوئے اُن کے جوڑوں کے
سِروں کے ملنے میں تشبیہ دی۔ اُس نے اپنے چھپے
ہوئے ضمیر کو تیری معرفت سے وابستہ نہیں کیا اور اُس
کے دل کو یہ یقین چھو بھی نہیں گیا کہ تیرا کوئی شریک نہیں۔
گویا اُس نے پیروکاروں کا یہ قول نہیں سنا جو اپنے
مقتداؤں سے بیزاری چاہتے ہوئے یہ کہیں گے کہ "خدا
کی قسم! ہم تو قطعاً ایک کھلی ہوئی گمراہی میں تھے کہ
جب ہم سارے جہان کے پالنے والے کے برابر تمہیں
ٹھہرایا کرتے تھے" وہ لوگ جھوٹے ہیں جو تجھے دوسروں
کے برابر سمجھ کر اپنے بُتوں سے تشبیہ دیتے ہیں اور

مُكَيَّفًا وَلَا فِي رَوِيَّاتِ خَوَاطِرِهَا
فَتَكُونَ مَحْدُودًا مُصَرَّفًا۔
(وَمِنْهَا) قَدَّرَ مَا خَلَقَ فَأَحْكَمَ
تَقْدِيرَهُ وَدَبَّرَهُ فَأَلْطَفَ تَدْبِيرَهُ
وَوَجَّهَهُ لِوِجْهَتِهِ۔ فَلَمْ يَتَعَدَّ
حُدُودَ مَنْزِلَتِهِ وَلَمْ يَقْصُرْ دُونَ
الْاِنْتِهَاءِ إِلَى غَايَتِهِ وَلَمْ يَسْتَصْعِبْ
إِذْ أُمِرَ بِالْمُضِيِّ عَلَى إِرَادَتِهِ۔ وَ
كَيْفَ وَإِنَّمَا صَدَرَتِ الْأُمُورُ عَنْ
مَشِيئَتِهِ۔ اَلْمُنْشِئُ أَصْنَافَ الْأَشْيَاءِ
بِلَا رَوِيَّةِ فِكْرٍ آلَ إِلَيْهَا وَلَا قَرِيحَةِ
غَرِيزَةٍ أَضْمَرَ عَلَيْهَا وَلَا تَجْرِبَةٍ أَفَادَهَا
مِنْ حَوَادِثِ الدُّهُورِ وَلَا شَرِيكٍ
أَعَانَهُ عَلَى ابْتِدَاعِ عَجَائِبِ الْأُمُورِ
فَتَمَّ خَلْقُهُ وَأَذْعَنَ لِطَاعَتِهِ وَ
أَجَابَ إِلَى دَعْوَتِهِ وَلَمْ يَعْتَرِضْ
دُونَهُ رَيْثُ الْمُبْطِئِ وَلَا أَنَاةُ
الْمُتَلَكِّئِ فَأَقَامَ مِنَ الْأَشْيَاءِ
أَوَدَهَا۔ وَنَهَجَ حُدُودَهَا وَلَاءَمَ
بِقُدْرَتِهِ بَيْنَ مُتَضَادِّهَا۔ وَ
وَصَلَ أَسْبَابَ قَرَائِنِهَا وَفَرَّقَهَا
أَجْنَاسًا مُخْتَلِفَاتٍ فِي الْحُدُودِ
وَالْأَقْدَارِ وَالْغَرَائِزِ وَالْهَيْئَاتِ
بَدَايَا خَلَائِقَ أَحْكَمَ صُنْعَهَا وَ
فَطَرَهَا عَلَى مَا أَرَادَ وَابْتَدَعَهَا۔

اپنے وہم میں تجھ پر مخلوقات کی صفتیں جڑ دیتے ہیں اور اپنے خیال میں اس طرح تیرے حصے بخرے کرتے ہیں، جس طرح مجسم چیزوں کے جوڑ بند الگ الگ کیے جاتے ہیں اور اپنی عقلوں کی سوجھ بوجھ کے مطابق تجھے مختلف قوتوں والی مخلوقات پر قیاس کرتے ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ جس نے تجھے تیری مخلوق میں سے کسی کے برابر جانا اس نے تیرا ہمسر بنا ڈالا۔ اور تیرا ہمسر بنانے والا تیری کتاب کی محکم آیتوں کے مضامین اور ان حقائق کا منکر ہے جنھیں تیری طرف کے روشن دلائل واضح کر رہے ہیں۔ تو وہ اللہ ہے کہ عقلوں کی حد میں گھر نہیں سکتا کہ ان کی سوچ بچار کی زد پر آ کر کیفیات کو قبول کرے۔ اور نہ ان کے غور و فکر کی جولانیوں میں تیری سمائی ہے کہ تو محدود ہو کر ان کے فکری تصرفات کا پابند بن جائے۔

اسی خطبہ کا ایک حصہ یہ ہے :۔ اس نے جو چیزیں پیدا کیں۔ ان کا ایک اندازہ رکھا مضبوط و مستحکم، اور ان کا انتظام کیا۔ عمدہ و پاکیزہ، اور انھیں ان کی سمت پر اس طرح لگایا کہ نہ وہ اپنی آخری منزل کی حدوں سے آگے بڑھیں اور نہ منزل منتہا تک پہنچنے میں کوتاہی کی۔ جب انھیں اللہ کے ارادے پر چل پڑنے کا حکم دیا گیا، تو انھوں نے سرتابی نہیں کی اور وہ ایسا کر ہی کیونکر سکتی تھیں۔ جبکہ تمام امور اسی کی مشیت و ارادہ سے صادر ہوئے ہیں وہ گوناگوں چیزوں کا موجد ہے بغیر کسی سوچ بچار کی طرف رجوع کئے اور بغیر طبیعت کی کسی جولانی کے کہ جسے دل میں چھپائے ہو اور بغیر کسی تجربہ کے کہ جو زمانہ کے حوادث

(ومنها في صفة السّماء) ونظم بلا تعليق رهوات فُرجها۔ ولاحم صُدُوع انفراجها ووشّج بينها وبين أزواجها۔ وذلّل للهابطين بأمره والصّاعدين بأعمال خلقه حزُونة معراجها۔ ناداها بعد إذ هي دُخانٌ۔ فالتحمت عُرى أشراجها۔ وفتق بعد الارتتاق صوامت أبوابها۔ وأقام رصدًا من الشُّهب الثّواقب على نقابها وأمسكها من أن تمور في خرق الهواء بأيده وأمرها أن تقف مُستسلمةً لأمره وجعل شمسها آيةً مُبصرةً لنهارها وقمرها آيةً ممحوّةً من ليلها فأجراهما في مناقل مجراهما وقدّر سيرهما في مدارج درجهما ليميّز بين اللّيل والنّهار بهما۔ وليُعلم عددُ السّنين والحساب بمقاديرهما ثُمّ علّق في جوّها فلكها۔ وناط بها زينتها من خفيّات دراريها ومصابيح كواكبها ورمى مُسترقي السّمع بثواقب

سے حاصل کیا ہو اور بغیر کسی شریک کے کہ جو اُن عجیب و غریب چیزوں کی ایجاد میں اس کا معین و مددگار رہا ہو چنانچہ مخلوق (بن بنا کر) مکمل ہو گئی اور اُس نے اللہ کی اطاعت کے سامنے سر جھکا دیا اور (فوراً) اس کی پکار پر لبیک کہتے ہوئے بڑھی۔ نہ کسی دیر کرنے والے کی سی سُست رفتاری دامن گیر ہوئی اور نہ کسی حیل حجت کرنے والے کی سی سُستی اور ڈھیل حائل ہوئی اس نے ان چیزوں کے ٹیڑھا پن کو سیدھا کر دیا اور ان کی حدیں معین کر دیں۔ اور اپنی قدرت سے ان متضاد چیزوں میں ہم رنگی و ہم آہنگی پیدا کی اور نفسوں کے رشتے (بدنوں سے) جوڑ دیئے اور انھیں مختلف جنسوں پر بانٹ دیا۔ جو اپنی حدوں، اندازوں طبیعتوں اور صورتوں میں جُدا جُدا ہیں۔ یہ نو ایجاد مخلوق ہے کہ جس کی ساخت اُس نے مضبوط کی ہے اور اپنے ارادے کے مطابق اُسے بنایا اور ایجاد کیا۔

اسی خطبہ کا ایک جز یہ ہے آسمان کے وصف میں:

اُس نے بغیر (کسی چیز سے) وابستہ کئے اس کے شگافوں کے نشیب و فراز کو مرتب کر دیا اور اُس کے دراڑوں کی کشادگیوں کو ملا دیا اور انھیں آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ جکڑ دیا اور اس کے احکام کو لے کر اُترنے والوں اور خلق کے اعمال کو لے کر چڑھنے والوں کے لیے اس کی بلندیوں کی دشوار گزاری کو آسان کر دیا ابھی وہ آسمان دھوئیں ہی کی شکل میں تھے، کہ اللہ نے انھیں پکارا تو (فوراً) ان کے تسموں کے رشتے آپس میں متصل ہو گئے۔ اُس نے ان کے بند دروازوں کو بستہ

شُهُبِهَا وَ اَجْرَاهَا عَلٰی اِذْلَالِ
تَسْخِيْرِهَا مِنْ ثَبَاتِ ثَابِتِهَا
وَمَسِيْرِ سَآئِرِهَا وَهُبُوْطِهَا وَ
صُعُوْدِهَا وَ نُحُوْسِهَا وَسُعُوْدِهَا
وَمِنْهَا فِیْ صِفَةِ الْمَلٰٓئِكَةِ عَلَيْهِمُ
السَّلَامُ ثُمَّ خَلَقَ سُبْحَانَهٗ لِاِسْكَانِ
سَمٰوَاتِهٖ وَعِمَارَةِ الصَّفِيْحِ الْاَعْلٰی
مِنْ مَلَكُوْتِهٖ خَلْقًا بَدِيْعًا مِنْ
مَلٰٓئِكَتِهٖ مَلَاَ بِهِمْ فُرُوْجَ فِجَاجِهَا
وَحَشَی بِهِمْ فُتُوْقَ اَجْوَآئِهَا
وَبَيْنَ فَجَوَاتِ تِلْكَ الْفُرُوْجِ
زَجَلُ الْمُسَبِّحِيْنَ مِنْهُمْ فِیْ حَظَآئِرِ
الْقُدُسِ وَسُتُرَاتِ الْحُجُبِ وَ
سُرَادِقَاتِ الْمَجْدِ۔ وَوَرَآءَ ذٰلِكَ
الرَّجِيْجِ الَّذِیْ تَسْتَكُّ مِنْهُ
الْاَسْمَاعُ سُبُحَاتُ نُوْرٍ تَرْدَعُ
الْاَبْصَارَ عَنْ بُلُوْغِهَا۔ فَتَقِفُ
خَاسِئَةً عَلٰی حُدُوْدِهَا۔ اَنْشَاَهُمْ
عَلٰی صُوَرٍ مُخْتَلِفَاتٍ وَاَقْدَارٍ
مُتَفَاوِتَاتٍ۔ اُولِیْ اَجْنِحَةٍ تُسَبِّحُ
جَلَالَ عِزَّتِهٖ لَا يَنْتَحِلُوْنَ مَا ظَهَرَ
فِی الْخَلْقِ مِنْ صَنْعَتِهٖ - وَ لَا
يَدَّعُوْنَ اَنَّهُمْ يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا
مِمَّا انْفَرَدَ بِهٖ - بَلْ عِبَادٌ مُكْرَمُوْنَ
لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ

ہونے کے بعد کھول دیا اور ان کے سوراخوں پر ٹوٹتے ہوئے تاروں کے نگہبان کھڑے کر دیے اور انھیں اپنے زور سے روک دیا کہ کہیں وہ ہوا کے پھیلاؤ میں اِدھر اُدھر نہ ہو جائیں اور اُنھیں مامور کیا کہ وہ اُس کے حکم کے سامنے سر جھکائے ہوئے اپنے مرکز پر ٹھہرے رہیں۔ اُس نے فلک کے سورج کو دن کی روشن نشانی اور چاند کو رات کی دھندلی نشانی قرار دیا ہے اور انھیں ان کی منزلوں پہ چلایا ہے اور ان کی گزرگاہوں میں ان کی رفتار مقرر کر دی ہے تاکہ ان کے ذریعہ سے شب و روز کی تمیز ہو سکے اور انہی کے اعتبار سے برسوں کی گنتی اور (دوسرے) حساب جانے جا سکیں پھر یہ کہ اُس نے آسمانی فضا میں اس فلک کو آویزاں کیا اور اِس میں اس کی آرائش کے لیے منے منے موتیوں ایسے تارے اور چراغوں کی طرح چمکتے ہوئے ستارے آویزاں کیے اور چوری چھپے کان لگانے والوں پر ٹوٹتے ہوئے تاروں کے تیر چلائے اور ستاروں کو اپنے جبر و قہر سے ان کے ڈھرے پر لگا یا کہ کوئی ثابت رہے اور کوئی سیار کبھی اتار ہو۔ اور کبھی ابھار اور کسی میں نحوست ہو اور کسی میں سعادت۔"

اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے فرشتوں کے وصف میں:-

پھر اللہ سبحانہٗ نے اپنے آسمانوں میں ٹھہرانے اور اپنی مملکت کے بلند طبقات کو آباد کرنے کے لیے فرشتوں کی عجیب و غریب مخلوق پیدا کی۔ ان سے آسمان کے وسیع راستوں کا گوشہ گوشہ بھر دیا اور اُس کی فضا کی وسعتوں کا کونا کونا چھلکا دیا اور اِن وسیع اطراف کی پہنائیوں

يَعْمَلُونَ ۔ جَعَلَهُمْ فِيمَا هُنَالِكَ
أَهْلَ الْأَمَانَةِ عَلَى وَحْيِهِ
وَحَمَّلَهُمْ إِلَى الْمُرْسَلِينَ وَدَائِعَ
أَمْرِهِ وَ نَهْيِهِ ۔ وَعَصَمَهُمْ مِنْ
رَيْبِ الشُّبُهَاتِ فَمَا مِنْهُمْ زَائِغٌ
عَنْ سَبِيلِ مَرْضَاتِهِ ۔ وَ
أَمَدَّهُمْ بِفَوَائِدِ الْمَعُونَةِ ۔
وَأَشْعَرَ قُلُوبَهُمْ تَوَاضُعَ إِخْبَاتِ
السَّكِينَةِ وَفَتَحَ لَهُمْ أَبْوَابًا
ذُلُلًا إِلَى تَمَاجِيدِهِ ۔ وَنَصَبَ
لَهُمْ مَنَارًا وَاضِحَةً عَلَى
أَعْلَامِ تَوْحِيدِهِ لَمْ تُثْقِلْهُمْ
مُؤْصِرَاتُ الْآثَامِ ۔ وَ لَمْ
تَرْتَحِلْهُمْ عُقَبُ اللَّيَالِي وَ
الْأَيَّامِ ۔ وَلَمْ تَرْمِ الشُّكُوكُ
بِنَوَازِعِهَا عَزِيمَةَ إِيمَانِهِمْ وَ
لَمْ تَعْتَرِكِ الظُّنُونُ عَلَى مَعَاقِدِ
يَقِينِهِمْ وَلَا قَدَحَتْ قَادِحَةُ
الْإِحَنِ فِيمَا بَيْنَهُمْ ۔ وَلَا سَلَبَتْهُمُ
الْحَيْرَةُ مَا لَاقَ مِنْ مَعْرِفَتِهِ
بِضَمَائِرِهِمْ وَمَا سَكَنَ مِنْ
عَظَمَتِهِ وَهَيْبَةِ جَلَالَتِهِ فِي
أَثْنَاءِ صُدُورِهِمْ وَلَمْ تَطْمَعْ
فِيهِمُ الْوَسَاوِسُ فَتَقْتَرِعَ بِرَيْنِهَا
عَلَى فِكْرِهِمْ مِنْهُمْ مَنْ هُوَ فِي

میں تسبیح کرنے والے فرشتوں کی آوازیں قدس و پاکیزگی کی چار دیواریوں اور عظمت کے گہرے حجابوں اور بزرگی و جلال کے سرا پردوں میں گونجتی ہیں اور اس گونج کے پیچھے جس سے کان بہرے ہو جاتے ہیں۔ تجلیاتِ نور کی اتنی فراوانیاں ہیں کہ جو نگاہوں کو اپنے تک پہنچنے سے روک دیتی ہیں۔ چنانچہ وہ ناکام و نامراد ہو کر اپنی جگہ پر ٹھہری رہتی ہیں۔ اللہ نے ان (فرشتوں) کو جدا جدا صورتوں اور الگ الگ پیمانوں پر پیدا کیا ہے۔ وہ بال و پر رکھتے ہیں اور اس کے جلال و عزت کی تسبیح کرتے رہتے ہیں۔ اور مخلوق میں جو اس کی صنعتیں اجاگر ہوئی ہیں۔ انھیں اپنی طرف نسبت نہیں دیتے اور نہ یہ ادعا کرتے ہیں کہ وہ کسی ایسی شے کو پیدا کر سکتے ہیں کہ جس کے پیدا کرنے میں وہ منفرد و یکتا ہے۔ بلکہ وہ اس کے معزز بندے ہیں جو کسی بات کے کہنے میں اس سے سبقت نہیں کرتے اور وہ اسی کے کہنے پر چلتے ہیں۔ اللہ نے انھیں وہاں اپنی وحی کا امانتدار اور اپنے اوامر و نواہی کی ودیعتوں کا حامل بنا کر رسولوں کی طرف بھیجا ہے اور شک و شبہات کے خدشوں سے انھیں محفوظ رکھا ہے۔ تو ان میں سے کوئی بھی اس کی رضا جوئی کی راہ سے کترانے والا نہیں اور اس نے اپنی توفیق و اعانت سے ان کی دستگیری کی، اور خضوع و خشوع کی عجز و شکستگی سے ان کے دلوں کو ڈھانپ دیا ہے اور تسبیح و تقدیس کی سہولتوں کے دروازے ان کے لیے کھول دیے ہیں اور اپنی توحید کے نشانوں پر ان کے لئے روشن مینار نصب کیے ہیں۔

خَلْقِ الْغَمَامِ الدُّلَّحِ وَفِي عِظَمِ الْجِبَالِ الشُّمَّخِ وَفِي قَتَرَةِ الظَّلَامِ الْأَبْهَمِ وَمِنْهُمْ مَنْ خَرَقَتْ أَقْدَامُهُمْ تُخُومَ الْأَرْضِ السُّفْلَى. فَهِيَ كَرَايَاتٍ بِيضٍ قَدْ نَفَذَتْ فِي مَخَارِقِ الْهَوَاءِ. وَتَحْتَهَا رِيحٌ هَفَّافَةٌ تَحْبِسُهَا عَلَى حَيْثُ انْتَهَتْ مِنَ الْحُدُودِ الْمُتَنَاهِيَةِ. قَدِ اسْتَفْرَغَتْهُمْ أَشْغَالُ عِبَادَتِهِ وَوَصَلَتْ حَقَائِقُ الْإِيمَانِ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَعْرِفَتِهِ. وَقَطَعَهُمُ الْإِيقَانُ بِهِ إِلَى الْوَلَهِ إِلَيْهِ وَلَمْ تُجَاوِزْ رَغَبَاتُهُمْ مَا عِنْدَهُ إِلَى مَا عِنْدَ غَيْرِهِ. قَدْ ذَاقُوا حَلَاوَةَ مَعْرِفَتِهِ وَشَرِبُوا بِالْكَأْسِ الرَّوِيَّةِ مِنْ مَحَبَّتِهِ وَتَمَكَّنَتْ مِنْ سُوَيْدَاءِ قُلُوبِهِمْ وَشِيجَةُ خِيفَتِهِ تَحَنَّوْا بِطُولِ الطَّاعَةِ اعْتِدَالَ ظُهُورِهِمْ. وَلَمْ يُنْفِدْ طُولُ الرَّغْبَةِ إِلَيْهِ مَادَّةَ تَضَرُّعِهِمْ وَلَا أَطْلَقَ عَنْهُمْ عَظِيمُ الزُّلْفَةِ رِبَقَ خُشُوعِهِمْ وَلَمْ يَتَوَلَّهُمُ الْإِعْجَابُ فَيَسْتَكْثِرُوا مَا

نہ گناہوں کی گرانباریوں نے انھیں دبا رکھا ہے، نہ شب و روز کی گردشوں نے ان پر (سواری کے لیے) پالان ڈالے ہیں اور نہ شکوک و شبہات نے اُن کے ایمان کے استحکام پر تیر چلائے ہیں اور نہ ان کے یقین کی پختگیوں پر (اوہام) ظنون نے دھاوا بولا ہے۔ اور نہ ان کے درمیان کبھی کینہ و حسد کی چنگاریاں بھڑکی ہیں۔ اور نہ حیرانی و سراسیمگی ان کے دلوں میں سرایت کی ہوئی معرفت اور اُن کے سینے کی تہوں میں جمی ہوئی عظمتِ خداوندی و ہیبتِ جلالِ الٰہی کو چھین سکی ہے، نہ کبھی وسوسوں نے ان پر دندان آز تیز کیا ہے کہ ان کے فکروں کو زنگ و تکدر سے آلودہ کردیں۔ ان میں کچھ وُہ ہیں جو اللہ کے پیدا کردہ بوجھل بادلوں اور اُونچے پہاڑوں کی بلندیوں اور گھٹا ٹوپ اندھیروں کی سیاہیوں کی صورتوں میں ہیں اور ان میں کچھ وُہ ہیں جن کے قدم تحت الثریٰ کی حدوں کو چیر کر نکل گئے ہیں۔ تو وہ سفید جھنڈوں کے مانند ہیں جو فضا کی وسعت کو چیرتے ہوئے آگے بڑھ گئے ہیں، اور ان پھریروں کے آخری سرے تک ایک ہلکی ہوا چل رہی ہے جو انھیں روکے ہوئے ہے۔ ان فرشتوں کو عبادت کی مشغولیتوں نے ہر چیز سے بے فکر بنا دیا اور ایمان کے ٹھوس عقیدے ان کے لیے اللہ کی معرفت کا وسیلہ بن گئے ہیں اور یقینِ کامل نے اوروں سے ہٹا کر اسی سے اُن کی لو لگا دی ہے۔ اللہ کی طرف کی نعمتوں کے سوا کسی غیر کے عطا و انعام کی انھیں خواہش ہی نہیں ہوتی۔ انھوں نے معرفت کے شیریں مزے چکھے

سَلَفَ مِنْهُمْ - وَلَا تَرَكَتْ لَهُمُ
اسْتِكَانَةُ الْاِجْلَالِ نَصِيْبًا
فِيْ تَعْظِيْمِ حَسَنَاتِهِمْ - وَلَمْ تَجْرِ
الْفَتَرَاتُ فِيْهِمْ عَلٰى طُوْلِ دُؤُوْ
بِهِمْ وَلَمْ تَغِضْ رَغَبَاتُهُمْ
فَيُخَالِفُوْا عَنْ رَجَاءِ رَبِّهِمْ
وَلَمْ تَجِفَّ لِطُوْلِ الْمُنَاجَاةِ
اَسَلَاتُ اَلْسِنَتِهِمْ وَلَا
مَلَكَتْهُمُ الْاَشْغَالُ فَتَنْقَطِعَ
بِهَمْسِ الْجُؤَارِ اِلَيْهِ اَصْوَاتُهُمْ
وَلَمْ تَخْتَلِفْ فِيْ مَقَاوِمِ الطَّاعَةِ
مَنَاكِبُهُمْ - وَلَمْ يَثْنُوْا اِلٰى
رَاحَةِ التَّقْصِيْرِ فِيْ اَمْرِهٖ رِقَابَهُمْ
وَلَا تَعْدُوْ عَلٰى عَزِيْمَةِ جِدِّهِمْ
بَلَادَةُ الْغَفَلَاتِ وَلَا تَنْتَضِلُ
فِيْ هِمَمِهِمْ خَدَائِعُ الشَّهَوَاتِ
قَدِ اتَّخَذُوْا ذَا الْعَرْشِ ذَخِيْرَةً
لِيَوْمِ فَاقَتِهِمْ - وَيَمَّمُوْهُ
عِنْدَ انْقِطَاعِ الْخَلْقِ اِلَى
الْمَخْلُوْقِيْنَ بِرَغْبَتِهِمْ لَا
يَقْطَعُوْنَ اَمَدَ غَايَةِ عِبَادَتِهٖ
وَلَا يَرْجِعُ بِهِمُ الْاِسْتِهْتَارُ
بِلُزُوْمِ طَاعَتِهٖ اِلَّا اِلٰى مَوَادَّ
مِنْ قُلُوْبِهِمْ غَيْرِ مُنْقَطِعَةٍ مِنْ
رَجَائِهٖ وَمَخَافَتِهٖ - لَمْ تَنْقَطِعْ

ہیں اور اس کی محبت کے سیراب کرنے والے جام سے سرشار ہیں۔ اور ان کے دلوں کی تہ میں اس کا خوف جڑ پکڑ چکا ہے، تو انھوں نے لمبی چوڑی عبادتوں سے اپنی سیدھی کمریں ٹیڑھی کر لی ہیں اور ہمہ وقت اسی کی طلب میں لگے رہنے کے باوجود ان کے تضرع و عاجزی کے ذخیرے ختم نہیں ہوتے اور قربِ الٰہی کی بلندیوں کے باوجود خوف و خشوع کے پھندے اُن (کے گلے) سے نہیں اُترتے۔ نہ ان میں کبھی خود پسندی پیدا ہوتی ہے کہ وہ اپنے گزشتہ اعمال کو زیادہ خیال کرنے لگیں اور نہ جلالِ پروردگار کے سامنے ان کے عجز و انکسار نے یہ موقع آنے دیا ہے کہ وہ اپنی نیکیوں کو بڑا سمجھ سکیں۔ ان میں مسلسل تعب اُٹھانے کے باوجود بھی سستی نہیں آنے پاتی، اور نہ ان کی طلب و رغبت میں کبھی کمی پیدا ہوتی ہے کہ وہ اپنے پالنے والے کے توقعات سے روگرداں ہو جائیں اور نہ مسلسل مناجاتوں سے ان کی زبان کی نوکیں خشک ہوتی ہیں اور نہ کبھی ایسا ہوا ہے کہ وہ دوسرے اشغال کی وجہ سے تضرع و زاری کی آوازوں کو دھیما کر لیں اور نہ عبادت کی صفوں میں اُن کے شانے آگے پیچھے ہو جاتے ہیں اور نہ وہ آرام و راحت کی خاطر اس کے احکام کی تعمیل میں کوتاہی کر کے اپنی گردنوں کو اِدھر سے اُدھر کرتے ہیں نہ اُن کی کوششوں کے عزم پر غفلت کی نادانیاں حملہ آور ہوتی ہیں، اور نہ اُن کی (بلند) ہمتوں میں فریب دینے والے وسوسوں کا گزر ہوتا ہے۔ انھوں نے احتیاج کے دن کے لیے صاحبِ عرش کو اپنا ذخیرہ

أَسْبَابُ الشَّفَقَةِ مِنْهُمْ - فَيَنُوا
فِي جِدِّهِمْ وَلَمْ تَأْسِرْهُمُ
الْأَطْمَاعُ فَيُؤْثِرُوا وَشِيكَ
السَّعْيِ عَلَى اجْتِهَادِهِمْ - وَلَمْ
يَسْتَعْظِمُوا مَا مَضَى مِنْ
أَعْمَالِهِمْ - وَلَوِ اسْتَعْظَمُوا
ذٰلِكَ لَنَسَخَ الرَّجَاءُ مِنْهُمْ شَفَقَاتِ
وَجَلِهِمْ - وَلَمْ يَخْتَلِفُوا فِي
رَبِّهِمْ بِاسْتِحْوَاذِ الشَّيْطَانِ
عَلَيْهِمْ - وَلَمْ يُفَرِّقْهُمْ سُوءُ
التَّقَاطُعِ - وَلَا تَوَلَّاهُمْ غِلُّ
التَّحَاسُدِ - وَلَا شَعَبَتْهُمْ
مَصَارِفُ الرِّيَبِ وَلَا اقْتَسَمَتْهُمْ
أَخْيَافُ الْهِمَمِ - فَهُمْ أُسَرَاءُ
إِيمَانٍ - لَمْ يَفُكَّهُمْ مِنْ
رِبْقَتِهِ زَيْغٌ وَلَا عُدُولٌ وَ
لَا وَنًى وَلَا فُتُورٌ - وَلَيْسَ فِي
أَطْبَاقِ السَّمَاءِ مَوْضِعُ إِهَابٍ
إِلَّا وَعَلَيْهِ مَلَكٌ سَاجِدٌ أَوْ
سَاعٍ حَافِدٌ - يَزْدَادُونَ عَلَى
طُولِ الطَّاعَةِ بِرَبِّهِمْ عِلْمًا
وَتَزْدَادُ عِزَّةُ رَبِّهِمْ فِي
قُلُوبِهِمْ عِظَمًا - (وَمِنْهَا) فِي
صِفَةِ الْأَرْضِ وَدَحْوِهَا عَلَى
الْمَاءِ كَبَسَ الْأَرْضَ عَلَى مَوْرِ أَمْوَاجٍ

بنا رکھا ہے، اور جب دوسرے لوگ مخلوقات کی طرف اپنی خواہشوں کو لے کر بڑھتے ہیں تو یہ بس اُسی سے لو لگاتے ہیں۔ وہ اُس کی عبادت کی انتہا کو نہیں پہنچ سکتے انہیں عبادت کا والہانہ شوق (کسی اور طرف لے جانے کے بجائے) ان کی قلبی امید و بیم کے ان ہی سرچشموں کی طرف لے جاتا ہے، جن کے سوتے کبھی موقوف نہیں ہوتے خوف کھانے کے وجوہ ختم نہیں ہوئے کہ وہ اپنی کوششوں میں سستی کریں اور نہ دنیا کے طمعوں نے انہیں جکڑ رکھا ہے کہ وہ دنیا کے لیے وقتی کوششوں کو اپنی اس جد و جہد پر ترجیح دیں اور نہ اُنھوں نے اپنے سابقہ اعمال کو کبھی بڑا سمجھا ہے، اور اگر بڑا سمجھتے تو پھر اُمیدیں خوفِ خدا کے اندیشوں کو اُن (کے صفحۂ دل) سے مٹا دیتیں۔ اور نہ شیطان کے ورغلانے سے ان میں باہم اپنے پروردگار کے متعلق کبھی کوئی اختلاف پیدا ہوا، اور نہ ایک دوسرے کے کٹنے (اور بگاڑ پیدا کرنے) کی وجہ سے پراگندہ و متفرق ہوئے، اور نہ آپس میں حسد رکھنے کے سبب سے ان کے دلوں میں کینہ و بغض پیدا ہوا اور نہ شک و شبہات میں پڑنے کی وجہ سے تتر بتر ہوئے۔ اور نہ پست ہمتیوں نے ان پر کبھی قبضہ کیا۔ وہ ایمان کے پابند ہیں، انہیں اس کے بندھنوں سے کجی، رُوگردانی، سستی یا کاہلی نے کبھی نہیں چھڑایا۔ سطحِ آسمان پر کھال کے برابر بھی ایسی جگہ نہیں کہ جہاں کوئی سجدہ کرنے والا فرشتہ یا تیزی سے

مُسْتَفْحِلَةٍ - وَلُجَجِ بِحَارٍ زَاخِرَةٍ
تَلْتَطِمُ أَوَاذِيُّ أَمْوَاجِهَا وَ
تَصْطَفِقُ مُتَقَاذِفَاتُ أَثْبَاجِهَا
وَتَرْغُو زَبَدًا كَالْفُحُولِ عِنْدَ
هِيَاجِهَا - فَخَضَعَ جِمَاحُ الْمَاءِ
الْمُتَلَاطِمِ لِثِقَلِ حَمْلِهَا وَسَكَنَ
هَيْجُ ارْتِمَائِهِ إِذْ وَطِئَتْهُ
بِكَلْكَلِهَا - وَذَلَّ مُسْتَخْذِيًا
إِذَا تَمَعَّكَتْ عَلَيْهِ بِكَوَاهِلِهَا
فَأَصْبَحَ بَعْدَ اصْطِخَابِ أَمْوَاجِهِ
سَاجِيًا مَقْهُورًا - وَفِي حَكَمَةِ الذُّلِّ
مُنْقَادًا أَسِيرًا - وَسَكَنَتِ الْأَرْضُ
مَدْحُوَّةً فِي لُجَّةِ تَيَّارِهِ - وَرَدَّتْ
مِنْ نَخْوَةِ بَأْوِهِ وَاعْتِلَائِهِ
وَشُمُوخِ أَنْفِهِ وَسُمُوِّ غُلَوَائِهِ
وَكَعَمَتْهُ عَلَى كِظَّةِ جَرْيَتِهِ
فَهَمَدَ بَعْدَ نَزَقَاتِهِ وَلَبَدَ
بَعْدَ زَيَفَانِ وَثَبَاتِهِ فَلَمَّا سَكَنَ
هِيَاجُ الْمَاءِ مِنْ تَحْتِ أَكْنَافِهَا
وَحَمَلَ شَوَاهِقَ الْجِبَالِ الشُّمَّخِ
الْبُذَّخِ عَلَى أَكْتَافِهَا فَجَّرَ يَنَابِيعَ
الْعُيُونِ مِنْ عَرَانِينِ أُنُوفِهَا - وَ
فَرَّقَهَا فِي سُهُوبِ بِيدِهَا وَأَخَادِيدِهَا
وَعَدَّلَ حَرَكَاتِهَا بِالرَّاسِيَاتِ مِنْ
جَلَامِيدِهَا وَذَوَاتِ الشَّنَاخِيبِ

تنگ و دو کرنے والا ملک نہ ہو، پروردگار کی اطاعت کے بڑھنے سے ان کے علم میں زیادتی ہی ہوتی رہتی ہے اور ان کے دلوں میں اس کی عزت کی عظمت و جلالت بڑھتی ہی جاتی ہے۔

اسی خطبہ کا ایک حصہ یہ ہے ''جس میں زمین اور اس کے پانی پر بچھائے جانے کی کیفیت بیان فرمائی ہے'':

(اللہ نے) زمین کو تہ و بالا ہونے والی مہیب لہروں اور بھرپور سمندروں کی انتھاہ گہرائیوں کے اوپر پاٹا جہاں موجیں موجوں سے ٹکرا کر تھپیڑے کھاتی تھیں اور لہریں لہروں کو دھکیل کر گونج اٹھتی تھیں اور اس طرح پھین دے رہی تھیں۔ جس طرح مستی و ہیجان کے عالم میں نر اونٹ۔ چنانچہ اس متلاطم پانی کی طغیانیاں زمین کے بھاری بوجھ کے دباؤ سے فرو ہو گئیں، اور جب اس نے اپنا سینہ اس پر ٹیک کر اسے روندا تو سارا جوش و خروش ٹھنڈا پڑ گیا اور جب اپنے شانے ٹکا کر اس پر لوٹی، تو وہ ذلتوں اور خواریوں کے ساتھ رام ہو گیا۔ کہاں تو اس کی موجیں دندنا رہی تھیں کہ اب عاجز و بے بس ہو کر تھم گیا، اور ذلت کی لگاموں میں اسیر ہو کر مطیع ہو گیا، اور زمین اس طوفان خیز پانی کے گہراؤ میں اپنا دامن پھیلا کر ٹھہر گئی اور اس کے اٹھلانے اور سر اٹھانے کے غرور اور تکبر سے ناک اوپر چڑھانے اور بہاؤ میں تفوق و سربلندی دکھانے کا خاتمہ کر دیا اور اس کی روانی کی بے اعتدالیوں پر ایسے بند باندھے کہ وہ اچھلنے کودنے کے بعد (بالکل بے دم) ہو کر ٹھہر

الشُّمِّ مِنْ صَيَاخِيدِهَا - فَسَكَنَتْ
مِنَ الْمَيَدَانِ لِرُسُوبِ الْجِبَالِ
فِيْ قِطَعِ اَدِيْمِهَا - وَتَغَلْغُلِهَا
مُتَسَرِّبَةً فِيْ جَوْبَاتِ خَيَاشِيْمِهَا
وَرُكُوْبِهَا اَعْنَاقَ سُهُوْلِ الْاَرَضِيْنَ
وَجَرَاثِيْمِهَا وَفَسَحَ بَيْنَ الْجَوِّ
وَبَيْنَهَا - وَاَعَدَّ الْهَوَاءَ مُتَنَسَّمًا
لِسَاكِنِهَا - وَاَخْرَجَ اِلَيْهَا اَهْلَهَا
عَلٰى تَمَامِ مَرَافِقِهَا ثُمَّ لَمْ يَدَعْ
جُرُزَ الْاَرْضِ الَّتِيْ تَقْصُرُ مِيَاهُ
الْعُيُوْنِ عَنْ رَوَابِيْهَا وَلَا تَجِدُ
جَدَاوِلُ الْاَنْهَارِ ذَرِيْعَةً اِلٰى
بُلُوْغِهَا حَتّٰى اَنْشَاَ لَهَا نَاشِئَةَ
سَحَابٍ تُحْيِيْ مَوَاتَهَا وَتَسْتَخْرِجُ
نَبَاتَهَا - اَلَّفَ غَمَامَهَا بَعْدَ
افْتِرَاقِ لُمَعِهٖ وَتَبَايُنِ قَزَعِهٖ
حَتّٰى اِذَا تَمَخَّضَتْ لُجَّةُ الْمُزْنِ
فِيْهِ - وَالْتَمَعَ بَرْقُهٗ فِيْ كُفَفِهٖ
وَلَمْ يَنَمْ وَمِيْضُهٗ فِيْ كَنَهْوَرِ
رَبَابِهٖ وَمُتَرَاكِمِ سَحَابِهٖ
اَرْسَلَهٗ سَحًّا مُتَدَارِكًا - قَدْ اَسَفَّ
هَيْدَبُهٗ، تَمْرِيْهِ الْجَنُوْبُ دِرَرَ اَهَا
ضِيْبِهٖ وَدُفَعَ شَآبِيْبِهٖ - فَلَمَّا
اَلْقَتِ السَّحَابُ بَرْكَ بِوَانَيْهَا، وَ
بَعَاعَ مَا اسْتَقَلَّتْ بِهٖ مِنَ

گیا اور جست و خیز کی سرمستیاں دکھا کر تھم گیا۔ جب
اس کے کناروں کے نیچے پانی کی طغیانی کا زور و شور
سکون پذیر ہُوا۔ اور اس کے کاندھوں پر اونچے اونچے
اور چوڑے چکلے پہاڑوں کا بوجھ لد گیا، تو (اللہ نے)
اس کی ناک کے بانسوں سے پانی کے چشمے جاری کر دیئے
جنھیں دُور و دراز جنگلوں اور کھدے ہوئے گڑھوں
میں پھیلا دیا۔ اور پتھروں کی مضبوط چٹانوں اور بلند
چوٹیوں والے پتھریلے پہاڑوں سے اس کی حرکت میں
اعتدال پیدا کیا۔ چنانچہ اس کی سطح کے مختلف حصوں
میں پہاڑوں کے ڈوب جانے اور اس کی گہرائیوں کی
تہ میں گھس جانے اور اس کے ہموار حصوں کی بلندیوں
اور پست سطحوں پر سوار ہو جانے کی وجہ سے اس کی
تھرتھراہٹ جاتی رہی اور اللہ نے زمین سے لے کر فضائے
بسیط تک پھیلاؤ اور وُسعت رکھی اور اس میں رہنے
والوں کو سانس لینے کو ہوا مہیا کی اور اس میں بسنے والوں
کو ان کی تمام ضروریات کے ساتھ ٹھہرایا، پھر اُس نے
چٹیل زمینوں کو کہ جن کی بلندیوں تک نہ چشموں کا پانی
پہنچ سکتا ہے اور نہ نہروں کے نالے وہاں تک پہنچنے کا
کوئی ذریعہ رکھتے ہیں۔ یُونہی نہیں رہنے دیا، بلکہ ان کے
لیے ہوا پر اُٹھنے والی گھٹائیں پیدا کیں جو مُردہ زمین میں
زندگی کی لہریں دوڑا دیتی ہیں اور اس سے گھاس پات
اُگاتی ہیں، اُس نے ابر کی بکھری ہوئی چمکیلی ٹکڑیوں اور
پراگندہ بدلیوں کو ایک جا کر کے ابر محیط بنایا، اور جب اس
کے اندر پانی کے ذخیرے حرکت میں آگئے اور اس کے کناروں
میں بجلیاں تڑپنے لگیں اور برق کی چمک سفید ابروں کی

العبء المحمول عليها أخرج
به من هوامد الأرض النبات و
من زعر الجبال الأعشاب فهي
تبهج بزينة رياضها و
تزدهي بما ألبسته من
ريط أزاهيرها وحلية ما
سمطت به من ناضر أنوارها
وجعل ذلك بلاغا للأنام
ورزقا للأنعام - وخرق الفجاج
في آفاقها وأقام المنار
للسالكين على جواد طرقها
فلما مهد أرضه وأنفذ
أمره اختار آدم عليه السلام
خيرة من خلقه وجعله أول
جبلته وأسكنه جنته و
أرغد فيها أكله، وأوعز
إليه فيما نهاه عنه - وأعلمه
أن في الإقدام عليه التعرض
لمعصيته - والمخاطرة
بمنزلته - فأقدم على ما نهاه
موافاة لسابق علمه فأهبطه
بعد التوبة ليعمر أرضه
بنسله وليقيم الحجة به
على عباده - ولم يخلهم بعد
أن قبضه مما يؤكد عليهم

تہوں اور گھنے بادلوں کے اندر مسلسل جاری رہی تو اللہ
نے انھیں موسلا دھار برسنے کے لیے بھیج دیا۔ اس طرح
کہ اس کے پانی سے بھرے ہوئے بوجھل ٹکڑے زمین پر
منڈلا رہے تھے اور جنوبی ہوائیں انھیں مسل مسل کر برسنے
والے مینہ کی بوندیں اور ایکدم ٹوٹ پڑنے والی بارش کے
جھالے برسا رہی تھیں۔ جب بادلوں نے اپنا سینہ ہاتھ
پیروں سمیت زمین پر ٹیک دیا اور پانی کا سارا لدا ہوا
بوجھ اس پر پھینک دیا، تو اللہ نے افتادہ زمینوں سے
سرسبز کھیتیاں اگائیں اور خشک پہاڑوں پر ہرا بھرا
سبزہ پھیلا دیا۔ زمین بھی اپنے مرغزاروں کے بناؤ سنگار
سے خوش ہو کر جھومنے لگی اور ان شگوفوں کی اوڑھنیوں
سے جو اُسے اوڑھادی گئی تھیں اور ان شگفتہ و شاداب
کلیوں کے زیوروں سے جو اُسے پہنا دیے گئے تھے،
اترانے لگی۔ اللہ نے ان چیزوں کو لوگوں کی زندگی کا وسیلہ
اور چوپاؤں کا رزق قرار دیا ہے اور اسی نے زمین کی
سمتوں میں کشادہ راستے نکالے ہیں، اور اس کی
شاہراہوں پر چلنے والوں کے لیے روشنی کے مینار نصب
کیے ہیں۔ جب اللہ نے فرشِ زمین بچھا لیا اور اپنا کام
پورا کر لیا تو آدم علیہ السلام کو دوسری مخلوق کے مقابلہ
میں برگزیدہ ہونے کی وجہ سے منتخب کر لیا اور انھیں
نوعِ انسانی کی فردِ اوّل قرار دیا۔ اور انھیں اپنی جنت
میں ٹھہرایا۔ جہاں دل کھول کر اُن کے کھانے پینے کا
انتظام کیا اور جس سے منع کرنا تھا۔ اس سے پہلے ہی
خبردار کر دیا تھا، اور یہ بتا دیا تھا کہ اُس کی طرف قدم
بڑھانے میں عدولِ حکمی کی آلائش ہے اور اپنے مرتبہ کو

حُجَّةَ رُبُوبِيَّتِهِ - وَيَصِلُ
بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَعْرِفَتِهِ ، بَلْ
تَعَاهَدَهُمْ بِالْحُجَجِ عَلَى اَلْسُنِ
الْخِيَرَةِ مِنْ اَنْبِيَائِهِ ، وَمُتَحَمِّلِي
وَدَائِعِ رِسَالَاتِهِ قَرْنًا فَقَرْنًا
حَتّٰى تَمَّتْ بِنَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَاٰلِهِ وَسَلَّمَ حُجَّتُهُ ، وَبَلَغَ
الْمَقْطَعَ عُذْرُهُ وَنُذُرُهُ وَقَدَّرَ
الْاَرْزَاقَ فَكَثَّرَهَا وَقَلَّلَهَا - وَقَسَّمَهَا
عَلَى الضِّيقِ وَالسَّعَةِ فَعَدَلَ فِيهَا
لِيَبْتَلِيَ مَنْ اَرَادَ بِمَيْسُورِهَا وَ
مَعْسُورِهَا - وَلِيَخْتَبِرَ بِذٰلِكَ
الشُّكْرَ وَالصَّبْرَ مِنْ غَنِيِّهَا
وَفَقِيرِهَا - ثُمَّ قَرَنَ بِسَعَتِهَا
عَقَابِيلَ فَاقَتِهَا ، وَبِسَلَامَتِهَا
طَوَارِقَ آفَاتِهَا ، وَبِفُرَجِ
اَفْرَاحِهَا غُصَصَ اَتْرَاحِهَا - وَ
خَلَقَ الْاٰجَالَ فَاَطَالَهَا وَقَصَّرَهَا
وَقَدَّمَهَا وَاَخَّرَهَا - وَوَصَلَ
بِالْمَوْتِ اَسْبَابَهَا - وَجَعَلَهُ خَالِجًا
لِاَشْطَانِهَا وَقَاطِعًا لِمَرَائِرِ
اَقْرَانِهَا - عَالِمُ السِّرِّ مِنْ
ضَمَائِرِ الْمُضْمِرِينَ وَنَجْوَى
الْمُتَخَافِتِينَ - وَخَوَاطِرِ رَجْمِ
الظُّنُونِ ، وَعُقَدِ عَزِيمَاتِ

خطرہ میں ڈالنا ہے۔ لیکن جس چیز سے انھیں روکا تھا۔ انھوں نے اُسی کا رُخ کیا جیسا کہ پہلے ہی سے اس کے علم میں تھا۔ چنانچہ توبہ کے بعد انھیں جنت سے نیچے اُتار دیا، تاکہ اپنی زمین کو ان کی اولاد سے آباد کرے اور ان کے ذریعے بندوں پر حجت پیش کرے۔ اللہ نے آدمؑ کو اُٹھا لینے کے بعد بھی اپنی مخلوق کو ایسی چیزوں سے خالی نہیں رکھا جو اس کی ربوبیت کی دلیلوں کو مضبوط کرتی رہیں اور بندوں کے لیے اس کی معرفت کا ذریعہ بنی رہیں اور یکے بعد دیگرے ہر دور میں وہ اپنے برگزیدہ نبیوں اور رسالت کے امانتداروں کی زبانوں سے حجت کے پہنچانے کی تجدید کرتا رہا۔ یہاں تک کہ ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ وہ حجت (پوری طرح) تمام ہوگئی اور حجت پورا کرنا اور ڈرا دیا جانا اپنے نقطۂ اختتام کو پہنچ گیا۔ اس نے روزیاں مقرر کر رکھی ہیں۔ (کسی کے لیے) زیادہ اور (کسی کے لیے) کم اور اس کی تقسیم میں کہیں تنگی رکھی ہے اور کہیں فراخی اور یہ بالکل عدل کے مطابق تھا۔ اس طرح کہ اُس نے جس جس صورت سے چاہا امتحان لیا ہے۔ رزق کی آسانی یا دشواری کے ساتھ اور مال دار اور فقیر کے شکر اور صبر کو جانچا ہے۔ پھر اس نے رزق کی فراخیوں کے ساتھ فقر و فاقہ کے خطرے اور اس کی سلامتیوں میں نت نئی آفتوں کے دھڑکے اور فراخی و وُسعت کی شادمانیوں کے ساتھ غم و غصہ کے گلوگیر پھندے بھی لگا رکھے ہیں۔ اُس نے زندگی کی (مختلف) مدتیں مقرر کی ہیں۔ کسی کو زیادہ اور کسی کو کم، کسی کو آگے اور کسی کو پیچھے کر دیا ہے اور ان مدتوں کی رسیوں کی موت سے گرہ

الْيَقِيْنِ. وَمَسَارِقِ إِيمَاضِ
الْجُفُوْنِ، وَمَا ضَمِنَتْهُ أَكْنَانُ
الْقُلُوْبِ وَغَيَابَاتُ الْغُيُوْبِ، وَ
مَا أَصْغَتْ لِاسْتِرَاقِهِ مَصَائِخُ
الْأَسْمَاعِ، وَمَصَائِفِ الذَّرِّ
وَمَشَاتِي الْهَوَامِّ وَرَجْعِ الْحَنِيْنِ
مِنَ الْمُوْلَهَاتِ وَهَمْسِ الْأَقْدَامِ
وَمُنْفَسَحِ الثَّمَرَةِ مِنْ وَلَائِجِ
غُلُفِ الْأَكْمَامِ، وَمُنْقَمَعِ الْوُحُوْشِ
مِنْ غِيْرَانِ الْجِبَالِ وَأَوْدِيَتِهَا
وَمُخْتَبَاءِ الْبَعُوْضِ بَيْنَ سُوْقِ
الْأَشْجَارِ وَأَلْحِيَتِهَا، وَمَغْرِزِ
الْأَوْرَاقِ مِنَ الْأَفْنَانِ، وَمَحَطِّ
الْأَمْشَاجِ مِنْ مَسَارِبِ الْأَصْلَابِ
وَنَاشِئَةِ الْغُيُوْمِ وَمُتَلَاحِمِهَا
وَدُرُوْرِ قَطْرِ السَّحَابِ فِي
مُتَرَاكِمِهَا. وَمَا تَسْفِي الْأَعَاصِيْرُ
بِذُيُوْلِهَا وَتَعْفُو الْأَمْطَارُ
بِسُيُوْلِهَا وَعَوْمِ نَبَاتِ الْأَرْضِ
فِي كُثْبَانِ الرِّمَالِ، وَمُسْتَقَرِّ
ذَوَاتِ الْأَجْنِحَةِ بِذُرَى
شَنَاخِيْبِ الْجِبَالِ وَتَغْرِيْدِ ذَوَاتِ
الْمَنْطِقِ فِي دَيَاجِيْرِ الْأَوْكَارِ،
وَمَا أَوْعَبَتْهُ الْأَصْدَافُ، وَ
حَضَنَتْ عَلَيْهِ أَمْوَاجُ الْبِحَارِ

لگا دی ہے اور وہ موت ان کو کھینچے لیے جاتی ہے اور اُن کے مضبوط رشتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کیے دیتی ہے۔

وہ بھید چھپانے والوں کی نیتوں، کھسر پھسر کرنے والوں کی سرگوشیوں، مظنون اور بے بنیاد خیالوں دل میں جمے ہوئے یقینی ارادوں، پلکوں (کے نیچے) نکھیوں کے اشاروں، دل کی تہوں اور غیب کی گہرائیوں میں چھپی ہوئی چیزوں کو جانتا ہے اور (ان آوازوں کا سننے والا ہے) جن کو کان لگا کر سننے کے لیے کانوں کے سوراخوں کو جھکنا پڑتا ہے اور چیونٹیوں کے موسم گرما کے مسکنوں اور حشرات الارض کے موسم سرما بسر کرنے کے مقاموں سے آگاہ ہے اور پسر مردہ عورتوں کے (درد بھرے) نالوں کی گونج اور قدموں کی چاپ کا سننے والا ہے اور سبز پتیوں کے غلافوں کے اندرونی خولوں میں پھلوں کے نشوونما پانے کی جگہوں اور پہاڑوں کی کھوؤں اور اُن کے نشیبوں وحشی جانوروں کی پناہ گاہوں اور درختوں کے تنوں اور اُن کے چھلکوں میں مچھروں کے سر چھپانے کے سوراخوں اور شاخوں میں پتیوں کے پھوٹنے کی جگہوں اور صلب کی گذرگاہوں میں نطفوں کے ٹھکانوں اور زمین سے اٹھنے والے ابر کے ٹکوں اور آپس میں جڑے ہوئے بادلوں اور تہ بہ تہ جمے ہوئے ابروں سے ٹپکنے والے بارش کے قطروں سے باخبر ہے۔ اور ریگ (بیابان) کے ذرے جنھیں بادبگولوں نے اپنے دامنوں سے اڑایا ہے۔ اور وہ نشانات جنھیں بارشوں کے سیلابوں نے مٹا ڈالا ہے اس کے علم میں ہیں اور ریت کے ٹیلوں پر زمین کے کیڑوں کے چلنے پھرنے اور سر بلند پہاڑوں کی

وَمَا غَشِيَتْهُ سُدْفَةُ لَيْلٍ أَوْ
ذَرَّ عَلَيْهِ شَارِقُ نَهَارٍ۔ وَمَا
اُعْتَقَبَتْ عَلَيْهِ أَطْبَاقُ الدَّيَاجِيرِ
وَسُبُحَاتُ النُّوْرِ۔ وَأَثَرِ كُلِّ
خَطْوَةٍ۔ وَحِسِّ كُلِّ حَرَكَةٍ وَ
رَجْعِ كُلِّ كَلِمَةٍ۔ وَتَحْرِيكِ كُلِّ
شَفَةٍ، وَمُسْتَقَرِّ كُلِّ نَسَمَةٍ
وَمِثْقَالِ كُلِّ ذَرَّةٍ، وَهَمَاهِمِ
كُلِّ نَفْسٍ هَامَّةٍ۔ وَمَا عَلَيْهَا مِنْ
ثَمَرِ شَجَرَةٍ، أَوْ سَاقِطِ وَرَقَةٍ
أَوْ قَرَارَةِ نُطْفَةٍ أَوْ نُقَاعَةِ دَمٍ
وَمُضْغَةٍ۔ أَوْ نَاشِئَةِ خَلْقٍ
وَسُلَالَةٍ۔ لَمْ تَلْحَقْهُ فِي ذَالِكَ
كُلْفَةٌ۔ وَلَا اعْتَرَضَتْهُ فِي حِفْظِ
مَا ابْتَدَعَهُ مِنْ خَلْقِهِ عَارِضَةٌ
وَلَا اعْتَوَرَتْهُ فِي تَنْفِيذِ الْأُمُورِ
وَتَدَابِيرِ الْمَخْلُوقِينَ مَلَالَةٌ
وَلَا فَتْرَةٌ۔ بَلْ نَفَذَهُمْ
عِلْمُهُ، وَأَحْصَاهُمْ عَدُّهُ، وَوَسِعَهُمْ
عَدْلُهُ۔ وَغَمَرَهُمْ فَضْلُهُ، مَعَ
تَقْصِيرِهِمْ عَنْ كُنْهِ مَا هُوَ أَهْلُهُ
اَللّٰهُمَّ أَنْتَ أَهْلُ الْوَصْفِ
الْجَمِيلِ وَالتَّعْدَادِ الْكَثِيرِ
إِنْ تُؤَمَّلْ فَخَيْرُ مَأْمُولٍ، وَإِنْ
تُرْجَ فَأَكْرَمُ مَرْجُوٍّ۔ اَللّٰهُمَّ وَ

چوٹیوں پہ بال و پَر رکھنے والے طائروں کے نشیمنوں اور
گھونسلوں کی اندھیاریوں میں چھپانے والے پرندوں
کے نغموں کو جانتا ہے اور جن چیزوں کو سیپیوں نے سمیٹ
رکھا ہے اور جن چیزوں کو دریا کی موجیں اپنے پہلو کے
نیچے دبائے ہوئے ہیں اور جن کو رات (کی تاریک چادروں)
نے ڈھانپ رکھا ہے اور جن پر دن کے سورج نے اپنی
کرنوں سے نور بکھیرا ہے، اور جن پر کبھی ظلمت کی تہیں
جم جاتی ہیں اور کبھی نور کے دھارے بہہ نکلتے ہیں پہچانتا
ہے۔ وہ ہر قدم کا نشان، ہر چیز کی حس و حرکت، ہر
لفظ کی گونج، ہر ہونٹ کی جنبش، ہر جاندار کا ٹھکانا،
ہر ذرّے کا وزن اور ہر جی دار کی سسکیوں کی آواز
اور جو کچھ بھی اس زمین پر ہے، سب اِس کے علم میں ہے
وُہ درختوں کا پھل ہو یا ٹوٹ کر گرنے والا پتہ، یا نطفے
یا منجمد خون کا ٹھکانا اور لوتھڑا یا (اس کے بعد) بننے
والی مخلوق اور پیدا ہونے والا بچہ (ان چیزوں کے
جاننے میں) اسے کلفت و تعب اٹھانا نہیں پڑی اور نہ
اُسے اپنی مخلوق کی حفاظت میں کوئی رکاوٹ درپیش ہوئی
اور نہ اُسے اپنے احکام کے چلانے اور مخلوقات کا انتظام
کرنے سے سستی اور تھکن لاحق ہوئی بلکہ اس کا علم تو
ان چیزوں کے اندر تک اُترا ہوا ہے اور ایک ایک
چیز اُس کے شمار میں ہے۔ اس کا عدل ہمہ گیر، اور اُس
کا فضل سب کے شاملِ حال ہے، اور اُس کے ساتھ
وہ اُس کے شایان شان حق کی ادائیگی سے قاصر ہیں۔
اے خدا! تو ہی توصیف و ثنا اور انتہائی درجہ
تک سراہے جانے کا مستحق ہے۔ اگر تجھ سے آس لگائی

قَدْ بَسَطْتَ لِيْ فِيْمَا لَا اَمْدَحُ بِهٖ غَيْرَكَ، وَلَا اُثْنِيْ بِهٖ عَلٰى اَحَدٍ سِوَاكَ، وَلَا اُوَجِّهُهٗ اِلٰى مَعَادِنِ الْخَيْبَةِ وَمَوَاضِعِ الرِّيْبَةِ، وَعَدَلْتَ بِلِسَانِيْ عَنْ مَدَائِحِ الْاٰدَمِيِّيْنَ، وَالثَّنَآءِ عَلَى الْمَرْبُوْبِيْنَ الْمَخْلُوْقِيْنَ. اَللّٰهُمَّ وَلِكُلِّ مُثْنٍ عَلٰى مَنْ اَثْنٰى عَلَيْهِ مَثُوْبَةٌ مِّنْ جَزَآءٍ، اَوْ عَارِفَةٌ مِّنْ عَطَآءٍ، وَقَدْ رَجَوْتُكَ دَلِيْلًا عَلٰى ذَخَآئِرِ الرَّحْمَةِ وَكُنُوْزِ الْمَغْفِرَةِ. اَللّٰهُمَّ وَهٰذَا مَقَامُ مَنْ اَفْرَدَكَ بِالتَّوْحِيْدِ الَّذِيْ هُوَ لَكَ، وَلَمْ يَرَ مُسْتَحِقًّا لِّهٰذِهِ الْمَحَامِدِ وَالْمَمَادِحِ غَيْرَكَ، وَبِيْ فَاقَةٌ اِلَيْكَ لَا يَجْبُرُ مَسْكَنَتَهَا اِلَّا فَضْلُكَ، وَلَا يَنْعَشُ مِنْ خَلَّتِهَا اِلَّا مَنُّكَ وَجُوْدُكَ، فَهَبْ لَنَا فِيْ هٰذَا الْمَقَامِ رِضَاكَ، وَاَغْنِنَا عَنْ مَدِّ الْاَيْدِيْ اِلٰى سِوَاكَ، اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ.

جائے، تو تُو دلوں کی بہترین ڈھارس ہے اور اگر تجھ سے اُمیدیں باندھی جائیں، تو تُو بہترین سرچشمۂ اُمید ہے۔ تُو نے مجھے ایسی قوتِ بیان بخشی ہے کہ جس سے تیرے علاوہ کسی کی مدح اور ستائش نہیں کرتا ہوں، اور میں اپنی مدح کا رُخ کبھی ان لوگوں کی طرف نہیں موڑنا چاہتا، جو نااُمیدیوں کا مرکز اور بدگمانیوں کے مقامات ہیں۔ میں نے اپنی زبان کو انسانوں کی مدح اور پروردہ مخلوق کی تعریف و ثنا سے ہٹا لیا ہے۔ بارِالٰہا! ہر ثنا گُستر کے لیے اپنے ممدُوح پر انعام و اکرام اور عطا و بخشش پانے کا حق ہوتا ہے اور میں تجھ سے اُمید لگائے بیٹھا ہوں یہ کہ تو رحمت کے ذخیروں اور مغفرت کے خزانوں کا پتہ دینے والا ہے۔ خدایا! یہ تیرے سامنے وہ شخص کھڑا ہے جس نے تیری توحید و یکتائی میں تجھے منفرد مانا ہے اور ان ستائشوں اور تعریفوں کا تیرے علاوہ کسی کو اہل نہیں سمجھا۔ میری احتیاج تجھ سے وابستہ ہے۔ تیری ہی بخششوں اور کامرانیوں سے اِس کی بے نوائی کا علاج ہو سکتا ہے اور اس کے فقر و فاقہ کو تیرا ہی جود و احسان سہارا دے سکتا ہے۔ ہمیں تو اسی جگہ پر اپنی خوشنودیاں بخش دے اور دُوسروں کی طرف دستِ طلب بڑھانے سے بے نیاز کر دے۔ تُو ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

---

[1] اِس خطبہ کا نام "خطبۂ اشباح" ہے۔ اشباح شبح کی جمع ہے جس کے معنی ڈھانچے کے ہوتے ہیں۔ چونکہ اس میں ملائکہ اور مختلف قسم کے پیکروں کا تذکرہ ہے۔ اِس لیے اِس نام سے موسُوم کیا گیا ہے۔

مسعدہ ابن صدقہ عبدی نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جب حضرتؑ سائل کے سوال پر برہم ہوئے

18

تو مسجدِ کوفہ میں ایک جمِ غفیر کے سامنے یہ خطبہ دیا۔ سائل پر برہم ہونے کی وجہ یہ تھی کہ اس کا سوال تکلیفِ شرعی سے غیر متعلق اور حدودِ امکان سے باہر تھا۔

ﻪ خداوندِ عالم رزق کا ضامن اور روزی کا کفیل ہے، جیسا کہ اس کا ارشاد ہے۔

وما من دآبة الا علی الله رزقها — زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں جس کے رزق کا ذمہ اللہ نے نہ لیا ہو

لیکن اس کے ضامنِ رزق ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس نے سب کے لیے زندگی و معیشت کے سروسامان مہیا کر دیئے ہیں اور جنگلوں، پہاڑوں، دریاؤں، معدنوں اور زمین کی وسعتوں میں سب کا حصّہ یکساں رکھا ہے اور ہر ایک کو ان سے فائدہ اُٹھانے کا حق دیا ہے۔ اس کے انعامات کسی ایک سے مخصوص نہیں ہیں اور نہ اس کے رزق کا دروازہ کسی کے لیے بند ہے۔ چنانچہ اللہ سُبحانہ کا ارشاد ہے۔

کلا نمد هولآء وهولآء من عطآء ربك وما کان عطآء ربك محظورا — ہم ان کی اور اُن کی تمہارے پروردگار کی بخشش سے مدد کرتے ہیں۔ اور تمہارے پروردگار کی بخشش کسی کے لیے بند نہیں "

اب اگر کوئی تن آسانی و سہولت پسندی کی وجہ سے ان چیزوں کو حاصل نہ کرے اور ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھ جائے، تو ایسا نہیں کہ گھر بیٹھے روزی پہنچ جایا کرے۔ اُس نے تو زمین پر گوناگوں نعمتوں کے خوان چُن دیئے ہیں۔ لیکن انہیں حاصل کرنے کے لیے ہاتھ بڑھانے کی ضرورت ہے۔ سمندر کی تہ میں موتی بکھیر دیئے ہیں۔ لیکن انھیں نکالنے کے لیے غوطہ زنی کی حاجت ہے۔ پہاڑوں کے دامن میں لعل و جواہر بھر دیئے ہیں۔ لیکن کوہ کنی کے بغیر ان تک رسائی نہیں ہو سکتی۔ زمین میں نمو کے خزانے موجود ہیں۔ مگر تخم پاشی کے بغیر ان سے فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا۔ دُنیا میں چو طرفہ رزق کے انبار بکھرے ہوئے ہیں سفر کی مشقتوں کے بغیر انھیں سمیٹا نہیں جا سکتا۔ چنانچہ پروردگارِ عالم کا ارشاد ہے۔

فامشوا فی مناکبها وکلوا من رزقه۔ — زمین کے اطراف و جوانب میں چلو پھرو، اور اس کا رزق کھاؤ۔

اِس کے رازق ہونے کے یہ معنی نہیں کہ نہ کدو کاوش کرنا پڑے نہ تلاشِ معاش میں گھر سے نکلنا پڑے اور خود بخود روزی پہنچ جایا کرے۔ بلکہ رازق ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اُس نے زمین میں نشوونما کی صلاحیت پیدا کی۔ روئیدگی کے لیے بادل برسائے پھل، سبزیاں، اور غلّے پیدا کیے۔ یہ سب تو اللہ کی طرف سے ہے لیکن ان کا حاصل کرنا سعی و عمل سے وابستہ ہے جو جدوجہد کرے گا وہ اپنی کوشش و ریاضت کے ثمرات سے بہرہ اندوز ہو گا اور جو اپنی کوشش سے ہاتھ اُٹھائے گا، وہ اپنی سُستی و کوتاہی کے نتائج سے دوچار ہو گا۔ چنانچہ قدرت کا ارشاد ہے:۔

لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی۔ — اِنسان کو وُہی حاصل ہوتا ہے جس کی وُہ کوشش کرتا ہے۔

نظامِ قدرت اِسی پر قائم ہے کہ بوؤ اور کاٹو، اور بوئے بغیر روئیدگی کی اُمید رکھنا، اور کیے بغیر نتائج کی آس لگانا غلط ہے اعضاؤ جوارح بھی اسی لیے کہ انھیں بر سرِ عمل رکھا جائے۔ چنانچہ حضرتِ باری تعالیٰ کا جنابِ مریم علیہا السلام سے خطاب ہے۔

وَهُزِّيٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ۝ فَكُلِيْ وَاشْرَبِيْ وَقَرِّيْ عَيْنًا۔

"تم خرمے کے درخت کا تنہ اپنی طرف ہلاؤ۔ تم پر پکے ہوئے ثمرے گریں گے، انھیں کھاؤ اور (چشمے کا پانی) پیو، اور اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرو"

قدرت نے حضرت مریم علیہا السلام کے لیے کھانے پینے کا سامان مہیا کر دیا۔ لیکن ایسا نہیں کیا کہ خرموں کو درخت سے اتار کر اُن کی جھولی میں ڈال دیا ہو۔ کیونکہ جہاں تک رزق کے پیدا کرنے کا تعلق ہے وہ اسی کا کام ہے۔ اس لیے درخت کو سرسبز و شاداب کیا، اس میں پھل لگائے اور پھلوں کو پختہ کر دیا لیکن جب انھیں اُتارنے کی نوبت آتی ہے، تو قدرت دخل نہیں دیتی۔ صرف حضرت مریمؑ کو ان کا کام یاد دلایا جاتا ہے کہ وہ اپنے ہاتھ کو ہلائیں، اور اپنے رزق کو حاصل کریں۔

اگر اس کی رازقیت کے یہی معنی ہیں کہ "جو دیتا ہے وُہی دیتا ہے اور جو ملتا ہے اُسی کی طرف سے ملتا ہے۔" تو پھر انسان جو کچھ بھی کھائے کمائے گا، اور جس طرح بھی حاصل کرے گا، وہ اس کے لیے حلال ہی ہوگا۔ خواہ چوری سے حاصل ہو یا رشوت سے ظلم سے حاصل ہو یا غصب سے۔ کیونکہ یہ اللہ کا فعل اور اُس کا دیا ہوا رزق ہوگا۔ جس میں انسان کے اختیار کا کچھ دخل نہ ہوگا۔ اور جہاں کوئی چیز اختیار کے حُدود سے باہر ہو اس کے لیے حلال و حرام کا سوال پیدا نہیں ہوتا اور نہ اُس سے کسی قسم کی بازپرس ہوتی ہے اور جب ایسا نہیں بلکہ اس سے حلال و حرام کا تعلق ہوتا ہے، تو پھر اُسے انسانی اعمال سے متعلق ہونا چاہیے تاکہ اُس سے پوچھا جا سکے کہ اُس نے حلال طریقہ سے حاصل کیا ہے یا حرام طریقہ سے۔ البتہ جہاں اُس نے اکتسابِ رزق کی قوتیں ہی نہیں دیں، وہاں رزق رسانی کا ذمہ خود لیا ہے۔ چنانچہ شکمِ مادر میں جنین کے لیے غذا کے پہنچانے کا سروسامان کیا، جو اس کی ضرورت اور احتیاج کے مُطابق اُسے ملتا رہتا ہے۔ لیکن جب یہی بچہ کارگاہِ ہستی میں قدم رکھتا ہے اور ہاتھ پَیر ہلانے کی سکت اِس میں آجاتی ہے، تو پھر مُنہ ہلائے بغیر اپنے سرچشمۂ رزق سے غذا حاصل نہیں کر سکتا۔

۲۔ کائناتِ ہستی کے نظم و نسق میں جس طرح نتائج کے ترتب کو انسانی کارگذاریوں سے وابستہ کیا ہے جس سے قوتِ عمل باطل نہیں ہوتی، اُسی طرح ان مساعی کی کامیابی و ناکامی کو اپنی مشیت کا پابند بھی بنایا ہے تاکہ انسان اپنی طاقتِ عمل پر بھروسہ کر کے خالق کو نہ بھول جائے۔ یہی جبر و تفویض کے درمیان امرٌ بین الامرین کا نقطہ ہے۔ چنانچہ جس طرح تمام کائنات میں قدرت کا ہمہ گیر اور محکم قانون کام کر رہا ہے، اس طرح رزق کی پیداوار اور اس کی تقسیم بھی تدبیر و تقدیر دونوں کی کارفرمائی کے ساتھ اُس کے ٹھہرائے ہوئے اندازے کے مطابق ہوتی ہے جو انسانی نتائجِ عمل کے تناسب اور پھر اُس کی حکمت و مصلحت کی کارفرمائی کی وجہ سے کہیں کم ہے اور کہیں زیادہ۔ اب چونکہ سامانِ معیشت کا وُہی خالق و موجد ہے اور اکتسابِ رزق کی قوتیں اُسی کی بخشی ہوئی ہیں، اِس لیے رزق کی کمی و بیشی کی نسبت اسی کی طرف دی گئی ہے کہ اس نے سعی و عمل کے اختلاف اور

مصالح عباد کے پیشِ نظر رزق کے الگ الگ معیار اور مختلف پیمانے مقرر کیے ہیں۔ کہیں افلاس ہے اور کہیں خوش حالی، کہیں تکلیف ہے اور کہیں راحت، کوئی مسرّت و اطمینان کے گہوارے میں جھول رہا ہے، اور کوئی فقر و ناداری کی سختیاں جھیل رہا ہے۔ چنانچہ قرآنِ کریم میں ہے :-

يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ۚ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ - اللہ جس کے لیے چاہتا ہے روزی فراخ کر دیتا ہے، اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے، بے شک وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

امیر المومنین علیہ السلام نے خطبہ ۲۳ میں اسی مطلب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

اما بعد فان الامر ینزل من السمآء الی الارض الی کل نفس بما قسم لہا من زیادۃ او نقصان - ہر شخص کے مقسوم میں جو کم یا زیادہ ہے اُسے لے کر فرمانِ قضا آسمان سے زمین پر اس طرح اترتے ہیں جس طرح بارش کے قطرے۔

چنانچہ جس طرح بارش کے فیضان کا ایک نظم و انضباط ہے کہ سطحِ سمندر سے بخارات اُٹھیں اور پانی کے ذخیرے اُٹھائے ہوئے فضا میں گھنگور گھٹا کی صورت میں پھیل جائیں اور قطرہ قطرہ کر کے اس طرح ٹپکیں کہ قطروں کے تار بندھ جائیں اور میدانی زمینوں اور بلند ٹیلوں کی رگوں اور نسوں کو سیراب کرتے ہوئے آگے بڑھ جائیں اور جہاں نشیب ہو، پانی کے خزانے جمع کرتے رہیں تاکہ پیاسے آ کر پئیں، جانور سیراب ہوں، اور سوکھی زمینوں کی اس سے آبیاری ہو۔ یونہی اللہ سبحانہ نے زندگی و معیشت کے تمام سر و سامان مہیا کر رکھے ہیں۔ لیکن اس کی بخشش کا ایک مقررہ اندازہ ہے جس میں ذرہ برابر فرق نہیں پڑتا۔ چنانچہ ارشادِ قدرت ہے :-

وان من شیء الا عندنا خزآئنہ - کوئی چیز ایسی نہیں جس کے (بھرپور) خزانے ہمارے پاس موجود نہ ہوں۔
وما ننزلہ الا بقدر معلوم - لیکن ہم ہر چیز کو مقررہ پیمانے پر بھیجتے ہیں۔

اگر انسان کی بڑھتی ہوئی طمع و حرص کے پیمانے چھلکنے لگیں، تو جس طرح بارش کی فراوانی، روئیدگی اور شادابی کے بجائے فصلیں تباہ کر دیتی ہے، یونہی سامانِ معیشت و ضروریاتِ زندگی کی کثرت، انسان کو اللہ سے بے نیاز اور بغاوت و سرکشی پر آمادہ کر دے۔ چنانچہ اللہ سبحانہ، فرماتا ہے :-

ولو بسط اللہ الرزق لعبادہ لبغوا فی الارض ولکن ینزل بقدر ما یشآء انہ بعبادہ خبیر بصیر - اگر خدا اپنے بندوں کی روزی میں فراخی کر دے، تو وہ زمین میں سرکشی کرنے لگیں۔ وہ تو ایک اندازے پر جس کے لیے جتنا چاہتا ہے، بھیجتا ہے اور وہ اپنے بندوں (کی مصلحتوں) سے واقف اور اُن پر نظر رکھتا ہے۔

اور اگر رزق میں کمی کر دے تو جس طرح بارش کا رُک جانا زمین کو بنجر اور چوپاؤں کو ہلاک کر دیتا ہے، یونہی ذرائعِ رزق کی بندش سے انسانی معاشرہ تباہ و برباد ہو کر رہ جائے، اور زندگی و معیشت کا کوئی سر و سامان باقی نہ رہے۔ چنانچہ اللہ سبحانہ، کا ارشاد ہے :-

امن ھذا الذی یرزقکم ان امسک رزقہ۔ اگر خدا اپنی روزی کو روک لے، تو کون ایسا ہے جو تمہیں روزی دے۔

لہٰذا اس حکیم و دانا نے ایک متناسب و معتدل طریقہ پر نظامِ رزق جاری کیا ہے اور رزق و روزی کی اہمیت ظاہر کرنے اور ایک کو دوسرے سے مربوط رکھنے کے لیے رزق کی تقسیم میں تفرقے پیدا کر دیئے ہیں۔ یہ تفرقہ اور غیر مساویانہ تقسیم کبھی خود انسانی مساعی کے اختلاف کا نتیجہ ہوتی ہے اور کبھی نظامِ عالم کے مجموعی مفاد اور اس کی حکمت و مصلحت کی کارفرمائی کی بنا پر ہوتی ہے۔ اس لیے کہ اگر فقر و احتیاج میں نادار کے صبر و استقلال کا امتحان لیا ہے تو ثروت و دولت میں دولتمند کے شکر اور ادائیگیِ حقوق کی کڑی آزمائش ہے کہ وہ فقراء و مساکین کے حقوق ادا کرتا ہے یا نہیں، ناداروں اور فاقہ کشوں کی خبر لیتا ہے یا نہیں، اور پھر جہاں دولت ہوگی، طرح طرح کے خطرات بھی پیدا ہوں گے۔ کبھی مال و جاہ کے لیے خطرہ ہوگا کبھی فقر و افلاس کا کھٹکا ہوگا۔

چنانچہ بہت سے لوگ ایسے ہوں گے کہ جو دولت کے نہ ہونے کی وجہ سے اپنے کو زیادہ مطمئن اور خوش پاتے ہوں گے اُن کے نزدیک یہ بے سروسامانی اور بے مایگی اس دولت سے کہیں زیادہ بہتر ہوگی جو ان کے آرام و اطمینان کو چھین لے اور کبھی یہی دولت جسے انسان جان سے زیادہ عزیز سمجھتا ہے اس کے جان جانے کا سبب بن جاتی ہے۔ پھر یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ جب تک دولت نہ تھی، اخلاق محفوظ تھے، سیرت بے داغ تھی اور اِدھر مال و دولت کی فراوانی ہوئی کہ اخلاق تباہ ہوگئے کردار بگڑ گیا۔ اب شراب کا دَور بھی ہے۔ مہوشوں کا جمگھٹا بھی ہے، نغمہ و سرود کی بزم بھی ہے۔ اِس صورت میں دولت کا نہ ہونا ہی ایک نعمت تھا۔ لیکن انسان اللہ کی مصلحت سے بے خبر ہونے کی وجہ سے چیخ اٹھتا ہے اور وقتی تکلیف سے متاثر ہو کر ہو کر شکوہ شکایت پر اُتر آتا ہے اور یہ نہیں دیکھتا کہ کتنی بُرائیوں سے اس کا دامن بچا رہا ہے کہ جو دولت کے ہونے کی وجہ سے پیدا ہو سکتی تھیں۔ لہٰذا دولت اگر راحت کی کفیل ہے، تو فقر اخلاق کا نگہبان ہے۔

لہ امیرالمومنینؑ نے جس اعجازی بلاغت کے ساتھ خداوندِ عالم کے عالمِ جزئیات ہونے پر روشنی ڈالی ہے اور جن پُرشکوہ لفظوں کے ساتھ اس کے علم کی ہمہ گیری کی تصویر کھینچی ہے، وُہ منکر کے ذہن کو بھی متاثر کیے بغیر نہیں رہ سکتی۔ چنانچہ ابن ابی الحدید نے تحریر کیا ہے:۔

لو سمع ھذا الکلام ارسطوطالیس القائل بانہ تعالیٰ لا یعلم الجزئیات لخشع قلبہ وقف شعرہ واضطرب فکرہ الا تری ما علیہ من الرواء والمھابۃ والعظمۃ والفخامۃ والمتانۃ والجزالۃ مع ما قد اشرب من الحلاوۃ والطلاوۃ واللطف والسلاسۃ لا اری کلاما یشبہ

اگر ارسطاطالیس کو جو خداوندِ عالم کے عالمِ جزئیات ہونے کا منکر ہے اِس کلام کو سُنے، تو اس کا بھی دل جھک جائے۔ رونگٹے کھڑے ہو جائیں اور خیالات میں انقلاب پیدا ہو جائے کیا اس کلام کی آب و تاب دبدبہ و طنطنہ، شکوہ و جلال اور متانت و پختگی تم نہیں دیکھتے اور ان اوصاف کے علاوہ اس میں شیریں بیانی، رنگینیِ لطافت اور سلاست کے جوہر نمایاں ہیں۔ مجھے تو کوئی کلام اِس سے ملتا جلتا ہوا نظر نہیں

هٰذا الا ان يكون كلام الخالق سبحانهٗ
فان هٰذا الكلام نبعة من تلك الشجرة
وجدول من ذالك البحر وجذوة من تلك النار۔

آتا۔ ہاں اگر کوئی کلام اس سے میل کھاتا ہے تو وُہ خالقِ کلام
کا کلام ہے اور اس میں تعجب ہی کیا ہے۔ جبکہ یہ اسی شجر کی
بلند شاخ، اسی دریا کی جدول اور اسی تجلّی کا پرتو ہے۔

جن لوگوں نے صرف اُسے عالمِ کلیات مانا ہے۔ اُن کی دلیل یہ ہے کہ چونکہ جزئیات میں تغیّر و تبدل ہوتا رہتا ہے۔ لہٰذا اسے عالمِ جزئیات ماننے کی صُورت میں اُس کے علم کو بھی متغیر ماننا پڑے گا، اور علم چونکہ عین ذات ہے۔ لہٰذا ذات بھی تغیرات کی آماجگاہ بن جائے گی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وُہ حادث قرار پاکر اپنی قدامت کو کھو بیٹھے گا۔ مگر یہ ایک ظاہر فریب مغالطہ ہے اس لیے کہ تغیّرِ معلوم سے تغیرِ علم اُس وقت لازم آتا ہے کہ جب یہ مانا جائے کہ اُسے اِن تغیرات کا علم نہیں اور اگر تمام تغیّر و تبدل کی صُورتیں اس کے سامنے آئینہ ہیں، تو کوئی وجہ نہیں کہ تغیّرِ معلومات سے اُس کے علم کو بھی تغیّر پذیر سمجھ لیا جائے جبکہ یہ تغیّر صرف معلوم تک محدُود ہے اور علم پر اثر انداز نہیں ہوتا۔

خُطبہ ۹۰

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ
لَمَّا أُرِيدُ عَلَى الْبَيْعَةِ
بَعْدَ قَتْلِ عُثْمَانَ :۔ دَعُونِي
وَالْتَمِسُوا غَيْرِي فَإِنَّا مُسْتَقْبِلُونَ
أَمْرًا لَهٗ وُجُوهٌ وَأَلْوَانٌ - لَا
تَقُومُ لَهُ الْقُلُوبُ وَلَا تَثْبُتُ
عَلَيْهِ الْعُقُولُ - وَإِنَّ الْآفَاقَ
قَدْ أَغَامَتْ وَالْمَحَجَّةَ قَدْ
تَنَكَّرَتْ - وَاعْلَمُوا أَنِّي إِنْ
أَجَبْتُكُمْ رَكِبْتُ بِكُمْ مَا أَعْلَمُ وَ
لَمْ أُصْغِ إِلَى قَوْلِ الْقَائِلِ وَ
عَتْبِ الْعَاتِبِ - وَإِنْ تَرَكْتُمُونِي
فَأَنَا كَأَحَدِكُمْ وَلَعَلِّي أَسْمَعُكُمْ وَ
أَطْوَعُكُمْ لِمَنْ وَلَّيْتُمُوهُ أَمْرَكُمْ - وَأَنَا

جب قتلِ عثمان کے بعد آپ کے ہاتھ پر بیعت کا
اِرادہ کیا گیا، تو آپ نے فرمایا :-
مجھے چھوڑ دو، اور (اس خلافت کے لیے) میرے
علاوہ کوئی اور ڈھونڈ لو۔ ہمارے سامنے ایک ایسا معاملہ
ہے جس کے کئی رُخ اور کئی رنگ ہیں۔ جسے نہ دل برداشت
کر سکتے ہیں اور نہ عقلیں اُسے مان سکتی ہیں (دیکھو افقِ عالم
پر گھٹائیں چھائی ہُوئی ہیں، راستہ پہچاننے میں نہیں آتا۔
تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ اگر میں تمھاری اِس خواہش کو مان
لوں، تو تمھیں اس راستے پر لے چلوں گا۔ جو میرے علم میں ہے
اور اس کے متعلق کسی کہنے والے کی بات اور کسی مُلامت
کرنے والے کی سرزنش پر کان نہیں دھروں گا۔ اور اگر تم میرا
پیچھا چھوڑ دو، تو پھر جیسے تم ہو ویسا میں ہوں اور ہو سکتا
ہے کہ جسے تم اپنا امیر بناؤ اُس کی میں تم سے زیادہ سنُوں
اور مانُوں اور میرا (تمھارے دُنیوی مفاد کے لیے) امیر ہونے

لَكُمْ وَزِيْرًا خَيْرٌ لَّكُمْ مِنِّيْ اَمِيْرًا ۔   سے وزیر ہونا بہتر ہے "

لہ جب حضرتِ عثمان کے قتل ہو جانے سے مسندِ حکومت خالی ہوئی تو مسلمانوں کی نظریں امیرالمومنینؑ کی طرف اُٹھنے لگیں جن کی سلامت روی، اصول پرستی اور سیاسی بصیرت کا اس طویل مدت میں انھیں بڑی حد تک تجربہ ہو چکا تھا۔ چنانچہ متفقہ طور پر آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت کے لیے اس طرح ٹوٹ پڑے، جس طرح بھولے بھٹکے مسافر دور سے منزل کی جھلک دیکھ کر اُس کی سمت لپک پڑتے ہیں جیسا کہ مورخ طبری نے لکھا ہے :۔

فغشي الناس عليًّا فقالوا نبايعك نقد ترى ما نزل بالاسلام وما ابتلينا به من ذوي القربى ۔	لوگ امیرالمومنینؑ پر ہجوم کر کے ٹوٹ پڑے اور کہنے لگے کہ ہم آپ کی بیعت کرنا چاہتے ہیں اور آپ دیکھ رہے ہیں کہ اسلام پر کیا کیا مصیبتیں ٹوٹ رہی ہیں، اور پیغمبرؐ کے قریبیوں کے بارے میں ہماری کیسی آزمائش ہو رہی ہے "
(طبری ج ۵، ص۱۵۶)	

مگر امیرالمومنینؑ نے ان کی خواہش کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ جس پر ان لوگوں نے شور مچایا اور چیخ چیخ کر کہنے لگے کہ اے ابوالحسنؑ آپ اسلام کی تباہی پر نظر نہیں کرتے، فتنہ و شر کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو نہیں دیکھتے کیا آپ خدا کا خوف بھی نہیں کرتے ؟ پھر بھی حضرت نے آمادگی کا اظہار نہ فرمایا۔ کیونکہ آپ دیکھ رہے تھے کہ پیغمبرؐ کے بعد جو ماحول بن گیا تھا۔ اُس کے اثرات دل و دماغ پر چھائے ہوئے ہیں۔ طبیعتوں میں خود غرضی و جاہ پسندی جڑ پکڑ چکی ہے ذہنوں پر مادیت کے غلاف چڑھ چکے ہیں اور حکومت کو مقصد برآریوں کا ذریعہ قرار دینے کی عادت پڑ چکی ہے۔ اب خلافتِ الٰہیہ کو بھی مادیت کا رنگ دے کر اُس سے کھیلنا چاہیں گے۔ ان حالات میں ذہنیتوں کو بدلنے اور طبیعتوں کے رُخ موڑنے میں لوہے لگ جائیں گے۔ ان تاثرات کے علاوہ یہ مصلحت بھی کارفرما تھی کہ ان لوگوں کو سوچ سمجھ لینے کا موقعہ دے دیا جائے تاکہ کل اپنے مادی توقعات کو ناکام ہوتے دیکھ کر یہ نہ کہنے لگیں کہ یہ بیعت وقتی ضرورت اور ہنگامی جذبہ کے زیرِ اثر ہو گئی تھی۔ اِس میں سوچ بچار سے کام نہیں لیا گیا تھا۔ جیسا کہ خلافتِ اوّل کے متعلق حضرتِ عمر کا یہی نظریہ تھا جو ان کے اس قول سے ظاہر ہے :۔

ان بيعة ابي بكر كانت فلتة وقى الله شرها فمن عاد الى مثلها فاقتلوه	ابوبکر کی خلافت بے سوچے سمجھے ہو گئی۔ مگر اللہ نے اُس کے شر سے بچا لیا۔ اب اگر کوئی ایسا کرے تو اُسے قتل کر دینا۔
(تاریخ الخلفاء ص۶۷)	

غرض جب اصرار حد سے بڑھا، تو اِس موقع پر یہ خطبہ ارشاد فرمایا جس میں اس امر کو واضح کیا ہے کہ اگر تم مجھے دنیاوی مقاصد کے لیے چاہتے ہو تو میں تمھارا آلۂ کار بننے کے لیے تیار نہیں مجھے چھوڑ دو، اور اس مقصد کے لیے کسی اور کو منتخب کر لو جو تمھارے توقعات پورے کر سکے۔ تم میری سابقہ سیرت کو دیکھ چکے ہو کہ میں قرآن و سُنّت کے علاوہ کسی کی سیرت پر عمل پیرا ہونے

کے لیے تیار نہیں اور نہ حکومت کے لیے اپنے اصُول سے ہاتھ اُٹھاؤں گا۔ اگر تم کسی اور کو منتخب کرو گے تو میں ملکی قوانین و آئینِ حکومت کا اتنا ہی خیال کروں گا جتنا ایک پُر امن شہری کو کرنا چاہیئے۔ میں نے کسی مرحلہ پر شورش برپا کر کے مسلمانوں کی ہیئتِ اجتماعیہ کو پراگندہ و منتشر کرنے کی کوشش نہیں کی۔ چنانچہ اب بھی ایسا ہی ہوگا۔ بلکہ جس طرح مصالحِ عامہ کا لحاظ کرتے ہوئے ہمیشہ صحیح مشورے دیتا رہا ہوں، اب بھی دریغ نہ کروں گا اور اگر تم مجھے اِسی سطح پر رہنے دو، تو یہ چیز تمہارے دُنیوی مفاد کے لیے بہتر ہوگی۔ کیونکہ اِس صورت میں میرے ہاتھوں میں اقتدار نہیں ہوگا کہ تمہارے دُنیوی مفادات کے لیے سدِ راہ بن سکوں، اور تمہاری من مانی خواہشوں میں روڑے اٹکاؤں اور اگر یہ ٹھان چکے ہو کہ میرے ہاتھوں پر بیعت کیے بغیر نہ ہو گے تو پھر یاد رکھو کہ چاہے تمہاری پیشانیوں پر بل آئے اور چاہے تمہاری زبانیں میرے خلاف کُھلیں میں تمھیں حق کی راہ پر لے چلنے پر مجبور کروں گا اور حق کے معاملہ میں کسی کی رُو رعایت نہیں کروں گا۔ اِس پر بھی اگر بیعت کرنا چاہتے ہو تو اپنا شوق پُورا کر لو۔

امیر المومنینؑ نے ان لوگوں کے بارے میں جو نظریہ قائم کیا تھا۔ بعد کے واقعات اِس کی پُوری پُوری تصدیق کرتے ہیں۔ چنانچہ جن لوگوں نے ذاتی اغراض و مقاصد کے پیشِ نظر بیعت کی تھی۔ جب انھیں کامیابی حاصل نہ ہوئی تو بیعت توڑ کر الگ ہو گئے اور بے بُنیاد الزامات تراش کر حکومت کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے۔

خطبہ ۹۱

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ:
أَمَّا بَعْدُ أَيُّهَا النَّاسُ فَأَنَا
فَقَأْتُ عَيْنَ الْفِتْنَةِ، وَلَمْ يَكُنْ
لِيَجْتَرِئَ عَلَيْهَا أَحَدٌ غَيْرِي بَعْدَ
أَنْ مَاجَ غَيْهَبُهَا وَاشْتَدَّ كَلَبُهَا۔
فَاسْأَلُونِي قَبْلَ أَنْ تَفْقِدُونِي۔
فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا تَسْأَلُونِي
عَنْ شَيْءٍ فِيمَا بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ
السَّاعَةِ، وَلَا عَنْ فِئَةٍ تَهْدِي
مِائَةً وَتُضِلُّ مِائَةً إِلَّا أَنْبَأْتُكُمْ
بِنَاعِقِهَا وَقَائِدِهَا وَسَائِقِهَا، وَ
مُنَاخِ رِكَابِهَا وَمَحَطِّ رِحَالِهَا۔

اے لوگو! میں نے فتنہ و شر کی آنکھیں پھوڑ ڈالی ہیں اور جب اس کی تاریکیاں (موجوں کی طرح) تہ و بالا ہو رہی تھیں اور (دیوانے کتّوں کی طرح) اس کی دیوانگی زوروں پر تھی، تو میرے علاوہ کسی ایک میں جرأت نہ تھی کہ وہ اس کی طرف بڑھتا۔ اب (موقعہ ہے) جو چاہو مجھ سے پوچھ لو۔ پیشتر اس کے کہ مجھے نہ پاؤ۔ اُس ذات کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے تم اس وقت سے لے کر قیامت تک کے درمیانی عرصے کی جو بات مجھ سے پوچھو گے۔ میں بتاؤں گا اور کسی ایسے گروہ کے متعلق دریافت کرو گے کہ جس نے سو کو ہدایت کی ہو اور سو کو گمراہ کیا ہو تو میں اُس کے للکارنے والے اور اسے آگے سے کھینچنے والے اور پیچھے سے دھکیلنے والے اور اس کی سواریوں کی منزل اور اُس کے ساز و سامان سے

وَمَنْ يُقْتَلُ مِنْ أَهْلِهَا قَتْلاً وَيَمُوتُ
مِنْهُمْ مَوْتاً - وَلَوْ فَقَدْتُمُونِي -
وَنَزَلَتْ بِكُمْ كَرَائِهُ الْأُمُورِ
وَحَوَازِبُ الْخُطُوبِ لَأَطْرَقَ
كَثِيرٌ مِنَ السَّائِلِينَ وَفَشِلَ
كَثِيرٌ مِنَ الْمَسْئُولِينَ - وَذَلِكَ
إِذَا قَلَّصَتْ حَرْبُكُمْ وَشَمَّرَتْ
عَنْ سَاقٍ ، وَضَاقَتِ الدُّنْيَا
عَلَيْكُمْ ضِيقاً تَسْتَطِيلُونَ مَعَهُ
أَيَّامَ الْبَلَاءِ عَلَيْكُمْ حَتَّى يَفْتَحَ
اللّٰهُ لِبَقِيَّةِ الْأَبْرَارِ مِنْكُمْ - إِنَّ
الْفِتَنَ إِذَا أَقْبَلَتْ شَبَّهَتْ وَإِذَا
أَدْبَرَتْ نَبَّهَتْ - يُنْكَرْنَ مُقْبِلَاتٍ
وَيُعْرَفْنَ مُدْبِرَاتٍ - يَحُمْنَ
حَوْمَ الرِّيَاحِ يُصِبْنَ بَلَداً
وَيُخْطِئْنَ بَلَداً أَلَا إِنَّ أَخْوَفَ
الْفِتَنِ عِنْدِي عَلَيْكُمْ فِتْنَةُ
بَنِي أُمَيَّةَ ، فَإِنَّهَا فِتْنَةٌ عَمْيَاءُ
مُظْلِمَةٌ عَمَّتْ خُطَّتُهَا وَخَصَّتْ
بَلِيَّتُهَا ، وَأَصَابَ الْبَلَاءُ مَنْ
أَبْصَرَ فِيهَا - وَأَخْطَأَ الْبَلَاءُ مَنْ
عَمِيَ عَنْهَا - وَايْمُ اللّٰهِ لَتَجِدُنَّ
بَنِي أُمَيَّةَ لَكُمْ أَرْبَابَ سُوءٍ
بَعْدِي كَالنَّابِ الضَّرُوسِ تَعْذِمُ
بِفِيهَا وَتَخْبِطُ بِيَدِهَا ، وَتَزْبِنُ

لدے ہوئے پالانوں کے اترنے کی جگہ تک بتا دوں گا، اور یہ کہ
کون ان میں سے قتل کیا جائے گا۔ اور کون (اپنی موت) مرے گا
اور جب میں نہ رہوں گا اور ناخوشگوار چیزیں اور سخت مشکلیں
پیش آئیں گی تو (دیکھ لینا) کہ بہت سے پوچھنے والے پریشانی
سے سر نیچے ڈال دیں گے، اور بتانے والے عاجز و درماندہ
ہو جائیں گے۔ یہ اس وقت ہوگا کہ جب تم پر لڑائیاں زور
سے ٹوٹ پڑیں گی اور اس کی سختیاں نمایاں ہو جائیں گی۔
اور دنیا اس طرح تم پر تنگ ہو جائے گی کہ مصیبتوں کے
دنوں کو تم یہ سمجھنے لگو گے کہ وہ بڑھتے ہی جا رہے ہیں۔
یہاں تک کہ خداوند عالم تمہارے باقی ماندہ لوگوں کو فتح و
کامرانی دے گا۔ فتنوں کی یہ صورت ہوتی ہے کہ جب وہ
آتے ہیں، تو اس طرح اندھیرے میں ڈال دیتے ہیں کہ
(حق و باطل) کا امتیاز نہیں ہوتا اور پلٹتے ہیں تو ہوشیار
کر کے جاتے ہیں۔ جب آتے ہیں تو شناخت نہیں ہوتی
پیچھے ہٹتے ہیں تو پہچانے جاتے ہیں۔ وہ ہواؤں کی طرح
چکر لگاتے ہیں۔ کسی شہر کو اپنی زد پر رکھ لیتے ہیں اور کوئی
ان سے رہ جاتا ہے۔ میرے نزدیک سب فتنوں سے
زیادہ خوفناک تمہارے لیے بنی امیہ کا فتنہ ہے جسے نہ خود
کچھ نظر آتا ہے اور نہ اس میں کوئی چیز سجھائی دیتی ہے۔
اس کے اثرات تو سب کو شامل ہیں، لیکن خصوصیت سے
اس کی آفتیں خاص ہی افراد کے لیے ہیں۔ جو اس میں حق
کو پیش نظر رکھے گا۔ اس پر مصیبتیں آئیں گی اور جو آنکھیں
بند رکھے گا۔ وہ ان سے بچا رہے گا۔ خدا کی قسم! میرے
بعد تم بنی امیہ کو اپنے لیے بدترین حکمران پاؤ گے۔ وہ تو اس
بوڑھی اور سرکش اونٹنی کے مانند ہیں جو منہ سے کاٹتی ہو،

بِرِجْلِهَا، وَتَمْنَعُ دَرَّهَا. لَا
يَزَالُونَ بِكُمْ حَتَّى لَا يَتْرُكُوا
مِنْكُمْ إِلَّا نَافِعًا لَهُمْ أَوْ غَيْرَ
ضَائِرٍ بِهِمْ. وَلَا يَزَالُ بَلَاؤُهُمْ
حَتَّى لَا يَكُونَ انْتِصَارُ أَحَدِكُمْ
مِنْهُمْ إِلَّا كَانْتِصَارِ الْعَبْدِ مِنْ
رَبِّهِ وَالصَّاحِبِ مِنْ مُسْتَصْحِبِهِ
تَرِدُ عَلَيْكُمْ فِتْنَتُهُمْ شَوْهَاءَ
مَخْشِيَّةً وَقِطَعًا جَاهِلِيَّةً. لَيْسَ
فِيهَا مَنَارُ هُدًى، وَلَا
عَلَمٌ يُرَى نَحْنُ أَهْلَ الْبَيْتِ
مِنْهَا بِمَنْجَاةٍ وَلَسْنَا فِيهَا
بِدُعَاةٍ. ثُمَّ يُفَرِّجُهَا اللهُ عَنْكُمْ
كَتَفْرِيجِ الْأَدِيمِ بِمَنْ يَسُومُهُمْ
خَسْفًا وَيَسُوقُهُمْ عُنْفًا، وَ
يَسْقِيهِمْ بِكَأْسٍ مُصَبَّرَةٍ لَا
يُعْطِيهِمْ إِلَّا السَّيْفَ - وَلَا
يُحْلِسُهُمْ إِلَّا الْخَوْفَ. فَعِنْدَ
ذٰلِكَ تَوَدُّ قُرَيْشٌ بِالدُّنْيَا وَمَا
فِيهَا لَوْ يَرَوْنَنِي مَقَامًا وَاحِدًا
وَلَوْ قَدْرَ جَزْرِ جَزُورٍ لِأَقْبَلَ
مِنْهُمْ مَا أَطْلُبُ الْيَوْمَ بَعْضَهُ
فَلَا يُعْطُونَنِيهِ.

اور اِدھر اُدھر ہاتھ پیر مارتی ہو۔ اور دوہنے والے پر ٹانگیں
چلاتی ہو۔ اور دودھ دینے سے انکار کر دیتی ہو۔ وہ برابر
تمہارا قلع قمع کرتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ صرف اُسے
چھوڑیں گے جو ان کے مفید مطلب ہو یا (کم از کم) ان کے
لیے نقصان رساں نہ ہو۔ اور ان کی مصیبت اسی طرح
گھیرے رہے گی۔ کہ ان سے داد خواہی ایسی ہی مشکل ہو
جائے گی۔ جیسے غلام کے لیے اپنے آقا سے اور مرید کی
اپنے پیر سے۔ تم پر ان کا فتنہ ایسی بھیانک صورت میں
آئے گا کہ جس سے ڈر لگنے لگے گا، اور زمانۂ جاہلیت کی
مختلف حالتوں کو لیے ہوگا۔ نہ اس میں ہدایت کا مینار
نصب ہوگا، اور نہ راستہ دکھانے والا کوئی نشان نظر
آئے گا۔ ہم (اہلِ بیتِ رسولؐ) ان فتنہ انگیزیوں کے زد
سے) بچے ہوں گے، اور ان کی طرف لوگوں کو بلانے میں
ہمارا کوئی حصہ نہ ہوگا پھر ایک دن وہ آئے گا کہ اللہ اس
شخص کے ذریعہ سے جو انہیں ذلت کا مزا چکھائے اور سختی
سے ہنکائے اور (موت کے) تلخ جام پلائے۔ اور ان
کے سامنے تلوار رکھے اور خوف انہیں چمٹا دے۔ ان
فتنوں سے اِس طرح علیحدہ کر دے گا۔ جس طرح ذبیحہ سے
کھال الگ کی جاتی ہے۔ اس وقت قریش دُنیا و مافیہا
کے بدلے میں یہ چاہیں گے۔ کہ وہ مجھے صرف اتنی دیر کہ جتنی
اونٹ کے ذبح ہونے میں لگتی ہے۔ کہیں ایک دفعہ دیکھ
لیں تاکہ میں اس چیز کو قبول کر لوں کہ جس کا آج کچھ حصہ
بھی طلب کرنے کے باوجود دینے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔

لہ امیر المومنینؑ نے یہ خطبہ جنگِ نہروان کے بعد ارشاد فرمایا۔ اِس میں فتنہ سے مُراد وہ جنگیں ہیں جو بصرہ، صفین اور

نہروان میں لڑی گئیں۔ چونکہ اُن کی نوعیت پیغمبرؐ کی جنگوں سے جداگانہ تھی (کیوں کہ وہاں مدِمقابل کفّار ہوتے تھے اور یہاں مقابلہ ان لوگوں سے تھا جو چہروں پر اسلام کی نقاب ڈالے ہوئے تھے) اس لیے لوگ اہلِ قبلہ سے جنگ کرنے کے لیے متردّد تھے اور یہ کہتے تھے کہ جو لوگ اذانیں دیتے ہیں، نمازیں پڑھتے ہیں اُن سے قتال کیسا۔ چنانچہ خزیمہ ابن ثابت انصاری جیسے بزرگ اُس وقت تک صفین میں شریکِ جنگ نہیں ہوئے، جب تک عمار یاسر کی شہادت نے شامیوں کا گروہ باغی ہونا ثابت نہ کر دیا۔ یُونہی بصرہ میں اُم المومنین کے ہمراہ عشرہ مبشرہ میں شمار ہونے والے طلحہ و زبیر ایسے صحابہ کی موجُودگی اور نہروان میں خوارج کی پیشانیوں کے گھٹے اور ان کی نمازیں اور عبادتیں ذہنوں میں خلفشار پیدا کئے ہوئے تھیں۔ اندریں حالات ان کے سامنے شمشیر بکف کھڑے ہونے کی جرأت وُہی کر سکتا تھا جو اُن کے مکنونِ قلب سے واقف اور ان کے ایمان کی حقیقت سے آشنا ہو۔ اور یہ امیرالمومنینؑ ہی کی بصیرتِ خاص و ایمانی جرأت کا کام تھا۔ کہ اُن کے مقابلہ میں اُٹھ کھڑے ہُوئے اور پیغمبرؐ کے اِس ارشاد کی تصدیق فرما دی۔ ستقاتل بعدی الناکثین والقاسطین والمارقین۔ اے علیؑ تم میرے بعد بیعت توڑنے والوں، (اصحابِ جمل) ظلم ڈھانے والوں (اہلِ شام) اور دین سے بے راہ ہو جانے والوں (خوارج) سے جنگ کرو گے۔

۲ے پیغمبرِ اکرمؐ کے بعد کوئی متنفس امیرالمومنینؑ کے علاوہ یہ دعویٰ نہ کر سکا کہ جو پُوچھنا چاہو پُوچھ لو۔ چنانچہ ابنِ حجر نے صواعق محرقہ میں لکھا ہے کہ لم یکن احد من الصحابة یقول سلونی الا علی ابن ابی طالب۔ صحابہ میں سے کوئی ایک بھی یہ دعوےٰ نہ کر سکا کہ جو پوچھنا چاہو ہم سے پُوچھ لو سوا ابن ابی طالب کے۔ البتہ صحابہ کے علاوہ تاریخ میں چند نام ایسے نظر آتے ہیں جنھوں نے ایسا دعویٰ کرنے کی جرأت کی جیسے ابراہیم ابنِ ہشام، مقاتل ابن سلیمان، قتادہ، سبط ابن جوزی اور محمد ابن ادریس شافعی وغیرہ۔ مگر ان میں سے ہر شخص سوال کے موقع پر رُسوا اور اپنے اس دعوے کو واپس لینے پر مجبور ہوا۔ یہ دعویٰ وُہی کر سکتا ہے جو حقائقِ عالم سے واقف اور مستقبل کے واقعات سے آگاہ ہو۔ چنانچہ امیرالمومنین ہی وُہ ورکشائے علومِ نبوت تھے جو کسی موقعہ پر کسی سوال کے جواب سے عاجز ہوتے ہُوئے نظر نہیں آتے۔ یہاں تک کہ حضرت عمر کو بھی یہ کہنا پڑتا تھا کہ اعوذ باللہ من معضلة لیس لھا ابوالحسن۔ میں اُس مشکل سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں جس کے حل کرنے کے لیے امیرالمومنینؑ نہ ہوں۔ یُونہی مستقبل کے متعلق جو پیشین گوئیاں آپ نے کیں، وُہ حرف بحرف پوری ہو کر آپ کی وُسعتِ علمی کی آئینہ دار ہیں۔ وُہ بنی اُمیہ کی تباہ کاریوں کے متعلق ہوں یا خوارج کی شورشں انگیزیوں کے متعلق۔ وُہ تاتاریوں کی تاخت و تاراج کے بارے میں ہوں یا زنگیوں کی حملہ آوریوں کے متعلق۔ وُہ بصرہ کی غرقابی کے بارے میں ہُوں یا کُوفہ کی تباہی کے متعلق۔ غرض جب یہ واقعات تاریخی حیثیت سے مسلّمہ حیثیت رکھتے ہیں، تو کوئی وجہ نہیں کہ آپؑ کے اِس دعوے پر تعجب کیا جائے۔

خطبہ ۹۲

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

بابرکت ہے وُہ خدا کہ جس کی ذات تک بلند پرواز

فَتَبَارَكَ اللهُ الَّذِي لاَ يَبْلُغُهُ بُعْدُ الْهِمَمِ، وَلاَ يَنَالُهُ حَدْسُ الْفِطَنِ، الْأَوَّلُ الَّذِي لاَ غَايَةَ لَهُ فَيَنْتَهِيَ، وَلاَ آخِرَ لَهُ فَيَنْقَضِيَ. (مِنْهَا فِي وَصْفِ الْأَنْبِيَاءِ) فَاسْتَوْدَعَهُمْ فِي أَفْضَلِ مُسْتَوْدَعٍ، وَأَقَرَّهُمْ فِي خَيْرِ مُسْتَقَرٍّ، تَنَاسَخَتْهُمْ كَرَائِمُ الْأَصْلاَبِ إِلَى مُطَهَّرَاتِ الْأَرْحَامِ، كُلَّمَا مَضَى مِنْهُمْ سَلَفٌ قَامَ مِنْهُمْ بِدِينِ اللهِ خَلَفٌ. حَتَّى أَفْضَتْ كَرَامَةُ اللهِ سُبْحَانَهُ إِلَى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ، فَأَخْرَجَهُ مِنْ أَفْضَلِ الْمَعَادِنِ مَنْبِتاً وَأَعَزِّ الْأُرُومَاتِ مَغْرِساً مِنَ الشَّجَرَةِ الَّتِي صَدَعَ مِنْهَا أَنْبِيَاءَهُ، وَانْتَجَبَ مِنْهَا أُمَنَاءَهُ. عِتْرَتُهُ خَيْرُ الْعِتَرِ، وَأُسْرَتُهُ خَيْرُ الْأُسَرِ، وَشَجَرَتُهُ خَيْرُ الشَّجَرِ. نَبَتَتْ فِي حَرَمٍ، وَبَسَقَتْ فِي كَرَمٍ. لَهَا فُرُوعٌ طِوَالٌ، وَثَمَرَةٌ لاَ تُنَالُ. فَهُوَ إِمَامُ مَنِ اتَّقَى، وَبَصِيرَةُ مَنِ اهْتَدَى. سِرَاجٌ لَمَعَ ضَوْؤُهُ، وَشِهَابٌ سَطَعَ نُورُهُ، وَزَنْدٌ بَرَقَ لَمْعُهُ. سِيرَتُهُ الْقَصْدُ، وَسُنَّتُهُ الرُّشْدُ، وَكَلاَمُهُ الْفَصْلُ، وَحُكْمُهُ الْعَدْلُ. أَرْسَلَهُ عَلَى حِينِ فَتْرَةٍ مِنَ الرُّسُلِ، وَ

ہمتوں کی رسائی نہیں اور نہ عقل و فہم کی قوتیں اُسے پا سکتی ہیں۔ وہ ایسا اوّل ہے کہ جس کے لیے نہ کوئی نقطۂ ابتداء ہے کہ وہ محدود ہو جائے اور نہ کوئی اُس کا آخر ہے کہ (وہاں پہنچ کر) ختم ہو جائے۔

اسی خطبہ کے ذیل میں فرمایا:۔ اس نے ان (انبیاء) کو بہترین سونپے جانے کی جگہوں میں رکھا، اور بہترین ٹھکانوں میں ٹھہرایا۔ وہ بلند مرتبہ صلبوں سے پاکیزہ شکموں کی طرف منتقل ہوتے رہے۔ جب اُن میں سے کوئی گزر جانے والا گزر گیا، دوسرا دینِ خدا کو لے کر کھڑا ہو گیا۔ یہاں تک کہ یہ الٰہی شرف محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تک پہنچا جنھیں ایسے معدنوں سے کہ جو پھلنے پھولنے کے اعتبار سے بہترین، اور ایسی اصلوں سے کہ جو نشو و نما کے لحاظ سے بہت باوقار تھیں، پیدا کیا۔ اسی شجرہ سے، کہ جس سے انبیاء پیدا کیے اور جس میں سے اپنے امین منتخب فرمائے۔ ان کی عترت بہترین عترت، اور قبیلہ بہترین قبیلہ، اور شجرہ بہترین شجرہ ہے۔ جو سرزمینِ حرم پر اُگا، اور بزرگی کے سایہ میں بڑھا۔ جس کی شاخیں دراز اور پھل دسترس سے باہر ہیں وہ پرہیزگاروں کے امام، ہدایت حاصل کرنے والوں کے لیے (سرچشمۂ) بصیرت ہیں۔ وہ ایسا چراغ ہیں، جس کی روشنی لَو دیتی ہے، اور ایسا روشن ستارہ جس کا نور ضیا پاش، اور ایسا چقماق، جس کی ضَو شعلہ فشاں ہے۔ ان کی سیرت (افراط و تفریط سے بچ کر) سیدھی راہ پر چلنا اور سنّت ہدایت کرنا ہے۔ ان کا کلام حق و باطل کا فیصلہ کرنے والا، اور حکم عین عدل ہے۔ اللہ نے انھیں

هَفْوَةٍ عَنِ الْعَمَلِ، وَغَبَاوَةٍ مِنَ الْأُمَمِ۔ اِعْمَلُوا رَحِمَكُمُ اللهُ عَلٰى أَعْلَامٍ بَيِّنَةٍ۔ فَالطَّرِيقُ نَهْجٌ يَدْعُو إِلٰى دَارِ السَّلَامِ۔ وَ أَنْتُمْ فِي دَارِ مُسْتَعْتَبٍ عَلٰى مَهَلٍ وَفَرَاغٍ - وَالصُّحُفُ مَنْشُورَةٌ - وَالْأَقْلَامُ جَارِيَةٌ - وَالْأَبْدَانُ صَحِيحَةٌ - وَالْأَلْسُنُ مُطْلَقَةٌ - وَالتَّوْبَةُ مَسْمُوعَةٌ وَالْأَعْمَالُ مَقْبُولَةٌ

اُس وقت بھیجا کہ جب رسُولوں کی آمد کا سلسلہ رُکا ہوا تھا بدعملی پھیلی ہوئی، اور اُمتوں پر غفلت چھائی ہوئی تھی۔ اللہ تم پر رحم کرے۔ روشن نشانوں پر جم کر عمل کرو۔ راستہ بالکل سیدھا ہے۔ وُہ تمھیں سلامتیوں کے گھر (جنّت) کی طرف بُلا رہا ہے اور ابھی تم ایسے گھر میں ہو کہ جہاں تمھیں اتنی مہلت و فراغت ہے کہ اس کی خوشنودیاں حاصل کر سکو۔ ابھی موقعہ ہے، چونکہ اعمال نامے کُھلے ہوئے ہیں، قلم چل رہے ہیں۔ بدن تندرست و توانا ہیں۔ زبان آزاد ہے، توبہ سُنی جا سکتی ہے اور اعمال قبول کئے جا سکتے ہیں۔

خطبہ ۹۳

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

بَعَثَهُ وَالنَّاسُ ضُلَّالٌ فِي حَيْرَةٍ وَخَابِطُونَ فِي فِتْنَةٍ۔ قَدِ اسْتَهْوَتْهُمُ الْأَهْوَاءُ، وَاسْتَزَلَّتْهُمُ الْكِبْرِيَاءُ، وَاسْتَخَفَّتْهُمُ الْجَاهِلِيَّةُ الْجَهْلَاءُ۔ حَيَارٰى فِي زَلْزَالٍ مِنَ الْأَمْرِ، وَبَلَاءٍ مِنَ الْجَهْلِ۔ فَبَالَغَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فِي النَّصِيحَةِ، وَمَضٰى عَلَى الطَّرِيقَةِ، وَدَعَا إِلَى الْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ۔

پیغمبرؐ کو اس وقت میں بھیجا کہ جب لوگ حیرت و پریشانی کے عالم میں گُم کردہ راہ تھے اور فتنوں میں ہاتھ پیر مار رہے تھے۔ نفسانی خواہشوں نے انھیں بھٹکا دیا تھا۔ اور غرور نے بہکا دیا تھا اور بھرپُور جاہلیّت نے اُن کی عقلیں کھو دی تھیں اور حالات کے ڈانواں ڈول ہونے اور جہالت کی بلاؤں کی وجہ سے حیران و پریشان تھے۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے انھیں سمجھانے بجھانے کا پُورا حق ادا کیا۔ خود سیدھے راستے پر جمے رہے اور حکمت و دانائی اور اچھی نصیحتوں کی طرف انھیں بُلاتے رہے۔

خطبہ ۹۴

وَمِنْ خُطْبَةٍ أُخْرٰى: اَلْحَمْدُ

تمام حمد اُس اللہ کے لیے ہے جو اوّل ہے اور کوئی

لِلّٰهِ الْاَوَّلِ فَلَا شَيْءَ بَعْدَهٗ۔ وَالْاٰخِرِ فَلَا شَيْءَ بَعْدَهٗ۔ وَالظَّاهِرِ فَلَا شَيْءَ فَوْقَهٗ۔ وَالْبَاطِنِ فَلَا شَيْءَ دُوْنَهٗ (مِنْهَا) فِيْ ذِكْرِ الرَّسُوْلِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مُسْتَقَرُّهٗ خَيْرُ مُسْتَقَرٍّ۔ وَمَنْبِتُهٗ اَشْرَفُ مَنْبِتٍ۔ فِيْ مَعَادِنِ الْكَرَامَةِ، وَمَمَاهِدِ السَّلَامَةِ۔ قَدْ صُرِفَتْ نَحْوَهٗ اَفْئِدَةُ الْاَبْرَارِ۔ وَثُنِيَتْ اِلَيْهِ اَزِمَّةُ الْاَبْصَارِ۔ دَفَنَ بِهِ الضَّغَائِنَ وَاَطْفَاَ بِهِ الثَّوَائِرَ۔ اَلَّفَ بِهٖ اِخْوَانًا، وَفَرَّقَ بِهٖ اَقْرَانًا۔ اَعَزَّ بِهِ الذِّلَّةَ وَاَذَلَّ بِهِ الْعِزَّةَ۔ كَلَامُهٗ بَيَانٌ وَصَمْتُهٗ لِسَانٌ۔

شے اس سے پہلے نہیں، اور آخر ہے اور کوئی چیز اس کے بعد نہیں۔ وہ ظاہر ہے اور کوئی شے اس سے بالاتر نہیں، اور باطن ہے، اور کوئی چیز اس سے قریب تر نہیں

اسی خطبہ کے ذیل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر فرمایا :-

بزرگی اور شرافت کے معدنوں اور پاکیزگی کی جگہوں میں ان کا مقام بہترین مقام اور مرزبوم بہترین مرزبوم ہے۔ اُن کی طرف نیک لوگوں کے دل جھکا دیئے گئے ہیں اور نگاہوں کے رُخ موڑ دیئے گئے ہیں۔ خدا نے ان کی وجہ سے فتنے دبا دیئے، اور (عداوتوں کے) شعلے بجھا دیئے۔ بھائیوں میں اُلفت پیدا کی اور جو (کفر میں) اکٹھے تھے، اُنھیں علیحدہ علیحدہ کر دیا۔ (اسلام کی) پستی و ذلت کو عزت بخشی، اور (کفر کی) عزت و بلندی کو ذلیل کر دیا۔ ان کا کلام (شریعت کا) بیان اور سکوت (احکام کی) زبان تھی۔

خطبہ ۹۵

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

وَلَئِنْ اَمْهَلَ الظَّالِمَ فَلَنْ يَّفُوْتَ اَخْذُهٗ۔ وَهُوَ لَهٗ بِالْمِرْصَادِ عَلٰى مَجَازِ طَرِيْقِهٖ۔ وَبِمَوْضِعِ الشَّجٰى مِنْ مَسَاغِ رِيْقِهٖ۔ اَمَا وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَيَظْهَرَنَّ هٰؤُلَاۗءِ الْقَوْمُ عَلَيْكُمْ، لَيْسَ لِاَنَّهُمْ اَوْلٰى بِالْحَقِّ مِنْكُمْ۔ وَلٰكِنْ

اگر اللہ نے ظالم کو مہلت دے رکھی ہے تو اس کی گرفت سے تو وہ ہرگز نہیں نکل سکتا، اور وہ اس کی گزرگاہ اور گلے میں ہڈی پھنسنے کی جگہ پر موقع کا منتظر ہے۔ اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، یہ قوم (اہل شام) تم پر غالب آ کر رہے گی۔ اس لیے نہیں کہ ان کا حق تم سے فائق ہے۔ بلکہ اس لیے کہ وہ اپنے ساتھی (معاویہ) کی طرف باطل پر ہونے کے باوجود تیزی سے لپکتے ہیں اور تم میرے حق پر ہونے کے باوجود سستی کرتے

لِاِسْرَاعِهِمْ اِلٰى بَاطِلِ صَاحِبِهِمْ وَاِبْطَآئِكُمْ عَنْ حَقِّيْ - وَلَقَدْ اَصْبَحَتِ الْاُمَمُ تَخَافُ - ظُلْمَ رُعَاتِهَا - وَاَصْبَحْتُ اَخَافُ ظُلْمَ رَعِيَّتِيْ - اِسْتَنْفَرْتُكُمْ لِلْجِهَادِ فَلَمْ تَنْفِرُوْا - وَاَسْمَعْتُكُمْ فَلَمْ تَسْمَعُوْا ، وَدَعَوْتُكُمْ سِرًّا وَجَهْرًا فَلَمْ تَسْتَجِيْبُوْا ، وَنَصَحْتُ لَكُمْ فَلَمْ تَقْبَلُوْا - اَشُهُوْدٌ كَغُيَّابٍ وَعَبِيْدٌ كَاَرْبَابٍ؟ اَتْلُوْ عَلَيْكُمُ الْحِكَمَ فَتَنْفِرُوْنَ مِنْهَا وَاَعِظُكُمْ بِالْمَوْعِظَةِ الْبَالِغَةِ فَتَتَفَرَّقُوْنَ عَنْهَا - وَاَحُثُّكُمْ عَلٰى جِهَادِ اَهْلِ الْبَغْيِ فَمَآ اٰتِيْ عَلٰٓى اٰخِرِ الْقَوْلِ حَتّٰى اَرَاكُمْ مُتَفَرِّقِيْنَ اَيَادِيْ سَبَا تَرْجِعُوْنَ اِلٰى مَجَالِسِكُمْ وَتَتَخَادَعُوْنَ عَنْ مَوَاعِظِكُمْ - اُقَوِّمُكُمْ غُدْوَةً وَتَرْجِعُوْنَ اِلَيَّ عَشِيَّةً كَظَهْرِ الْحَنِيَّةِ ، عَجَزَ الْمُقَوِّمُ وَاَعْضَلَ الْمُقَوَّمُ -

اَيُّهَا الشَّاهِدَةُ اَبْدَانُهُمْ، الْغَآئِبَةُ عُقُوْلُهُمْ - الْمُخْتَلِفَةُ اَهْوَآؤُهُمُ الْمُبْتَلٰى بِهِمْ اُمَرَآؤُهُمْ صَاحِبُكُمْ يُطِيْعُ اللّٰهَ وَاَنْتُمْ تَعْصُوْنَهٗ وَصَاحِبُ اَهْلِ الشَّامِ

ہو۔ رعیتیں[1] اپنے حکمرانوں کے ظلم و جور سے ڈرا کرتی تھیں اور میں اپنی رعیت کے ظلم سے ڈرتا ہوں۔ میں نے تمھیں جہاد کے لیے اُبھارا، لیکن تم (اپنے گھروں سے) نہ نکلے۔ میں نے تمھیں (کارآمد باتوں کو) سُنانا چاہا مگر تم نے ایک نہ سُنی اور میں نے پوشیدہ بھی اور علانیہ بھی تمھیں جہاد کے لیئے پکارا اور للکارا۔ لیکن تم نے ایک نہ مانی۔ اور سمجھایا بجھایا، مگر تم نے میری نصیحتیں قبول نہ کیں۔ کیا تم موجود ہوتے ہوئے بھی غائب رہتے ہو، حلقہ بگوش ہوتے ہوئے گویا خود مالک ہو۔ میں تمھارے سامنے حکمت اور دانائی کی باتیں بیان کرتا ہوں اور تم ان سے بھڑکتے ہو۔ تمھیں بلند پایہ نصیحتیں کرتا ہوں اور تم پراگندہ خاطر ہو جاتے ہو۔ میں ان باغیوں سے جہاد کرنے کے لیے تمھیں آمادہ کرتا ہوں، تو ابھی میری بات ختم بھی نہیں ہوتی کہ میں دیکھتا ہوں کہ تم اولاد سبا[2] کی تتر بتر ہو گئے۔ اپنی نشست گاہوں کی طرف واپس چلے جاتے ہو، اور ان نصیحتوں سے غافل ہو کر ایک دوسرے کے چکمے میں آجاتے ہو۔ صبح کو میں تمھیں سیدھا کرتا ہوں اور شام کو جب آتے ہو تو (ویسے کے ویسے) کمان کی پُشت کی طرح ٹیڑھے۔ سیدھا کرنے والا عاجز آگیا، اور جسے سیدھا کیا جا رہا ہے۔ وہ لاعلاج ثابت ہوا۔ اے وہ لوگو! جن کے جسم تو حاضر ہیں اور عقلیں غائب اور خواہشیں جُدا جُدا ہیں۔ ان پر حکومت کرنے والے ان کے ہاتھوں آزمائش میں پڑے ہوئے ہیں۔ تمھارا حاکم اللہ کی اطاعت کرتا ہے، اور تم اس کی نافرمانی کرتے ہو، اور اہلِ شام کا حاکم اللہ کی نافرمانی

يَعْصِي اللّٰهَ وَهُمْ يُطِيعُونَهُ. لَوَدِدْتُ وَاللّٰهِ أَنَّ مُعَاوِيَةَ صَارَفَنِي بِكُمْ صَرْفَ الدِّينَارِ بِالدِّرْهَمِ، فَأَخَذَ مِنِّي عَشَرَةً مِنْكُمْ وَأَعْطَانِي رَجُلًا مِنْهُمْ. يَا أَهْلَ الْكُوفَةِ مُنِيتُ بِكُمْ بِثَلَاثٍ وَاثْنَتَيْنِ: صُمٌّ ذَوُو أَسْمَاعٍ، وَبُكْمٌ ذَوُو كَلَامٍ، وَعُمْيٌ ذَوُو أَبْصَارٍ. لَا أَحْرَارُ صِدْقٍ عِنْدَ اللِّقَاءِ، وَلَا إِخْوَانُ ثِقَةٍ عِنْدَ الْبَلَاءِ. تَرِبَتْ أَيْدِيكُمْ يَا أَشْبَاهَ الْإِبِلِ غَابَ عَنْهَا رُعَاتُهَا، كُلَّمَا جُمِعَتْ مِنْ جَانِبٍ تَفَرَّقَتْ مِنْ جَانِبٍ آخَرَ. وَاللّٰهِ لَكَأَنِّي بِكُمْ فِيمَا إِخَالُ أَنْ لَوْ حَمِسَ الْوَغَى وَحَمِيَ الضِّرَابُ وَقَدِ انْفَرَجْتُمْ عَنِ ابْنِ أَبِي طَالِبٍ انْفِرَاجَ الْمَرْأَةِ عَنْ قُبُلِهَا. وَإِنِّي لَعَلَى بَيِّنَةٍ مِنْ رَبِّي وَمِنْهَاجٍ مِنْ نَبِيِّي - وَإِنِّي لَعَلَى الطَّرِيقِ الْوَاضِحِ أَلْقُطُهُ لَقْطاً.
اُنْظُرُوا أَهْلَ بَيْتِ نَبِيِّكُمْ فَالْزَمُوا سَمْتَهُمْ وَاتَّبِعُوا أَثَرَهُمْ فَلَنْ يُخْرِجُوكُمْ مِنْ هُدًى، وَلَنْ يُعِيدُوكُمْ فِي رَدًى - فَإِنْ لَبَدُوا فَالْبُدُوا وَإِنْ نَهَضُوا فَانْهَضُوا - وَلَا تَسْبِقُوهُمْ فَتَضِلُّوا

کرتا ہے۔ مگر وہ اس کی اطاعت کرتے ہیں۔ خدا کی قسم! میں یہ چاہتا ہوں کہ معاویہ تم میں سے دس مجھ سے لے لے، اور بدلے میں اپنا ایک آدمی مجھے دے دے، جس طرح دینار کا تبادلہ درہموں سے ہوتا ہے۔ اے اہل کوفہ میں تمہاری تین اور ان کے علاوہ دو باتوں میں مبتلا ہوں پہلے تو یہ کہ تم کان رکھتے ہوئے بہرے ہو، اور بولنے چالنے کے باوجود گونگے ہو، اور آنکھیں ہوتے ہوئے اندھے ہو۔ اور پھر یہ کہ نہ تم جنگ کے موقعہ پر سچے جوانمرد ہو، اور نہ قابل اعتماد بھائی ہو۔ اے اُن اونٹوں کی چال ڈھال والو کہ جن کے چرواہے گم ہو چکے ہوں اور انہیں ایک طرف سے گھیر کر لایا جاتا ہے تو دوسری طرف سے بکھر جاتے ہیں۔ خدا کی قسم! جیسا کہ میرا تمہارے متعلق خیال ہے۔ گویا یہ منظر میرے سامنے ہے کہ اگر جنگ شدت اختیار کر لے اور میدان کارزار گرم ہو جائے، تو تم ابن ابی طالبؑ سے ایسے شرمناک طریقے پر علیحدہ ہو جیسے عورت بالکل برہنہ ہو جائے۔ میں اپنے پروردگار کی طرف سے روشن دلیل اور اپنے نبیؐ کے طریقے اور شاہراہ حق پر ہوں (جسے میں باطل کے راستوں میں سے ڈھونڈ ڈھونڈ کر پاتا رہتا ہوں۔ اپنے نبیؐ کے اہل بیت کو دیکھو، اُن کی سیرت پر چلو، اور اُن کے نقش قدم کی پیروی کرو۔ وہ تمہیں ہدایت سے باہر نہیں ہونے دیں گے۔ اور نہ گمراہی و ہلاکت کی طرف پلٹائیں گے۔ اگر وہ کہیں ٹھہریں، تو تم بھی ٹھہر جاؤ اور اگر وہ اُٹھیں، تو تم بھی اُٹھ کھڑے ہو۔ ان سے آگے نہ بڑھ جاؤ، ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے، اور نہ (انہیں چھوڑ کر) پیچھے رہ جاؤ، ورنہ تباہ ہو جاؤ گے۔ میں نے محمد صلی اللہ

وَلَا تَتَأَخَّرُوا عَنْهُمْ فَتَهْلِكُوا
لَقَدْ رَأَيْتُ أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَمَا أَرَى أَحَدًا
مِنْكُمْ يُشْبِهُهُمْ، لَقَدْ كَانُوا يُصْبِحُونَ
شُعْثًا غُبْرًا وَقَدْ بَاتُوا سُجَّدًا
وَقِيَامًا يُرَاوِحُونَ بَيْنَ جِبَاهِهِمْ
وَخُدُودِهِمْ وَيَقِفُونَ عَلَى
مِثْلِ الْجَمْرِ مِنْ ذِكْرِ مَعَادِهِمْ
كَأَنَّ بَيْنَ أَعْيُنِهِمْ رُكَبَ الْمِعْزَى
مِنْ طُولِ سُجُودِهِمْ - إِذَا ذُكِرَ
اللّٰهُ هَمَلَتْ أَعْيُنُهُمْ حَتَّى تَبُلَّ
جُيُوبَهُمْ - وَمَادُوا كَمَا يَمِيدُ
الشَّجَرُ يَوْمَ الرِّيحِ الْعَاصِفِ
خَوْفًا مِنَ الْعِقَابِ وَرَجَاءَ
الثَّوَابِ -

علیہ وآلہٖ وسلّم کے خاص خاص اصحاب دیکھے ہیں۔ مجھے تو تم میں سے ایک بھی ایسا نظر نہیں آتا، جو ان کے مثل ہو وہ اس عالم میں صبح کرتے تھے کہ ان کے بال بکھرے ہوئے اور چہرے خاک سے اَٹے ہوتے تھے۔ جبکہ رات کو وہ سجود و قیام میں کاٹ چکے ہوتے تھے۔ اس عالم میں کہ کبھی پیشانیاں سجدے میں رکھتے تھے اور کبھی رُخسار، اور حشر کی یاد سے اس طرح بے چین رہتے تھے کہ جیسے انگاروں پر ٹھہرے ہُوئے ہوں اور لمبے سجدوں کی وجہ سے ان کی آنکھوں کے درمیان (پیشانیوں پر) بکری کے گھٹنوں ایسے گٹے پڑے ہُوئے تھے۔ جب بھی ان کے سامنے اللہ کا ذکر آجاتا تھا۔ تو ان کی آنکھیں برس پڑتی تھیں۔ یہاں تک کہ ان کے گریبانوں کو بھگو دیتی تھیں۔ وُہ اس طرح کانپتے رہتے تھے۔ جس طرح تیز جھکڑ والے دن درخت تھرتھراتے ہیں۔ سزا کے خوف اور ثواب کی اُمید میں۔

لہ پیغمبرؐ کے بعد جو فضا پیدا کر دی گئی تھی، اس میں اہل بیت کے لیے گوشہ گزینی کے سوا کوئی چارہ نہ تھا جس کی وجہ سے دُنیا ان کے اصلی خدوخال سے بیگانہ اور ان کے علوم و کمالات سے ناآشنا ہو کر رہ گئی اور انھیں نظروں سے گرانا، اور اقتدار سے الگ رکھنا ہی اسلام کی سب سے بڑی خدمت تصوّر کر لیا گیا۔ اگر حضرت عثمان کی کھلم کھلا بے عنوانیاں مسلمانوں کو کروٹ لینے اور آنکھ کھولنے کا موقع نہ دیتیں۔ تو ان کے بعد بھی امیر المومنینؑ کی بیعت کا کوئی سوال پیدا نہ ہوتا تھا۔ بلکہ اقتدار جس رُخ پر بڑھ رہا تھا۔ اسی رُخ پر بڑھتا رہتا۔ لیکن جن لوگوں کا اس سلسلہ میں نام لیا جا سکتا تھا۔ وُہ اپنے دامن بند و قبا کو دیکھ کر آگے بڑھنے کی جرأت نہ کرتے تھے۔ اور معاویہ مرکز سے دُور اپنی راجدھانی میں بیٹھا ہوا تھا۔ ان حالات میں امیر المومنین کے سوا کوئی ایسا نہ تھا جس کی طرف نظریں اُٹھتیں۔ چنانچہ نگاہیں آپ کے گرد طواف کرنے لگیں اور وُہی عوام جو سیلاب کے بہاؤ اور ہوا کا رُخ دیکھ کر دُوسروں کی بیعت کرتے رہے تھے۔ آپ کے ہاتھوں پر بیعت کے لیے ٹوٹ پڑے۔ لیکن یہ بیعت اِس حیثیت سے نہ تھی کہ وُہ آپ کی خلافت کو من جانب اللہ اور آپ کو امام مفترض الطاعۃ سمجھ رہے ہوں بلکہ انہی کے قرار دادہ اصول کے ماتحت تھی جسے جمہوری و شورائی

قسم کے ناموں سے یاد کیا جاتا تھا۔ البتہ ایک گروہ ایسا تھا جو آپ کی خلافت کو نصی سمجھتے ہوئے دینی فریضہ کی حیثیت سے بیعت کر رہا تھا۔ ورنہ اکثریت تو آپ کو دوسرے خلفاء کی طرح ایک فرمانروا اور بلحاظِ فضیلت چوتھے درجہ پر یا خلفائے ثلاثہ کے بعد عام صحابہ کی سطح پر سمجھتی تھی، اور چونکہ رعیت، فوج اور عہدہ دار سابقہ حکمرانوں کے عقائد و اعمال سے متاثر اور اُن کے رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔ اس لیے جب کوئی بات اپنی منشار کے خلاف پاتے تو بگڑتے، اُلجھتے، جنگ سے جی چُراتے، اور سرکشی و نافرمانی پر اُتر آتے تھے۔ اور پھر جس طرح پیغمبرؐ کے ساتھ شریکِ جہاد ہونے والے کچھ دنیا کے طلب گار تھے اور کچھ آخرت کے، اسی طرح یہاں بھی دُنیا پرستوں کی کمی نہ تھی۔ جو بظاہر امیرالمومنینؑ سے ملے ہوئے تھے اور درپردہ معاویہ سے سازباز رکھتے تھے۔ جس نے ان میں سے کسی سے منصب کا وعدہ کر رکھا تھا، اور کسی کو دولت کا لالچ دے رکھا تھا۔

ان لوگوں کو شیعانِ امیرالمومنینؑ قرار دے کر شیعیت کو موردِ الزام ٹھہرانا حقائق سے چشم پوشی کرنا ہے۔ جبکہ ان لوگوں کا مسلک وہی ہو سکتا ہے جو امیرالمومنینؑ کو چوتھے درجہ پر سمجھنے والوں کا ہونا چاہیئے۔ چنانچہ ابن ابی الحدید ان لوگوں کے مسلک و مذہب پر واشگاف لفظوں میں روشنی ڈالتے ہیں:۔

ومن تأمل احواله علیه السلام فی خلافته علم انه کان المحجور علیه لا یتمکن من بلوغ ما فی نفسه وذلك لان العارفین بحقیقة حاله کانوا قلیلین وکان السواد الاعظم لا یعتقدون فیه الامر الذی یجب اعتقاده فیه ویرون تفضیل من تقدمه من الخلفاء علیه ویظنون ان الافضلیة انما هی بالخلافة ویقلد اخلافهم اسلافهم ویقولون لولا ان الاوائل علموا فضل المتقدمین علیه لما قدموهم ولا یرونه الا تابعین المتبعة لمن سبقه وانه کان رعیة لهم واکثرهم انما یحارب معه بالحمیة بنخوة العربیة لا بالدین والعقیدة۔

جو شخص امیرالمومنینؑ کے زمانۂ خلافت کے واقعات کو گہری نظر سے دیکھے گا، وہ اس امر کو جان لے گا کہ امیرالمومنینؑ مجبور اور بے بس بنا دیئے گئے تھے۔ کیونکہ آپ کی حقیقی منزلت کے پہچاننے والے بہت کم تھے، اور سوادِ اعظم آپ کے بارے میں وہ اعتقاد نہ رکھتا تھا جو اعتقاد آپ کے متعلق رکھنا واجب و ضروری تھا۔ وہ پہلے خلفاء کو آپ پر فضیلت دیتے تھے اور یہ خیال کرتے تھے کہ فضیلت کا معیار خلافت ہے اور اس مسئلہ میں بعد والے اگلوں کی تقلید و پیروی کرتے تھے۔ اور یہ کہتے تھے کہ اگر پہلے لوگوں کو یہ علم نہ ہوتا کہ پہلے خلفاءؑ آپ پر فضیلت رکھتے تھے، تو وہ آپ پر انھیں مقدم نہ کرتے اور یہ لوگ تو آپ کو ایک تابع اور ان کی رعیت کی حیثیت سے جانتے پہچانتے تھے۔ اور جو لوگ آپ کے ساتھ شریک ہو کر جنگ کرتے تھے، ان میں اکثر حمیت اور عربی عصبیت کے پیشِ نظر شریکِ جنگ ہوتے تھے، نہ دین اور عقیدہ کی بنا پر"۔

لہ سبا ابن یشجب ابن یعرب ابنِ قحطان کی اولاد قبیلہ سبا کے نام سے موسوم ہے۔ جب ان لوگوں نے انبیاء کو جھٹلایا

شروع کیا تو قدرت نے اُنھیں جھنجھوڑنے کے لیے ان پر پانی کا سیلاب مسلط کر دیا، جس سے ان کے باغات تہ آب ہو گئے، اور وُہ خود گھر بار چھوڑ کر مختلف شہروں میں بکھر گئے۔ اس واقعہ سے یہ مثل چل نکلی اور جہاں کہیں لوگ اس طرح جُدا جُدا ہو جائیں کہ پھر مجتمع ہونے کی توقع نہ رہے، تو یہ مثل استعمال کی جاتی ہے۔"

خطبہ ۹۶

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ -

وَاللهِ لَا يَزَالُونَ حَتّٰى لَا يَدَعُوا لِلّٰهِ مُحَرَّمًا إِلَّا اسْتَحَلُّوهُ وَلَا عَقْدًا إِلَّا حَلُّوهُ وَحَتّٰى لَا يَبْقٰى بَيْتُ مَدَرٍ وَلَا وَبَرٍ إِلَّا دَخَلَهُ ظُلْمُهُمْ وَنَبَا بِهِ سُوءُ رَعْيِهِمْ وَحَتّٰى يَقُومَ الْبَاكِيَانِ يَبْكِيَانِ بَاكٍ يَبْكِي لِدِينِهِ وَبَاكٍ يَبْكِي لِدُنْيَاهُ - وَحَتّٰى تَكُونَ نُصْرَةُ أَحَدِكُمْ مِنْ أَحَدِهِمْ كَنُصْرَةِ الْعَبْدِ مِنْ سَيِّدِهِ - إِذَا شَهِدَ أَطَاعَهُ، وَإِذَا غَابَ اغْتَابَهُ - وَحَتّٰى يَكُونَ أَعْظَمُكُمْ فِيهَا عَنَاءً أَحْسَنَكُمْ بِاللهِ ظَنًّا - فَإِنْ أَتَاكُمُ اللهُ بِعَافِيَةٍ فَاقْبَلُوا - وَإِنِ ابْتُلِيتُمْ فَاصْبِرُوا - فَإِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِينَ -

خدا کی قسم! وُہ ہمیشہ یُونہی (ظلم ڈھاتے) رہیں گے اور کوئی اللہ کی حرام کی ہُوئی چیز ایسی نہ ہوگی، جسے وُہ حلال نہ سمجھ لیں گے، اور ایک بھی عہد و پیمان ایسا نہ ہوگا جسے وہ توڑ نہ ڈالیں گے۔ یہاں تک کہ کوئی اینٹ پتھر کا گھر اور اون کا خیمہ اُن کے ظلم کی زد سے محفوظ نہ رہے گا اور اُن کی بُری طرزِ نگہداشت سے لوگوں کا اپنے گھروں میں رہنا مشکل ہو جائے گا، اور یہاں تک کہ دو قسم کے رونے والے کھڑے ہو جائیں گے۔ ایک دین کے لیے رونے والا، اور ایک دُنیا کے لیے۔ اور یہاں تک کہ تم میں سے کسی ایک کا اُن میں سے کسی ایک سے داد خواہی کرنا ایسا ہی ہوگا۔ جیسے غلام کا اپنے آقا سے کہ وہ سامنے اطاعت کرتا ہے، اور پیٹھ پیچھے بُرائی کرتا (اور دل کی بھڑاس نکالتا) ہے اور یہاں تک نوبت پہنچ جائے گی کہ تم میں سے جو اللہ کا زیادہ اعتقاد رکھے گا اتنا ہی وُہ زحمت و مشقت میں بڑھا چڑھا ہوگا۔ اس صُورت میں اگر اللہ تمھیں امن و عافیت میں رکھے، تو (اس کا شکر کرتے ہُوئے) اسے قبول کرو۔ اور اگر ابتلاء و آزمائش میں ڈالے جاؤ تو صبر کرو، اس لیے کہ اچھا انجام پرہیزگاروں کے لیے ہے۔

خطبہ ۹۷

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

نَحْمَدُهُ عَلَى مَا كَانَ وَنَسْتَعِينُهُ
مِنْ أَمْرِنَا عَلَى مَا يَكُونُ - وَنَسْأَلُهُ
الْمُعَافَاةَ فِي الْأَدْيَانِ كَمَا نَسْأَلُهُ
الْمُعَافَاةَ فِي الْأَبْدَانِ :— عِبَادَ اللهِ
أُوصِيكُمْ بِالرَّفْضِ لِهَذِهِ الدُّنْيَا
التَّارِكَةِ لَكُمْ وَإِنْ لَمْ تُحِبُّوا تَرْكَهَا
وَالْمُبْلِيَةِ لِأَجْسَامِكُمْ وَإِنْ كُنْتُمْ
تُحِبُّونَ تَجْدِيدَهَا فَإِنَّمَا مَثَلُكُمْ وَمَثَلُهَا
كَسَفْرٍ سَلَكُوا سَبِيلًا فَكَأَنَّهُمْ قَدْ
قَطَعُوهُ وَأَمُّوا عَلَمًا فَكَأَنَّهُمْ قَدْ
بَلَغُوهُ - وَكَمْ عَسَى الْمُجْرِي إِلَى الْغَايَةِ
أَنْ يَجْرِيَ إِلَيْهَا حَتَّى يَبْلُغَهَا - وَمَا
عَسَى أَنْ يَكُونَ بَقَاءُ مَنْ لَهُ يَوْمٌ لَا
يَعْدُوهُ وَطَالِبٌ حَثِيثٌ يَحْدُوهُ فِي
الدُّنْيَا حَتَّى يُفَارِقَهَا فَلَا تَنَافَسُوا
فِي عِزِّ الدُّنْيَا وَفَخْرِهَا - وَلَا تَعْجَبُوا
بِزِينَتِهَا وَنَعِيمِهَا - وَلَا تَجْزَعُوا
مِنْ ضَرَّائِهَا وَبُؤْسِهَا - فَإِنَّ عِزَّهَا وَ
فَخْرَهَا إِلَى انْقِطَاعٍ - وَإِنَّ زِينَتَهَا
وَنَعِيمَهَا إِلَى زَوَالٍ، وَضَرَّاءَهَا وَ
بُؤْسَهَا إِلَى نَفَادٍ - وَكُلُّ مُدَّةٍ فِيهَا
إِلَى انْتِهَاءٍ - وَكُلُّ حَيٍّ فِيهَا إِلَى فَنَاءٍ
أَوَلَيْسَ لَكُمْ فِي آثَارِ الْأَوَّلِينَ

جو ہو چکا اس پر ہم اللہ کی حمد کرتے ہیں، اور جو ہوگا اس کے مقابلہ میں اس سے مدد چاہتے ہیں۔ جس طرح اس سے جسموں کی صحت کا سوال کرتے ہیں اسی طرح دین و ایمان کی سلامتی کے طلب گار ہیں۔

اے اللہ کے بندو! میں تمہیں اس دنیا کے چھوڑنے کی وصیت کرتا ہوں جو تمہیں چھوڑ دینے والی ہے، حالانکہ تم اسے چھوڑنا پسند نہیں کرتے، اور وہ تمہارے جسموں کو کہنہ و بوسیدہ بنانے والی ہے۔ حالانکہ تم اسے ترو تازہ رکھنے ہی کی کوشش کرتے ہو تمہاری اور اس دنیا کی مثال ایسی ہے جیسے چند مسافر کسی راہ پر چلیں اور چلتے ہی منزل طے کر لیں اور کسی بلند نشان کا قصد کریں اور فوراً وہاں تک پہنچ جائیں۔ کتنا ہی تھوڑا وقفہ ہے اس (گھوڑا دوڑانے والے) کا کہ جو اسے دوڑا کر انتہا کی منزل تک پہنچ جائے اور اس شخص کی بقا ہی کیا ہے کہ جس کے لیے ایک ایسا دن ہو کہ جس سے وہ آگے نہیں بڑھ سکتا۔ اور دنیا میں ایک تیز گام طلب کرنے والا اسے ہنکا رہا ہو۔ یہاں تک کہ وہ اس دنیا کو چھوڑ جائے۔ دنیا کی عزت اور اس اور اس میں فخر و سر بلندی کی خواہش نہ کرو، اور نہ اس کی آرائشوں اور نعمتوں پر خوش ہو اور نہ اس کی سختیوں اور تنگیوں پر بے صبری سے چیخنے چلّانے لگو۔ اس لیے کہ اس کی عزت و فخر دونوں مٹ جانے والے ہیں اور اس کی آرائشیں اور نعمتیں زائل ہو جانے والی ہیں اور اس کی سختیاں اور تنگیاں آخر ختم ہو جائیں گی۔ اس کی ہر مدت کا نتیجہ اختتام اور ہر زندہ کا انجام فنا ہونا ہے۔ کیا پہلے لوگوں کے واقعات میں تمہارے

مُزْدَجَرٌ وَ فِي آبَاۤئِكُمُ الْمَاضِينَ تَبْصِرَةٌ وَ مُعْتَبَرٌ إِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُونَ - أَوَ لَمْ تَرَوْا إِلَى الْمَاضِينَ مِنْكُمْ لَا يَرْجِعُونَ - وَ إِلَى الْخَلَفِ الْبَاقِينَ لَا يَبْقَوْنَ - أَوَ لَسْتُمْ تَرَوْنَ أَهْلَ الدُّنْيَا يُصْبِحُونَ وَ يُمْسُونَ عَلَى أَحْوَالٍ شَتَّى ، فَمَيِّتٌ يُبْكَى وَ آخَرُ يُعَزَّى ، وَ صَرِيعٌ مُبْتَلًى - وَ عَائِدٌ يَعُودُ وَ آخَرُ بِنَفْسِهِ يَجُودُ - وَ طَالِبٌ لِلدُّنْيَا وَ الْمَوْتُ يَطْلُبُهُ - وَ غَافِلٌ وَ لَيْسَ بِمَغْفُولٍ عَنْهُ - وَ عَلَى أَثَرِ الْمَاضِي مَا يَمْضِي الْبَاقِي -

أَلَا فَاذْكُرُوا هَادِمَ اللَّذَّاتِ وَ مُنَغِّصَ الشَّهَوَاتِ - وَ قَاطِعَ الْأُمْنِيَاتِ - عِنْدَ الْمُسَاوَرَةِ لِلْأَعْمَالِ الْقَبِيحَةِ - وَ اسْتَعِينُوا اللهَ عَلَى أَدَاۤءِ وَاجِبِ حَقِّهِ وَ مَا يُحْصَى مِنْ أَعْدَادِ نِعَمِهِ وَ إِحْسَانِهِ -

لیے کافی تنبیہ کا سامان نہیں ، اور تمھارے گذرے ہُوئے آباؤ اجداد کے حالات) میں تمھارے لیے عبرت اور بصیرت نہیں ؟ اگر تم سوچو سمجھو۔ کیا تم گزرے ہُوئے لوگوں کو نہیں دیکھتے کہ وُہ پلٹ کر نہیں آتے اور اُن کے بعد باقی رہنے والے بھی زندہ نہیں رہتے۔ تم دُنیا والوں پر نظر نہیں کرتے کہ جو مختلف حالتوں میں صبح و شام کرتے ہیں۔ کہیں کوئی میّت ہے جس پر رویا جا رہا ہے اور کہیں کسی کو تعزیت دی جا رہی ہے۔ کوئی عاجز و زمین گیر مبتلائے مرض ہے اور کوئی عیادت کرنے والا عیادت کر رہا ہے۔ کہیں کوئی دم توڑ رہا ہے۔ کوئی دُنیا تلاش کرتا پھرتا ہے اور موت اُسے تلاش کر رہی ہے۔ اور کوئی غفلت میں پڑا ہے، لیکن (موت) اُس سے غافل نہیں ہے۔ گزر جانے والوں کے نقشِ قدم پر ہی باقی رہ جانے والے چل رہے ہیں۔

مَیں تمھیں متنبہ کرتا ہوں کہ بد اعمالیوں کے ارتکاب کے وقت ذرا موت کو بھی یاد کر لیا کرو کہ جو تمام لذتوں کو مٹا دینے والی ، اور تمام نفسانی مزوں کو کرکرا دینے والی ہے۔ اللہ کے واجب الادا حقوق ادا کرنے اور اس کی اَن گنت نعمتوں اور لاتعداد احسانوں کا شکر بجا لانے کے لیے اُس سے مدد مانگتے رہو۔

خطبہ ۹۸

وَ مِنْ خُطْبَةٍ لَهُ أُخْرَى - اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ النَّاشِرِ فِي الْخَلْقِ فَضْلَهُ وَ الْبَاسِطِ فِيهِمْ بِالْجُودِ يَدَهُ - نَحْمَدُهُ فِي جَمِيعِ أُمُورِهِ - وَ نَسْتَعِينُهُ عَلَى

اُس اللہ کے لیے حمد و ثنا ہے جو مخلوقات میں اپنا (دامن) فضل پھیلائے ہُوئے اور اپنا دستِ کرم بڑھائے ہُوئے ہے۔ ہم تمام امُور میں اس کی حمد کرتے ہیں اور اُس کے حقوق کا پاس و لحاظ رکھنے میں اُس سے مدد مانگتے ہیں۔

رِعَايَةِ حُقُوقِهِ - وَنَشْهَدُ اَنْ لَآ اِلٰهَ
غَيْرُهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ
رَسُوْلُهُ - اَرْسَلَهُ بِاَمْرِهِ صَادِعًا
وَبِذِكْرِهِ نَاطِقًا - فَاَدّٰى اَمِيْنًا
وَمَضٰى رَشِيْدًا - وَخَلَّفَ فِيْنَا
رَايَةَ الْحَقِّ مَنْ تَقَدَّمَهَا مَرَقَ ، وَ
مَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا زَهَقَ - وَمَنْ
لَزِمَهَا لَحِقَ دَلِيْلُهَا ، مَكِيْثُ
الْكَلَامِ - بَطِئُ الْقِيَامِ ، سَرِيْعٌ
اِذَا قَامَ - فَاِذَا اَنْتُمْ اَلَنْتُمْ
لَهٗ رِقَابَكُمْ وَ اَشَرْتُمْ اِلَيْهِ
بِاَصَابِعِكُمْ ، جَاءَهُ الْمَوْتُ فَذَهَبَ
بِهٖ ، فَلَبِثْتُمْ بَعْدَهٗ مَا شَآءَ اللّٰهُ
حَتّٰى يُطْلِعَ اللّٰهُ لَكُمْ مَنْ يَجْمَعُكُمْ
وَيَضُمُّ نَشْرَكُمْ فَلَا تَطْمَعُوْا
فِيْ غَيْرِ مُقْبِلٍ ، وَلَا تَيْاَسُوْا مِنْ
مُدْبِرٍ - فَاِنَّ الْمُدْبِرَ عَسٰى
اَنْ تَزِلَّ اِحْدٰى قَائِمَتَيْهِ
وَتَثْبُتَ الْاُخْرٰى وَتَرْجِعَا
حَتّٰى تَثْبُتَا جَمِيْعًا - اَلَا اِنَّ
مَثَلَ اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ كَمَثَلِ نُجُوْمِ السَّمَآءِ
اِذَا خَوٰى نَجْمٌ طَلَعَ نَجْمٌ ،
فَكَاَنَّكُمْ قَدْ تَكَامَلَتْ مِنَ
اللّٰهِ فِيْكُمُ الصَّنَآئِعُ وَاَرَاكُمْ

اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ اُس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔
اور محمدؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اس کے عبد اور رسولؐ ہیں
جنھیں اللہ نے اپنا امر واضح کر کے سُنانے اور اپنا ذکر زبان
پر لانے کے لیے بھیجا۔ آپ نے امانتداری کے ساتھ اسے
پہنچایا اور راہِ راست پر برقرار رہتے ہُوئے دُنیا سے
رخصت ہُوئے اور ہم میں حق کا وُہ پرچم چھوڑ گئے کہ جو اس
سے آگے بڑھے گا وُہ (دین سے) نکل جائے گا اور جو پیچھے
رہ جائے گا، وُہ مٹ جائے گا اور جو اِس سے چمٹا رہے گا
وہ حق کے ساتھ رہے گا۔ اِس پرچم کی طرف راہنمائی کرنے
والا وُہ ہے جو بات کہنے میں جلد بازی نہیں کرتا اور (پوری
طرح غور کرنے کے لیے) اپنے اقدام میں تاخیر کرتا ہے،
اور جب کسی امر کو لے کر کھڑا ہو جائے، تو پھر تیز گام ہے
جب تم اس کے سامنے گردنیں خم کر دو گے اور (اس کی
عظمت و جلال کے پیشِ نظر) اس کی طرف اُنگلیوں کے
اِشارے کرنے لگو گے تو اُسے موت آجائے گی اور اُسے
لے جائے گی اور پھر جب تک اللہ چاہے تم (انتظار میں)
ٹھہرے رہو گے۔ یہاں تک کہ اللہ اُس شخص کو ظاہر کرے
جو تمھیں ایک جگہ پر جمع کرے اور تمھاری شیرازہ بندی کرے
جو کچھ ہونے والا نہیں ہے۔ اس کی لالچ نہ کرو، اور
بہت ممکن کہ برگشتہ صورتِ حال کا ایک قدم اُکھڑ گیا ہو،
اور دُوسرا قدم جما ہُوا ہو، اور پھر کوئی ایسی صُورت ہو کہ
دونوں قدم جم ہی جائیں۔
تمھیں معلوم ہونا چاہیئے کہ آلِ محمدؐ آسمان کے ستاروں
کے مانند ہیں۔ جب ایک ڈُوبتا ہے تو دُوسرا اُبھر آتا ہے۔
گویا تم پر اللہ کی نعمتیں مکمل ہو گئی ہیں اور جس کی تم آس لگائے

مَا كُنْتُمْ تَأْمُلُونَ۔

بیٹھے تھے، وُہ اللہ نے تمھیں دکھا دیا ہے۔

لہ مطلب یہ ہے کہ اگر بسردست تمھارے توقعات پُورے نہیں ہو رہے تو مایُوس نہ ہو جاؤ کیوں کہ ممکن ہے کہ صورتِ حال میں تبدیلی ہو اور اصلاح میں جو رکاوٹیں ہیں وُہ دُور ہو جائیں اور معاملات تمھارے حسبِ دلخواہ طے پا جائیں۔

خطبہ ٩٩

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ أُخْرَى۔

الْأَوَّلُ قَبْلَ كُلِّ أَوَّلٍ۔ وَالْآخِرُ بَعْدَ كُلِّ آخِرٍ۔ بِأَوَّلِيَّتِهِ وَجَبَ أَنْ لَا أَوَّلَ لَهُ وَبِآخِرِيَّتِهِ وَجَبَ أَنْ لَا آخِرَ لَهُ۔ وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ شَهَادَةً يُوَافِقُ فِيهَا السِّرُّ الْإِعْلَانَ وَالْقَلْبُ اللِّسَانَ :۔ أَيُّهَا النَّاسُ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِي۔ وَلَا يَسْتَهْوِيَنَّكُمْ عِصْيَانِي وَلَا تَتَرَامَوْا بِالْأَبْصَارِ عِنْدَ مَا تَسْمَعُونَهُ مِنِّي فَوَالَّذِي فَلَقَ الْحَبَّةَ وَبَرَأَ النَّسَمَةَ إِنَّ الَّذِي أُنَبِّئُكُمْ بِهِ عَنِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مَا كَذَبَ الْمُبَلِّغُ وَلَا جَهِلَ السَّامِعُ۔ وَلَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى ضِلِّيلٍ قَدْ نَعَقَ بِالشَّامِ، وَفَحَصَ بِرَايَاتِهِ فِي ضَوَاحِي كُوفَانَ۔ فَإِذَا فَغَرَتْ فَاغِرَتُهُ، وَاشْتَدَّتْ شَكِيمَتُهُ، وَثَقُلَتْ فِي الْأَرْضِ وَطْأَتُهُ عَضَّتِ الْفِتْنَةُ أَبْنَاءَهَا بِأَنْيَابِهَا

وُہ ہر اوّل سے پہلے اوّل ہے اور ہر آخر کے بعد آخر ہے۔ اُس کی اوّلیت کے سبب سے واجب ہے کہ اس سے پہلے کوئی نہ ہو، اور اس کے آخر ہونے کی وجہ سے ضروری ہے کہ اس کے بعد کوئی نہ ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ ایسی گواہی جس میں ظاہر و باطن یکساں، اور دل و زبان ہمنوا ہیں۔

اے لوگو! تم میری مخالفت کے جُرم میں مُبتلا نہ ہو، اور میری نافرمانی کر کے حیران و پریشان نہ ہو۔ میری باتیں سُنتے وقت تو ایک دُوسرے کی طرف آنکھوں کے اشارے نہ کرو۔ اُس ذات کی قسم! جس نے دانہ کو شگافتہ کیا اور ذی رُوح کو پیدا کیا ہے۔ میں جو خبر تمھیں دیتا ہوں۔ وُہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی طرف سے پہنچی ہُوئی ہے۔ نہ خبر دینے والے (رسُول) نے جھُوٹ کہا، نہ سُننے والا جاہل تھا (لوسُنو!) میں ایک سخت گمراہیوں میں پڑے ہُوئے شخص کو گویا اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہُوں کہ وُہ شام میں کھڑا ہُوا للکار رہا ہے اور اس نے اپنے جھنڈے کُوفہ کے آس پاس کھُلے میدانوں میں گاڑ دیے ہیں۔ چنانچہ جب اس کا منہ (پھاڑ کھانے کو) کھُل گیا اور اس کی لگام کا دہانہ مضبوط ہو گیا اور زمین میں اس کی پامالیاں سخت سے سخت ہو

وَمَاجَتِ الْحَرْبُ بِأَمْوَاجِهَا. وَبَدَا مِنَ الْأَيَّامِ كُلُوحُهَا، وَمِنَ اللَّيَالِي كُدُوحُهَا. فَإِذَا أَيْنَعَ زَرْعُهُ) وَقَامَ عَلَى يَنْعِهِ. وَهَدَرَتْ شَقَاشِقُهُ، وَبَرَقَتْ بَوَارِقُهُ، وَعُقِدَتْ رَايَاتُ الْفِتَنِ الْمُعْضِلَةِ وَأَقْبَلْنَ كَاللَّيْلِ الْمُظْلِمِ، وَالْبَحْرِ الْمُلْتَطِمِ. هَذَا وَكَمْ يَخْرِقُ الْكُوفَةَ مِنْ قَاصِفٍ، وَيَمُرُّ عَلَيْهَا مِنْ عَاصِفٍ. وَعَنْ قَلِيلٍ تَلْتَفُّ الْقُرُونُ بِالْقُرُونِ، وَيُحْصَدُ الْقَائِمُ وَيُحْطَمُ الْمَحْصُودُ.

گئیں، تو فتنوں نے اپنے دانتوں سے دُنیا والوں کو کاٹنا شروع کر دیا اور جنگ کا دریا تھپیڑے مارنے لگا اور دنوں کی سختی سامنے آگئی اور راتوں کی تکلیف شدت اختیار کر گئی۔ بس اِدھر اس کی کھیتی پختہ ہوئی اور فصل تیار ہوئی اور اس کی سرمستیاں جوش دکھانے لگیں اور تلواریں چمکنے لگیں۔ اِدھر سخت فتنہ و شر کے جھنڈے گڑ گئے اور اندھیری رات اور متلاطم دریا کی طرح آگے بڑھ آئے۔ اس کے علاوہ اور کتنے ہی تیز جھکڑ کوفہ کو اُکھیڑ ڈالیں گے، اور کتنی ہی سخت آندھیاں اِس پر آئیں گی۔ اور عنقریب جماعتیں جماعتوں سے گتھ جائیں گی اور کھڑی کھیتیوں کو کاٹ دیا جائے گا اور کٹے ہوئے حاصلوں کو توڑ پھوڑ دیا جائیگا۔

له اِس سے بعض نے معاویہ اور بعض نے عبدالملک ابن مروان مراد لیا ہے۔

خطبہ ۱۰۰

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ يَجْرِي مَجْرَى الْخُطْبَةِ
وَذَلِكَ يَوْمٌ يَجْمَعُ اللَّهُ فِيهِ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ لِنِقَاشِ الْحِسَابِ، وَجَزَاءِ الْأَعْمَالِ، خُضُوعاً قِيَاماً، قَدْ أَلْجَمَهُمُ الْعَرَقُ، وَرَجَفَتْ بِهِمُ الْأَرْضُ. فَأَحْسَنُهُمْ حَالاً مَنْ وَجَدَ لِقَدَمَيْهِ مَوْضِعاً، وَلِنَفْسِهِ مُتَّسَعاً. (مِنْهُ) فِتَنٌ كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ. لَا تَقُومُ لَهَا قَائِمَةٌ، وَلَا تُرَدُّ لَهَا رَايَةٌ،

وہ ایسا دن ہوگا کہ اللہ حساب کی چھان بین اور عملوں کی جزا کے لیے سب اگلے پچھلوں کو جمع کرے گا۔ وہ خضوع کی حالت میں اس کے سامنے کھڑے ہوں گے پسینہ مُنہ تک پہنچ کر اُن کے مُنہ میں لگام ڈال دے گا۔ زمین اُن لوگوں سمیت لرزتی اور تھرتھراتی ہوگی۔ اس وقت سب سے بڑا خوش حال وہ ہوگا جسے اپنے دونوں قدم ٹکانے کی جگہ اور سانس لینے کو کھلی فضا مل جائے۔

اِسی خُطبے کا ایک جزیہ ہے: وہ ایسے فتنے ہوں گے جیسے اندھیری رات کے ٹکڑے۔ اُن کے مقابلے کے لیے (گھوڑوں کے) پرے جم نہ سکیں گے اور نہ اُن کے جھنڈے

تَأْتِيكُمْ مَزْمُومَةً مَرْحُولَةً يَحْفِزُهَا
قَائِدُهَا وَيُجْهِدُهَا رَاكِبُهَا
أَهْلُهَا قَوْمٌ شَدِيدٌ كَلَبُهُمْ قَلِيلٌ
سَلَبُهُمْ يُجَاهِدُهُمْ فِي سَبِيلِ اللهِ
قَوْمٌ أَذِلَّةٌ عِنْدَ الْمُتَكَبِّرِينَ، فِي
الْأَرْضِ مَجْهُولُونَ، وَفِي السَّمَاءِ
مَعْرُوفُونَ - فَوَيْلٌ لَكِ يَا بَصْرَةُ
عِنْدَ ذٰلِكِ مِنْ جَيْشٍ مِنْ نِقَمِ
اللهِ لَا رَهَجَ لَهُ وَلَا حِسَّ وَ
سَيُبْتَلَى أَهْلُكِ بِالْمَوْتِ الْأَحْمَرِ
وَالْجُوعِ الْأَغْبَرِ۔

پلٹائے جا سکیں گے۔ وہ تمہارے پاس اس طرح آئیں گے
کہ اُن کی نکیلیں چڑھی ہوں گی اور اُن پر پالان کسے ہونگے۔
اُن کا پیش رو انہیں تیزی سے ہنکائے گا اور سوار ہونے
والا انہیں ہلکان کر دے گا۔ وہ لوگ اس قوم سے ہیں جن
کے حملے سخت ہوتے ہیں اور لوٹ کھسوٹ کم۔ اُن سے
وہ قوم فی سبیل اللہ جہاد کرے گی جو متکبروں کے نزدیک
پست اور ذلیل، زمین میں گمنام، اور آسمان میں جانی پہچانی
ہوئی ہوگی۔ اے بصرہ! تیری حالت پر افسوس ہے کہ جب
تجھ پر اللہ کے عذاب کے لشکر ٹوٹ پڑیں گے جس میں نہ غبار
اُڑے گا اور نہ شور و غوغا ہوگا، اور تیرے بسنے والے قتل
اور سخت بھوک میں مبتلا ہوں گے۔

خطبہ ۱۰۱

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
اُنْظُرُوا إِلَى الدُّنْيَا نَظَرَ
الزَّاهِدِينَ فِيهَا، الصَّادِفِينَ
عَنْهَا - فَإِنَّهَا وَاللهِ عَمَّا قَلِيلٍ
تُزِيلُ الثَّاوِيَ السَّاكِنَ وَتَفْجَعُ
الْمُتْرَفَ الْآمِنَ - لَا يَرْجِعُ مَا
تَوَلّٰى مِنْهَا فَأَدْبَرَ - وَلَا يُدْرٰى
مَا هُوَ آتٍ مِنْهَا فَيُنْتَظَرَ - سُرُورُهَا
مَشُوبٌ بِالْحُزْنِ - وَجَلَدُ الرِّجَالِ
فِيهَا إِلَى الضَّعْفِ وَالْوَهْنِ فَلَا
يَغُرَّنَّكُمْ كَثْرَةُ مَا يُعْجِبُكُمْ فِيهَا، لِقِلَّةِ
مَا يَصْحَبُكُمْ مِنْهَا۔

دُنیا کو زہد اختیار کرنے والوں اور اُس سے پہلو
بچانے والوں کی نظر سے دیکھو، خدا کی قسم! وہ جلد ہی
اپنے رہنے سہنے والوں کو اپنے سے الگ کر دے گی،
اور امن و خوشحالی میں بسر کرنے والوں کو رنج و اندوہ میں
ڈال دے گی، اور جو چیز اس میں کی مُنہ موڑ کر پیٹھ پھرا
کے، وہ واپس نہیں آیا کرتی۔ اور آنے والی چیز کا کچھ
پتہ نہیں ہوتا کہ اس کی راہ دیکھی جائے۔ اُس کی مسرتیں
رنج میں آمودی گئی ہیں، اور جوانمردوں کی ہمت و طاقت
اس میں کمزوری و ناتوانی کی طرف بڑھ رہی ہے۔ (دیکھو)
دُنیا کو خوش کر دینے والی چیزوں کی زیادتی تمہیں مغرور
نہ بنا دے۔ اس لیے کہ جو چیزیں تمہارا ساتھ دیں گی،
وہ بہت کم ہیں۔

رَحِمَ اللهُ امْرَأً تَفَكَّرَ فَاعْتَبَرَ، وَاعْتَبَرَ فَأَبْصَرَ. فَكَأَنَّ مَا هُوَ كَائِنٌ مِنَ الدُّنْيَا عَنْ قَلِيلٍ لَمْ يَكُنْ، وَكَأَنَّ مَا هُوَ كَائِنٌ مِنَ الْآخِرَةِ عَمَّا قَلِيلٍ لَمْ يَزَلْ. وَكُلُّ مَعْدُودٍ مُنْقَضٍ، وَكُلُّ مُتَوَقَّعٍ آتٍ، وَكُلُّ آتٍ قَرِيبٌ دَانٍ.

(مِنْهَا) الْعَالِمُ مَنْ عَرَفَ قَدْرَهُ، وَكَفَى بِالْمَرْءِ جَهْلاً أَنْ لَا يَعْرِفَ قَدْرَهُ، وَإِنَّ مِنْ أَبْغَضِ الرِّجَالِ إِلَى اللهِ تَعَالَى لَعَبْداً وَكَلَهُ اللهُ إِلَى نَفْسِهِ، جَائِراً عَنْ قَصْدِ السَّبِيلِ، سَائِراً بِغَيْرِ دَلِيلٍ. إِنْ دُعِيَ إِلَى حَرْثِ الدُّنْيَا عَمِلَ، وَإِنْ دُعِيَ إِلَى حَرْثِ الْآخِرَةِ كَسِلَ، كَأَنَّ مَا عَمِلَ لَهُ وَاجِبٌ عَلَيْهِ، وَكَأَنَّ مَا وَنَى فِيهِ سَاقِطٌ عَنْهُ.

(وَمِنْهَا) وَذٰلِكَ زَمَانٌ لَا يَنْجُو فِيهِ إِلَّا كُلُّ مُؤْمِنٍ نُوَمَةٍ، إِنْ شَهِدَ لَمْ يُعْرَفْ، وَإِنْ غَابَ لَمْ يُفْتَقَدْ. أُولٰئِكَ مَصَابِيحُ الْهُدَى، وَأَعْلَامُ السُّرَى، لَيْسُوا بِالْمَسَايِيحِ وَلَا الْمَذَايِيعِ الْبُذُرِ. أُولٰئِكَ يَفْتَحُ اللهُ لَهُمْ أَبْوَابَ رَحْمَتِهِ، وَيَكْشِفُ عَنْهُمْ ضَرَّاءَ نِقْمَتِهِ.

أَيُّهَا النَّاسُ، سَيَأْتِي عَلَيْكُمْ زَمَانٌ يُكْفَأُ فِيهِ الْإِسْلَامُ كَمَا

خدا اس شخص پر رحم کرے جو سوچ بچار سے عبرت اور عبرت سے بصیرت حاصل کرے۔ دنیا کی ساری موجود چیزیں معدوم ہو جائیں گی گویا کہ وہ موجود تھیں ہی نہیں، اور آخرت میں پیش آنے والی چیزیں جلد ہی موجود ہو جائیں گی۔ گویا کہ وہ ابھی سے موجود ہیں۔ ہر شمار میں آنے والی چیز ختم ہو جایا کرتی ہے اور جس کی آمد کا انتظار ہو، اُسے آیا ہی جانو اور ہر آنے والے کو نزدیک اور پہنچا ہوا سمجھو۔

اِس خُطبہ کا ایک جُزیہ ہے :۔ عالم وہ ہے جو اپنا مرتبہ شناس ہو۔ اور انسان کی جہالت اِس سے بڑھ کر کیا ہوگی کہ وہ اپنی قدر و منزلت نہ پہچانے۔ لوگوں میں سب سے زیادہ ناپسند، اللہ کو وہ بندہ ہے جسے اللہ نے اُس کے نفس کے حوالے کر دیا ہے۔ اس طرح کہ وہ سیدھے راستے سے ہٹا ہوا اور بغیر رہنما کے چلنے والا ہے۔ اگر اُسے دُنیا کی کھیتی (بونے) کے لیے بلایا جاتا ہے۔ تو سرگرمی دکھاتا ہے۔ اور آخرت کی کھیتی (بونے) کے لیے کہا جاتا ہے تو کاہلی کرنے لگتا ہے۔ گویا جس چیز کے لیے اُس نے سرگرمی دکھائی ہے وہ تو ضروری تھی، اور جس میں سستی و کوتاہی کی ہے، وہ اس سے ساقط تھی۔

اِسی خطبہ کا ایک جُزیہ ہے :۔ وہ زمانہ ایسا ہوگا کہ جس میں وہ خوابیدہ مومن ہی بچ کر نکل سکے گا کہ جو سامنے آنے پر جانا پہچانا نہ جائے، اور نگاہ سے اوجھل ہونے پر اُسے ڈھونڈھا نہ جائے۔ یہی لوگ تو ہدایت کے جگمگاتے چراغ اور شب پیمائیوں میں روشن نشان ہیں۔ نہ وہ اِدھر اُدھر کچھ کا کچھ لگاتے پھرتے ہیں، نہ لوگوں کی برائیاں اُچھالتے ہیں اور نہ اُن کے راز فاش کرتے ہیں۔ اللہ انہیں

يُكْفَأُ الْإِنَاءُ بِمَا فِيهِ - أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ اللّٰهَ قَدْ أَعَاذَكُمْ مِنْ أَنْ يَجُورَ عَلَيْكُمْ، وَلَمْ يُعِذْكُمْ مِنْ أَنْ يَبْتَلِيَكُمْ، وَقَدْ قَالَ جَلَّ مِنْ قَائِلٍ: "إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيَاتٍ وَإِنْ كُنَّا لَمُبْتَلِينَ":

أَمَّا قَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ (كُلُّ مُؤْمِنٍ نُوَمَةٍ) فَإِنَّمَا أَرَادَ بِهِ الْخَامِلَ الذِّكْرِ الْقَلِيلَ الشَّرِّ - وَالْمَسَايِيحُ جَمْعُ مِسْيَاحٍ وَهُوَ الَّذِي يَسِيحُ بَيْنَ النَّاسِ بِالْفَسَادِ وَالنَّمَائِمِ - وَالْمَذَايِيعُ جَمْعُ مِذْيَاعٍ وَهُوَ الَّذِي إِذَا سَمِعَ لِغَيْرِهِ بِفَاحِشَةٍ أَذَاعَهَا وَنَوَّهَ بِهَا - وَالْبُذُرُ جَمْعُ بَذُورٍ وَهُوَ الَّذِي يَكْثُرُ سَفَهُهُ وَيَلْغُو مَنْطِقُهُ:-

لوگوں کے لیے رحمت کے دروازے کھول دے، اور اُن سے اپنے عذاب کی سختیاں دُور رکھے گا۔

اے لوگو! وُہ زمانہ تمھارے سامنے آنے والا ہے کہ جس میں اسلام کو اس طرح اوندھا کر دیا جائے گا۔ جس طرح برتن کو (اُن چیزوں سمیت جو اُس میں ہوں) اُلٹ دیا جائے۔ اے لوگو! اللہ نے تمھیں اِس امر سے محفوظ رکھا ہے کہ وُہ تم پر ظلم کرے۔ مگر اس سے پناہ نہیں کہ وہ تمھیں آزمائش میں ڈالے۔ اُس بزرگ و برتر کہنے والے کا ارشاد ہے: "اس میں (ہماری) بہت سی نشانیاں ہیں اور ہم تو بس ان کا امتحان لیا کرتے ہیں۔"

سیّد رضی فرماتے ہیں :-

حضرتؑ کے ارشاد "ہر خوابیدہ مومن" میں خوابیدہ سے مُراد وُہ شخص ہے کہ جو گمنام اور بے شر ہو اور مسابیح مسیاح کی جمع ہے اور مسیاح اُس شخص کو کہتے ہیں کہ جو لوگوں میں فتنہ و شر پھیلاتا رہے اور لگائی بجھائی کرتا ہے اور مذابیع مذیاع کی جمع ہے اور مذیاع اُسے کہتے ہیں کہ جو کسی کی بُرائی سُنے تو اُسے اچھالے اور علانیہ بیان کرے اور بذر بذور کی جمع ہے اور بذور اُسے کہتے ہیں کہ جو احمق اور اول فول بکنے والا ہو۔

خطبہ ۱۰۲

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَقَدْ تَقَدَّمَ مُخْتَارُهَا بِخِلَافِ هٰذِهِ الرِّوَايَةِ -

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ بَعَثَ

ایک دُوسری روایت کی بنا پر یہ خطبہ پہلے درج ہو چکا ہے :-

جب اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھیجا، تو عربوں میں نہ کوئی (آسمانی) کتاب کا پڑھنے والا تھا اور نہ

مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ وَلَيْسَ اَحَدٌ مِّنَ الْعَرَبِ يَقْرَءُ كِتَابًا، وَلَا يَدَّعِيْ نُبُوَّةً وَّلَا وَحْيًا فَقَاتَلَ بِمَنْ اَطَاعَهٗ مَنْ عَصَاهُ يَسُوْقُهُمْ اِلٰى مَنْجَاتِهِمْ، وَيُبَادِرُ بِهِمُ السَّاعَةَ اَنْ تَنْزِلَ بِهِمْ - يَحْسِرُ الْحَسِيْرُ وَيَقِفُ الْكَسِيْرُ فَيُقِيْمُ عَلَيْهِ حَتّٰى يُلْحِقَهٗ غَايَتَهٗ اِلَّا هَالِكًا لَا خَيْرَ فِيْهِ - حَتّٰى اَرَاهُمْ مَنْجَاتَهُمْ، وَبَوَّاَهُمْ مَحَلَّتَهُمْ فَاسْتَدَارَتْ رَحَاهُمْ، وَاسْتَقَامَتْ قَنَاتُهُمْ وَاَيْمُ اللّٰهِ لَقَدْ كُنْتُ فِيْ سَاقَتِهَا حَتّٰى تَوَلَّتْ بِحَذَافِيْرِهَا، وَاسْتَوْسَقَتْ فِيْ قِيَادِهَا، مَا ضَعُفْتُ وَلَا جَبُنْتُ، وَلَا خُنْتُ وَلَا وَهَنْتُ وَاَيْمُ اللّٰهِ لَاَبْقُرَنَّ الْبَاطِلَ حَتّٰى اُخْرِجَ الْحَقَّ مِنْ خَاصِرَتِهٖ -

کوئی نبوت و وحی کا دعوے دار۔ آپ نے اطاعت کرنے والوں کو لے کر اپنے مخالفوں سے جنگ کی۔ درآں حالیکہ آپ ان لوگوں کو نجات کی طرف لے جا رہے تھے اور قبل اس کے کہ موت ان لوگوں پر آپڑے، ان کی ہدایت کے لیے بڑھ رہے تھے۔ جب کوئی تھکا ماندہ رُک جاتا تھا۔ اور خستہ و درماندہ ٹھہر جاتا تھا۔ تو آپ اس کے (سر پر) کھڑے ہو جاتے تھے اور اسے اس کی منزلِ مقصود تک پہنچا دیتے تھے۔ یہ اور بات ہے کہ کوئی ایسا تباہ حال ہو جس میں ذرہ بھر بھلائی ہی نہ ہو۔ یہاں تک کہ آپ نے انھیں نجات کی منزل دکھا دی، اور انھیں اُن کے مرتبہ پر پہنچا دیا۔ چنانچہ ان کی چکی گھومنے لگی، ان کے نیزے کا خم جاتا رہا۔ خدا کی قسم میں بھی انھیں ہنکانے والوں میں تھا۔ یہاں تک کہ وہ پوری طرح پسپا ہو گئے اور اپنے بندھنوں میں جکڑ دیئے گئے۔ اس دوران میں نہ میں عاجز ہوا نہ بزدلی دکھائی، نہ کسی قسم کی خیانت کی، اور نہ مجھ میں کمزوری آئی۔ خدا کی قسم! میں (اب بھی) باطل کو چیر کر حق کو اس کے پہلو سے نکال لوں گا۔

خطبہ ۱۰۳

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ حَتّٰى بَعَثَ اللّٰهُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ شَهِيْدًا وَّبَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا: خَيْرَ الْبَرِيَّةِ طِفْلًا وَّاَنْجَبَهَا كَهْلًا - اَطْهَرَ الْمُطَهَّرِيْنَ شِيْمَةً، وَاَجْوَدَ الْمُسْتَمْطَرِيْنَ

آخر اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھیجا درآں حالیکہ وُہ گواہی دینے والے، خوشخبری سنانے والے اور ڈرانے والے تھے۔ جو بچپنے میں بھی بہترین خلائق اور سن رسیدہ ہونے پر بھی اشرف کائنات تھے اور پاک لوگوں میں خوخصلت کے اعتبار سے پاکیزہ تر اور جود و سخا میں ابرِ صفت برسائے جانے والوں میں سب سے زیادہ لگاتار

دِيمَةً۔ فَمَا احْلَوْلَتْ لَكُمُ الدُّنْيَا
فِي لَذَّتِهَا وَلَا تَمَكَّنْتُمْ مِنْ
رَضَاعِ أَخْلَافِهَا، إِلَّا مِنْ بَعْدِ
مَا صَادَفْتُمُوهَا جَائِلاً خِطَامُهَا
قَلِقاً وَضِينُهَا۔ قَدْ صَارَ حَرَامُهَا
عِنْدَ أَقْوَامٍ بِمَنْزِلَةِ السِّدْرِ
الْمَخْضُودِ وَحَلَالُهَا بَعِيداً غَيْرَ
مَوْجُودٍ۔ وَصَادَفْتُمُوهَا وَاللَّهِ
ظِلّاً مَمْدُوداً إِلَى أَجَلٍ مَعْدُودٍ۔
فَالْأَرْضُ لَكُمْ شَاغِرَةٌ، وَ
أَيْدِيكُمْ فِيهَا مَبْسُوطَةٌ، وَ
أَيْدِي الْقَادَةِ عَنْكُمْ مَكْفُوفَةٌ
وَسُيُوفُكُمْ عَلَيْهِمْ مُسَلَّطَةٌ
وَسُيُوفُهُمْ عَنْكُمْ مَقْبُوضَةٌ۔
أَلَا إِنَّ لِكُلِّ دَمٍ ثَائِراً، وَلِكُلِّ
حَقٍّ طَالِباً۔ وَإِنَّ الثَّائِرَ فِي
دِمَائِنَا كَالْحَاكِمِ فِي حَقِّ نَفْسِهِ
هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا يُعْجِزُهُ مَنْ طَلَبَ
لَا يَفُوتُهُ مَنْ هَرَبَ فَأُقْسِمُ
بِاللَّهِ يَا بَنِي أُمَيَّةَ عَمَّا قَلِيلٍ
لَتَعْرِفُنَّهَا فِي أَيْدِي غَيْرِكُمْ
وَفِي دَارِ عَدُوِّكُمْ۔ أَلَا وَإِنَّ
أَبْصَرَ الْأَبْصَارِ مَا نَفَذَ فِي الْخَيْرِ
طَرْفُهُ۔ أَلَا إِنَّ أَسْمَعَ الْأَسْمَاعِ
مَا وَعَى التَّذْكِيرَ وَقَبِلَهُ۔

برسنے والے تھے۔

دُنیا اپنی لذتوں میں اس وقت تمہارے لیے شیریں وخوشگوار ہُوئی اور اس وقت تم اس کے تھنوں سے دُودھ پینے پر قادر ہُوئے جب اس کے پہلے اس کی مہاریں جھول رہی تھیں اور اس کا تنگ (ڈھیلا ہو کر) ہل رہا تھا۔ (یعنی اس کا کوئی سوار اور دیکھ بھال کرنے والا نہ تھا جو اس کی باگیں اُٹھاتا اور اس کا تنگ کستا، کچھ قوموں کے لیے تو حرام اس بیری کے مانند (خوش گوار اور مزے دار) ہو گیا تھا، جس کی شاخیں پھلوں کی وجہ سے جھکی ہُوئی ہوں۔ اور حلال ان کے لیے (کوسوں) دُور اور نایاب تھا۔ خدا کی قسم! یہ دُنیا لمبی چھاؤں کی صُورت میں ایک مقررہ وقت تک تمہارے پاس ہے۔ مگر اس وقت تو زمین بغیر روک ٹوک کے تمہارے قبضے میں ہے تمہارے ہاتھ اس میں کھلے ہُوئے ہیں اور پیشواؤں کے ہاتھ بندھے ہُوئے ہیں۔ تمہاری تلواریں ان پر مُسلط ہیں اور ان کی تلواریں رُکی جا چکی ہیں۔ تمھیں معلوم ہونا چاہیئے کہ ہر خون کا کوئی قصاص لینے والا، اور ہر حق کا کوئی طلب کرنے والا ہوتا ہے اور ہمارے خُون کا قصاص لینے والا اُس حاکم کے مانند ہے جو اپنے ہی حق کے بارے میں فیصلہ کرے اور وہ اللہ ہے کہ جسے وُہ تلاش کرے۔ وُہ اسے بے بس نہیں بنا سکتا۔ اور جو بھاگنے کی کوشش کرے، وُہ اس کے ہاتھوں سے بچ کر نہیں نکل سکتا۔ اے بنی اُمیہ! میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جلد ہی تم اپنی (دُنیا اور اس کی) ثروتوں کو دوسروں کے ہاتھوں اور دُشمنوں کے گھروں میں دیکھو گے۔ سب آنکھوں سے زیادہ دیکھنے والی وُہ آنکھ ہے، جس کی نظر نیکیوں میں

اَيُّهَا النَّاسُ اسْتَصْبِحُوا مِنْ شُعْلَةِ مِصْبَاحٍ وَاعِظٍ مُتَّعِظٍ وَامْتَاحُوا مِنْ صَفْوِ عَيْنٍ قَدْ رُوِّقَتْ مِنَ الْكَدَرِ۔

عِبَادَ اللّٰهِ لَا تَرْكَنُوا اِلٰى جَهَالَتِكُمْ، وَلَا تَنْقَادُوا لِاَهْوَائِكُمْ، فَاِنَّ النَّازِلَ بِهٰذَا الْمَنْزِلِ نَازِلٌ بِشَفَا جُرُفٍ هَارٍ. يَنْقُلُ الرَّدٰى عَلٰى ظَهْرِهٖ مِنْ مَوْضِعٍ اِلٰى مَوْضِعٍ لِرَاْيٍ يُحْدِثُهٗ بَعْدَ رَاْيٍ يُرِيْدُ اَنْ يُلْصِقَ مَالَا يَلْتَصِقُ وَيُقَرِّبَ مَالَا يَتَقَارَبُ۔ فَاللّٰهَ اللّٰهَ اَنْ تَشْكُوا اِلٰى مَنْ لَا يُشْكِيْ شَجْوَكُمْ، وَلَا يَنْقُضُ بِرَاْيِهٖ مَا قَدْ اُبْرِمَ لَكُمْ اِنَّهٗ لَيْسَ عَلَى الْاِمَامِ اِلَّا مَا حُمِّلَ مِنْ اَمْرِ رَبِّهٖ - اَلْاِبْلَاغُ فِي الْمَوْعِظَةِ وَالْاِجْتِهَادُ فِي النَّصِيْحَةِ، وَالْاِحْيَآءُ لِلسُّنَّةِ وَاِقَامَةُ الْحُدُوْدِ عَلٰى مُسْتَحِقِّيْهَا، وَاِصْدَارُ السُّهْمَانِ عَلٰى اَهْلِهَا فَبَادِرُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِ تَصْوِيْحِ نَبْتِهٖ وَمِنْ قَبْلِ اَنْ تُشْغَلُوْا

اُتر جائے، اور سب کانوں سے بڑھ کر سُننے والا وُہ کان ہے کہ جو نصیحت کی باتیں سُنے اور اُنھیں قبول کرے۔ اے لوگو! واعظِ باعمل کے چراغِ ہدایت کی لَو سے اپنے چراغ روشن کرلو، اور اس صاف و شفاف چشمہ سے پانی بھرلو جو (شبہات کی) آمیزشوں اور کدورتوں سے نتھر چکا ہے۔ اے اللہ کے بندو! اپنی جہالتوں کی طرف نہ مڑو اور نہ اپنی خواہشوں کے تابع ہو جاؤ۔ اس لیے کہ خواہشوں کی منزل میں اُترنے والا ایسا ہے جیسے کوئی سیلاب زدہ دیوار کے کنارے پر کھڑا ہو کر جو گرا چاہتی ہو۔ وہ ہلاکتوں کا پلندہ اپنی پیٹھ پر اُٹھائے کبھی اس کندھے پر رکھتا ہے کبھی اُس کندھے پر۔ اپنی اُن رایوں کی صورت میں جنھیں وُہ بدلتا رہتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ اس پر (کوئی دلیل) چسپاں کرے۔ مگر جو چپکنے والی نہیں ہوتی اور اسے (ذہنوں سے) قریب کرنا چاہتا ہے، جو قریب ہونے کے قابل نہیں۔ اللہ سے ڈرو کہ تم اپنی شکایتیں اس شخص کے سامنے لے کر بیٹھ جاؤ کہ جو (تمھاری خواہشوں کے مطابق) تمھارے شکووں کے قلق کو دُور نہیں کرے گا، اور نہ شریعت کے محکم و مضبوط احکام کو توڑے گا۔ امام کا فرض تو بس یہ ہے کہ جو کام اسے اپنے پروردگار کی طرف سے سپرد ہوا ہے (اسے انجام دے) اور وُہ یہ ہے کہ پند و نصیحت کی باتیں ان تک پہنچائے، سمجھانے بجھانے میں پُوری پُوری کوشش کرے، سُنّت کو زندہ رکھے، اور جن پر حد لگتی ہے اُن پر حد جاری کرے اور (غصب کیے ہُوئے) حقوق کو اُن کے اصلی وارثوں تک پہنچائے۔ تمھیں چاہیے کہ علم کی طرف بڑھو قبل اس کے کہ اس کا (ہرا بھرا) سبزہ خشک ہو جائے اور

بِأَنْفُسِكُمْ عَنْ مُسْتَثَارِ الْعِلْمِ مِنْ عِنْدِ أَهْلِهِ. وَانْهَوْا غَيْرَكُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتَنَاهَوْا عَنْهُ. فَإِنَّمَا أُمِرْتُمْ بِالنَّهْيِ بَعْدَ التَّنَاهِي.

قبل اس کے کہ اہلِ علم سے علم سیکھنے میں اپنے ہی نفس کی مصروفیتیں حائل ہو جائیں۔ دوسروں کو برائیوں سے روکو اور خود بھی رُکے رہو۔ اس لیے کہ تمھیں برائیوں سے رُکنے کا حکم پہلے ہے، اور دوسروں کو روکنے کا بعد میں ہے۔

خطبہ ۱۰۴

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي شَرَعَ الْإِسْلَامَ فَسَهَّلَ شَرَائِعَهُ لِمَنْ وَرَدَهُ، وَأَعَزَّ أَرْكَانَهُ عَلَى مَنْ غَالَبَهُ، فَجَعَلَهُ أَمْنًا لِمَنْ عَلِقَهُ، وَسِلْمًا لِمَنْ دَخَلَهُ، وَبُرْهَانًا لِمَنْ تَكَلَّمَ بِهِ، وَشَاهِدًا لِمَنْ خَاصَمَ بِهِ، وَنُورًا لِمَنِ اسْتَضَاءَ بِهِ، وَفَهْمًا لِمَنْ تَوَسَّمَ، وَتَبْصِرَةً لِمَنْ عَزَمَ، وَعِبْرَةً لِمَنِ اتَّعَظَ: وَنَجَاةً لِمَنْ صَدَّقَ، وَثِقَةً لِمَنْ تَوَكَّلَ، وَرَاحَةً لِمَنْ فَوَّضَ، وَجُنَّةً لِمَنْ صَبَرَ. فَهُوَ أَبْلَجُ الْمَنَاهِجِ، وَأَوْضَحُ الْوَلَائِجِ، مُشْرَفُ الْمَنَارِ، مُشْرِقُ الْجَوَادِّ، مُضِيءُ الْمَصَابِيحِ، كَرِيمُ الْمِضْمَارِ، رَفِيعُ الْغَايَةِ، جَامِعُ الْحَلْبَةِ، مُتَنَافِسُ السُّبْقَةِ، شَرِيفُ الْفُرْسَانِ

تمام حمد اُس اللہ کے لیے ہے کہ جس نے شریعتِ اسلام کو جاری کیا اور اُس (کے سرچشمۂ) ہدایت پر اُترنے والوں کے لیے اس کے قوانین کو آسان کیا، اور اُس کے ارکان کو حریف کے مقابلے میں غلبہ و سرفرازی دی۔ چنانچہ جو اس سے وابستہ ہو اُس کے لیے امن، جو اس میں داخل ہو اُس کے لیے صلح و آشتی، جو اس کی بات کرے اس کے لیے دلیل، جو اُس کی مدد لے کر مقابلہ کرے اس کے لیے اُسے گواہ قرار دیا ہے اور اُس سے کسبِ ضیا کرنے والے کے لیے نور، سمجھنے بوجھنے اور سوچ بچار کرنے والے کے لیے فہم و دانش، غور کرنے والے کے لیے (روشن) نشانی، ارادہ کرنے والے کے لیے بصیرت، نصیحت قبول کرنے والے کے لیے عبرت، تصدیق کرنے والے کے لیے نجات، بھروسا کرنے والے کے لیے اطمینان، ہر چیز اُسے سونپ دینے والے کے لیے راحت، صبر کرنے والے کے لیے سپر بنایا ہے۔ وہ تمام سیدھی راہوں میں زیادہ روشن اور تمام عقیدوں میں زیادہ واضح ہے۔ اس کے مینار بلند، راہیں درخشاں اور چراغ روشن ہیں۔ اس کا میدانِ (عمل) باوقار اور مقصد و غایت بلند ہے۔ اس کے میدان میں تیز رفتار گھوڑوں کا اجتماع ہے۔ اُس کی طرف بڑھنا مطلوب و پسندیدہ ہے۔

اَلتَّصْدِيقُ مِنْهَاجُهُ، وَالصَّالِحَاتُ مَنَارُهُ - وَالْمَوْتُ غَايَتُهُ - وَالدُّنْيَا مِضْمَارُهُ، وَالْقِيَامَةُ حَلْبَتُهُ، وَالْجَنَّةُ سُبْقَتُهُ -

(مِنْهَا) فِي ذِكْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ) حَتَّى أَوْرَى قَبَسًا لِقَابِسٍ، وَأَنَارَ عَلَمًا لِحَابِسٍ، فَهُوَ أَمِينُكَ الْمَأْمُونُ، وَشَهِيدُكَ يَوْمَ الدِّينِ وَبَعِيثُكَ نِعْمَةً وَرَسُولُكَ بِالْحَقِّ رَحْمَةً - اَللّٰهُمَّ اقْسِمْ لَهُ مَقْسَمًا مِنْ عَدْلِكَ، وَاجْزِهِ مُضَاعَفَاتِ الْخَيْرِ مِنْ فَضْلِكَ - اَللّٰهُمَّ أَعْلِ عَلَى بِنَاءِ الْبَانِينَ بِنَاءَهُ - وَأَكْرِمْ لَدَيْكَ نُزُلَهُ - وَشَرِّفْ لَدَيْكَ مَنْزِلَتَهُ وَآتِهِ الْوَسِيلَةَ وَأَعْطِهِ السَّنَاءَ وَالْفَضِيلَةَ، وَاحْشُرْنَا فِي زُمْرَتِهِ غَيْرَ خَزَايَا وَلَا نَادِمِينَ وَلَا نَاكِبِينَ، وَلَانَاكِثِينَ، وَلَا ضَالِّينَ، وَلَا مُضِلِّينَ، وَلَا مَفْتُونِينَ (وَقَدْ مَضَى هٰذَا الْكَلَامُ فِيمَا تَقَدَّمَ إِلَّا أَنَّنَا كَرَّرْنَاهُ هٰهُنَا لِمَا فِي الرِّوَايَتَيْنِ مِنَ الْاِخْتِلَافِ -

اُس کے شاہسوار عزّت والے، اور اُس کا راستہ (اللہ و رسولؐ کی) تصدیق ہے اور اچھے اعمال (راستے کے) نشانات ہیں۔ دُنیا گھوڑ دوڑ کا میدان اور موت پہنچنے کی حد، اور قیامت گھوڑوں کے جمع ہونے کی جگہ اور جنّت بڑھنے کا انعام ہے۔

اسی خُطبہ کا یہ جُز نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے مُتعلق ہے :-

یہاں تک کہ آپؐ نے روشنی ڈھونڈھنے والے کے لیے شُعلے بھڑکائے اور (راستہ کھو کر) سواری کے روکنے والے کے لیے نشانات روشن کیے۔ (اے اللہ!) وُہ تیرے بھروسے کا امین اور قیامت کے دن تیرا (ٹھہرایا ہُوا) گواہ ہے۔ وُہ تیرا نبیؐ مرسل و رسولِ برحق ہے۔ جو (دُنیا کے لیے) نعمت و رحمت ہے (خدایا) تو اُنھیں اپنے عدل و انصاف سے اُن کا حصّہ عطا کر اور اپنے فضل سے انھیں دُہرے حسنات اجر میں دے۔ (اے اللہ!) اُن کی عمارت کو تمام معماروں کی عمارتوں پر فوقیت عطا کر اور اپنے پاس اُن کی عزّت و آبرو سے مہمانی کر اور اُن کے مرتبہ کو بلندی و شرف بخش، اور انھیں بلند درجہ دے اور رفعت و فضیلت عطا کر، اور ہمیں اُن کی جماعت میں اس طرح محشور کر کہ نہ ہم ذلیل و رُسوا ہوں، نہ نادم و پریشان نہ حق سے روگرداں، نہ عہد شکن، نہ گمراہ، نہ گمراہ کن اور نہ فریب خوردہ۔

سیّد رضی کہتے ہیں :-

یہ کلام اگرچہ پہلے گزر چکا ہے، مگر ہم نے پھر اعادہ کیا ہے چونکہ دونوں روایتوں کی لفظوں میں کچھ اختلاف ہے۔

(مِنْهَا) فِیْ خِطَابِ اَصْحَابِهٖ)
وَ قَدْ بَلَغْتُمْ مِنْ كَرَامَةِ اللّٰهِ
لَكُمْ مَنْزِلَةً تُكْرَمُ بِهَا اِمَاؤُكُمْ
وَ تُوْصَلُ بِهَا جِيْرَانُكُمْ، وَ
يُعَظِّمُكُمْ مَنْ لَا فَضْلَ لَكُمْ عَلَيْهِ
وَ لَا يَدَ لَكُمْ عِنْدَهٗ، وَ يَهَابُكُمْ
مَنْ لَا يَخَافُ لَكُمْ سَطْوَةً وَ
لَا لَكُمْ عَلَيْهِ اِمْرَةٌ۔ وَ قَدْ تَرَوْنَ
عُهُوْدَ اللّٰهِ مَنْقُوْضَةً فَلَا
تَغْضَبُوْنَ، وَ اَنْتُمْ لِنَقْضِ ذِمَمِ
اٰبَآئِكُمْ تَاْنَفُوْنَ۔ وَ كَانَتْ اُمُوْرُ
اللّٰهِ عَلَيْكُمْ تَرِدُ وَ عَنْكُمْ تَصْدُرُ
وَ اِلَيْكُمْ تَرْجِعُ فَمَكَّنْتُمُ الظَّلَمَةَ
مِنْ مَنْزِلَتِكُمْ، وَ اَلْقَيْتُمْ اِلَيْهِمْ
اَزِمَّتَكُمْ، وَ اَسْلَمْتُمْ اُمُوْرَ
اللّٰهِ فِيْ اَيْدِيْهِمْ۔ يَعْمَلُوْنَ
فِي الشُّبُهَاتِ، وَ يَسِيْرُوْنَ
فِي الشَّهَوَاتِ۔ وَ اَيْمُ اللّٰهِ لَوْ
فَرَّقُوْكُمْ تَحْتَ كُلِّ كَوْكَبٍ لَجَمَعَكُمُ
اللّٰهُ لِشَرِّ يَوْمٍ لَهُمْ۔

اسی خطبہ کا ایک جز یہ ہے :۔ جس میں اپنے اصحاب سے خطاب فرمایا :۔ تم اپنے اللہ کے لطف و کرم کی بدولت ایسے مرتبہ پر پہنچ گئے کہ تمھاری کنیزیں بھی محترم سمجھی جانے لگیں۔ اور تمھارے ہمسایوں سے بھی اچھا برتاؤ کیا جانے لگا۔ اور وہ لوگ بھی تمھاری تعظیم کرنے لگے۔ جن پر تمھیں نہ کوئی فضیلت تھی، نہ تمھارا کوئی اُن پر احسان تھا، اور وُہ لوگ بھی تم سے دہشت کھانے لگے جنھیں تمھارے حملہ کا کوئی اندیشہ نہ تھا، اور نہ تمھارا اُن پر تسلط تھا۔ مگر اس وقت تم دیکھ رہے ہو کہ اللہ کے عہد توڑے جا رہے ہیں، اور تم غیظ میں نہیں آتے۔ حالانکہ اپنے آباؤ اجداد کے قائم کردہ رسم و آئین کے توڑے جانے سے تمھاری رگِ حمیت جنبش میں آجاتی ہے۔ حالانکہ اب تک اللہ کے معاملات تمھارے ہی سامنے پیش ہوتے رہے۔ اور تمھارے ہی (ذریعہ سے) ان کا حل ہوتا رہا ہے، اور تمھاری ہی طرف ہر پھر کر آتے ہیں۔ لیکن تم نے اپنی جگہ ظالموں کے حوالے کر دی ہے، اور اپنی باگ ڈور انھیں تھما دی ہے۔ اور اللہ کے معاملات انھیں سونپ دیئے ہیں کہ وہ شبہوں پر عمل پیرا اور نفسانی خواہشوں پر گامزن ہیں۔ خدا کی قسم! اگر وُہ تمھیں ہر ستارے کے نیچے بکھیر دیں، تو بھی اللہ تمھیں اُس دن (ضرور) جمع کرے گا، جو اُن کے لیے بہت بُرا دن ہوگا۔

خطبہ ۱۰۵

وَ مِنْ كَلَامٍ لَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ
فِیْ بَعْضِ اَيَّامِ صِفِّيْنَ۔
وَ قَدْ رَاَيْتُ جَوْلَتَكُمْ وَ انْحِيَازَكُمْ

میں نے تمھیں بھاگتے اور صفوں سے منتشر ہوتے ہُوئے دیکھا (جبکہ) تمھیں چند کھرے قسم کے اوباشوں اور شام کے بدوؤں نے اپنے گھیرے میں لے لیا تھا۔ حالانکہ تم

عَنْ صُفُوفِكُمْ تَحُوزُكُمُ الْجُفَاةُ الطَّغَامُ، وَأَعْرَابُ أَهْلِ الشَّامِ، وَأَنْتُمْ لَهَامِيمُ الْعَرَبِ، وَيَآفِيخُ الشَّرَفِ، وَالْأَنُفُ الْمُقَدَّمُ، وَالسَّنَامُ الْأَعْظَمُ، وَلَقَدْ شَفَى وَحَاوِحَ صَدْرِي أَنْ رَأَيْتُكُمْ بِأَخَرَةٍ تَحُوزُونَهُمْ كَمَا حَازُوكُمْ، وَتُزِيلُونَهُمْ عَنْ مَوَاقِفِهِمْ كَمَا أَزَالُوكُمْ، حَسّاً بِالنِّصَالِ، وَشَجْراً بِالرِّمَاحِ، تَرْكَبُ أُولَاهُمْ أُخْرَاهُمْ، كَالْإِبِلِ الْهِيمِ الْمَطْرُودَةِ، تُرْمَى عَنْ حِيَاضِهَا، وَتُذَادُ عَنْ مَوَارِدِهَا.

عرب کے جوانمرد و شرف کے اِس درمیں (قوم میں) اونچی ناک والے اور چوٹی کی بلندی والے ہو میرے سینے سے نکلنے والی کراہنے کی آوازیں اسی وقت دب سکتی ہیں کہ جب میں دیکھ لوں کہ آخر کار جس طرح انھوں نے تمھیں گھیر رکھا ہے، تم نے بھی انھیں اپنے نرغے میں لے لیا ہو اور جس طرح انھوں نے تمھارے قدم اکھیڑ دیئے ہیں، اسی طرح تم نے بھی ان کے قدم ان کی جگھوں سے اکھیڑ ڈالے ہوں۔ تیروں کی بوچھاڑ سے انھیں قتل کرتے ہوئے اور نیزوں کے ایسے ہاتھ چلاتے ہوئے کہ جس سے ان کی پہلی صفیں دوسری صفوں پر چڑھی جاتی ہوں۔ جیسے ہنکائے ہوئے پیاسے اونٹ کہ جنھیں ان کے تالابوں سے دور پھینک دیا گیا ہو، اور ان کے گھاٹوں سے علیحدہ کر دیا گیا ہو۔

خطبہ ۱۰۶

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
وَهِيَ مِنْ خُطَبِ الْمَلَاحِمِ.

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْمُتَجَلِّي لِخَلْقِهِ بِخَلْقِهِ، وَالظَّاهِرِ لِقُلُوبِهِمْ بِحُجَّتِهِ. خَلَقَ الْخَلْقَ مِنْ غَيْرِ رَوِيَّةٍ، إِذْ كَانَتِ الرَّوِيَّاتُ لَا تَلِيقُ إِلَّا بِذَوِي الضَّمَائِرِ، وَلَيْسَ بِذِي ضَمِيرٍ فِي نَفْسِهِ. خَرَقَ عِلْمُهُ بَاطِنَ غَيْبِ السُّتُرَاتِ، وَأَحَاطَ بِغُمُوضِ عَقَائِدِ السَّرِيرَاتِ.

(مِنْهَا) فِي ذِكْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

یہ اُن خطبوں میں سے ہے جن میں زمانہ کے حوادث و فتن کا تذکرہ ہے :-

تمام حمد اُس اللہ کے لیے ہے جو اپنے مخلوقات کی وجہ سے مخلوقات کے سامنے عیاں ہے۔ اور اپنی حجت و برہان کے ذریعہ سے دلوں میں نمایاں ہے۔ اُس نے بغیر سوچ بچار میں پڑے مخلوق کو پیدا کیا۔ اِس لیے کہ غور و فکر اُس کے مناسب ہُوا کرتی ہے جو دل و دماغ (جیسے اعضا) رکھتا ہو۔ اور وہ دل و دماغ کی احتیاج سے بری ہے۔ اِس کا علم غیب کے پردوں میں سرایت کیے ہوئے ہے، اور عقیدوں کی گہرائیوں کی تہ تک اُترا ہُوا ہے۔

وَآلِهِ وَسَلَّمَ۔

اِخْتَارَهُ مِنْ شَجَرَةِ الْأَنْبِيَاءِ وَمِشْكَاةِ الضِّيَاءِ، وَذُؤَابَةِ الْعَلْيَاءِ، وَسُرَّةِ الْبَطْحَاءِ، وَمَصَابِيحِ الظُّلْمَةِ، وَيَنَابِيعِ الْحِكْمَةِ

(وَمِنْهَا) طَبِيبٌ دَوَّارٌ بِطِبِّهِ قَدْ أَحْكَمَ مَرَاهِمَهُ، وَأَحْمَى مَوَاسِمَهُ، يَضَعُ مِنْ ذٰلِكَ حَيْثُ الْحَاجَةُ إِلَيْهِ مِنْ قُلُوبٍ عُمْيٍ، وَآذَانٍ صُمٍّ، وَأَلْسِنَةٍ بُكْمٍ، مُتَتَبِّعٌ بِدَوَائِهِ مَوَاضِعَ الْغَفْلَةِ، وَمَوَاطِنَ الْحَيْرَةِ لَمْ يَسْتَضِيئُوا بِأَضْوَاءِ الْحِكْمَةِ، وَلَمْ يَقْدَحُوا بِزِنَادِ الْعُلُومِ الثَّاقِبَةِ فَهُمْ فِي ذٰلِكَ كَالْأَنْعَامِ السَّائِمَةِ، وَالصُّخُورِ الْقَاسِيَةِ۔ قَدِ انْجَابَتِ السَّرَائِرُ لِأَهْلِ الْبَصَائِرِ۔ وَوَضَحَتْ مَحَجَّةُ الْحَقِّ لِخَابِطِهَا، وَأَسْفَرَتِ السَّاعَةُ عَنْ وَجْهِهَا، وَظَهَرَتِ الْعَلَامَةُ لِمُتَوَسِّمِهَا۔ مَا لِي أَرَاكُمْ أَشْبَاحًا بِلَا أَرْوَاحٍ، وَأَرْوَاحًا بِلَا أَشْبَاحٍ، وَنُسَّاكًا بِلَا صَلَاحٍ، وَتُجَّارًا بِلَا أَرْبَاحٍ وَأَيْقَاظًا نُوَّمًا، وَشُهُودًا غُيَّبًا وَنَاظِرَةً عَمْيَاءَ وَسَامِعَةً صَمَّاءَ وَ

اس خطبہ کا یہ جز نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق ہے :- انھیں انبیاء کے شجرہ، روشنی کے مرکز (آل ابراہیمؑ) بلندی کی جبیں (قریش)، بطحا کی ناف (مکہ) اور اندھیرے کے چراغوں اور حکمت کے سرچشموں سے منتخب کیا۔

اس خطبہ کا یہ حصہ بھی رسولؐ ہی سے متعلق ہے:- وہ ایک طبیب تھے جو اپنی حکمت وطب کو لیے ہوئے چکر لگا رہا ہو۔ اس نے اپنے مرہم ٹھیک ٹھاک کر لیے ہوں اور داغنے کے آلات تپا لیے ہوں۔ وہ اندھے دلوں، بہرے کانوں، گونگی زبانوں (کے علاج معالجہ) میں جہاں ضرورت ہوتی ہے، ان چیزوں کو استعمال میں لاتا ہو، اور دوا لیے غفلت زدہ اور حیرانی و پریشانی کے مارے ہوؤں کی کھوج میں لگا رہتا ہو۔ مگر لوگوں نے نہ تو حکمت کی تنویروں سے ضیاؤ نور کو حاصل کیا، اور نہ علوم درخشاں کے چقماق کو رگڑ کر نورانی شعلے پیدا کئے وہ اس معاملہ میں چرنے والے حیوانوں اور سخت پتھروں کے مانند ہیں۔ اہل بصیرت کے لیے چھپی ہوئی چیزیں ظاہر ہوگئی ہیں اور بھٹکنے والوں کے لیے حق کی راہ واضح ہوگئی اور آنے والی ساعت نے اپنے چہرے سے نقاب اُلٹ دی اور غور سے دیکھنے والوں کے لیے علامتیں ظاہر ہو چکی ہیں۔ لیکن تمھیں میں دیکھتا ہوں کہ پیکر بے رُوح اور رُوح بے قالب بنے ہوئے ہو، عابد بنے پھرتے ہو بغیر صلاح و تقویٰ کے اور تاجر بنے ہوئے ہو بغیر فائدوں کے۔ بیدار ہو، مگر سو رہے ہو۔ حاضر ہو، مگر ایسے جیسے غائب ہوں۔ دیکھنے والے ہو مگر اندھے۔ سُننے والے ہو مگر بہرے۔ بولنے والے ہو مگر

نَاطِقَةٌ بَكْمَاءُ، رَايَةُ ضَلَالَةٍ
قَدْ قَامَتْ عَلَىٰ قُطْبِهَا، وَتَفَرَّقَتْ
بِشُعَبِهَا، تَكِيلُكُمْ بِصَاعِهَا،
وَتَخْبِطُكُمْ بِبَاعِهَا. قَائِدُهَا خَارِجٌ
مِنَ الْمِلَّةِ، قَائِمٌ عَلَى الضِّلَّةِ
فَلَا يَبْقَىٰ يَوْمَئِذٍ مِّنْكُمْ إِلَّا ثُفَالَةٌ
كَثُفَالَةِ الْقِدْرِ، أَوْ نُفَاضَةٌ
كَنُفَاضَةِ الْعِكْمِ، تَعْرُكُكُمْ
عَرْكَ الْأَدِيمِ، وَتَدُوسُكُمْ
دَوْسَ الْحَصِيدِ، وَتَسْتَخْلِصُ
الْمُؤْمِنَ مِنْ بَيْنِكُمُ اسْتِخْلَاصَ
الطَّيْرِ الْحَبَّةَ الْبَطِينَةَ مِنْ بَيْنِ
هَزِيلِ الْحَبِّ. أَيْنَ تَذْهَبُ بِكُمُ
الْمَذَاهِبُ، وَتَتِيهُ بِكُمُ
الْغَيَاهِبُ، وَتَخْدَعُكُمُ الْكَوَاذِبُ
وَمِنْ أَيْنَ تُؤْتَوْنَ وَأَنَّىٰ
تُؤْفَكُونَ. فَلِكُلِّ أَجَلٍ كِتَابٌ
وَلِكُلِّ غَيْبَةٍ إِيَابٌ. فَاسْتَمِعُوا
مِنْ رَبَّانِيِّكُمْ وَأَحْضِرُوا قُلُوبَكُمْ
وَاسْتَيْقِظُوا إِنْ هَتَفَ بِكُمْ.
وَلْيَصْدُقْ رَائِدٌ أَهْلَهُ، وَلْيَجْمَعْ
شَمْلَهُ، وَلْيُحْضِرْ ذِهْنَهُ. فَلَقَدْ
فَلَقَ لَكُمُ الْأَمْرَ فَلْقَ الْخَرَزَةِ
وَقَرَفَهُ قَرْفَ الصَّمْغَةِ. فَعِنْدَ
ذٰلِكَ أَخَذَ الْبَاطِلُ مَآخِذَهُ، وَرَكِبَ

گونگے۔ گمراہی کا جھنڈا تو اپنے مرکز پر جم چکا ہے، اور اُس کی شاخیں (ہر سُو) پھیل گئی ہیں۔ تمہیں (تباہ کرنے کے لیے) اپنے پیمانوں میں تول رہا ہے، اور اپنے ہاتھوں سے تمہیں اِدھر اُدھر بھٹکا رہا ہے۔ اِس کا پیشرو ملت (اسلام) سے خارج ہے اور گمراہی پر ڈٹا کھڑا ہے۔ اُس دن تم میں سے کوئی نہیں بچے گا۔ مگر کچھ گرے پڑے لوگ جیسے دیگ کی کھرچن یا تھیلے کے جھاڑنے سے گرے ہُوئے ریزے۔ وُہ گمراہی تمہیں اِس طرح مسل ڈالے گی جس طرح چمڑے کو مسلا جاتا ہے اور اس طرح روندے گی۔ جیسے کٹی ہُوئی زراعت کو روندا جاتا ہے۔ اور مصیبت و ابتلا کے لیے) تم میں سے مومن (کامل) کو اِس طرح چُن لے گی، جس طرح پرندہ باریک دانوں میں سے موٹے دانہ کو چُن لیتا ہے۔ یہ (غلط) روشیں تمہیں کہاں لیے جا رہی ہیں اور یہ اندھیاریاں تمہیں کن پریشانیوں میں ڈال رہی ہیں اور یہ جھوٹی اُمیدیں تمہیں کاہے کا فریب دے رہی ہیں۔ کہاں سے لائے جاتے ہو اور کدھر پلٹائے جاتے ہو؟ ہر میعاد کا ایک نوشتہ ہوتا ہے۔ اور ہر غائب کو پلٹ کر آنا ہے اپنے عالم ربانی سے سُنو۔ اپنے دلوں کو حاضر کرو، اگر تمہیں پکارے، تو جاگ اُٹھو۔ قوم کے نمائندہ کو تو اپنی قوم سے سچ ہی بولنا چاہیے اور اپنی پریشاں خاطری میں یکسوئی پیدا کرنا اور اپنے ذہن کو حاضر رکھنا چاہیے۔ چنانچہ اس نے حقیقت کو اس طرح واشگاف کر دیا ہے جس طرح (دھاگے میں پروئے جانے والے) مُہرہ کو چیر دیا جاتا ہے اور اس طرح اسے (تہہ سے) چھیل ڈالا ہے۔ جیسے (درخت سے گوند۔ باوجود اس کے باطل پھر اپنے مرکز پر آگیا اور جہالت

الْجَهْلُ مَرَاكِبَهُ، وَعَظُمَتِ الطَّاغِيَةُ
وَقَلَّتِ الدَّاعِيَةُ، وَصَالَ الدَّهْرُ
صِيَالَ السَّبُعِ الْعَقُورِ - وَهَدَرَ فَنِيقُ
الْبَاطِلِ بَعْدَ كُظُومٍ - وَتَوَاخَى النَّاسُ
عَلَى الْفُجُورِ - وَتَهَاجَرُوا عَلَى الدِّيْنِ
وَتَحَابُّوا عَلَى الْكَذِبِ - وَتَبَاغَضُوا عَلَى
الصِّدْقِ - فَاِذَا كَانَ ذٰلِكَ كَانَ الْوَلَدُ
غَيْظًا، وَالْمَطَرُ قَيْظًا، وَتَفِيْضُ اللِّئَامُ
فَيْضًا - وَتَغِيْضُ الْكِرَامُ غَيْضًا - وَكَانَ
اَهْلُ ذٰلِكَ الزَّمَانِ ذِئَابًا، وَسَلَاطِيْنُهُ
سِبَاعًا، وَاَوْسَاطُهُ اُكَّالًا وَفُقَرَاؤُهُ
اَمْوَاتًا - وَغَارَ الصِّدْقُ وَفَاضَ الْكَذِبُ
وَاسْتُعْمِلَتِ الْمَوَدَّةُ بِاللِّسَانِ - وَ
تَشَاجَرَ النَّاسُ بِالْقُلُوْبِ وَصَارَ الْفُسُوْقُ
نَسَبًا - وَالْعَفَافُ عَجَبًا - وَلُبِسَ الْاِسْلَامُ
لُبْسَ الْفَرْوِ
مَقْلُوْبًا -

اپنی سواریوں پر چڑھ بیٹھی - اس کی طغیانیاں بڑھ گئی ہیں - اور (حق کی) آواز دب گئی ہے اور زمانہ نے پھاڑ کھانے والے درندے کی طرح حملہ کر دیا ہے اور باطل کا اونٹ چُپ رہنے کے بعد پھر بلبلانے لگا ہے - لوگوں نے فسق و فجور پر آپس میں بھائی چارہ کر لیا ہے اور دین کے سلسلہ میں ان میں پھوٹ پڑی ہوئی ہے - جھوٹ پر تو ایک دوسرے سے یارانہ گانٹھ رکھا ہے اور سچ کے معاملہ میں باہم کد رکھتے ہیں (ایسے موقعہ پر) بیٹا (آنکھوں کی ٹھنڈک ہونے کے بجائے) غیظ و غضب کا سبب ہوگا - اور بارشیں گرمی و تپش کا - کمینے پھیل جائیں گے - اور شریف گھٹتے جائیں گے اس زمانہ کے لوگ بھیڑیئے ہوں گے - اور حکمراں درندے درمیانی طبقہ کے لوگ کھا پی کر مست رہنے والے اور فقیر و نادار بالکل مُردہ - سچائی دب جائے گی اور جھوٹ اُبھر آئے گا - محبت کی لفظیں) صرف زبانوں پر آئیں گے اور لوگ دلوں میں ایک دوسرے سے کشیدہ رہیں گے - نسب کا معیار زنا ہوگا - عفت و پاکدامنی نرالی چیز سمجھی جائے گی - اور اسلام کا لبادہ پوستین کی طرح اُلٹا اوڑھا جائے گا

خطبہ ۱۰۷

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ -
كُلُّ شَيْءٍ خَاشِعٌ لَهُ - وَكُلُّ شَيْءٍ
قَائِمٌ بِهِ - غِنَى كُلِّ فَقِيْرٍ - وَعِزُّ
كُلِّ ذَلِيْلٍ، وَقُوَّةُ كُلِّ
ضَعِيْفٍ - وَمَفْزَعُ كُلِّ مَلْهُوْفٍ
مَنْ تَكَلَّمَ سَمِعَ نُطْقَهُ، وَمَنْ

ہر چیز اُس کے سامنے عاجز و سرنگوں اور ہر شے اُس کے سہارے وابستہ ہے - وہ ہر فقیر کا سرمایہ ہر ذلیل کی آبرو، ہر کمزور کی توانائی اور ہر مظلوم کی پناہ گاہ ہے - جو کہے، اس کی بات بھی وہ سنتا ہے، اور جو چُپ رہے اُس کے بھید سے بھی وہ آگاہ ہے - جو زندہ ہے اُس کے رزق کا ذمہ اُس پر ہے، اور جو مر جائے اُس کا پلٹنا اُسی

سَكَتَ عَلِمَ سِرَّهُ ، وَمَنْ عَاشَ
فَعَلَيْهِ رِزْقُهُ - وَمَنْ مَاتَ فَإِلَيْهِ
مُنْقَلَبُهُ - لَمْ تَرَكَ الْعُيُونُ
نَتُخْبِرَ عَنْكَ - بَلْ كُنْتَ قَبْلَ
الْوَاصِفِيْنَ مِنْ خَلْقِكَ - لَمْ
تَخْلُقِ الْخَلْقَ لِوَحْشَةٍ ، وَلَا
اسْتَعْمَلْتَهُمْ لِمَنْفَعَةٍ - وَلَا
يَسْبِقُكَ مَنْ طَلَبْتَ ، وَلَا يُفْلِتُكَ
مَنْ أَخَذْتَ وَلَا يَنْقُصُ
سُلْطَانَكَ مَنْ عَصَاكَ ، وَلَا يَزِيْدُ
فِي مُلْكِكَ مَنْ أَطَاعَكَ ، وَلَا
يَرُدُّ أَمْرَكَ مَنْ سَخِطَ تَضَاءَكَ ،
وَلَا يَسْتَغْنِي عَنْكَ مَنْ تَوَلَّى عَنْ
أَمْرِكَ - كُلُّ سِرٍّ عِنْدَكَ
عَلَانِيَةٌ ، وَكُلُّ غَيْبٍ عِنْدَكَ
شَهَادَةٌ - أَنْتَ الْأَبَدُ لَا أَمَدَ لَكَ ،
وَأَنْتَ الْمُنْتَهَى لَا مَحِيْصَ
عَنْكَ ، وَأَنْتَ الْمَوْعِدُ فَلَا مَنْجَى
مِنْكَ إِلَّا إِلَيْكَ - بِيَدِكَ نَاصِيَةُ
كُلِّ دَابَّةٍ ، وَإِلَيْكَ مَصِيْرُ كُلِّ
نَسَمَةٍ - سُبْحَانَكَ مَا أَعْظَمَ مَا
نَرَى مِنْ خَلْقِكَ وَمَا أَصْغَرَ
عِظَمَهُ فِي جَنْبِ قُدْرَتِكَ
وَمَا أَهْوَلَ مَا نَرَى مِنْ مَلَكُوتِكَ
وَمَا أَحْقَرَ ذٰلِكَ فِيمَا غَابَ عَنَّا

کی طرف ہے - (اے اللہ) آنکھوں نے تجھے دیکھا نہیں کہ تیری خبر دے سکیں . بلکہ تو تو اس وصف کرنے والی مخلوق سے پہلے موجود تھا - تو نے (تنہائی کی) وحشتوں سے اُکتا کر مخلوق کو پیدا نہیں کیا اور نہ اپنے کسی فائدے کے پیشِ نظر اُن سے اعمال کرائے جسے تو گرفت میں لانا چاہے وُہ تجھ سے آگے بڑھ کر جا نہیں سکتا ، اور جسے تو نے گرفت میں لے لیا - پھر وُہ نکل نہیں سکتا . جو تیری مخالفت کرتا ہے - ایسا نہیں کہ وہ تیری فرمانروائی کو نقصان پہنچائے اور جو تیری اطاعت کرتا ہے ، وُہ ملک (کی وسعتوں) کو بڑھا نہیں دیتا ، اور جو تیری قضا و قدر پر بگڑ اُٹھے ، وُہ تیرے امر کو رد نہیں کر سکتا . اور جو تیرے حکم سے مُنہ موڑ لے ، وُہ تجھ سے بے نیاز نہیں ہو سکتا . ہر چھپی ہُوئی چیز تیرے لیے ظاہر اور ہر غیب تیرے سامنے بے نقاب ہے - تو ابدی ہے جس کی کوئی حد نہیں ، اور تو ہی (سب کی) منزلِ منتہا ہے کہ جس سے کوئی گریز کی راہ نہیں اور تو ہی وعدہ گاہ ہے کہ تجھ سے چھٹکارا پانے کی کوئی جگہ نہیں ، مگر تیری ہی ذات ، ہر راہ چلنے والا تیرے قبضہ میں ہے اور ہر ذی رُوح کی بازگشت تیری طرف ہے - سبحان اللہ! یہ تیری کائنات جو ہم دیکھ رہے ہیں کتنی عظیم الشان ہے - اور تیری قدرت کے سامنے ان کی عظمت کتنی کم ہے ، اور یہ تیری بادشاہت جو ہماری نظروں کے سامنے ہے ، کتنی پُرشکوہ ہے . لیکن تیری اس سلطنت کے مقابلہ میں جو ہماری نگاہوں سے اوجھل ہے کتنی حقیر ہے - اور دُنیا میں یہ تیری نعمتیں کتنی کامل و ہمہ گیر ہیں مگر آخرت کی نعمتوں کے سامنے وُہ کتنی مختصر ہیں -

مِنْ سُلْطَانِكَ، وَمَا أَسْبَغَ نِعَمَكَ فِي الدُّنْيَا وَمَا أَصْغَرَهَا فِي نَعِيمِ الْآخِرَةِ.

(مِنْهَا) مِنْ مَلَائِكَةٍ أَسْكَنْتَهُمْ سَمٰوَاتِكَ وَرَفَعْتَهُمْ عَنْ أَرْضِكَ هُمْ أَعْلَمُ خَلْقِكَ بِكَ، وَأَخْوَفُهُمْ لَكَ، وَأَقْرَبُهُمْ مِنْكَ. لَمْ يَسْكُنُوا الْأَصْلَابَ، وَلَمْ يُضَمَّنُوا الْأَرْحَامَ، وَلَمْ يُخْلَقُوا مِنْ مَاءٍ مَهِينٍ، وَلَمْ يَشْعَبْهُمْ رَيْبُ الْمَنُونِ، وَإِنَّهُمْ عَلَى مَكَانِهِمْ مِنْكَ، وَمَنْزِلَتِهِمْ عِنْدَكَ، وَاسْتِجْمَاعِ أَهْوَائِهِمْ فِيكَ، وَكَثْرَةِ طَاعَتِهِمْ لَكَ، وَقِلَّةِ غَفْلَتِهِمْ عَنْ أَمْرِكَ لَوْ عَايَنُوا كُنْهَ مَا خَفِيَ عَلَيْهِمْ مِنْكَ لَحَقَّرُوا أَعْمَالَهُمْ، وَلَزَرَوْا عَلَى أَنْفُسِهِمْ وَلَعَرَفُوا أَنَّهُمْ لَمْ يَعْبُدُوكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ، وَلَمْ يُطِيعُوكَ حَقَّ طَاعَتِكَ. سُبْحَانَكَ خَالِقاً وَمَعْبُوداً بِحُسْنِ بَلَائِكَ عِنْدَ خَلْقِكَ خَلَقْتَ دَاراً وَجَعَلْتَ فِيهَا مَأْدُبَةً وَمَشْرَباً وَمَطْعَماً وَأَزْوَاجاً وَخَدَماً وَقُصُوراً وَأَنْهَاراً وَزُرُوعاً وَثِمَاراً. ثُمَّ

اسی خطبہ کا ایک جز یہ ہے :۔ تو نے فرشتوں کو آسمانوں میں بسایا، اور انھیں زمین کی سطح سے بلند رکھا۔ وہ سب مخلوق سے زیادہ تیری معرفت رکھتے ہیں، اور سب سے زیادہ تجھ سے ڈرتے ہیں، اور سب سے زیادہ تیرے مقرب ہیں۔ نہ وہ صلبوں میں ٹھہرے، نہ شکموں میں رکھے گئے، نہ ذلیل پانی (نطفہ) سے اُن کی پیدائش ہوئی، اور نہ زمانہ کے حوادث نے انھیں منتشر کیا وہ تیرے قرب میں اپنے مقام و منزلت کی بلندی اور تیرے بارے میں خیالات کی یکسوئی، اور تیری عبادت کی فراوانی اور تیرے احکام میں عدمِ غفلت کے باوجود اگر تیرے رازہائے قدرت کی اس تہ تک پہنچ جائیں کہ جو ان سے پوشیدہ ہے، تو وہ اپنے اعمال کو بہت ہی حقیر سمجھیں گے اور اپنے نفسوں پر حرف گیری کریں گے اور یہ جان لیں گے کہ انھوں نے تیری عبادت کا حق ادا نہیں کیا، اور نہ کماحقہ، تیری اطاعت کی ہے۔ بلکہ خالق و معبود جانتے ہوئے تیری تسبیح کرتا ہوں۔ تیرے اُس بہترین سلوک کی بنا پر، جو تیرا اپنے مخلوقات کے ساتھ ہے۔ تو نے ایک ایسا گھر (جنت) بنایا ہے کہ جس میں مہمانی کے لیے کھانے پینے کی چیزیں، حوریں، غلمان، محل نہریں، کھیت اور پھل مہیا کیے ہیں۔ پھر تو نے ان نعمتوں کی طرف دعوت دینے والا بھیجا، مگر نہ انھوں نے بلانے والے کی آواز پر لبیک کہی، اور نہ ان چیزوں کی طرف راغب ہوئے، جن کی تو نے رغبت دلائی تھی۔ اور نہ اُن چیزوں کے مشتاق ہوئے۔ جن کا تو نے اشتیاق دلایا تھا۔ وہ تو اسی مردار دنیا پر ٹوٹ پڑے کہ جسے نوچ کھانے

اَوْ سَلْتَ دَاعِيًا يَدْعُوْ اِلَيْهَا. فَلَا الدَّاعِيَ اَجَابُوْا، وَلَا فِيْمَا رَغِبْتَ اِلَيْهِ رَغِبُوْا، وَلَآ اِلٰى مَا شَوَّقْتَ اِلَيْهِ اشْتَاقُوْا۔ اَقْبَلُوْا عَلٰى جِيْفَةٍ افْتَضَحُوْا بِاَكْلِهَا وَاصْطَلَحُوْا عَلٰى حُبِّهَا۔ وَمَنْ عَشِقَ شَيْئًا اَعْشٰى بَصَرَهٗ۔ وَاَمْرَضَ قَلْبَهٗ۔ فَهُوَ يَنْظُرُ بِعَيْنٍ غَيْرِ صَحِيْحَةٍ، وَيَسْمَعُ بِاُذُنٍ غَيْرِ سَمِيْعَةٍ قَدْ خَرَقَتِ الشَّهَوَاتُ عَقْلَهٗ، وَاَمَاتَتِ الدُّنْيَا قَلْبَهٗ، وَوَلِهَتْ عَلَيْهَا نَفْسُهٗ۔ فَهُوَ عَبْدٌ لَهَا، وَلِمَنْ فِيْ يَدِهٖ شَيْءٌ مِنْهَا حَيْثُمَا زَالَتْ زَالَ اِلَيْهَا وَحَيْثُمَا اَقْبَلَتْ اَقْبَلَ عَلَيْهَا۔ وَلَا يَزْدَجِرُ مِنَ اللّٰهِ بِزَاجِرٍ، وَلَا يَتَّعِظُ مِنْهُ بِوَاعِظٍ۔ وَهُوَ يَرَى الْمَاْخُوْذِيْنَ عَلَى الْغِرَّةِ۔ حَيْثُ لَا اِقَالَةَ لَهُمْ وَلَا رَجْعَةَ۔ كَيْفَ نَزَلَ بِهِمْ مَا كَانُوْا يَجْهَلُوْنَ، وَجَآءَهُمْ مِنْ فِرَاقِ الدُّنْيَا مَا كَانُوْا يَاْمَنُوْنَ، وَقَدِمُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ عَلٰى مَا كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ فَغَيْرُ مَوْصُوْفٍ مَا نَزَلَ بِهِمْ، اجْتَمَعَتْ عَلَيْهِمْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ وَحَسْرَةُ الْفَوْتِ۔ فَفَتَرَتْ لَهَا

میں اپنی عزت آبرو گنوا رہے تھے، اور اُس کی چاہت پر ایکا کر لیا تھا۔ جو شخص کسی شئے سے بے تحاشا محبت کرتا ہے، تو وُہ اس کی آنکھوں کو اندھا، دل کو مریض کر دیتی ہے۔ وُہ دیکھتا ہے تو بیمار آنکھوں سے، سُنتا ہے تو نہ سُننے والے کانوں سے۔ شہوتوں نے اُس کی عقل کا دامن چاک کر دیا ہے، اور دُنیا نے اُس کے دل کو مُردہ بنا دیا ہے، اور اُس کا نفس اُس پہ مَر مِٹا ہے۔ یہ دُنیا کا اور اُن لوگوں کا جن کے پاس کچھ بھی وُہ دنیا ہے، بندہ و غلام بن گیا ہے۔ جدھر وُہ مُڑتی ہے، اُدھر یہ مُڑتا ہے جدھر اُس کا رُخ ہوتا ہے اُدھر ہی اس کا رُخ ہوتا ہے۔ نہ اللہ کی طرف سے کسی روکنے والے کے کہنے سُننے سے وُہ رُکتا ہے، اور نہ ہی اس کے کسی وعظ و پند کرنے والے کی نصیحت مانتا ہے حالانکہ وُہ ان لوگوں کو دیکھتا ہے کہ جنھیں عین غفلت کی حالت میں وہاں پر جکڑ لیا گیا کہ جہاں نہ تدارک کی گنجائش اور نہ دُنیا کی طرف پلٹنے کا موقعہ ہوتا ہے۔ اور کس طرح وُہ چیزیں اُن پر ٹوٹ پڑیں کہ جن سے وُہ بے خبر تھے، اور کس طرح اِس دنیا سے جُدائی (کی گھڑی سامنے) آ گئی کہ جس سے پوری طرح مطمئن تھے، اور کیونکر آخرت کی ان چیزوں تک پہنچ گئے کہ جن کی انھیں خبر دی گئی تھی۔ اب جو مصیبتیں ان پر ٹوٹ پڑی ہیں۔ انھیں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ موت کی سختیاں اور دُنیا چھوڑنے کی حسرتیں مل کر انھیں گھیر لیتی ہیں۔ چنانچہ اُن کے ہاتھ پیر ڈھیلے پڑ جاتے ہیں اور رنگتیں بدل جاتی ہیں۔ پھر ان (کے اعضا) میں موت کی دخل اندازیاں بڑھ جاتی ہیں۔ کوئی ایسا ہوتا ہے کہ پہلے ہی اُس کی زبان بند ہو جاتی ہے

أَطْرَافُهُمْ، وَتَغَيَّرَتْ لَهَا
أَلْوَانُهُمْ. ثُمَّ ازْدَادَ الْمَوْتُ
فِيهِمْ وُلُوجاً. فَحِيلَ بَيْنَ
أَحَدِهِمْ وَبَيْنَ مَنْطِقِهِ، وَإِنَّهُ
لَبَيْنَ أَهْلِهِ يَنْظُرُ بِبَصَرِهِ وَيَسْمَعُ
بِأُذُنِهِ، عَلَى صِحَّةٍ مِنْ عَقْلِهِ، وَبَقَاءٍ
مِنْ لُبِّهِ. يُفَكِّرُ فِيمَ أَفْنَى
عُمُرَهُ، وَفِيمَ أَذْهَبَ دَهْرَهُ.
وَيَتَذَكَّرُ أَمْوَالاً جَمَعَهَا
أَغْمَضَ فِي مَطَالِبِهَا، وَأَخَذَهَا
مِنْ مُصَرَّحَاتِهَا وَمُشْتَبِهَاتِهَا.
قَدْ لَزِمَتْهُ تَبِعَاتُ جَمْعِهَا،
وَأَشْرَفَ عَلَى فِرَاقِهَا، تَبْقَى
لِمَنْ وَرَاءَهُ يَنْعَمُونَ فِيهَا وَ
يَتَمَتَّعُونَ بِهَا. فَيَكُونُ الْمَهْنَأُ
لِغَيْرِهِ، وَالْعِبْءُ عَلَى ظَهْرِهِ.
وَالْمَرْءُ قَدْ غَلِقَتْ رُهُونُهُ بِهَا.
فَهُوَ يَعَضُّ يَدَهُ نَدَامَةً عَلَى مَا
أَصْحَرَ لَهُ عِنْدَ الْمَوْتِ مِنْ أَمْرِهِ
وَيَزْهَدُ فِيمَا كَانَ يَرْغَبُ فِيهِ
أَيَّامَ عُمُرِهِ. وَيَتَمَنَّى أَنَّ الَّذِي
كَانَ يَغْبِطُهُ بِهَا وَيَحْسُدُهُ عَلَيْهَا
قَدْ حَازَهَا دُونَهُ. فَلَمْ يَزَلِ الْمَوْتُ
يُبَالِغُ فِي جَسَدِهِ حَتَّى خَالَطَ لِسَانُهُ
سَمْعَهُ. فَصَارَ بَيْنَ أَهْلِهِ لَا يَنْطِقُ

درصورتیکہ اس کی عقل دُرست اور ہوش و حواس باقی ہوتے
ہیں۔ وُہ اپنے گھر والوں کے سامنے پڑا ہوا اپنی آنکھوں
سے دیکھتا ہے اور اپنے کانوں سے سُنتا ہے اور اُن
چیزوں کو سوچتا ہے کہ جن میں اُس نے اپنی عمر گنوا دی
ہے اور اپنا زمانہ گزار دیا ہے اور اپنے جمع کیے ہُوئے
مال و متاع کو یاد کرتا ہے کہ جس کے طلب کرنے میں (جائز
و ناجائز سے) آنکھیں بند کر لی تھیں، اور جسے صاف
اور مشکوک ہر طرح کی جگہوں سے حاصل کیا تھا۔ اس کا
وبال اپنے سر لے کر اسے چھوڑ دینے کی تیاری کرنے لگا
وُہ مال (اب) اس کے پچھلوں کے لیے رہ جائے گا کہ وُہ
اس سے عیش و آرام کریں، اور گلچھرے اُڑائیں۔ اس
طرح وہ دُوسروں کو تو بغیر ہاتھ پیر ہلائے یُونہی مل گیا،
لیکن اس کا بوجھ اس کی پیٹھ پر رہا۔ اور یہ اُس مال کی
وجہ سے ایسا گروی ہوا ہے کہ بس اپنے کو چھڑا نہیں سکتا
مرنے کے وقت یہ حقیقت جو کھل کر اس کے سامنے آگئی
تو ندامت سے وُہ اپنے ہاتھ کاٹنے لگتا ہے اور عُمر بھر
جن چیزوں کا طلب گار رہا تھا، اب اُن سے کنارہ کش ہوتا
ہے اور یہ تمنا کرتا ہے کہ جو اس مال کی وجہ سے اس پر
رشک و حسد کیا کرتے تھے (کاش کہ) وُہی اس مال کو
سمیٹتے نہ وہ۔ اب موت کے تصرفات اس کے جسم میں اور
بڑھے یہاں تک کہ زبان کے ساتھ ساتھ کانوں پر بھی
موت چھا گئی

گھر والوں کے سامنے اس کی یہ حالت ہوتی ہے کہ
نہ زبان سے بول سکتا ہے نہ کانوں سے سُن سکتا ہے۔
آنکھیں گھما گھما کر اُن کے چہروں کو تکتا ہے۔ ان کی زبانوں

بِلِسَانِهِ، وَلَا يَسْمَعُ بِسَمْعِهِ يُرَدِّدُ طَرْفَهُ بِالنَّظَرِ فِي وُجُوهِهِمْ يَرَى حَرَكَاتِ أَلْسِنَتِهِمْ وَلَا يَسْمَعُ رَجْعَ كَلَامِهِمْ ثُمَّ ازْدَادَ الْمَوْتُ الْتِيَاطًا بِهِ فَقُبِضَ بَصَرُهُ كَمَا قُبِضَ سَمْعُهُ. وَخَرَجَتِ الرُّوحُ مِنْ جَسَدِهِ فَصَارَ جِيفَةً بَيْنَ أَهْلِهِ، قَدْ أَوْحَشُوا مِنْ جَانِبِهِ، وَتَبَاعَدُوا مِنْ قُرْبِهِ. لَا يُسْعِدُ بَاكِيًا، وَلَا يُجِيبُ دَاعِيًا. ثُمَّ حَمَلُوهُ إِلَى مَخَطٍّ فِي الْأَرْضِ وَأَسْلَمُوهُ فِيهِ إِلَى عَمَلِهِ، وَانْقَطَعُوا عَنْ زَوْرَتِهِ. حَتَّى إِذَا بَلَغَ الْكِتَابُ أَجَلَهُ، وَالْأَمْرُ مَقَادِيرَهُ، وَأُلْحِقَ آخِرُ الْخَلْقِ بِأَوَّلِهِ، وَجَاءَ مِنْ أَمْرِ اللهِ مَا يُرِيدُهُ مِنْ تَجْدِيدِ خَلْقِهِ أَمَادَ السَّمَاءَ وَفَطَرَهَا وَأَرَجَّ الْأَرْضَ وَأَرْجَفَهَا وَقَلَعَ جِبَالَهَا وَنَسَفَهَا. وَدَكَّ بَعْضُهَا بَعْضًا مِنْ هَيْبَةِ جَلَالَتِهِ وَمَخُوفِ سَطْوَتِهِ. وَأَخْرَجَ مَنْ فِيهَا. فَجَدَّدَهُمْ بَعْدَ أَخْلَاقِهِمْ وَجَمَعَهُمْ بَعْدَ تَفَرُّقِهِمْ. ثُمَّ مَيَّزَهُمْ لِمَا يُرِيدُهُ مِنْ مَسْأَلَتِهِمْ عَنْ خَفَايَا الْأَعْمَالِ وَخَبَايَا الْأَفْعَالِ. وَجَعَلَهُمْ فَرِيقَيْنِ أَنْعَمَ عَلَى هٰؤُلَاءِ وَانْتَقَمَ مِنْ

کی جنبشوں کو دیکھتا ہے، لیکن بات چیت کی آوازیں نہیں سُن پاتا۔ پھر اُس سے موت اور لپٹ گئی کہ اُس کی آنکھوں کو بھی بند کر دیا جس طرح اُس کے کانوں کو بند کیا تھا اور رُوح اُس کے جسم سے مفارقت کر گئی۔ اب وہ گھر والوں کے سامنے ایک مُردار کی صُورت میں پڑا ہوا ہے کہ اس کی طرف سے انھیں وحشت ہوتی ہے، اور اُس کے پاس پھٹکنے سے دُور بھاگتے ہیں۔ وہ نہ رونے والے کی کچھ مدد کر سکتا ہے، نہ پکارنے والے کو جواب دے سکتا ہے۔ پھر اُسے اُٹھا کر زمین میں جہاں اُس کی قبر بننا ہے، لے جاتے ہیں اور اُسے اس کے حوالے کر دیتے ہیں کہ اب وہ جانے اور اُس کا کام، اور اُس کی مُلاقات سے ہمیشہ کے لیے مُنہ موڑ لیتے ہیں۔ یہاں تک کہ نوشتۂ تقدیر اپنی میعاد کو اور حکمِ الٰہی اپنی مقررہ حد کو پہنچ جائے گا اور پچھلوں کو اگلوں کے ساتھ ملا دیا جائے گا، اور فرمانِ قضا پھر سرے سے پیدا کرنے کا ارادہ لے کر آئے گا، تو وہ آسمانوں کو جنبش میں لائے گا۔ اور انھیں پھاڑ دے گا، اور زمین کو ہلا ڈالے گا، اور اُس کی بنیادیں کھوکھلی کر دے گا۔ اور پہاڑوں کو جڑ بُنیاد سے اُکھاڑ دے گا۔ اور وہ اس کے جلال کی ہیبت اور قہر و غلبہ کی دہشت سے آپس میں ٹکرانے لگیں گے۔ وہ زمین کے اندر سے سب کو نکالے گا، اور انھیں سڑ گل جانے کے بعد پھر از سرِ نو ترو تازہ کریگا۔ اور متفرق و پراگندہ ہونے کے بعد پھر یکجا کر دے گا پھر اُن کے چھپے ہوئے اعمال اور پوشیدہ کارگذاریوں کے متعلق پوچھ گچھ کرنے کے لیے انھیں جُدا جُدا کرے گا۔ اور انھیں دو حصّوں میں بانٹ دے گا۔ ایک کو وہ انعام و

هَؤُلَاءِ۔ فَاَمَّا اَهْلُ طَاعَتِهٖ۔
فَاَثَابَهُمْ بِجِوَارِهٖ، وَخَلَّدَهُمْ
فِيْ دَارِهٖ۔ حَيْثُ لَا يَظْعَنُ
النُّزَّالُ، وَلَا يَتَغَيَّرُ لَهُمُ الْحَالُ
وَلَا تَنُوْبُهُمُ الْاَفْزَاعُ، وَلَا
تَنَالُهُمُ الْاَسْقَامُ، وَلَا تَعْرِضُ
لَهُمُ الْاَخْطَارُ، وَلَا تُشْخِصُهُمُ
الْاَسْفَارُ۔ وَاَمَّا اَهْلُ الْمَعْصِيَةِ
فَاَنْزَلَهُمْ شَرَّ دَارٍ، وَغَلَّ
الْاَيْدِيَ اِلَى الْاَعْنَاقِ، وَقَرَنَ
النَّوَاصِيَ بِالْاَقْدَامِ، وَاَلْبَسَهُمْ
سَرَابِيْلَ الْقَطِرَانِ، وَمُقَطَّعَاتِ
النِّيْرَانِ۔ فِيْ عَذَابٍ قَدِ اشْتَدَّ
حَرُّهٗ، وَبَابٍ قَدْ اُطْبِقَ عَلٰى اَهْلِهٖ
فِيْ نَارٍ لَهَا كَلَبٌ وَلَجَبٌ، وَلَهَبٌ
سَاطِعٌ وَقَصِيْفٌ هَائِلٌ، لَا
يَظْعَنُ مُقِيْمُهَا، وَلَا يُفَادٰى
اَسِيْرُهَا وَلَا تُفْصَمُ كُبُوْلُهَا۔
لَا مُدَّةَ لِلدَّارِ فَتَفْنٰى، وَلَا
اَجَلَ لِلْقَوْمِ فَيُقْضٰى۔ وَمِنْهَا
فِيْ ذِكْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ
وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ
قَدْ حَقَّرَ الدُّنْيَا وَصَغَّرَهَا
اَهْوَنَ لَهَا وَهَوَّنَهَا۔ وَعَلِمَ
اَنَّ اللهَ زَوَاهَا عَنْهُ اخْتِيَارًا،

اِکرام دے گا، اور ایک سے انتقام لے گا۔ جو فرمانبردار تھے اُنھیں جزا دے گا، کہ وُہ اس کے جوارِ رحمت میں رہیں اور اپنے گھر میں انھیں ہمیشہ کے لیے ٹھہرا دے گا کہ جہاں اُترنے والے پھر کُوچ نہیں کیا کرتے اور نہ اُن کے حالات اَدلتے بدلتے رہتے ہیں۔ اور نہ اُنھیں گھڑی گھڑی خوف ستاتا ہے، نہ بیماریاں اُن پر آتی ہیں، نہ انھیں خطرات درپیش ہوتے ہیں اور نہ انھیں سفر ایک جگہ سے دُوسری جگہ لیے پھرتے ہیں، اور جو نافرمان ہوں گے اُنھیں ایک بُرے گھر میں پھینکے گا اور اُن کے ہاتھ گردن سے (کس کر) باندھ دے گا اور ان کی پیشانیوں پر لٹکنے والے بالوں کو قدموں سے جکڑ دے گا۔ اور اُنھیں تارکول کی قمیصیں اور آگ سے قطع کیے ہُوئے کپڑے پہنائے گا (یعنی اُن پر تیل چھڑک کر آگ میں جھونک دے گا) وُہ ایسے عذاب میں ہوں گے کہ جس کی تپش بڑی سخت ہو گی، اور (ایسی جگہ میں ہوں گے کہ جہاں) ان پر دروازے بند کر دیے جائیں گے، اور ایسی آگ میں ہوں گے کہ جس میں تیز شرارے، بھڑکنے کی آوازیں، اُٹھتی ہُوئی لپٹیں اور ہولناک چیخیں ہوں گی۔ اس میں ٹھہرنے والا نکل نہ سکے گا۔ اور نہ ہی اُس کے قیدیوں کو فدیہ دے کر چھڑایا جا سکتا ہے اور نہ ہی اُن کی بیڑیاں ٹوٹ سکتی ہیں۔ اِس گھر کی کوئی مدّت مقرر نہیں کہ اس کے بعد مٹ مٹا جائے۔ نہ رہنے والوں کے لیے کوئی مقررہ میعاد ہے کہ وہ پُوری ہو جائے (تو پھر چھوڑ دیے جائیں)۔ اِسی خُطبہ کا یہ جُز نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق ہے:۔

اُنھوں نے اِس دُنیا کو ذلیل و خوار سمجھا اور پست و حقیر جانا

وَبَسْطِهَا لِغَيْرِهِ احْتِقَارًا. فَأَعْرَضَ عَنْهَا بِقَلْبِهِ، وَأَمَاتَ ذِكْرَهَا عَنْ نَفْسِهِ، وَأَحَبَّ أَنْ تَغِيبَ زِينَتُهَا عَنْ عَيْنِهِ لِكَيْلَا يَتَّخِذَ مِنْهَا رِيَاشًا أَوْ يَرْجُوَ فِيهَا مَقَامًا. بَلَّغَ عَنْ رَبِّهِ مُعْذِرًا، وَنَصَحَ لِأُمَّتِهِ مُنْذِرًا، وَدَعَا إِلَى الْجَنَّةِ مُبَشِّرًا.

نَحْنُ شَجَرَةُ النُّبُوَّةِ، وَمَحَطُّ الرِّسَالَةِ. وَمُخْتَلَفُ الْمَلَائِكَةِ، وَمَعَادِنُ الْعِلْمِ وَيَنَابِيعُ الْحِكَمِ. نَاصِرُنَا وَمُحِبُّنَا يَنْتَظِرُ الرَّحْمَةَ. وَعَدُوُّنَا وَمُبْغِضُنَا يَنْتَظِرُ السَّطْوَةَ.

اور جانتے تھے کہ اللہ نے اُن کی شان کو بالاتر سمجھتے ہوئے دُنیا کا رُخ اُن سے موڑا ہے، اور گھٹیا سمجھتے ہوئے دوسروں کے لیے اس کا دامن پھیلا دیا ہے۔ لہٰذا آپ نے دُنیا سے دل ہٹا لیا اور اُس کی یاد اپنے نفس سے مٹا ڈالی، اور یہ چاہتے رہے کہ اس کی سج دھج ان کی نظروں سے اوجھل رہے کہ نہ اس سے عمدہ عمدہ لباس حاصل کریں، اور نہ اس میں قیام کی آس لگائیں۔ اُنھوں نے عذر تمام کرتے ہوئے اپنے پروردگار کا پیغام پہنچا دیا اور ڈراتے ہوئے اُمّت کو پند و نصیحت کی، اور خوشخبری سناتے ہوئے جنّت کی طرف دعوت دی۔

ہم نبوّت کا شجرہ، رسالت کی منزل، ملائکہ کی فرودگاہ، علم کا معدن اور حکمت کا سرچشمہ ہیں۔ ہماری نصرت کرنے والا اور ہم سے محبّت کرنے والا رحمت کے لیے چشم براہ ہے اور ہم سے دشمنی و عناد رکھنے والے کو قہرِ (الٰہی) کا منتظر رہنا چاہیے۔

خطبہ ۱۰۸

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

إِنَّ أَفْضَلَ مَا تَوَسَّلَ بِهِ الْمُتَوَسِّلُونَ إِلَى اللهِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى الْإِيمَانُ بِهِ وَبِرَسُولِهِ وَالْجِهَادُ فِي سَبِيلِهِ، فَإِنَّهُ ذِرْوَةُ الْإِسْلَامِ، وَكَلِمَةُ الْإِخْلَاصِ فَإِنَّهَا الْفِطْرَةُ. وَإِقَامُ الصَّلَاةِ فَإِنَّهَا الْمِلَّةُ. وَإِيتَاءُ الزَّكَاةِ فَإِنَّهَا فَرِيضَةٌ وَاجِبَةٌ. وَصَوْمُ شَهْرِ رَمَضَانَ فَإِنَّهُ

اللہ کی طرف وسیلہ ڈھونڈنے والوں کے لیے بہترین وسیلہ اللہ اور اُس کے رسولؐ پر ایمان لانا ہے اور اُس کی راہ میں جہاد کرنا کہ وُہ اسلام کی سربلند چوٹی ہے اور کلمۂ توحید کہ وُہ فطرت (کی آواز) ہے۔ اور نماز کی پابندی کہ وُہ عین دین ہے اور زکوٰۃ ادا کرنا کہ وُہ فرض و واجب ہے اور ماہِ رمضان کے روزے رکھنا، کہ وُہ عذاب کی سپر ہیں اور خانۂ کعبہ کا حج و عمرہ بجا لانا کہ وُہ فقر کو دُور کرتے اور گناہوں کو دھو دیتے ہیں اور عزیزوں

جُنَّةٌ مِنَ الْعِقَابِ۔ وَحَجُّ الْبَيْتِ وَاعْتِمَارُهُ فَإِنَّهُمَا يَنْفِيَانِ الْفَقْرَ وَيَرْحَضَانِ الذَّنْبَ۔ وَصِلَةُ الرَّحِمِ، فَإِنَّهَا مَثْرَاةٌ فِي الْمَالِ، وَمَنْسَأَةٌ فِي الْأَجَلِ۔ وَصَدَقَةُ السِّرِّ فَإِنَّهَا تُكَفِّرُ الْخَطِيئَةَ۔ وَصَدَقَةُ الْعَلَانِيَةِ فَإِنَّهَا تَدْفَعُ مِيتَةَ السُّوءِ۔ وَصَنَائِعُ الْمَعْرُوفِ فَإِنَّهَا تَقِي مَصَارِعَ الْهَوَانِ۔

أَفِيضُوا فِي ذِكْرِ اللّٰهِ فَإِنَّهُ أَحْسَنُ الذِّكْرِ۔ وَارْغَبُوا فِيمَا وَعَدَ الْمُتَّقِينَ فَإِنَّ وَعْدَهُ أَصْدَقُ الْوَعْدِ۔ وَاقْتَدُوا بِهَدْيِ نَبِيِّكُمْ فَإِنَّهُ أَفْضَلُ الْهَدْيِ۔ وَاسْتَنُّوا بِسُنَّتِهِ فَإِنَّهَا أَهْدَى السُّنَنِ۔ وَتَعَلَّمُوا الْقُرْآنَ فَإِنَّهُ أَحْسَنُ الْحَدِيثِ وَتَفَقَّهُوا فِيهِ فَإِنَّهُ رَبِيعُ الْقُلُوبِ، وَاسْتَشْفُوا بِنُورِهِ فَإِنَّهُ شِفَاءُ الصُّدُورِ۔ وَأَحْسِنُوا تِلَاوَتَهُ فَإِنَّهُ أَحْسَنُ الْقَصَصِ، فَإِنَّ الْعَالِمَ الْعَامِلَ بِغَيْرِ عِلْمِهِ كَالْجَاهِلِ الْحَائِرِ الَّذِي لَا يَسْتَفِيقُ مِنْ جَهْلِهِ، بَلِ الْحُجَّةُ عَلَيْهِ أَعْظَمُ، وَالْحَسْرَةُ لَهُ أَلْزَمُ، وَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ أَلْوَمُ۔

سے حُسنِ سلوک کرنا کہ وہ مال کی فراوانی، اور عمر کی درازی کا سبب ہے۔ اور مخفی طور پر خیرات کرنا کہ وہ گناہوں کا کفارہ ہے اور کھلم کھلا خیرات کرنا کہ وہ بُری موت سے بچاتا ہے، اور لوگوں پر احسانات کرنا کہ وہ ذلت و رُسوائی کے مواقع سے بچاتا ہے۔ اللہ کے ذکر میں بڑھے چلو۔ اِس لیے کہ وہ بہترین ذکر ہے۔ اور اس چیز کے خواہشمند بنو، کہ جس کا اللہ نے پرہیزگاروں سے وعدہ کیا ہے۔ اس لیے کہ اس کا وعدہ سب وعدوں سے زیادہ سچا ہے۔ نبیؐ کی سیرت کی پیروی کرو کہ وہ بہترین سیرت ہے۔ اور اُن کی سنّت پر چلو، کہ وہ سب طریقوں سے بڑھ کر ہدایت کرنے والی ہے، اور قرآن کا علم حاصل کرو، کہ وہ بہترین کلام ہے، اور اُس میں غور و فکر کرو کہ یہ دلوں کی بہار ہے اور اس کے نور سے شفا حاصل کرو کہ سینوں (کے اندر چھپی ہوئی بیماریوں) کے لیے شفا ہے۔ اور اس کی خوبی کے ساتھ تلاوت کرو کہ اس کے واقعات سب واقعات سے زیادہ فائدہ رساں ہیں۔ وُہ عالم جو اپنے علم کے مطابق عمل نہیں کرتا۔ اُس سرگرداں جاہل کے مانند ہے جو جہالت کی سرمستیوں سے ہوش میں نہیں آتا، بلکہ اس پر (اللہ کی) حجت زیادہ ہے۔ اور حسرت و افسوس اس کے لیے لازم و ضروری ہے، اور اللہ کے نزدیک وُہ زیادہ قابلِ ملامت ہے۔

خطبہ ۱۰۹

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔
أَمَّا بَعْدُ فَإِنِّي أُحَذِّرُكُمُ الدُّنْيَا

میں تمھیں دُنیا سے ڈراتا ہوں، اس لیے کہ یہ (بظاہر) شیریں و خوش گوار اور تر و تازہ و شاداب ہے۔ نفسانی خواہشیں

فَاِنَّهَا حُلْوَةٌ خَضِرَةٌ حُفَّتْ بِالشَّهَوَاتِ وَتَحَبَّبَتْ بِالْعَاجِلَةِ وَرَاقَتْ بِالْقَلِيْلِ۔ وَتَحَلَّتْ بِالْاٰمَالِ، وَتَزَيَّنَتْ بِالْغُرُوْرِ۔ لَا تَدُوْمُ حَبْرَتُهَا وَلَا تُؤْمَنُ فَجْعَتُهَا۔ غَرَّارَةٌ ضَرَّارَةٌ حَائِلَةٌ زَائِلَةٌ۔ نَافِدَةٌ بَائِدَةٌ، اَكَّالَةٌ غَوَّالَةٌ۔ لَا تَعْدُوْ اِذَا تَنَاهَتْ اِلٰى اُمْنِيَّةِ اَهْلِ الرَّغْبَةِ فِيْهَا وَالرِّضَآءِ بِهَا اَنْ تَكُوْنَ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى سُبْحَانَهٗ: "كَمَآءٍ اَنْزَلْنَاهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيَاحُ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا"۔ لَمْ يَكُنِ امْرُؤٌ مِّنْهَا فِيْ حَبْرَةٍ اِلَّا اَعْقَبَتْهُ بَعْدَهَا عَبْرَةً، وَلَمْ يَلْقَ فِيْ سَرَّآئِهَا بَطْنًا اِلَّا مَنَحَتْهُ مِنْ ضَرَّآئِهَا ظَهْرًا وَلَمْ تَطُلَّهٗ فِيْهَا دِيْمَةُ رَخَآءٍ اِلَّا هَتَنَتْ عَلَيْهِ مُزْنَةُ بَلَآءٍ وَحَرِيٌّ اِذَآ اَصْبَحَتْ لَهٗ مُنْتَصِرَةً اَنْ تُمْسِيَ لَهٗ مُتَنَكِّرَةً وَاِنْ جَانِبٌ مِّنْهَا اعْذَوْذَبَ وَاحْلَوْلٰى اَمَرَّ مِنْهَا جَانِبٌ فَاَوْبٰى لَا يَنَالُ امْرُؤٌ مِّنْ غَضَارَتِهَا رَغَبًا اِلَّا اَرْهَقَتْهُ مِنْ نَوَآئِبِهَا تَعَبًا۔

اس کے گرد گھیرا ڈالے ہوئے ہیں۔ وہ اپنی جلد میسر آجانے والی نعمتوں کی وجہ سے لوگوں کو محبوب ہوتی ہے۔ اور اپنی تھوڑی سی (آرائشوں) سے مشتاق بنا لیتی ہے۔ وہ (جھوٹی) امیدوں سے سجی ہوئی، اور دھوکے اور فریب سے بنی سنوری ہوئی ہے۔ نہ اس کی مسرتیں دیرپا ہیں اور نہ اس کی ناگہانی مصیبتوں سے مطمئن رہا جا سکتا ہے۔ وہ دھوکے باز، نقصان رساں، ادلنے بدلنے والی اور فنا ہونے والی ہے، ختم ہونے والی، اور مٹ جانے والی ہے، کھا جانے اور ہلاک کر دینے والی ہے۔ جب یہ اپنی طرف مائل ہونے والوں اور خوش ہونے والوں کی انتہائی آرزوؤں تک پہنچ جاتی ہے، تو بس وہی ہوتا ہے جو اللہ سبحانہ، نے بیان کیا ہے۔ (اس دنیاوی زندگی کی مثال ایسی ہے) "جیسے وہ پانی جسے ہم نے آسمان سے اتارا، تو زمین کا سبزہ اس سے گھل مل گیا اور (اچھی طرح پھولا پھلا) پھر سوکھ کر تنکا تنکا ہو گیا۔ جسے ہوائیں (ادھر سے ادھر) اڑائے پھرتی ہیں اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ جو شخص اس دنیا کا عیش و آرام پاتا ہے تو اس کے بعد اس کے آنسو بھی بہتے ہیں اور جو شخص دنیا کی مسرتوں کا رخ دیکھتا ہے، وہ مصیبتوں میں دھکیل کر اس کو اپنی بے رخی بھی دکھاتی ہے اور جس شخص پر راحت و آرام کی بارش کے ہلکے ہلکے چھینٹے پڑتے ہیں اس پر مصیبت و بلا کی دھواں دھار بارشیں بھی ہوتی ہیں یہ دنیا ہی کے مناسب حال ہے کہ صبح کو کسی کی دوست بن کر اس کا (دشمن سے) بدلہ چکائے اور شام کو یوں ہو جائے کہ گویا کوئی جان پہچان ہی نہ تھی۔ اگر اس کا ایک

وَلَا يُمْسِيْ مِنْهَا فِيْ جَنَاحِ
أَمْنٍ إِلَّا أَصْبَحَ عَلَىٰ قَوَادِمِ خَوْفٍ
غَرَّارَةٌ غُرُوْرٌ مَا فِيْهَا ، فَانِيَةٌ
فَانٍ مَنْ عَلَيْهَا لَا خَيْرَ فِيْ شَيْءٍ
مِنْ أَزْوَادِهَا إِلَّا التَّقْوٰى. مَنْ
أَقَلَّ مِنْهَا اسْتَكْثَرَ مِمَّا يُؤْمِنُهُ
وَمَنِ اسْتَكْثَرَ مِنْهَا اسْتَكْثَرَ
مِمَّا يُوْبِقُهُ ، وَزَالَ عَمَّا قَلِيْلٍ
عَنْهُ. كَمْ مِنْ وَاثِقٍ بِهَا فَجَعَتْهُ
وَذِيْ طُمَأْنِيْنَةٍ قَدْ صَرَعَتْهُ
وَذِيْ أُبَّهَةٍ قَدْ جَعَلَتْهُ حَقِيْرًا
وَذِيْ نَخْوَةٍ قَدْ رَدَّتْهُ ذَلِيْلًا.
سُلْطَانُهَا دُوَلٌ ، وَعَيْشُهَا
رَنِقٌ ، وَعَذْبُهَا أُجَاجٌ وَ
حُلْوُهَا صَبِرٌ وَغِذَاؤُهَا
سِمَامٌ ، وَأَسْبَابُهَا رِمَامٌ.
حَيُّهَا بِعَرَضِ مَوْتٍ وَصَحِيْحُهَا
بِعَرَضِ سُقْمٍ. مُلْكُهَا مَسْلُوْبٌ
وَعَزِيْزُهَا مَغْلُوْبٌ وَمَوْفُوْرُهَا
مَنْكُوْبٌ وَجَارُهَا مَحْرُوْبٌ.
أَلَسْتُمْ فِيْ مَسَاكِنِ مَنْ كَانَ
قَبْلَكُمْ ، أَطْوَلَ أَعْمَارًا ، وَأَبْقَى
آثَارًا وَأَبْعَدَ آمَالًا ، وَأَعَدَّ
عَدِيْدًا ، وَأَكْثَفَ جُنُوْدًا.
تَعَبَّدُوْا لِلدُّنْيَا أَيَّ تَعَبُّدٍ ، وَ

جنبہ شیریں وخوشگوار ہے، تو دُوسرا حصہ تلخ اور بلا انگیز۔ جو شخص بھی دُنیا کی تروتازگی سے اپنی کوئی تمنا پُوری کرتا ہے تو وُہ اس پر مصیبتوں کی مشقتیں بھی لا دیتی ہے۔ جسے امن وسلامتی کے پروبال پر شام ہوتی ہے، تو اُسے صبح خوف کے پروں پر ہوتی ہے۔ وُہ دھوکے باز ہے اور اُس کی ہر چیز دھوکا۔ وُہ خود بھی فنا ہو جانے والی ہے۔ اور اس میں رہنے والا بھی فانی ہے۔ اس کے کسی زاد میں سوا زادِ تقویٰ کے بھلائی نہیں ہے جو شخص کم حصہ لیتا ہے، وُہ اپنے لیے راحت کے سامان بڑھا لیتا ہے اور جو دُنیا کو زیادہ سمیٹتا ہے، وُہ اپنے لیے تباہ کُن چیزوں کا اضافہ کر لیتا ہے۔ (حالانکہ) اُسے اپنے مال و متاع سے بھی جلد ہی الگ ہونا ہے۔ کتنے ہی لوگ ایسے ہیں۔ جنھوں نے دُنیا پر بھروسہ کیا، اور اُس نے انھیں مصیبتوں میں ڈال دیا۔ اور کتنے ہی اس پر اطمینان کیے بیٹھے تھے جنھیں اُس نے پچھاڑ دیا اور کتنے ہی رُعب وطنطنہ والے تھے، جنھیں حقیر و پست بنا دیا، اور کتنے ہی نخوت وغرور والے تھے، جنھیں ذلیل کر کے چھوڑا۔ اس کی بادشاہی دست بدست منتقل ہونے والی چیز، اس کا سرچشمہ گندلا اس کا خوش گوار پانی کھاری، اس کی حلاوتیں ایلوا (کے مانند تلخ) ہیں۔ اس کے کھانے زہر ہلاہل اور اس کے اسباب و ذرائع کے سلسلے بودے ہیں۔ زندہ رہنے والا معرضِ ہلاکت میں ہے اور تندرست کو بیماریوں کا سامنا ہے۔ اِس کی سلطنت چھن جانے والی، اس کا زبردست زیر دست بننے والا، مالدار بدبختیوں کا ستایا ہُوا، اور ہمسایہ لُٹا لُٹایا ہوا ہے۔ کیا تم انھی سابقہ لوگوں کے گھروں

آثَرُوهَا أَيَّ إِيثَارٍ. ثُمَّ ظَعَنُوا عَنْهَا بِغَيْرِ زَادٍ مُبَلِّغٍ وَلَا ظَهْرٍ قَاطِعٍ. فَهَلْ بَلَغَكُمْ أَنَّ الدُّنْيَا سَخَتْ لَهُمْ نَفْساً بِفِدْيَةٍ، أَوْ أَعَانَتْهُمْ بِمَعُونَةٍ، أَوْ أَحْسَنَتْ لَهُمْ صُحْبَةً. بَلْ أَرْهَقَتْهُمْ بِالْفَوَادِحِ، وَأَوْهَنَتْهُمْ بِالْقَوَارِعِ، وَضَعْضَعَتْهُمْ بِالنَّوَائِبِ، وَعَفَّرَتْهُمْ لِلْمَنَاخِرِ، وَوَطِئَتْهُمْ بِالْمَنَاسِمِ، وَأَعَانَتْ عَلَيْهِمْ رَيْبَ الْمَنُونِ. فَقَدْ رَأَيْتُمْ تَنَكُّرَهَا لِمَنْ دَانَ لَهَا، وَآثَرَهَا وَأَخْلَدَ لَهَا، حَتَّى ظَعَنُوا عَنْهَا لِفِرَاقِ الْأَبَدِ. وَهَلْ زَوَّدَتْهُمْ إِلَّا السَّغَبَ، أَوْ أَحَلَّتْهُمْ إِلَّا الضَّنْكَ، أَوْ نَوَّرَتْ لَهُمْ إِلَّا الظُّلْمَةَ، أَوْ أَعْقَبَتْهُمْ إِلَّا النَّدَامَةَ؟ أَفَهٰذِهِ تُؤْثِرُونَ، أَمْ إِلَيْهَا تَطْمَئِنُّونَ؟ أَمْ عَلَيْهَا تَحْرِصُونَ؟ فَبِئْسَتِ الدَّارُ لِمَنْ لَمْ يَتَّهِمْهَا، وَلَمْ يَكُنْ فِيهَا عَلَى وَجَلٍ مِنْهَا. فَاعْلَمُوا - وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ - بِأَنَّكُمْ تَارِكُوهَا وَظَاعِنُونَ عَنْهَا، وَاتَّعِظُوا فِيهَا بِالَّذِينَ قَالُوا مَنْ

میں نہیں بستے جو لمبی عمروں والے، پائدار نشانیوں والے بڑی بڑی اُمیدیں باندھنے والے، زیادہ گنتی و شمار والے اور بڑے لاؤ لشکر والے تھے، وُہ دنیا کی کس کس طرح پرستش کرتے رہے، اور اُسے آخرت پر کیسا کیسا ترجیح دیتے رہے۔ پھر بغیر کسی ایسے زاد و راحلہ کے جو انھیں رستہ طے کر کے منزل تک پہنچاتا، چل دیئے۔ کیا تمھیں کبھی یہ خبر پہنچی ہے۔ کہ دُنیا نے ان کے بدلے میں کسی فدیہ کی پیشکش کی ہو یا انھیں کوئی مدد پہنچائی ہو یا اچھی طرح اُن کے ساتھ رہی سہی ہو؟ بلکہ اُس نے تو ان پر مصیبتوں کے پہاڑ توڑے، آفتوں سے انھیں عاجز و درماندہ کر دیا اور لوٹ لوٹ کر آنے والی زحمتوں سے انھیں جھنجھوڑ کر رکھ دیا اور ناک کے بل اُنھیں خاک پر پچھاڑ دیا اور اپنے کھروں سے کچل ڈالا، اور ان کے خلاف زمانہ کے حوادث کا ہاتھ بٹایا۔ تم نے تو دیکھا ہے کہ جو ذرا دُنیا کی طرف جھکا اور اُسے اختیار کیا اور اس سے لپٹا، تو اُس نے (اپنے تیور بدل کر اُن سے کیسی) اجنبیت اختیار کر لی۔ یہاں تک کہ وہ ہمیشہ کے لیے اس سے جُدا ہو کر چل دیئے، اور اس نے انھیں بھُوک کے سوا کچھ زادِ راہ نہ دیا، اور ایک تنگ جگہ کے سوا کوئی ٹھہرنے کا سامان نہ کیا، اور سوا گھُپ اندھیرے کے کوئی روشنی نہ دی اور ندامت کے سوا کوئی نتیجہ نہ دیا، تو کیا تم اسی دُنیا کو ترجیح دیتے ہو، یا اسی پر مطمئن ہو گئے ہو، یا اسی پر مرے جا رہے ہو؟ جو دُنیا پر بے اعتماد نہ رہے اور اس میں بے خوف و خطر ہو کر رہے۔ اس کے لیے یہ بہت بُرا گھر ہے جان لو اور حقیقت میں تم جانتے ہی ہو، کہ (ایک نہ ایک

أَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً"، حُمِلُوا إِلَى قُبُورِهِمْ فَلَا يُدْعَوْنَ رُكْبَاناً، وَأُنْزِلُوا الْأَجْدَاثَ فَلَا يُدْعَوْنَ ضِيفَاناً. وَجُعِلَ لَهُمْ مِنَ الصَّفِيحِ أَجْنَانٌ، وَمِنَ التُّرَابِ أَكْفَانٌ، وَمِنَ الرُّفَاتِ جِيرَانٌ فَهُمْ جِيرَةٌ لَا يُجِيبُونَ دَاعِياً، وَلَا يَمْنَعُونَ ضَيْماً، وَلَا يُبَالُونَ مَنْدَبَةً. إِنْ جِيدُوا لَمْ يَفْرَحُوا وَإِنْ قُحِطُوا لَمْ يَقْنَطُوا. جَمِيعٌ وَهُمْ آحَادٌ، وَجِيرَةٌ وَهُمْ أَبْعَادٌ. مُتَدَانُونَ لَا يَتَزَاوَرُونَ، وَقَرِيبُونَ لَا يَتَقَارَبُونَ. حُلَمَاءُ قَدْ ذَهَبَتْ أَضْغَانُهُمْ، وَجُهَلَاءُ قَدْ مَاتَتْ أَحْقَادُهُمْ. لَا يُخْشَى فَجْعُهُمْ، وَلَا يُرْجَى دَفْعُهُمْ اسْتَبْدَلُوا بِظَهْرِ الْأَرْضِ بَطْناً، وَبِالسَّعَةِ ضِيقاً، وَبِالْأَهْلِ غُرْبَةً، وَبِالنُّورِ ظُلْمَةً. فَجَاؤُوهَا كَمَا فَارَقُوهَا حُفَاةً عُرَاةً. قَدْ ظَعَنُوا عَنْهَا بِأَعْمَالِهِمْ إِلَى الْحَيَاةِ الدَّائِمَةِ وَالدَّارِ الْبَاقِيَةِ. كَمَا قَالَ سُبْحَانَهُ: "كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيدُهُ"

دن) تمھیں دُنیا کو چھوڑنا ہے، اور یہاں سے کُوچ کرنا ہے ان لوگوں سے عبرت حاصل کرو جو کہا کرتے تھے کہ ہم سے زیادہ قوّت و طاقت میں کون ہے۔" انھیں لاد کر قبروں تک پہنچایا گیا۔ مگر اس طرح نہیں کہ انھیں سوار سمجھا جائے انھیں قبروں میں اُتار دیا گیا، مگر وُہ مہمان نہیں کہلاتے پتھروں سے اُن کی قبریں چُن دی گئیں، اور خاک کے کفن ان پر ڈال دیے گئے اور گلی سڑی ہڈیوں کو اُن کا ہمسایہ بنا دیا گیا ہے۔ وُہ ایسے ہمسائے ہیں کہ جو پکارنے والے کو جواب نہیں دیتے۔ اور نہ زیادتیوں کو روک سکتے ہیں اور نہ رونے دھونے والوں کی پروا کرتے ہیں۔ اگر بادل (جھُوم کر) اُن پر برسیں، تو خوش نہیں ہوتے۔ اور قحط آئے، تو اُن پر مایوسی نہیں چھا جاتی۔ وُہ ایک جگہ ہیں، مگر الگ الگ، وہ آپس میں ہمسائے ہیں۔ مگر دُور دُور۔ پاس پاس ہیں، مگر میل مُلاقات نہیں قریب قریب ہیں۔ مگر ایک دُوسرے کے پاس نہیں بھٹکتے وُہ بردبار بنے ہُوئے بے خبر پڑے ہیں۔ اُن کے بغض و عناد ختم ہو گئے اور کینے مِٹ گئے۔ نہ اُن سے کسی ضرر کا اندیشہ ہے، نہ کسی تکلیف کے دُور کرنے کی توقع ہے اُنھوں نے زمین کے اوپر کا حِصّہ اندر کے حصّہ سے اور کشادگی اور وُسعت تنگی سے، اور گھر بار پردیس سے اور روشنی اندھیرے سے بدل لی ہے اور جس طرح ننگے پیر اور ننگے بدن پیدا ہُوئے تھے، ویسے ہی زمین میں (پیوندِ خاک) ہو گئے اور اِس دُنیا سے صرف عمل لے کر ہمیشہ کی زندگی اور سدا رہنے والے گھر کی طرف کُوچ کر گئے۔ جیسا کہ اللہ سُبحانہٗ نے فرمایا ہے:۔ جس طرح ہم نے مخلوقات کو پہلی دفعہ پیدا کیا تھا

وَعْدًا عَلَيْنَا إِنَّا كُنَّا فَاعِلِينَ۔

اسی طرح دوبارہ پیدا کریں گے۔ اس وعدہ کا پورا کرنا ہمارے ذمہ ہے اور ہم اسے ضرور پورا کر کے رہیں گے۔

خطبہ ۱۱۰

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ ذَكَرَ فِيهَا مَلَكَ الْمَوْتِ وَتَوَفِّيَهُ الْأَنْفُسَ:— هَلْ تُحِسُّ بِهِ إِذَا دَخَلَ مَنْزِلًا؟ أَمْ هَلْ تَرَاهُ إِذَا تَوَفَّى أَحَدًا؟ بَلْ كَيْفَ يَتَوَفَّى الْجَنِينَ فِي بَطْنِ أُمِّهِ۔ أَيَلِجُ عَلَيْهِ مِنْ بَعْضِ جَوَارِحِهَا؟ أَمِ الرُّوحُ أَجَابَتْهُ بِإِذْنِ رَبِّهَا؟ أَمْ هُوَ سَاكِنٌ مَعَهُ فِي أَحْشَائِهَا؟ كَيْفَ يَصِفُ إِلٰهَهُ مَنْ يَعْجَزُ عَنْ صِفَةِ مَخْلُوقٍ مِثْلِهِ۔

اس میں ملک الموت اور اس کے روح قبض کرنے کا ذکر فرمایا ہے:—

جب (ملک الموت) کسی گھر میں داخل ہوتا ہے، تو کبھی تم اس کی آہٹ محسوس کرتے ہو؟ یا جب کسی کی روح قبض کرتا ہے، تو کیا تم اسے دیکھتے ہو؟ (حیرت ہے کہ) وہ کس طرح ماں کے پیٹ میں بچے کی روح کو قبض کر لیتا ہے، کیا وہ ماں کے جسم کے کسی حصہ سے وہاں تک پہنچتا ہے یا اللہ کے حکم سے روح اس کی آواز پر لبیک کہتی ہوئی بڑھتی ہے۔ یا وہ بچہ کے ساتھ شکمِ مادر میں ٹھہرا ہوا ہے؟ جو اس جیسی مخلوق کے بارے میں بھی کچھ نہ بیان کر سکے، وہ اپنے اللہ کے متعلق کیا بتا سکتا ہے۔

خطبہ ۱۱۱

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ وَأُحَذِّرُكُمُ الدُّنْيَا فَإِنَّهَا مَنْزِلُ قُلْعَةٍ، وَلَيْسَتْ بِدَارِ نُجْعَةٍ۔ قَدْ تَزَيَّنَتْ بِغُرُورِهَا، وَغَرَّتْ بِزِينَتِهَا۔ دَارٌ هَانَتْ عَلَى رَبِّهَا فَخَلَطَ حَلَالَهَا بِحَرَامِهَا وَخَيْرَهَا بِشَرِّهَا، وَحَيَاتَهَا

میں تمہیں دنیا سے خبردار کیے دیتا ہوں کہ یہ ایسے شخص کی منزل ہے جس کے لیے قرار نہیں اور ایسا گھر ہے جس میں آب و دانہ نہیں ڈھونڈا جا سکتا۔ یہ اپنے باطل سے آراستہ ہے اور اپنی آرائشوں سے دھوکا دیتی ہے۔ یہ ایک ایسا گھر ہے جو اپنے رب کی نظروں میں ذلیل و خوار ہے۔ چنانچہ اس نے حلال کے ساتھ حرام اور بھلائیوں کے ساتھ برائیاں اور زندگی کے ساتھ موت

بِمَوْتِهَا، وَحُلْوُهَا بِمُرِّهَا. لَمْ
يُصْفِهَا اللهُ تَعَالَى لِأَوْلِيَآئِهِ، وَ
لَمْ يَضِنَّ بِهَا عَلَى أَعْدَآئِهِ. خَيْرُهَا
زَهِيدٌ، وَشَرُّهَا عَتِيدٌ. وَجَمْعُهَا
يَنْفَدُ، وَمُلْكُهَا يُسْلَبُ، وَ
عَامِرُهَا يَخْرَبُ. فَمَا خَيْرُ دَارٍ
تُنْقَضُ نَقْضَ الْبِنَآءِ، وَعُمُرٍ
يَفْنَى فَنَآءَ الزَّادِ وَمُدَّةٍ تَنْقَطِعُ
انْقِطَاعَ السَّيْرِ. اجْعَلُوا مَا افْتَرَضَ
اللهُ عَلَيْكُمْ مِنْ طَلَبِكُمْ، وَ
اسْئَلُوهُ مِنْ أَدَآءِ حَقِّهِ مَا سَأَلَكُمْ
وَأَسْمِعُوا دَعْوَةَ الْمَوْتِ آذَانَكُمْ
قَبْلَ أَنْ يُدْعَى بِكُمْ. إِنَّ
الزَّاهِدِينَ فِي الدُّنْيَا تَبْكِي
قُلُوبُهُمْ وَإِنْ ضَحِكُوا، وَيَشْتَدُّ
حُزْنُهُمْ وَإِنْ فَرِحُوا، وَيَكْثُرُ
مَقْتُهُمْ أَنْفُسَهُمْ وَإِنِ اغْتُبِطُوا
بِمَا رُزِقُوا. قَدْ غَابَ عَنْ
قُلُوبِكُمْ ذِكْرُ الْآجَالِ، وَ
حَضَرَتْكُمْ كَوَاذِبُ الْآمَالِ.
فَصَارَتِ الدُّنْيَا أَمْلَكَ بِكُمْ
مِنَ الْآخِرَةِ، وَالْعَاجِلَةُ أَذْهَبَ
بِكُمْ مِنَ الْآجِلَةِ، وَإِنَّمَا أَنْتُمْ
إِخْوَانٌ عَلَى دِينِ اللهِ مَا فَرَّقَ
بَيْنَكُمْ إِلَّا خُبْثُ السَّرَآئِرِ، وَسُوْءُ

اور شیرینیوں کے ساتھ تلخیاں خلط ملط کر دی ہیں اور اپنے
دوستوں کے لیے اُسے بے غل و غش نہیں رکھا اور نہ دشمنوں
کو دینے میں بخل کیا ہے۔ اِس کی بھلائیاں بہت ہی کم
ہیں اور بُرائیاں (جہاں چاہو) موجود۔ اِس کی جمع پونجی
ختم ہو جانے والی اور اس کا ملک چھن جانے والا اور
اس کی آبادیاں ویران ہو جانے والی ہیں۔ بھلا اُس گھر
میں خیر و خوبی ہی کیا ہو سکتی ہے جو مسمار عمارت کی طرح
گر جائے، اور اُس عمر میں جو زادِ راہ کی طرح ختم ہو جائے۔
اور اُس مدت میں جو چلنے پھرنے کی طرح تمام ہو جائے
جن چیزوں کی تمھیں طلب و تلاش رہتی ہے، اُن میں
اللہ تعالیٰ کے فرائض کو بھی داخل کر لو اور جو اللہ نے تم سے
چاہا ہے اُسے پورا کرنے کی توفیق بھی اُس سے مانگو۔ موت
کا پیغام آنے سے پہلے موت کی پکار اپنے کانوں کو سنا
دو۔ اِس دنیا میں زاہدوں کے دل روتے ہیں۔ اگرچہ
وہ ہنس رہے ہوں اور ان کا غم و اندوہ حد سے بڑھا
ہوتا ہے۔ اگرچہ ان (کے چہروں) سے مسرت ٹپک رہی
ہو۔ اور انھیں اپنے نفسوں سے انتہائی بیر ہوتا ہے۔
اگرچہ اس رزق کی وجہ سے جو انھیں میسر ہے، اُن پر
رشک کیا جاتا ہو۔ تمھارے دلوں سے موت کی یاد جاتی
رہی ہے اور جھوٹی اُمیدیں (تمھارے اندر) موجود ہیں۔
آخرت سے زیادہ دنیا تم پر چھائی ہوئی ہے اور وہ
عقبیٰ سے زیادہ تمھیں اپنی طرف کھینچتی ہے۔ تم دینِ خدا
کے سلسلہ میں ایک دوسرے کے بھائی بھائی ہو۔ لیکن
بدنیتی اور بدظنی نے تم میں تفرقہ ڈال دیا ہے۔ نہ تم ایک
دوسرے کا بوجھ بٹاتے ہو نہ باہم پند و نصیحت کرتے ہو

الضَّمَائِرِ۔ فَلَا تَوَازَرُونَ وَلَا تَنَاصَحُونَ، وَلَا تَبَاذَلُونَ وَلَا تَوَادُّونَ۔ مَا بَالُكُمْ تَفْرَحُونَ بِالْيَسِيرِ مِنَ الدُّنْيَا تَمْلِكُونَهُ وَلَا يَحْزُنُكُمُ الْكَثِيرُ مِنَ الْآخِرَةِ تُحْرَمُونَهُ، يُقْلِقُكُمُ الْيَسِيرُ مِنَ الدُّنْيَا يَفُوتُكُمْ حَتَّى يَتَبَيَّنَ ذٰلِكَ فِي وُجُوهِكُمْ وَقِلَّةِ صَبْرِكُمْ عَمَّا زُوِيَ مِنْهَا عَنْكُمْ كَأَنَّهَا دَارُ مُقَامِكُمْ، وَكَأَنَّ مَتَاعَهَا بَاقٍ عَلَيْكُمْ۔ وَمَا يَمْنَعُ أَحَدَكُمْ أَنْ يَسْتَقْبِلَ أَخَاهُ بِمَا يَخَافُ مِنْ عَيْبِهِ إِلَّا مَخَافَةُ أَنْ يَسْتَقْبِلَهُ بِمِثْلِهِ۔ قَدْ تَصَافَيْتُمْ عَلَى رَفْضِ الْآجِلِ وَحُبِّ الْعَاجِلِ؛ وَصَارَ دِينُ أَحَدِكُمْ لُعْقَةً عَلَى لِسَانِهِ۔ صَنِيعُ مَنْ قَدْ فَرَغَ مِنْ عَمَلِهِ وَأَحْرَزَ رِضَا سَيِّدِهِ۔

نہ ایک دوسرے پر کچھ خرچ کرتے ہو، نہ تمہیں ایک دوسرے کی چاہت ہے۔ تھوڑی سی دنیا پا کر خوش ہونے لگتے ہو، اور آخرت کے بیشتر حصہ سے بھی محرومی تمہیں غم زدہ نہیں کرتی۔ ذرا سی دنیا کا تمہارے ہاتھوں سے نکلنا تمہیں بے چین کر دیتا ہے۔ یہاں تک کہ بے چینی تمہارے چہروں سے ظاہر ہونے لگتی ہے اور کھوئی ہوئی چیز پر تمہاری بے صبریوں سے آشکارا ہو جاتی ہے۔ گویا یہ دنیا تمہارا (مستقل) مقام ہے، اور دنیا کا ساز و برگ ہمیشہ رہنے والا ہے۔ تم میں سے کسی کو بھی اپنے کسی بھائی کا ایسا عیب اچھالنے سے کہ جس کے ظاہر ہونے سے ڈرتا ہے۔ صرف یہ امر مانع ہوتا ہے کہ وہ بھی اس کا ویسا ہی عیب کھول کر اس کے سامنے رکھ دے گا۔ تم نے آخرت کو ٹھکرانے اور دنیا کو چاہنے پر سمجھوتہ کر رکھا ہے۔ تو لوگوں کا دین تو یہ رہ گیا ہے کہ جیسے ایک دفعہ زبان سے چاٹ لیا جائے (یعنی صرف زبانی اقرار) اور تم تو اس شخص کی طرح (مطمئن) ہو چکے ہو کہ جو اپنے کام دھندوں سے فارغ ہو گیا ہو، اور اپنے مالک کی رضامندی حاصل کر لی ہو۔

خطبہ ۱۱۲

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْوَاصِلِ الْحَمْدَ بِالنِّعَمِ وَالنِّعَمَ بِالشُّكْرِ۔ نَحْمَدُهُ عَلَى آلَائِهِ كَمَا نَحْمَدُهُ عَلَى بَلَائِهِ۔ وَنَسْتَعِينُهُ عَلَى هٰذِهِ النُّفُوسِ

تمام حمد اُس اللہ کے لیے ہے جو حمد کا پیوند نعمتوں سے اور نعمتوں کا سلسلہ شکر سے ملانے والا ہے۔ ہم اس کی نعمتوں پر اُسی طرح حمد کرتے ہیں جس طرح اس کی آزمائشوں پر ثنا و شکر بجا لاتے ہیں اور ان نفسوں کے خلاف اس سے مدد مانگتے ہیں کہ جو احکام کے بجا لانے میں سست

البطاء عمّا أمرت به، السراع إلى ما نهيت عنه. ونستغفره ممّا أحاط به علمه وأحصاه كتابه: علم غير قاصر وكتاب غير مغادر. ونؤمن به إيمان من عاين الغيوب ووقف على الموعود، إيمانا نفى إخلاصه الشرك ويقينه الشك. ونشهد أن لا إله إلّا الله وحده لا شريك له، وأنّ محمدا صلّى الله عليه وآله وسلّم عبده ورسوله، شهادتين تصعدان القول وترفعان العمل. لا يخفّ ميزان توضعان فيه، ولا يثقل ميزان ترفعان عنه.

أوصيكم عباد الله بتقوى الله التي هي الزاد وبها المعاد: زاد مبلغ ومعاد منجح. دعا إليها أسمع داع، ووعاها خير واع. فأسمع داعيها وفاز واعيها.

عباد الله إنّ تقوى الله حمت أولياء الله محارمه، وألزمت قلوبهم مخافته، حتّى أسهرت

قدم اور ممنوع چیزوں کی طرف بڑھنے میں تیز گام ہیں۔ اور ان (گناہوں سے) مغفرت چاہتے ہیں کہ جن پر اس کا علم محیط اور نامۂ اعمال حاوی ہے۔ نہ علم کوئی کمی کرنے والا ہے اور نہ نامۂ اعمال کسی چیز کو چھوڑنے والا ہے ہم اس شخص کے مانند اس پر ایمان رکھتے ہیں کہ جس نے غیب کی چیزوں کو (اپنی آنکھوں سے) دیکھ لیا ہو اور وعدہ کی ہوئی چیزوں سے آگاہ ہو چکا ہو۔ ایسا ایمان کہ جس کے خلوص نے شرک کو اور یقین نے شک کو دور پھینک دیا ہو، اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں جو وحدہٗ لاشریک ہے اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے عبد اور رسولؐ ہیں۔ یہ دونوں شہادتیں (اچھی) باتوں کو اونچا اور (نیک) اعمال کو بلند کرتی ہیں۔ جس ترازو میں انھیں رکھ دیا جائے گا اُس کا پلہ ہلکا نہیں ہوگا اور جس میزان سے انھیں الگ کر لیا جائے گا، اُس کا پلہ بھاری نہیں ہو سکتا۔

اے اللہ کے بندو! میں تمھیں اللہ سے ڈرنے کی نصیحت کرتا ہوں۔ اس لیے کہ یہی تقویٰ زادِ راہ ہے اور اسی کو لے کر پلٹنا ہے۔ یہ زاد (منزل تک) پہنچانے والا اور یہ پلٹنا کامیاب پلٹنا ہے۔ اس کی طرف سب سے بہتر سُنا دینے والے نے دعوت دی، اور بہترین سُننے والے نے اسے سُن کر محفوظ کر لیا۔ چنانچہ دعوت دینے والے نے سُنا دیا، اور سُننے والا بہرہ اندوز ہو گیا۔ اللہ کے بندو! تقویٰ ہی نے اللہ کے دوستوں کو منہیات سے بچایا ہے اور اُن کے دلوں میں خوف پیدا کیا ہے۔ یہاں تک کہ ان کی راتیں جاگتے اور تپتی ہوئی دوپہریں پیاس

لیالیهم، و اظمات هواجرهم۔ فاخذوا الراحة بالنصب، و الری بالظماء۔ واستقربوا الاجل فبادروا العمل، وکذبوا الامل فلاحظوا الاجل، ثم ان الدنیا دار فناء وعناء و غیر وعبر فمن الفناء ان الدهر موتر قوسه، لا تخطئ سهامه ولا تؤسی جراحه۔ یرمی الحی بالموت، والصحیح بالسقم، والناجی بالعطب۔ آکل لا یشبع وشارب لا ینقع۔ و من العناء ان المرء یجمع ما لا یاکل و یبنی ما لا یسکن۔ ثم یخرج الی الله لا مالا حمل، ولا بناء نقل و من عبرها انك تری المرحوم مغبوطا والمغبوط مرحوما لیس ذلك الا نعیما زل، و بؤسا نزل۔ و من عبرها ان المرء یشرف علی امله فیقتطعه حضور اجله فلا امل یدرك و لا مؤمل یترك، فسبحان الله ما اغر سرورها و اظما ریها و اضحی فیئها۔ لا جاء یرد، ولا ماض

میں گزر جاتی ہیں اور اس تعب وکلفت کے عوض راحت (دائمی) اور اس پیاس کے بدلہ میں (تسنیم وکوثر سے) سیرابی حاصل کرتے ہیں۔ انھوں نے موت کو قریب سمجھ کر اعمال میں جلدی کی اور امیدوں کو جھٹلا کر اجل کو نگاہ میں رکھا پھر یہ دنیا تو فنا اور مشقت تغیر اور عبرت کی جگہ ہے۔ چنانچہ فنا کرنے کی صورت یہ ہے کہ زمانہ اپنی کمان کا چلہ چڑھائے ہوئے ہے جس کے تیر خطا نہیں کرتے اور نہ اس کے زخموں کا کوئی مداوا ہو سکتا ہے۔ زندہ پر موت کے تندرست پر بیماری کے، اور محفوظ پر ہلاکت کے تیر چلاتا رہتا ہے۔ وہ ایسا کھاؤ ہے کہ سیر نہیں ہوتا اور ایسا پینے والا ہے کہ اس کی پیاس بجھتی ہی نہیں اور رنج وتعب کی صورت یہ ہے کہ انسان مال جمع کرتا ہے لیکن اس میں سے کھانا اُسے نصیب نہیں ہوتا۔ گھر بناتا ہے۔ مگر اس میں رہنے نہیں پاتا اور پھر اللہ تعالیٰ کی طرف اس طرح چل دیتا ہے کہ نہ مال ساتھ اٹھا کرلے جا سکتا ہے اور نہ گھر ہی ادھر منتقل کر سکتا ہے اور اس کے تغیر کی یہ حالت ہے کہ تم ایک ایسے شخص کو دیکھتے ہو جس کی حالت قابلِ رحم ہوتی ہے اور وہ (دیکھتے ہی دیکھتے) اس قابل ہو جاتا ہے کہ اس پر رشک کیا جائے۔ اور قابلِ رشک آدمی کو دیکھتے ہو کہ (چند ہی دنوں میں) اس کی حالت پر ترس آنے لگتا ہے۔ اس کی یہی وجہ تو ہے کہ اس سے نعمت جاتی رہی، اور اس پر فقر و افلاس ٹوٹ پڑا۔ اور اس سے عبرت حاصل کرنے کی صورت یہ ہے کہ انسان اپنی امیدوں کی انتہا تک پہنچنے والا ہی ہوتا ہے کہ موت پہنچ کر امیدوں کے سارے بندھن توڑ دیتی ہے۔ اس طرح

يَرْتَدُّ فَسُبْحَانَ اللهِ مَا أَقْرَبَ
الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ لِلَحَاقِهِ بِهِ،
وَأَبْعَدَ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ
لِانْقِطَاعِهِ عَنْهُ۔
إِنَّهُ لَيْسَ شَيْءٌ بِشَرٍّ مِنَ
الشَّرِّ إِلَّا عِقَابُهُ، وَلَيْسَ
شَيْءٌ بِخَيْرٍ مِنَ الْخَيْرِ إِلَّا ثَوَابُهُ
وَكُلُّ شَيْءٍ مِنَ الدُّنْيَا سَمَاعُهُ
أَعْظَمُ مِنْ عِيَانِهِ۔ وَكُلُّ شَيْءٍ
مِنَ الْآخِرَةِ عِيَانُهُ أَعْظَمُ مِنْ
سَمَاعِهِ۔ فَلْيَكْفِكُمْ مِنَ الْعِيَانِ
السَّمَاعُ، وَمِنَ الْغَيْبِ الْخَبَرُ
وَاعْلَمُوا أَنَّ مَا نَقَصَ مِنَ
الدُّنْيَا وَزَادَ فِي الْآخِرَةِ خَيْرٌ
مِمَّا نَقَصَ مِنَ الْآخِرَةِ وَزَادَ
فِي الدُّنْيَا۔ فَكَمْ مِنْ مَنْقُوصٍ
رَابِحٍ وَمَزِيدٍ خَاسِرٍ۔ إِنَّ
الَّذِي أُمِرْتُمْ بِهِ أَوْسَعُ مِنَ
الَّذِي نُهِيتُمْ عَنْهُ۔ وَمَا أُحِلَّ
لَكُمْ أَكْثَرُ مِمَّا حُرِّمَ عَلَيْكُمْ۔
فَذَرُوا مَا قَلَّ لِمَا كَثُرَ، وَ
مَا ضَاقَ لِمَا اتَّسَعَ۔ قَدْ
تُكُفِّلَ لَكُمْ بِالرِّزْقِ وَأُمِرْتُمْ
بِالْعَمَلِ، فَلَا يَكُونَنَّ الْمَضْمُونُ
لَكُمْ طَلَبُهُ أَوْلَى بِكُمْ مِنَ

یہ اُمیدیں بر آتی ہیں اور نہ اُمیدیں باندھنے والا ہی باقی
چھوڑا جاتا ہے۔ اللہ اکبر! اس دُنیا کی مسرت کی فریب کاریاں
اور اس کی سیرابی کی تشنہ کامیاں کتنی زیادہ ہیں اور اس کے
سایہ میں دھوپ کی شرکت کتنی زیادہ ہے۔ نہ آنے والی موت
کو پلٹایا جا سکتا ہے اور نہ جانے والا پلٹ کر آ سکتا ہے
سُبحان اللہ! زندہ مُردوں سے انہی میں مل جانے کی وجہ سے
کتنا قریب ہے اور مُردہ زندوں سے تمام تعلقات کے
ٹوٹ جانے کی وجہ سے کس قدر دُور ہے۔ بیشک کوئی
بدی سے بدتر شے نہیں سوا اس کے عذاب کے اور کوئی
اچھائی سے اچھی چیز نہیں سوا اس کے ثواب کے۔ دُنیا
کی ہر چیز کا سُننا اُس کے دیکھنے سے عظیم تر ہے۔ مگر
آخرت کی ہر شے کا دیکھنا سُننے سے کہیں بڑھا چڑھا ہوا ہے
تم اسی سُننے سے اس کی اصلی حالت کا، جو مشاہدہ میں
آئے گی۔ اندازہ اور خبر ہی سُن کر اس غیب کی تصدیق کر
لو۔ تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ دنیا کی کمی اور آخرت کا اضافہ
عقبیٰ کی کمی اور دُنیا کے اضافے سے کہیں بہتر ہے۔ بہت
سے گھاٹا اُٹھانے والے فائدہ میں رہتے ہیں اور بہت
سے سمیٹ لینے والے نقصان میں رہتے ہیں۔ جن چیزوں
کا خدا نے تم کو حکم دیا ہے (اور تمھارے لیے جائز رکھی
ہیں) ان کا دامن اُن چیزوں سے کہیں وسیع ہے۔ جن سے
روکا ہے اور حرام کی ہوئی چیزوں سے حلال چیزیں کہیں
زیادہ ہیں۔ لہٰذا زیادہ چیزوں کی وجہ سے کم چیزوں کو چھوڑ
چھوڑ دو، اور تنگنائے حرام سے نکل کر حلال کی وسعتوں
میں آ جاؤ۔ اُس نے تمھارے رزق کا ذمہ لے لیا ہے اور
تمھیں اعمال بجا لانے کا حکم دیا گیا ہے۔ لہٰذا جس چیز کا ذمہ

الْمَفْرُوضِ عَلَيْكُمْ عَمَلُهُ، مَعَ أَنَّهُ وَ
اللهِ لَقَدِ اعْتَرَضَ الشَّكُّ وَ دَخِلَ
الْيَقِينُ، حَتَّى كَأَنَّ الَّذِي ضُمِنَ لَكُمْ
قَدْ فُرِضَ عَلَيْكُمْ، وَكَأَنَّ الَّذِي قَدْ
فُرِضَ عَلَيْكُمْ قَدْ وُضِعَ عَنْكُمْ۔
فَبَادِرُوا الْعَمَلَ وَخَافُوا بَغْتَةَ
الْأَجَلِ، فَإِنَّهُ لَا يُرْجَى مِنْ رَجْعَةِ
الْعُمُرِ مَا يُرْجَى مِنْ رَجْعَةِ الرِّزْقِ
مَا فَاتَ مِنَ الرِّزْقِ رُجِيَ غَداً
زِيَادَتُهُ۔ وَمَا فَاتَ أَمْسِ مِنَ الْعُمُرِ
لَمْ يُرْجَ الْيَوْمَ رَجْعَتُهُ۔ الرَّجَاءُ مَعَ
الْجَائِي، وَالْيَاسُ مَعَ الْمَاضِي۔ فَاتَّقُوا
اللهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَ
أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ۔

لیا جا چکا ہے اس کی تلاش و طلب اعمال و فرائض کے
کے بجالانے سے تمہاری نظروں میں مقدم نہ ہونا چاہیئے
مگر خدا کی قسم! تمہارا طرز عمل ایسا ہے کہ دیکھنے والے
کو شبہ ہونے لگے۔ اور ایسا معلوم ہو کہ رزق کا حاصل کرنا
تو تم پر فرض ہے اور جو واقعی تمہارا فریضہ ہے یعنی واجبات
کا بجالانا، وہ تم سے ساقط ہے۔ عمل کی طرف بڑھو اور
موت کے اچانک آجانے سے ڈرو۔ اس لیے کہ عمر کے
پلٹ کر آنے کی آس نہیں لگائی جا سکتی۔ جبکہ رزق کے
پلٹنے کی امید ہو سکتی ہے۔ جو رزق ہاتھ نہیں لگا، کل اس
کی زیادتی کی توقع ہو سکتی ہے۔ اور امید نہیں کہ عمر کا
گزرا ہوا "کل" آج پلٹ آئے گا۔ امید تو آنے والے
کی ہو سکتی ہے۔ اور جو گزر جائے اس سے تو مایوسی ہی ہے
اللہ سے ڈرو، جتنا اس سے ڈرنے کا حق ہے اور جب
موت آئے، تو تم کو بہر صورت مسلمان ہونا چاہیئے۔

خطبہ ۱۱۳

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
فِي الْاِسْتِسْقَاءِ:— اَللّٰهُمَّ
قَدِ انْصَاحَتْ جِبَالُنَا، وَاغْبَرَّتْ
أَرْضُنَا، وَهَامَتْ دَوَابُّنَا وَتَحَيَّرَتْ
فِي مَرَابِضِهَا، وَعَجَّتْ عَجِيجَ الثَّكَالَى
عَلَى أَوْلَادِهَا، وَمَلَّتِ التَّرَدُّدَ فِي
مَرَاتِعِهَا، وَالْحَنِينَ إِلَى مَوَارِدِهَا
اَللّٰهُمَّ فَارْحَمْ أَنِينَ الْآنَّةِ، وَ
حَنِينَ الْحَانَّةِ۔ اَللّٰهُمَّ فَارْحَمْ

طلب باراں کے لیے آپ کے دعائیہ کلمات:۔
بار الٰہا! (خشک سالی سے) ہمارے پہاڑوں
کا سبزہ بالکل سوکھ گیا ہے اور زمین پر خاک اڑ رہی ہے۔
ہمارے چوپائے پیاسے ہیں اور اپنے چوپالوں میں بوکھلائے
ہوئے پھرتے ہیں اور اس طرح چلا رہے ہیں جس طرح
رونے والیاں اپنے بچوں پر بین کرتی ہیں اور اپنی چراگاہوں
کے پھیرے کرنے اور تالابوں کی طرف بصد شوق بڑھنے
سے عاجز آگئے ہیں۔ پروردگار! ان چیخنے والی بکریوں
اور ان شوق بھرے لہجے میں پکارنے والے اونٹوں پر رحم

حَيْرَتَهَا فِي مَذَاهِبِهَا، وَأَنِينَهَا
فِي مَوَالِجِهَا. اَللّٰهُمَّ خَرَجْنَا إِلَيْكَ
حِينَ اعْتَكَرَتْ عَلَيْنَا حَدَابِيرُ
السِّنِينَ، وَأَخْلَفَتْنَا مَخَايِلُ الْجُودِ
فَكُنْتَ الرَّجَاءَ لِلْمُبْتَئِسِ، وَالْبَلَاغَ
لِلْمُلْتَمِسِ. نَدْعُوكَ حِينَ قَنَطَ
الْأَنَامُ، وَمُنِعَ الْغَمَامُ، وَهَلَكَ
السَّوَامُ، أَنْ لَا تُؤَاخِذَنَا بِأَعْمَالِنَا
وَلَا تَأْخُذَنَا بِذُنُوبِنَا. وَانْشُرْ
عَلَيْنَا رَحْمَتَكَ بِالسَّحَابِ الْمُنْبَعِقِ
وَالرَّبِيعِ الْمُغْدِقِ وَالنَّبَاتِ
الْمُونِقِ سَحًّا وَابِلًا تُحْيِي بِهِ
مَا قَدْ مَاتَ وَتَرُدُّ بِهِ مَا قَدْ
فَاتَ. اَللّٰهُمَّ سُقْيَا مِنْكَ مُحْيِيَةً
مُرْوِيَةً، تَامَّةً عَامَّةً طَيِّبَةً
مُبَارَكَةً، هَنِيئَةً مَرِيعَةً.
زَاكِيًا نَبْتُهَا، ثَامِرًا فَرْعُهَا،
نَاضِرًا وَرَقُهَا، تُنْعِشُ بِهَا
الضَّعِيفَ مِنْ عِبَادِكَ وَتُحْيِي
بِهَا الْمَيِّتَ مِنْ بِلَادِكَ. اَللّٰهُمَّ
سُقْيَا مِنْكَ تُعْشِبُ بِهَا نِجَادُنَا
وَتَجْرِي بِهَا وِهَادُنَا، وَتُخْصِبُ
بِهَا جَنَابُنَا، وَتُقْبِلُ بِهَا ثِمَارُنَا
وَتَعِيشُ بِهَا مَوَاشِينَا وَتَنْدَى
بِهَا أَقَاصِينَا وَتَسْتَعِينُ بِهَا

کر۔ خدایا! تو راستوں میں ان کی پریشانی اور گھروں میں ان کی چیخ پکار پر ترس کھا۔ بارِ خدایا! جبکہ قحط سالی کے لاغر اور نڈھال اُونٹ ہماری طرف پلٹ پڑے ہیں اور بظاہر برسنے والی گھٹائیں آ آ کے بن برسے گزر گئیں تو ہم تیری طرف نکل پڑے ہیں۔ تُو ہی دُکھ درد کے ماروں کی آس ہے اور تُو ہی التجا کرنے والوں کا سہارا ہے۔ جبکہ لوگ بے آس ہو گئے اور بادلوں کا اُٹھنا بند ہو گیا اور مویشی بے جان ہو گئے تو ہم تجھ سے دُعا کرتے ہیں کہ ہمارے اعمال کی وجہ سے ہماری گرفت نہ کر اور ہمارے گناہوں کے سبب سے ہمیں (اپنے عذاب میں) نہ دھر لے۔ اے اللہ! تو دھواں دار بارشوں والے ابر اور چھاجوں پانی برسانے والی برکھا رُت اور نظروں میں کھُب جانے والے ہریاول سے اپنے دامانِ رحمت کو ہم پر پھیلا دے۔ وُہ مُوسلا دھار اور لگاتار اس طرح برسیں کہ اُن سے مری ہُوئی چیزوں کو تو زندہ کر دے اور گزری ہُوئی بہاروں کو پلٹا دے۔ خدایا! ایسی سیرابی ہو کہ جو (مُردہ زمینوں کو) زندہ کرنے والی، سیراب بنانے والی، اور بھرپور برسنے والی، اور سب جگہ پھیل جانے والی، اور پاکیزہ و بابرکت اور خوشگوار و شاداب ہو، جس سے نباتات پھلنے پھولنے لگیں۔ شاخیں بار آور اور پتے ہرے بھرے ہو جائیں اور جس سے تُو اپنے عاجز و زمین گیر بندوں کو سہارا دے کر اُوپر اُٹھائے اور اپنے مُردہ شہروں کو زندگی بخش دے۔ اے اللہ! ایسی سیرابی کہ جس سے ہمارے ٹیلے سبزہ پوش ہو جائیں اور ندی نالے بہہ نکلیں اور آس پاس کے اطراف سرسبز و شاداب ہو جائیں اور پھل نکل آئیں اور چوپائے

ضَوَاحِيَنَا مِنْ بَرَكَاتِكَ الْوَاسِعَةِ وَعَطَايَاكَ الْجَزِيلَةِ عَلَى بَرِيَّتِكَ الْمُرْمِلَةِ، وَوَحْشِكَ الْمُهْمَلَةِ - وَأَنْزِلْ عَلَيْنَا سَمَاءً مُخْضِلَةً مِدْرَاراً هَاطِلَةً - يُدَافِعُ الْوَدْقُ مِنْهَا الْوَدْقَ وَيَحْفِزُ الْقَطْرُ مِنْهَا الْقَطْرَ غَيْرَ خُلَّبٍ بَرْقُهَا، وَلَا جَهَامٍ عَارِضُهَا وَلَا قَزَعٍ رَبَابُهَا، وَلَا شَفَّانٍ ذِهَابُهَا، حَتَّى يُخْصِبَ لِإِمْرَاعِهَا الْمُجْدِبُونَ، وَيَحْيَى بِبَرَكَتِهَا الْمُسْنِتُونَ، فَإِنَّكَ تُنْزِلُ الْغَيْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوا، وَتَنْشُرُ رَحْمَتَكَ وَأَنْتَ الْوَلِيُّ الْحَمِيدُ۔

تَفْسِيرُ مَا فِي هٰذِهِ الْخُطْبَةِ مِنَ الْغَرِيبِ۔

قَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ: (انْصَاحَتْ جِبَالُنَا)، أَيْ تَشَقَّقَتْ مِنَ الْمُحُولِ، يُقَالُ: انْصَاحَ الثَّوْبُ إِذَا انْشَقَّ وَيُقَالُ أَيْضًا: انْصَاحَ النَّبْتُ وَصَاحَ وَصَوَّحَ إِذَا جَفَّ وَيَبِسَ۔ وَقَوْلُهُ: (وَهَامَتْ دَوَابُّنَا)، أَيْ عَطِشَتْ، وَالْهُيَامُ الْعَطَشُ۔ وَقَوْلُهُ: (حَدَابِيرُ السِّنِينَ)

جی اٹھیں اور دُور کی زمینیں بھی تر بتر ہو جائیں اور کھُلے میدان بھی اُس سے مدد پا سکیں۔ اپنی پھیلنے والی برکتوں اور بڑی بڑی بخششوں سے جو تیری تباہ حال مخلوق اور بغیر چرواہے کے کھُلے پھرنے والے حیوانوں پر ہیں۔ ہم پر ایسی بارش ہو، جو پانی سے تر بتر کر دینے والی، اور موسلا دھار اور لگاتار برسنے والی ہو۔ اِس طرح کہ بارشیں بارشوں سے ٹکرائیں اور بُوندیں بُوندوں کو تیزی سے دھکیلیں (کہ تار بندھ جائے) اس کی بجلی دھوکہ دینے والی نہ ہو۔ اور نہ اُفق پر چھا جانے والی گھٹا پانی سے خالی ہو اور نہ سفید ابر کے ٹکڑے بکھرے بکھرے سے ہوں اور نہ صرف ہَوا کے ٹھنڈے جھونکوں والی بُوندا باندی ہو کر رہ جائے (یُوں برسا کر) قحط کے مارے ہوئے اس کی سر سبزیوں سے خوشحال ہو جائیں اور خشک سالی کی سختیاں جھیلنے والے اس کی برکتوں سے جی اٹھیں، اور تو ہی وُہ ہے جو لوگوں کے نا اُمید ہو جانے کے بعد مینہ برساتا ہے، اور اپنی رحمت کے دامن پھیلا دیتا ہے، اور تو ہی والی و وارث اور (اچھی) صفتوں والا ہے۔

سیّد رضی فرماتے ہیں کہ امیر المومنینؑ کے اِس ارشاد "انصاحت جبالنا" کے معنی یہ ہیں کہ پہاڑوں میں قحط سالی سے شگاف پڑ گئے ہیں۔ انصاح الثوب اُس وقت کہا جاتا ہے کہ جب کپڑا پھٹ جائے اور انصاح النبت، صاح النبت اور صوّح النبت اُس وقت بولا جاتا ہے کہ جب سبزہ خشک ہو جائے اور بالکل سُوکھ جائے اور ھامت دوابنا کے معنی یہ ہیں کہ ہمارے چوپائے پیاسے ہو گئے ہیں۔ ھیام کے معنی پیاس کے ہوتے ہیں۔

جَمْعُ حِدْبَارٍ - وَهِيَ النَّاقَةُ الَّتِي أَنْضَاهَا السَّيْرُ، فَشَبَّهَ بِهَا السَّنَةَ الَّتِي فَشَا فِيهَا الْجَدْبُ - قَالَ ذُو الرُّمَّةِ:

حَدَابِيرُ مَا تَنْفَكُّ إِلَّا مُنَاخَةً
عَلَى الْخَسْفِ أَوْ نَرْمِي بِهَا
بَلَدًا قَفْرًا -

وَقَوْلُهُ: (وَلَا قَزَعٍ رَبَابُهَا) الْقَزَعُ الْقِطَعُ الصِّغَارُ الْمُتَفَرِّقَةُ مِنَ السَّحَابِ - وَقَوْلُهُ: (وَلَا شَفَّانٍ ذِهَابُهَا)، فَإِنَّ تَقْدِيرَهُ وَلَا ذَاتَ شَفَّانٍ ذِهَابُهَا - وَالشَّفَّانُ الرِّيحُ الْبَارِدَةُ، وَالذِّهَابُ الْأَمْطَارُ اللَّيِّنَةُ - فَحَذَفَ ذَاتَ لِعِلْمِ السَّامِعِ بِهِ -

اور حَدَابِيرُ السِّنِين میں حدابیر حدبار کی جمع ہے - جس کے معنی اُس اُونٹنی کے ہیں جسے سفروں نے لاغر اور نڈھال کر دیا ہو - چنانچہ حضرتؑ نے قحط زدہ سال کو اسی سفروں کی ماری ہوئی اُونٹنی سے تشبیہ دی ہے - (عرب کے شاعر) "ذوالرمہ" نے کہا ہے :-

یہ لاغر اور کمزور اُونٹنیاں ہیں کہ جو یا تو بس ہر سختی وصعوبت کو جھیل کر اپنی جگہ پر بیٹھی رہتی ہیں اور یا یہ کہ ہم انہیں کسی بے آب وگیاہ جنگل کے سفر میں لے جاتے ہیں تو وہاں جاتی ہیں اور قزع ربابہا میں قزع چھوٹی چھوٹی بکھری ہوئی بدلیوں کو کہتے ہیں اور شفان ذہابہا میں شفان کے معنی ٹھنڈی ہواؤں کے ہیں اور ذہاب ہلکی ہلکی بوندا باندی کو کہتے ہیں - اس سے مراد یہ ہے کہ ٹھنڈی ٹھنڈی ہواؤں والی پھوہار - اور ذات کی لفظ جس کے معنی "والی" ہوتے ہیں - اس جگہ حذف فرما دی ہے - اس لیے کہ سننے والا اسے خود ہی سمجھ سکتا ہے -

خطبہ ۱۱۴

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ -

أَرْسَلَهُ دَاعِيًا إِلَى الْحَقِّ وَشَاهِدًا عَلَى الْخَلْقِ - فَبَلَّغَ رِسَالَاتِ رَبِّهِ غَيْرَ وَانٍ وَلَا مُقَصِّرٍ، وَجَاهَدَ فِي اللَّهِ أَعْدَاءَهُ غَيْرَ وَاهِنٍ وَلَا مُعَذِّرٍ - إِمَامُ مَنِ اتَّقَى، وَبَصَرُ مَنِ اهْتَدَى؛ مِنْهَا، وَلَوْ تَعْلَمُونَ مَا أَعْلَمُ مِمَّا طُوِيَ

اللہ نے آپ کو حق کی طرف بلانے والا اور مخلوق کی گواہی دینے والا بنا کر بھیجا - چنانچہ آپ نے اپنے پروردگار کے پیغاموں کو پہنچایا - نہ اس میں کچھ سستی کی نہ کوتاہی اور اللہ کی راہ میں اس کے دشمنوں سے جہاد کیا جس میں نہ کمزوری دکھائی، نہ حیلے بہانے کئے، وہ پرہیزگاروں کے امام اور ہدایت پانے والوں (کی آنکھوں) کے لیے بصارت

اسی خطبہ کا ایک جز یہ ہے :- جو چیزیں تم سے پردۂ غیب میں لپیٹ دی گئیں ہیں - اگر تم بھی انہیں

عنکم غیبہ، إذاً لخرجتم
إلی الصعدات تبکون علی
أعمالکم، وتلتدمون علی
أنفسکم۔ ولترکتم أموالکم
لا حارس لها ولا خالف علیها
ولهمّت کلّ امرئ منکم نفسه،
لا یلتفت إلی غیرها۔ ولکنکم
نسیتم ما ذکّرتم، وأمنتم
ما حذّرتم، فتاه عنکم
رأیکم، وتشتّت علیکم
أمرکم۔ ولوددت أنّ الله
فرّق بینی وبینکم وألحقنی
بمن هو أحقّ بی منکم۔ قوم
والله میامین الرأی، مراجیح
الحلم، مقاویل بالحقّ،
متاریک للبغی۔ مضوا قدماً
علی الطریقة، وأوجفوا علی المحجّة،
فظفروا بالعقبی الدائمة والکرامة
الباردة۔ أما والله لیسلّطنّ
علیکم غلام ثقیف الذیّال المیّال
یأکل خضرتکم ویذیب شحمتکم
إیه أبا وذحة۔

(أقول: الوذحة الخنفساء۔
وهذا القول یومئ به إلی الحجّاج
وله مع الوذحة حدیث لیس

جان لیتے، جس طرح میں جانتا ہوں، تو بلاشبہ تم اپنی
بداعمالیوں پر روتے ہوئے اور اپنے نفسوں کا ماتم کرتے
ہوئے اور اپنے مال و متاع کو بغیر کسی نگہبان اور بغیر
کسی نگہداشت کرنے والے کے یونہی چھوڑ چھاڑ کر کھلے
میدانوں میں نکل پڑتے۔ اور ہر شخص کو اپنے ہی نفس
کی پڑی ہوتی۔ کسی اور کی طرف متوجہ ہی نہ ہوتا لیکن
جو تمھیں یاد دلایا گیا تھا اُسے تم بھول گئے اور جن
چیزوں سے تمھیں ڈرایا گیا تھا، اس سے تم نڈر ہو گئے
اس طرح تمھارے خیالات بھٹک گئے، اور تمھارے
سارے امور درہم و برہم ہو گئے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ
اللہ میرے اور تمھارے درمیان جدائی ڈال دے، اور
مجھے اُن لوگوں سے ملا دے، جو تم سے زیادہ میرے حقدار
ہیں۔ خدا کی قسم! وہ ایسے لوگ ہیں، جن کے خیالات
مُبارک اور عقلیں ٹھوس تھیں۔ وُہ کھل کر حق بات کہنے
والے اور سرکشی و بغاوت کو چھوڑنے والے تھے وُہ قدم
آگے بڑھا کر اللہ کی راہ پر ہو لیے اور سیدھی راہ پر (بے
کھٹکے) دوڑے چلے گئے۔ چنانچہ انھوں نے ہمیشہ رہنے
والی آخرت اور عمدہ و پاکیزہ نعمتوں کو پا لیا۔ تمھیں معلوم
ہونا چاہیئے کہ تم پر بنی ثقیف کا ایک لڑکا تسلّط پا لے گا
وُہ دراز قد ہو گا۔ اور بل کھا کر چلے گا۔ وُہ تمھارے
تمام سبزہ زاروں کو چر جائے گا۔ اور تمھاری چربی (تک)
پگھلا دے گا۔ ہاں اے ابووذحہ کچھ اور!

سیّد رضی فرماتے ہیں کہ وذحہ کے معنی خنفسا
کے ہیں۔ آپؑ نے اپنے اس ارشاد سے حجاج (ابن یوسف
ثقفی) کی طرف اشارہ کیا ہے اور اس کا خنفساء سے

هٰذَا مَوْضِعُ ذِكْرِهٖ) متعلق ایک واقعہ ہے جس کے بیان کرنے کا یہ محل نہیں ہے

؎ اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ حجاج ایک دن نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہوا، تو خنفسا اس کی طرف بڑھا حجاج نے ہاتھ بڑھا کر اُسے روکنا چاہا۔ مگر اُس نے اِسے کاٹ لیا جس سے اس کے ہاتھ پر ورم آگیا اور آخر اُس کے اثر سے اِس کی موت واقع ہوئی۔

ابن ابی الحدید نے لکھا ہے کہ وذحہ اس گوبر کو کہتے ہیں جو کسی حیوان کی دُم پر لگا رہ گیا ہو، اور اِس کنیت سے مقصود اس کی تذلیل ہے۔

خطبہ ۱۱۵

وَمِنْ كَلَامٍ لَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

فَلَا أَمْوَالَ بَذَلْتُمُوهَا لِلَّذِي رَزَقَهَا، وَلَا أَنْفُسَ خَاطَرْتُمْ بِهَا لِلَّذِي خَلَقَهَا۔ تَكْرُمُونَ بِاللّٰهِ عَلٰى عِبَادِهٖ، وَلَا تُكْرِمُونَ اللّٰهَ فِي عِبَادِهٖ۔ فَاعْتَبِرُوا بِنُزُولِكُمْ مَنَازِلَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، وَانْقِطَاعِكُمْ عَنْ أَوْصَلِ إِخْوَانِكُمْ۔

جس نے تم کو مال و متاع بخشا ہے اِس کی راہ میں تم اسے صرف نہیں کرتے اور نہ اپنی جانوں کو اُس کے لیے خطرہ میں ڈالتے ہو جس نے ان کو پیدا کیا ہے۔ تم نے اللہ کی وجہ سے بندوں میں عزت و آبرو پائی، لیکن اس کے بندوں کے ساتھ حُسنِ سلوک کر کے اس کا احترام و اکرام نہیں کرتے۔ جن مکانات میں اگلے لوگ آباد تھے۔ اِن میں اب تم مقیم ہوتے ہو، اور قریب سے قریب تر بھائی گزر جاتے، اور تم رہ جاتے ہو۔ اس سے عبرت حاصل کرو۔

خطبہ ۱۱۶

وَمِنْ كَلَامٍ لَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

أَنْتُمُ الْأَنْصَارُ عَلَى الْحَقِّ، وَالْإِخْوَانُ فِي الدِّينِ، وَالْجُنَنُ يَوْمَ الْبَأْسِ، وَالْبِطَانَةُ دُونَ النَّاسِ بِكُمْ أَضْرِبُ الْمُدْبِرَ، وَأَرْجُو طَاعَةَ الْمُقْبِلِ۔ فَأَعِينُونِي

تم حق کے قائم کرنے میں (میرے) ناصر و مددگار ہو اور دین میں (ایک دوسرے کے) بھائی بھائی ہو، اور سختیوں میں (میری) سپر ہو، اور تمام لوگوں کو چھوڑ کر تم ہی میرے رازدار ہو۔ تمھاری مدد سے روگردانی کرنے والے پر میں تلوار چلاتا ہوں اور پیش قدمی کرنے والے کی اطاعت کی توقع رکھتا ہوں۔ ایسی خیر خواہی کے ساتھ میری مدد کرو

بمناصحة خلية من الغش
سليمة من الريب - فوالله
إني لأولى الناس بالناس -

کہ جس میں دھوکا فریب ذرا نہ ہو، اور شک و بدگمانی کا شائبہ تک نہ ہو۔ اس لیے کہ میں ہی لوگوں (کی امامت) کے لیے سب سے زیادہ اولیٰ و مقدم ہوں۔

خطبہ ۱۱۷

ومن كلام له عليه السلام.
وقد جمع الناس وحضهم
على الجهاد فسكتوا مليا.
فقال عليه السلام ما بالكم
أمخرسون أنتم؟ فقال قوم منهم
يا أمير المؤمنين إن سرت سرنا معك
فقال عليه السلام، ما بالكم لا
سددتم لرشد، ولا هديتم لقصد
أفي مثل هذا ينبغي لي أن أخرج؟
إنما يخرج في مثل هذا رجل ممن
أرضاه من شجعانكم وذوي
بأسكم، ولا ينبغي لي أن أدع
الجند والمصر وبيت المال وجباية
الأرض والقضاء بين المسلمين
والنظر في حقوق المطالبين، ثم
أخرج في كتيبة أتبع أخرى أتقلقل
تقلقل القدح في الجفير الفارغ،
وإنما أنا قطب الرحى تدور علي
وأنا بمكاني، فإذا فارقته استحار
مدارها واضطرب ثفالها هذا

امیر المومنین علیہ السلام نے لوگوں کو جمع کیا اور انہیں جہاد پر آمادہ کرنا چاہا تو وہ لوگ دیر تک چپ رہے، تو آپؑ نے فرمایا، تمھیں کیا ہو گیا ہے۔ کیا تم گونگے ہو گئے ہو؟ تو ایک گروہ نے کہا کہ اے امیر المومنینؑ اگر آپ چلیں، تو ہم بھی آپؑ کے ہمراہ چلیں گے۔ جس پر حضرت نے فرمایا:۔ تمھیں کیا ہو گیا ہے۔ تمھیں ہدایت کی توفیق نہ ہو اور نہ سیدھی راہ دیکھنا نصیب ہو۔ کیا ایسے حالات میں میں ہی نکلوں۔ اس وقت تو تمہارے جوانمردوں اور طاقتوروں میں سے جس شخص کو میں پسند کروں اُسے جانا چاہیے۔ میرے لیے مناسب نہیں کہ میں لشکر، شہر، بیت المال، زمین کے خراج کی فراہمی، مسلمانوں کے مقدمات کا تصفیہ اور مطالبہ کرنے والوں کے حقوق کی دیکھ بھال چھوڑ دوں اور لشکر لیے ہوئے دوسرے لشکر کے پیچھے نکل کھڑا ہوں۔ اور جس طرح خالی ترکش میں بے پیکاں کا تیر ہلتا جلتا ہے۔ جنبش کھاتا رہوں میں چکی کے اندر کا وہ قطب ہوں کہ جس پر وہ گھومتی ہے۔ جب تک میں اپنی جگہ پر ٹھہرا رہوں اور اگر میں نے اپنا مقام چھوڑ دیا، تو اس کے گھومنے کا دائرہ متزلزل ہو جائے گا۔ اور اس کا نیچے والا پتھر بھی بے ٹھکانے ہو جائے گا۔ خدا کی قسم! یہ بہت بُرا مشورہ ہے۔ قسم بخدا! اگر دشمن کا مقابلہ کرتے سے مجھے شہادت

لَعَمْرُ اللّٰهِ الرَّأْيُ السُّوْءُ۔ وَاللّٰهِ لَوْلَا رَجَائِي الشَّهَادَةَ عِنْدَ لِقَائِي الْعَدُوَّ لَوْ قَدْ حُمَّ لِي لِقَاؤُهُ۔ لَقَرَّبْتُ رِكَابِي ثُمَّ شَخَصْتُ عَنْكُمْ فَلَا أَطْلُبُكُمْ مَا اخْتَلَفَ جَنُوبٌ وَشَمَالٌ۔ إِنَّهُ لَا غَنَاءَ فِي كَثْرَةِ عَدَدِكُمْ مَعَ قِلَّةِ اجْتِمَاعِ قُلُوبِكُمْ۔ لَقَدْ حَمَلْتُكُمْ عَلَى الطَّرِيقِ الْوَاضِحِ الَّتِي لَا يَهْلِكُ عَلَيْهَا إِلَّا هَالِكٌ، مَنِ اسْتَقَامَ فَإِلَى الْجَنَّةِ وَزَلَّ فَإِلَى النَّارِ۔

کی اُمید نہ ہو، جبکہ وُہ مقابلہ میرے لیے مقدر ہو چکا ہو، تو میں اپنی سواریوں کو (سوار ہونے کے لیے) قریب کر لیتا اور تمھیں چھوڑ چھاڑ کر نکل جاتا۔ اور جب تک جنوبی و شمالی ہوائیں چلتی رہتیں، تمھیں کبھی طلب نہ کرتا۔ تمھارے شمار میں زیادہ ہونے سے کیا فائدہ! جبکہ تم یک دل نہیں ہو پاتے۔ میں نے تمھیں صحیح راستے پر لگایا ہے کہ جس میں ایسا ہی شخص تباہ و برباد ہوگا، جو خود اپنے لیے ہلاکت کا سامان کیے بیٹھا ہو، اور جو اس راہ پر جما رہے گا وُہ جنت کی طرف، اور جو پھسل جائے گا وُہ دوزخ کی جانب بڑھے گا۔

ل جنگ صفین کے بعد جب مُعاویہ کی فوجوں نے آپ کے مختلف علاقوں پر حملے شروع کر دیئے تو ان کی روک تھام کے لیے آپ نے عراقیوں سے کہا لیکن انھوں نے ٹالنے کے لیے یہ عُذر تراشا کہ اگر آپ فوج کے ہمراہ چلیں تو ہم بھی چلنے کو تیار ہیں۔ جس پر حضرتؑ نے یہ خُطبہ ارشاد فرمایا، اور اپنی مجبوریوں کو واضح کیا کہ اگر میں چلوں، تو مملکت کا نظم و ضبط برقرار نہیں رہ سکتا اور اس عالم میں کہ دشمن کے حملے چاروں طرف سے شروع ہو چکے ہیں۔ مرکز کو خالی رکھنا مصلحت کے خلاف ہے مگر اُن لوگوں سے کیا توقع کی جا سکتی تھی جنھوں نے صفین کی فتح کو شکست سے بدل کر ان حملوں کا دروازہ کھول دیا ہو۔

خطبہ ۱۱۸

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

تَاللّٰهِ لَقَدْ عُلِّمْتُ تَبْلِيغَ الرِّسَالَاتِ، وَإِتْمَامَ الْعِدَاتِ، وَتَمَامَ الْكَلِمَاتِ وَعِنْدَنَا أَهْلَ الْبَيْتِ أَبْوَابُ الْحُكْمِ وَضِيَاءُ الْأَمْرِ۔ أَلَا وَإِنَّ شَرَائِعَ الدِّينِ وَاحِدَةٌ، وَسُبُلَهُ قَاصِدَةٌ۔ مَنْ أَخَذَ بِهَا لَحِقَ وَغَنِمَ، وَمَنْ وَقَفَ

خدا کی قسم! مجھے پیغاموں کے پہنچانے، وعدوں کے پُورا کرنے اور آیتوں کی صحیح تاویل بیان کرنے کا خوب علم ہے اور ہم اہل بیتؑ (نبوّت) کے پاس علم و معرفت کے دروازے اور شریعت کی روشن راہیں ہیں۔ آگاہ رہو کہ دین کے تمام قوانین کی رُوح ایک اور اس کی راہیں سیدھی ہیں۔ جو ان پر ہو لیا وُہ منزل تک پہنچ گیا اور بہرہ یاب ہُوا اور جو ٹھہرا رہا وُہ گمراہ ہُوا اور (آخر کار) نادم و پشیمان ہُوا۔

عَنْهَا ضَلَّ وَنَدِمَ - اِعْمَلُوا لِيَوْمٍ تُذْخَرُ لَهُ الذَّخَائِرُ، وَتُبْلٰى فِيْهِ السَّرَائِرُ - وَمَنْ لَا يَنْفَعُهُ حَاضِرُ لُبِّهٖ فَعَازِبُهُ عَنْهُ اَعْجَزُ وَغَائِبُهُ اَعْوَزُ - وَاتَّقُوْا نَارًا حَرُّهَا شَدِيْدٌ وَقَعْرُهَا بَعِيْدٌ، وَحِلْيَتُهَا حَدِيْدٌ وَشَرَابُهَا صَدِيْدٌ، اَلَا وَاِنَّ اللِّسَانَ الصَّالِحَ يَجْعَلُهُ اللّٰهُ تَعَالٰى لِلْمَرْءِ فِي النَّاسِ خَيْرٌ لَهٗ مِنَ الْمَالِ يُوْرِثُهٗ مَنْ لَا يَحْمَدُهٗ -

اُس دن کے لیے عمل کرو کہ جس کے لیے ذخیرے فراہم کیے جاتے ہیں اور جس میں نیتوں کو جانچا جائے گا۔ جسے اپنی ہی عقل فائدہ نہ پہنچائے کہ جو اُس کے پاس موجود ہے، تو (دُوسروں کی) عقلیں کہ جو اِس سے دُور اور اوجھل ہیں فائدہ رسانی سے بہت عاجز و قاصر ہوں گی۔ (دوزخ کی آگ سے ڈرو کہ جس کی تپش تیز اور گہرائی بہت زیادہ ہے۔ اور (جہاں پہننے کو) لوہے کے زیور اور (پینے کو) پیپ بھرا لہُو ہے۔ ہاں! جس شخص کا ذکرِ خیر لوگوں میں خدا برقرار رکھے۔ وُہ اس کے لیے اس مال سے کہیں بہتر ہے، جس کا ایسوں کو وارث بنایا جاتا ہے، جو اس کو سراہتے تک نہیں۔

لہ اگر انسان جیتے جاگتے اپنے اختیار سے کسی کو کچھ دے جائے تو لینے والا اُس کا احسان مند ہوتا ہے۔ لیکن جو مال مجبُوری سے چھن جائے، تو چھین لینے والا اپنے کو اس کا زیرِ احسان نہیں سمجھتا اور نہ اُسے سراہتا ہے۔ یہی حالت مرنے والے کی ہوتی ہے کہ اس کے ورثاء یہی سمجھتے ہیں کہ وُہ جو کچھ چھوڑ گیا ہے وہ ہمارا حق تھا کہ جو ہمیں ملنا چاہیے تھا۔ اس میں اس کا احسان ہی کیا کہ اسے سراہا جائے۔ لیکن اِسی مال سے اگر وُہ کوئی اچھا کام کر جاتا، تو دُنیا میں اس کا نام بھی رہتا اور دُنیا والے اُس کی تحسین و آفرین بھی کرتے ؎

خنک کسے کہ پس از وے حدیث خیر کنند   کہ جز حدیث نمے ماند از بنی آدم!

خطبہ ۱۱۹

وَمِنْ كَلَامٍ لَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ - وَقَدْ قَامَ اِلَيْهِ رَجُلٌ مِنْ اَصْحَابِهٖ فَقَالَ: نَهَيْتَنَا عَنِ الْحُكُوْمَةِ ثُمَّ اَمَرْتَنَا بِهَا فَمَا نَدْرِيْ اَيُّ الْاَمْرَيْنِ اَرْشَدُ؟ فَصَفَقَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِحْدٰى.

حضرتؑ کے اصحاب میں سے ایک شخص اُٹھ کر آپؑ کے سامنے آیا اور کہا کہ یا امیر المومنینؑ پہلے تو آپ نے ہمیں تحکیم سے روکا اور پھر اس کا حکم بھی دے دیا۔ نہیں معلوم کہ ان دونوں باتوں میں سے کون سی بات زیادہ صحیح ہے (یہ سُن کر حضرتؑ نے اپنے ہاتھ پر ہاتھ مارا، اور فرمایا)

يَدَيْهِ عَلَى الْأُخْرَى ثُمَّ قَالَ:
هٰذَا جَزَآءُ مَنْ تَرَكَ الْعُقْدَةَ
أَمَا وَاللّٰهِ لَوْ أَنِّي حِيْنَ أَمَرْتُكُمْ بِمَا
أَمَرْتُكُمْ بِهِ حَمَلْتُكُمْ عَلَى الْمَكْرُوْهِ
الَّذِيْ يَجْعَلُ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا، فَإِنِ
اسْتَقَمْتُمْ هَدَيْتُكُمْ، وَإِنِ اعْوَجَجْتُمْ
قَوَّمْتُكُمْ، وَإِنْ أَبَيْتُمْ تَدَارَكْتُكُمْ،
لَكَانَتِ الْوُثْقٰى، وَلٰكِنْ بِمَنْ وَإِلٰى مَنْ؟
أُرِيْدُ أَنْ أُدَاوِيَ بِكُمْ وَأَنْتُمْ دَائِيْ،
كَنَاقِشِ الشَّوْكَةِ بِالشَّوْكَةِ وَهُوَ
يَعْلَمُ أَنَّ ضَلْعَهَا مَعَهَا - اَللّٰهُمَّ قَدْ
مَلَّتْ أَطِبَّآءُ هٰذَا الدَّآءِ الدَّوِيِّ،
وَكَلَّتِ النَّزَعَةُ بِأَشْطَانِ الرَّكِيِّ أَيْنَ
الْقَوْمُ الَّذِيْنَ دُعُوْا إِلَى الْإِسْلَامِ
فَقَبِلُوْهُ - وَقَرَأُوا الْقُرْاٰنَ فَأَحْكَمُوْهُ -
وَهِيْجُوْا إِلَى الْقِتَالِ فَوَلِهُوْا - وَلَهَ
اللِّقَاحِ إِلٰى أَوْلَادِهَا، وَسَلَبُوا
السُّيُوْفَ أَغْمَادَهَا - وَأَخَذُوْا بِأَطْرَافِ
الْأَرْضِ زَحْفًا زَحْفًا وَصَفًّا صَفًّا -
بَعْضٌ هَلَكَ وَبَعْضٌ نَجَا - لَا يُبَشَّرُوْنَ
بِالْأَحْيَآءِ، وَلَا يُعَزَّوْنَ عَنِ الْمَوْتٰى -
مُرْهُ الْعُيُوْنِ مِنَ الْبُكَآءِ، خُمْصُ
الْبُطُوْنِ مِنَ الصِّيَامِ - ذُبُلُ الشِّفَاهِ
مِنَ الدُّعَآءِ - صُفْرُ الْأَلْوَانِ مِنَ
السَّهَرِ - عَلٰى وُجُوْهِهِمْ غَبَرَةُ

جس نے عہدِ وفا کو توڑ دیا ہو، اُس کی یہی پاداش ہوا کرتی ہے۔ خدا کی قسم! جب میں نے تمہیں تحکیم کے مان لینے کا حکم دیا تھا۔ اگر اسی امرِ ناگوار (جنگ) پر تمہیں ٹھہرائے رکھتا کہ جس میں اللہ تمہارے لیے بہتری ہی کرتا چنانچہ تم اس پر جمے رہتے، تو میں تمہیں سیدھی راہ پر لے چلتا اور اگر ٹیڑھے ہوتے تو تمہیں سیدھا کر دیتا اور اگر انکار کرتے تو تمہارا تدارک کرتا تو بلا شبہ یہ ایک مضبوط طریق کار ہوتا لیکن کس کی مدد سے، اور کس کے بھروسے پر؟ میں تم سے اپنا چارہ چاہتا تھا اور تم ہی میرا مرض نکلے جیسے کانٹے کو کانٹے سے نکالنے والا کہ وہ جانتا ہے کہ یہ بھی اسی کی طرف جھکے گا۔ خدایا اس موذی مرض سے چارہ گر عاجز آ گئے ہیں، اور اس کنوئیں کی رسیاں کھینچنے والے تھک کر بیٹھ گئے ہیں۔ وہ لوگ کہاں ہیں کہ جنہیں اسلام کی طرف دعوت دی گئی، تو انھوں نے اُسے قبول کر لیا اور قرآن کو پڑھا، تو اس پر عمل بھی کیا۔ جہاد کے لیے انھیں ابھارا گیا، تو اس طرح شوق سے بڑھے، جیسے دُودھ دینے والی اونٹنیاں اپنے بچوں کی طرف۔ انھوں نے تلواروں کو نیاموں سے نکال لیا، اور دستہ بدستہ اور صف بصف بڑھتے ہوئے زمین کے اطراف پر قابو پا لیا۔ (ان میں سے کچھ مر گئے، کچھ بچ گئے۔ نہ زندہ رہنے والوں کے مژدے سے وہ خوش ہوتے ہیں اور نہ مرنے والوں کی تعزیت سے متاثر ہوتے ہیں۔ رونے سے اُن کی آنکھیں سفید، روزوں سے اُن کے پیٹ لاغر، دعاؤں سے اُن کے ہونٹ خشک اور جاگنے سے اُن کے رنگ زرد ہو گئے تھے اور فروتنی و عاجزی کرنے والوں کی طرح اُن کے چہرے خاک آلود رہتے تھے

22

الْخَاشِعِيْنَ - أُولٰئِكَ إِخْوَانِي الذَّاهِبُونَ - فَحَقٌّ لَنَا أَنْ نَظْمَأَ إِلَيْهِمْ وَنَعَضَّ الْأَيْدِي عَلٰى فِرَاقِهِمْ - إِنَّ الشَّيْطَانَ يُسَنِّي لَكُمْ طُرُقَهُ، وَيُرِيدُ أَنْ يَحُلَّ دِينَكُمْ عُقْدَةً عُقْدَةً، وَيُعْطِيَكُمْ بِالْجَمَاعَةِ الْفُرْقَةَ - فَاصْدِفُوا عَنْ نَزَغَاتِهِ وَنَفَثَاتِهِ - وَاقْبَلُوا النَّصِيحَةَ مِمَّنْ أَهْدَاهَا إِلَيْكُمْ، وَاعْقِلُوهَا عَلٰى أَنْفُسِكُمْ۔

یہ میرے وہ بھائی تھے، جو دُنیا سے گزر گئے۔ اب ہم حق بجانب ہیں۔ اگر ان کی دید کے پیاسے ہوں، اور اُن کے فراق میں اپنی بوٹیاں کاٹیں۔ بے شک تمہارے لیے شیطان نے اپنی راہیں آسان کر دی ہیں۔ وہ چاہتا ہے کہ تمہارے دین کی ایک ایک گرہ کھول دے اور تم میں یکجائی کے بجائے پھوٹ ڈلوائے تم اُس کے وسوسوں اور جھاڑ پھونک سے منہ موڑے رہو، اور نصیحت کی پیش کش کرنے والے کا ہدیہ قبول کرو، اور اپنے نفسوں میں اس کی گرہ باندھ لو۔

لہ امیرالمومنینؑ کے پرچم کے نیچے جنگ کرنے والے گو آپ ہی کی جماعت میں شمار ہوتے تھے۔ مگر جن کی آنکھوں میں آنسو چہروں پر زردی، زبانوں پر قرآنی نغمہ، دلوں میں ایمانی ولولہ، پیروں میں ثبات و قرار، رُوح میں عزم و ہمت اور نفس میں صبر و استقامت کا جوہر ہوتا تھا، انہی کو صحیح معنوں میں شیعانِ علیؑ کہا جاتا ہے۔ اور یہی وُہ لوگ تھے جن کی جُدائی میں امیرالمومنینؑ کے دل کی بے تابیاں آہ بن کر زبان سے نکل رہی ہیں، اور آتشِ فراق کے لوکے قلب و جگر کو پھونکے دے رہے ہیں۔ یہ وُہ لوگ تھے جو دیوانہ وار موت کی طرف لپکتے تھے، اور بچ رہنے پر انہیں مسرت و شادمانی نہ ہوتی تھی۔ بلکہ ان کے دل کی آواز یہ ہوتی تھی، کہ

شرمندہ ماندہ ایم کہ چرا زندہ ماندہ ایم

جس انسان میں ان صفات کی تھوڑی بہت جھلک ہوگی، وُہی تبعِ آلِ محمدؐ (علیہ و علیہم الصلوٰۃ والسلام)، اور **شیعہ** علی علیہ السلام کہلا سکتا ہے۔ ورنہ یہ ایک ایسی لفظ ہوگی، جو اپنے معنی کو کھو چکا ہو، اور بے محل استعمال ہونے کی وجہ سے اپنی عظمت کو گنوا چکا ہو۔ چنانچہ روایت میں ہے کہ امیرالمومنینؑ نے ایک جماعت کو اپنے دروازہ پر دیکھا، تو قنبر سے پُوچھا کہ یہ کون ہیں؟ قنبر نے کہا کہ یا امیرالمومنینؑ یہ آپ کے شیعہ ہیں۔ یہ سُن کر حضرت کی پیشانی پر بل آیا اور فرمایا: مالی لاادی فیہم سیماء الشیعۃ "کیا وجہ ہے کہ یہ شیعہ کہلاتے ہیں، اور ان میں شیعوں کی کوئی بھی علامت نظر نہیں آتی" اس پر قنبر نے دریافت کیا کہ شیعوں کی علامت کیا ہوتی ہے؟ تو حضرت نے جواب میں فرمایا:۔

خمص البطون من الطوی یبس الشفاہ من الظماء عمش العیون من البکاء۔

"بھوک سے اُن کے پیٹ لاغر، پیاس سے اُن کے ہونٹ خشک اور رونے سے اُن کی آنکھیں بے رونق ہوگئی ہوتی ہیں۔"

نہج البلاغہ

جلد دوم

خطبہ ۱۲۰

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

قَالَهُ لِلْخَوَارِجِ وَقَدْ خَرَجَ إِلَى مُعَسْكَرِهِمْ وَهُمْ مُقِيمُونَ عَلَى إِنْكَارِ الْحُكُومَةِ، فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: أَكُلُّكُمْ شَهِدَ مَعَنَا صِفِّينَ؟ فَقَالُوا: مِنَّا مَنْ شَهِدَ وَمِنَّا مَنْ لَمْ يَشْهَدْ: قَالَ فَامْتَازُوا فِرْقَتَيْنِ۔ فَلْيَكُنْ مَنْ شَهِدَ صِفِّينَ فِرْقَةً وَمَنْ لَمْ يَشْهَدْهَا فِرْقَةً حَتَّى أُكَلِّمَ كُلًّا مِنْكُمْ بِكَلَامِهِ وَنَادَى النَّاسَ فَقَالَ: أَمْسِكُوا عَنِ الْكَلَامِ، وَأَنْصِتُوا لِقَوْلِي، وَأَقْبِلُوا بِأَفْئِدَتِكُمْ إِلَيَّ فَمَنْ نَشَدْنَاهُ شَهَادَةً فَلْيَقُلْ بِعِلْمِهِ فِيهَا: ثُمَّ كَلَّمَهُمْ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِكَلَامٍ طَوِيلٍ (مِنْهُ)

أَلَمْ تَقُولُوا عِنْدَ رَفْعِهِمُ الْمَصَاحِفَ حِيلَةً وَغِيلَةً وَمَكْرًا وَخَدِيعَةً۔

إِخْوَانُنَا وَأَهْلُ دَعْوَتِنَا اسْتَقَالُونَا وَاسْتَرَاحُوا إِلَى كِتَابِ اللهِ سُبْحَانَهُ فَالرَّأْيُ الْقَبُولُ مِنْهُمْ وَالتَّنْفِيسُ عَنْهُمْ فَقُلْتُ لَكُمْ: هٰذَا أَمْرٌ ظَاهِرُهُ إِيمَانٌ وَبَاطِنُهُ عُدْوَانٌ وَأَوَّلُهُ رَحْمَةٌ وَآخِرُهُ نَدَامَةٌ: فَأَقِيمُوا عَلَى شَأْنِكُمْ وَالْزَمُوا طَرِيقَتَكُمْ وَعَضُّوا عَلَى

جب خوارج تحکیم کے نہ ماننے پر اڑ گئے، تو حضرت ان کے پڑاؤ کی طرف تشریف لے گئے اور ان سے فرمایا:

کیا تم سبؑ کے سب ہمارے ساتھ صفین میں موجود تھے؟ انھوں نے کہا کہ ہم میں سے کچھ تھے اور کچھ نہیں تھے۔ تو حضرت نے فرمایا کہ پھر تم دو گروہوں میں الگ الگ ہو جاؤ۔ ایک وہ جو صفین میں موجود تھا اور ایک وہ جو وہاں موجود نہ تھا، تاکہ میں ہر ایک سے جو گفتگو اس سے مناسب ہو وہ کروں اور لوگوں سے پکار کر کہا: کہ بس اب (آپس میں) بات چیت نہ کرو، اور خاموشی سے میری بات سُنو اور دل سے توجہ کرو، اور جس سے ہم گواہی طلب کریں وہ اپنے علم کے مُطابق (جوں کی توں) گواہی دے۔ پھر حضرت نے ان لوگوں سے ایک طویل گفتگو فرمائی۔

منجملہ اس کے یہ فرمایا کہ جب ان لوگوں نے حیلہ و مکر اور جعل و فریب سے قرآن (نیزوں پر) اُٹھائے تھے تو کیا تم نے نہیں کہا تھا کہ

وہ ہمارے بھائی بند اور ہمارے ساتھ (اسلام کی) دعوت قبول کرنے والے ہیں۔ اب چاہتے ہیں کہ ہم جنگ سے ہاتھ اٹھا لیں اور وہ اللہ سبحانہ، کی کتاب پر (سمجھوتہ کیے لیے) ٹھہر گئے ہیں۔ صحیح رائے یہ ہے کہ ان کی بات مان لی جائے اور ان کی گلو خلاصی کی جائے، تو میں نے تم سے کہا تھا کہ اس چیز کے باہر ایمان اور اندر کینہ و عناد ہے اس کی ابتدا شفقت و مہربانی اور نتیجہ ندامت و پشیمانی ہے۔ لہٰذا تم اپنے رویہ پر ٹھہرے رہو، اور اپنی راہ پر مضبوطی سے جمے رہو۔ اور جہاد کے لیے اپنے دانتوں کو بھینچ لو اور اس چلانے

الجهاد بنوا جدكم: ولا تلتفتوا الى ناعق نعق: إن أجيب أضل وإن ترك ذل. وقد كانت هذه الفعلة، وقد رأيتكم أعطيتموها والله لئن أبيتها ما وجبت علي فريضتها، ولا حملني الله ذنبها، والله إن جئتها إني للمحق الذي يتبع وإن الكتاب لمعي، ما فارقته مذ صحبته. فلقد كنا مع رسول الله صلى الله عليه وآله وإن القتل ليدور على الآباء والأبناء والإخوان والقرابات، فما نزداد على كل مصيبة وشدة إلا إيمانا، ومضيا على الحق، وتسليما للأمر وصبرا على مضض الجراح: ولكنا إنما أصبحنا نقاتل إخواننا في الإسلام على ما دخل فيه من الزيغ والاعوجاج والشبهة: والتأويل فإذا طمعنا في خصلة يلم الله بها شعثنا ونتدانى بها إلى البقية فيما بيننا رغبنا فيها وأمسكنا عما سواها.

والے کی طرف دھیان نہ دو کہ اگر اس کی آواز پر لبیک کہی گئی تو یہ گمراہ کرے گا اور اگر اسے یونہی رہنے دیا جائے تو ذلیل ہو کر رہ جائے گا (لیکن) جب تحکیم کی صورت انجام پا گئی تو میں تمہیں دیکھ رہا تھا کہ تم ہی اس پر رضامندی دینے والے تھے۔ خدا کی قسم اگر میں نے اس سے انکار کر دیا ہوتا تو مجھ پر اس کا کوئی فریضہ واجب نہ ہوتا اور نہ اللہ مجھ پر اس (کے ترک) کا گناہ عائد کرتا اور قسم بخدا اگر میں اس کی طرف بڑھا تو اس صورت میں بھی میں ہی وہ حق پرست ہوں جس کی پیروی کی جانا چاہیئے اور کتاب خدا میرے ساتھ ہے اور جب سے میرا اس کا ساتھ ہوا ہے میں اس سے الگ نہیں ہوا ہم (جنگوں میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے اور قتل ہونے والے وہی تھے جو ایک دوسرے کے باپ، بیٹے، بھائی اور رشتہ دار ہوتے تھے۔ لیکن ہر مصیبت اور سختی میں ہمارا ایمان بڑھتا تھا اور حق کی پیروی اور دین کی اطاعت میں زیادتی ہوتی تھی اور زخموں کی ٹیسوں پر صبر میں اضافہ ہوتا تھا۔ مگر اب ہم کو ان لوگوں سے کہ جو اسلام کی رو سے ہمارے بھائی کہلاتے ہیں جنگ کرنا پڑ گئی ہے، چونکہ (ان کی وجہ سے) اس میں گمراہی، کجی، شبہات اور غلط سلط تاویلات داخل ہو گئے ہیں تو جب ہمیں کوئی ایسا ذریعہ نظر آئے کہ جس سے (ممکن ہے) اللہ ہماری پریشانیوں کو دور کر دے، اور اس کی وجہ سے ہمارے درمیان جو باقی ماندہ (لگاؤ) رہ گیا ہے اس کی طرف بڑھتے ہوئے ایک دوسرے سے قریب ہوں تو ہم اسی کے خواہشمند رہیں گے اور کسی دوسری صورت سے جو اس کے خلاف ہو ہاتھ روک لیں گے۔

لہ ابن ابی الحدید نے لکھا ہے کہ یہ خطبہ تین ایسے ٹکڑوں پر مشتمل ہے جو ایک دوسرے سے غیر مربوط ہیں چونکہ علامہ رضی حضرت کے خطبوں کا کچھ حصہ منتخب کرتے تھے اور کچھ درج نہ کرتے تھے جس سے سلسلہ کلام ٹوٹ جاتا تھا اور ربط برقرار نہ رہتا تھا۔ چنانچہ ایک ٹکڑا ان ترک ذل پر اور دوسرا وصبرا علی مضض الجراح پر ختم ہوتا ہے اور تیسرا آخر کلام تک ہے۔

لہ اس سے معاویہ یا عمرو بن عاص مراد ہے۔

خطبہ ۱۲۱

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

قَالَهُ لِأَصْحَابِهِ فِي سَاحَةِ الْحَرْبِ، وَأَيُّ امْرِئٍ مِنْكُمْ أَحَسَّ مِنْ نَفْسِهِ رَبَاطَةَ جَأْشٍ عِنْدَ اللِّقَاءِ، وَرَأَى مِنْ أَحَدٍ مِنْ إِخْوَانِهِ فَشَلًا فَلْيَذُبَّ عَنْ أَخِيهِ بِفَضْلِ نَجْدَتِهِ الَّتِي فُضِّلَ بِهَا عَلَيْهِ كَمَا يَذُبُّ عَنْ نَفْسِهِ. فَلَوْ شَاءَ اللهُ لَجَعَلَهُ مِثْلَهُ. إِنَّ الْمَوْتَ طَالِبٌ حَثِيثٌ لَا يَفُوتُهُ الْمُقِيمُ وَلَا يُعْجِزُهُ الْهَارِبُ. إِنَّ أَكْرَمَ الْمَوْتِ الْقَتْلُ وَالَّذِي نَفْسُ ابْنِ أَبِي طَالِبٍ بِيَدِهِ لَأَلْفُ ضَرْبَةٍ بِالسَّيْفِ أَهْوَنُ عَلَيَّ مِنْ مِيتَةٍ عَلَى الْفِرَاشِ.

وَمِنْهَا وَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْكُمْ تَكِشُّونَ كَشِيشَ الضِّبَابِ لَا تَأْخُذُونَ حَقًّا وَلَا تَمْنَعُونَ ضَيْمًا. قَدْ خُلِّيتُمْ وَ

جنگ کے میدان میں اپنے اصحاب سے فرمایا:

تم میں سے جو شخص بھی جنگ کے موقع پر اپنے دل میں حوصلہ و دلیری محسوس کرے اور اپنے کسی بھائی سے کمزوری کے آثار دیکھے تو اُسے چاہیئے کہ اپنی شجاعت کی برتری کے ذریعہ سے جس کے لحاظ سے وہ اس پر فوقیت رکھتا ہے اس سے (دشمنوں کو) اسی طرح دور کرے، جیسے انھیں اپنے سے دور ہٹاتا ہے۔ اس لیے کہ اگر اللہ چاہے تو اُسے بھی ویسا ہی کر دے۔ بیشک موت تیزی سے ڈھونڈھنے والی ہے نہ ٹھہرنے والا اس سے بچ کر نکل سکتا ہے اور نہ بھاگنے والا اُسے عاجز کر سکتا ہے۔ بلا شبہ قتل ہونا عزت کی موت ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں ابن ابی طالب کی جان ہے کہ بستر پر اپنی موت مرنے سے تلوار کے ہزار وار کھانا مجھے آسان ہیں۔

اسی خطبہ کا ایک حصہ یہ ہے گویا میں تمھیں دیکھ رہا ہوں کہ تم (شکست و ہزیمت کے وقت) اس طرح کی آوازیں نکال رہے ہو جس طرح سوسماروں کے اژدہام کے وقت ان کے جسموں کے رگڑ کھانے کی آواز ہوتی ہے نہ تم اپنا حق لیتے ہو، اور نہ توہین آمیز زیادتیوں کی روک تھام کر سکتے ہو تمھیں راستے پر کھلا چھوڑ دیا گیا ہے۔ نجات

الطَّرِيقُ فَالنَّجَاةُ لِلْمُقْتَحِمِ وَالْهَلَكَةُ لِلْمُتَلَوِّمِ.

اس کے لیے ہے کہ جو اپنے کو جنگ میں جھونک دے اور جو سوچتا ہی رہ جائے اس کے لیے ہلاکت و تباہی ہے

خطبہ ۱۲۲

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ:
فِي حَثِّ أَصْحَابِهِ عَلَى الْقِتَالِ
فَقَدِّمُوا الدَّارِعَ، وَأَخِّرُوا الْحَاسِرَ، وَعَضُّوا عَلَى الْأَضْرَاسِ، فَإِنَّهُ أَنْبَى لِلسُّيُوفِ عَنِ الْهَامِ؛ وَالْتَوُوا فِي أَطْرَافِ الرِّمَاحِ، فَإِنَّهُ أَمْوَرُ لِلْأَسِنَّةِ؛ وَغُضُّوا الْأَبْصَارَ، فَإِنَّهُ أَرْبَطُ لِلْجَأْشِ، وَأَسْكَنُ لِلْقُلُوبِ؛ وَأَمِيتُوا الْأَصْوَاتَ فَإِنَّهُ أَطْرَدُ لِلْفَشَلِ. وَرَايَتَكُمْ فَلَا تُمِيلُوهَا وَلَا تُخِلُّوهَا، وَلَا تَجْعَلُوهَا إِلَّا بِأَيْدِي شُجْعَانِكُمْ وَالْمَانِعِينَ الذِّمَارَ مِنْكُمْ، فَإِنَّ الصَّابِرِينَ عَلَى نُزُولِ الْحَقَائِقِ هُمُ الَّذِينَ يَحُفُّونَ بِرَايَاتِهِمْ وَيَكْتَنِفُونَهَا حِفَافَيْهَا وَوَرَاءَهَا وَأَمَامَهَا. وَلَا يَتَأَخَّرُونَ عَنْهَا فَيُسْلِمُوهَا وَلَا يَتَقَدَّمُونَ عَلَيْهَا فَيُفْرِدُوهَا. أَجْزَأَ امْرُؤٌ قِرْنَهُ وَآسَى أَخَاهُ بِنَفْسِهِ وَلَمْ يَكِلْ قِرْنَهُ إِلَى أَخِيهِ

اپنے اصحاب کو جنگ پر آمادہ کرنے کے لیے فرمایا:
زرہ پوش کو آگے رکھو اور بے زرہ کو پیچھے کر دو اور دانتوں کو بھینچ لو کہ اس سے تلواریں سروں سے اُچٹ جاتی ہیں اور نیزوں کی انیوں کو پہلو بدل کر خالی دیا کرو کہ اس سے اُن کے رُخ پلٹ جاتے ہیں آنکھیں جھکائے رکھو کہ اس سے حوصلہ مضبوط رہتا ہے اور دل ٹھہرے رہتے ہیں اور آوازوں کو بلند نہ کرو کہ اس سے بُزدلی دُور رہتی ہے اور اپنا جھنڈا سرنگوں نہ ہونے دو اور نہ اُسے اکیلا چھوڑو۔ اسے اپنے جوانمردوں اور عزت کے پاسبانوں کے ہاتھوں ہی میں رکھو، چونکہ مصیبتوں کے ٹوٹ پڑنے پر وہی لوگ صبر کرتے ہیں جو اپنے جھنڈوں کے گرد گھیرا ڈال کر دائیں بائیں اور آگے پیچھے سے اس کا احاطہ کر لیتے ہیں وہ پیچھے نہیں ہٹتے کہ (اسے دشمنوں کے ہاتھوں میں سونپ دیں اور نہ آگے بڑھ جاتے ہیں کہ اُسے اکیلا چھوڑ دیں۔ ہر شخص اپنے مدِّ مقابل سے خود نپٹنے اور دل و جان سے اپنے بھائی کی بھی مدد کرے اور اپنے حریف کو کسی اور بھائی کے حوالے نہ کرے کہ یہ اور اس کا حریف ایکا کر کے اُس پر ٹوٹ پڑیں۔ خدا کی قسم تم اگر دُنیا کی تلوار سے بھاگے تو آخرت کی تلوار سے نہیں بچ سکتے تم تو عرب کے جوانمرد اور سربلند لوگ ہو (یاد رکھو کہ) بھاگنے میں اللہ کا غضب اور نہ مٹنے والی رُسوائی اور ہمیشہ کے لیے ننگ و عار

فَيَجْتَمِعَ عَلَيْهِ قِرْنُهُ وَقِرْنُ أَخِيهِ :
وَايْمُ اللّٰهِ لَئِنْ فَرَرْتُمْ مِنْ سَيْفِ
الْعَاجِلَةِ لَا تَسْلَمُوا مِنْ سَيْفِ
الْآخِرَةِ : وَأَنْتُمْ لَهَامِيمُ الْعَرَبِ
وَالسَّنَامُ الْأَعْظَمُ - إِنَّ فِي الْفِرَارِ
مَوْجِدَةَ اللّٰهِ، وَالذُّلَّ اللَّازِمَ وَ
الْعَارَ الْبَاقِيَ : وَإِنَّ الْفَارَّ لَغَيْرُ مَزِيدٍ
فِي عُمُرِهِ وَلَا مَحْجُوزٍ بَيْنَهُ وَبَيْنَ يَوْمِهِ
الرَّائِحُ إِلَى اللّٰهِ كَالظَّمْآنِ يَرِدُ الْمَاءَ الْجَنَّةُ
تَحْتَ أَطْرَافِ الْعَوَالِي - الْيَوْمَ تُبْلَى
الْأَخْبَارُ : وَاللّٰهِ لَأَنَا أَشْوَقُ إِلَى لِقَائِهِمْ
مِنْهُمْ إِلَى دِيَارِهِمْ : اَللّٰهُمَّ فَإِنْ
رَدُّوا الْحَقَّ فَافْضُضْ جَمَاعَتَهُمْ وَ
شَتِّتْ كَلِمَتَهُمْ، وَأَبْسِلْهُمْ بِخَطَايَاهُمْ
إِنَّهُمْ لَنْ يَزُولُوا عَنْ مَوَاقِفِهِمْ
دُونَ طَعْنٍ دِرَاكٍ، يَخْرُجُ مِنْهُ
النَّسِيمُ، وَضَرْبٍ يَفْلِقُ الْهَامَ وَيُطِيحُ
الْعِظَامَ، وَيُنْدِرُ السَّوَاعِدَ وَالْأَقْدَامَ
وَحَتَّى يُرْمَوْا بِالْمَنَاسِرِ تَتْبَعُهَا
الْمَنَاسِرُ : وَيُرْجَمُوا بِالْكَتَائِبِ تَقْفُوهَا
الْحَلَائِبُ : وَحَتَّى يُجَرَّ بِبِلَادِهِمُ الْخَمِيسُ
يَتْلُوهُ الْخَمِيسُ، وَحَتَّى تَدْعَقَ الْخُيُولُ
فِي نَوَاحِرِ أَرْضِهِمْ، وَبِأَعْنَانِ مَسَارِبِهِمْ
وَمَسَارِحِهِمْ (أَقُولُ : اَلدَّعْقُ : الدَّقُّ
أَيْ تَدُقُّ الْخُيُولُ بِحَوَافِرِهَا أَرْضَهُمْ وَ

ہے بھاگنے والا اپنی عمر بڑھا نہیں لیتا اور نہ اس میں اور اس کی موت کے دن میں کوئی چیز حائل ہو جاتی ہے اللہ کی طرف جانے والا تو ایسا ہے جیسے کوئی پیاسا پانی تک پہنچ جائے۔ جنّت نیزوں کی انیوں کے نیچے ہے۔ آج حالات پرکھ لیے جائیں گے۔ خدا کی قسم میں ان دشمنوں سے دُو بدو ہو کر لڑنے کا اس سے زیادہ مشتاق ہوں جتنا یہ اپنے گھروں کو پلٹنے کے مشتاق ہوں گے۔ خداوندا! اگر یہ حق کو ٹھکرا دیں تو ان کے جتھے کو توڑ دے اور انھیں ایک آواز پر جمع نہ ہونے دے اور ان کے گناہوں کی پاداش میں انھیں تباہ و برباد کر۔ یہ اپنے موقف (شر و فساد) سے اس وقت تک ہٹنے والے نہیں جب تک تابڑ توڑ نیزوں کے ایسے وار نہ ہوں کہ (جس سے زخموں کے منہ اس طرح کھل جائیں کہ) ہوا کے جھونکے گزر سکیں اور تلواروں کی ایسی چوٹیں نہ پڑیں کہ جو سروں کو شگافتہ کر دیں اور ہڈیوں کے پرخچے اُڑا دیں اور بازوؤں اور قدموں کو توڑ کر پھینک دیں اور پے در پے لشکروں کا نشانہ نہ بنائے جائیں اور ایسی فوجیں ان پر ٹوٹ نہ پڑیں کہ جن کے پیچھے (کمک کے لیے) اور شہسواروں کے دستے ہوں اور جب تک کہ ان کے شہروں پر یکے بعد دیگرے فوجوں کی چڑھائی نہ ہو یہاں تک کہ گھوڑے ان کی زمینوں کو آخر تک روند ڈالیں اور ان کے سبزہ زاروں اور چراگاہوں کو پامال کر دیں۔

سیّد رضی کہتے ہیں کہ دعق کے معنی روندنے کے ہیں اور اس جملہ کے معنی یہ ہیں کہ گھوڑے اپنے سموں سے ان کی زمینوں کو روند دیں اور نواحر ارضہم سے مُراد وہ زمینیں ہیں جو ایک دُوسرے کے بالمقابل ہوں۔ عرب اگر یوں کہیں کہ

نَوَاحِرُ اَرْضِهِمْ مُتَقَابِلَاتُهَا يُقَالُ: مَنَازِلُ بَنِیْ فُلَانٍ تَتَنَاحَرُ اَیْ تَتَقَابَلُ۔

منازل بنی فلاں تتناحر تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ فلاں قبیلے کے گھر ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہیں۔

۱؎ حضرتؑ نے یہ خطبہ جنگِ صفین کے موقع پر ارشاد فرمایا۔ یہ جنگ امیر المومنینؑ اور امیر شام معاویہ کے درمیان ۳۷ھ میں خونِ عثمان کے قصاص کے نام سے لڑی گئی مگر اصل حقیقت اس کے علاوہ کچھ نہ تھی کہ امیر شام جو حضرت عمر کے عہد سے شام کا خود مختار حکمران چلا آ رہا تھا حضرتؑ کے ہاتھوں پر بیعت کر کے شام کی ولایت سے دستبردار ہونا نہ چاہتا تھا اور قتلِ عثمان سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے اپنے اقتدار کو برقرار رکھنا چاہتا تھا۔ جیسا کہ بعد کے واقعات اس کے شاہد ہیں کہ اس نے حکومت حاصل کر لینے کے بعد خونِ عثمان کے سلسلہ میں کوئی عملی قدم نہ اُٹھایا اور بھولے سے بھی قاتلینِ عثمان کا نام نہ لیا۔ امیر المومنینؑ کو اگرچہ پہلے سے اس کا اندازہ تھا کہ اس سے ایک نہ ایک دن جنگ ضرور ہو گی۔ تاہم اس پر اتمامِ حجت کر دینا ضروری تھا اس لیے جب ۱۲ رجب روز دوشنبہ سنہ ۳۶ھ میں جنگِ جمل سے فارغ ہو کر واردِ کوفہ ہوئے تو جریر ابن عبداللہ بجلی کو خط دے کر معاویہ کے پاس دمشق روانہ کیا جس میں تحریر فرمایا کہ مہاجرین و انصار میرے ہاتھ پر بیعت کر چکے ہیں۔ لہٰذا تم بھی میری اطاعت قبول کرتے ہوئے پہلے بیعت کرو، اور پھر قتلِ عثمان کا مقدمہ میرے سامنے پیش کرو، تاکہ میں کتاب و سنت کے مطابق اس کا فیصلہ کروں مگر معاویہ نے جریر کو حیلے بہانوں سے روک لیا اور عمرو ابن عاص سے مشورہ کرنے کے بعد خونِ عثمان کے بہانہ سے بغاوت شروع کر دی اور شام کے سربرآوردہ لوگوں کے ذریعہ تنگ نظر و نافہم عوام کو یقین دلا دیا کہ حضرت عثمان کے قتل کی ذمہ داری حضرت علیؑ پر عائد ہوتی ہے اور وہی اپنے طرزِ عمل سے محاصرہ کرنے والوں کی ہمت افزائی کرنے والے اور انھیں اپنے دامن میں پناہ دینے والے ہیں اور ادھر حضرت عثمان کا خون آلودہ پیراہن اور ان کی زوجہ نائلہ بنت فرافصہ کی کٹی ہوئی انگلیاں دمشق کی جامع مسجد میں منبر پر لٹکا دیں۔ جس کے گرد ستر ہزار شامی دھاڑیں مار مار کر روتے اور قصاصِ عثمان کے عہد و پیمان باندھتے تھے جب معاویہ نے شامیوں کے جذبات اس حد تک بھڑکا دیے کہ وہ جان دینے اور کٹ مرنے کے لیے آمادہ ہو گئے تو خونِ عثمان کے قصاص پر ان سے بیعت لی اور حرب و پیکار کے سرو سامان کرنے میں مصروف ہو گیا اور جریر کو یہ سارا نقشہ دکھا کر ناکام رخصت کر دیا۔

جب امیر المومنینؑ کو جریر ابن عبداللہ کی زبانی ان واقعات کا علم ہوا تو آپ اس کے خلاف قدم اُٹھانے پر مجبور ہو گئے اور مالک بن حبیب یربوعی کو وادیٔ نخیلہ میں فوجوں کی فراہمی کا حکم دیا۔ چنانچہ کوفہ اور اطراف و جوانب کے لوگ وہاں پر جوق در جوق آنے شروع ہوئے اور بڑھتے بڑھتے ان کی تعداد اسّی ہزار سے متجاوز ہو گئی۔ حضرتؑ نے پہلے آٹھ ہزار کا ایک ہراول دستہ زیاد بن نضر حارثی کی زیرِ قیادت اور چار ہزار کا ایک دستہ شریح بن ہانی کی زیرِ سرکردگی شام کی جانب روانہ کیا اور اس مقدمۃ الجیش کی روانگی کے بعد ۵ شوال روز چہار شنبہ خود بھی بقایا لشکر کو لے کر شام کی جانب چل دیے جب حدود کوفہ سے نکلے تو نماز ظہر ادا

فرمائی اور دیر ابو موسیٰ، نہر نرس، قبۂ قبین۔ بابل۔ دیر کعب، کربلا، ساباط، بہر سیر، انبار اور جزیرہ میں منزل کرتے ہوئے مقام رقہ پر پہنچے۔ یہاں کے لوگ حضرت عثمان کے ہواخواہ تھے اور یہیں پر سماک ابن مخرمہ اسدی بنی اسد کے آٹھ سو آدمیوں کے ساتھ مقیم تھا۔ یہ لوگ امیر المومنینؑ سے منحرف ہو کر معاویہ کے پاس جانے کے لیے کوفہ سے نکل کھڑے ہوئے تھے۔ جب انھوں نے حضرت کی فوج کو دیکھا تو دریائے فرات پر سے کشتیوں کا پل اتار دیا تاکہ آپ کی فوج ادھر سے دریا کو عبور کر کے دوسری طرف نہ جا سکے مگر مالک اشتر کے ڈرانے دھمکانے سے وہ لوگ خوف زدہ ہو گئے اور آپس میں مشورہ کرنے کے بعد کشتیوں کو پھر سے جوڑ دیا جس سے حضرت اپنے لشکر سمیت گزر گئے۔ جب دریا کے اس پار اترے تو دیکھا کہ زیاد اور شریح بھی اپنے اپنے دستوں کے ساتھ وہاں پر موجود ہیں چونکہ ان دونوں نے دریائے فرات کے کنارے خشکی کا راستہ اختیار کیا تھا اور یہاں پہنچ کر جب انھیں معلوم ہوا کہ امیر شام اپنی فوجوں کے ہمراہ فرات کی طرف بڑھ رہا ہے تو اس خیال سے کہ وہ شامی فوج کا مقابلہ نہ کر سکیں گے۔ امیر المومنینؑ کے انتظار میں ٹھہر گئے تھے۔ جب ان لوگوں نے اپنے رک جانے کی وجہ بیان کی تو حضرتؑ نے ان کے عذر کو صحیح قرار دیا اور یہاں سے پھر انھیں آگے کی جانب روانہ کر دیا۔ جب یہ فصیل روم کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ ابو الاعور سلمی سپاہ شام کے ساتھ چھاؤنی ڈالے ہوئے ہے۔ ان دونوں نے امیر المومنینؑ کو اس کی اطلاع دی جس پر حضرتؑ نے مالک بن حارث اشتر کو سپہ سالار بنا کر ان کے عقب میں روانہ کر دیا اور انھیں تاکید فرما دی کہ جنگ میں پہل نہ کریں اور جہاں تک بن پڑے انھیں سمجھانے بجھانے اور حقیقت حال پر مطلع کرنے کی کوشش کریں۔ چنانچہ مالک اشتر نے وہاں پہنچ کر ان کے تھوڑے فاصلہ پر پڑاؤ ڈال دیا۔ جنگ تو ہر وقت شروع کی جا سکتی تھی۔ مگر انھوں نے ان سے کوئی تعرض نہ کیا اور نہ کوئی ایسا اقدام کیا کہ جس سے جنگ کے چھڑنے کی کوئی صورت پیدا ہوتی۔ مگر ابو الاعور نے اچانک رات کے وقت ان پر ہلہ بول دیا جس پر انھوں نے بھی تلواریں نیاموں سے نکال لیں اور ان کی روک تھام کے لیے آمادہ ہو گئے کچھ دیر تک آپس میں جھڑپیں ہوتی رہیں۔ آخر وہ رات کے اندھیرے سے فائدہ اٹھا کر بھاگ کھڑا ہوا۔ جنگ کی ابتدا تو ہو چکی تھی صبح ہوتے ہی عراقیوں کے ایک سپہ سالار ہاشم ابن عتبہ میدان میں آ کھڑے ہوئے۔ ادھر سے بھی فوج کا ایک دستہ مقابلہ کے لیے اتر آیا اور دونوں طرف سے جنگ کے شعلے بھڑکنے لگے۔ آخر مالک اشتر نے ابو الاعور کو اپنے مقابلہ کے لیے للکارا۔ مگر وہ ان کے مقابلہ میں آنے کی جرات نہ کر سکا اور شام کے وقت اپنے لشکر کو لے کر آگے کی طرف بڑھ گیا۔ دوسرے دن امیر المومنینؑ بھی اپنے لشکر کے ساتھ وہاں پہنچ گئے اور ہراول دستوں اور فوجوں کے ہمراہ صفین کے رخ پر چل دیئے کہ جہاں معاویہ نے پہلے ہی پہنچ کر مناسب جگہوں پر مورچے قائم کر لیے تھے اور فرات کے گھاٹ پر پہرا بٹھا کر اس پر قبضہ کر لیا تھا حضرتؑ نے وہاں پہنچ کر اسے فرات پر سے پہرا اٹھا لینے کے لیے کہلوایا مگر اس نے انکار کیا جس پر عراقیوں نے تلواریں کھینچ لیں اور دلیرانہ حملہ کر کے فرات پر قبضہ کر لیا۔ جب یہ مرحلہ طے ہو گیا تو حضرتؑ نے بشیر ابن عمرو انصاری سعید بن قیس ہمدانی اور شبث بن ربعی تمیمی کو معاویہ کے پاس بھیجا تاکہ اسے جنگ کے نشیب و فراز سمجھائیں اور مصالحت و بیعت کیلئے آمادہ کریں۔ مگر اس نے یہ جواب دیا کہ ہم کسی طرح عثمان کے خون کو رائیگاں نہیں جانے دیں گے اور اب ہمارا فیصلہ تلوار ہی کرے گی۔ چنانچہ

ذی الحجہ ۳۶ھ میں دونوں فریق میں جنگ کی ٹھن گئی اور دونوں طرف سے میدانِ کارزار اپنے حریف کے مقابلہ کے لیے میدان میں اُتر آئے حضرت کی طرف سے میدانِ مقابلہ میں آنے والے حجر بن عدی کندی، شبث بن ربعی، خالد بن معمر زیاد بن نضر، زیاد بن خصفہ تمیمی سعید بن قیس، قیس بن سعد اور مالک بن حارث اشتر تھے اور شامیوں کی طرف سے عبدالرحمٰن بن خالد مخزومی، ابوالاعور سلمی حبیب بن مسلمہ فہری عبداللہ ابن ذی الکلاع حمیری، عبید اللہ بن عمر بن خطاب، شرجیل ابن سمط کندی اور حمزہ بن مالک ہمدانی تھے۔ جب ذی الحجہ کا مہینہ ختم ہوگیا، تو محرم میں جنگ کا سلسلہ روک دینا پڑا اور یکم صفر روز چہار شنبہ سے پھر جنگ شروع ہوگئی۔ اور دونوں فریق تلواروں، نیزوں، تیروں اور دوسرے ہتھیاروں سے مسلح ہوکر ایک دوسرے کے سامنے صف آرا ہوگئے۔ حضرت کی طرف سے اہلِ کوفہ کے سواروں پر مالک اشتر اور پیادوں پر عمار بن یاسر اور اہلِ بصرہ کے سواروں پر سہل بن حنیف اور پیادوں پر قیس بن سعد سپہ سالار متعین ہوئے اور علم لشکر ہاشم بن عتبہ کے سپرد کیا گیا اور سپاہ شام کے میمنہ پر ابن ذی الکلاع اور میسرہ پر حبیب بن مسلمہ اور سواروں پر عمرو بن عاص اور پیادوں پر ضحاک بن قیس امیر سپاہ مقرر ہوئے۔

پہلے دن مالک اشتر اپنے دستہ کے ساتھ میدانِ وغا میں آئے اور ادھر سے ان کے مقابلہ میں حبیب بن مسلمہ اپنی فوج کو لے کر نکلا اور دونوں طرف سے خونریز جنگ شروع ہوگئی اور دن بھر تلواریں تلواروں سے اور نیزے نیزوں سے ٹکراتے رہے دوسرے دن ہاشم بن عتبہ سپاہ علوی کے ساتھ نکلے اور اُدھر سے ابوالاعور سوار و پیادے لے کر مقابلہ میں آیا اور جب دونوں لشکر ایک دوسرے سے قریب ہوئے تو سوار سواروں پر اور پیادے پیادوں پر ٹوٹ پڑے اور بڑے صبر و استقلال سے ایک دوسرے پر وار کرتے اور سہتے رہے

تیسرے دن عمار بن یاسر اور زیاد بن نضر سوار و پیادے لے کر نکلے اور اُدھر سے عمرو بن عاص سپاہ کثیر لے کر بڑھا زیاد نے فوج مخالف کے سواروں پر اور عمار یاسر نے پیادوں پر ایسے جوش و خروش سے حملے کیے کہ سپاہ دشمن کے قدم اُکھڑ گئے اور وہ تاب مقاومت نہ لا کر اپنی قیام گاہوں کی طرف پلٹ گئے۔

چوتھے دن محمد بن حنفیہ اپنے دستہ فوج کے ساتھ میدان میں آئے اور اُدھر سے عبید اللہ بن عمر شامیوں کے لشکر کے ساتھ بڑھا اور دونوں فوجوں میں گھمسان کی لڑائی ہوئی۔

پانچویں دن عبداللہ بن عباس آگے بڑھے اور ادھر سے ولید بن عتبہ سامنے آیا۔ عبداللہ بن عباس نے بڑی پامردی و جرأت سے حملے کیے اور اس طرح جوہر شجاعت دکھائے کہ دشمن میدان چھوڑ کر پیچھے ہٹ گیا۔

چھٹے دن قیس بن سعد انصاری فوج کو لے کر بڑھے اور ان کے مقابلہ میں ذوالکلاع اپنا دستہ لے کر بڑھا اور ایسا سخت رن پڑا کہ قدم قدم پر لاشے تڑپتے اور خون کے سیلاب بہتے ہوئے نظر آنے لگے۔ آخر رات کے اندھیرے نے دونوں لشکروں کو جدا کر دیا۔

ساتویں دن مالک اشتر نکلے اور ان کے مقابلہ میں حبیب ابن مسلمہ اپنی سپاہ کے ساتھ بڑھا اور ظہر تک معرکہ کارزار گرم رہا۔

آٹھویں دن خود امیر المومنینؑ لشکر کے جلو میں نکلے اور اس طرح حملہ کیا کہ میدان میں زلزلہ آگیا اور صفوں کو چیرتے اور تیر و سنان کے حملے روکتے ہوئے دونوں صفوں کے درمیان آکھڑے ہوئے اور معاویہ کو للکارا جس پر عمرو ابن عاص کو لیے ہوئے کچھ قریب آیا تو آپ نے فرمایا: ابرزالی فایناقتل صاحبہ فالامرلہ، تم خود میرے مقابلہ کے لیے نکلو، اور پھر جو اپنے حریف کو مار لے وُہ خلافت کو سنبھال لے"۔ جس پر عمرو ابن عاص نے معاویہ سے کہا کہ علیؑ بات تو انصاف کی کہتے ہیں۔ ذرا جرأت کرو اور مقابلہ کر دیکھو۔ معاویہ نے کہا کہ میں تمھارے تاننے کی وجہ سے اپنی جان گنوانے کے لیے تیار نہیں اور یہ کہہ کر واپس ہو گیا۔ حضرتؑ نے اُسے جاتے دیکھا تو مسکرا کر خود بھی لوٹ آئے۔

امیر المومنینؑ نے صفین کے میدان میں جس بے جگری سے حملے کیے اسے اعجازی قوت ہی کا کرشمہ کہا جا سکتا ہے چنانچہ جب آپ میدان میں للکارتے ہوئے نکلتے دُشمن کی صفیں اُبتری اور سراسیمگی کے عالم میں منتشر ہو جاتیں اور جی توڑ کر لڑنے والے بھی آپ کے مقابلہ میں آنے سے ہچکچانے لگتے۔ اِسی لیے حضرتؑ بعض دفعہ لباس تبدیل فرما کر میدان میں آئے تاکہ دشمن پہچان نہ سکے اور کوئی دو بدو ہو کر لڑنے کے لیے تیار ہو جائے۔ چنانچہ ایک دفعہ عباس ابن ربیعہ کے مقابلہ میں اُدھر سے غراز ابن ادہم نکلا اور دونوں داؤ پیچ دکھاتے رہے مگر کوئی اپنے حریف کو شکست نہ دے سکا اتنے میں عباس کو اس کی زرہ کا ایک حلقہ ڈھیلا دکھائی دیا۔ چنانچہ انھوں نے نہایت چابکدستی سے اِس حلقہ کو تلوار کی نوک میں پرو لیا اور جھٹکا دے کر زرہ کے حلقے چیر ڈالے اور پھر تاک کر ایسا وار کیا کہ تلوار اُس کے سینہ کے اندر اُتر گئی۔ لوگوں نے یہ دیکھ کر نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ معاویہ اس آواز پر چونکا اور جب اُسے یہ معلوم ہوا کہ غراز مارا گیا تو پیچ و تاب کھانے لگا اور پکار کر کہا کہ کوئی ہے جو عباس کو قتل کر کے غراز کا بدلہ لے جس پر قبیلہ بنی لخم کے دو شمشیر زن اُٹھ کھڑے ہوئے اور عباس کو اپنے مقابلہ میں للکارا، عباس نے کہا کہ میں اپنے امیر سے اجازت لے کر آتا ہوں اور یہ کہہ کر حضرتؑ کے پاس اجازت طلب کرنے کے لیے آئے۔ حضرتؑ نے انھیں روک کر اُن کا لباس خود پہن لیا اور انہی کے گھوڑے پر سوار ہو کر میدان میں آگئے۔ لخمی آپ کو عباس سمجھ کر کہنے لگا کہ کیا اپنے امیر سے اجازت لے آئے ہو۔ حضرتؑ نے جواب میں اِس آیت کی تلاوت فرمائی۔ اُذِنَ لِلَّذِیۡنَ یُقٰتَلُوۡنَ بِاَنَّہُمۡ ظُلِمُوۡا اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی نَصۡرِہِمۡ لَقَدِیۡرُ (ترجمہ) جن (مُسلمانوں) کے خلاف (کافر) لڑا کرتے ہیں اب انھیں بھی جنگ کی اجازت ہے۔ کیونکہ اُن پر ظلم ہوتا ہے اور اللہ ان کی مدد پر یقیناً قادر ہے۔

اب اِن میں سے ایک فیلِ مست کی طرح چنگھاڑتا ہوا نکلا اور آپ پر حملہ کیا، مگر آپ نے اُس کا وار خالی جانے دیا اور پھر اس طرح صفائی سے اس کی کمر پر تلوار چلائی کہ اس کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ لوگوں نے یہ سمجھا کہ وار خالی گیا ہے مگر جب اس کا گھوڑا اُچھلا تو اس کے دونوں ٹکڑے الگ الگ زمین پر جا پڑے۔ اِس کے بعد دوسرا نکلا اور وہ بھی چشم زدن میں ڈھیر ہو گیا۔ پھر حضرتؑ نے دُوسروں کو مقابلہ کے لیے للکارا مگر دشمن تلوار کے وار سے سمجھ گیا کہ عباس کے بھیس میں خود امیر المومنینؑ ہیں۔ اس لیے کسی نے سامنے آنے کی جرأت نہ کی۔

نویں دن میمنہ عبداللہ ابن بدیل کے اور میسرہ عبداللہ ابن عباس کے زیر کمان تھا اور قلب لشکر میں خود امیرالمومنین رونق افزا تھے اور ادھر سے حبیب ابن مسلمہ سپاہ شام کی قیادت کر رہا تھا۔ جب دونوں صفیں ایک دوسرے کے قریب ہوئیں تو بہادروں نے تلواریں سونت لیں اور ایک دوسرے پر بپھرے ہوئے شیر کی طرح جھپٹ پڑے اور ہر طرف رن پر رن پڑنے لگا۔ حضرت کے میمنہ لشکر کا علم بنی ہمدان کے ہاتھوں میں گردش کر رہا تھا۔ چنانچہ جب بھی ان میں سے کوئی شہید ہو کر گرتا تھا تو دوسرا بڑھ کر علم اٹھا لیتا۔ پہلے کریب ابن شریح نے علم سپاہ بلند کیا۔ اُن کے شہید ہونے پر شرجیل ابن شریح نے پھر مرثد ابن شریح نے پھر ہبیرہ ابن شریح نے پھر یریم ابن شریح نے ان سب بھائیوں کے مارے جانے کے بعد عمیر ابن بشیر نے بڑھ کر علم لے لیا۔ ان کے شہید ہونے کے بعد حارث ابن بشیر نے اور پھر وہب ابن کریب نے اٹھایا۔ آج دشمن کا زیادہ زور میمنہ ہی پر تھا اور اس کے حملے اتنے شدید تھے کہ میمنہ لشکر کے قدم اکھڑ گئے اور وہ میدان چھوڑ کر پیچھے ہٹنے لگا اور رئیس میمنہ عبداللہ ابن بدیل کے ہمراہ صرف دو تین سو آدمی رہ گئے۔ امیرالمومنینؑ نے جب یہ صورتِ حال دیکھی تو مالک اشتر سے فرمایا۔ ذرا انھیں پکارو اور کہو کہ کہاں بھاگے جا رہے ہو۔ اگر زندگی کے دن ختم ہو چکے ہیں تو بھاگ کر موت سے بچ نہیں سکتے ادھر میمنہ لشکر کی ہزیمت سے قلب لشکر کا متاثر ہونا بھی چونکہ ضروری تھا اس لیے حضرت میسرہ کی طرف مڑ گئے اور صفوں کو چیر کر آگے بڑھ رہے تھے کہ بنی امیہ کے ایک غلام احمر نامی نے حضرت سے کہا کہ خدا مجھے مارے اگر میں آج آپ کو قتل نہ کروں یہ سن کر حضرت کا غلام کیسان اس کی طرف جھپٹا مگر اس کے ہاتھ سے شہید ہو گیا۔ حضرت نے یہ دیکھا تو بڑھ کر اسے دامنِ زرہ سے پکڑ لیا اور اونچا لے جا کر اس طرح زمین پر پٹکا کہ اس کے جوڑ بند الگ ہو گئے اور امام حسنؑ اور محمد ابن حنفیہ نے بڑھ کر اسے دارالبوار میں پہنچا دیا۔ ادھر مالک اشتر کے للکارنے اور شرم و غیرت دلانے سے بھاگنے والے پلٹ پڑے اور پھر جم کر اس طرح حملہ کیا کہ دشمن کو دھکیلتے ہوئے وہاں پہنچ گئے۔ جہاں عبداللہ ابن بدیل نرغہ میں گھرے ہوئے تھے۔ جب انھوں نے اپنے آدمیوں کو دیکھا تو ان کی ہمت بندھ گئی اور تلوار سونت کر معاویہ کے خیمہ کی طرف لپکے مالک اشتر نے انھیں روکنا چاہا۔ مگر وہ نہ رکے اور سات شامیوں کو موت کے گھاٹ اتار کر معاویہ کی قیام گاہ کے قریب پہنچ گئے۔ معاویہ نے جب انھیں بڑھتے دیکھا تو ان پر پتھراؤ کا حکم دیا جس سے آپ نڈھال ہو کر گر پڑے اور شامیوں نے ہجوم کر کے آپ کو شہید کر دیا۔ مالک اشتر نے یہ دیکھا تو قبیلہ ہمدان اور بنی مذحج کے جنگجوؤں کے ہمراہ معاویہ پر حملہ کرنے کے لیے بڑھے اور اس کے گرد حلقہ کرنے والے حفاظتی دستوں کو منتشر کرنا شروع کیا جب ان کے پانچ حلقوں میں سے صرف ایک حلقہ منتشر ہونے سے رہ گیا تو معاویہ نے گھوڑے کی رکاب میں پیر رکھ دیا اور بھاگنے پر تیار ہو گیا مگر ایک شخص کے ڈھارس بندھانے سے پھر رک گیا۔

ادھر میدان کارزار میں عمار ابن یاسر اور ہاشم ابن عتبہ کی تلواروں سے اس سرے سے لے کر اس سرے تک تلاطم برپا تھا حضرت عمار جدھر سے ہو کر گزرتے تھے صحابہ ہجوم کر کے آپ کے ساتھ ہو لیتے تھے اور پھر مل کر اس طرح حملہ کرتے تھے کہ دشمن کی صفوں میں تہلکہ مچ جاتا تھا۔ معاویہ نے جب ان کو بڑھتے دیکھا تو اپنی تازہ دم فوجیں ان کی طرف جھونک دیں۔ مگر آپ تلواروں اور سنانوں کے ہجوم میں اپنی شجاعت کے جوہر دکھاتے رہے۔ آخر ابوعادیہ مری نے آپ پر نیزہ لگایا جس سے آپ سنبھل نہ سکے اور

ابن جون نے آگے بڑھ کر آپ کو شہید کر دیا۔ عمار یاسرؓ کی شہادت سے معاویہ کی فوج میں ہلچل مچ گئی کیونکہ ان کے متعلق پیغمبرؐ کا ارشاد "تقتل عمار الفئۃ الباغیۃ" : عمار ایک باغی گروہ کے ہاتھ سے قتل ہوں گے وہ سُن چکے تھے۔ چنانچہ ان کی شہادت سے پہلے ذوالکلاع نے عمرو ابن عاص سے کہا بھی تھا کہ میں عمار کو علیؑ کے ساتھ دیکھ رہا ہوں کیا وہ باغی گروہ ہم ہی تو نہیں جس پر عمرو نے یہ کہا تھا کہ آخر میں عمار ہمارے ساتھ مل جائیں گے۔ مگر جب وہ امیر المومنینؑ کی طرف سے جہاد کرتے ہوئے شہید ہو گئے تو اگرچہ باغی گروہ بے نقاب ہو چکا تھا اور کسی تاویل کی گنجائش نہ رہی تھی مگر معاویہ نے شامیوں سے یہ کہنا شروع کیا کہ عمار کے قاتل ہم نہیں بلکہ علیؑ ہیں چونکہ وہی انھیں میدانِ جنگ میں لانے والے ہیں۔ امیر المومنینؑ نے یہ پُرفریب جملہ سُنا تو فرمایا کہ پھر حمزہ کے قاتل رسول اللہؐ تھے جو انھیں میدانِ اُحد میں لائے تھے۔ اس معرکہ میں ہاشم ابن عتبہ بھی کام آگئے جو حارث ابن منذر کے ہاتھ سے شہید ہوئے اور ان کے بعد علمِ لشکر ان کے فرزند عبداللہ نے سنبھال لیا۔

جب ایسے ایسے جان نثار ختم ہو چکے تو حضرتؑ نے قبیلہ ہمدان اور ربیعہ کے جوانمردوں سے کہا کہ تم میرے لیے بمنزلہ زرہ اور نیزہ کے ہو۔ اٹھو اور ان باغیوں کو کیفر کردار تک پہنچاؤ۔ چنانچہ قبیلہ ربیعہ و ہمدان کے بارہ ہزار نبرد آزما شمشیر بکف اُٹھ کھڑے ہوئے علمِ لشکر حصین ابن منذر نے اُٹھایا اور دشمن کی صفوں میں گھس کر اس طرح تلواریں چلائیں کہ سر کٹ کٹ کر گرنے لگے۔ لاشوں کے انبار لگ گئے۔ اور ہر طرف خون کے سیلاب بہہ نکلے۔ مگر ان شمشیر زنوں کے حملے کسی طرح رکنے میں نہ آتے تھے یہاں تک کہ دن اپنی ہولناکیوں کے ساتھ سمٹنے لگا اور شام کے بھیانک اندھیرے پھیلنے لگے۔ اور وہ دہشت انگیز و بلاخیز رات شروع ہوئی جسے تاریخ میں "لیلۃ الہریر" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ جس میں ہتھیاروں کی کھڑکھڑاہٹ، گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز اور شامیوں کی چیخ پکار کی وجہ سے کان پڑی آواز سُنائی نہ دیتی تھی۔ امیر المومنینؑ کے باطل شکن نعروں سے ایک طرف دِلوں میں ہمت و شجاعت کی لہریں دوڑ رہی تھی اور دوسری طرف سینوں میں کلیجے دہل رہے تھے۔ جنگ اپنے پورے زوروں پر تھی۔ تیر اندازوں کے ترکش خالی ہو چکے تھے نیزوں کی چوبیں ٹوٹ چکی تھیں۔ صرف تلواروں سے دست بدست جنگ ہوتی رہی اور کشتوں کے پُشتے لگتے رہے۔ یہاں تک کہ صبح ہوتے تک مقتولین کی تعداد تیس ہزار سے متجاوز ہو گئی۔

دسویں دن امیر المومنینؑ کے لشکریوں کے وہی دم خم تھے۔ میمنہ پر مالک اشتر اور میسرہ پر ابن عباس متعین تھے اور تازہ دم سپاہیوں کی طرح حملوں پر حملے کیے جا رہے تھے۔ شامیوں پر شکست کے آثار ظاہر ہو چکے تھے اور وہ میدان چھوڑ کر بھاگ نکلنے کو تیار ہی تھے کہ پانچسو قرآن نیزوں پر بلند کر کے جنگ کا نقشہ بدل دیا گیا۔ چلتی ہوئی تلواریں رک گئیں۔ فریب کا حربہ چل نکلا اور باطل کے اقتدار کے لیے راستہ ہموار ہو گیا۔ اس جنگ میں ۴۵ ہزار شامی مارے گئے اور ۲۵ ہزار عراقی شہید ہوئے۔

کتاب صفین (نصر ابن مزاحم المنقری المتوفی ۲۱۲ھ) (تاریخ طبری)

خطبہ ۱۲۳

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي التَّحْكِيمِ
إِنَّا لَمْ نُحَكِّمِ الرِّجَالَ وَإِنَّمَا حَكَّمْنَا
الْقُرْآنَ وَهٰذَا الْقُرْآنُ إِنَّمَا هُوَ خَطٌّ
مَسْطُورٌ بَيْنَ الدَّفَّتَيْنِ۔ لَا يَنْطِقُ
بِلِسَانٍ وَلَا بُدَّ لَهُ مِنْ تَرْجُمَانٍ۔ وَإِنَّمَا
يَنْطِقُ عَنْهُ الرِّجَالُ۔ وَلَمَّا دَعَانَا الْقَوْمُ
إِلَى أَنْ نُحَكِّمَ بَيْنَنَا الْقُرْآنَ لَمْ نَكُنِ
الْفَرِيقَ الْمُتَوَلِّيَ عَنْ كِتَابِ اللهِ تَعَالَى
وَقَدْ قَالَ اللهُ سُبْحَانَهُ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ
فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللهِ وَالرَّسُولِ۔
فَرَدُّهُ إِلَى اللهِ أَنْ نَحْكُمَ بِكِتَابِهِ وَ
رَدُّهُ إِلَى الرَّسُولِ أَنْ نَأْخُذَ بِسُنَّتِهِ
فَإِذَا حُكِمَ بِالصِّدْقِ فِي كِتَابِ اللهِ
فَنَحْنُ أَحَقُّ النَّاسِ بِهِ وَإِنْ حُكِمَ
بِسُنَّةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ
وَآلِهِ فَنَحْنُ أَوْلَاهُمْ بِهِ وَأَمَّا
قَوْلُكُمْ لِمَ جَعَلْتَ بَيْنَكَ وَبَيْنَهُمْ
أَجَلًا فِي التَّحْكِيمِ فَإِنَّمَا فَعَلْتُ
ذٰلِكَ لِيَتَبَيَّنَ الْجَاهِلُ وَيَتَثَبَّتَ
الْعَالِمُ۔ وَلَعَلَّ اللهَ أَنْ يُصْلِحَ
فِي هٰذِهِ الْهُدْنَةِ أَمْرَ هٰذِهِ
الْأُمَّةِ، وَلَا تُؤْخَذَ بِأَكْظَامِهَا
فَتَعْجَلَ عَنْ تَبَيُّنِ الْحَقِّ وَتَنْقَادَ
لِأَوَّلِ الْغَيِّ۔ إِنَّ أَفْضَلَ النَّاسِ

تحکیم کے بارے میں فرمایا :-

ہم نے آدمیوں کو نہیں بلکہ قرآن کو حکم قرار دیا تھا ، چونکہ یہ قرآن دو دفتیوں کے درمیان ایک لکھی ہوئی کتاب ہے کہ جو زبان سے بولا نہیں کرتی ۔ اس لیے ضرورت تھی کہ اس کے لیے کوئی ترجمان ہو اور وہ آدمی ہی ہوتے ہیں ۔ جو اس کی ترجمانی کیا کرتے ہیں ۔ جب ان لوگوں نے ہمیں یہ پیغام دیا کہ ہم اپنے درمیان قرآن کو حکم ٹھہرائیں تو ہم ایسے لوگ نہ تھے کہ اللہ کی کتاب سے منہ پھیر لیتے ۔ جبکہ حق سبحانہٗ کا ارشاد ہے کہ اگر تم کسی بات میں جھگڑا کرو تو (اس کا فیصلہ نپٹانے کے لیے) اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرو"۔ اللہ کی طرف رجوع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم اس کی کتاب کے مطابق حکم کریں اور رسول کی طرف رجوع کرنے کے معنی یہ ہیں کہ ہم ان کی سنت پر چلیں ۔ چنانچہ اگر کتاب خدا سے سچائی کے ساتھ حکم لگایا جائے تو اس کی رو سے سب لوگوں سے زیادہ ہم (خلافت کے) حق دار ہوں گے ۔ اور اگر سنت رسول کے مطابق حکم لگایا جائے تو بھی ہم ان سے زیادہ اس کے اہل ثابت ہوں گے ۔ اب رہا تمہارا یہ قول کہ "آپ نے تحکیم کے لیے اپنے اور ان کے درمیان مہلت کیوں رکھی" ؟ تو یہ میں نے اس لیے کیا کہ (اس عرصہ میں) نہ جاننے والا تحقیق کرے اور جاننے والا اپنے مسلک پر جم جائے اور شاید کہ اللہ تعالیٰ اس صلح کی وجہ سے اس امت کے حالات درست کر دے اور وہ (بےخبری میں) گلا گھونٹ کر تیار نہ کی جائے کہ حق کے واضح ہونے سے پہلے جلدی میں کوئی قدم نہ اٹھا بیٹھے اور پہلی ہی گمراہی کے

عِنْدَ اللهِ مَنْ كَانَ الْعَمَلُ بِالْحَقِّ
أَحَبَّ إِلَيْهِ۔ وَإِنْ نَقَصَهُ وَكَرَثَهُ
مِنَ الْبَاطِلِ وَإِنْ جَرَّ إِلَيْهِ فَائِدَةً
وَزَادَهُ۔ فَأَيْنَ يُتَاهُ بِكُمْ! وَمِنْ
أَيْنَ أُتِيتُمْ! اِسْتَعِدُّوا
لِلْمَسِيرِ إِلَى قَوْمٍ حَيَارَى عَنِ
الْحَقِّ لَا يُبْصِرُونَهُ وَمُوزَعِينَ
بِالْجَوْرِ لَا يَعْدِلُونَ بِهِ۔ جُفَاةٍ
عَنِ الْكِتَابِ نُكُبٍ عَنِ الطَّرِيقِ
مَا أَنْتُمْ بِوَثِيقَةٍ يُعْلَقُ بِهَا
وَلَا زَوَافِرِ عِزٍّ يُعْتَصَمُ إِلَيْهَا
لَبِئْسَ حُشَّاشُ نَارِ الْحَرْبِ أَنْتُمْ
أُفٍّ لَكُمْ لَقَدْ لَقِيتُ مِنْكُمْ
بَرْحًا۔ يَوْمًا أُنَادِيكُمْ وَ
يَوْمًا أُنَاجِيكُمْ فَلَا أَحْرَارُ
صِدْقٍ عِنْدَ النِّدَاءِ وَلَا
إِخْوَانُ ثِقَةٍ عِنْدَ النَّجَاءِ۔

پیچھے لگ جائے بلاشبہ اللہ کے نزدیک سب سے بہتر وہ شخص ہے کہ جو حق پر عمل پیرا رہے چاہے وہ اس کے لیے باعثِ نقصان و مضرت ہو اور باطل کی طرف رُخ نہ کرے چاہے وُہ اِس کے کچھ فائدہ کا باعث ہو رہا ہو۔ تمہیں تو بھٹکایا جا رہا ہے۔ آخر تم کہاں سے (شیطان کی راہ پر) لائے گئے ہو۔ تم اس قوم کی طرف بڑھنے کے لیے مستعد و آمادہ ہو جاؤ کہ جو حق سے مُنہ موڑ کر بھٹک رہی ہے کہ اِسے دیکھتی ہی نہیں اور وہ بے راہ رویوں میں بہکا دیے گئے ہیں کہ ان سے ہٹ کر سیدھی راہ پہ آنا نہیں چاہتے۔ یہ لوگ کتابِ خدا سے الگ رہنے والے اور صحیح راستے سے ہٹ جانے والے ہیں۔ لیکن تم تو کوئی مضبوط وسیلہ ہی نہیں ہو کہ تم پہ بھروسہ کیا جائے اور نہ عزت کے سہارے ہو کہ تم سے وابستہ ہوا جائے۔ تم (دُشمن کے لیے) جنگ کی آگ بھڑکانے کے اہل نہیں ہو تم پر افسوس ہے کہ مجھے تم سے کتنی تکلیفیں اُٹھانا پڑی ہیں۔ میں کسی دن تمہیں (دین کی امداد کے لیے) پکارتا ہوں اور کسی دن تم سے (جنگ کی) رازدارانہ باتیں کرتا ہوں، مگر تم نہ پکارنے کے وقت سچے جوانمرد اور نہ راز کی باتوں کے لیے قابلِ اعتماد بھائی ثابت ہوتے ہو۔

خطبہ ۱۲۴

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
لَمَّا عُوتِبَ عَلَى التَّسْوِيَةِ فِي الْعَطَاءِ۔
أَتَأْمُرُونِّي أَنْ أَطْلُبَ النَّصْرَ
بِالْجَوْرِ فِيمَنْ وُلِّيتُ عَلَيْهِ وَاللهِ
لَا أَطُورُ بِهِ مَا سَمَرَ سَمِيرٌ۔ وَ

جب مال کی تقسیم میں آپ کے برابری و مساوات کا اصول برتنے پر کچھ لوگ بگڑ اُٹھے تو آپ نے ارشاد فرمایا۔

کیا تم مجھ پر یہ امر عائد کرنا چاہتے ہو کہ میں جن لوگوں کا حاکم ہوں اُن پر ظلم و زیادتی کر کے (کچھ لوگوں کی) امداد حاصل کروں تو خدا کی قسم جب تک دُنیا کا قصہ چلتا رہے گا

مَا أَمَّ نَجْمٌ فِي السَّمَاءِ نَجْماً وَ
لَوْ كَانَ الْمَالُ لِي لَسَوَّيْتُ بَيْنَهُمْ
فَكَيْفَ وَإِنَّمَا الْمَالُ مَالُ اللهِ أَلَا وَ
إِنَّ إِعْطَاءَ الْمَالِ فِي غَيْرِ حَقِّهِ تَبْذِيرٌ
وَإِسْرَافٌ، وَهُوَ يَرْفَعُ صَاحِبَهُ فِي
الدُّنْيَا وَيَضَعُهُ فِي الْآخِرَةِ وَيُكْرِمُهُ
فِي النَّاسِ وَيُهِينُهُ عِنْدَ اللهِ وَلَمْ يَضَعِ
امْرُؤٌ مَالَهُ فِي غَيْرِ حَقِّهِ وَلَا عِنْدَ
غَيْرِ أَهْلِهِ إِلَّا حَرَمَهُ اللهُ شُكْرَهُمْ
وَكَانَ لِغَيْرِهِ وُدُّهُمْ۔ فَإِنْ زَلَّتْ بِهِ
النَّعْلُ يَوْماً فَاحْتَاجَ إِلَى مَعُونَتِهِمْ
فَشَرُّ خَدِينٍ وَأَلْأَمُ خَلِيلٍ۔

اور کچھ ستارے دوسرے ستاروں کی طرف جھکتے رہیں گے میں اس چیز کے قریب بھی نہیں بھٹکوں گا۔ اگر یہ خود میرا مال ہوتا جب بھی میں اسے سب میں برابر تقسیم کرتا۔ چہ جائیکہ یہ مال اللہ کا مال ہے۔ دیکھو بغیر کسی حق کے داد و دہش کرنا بے اعتدالی اور فضول خرچی ہے اور یہ اپنے مرتکب کو دنیا میں بلند کر دیتی ہے۔ لیکن آخرت میں پست کرتی ہے اور لوگوں کے اندر عزت میں اضافہ کرتی۔ مگر اللہ کے نزدیک ذلیل کرتی ہے۔ جو شخص بھی مال کو بغیر استحقاق کے یا نا اہل افراد کو دے گا اللہ اسے ان کے شکریہ سے محروم ہی رکھے گا اور ان کی دوستی و محبت بھی دوسروں ہی کے حصہ میں جائے گا اور اگر کسی دن اس کے پیر پھسل جائیں (یعنی فقر و تنگدستی اسے گھیر لے) اور ان کی امداد کا محتاج ہو جائے تو وہ اس کے لیے بہت ہی بُرے ساتھی اور کمینے دوست ثابت ہوں گے۔

خطبہ ۱۲۵

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
لِلْخَوَارِجِ أَيْضاً:
فَإِنْ أَبَيْتُمْ إِلَّا أَنْ تَزْعُمُوا أَنِّي
أَخْطَأْتُ وَضَلَلْتُ فَلِمَ تُضَلِّلُونَ عَامَّةَ
أُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
بِضَلَالِي وَتَأْخُذُونَهُمْ بِخَطَئِي
وَتُكَفِّرُونَهُمْ بِذُنُوبِي۔ سُيُوفُكُمْ
عَلَى عَوَاتِقِكُمْ تَضَعُونَهَا مَوَاضِعَ
الْبُرْءِ وَالسُّقْمِ وَتَخْلِطُونَ مَنْ
أَذْنَبَ بِمَنْ لَمْ يُذْنِبْ ـ وَقَدْ

خوارج کے متعلق فرمایا:۔

اگر تم اس خیال سے باز آنے والے نہیں ہو کہ میں نے غلطی کی اور گمراہ ہو گیا ہوں، تو میری گمراہی کی وجہ سے اُمّتِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عام افراد کو کیوں گمراہ سمجھتے ہو اور میری غلطی کی پاداش انہیں کیوں دیتے ہو، اور میرے گناہوں کے سبب سے انہیں کیوں کافر کہتے ہو۔ تلواریں کندھوں پر اٹھائے ہر موقع و بے موقع جگہ پر وار کیے جا رہے ہو اور بے خطاؤں کو خطاکاروں کے ساتھ ملائے دیتے ہو، حالانکہ تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب زانی کو سنگسار کیا تو نماز جنازہ بھی اس کی پڑھی اور اس

23

عَلِمْتُمْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ رَجَمَ الزَّانِيَ الْمُحْصَنَ ثُمَّ صَلّٰى عَلَيْهِ ثُمَّ وَرَّثَهٗ اَهْلَهٗ: وَقَتَلَ الْقَاتِلَ وَ وَرَّثَ مِيْرَاثَهٗ اَهْلَهٗ وَقَطَعَ السَّارِقَ وَجَلَدَ الزَّانِيَ غَيْرَ الْمُحْصَنِ ثُمَّ قَسَمَ عَلَيْهِمَا مِنَ الْفَيْءِ وَ نَكَحَا الْمُسْلِمَاتِ - فَاَخَذَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ بِذُنُوْبِهِمْ وَ اَقَامَ حَقَّ اللّٰهِ فِيْهِمْ وَلَمْ يَمْنَعْهُمْ سَهْمَهُمْ مِّنَ الْاِسْلَامِ، وَلَمْ يُخْرِجْ اَسْمَآءَهُمْ مِّنْ بَيْنِ اَهْلِهٖ ثُمَّ اَنْتُمْ شِرَارُ النَّاسِ، وَمَنْ رَمٰى بِهِ الشَّيْطَانُ مَرَامِيَهٗ وَضَرَبَ بِهٖ تِيْهَهٗ وَ سَيَهْلِكُ فِيَّ صِنْفَانِ، مُحِبٌّ مُفْرِطٌ يَذْهَبُ بِهِ الْحُبُّ اِلٰى غَيْرِ الْحَقِّ - وَ مُبْغِضٌ مُفْرِطٌ يَّذْهَبُ بِهِ الْبُغْضُ اِلٰى غَيْرِ الْحَقِّ، وَخَيْرُ النَّاسِ فِيَّ حَالًا النَّمَطُ الْاَوْسَطُ، فَالْزَمُوْهُ وَالْزَمُوا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ فَاِنَّ يَدَ اللّٰهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ: وَاِيَّاكُمْ وَالْفُرْقَةَ فَاِنَّ الشَّاذَّ مِنَ النَّاسِ لِلشَّيْطَانِ كَمَآ اَنَّ الشَّاذَّ مِنَ الْغَنَمِ لِلذِّئْبِ اَلَا مَنْ دَعَآ اِلٰى هٰذَا الشِّعَارِ فَاقْتُلُوْهُ

کے وارثوں کو اُس کا ورثہ بھی دلوایا اور قاتل سے قصاص لیا تو اس کی میراث اس کے گھر والوں کو دلائی چور کے ہاتھ کاٹے اور زنائے غیر محصنہ کے مرتکب کو تازیانے لگوائے تو اس کے ساتھ انھیں مالِ غنیمت میں سے حصہ بھی دیا۔ اور انھوں نے (مسلمان ہونے کی حیثیت سے) مسلمان عورتوں سے نکاح بھی کئے۔ اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے گناہوں کی سزا ان کو دی اور جو ان کے بارے میں اللہ کا حق (حد شرعی) تھا اسے جاری کیا، مگر انھیں اسلام کے حق سے محروم نہیں کیا اور نہ اہلِ اسلام سے ان کے نام خارج کئے۔ اس کے بعد (ان شرانگیزیوں کے معنی یہ ہیں کہ) تم ہو ہی شر پسند اور وہ کہ جنھیں شیطان نے اپنی مقصد برآری کی راہ پر لگا رکھا ہے اور گمراہی کے سنسان بیابان میں لا پھینکا ہے (یاد رکھو کہ) میرے بارے میں دو قسم کے لوگ تباہ و برباد ہوں گے، ایک حد سے زیادہ چاہنے والے جنھیں (محبت کی افراط) غلط راستے پر لگا دے گی اور ایک میرے مرتبہ میں کمی کرکے دشمنی رکھنے والے کہ جنھیں یہ عناد حق سے بے راہ کر دے گا۔ میرے متعلق درمیانی راہ اختیار کرنے والے ہی سب سے بہتر حالت میں ہوں گے۔ تم اسی راہ پر جمے رہو اور اسی بڑے گروہ کے ساتھ لگ جاؤ۔ چونکہ اللہ کا ہاتھ اتفاق و اتحاد رکھنے والوں پر ہے اور تفرقہ و انتشار سے باز آجاؤ اس لیے کہ جماعت سے الگ ہو جانے والا شیطان کے حصہ میں چلا جاتا ہے۔ جس طرح گلے سے کٹ جانے والی بھیڑ بھیڑیے کو مل جاتی ہے خبردار! جو بھی ایسے نعرے لگا کر اپنی طرف بلائے، اُسے قتل کر دو، اگرچہ وہ اسی عمامہ کے نیچے کیوں نہ ہو (یعنی

وَلَوْ كَانَ تَحْتَ عِمَامَتِيْ هٰذِهٖ وَ اِنَّمَا حُكِّمَ الْحَكَمَانِ لِيُحْيِيَا مَا اَحْيَا الْقُرْاٰنُ وَيُمِيْتَا مَا اَمَاتَ الْقُرْاٰنُ وَ اِحْيَآؤُهُ الْاِجْتِمَاعُ عَلَيْهِ، وَاِمَاتَتُهُ الْاِفْتِرَاقُ عَنْهُ، فَاِنْ جَرَّنَا الْقُرْاٰنُ اِلَيْهِمْ اتَّبَعْنَاهُمْ، وَ اِنْ جَرَّهُمْ اِلَيْنَا اتَّبَعُوْنَا فَلَمْ اٰتِ۔

لَا اَبَا لَكُمْ بُجْرًا وَّلَا خَتَلْتُكُمْ عَنْ اَمْرِكُمْ وَ لَا لَبَّسْتُهٗ عَلَيْكُمْ اِنَّمَا اجْتَمَعَ رَاْیُ مَلَائِكُمْ عَلٰی اخْتِيَارِ رَجُلَيْنِ اَخَذْنَا عَلَيْهِمَآ اَنْ لَّا يَتَعَدَّيَا الْقُرْاٰنَ فَتَاهَا عَنْهُ وَ تَرَكَا الْحَقَّ وَ هُمَا يُبْصِرَانِهٖ وَ كَانَ الْجَوْرُ هَوَاهُمَا فَمَضَيَا عَلَيْهِ وَ قَدْ سَبَقَ اسْتِثْنَآؤُنَا عَلَيْهِمَا فِی الْحُكُوْمَةِ بِالْعَدْلِ وَالصَّمْدِ لِلْحَقِّ سُوْٓءَ رَاْيِهِمَا وَ جَوْرَ حُكْمِهِمَا۔

میں خود کیوں نہ ہوں) اور وہ دونوں حَکَم (ابوموسیٰ و عمرو ابن عاص) تو صرف اس لیے ثالث مقرر کیے گئے تھے کہ وہ انہی چیزوں کو زندہ کریں جنھیں قرآن نے زندہ کیا ہے اور انہی چیزوں کو نیست و نابود کریں جنھیں قرآن نے نیست و نابود کیا ہے۔ کسی چیز کے زندہ کرنے کے معنی یہ ہیں کہ اس پر یک جہتی کے ساتھ متحد ہوا جائے اور اس کے نیست و نابود کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس سے علیحدگی اختیار کر لی جائے اب اگر قرآن ہمیں ان لوگوں (کی اطاعت) کی طرف لے جاتا تو ہم ان کے پیرو بن جاتے اور اگر انھیں ہماری طرف لائے تو پھر انھیں ہمارا اتباع کرنا چاہیے۔ تمھارا بُرا ہو میں نے کوئی مُصیبت تو کھڑی نہیں کی اور نہ کسی بات میں تمھیں دھوکا دیا ہے اور نہ اس میں فریب کاری کی ہے۔ تمھاری جماعت ہی کی یہ رائے قرار پائی تھی کہ دو آدمی چُن لیے جائیں جن سے ہم نے یہ اقرار لے لیا تھا کہ وہ قرآن سے تجاوز نہ کریں گے۔ لیکن وہ اچھی طرح دیکھنے بھالنے کے باوجود قرآن سے بہک گئے اور حق کو چھوڑ بیٹھے اور ان کے جذبات بے راہ روی کے مقتضی ہُوئے۔ چنانچہ وہ اس روش پر چل پڑے (حالانکہ) ہم نے پہلے ہی ان سے شرط کر لی تھی کہ وہ عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنے اور حق کا مقصد پیشِ نظر رکھنے میں بدنیتی و بے راہ روی کو دخل نہ دیں گے (اگر ایسا ہوا تو وہ فیصلہ ہمارے لیے قابلِ تسلیم نہ ہوگا)۔

خطبہ ١٢٦

وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيْمَا يُخْبِرُ بِهٖ مِنَ الْمَلَاحِمِ بِا

اس میں بصرہ کے اندر برپا ہونے والے ہنگاموں کا تذکرہ ہے۔

لِلْبَصْرَةِ يَا أَحْنَفُ كَأَنِّي بِهٖ وَقَدْ سَارَ بِالْجَيْشِ الَّذِي لَا يَكُونُ لَهٗ غُبَارٌ وَّلَا لَجَبٌ وَّلَا قَعْقَعَةُ لُجُمٍ، وَلَا حَمْحَمَةُ خَيْلٍ يُثِيرُونَ الْأَرْضَ بِأَقْدَامِهِمْ كَأَنَّهَا أَقْدَامُ النَّعَامِ۔

(يُومِيْ بِذٰلِكَ إِلٰى صَاحِبِ الزَّنْجِ ثُمَّ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ) وَيْلٌ لِّسِكَكِكُمُ الْعَامِرَةِ۔ وَالدُّوْرِ الْمُزَخْرَفَةِ الَّتِيْ لَهَا أَجْنِحَةٌ كَأَجْنِحَةِ النُّسُوْرِ، وَخَرَاطِيْمُ كَخَرَاطِيْمِ الْفِيَلَةِ، مِنْ أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَا يُنْدَبُ قَتِيْلُهُمْ، وَلَا يُفْتَقَدُ غَائِبُهُمْ۔ أَنَا كَابُّ الدُّنْيَا لِوَجْهِهَا وَقَادِرُهَا بِقَدْرِهَا وَنَاظِرُهَا بِعَيْنِهَا

(مِنْهُ، وَيُوْمِيْ بِهٖ إِلٰى وَصْفِ الْأَتْرَاكِ) كَأَنِّيْ أَرَاهُمْ قَوْمًا كَأَنَّ وُجُوْهَهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطَرَّقَةُ يَلْبَسُوْنَ السَّرَقَ وَالدِّيْبَاجَ وَيَعْتَقِبُوْنَ الْخَيْلَ الْعِتَاقَ وَيَكُوْنُ هُنَاكَ اسْتِحْرَارُ قَتْلٍ حَتّٰى يَمْشِيَ الْمَجْرُوْحُ عَلَى الْمَقْتُوْلِ، وَيَكُوْنَ الْمُفْلِتُ أَقَلَّ مِنَ الْمَأْسُوْرِ (فَقَالَ لَهٗ بَعْضُ

اے احنف! میں اس شخص کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں کہ وہ ایک ایسے لشکر کو لے کر بڑھ رہا ہے کہ جس میں نہ گرد و غبار ہے نہ شور و غوغا، نہ لگاموں کی کھڑکھڑاہٹ ہے اور نہ گھوڑوں کے ہنہنانے کی آواز وہ لوگ زمین کو اپنے پیروں سے جو شتر مرغ کے پیروں کے مانند ہیں روند رہے ہوں گے۔

(سید رضی کہتے ہیں کہ حضرتؑ نے اس سے حبشیوں کے سردار کی طرف اشارہ کیا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا:) ان لوگوں کے ہاتھوں سے کہ جن کے قتل ہو جانے والوں پر بین نہیں کیا جاتا اور گم ہونے والوں کو ڈھونڈھا نہیں جاتا تمہاری ان آباد گلیوں اور سجے سجائے مکانوں کے لیے تباہی ہے کہ جن کے چھجے گدوں کے پروں اور ہاتھیوں کی سونڈوں کے مانند ہیں۔ میں دنیا کو اوندھے منہ گرانے والا اور اس کی بساط کا صحیح اندازہ رکھنے والا اور اس کے لائق حال نگاہوں سے دیکھنے والا ہوں۔

اسی خطبہ کے ذیل میں ترکوں کی حالت کی طرف اشارہ کیا ہے:۔ میں ایسے لوگوں کو دیکھ رہا ہوں کہ جن کے چہرے ان ڈھالوں کی طرح ہیں کہ جن پر چمڑے کی تہیں منڈھی ہوئی ہوں۔ وہ ابریشم و دیبا کے کپڑے پہنتے ہیں اور اصیل گھوڑوں کو عزیز رکھتے ہیں اور وہاں کشت و خون کی گرم بازاری ہوگی، یہاں تک کہ زخمی کشتوں کے اوپر ہو کر گزریں گے اور بچ کر بھاگ نکلنے والے اسیر ہونے والوں سے کم ہوں گے۔

(اس موقع پر) آپ کے اصحاب میں سے ایک شخص نے جو قبیلہ بنی کلب سے تھا عرض کیا کہ یا امیر المومنینؑ آپ کو

اَصْحَابِهٖ: لَقَدْ اُعْطِيْتَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عِلْمَ الْغَيْبِ، فَضَحِكَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَقَالَ لِلرَّجُلِ وَكَانَ كَلْبِيًّا: يَا اَخَا كَلْبٍ لَيْسَ هُوَ بِعِلْمِ غَيْبٍ، اِنَّمَا هُوَ تَعَلُّمٌ مِّنْ ذِيْ عِلْمٍ، وَاِنَّمَا عِلْمُ الْغَيْبِ عِلْمُ السَّاعَةِ وَمَا عَدَّدَهُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ بِقَوْلِهٖ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ الْاٰيَةَ. فَيَعْلَمُ سُبْحَانَهٗ مَا فِي الْاَرْحَامِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَقَبِيْحٍ اَوْ جَمِيْلٍ، وَسَخِيٍّ اَوْ بَخِيْلٍ، وَشَقِيٍّ اَوْ سَعِيْدٍ، وَمَنْ يَّكُوْنُ فِي النَّارِ حَطَبًا، اَوْ فِي الْجِنَانِ لِلنَّبِيِّيْنَ مُرَافِقًا. فَهٰذَا عِلْمُ الْغَيْبِ الَّذِيْ لَا يَعْلَمُهٗ اَحَدٌ اِلَّا اللّٰهُ، وَمَا سِوٰى ذٰلِكَ فَعِلْمٌ عَلَّمَهُ اللّٰهُ نَبِيَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ فَعَلَّمَنِيْهِ، وَدَعَا لِيْ بِاَنْ يَّعِيَهٗ صَدْرِيْ، وَتَضْطَمَّ عَلَيْهِ جَوَانِحِيْ.

تو علم غیب حاصل ہے جس پر آپ ہنسے اور فرمایا اے برادر کلبی! یہ علم غیب نہیں بلکہ ایک صاحب علم (رسولؐ) سے معلوم کی ہوئی باتیں ہیں۔ علم غیب تو قیامت کی گھڑی اور ان چیزوں کے جاننے کا نام ہے کہ جنہیں اللہ سبحانہ' نے اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ والی آیت میں شمار کیا ہے۔ چنانچہ اللہ ہی جانتا ہے کہ شکموں میں کیا ہے۔ نر ہے یا مادہ، بدصورت ہے یا خوبصورت سخی ہے یا بخیل بدبخت ہے یا خوش نصیب اور کون جہنم کا ایندھن ہوگا۔ اور کون جنت میں نبیوں کا رفیق ہوگا۔ یہ وہ علم غیب ہے جسے اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ رہا دوسری چیزوں کا علم تو وہ اللہ نے اپنے نبیؐ کو دیا اور نبیؐ نے مجھے بتایا، اور میرے لیے دعا فرمائی کہ میرا سینہ انہیں محفوظ رکھے اور میری پسلیاں انھیں سمیٹے رہیں۔

لہ علی ابن محمد رے کے مضافات میں ورزنین نامی ایک گاؤں میں پیدا ہوا۔ خوارج کے فرقہ ازارقہ سے تعلق رکھتا تھا۔ اور خود کو محمد ابن احمد مختفی ابن عیسٰی ابن زید ابن علی کا فرزند کہہ کر سیادت کا مدعی بنتا تھا۔ مگر اہل انساب دسیر نے اس کے دعوی سیادت کو تسلیم کرنے سے انکار کیا ہے اور اس کے باپ کا نام محمد ابن احمد کے بجائے محمد ابن ابراہیم تحریر کیا ہے جو قبیلہ عبدالقیس سے تھا اور ایک سندھی کنیز کے بطن سے متولد ہوا تھا۔

علی ابن محمد نے ۲۵۵ھ میں مہتدی باللہ کے دور میں خروج کیا اور اطراف بصرہ میں بسنے والے غلاموں کو مال و دولت اور آزادی کا لالچ دے کر اپنے ساتھ ملا لیا اور ۱۷ شوال ۲۵۷ھ میں مار دھاڑ کرتا ہوا بصرہ کے اندر داخل ہوا اور صرف دو دن میں تیس ہزار افراد کو کہ جن میں بچے بوڑھی عورتیں سب ہی تھیں موت کے گھاٹ اتار دیا اور ظلم و سفاکی اور وحشت و خونخواری کی انتہا کر دی، مکانوں کو مسمار کر دیا او مسجدوں میں آگ لگا دی اور لگاتار چودہ برس تک قتل و غارت گری کے بعد موفق کے دور میں صفر ۲۷۰ھ میں قتل ہوا اور لوگوں کو اس کی تباہ کاریوں سے نجات ملی۔

امیرالمومنین کی یہ پیشین گوئی ان پیشنگوئیوں میں سے ہے جو آپ کے علم امامت پر روشنی ڈالتی ہیں۔ چنانچہ اس کے لشکر کی جو کیفیت بیان فرمائی ہے کہ نہ اس میں گھوڑوں کے ہنہنانے کی آواز اور نہ ہتھیاروں کے کھڑکھڑانے کی صدا ہوگی۔

ایک تاریخی حیثیت رکھتی ہے۔ جیسا کہ مؤرخ طبری نے لکھا ہے کہ جب یہ خروج کے ارادے سے مقام کرخ کے قریب پہنچا تو وہاں کے لوگوں نے اُس کا خیر مقدم کیا اور ایک شخص نے ایک گھوڑا بطور تحفہ اُسے پیش کیا۔ مگر تلاش کے باوجود اس کے لیے لگام نہ مل سکی۔ آخر ایک رسّی کی لگام دے کر اُس پر سوار ہُوا۔ اور یُونہی اس کے لشکر میں اس وقت صرف تین تلواریں تھیں ایک خود اُس کے پاس اور ایک علی ابنِ جہلبی اور ایک محمد ابنِ مسلم کے پاس اور بعد میں لوٹ مار سے کچھ اور اسلحہ ان کے ہاتھ لگ گیا تھا۔

ے امیر المومنین کی پیشین گوئی تاتاریوں کے حملہ کے متعلق ہے جو ترکستان کے شمال مشرق کی جانب صحرائے منگولیا کے رہنے والے تھے۔ ان نیم وحشی قبیلوں کی زندگی لُوٹ مار اور قتل و غارت میں گزرتی تھی اور آپس میں لڑتے بھڑتے اور گرد و نواح پر حملے کرتے رہتے تھے۔ ہر قبیلہ کا سردار الگ الگ ہوتا تھا جو ان کی حفاظت کا ذمہ دار سمجھا جاتا تھا۔ چنگیز خاں جو انہی تاتاری قبائل کے حکمران خاندان کا ایک فرد اور بڑا باہمت و جرأت مند تھا ان تمام منتشر و پراگندہ قبیلوں کو منظم کرنے کے لیے اٹھا اور ان کے مزاحم ہونے کے باوجود اپنی قوت و حسنِ تدبیر سے ان پر قابو پانے میں کامیاب ہو گیا۔ اور ایک کثیر تعداد اپنے پرچم کے نیچے جمع کر کے سنہ ۶۰۲ھ میں سیلاب کی طرح اُمنڈا اور شہروں کو غرق اور آبادیوں کو ویران کرتا ہُوا شمالی چین تک کا علاقہ فتح کر لیا۔

جب اس کا اقتدار قائم ہو گیا تو اُس نے اپنے ہمسایہ ملک ترکستان کے فرمانروا علاؤ الدین خوارزم شاہ کی طرف دستِ مصالحت بڑھایا اور ایک وفد بھیج کر اس سے عہد لیا کہ تاتاری تاجر اس کے علاقہ میں خرید و فروخت کے لیے آتے جاتے رہیں گے۔ ان کے جان و مال کو کسی قسم کا گزند نہ پہنچایا جائے۔ چنانچہ کچھ عرصہ تک وہ بے کھٹکے آتے جاتے رہے۔ مگر ایک موقع پر اُس نے تاتاری تاجروں پر جاسوسی کا الزام لگا کر اُن کا مال لُوٹ لیا اور انھیں والیٔ اترار کے ذریعہ قتل کروا دیا۔ چنگیز خاں کو جب معاہدہ کی خلاف ورزی اور تاتاری تاجروں کے مارے جانے کا علم ہوا تو اُس کی آنکھوں سے شرارے برسنے لگے۔ غصّہ میں پیچ و تاب کھانے لگا اور علاؤ الدین کو پیغام بھیجا کہ وہ تاتاری تاجروں کا مال واپس کرے اور والیٔ اترار کو اس کے حوالے کرے، مگر علاؤ الدین اپنی قوت و طاقت کے نشہ میں مدہوش تھا اُس نے کوئی پروا نہ کی اور ناعاقبت اندیشی سے کام لیتے ہوئے چنگیز خاں کے ایلچی کو بھی مروا دیا۔ اب چنگیز خاں میں تابِ ضبط نہ رہی۔ اُس کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ شمشیر بکف اُٹھ کھڑا ہُوا اور تاتاری جنگجو باد رفتار گھوڑے دوڑاتے ہوئے بخارا پر چڑھ دوڑے۔ علاؤ الدین بھی چار لاکھ نبرد آزماؤں کے ساتھ مقابلہ کو نکلا مگر تاتاریوں کے تابڑ توڑ حملوں کو نہ روک سکا۔ اور چند ہی حملوں میں سپر انداختہ ہو کر جیحون کے راستہ سے نیشاپور کی طرف بھاگ کھڑا ہُوا۔ تاتاریوں نے بخارا کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ مسجدوں اور مدرسوں کو مسمار اور گھروں کو پھُونک کر راکھ کا ڈھیر کر دیا اور بلا امتیاز زن و مرد سب کو موت کے گھاٹ اُتار دیا اور اگلے سال سمر قند پر یورش کی اور اُسے بھی تباہ و برباد کر کے رکھ دیا۔

علاؤ الدین کے نکل بھاگنے کے بعد اس کے بیٹے جلال الدین خوارزم شاہ نے حکومت کی باگ ڈور سنبھال لی تھی تاتاریوں نے اس کا بھی پیچھا کیا مگر وہ دس برس تک اِدھر سے اُدھر بھاگتا پھرا اور ان کے ہاتھ نہ لگا اور آخر دریا کو عبور کر کے اپنی حدودِ سلطنت سلطنت سے باہر نکل گیا اس اثنا میں تاتاریوں نے آباد زمینوں کو ویران اور نسلِ انسانی کو تباہ کرنے میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ

رکھا نہ کوئی شہر ان کی غارت گریوں سے بچ سکا اور نہ کوئی آبادی ان کی پامالیوں سے محفوظ رہ سکی جدھر کا رُخ کیا مملکتوں کو تہ و بالا کر دیا۔ حکومتوں کا تختہ اُلٹ دیا اور تھوڑے عرصہ میں ایشیا کے بالائی حصہ پر اپنا اقتدار قائم کر لیا۔

جب ۶۲۲ھ میں چنگیز خاں کا انتقال ہوا تو اس کی جگہ اس کا بیٹا اوکتائی خاں تخت نشین ہوا جس نے ۶۲۸ھ میں جلال الدین کو ڈھونڈھ نکالا اور اُسے قتل کر دیا۔ اس کے بعد چنگیز خاں کے دوسرے لڑکے تولی خاں کا بیٹا منکو خاں تختِ حکومت پر بیٹھا۔ منکو خاں کے بعد قوبیلائی خاں مملکت کے ایک حصہ کا وارث ہوا۔ اور وسط ایشیا اس کے بھائی ہلاکو خاں کے حصہ میں آیا۔ جب سلطنت چنگیز خاں کے پوتوں میں بٹ گئی تو ہلاکو خاں اسلامی ممالک کو تسخیر کرنے کی فکر میں تھا ہی کہ خراسان کے حنفیوں نے شافعیوں کی ضد میں آ کر اسے خراسان پر حملہ کرنے کی دعوت دی۔ چنانچہ اس نے خراسان پر چڑھائی کر دی اور حنفیوں نے اپنے کو تاتاری تلواروں سے محفوظ سمجھتے ہوئے شہر کے دروازے کھول دیئے۔ مگر تاتاریوں نے حنفیوں اور شافعیوں میں کوئی امتیاز نہ کیا اور جو سامنے آیا اُسے تہ تیغ کر دیا اور وہاں کی بیشتر آبادی کو قتل کرنے کے بعد اسے اپنے مقبوضات میں داخل کر لیا اور انہی شافعیوں اور حنفیوں کے جھگڑوں نے اس کے لیے عراق تک کے فتوحات کا دروازہ کھول دیا۔ چنانچہ خراسان کو فتح کرنے کے بعد ان کی ہمت بڑھ گئی اور ۶۵۶ھ میں دو لاکھ تاتاریوں کے ساتھ بغداد کی جانب لشکر کشی کی معتصم باللہ کی فوج اور اہلِ بغداد نے مل کر مقابلہ کیا مگر اس سیلاب بلاکو روکنا اُن کے بس میں نہ تھا چنانچہ تاتاری مار دھاڑ کرتے ہوئے عاشورا کے دن بغداد کے اندر داخل ہو گئے اور چالیس دن تک اپنی خون آشام تلواروں کی پیاس بجھاتے رہے۔ گلی کوچوں میں خون کی ندیاں بہا دیں راستے لاشوں سے پاٹ دیئے لاکھوں آدمیوں کو تہ تیغ کر دیا اور معتصم باللہ کو پیروں کے نیچے روند کر مار ڈالا اور صرف وہی لوگ بچ سکے جو کنوؤں اور تہ خانوں میں چھپ کر ان کی آنکھوں سے اوجھل رہ سکے۔ یہ تھی بغداد کی وہ تباہی کہ جس سے عباسی سلطنت بنیاد سے ہل گئی اور اس کا پرچم پھر لہرا نہ سکا۔

بعض مورخین نے اس تباہی و بربادی کی ذمہ داری ابن علقمی پر عائد کی ہے کہ اس نے شیعوں کے قتلِ عام اور محلہ کرخ کی تباہی سے متاثر ہو کر نصیر الدین طوسی وزیر ہلاکو خاں کی وساطت سے اسے بغداد پر حملہ آور ہونے کی دعوت دی۔ اگر ایسا ہو بھی تو اس تاریخی حقیقت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ اس سے پہلے اسلامی ممالک پر حملہ کرنے کی تحریک خلیفہ عباسی الناصر لدین اللہ کر چکا تھا چنانچہ جب خوارزمیوں نے مرکزِ خلافت کے اقتدار کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تو اس نے چنگیز خاں کو خوارزم پر حملہ کرنے کے لیے کہلوایا تھا جس سے تاتاریوں کو یہ اندازہ ہو گیا کہ مسلمانوں میں یک جہتی و اتحاد نہیں ہے اور پھر حنفیوں نے شافعیوں کی سرکوبی کے لیے ہلاکو خاں کو بلوا بھیجا تھا جس کے نتیجہ میں خراسان پر ان کا اقتدار قائم ہو گیا اور بغداد کی طرف پیش قدمی کرنے کے لیے انہیں راستہ مل گیا۔ ان حالات میں بغداد کی تباہی کا ذمہ دار صرف ابن علقمی کو ٹھہرانا اور الناصر لدین اللہ کی تحریک اور حنفی و شافعی نزاع کو نظر انداز کر دینا حقیقت پر پردہ ڈالنا ہے۔ جبکہ بغداد کی تباہی کا پیش خیمہ یہی خراسان کی فتح تھی کہ جس کا سبب وہاں کے حنفی باشندے تھے۔ چنانچہ اسی فتح کی وجہ سے اس کا اتنا حوصلہ ہوا کہ وہ مسلمانوں کے مرکز پر حملہ آور ہو ورنہ محض ایک شخص

کے پیغام کا نتیجہ یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ بغداد ایسے قدیم مرکز پر یلغار کرتا ہوا پہنچ جاتا کہ جس کی سطوت و ہیبت کی دھاک ایک دنیا کے دلوں پر بیٹھی ہوئی تھی۔

۳؎ ذاتی طور پر عالم الغیب ہونا اور چیز ہے اور اللہ کی طرف سے کسی امر پر مطلع ہو کر خبر دینا دوسری چیز ہے انبیاء و اولیاء کو جو مستقبل کا علم ہوتا ہے وہ اللہ ہی کے سکھانے اور بتانے سے ہوتا ہے۔ اگر کوئی ذاتی طور پر مستقبل میں وقوع پذیر ہونے والی چیزوں سے آگاہ ہے تو وہ صرف اللہ سبحانہ ہے۔ البتہ وہ جس کو چاہتا ہے امور غیب پر مطلع کر دیتا ہے۔ چنانچہ اس کا ارشاد ہے:۔

عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ
أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ

وہی غیب کا جاننے والا ہے اور اپنی غیب کی بات کسی پر ظاہر نہیں کرتا، مگر جس پیغمبر کو وہ پسند فرمائے۔

یونہی امیر المومنینؑ کو بھی مستقبل کا علم تعلیم رسولؐ و القائے ربانی سے حاصل ہوتا تھا جس کے لیے آپ کا یہ کلام شاہد ہے البتہ کبھی بعض چیزوں پر مطلع کرنے کی مصلحت یا ضرورت نہیں ہوتی تو انھیں پردہ خفا میں رہنے دیا جاتا ہے جن پر کوئی آگاہ نہیں ہو سکتا، جیسا کہ قدرت کا ارشاد ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ
الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِيْ
نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِيْ
نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوْتُ إِنَّ اللّٰهَ
عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ۔

بیشک قیامت کا علم اللہ ہی کے پاس ہے اور وہی مینہ برساتا ہے اور شکموں میں جو کچھ ہے وہ جانتا ہے اور کوئی شخص یہ نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا اور نہ کوئی شخص یہ جانتا ہے کہ وہ کس سرزمین پر مرے گا۔ بیشک اللہ (ان چیزوں سے) آگاہ اور باخبر ہے۔

خطبہ ۱۲۷

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ
فِيْ ذِكْرِ الْمَكَايِيْلِ وَالْمَوَازِيْنِ

جس میں آپ نے پیمانوں اور ترازوؤں کا ذکر فرمایا ہے

عِبَادَ اللّٰهِ، إِنَّكُمْ، وَمَا تَأْمُلُوْنَ مِنْ
هٰذِهِ الدُّنْيَا أَثْوِيَاءُ۔ مُؤَجَّلُوْنَ،
وَمَدِيْنُوْنَ مُقْتَضَوْنَ۔ أَجَلٌ مَّنْقُوْصٌ
وَعَمَلٌ مَّحْفُوْظٌ۔ فَرُبَّ دَائِبٍ مُّضَيَّعٌ
وَرُبَّ كَادِحٍ خَاسِرٌ: وَقَدْ أَصْبَحْتُمْ

اللہ کے بندو! تم اور تمھاری اس دنیا سے بندھی ہوئی امیدیں مقررہ مدت کی مہمان ہیں اور ایسے قرضدار جن سے ادائیگی کا تقاضا کیا جا رہا ہے عمر ہے جو گھٹتی جا رہی ہے اور اعمال ہیں جو محفوظ ہو رہے ہیں۔ بہت سے دوڑ دھوپ کرنے والے اپنی محنت اکارت کرنے والے ہیں اور بہت سے سعی و کوشش میں لگے رہنے والے گھاٹے میں جا رہے ہیں تم

فِي زَمَنٍ لَا يَزْدَادُ الْخَيْرُ فِيهِ إِلَّا
إِدْبَاراً وَالشَّرُّ فِيهِ إِلَّا إِقْبَالاً،
وَلَا الشَّيْطَانُ فِي هَلَاكِ النَّاسِ
إِلَّا طَمَعاً، فَهٰذَا أَوَانٌ قَوِيَتْ
عُدَّتُهُ وَعَمَّتْ مَكِيدَتُهُ وَ
أَمْكَنَتْ فَرِيسَتُهُ اِضْرِبْ بِطَرْفِكَ
حَيْثُ شِئْتَ مِنَ النَّاسِ فَهَلْ تُبْصِرُ
إِلَّا فَقِيراً يُكَابِدُ فَقْراً أَوْ غَنِيّاً
بَدَّلَ نِعْمَةَ اللّٰهِ كُفْراً أَوْ بَخِيلاً اتَّخَذَ
الْبُخْلَ بِحَقِّ اللّٰهِ وَفْراً أَوْ مُتَمَرِّداً
كَأَنَّ بِأُذُنِهِ عَنْ سَمْعِ الْمَوَاعِظِ
وَقْراً، أَيْنَ خِيَارُكُمْ وَصُلَحَاؤُكُمْ،
وَأَحْرَارُكُمْ وَسُمَحَاؤُكُمْ وَأَيْنَ
الْمُتَوَرِّعُونَ فِي مَكَاسِبِهِمْ وَالْمُتَنَزِّهُونَ
فِي مَذَاهِبِهِمْ أَلَيْسَ قَدْ ظَعَنُوا جَمِيعاً عَنْ
هٰذِهِ الدُّنْيَا الدَّنِيَّةِ وَالْعَاجِلَةِ الْمُنَغِّصَةِ
وَهَلْ خُلِّفْتُمْ إِلَّا فِي حُثَالَةٍ لَا تَلْتَقِي بِذَمِّهِمُ
الشَّفَتَانِ اسْتِصْغَاراً لِقَدْرِهِمْ وَذَهَاباً
عَنْ ذِكْرِهِمْ، فَإِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ
ظَهَرَ الْفَسَادُ فَلَا مُنْكِرٌ مُغَيِّرٌ وَلَا
زَاجِرٌ مُزْدَجِرٌ فَبِهٰذَا تُرِيدُونَ
أَنْ تُجَاوِرُوا اللّٰهَ فِي دَارِ قُدْسِهِ وَ
تَكُونُوا أَعَزَّ أَوْلِيَائِهِ عِنْدَهُ؟ هَيْهَاتَ
لَا يُخْدَعُ اللّٰهُ عَنْ جَنَّتِهِ وَلَا تُنَالُ مَرْضَاتُهُ
إِلَّا بِطَاعَتِهِ۔ لَعَنَ اللّٰهُ الْآمِرِينَ

ایسے زمانہ میں ہو کہ جس میں بھلائی کے قدم پیچھے ہٹ رہے
ہیں اور برائی آگے بڑھ رہی ہے اور لوگوں کو تباہ کرنے میں
شیطان کی حرص تیز ہوتی جا رہی ہے۔ چنانچہ یہی وہ وقت
ہے کہ اس کے (ہتھکنڈوں) کا سر و سامان مضبوط ہو چکا ہے
اور اس کی سازشیں پھیل رہی ہیں اور اس کے شکار آسانی
سے پھنس رہے ہیں۔ جدھر چاہو لوگوں پر نگاہ دوڑاؤ تم
یہی دیکھو گے کہ ایک طرف کوئی فقیر فقر و فاقہ جھیل رہا ہے
اور دوسری طرف دولت مند نعمتوں کو کفرانِ نعمت سے بدل
رہا ہے اور کوئی بخیل اللہ کے حق کو دبا کر مال بڑھا رہا ہے اور
کوئی سرکش پند و نصیحت سے کان بند کئے پڑا ہے۔ کہاں ہیں
تمہارے نیک اور صالح افراد اور کہاں ہیں تمہارے عالی
حوصلہ اور کریم النفس لوگ۔ کہاں ہیں کاروبار میں (دغا و فریب
سے) بچنے والے اور اپنے طور طریقوں میں پاک و پاکیزہ رہنے
والے؟ کیا وہ سب کے سب اس ذلیل اور زندگی کا مزا کرکرا
کرنے والی تیز رو دنیا سے گزر نہیں گئے اور کیا تم ان کے بعد
ایسے رذیل اور ادنیٰ لوگوں میں نہیں رہ گئے کہ جن کے مرتبہ
کو پست و حقیر سمجھتے ہوئے اور ان کے ذکر سے پہلو بچاتے
ہوئے ہونٹ ان کی مذمت میں بھی کھلنا گوارا نہیں کرتے۔
إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔ فساد ابھر آیا ہے۔ برائی کا
وہ دور ایسا ہے کہ انقلاب کے کوئی آثار نہیں اور نہ کوئی
روک تھام کرنے والا ہے جو خود بھی باز رہے۔ کیا انہی کرتوتوں
سے جنت میں اللہ کے پڑوس میں بسنے اور اس کا گہرا دوست
بننے کا ارادہ ہے، ارے توبہ اللہ کو دھوکا دے کر اس سے
جنت نہیں لی جا سکتی اور بغیر اس کی اطاعت کے اس کی
رضامندیاں حاصل نہیں ہو سکتیں۔ خدا ان لوگوں پر لعنت کرے

بِالْمَعْرُوْفِ التَّارِكِيْنَ لَهٗ، وَالنَّاهِيْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ الْعَامِلِيْنَ بِهٖ۔

کہ جو اوروں کو بھلائی کا حکم دیں اور خود اُسے چھوڑ بیٹھیں اور دُوسروں کو بُری باتوں سے روکیں اور خود اُن پر عمل کرتے رہیں۔

خُطبہ ۱۲۸

وَمِنْ کَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لِاَبِیْ ذَرٍّ رَحِمَهُ اللهُ لَمَّا اُخْرِجَ اِلَى الرَّبَذَةِ۔

يَا اَبَا ذَرٍّ! اِنَّكَ غَضِبْتَ لِلّٰهِ فَارْجُ مَنْ غَضِبْتَ لَهٗ، اِنَّ الْقَوْمَ خَافُوْكَ عَلٰى دُنْيَاهُمْ وَخِفْتَهُمْ عَلٰى دِيْنِكَ فَاتْرُكْ فِیْ اَيْدِيْهِمْ مَا خَافُوْكَ عَلَيْهِ وَاهْرُبْ مِنْهُمْ بِمَا خِفْتَهُمْ عَلَيْهِ فَمَا اَحْوَجَهُمْ اِلٰى مَا مَنَعْتَهُمْ وَمَا اَغْنَاكَ عَمَّا مَنَعُوْكَ وَسَتَعْلَمُ مَنِ الرَّابِحُ غَدًا، وَالْاَكْثَرُ حُسَّدًا، وَلَوْ اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرَضِيْنَ كَانَتَا عَلٰى عَبْدٍ رَتْقًا ثُمَّ اتَّقَى اللهَ لَجَعَلَ اللهُ لَهٗ مِنْهُمَا مَخْرَجًا، وَلَا يُؤْنِسَنَّكَ اِلَّا الْحَقُّ، وَلَا يُوْحِشَنَّكَ اِلَّا الْبَاطِلُ فَلَوْ قَبِلْتَ دُنْيَاهُمْ لَاَحَبُّوْكَ۔ وَلَوْ قَرَضْتَ مِنْهَا لَاَمِنُوْكَ۔

جب [1] حضرت ابوذر کو ربذہ کی طرف جلا وطن کیا گیا تو اُن سے خطاب کرکے فرمایا:۔

اے ابوذر! تم اللہ کے لیے غضب ناک ہوئے ہو تو پھر جس کی خاطر یہ تمام غم و غصّہ ہے۔ اُسی سے اُمید بھی رکھو ان لوگوں کو تم سے اپنی دنیا کے متعلق خطرہ ہے اور تمھیں ان سے اپنے دین کے متعلق اندیشہ ہے لہٰذا جس چیز کے لیے انھیں تم سے کھٹکا ہے وُہ انھیں کے ہاتھ میں چھوڑ دو اور جس شے کے لیے تمھیں ان سے اندیشہ ہے۔ اسے لے کر ان سے بھاگ نکلو۔ جس چیز سے تم انھیں محروم کرکے جا رہے ہو۔ کاش کہ وُہ سمجھتے کہ وہ اس کے کتنے حاجتمند ہیں اور جس چیز کو انھوں نے تم سے روک لیا ہے اس سے تم بہت ہی بے نیاز ہو اور جلد ہی تم جان لوگے کہ کل فائدہ میں رہنے والا کون ہے اور کس پر حسد کرنے والے زیادہ ہیں، اگر یہ آسمان و زمین کسی بندے پر بند پڑے ہوں اور وُہ اللہ سے ڈرے تو وہ اُس کے لیے زمین و آسمان کی راہیں کھول دے گا تمھیں صرف حق سے دلچسپی ہونا چاہیے اور صرف باطل ہی سے گھبرانا چاہیے۔ اگر تم ان کی دُنیا قبول کرلیتے تو وہ تمھیں چاہنے لگتے اور تم اس میں کوئی حصّہ اپنے لیے مقرر کرالیتے تو وہ تم سے مطمئن ہوجاتے۔

---

[1] ابوذر غفاری کا نام جندب ابنِ جنادہ تھا۔ ربذہ کے رہنے والے تھے جو مدینہ کی مشرقی جانب ایک چھوٹا سا گاؤں تھا۔ جب بعثتِ رسولؐ کا تذکرہ سُنا تو وُہ مکہ آئے اور پوچھ گچھ کرنے کے بعد پیغمبرؐ کی خدمت میں باریاب ہوکر اسلام قبول کیا جس پر کفارِ قریش

نے انھیں طرح طرح کی تکلیفیں دیں اذیتوں پر اذیتیں پہنچائیں مگر آپ کے ثباتِ قدم میں لغزش نہ آئی۔ اسلام لانے والوں میں آپ تیسرے یا چوتھے یا پانچویں ہیں اور اس سبقتِ اسلامی کے ساتھ آپ کے زہد و اتقاء کا یہ عالم تھا کہ پیغمبرِ اکرمؐ نے فرمایا کہ ابوذر فی امتی شبیہ عیسیٰ ابن مریم فی زہدہ و ورعہ میری اُمت میں ابوذر زہد و ورع میں عیسیٰ ابنِ مریم کی مثال ہیں۔

آپ حضرتِ عمر کے دورِ حکومت میں شام چلے گئے اور حضرتِ عثمان کے زمانۂ خلافت میں بھی وہیں مقیم تھے۔ زندگی کے شب و روز ہدایت و تبلیغ کے فرائض سر انجام دیتے۔ اہلِ بیت رسولؐ کی عظمت سے روشناس کرنے اور جادۂ حق کی طرف رہنمائی فرمانے میں گزرتے تھے چنانچہ شام اور جبلِ عامل میں شیعیت کے جو اثرات پائے جاتے ہیں۔ وہ آپ ہی کی تبلیغ و مساعی کا نتیجہ اور آپ ہی کے بوئے ہوئے بیج کے برگ و بار ہیں امیرِ شام معاویہ کو ان کی یہ روش پسند نہ تھی۔ چنانچہ وہ ان کے کھلم کھلا لے دے کرنے اور حضرت عثمان کی زراندوزی و بے راہ روی کے تذکرے کرنے سے انتہائی بیزار تھے۔ مگر کچھ بنائے نہ بنتی تھی آخر اُس نے حضرتِ عثمان کو لکھا کہ اگر یہ کچھ عرصہ اور یہاں مقیم رہے تو ان اطراف کے لوگوں کو تم سے برگشتہ کر دیں گے۔ لہٰذا اس کا انسداد ہونا چاہیے۔ جس پر انھوں نے لکھا کہ ابوذر کو شترِ بے پالان پر سوار کر کے مدینہ روانہ کر دیا جائے۔ چنانچہ اس حکم کی تعمیل کی گئی اور انھیں مدینہ روانہ کر دیا گیا۔ جب آپ مدینہ پہنچے تو یہاں بھی حق و صداقت کی تبلیغ شروع کر دی۔ مسلمانوں کو پیغمبرؐ کا عہد یاد دلاتے کسروی و قیصری شان کے مظاہروں سے روکتے۔ جس پر حضرتِ عثمان جز بز ہوتے۔ اُن کی زبان بندی کی تدبیریں کرتے چنانچہ ایک دن انھیں بلا کر کہا کہ میں نے سُنا ہے کہ تم کہتے پھرتے ہو کہ پیغمبرؐ نے فرمایا تھا کہ :-

اذا کملت بنو امیۃ ثلثین رجلا — جب بنی اُمیہ کی تعداد تیس تک پہنچ جائے گی تو وہ اللہ کے شہروں

اتخذوا بلاد اللہ دولا و عباد اللہ — کو اپنی جاگیر اور اس کے بندوں کو اپنا غلام اور اُس کے دین کو

خولا و دین اللہ دخلاً۔ — فریب کاری کا ذریعہ قرار دے لیں گے۔

آپ نے کہا کہ بیشک میں نے پیغمبرِ اسلام کو یہ فرماتے سُنا تھا عثمان نے کہا کہ تم جھوٹ کہتے ہو اور پاس بیٹھنے والوں سے کہا کہ کیا تم میں سے کسی نے اس حدیث کو سُنا ہے۔ سب نے نفی میں جواب دیا۔ جس پر حضرت ابوذر نے فرمایا کہ امیر المومنینؑ علی ابن ابی طالبؑ سے دریافت کیا جائے۔ چنانچہ آپ کو بلا کر دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ ہاں یہ درست ہے اور ابوذر سچ کہتے ہیں۔ عثمان نے کہا کہ آپ کس بنا پر اس حدیث کی صحت کی گواہی دیتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ میں نے پیغمبرؐ کو فرماتے سُنا ہے کہ :-

مَا اَظلت الخضراء ولا اقلت الغبراء — کسی بولنے والے پر آسمان نے سایہ نہیں ڈالا اور زمین نے اُسے

علیٰ ذی لھجۃ اصدق من ابی ذر — نہیں اٹھایا جو ابوذر سے زیادہ راست گو ہو۔

اب حضرتِ عثمان کیا کہہ سکتے تھے اگر جھٹلاتے تو پیغمبرؐ کی تکذیب لازم آتی تھی۔ پیچ و تاب کھا کر رہ گئے اور کوئی تردید نہ کر سکے۔ اِدھر حضرت ابوذر نے سرمایہ پرستی کے خلاف کھلم کھلا کہنا شروع کر دیا اور حضرت عثمان کو دیکھتے تو اس آیت کی تلاوت فرماتے۔

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ — وہ لوگ جو سونا اور چاندی جمع کرتے رہتے ہیں اور اُسے اللہ کی راہ

وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ٥

میں خرچ نہیں کرتے اُن کو دردناک عذاب کی خوشخبری سُنا دو جس دن کہ اُن کا جمع کیا ہُوا سونا چاندی دوزخ کی آگ میں تپایا جائے گا اور اس سے ان کی پیشانیاں، پہلو اور پیٹھیں داغی جائیں گی اور ان سے کہا جائے گا کہ یہ وُہی ہے جسے تم نے اپنے لیے ذخیرہ بنا کر رکھا تھا تو اب اس ذخیرہ اندوزی کا مزا چکھو۔

حضرت عثمان نے مال و دولت کا لالچ دیا مگر اُس طائر آزاد کو سُنہری جال میں نہ جکڑ سکے۔ تشدد و سختی سے بھی کام لیا مگر اُن کی زبانِ حق ترجمان کو بند نہ کر سکے آخر انھیں مدینہ چھوڑ دینے اور ربذہ کی جانب چلے جانے کا حکم دیا اور طرید رسُول کے فرزند مروان کو اس پر مامُور کیا کہ وُہ انھیں مدینہ سے باہر نکال دے اور اس کے ساتھ یہ قہرمانی فرمان بھی صادر فرمایا کہ کوئی اُن سے کلام نہ کرے اور نہ انھیں الوداع کہے، مگر امیر المومنینؑ، امام حسنؑ، امام حسینؑ، عقیل، عبداللہ ابنِ جعفر اور عمار یاسر نے اس فرمان کی کوئی پرواہ نہ کی اور انھیں رُخصت کرنے کے لیے ساتھ ہو لیے اور اسی رُخصت کے موقعہ پر حضرتؑ نے اُن سے یہ کلمات فرمائے۔

ربذہ میں حضرت ابُوذرؓ کی زندگی بڑی ابتلاؤں میں کٹی، یہیں پر آپ کے فرزند ذر اور اہلیہ نے انتقال کیا اور جو بھیڑ بکریاں گزارے کے لیے پال رکھی تھیں وُہ بھی ہلاک ہو گئیں۔ اولاد میں صرف ایک دُختر رہ گئی جو فاقوں اور دُکھوں میں برابر کی شریک تھی، جب سامانِ زندگی ناپید ہو گئے اور فاقوں پر فاقے ہونے لگے تو اُس نے حضرت ابوذرؓ سے عرض کیا کہ بابا یہ زندگی کے دن کس طرح کٹیں گے کہیں آنا جانا چاہیے اور رزق کی تلاش کرنا چاہیے۔ جس پر حضرت ابوذر اسے ہمراہ لے کر صحرا کی طرف نکل کھڑے ہُوئے مگر گھاس پات بھی میسّر نہ آ سکا۔ آخر تھک کر ایک جگہ بیٹھ گئے اور ریت جمع کر کے اُس کا ڈھیر بنایا اور اس پر سر رکھ کر لیٹ گئے اسی عالم میں سانسیں اُکھڑ گئیں پتلیاں اوپر چڑھ گئیں نزع کی حالت طاری ہو گئی۔ جب دُختر ابوذر نے یہ حالت دیکھی تو سراسیمہ و مضطرب ہو کر کہنے لگی کہ بابا اگر آپ نے اس لق و دق صحرا میں انتقال فرمایا تو میں اکیلی کیسے دفن و کفن کا سامان کروں گی۔ آپ نے فرمایا کہ بیٹی گھبراؤ نہیں، پیغمبر اکرمؐ مجھ سے فرما گئے تھے کہ اے ابوذر تم عالمِ غربت میں مرو گے، اور کچھ عراقی تمھاری تجہیز و تکفین کریں گے۔ تم میرے مرنے کے بعد ایک چادر میرے اُوپر ڈال دینا اور سرِ راہ جا بیٹھنا اور جب ادھر سے کوئی قافلہ گزرے تو اس سے کہنا کہ پیغمبرؐ کے صحابی ابُوذر نے انتقال کیا ہے۔ چنانچہ اُن کی رحلت کے بعد وہ سرِ راہ جا کر بیٹھ گئی۔ کچھ دیر کے بعد ایک قافلہ گزرا جس میں ہلال ابن مالک مزنی، احنف ابنِ قیس تمیمی، صعصعہ ابن صوحان عبدی، اسود ابن قیس تمیمی اور مالک ابن حارث اشتر تھے۔ جب انھوں نے حضرت ابُوذر کے انتقال کی خبر سُنی تو اس بیکسی کی موت پر تڑپ اُٹھے۔ سواریاں روک لیں اور ان کی تجہیز و تکفین کے لیے سفر ملتوی کر دیا۔ مالک اشتر نے ایک حلّہ کفن کے لیے دیا جس کی قیمت چار ہزار درہم تھی اور تجہیز و تکفین کے فرائض سرانجام دے کر رخصت ہوئے۔ یہ واقعہ ۸ ذی الحجہ ۳۲ھ کا ہے۔

خطبہ ۱۲۹

وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَيَّتُهَا النُّفُوْسُ الْمُخْتَلِفَةُ وَالْقُلُوْبُ الْمُتَشَتِّتَةُ الشَّاهِدَةُ اَبْدَانُهُمْ وَالْغَائِبَةُ عَنْهُمْ عُقُوْلُهُمْ، اَظْاَرُكُمْ عَلَى الْحَقِّ وَاَنْتُمْ تَنْفِرُوْنَ عَنْهُ نُفُوْرَ الْمِعْزٰى مِنْ وَعْوَعَةِ الْاَسَدِ، هَيْهَاتَ اَنْ اَطْلَعَ بِكُمْ سِرَارَ الْعَدْلِ، اَوْ اُقِيْمَ اعْوِجَاجَ الْحَقِّ. اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ تَعْلَمُ اَنَّهٗ لَمْ يَكُنِ الَّذِيْ كَانَ مِنَّا مُنَافَسَةً فِيْ سُلْطَانٍ، وَلَا الْتِمَاسَ شَيْءٍ مِّنْ فُضُوْلِ الْحُطَامِ، وَلٰكِنْ لِّنَرِدَ الْمَعَالِمَ مِنْ دِيْنِكَ وَنُظْهِرَ الْاِصْلَاحَ فِيْ بِلَادِكَ فَيَاْمَنَ الْمَظْلُوْمُوْنَ مِنْ عِبَادِكَ وَتُقَامَ الْمُعَطَّلَةُ مِنْ حُدُوْدِكَ. اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَوَّلُ مَنْ اَنَابَ وَسَمِعَ وَاَجَابَ لَمْ يَسْبِقْنِيْ اِلَّا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ بِالصَّلٰوةِ.

وَقَدْ عَلِمْتُمْ اَنَّهٗ لَا يَنْبَغِيْ اَنْ يَّكُوْنَ الْوَالِيْ عَلَى الْفُرُوْجِ وَالدِّمَآءِ وَالْمَغَانِمِ وَالْاَحْكَامِ وَاِمَامَةِ الْمُسْلِمِيْنَ الْبَخِيْلُ فَتَكُوْنَ فِيْ اَمْوَالِهِمْ نَهْمَتُهٗ، وَلَا الْجَاهِلُ فَيُضِلَّهُمْ بِجَهْلِهٖ، وَلَا الْجَافِيْ فَيَقْطَعَهُمْ بِجَفَآئِهٖ، وَلَا الْحَآئِفُ لِلدُّوَلِ فَيَتَّخِذَ قَوْمًا دُوْنَ قَوْمٍ

اے الگ الگ طبیعتوں اور پراگندہ دل و دماغ والو کہ جن کے جسم موجود اور عقلیں گم ہیں، میں تمہیں نرمی و شفقت سے حق کی طرف لانا چاہتا ہوں اور تم اس سے اس طرح بھڑک اُٹھتے ہو جس طرح شیر کے ڈکار سے بھیڑ بکریاں، کتنا دشوار ہے کہ میں تمہارے سہارے پر چھپے ہوئے عدل کو ظاہر کروں یا حق میں پیدا کی ہوئی کجیوں کو سیدھا کروں۔ بارِ الٰہا! تو خوب جانتا ہے کہ یہ جو کچھ بھی ہم سے (جنگ و پیکار کی صورت میں) ظاہر ہوا اس لیے نہیں تھا کہ ہمیں تسلط و اقتدار کی خواہش تھی یا مالِ دُنیا کی طلب تھی بلکہ یہ اس لیے تھا کہ ہم دین کے نشانات کو (پھر ان کی جگہ پر) پلٹائیں اور تیرے شہروں میں امن و بہبودی کی صورت پیدا کریں تاکہ تیرے ستم رسیدہ بندوں کو کوئی کھٹکا نہ رہے اور تیرے وہ احکام (پھر سے) جاری ہو جائیں جنہیں بیکار بنا دیا گیا ہے۔ اے اللہ! میں پہلا شخص ہوں جس نے تیری طرف رجوع کی اور تیرے حکم کو سن کر لبیک کہی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے علاوہ کسی نے بھی نماز پڑھنے میں مجھ پر سبقت نہیں کی۔

(اے لوگو!) تمہیں یہ معلوم ہے کہ ناموس، خون، مالِ غنیمت (نفاذ) احکام اور مسلمانوں کی پیشوائی کے لیے کسی طرح مناسب نہیں کہ کوئی بخیل حاکم ہو۔ کیونکہ اس کا دانت مسلمانوں کے مال پر لگا رہے گا، اور نہ کوئی جاہل کہ وہ انہیں اپنی جہالت کی وجہ سے گمراہ کرے گا۔ اور نہ کوئی کج خلق کہ وہ اپنی تند مزاجی سے چرکے لگاتا رہے گا، اور نہ کوئی مال و دولت میں بے راہ روی کرنے والا کہ وہ کچھ لوگوں کو دے گا اور کچھ

وَلَا الْمُرْتَشِي فِي الْحُكْمِ فَيَذْهَبَ بِالْحُقُوقِ وَيَقِفَ بِهَا دُونَ الْمَقَاطِعِ، وَلَا الْمُعَطِّلُ لِلسُّنَّةِ فَيُهْلِكَ الْأُمَّةَ۔

کو محروم کر دے گا اور نہ فیصلہ کرتے ہیں رشوت لینے والا کہ وُہ دوسروں کے حقوق کو رائیگاں کر دے گا اور انہیں انجام تک نہ پہنچائے گا اور نہ کوئی سُنّت کو بیکار کر دینے والا کہ وہ اُمّت کو تباہ و برباد کر دے گا۔

خطبہ ١٣٠

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

نَحْمَدُهُ عَلَى مَا أَخَذَ وَأَعْطَى، وَعَلَى مَا أَبْلَى وَابْتَلَى الْبَاطِنُ لِكُلِّ خَفِيَّةٍ وَالْحَاضِرُ لِكُلِّ سَرِيرَةٍ الْعَالِمُ بِمَا تُكِنُّ الصُّدُورُ وَمَا تَخُونُ الْعُيُونُ وَنَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ غَيْرُهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ نَجِيبُهُ وَبَعِيثُهُ شَهَادَةً يُوَافِقُ فِيهَا السِّرُّ الْإِعْلَانَ وَالْقَلْبُ اللِّسَانَ۔

وُہ جو کچھ لے اور جو کچھ دے اور جو نعمتیں بخشے اور جن آزمائشوں میں ڈالے (سب پر) ہم اس کی حمد و ثنا کرتے ہیں۔ وُہ ہر چھپی ہوئی چیز کی گہرائیوں سے آگاہ، اور ہر پوشیدہ شئے پر حاضر و ناظر ہے۔ وُہ سینوں میں چھپی ہوئی چیزوں اور آنکھوں کی چوری چھپے اشاروں کا جاننے والا ہے۔ ہم گواہی دیتے ہیں کہ اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمّد صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اُس کے برگزیدہ (بندے) اور فرستادہ (رسول) ہیں۔ ایسی گواہی کہ جس میں ظاہر و باطن یکساں اور دل و زبان ہمنوا ہیں۔

(مِنْهَا) فَإِنَّهُ وَاللّٰهِ الْجِدُّ لَا اللَّعِبُ وَالْحَقُّ لَا الْكَذِبُ۔ وَمَا هُوَ إِلَّا الْمَوْتُ قَدْ أَسْمَعَ دَاعِيهِ وَأَعْجَلَ حَادِيهِ، فَلَا يَغُرَّنَّكَ سَوَادُ النَّاسِ مِنْ نَّفْسِكَ فَقَدْ رَأَيْتَ مَنْ كَانَ قَبْلَكَ مِمَّنْ جَمَعَ الْمَالَ وَحَذِرَ الْإِقْلَالَ وَأَمِنَ الْعَوَاقِبَ طُولَ أَمَلٍ وَاسْتِبْعَادَ أَجَلٍ۔ كَيْفَ نَزَلَ بِهِ الْمَوْتُ فَأَزْعَجَهُ عَنْ وَطَنِهِ۔ وَأَخَذَهُ مِنْ مَّأْمَنِهِ مَحْمُولًا

اسی خطبہ کا ایک جُزء یہ ہے۔ خدا کی قسم وہ چیز جو سراسر حقیقت ہے ہنسی کھیل نہیں اور سرتاپا حق ہے جھوٹ نہیں وہ صرف موت ہے اس کے پکارنے والے نے اپنی آواز پہنچا دی ہے اور اس کے ہنکانے والے نے جلدی مچا رکھی ہے۔ یہ (زندہ) لوگوں کی کثرت تمہارے نفس کو دھوکا نہ دے (کہ اپنی موت کو بھول جاؤ) تم ان لوگوں کو جو تم سے پہلے تھے جنھوں نے مال و دولت کو سمیٹا تھا۔ جو افلاس سے ڈرتے تھے اور اُمیدوں کی درازی اور موت کی دُوری کا (فریب کھا کر) نتائج سے بے خوف بن چکے تھے۔ دیکھ چکے ہو کہ کس طرح موت اُن پر ٹوٹ پڑی کہ انھیں وطن سے نکال باہر کیا اور ان کی جائے

عَلٰى أَعْوَادِ الْمَنَايَا، يَتَعَاطٰى بِهِ الرِّجَالُ الرِّجَالَ، حَمْلًا عَلَى الْمَنَاكِبِ وَإِمْسَاكًا بِالْأَنَامِلِ. أَمَا رَأَيْتُمُ الَّذِينَ يَأْمُلُونَ بَعِيدًا، وَيَبْنُونَ مَشِيدًا، وَيَجْمَعُونَ كَثِيرًا، كَيْفَ أَصْبَحَتْ بُيُوتُهُمْ قُبُورًا، وَمَا جَمَعُوا بُورًا، وَصَارَتْ أَمْوَالُهُمْ لِلْوَارِثِينَ، وَأَزْوَاجُهُمْ لِقَوْمٍ آخَرِينَ، لَا فِي حَسَنَةٍ يَزِيدُونَ، وَلَا مِنْ سَيِّئَةٍ يَسْتَعْتِبُونَ. فَمَنْ أَشْعَرَ التَّقْوٰى قَلْبَهُ بَرَّزَ مَهَلُهُ، وَفَازَ عَمَلُهُ. فَاهْتَبِلُوا هَبَلَهَا، وَاعْمَلُوا لِلْجَنَّةِ عَمَلَهَا. فَإِنَّ الدُّنْيَا لَمْ تُخْلَقْ لَكُمْ دَارَ مُقَامٍ، بَلْ خُلِقَتْ لَكُمْ مَجَازًا لِتَزَوَّدُوا مِنْهَا الْأَعْمَالَ إِلٰى دَارِ الْقَرَارِ. فَكُونُوا مِنْهَا عَلٰى أَوْفَازٍ، وَقَرِّبُوا الظُّهُورَ لِلزِّيَالِ.

اُن سے انھیں اپنی گرفت میں لے لیا اس عالم میں کہ وہ تابوت پر لدے ہوئے تھے اور لوگ یکے بعد دیگرے کندھا دے رہے تھے اور اپنی انگلیوں (کے سہارے) سے روکے ہوئے تھے۔ کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا کہ جو دور کی اُمیدیں لگائے بیٹھے تھے۔ جنھوں نے مضبوط محل بنائے تھے اور ڈھیروں مال جمع کیا تھا کس طرح ان کے گھر قبروں میں بدل گئے اور جمع شدہ پونجی تباہ ہوگئی اور ان کا مال وارثوں کا ہوگیا۔ اور ان کی بیویاں دوسروں کے پاس پہنچ گئیں (اب) نہ وہ نیکیوں میں کچھ اضافہ کر سکتے ہیں اور نہ اس کا کوئی موقع ہے کہ وہ کسی گناہ کے بعد (توبہ کرکے) اللہ کی رضامندیاں حاصل کرلیں۔ جس شخص نے اپنے دل کو تقویٰ شعار بنالیا وہ بھلائیوں میں سبقت لے گیا اور اس کا کیا کرایا سوارت ہوا۔ تقویٰ حاصل کرنے کا موقع غنیمت سمجھو اور جنت کے لیے جو عمل ہونا چاہیے اُسے انجام دو۔ کیونکہ دنیا تمھاری قیام گاہ نہیں بنائی گئی۔ بلکہ یہ تو تمھارے لیے گزرگاہ ہے تاکہ تم اس سے اپنی مستقل قیام گاہ کے لیے زاد اکٹھا کرسکو۔ اس دنیا سے چل نکلنے کے لیے آمادہ رہو، اور کوچ کے لیے سواریاں اپنے سے قریب کرلو (کہ وقت آنے پر بآسانی سوار ہوسکو)۔

خطبہ ۱۳۱

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ:
وَانْقَادَتْ لَهُ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةُ بِأَزِمَّتِهَا، وَقَذَفَتْ إِلَيْهِ السَّمٰوٰتُ وَالْأَرَضُونَ مَقَالِيدَهَا، وَسَجَدَتْ لَهُ بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ الْأَشْجَارُ النَّاضِرَةُ

دنیا و آخرت اپنی باگ ڈور اللہ کو سونپے ہوئے اُس کے زیر فرمان ہے اور آسمان و زمین نے اپنی کنجیاں اس کے آگے ڈال دی ہیں اور تر و تازہ و شاداب درخت صبح و شام اس کے آگے سربسجود ہیں اور اپنی شاخوں سے چمکتی ہوئی آگ (کے شعلے) بھڑکاتے ہیں اور اس کے حکم سے

وَقَدَحَتْ لَهُ مِنْ قُضُبَانِهَا
النِّيرَانُ الْمُضِيئَةُ وَآتَتْ أُكُلَهَا
بِكَلِمَاتِهِ الثِّمَارُ الْيَانِعَةُ۔

(مِنْهَا) وَكِتَابُ اللهِ بَيْنَ
أَظْهُرِكُمْ نَاطِقٌ لَا يَعْيَى لِسَانُهُ
وَبَيْتٌ لَا تُهْدَمُ أَرْكَانُهُ، وَ
عِزٌّ لَا تُهْزَمُ أَعْوَانُهُ۔

(وَمِنْهَا) أَرْسَلَهُ عَلَى حِينِ
فَتْرَةٍ مِنَ الرُّسُلِ وَتَنَازُعٍ
مِنَ الْأَلْسُنِ، فَقَفَّى بِهِ الرُّسُلَ
وَخَتَمَ بِهِ الْوَحْيَ فَجَاهَدَ فِي
اللهِ الْمُدْبِرِينَ عَنْهُ وَ
الْعَادِلِينَ بِهِ۔

(وَمِنْهَا) وَإِنَّمَا الدُّنْيَا
مُنْتَهَى بَصَرِ الْأَعْمَى، لَا يُبْصِرُ
وَرَاءَهَا شَيْئًا وَالْبَصِيرُ
يَنْفُذُهَا بَصَرُهُ وَيَعْلَمُ أَنَّ
الدَّارَ وَرَاءَهَا، فَالْبَصِيرُ مِنْهَا
شَاخِصٌ وَالْأَعْمَى إِلَيْهَا شَاخِصٌ
وَالْبَصِيرُ مِنْهَا مُتَزَوِّدٌ، وَ
الْأَعْمَى لَهَا مُتَزَوِّدٌ۔

(وَمِنْهَا) وَاعْلَمُوا أَنَّهُ لَيْسَ
مِنْ شَيْءٍ إِلَّا وَيَكَادُ صَاحِبُهُ أَنْ يَشْبَعَ
مِنْهُ وَيَمَلَّهُ إِلَّا الْحَيَاةَ فَإِنَّهُ لَا يَجِدُ
لَهُ فِي الْمَوْتِ رَاحَةً وَإِنَّمَا ذَلِكَ

(پھل پھول کر) پکے ہوئے میووں (کی ڈالیاں) پیش کرتے ہیں

اسی خطبہ کا ایک جز یہ ہے۔ اللہ کی کتاب تمہارے سامنے اس طرح (کھل کر) بولنے والی ہے کہ اس کی زبان کہیں لڑکھڑاتی نہیں اور ایسا گھر ہے جس کے کھمبے سرنگوں نہیں ہوتے اور ایسی عزت ہے کہ اس کے معاون شکست نہیں کھاتے۔

اسی خطبہ کے ذیل میں فرمایا۔ اللہ نے آپ کو اس وقت بھیجا جبکہ رسولوں کی بعثت کا سلسلہ رکا پڑا تھا اور لوگوں میں جتنے منہ تھے۔ اتنی باتیں تھیں۔ چنانچہ آپ کو سب رسولوں سے آخر میں بھیجا اور آپ کے ذریعہ سے وحی کا سلسلہ ختم کیا۔ آپ نے اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے جہاد کیا جو اس سے پیٹھ پھرائے ہوئے تھے اور دوسروں کو اس کا ہمسر ٹھہرا رہے تھے۔

اسی خطبہ کا ایک جز یہ ہے۔ (دل کے) اندھے کا منتہائے نظر یہی دنیا ہوتی ہے کہ اسے اس کے سوا کچھ نظر نہیں آتا اور نظر رکھنے والے کی نگاہیں اس سے پار چلی جاتی ہیں اور وہ اس امر کا یقین رکھتا ہے کہ اس کے بعد بھی ایک گھر ہے۔ نگاہ رکھنے والا اس سے نکلنا چاہتا ہے اور اندھا اسی پر نظریں جمائے رہتا ہے۔ بابصیرت اس سے (آخرت کے لیے) زاد حاصل کرتا ہے اور بے بصیرت اسی کے سروسامان میں لگا رہتا ہے۔

اسی خطبہ کا ایک جز یہ ہے تمہیں جاننا چاہیے کہ ہر شے سے آدمی کبھی کبھی سیر ہو جاتا ہے اور اکتا جاتا ہے سوا زندگی کے وہ کبھی مرنے میں راحت نہیں محسوس کرتا اور یہ اس حکمت کی طرح ہے کہ جو قلب مردہ کے لیے، حیات، اندھی آنکھوں

بِمَنْزِلَةِ الْحِكْمَةِ الَّتِي هِيَ حَيَاةٌ لِلْقَلْبِ الْمَيِّتِ، وَبَصَرٌ لِلْعَيْنِ الْعَمْيَاءِ، وَ سَمْعٌ لِلْأُذُنِ الصَّمَّاءِ، وَرِيٌّ لِلظَّمْآنِ وَفِيهَا الْغِنَى كُلُّهُ وَالسَّلَامَةُ كِتَابُ اللهِ تُبْصِرُونَ بِهِ، وَتَنْطِقُونَ بِهِ، وَتَسْمَعُونَ بِهِ، وَيَنْطِقُ بَعْضُهُ بِبَعْضٍ، وَيَشْهَدُ بَعْضُهُ عَلَى بَعْضٍ وَلَا يَخْتَلِفُ فِي اللهِ وَلَا يُخَالِفُ بِصَاحِبِهِ عَنِ اللهِ۔ قَدِ اصْطَلَحْتُمْ عَلَى الْغِلِّ فِيمَا بَيْنَكُمْ، وَنَبَتَ الْمَرْعَى عَلَى دِمَنِكُمْ، وَتَصَافَيْتُمْ عَلَى حُبِّ الْآمَالِ وَتَعَادَيْتُمْ فِي كَسْبِ الْأَمْوَالِ لَقَدِ اسْتَهَامَ بِكُمُ الْخَبِيثُ وَتَاهَ بِكُمُ الْغُرُورُ، وَاللهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَى نَفْسِي وَأَنْفُسِكُمْ۔

کے لیے بینائی۔ بہرے کانوں کے لیے شنوائی اور تشنہ کام کے لیے سیرابی ہے، اور اسی میں پورا پورا سامانِ کفایت و سروسامان حفاظت ہے۔ یہ اللہ کی کتاب ہے کہ جس کے ذریعہ تمھیں سجھائی دیتا ہے اور تمھاری زبان میں گویائی آتی ہے اور (حق کی آواز) سنتے ہو۔ اس کے کچھ حصے کچھ حصوں کی وضاحت کرتے ہیں اور بعض بعض کی صداقت کی گواہی دیتے ہیں یہ ذات الٰہی کے متعلق الگ الگ نظریے نہیں پیش کرتا اور نہ اپنے ساتھی کو اس کی راہ سے ہٹا کر کسی اور راہ پر لگا دیتا ہے (مگر) تم نے دلی کدورتوں اور گھوروں پر اُگے ہوئے سبزہ کی خواہش پر ایکا کر لیا ہے۔ اُمیدوں کی چاہت پر تو تم میں صلح صفائی ہے اور مال کے کمانے پر ایک دوسرے سے دشمنی رکھتے ہو۔ تمھیں (شیطان) خبیث نے بھٹکا دیا ہے اور فریبوں نے تمھیں بہکا رکھا ہے۔ میرے اور تمھارے نفسوں کے مقابل میں اللہ ہی مددگار ہے۔

خطبہ ۱۳۲

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَقَدْ شَاوَرَهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فِي الْخُرُوجِ إِلَى غَزْوِ الرُّومِ بِنَفْسِهِ۔

وَقَدْ تَوَكَّلَ اللهُ لِأَهْلِ هٰذَا الدِّينِ بِإِعْزَازِ الْحَوْزَةِ وَسَتْرِ الْعَوْرَةِ، وَ الَّذِي نَصَرَهُمْ وَهُمْ قَلِيلٌ لَا يَنْتَصِرُونَ وَمَنَعَهُمْ، وَهُمْ قَلِيلٌ لَا يَمْتَنِعُونَ: حَيٌّ لَا يَمُوتُ۔ إِنَّكَ مَتَى

جب حضرت عمر ابن خطاب نے غزوہ روم میں شرکت کے لیے حضرت سے مشورہ لیا تو آپ نے فرمایا:۔

اللہ نے دین والوں کی حدوں کو تقویت پہنچانے اور ان کی غیر محفوظ جگہوں کو (دشمن کی) نظر سے بچائے رکھنے کا ذمہ لے لیا ہے۔ وہی خدا (اب بھی) زندہ و غیر فانی ہے کہ جس نے اس وقت ان کی تائید و نصرت کی تھی جبکہ وہ اتنے تھوڑے تھے کہ دشمن سے انتقام نہیں لے سکتے تھے اور ان کی حفاظت کی جب وہ اتنے کم تھے کہ اپنے کو محفوظ

تَسِرْ إِلَى هٰذَا الْعَدُوِّ بِنَفْسِكَ
فَتَلْقَهُمْ بِشَخْصِكَ فَتُنْكَبْ
لَا تَكُنْ لِلْمُسْلِمِينَ كَانِفَةٌ دُونَ
أَقْصَى بِلَادِهِمْ. لَيْسَ بَعْدَكَ
مَرْجِعٌ يَرْجِعُونَ إِلَيْهِ. فَابْعَثْ
إِلَيْهِمْ رَجُلًا مُجَرَّبًا وَاحْفِزْ
مَعَهُ أَهْلَ الْبَلَاءِ وَالنَّصِيحَةِ، فَإِنْ
أَظْهَرَ اللّٰهُ فَذَاكَ مَا تُحِبُّ، وَإِنْ
تَكُنِ الْأُخْرَى كُنْتَ رِدْءًا لِلنَّاسِ
وَمَثَابَةً لِلْمُسْلِمِينَ.

نہیں رکھ سکتے تھے۔ تم اگر خود ان دشمنوں کی طرف بڑھے اور ان سے ٹکرائے اور کسی افتاد میں پڑ گئے تو اس صورت میں مسلمانوں کے لیے دور کے شہروں کے پہلے کوئی ٹھکانا نہ رہے گا اور نہ تمہارے بعد کوئی ایسی پلٹنے کی جگہ ہوگی کہ اس کی طرف پلٹ کر آسکیں۔ تم ان کی طرف (اپنے بجائے) کوئی تجربہ کار آدمی بھیجو اور اس کے ساتھ اچھی کارکردگی والے اور خیرخواہی کرنے والے لوگوں کو بھیج دو۔ اگر اللہ نے غلبہ دے دیا تو تم یہی چاہتے ہو اگر دوسری صورت (شکست) ہو گئی تو تم لوگوں کے لیے ایک مددگار اور مسلمانوں کے لیے پلٹنے کا مقام ہو گے۔

لہ امیر المومنینؑ کے متعلق یہ عجیب روش اختیار کی جاتی ہے کہ ایک طرف تو یہ کہا جاتا ہے کہ آپ امورِ سیاست سے بے خبر اور طریقِ جہانبانی سے ناآشنا تھے کہ جس سے یہ غرض ہوتی ہے کہ بنی امیہ کے ہوسِ اقتدار سے پیدا کی ہوئی شورشوں کو آپ کی کمزوریٔ سیاست کا نتیجہ قرار دیا جائے اور دوسری طرف خلفائے وقت نے مملکت کے اہم معاملات اور کفار سے محاربات کے سلسلہ میں جو مختلف مواقع پر آپ سے مشورے لیے انہیں بڑی اہمیت دے کر اچھالا جاتا ہے جس سے یہ مقصد نہیں ہوتا کہ آپ کی صحتِ فکر و نظر اصابتِ رائے اور تدبر بصیرت کو پیش کیا جائے بلا صرف یہ غرض ہوتی ہے کہ آپ اور خلفاء میں اتحاد، یگانگت اور یک جہتی کا مظاہرہ کیا جائے تاکہ ادھر توجہ ہی مبذول نہ ہونے پائے کہ آپ کسی مرحلہ پر ان سے متصادم بھی رہے ہیں اور باہم اختلاف و مناقشات بھی رونما ہوتے رہے ہیں۔ چنانچہ تاریخی حقائق اس کے شاہد ہیں کہ آپ ان کے نظریات سے اختلاف کرتے تھے اور ان کے ہر اقدام کو درست و صحیح نہ سمجھتے تھے جیسا کہ خطبہ شقشقیہ میں ہر دور کے متعلق واشگاف لفظوں میں تبصرہ کرتے ہوئے اپنے اختلاف رائے اور غم و غصہ کا اظہار فرمایا ہے۔ لیکن اس اختلاف کے معنی یہ نہیں ہیں کہ اسلامی و اجتماعی مفاد کے سلسلہ میں صحیح رہنمائی نہ کی جائے۔ پھر امیر المومنینؑ کی سیرت تو اتنی بلند تھی کہ کسی کو یہ خیال بھی نہیں ہو سکتا کہ آپ کسی ایسے مشورے سے پہلو تہی کریں گے کہ جس سے مفادِ عامہ وابستہ ہو یا کوئی ایسا مشورہ دیں گے جس سے مصالحِ عامہ کو نقصان پہنچے۔ اسی لیے نظریات کے اختلاف کے باوجود آپ سے مشورے لیے جاتے تھے جس سے آپ کے کردار کی عظمت اور صحتِ فکر و نظر پہ روشنی پڑتی ہے اور جس طرح پیغمبر اکرمؐ کی سیرت کا یہ نمایاں جوہر ہے کہ کفارِ قریش آپ کو دعوتِ نبوت میں جھٹلانے کے باوجود بہترین امانت دار سمجھتے تھے اور کبھی آپ کی امانت پر شبہہ نہ کر سکے بلکہ مخالفت کے ہنگاموں میں بھی اپنی امانتیں بے کھٹکے آپ کے سپرد کر دیتے تھے اور کبھی یہ وہم بھی نہ کرتے تھے کہ ان کی امانتیں خرد برد ہو جائیں گی۔ یوں ہی امیر المومنینؑ بھی

وثوق و اعتماد کی اس سطح بلند پر سمجھے جاتے تھے کہ دوست و دشمن ان کی اصابت رائے پر اعتماد کرتے تھے تو جس طرح پیغمبرؐ کے طرزِ عمل سے ان کے کمال امانتداری کا پتہ چلتا ہے اور اس سے یہ نتیجہ نہیں نکالا جاتا کہ ان میں اور کفار میں یگانگت تھی کیونکہ امانت اپنے مقام پر ہے اور کفر و اسلام کا ٹکراؤ اپنے مقام پر اسی طرح امیرالمومنین خلفاء سے اختلاف رکھنے کے باوجود ان کی نظروں میں ملی و قومی مفاد کے محافظ اور اسلام کی فلاح و بہبود کے نگران سمجھے جاتے تھے، چنانچہ جہاں نوعی مفاد کا سوال پیدا ہوتا تھا آپ سے مشورہ لیا جاتا تھا اور آپ شخصی اغراض کی سطح سے بلند ہو کر اپنی بے لاگ رائے کا اظہار فرما دیتے تھے اور حدیث نبوی المستشار موتمن مشیر امین ہوتا ہے کے پیش نظر کبھی غل و غش گوارا نہ کرتے تھے، چنانچہ جنگ فلسطین کے موقعہ پر جب حضرت عمر نے اپنی شرکت کے بارے میں اُن سے مشورہ لیا تو قطع نظر اس سے کہ آپ کی رائے ان کے جذبات کے موافق ہو، یا مخالف آپ اسلام کی عزت و بقا کا لحاظ کرتے ہوئے انہیں اپنی جگہ پر ٹھہرے رہنے کا مشورہ دیتے ہیں اور محاذِ جنگ میں ایسے شخص کو بھیجنے کی رائے دیتے ہیں کہ جو آزمودہ کار اور فنون حرب و ضرب میں ماہر ہو۔ کیونکہ ناتجربہ کار آدمی کے چلے جانے سے اسلام کی بندھی ہوئی ہوا اکھڑ جاتی اور پیغمبرؐ کے زمانہ سے جو مسلمانوں کی دھاک بیٹھ چکی تھی ختم ہو جاتی اور ان کے چلے جانے سے فتح و کامرانی کے بجائے شکست و ہزیمت کے آثار آپ کو نظر آ رہے تھے اس لیے انھیں روک دینے ہی میں اسلامی مفاد نظر آیا چنانچہ اس کا اظہار ان لفظوں میں فرمایا ہے کہ اگر تمھیں میدان چھوڑ کر پلٹنا پڑے تو یہ صرف تمہاری شکست نہ ہوگی بلکہ اس سے مسلمان بددل ہو کر حوصلہ چھوڑ بیٹھیں گے اور میدان جنگ سے روگرداں ہو کر تتر بتر ہو جائیں گے کیونکہ رئیس لشکر کے میدان چھوڑ دینے سے لشکر کے قدم جم نہ سکیں گے اور ادھر مرکز کے خالی ہو جانے کی وجہ سے یہ توقع بھی نہ کی جا سکے گی کہ عقب سے مزید فوجی کمک آجائے گی کہ جس سے لڑنے بھڑنے والوں کی ڈھارس بندھی رہے۔

یہ ہے وہ مشورہ جسے باہمی روابط پر دلیل بنا کر پیش کیا جاتا ہے حالانکہ یہ مشورہ صرف اسلام کی سربلندی اور اس کی عزت و بقا کے پیش نظر تھا جو آپ کو ہر مفاد سے زیادہ عزیز تھی اور کسی شخص خاص کی جان عزیز نہ تھی کہ جس کی بنا پر اسے جنگ میں شرکت سے روکا ہو۔

خطبہ ۱۳۳

وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

وَقَدْ وَقَعَتْ مُشَاجَرَةٌ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ عُثْمَانَ فَقَالَ الْمُغِيْرَةُ ابْنُ الْاَخْنَسِ لِعُثْمَانَ اَنَا اَكْفِيْكَهٗ فَقَالَ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِلْمُغِيْرَةِ:-

آپ میں اور عثمان ابن عفان میں کچھ بحث ہوئی تو مغیرہ ابن اخنس نے عثمان سے کہا میں تمہاری طرف سے نپٹے لیتا ہوں، جس پر آپ نے مغیرہ سے کہا:-

اے بے اولاد لعین کے بیٹے اور ایسے درخت

يَابْنَ اللَّعِينِ الْأَبْتَرِ، وَالشَّجَرَةِ الَّتِي لَا أَصْلَ لَهَا وَلَا فَرْعَ، أَنْتَ تَكْفِينِي؟ وَاللهِ مَا أَعَزَّ اللهُ مَنْ أَنْتَ نَاصِرُهُ وَلَا قَامَ مَنْ أَنْتَ مُنْهِضُهُ. اُخْرُجْ عَنَّا أَبْعَدَ اللهُ نَوَاكَ، ثُمَّ ابْلُغْ جُهْدَكَ فَلَا أَبْقَى اللهُ عَلَيْكَ إِنْ أَبْقَيْتَ.

کے پھل جس کی نہ کوئی جڑ ہے نہ شاخ تو بھلا مجھ سے کیا نپٹے گا۔ خدا کی قسم جس کا تجھ ایسا مددگار ہو، اللہ اُسے غلبہ و سرفرازی نہیں دیتا اور جس کا تجھ ایسا اُبھارنے والا ہو (وہ اپنے پیروں پر) کھڑا نہیں ہو سکتا۔ ہم سے دُور ہو خدا تیری منزل کو دُور ہی رکھے اور اس کے بعد جو بن پڑے کرنا اور اگر کچھ بھی مجھ پر ترس کھائے تو خدا تجھ پر رحم نہ کرے

لے مغیرہ ابن اخنس عثمان کے ہوا خواہوں میں سے تھا۔ اس کا بھائی ابو الحکم ابن اخنس اُحد میں امیر المومنینؑ کے ہاتھ سے مارا گیا تھا جس کی وجہ سے یہ حضرت کی طرف سے دل میں کینہ و عناد رکھتا تھا۔ اس کا باپ اُن لوگوں میں سے تھا جو فتح مکّہ کے موقعہ پر بظاہر ایمان لے آئے۔ مگر دلوں میں کفر و نفاق لیے ہوئے تھے، اس لیے اسے لعین فرمایا ہے اور ابتر اس لیے کہا ہے کہ جس کی مغیرہ ایسی اولاد ہو وہ بے اولاد ہی سمجھے جانے کے لائق ہے۔

خطبہ ۱۳۴

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

لَمْ تَكُنْ بَيْعَتُكُمْ إِيَّايَ فَلْتَةً وَلَيْسَ أَمْرِي وَأَمْرُكُمْ وَاحِدًا، إِنِّي أُرِيدُكُمْ لِلّٰهِ وَأَنْتُمْ تُرِيدُونَنِي لِأَنْفُسِكُمْ. أَيُّهَا النَّاسُ أَعِينُونِي عَلَى أَنْفُسِكُمْ وَايْمُ اللهِ لَأُنْصِفَنَّ الْمَظْلُومَ مِنْ ظَالِمِهِ وَلَأَقُودَنَّ الظَّالِمَ بِخِزَامَتِهِ، حَتَّى أُورِدَهُ مَنْهَلَ الْحَقِّ وَإِنْ كَانَ كَارِهًا.

تم نے میری بیعت اچانک اور بے سوچے سمجھے نہیں کی تھی اور نہ میرا اور تمہارا معاملہ یکساں ہے میں تمہیں اللہ کے لیے چاہتا ہوں اور تم مجھے اپنے شخصی فوائد کے لیے چاہتے ہو۔ اے لوگو! اپنی نفسانی خواہشوں کے مقابلہ میں میری اعانت کرو۔ خدا کی قسم میں مظلوم کا اس کے ظالم سے بدلہ لوں گا اور ظالم کی ناک میں نکیل ڈال کر اُسے سرچشمۂ حق تک کھینچ کر لے جاؤں گا۔ اگرچہ اُسے یہ ناگوار کیوں نہ گزرے

خطبہ ۱۳۵

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

فِي مَعْنَى طَلْحَةَ وَالزُّبَيْرِ:-

وَاللهِ مَا أَنْكَرُوا عَلَيَّ مُنْكَرًا، وَلَا جَعَلُوا بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ نِصْفًا، وَإِنَّهُمْ

طلحہ و زبیر کے متعلق ارشاد فرمایا:-

خدا کی قسم! انھوں نے مجھ پر کوئی سچّا الزام نہیں لگایا اور نہ اُنھوں نے میرے اور اپنے درمیان انصاف برتا وہ

لَيَطْلُبُونَ حَقًّا هُمْ تَرَكُوهُ، وَ
دَمًا هُمْ سَفَكُوهُ، فَإِنْ كُنْتُ
شَرِيكَهُمْ فِيهِ فَإِنَّ لَهُمْ نَصِيبَهُمْ
مِنْهُ؛ وَإِنْ كَانُوا وَلُوهُ دُونِي
فَمَا الطَّلِبَةُ إِلَّا قِبَلَهُمْ وَإِنَّ
أَوَّلَ عَدْلِهِمْ لَلْحُكْمُ عَلَى أَنْفُسِهِمْ
إِنَّ مَعِي لَبَصِيرَتِي مَا لَبَسْتُ
وَلَا لُبِسَ عَلَيَّ وَإِنَّهَا لَلْفِئَةُ
الْبَاغِيَةُ فِيهَا الْحَمَا وَالْحُمَةُ
وَالشُّبْهَةُ الْمُغْدِفَةُ، وَإِنَّ
الْأَمْرَ لَوَاضِحٌ؛ وَقَدْ زَاحَ
الْبَاطِلُ عَنْ نِصَابِهِ، وَانْقَطَعَ
لِسَانُهُ عَنْ شَغْبِهِ وَأَيْمُ
اللهِ لَأُفْرِطَنَّ لَهُمْ حَوْضًا أَنَا
مَاتِحُهُ لَا يَصْدُرُونَ عَنْهُ
بِرِيٍّ، وَلَا يَعُبُّونَ بَعْدَهُ
فِي حَسْيٍ

(مِنْهُ) فَأَقْبَلْتُمْ إِلَيَّ إِقْبَالَ
الْعُوذِ الْمَطَافِيلِ عَلَى أَوْلَادِهَا
تَقُولُونَ الْبَيْعَةَ الْبَيْعَةَ
قَبَضْتُ كَفِّي فَبَسَطْتُمُوهَا،
وَنَازَعَتْكُمْ يَدِي فَجَاذَبْتُمُوهَا
اللَّهُمَّ إِنَّهُمَا قَطَعَانِي وَ
ظَلَمَانِي، وَنَكَثَا بَيْعَتِي
وَأَلَّبَا النَّاسَ عَلَيَّ، فَاحْلُلْ

مجھ سے اس حق کا مطالبہ کرتے ہیں جسے خود ہی انھوں نے چھوڑ دیا اور اس خون کا عوض چاہتے ہیں۔ جسے انھوں نے خود بہایا ہے۔ اب اگر اس میں میں ان کا شریک تھا تو پھر اس میں ان کا بھی تو حصہ نکلتا ہے اور اگر وہی اس کے مرتکب ہوئے ہیں میں نہیں تو پھر اس کا مطالبہ صرف انہی سے ہونا چاہیے اور ان کے عدل و انصاف کا پہلا قدم یہ ہونا چاہیے کہ وہ اپنے خلاف حکم لگائیں اور میرے ساتھ میری بصیرت کی جلوہ گری ہے، نہ میں نے خود (جان بوجھ کر) کبھی اپنے کو دھوکا دیا اور نہ مجھے واقعی کبھی دھوکا ہوا اور بلاشبہ یہی وہ باغی گروہ ہے جس میں ایک ہمارا سگا (زبیر) اور ایک بچھو کا ڈنک (حمیرا) ہے اور حق پر سیاہ پردے ڈالنے والے شبہے ہیں (اب تو) حقیقت حال کھل کر سامنے آچکی ہے اور باطل اپنی بنیادوں سے ہل چکا ہے اور شر انگیزی سے اس کی زبان بندی ہو چکی ہے خدا کی قسم! میں ان کے لیے ایک ایسا حوض چھلکاؤں گا جس کا پانی نکالنے والا میں ہوں کہ جس سے سیراب ہو کر پلٹنا ان کے امکان میں نہ ہوگا اور نہ اس کے بعد کوئی گڑھا کھود کر پانی پی سکیں گے۔

اسی خطبہ کا ایک جز یہ ہے: تم اس طرح (شوق و رغبت سے) بیعت بیعت پکارتے ہوئے میری طرف بڑھے جس طرح نئی بیاہی ہوئی بچوں والی اونٹنیاں اپنے بچوں کی طرف میں نے اپنے ہاتھوں کو اپنی طرف سمیٹا تو تم نے انھیں اپنی جانب پھیلایا۔ میں نے اپنے ہاتھوں کو تم سے چھیننا چاہا، مگر تم نے انھیں کھینچا۔ خدایا ان دونوں نے میرے حقوق کو نظرانداز کیا ہے اور مجھ پر ظلم ڈھایا ہے اور

مَا عَقَدَا وَلَا تُحْكِمْ لَهُمَا مَا أَبْرَمَا وَأَرِهِمَا الْمَسَاءَةَ فِيمَا أَمَّلَا وَعَمِلَا، وَلَقَدِ اسْتَثْبَتُّهُمَا قَبْلَ الْقِتَالِ وَاسْتَأْنَيْتُ بِهِمَا أَمَامَ الْوِقَاعِ۔ فَغَمَطَا النِّعْمَةَ وَرَدَّا الْعَافِيَةَ۔

میری بیعت کو توڑ دیا ہے اور میرے خلاف لوگوں کو اکسایا ہے، لہٰذا تو جو انھوں نے گرہیں لگائی ہیں انھیں کھول دے اور جو انھوں نے بٹا ہے اسے مضبوط نہ ہونے دے اور اور انھیں ان کی امیدوں اور کرتوتوں کا بُرا نتیجہ دکھا میں نے جنگ کے چھڑنے سے پہلے انھیں باز رکھنا چاہا اور لڑائی سے قبل انھیں ڈھیل دیتا رہا۔ لیکن انھوں نے اس نعمت کی قدر نہ کی اور عافیت کو ٹھکرا دیا۔

خطبہ ۱۳۶

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ:
(يُومِئُ فِيهَا إِلَى ذِكْرِ الْمَلَاحِمِ)

اِس میں آنے والے فتنوں اور ہنگاموں کی طرف اشارہ کیا ہے۔

يَعْطِفُ الْهَوَى عَلَى الْهُدَى إِذَا عَطَفُوا الْهُدَى عَلَى الْهَوَى وَيَعْطِفُ الرَّأْيَ عَلَى الْقُرْآنِ إِذَا عَطَفُوا الْقُرْآنَ عَلَى الرَّأْيِ۔

وہ خواہشوں کو ہدایت کی طرف موڑے گا جبکہ لوگوں نے ہدایت کو خواہشوں کی طرف موڑ دیا ہوگا اور ان کی راؤں کو قرآن کی طرف پھیرے گا۔ جبکہ انھوں نے قرآن کو (توڑ مروڑ کر) قیاس و رائے کے ڈھرے پر لگا لیا ہوگا۔

(مِنْهَا) حَتَّى تَقُومَ الْحَرْبُ بِكُمْ عَلَى سَاقٍ بَادِيًا نَوَاجِذُهَا، مَمْلُوءَةً أَخْلَافُهَا، حُلْوًا رَضَاعُهَا، عَلْقَمًا عَاقِبَتُهَا۔ أَلَا وَفِي غَدٍ وَسَيَأْتِي غَدٌ بِمَا لَا تَعْرِفُونَ يَأْخُذُ الْوَالِي مِنْ غَيْرِهَا عُمَّالَهَا عَلَى مَسَاوِي أَعْمَالِهَا۔ وَتُخْرِجُ لَهُ الْأَرْضُ أَفَالِيذَ كَبِدِهَا وَتُلْقِي إِلَيْهِ سِلْمًا مَقَالِيدَهَا فَيُرِيكُمْ كَيْفَ عَدْلُ السِّيرَةِ

اِس خطبہ کا ایک جزیہ ہے۔ (اس داعی حق سے پہلے) یہاں تک نوبت پہنچے گی کہ جنگ اپنے پیروں پر کھڑی ہو جائے گی۔ دانت نکالے ہوئے اور تھن بھرے ہوئے جن کا دودھ شیریں و خوش گوار معلوم ہوگا۔ لیکن اس کا انجام تلخ و ناگوار ہوگا۔ ہاں کل اور یہ کل بہت نزدیک ہے کہ ایسی چیزوں کو لے کر آجائے جنھیں ابھی تک تم نہیں پہچانتے حاکم و والی جو اس جماعت میں سے نہیں ہوگا۔ تمام حکمرانوں سے ان کی بدکرداریوں کی وجہ سے مواخذہ کرے گا اور زمین اس کے سامنے اپنے خزانے اُگل دے گی اور اپنی کنجیاں بسہولت اس کے آگے ڈال دے گی، چنانچہ وہ تمھیں دکھلائے گا

وَ يُحْيِيْ مَيِّتَ الْكِتَابِ وَ السُّنَّةِ۔

(مِنْهَا) كَأَنِّيْ بِهٖ قَدْ نَعَقَ بِالشَّامِ وَ فَحَصَ بِرَايَاتِهٖ فِيْ ضَوَاحِيْ كُوْفَانَ فَعَطَفَ عَلَيْهَا عَطْفَ الضَّرُوْسِ وَ فَرَشَ الْأَرْضَ بِالرُّءُوْسِ۔ قَدْ فَغَرَتْ فَاغِرَتُهٗ، وَ ثَقُلَتْ فِي الْأَرْضِ وَطْأَتُهٗ، بَعِيْدَ الْجَوْلَةِ عَظِيْمَ الصَّوْلَةِ وَ اللّٰهِ لَيُشَرِّدَنَّكُمْ فِيْ أَطْرَافِ الْأَرْضِ حَتّٰى لَا يَبْقٰى مِنْكُمْ إِلَّا قَلِيْلٌ كَالْكُحْلِ فِي الْعَيْنِ فَلَا تَزَالُوْنَ كَذٰلِكَ حَتّٰى تَؤُوْبَ إِلَى الْعَرَبِ عَوَازِبُ أَحْلَامِهَا فَالْزَمُوا السُّنَنَ الْقَائِمَةَ وَ الْآثَارَ الْبَيِّنَةَ وَ الْعَهْدَ الْقَرِيْبَ الَّذِيْ عَلَيْهِ بَاقِي النُّبُوَّةِ۔ وَ اعْلَمُوْا أَنَّ الشَّيْطَانَ إِنَّمَا يُسَنِّيْ لَكُمْ طُرُقَهٗ لِتَتَّبِعُوْا عَقِبَهٗ۔

کہ حق و عدالت کی روش کیا ہوتی ہے اور وہ دم توڑ چکنے والی کتاب و سنّت کو پھر سے زندہ کر دے گا۔

اسی خطبہ کا ایک جز یہ ہے گویا یہ منظر میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں کہ وہ (داعیِ باطل) شام میں کھڑا ہوا للکار رہا ہے اور کوفہ کے اطراف میں اپنے جھنڈے لہرا رہا ہے۔ اور کاٹ کھانے والی اونٹنی کی طرح اس پر (حملہ کرنے کے لیے) جھکا ہوا ہے اور اس نے زمین پر سروں کا فرش بچھا دیا ہے اس کا منہ (پھاڑ کھانے کے لیے) کھل چکا ہے اور زمین میں اس کی پامالیاں بہت سخت ہو چکی ہیں وہ دور دور تک بڑھ جانے والا اور بڑے شد و مد سے حملہ کرنے والا ہے۔ بخدا وہ تمھیں اطرافِ زمین میں بکھیر دے گا) یہاں تک کہ تم میں سے کچھ تھوڑے ہی بچیں گے جیسے آنکھ میں سرمہ تم اسی سراسیمگی کے عالم میں رہو گے۔ یہاں تک کہ عربوں کی عقلیں پھر اپنے ٹھکانے پر آجائیں تم مضبوط طریقوں، روشن نشانیوں اور اسی قریب کے عہد پر جمے رہو کہ جس میں نبوت کے پائیدار آثار ہیں اور تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ شیطان اپنے قدم بقدم چلانے کے لیے راہیں آسان کرتا رہتا ہے۔

لہ امیر المومنین کی یہ پیشین گوئی حضرت حجت کے ظہور کے سلسلہ میں ہے۔

لہ یہ عبد الملک ابن مروان کی طرف اشارہ ہے کہ جو مروان کے بعد شام میں برسرِ اقتدار آیا اور پھر مصعب کے مقابلہ میں مختار ابن ابی عبیدہ کے مارے جانے پر یہ اپنے پرچم لہراتا ہوا عراق کی طرف بڑھا اور اطرافِ کوفہ میں دیر جاثلیق کے نزدیک مقام مسکن پر مصعب کی فوجوں سے نبرد آزما ہوا۔ اور اسے شکست دینے کے بعد فتحمندانہ کوفہ میں داخل ہوا، اور وہاں کے باشندوں سے بیعت لی اور پھر حجاج ابن یوسف ثقفی کو عبد اللہ ابن زبیر سے لڑنے کے لیے مکہ روانہ کیا چنانچہ اس نے مکہ کا محاصرہ کر کے خانہ کعبہ پر سنگ باری کی اور ہزاروں بے گناہوں کا خون پانی کی طرح بہایا۔ ابن زبیر کو قتل کر کے اس کی لاش کو سولی پر لٹکا دیا اور خلقِ خدا پر ایسے ایسے ظلم ڈھائے کہ جن سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

وَمِنْ كَلَامٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ: خطبہ ۱۳۷

فِيْ وَقْتِ الشُّوْرٰى:-

لَمْ يُسْرِعْ أَحَدٌ قَبْلِيْ إِلٰى دَعْوَةِ حَقٍّ، وَصِلَةِ رَحِمٍ، وَعَائِدَةِ كَرَمٍ، فَاسْمَعُوْا قَوْلِيْ وَعُوْا مَنْطِقِيْ، عَسٰى أَنْ تَرَوْا هٰذَا الْأَمْرَ مِنْ بَعْدِ هٰذَا الْيَوْمِ تُنْتَضٰى فِيْهِ السُّيُوْفُ، وَتُخَانُ فِيْهِ الْعُهُوْدُ، حَتّٰى يَكُوْنَ بَعْضُكُمْ أَئِمَّةً لِأَهْلِ الضَّلَالَةِ، وَشِيْعَةً لِأَهْلِ الْجَهَالَةِ.

شوریٰ کے موقع پر فرمایا:-

مجھ سے پہلے تبلیغ حق صلہ رحم اور جود و کرم کی طرف کسی نے بھی تیزی سے قدم نہیں بڑھایا، لہٰذا تم میرے قول کو سنو اور میری باتوں کو یاد رکھو کہ تم جلدی ہی دیکھ لو گے کہ اس دن کے بعد سے خلافت کے لیے تلواریں سونت لی جائیں گی۔ اور عہد و پیمان توڑ کر رکھ دیے جائیں گے۔ یہاں تک کہ کچھ لوگ گمراہ لوگوں کے پیشوا بن کے کھڑے ہوں گے اور کچھ جاہلوں کے پیروکار ہو جائیں گے۔

وَمِنْ كَلَامٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ: خطبہ ۱۳۸

فِي النَّهْيِ عَنْ عَيْبِ النَّاسِ:

وَإِنَّمَا يَنْبَغِيْ لِأَهْلِ الْعِصْمَةِ وَالْمَصْنُوْعِ إِلَيْهِمْ فِي السَّلَامَةِ أَنْ يَرْحَمُوْا أَهْلَ الذُّنُوْبِ وَالْمَعْصِيَةِ، وَيَكُوْنَ الشُّكْرُ هُوَ الْغَالِبَ عَلَيْهِمْ وَالْحَاجِزَ لَهُمْ عَنْهُمْ، فَكَيْفَ بِالْعَائِبِ الَّذِيْ عَابَ أَخَاهُ وَعَيَّرَهُ بِبَلْوَاهُ! أَمَا ذَكَرَ مَوْضِعَ سَتْرِ اللّٰهِ عَلَيْهِ مِنْ ذُنُوْبِهِ مِمَّا هُوَ أَعْظَمُ مِنَ الذَّنْبِ الَّذِيْ عَابَهُ بِهِ! وَكَيْفَ يَذُمُّهُ بِذَنْبٍ قَدْ رَكِبَ مِثْلَهُ! فَإِنْ لَمْ يَكُنْ رَكِبَ ذٰلِكَ الذَّنْبَ بِعَيْنِهِ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ فِيْمَا سِوَاهُ مِمَّا هُوَ

اس میں لوگوں کو دوسروں کے عیب بیان کرنے سے روکا ہے۔

جن لوگوں کا دامن خطاؤں سے پاک صاف ہے اور بفضلِ الٰہی گناہوں سے محفوظ ہیں۔ انھیں چاہیے کہ وہ گناہگاروں اور خطاکاروں پر رحم کریں اور اس چیز کا شکر ہی (کہ اللہ نے انھیں گناہوں سے بچائے رکھا ہے) ان پر غالب اور (دوسروں کے عیب اچھالنے) سے مانع رہے۔ چہ جائیکہ وہ عیب لگانے والا اپنے کسی بھائی کی پیٹھ پیچھے برائی کرے اور اس کے عیب بیان کر کے طعن و تشنیع کرے یہ آخر خدا کی اس پردہ پوشی کو کیوں نہیں یاد کرتا جو اس نے خود اس کے ایسے گناہوں پر کی ہے جو اس گناہ سے بھی جس کی وہ غیبت کر رہا ہے بڑے تھے اور کیونکر کسی ایسے گناہ کی بنا پر اس کی برائی کرتا ہے، جبکہ خود بھی ویسے ہی گناہ کا مرتکب ہو چکا ہے اور اگر بعینہٖ ویسا گناہ نہیں بھی کیا تو ایسے

أَعْظَمُ مِنْهُ، وَأَيْمُ اللّٰهِ لَئِنْ لَّمْ يَكُنْ عَصَاهُ فِي الْكَبِيْرِ وَعَصَاهُ فِي الصَّغِيْرِ لَجُرْأَتُهُ عَلٰى عَيْبِ النَّاسِ أَكْبَرُ۔

يَا عَبْدَ اللّٰهِ! لَا تَعْجَلْ فِيْ عَيْبِ أَحَدٍ بِذَنْبِهِ فَلَعَلَّهُ مَغْفُوْرٌ لَّهُ۔ وَلَا تَأْمَنْ عَلٰى نَفْسِكَ صَغِيْرَ مَعْصِيَةٍ فَلَعَلَّكَ مُعَذَّبٌ عَلَيْهِ فَلْيَكْفُفْ مَنْ عَلِمَ مِنْكُمْ عَيْبَ غَيْرِهِ لِمَا يَعْلَمُ مِنْ عَيْبِ نَفْسِهِ وَلْيَكُنِ الشُّكْرُ شَاغِلًا لَّهُ عَلٰى مُعَافَاتِهِ مِمَّا ابْتُلِيَ بِهِ غَيْرُهُ۔

گناہ کئے ہیں کہ جو اس سے بھی بڑھ چڑھ کر تھے۔ خدا کی قسم! اگر اُس نے گناہ کبیرہ نہیں بھی کیا تھا اور صرف صغیرہ کا مرتکب ہوا تھا تب بھی اس کا لوگوں کے عیوب بیان کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔

اے خدا کے بندے جھٹ سے کسی پر گناہ کا عیب نہ لگا، شاید اللہ نے وہ بخش دیا ہو، اور اپنے کسی چھوٹے (سے چھوٹے) گناہ کے لیے بھی اطمینان نہ کر، نا شاید کہ اس پر تجھے عذاب ہو۔ لہٰذا تم میں سے جو شخص بھی کسی دوسرے کے عیوب جانتا ہو۔ اسے ان کے اظہار سے باز رہنا چاہیئے اس علم کی وجہ سے جو خود اسے اپنے گناہوں کے متعلق ہے اور اس امر کا شکر کہ اللہ نے اسے ان چیزوں سے محفوظ رکھا ہے کہ جن میں دوسرے مبتلا ہیں کسی اور طرف اُسے متوجہ نہ ہونے دے۔

---

[1] عیب جوئی و خوردہ گیری کا مشغلہ اتنا عام اور ہمہ گیر ہو چکا ہے کہ اس کی برائی کا احساس تک جاتا رہا ہے اور اب تو نہ خواص کی زبانیں بند ہیں۔ نہ عوام کی نہ منبر کی رفعت اس سے مانع ہے نہ محراب کی تقدیس۔ بلکہ جہاں چند ہم خیال جمع ہوں گے۔ موضوعِ سخن اور دلچسپ مشغلہ یہی ہوگا۔ کہ اپنے فریق مخالف کے عیوب رنگ آمیزیوں سے بیان کیے جائیں اور کان دھر کر ذوقِ سماعت کا مظاہرہ کیا جائے۔ حالانکہ غیبت کرنے والے کا دامن اُن آلودگیوں سے خود آلودہ ہوتا ہے جن کا اظہار وہ دوسروں کے لیے کرتا ہے۔ مگر وہ اپنے لیے یہ گوارا نہیں کرتا کہ اس کے عیوب آشکارا ہوں تو پھر اُسے دوسروں کے جذبات کا بھی پاس و لحاظ کرتے ہوئے۔ اُن کی عیب گیری و دل آزاری سے احتراز کرنا چاہیئے اور آنچہ برائے خود نمی پسندی برائے دیگراں مپسند پر عمل پیرا ہونا چاہیئے۔

غیبت کی تعریف یہ ہے کہ اپنے کسی برادرِ مومن کے عیب کو بغرضِ تنقیص اس طرح بے نقاب کرنا کہ اس کے لیئے دل آزاری کا باعث ہو چاہے یہ اظہار زبان سے ہو یا محاکات سے، اشارہ سے ہو یا کنایہ و تعریض سے بعض لوگ غیبت بس اسی کو سمجھتے ہیں جو غلط اور خلافِ واقع ہو۔ اور جو دیکھا اور سنا ہو اُسے جوں کا توں بیان کر دینا ان کے نزدیک غیبت نہیں ہوتی اور وہ یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہم غیبت نہیں کرتے بلکہ جو دیکھا یا سنا ہے اسے صحیح صحیح بیان کر دیا ہے، حالانکہ غیبت اسی سچ کہنے کا نام ہے اور اگر

جھوٹ ہو تو وہ افترا و بہتان ہے۔ چنانچہ پیغمبر اکرمؐ سے مروی ہے کہ :۔

انہ قال ھل تدرون ما الغیبۃ قالوا اللہ و رسولہ اعلم قال ذکرک اخاک بما یکرہ قیل ارایت ان کان فی اخی ما اقول قال ان کان فیہ ما تقول اغتبتہ و ان لم یکن فیہ فقد بھتہ۔	آپ نے فرمایا کہ تمھیں معلوم ہے کہ غیبت کیا ہے لوگوں نے کہا کہ اللہ اور اُس کا رسولؐ بہتر جانتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ غیبت یہ ہے کہ تم اپنے کسی بھائی کے متعلق کوئی ایسی بات کہو جو اُس کے لیے ناگواری کا باعث ہو۔ کہنے والے نے کہا کہ اگر میں وُہی بات کہوں جو واقعاً اُس میں پائی جاتی ہو؟ آپ نے فرمایا کہ اگر ہو جب ہی تو وُہ غیبت ہے اور اگر نہ ہو تو تم نے اُس پر افترا باندھا ہے۔

غیبت میں مُبتلا ہونے کے بہت سے وُجوہ و اسباب ہیں جن کی وجہ سے اِنسان کہیں دانستہ اور کہیں نادانستہ اس کا مرتکب ہوتا ہے۔ امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں ان وجوہ و اسباب کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے۔ ان میں چند نمایاں اسباب یہ ہیں :۔

(۱) کسی کی ہنسی اُڑانے اور اُسے پست و سُبک دکھانے کے لیے (۲) لوگوں کو ہنسانے اور اپنی زندہ دلی و خوش طبعی کا مظاہرہ کرنے کے لیے (۳) غیظ و غضب کے تقاضوں سے متاثر ہو کر اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کے لیے (۴) کسی کی تنقیص سے اپنا تفوق جتلانے کے لیے (۵) اپنی بے تعلقی اور برائت ظاہر کرنے کے لیے کہ یہ بات مجھ سے سرزد نہیں ہُوئی بلکہ فلاں سے سرزد ہُوئی ہے (۶) کسی بزم میں بیٹھ کر ہم رنگ جماعت ہونے کے لیے تاکہ اس سے اجنبیت نہ برتی جائے (۷) کسی ایسے شخص کی بات کو بے وقعت بنانے کے لیے کہ جس کے متعلق یہ اندیشہ ہو کہ وہ اس کے کسی عیب کو بے نقاب کر دے گا (۸) اپنے کسی ہم پیشہ رقیب کی سرو بازاری کے لیے (۹) کسی رئیس کی بارگاہ میں تقرب حاصل کرنے کے لیے (۱۰) اظہار رنج و تاسف کے لیے یہ کہنا کہ مجھے افسوس ہے کہ فلاں شریف زادہ فلاں بُری بات میں مُبتلا ہو گیا ہے (۱۱) اظہار تعجب کے لیے مثلاً اس طرح کہنا کہ مجھے حیرت ہے کہ فلاں شخص اور یہ کام کرے (۱۲) کسی امرِ قبیح پر غم و غصّہ کا اظہار کرنے کے لیے اس کے مرتکب کا نام لے دینا۔

البتہ چند صُورتوں میں عیب گیری و نکتہ چینی غیبت میں شمار نہیں ہوتی :۔

(۱) مظلوم اگر داد رسی کے لیے ظالم کا گلہ کرے تو غیبت نہیں ہے۔ جیسا کہ خداوند عالم کا ارشاد ہے :۔

لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ؕ	اللہ بُرائی کے اُچھالنے کو پسند نہیں کرتا مگر وُہ کہ جس پر ظلم کیا گیا ہو۔

(۲) مشورہ دینے کے موقع پر کسی کا کوئی عیب بیان کرنا غیبت نہیں ہے۔ کیونکہ مشورہ میں غل و غش جائز نہیں ہے (۳) اگر استفتاء کے سلسلہ میں کسی خاص شخص کو متعین کیے بغیر مسئلہ حل نہ ہوتا ہو تو علی قدر الضرورۃ اُس کا عیب بیان کر دینا غیبت نہ ہوگا (۴) کسی مُسلمان کو ضرر سے بچانے کے لیے کسی خائن و بددیانت کی بددیانتی سے آگاہ کر دینا غیبت نہ ہوگا (۵) کسی ایسے شخص کے سامنے کسی کی بُرائی کرنا کہ جو اُسے بُرائی سے روک سکتا ہو غیبت نہیں ہے (۶) روایت کے سلسلہ میں

رواۃ پر نقد و تبصرہ غیبت میں داخل نہیں ہے (۷) اگر کوئی شخص اپنے کسی عیب ہی سے متعارف ہو تو اسے پہچنوانے کے لیے اُس کا ذکر کرنا غیبت نہ ہوگا جیسے بہرا گونگا، گنجا، لنگڑا وغیرہ (۸) بغرض علاج طبیب کے سامنے مریض کے کسی عیب کو بیان کرنا غیبت نہیں ہے (۹) اگر کوئی غلط نسب کا مُدعی ہو تو اس کے نسب کی تردید کرنا غیبت نہ ہوگا (۱۰) اگر کسی کی جان و مال یا عزت کا بچاؤ اسی صورت میں ہو سکتا ہو کہ اُسے کسی عیب سے رُوشناس کیا جائے تو یہ بھی غیبت نہیں ہے (۱۱) اگر دو شخص آپس میں کسی کی ایسی بُرائی کا ذکر کریں کہ جو انھیں پہلے سے معلوم ہو تو یہ اگرچہ غیبت نہیں ہے تاہم زبان کو بچانا ہی بہتر ہے۔ ممکن ہے کہ ان میں سے ایک بھُول چکا ہو (۱۲) جو علانیہ فسق و فجور کرتا ہو، اُس کی بُرائی کرنا غیبت نہیں جیسا کہ روایت میں وارد ہُوا ہے۔ من القی جلباب الحیا فلا غیبۃ لہ۔ جو حیا کی چادر اُتار ڈالے اُس کی غیبت۔ غیبت نہیں۔

خطبہ ۱۳۹

وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَيُّهَا النَّاسُ، مَنْ عَرَفَ مِنْ اَخِيْهِ وَثِيْقَةَ دِيْنٍ وَّ سَدَادَ طَرِيْقٍ فَلَا يَسْمَعَنَّ فِيْهِ اَقَاوِيْلَ الرِّجَالِ، اَمَا اِنَّهٗ قَدْ يَرْمِي الرَّامِيْ وَ تُخْطِئُ السِّهَامُ، وَ يُحِيْلُ الْكَلَامُ وَ بَاطِلُ ذٰلِكَ يَبُوْرُ وَ اللّٰهُ سَمِيْعٌ وَّ شَهِيْدٌ۔ اَمَا اِنَّهٗ لَيْسَ بَيْنَ الْحَقِّ وَ الْبَاطِلِ اِلَّا اَرْبَعُ اَصَابِعَ (فَسُئِلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ مَعْنٰى قَوْلِهٖ هٰذَا۔ فَجَمَعَ اَصَابِعَهٗ وَ وَضَعَهَا بَيْنَ اُذُنِهٖ وَ عَيْنِهٖ ثُمَّ قَالَ) اَلْبَاطِلُ اَنْ تَقُوْلَ سَمِعْتُ، وَ الْحَقُّ اَنْ تَقُوْلَ رَاَيْتُ۔

اے لوگو! اگر تمھیں اپنے کسی بھائی کی دینداری کی پختگی اور طور طریقوں کی دُرستگی کا علم ہو تو پھر اُس کے بارے میں افواہی باتوں پر کان نہ دھرو۔ دیکھو! کبھی تیر چلانے والا تیر چلاتا ہے اور اتفاق سے تیر خطا کر جاتا ہے اور بات ذرا میں اِدھر سے اُدھر ہو جاتی ہے اور جو غلط بات ہو گی وُہ خود ہی نیست و نابُود ہو جائے گی۔ اللہ ہر چیز کا سُننے والا اور ہر شے کی خبر رکھنے والا ہے۔ معلوم ہونا چاہیے کہ سچ اور جھُوٹ میں صرف چار انگلیوں کا فاصلہ ہے۔

جب آپ سے اِس کا مطلب پوچھا گیا تو آپ نے اپنی انگلیوں کو اکٹھا کر کے اپنے کان اور آنکھ کے درمیان رکھا اور فرمایا جھُوٹ وُہ ہے جسے تم کہو کہ میں نے سُنا اور سچ وُہ ہے جسے تم کہو کہ میں نے دیکھا۔

خطبہ ۱۴۰

وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَلَيْسَ لِوَاضِعِ الْمَعْرُوْفِ فِيْ غَيْرِ حَقِّهٖ وَ عِنْدَ غَيْرِ اَهْلِهٖ مِنَ الْحَظِّ فِيْمَا اَتٰى اِلَّا

جو شخص غیر مستحق کے ساتھ حسنِ سلوک برتتا ہے۔ اور نا اہلوں کے ساتھ احسان کرتا ہے، اُس کے پلّے یہی پڑتا

مَحْمَدَةُ اللِّئَامِ، وَثَنَاءُ الْأَشْرَارِ، وَ
مَقَالَةُ الْجُهَّالِ، مَادَامَ مُنْعِمًا عَلَيْهِمْ
مَا أَجْوَدَ يَدَهُ وَهُوَ عَنْ ذَاتِ اللهِ
بَخِيلٌ! فَمَنْ آتَاهُ اللهُ مَالًا فَلْيَصِلْ
بِهِ الْقَرَابَةَ وَلْيُحْسِنْ مِنْهُ الضِّيَافَةَ
وَلْيَفُكَّ بِهِ الْأَسِيرَ وَالْعَانِيَ وَلْيُعْطِ
مِنْهُ الْفَقِيرَ وَالْغَارِمَ وَلْيَصْبِرْ نَفْسَهُ
عَلَى الْحُقُوقِ وَالنَّوَائِبِ ابْتِغَاءَ
الثَّوَابِ فَإِنَّ فَوْزًا بِهَذِهِ الْخِصَالِ
شَرَفُ مَكَارِمِ الدُّنْيَا وَدَرْكُ فَضَائِلِ
الْآخِرَةِ إِنْ شَاءَ اللهُ۔

ہے کہ کمینے اور شریر اس کی مدح و ثنا کرنے لگتے ہیں اور جب تک وہ دیتا دلاتا رہے جاہل کہتے رہتے ہیں کہ اس کا ہاتھ کتنا سخی ہے۔ حالانکہ اللہ کے معاملہ میں وہ بخل کرتا ہے۔ چاہیئے تو یہ کہ اللہ نے جسے مال دیا ہے وہ اس سے عزیزوں کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔ خوش اسلوبی سے مہمان نوازی کرے۔ قیدیوں اور خستہ حال اسیروں کو آزاد کرائے۔ محتاجوں اور قرضداروں کو دے اور ثواب کی خواہش میں حقوق کی ادائیگی اور مختلف زحمتوں کو اپنے نفس پر برداشت کرے۔ اس لیے کہ ان خصائل و عادات سے آراستہ ہونا دنیا کی بزرگیوں سے شرفیاب ہونا اور آخرت کی فضیلتوں کو پا لینا ہے، انشاء اللہ۔

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ: خطبہ ۱۴۱

فِي الْاِسْتِسْقَاءِ:۔

طلب باراں کے سلسلہ میں:۔

أَلَا وَإِنَّ الْأَرْضَ الَّتِي تَحْمِلُكُمْ
وَالسَّمَاءَ الَّتِي تُظِلُّكُمْ مُطِيعَتَانِ
لِرَبِّكُمْ وَمَا أَصْبَحَتَا تَجُودَانِ
لَكُمْ بِبَرَكَتِهِمَا تَوَجُّعًا لَكُمْ وَلَا
زُلْفَةً إِلَيْكُمْ وَلَا لِخَيْرٍ تَرْجُوَانِهِ
مِنْكُمْ وَلَكِنْ أُمِرَتَا بِمَنَافِعِكُمْ
فَأَطَاعَتَا، وَأُقِيمَتَا عَلَى حُدُودِ
مَصَالِحِكُمْ فَقَامَتَا۔

دیکھو یہ زمین جو تمہیں اٹھائے ہوئے ہے اور یہ آسمان جو تم پر سایہ گستر ہے، دونوں تمہارے پروردگار کے زیر فرمان ہیں۔ یہ اپنی برکتوں سے اس لیے تمہیں مالا مال نہیں کرتے کہ ان کا دل تم پر کڑھتا ہے یا تمہارا تقرب چاہتے ہیں یا کسی بھلائی کے تم سے امیدوار ہیں۔ بلکہ یہ تو تمہاری منفعت رسانی پر مامور ہیں جسے بجا لاتے ہیں اور تمہاری مصلحتوں کی حدوں پر انہیں ٹھہرایا گیا ہے۔ چنانچہ یہ ٹھہرے ہوئے ہیں۔

إِنَّ اللهَ يَبْتَلِي عِبَادَهُ عِنْدَ
الْأَعْمَالِ السَّيِّئَةِ بِنَقْصِ الثَّمَرَاتِ
وَحَبْسِ الْبَرَكَاتِ، وَإِغْلَاقِ خَزَائِنِ

(البتہ) اللہ سبحانہ بندوں کو ان کی بداعمالیوں کے وقت پھلوں کے کم کرنے، برکتوں کے روک لینے اور انعامات کے خزانوں کو بند کر دینے سے آزماتا ہے تاکہ توبہ کرنے والا

الْخَيْرَاتِ لِيَتُوبَ تَائِبٌ وَيُقْلِعَ
مُقْلِعٌ - وَيَتَذَكَّرَ مُتَذَكِّرٌ وَيَزْدَجِرَ
مُزْدَجِرٌ - وَقَدْ جَعَلَ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ
الْاِسْتِغْفَارَ سَبَبًا لِدُرُورِ الرِّزْقِ وَ
رَحْمَةِ الْخَلْقِ - فَقَالَ سُبْحَانَهُ (اسْتَغْفِرُوا
رَبَّكُمْ اِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا يُرْسِلِ السَّمَآءَ
عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ
وَّبَنِيْنَ) ، فَرَحِمَ اللّٰهُ امْرَاً اسْتَقْبَلَ
تَوْبَتَهُ وَاسْتَقَالَ خَطِيْئَتَهُ ، وَ
بَادَرَ مَنِيَّتَهُ -

اَللّٰهُمَّ اِنَّا خَرَجْنَا اِلَيْكَ مِنْ
تَحْتِ الْاَسْتَارِ وَالْاَكْنَانِ وَبَعْدَ عَجِيْجِ
الْبَهَآئِمِ وَالْوِلْدَانِ رَاغِبِيْنَ فِيْ
رَحْمَتِكَ ، وَرَاجِيْنَ فَضْلَ نِعْمَتِكَ
وَخَآئِفِيْنَ مِنْ عَذَابِكَ ، وَ
نِقْمَتِكَ اَللّٰهُمَّ فَاسْقِنَا غَيْثَكَ وَ
لَا تَجْعَلْنَا مِنَ الْقَانِطِيْنَ وَلَا تُهْلِكْنَا
بِالسِّنِيْنَ وَلَا تُؤَاخِذْنَا بِمَا فَعَلَ
السُّفَهَآءُ مِنَّا يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ
اَللّٰهُمَّ اِنَّا خَرَجْنَا اِلَيْكَ نَشْكُوْ
اِلَيْكَ مَا لَا يَخْفٰى عَلَيْكَ حِيْنَ
اَلْجَاَتْنَا الْمَضَايِقُ الْوَعْرَةُ - وَ
اَجَآءَتْنَا الْمَقَاحِطُ الْمُجْدِبَةُ
وَاَعْيَتْنَا الْمَطَالِبُ الْمُتَعَسِّرَةُ
وَتَلَاحَمَتْ عَلَيْنَا الْفِتَنُ الْمُسْتَصْعَبَةُ

توبہ کرے (انکار و سرکشی سے) باز آنے والا باز آجائے۔ نصیحت و عبرت حاصل کرنے والا نصیحت و بصیرت حاصل کرے اور گناہوں سے رُکنے والا رُک جائے۔ اللہ سُبحانہ نے توبہ و استغفار کو روزی کے اُترنے کا سبب اور خلق پر رحم کھانے کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ اُس کا ارشاد ہے کہ اپنے پروردگار سے توبہ و استغفار کرو۔ بلاشبہ وہ بہت بخشنے والا ہے۔ وُہی تم پر موسلا دھار مینہ برساتا ہے اور مال و اولاد سے تمھیں سہارا دیتا ہے۔ خدا اُس شخص پر رحم کرے جو توبہ کی طرف متوجہ ہو اور گناہوں سے ہاتھ اُٹھائے اور موت سے پہلے نیک اعمال کرے۔

بارِ الٰہا! تیری رحمت کی خواہش کرتے ہُوئے اور نعمتوں کی فراوانی چاہتے ہُوئے اور تیرے عذاب و غضب سے ڈرتے ہُوئے ہم پردوں اور گھروں کے گوشوں سے تیری طرف نکل کھڑے ہوئے ہیں۔ اس وقت جبکہ چوپائے چیخ رہے ہیں اور بچے چلّا رہے ہیں۔ خدایا ہمیں بارش سے سیراب کر دے اور ہمیں مایوس نہ کر اور خشک سالی سے ہمیں ہلاک نہ ہونے دے اور ہم میں سے کچھ بے وقوفوں کے کرتوت پر ہمیں اپنی گرفت میں نہ لے، اے رحم کرنے والوں میں بہت رحم کرنے والے، خدایا! جب ہمیں سخت تنگیوں نے مضطرب و بے چین کر دیا اور قحط سالیوں نے بے بس بنا دیا اور شدید حاجتمندیوں نے لاچار بنا ڈالا اور مُنہ زور فتنوں کا ہم پہ تانتا بندھ گیا تو ہم تیری طرف نکل پڑے ہیں گلہ لے کر اس کا جو تجھ سے پوشیدہ نہیں۔ اے اللہ! ہم تجھ سے سوال کرتے ہیں کہ تو ہمیں محروم نہ پلٹا اور نہ اِس طرح کہ ہم اپنے نفسوں پر پیچ و تاب کھا رہے ہوں اور ہمارے گناہوں کی بنا پر

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْأَلُكَ اَنْ لَّا تَرُدَّنَا خَائِبِيْنَ وَلَا تَقْلِبَنَا وَاجِمِيْنَ وَلَا تُخَاطِبَنَا بِذُنُوْبِنَا وَلَا تُقَايِسَنَا بِاَعْمَالِنَا۔ اَللّٰهُمَّ انْشُرْ عَلَيْنَا غَيْثَكَ، وَبَرَكَتَكَ وَرِزْقَكَ وَرَحْمَتَكَ وَاسْقِنَا سُقْيًا نَافِعَةً مُرْوِيَةً مُعْشِبَةً تُنْبِتُ بِهَا مَا قَدْ فَاتَ وَتُحْيِيْ بِهَا مَا قَدْ مَاتَ نَافِعَةَ الْحَيَا كَثِيْرَةَ الْمُجْتَنٰى تُرْوِيْ بِهَا الْقِيْعَانَ، وَتُسِيْلُ الْبُطْنَانَ وَتَسْتَوْرِقُ الْاَشْجَارَ وَتُرْخِصُ الْاَسْعَارَ اِنَّكَ عَلٰى مَا تَشَاءُ قَدِيْرٌ۔

ہم سے (عتاب آمیز) خطاب نہ کر اور ہمارے کئے کے مطابق ہم سے سلوک نہ کر خداوندا! تو ہم پر باران و برکت اور رزق و رحمت کا دامن پھیلا دے اور ایسی سیرابی سے ہمیں نہال کر دے جو فائدہ بخشنے والی اور سیراب کرنے والی اور گھاس پات اُگانے والی ہو کہ جس سے تو گئی گذری ہوئی (کھیتیوں میں پھر سے) روئیدگی لے آئے اور مُردہ زمینوں میں حیات کی لہریں دوڑا دے۔ وہ ایسی سیرابی ہو کہ جس کی تر و تازگی (سرتاسر) فائدہ مند اور چُنے ہوئے پھلوں کے انبار لیے ہو جس سے تو ہموار زمینوں کو جل تھل بنا دے اور ندی نالے بہا دے اور درختوں کو برگ و بار سے سرسبز کر دے اور نرخوں کو سستا کر دے بلاشبہ تو جو چاہے اُس پر قادر ہے۔

خطبہ ۱۴۲

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

بَعَثَ اللّٰهُ رُسُلَهٗ بِمَا خَصَّهُمْ بِهٖ مِنْ وَّحْيِهٖ، وَجَعَلَهُمْ حُجَّةً لَّهٗ عَلٰى خَلْقِهٖ لِئَلَّا تَجِبَ الْحُجَّةُ لَهُمْ بِتَرْكِ الْاَعْذَارِ اِلَيْهِمْ، فَدَعَاهُمْ بِلِسَانِ الصِّدْقِ اِلٰى سَبِيْلِ الْحَقِّ اَلَا اِنَّ اللّٰهَ قَدْ كَشَفَ الْخَلْقَ كَشْفَةً، لَا اَنَّهٗ جَهِلَ مَا اَخْفَوْهُ مِنْ مَّصُوْنِ اَسْرَارِهِمْ وَمَكْنُوْنِ ضَمَائِرِهِمْ وَلٰكِنْ لِّيَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا۔ فَيَكُوْنَ الثَّوَابُ جَزَآءً وَّالْعِقَابُ بَوَآءً۔ اَيْنَ الَّذِيْنَ زَعَمُوْا

اللہ سبحانہ، نے اپنے رسولوں کو وحی کے امتیازات کے ساتھ بھیجا اور انھیں مخلوق پر اپنی حجت ٹھہرایا تاکہ وہ یہ عذر نہ کر سکیں کہ ان پر حجت تمام نہیں ہوئی چنانچہ اللہ نے انھیں سچی زبانوں سے راہِ حق کی دعوت دی (یوں تو) اللہ مخلوقات کو اچھی طرح جانتا بوجھتا ہے اور لوگوں کے ان رازوں اور بھیدوں سے کہ جنھیں وہ چھپا کر رکھتے ہیں بے خبر نہیں (پھر یہ حکم و احکام اس لیے دیئے ہیں) کہ وہ ان لوگوں کو آزما کر ظاہر کر دے کہ ان میں اعمال کے اعتبار سے کون اچھا ہے تاکہ ثواب ان کی جزا اور عقاب ان کی (بداعمالیوں) کی پاداش ہو کہاں ہیں وہ لوگ کہ جو جھوٹ بولتے ہوئے اور ہم پر ستم روا رکھتے ہوئے یہ ادعا کرتے ہیں کہ وہ

اَنَّهُمُ الرَّاسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ دُوْنَنَا كَذِبًا وَّ بَغْيًا عَلَيْنَا اَنْ رَّفَعَنَا اللّٰهُ وَ وَضَعَهُمْ وَ اَعْطَانَا وَ حَرَمَهُمْ وَ اَدْخَلَنَا وَ اَخْرَجَهُمْ۔ بِنَا يُسْتَعْطَى الْهُدٰى وَ يُسْتَجْلَى الْعَمٰى۔ اِنَّ الْاَئِمَّةَ مِنْ قُرَيْشٍ غُرِسُوْا فِیْ هٰذَا الْبَطْنِ مِنْ هَاشِمٍ لَا تَصْلُحُ عَلٰى سِوَاهُمْ وَ لَا تَصْلُحُ الْوُلَاةُ مِنْ غَيْرِهِمْ۔

(مِنْهَا) اٰثَرُوْا عَاجِلًا وَّ اَخَّرُوْا اٰجِلًا وَّ تَرَكُوْا صَافِيًا وَّ شَرِبُوْا اٰجِنًا۔ كَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰى فَاسِقِهِمْ وَ قَدْ صَحِبَ الْمُنْكَرَ فَاَلِفَهٗ۔ وَ بَسِئَ بِهٖ وَ وَافَقَهٗ، حَتّٰى شَابَتْ عَلَيْهِ مَفَارِقُهٗ وَ صُبِغَتْ بِهٖ خَلَائِقُهٗ۔ ثُمَّ اَقْبَلَ مُزْبِدًا كَالتَّيَّارِ لَا يُبَالِیْ مَا غَرَّقَ۔ اَوْ كَوَقْعِ النَّارِ فِی الْهَشِيْمِ لَا يَحْفِلُ مَا حَرَّقَ اَيْنَ الْعُقُوْلُ الْمُسْتَصْبِحَةُ بِمَصَابِيْحِ الْهُدٰى وَ الْاَبْصَارُ اللَّامِحَةُ اِلٰى مَنَارِ التَّقْوٰى اَيْنَ الْقُلُوْبُ الَّتِیْ وُهِبَتْ لِلّٰهِ وَ عُوْقِدَتْ عَلٰى طَاعَةِ اللّٰهِ۔ اِزْدَحَمُوْا عَلَى الْحُطَامِ وَ تَشَاحُّوْا عَلَى الْحَرَامِ وَ رُفِعَ لَهُمْ عَلَمُ

راسخون فی العلم ہیں نہ ہم۔ چونکہ اللہ نے ہم کو بلند کیا ہے اور انھیں گرایا ہے اور ہمیں منصب امامت دیا ہے اور انھیں محروم رکھا ہے اور ہمیں (منزل علم میں) داخل کیا ہے اور انھیں دور کر دیا ہے۔ ہم ہی سے ہدایت کی طلب اور گمراہی کی تاریکیوں کو چھانٹنے کی خواہش کی جا سکتی ہے بلا شبہ امام قریش میں سے ہوں گے جو اسی قبیلہ کی ایک شاخ بنی ہاشم کی کشت زار سے ابھریں گے۔ نہ امامت کسی اور کو زیب دیتی ہے اور نہ ان کے علاوہ کوئی اس کا اہل ہو سکتا ہے۔

اسی خطبہ کا ایک جز یہ ہے۔ ان لوگوں نے دنیا کو اختیار کر لیا ہے اور عقبیٰ کو پیچھے ڈال دیا ہے۔ صاف پانی چھوڑ دیا ہے اور گندا پانی پینے لگے ہیں گویا میں ان کے فاسق کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ برائیوں میں رہا اتنا کہ انہی برائیوں سے اسے محبت ہو گئی اور ان سے مانوس ہوا اور ان سے اتفاق کرتا رہا۔ یہاں تک کہ (انہی برائیوں میں) اس کے سر کے بال سفید ہو گئے اور اسی رنگ میں اس کی طبیعت رنگ گئی پھر یہ کہ وہ (منہ سے) کف دیتا ہوا متلاطم دریا کی طرح آگے بڑھا بغیر اس کا کچھ خیال کئے کہ کس کو ڈبو رہا ہے اور بھوسے میں لگی ہوئی آگ کی طرح پھیلا بغیر اس کی پروا کئے ہوئے کہ کونسی چیزیں جلا رہا ہے۔ کہاں ہیں ہدایت کے چراغوں سے روشن ہونے والی عقلیں اور کہاں ہیں تقویٰ کے روشن مینار کی طرف دیکھنے والی آنکھیں اور کہاں ہیں اللہ کے ہو جانے والے قلوب اور اس کی اطاعت پر جم جانے والے دل وہ تو مال دنیا پر ٹوٹ پڑے ہیں اور (مال) حرام پر جھگڑ رہے ہیں۔ ان کے سامنے جنت اور دوزخ کے

الْجَنَّةِ وَالنَّارِ، فَصَرَفُوا عَنِ الْجَنَّةِ وُجُوهَهُمْ، وَأَقْبَلُوا إِلَى النَّارِ بِأَعْمَالِهِمْ. دَعَاهُمْ رَبُّهُمْ فَنَفَرُوا وَوَلَّوْا، وَدَعَاهُمُ الشَّيْطَانُ فَاسْتَجَابُوا وَأَقْبَلُوا.

جھنڈے بلند ہیں، لیکن انھوں نے جنت سے اپنے منہ موڑ لیے ہیں اور اپنے اعمال کی وجہ سے دوزخ کی طرف بڑھ نکلے ہیں۔ اللہ نے ان لوگوں کو بلایا تو یہ بھڑک اُٹھے اور پیٹھ پھرا کر چل دیئے اور شیطان نے ان کو دعوت دی تو لبیک کہتے ہوئے اس کی طرف لپک پڑے۔

لہ اس سے عبدالملک ابن مروان مراد ہے کہ جس نے اپنے عامل حجاج ابن یوسف کے ذریعہ ظلم و سفاکی کی انتہا کر دی تھی۔

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ — خطبہ ۱۴۳

أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّمَا أَنْتُمْ فِي هٰذِهِ الدُّنْيَا غَرَضٌ تَنْتَضِلُ فِيهِ الْمَنَايَا، مَعَ كُلِّ جُرْعَةٍ شَرَقٌ، وَفِي كُلِّ أَكْلَةٍ غَصَصٌ، لَا تَنَالُونَ مِنْهَا نِعْمَةً إِلَّا بِفِرَاقِ أُخْرَى، وَلَا يُعَمَّرُ مُعَمَّرٌ مِنْكُمْ يَوْماً مِنْ عُمُرِهِ إِلَّا بِهَدْمِ آخَرَ مِنْ أَجَلِهِ، وَلَا تُجَدَّدُ لَهُ زِيَادَةٌ فِي أَكْلِهِ إِلَّا بِنَفَادِ مَا قَبْلَهَا مِنْ رِزْقِهِ، وَلَا يَحْيَى لَهُ أَثَرٌ إِلَّا مَاتَ لَهُ أَثَرٌ، وَلَا يَتَجَدَّدُ لَهُ جَدِيدٌ إِلَّا بَعْدَ أَنْ يَخْلَقَ لَهُ جَدِيدٌ، وَلَا تَقُومُ لَهُ نَابِتَةٌ إِلَّا وَتَسْقُطُ مِنْهُ مَحْصُودَةٌ، وَقَدْ مَضَتْ أُصُولٌ نَحْنُ فُرُوعُهَا، فَمَا بَقَاءُ فَرْعٍ بَعْدَ ذَهَابِ أَصْلِهِ.

(مِنْهَا) وَمَا أُحْدِثَتْ بِدْعَةٌ إِلَّا تُرِكَ بِهَا سُنَّةٌ. فَاتَّقُوا الْبِدَعَ وَالْزَمُوا الْمَهْيَعَ. إِنَّ عَوَازِمَ الْأُمُورِ أَفْضَلُهَا

اے لوگو! تم اس دنیا میں موت کی تیراندازیوں کا ہدف ہو (جہاں) ہر گھونٹ کے ساتھ اچھو ہے اور ہر لقمہ میں گلوگیر پھندا ہے۔ جہاں تم ایک نعمت اس وقت تک نہیں پاتے جب تک دوسری نعمت جدا نہ ہو جائے۔ اور تم میں سے کوئی زندگی پانے والا ایک دن کی زندگی میں قدم نہیں رکھتا جب تک اس کی مدتِ حیات میں سے ایک دن کم نہیں ہو جاتا اور اس کے کھانے میں کسی اور رزق کا اضافہ نہیں ہوتا جب تک پہلا رزق ختم نہ ہو جائے اور جب تک ایک نقش مٹ نہ جائے دوسرا نقش اُبھرتا نہیں اور جب تک کوئی نئی چیز کہنہ و فرسودہ نہ ہو جائے دوسری نئی چیز حاصل نہیں ہوتی اور جب تک کٹی ہوئی فصل گر نہ جائے نئی فصل کھڑی نہیں ہوتی آباؤ اجداد گزر گئے اور ہم انہی کی شاخیں ہیں جب جڑ ہی نہ رہی تو شاخیں کہاں رہ سکتی ہیں۔

اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے۔ کوئی بدعت وجود میں نہیں آتی۔ مگر یہ کہ اس کی وجہ سے سنت کو چھوڑنا پڑتا ہے بدعتی لوگوں سے بچو روشن طریقہ پر جمے رہو۔ پرانی باتیں ہی

وَإِنَّ مُحْدَثَاتِهَا شِرَارُهَا۔

اچھی ہیں اور (دین میں) پیدا کی ہوئی نئی چیزیں بدترین ہیں

وَمِنْ كَلَامٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ — خطبہ ۱۴۴

وَقَدِ اسْتَشَارَهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فِي الشُّخُوصِ لِقِتَالِ الْفُرْسِ بِنَفْسِهِ:

إِنَّ هٰذَا الْأَمْرَ لَمْ يَكُنْ نَصْرُهُ وَلَا خِذْلَانُهُ بِكَثْرَةٍ وَلَا قِلَّةٍ۔ وَهُوَ دِينُ اللّٰهِ الَّذِي أَظْهَرَهُ، وَجُنْدُهُ الَّذِي أَعَدَّهُ وَأَمَدَّهُ، حَتّٰى بَلَغَ مَا بَلَغَ، وَطَلَعَ حَيْثُ مَا طَلَعَ۔ وَنَحْنُ عَلٰى مَوْعُودٍ مِّنَ اللّٰهِ۔ وَاللّٰهُ مُنْجِزٌ وَعْدَهُ، وَنَاصِرٌ جُنْدَهُ، وَمَكَانُ الْقَيِّمِ بِالْأَمْرِ مَكَانُ النِّظَامِ مِنَ الْخَرَزِ يَجْمَعُهُ وَيَضُمُّهُ، فَإِنِ انْقَطَعَ النِّظَامُ تَفَرَّقَ الْخَرَزُ وَذَهَبَ، ثُمَّ لَمْ يَجْتَمِعْ بِحَذَافِيرِهِ أَبَدًا۔ وَالْعَرَبُ الْيَوْمَ وَإِنْ كَانُوا قَلِيلًا فَهُمْ كَثِيرُونَ بِالْإِسْلَامِ، وَعَزِيزُونَ بِالْاِجْتِمَاعِ، فَكُنْ قُطْبًا، وَاسْتَدِرِ الرَّحٰى بِالْعَرَبِ، وَأَصْلِهِمْ دُونَكَ نَارَ الْحَرْبِ، فَإِنَّكَ إِنْ شَخَصْتَ مِنْ هٰذِهِ الْأَرْضِ انْتَقَضَتْ عَلَيْكَ الْعَرَبُ مِنْ أَطْرَافِهَا وَأَقْطَارِهَا، حَتّٰى يَكُونَ مَا تَدَعُ وَرَاءَكَ مِنَ الْعَوْرَاتِ أَهَمَّ إِلَيْكَ مِمَّا بَيْنَ يَدَيْكَ۔

إِنَّ الْأَعَاجِمَ إِنْ يَنْظُرُوا إِلَيْكَ غَدًا يَقُولُوا هٰذَا أَصْلُ الْعَرَبِ فَإِذَا قَطَعْتُمُوهُ اسْتَرَحْتُمْ، فَيَكُونُ

جب حضرت عمر ابن خطاب نے جنگِ فارس میں شریک ہونے کے لیے آپ سے مشورہ لیا تو آپ نے فرمایا

اس امر میں کامیابی و ناکامیابی کا دار و مدار فوج کی کمی بیشی پر نہیں رہا ہے۔ یہ تو اللہ کا دین ہے جسے اس نے (سب دینوں پر) غالب رکھا ہے اور اسی کا لشکر ہے جسے اس نے تیار کیا ہے اور اس کی ایسی نصرت کی ہے کہ وہ بڑھ کر اپنی موجودہ حد تک پہنچ گیا ہے اور پھیل کر اپنے موجودہ پھیلاؤ پر آگیا ہے اور ہم سے اللہ کا ایک وعدہ ہے اور وہ اپنے وعدہ کو پورا کرے گا اور اپنے لشکر کی خود ہی مدد کرے گا۔ امور (سلطنت) میں حاکم کی حیثیت وہی ہوتی ہے جو مہروں میں ڈورے کی جو انھیں سمیٹ کر رکھتا ہے۔ جب ڈورا ٹوٹ جائے تو سب مہرے بکھر جائیں گے اور پھر کبھی سمٹ نہ سکیں گے۔ آج عرب والے اگرچہ گنتی میں کم ہیں مگر اسلام کی وجہ سے وہ بہت ہیں اور اتحاد باہمی کے سبب سے (فتح) و غلبہ پانے والے ہیں تم اپنے مقام پر کھونٹی کی طرح جمے رہو اور عرب کا نظم و نسق برقرار رکھو اور ان ہی کو جنگ کی آگ کا مقابلہ کرنے دو۔ اس لیے کہ اگر تم نے اس سرزمین کو چھوڑا تو عرب اطراف و جوانب سے تم پر ٹوٹ پڑیں گے۔ یہاں تک کہ تمھیں اپنے سامنے کے حالات سے زیادہ ان مقامات کی فکر ہو جائے گی جنھیں تم اپنے پس پشت غیر محفوظ چھوڑ کر گئے ہو۔ کل اگر عجم والے تمھیں

25

ذٰلِكَ اَشَدَّ لِكَلَبِهِمْ عَلَيْكَ وَطَمَعِهِمْ فِيْكَ. فَاَمَّا مَا ذَكَرْتَ مِنْ مَسِيْرِ الْقَوْمِ اِلٰى قِتَالِ الْمُسْلِمِيْنَ فَاِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ هُوَ اَكْرَهُ لِمَسِيْرِهِمْ مِنْكَ، وَهُوَ اَقْدَرُ عَلٰى تَغْيِيْرِ مَا يَكْرَهُ وَاَمَّا مَا ذَكَرْتَ مِنْ عَدَدِهِمْ فَاِنَّا لَمْ نَكُنْ نُقَاتِلُ فِيْمَا مَضٰى بِالْكَثْرَةِ. وَاِنَّمَا كُنَّا نُقَاتِلُ بِالنَّصْرِ وَالْمَعُوْنَةِ.

دیکھیں گے تو (آپس میں) یہ کہیں گے کہ یہ ہے "سردارِ عرب" اگر تم نے اس کا قلع قمع کر دیا تو آسودہ ہو جاؤ گے تو اس کی وجہ سے ان کی حرص و طمع تم پر زیادہ ہو جائے گی۔ لیکن یہ جو تم کہتے ہو کہ وہ لوگ مسلمانوں سے لڑنے بھڑنے کے لیے چل کھڑے ہوئے ہیں تو اللہ ان کے بڑھنے کو تم سے زیادہ بُرا سمجھتا ہے۔ اور وہ جسے بُرا سمجھے اس کے بدلنے اور روکنے) پر بہت قدرت رکھتا ہے اور ان کی تعداد کے متعلق جو کہتے ہو (کہ وہ بہت ہیں) تو ہم سابق میں کثرت کے بل بوتے پر نہیں لڑا کرتے تھے۔ بلکہ (اللہ کی) تائید و نصرت (کے سہارے) پر۔

جب حضرت عمر کو کچھ لوگوں نے جنگِ قادسیہ یا جنگِ نہاوند کے موقع پر شریکِ کارزار ہونے کا مشورہ دیا۔ تو آپ نے لوگوں کے مشورہ کو اپنے جذبات کے خلاف سمجھتے ہوئے امیر المومنینؑ سے مشورہ لینا بھی ضروری سمجھا کہ اگر انھوں نے ٹھہرنے کا مشورہ دیا تو دُوسروں کے سامنے یہ عذر کر دیا جائے گا کہ امیر المومنین کے مشورہ کی وجہ سے رُک گیا ہوں اور اگر انھوں نے بھی شریکِ جنگ ہونے کا مشورہ دیا تو پھر کوئی اور تدبیر سوچ لی جائے گی چنانچہ حضرت نے دُوسروں کے خلاف انھیں ٹھہرے رہنے ہی کا مشورہ دیا۔ دُوسرے لوگوں نے تو اس بنا پر انھیں شرکت کا مشورہ دیا تھا کہ وہ دیکھ چکے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف لشکر والوں ہی کو جنگ میں نہ جھونکتے تھے بلکہ خود بھی شرکت فرماتے تھے اور اپنے خاندان کے عزیز ترین فردوں کو بھی اپنے ساتھ رکھتے تھے اور امیر المومنینؑ کے پیشِ نظر یہ چیز تھی کہ ان کی شرکت اسلام کیلئے مفید نہیں ہو سکتی بلکہ ان کا اپنے مقام پر ٹھہرے رہنا ہی مسلمانوں کو پراگندگی سے محفوظ رکھ سکتا ہے۔

حضرت کا ارشاد ہے کہ حاکم کی حیثیت ایک محور کی ہوتی ہے جس کی گرد نظامِ مملکت گھومتا ہے ایک بنیادی اصول کی حیثیت رکھتا ہے اور کسی خاص شخصیت کے متعلق نہیں ہے۔ چنانچہ حکمران مسلمان ہو یا کافر، عادل ہو یا ظالم، نیک عمل ہو یا بدکردار مملکت کے نظم و نسق کے لیے اس کا وجود ناگزیر ہے۔ جیسا کہ حضرت نے اس مطلب کو دُوسرے مقام پہ وضاحت سے بیان فرمایا ہے :-

و انه لابد للناس من امير بر او فاجر يعمل فی امرته المومن و يستمتع فيها

لوگوں کے لیے ایک حاکم کا ہونا ضروری ہے وہ نیک ہو یا بدکردار (اگر نیک ہوگا) تو مومن اس کی حکومت میں اچھے عمل کر سکے گا اور (اگر فاسق ہوگا) تو کافر اس کے عہد میں

الکافر ویبلغ اللہ
فیھا الاجل ویجمع
بہ الفئ ویوخذ
بہ للضعیف من القوی
حتی یستریح بہ بر
ویستراح
من فاجر

بہرہ اندوز ہوں گے اور اللہ اس نظامِ حکومت کی ہر چیز کو اس کی آخری حدوں تک پہنچا دے گا اس حاکم کی وجہ سے (چاہے وہ اچھا ہو یا بُرا) مالیات فراہم ہوتے ہیں دشمن سے لڑا جاتا ہے راستے پُرامن رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ نیک حاکم (مر کر یا معزول ہو کر) راحت پائے اور بُرے حاکم (کے مرنے یا معزول ہونے) سے دوسروں کو راحت پہنچے۔

حضرت نے مشورہ کے موقع پر جو الفاظ کہے ہیں۔ ان سے حضرت عمر کے حاکم و صاحبِ اقتدار ہونے کے علاوہ اور کسی خصوصیت کا اظہار نہیں ہوتا اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ انھیں دُنیاوی اقتدار حاصل تھا چاہے وہ صحیح طریق سے حاصل ہوا ہو یا غلط طریق سے اور جہاں اقتدار ہو وہاں رعیت کی مرکزیت بھی حاصل ہوتی ہے اسی لیے حضرت نے فرمایا کہ اگر وہ نکل کھڑے ہوں گے تو پھر عرب بھی جوق در جوق میدانِ جنگ کا رُخ کریں گے۔ کیونکہ جب حکمران ہی نکل کھڑا ہو تو رعیت پیچھے رہنا گوارا نہ کرے گی اور ان کے نکلنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ شہروں کے شہر خالی ہو جائیں گے اور دُشمن بھی ان کے میدانِ جنگ میں پہنچ جانے سے یہ اندازہ کرے گا کہ اسلامی شہر خالی پڑے ہیں اگر انھیں پسپا کر دیا گیا تو پھر مسلمانوں کو مرکز سے کمک حاصل نہیں ہو سکتی اور اگر حکمران ہی کو ختم کر دیا گیا تو فوج خود بخود منتشر ہو جائے گی۔ کیونکہ حکمران بمنزلہ اساس و بنیاد کے ہوتا ہے۔ جب بُنیاد ہی ہل جائے تو دیواریں کہاں کھڑی رہ سکتی ہیں۔ یہ اصل العرب (عرب کی جڑ) کی لفظ حضرت نے اپنی طرف سے نہیں فرمائی بلکہ عجمیوں کی زبان سے نقل کی ہے اور ظاہر ہے کہ بادشاہ ہونے کی وجہ سے وُہ ان کی نظروں میں بُنیادِ عرب ہی سمجھے جا رہے تھے اور پھر یہ اضافت ملک کی طرف ہے اسلام یا مسلمین کی طرف نہیں ہے کہ اسلامی اعتبار سے ان کی کسی اہمیت کا اظہار ہو۔

جب حضرت نے انھیں بتایا کہ ان کے پہنچ جانے سے عجم انہی کی تاک میں رہیں گے اور ہتھے چڑھ جانے پر وہ قتل کیے بغیر نہ رہیں گے تو ایسی باتیں اگرچہ شجاعوں کے لیے سمندِ ہمت پر تازیانہ کا کام دیتی ہیں اور ان کا جوش و ولولہ اُبھر آتا ہے۔ مگر آپ نے ٹھہرے رہنے ہی کا مشورہ پسند فرمایا اور جنگ کے شعلوں سے اپنا دامن بچانا ہی بہتر سمجھا اگر یہ مشورہ ان کے طبعی میلان کے موافق نہ ہوتا تو وہ اس طرح خندہ پیشانی سے اس کا خیر مقدم نہ کرتے بلکہ کچھ کہتے سُنتے اور یہ سمجھانے کی کوشش کرتے کہ ملک میں کسی کو نائب بنا کر ملکی نظم و نسق کو برقرار رکھا جا سکتا ہے اور پھر جب اور لوگوں نے جانے کا مشورہ دیا تو امیر المومنینؑ سے مشورہ لینے کا داعی اس کے علاوہ ہو ہی کیا سکتا تھا کہ رُک جانے کا کوئی سہارا مل جائے۔

ومن خطبة له عليه السلام — خطبہ ١٤٥

فبعث محمدا صلى الله عليه وآله وسلم بالحق ليخرج عباده من عبادة الأوثان إلى عبادته، ومن طاعة الشيطان إلى طاعته بقرآن قد بينه وأحكمه ليعلم العباد ربهم إذ جهلوه، وليقروا به إذ جحدوه وليثبتوه بعد إذ أنكروه۔ فتجلى سبحانه لهم في كتابه من غير أن يكونوا رأوه بما أراهم من قدرته۔ وخوفهم من سطوته۔ وكيف محق من محق بالمثلات۔ واحتصد من احتصد بالنقمات وإنه سيأتي عليكم من بعدي زمان ليس فيه شيء أخفى من الحق ولا أظهر من الباطل ولا أكثر من الكذب على الله ورسوله وليس عند أهل ذلك الزمان سلعة أبور من الكتاب إذا تلي حق تلاوته ولا أنفق منه إذا حرف عن مواضعه ولا في البلاد شيء أنكر من المعروف ولا أعرف من المنكر فقد نبذ الكتاب حملته۔ وتناساه حفظته فالكتاب يومئذ وأهله منفيان

اللہ سبحانہ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اُس کے بندوں کو محکم و واضح قرآن کے ذریعہ سے بتوں کی پرستش سے خدا کی پرستش کی طرف، اور شیطان کی اطاعت سے اللہ کی اطاعت کی طرف نکال لے جائیں تاکہ بندے اپنے پروردگار سے جاہل و بے خبر رہنے کے بعد اُسے جان لیں، ہٹ دھرمی اور انکار کے بعد اس کے وجود کا یقین اور اقرار کریں۔ اللہ اُن کے سامنے بغیر اس کے کہ اُسے دیکھا ہو قدرت کی (ان نشانیوں) کی وجہ سے جلوہ طراز ہے، کہ جو اُس نے اپنی کتاب میں دکھائی ہیں اور اپنی سطوت و شوکت کی (قہرمانیوں سے) نمایاں ہے کہ جن سے ڈرایا ہے اور دیکھنے کی بات یہ ہے کہ جنھیں اُسے مٹانا تھا۔ انھیں کس طرح اُس نے اپنی عقوبتوں سے مٹا دیا اور جنھیں تہس نہس کرنا تھا انھیں کیونکر اپنے عذابوں سے تہس نہس کر دیا۔ میرے بعد تم پر ایک ایسا دور آنے والا ہے جس میں حق بہت پوشیدہ اور باطل بہت نمایاں ہوگا۔ اور اللہ و رسول پر افترا پردازی کا زور ہوگا۔ اس زمانہ والوں کے نزدیک قرآن سے زیادہ کوئی بے قیمت چیز نہ ہوگی جبکہ اُسے اس طرح پیش کیا جائے جیسے پیش کرنے کا حق ہے اور اس قرآن سے زیادہ ان میں کوئی مقبول اور قیمتی چیز نہیں ہوگی۔ اس وقت جبکہ اس کی آیتوں کا بے محل استعمال کیا جائے اور نہ (ان کے) شہروں میں نیکی سے زیادہ کوئی بُرائی اور بُرائی سے زیادہ کوئی نیکی ہوگی۔ چنانچہ قرآن کا بار اٹھانے والے اسے پھینک کر الگ کریں گے اور حفظ کرنے والے اس کی (تعلیم) بھلا بیٹھیں گے اور قرآن اور قرآن والے

طَرِيدَانِ وَصَاحِبَانِ مُصْطَحِبَانِ
فِي طَرِيقٍ وَاحِدٍ لَا يُؤْوِيهِمَا مُؤْوٍ
فَالْكِتَابُ وَأَهْلُهُ فِي ذٰلِكَ الزَّمَانِ
فِي النَّاسِ وَلَيْسَا فِيهِمْ، وَمَعَهُمْ
وَلَيْسَا مَعَهُمْ لِأَنَّ الضَّلَالَةَ لَا تُوَافِقُ
الْهُدٰى وَإِنِ اجْتَمَعَا۔ فَاجْتَمَعَ
الْقَوْمُ عَلَى الْفُرْقَةِ۔ وَافْتَرَقُوا عَنِ
الْجَمَاعَةِ۔ كَأَنَّهُمْ أَئِمَّةُ الْكِتَابِ فَلَيْسَ
الْكِتَابُ إِمَامَهُمْ فَلَمْ يَبْقَ عِنْدَهُمْ مِنْهُ
إِلَّا اسْمُهُ۔ وَلَا يَعْرِفُونَ إِلَّا خَطَّهُ وَ
زَبْرَهُ، وَمِنْ قَبْلُ مَا مَثَّلُوا بِالصَّالِحِينَ
كُلَّ مُثْلَةٍ وَسَمَّوْا صِدْقَهُمْ عَلَى اللهِ فِرْيَةً
وَجَعَلُوا فِي الْحَسَنَةِ عُقُوبَةَ السَّيِّئَةِ۔
وَإِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ
بِطُولِ آمَالِهِمْ وَتَغَيُّبِ آجَالِهِمْ حَتّٰى
نَزَلَ بِهِمُ الْمَوْعُودُ الَّذِي تُرَدُّ عَنْهُ
الْمَعْذِرَةُ وَتُرْفَعُ عَنْهُ التَّوْبَةُ وَتَحُلُّ
مَعَهُ الْقَارِعَةُ وَالنِّقْمَةُ۔
أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّهُ مَنِ اسْتَنْصَحَ اللهَ
وُفِّقَ وَمَنِ اتَّخَذَ قَوْلَهُ دَلِيلًا هُدِيَ
لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ فَإِنَّ جَارَ اللهِ آمِنٌ
وَعَدُوَّهُ خَائِفٌ۔ وَإِنَّهُ لَا يَنْبَغِي
لِمَنْ عَرَفَ عَظَمَةَ اللهِ أَنْ يَتَعَظَّمَ
فَإِنَّ رِفْعَةَ الَّذِينَ يَعْلَمُونَ مَا
عَظَمَتُهُ أَنْ يَتَوَاضَعُوا لَهُ وَسَلَامَةَ

(اہلبیت) بے گھر اور بے در ہوں گے اور ایک ہی راہ میں ایک دوسرے کے ساتھی ہوں گے انھیں کوئی پناہ دینے والا نہ ہوگا۔ وہ (بظاہر) لوگوں میں ہوں گے مگر ان سے الگ تھلگ ان کے ساتھ ہوں گے۔ مگر بے تعلق اس لیے کہ گمراہی ہدایت سے سازگار نہیں ہو سکتی اگرچہ وہ یکجا ہوں لوگوں نے تفرقہ پردازی پر تو اتفاق کر لیا ہے اور جماعت سے کٹ گئے ہیں۔ گویا کہ وہ کتاب کے پیشوا ہیں کتاب ان کی پیشوا نہیں۔ ان کے پاس تو صرف قرآن کا نام رہ گیا ہے اور صرف اس کے خطوط و نقوش کو پہچان سکتے ہیں۔ اس آنے والے دور سے پہلے وہ نیک بندوں کو طرح طرح کی اذیتیں پہنچا چکے ہوں گے اور اللہ کے متعلق ان کی سچی باتوں کا نام بھی بہتان رکھ دیا ہوگا اور نیکیوں کے بدلہ میں انہیں بُری سزائیں دی ہوں گی۔

تم سے پہلے لوگوں کی تباہی کا سبب یہ ہے کہ وہ اُمیدوں کے دامن پھیلاتے رہے اور موت کو نظروں سے اوجھل سمجھا کیے۔ یہاں تک کہ جب وعدہ کی ہوئی (موت) آگئی تو اُن کی معذرت کو ٹھکرا دیا گیا اور توبہ اُٹھا لی گئی اور مُصیبت و بلا ان پر ٹوٹ پڑی۔

اے لوگو! جو اللہ سے نصیحت چاہے اسے ہی توفیق نصیب ہوتی ہے اور جو اس کے ارشادات کو رہنما بنائے وہ سیدھے راستہ پر ہو لیتا ہے اس لیے کہ اللہ کی ہمسائیگی میں رہنے والا امن و سلامتی میں ہے اور اُس کا دشمن خوف و ہراس میں جو اللہ کی عظمت و جلالت کو پہچان لے اسے کسی طرح زیب نہیں دیتا کہ وہ اپنی عظمت کی نمائش کرے چونکہ جو اس کی عظمت کو پہچان چکے ہیں ان کی رفعت و

الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ مَاقُدْرَتُهُ اَنْ
يَّسْتَسْلِمُوْا لَهٗ فَلَا تَنْفِرُوْا مِنَ
الْحَقِّ نِفَارَ الصَّحِيْحِ مِنَ الْاَجْرَبِ وَ
الْبَارِیْ مِنْ ذِی السَّقَمِ۔ وَاعْلَمُوْٓا
اَنَّكُمْ لَنْ تَعْرِفُوا الرُّشْدَ حَتّٰى
تَعْرِفُوا الَّذِیْ تَرَكَهٗ۔ وَلَنْ تَاْخُذُوْا
بِمِيْثَاقِ الْكِتَابِ حَتّٰى تَعْرِفُوا الَّذِیْ
نَقَضَهٗ وَلَنْ تَمَسَّكُوْا بِهٖ حَتّٰى تَعْرِفُوا
الَّذِیْ نَبَذَهٗ فَالْتَمِسُوْا ذٰلِكَ مِنْ
عِنْدِ اَهْلِهٖ فَاِنَّهُمْ عَيْشُ الْعِلْمِ وَ
مَوْتُ الْجَهْلِ هُمُ الَّذِيْنَ يُخْبِرُكُمْ
حُكْمُهُمْ عَنْ عِلْمِهِمْ، وَصَمْتُهُمْ عَنْ
مَنْطِقِهِمْ، وَظَاهِرُهُمْ عَنْ بَاطِنِهِمْ
لَا يُخَالِفُوْنَ الدِّيْنَ وَلَا يَخْتَلِفُوْنَ
فِيْهِ فَهُوَ بَيْنَهُمْ شَاهِدٌ صَادِقٌ
وَصَامِتٌ نَاطِقٌ۔

بلندی اسی میں ہے کہ اس کے آگے جھک جائیں اور جو اس کی قدرت کو جان چکے ہیں۔ اُن کی سلامتی اسی میں ہے کہ اس کے آگے سر تسلیم خم کر دیں، حق سے اس طرح بھڑک نہ اٹھو جس طرح صحیح و سالم خارش زدہ سے، یا تندرست بیمار سے تم ہدایت کو اس وقت تک نہ پہچان سکو گے۔ جب تک اُس کے چھوڑنے والوں کو نہ پہچان لو اور قرآن کے عہد پیمان کے پابند نہ رہ سکو گے۔ جب تک کہ اس کے توڑنے والے کو نہ جان لو اور اُس سے وابستہ نہیں رہ سکتے جب تک اُسے دُور پھینکنے والے کی شناخت نہ کر لو، جو ہدایت والے ہیں انہی سے ہدایت طلب کرو، وُہی علم کی زندگی اور جہالت کی موت ہیں۔ وہ ایسے لوگ ہیں کہ اُن کا (دیا ہوا) ہر حکم ان کے علم کا اور ان کی خاموشی ان کی گویائی کا پتہ دے گی اور ان کا ظاہر ان کے باطن کا آئینہ دار ہے۔ وُہ نہ دین کی مخالفت کرتے ہیں نہ اُس کے بارے میں باہم اختلاف رکھتے ہیں۔ دین ان کے سامنے ایک سچا گواہ ہے اور ایک ایسا بے زبان ہے جو بول رہا ہے۔

وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ: خطبہ ۱۴۶

(فِیْ ذِكْرِ اَهْلِ الْبَصْرَةِ)

كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا يَرْجُو الْاَمْرَ
لَهٗ وَيَعْطِفُهٗ عَلَيْهِ دُوْنَ صَاحِبِهٖ لَا
يَمُتَّانِ اِلَى اللّٰهِ بِحَبْلٍ۔ وَلَا يَمُدَّانِ
اِلَيْهِ بِسَبَبٍ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا حَامِلُ
ضَبٍّ لِصَاحِبِهٖ وَعَمَّا قَلِيْلٍ
يُكْشَفُ قِنَاعُهٗ بِهٖ۔ وَاللّٰهِ

اِن دونوں (طلحہ و زبیر) میں سے ہر ایک اپنے لیے خلافت کا اُمیدوار ہے اور اُسے اپنی ہی طرف موڑ کر لانا چاہتا ہے۔ نہ اپنے ساتھی کی طرف، وُہ اللہ کی طرف کسی وسیلہ سے توسل نہیں ڈھونڈھتے اور نہ کوئی ذریعہ لے کر اُس کی طرف بڑھنا چاہتے ہیں۔ وُہ دونوں ایک دُوسرے کی طرف سے (دلوں میں کینہ) لیے ہُوئے ہیں اور جلد ہی اس سلسلے میں بے نقاب ہو جائیں گے۔ خدا کی قسم اگر وہ اپنے ارادوں میں کامیاب ہو

لَئِنْ أَصَابُوا الَّذِي يُرِيدُونَ لَيَنْتَزِعَنَّ هٰذَا نَفْسَ هٰذَا وَلَيَأْتِيَنَّ هٰذَا عَلَى هٰذَا. قَدْ قَامَتِ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ فَأَيْنَ الْمُحْتَسِبُونَ فَقَدْ سُنَّتْ لَهُمُ السُّنَنُ وَقُدِّمَ لَهُمُ الْخَبَرُ وَلِكُلِّ ضَلَّةٍ عِلَّةٌ وَلِكُلِّ نَاكِثٍ شُبْهَةٌ۔ وَاللّٰهِ لَا أَكُونُ كَمُسْتَمِعِ اللَّدْمِ يَسْمَعُ النَّاعِيَ وَيَحْضُرُ الْبَاكِيَ ثُمَّ لَا يَعْتَبِرُ۔

جائیں تو ایک ان میں دُوسرے کو جان ہی سے مار ڈالے اور ختم کر کے ہی دم لے (دیکھو) باغی گروہ اُٹھ کھڑا ہوا ہے (اب) کہاں ہیں اجر و ثواب کے چاہنے والے جبکہ حق کی راہیں مقرر ہو چکی ہیں اور یہ خبر انھیں پہلے سے دی جا چکی ہے۔ ہر گمراہی کے لیے حیلے بہانے ہوا کرتے ہیں اور ہر پیمان شکن (دُوسروں کو) اشتباہ میں ڈالنے کے لیے کوئی نہ کوئی بات بنایا کرتا ہے۔ خدا کی قسم! میں اس شخص کی طرح نہیں ہوں گا جو ماتم کی آواز پر کان دھرے۔ موت کی سنائی دینے والے کی آواز سُنے اور رونے والے کے پاس (پرسے کے لیے) بھی جائے اور پھر عبرت حاصل نہ کرے۔

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ — خطبہ ۱۴۷

(قَبْلَ مَوْتِهِ)

مرنے سے پہلے فرمایا :۔

أَيُّهَا النَّاسُ كُلُّ امْرِئٍ لَاقٍ مَا يَفِرُّ مِنْهُ فِي فِرَارِهِ وَالْأَجَلُ مَسَاقُ النَّفْسِ۔ وَالْهَرَبُ مِنْهُ مُوَافَاتُهُ كَمْ أَطْرَدْتُ الْأَيَّامَ أَبْحَثُهَا عَنْ مَكْنُونِ هٰذَا الْأَمْرِ فَأَبَى اللّٰهُ إِلَّا إِخْفَاءَهُ۔ هَيْهَاتَ۔ عِلْمٌ مَخْزُونٌ۔ أَمَّا وَصِيَّتِي فَاللّٰهَ لَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئاً، وَمُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَلَا تُضَيِّعُوا سُنَّتَهُ أَقِيمُوا هٰذَيْنِ الْعَمُودَيْنِ وَأَوْقِدُوا هٰذَيْنِ الْمِصْبَاحَيْنِ وَخَلَاكُمْ

اے لوگو! ہر شخص اسی چیز کا سامنا کرنے والا ہے جس سے وُہ راہِ فرار اختیار کئے ہُوئے ہے اور جہاں زندگی کا سفر کھینچ کرلے جاتا ہے وُہی حیات کی منزلِ منتہا ہے۔ موت سے بھاگنا اُسے پالینا ہے۔ میں نے اس موت کے چھُپے ہُوئے بھیدوں کی جستجو میں کتنا ہی زمانہ گذارا مگر مشیّتِ ایزدی یہی رہی کہ اس کی (تفصیلات) بے نقاب نہ ہوں۔ اُس کی منزل تک رسائی کہاں وہ تو ایک پوشیدہ علم ہے، تو ہاں میری وصیت یہ ہے کہ اللہ کا کوئی شریک نہ ٹھہراؤ اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی سُنّت کو ضائع و برباد نہ کرو۔ ان دونوں ستونوں کو قائم و برقرار رکھو اور ان دونوں چراغوں کو روشن کئے رہو۔ جب تک منتشر و پراگندہ نہیں ہوتے تم میں کوئی بُرائی نہیں آئے گی تم میں سے ہر

ذَمٌّ مَا لَمْ تَشْرُدُوا. حَمَلَ كُلُّ امْرِئٍ مِنْكُمْ مَجْهُودَهُ. وَخُفِّفَ عَنِ الْجَهَلَةِ رَبٌّ رَحِيمٌ، وَدِينٌ قَوِيمٌ، وَإِمَامٌ عَلِيمٌ. أَنَا بِالْأَمْسِ صَاحِبُكُمْ، وَأَنَا الْيَوْمَ عِبْرَةٌ لَكُمْ وَغَدًا مُفَارِقُكُمْ غَفَرَ اللّٰهُ لِي وَلَكُمْ۔

إِنْ تَثْبُتِ الْوَطْأَةُ فِي هٰذِهِ الْمَزَلَّةِ فَذَاكَ. وَإِنْ تَدْحَضِ الْقَدَمُ. فَإِنَّمَا كُنَّا فِي أَفْيَاءِ أَغْصَانٍ وَمَهَبِّ رِيَاحٍ وَتَحْتَ ظِلِّ غَمَامٍ اضْمَحَلَّ فِي الْجَوِّ مُتَلَفَّقُهَا وَعَفَا فِي الْأَرْضِ مَخَطُّهَا. وَإِنَّمَا كُنْتُ جَارًا جَاوَرَكُمْ بَدَنِي أَيَّامًا، وَسَتُعْقَبُونَ مِنِّي جُثَّةً خَلَاءً: سَاكِنَةً بَعْدَ حَرَاكٍ وَصَامِتَةً بَعْدَ نُطْقٍ. لِيَعِظْكُمْ هُدُوِّي. وَخُفُوتُ أَطْرَافِي وَسُكُونُ أَطْرَافِي فَإِنَّهُ أَوْعَظُ لِلْمُعْتَبِرِينَ مِنَ الْمَنْطِقِ الْبَلِيغِ وَالْقَوْلِ الْمَسْمُوعِ وَدَاعِيكُمْ وَدَاعُ امْرِئٍ مُرْصِدٍ لِلتَّلَاقِي، غَدًا تَرَوْنَ أَيَّامِي وَيُكْشَفُ لَكُمْ عَنْ سَرَائِرِي، وَتَعْرِفُونَنِي بَعْدَ خُلُوِّ مَكَانِي وَقِيَامِ غَيْرِي مَقَامِي۔

شخص اپنی وسعت بھر بوجھ اٹھائے۔ نہ جاننے والوں کا بوجھ بھی ہلکا رکھا گیا ہے (کیونکہ) اللہ رحم کرنے والا دین سیدھا (کہ جس میں کوئی اُلجھاؤ نہیں) اور پیغمبر عالم و دانا ہے۔ مَیں کل تمہارا ساتھی تھا اور آج تمہارے لیے عبرت بنا ہُوا ہوں اور کل تم سے چھوٹ جاؤں گا۔ خدا مجھے اور تمھیں مغفرت عطا کرے۔

اگر اس پھسلنے کی جگہ پر قدم جمے رہے تو خیر اور اگر قدموں کا جماؤ اُکھڑ گیا تو ہم نے انہی (گھنی) شاخوں کی چھاؤں ہوا کی گزرگاہوں اور چھائے ہوئے ابر کے سایوں میں تھے (لیکن) اس کے تہ بہ تہ جمے ہوئے لکے چھٹ گئے اور ہوا کے نشانات مٹ مٹا گئے۔ میں تمہارا ہمسایہ تھا کہ میرا جسم چند دن تمہارے پڑوس میں رہا اور میرے مرنے کے بعد مجھے جسدِ بے رُوح پاؤ گے کہ جو حرکت کرنے کے بعد تھم گیا اور بولنے کے بعد خاموش ہو گیا تاکہ میرا یہ سکون اور ٹھہراؤ اور آنکھوں کا مندھ جانا اور ہاتھ پیروں کا بے حس و حرکت ہو جانا تمھیں پند و نصیحت کرے۔ کیونکہ عبرت حاصل کرنے والوں کے لیے یہ (منظر) بلیغ کلموں اور کان میں پڑنے والی باتوں سے زیادہ موعظت و عبرت دلانے والا ہوتا ہے۔ میں تم سے اس طرح رخصت ہو رہا ہوں، جیسے کوئی شخص (کسی کی) ملاقات کے لیے چشم براہ ہو۔ کل تم میرے اس دور کو یاد کرو گے۔ اور میری نیتیں کھل کر تمہارے سامنے آجائیں گی اور میری جگہ کے خالی ہونے اور دوسروں کے اس مقام پر آنے سے تمھیں میری قدر و منزلت کی پہچان ہو گی۔

۱ یعنی انسان موت سے بچنے کے لیے جو ہاتھ پیر مارتا ہے اور چارہ سازی کرتا ہے اس میں جتنا زمانہ صرف ہوتا ہے۔ وہ مدتِ حیات ہی سے کہ جو کم ہو رہی ہے اور جوں جوں وقت گزرتا ہے موت کی منزل قریب ہوتی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ زندگی ڈھونڈھتے ڈھونڈھتے موت سے ہم کنار ہو جاتا ہے۔

۲ خلاکم ذم (تم پر کوئی بُرائی عائد نہ ہو گی) یہ جملہ بطورِ مثل استعمال ہوتا ہے۔ جسے سب سے پہلے جذیمہ ابرش کے غلام قصیر نے استعمال کیا تھا۔

۳ مقصد یہ ہے کہ جب یہ ساری چیزیں فنا ہو جائیں گی تو ان میں رہنے والے کیونکر موت سے محفوظ رہ سکتے ہیں یقیناً انھیں بھی ہر چیز کی طرح ایک نہ ایک دن فنا ہونا ہے۔ لہٰذا میرے جامِ حیات کے چھلک جانے پر تعجب ہی کیا۔

خطبہ ۱۴۸

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

(فِي الْمَلَاحِمِ)

وَأَخَذُوا يَمِيناً وَشِمَالاً ظَعْناً فِي مَسَالِكِ الْغَيِّ، وَتَرْكاً لِمَذَاهِبِ الرُّشْدِ. فَلَا تَسْتَعْجِلُوا مَا هُوَ كَائِنٌ مُّرْصَدٌ. وَلَا تَسْتَبْطِئُوا مَا يَجِيءُ بِهِ الْغَدُ. فَكَمْ مِّنْ مُّسْتَعْجِلٍ بِمَا إِنْ أَدْرَكَهُ وَدَّ أَنَّهُ لَمْ يُدْرِكْهُ. وَمَا أَقْرَبَ الْيَوْمَ مِنْ تَبَاشِيرِ غَدٍ. يَا قَوْمِ هٰذَا إِبَّانُ وُرُودِ كُلِّ مَوْعُودٍ، وَدُنُوٍّ مِّنْ طَلْعَةِ مَا لَا تَعْرِفُونَ. أَلَا وَمَنْ أَدْرَكَهَا مِنَّا يَسْرِي فِيهَا بِسِرَاجٍ مُّنِيرٍ. وَيَحْذُو فِيهَا عَلَى مِثَالِ الصَّالِحِينَ لِيَحُلَّ فِيهَا رِبْقاً. وَيُعْتِقَ رِقّاً، وَيَصْدَعَ شَعْباً.

(وہ لوگ) گمراہی کے راستوں پر لگ کر اور ہدایت کی راہوں کو چھوڑ کر (افراط و تفریط کے) دائیں بائیں راستوں پر ہو لیے ہیں جو بات کہ ہو کر رہنے والی اور محلِ انتظار میں ہو اس کے لیے جلدی نہ مچاؤ اور جسے "کل" اپنے ساتھ لیے آ رہا ہے۔ اس کی دوری محسوس کرتے ہوئے ناگواری ظاہر نہ کرو۔ بہتیرے لوگ ہیں کہ جو کسی چیز کے لیے جلدی مچاتے ہیں اور جب اسے پا لیتے ہیں تو پھر یہ چاہنے لگتے ہیں کہ اسے نہ ہی پاتے تو اچھا تھا "آج" آنے والے "کل" کے اجالوں سے کتنا قریب ہے۔ اے میری قوم یہی تو وعدہ کی ہوئی چیزوں کے آنے اور ان فتنوں کے نمایاں ہو کر قریب ہونے کا زمانہ ہے کہ جن سے ابھی تم آگاہ نہیں ہو، دیکھو! ہم (اہلبیت) میں سے جو (ان فتنوں کا دور) پائے گا، وہ اس میں (ہدایت کا) چراغ لے کر بڑھے گا اور نیک لوگوں کی راہ و روش پر قدم اٹھائے گا تاکہ بندھی ہوئی گرہوں کو کھولے اور بندوں کو آزاد کرے اور حسبِ ضرورت جڑے ہوئے کو توڑے اور ٹوٹے ہوئے کو جوڑے وہ لوگوں کی نگاہوں

وَيَشْعَبُ صَدْعًا فِي سُتْرَةٍ عَنِ النَّاسِ لَا يُبْصِرُ الْقَائِفُ أَثَرَهُ وَلَوْ تَابَعَ نَظَرَهُ ثُمَّ لَيُشْحَذَنَّ فِيهَا قَوْمٌ شَحْذَ الْقَيْنِ النَّصْلَ تُجْلَى بِالتَّنْزِيلِ أَبْصَارُهُمْ وَيُرْمَى بِالتَّفْسِيرِ فِي مَسَامِعِهِمْ وَيُغْبَقُونَ كَأْسَ الْحِكْمَةِ بَعْدَ الصَّبُوحِ۔

(مِنْهَا) وَطَالَ الْأَمَدُ بِهِمْ لِيَسْتَكْمِلُوا الْخِزْيَ وَيَسْتَوْجِبُوا الْغِيَرَ حَتّٰى إِذَا اخْلَوْلَقَ الْأَجَلُ وَاسْتَرَاحَ قَوْمٌ إِلَى الْفِتَنِ وَأَشَالُوا عَنْ لَقَاحِ حَرْبِهِمْ لَمْ يَمُنُّوا عَلَى اللّٰهِ بِالصَّبْرِ وَلَمْ يَسْتَعْظِمُوا بَذْلَ أَنْفُسِهِمْ فِي الْحَقِّ حَتّٰى إِذَا وَافَقَ وَارِدُ الْقَضَاءِ انْقِطَاعَ مُدَّةِ الْبَلَاءِ حَمَلُوا بَصَائِرَهُمْ عَلٰى أَسْيَافِهِمْ وَدَانُوا لِرَبِّهِمْ بِأَمْرِ وَاعِظِهِمْ حَتّٰى إِذَا قَبَضَ اللّٰهُ رَسُولَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ رَجَعَ قَوْمٌ عَلَى الْأَعْقَابِ وَغَالَتْهُمُ السُّبُلُ وَاتَّكَلُوا عَلَى الْوَلَائِجِ وَوَصَلُوا غَيْرَ الرَّحِمِ وَهَجَرُوا السَّبَبَ الَّذِي أُمِرُوا بِمَوَدَّتِهِ وَنَقَلُوا الْبِنَاءَ عَنْ رَصِّ أَسَاسِهِ فَبَنَوْهُ فِي غَيْرِ مَوْضِعِهِ مَعَادِنُ كُلِّ خَطِيئَةٍ

سے) پوشیدہ ہوگا۔ کھوج لگانے والے پیہم نظریں جمانے کے باوجود بھی اس کے نقشِ قدم کو نہ دیکھ سکیں گے۔ اس وقت ایک قوم کو (حق کی سان پر) اس طرح تیز کیا جائے گا جس طرح لوہار تلوار کی باڑ تیز کرتا ہے۔ قرآن سے ان کی آنکھوں میں جلا پیدا کی جائے گی اور اس کے مطالب ان کے کانوں میں پڑتے رہیں گے اور حکمت کے چھلکتے ہوئے ساغر انھیں صبح و شام پلائے جائیں گے۔

اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے: ان کی (گمراہیوں کا) زمانہ بڑھتا ہی رہا تاکہ وہ اپنی رسوائیوں کی تکمیل اور سختیوں کا استحقاق پیدا کر لیں۔ یہاں تک کہ جب وہ مدت ختم ہونے کے قریب آگئی اور ایک (فتنہ انگیز) جماعت فتنوں کا سہارا لے کر بڑھی اور جنگ کی تخم پاشیوں کے لیے کھڑی ہو گئی تو اُس وقت ایمان لانے والے اپنے صبر و شکیب سے اللہ پر احسان نہیں جتلاتے تھے اور نہ حق کی راہ میں جان دینا کوئی بڑا کارنامہ سمجھتے تھے۔ یہاں تک کہ جب حکمِ قضا نے مصیبت کا زمانہ ختم کر دیا تو انھوں نے بصیرت کے ساتھ تلواریں اٹھا لیں اور اپنے ہادی کے حکم سے اپنے رب کے احکام کی اطاعت کرنے لگے اور جب اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو دنیا سے اٹھا لیا تو ایک گروہ اُلٹے پاؤں پلٹ گیا اور گمراہی کی راہوں نے اُسے تباہ و برباد کر دیا اور وہ اپنے غلط سلط عقیدوں پر بھروسا کر بیٹھا (قریبیوں کو چھوڑ کر) بیگانوں کے ساتھ حُسنِ سلوک کرنے لگا اور جن (ہدایت کے) وسیلوں سے اُسے مودت کا حکم دیا گیا تھا۔ انھیں چھوڑ بیٹھا اور (خلافت کو) اُس کی مضبوط بنیادوں سے ہٹا کر وہاں نصب کر دیا، جو اس کی جگہ نہ تھی یہی لوگ گناہوں

وأبوابُ كلِّ ضاربٍ في غمرةٍ. قد ماروا في الحيرةِ وذهلوا في السكرةِ على سُنّةٍ من آلِ فرعونَ من مُنقطعٍ إلى الدنيا راكنٍ أو مُفارقٍ للدينِ مُباينٍ۔

کے مخزن اور گمراہی میں بھٹکنے والوں کا دروازہ ہیں۔ وہ حیرت و پریشانی میں سرگرداں اور آلِ فرعون کی طرح گمراہی کے نشہ میں مدہوش پڑے تھے۔ کچھ تو آخرت سے کٹ کر دنیا کی طرف متوجہ تھے اور کچھ حق سے منہ موڑ کر دین چھوڑ چکے تھے

ومن خطبة له علیه السلام — خطبہ ۱۴۹

وأحمدُ اللهَ وأستعينُهُ على مداحرِ الشيطانِ ومزاجرِهِ والاعتصامِ من حبائلِهِ ومخاتلِهِ وأشهدُ أنّ محمّداً عبدُهُ ورسولُهُ ونجيبُهُ وصفوتُهُ لا يُوازى فضلُهُ ولا يُجبرُ فقدُهُ أضاءتْ بهِ البلادُ بعدَ الضلالةِ المظلمةِ والجهالةِ الغالبةِ والجفوةِ الجافيةِ والناسُ يستحلّونَ الحريمَ ويستذلّونَ الحكيمَ يحيَونَ على فترةٍ ويموتونَ على كفرةٍ۔ ثمّ إنّكم معشرَ العربِ أغراضُ بلايا قد اقتربتْ۔ فاتّقوا سكراتِ النعمةِ واحذروا بوائقَ النقمةِ وتثبّتوا في قتامِ العشوةِ واعوجاجِ الفتنةِ عندَ طلوعِ جنينِها وظهورِ كمينِها وانتصابِ قطبِها ومدارِ رحاها تبدأُ

میں اللہ کی حمد و ثنا کرتا ہوں اور ان چیزوں کے لیے اس سے مدد مانگتا ہوں کہ جو شیطان کو راندہ اور دور کرنے والی اور اس کے پھندوں اور ہتھکنڈوں سے اپنی پناہ میں رکھنے والی ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اس کے عبد و رسول اور منتخب و برگزیدہ ہیں۔ نہ ان کے فضل و کمال کی برابری اور نہ ان کے اٹھ جانے کی تلافی ہو سکتی ہے۔ تاریک گمراہیوں اور بھرپور جہالتوں اور سخت و درشت (خصلتوں) کے بعد شہروں (کے شہر) ان کی وجہ سے روشن و منور ہو گئے جبکہ لوگ حلال کو حرام اور مرد زیرک و دانا کو ذلیل سمجھتے تھے۔ نبیوں سے خالی زمانہ میں جیتے تھے اور گمراہی کی حالت میں مر جاتے تھے پھر یہ کہ اے گروہ عرب تم ایسی ابتلاؤں کا نشانہ بننے والے ہو کہ جو قریب پہنچ چکی ہیں۔ عیش و تنعم کی بدمستیوں سے بچو اور عذاب کی تباہ کاریوں سے ڈرو۔ شبہات کے دھندلکوں اور فتنہ کی کجرویوں میں اپنے قدموں کو روک لو جبکہ اس کا چھپا ہوا خدشہ سر اٹھائے اور مخفی اندیشہ سامنے آجائے اور اس کا کھونٹا مضبوط ہو جائے۔ فتنے ہمیشہ چھپے ہوئے راستوں سے ظاہر ہوا کرتے ہیں اور انجام کار ان کی کھلم کھلا برائیوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے اور ان کی

فِي مَدَارِجَ خَفِيَّةٍ، وَتَؤُوْلُ إِلٰى
فَظَاعَةٍ جَلِيَّةٍ شَبَابُهَا كَشَبَابِ
الْغُلَامِ وَاٰثَارُهَا كَاٰثَارِ السِّلَامِ
تَتَوَارَثُهَا الظَّلَمَةُ بِالْعُهُوْدِ
اَوَّلُهُمْ قَائِدٌ لِاٰخِرِهِمْ وَاٰخِرُهُمْ
مُقْتَدٍ بِاَوَّلِهِمْ. يَتَنَافَسُوْنَ
فِيْ دُنْيَا دَنِيَّةٍ، وَيَتَكَالَبُوْنَ عَلٰى
جِيْفَةٍ مُرِيْحَةٍ وَعَنْ قَلِيْلٍ يَتَبَرَّأُ
التَّابِعُ مِنَ الْمَتْبُوْعِ وَالْقَائِدُ
مِنَ الْمَقُوْدِ فَيَتَزَايَلُوْنَ بِا
لْبَغْضَاءِ. وَيَتَلَاعَنُوْنَ عِنْدَ
اللِّقَاءِ ثُمَّ يَأْتِيْ بَعْدَ ذٰلِكَ طَالِعُ
الْفِتْنَةِ الرَّجُوْفِ وَالْقَاصِمَةِ
الزَّحُوْفِ. فَتَزِيْغُ قُلُوْبٌ بَعْدَ
اسْتِقَامَةٍ وَتَضِلُّ رِجَالٌ بَعْدَ
سَلَامَةٍ وَّتَخْتَلِفُ الْاَهْوَاءُ عِنْدَ
هُجُوْمِهَا وَتَلْتَبِسُ الْاٰرَاءُ عِنْدَ
نُجُوْمِهَا مَنْ اَشْرَفَ لَهَا قَصَمَتْهُ
وَمَنْ سَعٰى فِيْهَا حَطَمَتْهُ
يَتَكَادَمُوْنَ فِيْهَا تَكَادُمَ الْحُمُرِ
فِي الْعَانَةِ قَدِ اضْطَرَبَ مَعْقُوْدُ
الْحَبْلِ وَعَمِيَ وَجْهُ الْاَمْرِ تَغِيْضُ
فِيْهَا الْحِكْمَةُ وَتَنْطِقُ فِيْهَا
الظَّلَمَةُ. وَتَدُقُّ اَهْلَ الْبَدْوِ
بِمِسْحَلِهَا، وَتَرُضُّهُمْ بِكَلْكَلِهَا

اُٹھان ایسی ہوتی ہے جیسے نوخیز بچے کی اور اُن کے نشانات
ایسے ہوتے ہیں جیسے پتھر (کی چوٹوں) کے ظالم آپس کے عہد و
پیمان سے اس کے وارث ہوتے چلے آتے ہیں۔ اگلا پچھلے کا
رہنما اور پچھلا اگلے کا پیرو ہوتا ہے۔ وہ اسی رذیل دُنیا پر
مر مٹتے ہیں اور اس سڑے ہوئے مُردار پر ٹوٹ پڑے ہیں جلد
ہی پیروکار اپنے پیشرو رہنماؤں سے اظہار بیزاری کریں گے
اور ایک دُوسرے کی دُشمنی کے ساتھ علیحدگی اختیار کریں
گے اور سامنے ہونے پر ایک دُوسرے کو لعنت کریں گے
اس دَور کے بعد ایک فتنہ ایسا آئے گا جو امن و سلامتی کو
تہ و بالا کرنے والا اور تباہی مچانے والا اور خلقِ خدا پر
سختی کے ساتھ حملہ آور ہو گا، تو بہت سے دِل ٹھہراؤ کے
بعد ڈانوا ڈول اور بہت سے لوگ (ایمان کی) سلامتی کے
بعد گمراہ ہو جائیں گے اس کے حملہ آور ہونے کے وقت خواہشیں
بٹ جائیں گی اور اس کے اُبھرنے کے وقت رائیں مشتبہ
ہو جائیں گی، جو اس فتنہ کی طرف جھک کر دیکھے گا وہ اُسے
تباہ کر دے گا اور جو اس میں سعی و کوشش کرے گا اُسے جڑ
بُنیاد سے اُکھیڑ دے گا اور آپس میں ایک دُوسرے کو اس
طرح کاٹنے لگیں گے جس طرح وحشی گدھے اپنی بھیڑ میں
ایک دُوسرے کو دانتوں سے کاٹتے ہیں۔ اسلام کی بٹی ہوئی
رسّی کے بل کُھل جائیں گے۔ صحیح طریق کا رچھپ جائے گا۔
حکمت کا پانی خشک ہو جائے گا اور ظالموں کی زبان کُھل جائے
وہ فتنہ بادیہ نشینوں کو اپنے ہتھوڑوں سے کُچل دے گا۔
اور اپنے سینہ سے ریزہ ریزہ کر دے گا۔ اُس کے گرد و غبار
میں اکیلے دو کیلے تباہ و برباد ہو جائیں گے اور سوار اس کی
راہوں میں ہلاک ہو جائیں گے۔ وہ حکمِ الٰہی کی تلخیاں لے کر

يَضِيعُ فِي غُبَارِهَا الْوُحْدَانُ - وَ
يَهْلِكُ فِي طَرِيقِهَا الرُّكْبَانُ تَرِدُ
بِمُرِّ الْقَضَاءِ وَتَحْلُبُ عَبِيطَ الدِّمَاءِ
وَتَثْلِمُ مَنَارَ الدِّينِ وَتَنْقُضُ عَقْدَ
الْيَقِينِ تَهْرُبُ مِنْهَا الْأَكْيَاسُ وَتُدَبِّرُهَا
الْأَرْجَاسُ مِرْعَادٌ مِبْرَاقٌ كَاشِفَةٌ عَنْ
سَاقٍ تُقْطَعُ فِيهَا الْأَرْحَامُ وَيُفَارَقُ
عَلَيْهَا الْإِسْلَامُ - بَرِيُّهَا سَقِيمٌ
وَظَاعِنُهَا مُقِيمٌ -

(مِنْهَا) بَيْنَ قَتِيلٍ مَطْلُولٍ وَخَائِفٍ
مُسْتَجِيرٍ - يَخْتِلُونَ بِعَقْدِ الْأَيْمَانِ وَ
بِغُرُورِ الْإِيمَانِ - فَلَا تَكُونُوا
أَنْصَابَ الْفِتَنِ وَأَعْلَامَ الْبِدَعِ وَ
الْزَمُوا مَا عُقِدَ عَلَيْهِ حَبْلُ الْجَمَاعَةِ
وَبُنِيَتْ عَلَيْهِ أَرْكَانُ الطَّاعَةِ - وَ
اقْدَمُوا عَلَى اللهِ مَظْلُومِينَ وَلَا
تَقْدَمُوا عَلَيْهِ ظَالِمِينَ - وَاتَّقُوا
مَدَارِجَ الشَّيْطَانِ وَمَهَابِطَ الْعُدْوَانِ
وَلَا تُدْخِلُوا بُطُونَكُمْ لُعَقَ
الْحَرَامِ فَإِنَّكُمْ بِعَيْنِ مَنْ حَرَّمَ
عَلَيْكُمُ الْمَعْصِيَةَ - وَسَهَّلَ لَكُمْ
سُبُلَ الطَّاعَةِ -

آئے گا اور دودھ کے بجائے) خالص خون دوہے گا۔ دین کے میناروں کو ڈھادے گا اور یقین کے اصولوں کو توڑ دے گا۔ عقلمند اُس سے بھاگیں گے اور شر پسند اس کے کرتا دھرتا ہوں گے وہ گرجنے اور چمکنے والا ہوگا۔ اور پورے زوروں کے ساتھ سامنے آئے گا۔ سب رشتے ناطے اس میں توڑ دیے جائیں گے۔ اور اسلام سے علیحدگی اختیار کر لی جائے گی۔ اس سے الگ تھلگ رہنے والا بھی اس میں مبتلا ہو جانے کا اور اس سے نکل بھاگنے والا بھی اپنے قدم اس سے باہر نہ نکال سکے گا۔

اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے: (جس میں ایمان والوں کی حالت کا ذکر ہے) کچھ تو ان میں سے شہید ہوں گے کہ جن کا بدلہ نہ لیا جا سکے گا اور کچھ خوف زدہ ہوں گے جو اپنے لیے پناہ ڈھونڈتے پھریں گے۔ انھیں قسموں اور (ظاہری) ایمان کی فریب کاریوں سے دھوکا دیا جائے گا تم فتنوں کی طرف راہ دکھانے والے نشان اور بدعتوں کے سربراہ نہ بنو۔ تم (ایمان والی جماعت کے اصولوں اور ان کی عبادت و اطاعت کے طور طریقوں پر جمے رہو۔ اللہ کے پاس مظلوم بن کر جاؤ ظالم بن کر نہ جاؤ۔ شیطان کی راہوں اور تمرد و سرکشی کے مقاموں سے بچو۔ اپنے پیٹ میں حرام کے لقمے نہ ڈالو اس لیے کہ تم اس کی نظروں کے سامنے ہو جس نے معصیت اور خطا کو تمہارے لیے حرام کیا ہے اور اطاعت کی راہیں آسان کر دی ہیں

خطبہ ۱۵۰

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الدَّالِّ عَلَىٰ وُجُودِهِ

تمام تعریف اس اللہ کے لیے ہے کہ جو خلق (کائنات سے)

بِخَلْقِهٖ وَبِمُحْدَثِ خَلْقِهٖ عَلٰى
اَزَلِيَّتِهٖ وَبِاشْتِبَاهِهِمْ عَلٰى اَنْ
لَّا شَبَهَ لَهٗ لَا تَسْتَلِمُهُ الْمَشَاعِرُ
وَلَا تَحْجُبُهُ السَّوَاتِرُ لِافْتِرَاقِ
الصَّانِعِ وَالْمَصْنُوْعِ، وَالْحَادِّ وَ
الْمَحْدُوْدِ وَالرَّبِّ وَالْمَرْبُوْبِ
الْاَحَدِ لَا بِتَاْوِيْلِ عَدَدٍ وَّالْخَالِقِ
لَا بِمَعْنٰى حَرَكَةٍ وَّنَصَبٍ وَالسَّمِيْعِ
لَا بِاَدَاةٍ وَّالْبَصِيْرِ لَا بِتَفْرِيْقِ اٰلَةٍ،
وَّالشَّاهِدِ لَا بِمُمَاسَّةٍ وَّالْبَائِنِ
لَا بِتَرَاخِيْ مَسَافَةٍ۔ وَالظَّاهِرِ لَا
بِرُؤْيَةٍ وَّالْبَاطِنِ لَا بِلَطَافَةٍ۔ بَانَ
مِنَ الْاَشْيَآءِ بِالْقَهْرِ لَهَا وَالْقُدْرَةِ
عَلَيْهَا۔ وَبَانَتِ الْاَشْيَآءُ مِنْهُ بِا
لْخُضُوْعِ لَهٗ وَالرُّجُوْعِ اِلَيْهِ۔ مَنْ
وَّصَفَهٗ فَقَدْ حَدَّهٗ وَمَنْ حَدَّهٗ
فَقَدْ عَدَّهٗ۔ وَمَنْ عَدَّهٗ فَقَدْ
اَبْطَلَ اَزَلَهٗ وَمَنْ قَالَ كَيْفَ
فَقَدِ اسْتَوْصَفَهٗ۔ وَمَنْ قَالَ
اَيْنَ فَقَدْ حَيَّزَهٗ۔ وَعَالِمٌ اِذْ لَا
مَعْلُوْمٌ وَّرَبٌّ اِذْ لَا مَرْبُوْبٌ
وَّقَادِرٌ اِذْ لَا مَقْدُوْرٌ۔
(مِنْهَا) قَدْ طَلَعَ طَالِعٌ وَّ
لَمَعَ لَامِعٌ وَّلَاحَ لَائِحٌ وَّاعْتَدَلَ
مَائِلٌ۔ وَاسْتَبْدَلَ اللّٰهُ

اپنے وجود کا اور پیدا شدہ مخلوقات سے اپنے قدیم و ازلی ہونے
کا اور ان کی باہمی شباہت سے اپنے بے نظیر ہونے کا پتہ
دینے والا ہے نہ حواس اسے چھو سکتے ہیں اور نہ پردے اسے
چھپا سکتے ہیں۔ چونکہ بنانے والے اور بننے والے، گھیرنے
والے اور گھرنے والے، پالنے والے اور پرورش پانے والے
میں فرق ہوتا ہے۔ وہ ایک ہے۔ لیکن نہ ویسا کہ جو شمار
میں آئے، وہ پیدا کرنے والا ہے لیکن نہ اس معنی سے کہ
اسے حرکت کرنا اور تعب اٹھانا پڑے، وہ سننے والا
ہے لیکن نہ کسی عضو کے ذریعہ سے اور دیکھنے والا ہے۔
لیکن نہ اس طرح کہ آنکھیں پھیلائے۔ وہ حاضر ہے۔ لیکن
نہ اس طرح کہ چھوا جا سکے۔ وہ جدا ہے نہ اس طرح کہ بیچ
میں فاصلہ کی دوری ہو۔ وہ ظاہر بظاہر ہے مگر آنکھوں
سے دکھائی نہیں دیتا۔ وہ ذاتاً پوشیدہ ہے نہ لطافتِ
جسمانی کی بنا پر۔ وہ سب چیزوں سے اس لیے علیحدہ
ہے کہ وہ ان پر چھایا ہوا ہے اور ان پر اقتدار رکھتا ہے
اور تمام چیزیں اس لیے اس سے جدا ہیں کہ وہ اس کے
سامنے جھکی ہوئی اور اس کی طرف پلٹنے والی ہیں۔ جس نے
(ذات کے علاوہ) اس کے لیے صفات تجویز کیے اس نے
اس کی حد بندی کر دی اور جس نے اسے محدود خیال کیا وہ
اسے شمار میں آنے والی چیزوں کی قطار میں لے آیا اور جس
نے اسے شمار کے قابل سمجھ لیا اس نے اس کی قدامت ہی
سے انکار کر دیا اور جس نے یہ کہا کہ وہ کیسا ہے وہ اس کے
لیے (الگ سے) صفتیں ڈھونڈھنے لگا اور جس نے یہ کہا
کہ وہ کہاں ہے اس نے اسے کسی جگہ میں محدود سمجھ لیا۔ وہ
اس وقت بھی عالم تھا جبکہ معلوم کا وجود نہ تھا اور اس

بِقَوْمٍ قَوْمًا وَّبِيَوْمٍ يَوْمًا۔
وَانْتَظَرْنَا الْغِيَرَ انْتِظَارَ
الْمُجْدِبِ الْمَطَرَ وَ اِنَّمَا
الْاَئِمَّةُ قُوَّامُ اللّٰهِ عَلٰى
خَلْقِهٖ وَعُرَفَاۗؤُهٗ عَلٰى
عِبَادِهٖ ۔ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ
اِلَّا مَنْ عَرَفَهُمْ وَعَرَفُوْهُ
وَلَا يَدْخُلُ النَّارَ اِلَّا مَنْ
اَنْكَرَهُمْ وَاَنْكَرُوْهُ اِنَّ اللّٰهَ
تَعَالٰى خَصَّكُمْ بِالْاِسْلَامِ وَ
اسْتَخْلَصَكُمْ لَهٗ وَ ذٰلِكَ لِاَنَّهٗ
اسْمُ سَلَامَةٍ وَّجِمَاعُ
كَرَامَةٍ ۔ اِصْطَفَى اللّٰهُ تَعَالٰى
مَنْهَجَهٗ وَبَيَّنَ حُجَجَهٗ مِنْ
ظَاهِرِ عِلْمٍ وَّبَاطِنِ حِكَمٍ
لَا تَفْنٰى غَرَائِبُهٗ وَلَا تَنْقَضِىْ
عَجَاۗئِبُهٗ ۔ فِيْهِ مَرَابِيْعُ
النِّعَمِ وَمَصَابِيْحُ الظُّلَمِ
لَا تُفْتَحُ الْخَيْرَاتُ اِلَّا
بِمَفَاتِيْحِهٖ وَلَا تُكْشَفُ
الظُّلُمَاتُ اِلَّا بِمَصَابِيْحِهٖ
قَدْ اَحْمٰى حِمَاهُ وَاَرْعٰى
مَرْعَاهُ ۔ فِيْهِ شِفَاۗءُ الْمُشْتَفِىْ
وَكِفَايَةُ الْمُكْتَفِىْ ۔

وقت بھی رب تھا جبکہ پرورش پانے والے نہ تھے اور اس وقت بھی قادر تھا جبکہ زیرِ قدرت آنے والی مخلوق نہ تھی۔

اسی خطبہ کا ایک جز یہ ہے: ابھرنے والا ابھر آیا۔ چمکنے والا چمک اٹھا اور ظاہر ہونے والا ظاہر ہُوا ٹیڑھے معاملے سیدھے ہو گئے۔ اللہ نے جماعت کو جماعت سے اور زمانہ کو زمانہ سے بدل دیا ہے۔ ہم اس انقلاب کے اس طرح منتظر تھے جس طرح قحط زدہ بارش کا۔ بلاشبہ آئمہ اللہ کے ٹھہرائے ہوئے حاکم ہیں اور اس کو بندوں سے پہچنوانے والے ہیں۔ جنت میں وہی جائے گا جسے ان کی معرفت ہو، اور وہ بھی اسے پہچانیں اور دوزخ میں وہی ڈالا جائے گا جو نہ انھیں پہچانے اور نہ وہ اسے پہچانیں۔ اللہ نے تمھیں اسلام کے لیے مخصوص کر لیا ہے اور اس کے لیے تمھیں چھانٹ لیا ہے اور یہ اس طرح کہ اسلام سلامتی کا نام اور عزتِ انسانی کا سرمایہ ہے۔ اس کی راہ کو اللہ نے تمہارے لیے چُن لیا ہے اور اس کے کھلے ہوئے احکام اور چھپی ہوئی حکمتوں سے اس کے دلائل واضح کر دیئے ہیں۔ نہ اس کے عجائبات مٹنے والے ہیں اور نہ اس کے لطائف ختم ہونے والے ہیں۔ اسی میں نعمتوں کی بارشیں اور تاریکیوں کے چراغ ہیں۔ اسی کی کنجیوں سے نیکیوں کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور اسی کے چراغوں سے تیرگیوں کا دامن چاک کیا جاتا ہے۔ خدا نے اس کے ممنوعہ مقامات سے روکا ہے اور اس کی چراگاہوں میں چرنے کی اجازت دی ہے۔ شفا چاہنے والے کے لیے اس میں شفا اور بے نیازی چاہنے والے کے لیے اس میں بے نیازی ہے۔

اس خطبہ کا پہلا جزء علم الٰہیات کے اہم مطالب پر مشتمل ہے جس میں خلقِ کائنات سے خالقِ کائنات کے وجود پر استدلال

فرماتے ہوئے اُس کی ازلیت و عینیت صفات پر روشنی ڈالی ہے۔ چنانچہ جب ہم کائنات پر نظر کرتے ہیں تو ہر حرکت کے پیچھے کسی محرک کا ہاتھ کارفرما نظر آتا ہے جس سے ایک سطحی ذہن والا انسان بھی یہ نتیجہ اخذ کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ کوئی اثر مؤثر کے بغیر ظاہر نہیں ہو سکتا۔ یہاں تک کہ چند دنوں کا ایک بچہ بھی اپنے جسم کے چھوئے جانے سے اپنے شعور کے دھندلکوں میں یہ محسوس کرتا ہے کہ کوئی چھونے والا ہے۔ جس کا اظہار آنکھوں کو کھولنے یا مڑ کر دیکھنے سے کرتا ہے تو پھر کس طرح دنیائے کائنات کی تخلیق اور عالم کون و مکاں کا نظم و نسق کسی خالق و منتظم کے بغیر مانا جا سکتا ہے۔

جب ایک خالق کا اعتراف ضروری ہوا تو اُسے موجود بالذات ہونا چاہیئے کیونکہ ہر وہ چیز جس کی ابتدا ہے اس کے لیے ایک مرکز وجود کا ہونا ضروری ہے کہ جس تک وہ منتہی ہو۔ تو اگر وہ بھی کسی موجد کا محتاج ہوگا تو پھر اس موجد کے لیے سوال ہوگا کہ وہ از خود ہے یا کسی کا بنایا ہوا۔ اور جب تک ایک موجود بالذات ہستی کا اقرار نہ کیا جائے کہ جو تمام ممکنات کے لیے علۃ العلل ہو عقل علت و معلول کے نامتناہی سلسلوں میں بھٹک کر سلسلہ موجودات کی آخری کڑی کا تصور بھی نہ کر سکے گی اور تسلسل کے چکر میں پڑ کر اسے کہیں ٹھہراؤ نصیب نہ ہوگا اور اگر خود اسی کو اپنی ذات کا خالق فرض کیا جائے تو دو صورتوں سے خالی نہیں ہوگا یا تو وہ معدوم ہوگا یا موجود۔ اگر معدوم ہوگا تو معدوم کسی کو موجود نہیں بنا سکتا اور اگر موجود ہوگا تو اُسے دوبارہ موجود کرنے کے کوئی معنی نہیں ہوتے۔ لہٰذا اُسے ایسا موجود ماننا پڑے گا جو اپنے وجود میں کسی کا محتاج نہ ہو اور اس کے ماسوا ہر چیز اس کی محتاج ہو اور یہی احتیاج کائنات اس سرچشمۂ وجود کے ازلی اور ہمیشہ سے برقرار ہونے کی شاہد ہے اور اس کے علاوہ چونکہ ہر چیز تغیر پذیر ہے محل و مکان کی محتاج ہے اور عوارض و صفات میں ایک دوسرے کے مشابہ ہے اور مشابہت کثرت کی آئینہ دار ہوتی ہے اور وحدت اپنی آپ ہی نظیر ہے اس لیے کوئی چیز اس کی مثل و نظیر نہیں ہو سکتی اور ایک کہی جانے والی چیزوں کو بھی اس کی یکتائی پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ وہ ہر اعتبار سے واحد و یگانہ ہے وہ اُن تمام چیزوں سے منزہ و مبرا ہے جو جسم و جسمانیات میں پائی جاتی ہیں۔ کیونکہ نہ وہ جسم ہے نہ رنگ ہے نہ شکل ہے نہ کسی جہت میں واقع ہے اور نہ کسی محل و مکان میں محدود ہے۔ اس لیے انسان اپنے حواس و مشاعر کے ذریعہ اس کا ادراک و مشاہدہ نہیں کر سکتا کیونکہ حواس انہی چیزوں کا ادراک کر سکتے ہیں جو زمان و مکان اور مادہ کے حدود کی پابند ہوں۔ لہٰذا یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ دیکھا جا سکتا ہے اس کے لیے جسم مان لینا ہے اور جب وہ جسم ہی نہیں ہے اور نہ جسم کے ساتھ قائم ہے اور نہ کسی جہت و مکان میں واقع ہے تو اس کے دیکھے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ لیکن اس کی یہ پوشیدگی ان لطیف اجسام کی طرح نہیں ہے کہ جن سے ان کی لطافت کی وجہ سے نگاہیں آرپار ہو جاتی ہیں اور آنکھیں اُنھیں دیکھنے سے قاصر رہتی ہیں۔ جیسے فضا کی پہنائیوں میں ہوا بلکہ وہ ذاتی طور پر پوشیدہ ہے البتہ اس سے کوئی شے پوشیدہ نہیں ہے، وہ دیکھتا بھی ہے اور سنتا بھی ہے۔ لیکن آلاتِ سماعت و بصارت کا محتاج نہیں کیونکہ اگر وہ دیکھنے سننے کے لیے اعضاء کا محتاج ہوگا تو اُس کی ذات اپنے کمالات میں خارجی چیزوں کی دست نگر ہوگی اور بحیثیت ذات کامل نہ رہے گی حالانکہ وہ ہر لحاظ سے کامل ہے اور اُس کا کوئی کمال اُس کی ذات سے الگ نہیں۔ کیونکہ ذات کے علاوہ الگ سے صفات

ماننے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ایک ذات ہوگی اور کچھ صفتیں اور اس ذات و صفات کے مجموعہ کا نام ہوگا خدا ، اور جو چیز اجزاء سے مرکب ہو وہ اپنے وجود میں اجزاء کی محتاج ہوتی ہے اور ان اجزاء کو مرکب کے ترکیب پانے سے پہلے موجود ہونا چاہیئے ، تو جب اجزاء اس پر مقدم ہوں گے تو وہ ہمیشہ سے موجود اور ازلی کیونکر ہو سکتا ہے جبکہ اس کا وجود اجزاء سے متاخر ہے حالانکہ وہ اس وقت بھی علم و قدرت و ربوبیت لیے ہوئے تھا جبکہ کوئی چیز موجود نہ تھی ۔ کیونکہ اس کی کوئی صفت خارج سے اس میں پیدا نہیں ہوئی ۔ بلکہ جو صفت ہے وہی ذات ہے اور جو ذات ہے وہی صفت ہے اس لیے اس کا علم اس پر منحصر نہیں ہے کہ معلوم کا وجود ہو لے تو پھر وہ جانے ، کیونکہ اس کی ذات حادث ہونے والے معلومات سے مقدم ہے اور نہ اس کی قدرت کے لیے ضروری ہے کہ مقدور کا وجود ہو تو وہ قادر سمجھا جائے ۔ کیونکہ قادر اسے کہتے ہیں جو ترک و فعل پر یکساں اختیار رکھتا ہو ۔ اور اس کے لیے مقدور کا ہونا ضروری نہیں ، اور یونہی رب کے معنی مالک کے ہیں اور وہ جس طرح معدوم کا اس کے موجود ہونے کے بعد مالک ہے ۔ اسی طرح موجود کے پردہ عدم میں ہونے کی صورت میں اسے موجود کرنے پر اختیار رکھتا ہے کہ چاہے معدوم رہنے دے اور چاہے اسے وجود بخش دے ۔

خطبہ ۱۵۱

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَهُوَ فِي مُهْلَةٍ مِنَ اللّٰهِ يَهْوِي مَعَ الْغَافِلِينَ وَيَغْدُو مَعَ الْمُذْنِبِينَ بِلَا سَبِيلٍ قَاصِدٍ وَلَا إِمَامٍ قَائِدٍ ۔

(مِنْهَا) حَتّٰى إِذَا كَشَفَ لَهُمْ عَنْ جَزَاءِ مَعْصِيَتِهِمْ ۔ وَاسْتَخْرَجَهُمْ مِنْ جَلَابِيبِ غَفْلَتِهِمُ اسْتَقْبَلُوا مُدْبِرًا وَاسْتَدْبَرُوا مُقْبِلًا ۔ فَلَمْ يَنْتَفِعُوا بِمَا أَدْرَكُوا مِنْ طَلِبَتِهِمْ ، وَلَا بِمَا قَضَوْا مِنْ وَطَرِهِمْ وَإِنِّي أُحَذِّرُكُمْ وَنَفْسِي هٰذِهِ الْمَنْزِلَةَ فَلْيَنْتَفِعِ امْرُؤٌ بِنَفْسِهِ ۔ فَإِنَّمَا الْبَصِيرُ مَنْ سَمِعَ فَتَفَكَّرَ وَنَظَرَ فَأَبْصَرَ وَانْتَفَعَ

اُسے اللہ کی طرف سے مہلت ملی ہے وہ غفلت شعاروں کے ساتھ (تباہیوں میں) گرتا ہے ۔ بغیر سیدھی راہ اختیار کئے اور بغیر کسی ہادی و رہبر کے ساتھ دیئے صبح سویرے ہی گنہگاروں کے ساتھ ہو لیتا ہے ۔

اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے : آخر کار جب اللہ ان کے گناہوں کا نتیجہ اُن کے سامنے لائے گا اور غفلت کے پردوں سے انھیں نکال باہر کرے گا تو پھر اس چیز کی طرف بڑھیں گے جسے پیٹھ دکھاتے تھے اور اس شے سے پیٹھ پھرائیں گے جس کی طرف ان کا رُخ رہتا تھا ۔ انھوں نے اپنے مطلوبہ سر و سامان کو پا کر اور خواہشوں کو پورا کر کے کچھ بھی تو فائدہ حاصل نہ کیا ۔ میں تمھیں اور خود اپنے کو اس مرحلہ سے متنبہ کرتا ہوں ۔ انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے نفس سے فائدہ اُٹھائے اس لیے کہ آنکھوں والا وہ ہے

26

بِالْعِبَرِ ثُمَّ سَلَكَ جَدَدًا وَاضِحًا يَتَجَنَّبُ فِيهِ الصَّرْعَةَ فِي الْمَهَاوِي وَالضَّلَالَ فِي الْمَغَاوِي وَلَا يُعِينُ عَلَى نَفْسِهِ الْغُوَاةَ بِتَعَسُّفٍ فِي حَقٍّ أَوْ تَحْرِيفٍ فِي نُطْقٍ أَوْ تَخَوُّفٍ مِنْ صِدْقٍ فَأَفِقْ أَيُّهَا السَّامِعُ مِنْ سَكْرَتِكَ وَاسْتَيْقِظْ مِنْ غَفْلَتِكَ وَاخْتَصِرْ مِنْ عَجَلَتِكَ وَأَنْعِمِ الْفِكْرَ فِيمَا جَاءَكَ عَلَى لِسَانِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مِمَّا لَا بُدَّ مِنْهُ وَلَا مَحِيصَ عَنْهُ وَخَالِفْ مَنْ خَالَفَ ذَلِكَ إِلَى غَيْرِهِ وَدَعْهُ وَمَا رَضِيَ لِنَفْسِهِ وَضَعْ فَخْرَكَ وَاحْطُطْ كِبْرَكَ وَاذْكُرْ قَبْرَكَ فَإِنَّ عَلَيْهِ مَمَرَّكَ وَكَمَا تَدِينُ تُدَانُ وَكَمَا تَزْرَعُ تَحْصُدُ وَمَا قَدَّمْتَ الْيَوْمَ تَقْدَمُ عَلَيْهِ غَدًا فَامْهَدْ لِقَدَمِكَ وَقَدِّمْ لِيَوْمِكَ فَالْحَذَرَ الْحَذَرَ.

أَيُّهَا الْمُسْتَمِعُ وَالْجِدَّ الْجِدَّ أَيُّهَا الْغَافِلُ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ إِنَّ مِنْ عَزَائِمِ اللهِ فِي الذِّكْرِ الْحَكِيمِ الَّتِي عَلَيْهَا يُثِيبُ وَيُعَاقِبُ وَلَهَا يَرْضَى وَيَسْخَطُ أَنَّهُ لَا يَنْفَعُ عَبْدًا وَإِنْ أَجْهَدَ نَفْسَهُ وَأَخْلَصَ فِعْلَهُ أَنْ يَخْرُجَ مِنَ الدُّنْيَا لَاقِيًا رَبَّهُ

جو سنے تو غور کرے اور نظر اٹھائے تو حقیقتوں کو دیکھ لے اور عبرتوں سے فائدہ اٹھائے۔ پھر واضح راستہ اختیار کرے جس کے بعد گڑھوں میں گرنے اور شبہات میں بھٹک جانے سے بچتا رہے اور حق سے بے راہ ہونے اور بات میں ردّ و بدل کرنے اور سچائی میں خوف کھانے سے گمراہوں کی مدد کر کے زیاں کار نہ بنے۔ اے سننے والو اپنی سرمستیوں سے ہوش میں آؤ غفلت سے آنکھیں کھولو اس دنیا کی دوڑ دھوپ کو کم کرو اور جو باتیں نبی امی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان (مبارک) سے پہنچی ہیں ان میں اچھی طرح غور و فکر کرو کہ ان سے نہ کوئی چارہ ہے اور نہ کوئی گریز کی راہ۔ جو ان کی خلاف ورزی کرے تم اس سے دوسری طرف رخ پھیر لو، اور اسے چھوڑ دو کہ وہ اپنے نفس کی مرضی پر چلتا رہے۔ فخر کے پاس نہ جاؤ۔ اور بڑائی (کے سر) کو نیچا کرو، اپنی قبر کو یاد رکھو کہ تمہارا راستہ وہی ہے اور جیسا کرو گے ویسا پاؤ گے جو بوؤ گے وہی کاٹو گے جو آج آگے بھیجو گے وہی کل پالو گے، آگے کے لیے کچھ مہیا کرو، اور اس دن کے لیے سروسامان تیار رکھو۔

اے سننے والو! ڈرو ڈرو، اور اے غفلت کرنے والو! کوشش کرو۔ کوشش کرو تمہیں خبر رکھنے والا جو بتائے گا وہ دوسرا نہیں بتا سکتا۔ قرآن حکیم میں اللہ کے ان اٹل اصول میں سے کہ جن پر وہ جزا و سزا دیتا ہے اور راضی و ناراض ہوتا ہے۔ یہ چیز ہے کہ کسی بندے کو چاہے وہ جو کچھ جتن کر ڈالے دنیا سے نکل کر اللہ کی بارگاہ میں جانا ذرا فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ جبکہ وہ ان خصلتوں میں سے

بِخَصْلَةٍ مِّنْ هٰذِهِ الْخِصَالِ لَمْ يَتُبْ مِنْهَا۔ اَنْ يُّشْرِكَ بِاللّٰهِ فِيْمَا افْتَرَضَ عَلَيْهِ مِنْ عِبَادَتِهٖ اَوْ يَشْفِىَ غَيْظَهٗ بِهَلَاكِ نَفْسٍ اَوْ يَعُرَّ بِاَمْرٍ فَعَلَهٗ غَيْرُهٗ اَوْ يَسْتَنْجِحَ حَاجَةً اِلَى النَّاسِ بِاِظْهَارِ بِدْعَةٍ فِىْ دِيْنِهٖ، اَوْ يَلْقَى النَّاسَ بِوَجْهَيْنِ۔ اَوْ يَمْشِىَ فِيْهِمْ بِلِسَانَيْنِ اِعْقِلْ ذٰلِكَ فَاِنَّ الْمِثْلَ دَلِيْلٌ عَلٰى شِبْهِهٖ۔

اِنَّ الْبَهَآئِمَ هَمُّهَا بُطُوْنُهَا۔ وَ اِنَّ السِّبَاعَ هَمُّهَا الْعُدْوَانُ عَلٰى غَيْرِهَا وَاِنَّ النِّسَآءَ هَمُّهُنَّ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَالْفَسَادُ فِيْهَا۔ اِنَّ الْمُؤْمِنِيْنَ مُسْتَكِيْنُوْنَ۔ اِنَّ الْمُؤْمِنِيْنَ مُشْفِقُوْنَ اِنَّ الْمُؤْمِنِيْنَ خَآئِفُوْنَ۔

کسی ایک خصلت سے توبہ کیے بغیر مر جائے ایک یہ کہ فرائض عبادت میں کسی کو اس کا شریک ٹھہرایا ہو، یا کسی کو ہلاک کر کے اپنے غضب کو ٹھنڈا کیا ہو، یا دوسرے کے کیے پر عیب لگایا ہو۔ یا دین میں بدعتیں ڈال کر لوگوں سے اپنا مقصد پورا کیا ہو، یا لوگوں سے دورخی چال چلتا ہو، یا دو زبانوں سے لوگوں سے گفتگو کرتا ہو۔ اس بات کو سمجھو اس لیے کہ ایک نظیر دوسری نظیر کی دلیل ہوا کرتی ہے۔

بلاشبہ چوپاؤں کا مقصد پیٹ (بھرنا) اور درندوں کا مقصد دوسروں پر حملہ آور ہونا اور عورتوں کا مقصد اس پست دنیا کو بنانا سنوارنا اور فتنے اٹھانا ہی ہوتا ہے۔ مومن وہ ہیں جو تکبر و غرور سے دور ہوں، مومن وہ ہیں جو خائف و ترساں ہوں۔ مومن وہ ہیں جو ہراساں ہوں۔

ل مقصد یہ ہے کہ تمام شر و مفاسد کا سرچشمہ قوت شہویہ و قوت غضبیہ ہوتی ہے اگر انسان قوت شہویہ سے مغلوب ہو کر پیٹ بھرنا ہی اپنا مقصد بنا لے تو اس میں اور چوپائے میں کوئی فرق نہیں رہ جاتا، کیونکہ چوپائے کے پیش نظر بھی پیٹ بھرنے کے علاوہ اور کوئی مقصد نہیں ہوتا اور اگر قوت غضبیہ سے مغلوب ہو کر ہلاکت و تباہ کاری شروع کر دے تو اس میں اور درندے میں کوئی فرق نہ رہے گا کیونکہ اس کا مقصد بھی یہی چیرنا پھاڑنا ہوتا ہے اور اگر دونوں قوتیں اس میں کارفرما ہوں تو پھر عورت کے مانند ہے۔ کیونکہ عورت میں یہ دونوں قوتیں کارفرما ہوتی ہیں جس کی وجہ سے وہ بناؤ سنگار پر جان دیتی ہے اور فتنہ و فساد کو ہوا دینے میں اپنی کوششوں کو برسر کار رکھتی ہے۔

البتہ مرد مومن کبھی یہ گوارا نہ کرے گا کہ وہ ان حیوانی خصلتوں کو اپنا شعار بنائے بلکہ وہ ان قوتوں کو دبائے رکھتا ہے یوں کہ نہ وہ غرور خودپسندی کو اپنے پاس پھٹکنے دیتا ہے اور نہ خوف خدا کی وجہ سے فتنہ و شر کو ہوا دیتا ہے۔

ابن ابی الحدید نے تحریر کیا ہے کہ حضرت نے یہ خطبہ بصرہ کی طرف روانہ ہوتے وقت ارشاد فرمایا اور بصرہ کا ہنگامہ چونکہ ایک عورت کے ابھارنے کا نتیجہ تھا اس لیے چوپاؤں اور درندوں کی طبعی عادتوں کا ذکر کرنے کے بعد عورت کو بھی انہی خصلتوں کا حامل

قرار دیا ہے۔ چنانچہ انہی کے نتیجہ میں بصرہ کی خونریز جنگ ہوئی اور ہزاروں افراد ہلاکت و تباہی کی لپیٹ میں آ گئے۔

خطبہ ۱۵۲

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَنَاظِرُ قَلْبِ اللَّبِيبِ بِهِ يُبْصِرُ أَمَدَهُ وَيَعْرِفُ غَوْرَهُ وَنَجْدَهُ دَاعٍ دَعَا وَرَاعٍ رَعَى. فَاسْتَجِيبُوا لِلدَّاعِي وَاتَّبِعُوا الرَّاعِيَ.

قَدْ خَاضُوا بِحَارَ الْفِتَنِ. وَأَخَذُوا بِالْبِدَعِ دُونَ السُّنَنِ وَأَرَزَ الْمُؤْمِنُونَ وَنَطَقَ الضَّالُّونَ الْمُكَذِّبُونَ. نَحْنُ الشِّعَارُ وَالْأَصْحَابُ وَالْخَزَنَةُ وَالْأَبْوَابُ لَا تُؤْتَى الْبُيُوتُ إِلَّا مِنْ أَبْوَابِهَا فَمَنْ أَتَاهَا مِنْ غَيْرِ أَبْوَابِهَا سُمِّيَ سَارِقًا.

(مِنْهَا) فِيهِمْ كَرَائِمُ الْقُرْآنِ وَهُمْ كُنُوزُ الرَّحْمٰنِ. إِنْ نَطَقُوا صَدَقُوا وَإِنْ صَمَتُوا لَمْ يُسْبَقُوا فَلْيَصْدُقْ رَائِدٌ أَهْلَهُ، وَلْيُحْضِرْ عَقْلَهُ، وَلْيَكُنْ مِنْ أَبْنَاءِ الْآخِرَةِ فَإِنَّهُ مِنْهَا قَدِمَ وَإِلَيْهَا يَنْقَلِبُ فَالنَّاظِرُ بِالْقَلْبِ الْعَامِلُ بِالْبَصَرِ يَكُونُ مُبْتَدَأُ عَمَلِهِ أَنْ يَعْلَمَ أَعَمَلُهُ عَلَيْهِ أَمْ لَهُ. فَإِنْ كَانَ لَهُ مَضَى فِيهِ فَإِنْ كَانَ عَلَيْهِ وَقَفَ

عقلمند دل کی آنکھوں سے اپنا مآلِ کار دیکھتا ہے۔ اور اپنی اونچ نیچ (اچھی بری راہوں) کو پہچانتا ہے۔ دعوت دینے والے نے پکارا اور نگہداشت کرنے والے نے نگہداشت کی بلانے والے کی آواز پر لبیک کہو اور نگہداشت کرنے والے کی پیروی کرو۔

کچھ لوگ فتنوں کے دریاؤں میں اترے ہوئے ہیں اور سنتوں کو چھوڑ کر بدعتوں میں پڑ چکے ہیں۔ ایمان والے دبکے پڑے ہیں اور گمراہوں اور جھٹلانے والوں کی زبانیں کھلی ہوئی ہیں۔ ہم قریبی تعلق رکھنے والے اور خاص ساتھی اور اور خزانہ دار اور دروازے ہیں اور گھروں میں دروازوں ہی سے آیا جاتا ہے اور جو دروازوں کو چھوڑ کر کسی اور طرف سے آئے اس کا نام چور ہوتا ہے۔

اسی خطبہ کا ایک جز یہ ہے (آلِ محمدؐ) انہی کے بارے میں قرآن کی نفیس آیتیں اتری ہیں اور وہ اللہ کے خزینے ہیں اگر بولتے ہیں تو سچ بولتے ہیں، اور اگر خاموش رہتے ہیں تو کسی کو بات میں پہل کا حق نہیں پیشرو کو اپنے قوم قبیلے سے (ہر بات) سچ سچ بیان کرنا چاہیئے اور اپنی عقل کو گم نہ ہونے دے اور اہل آخرت میں سے بنے اس لیے کہ وہ ادھر ہی سے آیا ہے اور ادھر ہی اسے پلٹ کر جانا ہے۔ دل (کی آنکھوں سے) دیکھنے والے اور بصیرت کے ساتھ عمل کرنے والے کے عمل کی ابتدا یوں ہوتی ہے کہ وہ (پہلے) یہ جان لیتا ہے کہ یہ عمل اس کے

عَنْهُ فَإِنَّ الْعَامِلَ بِغَيْرِ عِلْمٍ كَالسَّائِرِ
عَلَىٰ غَيْرِ طَرِيقٍ فَلَا يَزِيدُهُ بُعْدُهُ
عَنِ الطَّرِيقِ إِلَّا بُعْدًا مِنْ حَاجَتِهِ
وَالْعَامِلُ بِالْعِلْمِ كَالسَّائِرِ عَلَى الطَّرِيقِ
الْوَاضِحِ فَلْيَنْظُرْ نَاظِرٌ أَسَائِرٌ هُوَ
أَمْ رَاجِعٌ - وَاعْلَمْ أَنَّ لِكُلِّ ظَاهِرٍ
بَاطِنًا عَلَىٰ مِثَالِهِ فَمَا طَابَ ظَاهِرُهُ
طَابَ بَاطِنُهُ - وَمَا خَبُثَ ظَاهِرُهُ
خَبُثَ بَاطِنُهُ - وَقَدْ قَالَ الرَّسُولُ
الصَّادِقُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
إِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْعَبْدَ - وَيُبْغِضُ
عَمَلَهُ وَيُحِبُّ الْعَمَلَ وَيُبْغِضُ
بَدَنَهُ وَاعْلَمْ أَنَّ لِكُلِّ عَمَلٍ
نَبَاتًا - وَكُلُّ نَبَاتٍ لَا غِنَىٰ بِهِ
عَنِ الْمَاءِ وَالْمِيَاهُ مُخْتَلِفَةٌ
فَمَا طَابَ سَقْيُهُ طَابَ
غَرْسُهُ وَحَلَتْ ثَمَرَتُهُ - وَمَا
خَبُثَ سَقْيُهُ خَبُثَ غَرْسُهُ
وَأَمَرَّتْ ثَمَرَتُهُ -

لیے فائدہ مند ہے یا نقصان رساں اگر مفید ہوتا ہے تو آگے
بڑھتا ہے مُضر ہوتا ہے تو ٹھہر جاتا ہے اِس لیے کہ بے جانے
بُوجھے ہُوئے بڑھنے والا ایسا ہے جیسے کوئی غلط راستے پر
چل نکلے تو جتنا وُہ اِس راہ پر بڑھتا جائے گا اُتنا ہی مقصد
سے دُور ہوتا جائے گا اور علم کی (روشنی میں) عمل کرنے
والا ایسا ہے جیسے کوئی روشن راہ پر چل رہا ہو (تو اب)
دیکھنے والے کو چاہیئے کہ وہ دیکھے کہ آگے کی طرف بڑھ رہا
ہے یا پیچھے کی طرف پلٹ رہا ہے تمھیں جاننا چاہیئے کہ ہر
ظاہر کا ویسا ہی باطن ہوتا ہے جس کا ظاہر اچھا ہوتا ہے
اُس کا باطن بھی اچھا ہوتا ہے جس کا ظاہر بُرا ہوتا ہے،
اُس کا باطن بھی بُرا ہوتا ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے جیسا
رسُول صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ
ایک بندے کو (ایمان کی وجہ سے) دوست رکھتا ہے
اور اُس کے عمل کو بُرا سمجھتا ہے اور (کبھی) عمل کو دوست
رکھتا ہے اور عمل کرنے والے کی ذات سے نفرت کرتا ہے
دیکھو ہر عمل ایک اُگنے والا سبزہ ہے اور سبزہ کے لیے پانی
کا ہونا ضروری ہے اور پانی مختلف قسم کا ہوتا ہے۔ جہاں
پانی اچھا دیا جائے گا۔ وہاں پر کھیتی بھی اچھی ہوگی اور اس
کا پھل بھی میٹھا ہوگا اور جہاں پانی بُرا دیا جائے گا وہاں
کھیتی بھی بُری ہوگی اور پھل بھی کڑوا ہوگا۔

خطبہ ۱۵۳

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
يَذْكُرُ فِيهَا بَدِيعَ خِلْقَةِ الْخُفَّاشِ
الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي انْحَسَرَتِ الْأَوْصَافُ
عَنْ كُنْهِ مَعْرِفَتِهِ وَرَدَعَتْ عَظَمَتُهُ

اِس میں چمگادڑ کی عجیب وغریب خلقت کا ذکر
فرمایا ہے۔
تمام حمد اُس اللہ کے لیے ہے جس کی معرفت کی حقیقت

الْعُقُولَ فَلَمْ تَجِدْ مَسَاغاً إِلَى بُلُوغِ
غَايَةِ مَلَكُوتِهِ۔ هُوَ اللّٰهُ الْمَلِكُ
الْحَقُّ الْمُبِينُ أَحَقُّ وَأَبْيَنُ مِمَّا
تَرَى الْعُيُونُ لَمْ تَبْلُغْهُ الْعُقُولُ
بِتَحْدِيدٍ فَيَكُونَ مُشَبَّهاً۔ وَلَمْ
تَقَعْ عَلَيْهِ الْأَوْهَامُ بِتَقْدِيرٍ فَيَكُونَ
مُمَثَّلاً۔ خَلَقَ الْخَلْقَ عَلَى غَيْرِ
تَمْثِيلٍ وَلَا مَشُورَةِ مُشِيرٍ
وَلَا مَعُونَةِ مُعِينٍ۔ فَتَمَّ خَلْقُهُ
بِأَمْرِهِ وَأَذْعَنَ لِطَاعَتِهِ فَأَجَابَ
وَلَمْ يُدَافِعْ وَانْقَادَ وَلَمْ يُنَازِعْ۔
وَمِنْ لَطَائِفِ صَنْعَتِهِ وَعَجَائِبِ
خِلْقَتِهِ مَا أَرَانَا مِنْ غَوَامِضِ
الْحِكْمَةِ فِي هٰذِهِ الْخَفَافِيشِ
الَّتِي يَقْبِضُهَا الضِّيَاءُ الْبَاسِطُ
لِكُلِّ شَيْءٍ وَيَبْسُطُهَا الظَّلَامُ
الْقَابِضُ لِكُلِّ حَيٍّ۔ وَكَيْفَ عَشِيَتْ
أَعْيُنُهَا عَنْ أَنْ تَسْتَمِدَّ مِنَ
الشَّمْسِ الْمُضِيئَةِ نُوراً تَهْتَدِي
بِهِ فِي مَذَاهِبِهَا وَتَصِلُ
بِعَلَانِيَةِ بُرْهَانِ الشَّمْسِ إِلَى
مَعَارِفِهَا۔ وَرَدَعَهَا بِتَلَأْلُؤِ
ضِيَائِهَا عَنِ الْمُضِيِّ فِي سُبُحَاتِ
إِشْرَاقِهَا وَأَكَنَّهَا فِي مَكَامِنِهَا
عَنِ الذَّهَابِ فِي بُلَجِ ائْتِلَاقِهَا

ظاہر کرنے سے اوصاف عاجز ہیں اور اُس کی عظمت و بلندی
نے عقلوں کو روک دیا ہے جس سے وہ اُس کی سرحد فرمانروائی
تک پہنچنے کا کوئی راستہ نہیں پاتیں۔ وُہ اللہ اقتدار کا مالک
ہے اور (سراپا) حق اور (حق کا) ظاہر کرنے والا ہے وُہ
ان چیزوں سے بھی زیادہ (اپنے مقام پر) ثابت و آشکار
ہے کہ جنھیں آنکھیں دیکھتی ہیں عقلیں اُس کی حد بندی کر
کے اس تک نہیں پہنچ سکتیں کہ وُہ دوسروں سے مشابہ
ہو جائے اور نہ ہم اس کا اندازہ لگا سکتے ہیں کہ وہ کسی چیز
کے مانند ہو جائے۔ اُس نے بغیر کسی نمونہ و مثال کے اور
بغیر کسی مشیرِ کار کے مشورہ کے اور بغیر کسی معاون کی امداد
کے مخلوقات کو پیدا کیا۔ اُس کے حکم سے مخلوق اپنے کمال کو
پہنچ گئی اور اُس کی اطاعت کے لیے جھک گئی اور بلا
توقف لبیک کہی اور بغیر کسی نزاع و مزاحمت کے اُس
کی مطیع ہو گئی۔ اس کی صنعت کی لطافتوں اور خلقت کی
عجیب و غریب کارفرمائیوں میں کیا گیا۔ گہری حکمتیں ہیں کہ
جو اُس نے ہمیں چمگادڑوں کے اندر دکھائی ہیں کہ جن کی
آنکھوں کو (دن کا) اُجالا سکیڑ دیتا ہے۔ حالانکہ وہ تمام
آنکھوں میں (روشنی پھیلانے والا ہے اور اندھیرا اُن کی
آنکھوں کو کھول دیتا ہے۔ حالانکہ وُہ ہر زندہ شے کی آنکھوں
پر نقاب ڈالنے والا ہے اور کیونکر چمکتے ہُوئے سُورج میں ان
کی آنکھیں چُندھیا جاتی ہیں کہ وُہ اُس کی نور پاش شعاعوں
سے مدد لے کر اپنے راستوں پر آجا سکیں اور نورِ آفتاب
کے پھیلاؤ میں اپنی جانی پہچانی ہُوئی چیزوں تک پہنچ سکیں
اُس نے تو اپنی ضُو پاشیوں کی تابش سے انھیں نور کی تجلیوں
میں بڑھنے سے روک دیا ہے اور اُن کے پوشیدہ ٹھکانوں

فَهِيَ مُسْدِلَةٌ الْجُفُوْنَ بِالنَّهَارِ
عَلٰی أَحْدَاقِهَا۔ وَجَاعِلَةٌ
اللَّيْلَ سِرَاجًا تَسْتَدِلُّ بِهٖ
فِي الْتِمَاسِ أَرْزَاقِهَا فَلَا يَرُدُّ
أَبْصَارَهَا إِسْدَافُ ظُلْمَتِهٖ
وَلَا تَمْتَنِعُ مِنَ الْمُضِيِّ فِيْهِ
لِغَسَقِ دُجُنَّتِهٖ فَإِذَا أَلْقَتِ
الشَّمْسُ قِنَاعَهَا وَبَدَتْ أَوْضَاحُ
نَهَارِهَا، وَدَخَلَ مِنْ إِشْرَاقِ
نُوْرِهَا عَلَی الضِّبَابِ فِي وِجَارِهَا
أَطْبَقَتِ الْأَجْفَانَ عَلٰی مَآقِيْهَا
وَتَبَلَّغَتْ بِمَا اكْتَسَبَتْ مِنْ
فَيْءِ ظُلَمِ لَيَالِيْهَا۔ فَسُبْحَانَ
مَنْ جَعَلَ اللَّيْلَ لَهَا نَهَارًا وَّمَعَاشًا
وَّالنَّهَارَ سَكَنًا وَّقَرَارًا وَّجَعَلَ
لَهَا أَجْنِحَةً مِّنْ لَّحْمِهَا تَعْرُجُ
بِهَا عِنْدَ الْحَاجَةِ إِلَی الطَّيَرَانِ
كَأَنَّهَا شَظَايَا الْآذَانِ غَيْرَ ذَوَاتِ
رِيْشٍ وَّلَا قَصَبٍ إِلَّا أَنَّكَ تَرٰی
مَوَاضِعَ الْعُرُوْقِ بَيِّنَةً أَعْلَامًا۔ لَهَا
جَنَاحَانِ لَمَّا يَرِقَّا فَيَنْشَقَّا۔ وَلَمْ يَغْلُظَا
فَيَثْقُلَا تَطِيْرُ وَوَلَدُهَا لَاصِقٌ بِهَا لَاجِئٌ
إِلَيْهَا يَقَعُ إِذَا وَقَعَتْ وَيَرْتَفِعُ إِذَا
ارْتَفَعَتْ لَا يُفَارِقُهَا حَتّٰی تَشْتَدَّ
أَرْكَانُهٗ وَيَحْمِلَهٗ لِلنُّهُوْضِ جَنَاحُهٗ

میں انھیں چھپا دیا ہے کہ وہ اُس کی روشنی کے اجالوں میں آسکیں دن کے وقت تو وہ اس طرح ہوتی ہیں کہ اُن کی پلکیں جھلک کر آنکھوں پر لٹک آتی ہیں اور تاریکیٔ شب کو اپنا چراغ بنا کر رزق کے ڈھونڈنے میں اس سے مدد لیتی ہیں رات کی تاریکیاں اُن کی آنکھوں کو دیکھنے سے نہیں روکتیں اور نہ اُس کی گھٹا ٹوپ اندھیاریاں راہ پیمائیوں سے باز رکھتی ہیں۔ مگر جب آفتاب اپنے چہرے سے نقاب ہٹاتا ہے اور دن کے اُجالے اُبھر آتے ہیں اور سورج کی کرنیں سوسمار کے سوراخ کے اندر تک پہنچ جاتی ہیں، تو وہ اپنی پلکوں کو آنکھوں پر جھکا لیتی ہیں اور رات کی تیرگیوں میں جو معاش حاصل کی ہے۔ اسی پر اپنا وقت پورا کر لیتی ہیں۔ سبحان اللہ کہ جس نے رات ان کے کسب معاش کے لیے اور دن آرام و سکون کے لیے بنایا ہے اور ان کے گوشت ہی سے ان کے پر بنائے ہیں اور جب اُڑنے کی ضرورت ہوتی ہے تو انہی پروں سے اُونچی ہوتی ہیں گویا کہ وہ کانوں کی لویں ہیں کہ نہ ان میں پر و بال ہیں اور نہ کریاں، مگر تم ان کی رگوں کی جگہ کو دیکھو گے کہ اس کے نشان ظاہر ہیں اور اس میں دو پرے لگے ہوئے ہیں کہ جو نہ اتنے باریک ہیں کہ پھٹ جائیں اور نہ اتنے موٹے ہیں کہ بوجھل ہو جائیں (کہ اڑا نہ جا سکے) وہ اُڑتی ہیں تو بچے اُن سے چمٹے رہتے ہیں جب وہ نیچے کی طرف جھکتی ہیں تو بچے بھی جھک پڑتے ہیں اور جب وہ اونچی ہوتی ہیں تو بچے بھی اونچے ہو جاتے ہیں اور اُس وقت تک الگ نہیں ہوتے جب تک اُن کے اعضاء میں مضبوطی نہ آجائے اور بلند ہونے کے لیے اُن کے پر (ان کا بوجھ) اٹھانے کے قابل نہ ہو جائیں، وہ

وَ يَعْرِفُ مَذَاهِبَ عَيْشِهِ وَ مَصَالِحَ نَفْسِهِ فَسُبْحَانَ الْبَارِئِ لِكُلِّ شَيْءٍ عَلَى غَيْرِ مِثَالٍ خَلَا مِنْ غَيْرِهِ۔

اپنی زندگی کی راہوں اور اپنی مصلحتوں کو پہچانتے ہیں۔ پاک ہے وہ خدا کہ جس نے بغیر کسی نمونہ کے کہ جو اس سے پہلے کسی نے بنایا ہو، ان تمام چیزوں کا پیدا کرنے والا ہے۔

چمگادڑ ایک عجیب و غریب پرندہ ہے جو انڈے دینے کے بجائے بچے دیتا، دانہ بھرانے کے بجائے دودھ پلاتا اور بغیر پروں کے پرواز کرتا ہے۔ اس کی انگلیاں جھلی دار ہوتی ہیں جن سے پروں کا کام لیتا ہے۔ ان پروں کا پھیلاؤ ڈیڑھ انچ سے پانچ فٹ تک ہوتا ہے۔ یہ اپنے پیروں کے بل چل پھر نہیں سکتا اس لیے اڑ کر روزی حاصل کرتا اور درختوں اور چھتوں میں الٹا لٹکا رہتا ہے۔ دن کی روشنی میں اسے کچھ نظر نہیں آتا اس لیے غروبِ آفتاب کے بعد ہی پرواز کرتا ہے اور کیڑے مکوڑے اور رات کو اڑنے والے پروانے کھاتا ہے۔ چمگادڑوں کی ایک قسم پھل کھاتی ہے اور بعض گوشت خوار ہوتی ہیں جو مچھلی کا شکار کرتی ہیں شمالی امریکہ کے تاریک غاروں میں خونخوار چمگادڑیں بھی بڑی کثرت سے پائی جاتی ہیں یہ بڑی خطرناک اور مہلک ہوتی ہیں ان کی خوراک انسانی و حیوانی خون ہے۔ جب یہ کسی انسان کا خون چوستی ہیں تو انسانی خون میں زہر سرایت کر جاتا ہے جس کے نتیجہ میں پہلے ہلکا سا بخار اور دردِ سر ہوتا ہے پھر سانس کی نالی متورم ہو جاتی ہے۔ کھانا پینا چھوٹ جاتا ہے۔ جسم کا نیچے والا حصہ بے حس و حرکت ہو جاتا ہے۔ آخر سانس کی آمد و شد رک جاتی ہے اور وہ دم توڑ دیتا ہے۔ یہ خون آشام چمگادڑیں اس وقت حملہ کرتی ہیں جب آدمی بے ہوش ہو یا سو رہا ہو۔ جاگتے میں حملہ کم ہوتا ہے اور خون چوستے وقت درد کا احساس تک نہیں ہوتا۔

چمگادڑ کی آنکھ خاص قسم کی ہوتی ہے جو صرف تاریکی ہی میں کام کر سکتی ہے اور دن کے اجالے میں کچھ نہیں دیکھ سکتی اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی آنکھ کی پتلی کا پھیلاؤ آنکھ کی وسعت کے مقابلہ میں بڑا ہوتا ہے اور تیز روشنی میں سمٹ جاتا ہے اور کوئی چیز دکھائی نہیں دیتی یہ ایسا ہی ہے جیسے ایک بڑی طاقت کے کیمرہ سے کھلی روشنی میں تصویر اتاری جائے تو روشنی کی چھوٹ سے تصویر دھندلی اترتی ہے اسی لیے کیمرہ کے شیشہ کا سائز جو بمنزلہ آنکھ کی پتلی کے ہوتا ہے چھوٹا کر دیا جاتا ہے تاکہ روشنی کی چکا چوند کم ہو جائے اور تصویر صاف اترے۔ اگر چمگادڑ کی پتلی کا پھیلاؤ آنکھ کے مقابلہ میں کم ہوتا تو وہ بھی دوسرے جانوروں کی طرح دن کی روشنی میں دیکھ سکتی تھی۔

خطبہ ۱۵۴

وَ مِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ خَاطَبَ بِهِ أَهْلَ الْبَصْرَةِ عَلَى جِهَةِ اقْتِصَاصِ الْمَلَاحِمِ

اس میں اہل بصرہ کو مخاطب کرتے ہوئے انھیں فتنوں سے آگاہ کیا ہے :-

فَمَنِ اسْتَطَاعَ عِنْدَ ذَالِكَ اَنْ يَعْتَقِلَ نَفْسَهُ عَلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فَلْيَفْعَلْ۔ فَاِنْ اَطَعْتُمُوْنِيْ فَاِنِّيْ حَامِلُكُمْ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ عَلٰى سَبِيْلِ الْجَنَّةِ، وَاِنْ كَانَ ذَا مَشَقَّةٍ شَدِيْدَةٍ وَمَذَاقَةٍ مَرِيْرَةٍ۔ وَاَمَّا فُلَانَةُ فَاَدْرَكَهَا رَاْيُ النِّسَآءِ، وَضِغْنٌ غَلَا فِيْ صَدْرِهَا كَمِرْجَلِ الْقَيْنِ وَلَوْ دُعِيَتْ لِتَنَالَ مِنْ غَيْرِيْ مَا اَتَتْ اِلَيَّ لَمْ تَفْعَلْ وَلَهَا بَعْدُ حُرْمَتُهَا الْاُوْلٰى وَالْحِسَابُ عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى۔

(مِنْهُ) سَبِيْلٌ اَبْلَجُ الْمِنْهَاجِ اَنْوَرُ السِّرَاجِ۔ فَبِالْاِيْمَانِ يُسْتَدَلُّ عَلَى الصَّالِحَاتِ۔ وَبِالصَّالِحَاتِ يُسْتَدَلُّ عَلَى الْاِيْمَانِ۔ وَبِالْاِيْمَانِ يُعْمَرُ الْعِلْمُ۔ وَبِالْعِلْمِ يُرْهَبُ الْمَوْتُ وَبِالْمَوْتِ تُخْتَمُ الدُّنْيَا۔ وَبِالدُّنْيَا تُحْرَزُ الْاٰخِرَةُ۔ وَاِنَّ الْخَلْقَ لَا مَقْصَرَ لَهُمْ عَنِ الْقِيَامَةِ، مُرْقِلِيْنَ فِيْ مِضْمَارِهَا اِلَى الْغَايَةِ الْقُصْوٰى۔

(مِنْهُ) قَدْ شَخَصُوْا مِنْ مُسْتَقَرِّ الْاَجْدَاثِ وَصَارُوْا اِلٰى مَصَآئِرِ الْغَايَاتِ لِكُلِّ دَارٍ اَهْلُهَا۔ لَا يَسْتَبْدِلُوْنَ بِهَا وَلَا يُنْقَلُوْنَ عَنْهَا وَاِنَّ الْاَمْرَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْيَ عَنِ الْمُنْكَرِ لَخُلُقَانِ مِنْ

جو شخص ان (فتنہ انگیزیوں) کے وقت اپنے نفس کو اللہ کی اطاعت پر ٹھہرائے رکھنے کی طاقت رکھتا ہو اُسے ایسا ہی کرنا چاہیئے۔ اگر تم میری اطاعت کرو گے تو میں انشاء اللہ تمہیں جنت کی راہ پر لگا دوں گا۔ اگرچہ وہ راستہ کٹھن دُشواریوں اور تلخ مزوں کو لیے ہُوئے ہے۔ رہیں فلاں تو ان میں عورتوں والی کم عقلی آ گئی ہے اور لوہار کے کڑھاؤ کی طرح کینہ و عناد اُن کے سینہ میں جوش مار رہا ہے اور جو سلوک مجھ سے کر رہی ہیں اگر میرے سوا کسی دوسرے سے ایسے سلوک کو ان سے کہا جاتا تو وہ نہ کرتیں۔ ان سب چیزوں کے بعد بھی ہمیں ان کی سابقہ حُرمت کا لحاظ ہے ان کا حساب و کتاب اللہ کے ذمہ ہے۔

اِس خطبہ کا ایک جُزیہ ہے: (ایمان کی راہ سب راہوں سے واضح اور سب چراغوں سے زیادہ نُورانی ہے ایمان سے نیکیوں پر استدلال کیا جاتا ہے اور نیکیوں سے ایمان پر دلیل لائی جاتی ہے، ایمان سے علم کی دُنیا آباد ہوتی ہے اور علم کی بدولت موت سے ڈرا جاتا ہے اور موت سے دُنیا کے سارے جھنجھٹ ختم ہو جاتے ہیں اور دُنیا سے آخرت حاصل کی جاتی ہے مخلوقات کے لیے قیامت سے اِدھر کوئی منزل نہیں۔ وُہ اسی کے میدان میں انتہا کی حد تک پہنچنے کے لیے دوڑ لگانے والی ہے۔

اِس خطبہ کا ایک جُزیہ ہے: وُہ اپنی قبروں کے ٹھکانوں سے اُٹھ کھڑے ہُوئے اور اپنی آخرت کے ٹھکانوں کی طرف پلٹ پڑے، ہر گھر کے لیے اس کے اہل ہیں کہ نہ وہ اُسے تبدیل کر سکیں گے اور نہ اس سے منتقل ہو سکیں گے نیکیوں کا حکم دینا اور بُرائیوں سے روکنا ایسے دو کام ہیں

خُلُقِ اللهِ سُبْحَانَهُ وَإِنَّهُمَا لَا يُقَرِّبَانِ مِنْ أَجَلٍ وَلَا يَنْقُصَانِ مِنْ رِزْقٍ وَعَلَيْكُمْ بِكِتَابِ اللهِ فَإِنَّهُ الْحَبْلُ الْمَتِينُ وَالنُّورُ الْمُبِينُ وَالشِّفَاءُ النَّافِعُ وَالرِّيُّ النَّاقِعُ وَالْعِصْمَةُ لِلْمُتَمَسِّكِ وَالنَّجَاةُ لِلْمُتَعَلِّقِ. لَا يَعْوَجُّ فَيُقَامَ وَلَا يَزِيغُ فَيُسْتَعْتَبَ. وَلَا تُخْلِقُهُ كَثْرَةُ الرَّدِّ وَوُلُوجُ السَّمْعِ مَنْ قَالَ بِهِ صَدَقَ وَمَنْ عَمِلَ بِهِ سَبَقَ.

(وَقَامَ إِلَيْهِ رَجُلٌ فَقَالَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ أَخْبِرْنَا عَنِ الْفِتْنَةِ وَهَلْ سَأَلْتَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَنْهَا فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ) لَمَّا أَنْزَلَ اللهُ سُبْحَانَهُ قَوْلَهُ (الٓمٓ أَحَسِبَ النَّاسُ أَنْ يُتْرَكُوا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ) عَلِمْتُ أَنَّ الْفِتْنَةَ لَا تَنْزِلُ بِنَا وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ أَظْهُرِنَا فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ مَا هٰذِهِ الْفِتْنَةُ الَّتِي أَخْبَرَكَ اللهُ تَعَالَى بِهَا فَقَالَ: "يَا عَلِيُّ إِنَّ أُمَّتِي سَيُفْتَنُونَ مِنْ بَعْدِي فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ أَوَلَيْسَ قَدْ قُلْتَ لِي يَوْمَ أُحُدٍ حَيْثُ اسْتُشْهِدَ مَنِ اسْتُشْهِدَ

جو اخلاقِ خداوندی میں سے ہیں۔ نہ اُن کی وجہ سے موت قبل از وقت آسکتی ہے اور نہ جو رزق مقرر ہے اس میں کوئی کمی ہو سکتی ہے۔ تمہیں کتابِ خدا پر عمل کرنا چاہیئے اس لیے کہ وہ ایک مضبوط رسّی روشن و واضح نور، نفع بخش شفا، پیاس بجھانے والی سیرابی، تمسک کرنے والے کے لیے سامانِ حفاظت اور وابستہ رہنے والے کے لیے نجات ہے۔ اس میں کجی نہیں آتی کہ اسے سیدھا کیا جائے نہ حق سے الگ ہوتی ہے کہ اس کا رُخ موڑا جائے۔ کثرت سے دُھرایا جانا اور (بار بار) کانوں میں پڑنا اُسے پُرانا نہیں کرتا جو اس کے مطابق کہے وہ سچا ہے اور جو اس پر عمل کرے وہ سبقت لے جانے والا ہے۔

(اسی اثنا میں) ایک شخص کھڑا ہوا اور اُس نے کہا کہ ہمیں فتنہ کے بارے میں کچھ بتائیے اور کیا آپ نے اس کے متعلق رسول اللہؐ سے دریافت کیا تھا؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں جب اللہ نے یہ آیت اتاری کہ "کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ان کے اتنا کہہ دینے سے کہ ہم ایمان لائے ہیں انہیں چھوڑ دیا جائے گا اور وہ فتنوں سے دوچار نہیں ہوں گے۔" تو میں سمجھ گیا کہ فتنہ ہم پر تو نہیں آئے گا جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے درمیان موجود ہیں۔ چنانچہ میں نے کہا، یا رسول اللہؐ! یہ فتنہ کیا ہے کہ جس کی اللہ نے آپ کو خبر دی ہے تو آپ نے فرمایا کہ اے علی! میرے بعد میری اُمت جلدی فتنوں میں پڑ جائے گی۔ تو میں نے کہا یا رسول اللہؐ! (اُحد کے دن جب شہید ہونے والے مسلمان شہید ہو چکے تھے اور شہادت مجھ سے روک لی گئی اور یہ مجھ پر گراں گزرا تھا تو آپ نے

مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَحِيْزَتْ عَنِّي الشَّهَادَةُ
فَشَقَّ ذٰلِكَ عَلَيَّ فَقُلْتَ لِيْ: اَبْشِرْ فَإِنَّ
الشَّهَادَةَ مِنْ وَّرَآئِكَ۔ فَقَالَ لِيْ: "إِنَّ
ذٰلِكَ لَكَذٰلِكَ فَكَيْفَ صَبْرُكَ إِذًا فَقُلْتُ
يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَيْسَ هٰذَا مِنْ مَّوَاطِنِ
الصَّبْرِ، وَلٰكِنْ مِنْ مَوَاطِنِ الْبُشْرٰى، وَ
الشُّكْرِ، وَقَالَ يَا عَلِيُّ إِنَّ الْقَوْمَ سَيُفْتَنُوْنَ
بَعْدِيْ بِأَمْوَالِهِمْ وَيَمُنُّوْنَ بِدِيْنِهِمْ عَلٰى
رَبِّهِمْ وَيَتَمَنَّوْنَ رَحْمَتَهٗ، وَيَأْمَنُوْنَ
سَطْوَتَهٗ وَيَسْتَحِلُّوْنَ حَرَامَهٗ بِالشُّبُهَاتِ
الْكَاذِبَةِ وَالْأَهْوَاءِ السَّاهِيَةِ فَيَسْتَحِلُّوْنَ
الْخَمْرَ بِالنَّبِيْذِ، وَالسُّحْتَ بِالْهَدِيَّةِ
وَالرِّبَا بِالْبَيْعِ" فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ
بِأَيِّ الْمَنَازِلِ أُنْزِلُهُمْ عِنْدَ
ذٰلِكَ؟
أَبِمَنْزِلَةِ رِدَّةٍ أَمْ بِمَنْزِلَةِ فِتْنَةٍ؟
فَقَالَ بِمَنْزِلَةِ فِتْنَةٍ"۔

مجھ سے نہیں فرمایا تھا کہ تمھیں بشارت ہو کہ شہادت تمھیں پیش آنے والی ہے اور یہ بھی فرمایا تھا کہ یہ یونہی ہو کر رہے گا۔ (یہ کہو) کہ اُس وقت تمھارے صبر کی کیا حالت ہوگی تو میں نے کہا تھا کہ یا رسولؐ اللہ یہ صبر کا کوئی موقع نہیں ہے، یہ تو (میرے لیے) مژدہ اور شکر کا مقام ہوگا۔ تو آپ نے فرمایا کہ یا علی حقیقت یہ ہے کہ لوگ میرے بعد مال و دولت کی وجہ سے فتنوں میں پڑ جائیں گے اور دین اختیار کر لینے سے اللہ پر احسان جتائیں گے اُس کی رحمت کی آرزو میں تو کریں گے۔ لیکن اس کے قہر و غلبہ (کی گرفت) سے بے خوف ہو جائیں گے کہ جھوٹ موٹ کے شبہوں اور غافل کر دینے والی خواہشوں کی وجہ سے حلال کو حرام کر لیں گے، شراب کو انگور و خرما کا پانی کہہ کر اور رشوت کا نام ہدیہ رکھ کر اور سود کو خرید و فروخت قرار دے کر جائز سمجھ لیں گے (پھر) میں نے کہا کہ یا رسولؐ اللہ میں انھیں اس موقع پر کس مرتبہ پر سمجھوں اس مرتبہ پر کہ وہ مرتد ہو گئے ہیں یا اس مرتبہ پر کہ وہ فتنہ میں مبتلا ہیں تو آپ نے فرمایا کہ فتنہ کے مرتبہ پر۔

---

۱ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ حضرت عائشہ کا رویہ امیر المومنینؑ سے ہمیشہ معاندانہ رہا اور اکثر اُن کے دل کی کدورت ان کے چہرے پر کھل جاتی اور طرز عمل سے نفرت و بیزاری جھلک اٹھتی تھی۔ یہاں تک کہ اگر کسی واقعہ کے سلسلہ میں حضرت کا نام آجاتا تو اُن کی پیشانی پر بل پڑ جاتا تھا اور اس کا زبان پر لانا بھی گوارا نہ کرتی تھیں۔ چنانچہ عبید اللہ ابن عبد اللہ نے حضرت عائشہ کی اس روایت کا کہ پیغمبرؐ حالتِ مرض میں فضل ابنِ عباس اور ایک دوسرے شخص کا سہارا لے کر اُن کے ہاں چلے آئے حضرت عبد اللہ ابن عباس سے ذکر کیا تو انھوں نے فرمایا:

هَلْ تَدْرِيْ مَنِ الرَّجُلُ
قُلْتُ لَا قَالَ عَلِيُّ ابْنُ أَبِيْ طَالِبٍ

کیا تمھیں معلوم ہے کہ وہ دوسرا شخص کون تھا اس نے کہا کہ نہیں کہا کہ وہ علی ابنِ ابی طالب تھے۔ مگر حضرت عائشہ

وَلٰکِنَّھَا کَانَتْ لَا تَقْدِرُ عَلٰی اَنْ تَذْکُرَہٗ بِخَیْرٍ (تاریخ طبری ج۲ ۔ ص۴۳۳)

کے بس کی یہ بات نہ تھی کہ وہ علی کا کسی اچھائی کے ساتھ ذکر کریں ۔

اس نفرت و عناد کا ایک سبب حضرت فاطمۃ الزہرا کا وجود تھا کہ جن کی ہمہ گیر عظمت و توقیر ان کے دل میں کانٹے کی طرح کھٹکتی تھی اور سوتاپے کی جلن یہ گوارا نہ کر سکتی تھی کہ پیغمبر سوت کی دختر کو اس طرح چاہیں کہ اسے دیکھتے ہی تعظیم کے لیے کھڑے ہو جائیں اور اپنی مسند پر جگہ دیں اور سیدۃ نساء العالمین کہہ کر دنیا جہاں کی عورتوں پر اس کی فوقیت ظاہر کریں اور اس کی اولاد کو اس حد تک دوست رکھیں کہ انھیں اپنا فرزند کہہ کر پکاریں ۔ یہ تمام چیزیں ان پر شاق گزرنے والی تھیں اور فطری طور پر ان کے جذبات اس موقع پر یہی ہوں گے کہ اگر خود ان کے بطن سے اولاد ہوتی تو وہ پیغمبر کے بیٹے کہلاتے اور بجائے حسن و حسین کے وہ ان کی محبت کا مرکز بنتے مگر ان کی گود اولاد سے ہمیشہ خالی ہی رہی اور ماں بننے کی آرزو کو اپنے بھانجے کے نام پر اپنی کنیت ام عبد اللہ رکھ کر پورا کر لیا ۔ غرض یہ سب چیزیں ایسی تھیں جنھوں نے ان کے دل میں نفرت کا جذبہ پیدا کر دیا جس کے تقاضے سے مجبور ہو کر جناب سیدہ کے خلاف شکوہ و شکایت کرتی رہتی تھیں ۔ مگر پیغمبر کی توجہات ان سے ہٹانے میں کامیاب نہ ہو سکیں ۔ اس رنجش و کشیدگی کا تذکرہ حضرت ابوبکر کے کانوں میں بھی برابر پہنچتا رہتا تھا جس سے وہ دل ہی دل میں پیچ و تاب کھاتے تھے ۔ مگر ان کے کیے بھی کچھ نہ ہو سکتا تھا سوا اس کے کہ ان کی زبانی ہمدردیاں اپنی بیٹی کے ساتھ ہوتی تھیں ۔ یہاں تک کہ پیغمبر اکرم نے دنیا سے رحلت فرمائی اور حکومت کی باگ ڈور ان کے ہاتھ میں آ گئی ۔ اب موقع تھا کہ وہ جس طرح چاہتے انتقام لیتے اور جو تشدد چاہتے روا رکھتے ۔ چنانچہ پہلا قدم یہ اٹھایا کہ جناب سیدہ کو محروم الارث قرار دینے کے لیے پیغمبروں کے ورثہ کی نفی کر دی کہ نہ وہ کسی کے وارث ہوتے ہیں اور نہ ان کا کوئی وارث ہوتا ہے ۔ بلکہ ان کا ترکہ حکومت کی ملکیت ہوتا ہے ۔ جس سے سیدہ اس حد تک متاثر ہوئیں کہ ان سے ترک کلام کر دیا اور انہی تاثرات کے ساتھ دنیا سے رخصت ہو گئیں ۔ حضرت عائشہ نے اس موقع پر بھی اپنی روش نہ بدلی اور یہ تک گوارا نہ کیا ۔ ان کے انتقال پر ملال پر افسوس کا اظہار کرتیں ۔ چنانچہ ابن ابی الحدید نے تحریر کیا ہے کہ

ثُمَّ مَاتَتْ فَاطِمَۃُ فَجَاءَ نِسَاءُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کُلُّھُنَّ اِلٰی بَنِیْ ھَاشِمٍ فِی الْعَزَاءِ اِلَّا عَائِشَۃَ فَاِنَّھَا لَمْ تَأْتِ وَاَظْھَرَتْ مَرَضًا وَنُقِلَ اِلٰی عَلِیٍّ عَلَیْہِ السَّلَامُ عَنْھَا کَلَامٌ یَدُلُّ عَلَی السُّرُوْرِ ۔ (شرح ابن ابی الحدید ج۲ ، ص۴۵۹)

جب حضرت فاطمۃ الزہرا نے رحلت فرمائی تو تمام ازواج پیغمبر بنی ہاشم کے ہاں تعزیت کے لیے پہنچ گئیں سوا عائشہ کے کہ وہ نہ آئیں اور یہ ظاہر کیا کہ وہ مریض ہیں اور حضرت علی تک ان کی طرف سے ایسے الفاظ پہنچے جن سے ان کی مسرت و شادمانی کا پتہ چلتا تھا ۔

جب جناب سیدہ سے اس حد تک عناد تھا تو جن سے ان کا دامن وابستہ ہو گا وہ کس طرح ان کی دشمنی و عناد سے بچ سکتا تھا جبکہ ایسے واقعات بھی رونما ہوتے رہے ہوں کہ جو اس مخالفت کو ہوا دیتے اور ان کے جذبۂ نفرت کو ابھارتے ہوں

جیسے واقعہ انک کے سلسلہ میں امیرالمومنینؑ کا پیغمبرؐ سے یہ کہنا کہ ان ہی الاشسع نعلک۔ "یہ تو آپ کی جوتی کا تسمہ ہے"۔ اسے چھوڑیئے اور طلاق دے کر الگ کیجیے۔ جب حضرت عائشہ نے یہ سُنا ہوگا تو یقیناً بے قراری کے بستر پہ کروٹیں بدلی ہوں گی اور حضرت کے خلاف جذبۂ نفرت انتہائی شدت سے اُبھرا ہوگا پھر ایسے واقعات بھی پیش آتے رہے کہ ان کے والد حضرت ابوبکر کے مُقابلہ میں حضرت کو امتیاز دیا گیا اور ان کے مدارج کو بلند اور نمایاں کر کے دکھایا گیا۔ جیسے تبلیغ سُورۂ برات کے سلسلہ میں پیغمبرؐ کا انھیں معزول کر کے واپس بلٹا لینا اور یہ خدمت حضرت علیؑ کے سپرد کرنا اور یہ فرمانا کہ "انی امرت ان ابلغہ انا اورجل من اھل بیتی مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں خود سے پہنچاؤں یا وہ شخص جو میرے اہلبیت میں سے ہو اسی طرح مسجدِ نبوی میں کھلنے والے تمام دروازے کہ جن میں حضرت ابوبکر کے گھر کا بھی دروازہ تھا چُنوا دیئے اور صرف امیرالمومنینؑ کے گھر کا دروازہ کھلا رہنے دیا۔

حضرت عائشہ اپنے باپ کے مقابلہ میں حضرت کا تفوق گوارا نہ کر سکتی تھیں اور جب کوئی امتیازی صُورت پیدا ہوتی تھی تو اُسے مٹانے کی کوئی کوشش اُٹھا نہ رکھتی تھیں۔ چنانچہ جب پیغمبرؐ نے آخر وقت میں حضرت اسامہ کے ہمراہ لشکر روانہ کیا اور حضرت ابوبکر و حضرت عمر کو بھی ان کی زیرِ امارت جانے کا حکم دیا تو ازواجِ پیغمبرؐ کے ذریعہ انھیں یہ پیغام ملتا ہے کہ پیغمبرؐ کی حالت نازک ہے۔ لشکر کو آگے بڑھنے کے بجائے پلٹ آنا چاہیے۔ چونکہ ان دُور رس نظروں نے یہ بھانپ لیا تھا کہ مدینہ کو مہاجرین و انصار سے خالی کرنے کا مطلب یہی ہو سکتا ہے کہ رحلتِ نبیؐ کے بعد امیرالمومنینؑ سے کوئی مزاحم نہ ہو۔ اور کسی شورش انگیزی کے بغیر آپ منصبِ خلافت پر فائز ہو جائیں۔ چنانچہ لشکرِ اسامہ اس پیغام پر پلٹ آیا۔ جب پیغمبرؐ نے یہ دیکھا تو اسامہ کو پھر لشکر لے جانے کی تاکید فرمائی اور یہ تک فرمایا لعن اللہ علی من تخلف عن جیش اسامۃ "جو شخص لشکرِ اسامہ سے تخلف کرے اُس پر خدا کی لعنت ہو۔ جس پر وُہ پھر روانہ ہُوئے۔ مگر پھر اُنھیں واپس بُلایا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ پیغمبرؐ کے مرض نے شدت اختیار کر لی اور لشکر کو روانہ نہ ہونا تھا نہ ہُوا۔ اِس کاروائی کے بعد بلال کے ذریعہ حضرت اُبوبکر کو یہ کہلوایا جاتا ہے کہ وُہ امامت نماز کے فرائض سرانجام دیں تاکہ اُن کی خلافت کے لیے راستہ ہموار ہو جائے۔ چنانچہ اسی کے پیشِ نظر انھیں خلیفۃ رسُول اللہ علی الصلوٰۃ کہہ کر خلیفہ علی الاطلاق مان لیا گیا اور پھر ایسا طریقہ اختیار کیا گیا کہ کسی طرح خلافت امیرالمومنینؑ تک نہ پہنچ سکے لیکن دورِ ثالث کے بعد حالات نے اس طرح کروٹ لی کہ لوگ آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لیے مجبور ہو گئے۔ حضرت عائشہ اس موقع پر مکہ میں تشریف فرما تھیں انھیں جب حضرت کی بیعت کا علم ہُوا تو اُن کی آنکھوں سے شرارے برسنے لگے، غیظ و غضب نے مزاج میں برہمی پیدا کر دی اور نفرت نے ایسی شدت اختیار کر لی کہ جس خوُن کے بہانے کا فتویٰ دے چکی تھیں۔ اسی کے قصاص کا سہارا لے کر اُٹھ کھڑی ہُوئیں اور کُھلم کُھلا اعلانِ جنگ کر دیا۔ جس کے نتیجہ میں ایسا کُشت و خوُن ہُوا کہ بصرہ کی سرزمین کُشتوں کے خوُن سے رنگین ہو گئی اور افتراق انگیزی کا دروازہ ہمیشہ کے لیے کُھل گیا۔

خطبہ ۱۵۵

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ جَعَلَ الْحَمْدَ مِفْتَاحًا لِذِكْرِهٖ. وَسَبَبًا لِلْمَزِيْدِ مِنْ فَضْلِهٖ وَدَلِيْلًا عَلٰى آلَائِهٖ وَعَظَمَتِهٖ عِبَادَ اللّٰهِ، إِنَّ الدَّهْرَ يَجْرِيْ بِالْبَاقِيْنَ كَجَرْيِهٖ بِالْمَاضِيْنَ لَا يَعُوْدُ مَا قَدْ وَلّٰى مِنْهُ، وَلَا يَبْقٰى سَرْمَدًا مَا فِيْهِ. آخِرُ فِعَالِهٖ كَاَوَّلِهٖ مُتَسَابِقَةٌ أُمُوْرُهٗ مُتَظَاهِرَةٌ أَعْلَامُهٗ فَكَأَنَّكُمْ بِالسَّاعَةِ تَحْدُوْكُمْ حَدْوَ الزَّاجِرِ بِشَوْلِهٖ فَمَنْ شَغَلَ نَفْسَهٗ بِغَيْرِ نَفْسِهٖ تَحَيَّرَ فِي الظُّلُمَاتِ. وَارْتَبَكَ فِي الْهَلَكَاتِ وَمَدَّتْ بِهٖ شَيَاطِيْنُهٗ فِيْ طُغْيَانِهٖ، وَزَيَّنَتْ لَهٗ سَيِّئَ أَعْمَالِهٖ. فَالْجَنَّةُ غَايَةُ السَّابِقِيْنَ وَالنَّارُ غَايَةُ الْمُفْرِطِيْنَ.

اِعْلَمُوْا عِبَادَ اللّٰهِ أَنَّ التَّقْوٰى دَارُ حِصْنٍ عَزِيْزٍ وَالْفُجُوْرَ دَارُ حِصْنٍ ذَلِيْلٍ لَا يَمْنَعُ أَهْلَهٗ وَلَا يُحْرِزُ مَنْ لَجَأَ إِلَيْهِ. أَلَا وَبِالتَّقْوٰى تُقْطَعُ حُمَةُ الْخَطَايَا. وَبِالْيَقِيْنِ تُدْرَكُ الْغَايَةُ الْقُصْوٰى.

عِبَادَ اللّٰهِ! اَللّٰهَ اَللّٰهَ فِيْ أَعَزِّ الْأَنْفُسِ عَلَيْكُمْ وَأَحَبِّهَا إِلَيْكُمْ فَإِنَّ اللّٰهَ قَدْ أَوْضَحَ لَكُمْ سَبِيْلَ

تمام حمد اُس اللہ کے لیے ہے جس نے حمد کو اپنے ذکر کا افتتاحیہ، اپنے فضل و احسان کے بڑھانے کا ذریعہ اور اپنی نعمتوں اور عظمتوں کا دلیل راہ قرار دیا ہے۔ اے اللہ کے بندو! باقی ماندہ لوگوں کے ساتھ بھی زمانہ کی وہی روش رہے گی جو گذر جانے والے کے ساتھ تھی۔ جتنا زمانہ گذر چکا ہے وُہ پلٹ کر نہیں آئے گا اور جو کچھ اس میں ہے وُہ بھی ہمیشہ رہنے والا نہیں آخر میں بھی اس کی کارگذاریاں وہی ہوں گی جو پہلے رہ چکی ہیں اُس کی مصیبتیں ایک دوسرے سے بڑھ جانا چاہتی ہیں اور اس کے جھنڈے ایک دوسرے کے عقب میں ہیں، گویا تم قیامت کے دامن سے وابستہ ہو کر وہ تمہیں دھکیل کر اس طرح لیے جا رہی ہے جس طرح للکارنے والا اپنی اونٹنیوں کو جو شخص اپنے نفس کو سنوارنے کے بجائے اور چیزوں میں پڑ جاتا ہے وہ تیرگیوں میں سرگرداں اور ہلاکتوں میں پھنسا رہتا ہے اور شیاطین اُسے سرکشیوں میں کھینچ کر لے جاتے ہیں اور اس کی بداعمالیوں کو اس کے سامنے سج دیتے ہیں آگے بڑھنے والوں کی آخری منزل جنت ہے اور عمداً کوتاہیاں کرنے والوں کی حد جہنم ہے۔

اللہ کے بندو! یاد رکھو کہ تقویٰ ایک مضبوط قلعہ ہے اور فسق و فجور ایک (کمزور) چاردیواری ہے کہ جو نہ اپنے رہنے والوں سے تباہیوں کو روک سکتی ہے اور نہ اُن کی حفاظت کر سکتی ہے۔ دیکھو تقویٰ ہی وُہ چیز ہے کہ جس سے گناہوں کا ڈنک کاٹا جاتا ہے اور یقین ہی سے منتہائے مقصد کی کامرانیاں حاصل ہوتی ہیں۔

اے اللہ کے بندو! اپنے نفس کے بارے میں کہ جو

الْحَقِّ وَأَنَارَ طُرُقَهُ، فَشِقْوَةٌ لَازِمَةٌ أَوْ سَعَادَةٌ دَائِمَةٌ، فَتَزَوَّدُوا فِي أَيَّامِ الْفَنَاءِ لِأَيَّامِ الْبَقَاءِ، فَقَدْ دُلِلْتُمْ عَلَى الزَّادِ وَأُمِرْتُمْ بِالظَّعْنِ، وَحُثِثْتُمْ عَلَى الْمَسِيرِ، فَإِنَّمَا أَنْتُمْ كَرَكْبٍ وُقُوفٍ لَا تَدْرُونَ مَتَى تُؤْمَرُونَ بِالْمَسِيرِ، أَلَا فَمَا يَصْنَعُ بِالدُّنْيَا مَنْ خُلِقَ لِلْآخِرَةِ، وَمَا يَصْنَعُ بِالْمَالِ مَنْ عَمَّا قَلِيلٍ يُسْلَبُهُ وَتَبْقَى عَلَيْهِ تَبِعَتُهُ وَحِسَابُهُ.

عِبَادَ اللهِ، إِنَّهُ لَيْسَ لِمَا وَعَدَ اللهُ مِنَ الْخَيْرِ مَتْرَكٌ، وَلَا فِيمَا نَهَى عَنْهُ مِنَ الشَّرِّ مَرْغَبٌ.

عِبَادَ اللهِ، احْذَرُوا يَوْمًا تُفْحَصُ فِيهِ الْأَعْمَالُ، وَيَكْثُرُ فِيهِ الزِّلْزَالُ، وَتَشِيبُ فِيهِ الْأَطْفَالُ.

اِعْلَمُوا عِبَادَ اللهِ أَنَّ عَلَيْكُمْ رَصَدًا مِنْ أَنْفُسِكُمْ، وَعُيُونًا مِنْ جَوَارِحِكُمْ، وَحُفَّاظَ صِدْقٍ يَحْفَظُونَ أَعْمَالَكُمْ وَعَدَدَ أَنْفَاسِكُمْ، لَا تَسْتُرُكُمْ مِنْهُمْ ظُلْمَةُ لَيْلٍ دَاجٍ، وَلَا يُكِنُّكُمْ مِنْهُمْ بَابٌ ذُو رِتَاجٍ، وَإِنَّ غَدًا مِنَ الْيَوْمِ قَرِيبٌ.

يَذْهَبُ الْيَوْمُ بِمَا فِيهِ وَيَجِيءُ

تمھیں تمام نفسوں سے زیادہ عزیز و محبوب ہے اللہ سے ڈرو! اُس نے تو تمھارے لیے حق کا راستہ کھول دیا ہے اور اُس کی راہیں اُجاگر کر دی ہیں۔ اب یا تو امٹ بدبختی ہوگی یا دائمی خوش بختی و سعادت۔ دارِ فانی سے عالمِ باقی کے لیے توشہ مہیا کر لو تمھیں زادِ راہ کا پتہ دیا جا چکا ہے اور کوچ کا حکم مل چکا ہے اور چل چلاؤ کے لیے جلدی مچائی جا رہی ہے۔ تم ٹھہرے ہوئے سواروں کے مانند ہو کہ تمھیں یہ پتہ نہیں کہ کب روانگی کا حکم دیا جائے گا۔ بھلا وہ دنیا کو لے کر کیا کرے گا جو آخرت کے لیے پیدا کیا گیا ہو، اور اُس مال کا کیا کرے گا جو عنقریب اُس سے چھن جانے والا ہے اور اُس کا مظلمہ و حساب اُس کے ذمہ رہنے والا ہے

اللہ کے بندو! خدا نے جس بھلائی کا وعدہ کیا ہے اُسے چھوڑا نہیں جا سکتا اور جس بُرائی سے روکا ہے اس کی خواہش نہیں کی جا سکتی۔

اللہ کے بندو! اُس دن سے ڈرو کہ جس میں عملوں کی جانچ پڑتال اور زلزلوں کی بہتات ہوگی اور بچے تک اس میں بوڑھے ہو جائیں گے۔

اے اللہ کے بندو! یقین رکھو کہ خود تمھارا ضمیر تمھارا نگہبان اور خود تمھارے اعضاء و جوارح تمھارے نگران ہیں اور تمھارے عملوں اور سانسوں کی گنتی کو صحیح صحیح یاد رکھنے والے (کراماً کاتبین) ہیں ان سے نہ اندھیری رات کی اندھیاریاں چھپا سکتی ہیں اور نہ بند دروازے تمھیں اوجھل رکھ سکتے ہیں۔ بلاشبہ آنے والا "کل" آج کے دن سے قریب ہے۔

"آج کا دن" اپنا سب کچھ لے کر چلا جائے گا اور

الغدُ لاحقًا بِهٖ۔ فكأنّ كلَّ امرئٍ منكم قد بلغ من الأرضِ منزلَ وحدتِهٖ ومحطَّ حفرتِهٖ فيا لهٗ من بيتِ وحدةٍ، ومنزلِ وحشةٍ ومفردِ غربةٍ وكأنّ الصيحةَ قد أتتكم والساعةَ قد غشيتكم۔ وبرزتم لفصلِ القضاءِ قد زاحت عنكم الأباطيلُ واضمحلّت عنكم العللُ واستحقّت بكم الحقائقُ وصدرت بكم الأمورُ مصادرَها فاتّعظوا بالعِبَرِ، واعتبروا بالغِيَرِ وانتفعوا بالنُّذُرِ۔

"کل" اس کے عقب میں آیا ہی چاہتا ہے۔ گویا تم میں سے ہر شخص زمین کے اس حصہ پر کہ جہاں تنہائی کی منزل اور گڑھے کے نشان (قبر) ہے پہنچ چکا ہے۔ اس تنہائی کے گھر وحشت کی منزل اور مسافرت کے عالم تنہائی (کی ہولناکیوں) کا کیا حال بیان کیا جائے۔ گویا کہ صور کی آواز تم تک پہنچ چکی ہے اور قیامت تم پر چھا گئی ہے اور آخری فیصلہ سننے کے لیے تم (قبروں سے) نکل آئے ہو باطل کے پردے تمہاری آنکھوں سے ہٹا دیے گئے ہیں اور تمہارے حیلے بہانے دب چکے ہیں اور حقیقتیں تمہارے لیے ثابت ہو گئی ہیں اور تمام چیزیں اپنے اپنے مقام کی طرف پلٹ پڑی ہیں۔ عبرتوں سے پند و نصیحت اور زمانہ کے الٹ پھیر سے عبرت حاصل کرو، اور ڈرانے والی چیزوں سے فائدہ اٹھاؤ۔

ومن خطبةٍ له علیه السلام — خطبہ ۱۵۶

أرسلهٗ على حينِ فترةٍ من الرسلِ وطولِ هجعةٍ من الأممِ وانتقاضٍ من المبرمِ فجاءهم بتصديقِ الذي بين يديهِ، والنورِ المقتدى بهٖ ذلك القرآنُ فاستنطقوهُ ولن ينطقَ ولكن أخبركم عنهُ، ألا إنّ فيهِ علمَ ما يأتي۔ والحديثَ عن الماضي ودواءَ دائكم، ونظمَ ما بينكم۔

(منها) فعند ذلك لا يبقى بيتُ مدرٍ ولا وبرٍ إلّا وأدخلهُ الظلمةَ

(اللہ نے) آپ کو اس وقت رسول بنا کر بھیجا جبکہ رسولوں کا سلسلہ رکا ہوا تھا اور امتیں مدت سے پڑی سو رہی تھیں اور (دین کی) مضبوط رسی کے بل کھل چکے تھے۔ چنانچہ آپ ان کے پاس پہلی کتابوں کی تصدیق (کرنے والی کتاب) اور ایک ایسا نور لے کر آئے کہ جس کی پیروی کی جاتی ہے اور وہ قرآن ہے۔ اس کتاب سے پوچھو لیکن یہ بولے گی نہیں۔ البتہ میں تمہیں اس کی طرف سے خبر دیتا ہوں کہ اس میں آئندہ کے معلومات گذشتہ واقعات اور تمہاری بیماریوں کا چارہ اور تمہارے باہمی تعلقات کی شیرازہ بندی ہے

اس خطبہ کا ایک جزیہ ہے: اس وقت کوئی پختہ گھر اور کوئی اونی خیمہ ایسا نہ بچے گا کہ جس میں ظالم غم و حزن

تَرحة. واولجوا فيه نقمة فيومئذ لا يبقى لكم في السماء عاذر ولا في الارض ناصر. اصفيتم بالامر غير اهله واوردتموه غير مورده. وسينتقم الله ممن ظلم مأكلا بمأكل ومشربا بمشرب، من مطاعم العلقم ومشارب الصبر والمقر. ولباس شعار الخوف. ودثار السيف. وانما هم مطايا الخطيئات وزوامل الآثام فاقسم ثم اقسم لتنخمنها امية من بعدي كما تلفظ النخامة ثم لا تذوقها ولا تطعم بطعمها ابدا ما كر الجديدان.

کو داخل نہ کریں اور سختیوں کو اُس کے اندر نہ پہنچائیں وہ دن ایسا ہوگا کہ آسمان میں تمھارا کوئی عذر خواہ اور زمین میں کوئی تمھارا مددگار نہ رہے گا۔ تم نے امر (خلافت) کے لیے نااہلوں کو چُن لیا، اور ایسی جگہ پر سے لا اُتارا کہ جو اُس کے اُترنے کی جگہ نہ تھی۔ عنقریب اللہ ظلم ڈھانے والوں سے بدلہ لے گا۔ کھانے کے بدلے میں کھانے کا اور پینے کے بدلے میں پینے کا یُوں کہ انھیں کھانے کے لیے حنظل اور پینے کے لیے ایلوا اور زہر ہلاہل دیا جائے گا اور ان کا اندرونی لباس خوف اور بیرونی پہناوا تلوار ہوگا۔ وہ گناہوں کی سواریاں اور خطاؤں کے باربردار اُونٹ ہیں میں قسم پر قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرے بعد بنی اُمیّہ کو یہ خلافت اِس طرح تھوک دینا پڑے گی جس طرح بلغم تھوکا جاتا ہے۔ پھر جب تک دن رات کا چکر چلتا رہے گا وہ اس کا ذائقہ نہ چکھیں گے اور نہ اس کا مزا اُٹھا سکیں گے۔

ومن خطبة له عليه السلام — خطبہ ۱۵۷

ولقد احسنت جواركم واحطت بجهدي من ورائكم واعتقتكم من ربق الذل وحلق الضيم شكرا مني للبر القليل. واطراقا عما ادركه البصر وشهده البدن من المنكر الكثير.

میں تمھارا اچھا ہمسایہ بن کر رہا اور اپنی طاقت بھر تمھاری نگہداشت و حفاظت کرتا رہا اور تمھیں ذلت کے پھندوں اور ظلم کے بندھنوں سے آزاد کیا (یہ صرف) تمھاری تھوڑی سی بھلائی کا شکریہ ادا کرنے اور تمھاری بہت سی ایسی بُرائیوں سے چشم پوشی برتنے کے لیے کہ جو میری آنکھوں کے سامنے اور میری موجودگی میں ہوتی تھیں۔

ومن خطبة له عليه السلام — خطبہ ۱۵۸

امره قضاء، وحكمة، ورضاه

اس کا حکم، فیصلہ کُن اور حکمت آمیز اور اُس کی

27 أَمَانٌ وَرَحْمَةٌ، يَقْضِي بِعِلْمٍ، وَيَعْفُو بِحِلْمٍ. اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ عَلٰى مَا تَأْخُذُ وَتُعْطِي وَعَلٰى مَا تُعَافِي وَتَبْتَلِي. حَمْدًا يَكُوْنُ أَرْضَى الْحَمْدِ لَكَ، وَأَحَبَّ الْحَمْدِ إِلَيْكَ وَأَفْضَلَ الْحَمْدِ عِنْدَكَ حَمْدًا يَمْلَأُ مَا خَلَقْتَ. وَيَبْلُغُ مَا أَرَدْتَ. حَمْدًا لَا يُحْجَبُ عَنْكَ وَلَا يُقْصَرُ دُوْنَكَ حَمْدًا لَا يَنْقَطِعُ عَدَدُهٗ وَلَا يَفْنٰى مَدَدُهٗ. فَلَسْنَا نَعْلَمُ كُنْهَ عَظَمَتِكَ إِلَّا أَنَّا نَعْلَمُ أَنَّكَ حَيٌّ قَيُّوْمٌ لَا تَأْخُذُكَ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ لَمْ يَنْتَهِ إِلَيْكَ نَظَرٌ وَلَمْ يُدْرِكْكَ بَصَرٌ أَدْرَكْتَ الْأَبْصَارَ وَأَحْصَيْتَ الْأَعْمَارَ وَأَخَذْتَ بِالنَّوَاصِي وَالْأَقْدَامِ. وَمَا الَّذِي مِنْ خَلْقِكَ وَنَعْجَبُ لَهٗ مِنْ قُدْرَتِكَ وَنَصِفُهٗ مِنْ عَظِيْمِ سُلْطَانِكَ وَمَا تَغَيَّبَ عَنَّا مِنْهُ وَقَصُرَتْ أَبْصَارُنَا عَنْهُ وَانْتَهَتْ عُقُوْلُنَا دُوْنَهٗ، وَحَالَتْ سَوَاتِرُ الْغُيُوْبِ بَيْنَنَا وَبَيْنَهٗ أَعْظَمُ. فَمَنْ فَرَّغَ قَلْبَهٗ وَأَعْمَلَ فِكْرَهٗ لِيَعْلَمَ كَيْفَ أَقَمْتَ عَرْشَكَ وَكَيْفَ ذَرَأْتَ خَلْقَكَ وَكَيْفَ عَلَّقْتَ فِي الْهَوَاءِ سَمٰوَاتِكَ

خوشنودی امان اور رحمت ہے، وہ اپنے علم سے فیصلہ کرتا ہے اور اپنے حلم سے عفو کرتا ہے۔ بارالہا! تو جو کچھ (ہم سے) لے لیتا ہے اور جو کچھ عطا کرتا ہے اور جن (مرضوں سے) شفا دیتا ہے اور جن آزمائشوں میں ڈالتا ہے (سب پر) تیرے لیے حمد و ثنا ہے ایسی حمد جو انتہائی درجے تک تجھے پسند آئے اور انتہائی درجے تک تجھے محبوب ہو اور تیرے نزدیک ہر ستائش سے بڑھ چڑھ کر ہو۔ ایسی حمد جو کائنات کو بھر دے اور جو تو نے چاہا ہے اس کی حد تک پہنچ جائے۔ ایسی حمد کہ جس کے آگے تیری بارگاہ تک پہنچنے سے نہ کوئی حجاب ہے اور نہ اس کے لیے کوئی بندش، ایسی حمد کہ جس کی گنتی نہ کہیں پر ٹوٹے اور نہ اس کا سلسلہ ختم ہو ہم تیری عظمت و بزرگی کی حقیقت کو نہیں جانتے مگر اتنا کہ تو زندہ و کارساز (عالم) ہے نہ تجھے غنودگی ہوتی ہے اور نہ نیند آتی ہے، نہ تار نظر تجھ تک پہنچ سکتا ہے اور نہ نگاہیں تجھے دیکھ سکتی ہیں تو نے نظروں کو پا لیا ہے اور عمروں کا احاطہ کر لیا ہے اور پیشانی کے بالوں کو پیروں (سے ملا کر) گرفت میں لے لیا ہے۔ یہ تیری مخلوق کیا ہے جو ہم دیکھتے ہیں اور اس میں تیری قدرت (کی کارسازیوں) پر تعجب کرتے ہیں اور تیری عظیم فرمانروائی (کی کارفرمائیوں) پر اس کی توصیف کرتے ہیں۔ حالانکہ درحقیقت وہ (مخلوقات) جو ہماری آنکھوں سے اوجھل ہے اور جس تک پہنچنے سے ہماری نظریں عاجز اور عقلیں درماندہ ہیں اور ہمارے اور جن کے درمیان غیب کے پردے حائل ہیں۔ اس سے کہیں زیادہ باعظمت ہے۔ جو شخص (وسوسوں سے) اپنے دل کو خالی کرکے اور غور وفکر (کی قوتوں) سے کام لے کر یہ جاننا چاہے کہ تو نے کیونکر

وَكَيْفَ مَدَدْتَ عَلَى مَوْرِ الْمَاءِ
أَرْضَكَ رَجَعَ طَرْفُهُ حَسِيراً
وَعَقْلُهُ مَبْهُوراً وَسَمْعُهُ وَالِهاً
وَفِكْرُهُ حَائِراً۔

(مِنْهَا) يَدَّعِي بِزَعْمِهِ أَنَّهُ
يَرْجُو اللهَ كَذَبَ وَالْعَظِيمِ
مَا بَالُهُ لَا يَتَبَيَّنُ رَجَاؤُهُ فِي
عَمَلِهِ؟ فَكُلُّ مَنْ رَجَا عُرِفَ
رَجَاؤُهُ فِي عَمَلِهِ
إِلَّا رَجَاءَ اللهِ تَعَالَى فَإِنَّهُ مَدْخُولٌ
وَكُلُّ خَوْفٍ مُحَقَّقٌ إِلَّا خَوْفَ
اللهِ فَإِنَّهُ مَعْلُولٌ يَرْجُو اللهَ
فِي الْكَبِيرِ وَيَرْجُو الْعِبَادَ فِي
الصَّغِيرِ فَيُعْطِي الْعَبْدَ مَا لَا يُعْطِي
الرَّبَّ ۔ فَمَا بَالُ اللهِ جَلَّ ثَنَاؤُهُ
يُقَصَّرُ بِهِ عَمَّا يُصْنَعُ لِعِبَادِهِ
أَتَخَافُ أَنْ تَكُونَ فِي رَجَائِكَ
لَهُ كَاذِباً؟ أَوْ تَكُونَ لَا تَرَاهُ
لِلرَّجَاءِ مَوْضِعاً؟ وَكَذٰلِكَ
إِنْ هُوَ خَافَ عَبْداً مِنْ عَبِيدِهِ
أَعْطَاهُ مِنْ خَوْفِهِ مَا لَا يُعْطِي
رَبَّهُ فَجَعَلَ خَوْفَهُ مِنَ الْعِبَادِ
نَقْداً وَخَوْفَهُ مِنْ خَالِقِهِمْ
ضِمَاراً وَوَعْداً ۔ وَكَذٰلِكَ مَنْ
عَظُمَتِ الدُّنْيَا فِي عَيْنِهِ وَكَبُرَ

عرش کو قائم کیا ہے اور کس طرح مخلوقات کو پیدا کیا ہے اور کیونکر آسمانوں کو فضا میں لٹکایا ہے اور کس طرح پانی کے تھپیڑوں پر زمین کو بچھایا ہے تو اس کی آنکھیں تھک کر اور عقل مغلوب ہو کر اور کان حیران و سراسیمہ اور فکر گم گشتہ راہ ہو کر پلٹ آئے گی۔

اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے : وہ اپنے خیال میں اس کا دعوے دار بنتا ہے کہ اس کا دامن اُمید اللہ سے وابستہ ہے۔ خدائے برتر کی قسم وہ جھوٹا ہے (اگر ایسا ہے) تو پھر کیوں اس کے اعمال میں اس اُمید کی جھلک نمایاں نہیں ہوتی جبکہ ہر اُمیدوار کے کاموں میں اُمید کی پہچان ہو جایا کرتی ہے۔ سوائے اس اُمید کے کہ جو اللہ سے لگائی جائے کہ اس میں کھوٹ پایا جاتا ہے اور ہر خوف و ہراس جو (دوسروں سے ہو) ایک مسلمہ حقیقت رکھتا ہے۔ مگر اللہ کا خوف غیر یقینی ہے وہ اللہ سے بڑی چیزوں کا اور بندوں سے چھوٹی چیزوں کا اُمیدوار ہوتا ہے پھر بھی جو عاجزی کا رویہ بندوں سے رکھتا ہے۔ وہ رویہ اللہ سے نہیں برتتا تو آخر کیا بات ہے کہ اللہ کے حق میں اتنا بھی نہیں کیا جاتا جتنا بندوں کے لیے کیا جاتا ہے کیا تمہیں کبھی اس کا اندیشہ ہوا ہے کہ کہیں تم ان اُمیدوں (کے دعووں) میں جھوٹے تو نہیں یا یہ کہ تم اسے محل اُمید ہی نہیں سمجھتے۔ یونہی انسان اگر اس کے بندوں میں سے کسی بندے سے ڈرتا ہے تو جو خوف کی صورت اس کے لیے اختیار کرتا ہے۔ اللہ کے لیے ویسی صورت اختیار نہیں کرتا۔ انسانوں کا خوف تو اس نے نقد کی صورت میں رکھا ہے اور اللہ کا ڈر صرف ٹال مٹول اور (غلط سلط) وعدے یونہی جس کی نظروں میں دنیا عظمت پا لیتی

مَوْقِعُهَا فِي قَلْبِهِ آثَرَهَا عَلَى اللّٰهِ تَعَالَى فَانْقَطَعَ إِلَيْهَا وَصَارَ عَبْدًا لَهَا۔ وَلَقَدْ كَانَ فِي رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ كَافٍ لَكَ فِي الْأُسْوَةِ۔ وَدَلِيلٌ لَكَ عَلَى ذَمِّ الدُّنْيَا وَعَيْبِهَا وَكَثْرَةِ مَخَازِيهَا وَمَسَاوِيهَا إِذْ قُبِضَتْ عَنْهُ أَطْرَافُهَا۔ وَوُطِّئَتْ لِغَيْرِهِ أَكْنَافُهَا۔

وَفُطِمَ عَنْ رَضَاعِهَا، وَزُوِيَ عَنْ زَخَارِفِهَا۔ وَإِنْ شِئْتَ ثَنَّيْتُ بِمُوسَى كَلِيمِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ إِذْ يَقُولُ۔ رَبِّ إِنِّي لِمَا أَنْزَلْتَ إِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيرٌ۔ وَاللّٰهِ مَا سَأَلَهُ إِلَّا خُبْزًا يَأْكُلُهُ لِأَنَّهُ كَانَ يَأْكُلُ بَقْلَةَ الْأَرْضِ۔ وَلَقَدْ كَانَتْ خُضْرَةُ الْبَقْلِ تُرَى مِنْ شَفِيفِ صِفَاقِ بَطْنِهِ لِهُزَالِهِ وَتَشَذُّبِ لَحْمِهِ وَإِنْ شِئْتَ ثَلَّثْتُ بِدَاوُدَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

صَاحِبِ الْمَزَامِيرِ وَقَارِئِ أَهْلِ الْجَنَّةِ، فَلَقَدْ كَانَ يَعْمَلُ سَفَائِفَ الْخُوصِ بِيَدِهِ۔ وَيَقُولُ لِجُلَسَائِهِ أَيُّكُمْ يَكْفِينِي بَيْعَهَا وَيَأْكُلُ قُرْصَ الشَّعِيرِ مِنْ ثَمَنِهَا وَإِنْ

ہے اور اُس کے دل میں اس کی عظمت و وقعت بڑھ جاتی ہے تو وہ اُسے اللہ پر ترجیح دیتا ہے اور اس کی طرف مڑتا ہے اور اُسی کا بندہ ہو کر رہ جاتا ہے۔ تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول و عمل پیروی کے لیے کافی ہے اور ان کی ذات دُنیا کے عیب و نقص اور اس کی رُسوائیوں اور بُرائیوں کی کثرت دکھانے کے لیے رہنما ہے۔ اس لیے کہ اس دُنیا کے دامنوں کو ان سے سمیٹ لیا گیا اور دُوسروں کے لیے اُس کی وُسعتیں مُہیا کر دی گئیں اور اس (زالِ دُنیا کی چھاتیوں سے) آپ کا دُودھ چھڑا دیا گیا اور اس کی آرائشوں سے آپ کا رُخ موڑ دیا گیا۔ اگر دوسرا نمونہ چاہو تو مُوسیٰ کلیم اللہ ہیں کہ جنھوں نے اپنے اللہ سے کہا کہ: پروردگار! تو جو کچھ بھی اس وقت تھوڑی بہت نعمت بھیج دے گا۔ میں اُس کا محتاج ہوں۔ خدا کی قسم انھوں نے صرف کھانے کے لیے روٹی کا سوال کیا تھا۔ چونکہ وہ زمین کا ساگ پات کھاتے تھے اور لاغری اور (جسم پر) گوشت کی کمی کی وجہ سے ان کے پیٹ کی نازک جلد سے گھاس پات کی سبزی دکھائی دیتی تھی۔ اگر چاہو تو تیسری مثال داؤد علیہ السلام کی سامنے رکھ لو۔ جو صاحب زبور اور اہل جنت کے قاری ہیں۔ وہ اپنے ہاتھ سے کھجور کی پتیوں کی ٹوکریاں بنا کرتے تھے۔ اور اپنے ساتھیوں سے فرماتے تھے کہ تم میں سے کون ہے جو انھیں بیچ کر میری دستگیری کرے (پھر) جو اس کی قیمت ملتی اُس سے جو کی روٹی کھا لیتے تھے۔ اگر چاہو تو عیسیٰ ابن مریم کا حال کہوں کہ جو (سر کے نیچے) پتھر کا تکیہ رکھتے تھے سخت اور کھُردرا لباس پہنتے تھے اور (کھانے) میں سالن کے بجائے بھوک اور رات کے چراغ کی جگہ چاند اور سردیوں میں سایہ

شِئْتَ قُلْتُ فِي عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ فَلَقَدْ كَانَ يَتَوَسَّدُ الْحَجَرَ وَيَلْبَسُ الْخَشِنَ وَيَأْكُلُ الْجَشِبَ وَكَانَ إِدَامُهُ الْجُوعَ۔ وَسِرَاجُهُ بِاللَّيْلِ الْقَمَرَ۔ وَظِلَالُهُ فِي الشِّتَآءِ مَشَارِقَ الْأَرْضِ وَمَغَارِبَهَا وَفَاكِهَتُهُ وَرَيْحَانُهُ مَا تُنْبِتُ الْأَرْضُ لِلْبَهَآئِمِ۔ وَلَمْ تَكُنْ لَهُ زَوْجَةٌ تَفْتِنُهُ، وَلَا وَلَدٌ يَحْزُنُهُ۔ وَلَا مَالٌ يَلْفِتُهُ وَلَا طَمَعٌ يُذِلُّهُ۔ دَآبَّتُهُ رِجْلَاهُ وَخَادِمُهُ يَدَاهُ فَتَأَسَّ بِنَبِيِّكَ الْأَطْيَبِ الْأَطْهَرِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّ فِيهِ أُسْوَةً لِمَنْ تَأَسّٰى وَعَزَآءً لِمَنْ تَعَزّٰى وَأَحَبُّ الْعِبَادِ إِلَى اللّٰهِ الْمُتَأَسِّي بِنَبِيِّهِ وَالْمُقْتَصُّ لِأَثَرِهِ۔ قَضَمَ الدُّنْيَا قَضْمًا وَلَمْ يُعِرْهَا طَرْفًا۔ أَهْضَمُ أَهْلِ الدُّنْيَا كَشْحًا۔ وَأَخْمَصُهُمْ مِنَ الدُّنْيَا بَطْنًا عُرِضَتْ عَلَيْهِ الدُّنْيَا فَأَبٰى أَنْ يَقْبَلَهَا وَعَلِمَ أَنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ أَبْغَضَ شَيْئًا فَأَبْغَضَهُ۔ وَحَقَّرَ شَيْئًا فَحَقَّرَهُ۔ وَصَغَّرَ شَيْئًا فَصَغَّرَهُ۔ وَلَوْ لَمْ يَكُنْ فِينَا إِلَّا حُبُّنَا مَآ أَبْغَضَ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ وَتَعْظِيمُنَا مَا صَغَّرَ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ لَكَفٰى بِهِ شِقَاقًا لِلّٰهِ وَمُحَادَّةً عَنْ أَمْرِ اللّٰهِ۔ وَلَقَدْ كَانَ

کے بجائے (ان کے سر پر) زمین کے مشرق و مغرب کا سائبان ہوتا تھا اور زمین جو گھاس پھوس چوپاؤں کے لیے اگاتی تھی وہ اُن کے لیے پھل پھول کی جگہ تھی نہ اُن کی بیوی تھیں جو انھیں دُنیا (کے جھنجٹوں) میں مبتلا کرتیں اور نہ بال بچے تھے کہ ان کے لیے فکر و اندوہ کا سبب بنتے اور نہ مال و متاع تھا کہ ان کی توجہ کو موڑتا اور نہ کوئی طمع تھی کہ انھیں رسوا کرتی۔ اُن کی سواری ان کے دونوں پاؤں اور خادم اُن کے دونوں ہاتھ تھے۔ تم اپنے پاک و پاکیزہ نبی کی پیروی کرو چونکہ ان کی ذات اتباع کرنے والے کے لیے نمونہ اور صبر کرنے والے کے لیے ڈھارس ہے۔ ان کی پیروی کرنے والا اور ان کے نقشِ قدم پر چلنے والا ہی اللہ کو سب سے زیادہ محبوب ہے۔ جنھوں نے دنیا کو (صرف ضرورت بھر) چکھا اور اُسے نظر بھر کر نہیں دیکھا وہ دنیا میں سب سے زیادہ شکم تہی میں بسر کرنے والے اور خالی پیٹ رہنے والے تھے۔ ان کے سامنے دُنیا کی پیش کش کی گئی تو انھوں نے اُسے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور (جب) جان لیا کہ اللہ نے ایک چیز کو بُرا جانا ہے، تو آپ نے بھی اُسے بُرا ہی جانا اور اللہ نے ایک چیز کو حقیر سمجھا ہے تو آپ نے بھی اُسے حقیر ہی سمجھا اور اللہ نے ایک چیز کو پست قرار دیا ہے تو آپ نے بھی اُسے پست ہی قرار دیا۔ اگر ہم میں صرف یہی ایک چیز ہو کر ہم اُس شے کو چاہنے لگیں۔ جسے اللہ اور رسول بُرا سمجھتے ہیں اور اس چیز کو بڑا سمجھنے لگیں جسے وہ حقیر سمجھتے ہیں تو اللہ کی نافرمانی اور اس کے حکم سے سرتابی کے لیے یہی بہت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زمین پر بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے اور غلاموں کی طرح بیٹھتے تھے اپنے ہاتھ سے

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُ عَلَى الْأَرْضِ۔ وَيَجْلِسُ جِلْسَةَ الْعَبْدِ وَيَخْصِفُ بِيَدِهٖ نَعْلَهٗ۔ وَيَرْقَعُ بِيَدِهٖ ثَوْبَهٗ۔ وَيَرْكَبُ الْحِمَارَ الْعَارِيَ وَيُرْدِفُ خَلْفَهٗ۔ وَيَكُونُ السِّتْرُ عَلَى بَابِ بَيْتِهٖ فَتَكُونُ فِيهِ التَّصَاوِيرُ فَيَقُولُ يَا فُلَانَةُ۔ لِإِحْدَى أَزْوَاجِهٖ غَيِّبِيهِ عَنِّي فَإِنِّي إِذَا نَظَرْتُ إِلَيْهِ ذَكَرْتُ الدُّنْيَا وَزَخَارِفَهَا فَأَعْرَضَ عَنِ الدُّنْيَا بِقَلْبِهٖ وَأَمَاتَ ذِكْرَهَا مِنْ نَفْسِهٖ وَأَحَبَّ أَنْ تَغِيبَ زِينَتُهَا عَنْ عَيْنِهٖ لِكَيْلَا يَتَّخِذَ مِنْهَا رِيَاشًا. وَلَا يَعْتَقِدَهَا قَرَارًا وَلَا يَرْجُوَ فِيهَا مُقَامًا۔ فَأَخْرَجَهَا مِنَ النَّفْسِ وَأَشْخَصَهَا عَنِ الْقَلْبِ وَغَيَّبَهَا عَنِ الْبَصَرِ۔ وَكَذٰلِكَ مَنْ أَبْغَضَ شَيْئًا أَبْغَضَ أَنْ يَنْظُرَ إِلَيْهِ وَأَنْ يُذْكَرَ عِنْدَهٗ۔

وَلَقَدْ كَانَ فِي رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مَا يَدُلُّكَ عَلَى مَسَاوِي الدُّنْيَا وَعُيُوبِهَا إِذْ جَاعَ فِيهَا مَعَ خَاصَّتِهٖ وَزُوِيَتْ عَنْهُ زَخَارِفُهَا مَعَ عَظِيمِ زُلْفَتِهٖ۔ فَلْيَنْظُرْ نَاظِرٌ بِعَقْلِهٖ أَكْرَمَ اللهُ مُحَمَّدًا بِذٰلِكَ أَمْ أَهَانَهٗ؟ فَإِنْ قَالَ أَهَانَهٗ فَقَدْ كَذَبَ وَأَتَى بِالْإِفْكِ الْعَظِيمِ۔

جُوتی ٹانکتے تھے اور اپنے ہاتھوں سے کپڑوں میں پیوند لگاتے تھے اور بے پالان کے گدھے پر سوار ہوتے تھے اور اپنے پیچھے کسی کو بٹھا بھی لیتے تھے۔ گھر کے دروازہ پر (ایک دفعہ) ایسا پردہ پڑا تھا جس میں تصویریں تھیں تو آپ نے اپنے ازواج میں سے ایک کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اسے میری نظروں سے ہٹا دو۔ جب میری نظریں اس پر پڑتی ہیں تو مجھے دُنیا اور اس کی آرائشیں یاد آ جاتی ہیں۔ آپ نے دُنیا سے دل ہٹا لیا تھا اور اُس کی یاد تک اپنے نفس سے مٹا ڈالی تھی اور یہ چاہتے تھے کہ اس کی سج دھج نگاہوں سے پوشیدہ رہے تاکہ نہ اُس سے عمدہ عمدہ لباس حاصل کریں اور نہ اُسے اپنی منزل خیال کریں اور نہ اس میں زیادہ قیام کی آس لگائیں۔ انہوں نے اس کا خیال نفس سے نکال دیا تھا اور دل سے اسے ہٹا دیا تھا اور نگاہوں سے اُسے اوجھل رکھا تھا۔ یونہی جو شخص کسی شے کو بُرا سمجھتا ہے تو نہ اُسے دیکھنا چاہتا ہے اور نہ اس کا ذکر سُننا گوارا کرتا ہے۔

رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم (کے عادات و خصائل) میں ایسی چیزیں ہیں کہ جو تمھیں دُنیا کے عیوب و قبائح کا پتہ دیں گی۔ جبکہ آپ اس دنیا میں اپنے خاص افراد سمیت بھوکے رہا کرتے تھے اور باوجود انتہائی قرب منزلت کے اس کی آرائشیں اِن سے دُور رکھی گئیں۔ چاہیے کہ دیکھنے والا عقل کی روشنی میں دیکھے کہ اللہ نے انھیں دُنیا نہ دے کر اُن کی عزّت بڑھائی ہے یا اہانت کی ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ اہانت کی ہے تو اس نے جھوٹ کہا ہے اور بہت بڑا بہتان باندھا اور اگر یہ کہے کہ عزّت بڑھائی

وَإِنْ قَالَ أَكْرَمَهُ فَلْيَعْلَمْ أَنَّ اللهَ قَدْ أَهَانَ غَيْرَهُ حَيْثُ بَسَطَ الدُّنْيَا لَهُ وَزَوَاهَا عَنْ أَقْرَبِ النَّاسِ مِنْهُ فَتَأَسَّى مُتَأَسٍّ بِنَبِيِّهِ، وَاقْتَصَّ أَثَرَهُ۔ وَوَلَجَ مَوْلِجَهُ وَإِلَّا فَلَا يَأْمَنُ الْهَلَكَةَ فَإِنَّ اللهَ جَعَلَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَلَمًا لِلسَّاعَةِ وَمُبَشِّرًا بِالْجَنَّةِ، وَمُنْذِرًا بِالْعُقُوبَةِ خَرَجَ مِنَ الدُّنْيَا خَمِيصًا، وَوَرَدَ الْآخِرَةَ سَلِيمًا لَمْ يَضَعْ حَجَرًا عَلَى حَجَرٍ حَتَّى مَضَى لِسَبِيلِهِ وَأَجَابَ دَاعِيَ رَبِّهِ، فَمَا أَعْظَمَ مِنَّةَ اللهِ عِنْدَنَا حِينَ أَنْعَمَ عَلَيْنَا بِهِ سَلَفًا نَتَّبِعُهُ. وَقَائِدًا نَطَأُ عَقِبَهُ وَاللهِ لَقَدْ رَقَعْتُ مِدْرَعَتِي هٰذِهِ حَتَّى اسْتَحْيَيْتُ مِنْ رَاقِعِهَا۔ وَلَقَدْ قَالَ لِي قَائِلٌ أَلَا تَنْبِذُهَا؟ فَقُلْتُ اغْرُبْ عَنِّي فَعِنْدَ الصَّبَاحِ يَحْمَدُ الْقَوْمُ السُّرَى۔

ہے تو اُسے یہ جان لینا چاہیئے کہ اللہ نے دوسروں کی بے عزتی ظاہر کی جبکہ انھیں دُنیا کی زیادہ سے زیادہ وُسعت دے دی اور اس کا رُخ اپنے مقرب ترین بندے سے موڑ رکھا۔ پیروی کرنے والے کو چاہیئے کہ ان کی پیروی کرے اور اُن کے نشانِ قدم پر چلے اور انہی کی منزل میں آئے ورنہ ہلاکت سے محفوظ نہیں رہ سکتا، کیونکہ اللہ نے ان کو (قرب) قیامت کی نشانی اور جنّت کی خوشخبری سُنانے والا اور عذاب سے ڈرانے والا قرار دیا ہے۔ دُنیا سے آپ بھوکے نکل کھڑے ہوئے اور آخرت میں سلامتیوں کے ساتھ پہنچ گئے۔ آپ نے تعمیر کے لیے کبھی پتھر پر پتھر نہیں رکھا۔ یہاں تک کہ آخرت کی راہ پر چل دیئے اور اللہ کی طرف بُلاوا دینے والے کی آواز پر لبیک کہی۔ یہ اللہ کا ہم پر کتنا بڑا اِحسان ہے کہ اُس نے ہمیں ایک پیشرو و پیشوا جیسی نعمت عظمیٰ بخشی کہ جن کی ہم پیروی کرتے ہیں اور قدم بقدم چلتے ہیں (انہی کی پیروی میں) خدا کی قسم میں نے اپنی اس قمیص میں اتنے پیوند لگائے ہیں کہ مجھے پیوند لگانے والے سے شرم آنے لگی ہے۔ مجھ سے ایک کہنے والے نے کہا کہ کیا آپ اسے اُتاریں گے نہیں؟ تو میں نے اُسے کہا کہ میری (نظروں سے) دُور ہو کہ صبح کے وقت ہی لوگوں کو رات کے چلنے کی قدر ہوتی ہے اور وہ اُس کی مدح کرتے ہیں۔

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ — خطبہ ۱۵۹

بَعَثَهُ بِالنُّورِ الْمُضِيءِ وَالْبُرْهَانِ الْجَلِيِّ، وَالْمِنْهَاجِ الْبَادِي وَالْكِتَابِ الْهَادِي۔ أُسْرَتُهُ خَيْرُ أُسْرَةٍ،

اللہ نے اپنے رسولؐ کو چمکتے ہوئے نُور روشن دلیل کُھلی ہوئی راہ شریعت اور ہدایت دینے والی کتاب کے ساتھ بھیجا، ان کا قوم و قبیلہ بہترین قوم و قبیلہ اور شجرہ

وَشَجَرَتُهُ خَيْرُ شَجَرَةٍ۔ أَغْصَانُهَا
مُعْتَدِلَةٌ وَثِمَارُهَا مُتَهَدِّلَةٌ
مَوْلِدُهُ بِمَكَّةَ وَهِجْرَتُهُ بِطَيْبَةَ
عَلَا بِهَا ذِكْرُهُ وَامْتَدَّ بِهَا صَوْتُهُ
أَرْسَلَهُ بِحُجَّةٍ كَافِيَةٍ وَمَوْعِظَةٍ شَافِيَةٍ
وَدَعْوَةٍ مُتَلَافِيَةٍ أَظْهَرَ بِهِ الشَّرَائِعَ
الْمَجْهُولَةَ، وَقَمَعَ بِهِ الْبِدَعَ الْمَدْخُولَةَ
وَبَيَّنَ بِهِ الْأَحْكَامَ الْمَفْصُولَةَ
فَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيناً
تَتَحَقَّقْ شِقْوَتُهُ وَتَنْفَصِمْ
عُرْوَتُهُ، وَتَعْظُمْ كَبْوَتُهُ وَ
يَكُونُ مَآبُهُ إِلَى الْحُزْنِ الطَّوِيلِ وَ
الْعَذَابِ الْوَبِيلِ: وَأَتَوَكَّلُ عَلَى اللّٰهِ
تَوَكُّلَ الْإِنَابَةِ إِلَيْهِ وَأَسْتَرْشِدُهُ
السَّبِيلَ الْمُؤَدِّيَةَ إِلَى جَنَّتِهِ الْقَاصِدَةَ
إِلَى مَحَلِّ رَغْبَتِهِ

أُوصِيكُمْ عِبَادَ اللّٰهِ بِتَقْوَى اللّٰهِ
وَطَاعَتِهِ فَإِنَّهَا النَّجَاةُ غَداً وَالْمَنْجَاةُ
أَبَداً۔ رَهَّبَ فَأَبْلَغَ، وَرَغَّبَ فَأَسْبَغَ
وَوَصَفَ لَكُمُ الدُّنْيَا وَانْقِطَاعَهَا
وَزَوَالَهَا وَانْتِقَالَهَا فَأَعْرِضُوا
عَمَّا يُعْجِبُكُمْ فِيهَا لِقِلَّةِ مَا يَصْحَبُكُمْ
مِنْهَا۔ أَقْرَبُ دَارٍ مِنْ سَخَطِ
اللّٰهِ، وَأَبْعَدُهَا مِنْ رِضْوَانِ
اللّٰهِ۔ فَغُضُّوا عَنْكُمْ۔ عِبَادَ اللّٰهِ،

بہترین شجرہ ہے کہ جس کی شاخیں سیدھی اور پھل جھکے ہوئے ہیں۔ اُن کا مولد مکہ اور ہجرت کا مقام مدینہ ہے کہ جہاں سے آپ کے نام کا بول بالا ہوا، اور آپ کا آوازہ (چار سو) پھیلا۔ اللہ نے آپ کو مکمل دلیل، شفا بخش نصیحت اور (پہلی جہالتوں کی) تلافی کرنے والا پیغام دے کر بھیجا اور اُن کے ذریعہ سے (شریعت کی) نامعلوم راہیں آشکارا کیں اور غلط سلط بدعتوں کا قلع قمع کیا اور (قرآن و سنت میں) بیان کیے ہوئے احکام واضح کیے تو اب جو شخص بھی اسلام کے علاوہ کوئی اور دین چاہے تو اس کی بدبختی مسلم، اس کا شیرازہ درہم و برہم اور اُس کا منہ کے بل گرنا سخت و (ناگزیر) اور انجام طویل حزن اور مہلک عذاب ہے۔ میں اللہ پر بھروسا رکھتا ہوں، ایسا بھروسا کہ جس میں ہمہ تن اس کی طرف توجہ ہے اور ایسے راستے کی ہدایت چاہتا ہوں کہ جو اُس کی جنت تک پہنچانے والا اور منزل مطلوب کی طرف بڑھنے والا ہے۔

اللہ کے بندو! میں تمہیں اللہ سے ڈرنے اور اس کی اطاعت کرنے کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ تقویٰ ہی، کل رستگاری (کا وسیلہ) اور نجات کی منزل دائمی ہوگا اُس نے اپنے عذاب سے ڈرایا تو سب کو خبردار کر دیا اور جنت کی رغبت دلائی تو اس میں کوئی کسر نہیں چھوڑی دُنیا اور اُس کے فنا و زوال اور اُس کے پلٹ جانے کو کھول کر بیان کیا۔ جو چیزیں اس دُنیا سے تمہیں اچھی معلوم ہوتی ہیں اُن سے پہلو بچائے رکھو۔ کیونکہ ان میں سے ساتھ جانے والی تو بہت ہی تھوڑی ہیں۔ دُنیا کی

غُمُومِهَا وَأَشْغَالِهَا لِمَا قَدْ أَيْقَنْتُمْ بِهِ مِنْ فِرَاقِهَا وَتَصَرُّفِ حَالاَتِهَا. فَاحْذَرُوهَا حَذَرَ الشَّفِيقِ النَّاصِحِ وَالْمُجِدِّ الْكَادِحِ وَاعْتَبِرُوا بِمَا قَدْ رَأَيْتُمْ مِنْ مَصَارِعِ الْقُرُونِ قَبْلَكُمْ. قَدْ تَزَايَلَتْ أَوْصَالُهُمْ، وَزَالَتْ أَبْصَارُهُمْ وَأَسْمَاعُهُمْ وَذَهَبَ شَرَفُهُمْ وَعِزُّهُمْ، وَانْقَطَعَ سُرُورُهُمْ وَنَعِيمُهُمْ فَبُدِّلُوا بِقُرْبِ الْأَوْلَادِ فَقْدَهَا وَبِصُحْبَةِ الْأَزْوَاجِ مُفَارَقَتَهَا لَا يَتَفَاخَرُونَ وَلَا يَتَنَاسَلُونَ وَلَا يَتَزَاوَرُونَ، وَلَا يَتَجَاوَرُونَ فَاحْذَرُوا عِبَادَ اللّٰهِ حَذَرَ الْغَالِبِ لِنَفْسِهِ. اَلْمَانِعِ لِشَهْوَتِهِ، النَّاظِرِ بِعَقْلِهِ فَإِنَّ الْأَمْرَ وَاضِحٌ، وَالْعَلَمَ قَائِمٌ، وَالطَّرِيقَ جَدَدٌ. وَالسَّبِيلَ قَصْدٌ.

منزلِ اللہ کی ناراضگیوں سے قریب اور اُس کی رضامندیوں سے دُور ہے۔ اللہ کے بندو اس کی فکروں اور اُس کے دھندوں سے آنکھیں بند کرلو اِس لیے کہ تمھیں یقین ہے کہ آخر یہ جُدا ہو جانے والی ہے اور اس کے حالات پلٹا کھانے والے ہیں۔ اِس دُنیا سے اس طرح خوف کھاؤ، جس طرح کوئی ڈرنے والا اور اپنے نفس کا خیر خواہ اور جانفشانی کے ساتھ کوشش کرنے والا ڈرتا ہے۔ تم نے اپنے سے پہلے لوگوں کے جو گرنے کی جگہیں دیکھی ہیں ان سے عبرت حاصل کرو کہ اُن کے جوڑ بند الگ الگ ہو گئے۔ نہ اُن کی آنکھیں رہیں اور نہ کان۔ اُن کا شرف و وقار مٹ گیا۔ اُن کی مسرتیں اور نعمتیں جاتی رہیں اور بال بچوں کے قرب کے بجائے علیحدگی اور بیویوں سے ہم نشینی کے بجائے اُن سے جُدائی ہو گئی۔ اَب نہ وُہ فخر کرتے ہیں اور نہ اُن کے اولاد ہوتی ہے، نہ ایک دُوسرے سے ملتے مِلاتے ہیں اور نہ آپس میں ایک دُوسرے کے ہمسایہ بن کر رہتے ہیں۔ اے اللہ کے بندو! ڈرو جس طرح اپنے نفس پر قابو پا لینے والا اور اپنی خواہشوں کو دبانے والا اور چشمِ بصیرت سے دیکھنے والا ڈرتا ہے کیونکہ (ہر) چیز واضح ہو چکی ہے۔ نشانات قائم ہیں راستہ ہموار ہے اور راہ سیدھی ہے۔

خطبہ ۱۶۰

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِبَعْضِ أَصْحَابِهِ وَقَدْ سَأَلَهُ: كَيْفَ دَفَعَكُمْ قَوْمُكُمْ عَنْ هٰذَا الْمَقَامِ وَأَنْتُمْ أَحَقُّ بِهِ.

حضرت کے اصحاب میں سے ایک شخص نے سوال کیا کہ کیا وجہ ہے کہ لوگوں نے آپ کو اس منصب سے الگ رکھا حالانکہ آپ اِس کے زیادہ حق دار تھے۔

فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

يَا أَخَا بَنِي أَسَدٍ إِنَّكَ لَقَلِقُ الْوَضِينِ تُرْسِلُ فِي غَيْرِ سَدَدٍ وَلَكَ بَعْدُ ذِمَامَةُ الصِّهْرِ وَحَقُّ الْمَسْأَلَةِ، وَقَدِ اسْتَعْلَمْتَ فَاعْلَمْ أَمَّا الِاسْتِبْدَادُ عَلَيْنَا بِهَذَا الْمَقَامِ وَنَحْنُ الْأَعْلَوْنَ نَسَباً، وَالْأَشَدُّونَ بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ نَوْطاً، فَإِنَّهَا كَانَتْ أَثَرَةً شَحَّتْ عَلَيْهَا نُفُوسُ قَوْمٍ، وَسَخَتْ عَنْهَا نُفُوسُ آخَرِينَ وَالْحَكَمُ، اللهُ وَالْمَعْوَدُ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ:

وَدَعْ عَنْكَ نَهْباً صِيحَ فِي حَجَرَاتِهِ۔

وَهَلُمَّ الْخَطْبَ فِي ابْنِ أَبِي سُفْيَانَ، فَلَقَدْ أَضْحَكَنِي الدَّهْرُ بَعْدَ إِبْكَائِهِ وَلَا غَرْوَ وَاللهِ فَيَا لَهُ خَطْباً يَسْتَفْرِغُ الْعَجَبَ، وَيُكْثِرُ الْأَوَدَ۔ حَاوَلَ الْقَوْمُ إِطْفَاءَ نُورِ اللهِ مِنْ مِصْبَاحِهِ، وَسَدَّ فَوَّارِهِ مِنْ يَنْبُوعِهِ، وَجَدَحُوا بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ شِرْباً وَبِيئاً. فَإِنْ تَرْتَفِعْ عَنَّا وَعَنْهُمْ مِحَنُ الْبَلْوَى أَحْمِلْهُمْ مِنَ الْحَقِّ عَلَى مَحْضِهِ، وَإِنْ تَكُنِ الْأُخْرَى فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرَاتٍ إِنَّ اللهَ عَلِيمٌ

تو آپ نے فرمایا: کہ اے برادر بنی اسد! تم بہت تنگ حوصلہ ہو، اور بے راہ ہو کر چل نکلے ہو۔ (اس کے باوجود) چونکہ ہمیں تمہاری قرابت کا پاس و لحاظ ہے اور تمہیں سوال کرنے کا حق بھی ہے، تو اب دریافت کیا ہے تو پھر جان لو کہ (ان لوگوں کا) اس منصب پر خود اختیاری سے جم جانا، باوجودیکہ ہم نسب کے اعتبار سے بلند تھے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رشتہ قرابت بھی قوی تھا ان کی یہ خود غرضی تھی جس میں کچھ لوگوں کے نفس اس پر مر مٹے تھے اور کچھ لوگوں کے نفسوں نے اس کی پروا تک نہ کی اور فیصلہ کرنے والا اللہ ہے اور اس کی طرف بازگشت قیامت کے روز ہے۔ (اس کے بعد حضرت نے بطور تمثیل یہ مصرع پڑھا) "چھوڑو اس لوٹ مار کے ذکر کو کہ جس کا چاروں طرف شور مچا ہوا تھا۔" اب تو اس مصیبت کو دیکھو کہ جو ابوسفیان کے بیٹے کی وجہ سے آئی ہے مجھے تو (اس پر) زمانہ نے رلانے کے بعد ہنسایا ہے اور زمانہ کی (موجودہ روش سے) خدا کی قسم! کوئی تعجب نہیں ہے۔ اس مصیبت پر تعجب ہوتا ہے کہ جس سے تعجب کی حد ہو گئی ہے۔ اور جس نے بے راہ رویوں کو بڑھا دیا ہے۔ کچھ لوگوں نے اللہ کے روشن چراغ کا نور بجھانا چاہا اور اس کے سرچشمہ (ہدایت کے) فوارے کو بند کرنے کے درپے ہوئے اور میرے اور اپنے درمیان زہریلے گھونٹوں کی آمیزش کی۔ اگر اس ابتلا کی دشواریاں ہمارے اور ان کے درمیان سے اٹھ جائیں تو میں انہیں خالص حق کے راستے پر لے چلوں گا اور اگر کوئی اور صورت ہو گئی تو پھر ان پر حسرت و افسوس کرتے ہوئے تمہارا دم نہ نکلے۔

بِمَا يَصْنَعُوْنَ۔" | اِس لیے کہ یہ لوگ جو کچھ کر رہے ہیں، اللہ اُسے خوب جانتا ہے۔

لہ یہ عرب کے مشہور شاعر امرأ القیس کے ایک شعر کا مصرع ہے جس کا دوسرا مصرع یہ ہے۔" وھات حدیثاما حدیث الرواحل اس شعر کا واقعہ یہ ہے کہ جب امرأ القیس کا باپ حجر کندی مارا گیا تو وُہ قبائل عرب میں چکر لگا تا تھا تاکہ اُن کی مدد سے اپنے باپ کا قصاص لے سکے۔ چنانچہ بنی جدیلہ کے ایک شخص طریف کے یہاں چند دن ٹھہرا اور پھر وہاں سے اپنے کو غیر محفوظ سمجھ کر چل دیا اور خالد ابن سدوس کے ہاں جا اُترا اس دوران میں بنی جدیلہ کا ایک شخص باعث ابن خویص اس کا اُونٹ ہنکا لایا۔ امرأ القیس نے اپنے میزبان سے اس کا شکوہ کیا تو اس نے کہا کہ تم اپنی اونٹنیاں میرے ساتھ کر دو میں تمھارے اونٹ اُن سے واپس لائے دیتا ہوں، چنانچہ خالد اُن کے ہاں گیا اور اُن سے کہا کہ تم نے میرے مہمان کے اُونٹوں کو لوٹ لیا ہے تمھیں ان اونٹوں کو واپس کر دینا چاہیے۔ ان لوگوں نے کہا کہ وہ نہ تمھارا مہمان ہے اور نہ تمھاری زیرِ حمایت ہے خالد نے قسم کھا کر کہا کہ واقعی میرا مہمان ہے اور یہ اُس کی اونٹنیاں میرے ساتھ ہیں۔ ان لوگوں نے کہا کہ پھر ہم وُہ اونٹ واپس دیئے دیتے ہیں کہا تو یہ لیکن ان اونٹوں کو واپس کرنے کے بجائے ان اونٹنیوں کو بھی ہنکا کر لے گئے اور ایک قول یہ ہے کہ ان لوگوں نے وُہ اونٹ خالد کے روانہ کر دیئے تھے اور اس نے امرأ القیس کو دینے کے بجائے خود اُن پر قبضہ کر لیا تھا۔ جب امرأ القیس کو اس کا پتہ چلا تو اس نے چند اشعار کہے جن کا ایک شعر یہ تھا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اب ان اونٹوں کا ذکر چھوڑو جنھیں لوٹا جا چکا ہے۔ اب ان اونٹنیوں کی بات کرو جو ہاتھ سے جاتی رہی ہیں۔

حضرت کے اس شعر کو بطور تمثیل پیش کرنے سے مقصد یہ ہے کہ اب جبکہ مُعاویہ برسرِ پیکار ہے اس کی بات کرو اور ان لوگوں کی غارت گریوں کا ذکر رہنے دو کہ جنھوں نے پیغمبر کے بعد میرے حق پر چھاپہ مارا۔ وُہ دَور گذر چکا ہے اب اِس دور کے فتنوں سے نپٹنے کا وقت ہے۔ لہٰذا وقت کی بات کرو اور بے وقت کی راگنی نہ چھیڑو۔ یہ اس لیے فرمایا کہ سائل نے یہ سوال جنگِ صفین کے موقع پر کیا تھا، جبکہ جنگ کے شعلے بلند ہو رہے تھے اور کشت و خون کی گرم بازاری تھی۔

خطبہ ۱۶۱

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ خَالِقِ الْعِبَادِ، وَسَاطِحِ الْمِهَادِ، وَمُسِيْلِ الْوِهَادِ، وَمُخْصِبِ النِّجَادِ، لَيْسَ لِاَوَّلِيَّتِهٖ ابْتِدَآءٌ وَّلَا لِاَزَلِيَّتِهِ انْقِضَآءٌ۔ هُوَ الْاَوَّلُ لَمْ يَزَلْ، وَالْبَاقِيْ بِلَا اَجَلٍ

تمام حمد اُس اللہ کے لیے ہے جو بندوں کا پیدا کرنے والا، فرشِ زمین کا بچھانے والا، ندی نالوں کا بہانے والا اور ٹیلوں کو سرسبز و شاداب بنانے والا ہے۔ نہ اُس کی اوّلیت کی کوئی ابتدا اور نہ اُس کی ازلیت کی کوئی انتہا ہے۔ وُہ ایسا اوّل ہے جو ہمیشہ سے ہے، اور بغیر کسی مُدّت کی حد بندی کے ہمیشہ رہنے والا ہے۔ پیشانیاں اُس کے

خَرَّتْ لَهُ الْجِبَاهُ وَ وَحَّدَتْهُ الشِّفَاهُ۔ حَدَّ الْأَشْيَآءَ عِنْدَ خَلْقِهٖ لَهَآ إِبَانَةً لَّهٗ مِنْ شَبَهِهَا لَا تُقَدِّرُهُ الْأَوْهَامُ بِالْحُدُوْدِ وَالْحَرَكَاتِ۔ وَلَا بِالْجَوَارِحِ وَ الْأَدَوَاتِ۔ لَا يُقَالُ لَهٗ مَتٰى، وَ لَا يُضْرَبُ لَهٗ أَمَدٌ بِحَتّٰى۔ الظَّاهِرُ لَا يُقَالُ مِمَّ، وَ الْبَاطِنُ لَا يُقَالُ فِيْمَ۔ لَا شَبَحٌ فَيَتَقَضّٰى وَ لَا مَحْجُوْبٌ فَيُحْوٰى۔ لَمْ يَقْرُبْ مِنَ الْأَشْيَآءِ بِالْتِصَاقٍ وَّلَمْ يَبْعُدْ عَنْهَا بِافْتِرَاقٍ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ مِنْ عِبَادِهٖ، شُخُوْصُ لَحْظَةٍ، وَلَا كُرُوْرُ لَفْظَةٍ وَّ لَا ازْدِلَافُ رَبْوَةٍ، وَّ لَا انْبِسَاطُ خُطْوَةٍ فِيْ لَيْلٍ دَاجٍ، وَ لَا غَسَقٍ سَاجٍ، يَتَفَيَّأُ عَلَيْهِ الْقَمَرُ الْمُنِيْرُ، تَعْقُبُهُ الشَّمْسُ ذَاتُ النُّوْرِ فِي الْأُفُوْلِ وَ الْكُرُوْرِ، وَ تَقَلُّبِ الْأَزْمِنَةِ وَالدُّهُوْرِ۔ مِنْ إِقْبَالِ لَيْلٍ مُقْبِلٍ وَإِدْبَارِ نَهَارٍ مُدْبِرٍ قَبْلَ كُلِّ غَايَةٍ وَ مُدَّةٍ وَّ كُلِّ إِحْصَآءٍ وَّ عِدَّةٍ۔ تَعَالٰى عَمَّا يَنْحَلُهُ الْمُحَدِّدُوْنَ مِنْ صِفَاتِ الْأَقْدَارِ، وَنِهَايَاتِ

آگے (سجدہ میں) گری ہوئی ہیں اور لب اُس کی توحید کے معترف ہیں۔ اُس نے تمام چیزوں کو اُن کے پیدا کرنے کے وقت ہی سے جداگانہ صورتوں اور شکلوں میں) محدود کر دیا، تاکہ اپنی ذات کو ان کی مشابہت سے الگ رکھے تصوّرات اسے محدود و حرکات اور اعضاء و حواس کے ساتھ متعیّن نہیں کر سکتے۔ اس کے لیے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ "کب سے ہے" اور نہ یہ کہہ کر اس کی مدّت مقرّر کی جا سکتی ہے کہ وہ "کب تک ہے"۔ وہ ظاہر ہے لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا کہ "کس سے (ظاہر ہوا) وہ باطن ہے مگر یہ نہیں کہا جائے گا کہ (کس میں) وہ نہ دور سے نظر آنے والا کوئی ڈھانچہ ہے کہ مٹ جائے اور نہ کسی حجاب میں ہے کہ محدود ہو جائے۔ وہ چیزوں سے اس طرح قریب نہیں کہ ساتھ چھو جائے اور نہ وہ جسمانی طور پر اُن سے الگ ہو کر دور ہوا ہے۔ اس سے کسی کا ٹکٹکی باندھ باندھ کر دیکھنا، کسی لفظ کا دہرایا جانا، کسی بلندی کا دور سے جھلکنا اور کسی قدم کا آگے بڑھنا پوشیدہ نہیں ہے نہ اندھیری راتوں میں اور نہ چھائی ہوئی اندھیاریوں میں کہ جن پر روشن چاند اپنی کرنوں کا سایہ ڈالتا ہے اور نورانی آفتاب طلوع و غروب (کے چکّروں) میں اور زمانہ کی ان کی گردشوں میں اندھیرے کے بعد نور پھیلاتا ہے کہ جو آنے والی رات اور جانے والے دن کی آمد و شد سے (پیدا) ہوتی ہیں وہ ہر مدّت و انتہا اور ہر گنتی اور شمار سے پہلے ہے۔ اسے محدود سمجھ لینے والے جن اندازوں اور اطراف و جوانب کی حدوں اور مکانوں میں بسنے اور جگھوں میں ٹھہرنے کو اُس کی طرف منسوب کر دیتے

الْأَقْطَارِ، وَتَأَثُّلِ الْمَسَاكِنِ، وَتَمَكُّنِ الْأَمَاكِنِ۔ فَالْحَدُّ لِخَلْقِهِ مَضْرُوبٌ، وَإِلَىٰ غَيْرِهِ مَنْسُوبٌ، لَمْ يَخْلُقِ الْأَشْيَاءَ مِنْ أُصُولٍ أَزَلِيَّةٍ وَلَا أَوَائِلَ أَبَدِيَّةٍ، بَلْ خَلَقَ مَا خَلَقَ فَأَقَامَ حَدَّهُ، وَصَوَّرَ مَا صَوَّرَ فَأَحْسَنَ صُورَتَهُ، لَيْسَ لِشَيْءٍ مِنْهُ امْتِنَاعٌ وَلَا لَهُ بِطَاعَةِ شَيْءٍ انْتِفَاعٌ عِلْمُهُ بِالْأَمْوَاتِ الْمَاضِينَ كَعِلْمِهِ بِالْأَحْيَاءِ الْبَاقِينَ وَعِلْمُهُ بِمَا فِي السَّمٰوٰتِ الْعُلَىٰ كَعِلْمِهِ بِمَا فِي الْأَرَضِينَ السُّفْلَىٰ۔

(مِنْهَا) أَيُّهَا الْمَخْلُوقُ السَّوِيُّ، وَالْمُنْشَأُ الْمَرْعِيُّ فِي ظُلُمَاتِ الْأَرْحَامِ، وَمُضَاعَفَاتِ الْأَسْتَارِ۔ بُدِئْتَ مِنْ سُلَالَةٍ مِنْ طِينٍ، وَوُضِعْتَ فِي قَرَارٍ مَكِينٍ، إِلَىٰ قَدَرٍ مَعْلُومٍ، وَأَجَلٍ مَقْسُومٍ تَمُورُ فِي بَطْنِ أُمِّكَ جَنِينًا لَا تُحِيرُ دُعَاءً وَلَا تَسْمَعُ نِدَاءً۔ ثُمَّ أُخْرِجْتَ مِنْ مَقَرِّكَ إِلَىٰ دَارٍ لَمْ تَشْهَدْهَا، وَلَمْ تَعْرِفْ سُبُلَ مَنَافِعِهَا فَمَنْ هَدَاكَ لِاجْتِرَارِ الْغِذَاءِ مِنْ ثَدْيِ أُمِّكَ وَعَرَّفَكَ عِنْدَ الْحَاجَةِ مَوَاضِعَ طَلَبِكَ وَإِرَادَتِكَ

ہیں وہ ان نسبتوں سے بہت بلند ہے۔ حدیں تو اس کی مخلوق کے لیے قائم کی گئی ہیں اور دوسروں ہی کی طرف ان کی نسبت دی جایا کرتی ہے۔ اس نے اشیاء کو کچھ ایسے مواد سے پیدا نہیں کیا کہ جو ہمیشہ سے ہو، اور نہ ایسی مثالوں پر بنایا کہ جو پہلے سے موجود ہوں۔ بلکہ اس نے جو چیز پیدا کی اسے مستحکم کیا اور جو ڈھانچہ بنایا اسے اچھی شکل و صورت دی۔ کوئی شے اس کے (حکم سے) سرتابی نہیں کر سکتی نہ اس کو کسی اطاعت سے کوئی فائدہ پہنچتا ہے۔ اسے پہلے مرنے والوں کا ویسا ہی علم ہے جیسا باقی رہنے والے زندہ لوگوں کا اور جس طرح بلند آسمانوں کی چیزوں کو جانتا ہے۔ ویسے ہی پست زمینوں کی چیزوں کو پہچانتا ہے۔

اسی خطبہ کا ایک جز یہ ہے: اے وہ مخلوق کہ جس کی خلقت کو پوری طرح درست کیا گیا ہے اور جسے شکم کی اندھیاریوں اور دُہرے پردوں میں بنایا گیا ہے اور ہر طرح سے اس کی نگہداشت کی گئی ہے۔ تیری ابتدا مٹی کے خلاصہ سے ہوئی اور تجھے جانے پہچانے ہوئے وقت اور طے شدہ مدت تک ایک جماؤ پانے کی جگہ میں ٹھہرایا گیا کہ تو جنین ہونے کی حالت میں ماں کے پیٹ میں پھرتا تھا۔ نہ تو کسی پکار کا جواب دیتا تھا اور نہ کوئی آواز سنتا تھا۔ پھر تو اپنے ٹھکانے سے ایسے گھر میں لایا گیا کہ جو تیرا دیکھا بھالا ہوا نہ تھا اور نہ اس سے نفع حاصل کرنے کے طریقے پہچانتا تھا۔ کس نے تجھ کو ماں کی چھاتی سے غذا حاصل کرنے کی راہ بتائی اور ضرورت کے وقت طلب مقصود کی جگہ پہنچوائیں۔ بھلا جو شخص ایک صورت و اعضاء والی

هَيْهَاتَ إِنَّ مَنْ يَعْجِزُ عَنْ صِفَاتِ ذِي الْهَيْئَةِ وَالْأَدَوَاتِ فَهُوَ عَنْ صِفَاتِ خَالِقِهِ أَعْجَزُ وَمِنْ تَنَاوُلِهِ بِحُدُودِ الْمَخْلُوقِينَ أَبْعَدُ۔

کے پہچاننے سے بھی عاجز ہو وہ اس کے پیدا کرنے والے کی صفات سے کیسے عاجز و درماندہ نہ ہوگا اور کیونکر مخلوقات کی سی حد بندیوں کے ساتھ اُسے پا لینے سے دُور نہ ہوگا

خطبہ ۱۶۲

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لَمَّا اجْتَمَعَ النَّاسُ عَلَيْهِ وَشَكَوْا مَا نَقَمُوهُ عَلَى عُثْمَانَ وَسَأَلُوهُ مُخَاطَبَتَهُ عَنْهُمْ وَاسْتِعْتَابَهُ لَهُمْ فَدَخَلَ عَلَيْهِ، فَقَالَ:۔

إِنَّ النَّاسَ وَرَائِي وَقَدِ اسْتَسْفَرُونِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُمْ وَاللهِ مَا أَدْرِي مَا أَقُولُ لَكَ؟ مَا أَعْرِفُ شَيْئًا تَجْهَلُهُ، وَلَا أَدُلُّكَ عَلَى أَمْرٍ لَا تَعْرِفُهُ إِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نَعْلَمُ۔ مَا سَبَقْنَاكَ إِلَى شَيْءٍ فَنُخْبِرَكَ عَنْهُ وَلَا خَلَوْنَا بِشَيْءٍ فَنُبَلِّغَكَهُ وَقَدْ رَأَيْتَ كَمَا رَأَيْنَا، وَسَمِعْتَ كَمَا سَمِعْنَا وَصَحِبْتَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ كَمَا صَحِبْنَا، وَمَا ابْنُ أَبِي قُحَافَةَ وَلَا ابْنُ الْخَطَّابِ بِأَوْلَى بِعَمَلِ الْحَقِّ مِنْكَ، وَأَنْتَ أَقْرَبُ إِلَى رَسُولِ اللهِ

جب امیرالمومنینؑ کے پاس لوگ جمع ہو کر آئے اور عثمان کے متعلق جو باتیں اُنھیں بُری معلوم ہُوئی تھیں ان کا گلہ کیا اور چاہا کہ حضرت اُن کی طرف سے بات چیت کریں اور لوگوں کو رضامند کرنے کا اُن سے مُطالبہ کریں چنانچہ آپ تشریف لے گئے اور اُن سے کہا کہ لوگ میرے پیچھے (منتظر) ہیں اور مجھے اِس مقصد سے تمھارے پاس بھیجا ہے کہ میں تمھارے اور ان کے قضیوں کو نپٹاؤں خدا کی قسم میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں تم سے کیا کہوں جبکہ میں (اس سلسلہ میں) ایسی کوئی بات نہیں جانتا کہ جس سے تم بے خبر ہو، اور نہ کوئی ایسی چیز بتلانے والا ہوں کہ جس کا تمھیں علم نہ ہو جو تم جانتے ہو وہ ہم جانتے ہیں نہ تم سے پہلے ہمیں کسی چیز کی خبر تھی کہ تمھیں بتائیں اور نہ علیحدگی میں کچھ سُنا ہے کہ تم تک پہنچائیں جیسے ہم نے دیکھا ویسے تم نے بھی دیکھا اور جس طرح ہم نے سُنا تم نے بھی سُنا۔ جس طرح ہم رسول اللہؐ کی صحبت میں رہے تم بھی رہے اور حق پر عمل پیرا ہونے کی ذمہ داری ابنِ ابی قحافہ اور ابنِ خطاب پر اس سے زیادہ نہ تھی جتنی کہ تم پر ہونا چاہیے، اور تم تو رسولؐ سے خاندانی قرابت کی بنا پر اُن دونوں سے قریب تر بھی ہو، اور اُن کی

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَ
شِيْجَةَ رَحِمٍ مِنْهُمَا. وَقَدْ
نِلْتَ مِنْ صِهْرِهِ مَا لَمْ يَنَالَا،
فَاللهَ اللهَ فِي نَفْسِكَ، فَإِنَّكَ
وَاللهِ مَا تُبَصَّرُ مِنْ عَمًى وَلَا تُعَلَّمُ
مِنْ جَهْلٍ، وَإِنَّ الطُّرُقَ لَوَاضِحَةٌ،
وَإِنَّ أَعْلَامَ الدِّيْنِ لَقَائِمَةٌ. فَاعْلَمْ
أَنَّ أَفْضَلَ عِبَادِ اللهِ عِنْدَ اللهِ
إِمَامٌ عَادِلٌ هُدِيَ وَهَدَى، فَأَقَامَ
سُنَّةً مَعْلُوْمَةً، وَأَمَاتَ بِدْعَةً
مَجْهُوْلَةً وَإِنَّ السُّنَنَ لَنَيِّرَةٌ لَهَا
أَعْلَامٌ وَإِنَّ الْبِدَعَ لَظَاهِرَةٌ لَهَا
أَعْلَامٌ وَإِنَّ شَرَّ النَّاسِ عِنْدَ اللهِ
إِمَامٌ جَائِرٌ ضَلَّ وَضُلَّ بِهِ، فَأَمَاتَ
سُنَّةً مَأْخُوْذَةً، وَأَحْيَى بِدْعَةً
مَتْرُوْكَةً. وَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ
اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
يَقُوْلُ يُؤْتٰى يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِالْإِمَامِ
الْجَائِرِ وَلَيْسَ مَعَهُ نَصِيْرٌ وَ
لَا عَاذِرٌ فَيُلْقٰى فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ
فَيَدُوْرُ فِيْهَا كَمَا تَدُوْرُ الرَّحٰى
ثُمَّ يَرْتَبِطُ فِيْ قَعْرِهَا، وَإِنِّي
أُنْشِدُكَ اللهَ أَنْ لَا تَكُوْنَ إِمَامَ
هٰذِهِ الْأُمَّةِ الْمَقْتُوْلَ، فَإِنَّهُ كَانَ
يُقَالُ: يُقْتَلُ فِيْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ إِمَامٌ

ایک طرح کی دامادی بھی تمھیں حاصل ہے کہ جو انھیں حاصل نہ تھی۔ کچھ اپنے دل میں اللہ کا بھی خوف کرو۔ خدا کی قسم اس لیے تمھیں سمجھایا نہیں جا رہا ہے کہ تمھیں کچھ نظر آ نہ سکتا ہو اور نہ اس لیے یہ چیزیں تمھیں بتائی جا رہی ہیں کہ تمھیں علم نہ ہو اور (لاعلمی کے کیا معنی) جبکہ شریعت کی راہیں واضح اور دین کے نشانات قائم ہیں۔ یاد رکھو کہ اللہ کے نزدیک سب بندوں سے بہتر وہ انصاف پرور حاکم ہے جو خود بھی ہدایت پائے اور دوسروں کو بھی ہدایت کرے اور جانی پہچانی ہوئی سُنّت کو مستحکم کرے اور انجانی بدعتوں کو فنا کرے۔ سُنتوں کے نشانات جگمگا رہے ہیں اور بدعتوں کی علامتیں بھی واضح ہیں اور اللہ کے نزدیک سب لوگوں سے بدتر وہ ظالم حکمران ہے جو گمراہی میں پڑا رہے اور دوسرے بھی اس کی وجہ سے گمراہی میں پڑیں اور (رسولؐ سے) حاصل کی ہوئی سنتوں کو تباہ اور قابلِ ترک بدعتوں کو زندہ کرے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ انھوں نے فرمایا کہ قیامت کے دن ظالم کو اس طرح لایا جائے گا کہ نہ اس کا کوئی مددگار ہوگا اور نہ کوئی عذر خواہ اور اسے (سیدھا) جہنم میں ڈال دیا جائے گا اور وہ اس میں اس طرح چکر کھائے گا جس طرح چکی گھومتی ہے اور پھر اسے جہنم کے گہراؤ میں جکڑ دیا جائے گا۔ میں تمھیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ تم اس امت کے وہ سربراہ نہ ہو کہ جسے قتل ہی ہونا ہے۔ چونکہ کہا گیا ہے کہ اس امت میں ایک ایسا حاکم مارا جائے گا، جو اس کے لیے قیامت تک قتل و خون ریزی کا دروازہ کھول دے گا۔ اور اس کے

يَفْتَتِحُ عَلَيْهَا الْقَتْلَ وَالْقِتَالَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَيَلْبِسُ أُمُورَهَا عَلَيْهَا، وَيَبُثُّ الْفِتَنَ فِيهَا، فَلَا يُبْصِرُونَ الْحَقَّ مِنَ الْبَاطِلِ يَمُوجُونَ فِيهَا مَوْجًا، وَيَمْرُجُونَ فِيهَا مَرْجًا. فَلَا تَكُونَنَّ لِمَرْوَانَ سَيِّقَةً يَسُوقُكَ حَيْثُ شَاءَ بَعْدَ جَلَالِ السِّنِّ. وَتَقَضِّي الْعُمُرِ. فَقَالَ لَهُ عُثْمَانُ۔

"كَلِّمِ النَّاسَ فِي أَنْ يُؤَجِّلُونِي حَتَّى أَخْرُجَ إِلَيْهِمْ مِنْ مَظَالِمِهِمْ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَا كَانَ بِالْمَدِينَةِ فَلَا أَجَلَ فِيهِ وَمَا غَابَ فَأَجَلُهُ وُصُولُ أَمْرِكَ إِلَيْهِ۔

تمام امُور کو اشتباہ میں ڈال دے گا اور اُس میں فتنوں کو پھیلائے گا کہ وہ لوگ حق کو باطل سے الگ کر کے نہ دیکھ سکیں گے اور وُہ فتنوں میں (دریا کی) موجوں کی طرح اُلٹے پلٹے کھائیں گے اور انہی میں تہ و بالا ہوتے رہیں گے۔ تم مروان کی سواری نہ بن جاؤ کہ وُہ تمھیں جہاں چاہے کھینچتا پھرے اور جب کہ تم سن رسیدہ بھی ہو چکے ہو اور عمر بھی بیت چکی ہے۔

(عثمان نے کہا: کہ آپ اُن لوگوں سے بات کریں کہ وُہ مجھے (کچھ عرصہ کے لیے) مہلت دیں کہ میں اُن کی حق تلفیوں سے عہدہ برآ ہو سکوں تو آپ نے فرمایا کہ جن چیزوں کا تعلق مدینہ سے ہے اُن میں تو کوئی مہلت کی ضرورت نہیں۔ البتہ جو جگہیں نگاہوں سے اوجھل (اور دُور) ہیں اُن کے لیے اتنی مہلت ہو سکتی ہے کہ تمھارا فرمان وہاں تک پہنچ جائے۔

ل حضرت عثمان کے دَورِ خلافت میں جب حکومت اور اس کے کارندوں کے ستائے ہُوئے مُسلمان اکابر صحابہ تک اپنی فریاد پہنچانے کے لیے مدینہ میں سمٹ آئے تو پُرامن طریقِ کار اختیار کرتے ہُوئے امیر المومنینؑ کی خدمت میں حاضر ہُوئے اور اُن سے خواہش کی کہ وہ حضرت عثمان سے مل کر انھیں سمجھائیں بُجھائیں کہ وہ مُسلمانوں کے حقوق پامال نہ کریں اور ان فتنوں کا سدِّ باب کریں جو رعیت کے لیے تباہی کا باعث بن رہے ہیں۔ جس پر حضرت ان کے ہاں تشریف لے گئے اور اس موقع پر یہ کلام ارشاد فرمایا۔

امیر المومنینؑ نے موعظت کی تلخیوں کو خوشگوار بنانے کے لیے تمہید میں وُہ لب ولہجہ اختیار کیا ہے جو اشتعال دلانے کے بجائے ان میں ذمہ داری کا احساس پیدا کرے اور فرائض کی جانب متوجہ کرے۔ چنانچہ اُن کی صحابیت شخصی اہمیت اور شیخین کے مقابلہ میں پیغمبرؐ سے ان کی خاندانی قرابت کو ظاہر کرنے سے اسی فرض شناسی کی طرف متوجہ کرنا مقصُود ہے ورنہ ظاہر ہے کہ یہ موقعہ اُن کی مدح سرائی کا نہ تھا کہ آخر کلام سے آنکھیں بند کر کے اسے قصیدہ شرف سمجھ لیا جائے جبکہ اس تمہید سے صرف یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ جو کچھ کرتے تھے جان بُوجھ کر کرتے تھے۔ ایسا نہ تھا کہ انھیں علم واطلاع نہ ہو اور لاعلمی کی بنا

پر ان کی لغزشوں کو قابلِ مواخذہ نہ سمجھا جائے ، ہاں اگر رسُول اللہ کی صحبت میں رہنے ان کی تعلیمات کو سُننے ان کے طرزِ عمل کو دیکھنے اور اسلامی احکام پر مطلع ہونے کے بعد ایسا طور طریقہ اختیار کرنا کہ جس سے دُنیائے اسلام چیخ اُٹھے کوئی فضیلت ہے تو پھر اس تعریض کو بھی مدح سمجھا جا سکتا ہے ۔ اگر وہ فضیلت نہیں ہے تو پھر اسے بھی مدح نہیں کہا جا سکتا ، حالانکہ جن لفظوں کو مدح سمجھ کر پیش کیا جاتا ہے وہ ان کے جرم کی سنگینی ثابت کرنے کے لیے ہیں ۔ کیونکہ بے خبری و لاعلمی میں جرم اتنا سنگین نہیں ہوتا جتنا جانتے بوجھتے ہوئے جرم کا ارتکاب اُس کے وزن کو بڑھا دیتا ہے ۔ چنانچہ اگر راستے کے نشیب و فراز سے ناواقف شخص گھُپ اندھیرے میں ٹھوکر کھائے تو اُسے معذور سمجھ لیا جاتا ہے اور اگر راستے کے گڑھوں سے واقف دن کے اُجالے میں ٹھوکر کھائے تو اُسے سرزنش کے قابل سمجھا جاتا ہے اور اگر اس موقع پر اس سے یہ کہا جائے کہ تم آنکھیں بھی رکھتے ہو ۔ راستے کی اُونچ نیچ سے بھی واقف ہو ، تو اس کے معنی یہ نہیں ہوتے کہ اس کی وُسعتِ علمی و روشنیٔ چشم کو سراہا جا رہا ہے ۔ بلکہ مطلب یہ ہوتا ہے کہ اُس نے آنکھوں کے ہوتے ہوئے پھر راستے کے گڑھوں کو نہ دیکھا اور جاننے بوجھنے کے باوجود پھر سنبھل کر نہ چلا ۔ لہٰذا آنکھوں کا ہونا نہ ہونا برابر اور جاننا نہ جاننا یکساں ہے ۔

اِس سلسلہ میں ان کی دامادی پر بڑا زور دیا جاتا ہے کہ پیغمبرؐ نے اپنی دو صاحبزادیوں رُقیہ و اُمِّ کلثوم کا عقد یکے بعد دیگرے اُن سے کیا ۔ اس کی وجہ شرف ماننے سے قبل یہ بھی دیکھنا چاہیئے کہ دامادیٔ عثمان کی نوعیت کیا ہے ۔ تاریخ اس کی شہادت دیتی ہے کہ اس میں اولیت کا شرف حضرت عثمان کو حاصل نہ تھا ، بلکہ ان سے قبل رقیہ و ام کلثوم ابولہب کے بیٹوں عتبہ و عتیبہ سے منسوب تھیں ، مگر ان کو باوجود پہلا داماد ہونے کے قبل از بعثت کے صاحبانِ شرف میں بھی اب تک شمار نہیں کیا گیا تو یہاں کسی جوہرِ ذاتی کے بغیر اس نسبت کو کس بنا پر سرمایۂ افتخار سمجھا جا سکتا ہے ۔ جب کہ اِس رشتہ کی اہمیت کے متعلق نہ کوئی سند ہے اور نہ اس ماحول میں اس طرف کوئی توجہ پائی جاتی تھی کہ یہ کہا جائے کہ کسی اہم ترین عظمت کی مالک شخصیت اور ان میں معاملہ دائر تھا ۔ پھر یہ منتخب ہو کر یہ شرف پا گئے ۔ یا یہ کہ ان دونوں بیٹیوں کو تاریخ و حدیث و سِیَر میں کسی کرداری شخصیت کی حیثیت سے پیش کیا گیا ہو ۔ جس کی وجہ سے اس رشتہ کو خاص اہمیت دے کر ان کے لیے طرّۂ امتیاز قرار دیا جائے ۔ اگر قبل بعثت عتبہ و عتیبہ سے ان کا بیاہا جانا اس بنا پر صحیح سمجھا جاتا ہے کہ اس وقت مشرکین کے ساتھ عقد کی حرمت کا سوال پیدا نہ ہوتا تھا ، تو یہاں پر بھی صحتِ عقد کے لیے صرف ظاہری اسلام کی شرط تھی اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اُنھوں نے زبان سے اقرارِ شہادتین بھی کیا اور بظاہر ایمان بھی لائے ۔ لہٰذا اس عقد کو صرف ظاہر اسلام کی دلیل تو قرار دیا جا سکتا ہے اس کے علاوہ اور کسی امتیاز کو اس کے ذریعہ ثابت نہیں کیا جا سکتا ۔ پھر یہی کہاں مسلّم ہے کہ وہ رسُول اللہ کی صلبی بیٹیاں تھیں جب کہ ایک طبقہ ان کے صلبِ رسُولؐ سے ہونے سے انکار کرتا ہے ، اور وہ اُنھیں حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی بہن ہالہ کی اولاد یا اُن کے پہلے شوہر کی اولاد قرار دیتا ہے ۔ چنانچہ ابوالقاسم الکوفی متوفی ۳۵۲ھ تحریر فرماتے ہیں ۔

فَلَمَّا تَزَوَّجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ — جب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے حضرت خدیجہ رضؓ

وَآلِهِ وَسَلَّمَ بخديجة مَاتَتْ هَالَة بَعْدَ ذٰلِكَ بِمُدَّةٍ يسيرة وخلفت الطفلتين زينب و رقية في حجر رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم وحجر خديجة فربياهما وكان من سنة العرب في الجاهلية من يربي يتيما ينسب ذلك اليتيم إليه۔ (كتاب الاستغاثة ص۶۹)

سے عقد کیا تو اس کے تھوڑے عرصہ بعد ہالہ کا انتقال ہو گیا اور اُس نے دو لڑکیاں چھوڑیں ایک کا نام زینب تھا اور ایک کا نام رُقیہ اور ان دونوں نے پیغمبرؐ اور خدیجہؓ کی گود میں پرورش پائی اور انہی نے ان کی تربیت کی اور اسلام سے قبل یہ دستور تھا کہ اگر کوئی یتیم بچہ کسی کی گود میں پرورش پاتا تھا تو اُسے اُسی کی طرف منسوب کیا جاتا تھا۔

اور ابن ہشام نے حضرت خدیجہ کی اولاد کے سلسلہ میں تحریر فرمایا ہے کہ

وكانت قبله عند أبي هالة ابن مالك فولدت له هند ابن أبي هالة وزينب بنت أبي هالة وكانت قبل أبي هالة عند عتيق ابن عائذ بن عبد الله ابن عمر ابن مخزوم فولدت له عبد الله وجارية (سیرت ابن ہشام ج۱، ص۲۹۳)

حضرت خدیجہؓ رسول اللہؐ کے حبالۂ عقد میں آنے سے پہلے ابی ہالہ بن مالک کی زوجیت میں تھیں جس سے ایک لڑکا ہند اور ایک لڑکی زینب پیدا ہوئی اور ابی ہالہ سے قبل عتیق ابن عائذ کے عقد میں تھیں جس سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوئی۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت خدیجہؓ کی دو لڑکیاں عقدِ رسولؐ میں آنے سے پہلے موجود تھیں جو حسبِ ظاہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی بیٹیاں کہلائیں گی اور وہ جن سے بھی بیاہی جائیں گی وہ پیغمبرؐ کے داماد ہی کہلائیں گے۔ لیکن دامادی کی حیثیت وہی ہوگی، جو ان لڑکیوں کے بیٹی ہونے کی ہو سکتی ہے۔ لہٰذا اسے محلِ افتخار میں پیش کرنے سے پہلے ان بیٹیوں کی حیثیت کو دیکھ لینا چاہیئے اور حضرت عثمان کے رویہ پر بھی ایک نظر کر لینا چاہیئے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں امام بخاری اپنی صحیح میں یہ روایت درج کرتے ہیں۔

عن انس ابن مالك قال شهدنا بنت رسول الله ورسول الله جالس على القبر فرأيت عينيه تدمعان فقال هل فيكم من أحد لم يقارف الليلة فقال أبو طلحة انا قال فانزل في قبرها فنزل في قبرها (ج۱۔ ص۲۳۲)

انس ابن مالک سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم دخترِ رسولؐ کے دفن کے موقع پر موجود تھے میں نے دیکھا کہ رسول اللہؐ قبر پر بیٹھے ہوئے ہیں اور آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا؟ کہ کون تم میں ایسا ہے جو آج کی رات ہم بستر نہ ہوا ہو۔ ابو طلحہ نے کہا کہ میں۔ حضرت نے فرمایا کہ پھر تم قبر میں اُترو۔ چنانچہ وہ قبر میں اُترے۔

اس موقع پر پیغمبرِ اکرمؐ نے حضرت عثمان کے رازِ درون پردہ کو بے نقاب کر کے انھیں قبر میں اُترنے سے روک دیا۔ حالانکہ

پیغمبر کی سیرت کا یہ نمایاں جوہر تھا، کہ وہ کسی کے اندرونی حالات کو طشت از بام کر کے اس کی ہتک و اہانت گوارا نہ کرتے تھے اور دوسروں کے عیوب پر مطلع ہونے کے باوجود چشم پوشی فرما جاتے تھے مگر یہ کردار کا گھنونا پن کچھ ایسا تھا کہ بھرے مجمع میں انھیں رسوا کرنا ضروری سمجھا گیا۔

خطبہ ۱۶۳

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَذْكُرُ فِيهَا عَجِيبَ خِلْقَةِ الطَّاؤُسِ:

ابْتَدَعَهُمْ خَلْقًا عَجِيبًا مِّنْ حَيَوَانٍ وَّمَوَاتٍ، وَّسَاكِنٍ وَّذِي حَرَكَاتٍ فَأَقَامَ مِنْ شَوَاهِدِ الْبَيِّنَاتِ عَلٰى لَطِيفِ صَنْعَتِهِ وَعَظِيمِ قُدْرَتِهِ مَا انْقَادَتْ لَهُ الْعُقُولُ مُعْتَرِفَةً بِهِ وَمُسَلِّمَةً لَّهُ وَنَعَقَتْ فِي أَسْمَاعِنَا دَلَائِلُهُ عَلٰى وَحْدَانِيَّتِهِ وَمَا ذَرَأَ مِنْ مُّخْتَلِفِ صُوَرِ الْأَطْيَارِ الَّتِي أَسْكَنَهَا أَخَادِيدَ الْأَرْضِ وَخُرُوقَ فِجَاجِهَا، وَرَوَاسِيَ أَعْلَامِهَا، مِنْ ذَاتِ أَجْنِحَةٍ مُّخْتَلِفَةٍ وَّهَيْئَاتٍ مُّتَبَايِنَةٍ، مُّصَرَّفَةٍ فِي زِمَامِ التَّسْخِيرِ وَمُرَفْرِفَةٍ بِأَجْنِحَتِهَا فِي مَخَارِقِ الْجَوِّ الْمُنْفَسِحِ وَالْفَضَاءِ الْمُنْفَرِجِ. كَوَّنَهَا بَعْدَ أَنْ لَّمْ تَكُنْ فِي عَجَائِبِ صُوَرٍ ظَاهِرَةٍ وَّرَكَّبَهَا فِي حِقَاقِ مَفَاصِلَ مُحْتَجِبَةٍ وَّ مَنَعَ بَعْضَهَا بِعَبَالَةِ خَلْقِهِ أَنْ يَّسْمُوَ

جس میں مور کی عجیب و غریب آفرینش کا تذکرہ فرمایا ہے:-

قدرت نے ہر قسم کی مخلوق کو، وہ جاندار ہو یا بے جان، ساکن ہو یا متحرک، عجیب و غریب آفرینش کا جامہ پہنا کر ایجاد کیا ہے اور اپنی لطیف صنعت اور عظیم قدرت پر ایسی واضح نشانیاں شاہد بنا کر قائم کی ہیں کہ جن کے سامنے عقلیں اُس کی ہستی کا اعتراف اور اُس کی (فرمانبرداری) کا اقرار کرتے ہوئے سرِ اطاعت خم کر چکی ہیں اور اس کی یکتائی پر یہی عقل کی تسلیم کی ہوئی اور (اُس کے خالق بے مثال ہونے پر) مختلف شکل و صورت کے پرندوں کی آفرینش سے اُبھری ہوئی دلیلیں ہمارے کانوں میں گونج رہی ہیں۔ وُہ پرندے جن کو اُس نے زمین کے گڑھوں، دروں کے شگافوں اور مضبوط پہاڑوں کی چوٹیوں پر بسایا ہے۔ جو مختلف طرح کے پر و بال اور جداگانہ شکل و صورت والے ہیں جنھیں تسلط (الٰہی) کی باگ ڈور میں گھمایا پھرایا جاتا ہے اور جو کشادہ ہوائی وسعتوں اور کھلی فضاؤں میں پروں کو پھڑ پھڑاتے ہیں۔ انھیں جبکہ یہ موجود نہ تھے عجیب و غریب ظاہری صورتوں سے (آراستہ کر کے) پیدا کیا اور (گوشت و پوست میں) ڈھکے ہوئے جوڑوں کے سروں سے ان کے (جسموں کی) ساخت تمام

فِي السَّمَاءِ خُفُوفاً، وَجَعَلَهُ يَدِفُّ دَفِيفاً، وَنَسَقَهَا عَلَى اخْتِلَافِهَا فِي الْأَصَابِيغِ بِلَطِيفِ قُدْرَتِهِ وَدَقِيقِ صَنْعَتِهِ، فَمِنْهَا مَغْمُوسٌ فِي قَالَبِ لَوْنٍ لَا يَشُوبُهُ غَيْرُ لَوْنِ مَا غُمِسَ فِيهِ، وَمِنْهَا مَغْمُوسٌ فِي لَوْنِ صِبْغٍ قَدْ طُوِّقَ بِخِلَافِ مَا صُبِغَ بِهِ وَمِنْ أَعْجَبِهَا خَلْقاً الطَّاوُوسُ الَّذِي أَقَامَهُ فِي أَحْكَمِ تَعْدِيلٍ، وَنَضَّدَ أَلْوَانَهُ فِي أَحْسَنِ تَنْضِيدٍ بِجَنَاحٍ أَشْرَجَ قَصَبَهُ، وَذَنَبٍ أَطَالَ مَسْحَبَهُ. إِذَا دَرَجَ إِلَى الْأُنْثَى نَشَرَهُ مِنْ طَيِّهِ، وَسَمَا بِهِ مُطِلّاً عَلَى رَأْسِهِ كَأَنَّهُ قِلْعُ دَارِيٍّ عَنَجَهُ نُوتِيُّهُ يَخْتَالُ بِأَلْوَانِهِ، وَيَمِيسُ بِزَيَفَانِهِ يُفْضِي كَإِفْضَاءِ الدِّيَكَةِ، وَيَؤُرُّ بِمُلَاقَحَةٍ أَرَّ الْفُحُولِ الْمُغْتَلِمَةِ فِي الضِّرَابِ أُحِيلُكَ مِنْ ذَلِكَ عَلَى مُعَايَنَةٍ، لَا كَمَنْ يُحِيلُ عَلَى ضَعِيفٍ إِسْنَادُهُ وَلَوْ كَانَ كَزَعْمِ مَنْ يَزْعُمُ أَنَّهُ يُلْقِحُ بِدَمْعَةٍ تَسْفَحُهَا مَدَامِعُهُ فَتَقِفُ فِي ضَفَّتَيْ جُفُونِهِ وَأَنَّ أُنْثَاهُ تَطْعَمُ ذَلِكَ، ثُمَّ تَبِيضُ لَا مِنْ لِقَاحِ فَحْلٍ سِوَى الدَّمْعِ الْمُنْبَجِسِ

کی۔ ان میں سے بعض وہ ہیں جنھیں ان کے جسموں کے بوجھل ہونے کی وجہ سے فضا میں بلند ہو کر تیز پروازی سے روک دیا ہے اور انھیں ایسا بنایا ہے کہ وہ زمین سے کچھ تھوڑے ہی اونچے ہو کر پرواز کر سکیں۔ اس نے اپنی لطیف قدرت اور باریک صنعت سے ان قسم قسم کے پرندوں کو (مختلف) رنگوں سے ترتیب دیا ہے۔ چنانچہ ان میں سے بعض ایسے ہیں جو ایک ہی رنگ کے سانچے میں ڈھلے ہوئے ہیں۔ یوں کہ جس رنگ میں انھیں ڈبو دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ کسی اور رنگ کی ان میں آمیزش نہیں کی گئی اور بعض اس طرح رنگ میں ڈبوئے گئے ہیں کہ جس رنگ کا طوق انھیں پہنا دیا گیا ہے وہ اس رنگ سے نہیں ملتا جس سے خود رنگین ہیں۔ ان سب پرندوں سے زائد عجیب الخلقت مور ہے کہ اللہ نے جس کے (اعضاء کو) موزونیت کے محکم ترین سانچے میں ڈھالا ہے اور اس کے رنگوں کو ایک حسین ترتیب سے مرتب کیا ہے۔ یہ (حسن و توازن) ایسے پروں سے ہے کہ جن کی جڑوں کو (ایک دوسرے سے) جوڑ دیا ہے اور ایسی دم سے ہے جو دور تک کھنچتی چلی جاتی ہے۔ جب وہ اپنی مادہ کی طرف بڑھتا ہے۔ تو اپنی لپٹی ہوئی دم کو پھیلا دیتا ہے اور اسے اس طرح اونچا لے جاتا ہے کہ وہ اس کے سر پر سایہ افگن ہو کر پھیل جاتی ہے۔ گویا وہ (مقام) دارین کی اس کشتی کا بادبان ہے جسے اس کا ملاح ادھر ادھر موڑ رہا ہو۔ وہ اس کے رنگوں پر اتراتا ہے اور اس کی جنبشوں کے ساتھ جھومنے لگتا ہے اور مرغوں کی طرح جفتی کھاتا ہے اور (اپنی مادہ کو) حاملہ کرنے کے لیے جوش و ہیجان میں بھرے ہوئے نروں کی

لَمَا كَانَ ذٰلِكَ بِأَعْجَبَ مِنْ مُطَاعَمَةِ
الْغُرَابِ۔ تَخَالُ قَصَبَهُ مَدَارِيَ
مِنْ فِضَّةٍ، وَمَا أُنْبِتَ عَلَيْهَا مِنْ
عَجِيبِ دَارَاتِهِ وَشُمُوسِهِ خَالِصَ
الْعِقْيَانِ وَفِلَذَ الزَّبَرْجَدِ
فَإِنْ شَبَّهْتَهُ بِمَا أَنْبَتَتِ الْأَرْضُ
قُلْتَ جَنًى جُنِيَ مِنْ زَهْرَةِ
كُلِّ رَبِيعٍ وَإِنْ ضَاهَيْتَهُ بِا
لْمَلَابِسِ فَهُوَ كَمَوْشِيِّ الْحُلَلِ،
أَوْ مُونِقِ عَصْبِ الْيَمَنِ۔ وَإِنْ
شَاكَلْتَهُ بِالْحُلِيِّ فَهُوَ كَفُصُوصٍ
ذَاتِ أَلْوَانٍ قَدْ نُطِّقَتْ بِاللُّجَيْنِ
الْمُكَلَّلِ۔ يَمْشِي مَشْيَ الْمَرِحِ
الْمُخْتَالِ وَيَتَصَفَّحُ ذَنَبَهُ وَ
جَنَاحَيْهِ فَيُقَهْقِهُ ضَاحِكًا لِجَمَالِ
سِرْبَالِهِ وَأَصَابِيغِ وِشَاحِهِ فَإِذَا
رَمَى بِبَصَرِهِ إِلَى قَوَائِمِهِ زَقَا
مُعْوِلًا بِصَوْتٍ يَكَادُ يُبِينُ عَنِ
اسْتِغَاثَتِهِ، وَيَشْهَدُ بِصَادِقِ
تَوَجُّعِهِ، لِأَنَّ قَوَائِمَهُ حُمْشٌ
كَقَوَائِمِ الدِّيَكَةِ الْخِلَاسِيَّةِ
وَقَدْ نَجَمَتْ مِنْ ظُنْبُوبِ سَاقِهِ
صِيصِيَةٌ خَفِيَّةٌ۔ وَلَهُ فِي
مَوْضِعِ الْعُرْفِ قُنْزُعَةٌ خَضْرَاءُ
مُوَشَّاةٌ۔ وَمَخْرَجُ عُنُقِهِ كَالْإِبْرِيقِ

طرح جوڑ کھاتا ہے۔ میں اس (بیان) کے لیے مشاہدہ کو تمہارے سامنے پیش کرتا ہوں۔ اس شخص کی طرح نہیں کہتا، جو کسی کمزور سند کا حوالہ دے رہا ہو۔ گمان کرنے والوں کا یہ صرف وہم و گمان ہے کہ وہ اپنے گوشہ ہائے چشم کے بہائے ہوئے اس آنسو سے اپنی مادہ کو انڈوں پر لاتا ہے کہ جو اس کی پلکوں کے دونوں کناروں میں آکر ٹھہر جاتا ہے اور مورنی اُسے پی لیتی ہے اور پھر وہ انڈے دینے لگتی ہے۔ اور اس پھوٹ کر نکلنے والے آنسو کے علاوہ یوں نر اس سے جفتی نہیں کھاتا۔ اگر ایسا ہو تو بھی (ان کے خیال کے مطابق) کوّے کے اپنی مادہ کو (پوٹے سے دانا پانی) بھرا کر انڈوں پر لانے سے زیادہ تعجب خیز نہیں ہے (تم اگر بغور دیکھو گے) تو اس کے پروں کی درمیانی تیلیوں کو چاندی کی سلائیاں تصور کرو گے اور ان پر جو عجیب و غریب ہالے بنے ہوئے ہیں اور سورج (کی شعاعوں) کے مانند (جو پر و بال اُگے ہوئے ہیں انھیں زردی میں) خالص سونا اور (سبزی میں) زمرد کے ٹکڑے خیال کرو گے۔ اگر تم اسے زمین کی اُگائی ہوئی چیزوں سے تشبیہ دو گے تو یہ کہو گے کہ وہ ہر موسم بہار کے چنے ہوئے شگوفوں کا گلدستہ ہے اور اگر کپڑوں سے تشبیہ دو گے تو وہ منقش حلّوں یا خوشنما یمنی چادروں کے مانند ہے اور اگر زیورات سے تشبیہ دو گے تو وہ رنگ برنگ کے اُن نگینوں کی طرح ہے جو مرصع بجواہر چاندی میں دائروں کی صورت میں پھیلا دیئے گئے ہوں وہ اس طرح چلتا ہے جس طرح کوئی ہشاش بشاش اور متکبر محو خرام ہوتا ہے، اور اپنی دُم اور پر و بال کو غور سے دیکھتا ہے تو اپنے پیراہن کے حسن و جمال اور اپنے گلوبند کی رنگتوں

وَمَغْرِزُهَا إِلَى حَيْثُ بَطْنُهُ كَصِبْغِ
الْوَسِمَةِ الْيَمَانِيَّةِ أَوْ كَحَرِيرَةٍ
مُلْبَسَةٍ مِرْآةً ذَاتَ صِقَالٍ وَ
كَأَنَّهُ مُتَلَفِّعٌ بِمِعْجَرٍ أَسْحَمَ
إِلَّا أَنَّهُ يُخَيَّلُ لِكَثْرَةِ مَائِهِ
وَشِدَّةِ بَرِيقِهِ أَنَّ الْخُضْرَةَ
النَّاضِرَةَ مُمْتَزِجَةٌ بِهِ۔ وَمَعَ
فَتْقِ سَمْعِهِ خَطٌّ كَمُسْتَدَقِّ
الْقَلَمِ فِي لَوْنِ الْأُقْحُوَانِ أَبْيَضُ
يَقَقٌ۔ فَهُوَ بِبَيَاضِهِ فِي سَوَادِ
مَا هُنَالِكَ يَأْتَلِقُ۔ وَقَلَّ صِبْغٌ
إِلَّا وَقَدْ أَخَذَ مِنْهُ بِقِسْطٍ،
وَعَلَاهُ بِكَثْرَةِ صِقَالِهِ وَبَرِيقِهِ
وَبَصِيصِ دِيبَاجِهِ وَرَوْنَقِهِ
فَهُوَ كَالْأَزَاهِيرِ الْمَبْثُوثَةِ
لَمْ تُرَبِّهَا أَمْطَارُ رَبِيعٍ
وَلَا شُمُوسُ قَيْظٍ۔ وَقَدْ
يَتَحَسَّرُ مِنْ رِيشِهِ، وَ
يَعْرَى مِنْ لِبَاسِهِ، فَيَسْقُطُ تَتْرَى
وَيَنْبُتُ تِبَاعًا، فَيَنْحَتُّ مِنْ
قَصَبِهِ انْحِتَاتَ أَوْرَاقِ
الْأَغْصَانِ ثُمَّ يَتَلَاحَقُ نَامِيًا
حَتَّى يَعُودَ كَهَيْئَتِهِ قَبْلَ
سُقُوطِهِ۔ لَا يُخَالِفُ سَالِفَ
أَلْوَانِهِ، وَلَا يَقَعُ لَوْنٌ فِي غَيْرِ

کی وجہ سے قہقہہ لگا کر ہنستا ہے مگر جب اپنے پیروں پر نظر ڈالتا ہے تو اس طرح اونچی آواز سے روتا ہے کہ گویا اپنی فریاد کو ظاہر کر رہا ہے اور اپنے سچے درد (دل) کی گواہی دے رہا ہے۔ کیونکہ اس کے پیر خاکستری رنگ کے دوغلے مرغوں کے پیروں کی طرح باریک اور پتلے ہوتے ہیں اور اس کی پنڈلی کے کنارے پر ایک باریک سا کانٹا نمایاں ہوتا ہے، اور اس کی (گردن پر) ایال کی جگہ سبز رنگ کے منقش پروں کا گچھا ہوتا ہے اور گردن کا پھیلاؤ یوں معلوم ہوتا ہے جیسے صراحی (کی گردن) اور اس کے گڑنے کی جگہ سے لے کر وہاں تک کا حصہ کہ جہاں اس کا پیٹ ہے یمنی وسمہ کے رنگ کی طرح (گہرا سبز) ہے یا اس ریشم کی طرح ہے جو صیقل کئے ہوئے آئینہ پر پہنا دیا گیا ہو۔ گویا کہ وہ سیاہ رنگ کی اوڑھنی میں لپٹا ہوا ہے۔ لیکن اس کی آب و تاب کی فراوانی اور چمک دمک کی بہتات سے ایسا گمان ہوتا ہے کہ اس میں تر و تازہ سبزی کی (الگ سے) آمیزش کر دی گئی ہے اس کے کانوں کے شگاف سے ملی ہوئی بابونہ کے پھولوں جیسی ایک سفید چمکیلی لکیر ہوتی ہے جو قلم کی باریک نوک کے مانند ہے وہ (لکیر) اپنی سفیدی کے ساتھ اس جگہ کی سیاہیوں میں جگمگاتی ہے۔ کم ہی ایسے رنگ ہوں گے جس نے سفید دھاری کا کچھ حصہ نہ لیا ہو۔ اور وہ ان رنگوں پر اپنی آب و تاب کی زیادتی اپنے پیکر ریشمیں کی چمک دمک اور زیبائش کی وجہ سے چھائی ہوئی ہے۔ وہ ان بکھری ہوئی کلیوں کے مانند ہے کہ جنہیں نہ فصل بہار کی بارشوں نے پروان چڑھایا ہو اور نہ

مَكَانِهِ. وَإِذَا تَصَفَّحْتَ شَعْرَةً
مِنْ شَعَرَاتِ قَصَبِهِ أَرَتْكَ
حُمْرَةً وَرْدِيَّةً، وَتَارَةً
خُضْرَةً زَبَرْجَدِيَّةً، وَأَحْيَاناً
صُفْرَةً عَسْجَدِيَّةً. فَكَيْفَ تَصِلُ
إِلَى صِفَةِ هٰذَا عَمَائِقُ الْفِطَنِ،
أَوْ تَبْلُغُهُ قَرَائِحُ الْعُقُولِ،
أَوْ تَسْتَنْظِمُ وَصْفَهُ أَقْوَالُ
الْوَاصِفِينَ. وَأَقَلُّ أَجْزَائِهِ
قَدْ أَعْجَزَ الْأَوْهَامَ أَنْ
تُدْرِكَهُ وَالْأَلْسِنَةَ أَنْ
تَصِفَهُ. فَسُبْحَانَ الَّذِي
بَهَرَ الْعُقُولَ عَنْ وَصْفِ خَلْقٍ
جَلَّاهُ لِلْعُيُونِ فَأَدْرَكَتْهُ
مَحْدُوداً مُكَوَّناً، وَمُؤَلَّفاً
مُلَوَّناً. وَأَعْجَزَ الْأَلْسُنَ عَنْ
تَلْخِيصِ صِفَتِهِ، وَقَعَدَ بِهَا
عَنْ تَأْدِيَةِ نَعْتِهِ. وَسُبْحَانَ
مَنْ أَدْمَجَ قَوَائِمَ الذَّرَّةِ
وَالْهَمَجَةِ إِلَى مَا فَوْقَهُمَا مِنْ
خَلْقِ الْحِيتَانِ وَالْفِيَلَةِ.
وَوَأَى عَلَى نَفْسِهِ أَنْ لَّا
يَضْطَرِبَ شَبَحٌ مِمَّا أَوْلَجَ
فِيهِ الرُّوحَ إِلَّا وَجَعَلَ
الْحِمَامَ مَوْعِدَهُ. وَالْفَنَاءَ

گرمیوں کے سورج نے پرورش کیا ہو، وہ کبھی اپنے پر و بال سے برہنہ اور اپنے رنگین لباس سے عریاں ہو جاتا ہے اُس کے بال و پر لگاتار جھڑتے ہیں اور پھر پے در پے اُگنے لگتے ہیں۔ وہ اس کے بازوؤں سے اس طرح جھڑتے ہیں جس طرح ٹہنیوں سے پتے۔ یہاں تک کہ جھڑنے سے پہلے جو شکل و صورت تھی اُسی کی طرف پلٹ آتا ہے اور اپنے پہلے رنگوں سے سر مو اِدھر سے اُدھر نہیں ہوتا اور نہ کوئی رنگ اپنی جگہ چھوڑ کر دوسری جگہ اختیار کرتا ہے۔ جب اس کے پروں کے ریشوں میں سے کسی ریشے کو تم غور سے دیکھو گے تو وہ تمھیں کبھی گلاب کے پھولوں جیسی سُرخی اور کبھی زمرد جیسی سبزی اور کبھی سونے جیسی زردی کی (جھلکیاں) دکھائے گا (غور تو کرو کہ) ایک ایسی مخلوق کی صفتوں تک فکروں کی گہرائیاں کیوں کر پہنچ سکتی ہیں یا عقلوں کی طبع آزمائیاں کس طرح وہاں تک رسائی پا سکتی ہیں۔ یا بیان کرنے والوں کے کلمات کیوں کر اس کے وصفوں کو ترتیب دے سکتے ہیں کہ جس کے چھوٹے سے چھوٹے جُز نے واہموں کو سمجھنے سے عاجز اور زبانوں کو بیان کرنے سے درماندہ کر دیا ہو، تو پاک ہے وہ ذات کہ جس نے ایک ایسی مخلوق کی حالت بیان کرنے سے بھی عقلوں کو مغلوب کر رکھا ہے کہ جسے آنکھوں کے سامنے نمایاں کر دیا تھا اور ان آنکھوں نے اس کو ایک حد میں گھرا ہوا اور (اجزاء) سے مرکب اور (مختلف رنگوں سے) رنگین صورت میں دیکھ بھی لیا اور جس نے زبانوں کو اس (مخلوق) کے وصفوں کا خلاصہ کرنے سے عاجز اور اس کی صفتوں کے

غایته۔

(منها فی صفة الجنة)

فلو رمیت ببصر قلبک نحو ما یوصف لک منها لعزفت نفسک عن بدائع ما أخرج إلی الدنیا من شهواتها و لذاتها و زخارف مناظرها و لذهلت بالفکر فی اصطفاق أشجار غیبت عروقها فی کثبان المسک علی سواحل أنهارها، و فی تعلیق کبائس اللؤلؤ الرطب فی عسالیجها و أفنانها و طلوع تلک الثمار مختلفة فی غلف أکمامها۔ تجنی من غیر تکلف فتأتی علی منیة مجتنیها و یطاف علی نزالها فی أفنیة قصورها بالأعسال المصفقة و الخمور المروقة۔ قوم لم تزل الکرامة تتمادی بهم حتی حلوا دار القرار، و أمنوا نقلة الأسفار۔ فلو شغلت قلبک أیها المستمع بالوصول إلی ما یهجم

بیان کرنے سے درماندہ کر دیا ہے۔ اور پاک ہے وہ خدا کہ جس نے چیونٹی اور مچھر سے لے کر ان سے بڑی مخلوق مچھلیوں اور ہاتھیوں تک کے پیروں کو مضبوط و مستحکم کیا ہے اور اپنی ذات پر لازم کر لیا ہے کہ کوئی پیکر کہ جس میں اس نے روح داخل کی ہے جنبش نہیں کھائے گا۔ مگر یہ کہ موت کو اس کی وعدہ گاہ اور فنا کو اس کی حد آخر قرار دے گا

اس خطبہ کا یہ حصہ جنت کے بیان میں ہے۔ اگر تم دیدۂ دل سے جنت کی ان کیفیتوں پر نظر کرو جو تم سے بیان کی جاتی ہیں تو تمہارا نفس دنیا میں پیش کی ہوئی عمدہ سے عمدہ خواہشوں اور لذتوں اور اس کے مناظر کی زیبائشوں سے نفرت کرنے لگے گا اور وہ ان درختوں کے پتوں کے کھڑکھڑانے کی آوازوں میں کہ جن کی جڑیں جنت کی نہروں کے کناروں پر مشک کے ٹیلوں میں ڈوبی ہوئی ہیں کھو جائے گا اور ان کی بڑی اور چھوٹی ٹہنیوں میں تر و تازہ موتیوں کے گچھوں کے لٹکنے اور سبز پتیوں کے غلافوں میں مختلف قسم کے پھلوں کے نکلنے کے (نظارہ) میں محو ہو جائے گا۔ ایسے پھل کہ جو بغیر کسی زحمت کے چنے سکتے ہیں اور چننے والے کی خواہش کے مطابق آگے بڑھ آتے ہیں۔ وہاں کے بلند ایوانوں کے صحنوں میں اترنے والے مہمانوں کے گرد پاک و صاف شہد اور صاف ستھری شراب (کے جام) گردش میں لائے جائیں گے وہ ایسے لوگ ہیں کہ اللہ کی بخشش و عنایت ہمیشہ ان کے حال رہی۔ یہاں تک کہ وہ اپنی جائے قیام میں اتر پڑے اور سفروں کی نقل و حرکت سے آسودہ ہو گئے۔ اے سننے والے اگر تو ان دلکش مناظر تک پہنچنے کے لیے اپنے نفس کو متوجہ

عَلَيْكَ مِنْ تِلْكَ الْمَنَاظِرِ
الْمُونِقَةِ لَزَهَقَتْ نَفْسُكَ
شَوْقاً إِلَيْهَا، وَلَتَحَمَّلْتَ
مِنْ مَجْلِسِي هٰذَا إِلَى مُجَاوَرَةِ
أَهْلِ الْقُبُورِ اسْتِعْجَالاً
بِهَا جَعَلَنَا اللّٰهُ وَإِيَّاكُمْ
مِمَّنْ يَسْعىٰ بِقَلْبِهِ إِلَىٰ مَنَازِلِ
الْأَبْرَارِ بِرَحْمَتِهِ.

(تَفْسِيرُ بَعْضِ مَا فِي هٰذِهِ
الْخُطْبَةِ مِنَ الْغَرِيبِ: قَوْلُهُ عَلَيْهِ
السَّلَامُ وَيَؤُرُّ بِمَلَاقِحَةِ الْأَرُّ
كِنَايَةٌ عَنِ النِّكَاحِ. يُقَالُ أَرَّ
الْمَرْأَةَ يَؤُرُّهَا أَيْ نَكَحَهَا،
وَقَوْلُهُ كَأَنَّهُ قِلْعُ دَارِيٍّ عَنَجَهُ
نُوتِيُّهُ: الْقِلْعُ شِرَاعُ السَّفِينَةِ
وَدَارِيٌّ: مَنْسُوبٌ إِلَى دَارِينَ
وَهِيَ بَلْدَةٌ عَلَى الْبَحْرِ يُجْلَبُ
مِنْهَا الطِّيبُ. وَعَنَجَهُ أَيْ
عَطَفَهُ. يُقَالُ عَنَجْتُ النَّاقَةَ
كَنَصَرْتُ أَعْنُجُهَا عَنْجاً إِذَا
عَطَفْتَهَا. وَالنُّوتِيُّ الْمَلَّاحُ. وَ
قَوْلُهُ ضَفَّتَيْ جُفُونِهِ، أَرَادَ
جَانِبَيْ جُفُونِهِ. وَالضَّفَّتَانِ
الْجَانِبَانِ. وَقَوْلُهُ وَفِلَذُ
الزَّبَرْجَدِ، الْفِلَذُ جَمْعُ

کرے جو تیری طرف ایک دم آنے والے ہیں تو اس کے اشتیاق میں تیری جان ہی نکل جائے گی اور اسے جلد سے جلد پا لینے کے لیے میری اس مجلس سے اُٹھ کر قبروں میں رہنے والوں کی ہمسائیگی اختیار کرنے کے لیے آمادہ ہو جائے گا۔ اللہ سبحانہ، اپنی رحمت سے ہمیں اور تمھیں ان لوگوں میں سے قرار دے کہ جو نیک بندوں کی منزل تک پہنچنے کی (سرتوڑ) کوشش کرتے ہیں۔

سیّد رضی اس خطبہ کے بعض مشکل الفاظ کی توضیح و تشریح کے سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ آپ کے ارشاد و یؤر بملاقحۃ میں لفظ ارّ سے مباشرت کی طرف کنایہ ہے۔ یوں کہا جاتا ہے کہ ار المرأۃ یورھا یعنی اُس نے عورت سے مباشرت کی اور آپ کے اس ارشاد کانہ قلع داری عنجہ نوتیہ میں قلع کے معنی کشتی کے بادبان کے ہیں اور لفظ داری، دارین کی طرف منسوب ہے اور دارین سمندر کے کنارے ایک شہر کا نام ہے کہ جہاں سے خوشبودار چیزیں لائی جاتی اور عنجا کے معنی ہیں اس کو موڑا اور استعمال یوں ہوتا ہے۔ عنجت الناقۃ۔ (عنجت بروزن نصرت) یعنی میں نے اُونٹنی کے رُخ کو موڑا اور اعنجہا عنجا اس وقت کہو گے کہ جب تم اس کے رُخ کو موڑو گے اور نوتی کے معنی ملاّح کے ہیں اور آپ کے ارشاد ضفتی جفونہ سے مُراد مور کی پلکوں کے دونوں کنارے ہیں اور یوں ضفتان کے معنی دو کناروں کے ہوتے ہیں اور آپ کے قول فلذ الزبرجد میں فلذ فلذۃ کی

فِلْذَةٍ، وَهِيَ الْقِطْعَةُ وَقَوْلُهُ كَبَائِسِ اللُّؤْلُؤِ الرَّطْبِ الْكِبَاسَةُ: الْعِذْقُ وَالْعَسَالِيجُ الْغُصُونُ، وَاحِدُهَا عُسْلُوجٌ،

جمع ہے جس کے معنی ٹکڑے کے ہیں اور آپ کے قول کبائس اللؤلؤ الرطب میں کبائس کباسہ کی جمع ہے جس کے معنی کھجور کے خوشے کے ہیں اور عسالیج عسلوج کی جمع ہے جس کے معنی ٹہنی کے ہیں۔

۱؎ مور ایک خوبصورت دلکش اور انتہائی چوکنا رہنے والا پرندہ ہے جو برما، جاوا، ہند و پاکستان اور مشرقی ایشیا کے ممالک میں پایا جاتا ہے۔ اس کے پروں کی رنگینی دُم کا پھیلاؤ اور رقص انتہائی جاذبِ نظر ہوتا ہے۔ جب یہ اپنی دُم کو جو ۵۵ انچ سے ۷۲ انچ تک لمبی ہوتی ہے پھیلا کر چکر کاٹتا ہے تو نظروں میں مختلف رنگوں کی دُنیا آباد ہو جاتی ہے جس طرح خزاں میں درختوں کے پتے جھڑتے اور بہاریں اُگتے ہیں۔ اسی طرح اس کے پَر خزاں میں جھڑ جاتے ہیں۔ اور بہار میں دوبارہ اُگ آتے ہیں۔ بہار کا موسم اس کے حُسن کے نکھار کا زمانہ ہوتا ہے۔ اسی موسم میں جوڑ کھاتا ہے مورنی تین سال کی عمر سے انڈے دینے لگتی ہے اور اس کی اوسط عمر پینتیس برس ہوتی ہے۔ ایک سال میں کم و بیش بارہ انڈے دیتی اور ایک مہینہ تک انھیں سیتی ہے۔ مور اکثر ان انڈوں کو توڑ دیتا ہے اس لیے اس کے انڈے مرغی کے نیچے بھی بٹھا دیئے جاتے ہیں۔ مگر مرغی کے سینے سے بچوں کی خوبصورتی اور جسمانی ہیئت میں فرق آجاتا ہے۔ مور اپنی دلکشی و خوبصورتی کے باوجود منحوس تصور ہوتا ہے اور گھروں میں رکھنا بُرا سمجھا جاتا ہے۔

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ — خطبہ ۱۶۴

لِيَتَأَسَّ صَغِيرُكُمْ بِكَبِيرِكُمْ وَلْيَرْأَفْ كَبِيرُكُمْ بِصَغِيرِكُمْ۔ وَلَا تَكُونُوا كَجُفَاةِ الْجَاهِلِيَّةِ لَا فِي الدِّينِ يَتَفَقَّهُونَ۔ وَلَا عَنِ اللّٰهِ يَعْقِلُونَ، كَقَيْضِ بَيْضٍ فِي أَدَاحٍ يَكُونُ كَسْرُهَا وِزْراً، وَيُخْرِجُ حِضَانُهَا شَرّاً۔

تمھارے چھوٹوں کو چاہیئے کہ وہ اپنے بڑوں کی پیروی کریں اور بڑوں کو چاہیئے کہ وہ چھوٹوں سے شفقت و مہربانی سے پیش آئیں۔ زمانۂ جاہلیت کے ان اُجڈ آدمیوں کے مانند نہ ہو جاؤ کہ جو نہ دین میں فہم و بصیرت سے اور نہ اللہ کے بارے میں عقل و فہم سے کام لیتے تھے۔ وہ ۱؎ ان انڈوں کے چھلکوں کی طرح ہیں جو شتر مرغوں کے انڈے دینے کی جگہ پر رکھے ہوں جن کا توڑنا گناہ معلوم ہوتا ہے۔ مگر انھیں سینے کے لیے چھوڑ دینا ایذا رساں بچوں کے نکالنے کا سبب ہوتا ہے۔

(مِنْهَا) افْتَرَقُوا بَعْدَ أُلْفَتِهِمْ،
وَتَشَتَّتُوا عَنْ أَصْلِهِمْ. فَمِنْهُمْ
آخِذٌ بِغُصْنٍ أَيْنَمَا مَالَ مَالَ
مَعَهُ. عَلَى أَنَّ اللهَ تَعَالَى سَيَجْمَعُهُمْ
لِشَرِّ يَوْمٍ لِبَنِي أُمَيَّةَ كَمَا تَجْتَمِعُ
قَزَعُ الْخَرِيفِ يُؤَلِّفُ اللهُ
بَيْنَهُمْ، ثُمَّ يَجْعَلُهُمْ رُكَاماً
كَرُكَامِ السَّحَابِ. ثُمَّ يَفْتَحُ اللهُ
لَهُمْ أَبْوَاباً يَسِيلُونَ مِنْ مُسْتَثَارِهِمْ
كَسَيْلِ الْجَنَّتَيْنِ، حَيْثُ لَمْ تَسْلَمْ
عَلَيْهِ قَارَةٌ، وَلَمْ تَثْبُتْ عَلَيْهِ
أَكَمَةٌ، وَلَمْ يَرُدَّ سَنَنَهُ رَصُّ طَوْدٍ
وَلَا حِدَابُ أَرْضٍ. يُزَعْزِعُهُمُ
اللهُ فِي بُطُونِ أَوْدِيَتِهِ، ثُمَّ
يَسْلُكُهُمْ يَنَابِيعَ فِي الْأَرْضِ
يَأْخُذُ بِهِمْ مِنْ قَوْمٍ حُقُوقَ قَوْمٍ،
وَيُمَكِّنُ لِقَوْمٍ فِي دِيَارِ قَوْمٍ. وَ
ايْمُ اللهِ لَيَذُوبَنَّ مَا فِي أَيْدِيهِمْ
بَعْدَ الْعُلُوِّ وَالتَّمْكِينِ كَمَا تَذُوبُ
الْأَلْيَةُ عَلَى النَّارِ.

أَيُّهَا النَّاسُ لَوْ لَمْ تَتَخَاذَلُوا
عَنْ نَصْرِ الْحَقِّ، وَلَمْ تَهِنُوا عَنْ
تَوْهِينِ الْبَاطِلِ. لَمْ يَطْمَعْ فِيكُمْ
مَنْ لَيْسَ مِثْلَكُمْ وَلَمْ يَقْوَ مَنْ
قَوِيَ عَلَيْكُمْ لَكِنَّكُمْ تِهْتُمْ

اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے: وہ الفت و یکجائی کے بعد الگ الگ اور اپنے مرکز سے منتشر ہو گئے ہوں گے۔ البتہ ان میں سے کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو ایک شاخ کو پکڑے رہیں گے کہ جدھر یہ جھکے اُدھر وہ جھکیں گے یہاں تک کہ اللہ جلد ہی اس دن کے لیے کہ جو بنی اُمیّہ کے لیے بدترین دن ہو گا۔ انھیں اس طرح جمع کرے گا جس طرح خریف کے موسم میں بادل کے ٹکڑے جمع ہو جاتے ہیں اللہ ان کے درمیان محبت و دوستی پیدا کرے گا۔ اور پھر ان کا تہہ بہ تہہ جمے ہوئے ابر کی طرح ایک مضبوط جتھا بنا دے گا۔ اور اُن کے لیے دروازوں کو کھول دے گا کہ وہ اپنے اُبھرنے کے مقام سے شہر سبا کے دو باغوں کے اس سیلاب کی طرح بہ نکلیں گے جس سے نہ کوئی چٹان محفوظ رہی تھی اور نہ کوئی ٹیلہ اس کے سامنے ٹک سکا تھا اور نہ پہاڑ کی مضبوطی اور نہ زمین کی اُونچائی اس کا دھارا موڑ سکی تھی۔ اللہ سبحانہ، انھیں گھاٹیوں کے نشیبوں میں متفرق کر دے گا۔ پھر انھیں چشموں (کے بہاؤ) کی طرح زمین میں پھیلا دے گا، اور ان کے ذریعہ سے کچھ لوگوں کے حقوق کچھ لوگوں سے لے گا۔ اور ایک قوم کو دوسری قوم کے شہروں پر متمکن کر دے گا۔ خدا کی قسم اُن کی سربلندی و اقتدار کے بعد جو کچھ بھی ان کے ہاتھوں میں ہو گا۔ اس طرح پگھل جائے گا۔ جس طرح آگ پر چربی۔ اے لوگو! اگر تم حق کی نصرت و امداد سے پہلو نہ بچاتے اور باطل کو کمزور کرنے سے کمزوری نہ دکھاتے تو جو تمہارا ہم پایہ نہ تھا، وہ تم پہ دانت نہ رکھتا اور جس نے تم پہ قابو پا لیا وہ تم پر قابو نہ پاتا۔ لیکن تم تو

مَتَاهَ بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ وَلَعَمْرِیْ لَیُضَعَّفَنَّ لَکُمُ التِّیْهُ مِنْ بَعْدِیْ اَضْعَافاً بِمَا خَلَّفْتُمُ الْحَقَّ وَرَآءَ ظُهُوْرِکُمْ، وَقَطَعْتُمُ الْاَدْنٰی وَوَصَلْتُمُ الْاَبْعَدَ۔ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّکُمْ اِنِ اتَّبَعْتُمُ الدَّاعِیَ لَکُمْ سَلَکَ بِکُمْ مِنْهَاجَ الرَّسُوْلِ، وَکُفِیْتُمْ مَؤُوْنَةَ الْاِعْتِسَافِ، وَنَبَذْتُمُ الثِّقْلَ الْفَادِحَ عَنِ الْاَعْنَاقِ۔

بنی اسرائیل کی طرح صحرائے تیہ میں بھٹک گئے اور اپنی جان کی قسم میرے بعد تمھاری سرگردانی و پریشانی کئی گنا بڑھ جائے گی۔ کیونکہ تم نے حق کو پس پشت ڈال دیا ہے اور قریبیوں سے قطع تعلق کر لیا اور دور والوں سے رشتہ جوڑ لیا ہے۔ یقین رکھو کہ اگر تم دعوت دینے والے کی پیروی کرتے تو وہ تمھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے راستہ پہ لے چلتا اور تم بے راہ روی کی زحمتوں سے بچ جاتے اور اپنی گردنوں سے بھاری بوجھ اُتار پھینکتے۔

لہ مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں کے ظاہری اسلام کا تقاضا تو یہ ہے کہ ان پر تشدد نہ کیا جائے۔ مگر اس طرح انھیں چھوڑ دینے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ شر و مفاسد پھیلاتے ہیں۔

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ خطبہ ۱۶۵

(فِیْ اَوَّلِ خِلَافَتِهٖ)

اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی اَنْزَلَ کِتَاباً هَادِیاً بَیَّنَ فِیْهِ الْخَیْرَ وَالشَّرَّ۔ فَخُذُوْا نَهْجَ الْخَیْرِ تَهْتَدُوْا، وَاصْدِفُوْا عَنْ سَمْتِ الشَّرِّ تَقْصِدُوْا الْفَرَآئِضَ الْفَرَآئِضَ، اَدُّوْهَا اِلَی اللّٰهِ تُؤَدِّکُمْ اِلَی الْجَنَّةِ، اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ حَرَاماً غَیْرَ مَجْهُوْلٍ، وَاَحَلَّ حَلَالاً غَیْرَ مَدْخُوْلٍ، وَفَضَّلَ حُرْمَةَ الْمُسْلِمِ عَلَی الْحُرَمِ کُلِّهَا، وَشَدَّ بِالْاِخْلَاصِ

اللہ تعالیٰ نے ایسی ہدایت کرنے والی کتاب نازل فرمائی ہے کہ جس میں اچھائیوں اور برائیوں کو (کھول کر) بیان کیا ہے۔ تم بھلائی کا راستہ اختیار کرو تاکہ ہدایت پا سکو اور برائی کی جانب سے رُخ موڑ لو تاکہ سیدھی راہ پر چل سکو، فرائض کو پیش نظر رکھو اور انھیں اللہ کے لیے بجا لاؤ۔ تاکہ یہ تمھیں جنت تک پہنچائیں۔ اللہ سبحانہٗ نے ان چیزوں کو حرام کیا ہے۔ جو انجانی نہیں ہیں اور اُن چیزوں کو حلال کیا ہے جن میں کوئی عیب و نقص نہیں پایا جاتا۔ اُس نے مسلمانوں کی عزت و حرمت کو تمام حرمتوں پر فضیلت دی ہے اور مسلمانوں کے حقوق کو ان کے موقع و محل پر اخلاص و توحید کے دامن سے

وَالتَّوْحِيدِ حُقُوقَ الْمُسْلِمِينَ
فِي مَعَاقِدِهَا۔ فَالْمُسْلِمُ مَنْ
سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ
وَيَدِهِ إِلَّا بِالْحَقِّ۔ وَلَا يَحِلُّ أَذَى
الْمُسْلِمِ إِلَّا بِمَا يَجِبُ بَادِرُوا
أَمْرَ الْعَامَّةِ وَخَاصَّةَ أَحَدِكُمْ
وَهُوَ الْمَوْتُ فَإِنَّ النَّاسَ أَمَامَكُمْ
وَإِنَّ السَّاعَةَ تَحْدُوكُمْ مِنْ
خَلْفِكُمْ۔ تَخَفَّفُوا تَلْحَقُوا
فَإِنَّمَا يُنْتَظَرُ بِأَوَّلِكُمْ،
آخِرُكُمْ۔ اتَّقُوا اللَّهَ فِي عِبَادِهِ
وَبِلَادِهِ فَإِنَّكُمْ مَسْئُولُونَ
حَتَّى عَنِ الْبِقَاعِ وَالْبَهَائِمِ أَطِيعُوا
اللَّهَ وَلَا تَعْصُوهُ، وَإِذَا رَأَيْتُمُ
الْخَيْرَ فَخُذُوا بِهِ، وَإِذَا رَأَيْتُمُ
الشَّرَّ فَأَعْرِضُوا عَنْهُ۔

باندھ دیا ہے۔ چنانچہ مسلمان وہی ہے کہ جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان بچے رہیں۔ مگر یہ کہ کسی حق کی بنا پر اُن پر ہاتھ ڈالا جائے اور ان کو ایذا پہنچانا جائز نہیں، مگر جہاں واجب ہو جائے، اُس چیز کی طرف بڑھو کہ جو ہمہ گیر اور تم میں سے ہر ایک کے لیے مخصوص ہے اور وہ موت ہے۔ چونکہ (گزر جانے والے) لوگ تمھارے سامنے ہیں اور (موت کی) گھڑی تمھیں پیچھے سے آگے کی طرف ہنکائے لیے جا رہی ہے ہلکے پھلکے رہو، تاکہ آگے بڑھ جانے والوں کو پا سکو۔ تمھارے اگلوں کو پچھلوں کا انتظار کرایا جا رہا ہے۔ اللہ سے اُس کے بندوں اور اُس کے شہروں کے بارے میں ڈرتے رہو۔ اس لیے کہ تم سے (ہر چیز کے متعلق) سوال کیا جائے گا۔ یہاں تک کہ زمینوں اور چوپاؤں کے متعلق بھی اللہ کی اطاعت کرو، اس سے سرتابی نہ کرو۔ جب بھلائی کو دیکھو تو اُسے حاصل کرو، اور جب برائی کو دیکھو تو اُس سے منہ پھیر لو۔

خطبہ ۱۶۶

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
بَعْدَ مَا بُويِعَ بِالْخِلَافَةِ، وَ
قَدْ قَالَ لَهُ قَوْمٌ مِنَ الصَّحَابَةِ
لَوْ عَاقَبْتَ قَوْمًا مِمَّنْ أَجْلَبَ عَلَى
عُثْمَانَ؟ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:
يَا إِخْوَتَاهُ إِنِّي لَسْتُ أَجْهَلُ
مَا تَعْلَمُونَ، وَلَكِنْ كَيْفَ لِي
بِقُوَّةٍ وَالْقَوْمُ الْمُجْلِبُونَ عَلَى

آپ کی بیعت ہو چکنے کے بعد صحابہ کی ایک جماعت نے آپ سے کہا کہ بہتر ہے کہ آپ اُن لوگوں کو جنھوں نے عثمان پر فوج کشی کی تھی۔ سزا دیں تو حضرت نے ارشاد فرمایا کہ

اے بھائیو! جو تم جانتے ہو میں اُس سے بے خبر نہیں ہوں۔ لیکن میرے پاس (اس کی) قوت و طاقت کہاں ہے جبکہ فوج کشی کرنے والے اپنے انتہائی زوروں پر

حَتّٰی شَوْکَتُهُمْ یَمْلِکُوْنَنَا وَلَا نَمْلِکُهُمْ۔ وَهَا هُمْ هٰؤُلَآءِ قَدْ ثَارَتْ مَعَهُمْ عِبْدَانُکُمْ وَالْتَفَّتْ اِلَیْهِمْ اَعْرَابُکُمْ، وَهُمْ خِلَالَکُمْ یَسُوْمُوْنَکُمْ مَا شَآءُوْا وَهَلْ تَرَوْنَ مَوْضِعًا لِقُدْرَةٍ عَلٰی شَیْءٍ تُرِیْدُوْنَهٗ اِنَّ هٰذَا الْاَمْرَ اَمْرُ جَاهِلِیَّةٍ وَاِنَّ لِهٰؤُلَآءِ الْقَوْمِ مَادَّةً۔ اِنَّ النَّاسَ مِنْ هٰذَا الْاَمْرِ۔ اِذَا حُرِّکَ۔ عَلٰٓی اُمُوْرٍ۔ فِرْقَةٌ تَرٰی مَا تَرَوْنَ، وَفِرْقَةٌ تَرٰی مَا لَا تَرَوْنَ، وَفِرْقَةٌ لَّا تَرٰی هٰذَا وَلَا ذَاکَ فَاصْبِرُوْا حَتّٰی یَهْدَأَ النَّاسُ، وَتَقَعَ الْقُلُوْبُ مَوَاقِعَهَا، وَتُؤْخَذَ الْحُقُوْقُ مُسْمَحَةً فَاهْدَءُوْا عَنِّیْ، وَانْظُرُوْا مَاذَا یَاْتِیْکُمْ بِهٖ اَمْرِیْ۔ وَلَا تَفْعَلُوْا فَعْلَةً تُضَعْضِعُ قُوَّةً، وَتُسْقِطُ مُنَّةً، وَتُوْرِثُ وَهْنًا وَذِلَّةً۔ وَسَاُمْسِکُ الْاَمْرَ مَا اسْتَمْسَکَ وَاِذَا لَمْ اَجِدْ بُدًّا فَاٰخِرُ الدَّوَآءِ الْکَیُّ۔

ہیں وہ (اس وقت ہم پر مسلط ہیں ہم ان پر مسلط نہیں اور عالم یہ ہے کہ تمہارے غلام بھی ان کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے ہیں اور صحرائی عرب بھی ان سے مل جل گئے ہیں اور اس وقت بھی وہ تمہارے درمیان اس حالت میں ہیں کہ جیسا چاہیں تمھیں گزند پہنچا سکتے ہیں۔ کیا تم جو چاہتے ہو اس پر قابو پانے کی کوئی صورت تمھیں نظر آتی ہے؟ بلاشبہ یہ جہالت و نادانی کا مطالبہ ہے ان لوگوں کی پشت پر مدد کا ایک ذخیرہ ہے۔ جب یہ قصہ چھڑے گا تو اس معاملہ میں لوگوں کے مختلف خیالات ہوں گے۔ کچھ لوگوں کی رائے تو وہی ہوگی جو تمھاری ہے اور کچھ لوگوں کی رائے تمھاری رائے کے خلاف ہوگی اور کچھ لوگوں کی رائے نہ اِدھر ہوگی نہ اُدھر۔ اتنا صبر کرو کہ لوگ سکون سے بیٹھ لیں اور دل اپنی جگہ پر ٹھہر جائیں اور آسانی سے حقوق حاصل کیے جا سکیں، تم میری طرف سے مطمئن رہو اور دیکھتے رہو کہ میرا فرمان تم تک کیا آتا ہے۔ کوئی ایسی حرکت نہ کرو، جو طاقت کو متزلزل اور قوت کو پامال کر دے اور کمزوری و ذلت کا باعث بن جائے۔ میں اس جنگ کو جہاں تک رُک سکے گی، روکوں گا۔ اور جب کوئی چارہ نہ پاؤں گا تو پھر آخری علاج داغنا تو ہے ہی۔

خطبہ ۱۶۷

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ عِنْدَ مَسِیْرِ اَصْحَابِ الْجَمَلِ اِلَی الْبَصْرَةِ:

جب جمل والوں نے بصرہ کا رُخ کیا، تو آپ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ بَعَثَ رَسُوْلًا هَادِیًا

بیشک اللہ نے اپنے رسول کو ہادی بنا کر بولنے

بِكِتَابٍ نَاطِقٍ وَ أَمْرٍ قَائِمٍ - لَا يَهْلِكُ عَنْهُ إِلَّا هَالِكٌ - وَ إِنَّ الْمُبْتَدَعَاتِ الْمُشَبَّهَاتِ هُنَّ الْمُهْلِكَاتُ إِلَّا مَا حَفِظَ اللّٰهُ مِنْهَا وَ إِنَّ فِي سُلْطَانِ اللّٰهِ عِصْمَةً لِأَمْرِكُمْ فَأَعْطُوهُ طَاعَتَكُمْ غَيْرَ مُلَوَّمَةٍ وَ لَا مُسْتَكْرَهٍ بِهَا وَ اللّٰهِ لَتَفْعَلُنَّ أَوْ لَيَنْقُلَنَّ اللّٰهُ عَنْكُمْ سُلْطَانَ الْإِسْلَامِ، ثُمَّ لَا يَنْقُلُهُ إِلَيْكُمْ أَبَداً حَتَّى يَأْرِزَ الْأَمْرُ إِلَى غَيْرِكُمْ -

إِنَّ هَؤُلَاءِ قَدْ تَمَالَئُوا عَلَى سَخْطَةِ إِمَارَتِي، وَ سَأَصْبِرُ مَا لَمْ أَخَفْ عَلَى جَمَاعَتِكُمْ - فَإِنَّهُمْ إِنْ تَمَّمُوا عَلَى فَيَالَةِ هَذَا الرَّأْيِ انْقَطَعَ نِظَامُ الْمُسْلِمِينَ، وَ إِنَّمَا طَلَبُوا هَذِهِ الدُّنْيَا حَسَداً لِمَنْ أَفَاءَهَا اللّٰهُ عَلَيْهِ فَأَرَادُوا رَدَّ الْأُمُورِ عَلَى أَدْبَارِهَا - وَ لَكُمْ عَلَيْنَا الْعَمَلُ بِكِتَابِ اللّٰهِ تَعَالَى وَ سِيرَةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ سَلَّمَ وَ الْقِيَامُ بِحَقِّهِ وَ النَّعْشُ لِسُنَّتِهِ -

والی کتاب اور برقرار رہنے والی شریعت کے ساتھ بھیجا جسے تباہ و برباد ہونا ہے وہی اس کی مخالفت سے تباہ ہوگا۔ اور (حق سے) مشابہ ہو جانے والی بدعتیں ہی تباہ کیا کرتی ہیں۔ مگر وہ کہ جن میں (مبتلا ہونے) سے اللہ بچائے رکھے۔ بلاشبہ حجّت خدا کی (اطاعت میں) تمھارے لیے سامانِ حفاظت ہے۔ لہٰذا تم اس کی ایسی اطاعت کرو کہ جو نہ لائق سرزنش ہو، اور نہ بد دلی سے بجا لائی گئی ہو۔ خدا کی قسم یا تو تمھیں (یہ اطاعت) کرنا ہوگی یا اللہ اسلامی اقتدار تم سے منتقل کر دے گا اور پھر کبھی تمھاری طرف نہیں پلٹائے گا۔ یہاں تک کہ یہ اقتدار دُوسروں کی طرف رُخ موڑ لے گا۔

یہ لوگ جہاں تک میری خلافت سے ناراضامندی کا تعلق ہے آپس میں متفق ہو چکے ہیں اور مجھے بھی جب تک تمھاری پراگندگی کا اندیشہ نہ ہوگا صبر کیے رہوں گا، اگر وُہ اپنی رائے کی کمزوری کے باوجود اس میں کامیاب ہو گئے تو مُسلمانوں کا (رشتہ) نظم و نسق ٹوٹ جائے گا۔ یہ اس شخص پر جسے اللہ نے امارت و خلافت دی ہے۔ حسد کرتے ہوئے۔ اِس دُنیا کے طلب گار بن گئے ہیں۔ اور یہ چاہتے ہیں کہ تمام امُور (شریعت) کو پلٹا کر (دورِ جاہلیت) کی طرف لے جائیں۔ (اگر تم ثابت قدم رہے تو) تمھارا ہم پر یہ حق ہوگا کہ ہم تمھارے امُور کے تصفیہ کے لیے (کتابِ) خدا اور سیرت پیغمبر پر عمل پیرا ہوں اور اُن کے حق کو برپا اور اُن کی سُنّت کو بلند کریں۔

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ خطبہ ۱۶۸

كَلَّمَ بِهِ بَعْضَ الْعَرَبِ وَقَدْ أَرْسَلَهُ قَوْمٌ مِنْ أَهْلِ الْبَصْرَةِ لَمَّا قَرُبَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنْهَا لِيَعْلَمَ لَهُمْ مِنْهُ حَقِيقَةَ حَالِهِ مَعَ أَصْحَابِ الْجَمَلِ لِتَزُولَ الشُّبْهَةُ مِنْ نُفُوسِهِمْ فَبَيَّنَ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنْ أَمْرِهِ مَعَهُمْ مَا عَلِمَ بِهِ أَنَّهُ عَلَى الْحَقِّ، ثُمَّ قَالَ لَهُ بَايِعْ، فَقَالَ إِنِّي رَسُولُ قَوْمٍ وَلَا أُحْدِثُ حَدَثًا حَتَّى أَرْجِعَ إِلَيْهِمْ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: أَرَأَيْتَ لَوْ أَنَّ الَّذِينَ وَرَاءَكَ بَعَثُوكَ رَائِدًا تَبْتَغِي لَهُمْ مَسَاقِطَ الْغَيْثِ فَرَجَعْتَ إِلَيْهِمْ وَأَخْبَرْتَهُمْ عَنِ الْكَلَإِ وَالْمَاءِ فَخَالَفُوا إِلَى الْمَعَاطِشِ وَالْمَجَادِبِ مَا كُنْتَ صَانِعًا؟ قَالَ كُنْتُ تَارِكَهُمْ وَمُخَالِفَهُمْ إِلَى الْكَلَإِ وَالْمَاءِ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَامْدُدْ إِذًا يَدَكَ - فَقَالَ الرَّجُلُ فَوَاللهِ مَا اسْتَطَعْتُ أَنْ أَمْتَنِعَ عِنْدَ قِيَامِ الْحُجَّةِ عَلَيَّ، فَبَايَعْتُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ - وَالرَّجُلُ يُعْرَفُ بِكُلَيْبٍ الْجَرْمِيِّ -

جب امیرالمومنینؑ بصرہ کے قریب پہنچے تو وہاں کی ایک جماعت نے ایک شخص کو اس مقصد سے آپ کی خدمت میں بھیجا کہ وہ ان کے لیے اہل جمل کے متعلق حضرتؑ کے موقف کو دریافت کرے تاکہ اُن کے دلوں سے شکوک مٹ جائیں چنانچہ حضرتؑ نے اُس کے سامنے جمل والوں کے ساتھ اپنے رویہ کی وضاحت فرمائی جس سے اُسے معلوم ہو گیا کہ حضرت حق پر ہیں تو آپ نے اُس سے فرمایا کہ (جب حق تم پر واضح ہو گیا ہے تو اب) بیعت کرو۔ اُس نے کہا کہ میں ایک قوم کا قاصد ہوں اور جب تک ان کے پاس پلٹ کر نہ جاؤں کوئی نیا قدم نہیں اٹھا سکتا تو حضرتؑ نے فرمایا کہ (دیکھو) اگر وہی لوگ جو تمھارے پیچھے ہیں اس مقصد سے تمھیں کہیں پیشرو بنا کر بھیجیں کہ تم ان کے لیے ایسی جگہ تلاش کرو، جہاں بارش ہوئی ہو اور تم (تلاش کے بعد) اُن کے پاس پلٹ کر جاؤ، اور انھیں خبر دو کہ سبزہ بھی ہے اور پانی بھی ہے اور وہ تمھاری مخالفت کرتے ہوئے خشک اور ویران جگہ کا رخ کریں تو تم اس موقعہ پر کیا کرو گے۔ اس نے کہا کہ میں اُس کا ساتھ چھوڑ دوں گا اور اُن کی خلاف ورزی کرتے ہوئے گھاس اور پانی کی طرف چل دوں گا، تو حضرتؑ نے فرمایا کہ (جب ایسا ہی کرنا ہے) تو پھر (بیعت کے لیے) ہاتھ بڑھاؤ۔ وہ شخص کہتا ہے کہ خدا کی قسم حجت کے قائم ہو جانے کے بعد میرے بس میں نہ تھا کہ میں بیعت سے انکار کر دیتا چنانچہ میں نے بیعت کر لی۔ (یہ شخص کلیب جرمی کے نام سے موسوم ہے)۔

خطبہ ۱۶۹

وَمِنْ كَلَامٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لَمَّا عَزَمَ عَلٰى لِقَآءِ الْقَوْمِ بِصِفِّيْنَ:

اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ، وَالْجَوِّ الْمَكْفُوْفِ، الَّذِيْ جَعَلْتَهٗ مَغِيْضًا لِّلَّيْلِ وَالنَّهَارِ، وَمَجْرًى لِّلشَّمْسِ وَالْقَمَرِ، وَمُخْتَلَفًا لِّلنُّجُوْمِ السَّيَّارَةِ. وَجَعَلْتَ سُكَّانَهٗ سِبْطًا مِّنْ مَّلَآئِكَتِكَ لَا يَسْاَمُوْنَ مِنْ عِبَادَتِكَ. وَرَبَّ هٰذِهِ الْاَرْضِ الَّتِيْ جَعَلْتَهَا قَرَارًا لِّلْاَنَامِ وَمَدْرَجًا لِّلْهَوَآمِّ وَالْاَنْعَامِ، وَمَا لَا يُحْصٰى مِمَّا يُرٰى وَمِمَّا لَا يُرٰى. وَرَبَّ الْجِبَالِ الرَّوَاسِي الَّتِيْ جَعَلْتَهَا لِلْاَرْضِ اَوْتَادًا، وَلِلْخَلْقِ اعْتِمَادًا، اِنْ اَظْهَرْتَنَا عَلٰى عَدُوِّنَا فَجَنِّبْنَا الْبَغْيَ وَسَدِّدْنَا لِلْحَقِّ، وَاِنْ اَظْهَرْتَهُمْ عَلَيْنَا فَارْزُقْنَا الشَّهَادَةَ. وَاعْصِمْنَا مِنَ الْفِتْنَةِ. اَيْنَ الْمَانِعُ لِلذِّمَارِ وَالْغَآئِرُ عِنْدَ نُزُوْلِ الْحَقَآئِقِ مِنْ اَهْلِ الْحِفَاظِ الْعَارُ وَرَآءَكُمْ وَالْجَنَّةُ اَمَامَكُمْ.

جب صفین میں دشمن سے دو بدو ہوکر لڑنے کا ارادہ کیا تو فرمایا :-

اے اللہ! اے اُس بلند آسمان اور تھمی ہوئی فضا کے پروردگار جسے تُو نے شب و روز کے سر چھپانے چاند اور سُورج کے گردش کرنے اور چلنے پھرنے والے ستاروں کی آمدورفت کی جگہ بنایا ہے اور جس میں بسنے والا فرشتوں کا وہ گروہ بنایا ہے۔ جو تیری عبادت سے اُکتاتا نہیں۔ اے اس زمین کے پروردگار جسے تُو نے اِنسانوں کی قیام گاہ اور حشرات الارض اور چوپاؤں اور لاتعداد دیکھی اور اَن دیکھی مخلوق کے چلنے پھرنے کا مقام قرار دیا ہے۔ اے مضبُوط پہاڑوں کے پروردگار جنھیں تو نے زمین کے لیے میخ اور مخلوقات کے لیے (زندگی کا) سہارا بنایا ہے (اے اللہ) اگر تُو نے ہمیں دُشمنوں پر غلبہ دیا تو ظلم سے ہمارا دامن بچانا اور حق کے سیدھے راستے پر برقرار رکھنا اور اگر دُشمنوں کو ہم پر غلبہ دیا تو ہمیں شہادت نصیب کرنا، اور فریبِ حیات سے بچائے رکھنا۔ کہاں ہیں عزّت و آبرو کے پاسبان؟ اور کہاں ہیں مُصیبتوں کے نازل ہونے کے وقت ننگ و نام کی حفاظت کرنے والے باغیرت (اگر بھاگے تو) ننگ و عار تمھارے عقب میں ہے اور (اگر جمے رہے تو) جنّت تمھارے سامنے ہے۔

خطبہ ۱۷۰

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَا تُوَارِيْ عَنْهُ

تمام حمد اُس اللہ کے لیے ہے جس سے ایک آسمان

سَمَاءٌ سَمَاءً وَلَا أَرْضٌ أَرْضاً.

(وَمِنْهَا) وَقَدْ قَالَ قَائِلٌ: إِنَّكَ عَلَى هٰذَا الْأَمْرِ يَا ابْنَ أَبِي طَالِبٍ لَحَرِيصٌ، فَقُلْتُ بَلْ أَنْتُمْ وَاللّٰهِ لَأَحْرَصُ وَأَبْعَدُ، وَأَنَا أَخَصُّ وَأَقْرَبُ، وَإِنَّمَا طَلَبْتُ حَقّاً لِي وَأَنْتُمْ تَحُولُونَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ: وَتَضْرِبُونَ وَجْهِي دُونَهُ. فَلَمَّا قَرَّعْتُهُ بِالْحُجَّةِ فِي الْمَلَاءِ الْحَاضِرِينَ هَبَّ كَأَنَّهُ بُهِتَ لَا يَدْرِي مَا يُجِيبُنِي بِهِ.

اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْتَعِينُكَ عَلَى قُرَيْشٍ وَمَنْ أَعَانَهُمْ، فَإِنَّهُمْ قَطَعُوا رَحِمِي، وَصَغَّرُوا عَظِيمَ مَنْزِلَتِي، وَأَجْمَعُوا عَلَى مُنَازَعَتِي أَمْراً هُوَ لِي، ثُمَّ قَالُوا أَلَا إِنَّ فِي الْحَقِّ أَنْ تَأْخُذَهُ وَفِي الْحَقِّ أَنْ تَتْرُكَهُ.

(وَمِنْهَا) فِي ذِكْرِ أَصْحَابِ الْجَمَلِ، فَخَرَجُوا يَجُرُّونَ حُرْمَةَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ كَمَا تُجَرُّ الْأَمَةُ عِنْدَ شِرَائِهَا، مُتَوَجِّهِينَ بِهَا إِلَى الْبَصْرَةِ فَحَبَسَا نِسَاءَهُمَا فِي بُيُوتِهِمَا، وَأَبْرَزَا حَبِيسَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَهُمَا

دوسرے آسمان کو اور ایک زمین دوسری زمین کو نہیں چھپاتی۔

اسی خطبہ کے ذیل میں فرمایا: مجھ سے ایک کہنے والے نے کہا کہ اے ابن ابی طالب آپ تو اس خلافت پر للچائے ہوئے ہیں۔ تو میں نے کہا کہ خدا کی قسم تم اس پر کہیں زیادہ حریص اور (اس منصب کی اہلیت سے) دور ہو، اور میں اس کا اہل اور (پیغمبر سے) نزدیک تر ہوں۔ میں نے تو اپنا حق طلب کیا ہے اور تم میرے اور میرے حق کے درمیان حائل ہو جاتے ہو اور جب اسے حاصل کرنا چاہتا ہوں تو تم میرا رخ موڑ دیتے ہو۔ چنانچہ جب بھری محفل میں میں نے اس دلیل سے اس (کے کان کے پردوں) کو کھٹکھٹایا تو چونکا ہوا، اور اس طرح مبہوت ہو کر رہ گیا کہ اسے کوئی جواب نہ سوجھتا تھا۔

خدایا! میں قریش اور ان کے مددگاروں کے خلاف تجھ سے مدد چاہتا ہوں۔ کیونکہ انھوں نے قطع رحمی کی اور میرے مرتبہ کی بلندی کو پست سمجھا اور اس (خلافت) پر کہ جو میرے لیے مخصوص تھی ٹکرانے کے لیے ایکا کر لیا ہے۔ پھر کہتے یہ ہیں کہ حق تو یہی ہے کہ آپ اسے لیں اور یہ بھی حق ہے کہ آپ اس سے دستبردار ہو جائیں۔

اس خطبہ کا یہ جز اصحاب جمل کے متعلق ہے: وہ لوگ (مکہ سے) بصرہ کا رخ کیے ہوئے اس طرح نکلے کہ رسول اللہؐ کی حرمت و ناموس کو یوں کھینچے پھرتے تھے جس طرح کسی کنیز کو فروخت کے لیے (شہر بشہر) پھرایا جاتا ہے۔ ان دونوں نے اپنی بیویوں کو تو گھروں میں روک رکھا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیوی کو اپنے اور دوسروں کے سامنے کھلے بندوں لے آئے تھے۔

وَلِغَيْرِهِمَا فِي جَيْشٍ مَا مِنْهُمْ رَجُلٌ إِلَّا وَقَدْ أَعْطَانِي الطَّاعَةَ وَسَمَحَ لِي بِالْبَيْعَةِ طَائِعًا غَيْرَ مُكْرَهٍ، فَقَدِمُوا عَلَى عَامِلِي بِهَا وَخُزَّانِ بَيْتِ مَالِ الْمُسْلِمِينَ وَغَيْرِهِمْ مِنْ أَهْلِهَا. فَقَتَلُوا طَائِفَةً صَبْرًا، وَطَائِفَةً غَدْرًا. فَوَاللّٰهِ لَوْ لَمْ يُصِيبُوا مِنَ الْمُسْلِمِينَ إِلَّا رَجُلًا وَاحِدًا مُعْتَمِدِينَ لِقَتْلِهِ بِلَا جُرْمٍ جَرَّهُ، لَحَلَّ لِي قَتْلُ ذٰلِكَ الْجَيْشِ كُلِّهِ إِذْ حَضَرُوهُ فَلَمْ يُنْكِرُوا وَلَمْ يَدْفَعُوا عَنْهُ بِلِسَانٍ وَلَا بِيَدٍ، دَعْ مَا أَنَّهُمْ قَدْ قَتَلُوا مِنَ الْمُسْلِمِينَ مِثْلَ الْعِدَّةِ الَّتِي دَخَلُوا بِهَا عَلَيْهِمْ۔

ایک ایسے لشکر میں کہ جس کا ایک ایک فرد میری اطاعت تسلیم کیے ہوئے تھا اور برضا و رغبت میری بیعت کر چکا تھا یہ لوگ بصرہ میں میرے (مقرر کردہ) عامل اور مسلمانوں کے بیت المال کے خزینہ داروں اور وہاں کے دوسرے باشندوں تک پہنچ گئے اور کچھ لوگوں کو قید کے اندر مار مار کے اور کچھ لوگوں کو حیلہ و مکر سے شہید کیا۔ خدا کی قسم اگر وہ مسلمانوں میں سے صرف ایک ناکردہ گناہ مسلمان کو عمداً قتل کرتے تو بھی میرے لیے جائز ہوتا کہ میں اس تمام لشکر کو قتل کر دوں کیونکہ وہ موجود تھے اور انھوں نے نہ تو اسے بُرا سمجھا اور نہ زبان اور ہاتھ سے اس کی روک تھام کی، چہ جائیکہ انھوں نے مسلمانوں کے اتنے آدمی قتل کر دیئے جتنی تعداد خود ان کے لشکر کی تھی جسے لے کر اُن پر چڑھ دوڑے تھے۔

لہ حضرت عمر نے اپنے آخر وقت میں امیر المومنینؑ کے متعلق جس خیال کا اظہار کیا تھا اُسی کو سعد ابن ابی وقاص نے شوریٰ کے موقعہ پر دہراتے ہوئے حضرت سے کہا کہ اے علیؑ آپ اس منصب خلافت کے بہت حریص ہیں جس کے جواب میں حضرت نے فرمایا کہ جو اپنا حق طلب کرے اُسے حریص نہیں کہا جا سکتا۔ بلکہ حریص وہ ہے جو اس حق تک پہنچنے سے مانع اور سدِ راہ ہو، اور نا اہلیت کے باوجود اُسے حاصل کرنے کے درپے ہو۔

اس میں شک نہیں کہ امیر المومنینؑ اپنے کو حق دار سمجھتے تھے اور اپنا حق طلب کرتے تھے۔ لیکن اس حق طلبی سے حق ساقط نہیں ہو جاتا کہ اسے خلافت کے نہ دینے کے لیے وجہ جواز قرار دے لیا جائے اور اسے حرص سے تعبیر کیا جائے اور اگر یہ حرص ہے تو پھر کون ایسا تھا جو حرص کے پھندوں میں جکڑا ہوا نہ تھا۔ کیا انصار کے مقابلہ میں مہاجرین کی زور آزمائی۔ ارکانِ شوریٰ کی باہمی کشمکش اور طلحہ و زبیر کی ہنگامہ آرائی اسی حرص کا نتیجہ نہ تھی؟ اگر امیر المومنینؑ کو منصب کا لالچ ہوتا تو جب ابن عباس اور ابو سفیان نے بیعت قبول کرنے کے لیے زور دیا تھا، تو آپ نتائج و عواقب سے آنکھیں بند کر کے ان کے کہنے پر اُٹھ کھڑے ہوتے اور جب دورِ ثالث کے بعد لوگ بیعت کے لیے ٹوٹ رہے تھے تو آپ بگڑے ہوئے حالات کا خیال کیے بغیر

ان کی پیش کش کو فوراً قبول کر لیتے۔ مگر آپ نے کسی موقعہ پر بھی ایسا کوئی قدم نہیں اٹھایا جس سے یہ ظاہر ہو کہ آپ منصب کو منصب کی حیثیت سے چاہتے ہیں بلکہ خلافت کی طلب تھی تو صرف اس لیے کہ شریعت کے خدوخال بگڑنے نہ پائیں اور دین دوسروں کی خواہشوں کی آماجگاہ نہ بنے، نہ یہ کہ دنیا کی کامرانیوں سے بہرہ اندوز ہوں کہ جسے حرص کہا جا سکے۔

[2] مقصد یہ ہے کہ اگر وہ یہ نہ کہتے کہ میرا خلافت سے الگ رہنا بھی حق ہے تو میرے لیے اس پر صبر کرنا آسان ہوتا اس خیال سے کہ کم از کم میرے حق کا اعتراف تو ہے۔ اگرچہ اسے ادا کرنے کے لیے تیار نہیں۔

خطبہ ۱۷۱

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

أَمِيْنُ وَحْيِهِ، وَخَاتَمُ رُسُلِهِ، وَبَشِيْرُ رَحْمَتِهِ، وَنَذِيْرُ نِقْمَتِهِ.

وہ اللہ کی وحی کے امانتدار، اس کے رسولوں کی آخری فرد، اس کی رحمت کا مژدہ سنانے والے اور اس کے عذاب سے ڈرانے والے تھے۔

أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ أَحَقَّ النَّاسِ بِهٰذَا الْأَمْرِ أَقْوَاهُمْ عَلَيْهِ، وَأَعْلَمُهُمْ بِأَمْرِ اللهِ فِيْهِ، فَإِنْ شَغَبَ شَاغِبٌ اسْتُعْتِبَ فَإِنْ أَبَى قُوْتِلَ. وَلَعَمْرِيْ لَئِنْ كَانَتِ الْإِمَامَةُ لَا تَنْعَقِدُ حَتّٰى يَحْضُرَهَا عَامَّةُ النَّاسِ فَمَا إِلٰى ذٰلِكَ سَبِيْلٌ؛ وَلٰكِنْ أَهْلُهَا يَحْكُمُوْنَ عَلٰى مَنْ غَابَ عَنْهَا ثُمَّ لَيْسَ لِلشَّاهِدِ أَنْ يَرْجِعَ وَلَا لِلْغَائِبِ أَنْ يَخْتَارَ.

اے لوگو! تمام لوگوں میں اس خلافت کا اہل وہ ہے جو اس (کے نظم و نسق کے برقرار رکھنے) کی سب سے زیادہ قوت و (صلاحیت) رکھتا ہو اور اس کے بارے میں اللہ کے احکام کو سب سے زائد جانتا ہو۔ اس صورت میں اگر کوئی فتنہ پرداز فتنہ کھڑا کرے تو (پہلے) اسے توبہ و بازگشت کے لیے کہا جائے گا اگر وہ انکار کرے تو اس سے جنگ و جدال کیا جائے گا۔ اپنی[1] جان کی قسم! اگر خلافت کا انعقاد تمام افراد امت کے ایک جگہ اکٹھا ہونے سے ہو تو اس کی کوئی سبیل ہی نہیں بلکہ (اس کی صورت تو انہوں نے یہ رکھی تھی کہ) اس کے کرتا دھرتا لوگ اپنے فیصلہ کا ان لوگوں کو بھی پابند بنائیں گے جو (بیعت کے وقت) موجود نہ ہوں گے۔ پھر موجود کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ وہ (بیعت سے) انحراف کرے اور نہ غیر موجود کو یہ حق ہوگا کہ وہ کسی اور کو منتخب کرے۔

أَلَا وَإِنِّيْ أُقَاتِلُ رَجُلَيْنِ: رَجُلًا ادَّعٰى مَا لَيْسَ لَهُ وَآخَرَ مَنَعَ

دیکھو! میں دو شخصوں سے ضرور جنگ کروں گا، ایک وہ جو

الَّذِیْ عَلَیْہِ۔

اُوْصِیْکُمْ عِبَادَ اللّٰہِ بِتَقْوَی اللّٰہِ
فَاِنَّھَا خَیْرُ مَا تَوَاصَی الْعِبَادُ بِہٖ، وَ
خَیْرُ عَوَاقِبِ الْاُمُوْرِ عِنْدَ اللّٰہِ۔ وَ
قَدْ فُتِحَ بَابُ الْحَرْبِ بَیْنَکُمْ۔ وَبَیْنَ
اَھْلِ الْقِبْلَۃِ، وَلَا یَحْمِلُ ھٰذَا الْعَلَمَ
اِلَّا اَھْلُ الْبَصَرِ وَالصَّبْرِ وَالْعِلْمِ
بِمَوَاضِعِ الْحَقِّ۔ فَامْضُوْا لِمَا
تُؤْمَرُوْنَ بِہٖ، وَقِفُوْا عِنْدَ مَا
تُنْھَوْنَ عَنْہُ۔ وَلَا تَعْجَلُوْا
فِیْ اَمْرٍ حَتّٰی تَتَبَیَّنُوْا، فَاِنَّ لَنَا
مَعَ کُلِّ اَمْرٍ تُنْکِرُوْنَہٗ غِیَرًا۔
اَلَا وَاِنَّ ھٰذِہِ الدُّنْیَا الَّتِیْ
اَصْبَحْتُمْ تَتَمَنَّوْنَھَا وَتَرْغَبُوْنَ
فِیْھَا، وَاَصْبَحَتْ تُغْضِبُکُمْ وَ
تُرْضِیْکُمْ لَیْسَتْ بِدَارِکُمْ وَلَا
مَنْزِلِکُمُ الَّذِیْ خُلِقْتُمْ لَہٗ
وَلَا الَّذِیْ دُعِیْتُمْ اِلَیْہِ۔ اَلَا
وَاِنَّھَا لَیْسَتْ بِبَاقِیَۃٍ لَکُمْ وَلَا
تَبْقَوْنَ عَلَیْھَا۔ وَھِیَ وَاِنْ غَرَّتْکُمْ
مِنْھَا فَقَدْ حَذَّرَتْکُمْ شَرَّھَا
فَدَعُوْا غُرُوْرَھَا لِتَحْذِیْرِھَا
وَاَطْمَاعَھَا لِتَخْوِیْفِھَا۔ وَسَابِقُوْا
فِیْھَا اِلَی الدَّارِ الَّتِیْ دُعِیْتُمْ
اِلَیْھَا وَانْصَرِفُوْا بِقُلُوْبِکُمْ عَنْھَا

ایسی چیز کا دعویٰ کرے جو اس کی نہ ہو، اور دُوسرا وُہ جو اپنے معاہدہ کا پابند نہ رہے۔

اِس خُطبہ کا ایک جُزیہ ہے: اے اللہ کے بندو! میں تمھیں تقویٰ و پرہیزگاری کی ہدایت کرتا ہوں کیونکہ بندے جن چیزوں کی ایک دوسرے کو ہدایت کرتے ہیں اُن میں تقویٰ سب سے بہتر اور اللہ کے نزدیک تمام چیزوں کے نتائج سے بہتر و برتر ہے۔ تمھارے اور دُوسرے اہلِ قبلہ کے درمیان جنگ کا دروازہ کھُل گیا ہے اور اس (جنگ) کے جھنڈے کو وُہی اٹھائے گا جو نظر رکھنے والا (مصیبتوں پر) صبر کرنے والا اور حق کے مقامات کو پہچاننے والا ہو۔ تمھیں جو حکم دیا جائے اُس پر عمل کرو۔ اور جس چیز سے روکا جائے۔ اُس سے باز رہو، اور کسی بات میں جلدی نہ کرو۔ جب تک اُسے خوب سوچ سمجھ نہ لو۔ ہمیں ان اُمور میں کہ جن پر تم ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہو، غیر معمولی انقلابات کا اندیشہ رہتا ہے۔ دیکھو! یہ دُنیا جس کی تم تمنا کرتے ہو اور جس کی جانب خواہش و رغبت سے بڑھتے ہو۔ جو کبھی تم کو غصہ دلاتی ہے اور کبھی تمھیں خوش کر دیتی ہے۔ تمھارا (اصلی) گھر نہیں ہے اور نہ وہ منزل ہے جس کے لیے تم پیدا کیے گئے ہو اور نہ وُہ جگہ ہے جس کی طرف تمھیں دعوت دی گئی ہے۔ دیکھو! یہ تمھارے لیے باقی رہنے والی نہیں اور نہ تم اس میں ہمیشہ رہنے والے ہو) اگر اُس نے تمھیں (اپنی آرائشوں سے) فریب دیا ہے تو اپنی بُرائیوں سے خوف بھی دلایا ہے۔
لہٰذا تم اِس کے ڈرانے سے متاثر ہو کر اس سے فریب نہ کھاؤ، اور اس کے خوفزدہ کرنے کی بنا پر اس کے طمع دلانے

وَلَا يَخُنَنَّ أَحَدُكُمْ خَنِينَ الْأَمَةِ عَلَىٰ مَا زُوِيَ عَنْهُ مِنْهَا۔ وَاسْتَتِمُّوا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ بِالصَّبْرِ عَلَىٰ طَاعَةِ اللّٰهِ وَالْمُحَافَظَةِ عَلَىٰ مَا اسْتَحْفَظَكُمْ مِنْ كِتَابِهٖ۔ أَلَا وَإِنَّهُ لَا يَضُرُّكُمْ تَضْيِيعُ شَيْءٍ مِنْ دُنْيَاكُمْ بَعْدَ حِفْظِكُمْ قَائِمَةَ دِينِكُمْ۔ أَلَا وَإِنَّهُ لَا يَنْفَعُكُمْ بَعْدَ تَضْيِيعِ دِينِكُمْ شَيْءٌ حَافَظْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَمْرِ دُنْيَاكُمْ۔ أَخَذَ اللّٰهُ بِقُلُوبِنَا وَقُلُوبِكُمْ إِلَى الْحَقِّ۔ وَأَلْهَمَنَا وَإِيَّاكُمُ الصَّبْرَ۔

میں نہ آؤ ۔ اُس گھر کی طرف بڑھو جس کی تمھیں دعوت دی گئی ہے اور اس دُنیا سے اپنے دلوں کو موڑ لو تم میں سے کوئی شخص دُنیا کی کسی چیز کے روک لیے جانے پر لونڈیوں کی طرح روتے نہ بیٹھ جائے ۔ اطاعت خدا پر صبر کر کے اور جن چیزوں کی اُس نے اپنی کتاب میں تم سے حفاظت چاہی ۔ ان کی حفاظت کر کے اُس سے نعمتوں کی تکمیل چاہو ۔ دیکھو! اگر تم نے دین کے اصول محفوظ رکھے تو پھر دنیا کی کسی چیز کو کھو دینا تمھیں نقصان نہیں پہنچا سکتا اور دین کو ضائع و برباد کرنے کے بعد تمھیں دُنیا کی کوئی ایسی چیز نفع نہ پہنچائے گی جسے تم نے محفوظ کر لیا ہو۔ خداوند عالم ہمارے اور تمہارے دلوں کو حق کی طرف متوجہ کرے اور ہمیں اور تمھیں صبر کی توفیق عطا فرمائے۔

لہ جب سقیفہ بنی ساعدہ میں انتخاب کے سلسلہ میں اجتماع ہوا تو وہاں کے فیصلہ کا اُن لوگوں کو بھی پابند بنایا گیا جو اس موقع پر موجود نہ تھے اور یہ اصول قرار دے لیا گیا کہ جو انتخاب کے موقع پر موجود ہو اسے نظر ثانی اور بیعت سے انحراف کا کوئی حق نہ ہوگا ، اور جو موجود نہ ہو وُہ طے شدہ فیصلہ کے آگے سر تسلیم خم کرنے پر مجبور ہوگا ۔ لیکن جب امیر المومنینؑ کے ہاتھ پر اہل مدینہ نے بیعت کی تو امیر شام نے اس بنیاد پر بیعت کرنے سے انکار کر دیا کہ وہ چونکہ انتخاب کے موقع پر موجود نہ تھا ۔ لہٰذا اس پر اس فیصلہ کی پابندی عائد نہیں ہوتی جس پر امیر المومنینؑ نے ان مسلمات اور مقررہ اصول و شرائط کے مطابق اس خطبہ میں جواب دیا کہ جو ان لوگوں میں طے پا کر ناقابلِ انکار بن چکے تھے اور وُہ یہ کہ جو اہل مدینہ اور انصار و مہاجرین میرے ہاتھ پر بیعت کر چکے ہیں تو معاویہ کو اس بنا پر کہ وُہ اس موقع پر موجود نہ تھا ۔ بیعت سے انحراف کا حق نہیں پہنچتا اور نہ طلحہ و زبیر بیعت کرنے کے بعد عہد شکنی کے مجاز ہو سکتے ہیں ۔

حضرت نے اس موقع پر پیغمبر کے کسی ارشاد کو کہ جو آپ کی خلافت پر نص قطعی کی حیثیت رکھتا ہو ۔ استدلال میں پیش نہیں فرمایا ۔ اس لیے کہ انکار کی وجہ اصولِ انتخاب کے طریق کار کی بنا پر تھی ۔ لہٰذا موقع و محل کے لحاظ سے انہی کے مسلمات کی رُو سے جواب دینا ہی فریق مخالف کے لیے مسکت ہو سکتا تھا اور اگر نص رسولؐ سے استدلال فرماتے تو اُسے مختلف تاویلوں

کی زد پر رکھ لیا جاتا اور بات سمٹنے کے بجائے بڑھتی ہی جاتی اور پھر رحلت پیغمبرؐ کے فوراً بعد آپ دیکھ چکے تھے کہ باوجود قرب عہد کے تمام نصوص و ارشادات نظر انداز کر دیئے گئے، تو اب جبکہ ایک طویل عرصہ گزر چکا ہے اِس سے کیا توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ اُسے تسلیم کرے گا، جبکہ قولِ رسولؐ کے سامنے من مانی کرنے کی عادت پڑ چکی تھی۔

خطبہ ۱۷۲

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

فِي مَعْنَى طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ:

قَدْ كُنْتُ وَمَا أُهَدَّدُ بِالْحَرْبِ، وَلَا أُرَهَّبُ بِالضَّرْبِ، وَأَنَا عَلَى مَا قَدْ وَعَدَنِي رَبِّي مِنَ النَّصْرِ. وَاللهِ مَا اسْتَعْجَلَ مُتَجَرِّداً لِلطَّلَبِ بِدَمِ عُثْمَانَ إِلَّا خَوْفاً مِنْ أَنْ يُطَالَبَ بِدَمِهِ، لِأَنَّهُ مَظِنَّتُهُ، وَلَمْ يَكُنْ فِي الْقَوْمِ أَحْرَصُ عَلَيْهِ مِنْهُ، فَأَرَادَ أَنْ يُغَالِطَ بِمَا أَجْلَبَ فِيهِ لِيَلْتَبِسَ الْأَمْرُ وَيَقَعَ الشَّكُّ. وَوَاللهِ مَا صَنَعَ فِي أَمْرِ عُثْمَانَ وَاحِدَةً مِنْ ثَلَاثٍ: لَئِنْ كَانَ ابْنُ عَفَّانَ ظَالِماً كَمَا كَانَ يَزْعُمُ، لَقَدْ كَانَ يَنْبَغِي لَهُ أَنْ يُوَازِرَ قَاتِلِيهِ، أَوْ أَنْ يُنَابِذَ نَاصِرِيهِ. وَلَئِنْ كَانَ مَظْلُوماً لَقَدْ كَانَ يَنْبَغِي لَهُ أَنْ يَكُونَ مِنَ الْمُنَهْنِهِينَ عَنْهُ وَالْمُعَذِّرِينَ فِيهِ؛ وَلَئِنْ كَانَ فِي شَكٍّ مِنَ الْخَصْلَتَيْنِ، لَقَدْ

طلحہ ابن عبید اللہ کے متعلق فرمایا:

مجھے تو کبھی بھی حرب و ضرب سے دھمکایا اور ڈرایا نہیں جا سکا ہے۔ میں اپنے پروردگار کے کئے ہوئے وعدۂ نصرت پر مطمئن ہوں۔ خدا کی قسم وہ خونِ عثمان کا بدلہ لینے کے لیے کھینچی ہوئی تلوار کی طرح اس لیے اُٹھ کھڑا ہُوا ہے کہ اِسے یہ ڈر ہے کہ کہیں اسی سے ان کے خون کا مطالبہ نہ ہونے لگے۔ کیونکہ (لوگوں کا) ظن غالب اس کے متعلق یہی ہے اور یہ حقیقت ہے کہ (قتل کرنے والی) جماعت میں اس سے بڑھ کر ان کے خون کا پیاسا ایک بھی نہ تھا، چنانچہ اس نے خون کا عوض لینے کے سلسلہ میں جو فوجیں فراہم کی ہیں اس سے یہ چاہا ہے کہ لوگوں کو مُغالطہ دے تاکہ حقیقت مشتبہ ہو جائے اور اس میں شک پڑ جائے۔ خدا کی قسم! اِس نے عثمان کے معاملہ میں ان تین باتوں میں سے ایک بات پر بھی تو عمل نہیں کیا۔ اگر ابنِ عفان جیسا کہ اس کا خیال تھا ظالم تھے تو (اس صورت میں) اِسے چاہیئے تھا کہ ان کے قاتلوں کی مدد کرتا یا ان کے مددگاروں سے علیحدگی اختیار کر لیتا اور اگر وہ مظلوم تھے تو اس صورت میں اس کے لیے مناسب تھا کہ ان کے قتل سے روکنے والوں اور ان کی طرف سے عذر و معذرت کرنے والوں میں ہوتا اور اگر ان دونوں باتوں میں اُسے

كَانَ يَنْبَغِي لَهُ أَنْ يَعْتَزِلَهُ، وَيَرْكُدَ جَانِباً، وَيَدَعَ النَّاسَ مَعَهُ، فَمَا فَعَلَ وَاحِدَةً مِنَ الثَّلَاثِ، وَجَاءَ بِأَمْرٍ لَمْ يُعْرَفْ بَابُهُ، وَلَمْ تَسْلَمْ مَعَاذِيرُهُ.

شبہہ تھا تو اس صورت میں اسے یہ چاہیئے تھا کہ ان سے کنارہ کش ہو کر ایک گوشہ میں بیٹھ جاتا اور انھیں لوگوں کے ہاتھوں میں چھوڑ دیتا (کہ وہ جانیں اور ان کا کام)۔ لیکن اُس نے اِن باتوں میں سے ایک پر بھی عمل نہ کیا اور ایک ایسی بات کو لے کر سامنے آگیا ہے کہ جس کی صحت کی کوئی صورت ہی نہیں اور نہ اِس کا کوئی عذر درست ہے۔

لہ مطلب یہ ہے کہ اگر طلحہ حضرت عثمان کو ظالم سمجھتے تھے تو اُن کے قتل ہونے کے بعد ان کے قاتلوں سے آمادہ قصاص ہونے کے بجائے ان کی مدد کرنا چاہیئے تھی اور ان کے اس اقدام کو صحیح و درست قرار دینا چاہیئے تھا۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ ان کے ظالم ہونے کی صورت میں محاصرہ کرنے والوں کی ان کو مدد کرنا چاہیئے تھی۔ کیونکہ ان کی مدد و ہمت افزائی تو وہ کرتے ہی رہے تھے۔

خطبہ ۱۷۳

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

أَيُّهَا الْغَافِلُونَ غَيْرُ الْمَغْفُولِ عَنْهُمْ، وَالتَّارِكُونَ الْمَأْخُوذُ مِنْهُمْ مَا لِي أَرَاكُمْ عَنِ اللهِ ذَاهِبِينَ، وَإِلَى غَيْرِهِ رَاغِبِينَ. كَأَنَّكُمْ نَعَمٌ أَرَاحَ بِهَا سَائِمٌ إِلَى مَرْعًى وَبِيٍّ وَمَشْرَبٍ دَوِيٍّ إِنَّمَا هِيَ كَالْمَعْلُوفَةِ لِلْمُدَى لَا تَعْرِفُ مَاذَا يُرَادُ بِهَا إِذَا أُحْسِنَ إِلَيْهَا تَحْسَبُ يَوْمَهَا دَهْرَهَا، وَشِبَعَهَا أَمْرَهَا وَاللهِ لَوْ شِئْتُ أَنْ أُخْبِرَ كُلَّ رَجُلٍ مِنْكُمْ بِمَخْرَجِهِ

اے غافلو! کہ جن کی طرف سے غفلت نہیں برتی جا رہی۔ اور اے چھوڑ دینے والو کہ جن کو نہیں چھوڑا جائے گا تعجب ہے کہ میں تمھیں اس حالت میں دیکھتا ہوں کہ تم اللہ سے دُور ہٹتے جا رہے ہو، اور دوسروں کی طرف شوق سے بڑھ رہے ہو۔ گویا تم وہ اونٹ ہو جن کا چرواہا انھیں ایک ہلاک کرنے والی چراگاہ اور تباہ کرنے والے گھاٹ پر لایا ہو۔ یہ اُن چوپاؤں کے مانند ہیں جنھیں چھریوں سے ذبح کرنے کے لیے چارہ دیا جا رہا ہو اور انھیں یہ معلوم نہ ہو کہ جب ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا جاتا ہے تو ان سے مقصود کیا ہے۔ یہ تو اپنے دن کو اپنا پورا زمانہ خیال کرتے ہیں اور پیٹ بھر کر کھا لینا ہی اپنا کام سمجھتے ہیں۔ خدا کی قسم! اگر میں بتانا چاہوں تو تم میں سے ہر شخص کو بتا

وَمَوْلِجِهِ وَجَمِيعِ شَأْنِهِ لَفَعَلْتُ
وَلٰكِنْ أَخَافُ أَنْ تَكْفُرُوا فِيَّ
بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
أَلَا وَإِنِّي مُفْضِيهِ إِلَى الْخَاصَّةِ
مِمَّنْ يُؤْمَنُ ذٰلِكَ مِنْهُ. وَالَّذِي
بَعَثَهُ بِالْحَقِّ وَاصْطَفَاهُ عَلَى الْخَلْقِ
مَا أَنْطِقُ إِلَّا صَادِقًا وَلَقَدْ عَهِدَ
إِلَيَّ بِذٰلِكَ كُلِّهِ، وَبِمَهْلِكِ مَنْ
يَهْلِكُ وَمَنْجَى مَنْ يَنْجُو، وَمَآلِ
هٰذَا الْأَمْرِ. وَمَا أَبْقَى شَيْئًا يَمُرُّ
عَلَى رَأْسِي إِلَّا أَفْرَغَهُ فِي أُذُنَيَّ
وَأَفْضَى بِهِ إِلَيَّ. أَيُّهَا النَّاسُ
إِنِّي وَاللهِ مَا أَحُثُّكُمْ عَلَى طَاعَةٍ
إِلَّا وَأَسْبِقُكُمْ إِلَيْهَا، وَلَا أَنْهَاكُمْ
عَنْ مَعْصِيَةٍ إِلَّا وَأَتَنَاهَى
قَبْلَكُمْ عَنْهَا.

سکتا ہوں کہ وہ کہاں سے آیا ہے اور اُسے کہاں جانا ہے اور اس کے پورے حالات کیا ہیں۔ لیکن مجھے یہ اندیشہ ہے کہ تم مجھ میں (کھو کر) پیغمبرؐ سے کفر اختیار کر لو گے۔ البتہ میں اپنے مخصوص دوستوں تک یہ چیزیں ضرور پہنچاؤں گا کہ جن کے بھٹک جانے کا اندیشہ نہیں۔ اُس ذات کی قسم جس نے پیغمبرؐ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا اور ساری مخلوقات میں سے ان کو منتخب فرمایا۔ میں جو کہتا ہوں سچ کہتا ہوں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان تمام چیزوں اور ہلاک ہونے والوں کی ہلاکت اور نجات پانے والوں کی نجات اور اس امر (خلافت) کے انجام کی خبر دی ہے۔ اور ہر وہ چیز جو سر پر گزرے گی۔ اسے میرے کانوں میں ڈالے اور مجھ تک پہنچائے بغیر نہیں چھوڑا۔ اے لوگو! قسم بخدا میں تمہیں کسی اطاعت پر آمادہ نہیں کرتا۔ مگر یہ کہ تم سے پہلے اس کی طرف بڑھتا ہوں اور کسی گناہ سے تمہیں نہیں روکتا مگر یہ کہ تم سے پہلے خود اُس سے باز رہتا ہوں۔

لہ سرچشمۂ وحی والہام سے سیراب ہونے والے غیب کے پردوں میں مخفی اور مستقبل میں رونما ہونے والی چیزوں کو اسی طرح دیکھتے ہیں جس طرح محسوسات کو آنکھ سے دیکھا جاتا ہے اور یہ ارشادِ قدرت قل لا یعلم من فی السمٰوٰت والارض الغیب الا اللہ (تم کہہ دو کہ اللہ کے سوا زمین و آسمان کے بسنے والوں میں سے کوئی بھی غیب نہیں جانتا) کے منافی نہیں کیونکہ آیت میں ذاتی طور پر علمِ غیب کے جاننے کی نفی ہے۔ اس علمِ غیب کی نفی نہیں جو انبیاء و اولیاء کو القائے ربانی سے حاصل ہوتا ہے۔ جس کے نتیجہ میں وہ مستقبل کے متعلق پیشین گوئیاں کرتے ہیں اور بہت سے احوال و واردات کو بے نقاب کرتے ہیں۔ چنانچہ اس مطلب پر قرآن مجید کی متعدد آیتیں شاہد ہیں:۔

فلما نبأها به قالت من
انبأك هٰذا قال نبأني العليم

جب رسولؐ نے اس واقعہ کی خبر اپنی ایک بیوی کو دی تو وہ کہنے لگی کہ آپ کو کس نے خبر دی ہے رسولؐ نے کہا کہ مجھے ایک

الخبیر: جاننے والے اور واقف کار نے خبر دی ہے۔

تِلْكَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهَآ اِلَیْكَ

اے رسولؐ! یہ غیب کی خبریں ہیں جنھیں وحی کے ذریعہ تمھیں بتلاتے ہیں۔

لہٰذا اپنے معتقدات کی سخن پروری کرتے ہوئے یہ کہنا کہ انبیاؑ و اولیا کو علمِ غیب کا حامل سمجھنا شرک فی الصفات ہے حقیقت سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ شرک تو اس وقت میں ہوتا کہ جب یہ کہا جاتا کہ اللہ کے علاوہ کوئی اور بھی ذاتی حیثیت سے عالم الغیب ہے۔ جب ایسا نہیں بلکہ انبیاؑ و آئمہؑ کا علم اللہ کا دیا ہوا ہے تو اُس کو شرک سے کیا واسطہ اور اگر شرک کے یہی معنی ہیں تو پھر حضرت عیسیٰؑ کے اس دعویٰ کا کیا نام ہوگا جو قرآن مجید میں مذکور ہے۔

اِنِّیْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّیْنِ كَهَیْـَٔةِ الطَّیْرِ
فَاَنْفُخُ فِیْهِ فَیَكُوْنُ طَیْرًۢا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَ
اُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْیِ الْمَوْتٰى
بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَ
مَا تَدَّخِرُوْنَ فِیْ بُیُوْتِكُمْ

میں تمھارے لیے مٹی سے ایک پرندہ کا ڈھانچہ بناؤں گا۔ پھر اِس میں پھونکوں گا تو وُہ خدا کے حکم سے سچ مچ کا پرندہ بن جائیگا اور میں مادر زاد اندھے اور مبروص کو اچھا کر دوں گا اور اُس کے حکم سے مُردوں کو زندہ کر دوں گا اور جو کچھ تم کھاتے ہو اور گھروں میں جمع کر کے رکھتے ہو تم کو بتا دوں گا۔

کیا ان کو بحکمِ خدا خالق و حیات بخش مان لینے کے یہ معنی ہیں کہ اللہ کی صفتِ خلق و احیاء میں ان کو شریک سمجھا گیا ہے اگر ایسا نہیں تو پھر اللہ کے کسی کو اُمورِ غیب پر مطلع کر دینے سے یہ کہاں سمجھا جا سکتا ہے کہ اس کے عالم الغیب ہونے میں اس کو شریک ٹھہرا لیا گیا ہے کہ علمِ غیب کے جاننے کو شرک سے تعبیر کر کے اپنی موحدانہ عظمت کا مظاہرہ کیا جائے۔

اِس حقیقت سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا کہ بعض لوگوں کو خواب میں ایسی چیزیں آجاتی ہیں یا اس کی تعبیریں ظاہر ہوجاتی ہیں کہ جن کا ظہور مستقبل سے وابستہ ہوتا ہے حالانکہ خواب کی حالت میں نہ حواس کام دیتے ہیں اور نہ ذہن و ادراک کی قوتیں ساتھ دیتی ہیں تو اگر بیداری میں بعض افراد پر کچھ حقائق منکشف ہوجائیں تو اس پر اچنبھا کیوں اور اس سے وجہ انکار کیا؟ جبکہ عقل کہتی ہے کہ جو چیز خواب میں واقع ہو سکتی ہے وُہ بیداری میں بھی ممکن ہے۔ چنانچہ ابنِ قیم نے تحریر کیا ہے کہ خواب میں یہ افادہ و فیضان اس لیے ہوتا ہے کہ نفس تربیت بدن کی اُلجھنوں سے آزاد اور مادی علائق سے الگ ہوتا ہے جس کی وجہ سے بہت سی ایسی پوشیدہ حقیقتوں کا مشاہدہ کرتا ہے جن کے دیکھنے سے حجابِ عنصری مانع ہوتا ہے یونہی وہ نفوس کاملہ جو جنبۂ مادّی سے بے اعتنا اور قلب و رُوح کی پُوری توجہ سے افاضۂ علمی کے مرکز سے رجوع ہوتے ہیں ان پر وہ حقائق و بواطن منکشف ہوجاتے ہیں جنھیں ظاہری آنکھیں دیکھنے سے عاجز و قاصر ہوتی ہیں۔ لہٰذا اہل بیت کی رُوحانی عظمت کے پیشِ نظر اس میں قطعاً کوئی استبعاد نہیں کہ وہ مستقبل میں وقوع پذیر ہونے والی چیزوں سے آگاہ ہو سکیں۔

چنانچہ ابنِ خلدون نے تحریر کیا ہے کہ

واذا کانت الکرامۃ تقع لغیرھم

جبکہ کرامات کا ظہور اوروں سے ہو سکتا ہے تو ان ہستیوں کے

فما ظنك بهم علما و دينا و آثارا من النبوة و عناية من الله بالاصل الكريم تشهد لفروعه الطيبة وقد ينقل بين اهل البيت كثيرا من هذا الكلام غير منسوب الی احد۔
(مقدمہ ابن خلدون ص ۲۳۴)

بارے میں تمہارا کیا گمان ہے کہ جو علم و دیانت کے لحاظ سے ممتاز اور نبوت کی نشانیوں کے آئینہ دار تھے اور اس بزرگ اصل (رسول) پر جو نظر توجہ باری تھی وہ اسکی پاکیزہ شاخوں کے کمالات پر شاہد ہے۔ چنانچہ امور غیب کے متعلق اہل بیت سے بہت سے واقعات نقل کئے جاتے ہیں جو کسی اور کی طرف منسوب نہیں کئے جاسکتے۔

اس صورت میں امیرالمومنین کے دعویٰ پر کوئی وجہ استعجاب نہیں جبکہ آپ پروردۂ آغوش رسالت و متعلم درس گاہ قدرت تھے۔ البتہ جن کا علم محسوسات کی حد سے آگے نہیں بڑھتا اور ان کے علم و ادراک کا وسیلہ صرف ظاہری حواس ہوتے ہیں وہ عرفان و حقیقت کی راہوں سے نا آشنا ہونے کی وجہ سے اس قسم کے علم بالمغیبات سے انکار کر دیتے ہیں۔ اگر اس قسم کا دعویٰ انوکھا ہوتا اور صرف آپ ہی سے سننے میں آیا ہوتا تو ہوسکتا تھا کہ اسے تسلیم کرنے میں دماغ پس و پیش کرتے طبیعتیں ہچکچاتیں مگر قرآن میں جب حضرت عیسیٰؑ کا یہ تک دعویٰ موجود ہے کہ میں تمہیں خبر دے سکتا ہوں کہ تم کیا کھاتے پیتے ہو، اور کیا گھروں میں جمع کرکے رکھتے ہو، تو امیرالمومنینؑ کے اس دعویٰ پر کیوں پس و پیش کیا جاتا ہے۔ جبکہ یہ مسلم ہے کہ امیرالمومنینؑ پیغمبرؐ کے تمام کمالات و خصوصیات کے وارث تھے۔ اور یہ نہیں کہا جاسکتا کہ جن چیزوں کو حضرت عیسیٰؑ جان سکتے تھے پیغمبر اکرمؐ ان سے بے خبر تھے تو پھر وارث علم پیغمبر اگر ایسا دعویٰ کرے تو اس سے انکار کیسا۔ جبکہ حضرت کی یہ علمی وسعت پیغمبر کے علم و کمال کی ایک بہترین حجت و دلیل اور ان کی صداقت کا ایک زندہ معجزہ ہے۔

اس سلسلہ میں یہ امر حیرت انگیز ہے کہ وہ حالات پر مطلع ہونے کے باوجود اپنے کسی قول و عمل سے یہ ظاہر نہ ہونے دیتے تھے کہ وہ انہیں جانتے ہیں۔ چنانچہ سید ابن طاؤس علیہ الرحمہ اس دعویٰ کی غیر معمولی عظمت و اہمیت پر تبصرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ

ومن عجائب هذا القول ان علي ابن ابي طالب مع علمه بتفصيل الاحوال يسير في الناس بالمقال والافعال سيرة من لا يعتقد من يراه انه عارف ببواطن تلك الاعمال و الافعال والاقوال وقد عرف العقلاء ان كل من عرف واطلع على ما يتجدد من حركة من حركات نفسه او حركات من

اس دعویٰ کا حیرت انگیز پہلو یہ ہے کہ باوجود اس کے کہ امیرالمومنینؑ احوال و وقائع سے باخبر تھے پھر بھی قول و عمل کے لحاظ سے ایسی روش اختیار کئے ہوئے تھے کہ دیکھنے والا یہ ماننے کے لیے تیار نہیں ہوسکتا تھا کہ آپ دوسروں کی پوشیدہ باتوں اور مخفی کاموں پر مطلع ہوں گے۔ کیونکہ عقلا کو یہ اعتراف ہے کہ جس کو یہ معلوم ہو کہ اس سے کونسا عمل ظہور پذیر ہونے والا ہے۔ یا اس کا ساتھی کیا قدم اٹھانے والا ہے یا

یصحبه او یطلع علیٰ اسرار الناس فانه یظهر علیٰ وجهه وفعله اثر علمه بذٰلك وان من یعلم ویکون کمن لا یعلم فانه من الآیات الباهرات والجمع بین الاضداد المشکلات۔

(طرائف ص۴۲۲)

لوگوں کے چھپے ہوئے بھید اس کی نظر میں ہوں تو اس علم کے اثرات اس کے چہرے کے خط و خال اور اس کے حرکات و سکنات سے ظاہر ہونے لگتے ہیں اور جو شخص جانتے بوجھتے کے باوجود اس طرح رہے سہے کہ گویا وُہ بے خبر ہے اور کچھ نہیں جانتا تو اس کی شخصیت ایک معجزہ اور متضاد چیزوں کا مجموعہ ہو گی۔

اِس موقع پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وُہ اپنے باطنی علم کے مقتضیات پر عمل کیوں نہ کرتے تھے۔ اِس کا جواب یہ ہے کہ احکامِ شریعت کی بُنیاد ظاہری اسباب پر ہے، چنانچہ قاضی کو اگر یہ علم ہو جائے کہ فلاں فریق حق بجانب ہے اور فلاں باطل پر ہے تو وُہ اپنے علم پر بنا کرتے ہوئے فریقِ اوّل کے حق میں فیصلہ نہیں کرے گا، بلکہ کسی نتیجہ پر پہنچنے کے لیے جو شرعی اور متعارف طریقے ہیں انہی پر چلے گا۔ اور ان سے جو نتیجہ نکلے گا اُسی کا پابند ہوگا۔ مثلاً قاضی کو اگر خواب مکاشفہ یا فراست سے یہ علم ہو جائے کہ زید نے عمرو کی دیوار گرائی ہے تو اُسے یہ حق نہیں پہنچتا، کہ وُہ اپنے اس علم کے مطابق فیصلہ کرے بلکہ وُہ یہ دیکھے گا کہ بینہ و شہادت کی رُو سے اِس پر جرم عائد ہوتا ہے یا نہیں۔ اگر ان ظاہری طریق سے جرم ثابت نہ ہوگا تو اُسے مجرم نہ قرار دیا جائے گا۔ اگرچہ اسے اپنے مقام پر اس کے مُجرم ہونے کا یقین ہو۔ اس کے علاوہ انبیاءؑ و اولیاء اپنے علمِ باطنی پر بنا کرتے ہوئے عملدر آمد کرتے تو یہ امر اختلال و انتشارِ اُمت کا باعث ہو جاتا مثلاً اگر کوئی نبی یا ولی اپنے علمِ باطنی کی وجہ سے کسی واجب القتل کو قتل کی سزا دے تو دیکھنے والوں میں ایک اضطراب و ہیجان پیدا ہو جائے گا کہ اس نے ناحق ایک شخص کو قتل کر دیا ہے۔ اِسی لیے قدرت نے خاص موارد کے علاوہ علمِ باطنی پر بنا کر کے نتائج مرتب کرنے کی اجازت نہیں دی اور صرف ظواہر کا پابند بنایا ہے۔ چنانچہ پیغمبرؐ بعض منافقین کے نفاق سے آگاہ ہونے کے باوجود اُن سے وُہی رویہ رکھتے تھے جو ایک مسلمان کے ساتھ رکھنا چاہیئے۔

اب اس اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں کہ یہ کہا جائے کہ اگر وُہ پوشیدہ چیزوں کو جانتے تھے تو اِس کے مُطابق عمل کیوں نہ کرتے تھے۔ کیونکہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ وہ علمِ باطنی کے مقتضیات پر عمل پیرا ہونے کے لیے مامور ہی نہ تھے۔ البتہ پند و موعظت اور انذار و بشارت کے لیے جہاں حالات و مقتضیات ہوتے تھے بعض امور کو ظاہر کر دیتے تھے تاکہ بعض آئندہ واقعات کی پیش بندی کی جا سکے۔ جیسا کہ امام جعفر صادق سلام اللہ علیہ نے یحییٰ ابن زید کو مطلع کر دیا کہ وُہ اگر نکلے تو قتل کر دیئے جائیں گے۔ چنانچہ ابنِ خلدون نے تحریر کیا ہے۔

وقد صح عنه انه کان یحذر بعض قرابته بوقائع تکون لهم

امام جعفر صادقؑ سے صحیح طریقہ پر وارد ہوا ہے کہ وہ اپنے بعض عزیزوں کو پیش آنے والے حادثوں سے آگاہ کر دیتے تھے۔

فنصح كما يقول وقد حذر يحيى ابن عمه زيد من مصرعه و عصى فخرج وقتل بالجوزجان۔

(مقدمہ ابن خلدون ص ۲۴۳)

اور وہ اسی طرح ہو کر رہتے تھے جس طرح آپ فرما دیتے تھے۔ چنانچہ آپ نے اپنے ابن عم یحییٰ ابن زید کو قتل ہو جانے سے متنبہ کیا۔ مگر وہ آپ کے حکم سے سرتابی کرتے ہوئے چل دیئے اور جوزجان میں قتل کر دیئے گئے۔

البتہ جہاں ذہنوں میں تشویش پیدا ہونے کا اندیشہ ہوتا تھا وہاں اس کا اظہار تک نہ کیا جاتا تھا۔ چنانچہ اس خطبہ میں حضرت نے اس اندیشہ کے پیش نظر کہ ان کو رسول کی منزل سے بھی بالاتر سمجھنے لگیں گے۔ زیادہ تفصیل سے کام نہیں لیا۔ لیکن اس کے باوجود جس طرح حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں لوگ بھٹک گئے اور انھیں ابن اللہ کہنے لگے۔ یونہی حضرت کے متعلق بعض کج فہم کچھ کا کچھ کہنے لگے اور غلو کی حد تک پہنچ کر گمراہ ہو گئے۔

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

خطبہ ۱۷۴

اِنْتَفِعُوا بِبَيَانِ اللهِ، وَاتَّعِظُوا بِمَوَاعِظِ اللهِ، وَاقْبَلُوا نَصِيحَةَ اللهِ۔ فَإِنَّ اللهَ قَدْ أَعْذَرَ إِلَيْكُمْ بِالْجَلِيَّةِ۔ وَأَخَذَ عَلَيْكُمُ الْحُجَّةَ وَبَيَّنَ لَكُمْ مَحَابَّهُ مِنَ الْأَعْمَالِ وَمَكَارِهَهُ مِنْهَا لِتَتَّبِعُوا هٰذِهِ وَتَجْتَنِبُوا هٰذِهِ، فَإِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ: "إِنَّ الْجَنَّةَ حُفَّتْ بِالْمَكَارِهِ وَإِنَّ النَّارَ حُفَّتْ بِالشَّهَوَاتِ"۔ وَاعْلَمُوا أَنَّهُ مَا مِنْ طَاعَةِ اللهِ شَيْءٌ إِلَّا يَأْتِي فِي كُرْهٍ وَمَا مِنْ مَعْصِيَةِ اللهِ شَيْءٌ إِلَّا يَأْتِي فِي شَهْوَةٍ۔ فَرَحِمَ اللهُ رَجُلًا نَزَعَ عَنْ شَهْوَتِهِ۔ وَقَمَعَ هَوَى نَفْسِهِ، فَإِنَّ هٰذِهِ

خداوند عالم کے ارشادات سے فائدہ اٹھاؤ اور اس کے موعظوں سے نصیحت حاصل کرو اور اس کی نصیحتوں کو مانو کیونکہ اس نے واضح دلیلوں سے تمہارے لیے کسی عذر کی گنجائش نہیں رکھی اور تم پر (پوری طرح) حجت کو تمام کر دیا ہے اور اپنے پسندیدہ و ناپسند اعمال تم سے بیان کر دیئے ہیں تاکہ اچھے اعمال بجا لاؤ اور برے کاموں سے بچو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جنت ناگواریوں میں گھری ہوئی ہے اور دوزخ خواہشوں میں گھرا ہوا ہے۔ یاد رکھو! کہ اللہ کی ہر طاعت ناگوار صورت میں اور اس کی ہر معصیت عین خواہش بن کر سامنے آتی ہے۔ خدا اس شخص پر رحمت کرے جس نے خواہشوں سے دوری اختیار کی اور اپنے نفس کے ہوا و ہوس کو جڑ بنیاد سے اکھیڑ دیا، کیونکہ نفس خواہشوں میں لامحدود درجہ تک بڑھنے والا ہے اور وہ ہمیشہ خواہش و آرزوئے گناہ کی طرف مائل ہوتا ہے۔ اللہ کے بندو! تمہیں معلوم ہونا

النَّفْسَ اَبْعَدُ شَيْءٍ مَنْزَعًا وَاِنَّهَا
لَا تَزَالُ تَنْزِعُ اِلٰى مَعْصِيَةٍ فِيْ
هَوًى۔ وَاعْلَمُوْا عِبَادَ اللّٰهِ اَنَّ الْمُؤْمِنَ
لَا يُمْسِيْ وَلَا يُصْبِحُ اِلَّا وَنَفْسُهٗ ظَنُوْنٌ
عِنْدَهٗ۔ فَلَا يَزَالُ زَارِيًا عَلَيْهَا وَ
مُسْتَزِيْدًا لَهَا۔ فَكُوْنُوْا كَالسَّابِقِيْنَ
قَبْلَكُمْ وَالْمَاضِيْنَ اَمَامَكُمْ قَوَّضُوْا
مِنَ الدُّنْيَا تَقْوِيْضَ الرَّاحِلِ وَطَوَوْهَا
طَيَّ الْمَنَازِلِ۔ وَاعْلَمُوْا اَنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ
هُوَ النَّاصِحُ الَّذِيْ لَا يَغُشُّ، وَالْهَادِيْ
الَّذِيْ لَا يُضِلُّ، وَالْمُحَدِّثُ
الَّذِيْ لَا يَكْذِبُ۔ وَمَا جَالَسَ هٰذَا
الْقُرْاٰنَ اَحَدٌ اِلَّا قَامَ عَنْهُ بِزِيَادَةٍ
اَوْ نُقْصَانٍ: زِيَادَةٍ فِيْ هُدًى:
اَوْ نُقْصَانٍ مِنْ عَمًى۔ وَاعْلَمُوْا اَنَّهٗ
لَيْسَ عَلٰى اَحَدٍ بَعْدَ الْقُرْاٰنِ مِنْ
فَاقَةٍ، وَلَا لِاَحَدٍ قَبْلَ الْقُرْاٰنِ
مِنْ غِنًى فَاسْتَشْفُوْهُ مِنْ اَدْوَائِكُمْ
وَاسْتَعِيْنُوْا بِهٖ عَلٰى لَاْوَائِكُمْ، فَاِنَّ
فِيْهِ شِفَاءً مِنْ اَكْبَرِ الدَّاءِ وَهُوَ الْكُفْرُ
وَالنِّفَاقُ وَالْغَيُّ وَالضَّلَالُ۔ فَاسْئَلُوا
اللّٰهَ بِهٖ، وَتَوَجَّهُوْا اِلَيْهِ بِحُبِّهٖ، وَلَا
تَسْاَلُوْا بِهٖ خَلْقَهٗ اِنَّهٗ مَا تَوَجَّهَ
الْعِبَادُ اِلَى اللّٰهِ بِمِثْلِهٖ۔ وَاعْلَمُوْا اَنَّهٗ
شَافِعٌ وَّمُشَفَّعٌ، وَقَائِلٌ وَّمُصَدَّقٌ

چاہیئے کہ مومن (زندگی کے) صبح و شام میں اپنے نفس سے
بدگمان رہتا ہے اور اس پر (کوتاہیوں کا الزام لگاتا
ہے اور اس سے (عبادتوں میں) اضافہ کا خواہشمند رہتا
ہے۔ تم ان لوگوں کی طرح ہو کر جو تم سے پہلے آگے بڑھ
چکے ہیں اور تمہارے قبل اس راہ سے گذر چکے ہیں انھوں
نے دُنیا سے یوں اپنا رختِ سفر باندھا، جس طرح مسافر
اپنا ڈیرا اُٹھالیتا ہے اور دُنیا کو اس طرح طے کیا جس طرح
(سفر کی) منزلوں کو یاد رکھو کہ یہ قرآن ایسا نصیحت کرنے
والا ہے جو فریب نہیں دیتا اور ایسا ہدایت کرنے والا
ہے جو گمراہ نہیں کرتا اور ایسا بیان کرنے والا ہے جو
جھوٹ نہیں بولتا۔ جو بھی اس قرآن کا ہم نشیں ہوا وہ
ہدایت کو بڑھا کر اور گمراہی و ضلالت کو گھٹا کر اس سے
الگ ہوا۔ جان لو کہ کسی کو قرآن (کی تعلیمات) کے بعد
(کسی اور لائحہ عمل کی احتیاج نہیں رہتی اور نہ کوئی
قرآن سے (کچھ سیکھنے) سے پہلے اس سے بے نیاز ہو
سکتا ہے۔ اس سے اپنی بیماریوں کی شفا چاہو اور اپنی
مُصیبتوں پر اس سے مدد مانگو۔ اس میں کفر و نفاق اور
ہلاکت و گمراہی جیسی بڑی بڑی مرضوں کی شفا پائی جاتی
ہے۔ اس کے وسیلہ سے اللہ سے مانگو اور اس کی دوستی کو
لیے ہوئے اس کا رُخ کرو۔ اور اسے لوگوں سے مانگنے کا
ذریعہ نہ بناؤ۔ یقیناً بندوں کے لیے اللہ کی طرف متوجہ
ہونے کا اس جیسا کوئی ذریعہ نہیں۔ تمھیں معلوم ہونا چاہیئے
کہ قرآن ایسا شفاعت کرنے والا ہے جس کی شفاعت
مقبول اور ایسا کلام کرنے والا ہے (جس کی ہر بات)
تصدیق شدہ ہے۔ قیامت کے دن جس کی یہ شفاعت

وَأَنَّهُ مَنْ شَفَعَ لَهُ الْقُرْآنُ يَوْمَ
الْقِيَامَةِ شُفِّعَ فِيهِ، وَمَنْ مَحَلَ بِهِ
الْقُرْآنُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صُدِّقَ عَلَيْهِ
فَإِنَّهُ يُنَادِي مُنَادٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ
أَلَا إِنَّ كُلَّ حَارِثٍ مُبْتَلًى فِي حَرْثِهِ
وَعَاقِبَةِ عَمَلِهِ غَيْرَ حَرَثَةِ الْقُرْآنِ،
فَكُونُوا مِنْ حَرَثَتِهِ وَأَتْبَاعِهِ. وَ
اسْتَدِلُّوهُ عَلَى رَبِّكُمْ، وَاسْتَنْصِحُوهُ
عَلَى أَنْفُسِكُمْ، وَاتَّهِمُوا عَلَيْهِ آرَاءَكُمْ
وَاسْتَغِشُّوا فِيهِ أَهْوَاءَكُمُ الْعَمَلَ
الْعَمَلَ، ثُمَّ النِّهَايَةَ النِّهَايَةَ.
وَالِاسْتِقَامَةَ الِاسْتِقَامَةَ، ثُمَّ
الصَّبْرَ الصَّبْرَ، وَالْوَرَعَ الْوَرَعَ.
إِنَّ لَكُمْ نِهَايَةً فَانْتَهُوا إِلَى نِهَايَتِكُمْ
وَإِنَّ لَكُمْ عَلَماً فَاهْتَدُوا بِعَلَمِكُمْ.
وَإِنَّ لِلْإِسْلَامِ غَايَةً فَانْتَهُوا إِلَى
غَايَتِهِ. وَاخْرُجُوا إِلَى اللَّهِ بِمَا
افْتَرَضَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَقِّهِ، وَبَيَّنَ
لَكُمْ مِنْ وَظَائِفِهِ. أَنَا شَاهِدٌ لَكُمْ
وَحَجِيجٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَنْكُمْ.

أَلَا وَإِنَّ الْقَدَرَ السَّابِقَ قَدْ
وَقَعَ، وَالْقَضَاءَ الْمَاضِيَ قَدْ تَوَرَّدَ
وَإِنِّي مُتَكَلِّمٌ بِعِدَةِ اللَّهِ وَحُجَّتِهِ
قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: "إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا
رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ

کرے گا، وہ اس کے حق میں مانی جائیں گی اور اس روز
جس کے عیوب بتائے گا تو اس کے بارے میں بھی اس
کے قول کی تصدیق کی جائے گی۔ قیامت کے دن ایک
ندا دینے والا پکار کر کہے گا کہ دیکھو قرآن کی کھیتی بونے
والوں کے علاوہ ہر بونے والا اپنی کھیتی اور اپنے اعمال
کے نتیجہ میں مبتلا ہے۔ لہٰذا تم قرآن کی کھیتی بونے والے
اور اس کے پیروکار بنو، اور اپنے پروردگار تک پہنچنے
کے لیے اُسے دلیل راہ بناؤ اور اپنے نفسوں کے لیے
اُس سے پند و نصیحت چاہو اور اس کے مقابلہ میں اپنی
خواہشوں کو غلط و فریب خوردہ سمجھو۔ عمل کرو، عمل کرو
اور عاقبت و انجام کو دیکھو، استوار و برقرار رہو،
پھر یہ کہ صبر کرو صبر کرو، تقویٰ و پرہیزگاری اختیار کرو،
تمہارے لیے ایک منزل منتہا ہے۔ اپنے کو وہاں تک
پہنچاؤ، اور تمہارے لیے ایک نشان ہے اس سے ہدایت
حاصل کرو۔ اسلام کی ایک حد ہے، تم اس حد و انتہا تک
پہنچو۔ اللہ نے جن حقوق کی ادائیگی کو تم پر فرض کیا ہے
اور جن فرائض کو تم سے بیان کیا ہے انہیں ادا کر کے
اُس سے عہدہ برآ ہو جاؤ میں تمہارے اعمال کا گواہ
اور قیامت کے دن تمہاری طرف سے حجت پیش کرنے
والا ہوں۔

دیکھو! جو کچھ ہونا تھا وہ ہو چکا اور جو فیصلہ خداوندی
تھا وہ سامنے آ گیا۔ میں الٰہی وعدہ و برہان کی رو سے
کلام کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ کہ بے شک
وہ لوگ جنہوں نے یہ کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے اور پھر
وہ اس (عقیدہ) پر جمے رہے۔ ان پر فرشتے اترتے ہیں اور

الْمَلَآئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا
وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ
وَقَدْ قُلْتُمْ رَبُّنَا اللّٰهُ، فَاسْتَقِیْمُوْا
عَلٰى كِتَابِهٖ، وَعَلٰى مِنْهَاجِ اَمْرِهٖ، وَ
عَلَى الطَّرِیْقَةِ الصَّالِحَةِ مِنْ عِبَادَتِهٖ۔
ثُمَّ لَا تَمْرُقُوْا مِنْهَا وَلَا تَبْتَدِعُوْا
فِیْهَا وَلَا تُخَالِفُوْا عَنْهَا۔ فَاِنَّ اَهْلَ
الْمُرُوْقِ مُنْقَطَعٌ بِهِمْ عِنْدَ اللّٰهِ یَوْمَ
الْقِیَامَةِ۔ ثُمَّ اِیَّاكُمْ وَتَهْزِیْعَ
الْاَخْلَاقِ وَتَصْرِیْفَهَا۔ وَاجْعَلُوا اللِّسَانَ
وَاحِدًا۔ وَلْیَخْزُنِ الرَّجُلُ لِسَانَهٗ۔
فَاِنَّ هٰذَا اللِّسَانَ جَمُوْحٌ بِصَاحِبِهٖ
وَاللّٰهِ مَا اَرٰى عَبْدًا یَتَّقِیْ تَقْوٰى
تَنْفَعُهٗ حَتّٰى یَخْزُنَ لِسَانَهٗ۔ وَاِنَّ
لِسَانَ الْمُؤْمِنِ مِنْ وَرَآءِ قَلْبِهٖ۔ وَ
اِنَّ قَلْبَ الْمُنَافِقِ مِنْ وَرَآءِ لِسَانِهٖ
لِاَنَّ الْمُؤْمِنَ اِذَآ اَرَادَ اَنْ یَّتَكَلَّمَ
بِكَلَامٍ تَدَبَّرَهٗ فِیْ نَفْسِهٖ، فَاِنْ كَانَ
خَیْرًا اَبْدَاهُ، وَاِنْ كَانَ شَرًّا وَارَاهُ
وَاِنَّ الْمُنَافِقَ یَتَكَلَّمُ بِمَآ اَتٰى عَلٰى لِسَانِهٖ
لَا یَدْرِیْ مَاذَا لَهٗ وَمَاذَا عَلَیْهِ۔ وَلَقَدْ
قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ
اٰلِهٖ وَسَلَّمَ: "لَا یَسْتَقِیْمُ اِیْمَانُ عَبْدٍ حَتّٰى
یَسْتَقِیْمَ قَلْبُهٗ۔ وَلَا یَسْتَقِیْمُ قَلْبُهٗ
حَتّٰى یَسْتَقِیْمَ لِسَانُهٗ"۔ فَمَنِ اسْتَطَاعَ

(یہ کہتے ہیں) کہ تم خوف نہ کھاؤ اور غمگین نہ ہو تمھیں اس جنت کی بشارت ہو۔ جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔ اب تمھارا قول تو یہ ہے کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے۔ تو اب اس کی کتاب اور اس کی شریعت کی راہ اور اس کی عبادت کے نیک طریقہ پر جمے رہو اور پھر اس سے نکل نہ بھاگو، اور نہ اس میں بدعتیں پیدا کرو اور نہ اس کے خلاف چلو۔ اس لیے کہ اس راہ سے نکل بھاگنے والے قیامت کے دن اللہ (کی رحمت) سے جدا ہونے والے ہیں۔ پھر یہ کہ تم اپنے اخلاق و اطوار کو بلٹنے اور انھیں ادلنے بدلنے سے پرہیز کرو۔ دو رُخی اور متلوّن مزاجی سے بچتے رہو، اور ایک زبان رکھو۔ انسان کو چاہیئے کہ وہ اپنی زبان کو قابو میں رکھے۔ اس لیے کہ یہ اپنے مالک سے منہ زوری کرنے والی ہے۔ خدا کی قسم! میں نے کسی پرہیزگار کو نہیں دیکھا کہ تقویٰ اس کے لیے مفید ثابت ہوا ہو۔ جب تک کہ اس نے اپنی زبان کی حفاظت نہ کی ہو۔ بے شک مومن کی زبان اُس کے دل کے پیچھے ہے اور منافق کا دل اس کی زبان کے پیچھے ہے کیونکہ مومن جب کوئی بات کہنا چاہتا ہے تو پہلے اسے دل میں سوچ لیتا ہے اگر وہ اچھی بات ہوتی ہے تو اُسے ظاہر کرتا ہے اور اگر بُری ہوتی ہے تو اُسے پوشیدہ ہی رہنے دیتا ہے، اور مُنافق کی زبان پر جو آتا ہے کہہ گزرتا ہے۔ اسے یہ کچھ خبر نہیں ہوتی کہ کون سی بات اس کے حق میں مفید ہے اور کون سی بات مضر ہے۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کسی بندے کا ایمان اُس وقت تک مستحکم نہیں ہوتا جبتک اس کا دل مستحکم نہ ہو اور دل اس وقت تک مستحکم نہیں ہوتا جبتک زبان مستحکم نہ ہو۔ لہٰذا تم میں سے جس سے یہ بن پڑے کہ وہ اللہ کے حضور

مِنْكُمْ اَنْ يَلْقَى اللّٰهَ وَهُوَ نَقِيُّ الرَّاحَةِ مِنْ دِمَاءِ الْمُسْلِمِيْنَ وَ اَمْوَالِهِمْ، سَلِيْمُ اللِّسَانِ مِنْ اَعْرَاضِهِمْ فَلْيَفْعَلْ۔ وَاعْلَمُوْا عِبَادَ اللّٰهِ اَنَّ الْمُؤْمِنَ يَسْتَحِلُّ الْعَامَ مَا اسْتَحَلَّ عَامًا اَوَّلَ، وَ يُحَرِّمُ الْعَامَ مَا حَرَّمَ عَامًا اَوَّلَ وَاِنَّ مَا اَحْدَثَ النَّاسُ لَا يُحِلُّ لَكُمْ شَيْئًا مِمَّا حُرِّمَ عَلَيْكُمْ وَ لٰكِنِ الْحَلَالُ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ وَالْحَرَامُ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ، فَقَدْ جَرَّبْتُمُ الْاُمُوْرَ وَضَرَّسْتُمُوْهَا وَوُعِظْتُمْ بِمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ وَضُرِبَتِ لَكُمُ الْاَمْثَالُ وَ دُعِيْتُمْ اِلَى الْاَمْرِ الْوَاضِحِ، فَلَا يَصَمُّ عَنْ ذٰلِكَ اِلَّا اَصَمُّ، وَلَا يَعْمٰى عَنْ ذٰلِكَ اِلَّا اَعْمٰى وَمَنْ لَمْ يَنْفَعْهُ اللّٰهُ بِالْبَلَاءِ وَالتَّجَارِبِ لَمْ يَنْتَفِعْ بِشَيْءٍ مِنَ الْعِظَةِ وَاَتَاهُ التَّقْصِيْرُ مِنْ اَمَامِهِ حَتّٰى يَعْرِفَ مَا اَنْكَرَ، وَيُنْكِرَ مَا عَرَفَ فَاِنَّ النَّاسَ رَجُلَانِ مُتَّبِعٌ شِرْعَةً وَمُبْتَدِعٌ بِدْعَةً لَيْسَ مَعَهٗ مِنَ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ بُرْهَانُ سُنَّةٍ وَلَا ضِيَاءُ حُجَّةٍ۔ وَاَنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ لَمْ يَعِظْ اَحَدًا بِمِثْلِ هٰذَا

میں اس طرح پہنچے کہ اس کا ہاتھ مسلمانوں کے خون اور ان کے مال سے پاک وصاف اور اس کی زبان ان کی آبرو ریزی سے محفوظ رہے تو اُسے ایسا ہی کرنا چاہیے خدا کے بندو! یاد رکھو کہ مومن اس سال بھی اسی چیز کو حلال سمجھتا ہے۔ جسے پارسال حلال سمجھ چکا ہے اور اس سال بھی اسی چیز کو حرام کہتا ہے جسے گزشتہ سال حرام کہہ چکا ہے اور یاد رکھو! کہ لوگوں کی پیدا کی ہوئی بدعتیں ان چیزوں کو جو خدا کی طرف سے حرام ہیں حلال نہیں کر سکتیں، بلکہ حلال وُہ ہے جسے اللہ نے حلال کیا ہے اور حرام وہ ہے جسے اللہ نے حرام کیا ہے تم تمام چیزوں کو تجربہ و آزمائش سے پرکھ چکے ہو اور پہلے لوگوں سے تمہیں پند ونصیحت بھی کی جا چکی ہے اور (حق وباطل) کی مثالیں بھی تمہارے سامنے پیش کی جا چکی ہیں اور واضح حقیقتوں کی طرف تمہیں دعوت دی جا چکی ہے۔ اب اس آواز کے سننے سے قاصر وُہی ہو سکتا ہے۔ جو واقعی بہرا ہو اور اس کے دیکھنے سے معذور وہی سمجھا جا سکتا ہے۔ جو اندھا ہو اور جسے اللہ کی آزمائشوں اور تجربوں سے فائدہ نہ پہنچے وُہ کسی پند ونصیحت سے فائدہ نہیں اُٹھا سکتا، اسے زیاں کاریاں ہی درپیش ہوں گی۔ یہاں تک کہ وُہ بُری باتوں کو اچھا اور اچھی باتوں کو بُرا سمجھے گا۔ چونکہ لوگ دو قسم کے ہوتے ہیں ایک شریعت کے پیروکار اور دوسرے بدعت ساز کہ جن کے پاس نہ سُنّت پیغمبر کی کوئی سند ہوتی ہے اور نہ دلیل وبرہان کی روشنی۔ بلا شبہ اللہ سبحانہ، نے کسی کو ایسی نصیحت نہیں کی جو اس قرآن کے مانند ہو کیوں کہ یہ اللہ کی مضبوط

الْقُرْآنِ، فَإِنَّهُ حَبْلُ اللهِ الْمَتِيْنُ
وَسَبَبُهُ الْأَمِيْنُ، وَفِيْهِ رَبِيْعُ
الْقَلْبِ وَيَنَابِيْعُ الْعِلْمِ وَمَا لِلْقَلْبِ
جِلَاءٌ غَيْرُهُ، مَعَ أَنَّهُ قَدْ ذَهَبَ
الْمُتَذَكِّرُوْنَ وَبَقِيَ النَّاسُوْنَ أَوِ
الْمُتَنَاسُوْنَ فَإِذَا رَأَيْتُمْ خَيْرًا
فَأَعِيْنُوْا عَلَيْهِ، وَإِذَا رَأَيْتُمْ شَرًّا فَا
ذْهَبُوْا عَنْهُ فَإِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ
وَآلِهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ: يَا ابْنَ آدَمَ اعْمَلِ
الْخَيْرَ وَدَعِ الشَّرَّ فَإِذَا أَنْتَ جَوَادٌ
قَاصِدٌ" أَلَا وَإِنَّ الظُّلْمَ ثَلٰثَةٌ فَظُلْمٌ
لَا يُغْفَرُ وَظُلْمٌ لَا يُتْرَكُ وَظُلْمٌ
مَغْفُوْرٌ لَا يُطْلَبُ، فَأَمَّا الظُّلْمُ
الَّذِيْ لَا يُغْفَرُ فَالشِّرْكُ بِاللهِ۔
قَالَ اللهُ تَعَالٰى "إِنَّ اللهَ لَا يَغْفِرُ
أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ" وَأَمَّا الظُّلْمُ الَّذِيْ
يُغْفَرُ فَظُلْمُ الْعَبْدِ نَفْسَهٗ عِنْدَ
بَعْضِ الْهَنَاتِ وَأَمَّا الظُّلْمُ الَّذِيْ
لَا يُتْرَكُ فَظُلْمُ الْعِبَادِ بَعْضِهِمْ
بَعْضًا۔ اَلْقِصَاصُ هُنَاكَ شَدِيْدٌ
لَيْسَ هُوَ جَرْحًا بِالْمُدٰى وَلَا ضَرْبًا
بِالسِّيَاطِ، وَلٰكِنَّهٗ مَا يُسْتَصْغَرُ
ذٰلِكَ مَعَهٗ، فَإِيَّاكُمْ وَالتَّلَوُّنَ
فِيْ دِيْنِ اللهِ فَإِنَّ جَمَاعَةً فِيْمَا
تَكْرَهُوْنَ مِنَ الْحَقِّ خَيْرٌ مِّنْ

رسّی اور امانتدار وسیلہ ہے۔ اسی میں دل کی بہار اور علم
کے سرچشمے ہیں اور اسی سے (آئینۂ) قلب پر جلا ہوتی
ہے۔ باوجودیکہ یاد رکھنے والے گزر گئے اور بھول جانے
والے یا بھولاوے میں ڈالنے والے باقی رہ گئے ہیں۔
اب تمہارا کام یہ ہے کہ بھلائی کو دیکھو تو اُسے تقویت
پہنچاؤ اور بُرائی کو دیکھو تو اس سے (دامن بچاکر) چل
دو، اِس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا
کرتے تھے کہ اے فرزندِ آدمؑ! اچھے کام کر اور بُرائیوں
کو چھوڑ دے۔ اگر تُو نے ایسا کیا تو تو نیک چلن اور راست
رَو ہے۔ دیکھو! ظلم تین طرح کا ہوتا ہے۔ ایک ظلم وُہ
جو بخشا نہیں جائے گا۔ اور دُوسرا ظلم وہ جس کا (مواخذہ)
چھوڑا نہیں جائے گا، تیسرا وُہ جو بخش دیا جائے گا
اور اِس کی باز پُرس نہیں ہوگی۔ لیکن وُہ ظلم جو بخشا نہیں
جائے گا وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا ہے
جیسا کہ اللہ سُبحانہٗ کا ارشاد ہے کہ خدا اِس (گناہ) کو
نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے۔ وُہ ظلم جو
بخش دیا جائے گا وہ ہے جو بندہ چھوٹے چھوٹے گناہوں
کا مرتکب ہوکر اپنے نفس پر کرتا ہے اور وُہ ظلم کہ جسے
نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ وُہ بندوں کا ایک دوسرے
پر ظلم و زیادتی کرنا ہے جس کا آخرت میں سخت بدلہ لیا
جائے گا۔ وُہ کوئی چھریوں سے کچوکے دینا اور کوڑوں
سے مارنا نہیں ہے بلکہ ایک ایسا سخت عذاب ہے جس
کے مقابلہ میں یہ چیزیں بہت ہی کم ہیں۔ دینِ خدا میں رنگ
بدلنے سے بچو، کیونکہ تمہارا حق پر ایکا کر لینا جسے تم ناپسند
کرتے ہو۔ باطل راستوں پر جا کر بٹ جانے سے جو تمہارا

فُرْقَةٍ فِيمَا تُحِبُّونَ مِنَ الْبَاطِلِ، وَإِنَّ اللهَ سُبْحَانَهُ لَمْ يُعْطِ أَحَداً بِفُرْقَةٍ خَيْراً مِمَّنْ مَضَى وَلَا مِمَّنْ بَقِيَ۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ طُوبَى لِمَنْ شَغَلَهُ عَيْبُهُ عَنْ عُيُوبِ النَّاسِ، وَطُوبَى لِمَنْ لَزِمَ بَيْتَهُ وَأَكَلَ قُوتَهُ وَاشْتَغَلَ بِطَاعَةِ رَبِّهِ، وَبَكَى عَلَى خَطِيئَتِهِ فَكَانَ مِنْ نَفْسِهِ فِي شُغُلٍ وَالنَّاسُ مِنْهُ فِي رَاحَةٍ۔

محبوب مشغلہ ہے، بہتر ہے۔ بے شک اللہ سبحانہٗ نے اگلوں اور پچھلوں میں سے کسی کو متفرق اور پراگندہ ہو جانے سے کوئی بھلائی نہیں دی۔

اے لوگو! لائق مبارکباد وہ شخص ہے جسے اپنے عیوب دوسروں کی عیب گیری سے باز رکھیں اور قابلِ مبارکباد وہ شخص ہے جو اپنے گھر (کے گوشہ) میں بیٹھ جائے اور جو کھانا میسّر آ جائے کھا لے اور اپنے اللہ کی عبادت میں لگا رہے اور اپنے گناہوں پر آنسو بہائے کہ اس طرح وہ بس اپنی ذات کی فکر میں رہے اور دوسرے لوگ اس سے آرام میں رہیں۔

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي مَعْنَى الْحَكَمَيْنِ

خطبہ ۱۷۵

حکمین کے سلسلہ میں ارشاد فرمایا:

فَأَجْمَعَ رَأْيُ مَلَئِكُمْ عَلَى أَنِ اخْتَارُوا رَجُلَيْنِ، فَأَخَذْنَا عَلَيْهِمَا أَنْ يُجَعْجِعَا عِنْدَ الْقُرْآنِ، وَلَا يُجَاوِزَاهُ، وَتَكُونَ أَلْسِنَتُهُمَا مَعَهُ وَقُلُوبُهُمَا تَبَعَهُ، فَتَاهَا عَنْهُ، وَتَرَكَا الْحَقَّ وَهُمَا يُبْصِرَانِهِ، وَكَانَ الْجَوْرُ هَوَاهُمَا، وَالِاعْوِجَاجُ رَأْيُهُمَا وَقَدْ سَبَقَ اسْتِثْنَاؤُنَا عَلَيْهِمَا فِي الْحُكْمِ بِالْعَدْلِ وَالْعَمَلِ بِالْحَقِّ سُوءَ رَأْيِهِمَا وَجَوْرَ حُكْمِهِمَا، وَالثِّقَةُ فِي أَيْدِينَا لِأَنْفُسِنَا حِينَ خَالَفَا سَبِيلَ

تمہاری جماعت ہی نے دو شخصوں کے چن لینے کی رائے طے کی تھی۔ چنانچہ ہم نے ان دونوں سے یہ عہد لے لیا تھا، کہ وہ قرآن کے مطابق عمل کریں اور اس سے سرمو تجاوز نہ کریں اور ان کی زبانیں اس سے ہمنوا اور ان کے دل اس کے پیرو رہیں مگر وہ قرآن سے بھٹک گئے اور حق کو چھوڑ بیٹھے حالانکہ وہ ان کی نگاہوں کے سامنے تھا۔ ظلم ان کی عین خواہش اور کجروی ان کی روش تھی حالانکہ ہم نے پہلے ہی ان سے یہ ٹھہرا لیا تھا کہ وہ عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنے اور حق پر عمل پیرا ہونے میں بدنیتی اور ناانصافی کو دخل نہ دیں گے۔ اب جب انھوں نے راہِ حق سے انحراف کیا اور طے شدہ قرارداد کے برعکس حکم لگایا تو ہمارے

الْحَقِّ وَآتَيَا بِمَا لَا يُعْرَفُ مِنْ مَعْكُوسِ الْحُكْمِ.

ہاتھوں میں (ان کا فیصلہ ٹھکرا دینے کے لیے) ایک مضبوط دلیل (اور معقول وجہ) موجود ہے۔

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ — خطبہ ۱۷۶

لَا يَشْغَلُهُ شَأْنٌ عَنْ شَأْنٍ، وَلَا يُغَيِّرُهُ زَمَانٌ، وَلَا يَحْوِيهِ مَكَانٌ، وَلَا يَصِفُهُ لِسَانٌ، لَا يَعْزُبُ عَنْهُ عَدَدُ قَطْرِ الْمَاءِ، وَلَا نُجُومِ السَّمَاءِ، وَلَا سَوَافِي الرِّيحِ فِي الْهَوَاءِ، وَلَا دَبِيبِ النَّمْلِ عَلَى الصَّفَا، وَلَا مَقِيلِ الذَّرِّ فِي اللَّيْلَةِ الظَّلْمَاءِ، يَعْلَمُ مَسَاقِطَ الْأَوْرَاقِ، وَخَفِيَّ طَرْفِ الْأَحْدَاقِ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ غَيْرَ مَعْدُولٍ بِهِ، وَلَا مَشْكُوكٍ فِيهِ، وَلَا مَكْفُورٍ دِينُهُ، وَلَا مَجْحُودٍ تَكْوِينُهُ، شَهَادَةَ مَنْ صَدَقَتْ نِيَّتُهُ، وَصَفَتْ دِخْلَتُهُ، وَخَلَصَ يَقِينُهُ، وَثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ الْمُجْتَبَى مِنْ خَلَائِقِهِ، وَالْمُعْتَامُ لِشَرْحِ حَقَائِقِهِ، وَالْمُخْتَصُّ بِعَقَائِلِ كَرَامَاتِهِ، وَالْمُصْطَفَى لِكَرَائِمِ رِسَالَاتِهِ، وَالْمُوَضَّحَةُ بِهِ أَشْرَاطُ الْهُدَى، وَالْمَجْلُوُّ بِهِ

خداوندِ عالم کو ایک حالت دوسری حالت سے سدِّ راہ نہیں ہوتی نہ زمانہ اس میں تبدیلی پیدا کرتا ہے، نہ کوئی جگہ اسے گھیرتی ہے اور نہ زبان اس کا وصف کر سکتی ہے۔ اس سے پانی کے قطروں اور آسمان کے ستاروں اور ہوا کے جھکڑوں کا شمار چکنے پتھر پر چیونٹی کے چلنے کی آواز اور اندھیری رات میں چھوٹی چھوٹی چیونٹیوں کے قیام کرنے کی جگہ کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔ وہ پتوں کے گرنے کی جگہوں اور آنکھ کے چوری چھپے اشاروں کو جانتا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، نہ اس کا کوئی ہمسر ہے نہ اس کی ہستی میں کوئی شبہ نہ اس کے دین سے سرتابی ہو سکتی ہے اور نہ اس کی آفرینش سے انکار، اس شخص کی سی گواہی جس کی نیت سچی، باطن پاکیزہ، یقین (شبہات سے) پاک اور اس کے (نیک اعمال کا) پلہ بھاری ہو، اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد اس کے عبد اور رسول ہیں اور مخلوقات میں منتخب، بیانِ شریعت کے لیے برگزیدہ، گراں بہا بزرگیوں سے مخصوص، اور عمدہ پیغاموں (کے پہنچانے) کے لیے منتخب ہیں۔ آپ کے ذریعہ سے ہدایت کے نشانات روشن کیے گئے اور گمراہی کی تیرگیوں کو چھانٹا گیا۔

اے لوگو! جو شخص دنیا کی آرزوئیں کرتا ہے۔

غَرِيبُ الْعَمَى.
أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ الدُّنْيَا تَغُرُّ
الْمُؤَمِّلَ لَهَا وَالْمُخْلِدَ إِلَيْهَا وَلَا
تَنْفَسُ بِمَنْ نَافَسَ فِيهَا، وَتَغْلِبُ
مَنْ غَلَبَ عَلَيْهَا، وَايْمُ اللهِ مَا كَانَ
قَوْمٌ قَطُّ فِي غَضِّ نِعْمَةٍ مِنْ عَيْشٍ
فَزَالَ عَنْهُمْ إِلَّا بِذُنُوبٍ اجْتَرَحُوهَا
لِأَنَّ اللهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِلْعَبِيدِ. وَ
لَوْ أَنَّ النَّاسَ حِينَ تَنْزِلُ بِهِمُ النِّقَمُ
وَتَزُولُ عَنْهُمُ النِّعَمُ فَزِعُوا إِلَى رَبِّهِمْ
بِصِدْقٍ مِنْ نِيَّاتِهِمْ وَوَلَهٍ مِنْ
قُلُوبِهِمْ لَرَدَّ عَلَيْهِمْ كُلَّ شَارِدٍ، وَ
أَصْلَحَ لَهُمْ كُلَّ فَاسِدٍ وَإِنِّي لَأَخْشَى
عَلَيْكُمْ أَنْ تَكُونُوا فِي فَتْرَةٍ. وَقَدْ
كَانَتْ أُمُورٌ مَضَتْ مِلْتُمْ فِيهَا مَيْلَةً
كُنْتُمْ فِيهَا عِنْدِي غَيْرَ مَحْمُودِينَ،
وَلَئِنْ رُدَّ عَلَيْكُمْ أَمْرُكُمْ إِنَّكُمْ
لَسُعَدَاءُ، وَمَا عَلَيَّ إِلَّا الْجُهْدُ، وَ
لَوْ أَشَاءُ أَنْ أَقُولَ لَقُلْتُ، عَفَا اللهُ
عَمَّا سَلَفَ.

اور اس کی جانب کھینچتا ہے۔ وہ اسے انجام کار فریب دیتی ہے اور جو اس کا خواہشمند ہوتا ہے اس سے بخل نہیں کرتی اور جو اس پر چھا جاتا ہے۔ وہ اس پر قابو پا لے گی۔ خدا کی قسم! جن لوگوں کے پاس زندگی کی تر و تازہ و شاداب نعمتیں تھیں اور پھر ان کے ہاتھوں سے نکل گئیں یہ ان کے گناہوں کے مرتکب ہونے کی پاداش ہے۔ کیونکہ اللہ تو کسی پر ظلم نہیں کرتا اگر لوگ اس وقت کہ جب ان پر مصیبتیں ٹوٹ رہی ہوں اور نعمتیں ان سے زائل ہو رہی ہوں۔ صدقِ نیت و رجوعِ قلب سے اپنے اللہ کی طرف متوجہ ہوں تو وہ برگشتہ ہو جانے والی نعمتوں کو پھر ان کی طرف پلٹا دے گا اور ہر خرابی کی اصلاح کر دے گا۔ مجھے تم سے یہ اندیشہ ہے کہ کہیں تم جہالت و نادانی میں نہ پڑ جاؤ۔ کچھ واقعات ایسے ہو گزرے ہیں کہ جن میں تم نے نامناسب جذبات سے کام لیا۔ میرے نزدیک تم ان میں سراہنے کے قابل نہیں ہو۔ اگر تمھیں پہلی روش پر پھر لگا دیا جائے تو تم یقیناً نیک بخت و سعادت مند بن جاؤ گے۔ میرا کام تو صرف کوشش کرنا ہے، اگر میں کچھ کہنا چاہوں تو البتہ یہی کہوں گا کہ خدا (تمھاری) گزشتہ لغزشوں سے درگزر کرے۔

خطبہ ۱۷۷

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
وَقَدْ سَأَلَهُ ذِعْلِبٌ الْيَمَانِيُّ،
فَقَالَ هَلْ رَأَيْتَ رَبَّكَ يَا أَمِيرَ
الْمُؤْمِنِينَ؟ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

ذعلب یمنی نے آپ سے سوال کیا کہ یا امیر المومنین کیا آپ نے اپنے پروردگار کو دیکھا ہے؟ آپ نے فرمایا کیا میں اس اللہ کی عبادت کرتا ہوں؟ جسے میں نے دیکھا

أَفَأَعْبُدُ مَا لَا أَرَى؟ فَقَالَ: وَ كَيْفَ تَرَاهُ؟ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: لَا تَرَاهُ الْعُيُونُ بِمُشَاهَدَةِ الْعِيَانِ وَ لَكِنْ تُدْرِكُهُ الْقُلُوبُ بِحَقَائِقِ الْإِيمَانِ قَرِيبٌ مِنَ الْأَشْيَاءِ غَيْرُ مُلَامِسٍ بَعِيدٌ مِنْهَا غَيْرُ مُبَايِنٍ مُتَكَلِّمٌ لَا بِرَوِيَّةٍ، مُرِيدٌ لَا بِهِمَّةٍ، صَانِعٌ لَا بِجَارِحَةٍ، لَطِيفٌ لَا يُوصَفُ بِالْخَفَاءِ، كَبِيرٌ لَا يُوصَفُ بِالْجَفَاءِ بَصِيرٌ لَا يُوصَفُ بِالْحَاسَّةِ رَحِيمٌ لَا يُوصَفُ بِالرِّقَّةِ تَعْنُو الْوُجُوهُ لِعَظَمَتِهِ، وَ تَجِبُ الْقُلُوبُ مِنْ مَخَافَتِهِ.

تک نہیں۔ اُس نے کہا کہ آپ کیوں کر دیکھتے ہیں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ

آنکھیں اُسے کھُلم کھُلا نہیں دیکھتیں، بلکہ دل ایمانی حقیقتوں سے اسے پہچانتے ہیں۔ وُہ ہر چیز سے قریب ہے۔ لیکن جسمانی اتصال کے طور پر نہیں۔ وُہ ہر شے سے دُور ہے۔ مگر الگ نہیں وُہ غور و فکر کئے بغیر کلام کرنے والا اور بغیر آمادگی کے قصد و ارادہ کرنے والا اور بغیر اعضا (کی مدد) کے بنانے والا ہے۔ وُہ لطیف ہے۔ لیکن پوشیدگی سے اُسے متصف نہیں کیا جا سکتا۔ وُہ بزرگ و برتر ہے مگر تند خوئی و بدخلقی کی صفت اس میں نہیں۔ وُہ دیکھنے والا ہے مگر حواس سے اُسے موصوف نہیں کیا جا سکتا۔ وُہ رحم کرنے والا ہے مگر اس صفت کو نرم دلی سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا۔ چہرے اس کی عظمت کے آگے ذلیل و خوار اور دل اُس کے خوف سے لرزاں و ہراساں ہیں۔

خطبہ ۱۷۸

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي ذَمِّ أَصْحَابِهِ:

أَحْمَدُ اللهَ عَلَى مَا قَضَى مِنْ أَمْرٍ وَ قَدَّرَ مِنْ فِعْلٍ وَ عَلَى ابْتِلَائِي بِكُمْ أَيَّتُهَا الْفِرْقَةُ الَّتِي إِذَا أَمَرْتُ لَمْ تُطِعْ، وَ إِذَا دَعَوْتُ لَمْ تُجِبْ، إِنْ أُمْهِلْتُمْ خُضْتُمْ، وَ إِنْ حُورِبْتُمْ خُرْتُمْ، وَ إِنِ اجْتَمَعَ النَّاسُ عَلَى إِمَامٍ طَعَنْتُمْ، وَ إِنْ أُجِئْتُمْ إِلَى

اپنے اصحاب کی مذمت میں فرمایا:

میں اللہ کی حمد و ثنا کرتا ہوں ہر اُس امر پر جس کا اس نے فیصلہ کیا اور ہر اُس کام پر جو اُس کی تقدیر نے طے کیا ہو اور اس آزمائش پر جو تمہارے ہاتھوں اُس نے میری کی ہے اے لوگو! کہ جنھیں کوئی حکم دیتا ہوں تو نافرمانی کرتے ہیں اور پکارتا ہوں تو میری آواز پر لبیک نہیں کہتے۔ اگر تمھیں (جنگ سے) کچھ مہلت ملتی ہے تو ڈینگیں مارنے لگتے ہو اور اگر جنگ چھڑ جاتی ہے تو بزدلی دکھاتے ہو۔ اور جب لوگ امام پر ایکا کر لیتے ہیں تو تم طعن و تشنیع کرنے

مُشَاقَّةٌ نَكَصْتُمْ۔ لَا أَبَا لِغَيْرِكُمْ
مَا تَنْتَظِرُوْنَ بِنَصْرِكُمْ، وَالْجِهَادِ
عَلٰى حَقِّكُمْ؟ اَلْمَوْتُ أَوِ الذُّلُّ لَكُمْ
فَوَاللّٰهِ لَئِنْ جَاءَ يَوْمِي، وَلَيَأْتِيَنِّي
لَيُفَرِّقَنَّ بَيْنِي وَ بَيْنَكُمْ وَأَنَا
لِصُحْبَتِكُمْ قَالٍ وَبِكُمْ غَيْرُ كَثِيْرٍ۔
لِلّٰهِ أَنْتُمْ أَمَا دِيْنٌ يَجْمَعُكُمْ؟ وَلَا
حَمِيَّةٌ تَشْحَذُكُمْ أَوَلَيْسَ عَجَبًا
أَنَّ مُعَاوِيَةَ يَدْعُو الْجُفَاةَ الطَّغَامَ
فَيَتَّبِعُوْنَهٗ عَلٰى غَيْرِ مَعُوْنَةٍ وَ
لَا عَطَاءٍ وَ أَنَا أَدْعُوْكُمْ وَأَنْتُمْ
تَرِيْكَةُ الْإِسْلَامِ وَبَقِيَّةُ النَّاسِ
إِلَى الْمَعُوْنَةِ وَطَائِفَةٍ مِّنَ
الْعَطَاءِ فَتَتَفَرَّقُوْنَ عَنِّيْ وَ
تَخْتَلِفُوْنَ عَلَيَّ۔ إِنَّهٗ لَا يَخْرُجُ
إِلَيْكُمْ مِنْ أَمْرِيْ رِضًى
فَتَرْضَوْنَهٗ۔ وَلَا سَخَطٌ
فَتَجْتَمِعُوْنَ عَلَيْهِ وَإِنَّ أَحَبَّ
مَا أَنَا لَاقٍ إِلَى الْمَوْتُ۔ قَدْ
دَارَسْتُكُمُ الْكِتَابَ وَفَاتَحْتُكُمُ
الْحِجَاجَ۔ وَعَرَّفْتُكُمْ مَا أَنْكَرْتُمْ
وَسَوَّغْتُكُمْ مَا مَجَجْتُمْ لَوْ كَانَ
الْأَعْمٰى يَلْحَظُ أَوِ النَّائِمُ يَسْتَيْقِظُ،
وَأَقْرِبْ بِقَوْمٍ مِنَ الْجَهْلِ بِاللّٰهِ
قَائِدُهُمْ مُعَاوِيَةُ وَمُؤَدِّبُهُمْ

لگتے ہو اور اگر تمھیں (جکڑ باندھ کر) جنگ کی طرف لایا جاتا ہے۔ تو اُلٹے پیروں لوٹ جاتے ہو۔ تمھارے دُشمنوں کا بُرا ہو۔ تم اب نصرت کے لیے آمادہ ہونے اور اپنے حق کے لیے جہاد کرنے میں کس چیز کے منتظر ہو۔ موت کے یا اپنی ذِلّت و رُسوائی کے؟ خدا کی قسم! اگر میری موت کا دن آئے گا اور البتہ آ کر رہے گا تو وہ میرے اور تمھارے درمیان جُدائی ڈال دے گا۔ درآنحالیکہ میں تمھاری ہم نشینی سے بیزار اور (تمھاری کثرت کے باوجود) اکیلا ہوں۔ اب تمھیں اللہ ہی اجر دے۔ کیا کوئی دین تمھیں ایک مرکز پر جمع نہیں کرتا اور غیرت تمھیں (دُشمن کی روک تھام پر) آمادہ نہیں کرتی۔ کیا یہ عجیب بات نہیں کہ معاویہ چند تُندمزاج اوباشوں کو دعوت دیتا ہے اور وُہ بغیر کسی امداد و اعانت اور بخشش و عطا کے اُس کی پیروی کرتے ہیں اور میں تمھیں امداد کے علاوہ تمھارے مُعیّنہ عطیوں کے ساتھ دعوت دیتا ہوں مگر تم مجھ سے پراگندہ و منتشر ہو جاتے ہو، اور مخالفتیں کرتے ہو۔ حالانکہ تم اسلام کے رہے سہے افراد اور مُسلمانوں کا بقیہ ہو۔ تم تو میرے کسی فرمان پر راضی ہوتے اور نہ اس پر متحد ہوتے ہو۔ چاہے وُہ تمھارے جذبات کے موافق ہو یا مخالف میں جن چیزوں کا سامنا کرنے والا ہوں۔ اِن میں سب سے زیادہ محبوب مجھے موت ہے، میں نے تمھیں قرآن کی تعلیم دی اور دلیل و بُرہان سے تمھارے درمیان فیصلے کئے اور ان چیزوں سے تمھیں روشناس کیا جنھیں تم نہیں جانتے تھے اور ان چیزوں کو تمھارے لیے خوشگوار بنایا جنھیں تم تھوک دیتے تھے۔ کاش کہ اندھے کو کچھ نظر آئے اور سونے والا (خوابِ غفلت سے) بیدار ہو۔ وُہ قوم اللہ (کے احکام) سے کتنی جاہل ہے کہ جس کا

ابنُ النَّابِغَةِ ۔ | پیشرو معاویہ اور معلم نابغہ[1] کا بیٹا ہے۔

---

[1] "نابغہ" عمرو ابن عاص کی والدہ لیلیٰ غزیہ کا لقب ہے اسے بجائے باپ کے ماں کی طرف نسبت دینے کی وجہ اس کی عمومی شہرت ہے، چنانچہ جب اروی بنت حارث معاویہ کے ہاں گئیں تو دوران گفتگو میں عمرو ابن عاص کے ٹوکنے پر آپ نے اُس سے کہا :-

وانت یا ابن النابغة تتکلم وامك کانت اشهر امرأة تغنی بمکة واخذهن اجرة ادعاه خمسة[2] نفر من قریش فسئلت امك عنهم فقالت کلهم اتانی فانظروا اشبههم به فالحقوه به فغلب علیك شبه العاص ابن وائل فلحقت به۔

(عقد الفرید جلد ۱ صفحہ ۲۲)

اے نابغہ کے بیٹے تم بھی بولنے کی جرأت کرتے ہو حالانکہ تمہاری ماں شہرۂ آفاق اور مکہ میں گانے بجانے کا پیشہ کرتی تھی اور اُجرت لیتی تھی چنانچہ تمہارے متعلق پانچ آدمیوں[2] نے دعویٰ کیا اور جب تمہاری ماں سے دریافت کیا گیا تو اُس نے کہا کہ ہاں یہ پانچوں آدمی میرے پاس آئے تھے لہٰذا جس سے یہ مشابہ ہو اُس کا اسے بیٹا قرار دے لو تو تم عاصی ابن وائل سے زیادہ مشابہ نظر آئے جس کی وجہ سے تم اس کے بیٹے کہلانے لگے۔

[2] وہ پانچ آدمی یہ ہیں : عاصی ابن وائل ۔ ابولہب ۔ اُمیہ ابن خلف ۔ ہشام ابن مغیرہ ۔ ابوسفیان ابن حرب ۔

خطبہ ۱۷۹

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَقَدْ أَرْسَلَ رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِهِ يَعْلَمُ لَهُ عِلْمَ أَحْوَالِ قَوْمٍ مِنْ جُنْدِ الْكُوفَةِ قَدْ هَمُّوا بِاللِّحَاقِ بِالْخَوَارِجِ وَكَانُوا عَلَى خَوْفٍ مِنْهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَلَمَّا عَادَ إِلَيْهِ الرَّجُلُ قَالَ لَهُ: أَأَمِنُوا فَقَطَنُوا أَمْ جَبُنُوا فَظَعَنُوا؟ فَقَالَ الرَّجُلُ: بَلْ ظَعَنُوا يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ: فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: بُعْداً لَهُمْ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُودُ. أَمَا لَوْ أُشْرِعَتِ الْأَسِنَّةُ إِلَيْهِمْ وَصُبَّتِ السُّيُوفُ عَلَى هَامَاتِهِمْ، لَقَدْ نَدِمُوا عَلَى مَا كَانَ

حضرت نے اپنے اصحاب میں سے ایک شخص کو سپاہ کوفہ کی ایک جماعت کی خبر لانے کے لیے بھیجا جو خارجیوں سے منضم ہونے کا تہیہ کئے بیٹھی تھی، لیکن حضرت سے خائف تھی۔ چنانچہ جب وہ شخص پلٹ کر آیا تو آپ نے دریافت کیا کہ کیا وہ مطمئن ہو کر ٹھہر گئے ہیں یا کمزوری و بزدلی دکھلاتے ہوئے چل دیئے ہیں۔ اس نے کہا یا امیرالمومنین وہ تو چلے گئے، تو آپ نے ارشاد فرمایا، انہیں قوم ثمود کی طرح خدا کی رحمت سے دوری ہو۔ دیکھنا جب نیزوں کے رُخ ان کی طرف سیدھے ہوں گے اور تلواروں (کے وار) ان کی کھوپڑیوں پر پڑیں گے تو اپنے کیے پر پچھتائیں گے،

مِنْهُمْ اَنَّ الشَّيْطَانَ الْيَوْمَ قَدِ اسْتَفَلَّهُمْ وَهُوَ غَدًا مُتَبَرِّئٌ مِنْهُمْ وَمُتَخَلٍّ عَنْهُمْ فَحَسْبُهُمْ بِخُرُوجِهِمْ مِنَ الْهُدٰى وَارْتِكَاسِهِمْ فِي الضَّلَالِ وَالْعَمٰى وَصَدِّهِمْ عَنِ الْحَقِّ وَجِمَاحِهِمْ فِي التِّيْهِ۔

آج تو شیطان نے انھیں تتر بتر کر دیا ہے اور کل ان سے اظہار بیزاری کرتا ہوا اِن سے الگ ہو جائے گا۔ ان کا ہدایت سے نکل جانا، گمراہی و ضلالت میں جا پڑنا حق سے مُنہ پھیر لینا اور ضلالتوں میں مُنہ زوریاں کھانا ہی اِن کے (مستحق عذاب) ہونے کے لیے کافی ہے۔

ل‍ہ قبیلہ بنی ناجیہ کا ایک شخص خریت ابن راشد جنگِ صفین میں امیرالمومنینؑ کے ساتھ شریک تھا مگر تحکیم کے بعد بغاوت پر اُتر آیا اور تیس آدمیوں کے ہمراہ حضرت کے سامنے آکر کہنے لگا واللہ لا اطیع امرك ولا اصلی خلفك وانی غدا لمفارق لك۔ خدا کی قسم! نہ میں آپ کا کوئی حکم مانوں گا۔ نہ آپ کے پیچھے نماز پڑھوں گا اور کل آپ سے الگ ہو جاؤں گا۔ جس پر حضرتؑ نے فرمایا کہ تمھیں پہلے اس تحکیم کے وجوہ پر غور کرنا چاہیے اور اس سلسلہ میں مجھ سے بات چیت کرنا چاہیے۔ اگر تمھارا اطمینان نہ ہو تو پھر جو چاہو کرو، اُس نے کہا کہ میں کل آؤں گا اور اس کے متعلق گفتگو کروں گا۔ حضرتؑ نے فرمایا: کہ دیکھو یہاں سے جا کر دوسروں کے بہکانے میں نہ آجانا اور کوئی دوسرا راستہ اختیار نہ کرنا۔ اگر تم سمجھنا چاہو گے تو میں تمھیں اس ٹیڑھی راہ سے ہٹا کر شاہراہ ہدایت پر لگا دوں گا۔ اس گفتگو کے بعد وہ واپس ہو گیا۔ مگر اس کے تیور اس امر کے غماز تھے کہ وہ بغاوت پر تلا بیٹھا ہے اور کسی طرح سمجھانے سے نہیں سمجھے گا۔ چنانچہ یہی ہوا کہ وہ معاملہ فہمی کے بجائے اپنی بات پر اڑ گیا اور اپنی منزل پر پہنچ کر اپنے قبیلہ والوں سے کہا کہ جب ہم نے امیرالمومنین سے الگ ہونے کا تہیہ کر لیا ہے، تو ان کے پاس جانے کی کوئی ضرورت نہیں اور ہمیں جو قدم اٹھانا ہے۔ اٹھا لینا چاہیے۔ اس موقع پر عبداللہ ابن قعین ازدی بھی ان کی ٹوہ لگانے کے لیے ان کے ہاں پہنچ گئے۔ جب انھوں نے یہ رنگ دیکھا تو مدرک ابن ریان ناجی سے کہا کہ تم اسے سمجھاؤ اور اس بغاوت کے تباہ کن نتائج سے آگاہ کرو۔ ایسا نہ ہو کہ یہ اپنے پورے قبیلہ کے لیے تباہی کا باعث بن جائے جس پر مدرک نے اطمینان دلایا کہ اسے کوئی غلط قدم نہیں اُٹھانے دیا جائے گا۔ چنانچہ عبداللہ مطمئن ہو کر واپس پلٹ آئے اور دوسرے دن امیرالمومنینؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر تمام کیفیت سے آپ کو مطلع کیا۔ جس پر حضرتؑ نے فرمایا کہ دیکھیں اس کے آنے پر کیا صورت ہوتی ہے۔ لیکن مقررہ وقت گزرنے کے بعد جب وہ نہ آیا۔ تو حضرتؑ نے عبداللہ سے فرمایا کہ تم جا کر دیکھو کہ کیا بات ہے اور اس تاخیر کا کیا سبب ہے۔ جب عبداللہ وہاں پہنچے تو وہ سب جا چکے تھے، پلٹ کر امیرالمومنینؑ کے پاس آئے تو حضرتؑ نے اس موقع پر یہ کلام فرمایا۔

خریت ابن راشد اور اس کی جماعت کا جو حشر ہُوا وہ خطبہ ۴۴ کے تحت ذکر کیا جا چکا ہے۔

خطبہ ۱۸۰

(وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

رُوِیَ عَنْ نَوْفٍ الْبِكَالِیِّ قَالَ خَطَبَنَا هٰذِهِ الْخُطْبَةَ بِالْكُوْفَةِ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَهُوَ قَائِمٌ عَلٰى حِجَارَةٍ نَصَبَهَا لَهٗ جَعْدَةُ بْنُ هُبَيْرَةَ الْمَخْزُوْمِیُّ، وَعَلَيْهِ مِدْرَعَةٌ مِنْ صُوْفٍ وَحَمَائِلُ سَيْفِهٖ لِيْفٌ، وَفِیْ رِجْلَيْهِ نَعْلَانِ مِنْ لِيْفٍ، وَكَاَنَّ جَبِيْنَهٗ ثَفِنَةُ بَعِيْرٍ۔ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اِلَيْهِ مَصَائِرُ الْخَلْقِ، وَعَوَاقِبُ الْاَمْرِ۔ نَحْمَدُهٗ عَلٰى عَظِيْمِ اِحْسَانِهٖ وَنَيِّرِ بُرْهَانِهٖ، وَنَوَامِیْ فَضْلِهٖ وَامْتِنَانِهٖ، حَمْدًا يَّكُوْنُ لِحَقِّهٖ قَضَآءً وَّلِشُكْرِهٖ اَدَآءً وَّ اِلٰى ثَوَابِهٖ مُقَرِّبًا وَّلِحُسْنِ مَزِيْدِهٖ مُوْجِبًا وَّ نَسْتَعِيْنُ بِهِ اسْتِعَانَةَ رَاجٍ لِفَضْلِهٖ مُؤَمِّلٍ لِّنَفْعِهٖ وَاثِقٍ بِدَفْعِهٖ مُعْتَرِفٍ لَّهٗ بِالطَّوْلِ۔ مُذْعِنٍ لَّهٗ بِالْعَمَلِ وَالْقَوْلِ وَنُؤْمِنُ بِهٖ اِيْمَانَ مَنْ رَجَاهُ مُوْقِنًا، وَّ اَنَابَ اِلَيْهِ مُؤْمِنًا وَّخَنَعَ لَهٗ مُذْعِنًا وَّ اَخْلَصَ لَهٗ مُوَحِّدًا وَّعَظَّمَهٗ مُمَجِّدًا، وَ لَاذَ بِهٖ رَاغِبًا مُّجْتَهِدًا۔ لَمْ يُوْلَدْ سُبْحَانَهٗ فَيَكُوْنَ فِی الْعِزِّ مُشَارَكًا۔ وَلَمْ يَلِدْ فَيَكُوْنَ مُوْرِثًا هَالِكًا۔ وَلَمْ يَتَقَدَّمْهُ وَقْتٌ وَّلَا زَمَانٌ وَّلَمْ يَتَعَاوَرْهُ

نوف بکالی سے روایت کی گئی ہے کہ انھوں نے کہا کہ حضرت نے یہ خطبہ ہمارے سامنے کوفہ میں اس پتھر پر کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا جسے جعدہ ابن ہبیرہ مخزومی نے نصب کیا تھا۔ اس وقت آپ کے جسم مبارک پر ایک اونی جبہ تھا۔ اور آپ کی تلوار کا پرتلہ لیف خرما کا تھا۔ اور پیروں میں جوتے بھی کھجور کی پتیوں کے تھے۔ اور (سجدوں کی وجہ سے) پیشانی یوں معلوم ہوتی تھی جیسے اونٹ کے گھٹنے پر کا گھٹا۔

تمام حمد اس اللہ کے لیے ہے جس کی طرف تمام مخلوق کی بازگشت اور ہر چیز کی انتہا ہے ہم اس کے عظیم احسان، روشن و واضح برہان اور اس کے لطف و کرم کی افزائش پر اس کی حمد و ثنا کرتے ہیں۔ ایسی حمد کہ جس سے اس کا حق پورا ہو اور شکر ادا ہو اور اس کے ثواب کے قریب لے جانے والی اور اس کی بخششوں کو بڑھانے والی ہو۔ ہم اس سے اس طرح مدد مانگتے ہیں جس طرح اس کے فضل کا امیدوار اس کے نفع کا آرزومند (دفع بلیات کا) اطمینان رکھنے والا اور بخشش و عطا کا معترف اور قول و عمل سے اس کا مطیع و فرمانبردار اس سے مدد چاہتا ہو اور ہم اس شخص کی طرح اس پر ایمان رکھتے ہیں جو یقین کے ساتھ اس سے آس لگائے ہو، اور ایمان (کامل) کے ساتھ اس کی طرف رجوع ہو اور اطاعت و فرمانبرداری کے ساتھ اس کے سامنے عاجزی و فروتنی کرتا ہو، اور اسے ایک جانتے ہوئے اس سے اخلاص برتتا ہو اور سپاس گزاری کے ساتھ اسے بزرگ جانتا ہو اور رغبت

زِيَادَةٌ وَلَا نُقْصَانٌ بَلْ ظَهَرَ لِلْعُقُولِ
بِمَا أَرَانَا مِنْ عَلَامَاتِ التَّدْبِيرِ
الْمُتْقَنِ وَالْقَضَاءِ الْمُبْرَمِ فَمِنْ
شَوَاهِدِ خَلْقِهِ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ
مُوَطَّدَاتٍ بِلَا عَمَدٍ، قَائِمَاتٍ بِلَا
سَنَدٍ دَعَاهُنَّ فَأَجَبْنَ طَائِعَاتٍ
مُذْعِنَاتٍ غَيْرَ مُتَلَكِّئَاتٍ وَلَا مُبْطِئَاتٍ
وَلَوْلَا إِقْرَارُهُنَّ لَهُ بِالرُّبُوبِيَّةِ وَ
إِذْعَانُهُنَّ لَهُ بِالطَّوَاعِيَةِ لَمَا جَعَلَهُنَّ
مَوْضِعًا لِعَرْشِهِ، وَلَا مَسْكَنًا لِمَلَائِكَتِهِ
وَلَا مَصْعَدًا لِلْكَلِمِ الطَّيِّبِ وَالْعَمَلِ
الصَّالِحِ مِنْ خَلْقِهِ۔ جَعَلَ نُجُومَهَا
أَعْلَامًا يَسْتَدِلُّ بِهَا الْحَيْرَانُ فِي
مُخْتَلَفِ فِجَاجِ الْأَقْطَارِ۔ لَمْ يَمْنَعْ
ضَوْءَ نُورِهَا ادْلِهْمَامُ سُجُفِ اللَّيْلِ
الْمُظْلِمِ۔ وَلَا اسْتَطَاعَتْ جَلَابِيبُ
سَوَادِ الْحَنَادِسِ أَنْ تَرُدَّ مَا شَاعَ
فِي السَّمٰوٰتِ مِنْ تَلَأْلُؤِ نُورِ الْقَمَرِ۔
فَسُبْحَانَ مَنْ لَا يَخْفَى عَلَيْهِ سَوَادُ
غَسَقٍ دَاجٍ وَلَا لَيْلٍ سَاجٍ فِي بِقَاعِ
الْأَرَضِينَ الْمُتَطَأْطِئَاتِ، وَلَا فِي يَفَاعِ
السُّفْعِ الْمُتَجَاوِرَاتِ۔ وَمَا يَتَجَلْجَلُ
بِهِ الرَّعْدُ فِي أُفُقِ السَّمَاءِ، وَمَا
تَلَاشَتْ عَنْهُ بُرُوقُ الْغَمَامِ وَ
مَا تَسْقُطُ مِنْ وَرَقَةٍ تُزِيلُهَا عَنْ

و کوشش سے اُس کے دامن میں پناہ ڈھونڈتا ہو اُس
کا کوئی باپ نہیں کہ وُہ عزّت و بزرگی میں اس کا شریک ہو
نہ اُس کے کوئی اولاد ہے کہ اُسے چھوڑ کر وُہ دنیا سے رخصت
ہو جائے اور وہ اس کی وارث ہو جائے نہ اس کے پہلے
وقت اور زمانہ تھا، نہ اس پہ یکے بعد دیگرے کمی اور
زیادتی طاری ہوتی ہے، بلکہ جو اس نے مضبوط نظام
(کائنات) اور اٹل احکام کی علامتیں ہمیں دکھائی ہیں۔
ان کی وجہ سے وہ عقلوں کے لیے ظاہر ہوا ہے۔ چنانچہ
اس آفرینش پر گواہی دینے والوں میں آسمانوں کی خلقت ہے
کہ جو بغیر ستونوں کے ثابت و برقرار اور بغیر سہارے کے
قائم ہیں۔ خداوند عالم نے انھیں پکارا تو یہ بغیر کسی سستی اور
توقف کے اطاعت و فرمانبرداری کرتے ہوئے لبیک کہہ
اُٹھے۔ اگر وہ اس کی ربوبیت کا اقرار نہ کرتے اور اُس
کے سامنے سرِ اطاعت نہ جھکاتے تو وُہ انھیں اپنے عرش
کا مقام اور اپنے فرشتوں کا مسکن اور پاکیزہ کلموں اور
مخلوق کے نیک عملوں کے بلند ہونے کی جگہ نہ بناتا۔ اللہ
نے ان کے ستاروں کو ایسی روشن نشانیاں قرار دیا ہے
کہ جن سے حیران و سرگرداں اطراف زمین کی راہوں میں
آنے جانے کے لیے رہنمائی حاصل کرتے ہیں۔ اندھیری
رات کی اندھیاریوں کے سیاہ پردے ان کے نور کی
ضوپاشیوں کو نہیں روکتے اور نہ شب ہائے تاریک کی
تیرگی کے پردے یہ طاقت رکھتے ہیں کہ وُہ آسمانوں میں
پھیلی ہوئی چاند کے نور کی جگمگاہٹ کو پلٹا دیں۔ پاک ہے
وُہ ذات جس پر پست زمین کے قطعوں اور باہم ملے ہوئے
سیاہ پہاڑوں کی چوٹیوں میں اندھیری رات کی اندھیاریاں

مُسْتَقَطِهَا عَوَاصِفُ الْأَنْوَاءِ وَ انْهِطَالُ السَّمَاءِ وَيَعْلَمُ مَسْقَطَ الْقَطْرَةِ وَمَقَرَّهَا، وَ مَسْحَبَ الذَّرَّةِ وَمَجَرَّهَا۔ وَمَا يَكْفِي الْبَعُوضَةَ مِنْ قُوتِهَا، وَمَا تَحْمِلُ الْأُنْثَىٰ فِي بَطْنِهَا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْكَائِنِ قَبْلَ أَنْ يَكُونَ كُرْسِيٌّ أَوْ عَرْشٌ، أَوْ سَمَاءٌ أَوْ أَرْضٌ أَوْ جَانٌّ أَوْ إِنْسٌ ۔ لَا يُدْرَكُ بِوَهْمٍ وَلَا يُقَدَّرُ بِفَهْمٍ وَلَا يَشْغَلُهُ سَائِلٌ وَلَا يَنْقُصُهُ نَائِلٌ وَلَا يُبْصَرُ بِعَيْنٍ وَلَا يُحَدُّ بِأَيْنٍ ۔ وَلَا يُوصَفُ بِالْأَزْوَاجِ وَلَا يَخْلُقُ بِعِلَاجٍ ۔ وَلَا يُدْرَكُ بِالْحَوَاسِّ ۔ وَلَا يُقَاسُ بِالنَّاسِ الَّذِي كَلَّمَ مُوسَىٰ تَكْلِيمًا، وَأَرَاهُ مِنْ آيَاتِهِ عَظِيمًا ۔ بِلَا جَوَارِحَ وَلَا أَدَوَاتٍ، وَلَا نُطْقٍ ۔ وَلَا لَهَوَاتٍ بَلْ إِنْ كُنْتَ صَادِقًا أَيُّهَا الْمُتَكَلِّفُ لِوَصْفِ رَبِّكَ فَصِفْ جِبْرَائِيلَ وَمِيكَائِيلَ وَجُنُودَ الْمَلَائِكَةِ الْمُقَرَّبِينَ فِي حُجُرَاتِ الْقُدُسِ مُرْجَحِنِّينَ مُتَوَلِّهَةً عُقُولُهُمْ أَنْ يَحُدُّوا أَحْسَنَ الْخَالِقِينَ فَإِنَّمَا

اور پُرسکون شب کی ظلمتیں پوشیدہ نہیں ہیں اور نہ اُفقِ آسمان میں رعد کی گرج اِس سے مخفی ہے اور نہ وُہ چیزیں کہ جن پر بادلوں کی بجلیاں کوند کر ناپید ہو جاتی ہیں اور نہ وُہ پتے جو (ٹوٹ کر) گرتے ہیں کہ جنھیں (بارش کے) نچھتروں کی تُند ہوائیں اور موسلا دھار بارشیں اِن کے گرنے کی جگہ سے ہٹا دیتی ہیں۔ وُہ جانتا ہے کہ بارش کے قطرے کہاں گریں گے اور کہاں ٹھہریں گے۔ اور چھوٹی چیونٹیاں کہاں رینگیں گی اور کہاں (اپنے کو) کھینچ کر لے جائیں گی اور مچھروں کو کونسی روزی کفایت کرے گی اور مادہ اپنے پیٹ میں کیا لیے ہُوئے ہے۔

تمام حمد اُس اللہ کے لیے ہے جو عرش و کرسی، زمین و آسمان اور جن و انس سے پہلے موجود تھا۔ نہ (انسانی) واہموں سے اُسے جانا جا سکتا ہے اور نہ عقل و فہم سے اس کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ اسے کوئی سوال کرنے والا (دُوسرے سائلوں سے) غافل نہیں بناتا اور نہ بخشش و عطا سے اُس کے ہاں کچھ کمی آتی ہے۔ وُہ آنکھوں سے دیکھا نہیں جا سکتا اور نہ کسی جگہ میں اُس کی حد بندی ہو سکتی ہے۔ نہ ساتھیوں کے ساتھ اسے متصف کیا جا سکتا ہے اور نہ (اعضاء و جوارح کی حرکت سے وُہ پیدا کرتا ہے اور نہ حواس سے وہ جانا پہچانا جا سکتا ہے اور نہ انسانوں پر اس کا قیاس ہو سکتا ہے وُہ خدا کہ جس نے بغیر اعضاء و جوارح اور بغیر گویائی اور بغیر حلق کے کوّوں کو ہلائے ہُوئے مُوسیٰ علیہ السلام سے باتیں کیں اور انھیں اپنی عظیم نشانیاں دکھلائیں اے اللہ کی توصیف میں رنج و تعب اٹھانے والے اگر تو (اس سے

يُدْرَكُ بِالصِّفَاتِ ذَوُو
الْهَيْئَاتِ وَالْأَدَوَاتِ وَمَنْ
يَنْقَضِي إِذَا بَلَغَ أَمَدَ حَدِّهِ
بِالْفَنَاءِ، فَلَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ
أَضَاءَ بِنُورِهِ كُلَّ ظَلَامٍ وَ
أَظْلَمَ بِظُلْمَتِهِ كُلَّ نُورٍ۔
أُوصِيكُمْ عِبَادَ اللّٰهِ بِتَقْوَى
اللّٰهِ الَّذِي أَلْبَسَكُمُ الرِّيَاشَ
وَأَسْبَغَ عَلَيْكُمُ الْمَعَاشَ۔ وَلَوْ
أَنَّ أَحَدًا يَجِدُ إِلَى الْبَقَاءِ سُلَّمًا،
أَوْ إِلَى دَفْعِ الْمَوْتِ سَبِيلًا لَكَانَ
ذٰلِكَ سُلَيْمَانَ بْنَ دَاوُدَ عَلَيْهِ
السَّلَامُ الَّذِي سُخِّرَ لَهُ مُلْكُ
الْجِنِّ وَالْإِنْسِ مَعَ النُّبُوَّةِ وَعَظِيمِ
الزُّلْفَةِ۔ فَلَمَّا اسْتَوْفَى طُعْمَتَهُ
وَاسْتَكْمَلَ مُدَّتَهُ۔ رَمَتْهُ قِسِيُّ
الْفَنَاءِ بِنِبَالِ الْمَوْتِ۔ وَأَصْبَحَتِ
الدِّيَارُ مِنْهُ خَالِيَةً وَالْمَسَاكِنُ
مُعَطَّلَةً، وَوَرِثَهَا قَوْمٌ آخَرُونَ
وَإِنَّ لَكُمْ فِي الْقُرُونِ السَّالِفَةِ
لَعِبْرَةً۔ أَيْنَ الْعَمَالِقَةُ وَأَبْنَاءُ الْعَمَالِقَةِ
أَيْنَ الْفَرَاعِنَةُ وَأَبْنَاءُ الْفَرَاعِنَةِ أَيْنَ
أَصْحَابُ مَدَائِنِ الرَّسِّ الَّذِينَ قَتَلُوا
النَّبِيِّينَ وَأَطْفَؤُوا سُنَنَ الْمُرْسَلِينَ
وَأَحْيَوْا سُنَنَ الْجَبَّارِينَ۔ أَيْنَ

عہدہ برآ ہونے میں) سمجھا ہے تو پہلے جبرائیل و میکائیل اور مقرب فرشتوں کے لاؤ لشکر کا وصف بیان کر کہ جو پاکیزگی و طہارت کے حجروں میں اس عالم میں سر جھکائے پڑے ہیں کہ ان کی عقلیں ششدر و حیران ہیں کہ وہ اس بہترین خالق کی توصیف کر سکیں۔ صفتوں کے ذریعے وہ چیزیں جانی پہچانی جاتی ہیں جو شکل و صورت اور اعضاء و جوارح رکھتی ہوں اور وہ کہ جو اپنی حد انتہا کو پہنچ کر موت کے ہاتھوں ختم ہو جائیں۔ اُس اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں کہ جس نے اپنے نور سے تمام تاریکیوں کو روشن و منور کیا اور ظلمت (عدم) سے ہر نور کو تیرہ و تار بنا دیا ہے۔

اللہ کے بندو! میں تمہیں اس اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں جس نے تم کو لباس سے ڈھانپا اور ہر طرح کا سامانِ معیشت تمہارے لیے مہیا کیا۔ اگر کوئی دنیوی بقا (کی بلندیوں پر) چڑھنے کا زینہ یا موت کو دور کرنے کا راستہ پا سکتا ہوتا تو وہ سلیمان ابن داؤد (علیہما السلام) ہوتے کہ جن کے لیے نبوت و انتہائے تقرب کے ساتھ جن و انس کی سلطنت قبضہ میں دے دی گئی تھی۔ لیکن جب وہ اپنا آب و دانہ پورا اور اپنی مدت (حیات) ختم کر چکے تو فنا کی کمانوں نے انہیں موت کے تیروں کی زد پر رکھ لیا گھر اُن سے خالی ہو گئے اور بستیاں اُجڑ گئیں اور دوسرے لوگ ان کے وارث ہو گئے۔ تمہارے لیے گزشتہ دوروں (کے ہر دور) میں عبرتیں (ہی عبرتیں) ہیں (ذرا سوچو تو) کہ کہاں ہیں عمالقہ اور اُن کے بیٹے، اور کہاں ہیں فرعون اور ان کی اولادیں، اور کہاں ہیں اصحاب الرس کے شہروں کے باشندے جنہوں نے نبیوں کو قتل کیا، پیغمبروں

الَّذِينَ سَارُوا بِالْجُيُوشِ ـ وَهَزَمُوا الْأُلُوفَ وَعَسْكَرُوا الْعَسَاكِرَ وَمَدَّنُوا الْمَدَائِنَ ـ

(مِنْهَا) قَدْ لَبِسَ لِلْحِكْمَةِ جُنَّتَهَا وَأَخَذَهَا بِجَمِيعِ أَدَبِهَا مِنَ الْإِقْبَالِ عَلَيْهَا وَالْمَعْرِفَةِ بِهَا وَالتَّفَرُّغِ لَهَا وَهِيَ عِنْدَ نَفْسِهِ ضَالَّتُهُ الَّتِي يَطْلُبُهَا وَحَاجَتُهُ الَّتِي يَسْأَلُ عَنْهَا فَهُوَ مُغْتَرِبٌ إِذَا اغْتَرَبَ الْإِسْلَامُ وَضَرَبَ بِعَسِيبِ ذَنَبِهِ، وَأَلْصَقَ الْأَرْضَ بِجِرَانِهِ ـ بَقِيَّةٌ مِنْ بَقَايَا حُجَّتِهِ، خَلِيفَةٌ مِنْ خَلَائِفِ أَنْبِيَائِهِ ـ (ثُمَّ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ):

أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي قَدْ بَثَثْتُ لَكُمُ الْمَوَاعِظَ الَّتِي وَعَظَ الْأَنْبِيَاءُ بِهَا أُمَمَهُمْ ـ وَأَدَّيْتُ إِلَيْكُمْ مَا أَدَّتِ الْأَوْصِيَاءُ إِلَى مَنْ بَعْدَهُمْ ـ وَأَدَّبْتُكُمْ بِسَوْطِي فَلَمْ تَسْتَقِيمُوا وَحَدَوْتُكُمْ بِالزَّوَاجِرِ فَلَمْ تَسْتَوْسِقُوا لِلّٰهِ أَنْتُمْ! أَتَتَوَقَّعُونَ إِمَامًا غَيْرِي يَطَأُ بِكُمُ الطَّرِيقَ، وَيُرْشِدُكُمُ السَّبِيلَ؟ أَلَا إِنَّهُ قَدْ أَدْبَرَ مِنَ الدُّنْيَا مَا كَانَ مُقْبِلًا، وَأَقْبَلَ مِنْهَا مَا كَانَ مُدْبِرًا، وَأَزْمَعَ التَّرْحَالَ

کے روشن طریقوں کو مٹایا اور ظالموں کے طور طریقوں کو زندہ کیا، کہاں ہیں وہ لوگ جو لشکروں کو لے کر بڑھے ہزاروں کو شکست دی اور فوجوں کو فراہم کر کے شہروں کو آباد کیا۔

اسی خطبہ کے ذیل میں فرمایا ہے:۔ وہ حکمت کی سپر پہنے ہو گا اور اُس کو اُس کے تمام شرائط و آداب کے ساتھ حاصل کیا ہو گا (جو یہ ہیں کہ) ہمہ تن اس کی طرف متوجہ ہو اُس کی اچھی طرح شناخت ہو، اور دل (علائق دنیا سے) خالی ہو۔ چنانچہ وہ اِس کے نزدیک اسی کی گمشدہ چیز اور اسی کی حاجت و آرزو ہے کہ جس کا وہ طلب گار و خواستگار ہے وہ اس وقت (نظروں سے اوجھل ہو کر) غریب و مسافر ہو گا کہ جب اِسلام عالم غربت میں اور مثل اُس اونٹ کے ہو گا جو تھکن سے اپنی دُم زمین پر مارتا ہو اور گردن کا اگلا حصہ زمین پہ ڈالے ہُوئے ہو، وہ اللہ کی باقی ماندہ حجتوں کا بقیہ اور انبیاء کے جانشینوں میں سے ایک وارث و جانشین ہے۔

اِس کے بعد حضرت نے فرمایا: اے لوگو! میں نے تمھیں اسی طرح نصیحتیں کی ہیں جس طرح کی انبیاء اپنی اُمتوں کو کرتے چلے آئے ہیں اور ان چیزوں کو تم تک پہنچایا ہے جو اوصیاء بعد والوں تک پہنچایا کیے ہیں۔ میں نے تمھیں اپنے تازیانہ سے اَدب سکھانا چاہا مگر تم سیدھے نہ ہُوئے اور زجر و توبیخ سے تمھیں ہنکایا لیکن تم یکجا نہ ہُوئے۔ اللہ تمھیں سمجھے کیا میرے علاوہ کسی اور امام کے اُمیدوار ہو جو تمھیں سیدھی راہ پر چلائے اور صحیح راستہ دکھلائے۔ دیکھو! دُنیا کی طرف رُخ کرنے والی چیزوں نے جو رُخ کیے ہُوئے تھیں پیٹھ پھرا لی، اور جو

عِبَادُ اللهِ الْاَخْيَارُ، بَاعُوْا قَلِيْلاً مِنَ الدُّنْيَا لَا يَبْقٰى بِكَثِيْرٍ مِنَ الْاٰخِرَةِ لَا يَفْنٰى. مَا ضَرَّ اِخْوَانَنَا الَّذِيْنَ سُفِكَتْ دِمَآؤُهُمْ وَهُمْ بِصِفِّيْنَ اَنْ لَا يَكُوْنُوا الْيَوْمَ اَحْيَآءً؟ يُسِيْغُوْنَ الْغُصَصَ وَيَشْرَبُوْنَ الرَّنْقَ قَدْ وَاللهِ لَقُوا اللهَ فَوَفّٰاهُمْ اُجُوْرَهُمْ، وَاَحَلَّهُمْ دَارَ الْاَمْنِ بَعْدَ خَوْفِهِمْ. اَيْنَ اِخْوَانِيَ الَّذِيْنَ رَكِبُوا الطَّرِيْقَ وَمَضَوْا عَلَى الْحَقِّ؟ اَيْنَ عَمَّارٌ؟ وَاَيْنَ ابْنُ التَّيِّهَانِ؟ وَاَيْنَ ذُو الشَّهَادَتَيْنِ؟ وَاَيْنَ نُظَرَآؤُهُمْ مِنْ اِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ تَعَاقَدُوْا عَلَى الْمَنِيَّةِ وَاُبْرِدَ بِرُءُوْسِهِمْ اِلَى الْفَجَرَةِ. (قَالَ ثُمَّ ضَرَبَ بِيَدِهٖ عَلٰى لِحْيَتِهِ الشَّرِيْفَةِ الْكَرِيْمَةِ فَاَطَالَ الْبُكَاءَ، ثُمَّ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

اَوِّهِ عَلٰى اِخْوَانِيَ الَّذِيْنَ تَلَوُا الْقُرْاٰنَ فَاَحْكَمُوْهُ، وَتَدَبَّرُوا الْفَرْضَ فَاَقَامُوْهُ، اَحْيَوُا السُّنَّةَ وَاَمَاتُوا الْبِدْعَةَ. دُعُوْا لِلْجِهَادِ فَاَجَابُوْا، وَوَثِقُوْا بِالْقَائِدِ فَاتَّبَعُوْهُ (ثُمَّ نَادٰى بِاَعْلٰى صَوْتِهٖ): اَلْجِهَادَ اَلْجِهَادَ عِبَادَ اللهِ! اَلَا وَاِنِّيْ مُعَسْكِرٌ فِيْ يَوْمِيْ

پیٹھ پھرائے ہوئے تھیں انھوں نے رُخ کر لیا۔ اللہ کے نیک بندوں نے (دنیا سے) کوچ کرنے کا تہیا کر لیا۔ اور فنا ہونے والی تھوڑی سی دُنیا ہاتھ سے دے کر ہمیشہ رہنے والی بہت سی آخرت مول لے لی۔ بھلا ہمارے اِن بھائی بندوں کو کہ جن کے خون صفین میں بہائے گئے اس سے کیا نقصان پہنچا؟ کہ وُہ آج زندہ موجود نہیں ہیں (یہی نہ کہ اگر وہ ہوتے) تو تلخ گھونٹوں کو گوارہ کرتے اور گندلا پانی پیتے۔ خدا کی قسم! وُہ خدا کے حضور میں پہنچ گئے اس نے ان کو پُورا پُورا اجر دیا اور خوف و ہراس کے بعد انھیں امن چین والے گھر میں اُتارا کہاں ہیں؟ وہ میرے بھائی کہ جو سیدھی راہ پر چلتے رہے۔ اور حق پر گزر گئے، کہاں ہیں؟ عمار اور کہاں ہیں؟ ابن تیہان اور کہاں ہیں ذوالشہادتین اور کہاں ہیں ان کے ایسے اور دُوسرے بھائی کہ جو مرنے پر عہد و پیمان باندھے ہوئے تھے اور جن کے سروں کو فاسقوں کے پاس روانہ کیا گیا۔

نوف کہتے ہیں کہ اس کے بعد حضرت نے اپنا ہاتھ ریش مبارک پر پھیرا اور دیر تک رویا کئے اور پھر فرمایا۔

آہ! میرے وُہ بھائی کہ جنھوں نے قرآن کو پڑھا تو اسے مضبوط کیا اپنے فرائض میں غور و فکر کیا تو انھیں ادا کیا، سنت کو زندہ کیا اور بدعت کو موت کے گھاٹ اتارا جہاد کے لیے انھیں بُلایا گیا تو انھوں نے لبیک کہی اور اپنے پیشوا پر یقین کامل کے ساتھ بھروسا کیا۔ تو اس کی پیروی بھی کی (اس کے بعد حضرت نے بلند آواز سے پکار کر کہا) جہاد جہاد۔ اے بندگانِ خدا! دیکھو میں آج ہی

هٰذَا فَمَنْ اَرَادَ الرَّوَاحَ اِلَى اللّٰهِ فَلْيَخْرُجْ۔

قَالَ نَوْفٌ:۔ وَعَقَدَ لِلْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيْ عَشَرَةِ اٰلَافٍ، وَلِقَيْسِ ابْنِ سَعْدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ فِيْ عَشَرَةِ اٰلَافٍ، وَلِاَبِيْ اَيُّوْبَ الْاَنْصَارِيِّ فِيْ عَشَرَةِ اٰلَافٍ، وَلِغَيْرِهِمْ عَلٰۤى اَعْدَادٍ اُخَرَ وَهُوَ يُرِيْدُ الرَّجْعَةَ اِلٰى صِفِّيْنَ، فَمَا دَارَتِ الْجُمُعَةُ حَتّٰى ضَرَبَهُ الْمَلْعُوْنُ ابْنُ مُلْجَمٍ لَعَنَهُ اللّٰهُ، فَتَرَاجَعَتِ الْعَسَاكِرُ فَكُنَّا كَاَغْنَامٍ فَقَدَتْ رَاعِيَهَا تَخْتَطِفُهَا الذِّئَابُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ۔

لشکر کو ترتیب دے رہا ہوں جو اللہ کی طرف بڑھنا چاہے وہ نکل کھڑا ہو۔

نوف کہتے ہیں کہ اس کے بعد حضرتؑ نے دس ہزار کی سپاہ پر حسین (علیہ السلام) کو اور دس ہزار کی فوج پر قیس ابن سعد (رحمہ اللہ) کو اور دس ہزار کے لشکر پر ابوایوب انصاری (رضی اللہ عنہ) کو امیر بنایا اور دوسرے لوگوں کو مختلف تعداد کی فوجوں پر سالار مقرر کیا اور آپ صفین کی طرف پلٹ کر جانے کا ارادہ رکھتے تھے۔ لیکن ایک ہفتہ بھی گزرنے نہ پایا تھا کہ ملعون ابن ملجم (لعنہ اللہ) نے آپ کے (سر اقدس پر) ضرب لگائی جس سے تمام لشکر پلٹ گئے اور ہماری حالت ان بھیڑ بکریوں کی مانند ہو گئی۔ جو اپنے چرواہے کو کھو چکی ہوں اور بھیڑیے ہر طرف سے انھیں اُچک کر لے جا رہے ہوں۔

ل تاریخ کے صفحات اس کے شاہد ہیں کہ اکثر و بیشتر قوموں کی ہلاکت و تباہی ان کے ظلم و جور اور علانیہ فسق و فجور کی وجہ سے ظہور میں آئی۔ چنانچہ وہ قومیں جنھوں نے ربع مسکون کے ہر گوشہ پر اپنے اقتدار کے سکے جمائے اور شرق و غرب عالم پر اپنے پرچم لہرائے جب ان کی بداعمالیوں اور بدکرداریوں سے پردہ ہٹا تو "پاداش عمل" کے قانون نے اس طرح ان کا استیصال کیا کہ صفحۂ عالم سے حرفِ غلط کی طرح محو ہو گئے۔ عاد و ثمود کی سلطنتوں کا خاتمہ ہو گیا۔ فرعون و نمرود کی شاہنشاہیاں مٹ گئیں۔ طسم و جدیس کی سر بفلک عمارتیں سنسان کھنڈر بن گئیں۔ اصحاب الرس کی بستیاں اُجڑ کر ویرانہ ہو گئیں، اور جہاں زندگی کے قہقہے تھے۔ وہاں موت کی اُداسیاں اور جہاں جمگھٹے تھے وہاں بھیانک سناٹے چھا گئے۔ یہ قوموں کا عروج و زوال چشم، بینا کے لیے ہزاروں عبرت کے سامان رکھتا ہے اور ان واقعات کے پیش کرنے سے مقصد بھی یہی ہوتا ہے کہ انسان ان کے احوال و واردات سے عبرت اندوز ہو اور غرور و طغیان کی سرمستیوں میں کھو کر اپنے انجام کو بھول نہ جائے۔ چنانچہ امیر المومنینؑ نے اسی موعظت و عبرت کے لیے عمالقہ، فراعنہ اور اصحاب الرس کی تباہیوں کی طرف اشارہ کیا ہے کہ جو عظمت و ارتفاع کی چوٹیوں سے ہلاکت و بربادی کے قعرِ مذلت میں اس طرح گرے کہ ان کا نام و نشان بھی نہ رہا۔

یہ عمالقہ کون تھے؟ اس کے لیے ابن قتیبہ نے تحریر کیا ہے:۔

ومن ولد ارم ابن سام ابن نوح طسم وجدیس ابنا لاود ابن ارم بن سام بن نوح ونزلوا الیمامة واخرهما عملیق ابن لاود بن ارم بن سام ابن نوح نزل بعضهم بالحرم وبعضهم بالشام فمنهم العمالیق امم تفرقوا فی البلاد ومنهم فراعنة مصر و الجبابرة۔ (المعارف ص۱۳)

ارم ابن سام ابن نوح کی اولاد میں سے طسم اور جدیس تھے کہ جو لاود ابن ارم ابن سام ابن نوح کے بیٹے تھے۔ یہ یمامہ میں فروکش ہوئے اور ان کا ایک بھائی عملیق ابن لاود ابن ارم ابن سام ابن نوح تھا کہ جس کی اولاد میں سے کچھ افراد مکہ میں اور کچھ شام میں مقیم تھے اور انہی قبائل عرب میں سے عمالقہ تھے کہ جو متعدد گروہوں کی صورت میں مختلف شہروں میں پھیل گئے اور انہی میں سے فراعنہ مصر اور شام کے فرمانروا تھے۔

مؤرخ طبری نے لکھا ہے:۔

وولد للاود ایضا عملیق وکان منزله الحرم واکناف مکة ولحق بعض ولده بالشام فمنهم کانت العمالیق ومن العمالیق الفراعنة بمصر (طبری ج۱ ص۱۲۲)

لاود کا ایک بیٹا عملیق تھا اور مکہ اور اس کے اطراف میں اس کی رہائش تھی، اور اس کی اولاد میں سے کچھ لوگ شام چلے گئے۔ اور اسی کی اولاد میں سے عمالقہ تھے اور انہی عمالقہ میں سے فراعنہ مصر تھے۔

اس سے ظاہر ہوا کہ عمالقہ عرب کے قبائل بائدہ تھے جنھوں نے شام و حجاز پر اپنی حکومتیں قائم کر رکھی تھیں۔ چنانچہ ابتدا میں اس خاندان کے مورث اعلیٰ عملیق کو اقتدار حاصل تھا۔ مگر اس کے بعد طسم کی طرف منتقل ہوگیا اور طسم کے بعد جب عملوق ابن طسم برسر اقتدار آیا تو اس نے ظلم و جور اور فسق و فجور کی حد کر دی، یہاں تک کہ اس نے حکم دے رکھا تھا کہ قبیلہ جدیس کی جو عورت بیاہی جائے وہ شوہر کے ہاں جانے سے پہلے اس کے شبستان عشرت میں ایک رات گزار کر جائے چنانچہ یہ سلسلہ یونہی چلتا رہا اور جب اسی خاندان کی ایک عورت عفیرہ بنت عفار کے ساتھ یہی شرمناک برتاؤ ہوا تو اس نے شوہر کے ہاں جانے سے انکار کر دیا اور اپنے قبیلہ کو اشعار کے ذریعہ سے غیرت دلائی جس پر پورا قبیلہ اپنی عزت و ناموس کی بربادیوں پر تلملا اٹھا اور انتقام لینے کے درپے ہوگیا۔ چنانچہ عفیرہ کے بھائی اسود ابن عفار نے عملوق کو اس کے عملہ کے ساتھ دعوت کے بہانے سے اپنے ہاں بلوالیا اور ان کے پہنچتے ہی بنی جدیس نے تلواریں نیاموں سے نکال لیں اور ان پر اس طرح اچانک ٹوٹ پڑے کہ رباح ابن مر کے علاوہ کوئی اپنا بچاؤ نہ کر سکا۔ یہ بھاگ کر شاہ یمن کے دربار میں جا پہنچا اور اسے بنی جدیس پر حملہ کرنے کی ترغیب دی۔ چنانچہ وہ ایک لشکر جرار لے کر ان پر چڑھ دوڑا، اور انھیں شکست دے کر ہلاک و منتشر کر دیا اور اقتدار ان کے ہاتھوں سے چھین لیا۔ یہ عمالقہ وہی ہیں جنھوں نے ۲۰۰۰ ق م مصر پر حملہ کیا تھا اور جنھیں ہکسوس (چرواہے بادشاہ) کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ چنانچہ مسعودی نے ان کے مصر میں داخل ہونے کے سلسلہ میں لکھا ہے۔

وملكوا النساء فطمعت فيهم ملوك الارض فسار اليهم من الشام ملك من ملوك العماليق يقال له الوليد ابن دومع فكانت له حروب بها وغلب على الملك فانقادوا اليه واستقام له الامر الى ان هلك (ثم ملك بعده) الريان بن الوليد العملاق وهو فرعون يوسف (ثم ملك بعده) دارم بن الريان العملاق (ثم ملك بعده) كامس ابن معدان العملاق۔

(مروج الذهب ج ۲، ص ۲۳۲)

جب اہل مصر نے عورتوں کے ہاتھ میں اقتدار دے دیا تو دوسرے بادشاہوں کے دل میں اُسے فتح کرنے کی خواہش پیدا ہوئی۔ چنانچہ شاہان عمالقہ میں سے ایک بادشاہ جسے ولید ابن دومع کہا جاتا ہے۔ مصر پر چڑھائی کی اور بہت سی لڑائیاں لڑیں۔ آخر اہل مصر نے اس کے سامنے ہتھیار ڈال دیے اور اس کی حکومت تسلیم کر لی۔ جب یہ مر گیا تو ریان ابن ولید عملاقی تخت فرمانروائی پر بیٹھا اور یہی حضرت یوسف کے زمانہ کا فرعون تھا۔ اس کے بعد دارم ابن ریان اور پھر کامس ابن معدان عملاقی فرمانروا ہوا۔

یہ انتہائی سرکش وظالم حکمران تھے جس کی پاداش میں قدرت نے ان کو نیست و نابود کرنے کے سامان پیدا کر دیے چنانچہ مسعودی تحریر کرتے ہیں :

وقد كانت العماليق بغت فى الارض فسلط الله عليهم ملوك الارض

(مروج الذهب ج ۱، ص ۲۶۵)

عمالقہ نے زمین میں شر و فساد پھیلا رکھا تھا جس کے نتیجہ میں قدرت نے ان پر دوسرے فرمانرواؤں کو مسلط کر دیا جنھوں نے انھیں فنا و برباد کر دیا۔

ان عمالقہ کے بعد ولید ابن مصعب حکمران ہوا یہ بعض مؤرخین کے نزدیک شام کے قبیلہ لخم سے تھا اور بعض نے اسے قبطی لکھا ہے اور یہی حضرت موسیٰ کے عہد کا فرعون تھا۔ اس کے کبر و انانیت اور غرور و نخوت کی یہ حالت تھی کہ انا ربکم الاعلیٰ کا دعویٰ کر کے دنیا کی ساری قوتوں کو اپنے تصرف و اختیار میں سمجھنے لگا تھا۔ اور اس زعم میں مبتلا تھا کہ کوئی طاقت اس سے سلطنت و حکومت کو چھین نہیں سکتی۔ چنانچہ قرآن مجید نے اس کے دعوائے انا ولا غیری کو ان لفظوں میں بیان کیا ہے۔

قال يقوم اليس لى ملك مصر وهذه الانهار تجرى من تحتى افلا تبصرون۔

اُس نے کہا کہ اے قوم! کیا یہ ملک مصر میرا نہیں ہے اور یہ میرے محل کے نیچے بہتی ہوئی نہریں میری نہیں ہیں کیا تمھیں یہ نظر نہیں آتا۔

مگر جب اس کی سلطنت مٹنے پر آئی تو لمحوں میں مٹ گئی۔ نہ اس کی جاہ و حشمت سدِ راہ ہوئی اور نہ مملکت کی وسعت روک تھام کر سکی۔ بلکہ جن نہروں کی ملکیت پر اُسے گھمنڈ تھا انہی کی تلملاتی لہروں نے اسے اپنی لپیٹ میں لے کر اس کی روح کو دار البوار میں اور جسم کو کائنات کی عبرت و بصیرت کے لیے کنارے پر پھینک دیا۔

اسی طرح اصحاب الرس ایک نبی کی دعوت و تبلیغ کے ٹھکراتے اور سرکشی و نافرمانی کرنے کے نتیجہ میں ہلاک و برباد ہو

گئے۔ چنانچہ قدرت کا ارشاد ہے :۔

وعادًا وثمود وا صحاب الرس و قرونا بین ذٰلک کثیرا وکلا ضربنا لہ الامثال وکلا تبرنا تتبیرا۔

اور اسی طرح عاد و ثمود اور اصحاب الرس اور ان کے درمیانی زمانہ کی بہت سی قوموں کو ہم نے ہلاک کر دیا۔ ہم نے سب کے لیے مثالیں بیان کی تھیں اور آخر ہم نے اِن سب کو جڑ بنیاد سے اُکھاڑ دیا۔

"رس" آذربائیجان کے علاقہ میں ایک نہر کا نام تھا جس کے کنارے پر بارہ بستیاں آباد تھیں جن کے رہنے والوں کو اصحاب الرس کہا جاتا ہے۔ ان بستیوں کے نام[عہ] ابان[1]، آذر[2]، دی، بہمن[3]، اسفندآر[4]، فروردین[5]، اردی[6] بہشت، خرداد[8]، مرداد[9]، تیر[10]، مہر[11] اور شہریور[12] تھے۔ ان میں اسفندار کو مرکزی حیثیت حاصل تھی اور اس میں صنوبر کا ایک درخت تھا جسے یافث ابن نوح نے لگایا تھا اور اُسے شاہ درخت کہا جاتا تھا۔ اسی درخت کے بیجوں سے دوسری بستیوں میں بھی ایک ایک درخت لگایا گیا تھا۔ لوگ ہر مہینے ایک بستی میں جمع ہوتے اور اس درخت کی پرستش کرتے اور سال میں ایک مرتبہ نوروز کے موقع پر اسفندار میں ان کا اجتماع ہوتا تھا اور اس اصل درخت کی خاص اہتمام سے پوجا کرتے۔ قربانیاں چڑھاتے اور منتیں مانتے تھے۔ قدرت نے انھیں اس درخت کی عبادت سے روکنے کے لیے یہودا ابن یعقوب کی نسل سے ایک پیغمبر اُن کی طرف بھیجا جنھوں نے انھیں اس مشرکانہ عبادت سے روکنا چاہا۔ مگر اُنھوں نے ان کا کہنا نہ مانا اور انکار و سرکشی پر اتر آئے اور اُن کی ہلاکت کے درپے ہو گئے۔ چنانچہ ان لوگوں نے چشمہ کے اندر ایک کنواں کھود کر اس میں انھیں پھینک دیا اور اُس کا منہ ایک پتھر سے بند کر دیا جس سے وہ تڑپ تڑپ کر جان بحق ہو گئے۔ اِس ظلم و سفاکی کے نتیجہ میں قہر الٰہی نے کروٹ لی اور اُن پر لُو کے ایسے جھونکے چلے کہ اُن کے بدن جھلس کر رہ گئے اور زمین سے گندھک کا لاوا پھوٹ نکلا جس سے اُن کے جسم کی ہڈیاں تک پگھل گئیں اور ساری کی ساری بستیاں اُلٹ گئیں۔

عہ یہی نام فارسی مہینوں کے ہیں جو انہی بستیوں کے نام پر رکھے گئے تھے۔ کیونکہ ہر مہینہ ان لوگوں کا ایک بستی میں اجتماع ہوتا تھا جس کی وجہ سے اِس مہینہ کا بھی وہی نام ہو گیا جو اس بستی کا نام تھا۔

خطبہ ۱۸۱

(وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْمَعْرُوْفِ مِنْ غَيْرِ رُؤْيَةٍ وَالْخَالِقِ مِنْ غَيْرِ مَنْصَبَةٍ. خَلَقَ الْخَلَائِقَ بِقُدْرَتِهٖ، وَاسْتَعْبَدَ الْاَرْبَابَ بِعِزَّتِهٖ، وَسَادَ الْعُظَمَآءَ بِجُوْدِهٖ. وَهُوَ الَّذِيْ

تمام حمد اُس اللہ کے لیے ہے کہ جو بن دیکھے جانا پہچانا ہوا اور بے رنج و تعب اُٹھائے (ہر چیز کا) پیدا کرنے والا ہے۔ اُس نے اپنی قدرت سے مخلوقات کو پیدا کیا اور اپنی عزت و جلالت کے پیشِ نظر فرمانرواؤں سے

أَسْكَنَ الدُّنْيَا خَلْقَهُ - وَبَعَثَ إِلَى الْجِنِّ وَالْإِنْسِ رُسُلَهُ لِيَكْشِفُوا لَهُمْ عَنْ غِطَائِهَا وَلِيُحَذِّرُوهُمْ مِنْ ضَرَّائِهَا، وَلِيَضْرِبُوا لَهُمْ أَمْثَالَهَا وَلِيُبَصِّرُوهُمْ عُيُوبَهَا وَلِيَهْجُمُوا عَلَيْهِمْ بِمُعْتَبَرٍ مِنْ تَصَرُّفِ مَصَاحِّهَا وَأَسْقَامِهَا وَحَلَالِهَا وَحَرَامِهَا - وَمَا أَعَدَّ اللهُ لِلْمُطِيعِينَ مِنْهُمْ وَالْعُصَاةِ مِنْ جَنَّةٍ وَنَارٍ وَكَرَامَةٍ وَهَوَانٍ - أَحْمَدُهُ إِلَى نَفْسِهِ كَمَا اسْتَحْمَدَ إِلَى خَلْقِهِ وَجَعَلَ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا، وَلِكُلِّ قَدْرٍ أَجَلًا، وَلِكُلِّ أَجَلٍ كِتَابًا -

(مِنْهَا)، فَالْقُرْآنُ آمِرٌ زَاجِرٌ وَصَامِتٌ نَاطِقٌ - حُجَّةُ اللهِ عَلَى خَلْقِهِ - أَخَذَ عَلَيْهِمْ مِيثَاقَهُ - وَارْتَهَنَ عَلَيْهِ أَنْفُسَهُمْ - أَتَمَّ نُورَهُ، وَأَكْمَلَ بِهِ دِينَهُ وَقَبَضَ نَبِيَّهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ فَرَغَ إِلَى الْخَلْقِ مِنْ أَحْكَامِ الْهُدَى بِهِ - فَعَظِّمُوا مِنْهُ سُبْحَانَهُ مَا عَظَّمَ مِنْ نَفْسِهِ - فَإِنَّهُ لَمْ يُخْفِ عَنْكُمْ شَيْئًا مِنْ دِينِهِ - وَلَمْ

اطاعت و بندگی لی اور اپنے جود و عطا کی بدولت باعظمت لوگوں پر سرداری کی۔ وہ اللہ جس نے دنیا میں اپنی مخلوقات کو آباد کیا اور اپنے رسولوں کو جن و انس کی طرف بھیجا تاکہ وہ ان کے سامنے دنیا کو بے نقاب کریں اور اس کی مضرتوں سے انھیں ڈرائیں دھمکائیں اس کی (بیوفائی کی) مثالیں بیان کریں اور اس کی صحت و بیماری کے تغیرات سے ایک دم انھیں پوری پوری عبرت دلانے کا سامان کر دیں اور اس کے عیوب اور حلال و حرام کے (ذرائع اکتساب) اور فرمانبرداروں اور نافرمانوں کے لیے جو بہشت و دوزخ اور عزت و ذلت کے سامان اللہ نے مہیا کیے ہیں دکھلائیں۔ میں اس کی ذات کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو کر اس کی ایسی حمد و ثنا کرتا ہوں جیسی حمد اس نے اپنی مخلوقات سے چاہی ہے۔ اس نے ہر شے کا اندازہ اور ہر اندازے کی ایک مدت اور ہر مدت کے لیے ایک نوشتہ قرار دیا ہے۔

اسی خطبہ کا ایک جزء یہ ہے: قرآن (اچھائیوں کا) حکم دینے والا، برائیوں سے روکنے والا (بظاہر) خاموش اور (بباطن) گویا اور مخلوقات پر اللہ کی حجت ہے کہ جس پر (عمل کرنے کا) اس نے بندوں سے عہد لیا ہے اور ان کے نفسوں کو اس کا پابند بنایا ہے۔ اس کے نور کو کامل اور اس کے ذریعہ سے دین کو مکمل کیا ہے اور نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اس حالت میں دنیا سے اٹھایا کہ وہ لوگوں کو ایسے احکام قرآن کی تبلیغ کر کے فارغ ہو چکے تھے کہ جو ہدایت و رستگاری کا سبب ہیں۔ لہذا اللہ سبحانہ کو ایسی بزرگی و عظمت کے ساتھ یاد کرو جیسی اپنی

يَتْرُكْ شَيْئاً رَضِيَهُ أَوْ كَرِهَهُ
إِلَّا وَجَعَلَ لَهُ عَلَماً بَادِياً وَآيَةً
مُحْكَمَةً تَزْجُرُ عَنْهُ أَوْ تَدْعُو
إِلَيْهِ۔ فَرِضَاهُ فِيمَا بَقِيَ وَاحِدٌ وَ
سَخَطُهُ فِيمَا بَقِيَ وَاحِدٌ۔ وَاعْلَمُوا
أَنَّهُ لَنْ يَرْضَى عَنْكُمْ بِشَيْءٍ سَخِطَهُ عَلَى
مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، وَلَنْ يَسْخَطَ عَلَيْكُمْ
بِشَيْءٍ رَضِيَهُ مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ
وَإِنَّمَا تَسِيرُونَ فِي أَثَرٍ بَيِّنٍ، وَ
تَتَكَلَّمُونَ بِرَجْعِ قَوْلٍ قَدْ قَالَهُ
الرِّجَالُ مِنْ قَبْلِكُمْ۔ قَدْ كَفَاكُمْ
مَؤُونَةَ دُنْيَاكُمْ، وَحَثَّكُمْ عَلَى الشُّكْرِ
وَافْتَرَضَ مِنْ أَلْسِنَتِكُمُ الذِّكْرَ
وَأَوْصَاكُمْ بِالتَّقْوَى وَجَعَلَهَا
مُنْتَهَى رِضَاهُ وَحَاجَتَهُ مِنْ خَلْقِهِ
فَاتَّقُوا اللهَ الَّذِي أَنْتُمْ بِعَيْنِهِ
وَنَوَاصِيكُمْ بِيَدِهِ، وَتَقَلُّبُكُمْ
فِي قَبْضَتِهِ - وَإِنْ أَسْرَرْتُمْ
عَلِمَهُ، وَإِنْ أَعْلَنْتُمْ كَتَبَهُ -
قَدْ وَكَّلَ بِكُمْ حَفَظَةً كِرَاماً لَا
يُسْقِطُونَ حَقّاً، وَلَا يُثْبِتُونَ بَاطِلاً
وَاعْلَمُوا أَنَّهُ مَنْ يَتَّقِ اللهَ
يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجاً مِنَ الْفِتَنِ
وَنُوراً مِنَ الظُّلَمِ۔ وَيُخَلِّدْهُ فِيمَا
اشْتَهَتْ نَفْسُهُ، وَيُنْزِلْهُ مَنْزِلَةَ

بندگی خود اُس نے بیان کی ہے کیونکہ اُس نے اپنے دین کی کوئی بات تم سے نہیں چھپائی اور کسی شے کو خواہ اسے پسند ہو یا ناپسند بغیر کسی واضح علامت اور محکم نشان کے نہیں چھوڑا جو ناپسند امور سے روکے اور پسندیدہ باتوں کی طرف دعوت دے (ان احکام کے متعلق) اس کی خوشنودی و ناراضگی کا معیار زمانۂ آئندہ میں بھی ایک رہے گا۔ یاد رکھو! کہ وہ تم سے کسی ایسی چیز پر رضامند نہ ہوگا کہ جس پر تمہارے اگلوں سے ناراض ہو چکا ہو، اور نہ کسی ایسی چیز پر غضب ناک ہوگا کہ جس پر پہلے لوگوں سے خوش رہ چکا ہو۔ تمہیں تو بس یہی چاہیے کہ تم واضح نشانوں پر چلتے رہو، اور تم سے پہلے لوگوں نے جو کہا ہے اسے دُہراتے رہو۔ وہ تمہاری ضروریاتِ دُنیا کا ذمہ لے چکا ہے اور تمہیں صرف شکر گزار رہنے کی ترغیب دی ہے اور تم پر واجب کیا ہے کہ اپنی زبان سے اس کا ذکر کرتے رہو۔ اور تمہیں تقویٰ و پرہیزگاری کی ہدایت کی ہے اور اسے اپنی رضا و خوشنودی کی حد آخر اور مخلوق سے اپنا مدعا قرار دیا ہے۔ اُس اللہ سے ڈرو کہ تم جس کی نظروں کے سامنے ہو اور جس کے ہاتھ میں تمہاری پیشانیوں کے بال اور جس کے قبضۂ قدرت میں تمہارا اُٹھنا بیٹھنا اور چلنا پھرنا ہے۔ اگر تم کوئی بات مخفی رکھو گے تو وہ اُسے جان لے گا اور ظاہر کرو گے تو اسے لکھ لے گا (یوں کہ) اُس نے تم پر نگہبانی کرنے والے مکرم فرشتے مقرر کر رکھے ہیں۔ وہ کسی حق کو نظر انداز اور کسی غلط چیز کو درج نہیں کرتے۔ یاد رکھو! کہ جو اللہ سے ڈرے گا وہ اس کے لیے فتنوں سے (بچ کر) نکلنے کی راہ نکال دے گا اور اندھیاریوں سے اُجالے میں

اَلْكَرَامَةِ عِنْدَهُ ۔ فِيْ دَارٍ اصْطَنَعَهَا
لِنَفْسِهٖ ۔ ظِلُّهَا عَرْشُهٗ ۔ وَنُوْرُهَا
بَهْجَتُهٗ ۔ وَزُوَّارُهَا مَلَآئِكَتُهٗ
وَرُفَقَآؤُهَا رُسُلُهٗ ۔ فَبَادِرُوا الْمَعَادَ
وَسَابِقُوا الْاٰجَالَ ۔ فَاِنَّ النَّاسَ
يُوْشِكُ اَنْ يَّنْقَطِعَ بِهِمُ الْاَمَلُ ،
وَيَرْهَقَهُمُ الْاَجَلُ ، وَيُسَدَّ عَنْهُمْ
بَابُ التَّوْبَةِ ۔ فَقَدْ اَصْبَحْتُمْ فِيْ
مِثْلِ مَا سَاَلَ اِلَيْهِ الرَّجْعَةَ مَنْ
كَانَ قَبْلَكُمْ ۔ وَاَنْتُمْ بَنُوْ سَبِيْلٍ عَلٰى
سَفَرٍ مِّنْ دَارٍ لَيْسَتْ بِدَارِكُمْ
وَقَدْ اُوْذِنْتُمْ مِنْهَا بِالْاِرْتِحَالِ
وَاُمِرْتُمْ فِيْهَا بِالزَّادِ ۔ وَاعْلَمُوْٓا
اَنَّهٗ لَيْسَ لِهٰذَا الْجِلْدِ الرَّقِيْقِ
صَبْرٌ عَلَى النَّارِ ، فَارْحَمُوْا نُفُوْسَكُمْ
فَاِنَّكُمْ قَدْ جَرَّبْتُمُوْهَا فِيْ
مَصَائِبِ الدُّنْيَا ۔ اَفَرَاَيْتُمْ
جَزَعَ اَحَدِكُمْ مِنَ الشَّوْكَةِ
تُصِيْبُهٗ ، وَالْعَثْرَةِ تُدْمِيْهِ
وَالرَّمْضَآءِ تُحْرِقُهٗ ؟ فَكَيْفَ
اِذَا كَانَ بَيْنَ طَابَقَيْنِ مِنْ
نَّارٍ ، ضَجِيْعَ حَجَرٍ وَّقَرِيْنَ
شَيْطَانٍ ۔ اَعَلِمْتُمْ اَنَّ مَالِكًا
اِذَا غَضِبَ عَلَى النَّارِ حَطَمَ بَعْضُهَا
بَعْضًا لِّغَضَبِهٖ وَاِذَا زَجَرَهَا

لے آئے گا اور اس کے حسبِ دلخواہ نعمتوں میں اُسے ہمیشہ
رکھے گا اور اُسے اپنے پاس ایسے گھر میں کہ جسے اُس
نے اپنے لیے منتخب کیا ہے عزت و بزرگی کی منزل میں
لا اُتارے گا ۔ اِس گھر کا سایہ عرش ، اس کی روشنی جمالِ
قدرت (کی چھوٹ) اِس میں ملاقاتی ملائکہ اور رفیق و
ہمنشیں انبیاء و مرسلین ہیں ۔ اپنی جائے بازگشت کی
طرف بڑھو اور زادِ عمل فراہم کرنے میں موت پر سبقت
کرو ۔ اس لیے کہ وہ وقت قریب ہے کہ لوگوں کی اُمیدیں
ٹوٹ جائیں ، موت ان پر چھا جائے اور توبہ کا دروازہ
اُن کے لیے بند ہو جائے ، ابھی تو تم اِس دور میں ہو کہ
جس کی طرف پلٹنے کی تم سے قبل گزر جانے والے لوگ تمنا کرتے
ہیں ۔ تم اِس دارِ دُنیا میں کہ جو تمہارے رہنے کا گھر نہیں ہے
مسافر راہ نورد ہو ۔ اِس سے تمھیں کوچ کرنے کی خبر دی جا
چکی ہے اور اِس میں رہتے ہوئے تمھیں زاد کے مُہیا کرنے
کا حکم دیا گیا ہے ۔ یاد رکھو! کہ اس نرم و نازک کھال میں آتشِ
جہنم کے برداشت کرنے کی طاقت نہیں (تو پھر) اپنی
جانوں پر رحم کھاؤ ۔ کیونکہ تم نے ان کو دُنیا کی مصیبتوں میں
آزما کر دیکھ لیا ہے ۔ کیا تم نے اپنے میں سے کسی ایک کو
دیکھا ہے کہ وہ (جسم میں) کانٹا لگنے سے یا ایسی ٹھوکر کھانے
سے کہ جو اسے لہو لہان کر دے یا ایسی گرم ریت (کی تپش)
سے کہ جو اسے جلا دے کس طرح بے چین ہو کر چیختا ہے ۔
(ذرا سوچو تو) کہ اُس وقت کیا حالت ہوگی کہ جب وہ جہنم
کے دو آتشیں تودوں کے درمیان (دہکتے ہوئے) پتھر
کا پہلو نشین اور شیطان کا ساتھی ہوگا ۔ کیا تمھیں خبر ہے
کہ جب مالک (پاسبانِ جہنم) آگ پر غضبناک ہوگا تو وہ

تَوَثَّبَتْ بَيْنَ أَبْوَابِهَا جَزَعاً مِنْ زَجْرَتِهِ.

أَيُّهَا الْيَفَنُ الْكَبِيرُ الَّذِي قَدْ لَهَزَهُ الْقَتِيرُ، كَيْفَ أَنْتَ إِذَا الْتَحَمَتْ أَطْوَاقُ النَّارِ بِعِظَامِ الْأَعْنَاقِ! وَنَشِبَتِ الْجَوَامِعُ حَتَّى أَكَلَتْ لُحُومَ السَّوَاعِدِ. فَاللّٰهَ اللّٰهَ مَعْشَرَ الْعِبَادِ وَأَنْتُمْ سَالِمُونَ فِي الصِّحَّةِ قَبْلَ السُّقْمِ، وَفِي الْفُسْحَةِ قَبْلَ الضِّيقِ فَاسْعَوْا فِي فَكَاكِ رِقَابِكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ تُغْلَقَ رَهَائِنُهَا. أَسْهِرُوا عُيُونَكُمْ وَأَضْمِرُوا بُطُونَكُمْ وَاسْتَعْمِلُوا أَقْدَامَكُمْ وَأَنْفِقُوا أَمْوَالَكُمْ وَخُذُوا مِنْ أَجْسَادِكُمْ وَجُودُوا بِهَا عَلَى أَنْفُسِكُمْ، وَلَا تَبْخَلُوا بِهَا عَنْهَا فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ "إِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ". وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالَى "مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضاً حَسَناً فَيُضَاعِفَهُ لَهُ وَلَهُ أَجْرٌ كَرِيمٌ". فَلَمْ يَسْتَنْصِرْكُمْ مِنْ ذُلٍّ، وَلَمْ يَسْتَقْرِضْكُمْ مِنْ قُلٍّ، اسْتَنْصَرَكُمْ وَلَهُ جُنُودُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ. وَاسْتَقْرَضَكُمْ وَلَهُ خَزَائِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ

اس کے غصہ سے (بھڑک کر آپس میں ٹکرانے لگے گی) اور اس کے اجزا ایک دوسرے کو توڑنے پھوڑنے لگیں گے اور جب اُسے جھڑکے گا تو اُس کی جھڑکیوں سے (تلملاکر) دوزخ کے دروازوں میں اچھلنے لگے گی۔

اے پیر کہن سال کہ جس پر بڑھاپا چھایا ہوا ہے اُس وقت تیری کیا حالت ہوگی کہ جب آتشیں طوق گردن کی ہڈیوں میں پیوست ہوجائیں گے؟ اور (ہاتھوں میں) ہتھکڑیاں گڑھ جائیں گی؛ یہاں تک کہ وُہ کلائیوں کا گوشت کھالیں گی۔ اے خدا کے بندو! اب جبکہ تم بیماریوں میں مبتلا ہونے اور تنگی ضیق میں پڑنے سے پہلے صحت و فراخی کے عالم میں صحیح و سالم ہو، اللہ کا خوف کھالو اور اپنی گردنوں کو قبل اس کے کہ وُہ اس طرح گروی ہوجائیں کہ انھیں چھڑایا نہ جاسکے، چھڑانے کی کوشش کرو۔ اپنی آنکھوں کو بیدار اور شکموں کو لاغر بناؤ (میدانِ سعی میں) اپنے قدموں کو کام میں لاؤ۔ اور اپنے مال کو (اُس کی راہ میں) خرچ کرو۔ اپنے جسموں کو اپنے نفسوں پر نثار کر دو، اور اُن سے بخل نہ برتو، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "اگر تم خدا کی مدد کرو گے تو وُہ تمھاری مدد کرے گا اور تمھیں ثابت قدم رکھے گا"۔ اور (پھر) فرمایا: کہ کون ہے جو اللہ کو قرضِ حسنہ دے، تو خدا اس کے اجر کو دوگنا کردے گا۔ اور اُس کے لیے عمدہ جزا ہے۔ خدا نے کسی کمزوری کی بنا پر تم سے مدد نہیں مانگی اور نہ بے مائگی کی وجہ سے تم سے قرض کا سوال کیا ہے۔ اُس نے تم سے مدد چاہی ہے۔ باوجودیکہ اس کے پاس سارے آسمان و زمین کے لشکر ہیں اور وُہ غلبہ اور حکمت والا ہے اور تم سے قرض مانگا ہے۔ حالانکہ آسمان و زمین کے خزانے اُس کے قبضہ میں ہیں اور وُہ

الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ، وَإِنَّمَا أَرَادَ أَنْ يَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا. فَبَادِرُوْا بِأَعْمَالِكُمْ تَكُوْنُوْا مَعَ جِيْرَانِ اللهِ فِيْ دَارِهِ. رَافَقَ بِهِمْ رُسُلَهُ، وَأَزَارَهُمْ مَلٰٓئِكَتَهُ وَأَكْرَمَ أَسْمَاعَهُمْ أَنْ تَسْمَعَ حَسِيْسَ نَارٍ أَبَدًا، وَصَانَ أَجْسَادَهُمْ أَنْ تَلْقٰى لُغُوْبًا وَّ نَصَبًا. ﴿ذٰلِكَ فَضْلُ اللهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ﴾. أَقُوْلُ مَا تَسْمَعُوْنَ وَاللهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى نَفْسِيْ وَأَنْفُسِكُمْ وَهُوَ حَسْبِيْ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ.

بے نیاز و لائقِ حمد و ثنا ہے۔ اُس نے تو یہ چاہا ہے کہ تمھیں آزمائے کہ تم میں اعمال کے لحاظ سے کون بہتر ہے۔ تم اپنے اعمال کو لے کر بڑھو تاکہ اللہ کے ہمسایوں کے ساتھ اس کے گھر (جنّت) میں رہو۔ وُہ ایسے ہمسائے ہیں کہ اللہ نے جنھیں پیغمبروں کا رفیق بنایا ہے اور فرشتوں کو اُن کی مُلاقات کا حکم دیا ہے اور اُن کے کانوں کو ہمیشہ کے لیے محفُوظ رکھا ہے کہ آگ (کی اَذیّتوں) کی بھنک ان میں نہ پڑے اور ان کے جسموں کو بچائے رکھا ہے کہ وُہ رنج اور تکان سے دوچار نہ ہوں۔ یہ خدا کا فضل ہے وہ جس کو چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور خدا تو بڑے فضل و کرم والا ہے۔ مَیں وُہی کہہ رہا ہوں جو تم سُن رہے ہو۔ میرے اور تمھارے نفسوں کے لیے اللہ ہی مددگار ہے اور وُہی میرے لیے کافی اور اچھا کارساز ہے۔

وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ — خطبہ ۱۸۲

قَالَهٗ لِلْبُرْجِ بْنِ مُسْهِرٍ الطَّائِيِّ وَقَدْ قَالَ لَهٗ بِحَيْثُ يَسْمَعُهٗ: لَا حُكْمَ إِلَّا لِلّٰهِ، وَكَانَ مِنَ الْخَوَارِجِ. اُسْكُتْ قَبَحَكَ اللهُ يَا أَثْرَمُ، فَوَاللهِ لَقَدْ ظَهَرَ الْحَقُّ فَكُنْتَ فِيْهِ ضَئِيْلًا شَخْصُكَ، خَفِيًّا صَوْتُكَ، حَتّٰى إِذَا نَعَرَ الْبَاطِلُ نَجَمْتَ نُجُوْمَ قَرْنِ الْمَاعِزِ.

بُرج ابن مُسہر طائی نے کہ جو خوارج میں سے تھا۔ (مشہور نعرہ) لاحکم الا للہ (حکم کا اختیار صرف اللہ کو ہے) اِس طرح بلند کیا کہ حضرت سُن لیں۔ چنانچہ آپ نے سُن کر ارشاد فرمایا: خاموش! خُدا تیرا بُرا کرے۔ اے ٹُوٹے ہوُئے دانتوں والے! خُدا کی قسم جب حق ظاہر ہوا تو اُس وقت تیری شخصیت ذلیل اور تیری آواز دبی ہوُئی تھی اور جب باطل زور سے چیخا ہے تو بکری کے سینگ کی طرح اُبھر آیا ہے۔

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ خطبہ ۱۸۳

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ لَا تُدْرِكُهُ الشَّوَاهِدُ، وَلَا تَحْوِيْهِ الْمَشَاهِدُ، وَلَا تَرَاهُ النَّوَاظِرُ، وَلَا تَحْجُبُهُ السَّوَاتِرُ، الدَّالِّ عَلٰى قِدَمِهٖ بِحُدُوْثِ خَلْقِهٖ وَبِحُدُوْثِ خَلْقِهٖ عَلٰى وُجُوْدِهٖ وَبِاشْتِبَاهِهِمْ عَلٰى اَنْ لَّا شِبْهَ لَهٗ - اَلَّذِىْ صَدَقَ فِىْ مِيْعَادِهٖ، وَارْتَفَعَ عَنْ ظُلْمِ عِبَادِهٖ - وَقَامَ بِالْقِسْطِ فِىْ خَلْقِهٖ، وَعَدَلَ عَلَيْهِمْ فِىْ حُكْمِهٖ مُسْتَشْهِدٌ بِحُدُوْثِ الْاَشْيَآءِ عَلٰى اَزَلِيَّتِهٖ، وَبِمَا وَسَمَهَا بِهٖ مِنَ الْعَجْزِ عَلٰى قُدْرَتِهٖ، وَبِمَا اضْطَرَّهَا اِلَيْهِ مِنَ الْفَنَآءِ عَلٰى دَوَامِهٖ وَاحِدٌ لَا بِعَدَدٍ، وَدَآئِمٌ لَا بِاَمَدٍ، وَقَآئِمٌ لَا بِعَمَدٍ، تَتَلَقَّاهُ الْاَذْهَانُ لَا بِمُشَاعَرَةٍ - وَتَشْهَدُ لَهُ الْمَرَائِىْ لَا بِمُحَاضَرَةٍ - لَمْ تُحِطْ بِهِ الْاَوْهَامُ، بَلْ تَجَلّٰى لَهَا، وَبِهَا امْتَنَعَ مِنْهَا وَاِلَيْهَا حَاكَمَهَا - لَيْسَ بِذِىْ كِبَرٍ امْتَدَّتْ بِهِ النِّهَايَاتُ فَكَبَّرَتْهُ تَجْسِيْمًا، وَلَا بِذِىْ عِظَمٍ، تَنَاهَتْ بِهِ الْغَايَاتُ فَعَظَّمَتْهُ تَجْسِيْدًا - بَلْ كَبُرَ شَاْنًا، وَعَظُمَ سُلْطَانًا - وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهُ الصَّفِىُّ

ساری حمد و ستائش اُس اللہ کے لیے ہے جسے حواس پا نہیں سکتے، نہ جگہیں اُسے گھیر سکتی ہیں، نہ پردے اُسے چھپا سکتے ہیں۔ وہ مخلوقات کے نیست کے بعد ہست ہونے سے اپنے ہمیشہ سے ہونے کا اور اُن کے باہم مشابہ ہونے سے اپنے بے مثل و بے نظیر ہونے کا پتہ دیتا ہے۔ وہ اپنے وعدہ میں سچا اور بندوں پر ظلم کرنے سے بالاتر ہے۔ وہ مخلوق کے بارے میں عدل سے چلتا ہے اور اپنے حکم میں انصاف برتتا ہے۔ وہ چیزوں کے وجود پذیر ہونے سے اپنی قدامت پر ان کے عجز و کمزوری کے نشانوں سے اپنی قدرت پر اور ان کے فنا ہو جانے کی اضطراری کیفیتوں سے اپنی ہمیشگی پر (عقل سے) گواہی حاصل کرتا ہے وہ گنتی اور شمار میں آئے بغیر ایک (یگانہ) ہے۔ وہ کسی (معینہ) مدت کے بغیر ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ اور ستونوں (اعضاء) کے سہارے کے بغیر قائم و برقرار ہے۔ حواس و مشاعر کے بغیر ذہن اُسے قبول کرتے ہیں اور اُس تک پہنچے بغیر نظر آنے والی چیزیں اُس کی ہستی کی گواہی دیتی ہیں عقلیں اُس کی حقیقت کا احاطہ نہیں کر سکتیں بلکہ وہ عقلوں کے وسیلہ سے عقلوں کے لیے آشکار ہوا ہے۔ اور عقلوں ہی کے ذریعہ سے عقل و فہم میں آنے سے انکاری ہے اور ان کے معاملہ میں خود انہی کو حکم ٹھہرایا ہے۔ وہ اس معنی سے بڑا نہیں کہ اس کے حدود و اطراف پھیلے ہوئے ہیں کہ جو اسے مجسم صورت میں بڑا کر کے دکھاتے ہیں اور نہ اس اعتبار سے عظیم ہے کہ وہ جسامت میں انتہائی حدوں تک پھیلا ہوا ہے۔ بلکہ وہ شان و منزلت کے اعتبار سے بڑا ہے

وَ اَمِيْنُهُ الرَّضِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَرْسَلَهٗ بِوُجُوْبِ الْحُجَجِ وَظُهُوْرِ الْفَلَجِ وَاِيْضَاحِ الْمَنْهَجِ فَبَلَّغَ الرِّسَالَةَ صَادِعًا بِهَا وَحَمَلَ عَلَى الْمَحَجَّةِ دَالًّا عَلَيْهَا وَاَقَامَ اَعْلَامَ الْاِهْتِدَاءِ وَمَنَارَ الضِّيَاءِ وَجَعَلَ اَمْرَاسَ الْاِسْلَامِ مَتِيْنَةً وَعُرَى الْاِيْمَانِ وَثِيْقَةً۔

مِنْهَا فِيْ صِفَةِ عَجِيْبِ خَلْقِ اَصْنَافٍ مِّنَ الْحَيَوَانِ، وَلَوْ فَكَّرُوْا فِيْ عَظِيْمِ الْقُدْرَةِ وَجَسِيْمِ النِّعْمَةِ، لَرَجَعُوْا اِلَى الطَّرِيْقِ وَخَافُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ وَلٰكِنَّ الْقُلُوْبَ عَلِيْلَةٌ وَالْبَصَآئِرَ مَدْخُوْلَةٌ۔ اَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلٰى صَغِيْرِ مَا خَلَقَ كَيْفَ اَحْكَمَ خَلْقَهٗ، وَاَتْقَنَ تَرْكِيْبَهٗ، وَفَلَقَ لَهُ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ، وَسَوّٰى لَهُ الْعَظْمَ وَالْبَشَرَ۔ اُنْظُرُوْا اِلَى النَّمْلَةِ فِيْ صِغَرِ جُثَّتِهَا وَلَطَافَةِ هَيْئَتِهَا، لَا تَكَادُ تُنَالُ بِلَحْظِ الْبَصَرِ، وَلَا بِمُسْتَدْرَكِ الْفِكَرِ، كَيْفَ دَبَّتْ عَلٰى اَرْضِهَا وَصُبَّتْ عَلٰى رِزْقِهَا، تَنْقُلُ الْحَبَّةَ اِلٰى جُحْرِهَا، وَتُعِدُّهَا فِيْ مُسْتَقَرِّهَا تَجْمَعُ فِيْ حَرِّهَا لِبَرْدِهَا، وَفِيْ

اور دبدبہ و اقتدار کے لحاظ سے عظیم ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اُس کے عبد اور برگزیدہ رسُول اور پسندیدہ امین ہیں۔ خدا ان پر ان کے اہلبیت پر رحمت فراواں نازل کرے اللہ نے انھیں ناقابل انکار دلیلوں، واضح کامرانیوں اور راہ (شریعت) کی رہنمائیوں کے ساتھ بھیجا چنانچہ آپ نے (حق کو باطل سے) چھانٹ کر اس کا پیغام پہنچایا، راہِ حق دکھا کر اس پر لوگوں کو لگایا۔ ہدایت کے نشان اور روشنی کے مینار قائم کیے۔ اِسلام کی رسیوں اور ایمان کے بندھنوں کو مستحکم کیا۔

اِس خطبہ کا ایک جز یہ ہے: جس میں مختلف قسم کے جانوروں کی عجیب و غریب آفرینش کا ذکر فرمایا ہے۔ اگر لوگ اس کی عظیم الشان قدرتوں اور بلند پایہ نعمتوں میں غور و فکر کریں تو سیدھی راہ کی طرف پلٹ آئیں اور دوزخ کے عذاب سے خوف کھانے لگیں۔ لیکن دل بیمار اور بصیرتیں کھوٹی ہیں۔ کیا وُہ لوگ ان چھوٹے چھوٹے جانوروں کو کہ جنھیں اُس نے پیدا کیا ہے۔ نہیں دیکھتے کہ کیونکر ان کی آفرینش کو استحکام بخشا ہے اور ان کے جوڑ بند کو باہم استواری کے ساتھ ملایا ہے اور ان کے لیے کان اور آنکھ کے سُوراخ کھولے ہیں اور ہڈی اور کھال کو (پُوری مناسبت سے) دُرست کیا ہے، ذرا اِس چیونٹی کی طرف اس کی جسامت کے اختصار اور شکل و صُورت کی باریکی کے عالم میں نظر کرو اتنی چھوٹی کہ گوشۂ چشم سے بمشکل دیکھی جا سکے اور نہ فکروں میں سماتی ہے۔ دیکھو تو کیونکر زمین پر رینگتی پھرتی ہے اور اپنے رزق کی طرف لپکتی ہے اور دانے کو اپنے بل کی طرف لے جاتی ہے اور اسے اپنے قیام گاہ میں مہیا رکھتی ہے۔ اور

وُرُوْدِهَا لِصَدَرِهَا مَكْفُوْلَةٌ بِرِزْقِهَا مَرْزُوْقَةٌ بِوِفْقِهَا۔ لَا يُغْفِلُهَا الْمَنَّانُ، وَلَا يَحْرِمُهَا الدَّيَّانُ وَلَوْ فِي الصَّفَا الْيَابِسِ وَالْحَجَرِ الْجَامِسِ۔ وَلَوْ فَكَّرْتَ فِي مَجَارِي أَكْلِهَا فِي عُلْوِهَا وَسُفْلِهَا وَمَا فِي الْجَوْفِ مِنْ شَرَاسِيفِ بَطْنِهَا وَمَا فِي الرَّأْسِ مِنْ عَيْنِهَا وَأُذُنِهَا لَقَضَيْتَ مِنْ خَلْقِهَا عَجَباً، وَلَقِيْتَ مِنْ وَصْفِهَا تَعَباً۔ فَتَعَالَى الَّذِي أَقَامَهَا عَلَى قَوَائِمِهَا، وَبَنَاهَا عَلَى دَعَائِمِهَا، لَمْ يَشْرَكْهُ فِي فِطْرَتِهَا فَاطِرٌ، وَلَمْ يُعِنْهُ فِي خَلْقِهَا قَادِرٌ۔ وَلَوْ ضَرَبْتَ فِي مَذَاهِبِ فِكْرِكَ لِتَبْلُغَ غَايَاتِهِ مَا دَلَّتْكَ الدَّلَالَةُ إِلَّا عَلَى أَنَّ فَاطِرَ النَّمْلَةِ هُوَ فَاطِرُ النَّخْلَةِ، لِدَقِيْقِ تَفْصِيْلِ كُلِّ شَيْءٍ وَغَامِضِ اخْتِلَافِ كُلِّ حَيٍّ، وَمَا الْجَلِيْلُ وَاللَّطِيْفُ وَالثَّقِيْلُ وَالْخَفِيْفُ وَالْقَوِيُّ وَالضَّعِيْفُ فِي خَلْقِهِ إِلَّا سَوَاءٌ، وَكَذٰلِكَ السَّمَاءُ وَالْهَوَاءُ وَالرِّيَاحُ وَالْمَاءُ فَانْظُرْ إِلَى الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ وَالنَّبَاتِ وَالشَّجَرِ وَالْمَاءِ وَالْحَجَرِ وَاخْتِلَافِ هٰذَا اللَّيْلِ

گرمیوں میں، جاڑے کے موسم کے لیے اور قوت و توانائی کے زمانہ میں عجز و درماندگی کے دنوں کے لیے ذخیرہ اکٹھا کر لیتی ہے۔ اس کی روزی کا ذمہ لیا جا چکا ہے اور اس کے مناسب حال رزق اسے پہنچتا رہتا ہے۔ خدائے کریم اس سے تغافل نہیں برتتا اور صاحب عطا و جزا اسے محروم نہیں رکھتا۔ اگرچہ وہ خشک پتھر اور جمے ہوئے سنگ خارا کے اندر کیوں نہ ہو اگر تم اس کی غذا کی نالیوں اور اس کے بلند و پست حصّوں اور اس کے خول میں پیٹ کی طرف جھکے ہوئے پسلیوں کے کناروں اور اس کے سر میں (چھوٹی چھوٹی) آنکھوں اور کانوں کی (ساخت میں) غور و فکر کرو گے تو اس کی آفرینش پر تمہیں تعجب ہوگا، اور اس کا وصف کرنے میں تمہیں تعب اٹھانا پڑے گا۔ بلند و برتر ہے وہ کہ جس نے اس کو اس کے پیروں پر کھڑا کیا ہے اور ستونوں (اعضا) پر اس کی بنیاد رکھی ہے۔ اس کے بنانے میں کوئی بنانے والا اس کا شریک نہیں ہوا، اور نہ اُس کے پیدا کرنے میں کسی قادر و توانا نے اس کا ہاتھ بٹایا ہے۔ اگر تم سوچ بچار کی راہوں کو طے کرتے ہوئے اس کی آخری حد تک پہنچ جاؤ تو عقل کی رہنمائی تمہیں بس اس نتیجہ پر پہنچائے گی کہ جو چیونٹی کا پیدا کرنے والا ہے۔ وُہی کھجور کے درخت کا پیدا کرنے والا ہے۔ کیونکہ ہر چیز کی تفصیل لطافت و باریکی لئے ہوئے ہے اور ہر ذی حیات کے مختلف اعضا میں باریک ہی سا فرق ہے اس کی مخلوقات میں بڑی اور چھوٹی، بھاری اور ہلکی، طاقتور اور کمزور چیزیں یکساں ہیں اور یونہی آسمان، فضا، ہوا اور پانی برابر ہیں۔ لہٰذا تم سورج، چاند، سبزے، درخت، پانی اور پتھر کی طرف دیکھو اور اس رات دن کے یکے بعد دیگرے آنے

وَالنَّهَارِ، وَتَفَجُّرِ هٰذِهِ الْبِحَارِ
وَكَثْرَةِ هٰذِهِ الْجِبَالِ، وَطُولِ
هٰذِهِ الْقِلَالِ وَتَفَرُّقِ هٰذِهِ
اللُّغَاتِ، وَالْأَلْسُنِ الْمُخْتَلِفَاتِ۔
الْوَيْلُ لِمَنْ جَحَدَ الْمُقَدِّرَ وَأَنْكَرَ
الْمُدَبِّرَ۔ زَعَمُوا أَنَّهُمْ كَالنَّبَاتِ
مَا لَهُمْ زَارِعٌ، وَلَا لِاخْتِلَافِ
صُوَرِهِمْ صَانِعٌ۔ وَلَمْ يَلْجَأُوا إِلَى
حُجَّةٍ فِيمَا ادَّعَوْا، وَلَا تَحْقِيقٍ لِمَا
أَوْعَوْا۔ وَهَلْ يَكُونُ بِنَاءٌ مِنْ
غَيْرِ بَانٍ، أَوْ جِنَايَةٌ مِنْ غَيْرِ
جَانٍ۔ وَإِنْ شِئْتَ قُلْتَ فِي الْجَرَادَةِ
إِذْ خَلَقَ لَهَا عَيْنَيْنِ حَمْرَاوَيْنِ
وَأَسْرَجَ لَهَا حَدَقَتَيْنِ قَمْرَاوَيْنِ
وَجَعَلَ لَهَا السَّمْعَ الْخَفِيَّ، وَفَتَحَ
لَهَا الْفَمَ السَّوِيَّ، وَجَعَلَ لَهَا الْحِسَّ
الْقَوِيَّ وَنَابَيْنِ بِهِمَا تَقْرِضُ،
وَمِنْجَلَيْنِ بِهِمَا تَقْبِضُ يَرْهَبُهَا
الزُّرَّاعُ فِي زَرْعِهِمْ وَلَا يَسْتَطِيعُونَ
ذَبَّهَا وَلَوْ أَجْلَبُوا بِجَمْعِهِمْ،
حَتّٰى تَرِدَ الْحَرْثَ فِي نَزَوَاتِهَا
وَتَقْضِيَ مِنْهُ شَهَوَاتِهَا وَ
خَلْقُهَا كُلُّهُ لَا يَكُونُ إِصْبَعًا
مُسْتَدِقَّةً فَتَبَارَكَ اللّٰهُ الَّذِي
يَسْجُدُ لَهُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ

جانے اور اُن دریاؤں کے جاری ہونے اور اُن پہاڑوں کی بہتات اور اُن چوٹیوں کی اُچان پر نگاہ دوڑاؤ اور اُن لغتوں اور قسم قسم کی زبانوں کے اختلاف پر نظر کرو۔

اس کے بعد افسوس ہے۔ ان پر کہ جو قضا و قدر کی مالک ذات اور نظم و انضباط کے قائم کرنے والی ہستی سے انکار کریں انھوں نے تو یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ گھاس پھونس کی طرح خود بخود اُگ آئے ہیں، نہ ان کا کوئی بونے والا ہے اور نہ ان کی گوناگوں صورتوں کا کوئی بنانے والا ہے۔ انھوں نے اپنے اس دعوے کی بنیاد کسی دلیل پر نہیں رکھی اور نہ سُنی سُنائی باتوں کی تحقیق کی ہے (ذرا سوچو تو کہ) کیا کوئی عمارت بغیر بنانے والے کے ہوا کرتی ہے؟ اور کوئی جرم بغیر مجرم کے ہوتا ہے؟ اگر چاہو تو (چیونٹی کی طرح) ٹڈی کے متعلق بھی کچھ کہو، کہ اس کے لیے لال بھبھوکا دو آنکھیں پیدا کیں اور اُس کی آنکھوں کے چاند سے دونوں حلقوں کے چراغ روشن کیے اور اس کے لیے بہت ہی چھوٹے چھوٹے کان بنائے اور مناسب و معتدل منہ کا شگاف بنایا اور اُس کے حس کو قوی اور تیز قرار دیا اور ایسے دو دانت بنائے کہ جن سے وہ (پتیوں کو) کاٹتی ہے اور درانتی کی طرح کے دو پیر ویسے کہ جن سے وہ (گھاس پات کو) پکڑتی ہے۔ کاشتکار اپنی زراعت کے بارے میں اس سے ہراساں رہتے ہیں۔ اگر وہ اپنے جتھوں کو سمیٹ لیں، جب بھی اس ٹڈی دل کا ہنکانا ان کے بس میں نہیں ہوتا، یہاں تک کہ وہ جست و خیز کرتا ہوا اُن کی کھیتیوں پر ٹوٹ پڑتا ہے اور ان سے اپنی خواہشوں کو پورا کر لیتا ہے۔ حالانکہ اس کا جسم ایک باریک انگلی کے بھی برابر نہیں ہوتا۔ پاک ہے وہ ذات کہ جس کے سامنے آسمان و

طَوْعاً وَّ كَرْهاً، وَ يَعْنُوْ لَهٗ خَدّاً
وَّ وَجْهاً، وَ يُلْقِيْ إِلَيْهِ بِالطَّاعَةِ
سِلْماً وَّ ضَعْفاً، وَ يُعْطِيْ لَهُ الْقِيَادَ
رَهْبَةً وَّ خَوْفاً. فَالطَّيْرُ مُسَخَّرَةٌ
لِأَمْرِهٖ. أَحْصٰى عَدَدَ الرِّيْشِ مِنْهَا
وَ النَّفَسِ، وَ أَرْسٰى قَوَائِمَهَا
عَلَى النَّدٰى وَ الْيَبَسِ. وَ قَدَّرَ
أَقْوَاتَهَا، وَ أَحْصٰى أَجْنَاسَهَا.
فَهٰذَا غُرَابٌ وَّ هٰذَا عُقَابٌ. وَ
هٰذَا حَمَامٌ وَّ هٰذَا نَعَامٌ. دَعَا كُلَّ
طَائِرٍ بِاسْمِهٖ وَ كَفَلَ لَهٗ بِرِزْقِهٖ
وَ أَنْشَأَ السَّحَابَ الثِّقَالَ فَأَهْطَلَ
دِيَمَهَا وَ عَدَّدَ قَسْمَهَا، فَبَلَّ
الْأَرْضَ بَعْدَ جُفُوْفِهَا وَ أَخْرَجَ
نَبْتَهَا بَعْدَ جُدُوْبِهَا.

زمین میں جو کوئی بھی ہے خوشی یا مجبوری سے بہر صورت سجدہ میں گرا ہوا ہے اور اس کے لیے رخسار اور چہرے کو خاک پر مل رہا ہے اور عجز و انکسار سے اس کے آگے سرنگوں ہے اور خوف و دہشت سے اپنی باگ ڈور اسے سونپے ہوئے ہے۔ پرندے اُس کے حکم (کی زنجیروں) میں جکڑے ہوئے ہیں وہ ان کے پروں اور سانسوں کی گنتی تک کو جانتا ہے اور (ان میں سے کچھ کے) پیر تری پر اور (کچھ کے) خشکی پر جما دیے ہیں اور ان کی روزیاں معین کر دی ہیں اور ان کے انواع و اقسام پر احاطہ رکھتا ہے کہ یہ کوا ہے۔ اور یہ عقاب، یہ کبوتر ہے اور یہ شتر مرغ۔ اُس نے ہر پرندے کو اس کے نام پر دعوت (وجود) دی۔ اور ان کی روزی کا ذمہ لیا اور یہ بھاری بوجھل بادل پیدا کیے کہ جن سے موسلادھار بارشیں برسائیں اور حصہ رسدی مختلف (سرزمینوں پر) انہیں بانٹ دیا اور زمین کو اس کے خشک ہو جانے کے بعد تر بتر کر دیا اور بنجر ہونے کے بعد اُس سے (لہلہاتا ہوا) سبزہ اگایا۔

لہ چیونٹی بظاہر ایک حقیر سی مخلوق ہے اور جسامت کے اعتبار سے نہایت چھوٹی مگر قدرت نے شعور و احساس کی اتنی قوتیں اس میں ودیعت کی ہیں کہ عقلِ انسانی دنگ رہ جاتی ہے۔ اس کے حسیات خصوصاً قوتِ شامہ بہت تیز ہوتی ہے جہاں کہیں خوراک ہو یہ اپنے حاسہ کی مدد سے فوراً وہاں پہنچ جاتی ہے اور اپنے جسم سے بیس گنا زائد وزن اٹھا لیتی ہے اور جس چیز کو اکیلے نہیں اٹھا سکتی۔ اُسے اُٹھانے کے لیے دُوسری چیونٹیوں کو اطلاع کر دیتی ہے اور وُہ سب مل کر اسے اُٹھا لے جاتی ہیں۔ اگر دیوار یا بلندی پر چڑھتے سے بوجھ گر پڑتا ہے تو جتنی مرتبہ گرے اُسے اٹھانے کے لیے پلٹتی ہیں۔ دُھوپ ہو یا سایہ، گرمی ہو یا سردی نہ ہمت ہارتی ہیں اور نہ محنت سے جی چُراتی ہیں۔ ہمہ وقت طلب و تلاش میں لگی رہتی ہیں۔ یوں تو گرمی و سردی میں یکساں سعی و کاوش کا مظاہرہ کرتی ہیں مگر گرمیوں میں زیادہ سرگرم عمل رہتی ہیں تاکہ سردی اور برسات کے لیے اپنے بلوں میں اتنا ذخیرہ فراہم کر لیں جس سے ان کی گذر بسر ہو سکے۔ ان بلوں میں ٹیڑھے میڑھے راستے بناتی ہیں تاکہ بارش کے پانی سے تحفظ ہو سکے۔ اس غذا کی جمع آوری کے ساتھ اس کے بچاؤ کی بھی تمام تدابیر عمل میں لاتی ہیں چنانچہ جب اُس کے خراب یا متعفن ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے تو اُسے بلوں سے باہر نکال کر ہوا میں

پھیلا دیتی ہیں اور سوکھ جانے کے بعد اسے پھر بلوں میں منتقل کر دیتی ہیں۔ یہ نقل و حمل عموماً چاندنی راتوں میں کرتی ہیں تاکہ دن کے وقت گزرنے والوں کی وجہ سے ذخیرہ پامال نہ ہو اور اتنی روشنی بھی رہے کہ کام جاری رکھا جاسکے۔ اور اگر زمین کی تری و رطوبت کی وجہ سے دانوں سے کونپلیں پھوٹنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ تو ہر دانے کے دو ٹکڑے کر دیتی ہیں اور دھنیے کی یہ خاصیت ہے کہ اگر اس کے دو ٹکڑے ہو جائیں تو بھی اُگ آتا ہے اس لیے اس کے چار ٹکڑے کر دیتی ہیں اس کے ساتھ یہ اہتمام بھی کرتی ہیں کہ دانوں کی سطح پر بھوسے کے تنکے بچھا دیتی ہیں تاکہ زمین کے اندر کی نمی سے محفوظ رہیں۔

چیونٹیوں میں نظم و ضبط سے رہنے، مل جل کر کام کرنے اور ایک دوسرے کا ہاتھ بٹانے کا بھرپور جذبہ ہوتا ہے۔ ان میں کچھ کارکن ہوتی ہیں جو خوراک فراہم کرتی ہیں اور کچھ حفاظتی فریضہ انجام دیتی ہیں اور ایک ملکہ ہوتی ہے جو نگران کار ہوتی ہے۔ غرض یہ تمام کام تقسیمِ عمل اور نظم و ضبط کے تحت انجام پاتے ہیں۔

۲؎ مطلب یہ ہے کہ اگر کائنات کی چھوٹی سی چھوٹی چیز کا جائزہ لیا جائے تو وہ اپنے اندر اُن تمام چیزوں کو سمیٹے ہوئے ہوگی جو بڑی سے بڑی چیز کے اندر پائی جاتی ہیں اور ہر ایک میں قدرت کی صنعت طرازی و کارسازی کی جھلک یکساں اور ہر ایک کی نسبت اس کی قوت و توانائی کی طرف برابر ہوگی خواہ وہ چیونٹی کی طرح چھوٹی ہو، یا درختِ خرما کی طرح بڑی۔ ایسا نہیں کہ چھوٹی چیز کو بنانا سہل اور بڑی چیز کو پیدا کرنا اس کے لیے مشکل ہو۔ کیونکہ صورت رنگ، حجم اور مقدار کا اختلاف صرف اس کی حکمت و تدبیر کی کارفرمائی کی بنا پر ہے۔ مگر اصل خلقت کے اعتبار سے ان میں کوئی تفاوت نہیں۔ لہٰذا خلقت و آفرینش کی یہ یک رنگی اس کے صانع کی وحدت و یکتائی کی دلیل ہے۔

۳؎ ٹڈی ایک مختصر جسامت کا جانور ہے۔ بچپنے میں اس کے پیر چھوٹے، ٹانگیں لانبی، سر بڑا اور دُم چھوٹی ہوتی ہے۔ جب بچپنے کا دور گزر جاتا ہے تو پَر بڑے اور جسم کی لمبائی زیادہ ہو جاتی ہے۔ خوراک کی تلاش میں جتھا بنا کر ایک جگہ سے دوسری جگہ پرواز کرتا رہتا ہے۔ اس پرواز سے اُس کے جسم اور اعصاب پر خوشگوار اثر پڑتا ہے اور جسم قوی اور اعصاب مضبوط ہو جاتے ہیں۔ لیکن یہ دور اُس کے لیے انتہائی پریشان کن ہوتا ہے۔ کیونکہ بھوک کی شدت اسے کسی کروٹ چین نہیں لینے دیتی۔ چنانچہ جب ٹڈی دل مل کر پرواز کرتا ہے تو جہاں کہیں سبزہ نظر آتا ہے بے تحاشا ٹوٹ پڑتا ہے اور مادہ اپنی دُم سے زمین میں سوراخ کر کے انڈے چھوڑ جاتی ہے جن سے بچے نکلتے ہیں اور جب ان کے جسم و جان میں توانائی آتی ہے تو اُڑنے لگتے ہیں۔ ان کا پھیلاؤ کبھی کبھی دو ہزار مربع میل تک پہنچ جاتا ہے اور ایک دن میں بارہ سو میل کی مسافت طے کر لیتے ہیں اور جدھر سے ہو کر گزرتے ہیں کھڑی کھیتیوں اور سبزہ زاروں کو اس طرح چاٹ جاتے ہیں کہ روئیدگی کا نام و نشان تک نہیں رہتا۔ یہ پرواز گرم خشک موسم میں ہوتی ہے، اور جب تک موسم سازگار رہتا ہے پرواز جاری رہتی ہے۔ جب سخت سردی یا تیز آندھی انھیں منتشر کر دیتی ہے تو جماعتی زندگی کی کشمکش سے آزاد ہو کر تنہا رہ جاتے ہیں۔ یہ تنہائی کی زندگی ان کے لیے بڑی مطمئن زندگی ہوتی ہے۔ نہ انھیں بھوک ستاتی ہے اور نہ پرواز کی تعب و مشقت نڈھال کرتی ہے۔

خطبہ ۱۸۴

(ومن خطبة له عليه السلام)
في التوحيد، وتجمع هذه
الخطبة من أصول العلم ما لا
تجمعه خطبة (غيرها)

ما وحّده من كيّفه، ولا حقيقته
أصاب من مثّله - ولا إياه عنى
من شبّهه، ولا صمده من أشار
إليه وتوهّمه - كلّ معروف
بنفسه مصنوع - وكلّ قائم
في سواه معلول - فاعل لا
باضطراب آلة مقدّر لا
بجول فكرة غنيّ لا باستفادة
لا تصحبه الأوقات ولا
ترفده الأدوات سبق
الأوقات كونه، والعدم وجوده
والابتداء أزله - بتشعيره
المشاعر عرف أن لا مشعر له
وبمضادّته بين الأمور عرف
أن لا ضدّ له وبمقارنته بين
الأشياء عرف أن لا قرين
له - ضادّ النور بالظلمة
والوضوح بالبهمة والجمود
بالبلل، والحرور بالصرد
مؤلّف بين متعادياتها
مقارن بين متبايناتها مقرّب

یہ خطبہ توحید کے متعلق ہے اور علم و معرفت کی اتنی بنیادی باتوں پر مشتمل ہے کہ جن پر کوئی دوسرا خطبہ حاوی نہیں ہے۔

جس نے اسے مختلف کیفیتوں سے متصف کیا اس نے اسے یکتا نہیں سمجھا، جس نے اس کا مثل ٹھہرایا اس نے اس کی حقیقت کو نہیں پایا، جس نے اسے کسی چیز سے تشبیہ دی اس نے اس کا قصد نہیں کیا، جس نے اسے قابلِ اشارہ سمجھا اور اپنے تصور کا پابند بنایا۔

اس نے اس کا رُخ نہیں کیا، جو اپنی ذات سے پہچانا جائے وہ مخلوق ہوگا اور جو دوسرے کے سہارے پر قائم ہو، وہ علت کا محتاج ہوگا۔ اور جو دوسرے کے سہارے پر قائم ہو، وہ علت کا محتاج ہوگا۔ وہ فاعل ہے بغیر آلات کو حرکت میں لائے۔ وہ ہر چیز کا اندازہ مقرر کرنے والا ہے۔ بغیر فکر کی جولانی کے وہ تونگر و غنی ہے۔ بغیر دوسروں سے استفادہ کیے نہ زمانہ اس کا ہم نشین اور نہ آلات اس کے معاون و معین ہیں۔ اس کی ہستی زمانہ سے پیشتر اس کا وجود عدم سے سابق اور اس کی ہمیشگی نقطۂ آغاز سے بھی پہلے سے ہے۔ اس نے جو احساس و شعور کی قوتوں کو ایجاد کیا اسی سے معلوم ہوا کہ وہ خود حواس و آلاتِ شعور نہیں رکھتا اور چیزوں میں ضدیت قرار دینے سے معلوم ہوا کہ اس کی ضد نہیں ہو سکتی اور چیزوں کو جو اس نے ایک دوسرے کے ساتھ رکھا ہے۔ اسی سے معلوم ہوا کہ اس کا کوئی ساتھی نہیں، اس نے نور کو ظلمت کی روشنی کو اندھیرے کی،

بَیْنَ مُتَبَاعِدَاتِهَا۔ مُفَرِّقٌ بَیْنَ
مُتَدَانِیَاتِهَا۔ لَا یُشْمَلُ بِحَدٍّ،
وَلَا یُحْسَبُ بِعَدٍّ، وَاِنَّمَا تَحُدُّ
الْاَدَوَاتُ اَنْفُسَهَا، وَتُشِیْرُ الْاٰلَةُ
اِلٰی نَظَائِرِهَا مَنَعَتْهَا مُنْذُ
الْقِدْمِیَّةَ، وَحَمَتْهَا قَدِ الْاَزَلِیَّةَ
وَجَنَّبَتْهَا لَوْ لَا التَّکْمِلَةَ بِهَا
تَجَلّٰی صَانِعُهَا لِلْعُقُوْلِ وَبِهَا
امْتَنَعَ عَنْ نَظَرِ الْعُیُوْنِ۔ لَا یَجْرِیْ
عَلَیْهِ السُّکُوْنُ وَالْحَرَکَةُ۔ وَکَیْفَ
یَجْرِیْ عَلَیْهِ مَا هُوَ اَجْرَاهُ، وَیَعُوْدُ
فِیْهِ مَا هُوَ اَبْدَاهُ، وَیَحْدُثُ
فِیْهِ مَا هُوَ اَحْدَثَهُ۔ اِذًا
لَتَفَاوَتَتْ ذَاتُهُ، وَلَتَجَزَّأَ کُنْهُهُ
وَلَامْتَنَعَ مِنَ الْاَزَلِ مَعْنَاهُ۔ وَ
لَکَانَ لَهُ وَرَاءٌ اِذْ وُجِدَ لَهُ اَمَامٌ
وَلَالْتَمَسَ التَّمَامَ اِذْ لَزِمَهُ النُّقْصَانُ
وَاِذًا لَقَامَتْ اٰیَةُ الْمَصْنُوْعِ فِیْهِ،
وَلَتَحَوَّلَ دَلِیْلًا بَعْدَ اَنْ کَانَ مَدْلُوْلًا
عَلَیْهِ۔ وَخَرَجَ بِسُلْطَانِ الْاِمْتِنَاعِ
مِنْ اَنْ یُؤَثِّرَ فِیْهِ مَا یُؤَثِّرُ فِیْ
غَیْرِهِ الَّذِیْ لَا یَحُوْلُ، وَلَا یَزُوْلُ
وَلَا یَجُوْزُ عَلَیْهِ الْاُفُوْلُ، وَلَمْ یَلِدْ
فَیَکُوْنَ مَوْلُوْدًا وَلَمْ یُوْلَدْ فَیَصِیْرَ
مَحْدُوْدًا۔ جَلَّ عَنِ اتِّخَاذِ الْاَبْنَاءِ

خشکی کو تری کی اور گرمی کو سردی کی ضد قرار دیا ہے۔ وہ
ایک دوسرے کی دشمن چیزوں کو ایک مرکز پر جمع کرنے
والا، متضاد چیزوں کو ملانے والا، ایک دوسرے سے
دور کی چیزوں کو باہم قریب لانے والا اور باہم پیوستہ
چیزوں کو الگ الگ کرنے والا ہے۔ وہ کسی حد میں محدود
نہیں اور نہ گننے سے شمار میں آتا ہے۔ جسمانی قویٰ تو
جسمانی ہی چیزوں کو گھیرا کرتے ہیں اور اپنے ہی ایسوں
کی طرف اشارہ کرسکتے ہیں۔ انھیں لفظ منذ نے قدیم ہونے
سے روک دیا ہے اور لفظ قد نے ہمیشگی سے منع کر دیا ہے
اور لفظِ لولا نے کمال سے ہٹا دیا ہے۔ انہی اعضا و جوارح
اور حواس و مشاعر کے ذریعہ ان کا موجد عقلوں کے سامنے
جلوہ گر ہوا ہے اور ان ہی کے تقاضوں کے سبب سے
آنکھوں کے مشاہدہ سے بری ہو گیا ہے۔ حرکت و سکون
اس پر طاری نہیں ہو سکتے۔ بھلا جو چیز اُس نے مخلوقات
پر طاری کی ہو، وہ اِس پر کیونکر طاری ہو سکتی ہے اور جو
چیز پہلے پہل اسی نے پیدا کی ہے وہ اس کی طرف عائد
کیونکر ہو سکتی ہے اور جس چیز کو اس نے پیدا کیا ہو وہ
اِس میں کیونکر پیدا ہو سکتی ہے اگر ایسا ہو تو اُس کی ذات
تغیّر پذیر قرار پائے گی اور اس کی ہستی قابلِ تجزیہ ٹھہرے
گی اور اس کی حقیقت ہمیشگی و دوام سے علیحدہ ہو جائے
گی۔ اگر اس کے لیے سامنے کی جہت ہوتی تو پیچھے کی سمت
بھی ہوتی اور اگر اس میں کمی آتی تو وہ اس کی تکمیل کا محتاج
ہوتا اور اِس صورت میں اس کے اندر مخلوق کی علامتیں
آجاتیں اور جب کہ ساری چیزیں اس کی ہستی کی دلیل
تھیں۔ اِس صورت میں وہ خود کسی خالق کے وجود کی دلیل

وَطَهُرَ عَنْ مُلَامَسَةِ النِّسَاءِ۔
لَا تَنَالُهُ الْأَوْهَامُ فَتُقَدِّرَهُ
وَلَا تَتَوَهَّمُهُ الْفِطَنُ فَتُصَوِّرَهُ
وَلَا تُدْرِكُهُ الْحَوَاسُّ فَتُحِسَّهُ
وَلَا تَلْمِسُهُ الْأَيْدِي فَتَمَسَّهُ
لَا يَتَغَيَّرُ بِحَالٍ، وَلَا يَتَبَدَّلُ
بِالْأَحْوَالِ - وَلَا تُبْلِيهِ اللَّيَالِي
وَالْأَيَّامُ، وَلَا يُغَيِّرُهُ الضِّيَاءُ
وَالظَّلَامُ - وَلَا يُوصَفُ بِشَيْءٍ
مِنَ الْأَجْزَاءِ، وَلَا بِالْجَوَارِحِ
وَالْأَعْضَاءِ، وَلَا بِعَرَضٍ مِنَ
الْأَعْرَاضِ وَلَا بِالْغَيْرِيَّةِ وَ
الْأَبْعَاضِ وَلَا يُقَالُ لَهُ حَدٌّ
وَلَا نِهَايَةٌ، وَلَا انْقِطَاعٌ وَلَا
غَايَةٌ - وَلَا أَنَّ الْأَشْيَاءَ
تَحْوِيهِ، فَتُقِلَّهُ أَوْ تُهْوِيَهُ
أَوْ أَنَّ شَيْئًا يَحْمِلُهُ
فَيُمِيلَهُ أَوْ يُعَدِّلَهُ - وَلَيْسَ
فِي الْأَشْيَاءِ بِوَالِجٍ، وَلَا عَنْهَا
بِخَارِجٍ يُخْبِرُ لَا بِلِسَانٍ وَ
لَهَوَاتٍ، وَيَسْمَعُ لَا بِخُرُوقٍ
وَأَدَوَاتٍ - يَقُولُ وَلَا يَلْفِظُ
وَيَحْفَظُ وَيَتَحَفَّظُ، وَيُرِيدُ
وَلَا يُضْمِرُ - يُحِبُّ وَيَرْضَى
مِنْ غَيْرِ رِقَّةٍ، وَيُبْغِضُ وَيَغْضَبُ

بن جاتا حالانکہ وہ اس امر مسلّمہ کی رُو سے کہ اس میں مخلوق کی صفتوں کا ہونا ممنوع ہے۔ اِس سے بری ہے کہ اس میں وہ چیز اثر انداز ہو جو ممکنات میں اثر انداز ہوتی ہے۔ وہ ادلتا بدلتا نہیں نہ زوال پذیر ہوتا ہے۔ نہ غروب ہونا اس کے لیے روا ہے۔ اُس کی کوئی اولاد نہیں اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے۔ ورنہ محدود ہو کر رہ جائے گا، وُہ آل اولاد رکھنے سے بالاتر اور عورتوں کو چھونے سے پاک ہے۔ تصورات اُسے پا نہیں سکتے کہ اُس کا اندازہ ٹھہرالیں اور عقلیں اُس کا تصور نہیں کر سکتیں کہ اُس کی کوئی صورت مقرر کر لیں۔ حواس اس کا ادراک نہیں کر سکتے کہ اُسے محسوس کر لیں اور ہاتھ اُس سے مس نہیں ہوتے کہ اُسے چھو لیں۔ وہ کسی حال میں بدلتا نہیں اور نہ مختلف حالتوں میں منتقل ہوتا رہتا ہے۔ نہ شب و روز اسے کہنہ کرتے ہیں، نہ روشنی و تاریکی اسے متغیر کرتی ہے۔ اسے اجزاء و جوارح صفات میں سے کسی صفت اور ذات کے علاوہ کسی بھی چیز اور حصّوں سے متصف نہیں کیا جا سکتا۔ اِس کے لیے کسی حد اور اختتام اور زوال پذیری اور انتہا کو کہا نہیں جا سکتا اور نہ یہ کہ چیزیں اس پر حاوی ہیں کہ خواہ اُسے بلند کریں اور خواہ پست، یا چیزیں اُسے اٹھائے ہوئے ہیں کہ چاہے اُسے اِدھر اُدھر موڑیں اور چاہے اُسے سیدھا رکھیں نہ وُہ چیزوں کے اندر ہے اور نہ اُن سے باہر، وُہ خبر دیتا ہے بغیر زبان اور تالو جبڑے کی حرکت کے، وہ سُنتا ہے بغیر کانوں کے سُوراخوں اور آلات سماعت کے، وُہ بات کرتا ہے بغیر تلفظ کے وہ ہر چیز کو یاد رکھتا ہے بغیر یاد کرنے کی زحمت کے، وُہ ارادہ کرتا ہے بغیر قلب اور ضمیر کے، وُہ

مِنْ غَيْرِ مَشَقَّةٍ - يَقُوْلُ لِمَنْ
أَرَادَ كَوْنَهُ كُنْ فَيَكُوْنُ - لَا
بِصَوْتٍ يَقْرَعُ وَلَا بِنِدَاءٍ
يُسْمَعُ - وَإِنَّمَا كَلَامُهُ سُبْحَانَهُ
فِعْلٌ مِنْهُ أَنْشَأَهُ - وَمَثَّلَهُ
لَمْ يَكُنْ مِنْ قَبْلِ ذٰلِكَ كَائِنًا،
وَلَوْ كَانَ قَدِيْمًا لَكَانَ إِلٰهًا
ثَانِيًا لَا يُقَالُ كَانَ بَعْدَ أَنْ لَمْ
يَكُنْ فَتَجْرِيَ عَلَيْهِ الصِّفَاتُ
الْمُحْدَثَاتُ وَلَا يَكُوْنُ بَيْنَهَا
وَبَيْنَهُ فَصْلٌ، وَلَا لَهُ عَلَيْهَا
فَضْلٌ، فَيَسْتَوِيَ الصَّانِعُ وَ
الْمَصْنُوْعُ، وَيَتَكَافَأَ الْمُبْتَدِعُ
وَالْبَدِيْعُ - خَلَقَ الْخَلَائِقَ عَلٰى
غَيْرِ مِثَالٍ خَلَا مِنْ غَيْرِهِ، وَلَمْ
يَسْتَعِنْ عَلٰى خَلْقِهَا بِأَحَدٍ مِنْ
خَلْقِهِ - وَأَنْشَأَ الْأَرْضَ فَأَمْسَكَهَا
مِنْ غَيْرِ اشْتِغَالٍ - وَأَرْسَاهَا
عَلٰى غَيْرِ قَرَارٍ - وَأَقَامَهَا
بِغَيْرِ قَوَائِمَ - وَرَفَعَهَا بِغَيْرِ
دَعَائِمَ - وَحَصَّنَهَا مِنَ الْأَوَدِ وَ
الْاِعْوِجَاجِ وَمَنَعَهَا مِنَ التَّهَافُتِ
وَالْاِنْفِرَاجِ - أَرْسٰى أَوْتَادَهَا
وَضَرَبَ أَسْدَادَهَا وَاسْتَفَاضَ
عُيُوْنَهَا وَخَدَّ أَوْدِيَتَهَا - فَلَمْ

دوست رکھتا ہے اور خوشنود ہوتا ہے بغیر رقت طبع کے، وہ دشمن رکھتا ہے اور غضبناک ہوتا ہے بغیر غم و غصہ کی تکلیف کے۔ جسے پیدا کرنا چاہتا ہے، اُسے "ہو جا" کہتا ہے جس سے وہ ہو جاتی ہے بغیر کسی ایسی آواز کے جو کان (کے پردوں) سے ٹکرائے اور بغیر ایسی صدا کے جو سنی جا سکے۔ بلکہ اللہ سبحانہ، کا کلام بس اُس کا ایجاد کردہ فعل ہے اور اس طرح کا کلام پہلے سے موجود نہیں ہو سکتا، اور اگر وہ قدیم ہوتا تو دوسرا خدا ہوتا۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ عدم کے بعد وجود میں آیا ہے کہ اس پر حادث صفتیں منطبق ہونے لگیں اور اس میں اور مخلوقات میں کوئی فرق نہ رہے اور نہ اسے اس پر کوئی فوقیت و برتری رہے کہ جس کے نتیجہ میں خالق و مخلوق ایک سطح پر آ جائیں اور صانع و مصنوع برابر ہو جائیں۔ اُس نے مخلوقات کو بغیر کسی ایسے نمونہ کے پیدا کیا کہ جو اس سے پہلے کسی دوسرے نے قائم کیا ہو اور اس کے بنانے میں اس نے مخلوقات میں سے کسی ایک کی بھی مدد نہیں چاہی۔ وہ زمین کو وجود میں لایا اور بغیر اس کام میں اُلجھے ہوئے اسے برابر رو کے تھامے رہا اور بغیر کسی چیز پر ٹکائے ہوئے اسے برقرار کر دیا، اور بغیر ستونوں کے اُس نے قائم اور بغیر کھمبوں کے اسے بلند کیا۔ کجی اور جھکاؤ سے اسے محفوظ کر دیا اور ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گرنے اور پھٹنے سے اُسے بچائے رہا۔ اس کے پہاڑوں کو میخوں کی طرح گاڑا اور چٹانوں کو مضبوطی سے نصب کیا، اس کے چشموں کو جاری اور پانی کی گزرگاہوں کو شگافتہ کیا۔ اُس نے جو بنایا اس میں کوئی سستی نہ آئی اور جسے مضبوط کیا اس میں کمزوری نہیں پیدا ہوئی۔ وہ

يَهِنْ مَا بَنَاهُ، وَلَا ضَعُفَ مَا
قَوَّاهُ - هُوَ الظَّاهِرُ عَلَيْهَا
بِسُلْطَانِهِ وَ عَظَمَتِهِ، وَهُوَ
الْبَاطِنُ لَهَا بِعِلْمِهِ وَمَعْرِفَتِهِ
وَالْعَالِي عَلَى كُلِّ شَيْءٍ مِّنْهَا
بِجَلَالِهِ وَ عِزَّتِهِ - وَلَا يُعْجِزُهُ
شَيْءٌ مِّنْهَا طَلَبَهُ، وَلَا يَمْتَنِعُ
عَلَيْهِ فَيَغْلِبَهُ - وَلَا يَفُوتُهُ السَّرِيعُ
مِنْهَا فَيَسْبِقَهُ، وَلَا يَحْتَاجُ إِلَى
ذِي مَالٍ فَيَرْزُقَهُ خَضَعَتِ
الْأَشْيَاءُ لَهُ وَذَلَّتْ مُسْتَكِينَةً
لِعَظَمَتِهِ، لَا تَسْتَطِيعُ الْهَرَبَ
مِنْ سُلْطَانِهِ إِلَى غَيْرِهِ فَتَمْتَنِعَ
مِنْ نَفْعِهِ وَضَرِّهِ، وَلَا كُفْؤَ لَهُ
فَيُكَافِئَهُ وَ لَا نَظِيرَ لَهُ فَيُسَاوِيَهُ
هُوَ الْمُفْنِي لَهَا بَعْدَ وُجُودِهَا
حَتَّى يَصِيرَ مَوْجُودُهَا كَمَفْقُودِهَا
وَلَيْسَ فَنَاءُ الدُّنْيَا بَعْدَ ابْتِدَاعِهَا
بِأَعْجَبَ مِنْ إِنْشَائِهَا وَاخْتِرَاعِهَا
وَكَيْفَ وَلَوِ اجْتَمَعَ جَمِيعُ حَيَوَانِهَا
مِنْ طَيْرِهَا وَبَهَائِمِهَا، وَمَا كَانَ
مِنْ مُرَاحِهَا وَسَائِمِهَا، وَ
أَصْنَافِ أَسْنَاخِهَا وَأَجْنَاسِهَا
وَمُتَبَلِّدَةِ أُمَمِهَا وَأَكْيَاسِهَا عَلَى
إِحْدَاثِ بَعُوضَةٍ مَا قَدَرَتْ عَلَى

اپنی عظمت و شاہی کے ساتھ زمین پر غالب، علم و دانائی کی بدولت اُس کے اندرونی رازوں سے واقف اور اپنے جلال و عزت کے سبب سے اُس کی ہر چیز پر چھایا ہوا ہے وہ جس چیز کا اُس سے خواہاں ہوتا ہے وہ اس کے دسترس سے باہر نہیں ہو سکتی اور نہ اس سے روگردانی کر کے اس پر غالب آ سکتی ہے اور نہ کوئی تیز رو اُس کے قبضہ سے نکل سکتا ہے کہ اُس سے بڑھ جائے اور نہ وہ کسی مال دار کا محتاج ہے کہ وہ اُسے روزی دے۔ تمام چیزیں اُس کے سامنے عاجز اور اُس کی بزرگی و عظمت کے آگے ذلیل و خوار ہیں۔ اس کی سلطنت (کی وسعتوں) سے نکل کر کسی اور طرف بھاگ جانے کی ہمت نہیں رکھتیں کہ اس کے جود و عطا سے (بے نیاز) اور اس کی گرفت سے اپنے کو محفوظ سمجھ لیں۔ نہ اس کا کوئی ہمسر ہے جو اس کے برابر اُتر سکے۔ نہ اس کا کوئی مثل و نظیر ہے جو اس سے برابری کر سکے۔ وہی ان چیزوں کو وجود کے بعد فنا کرنے والا ہے۔ یہاں تک کہ موجود چیزیں ان چیزوں کی طرح ہو جائیں کہ جو کبھی تھیں ہی نہیں، اور یہ دُنیا کو پیدا کرنے کے بعد نیست و نابود کرنا اس کے شروع شروع وجود میں لانے سے زیادہ تعجب خیز (و دشوار) نہیں اور کیوں کر ایسا ہو سکتا ہے۔ جبکہ تمام حیوان وہ پرندے ہوں یا چوپائے۔ رات کو گھروں کی طرف پلٹ کر آنے والے ہوں۔ یا چراگاہوں میں چرنے والے جس نوع کے بھی ہوں اور جس قسم کے ہوں وہ اور تمام آدمی کودن و غبی صنف سے ہوں یا زیرک و ہوشیار سب مل کر اگر ایک مچھر کو پیدا کرنا چاہیں تو وہ اُس کے پیدا کرنے پر قادر نہ ہوں گے اور نہ یہ جان سکیں گے کہ اس کے پیدا کرنے کی

إِحْدَاثِهَا، وَلَا عَرَفَتْ كَيْفَ السَّبِيلُ
إِلَىٰ إِيجَادِهَا - وَلَتَحَيَّرَتْ عُقُولُهَا فِي
عِلْمِ ذٰلِكَ وَتَاهَتْ - وَعَجَزَتْ قُوَاهَا
وَتَنَاهَتْ، وَرَجَعَتْ خَاسِئَةً حَسِيرَةً
عَارِفَةً بِأَنَّهَا مَقْهُورَةٌ مُقِرَّةٌ بِالْعَجْزِ
عَنْ إِنْشَائِهَا مُذْعِنَةً بِالضَّعْفِ عَنْ
إِفْنَائِهَا وَإِنَّ اللهَ سُبْحَانَهُ يَعُودُ
بَعْدَ فَنَاءِ الدُّنْيَا وَحْدَهُ لَا شَيْءَ
مَعَهُ كَمَا كَانَ قَبْلَ ابْتِدَائِهَا
كَذٰلِكَ يَكُونُ بَعْدَ فَنَائِهَا - بِلَا وَقْتٍ
وَلَا مَكَانٍ، وَلَا حِينٍ وَلَا زَمَانٍ - عُدِمَتْ
عِنْدَ ذٰلِكَ الْآجَالُ وَالْأَوْقَاتُ،
وَزَالَتِ السُّنُونُ وَالسَّاعَاتُ. فَلَا
شَيْءَ إِلَّا الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ الَّذِي
إِلَيْهِ مَصِيرُ جَمِيعِ الْأُمُورِ - بِلَا
قُدْرَةٍ مِّنْهَا كَانَ ابْتِدَاءُ خَلْقِهَا
وَبِغَيْرِ امْتِنَاعٍ مِنْهَا كَانَ فَنَاؤُهَا -
وَلَوْ قَدَرَتْ عَلَى الْاِمْتِنَاعِ دَامَ
بَقَاؤُهَا - لَمْ يَتَكَاءَدْهُ صُنْعُ شَيْءٍ
مِّنْهَا إِذْ صَنَعَهُ، وَلَمْ يَؤُدْهُ -
مِنْهَا خَلْقُ مَا خَلَقَهُ وَبَرَأَهُ،
وَلَمْ يُكَوِّنْهَا لِتَشْدِيدِ سُلْطَانٍ -
وَلَا لِخَوْفٍ مِّنْ زَوَالٍ وَنُقْصَانٍ، وَ
لَا لِلْاِسْتِعَانَةِ بِهَا عَلَىٰ نِدٍّ مُّكَاثِرٍ، وَلَا
لِلْاِحْتِرَازِ بِهَا مِنْ ضِدٍّ مُّثَاوِرٍ - وَلَا

کیا صورت اور اس جاننے کے سلسلہ میں ان کی عقلیں حیران
و سرگردان اور قوتیں عاجز و درماندہ ہو جائیں گی اور یہ
جانتے ہوئے کہ وہ شکست خوردہ ہیں اور یہ اقرار کرتے
ہوئے کہ وہ اس کی ایجاد سے درماندہ ہیں اور یہ اعتراف
کرتے ہوئے کہ وہ اس کے فنا کرنے سے بھی عاجز ہیں۔
خستہ و نامراد ہو کر پلٹ آئیں گے۔ بلاشبہ اللہ سبحانہٗ دنیا
کے مٹ مٹا جانے کے بعد ایک اکیلا ہوگا۔ کوئی چیز اس
کے ساتھ نہ ہوگی۔ جس طرح کہ دنیا کی ایجاد و آفرینش سے
پہلے تھا۔ یونہی اس کے فنا ہو جانے کے بعد بغیر وقت و
مکان اور ہنگام و زمان کے ہوگا اُس وقت مدتیں اور
اوقات سال اور گھڑیاں سب نابود ہوں گی، سوائے
اُس خدائے واحد و قہار کے جس کی طرف تمام چیزوں کی
بازگشت ہے، کوئی چیز باقی نہ رہے گی۔ ان کی آفرینش
کی ابتدا۔ ان کے اختیار و قدرت سے باہر تھی اور اُن کا
فنا ہونا بھی اُن کی روک ٹوک کے بغیر ہوگا۔ اگر اُن کو انکار
پر قدرت ہوتی تو اُن کی زندگی بقا سے ہمکنار ہوتی جب
اُس نے کسی چیز کو بنایا تو اُس کے بنانے میں اُسے کوئی
دشواری پیش نہیں آئی اور نہ جس چیز کو اُس نے خلق
و ایجاد کیا اُس کی آفرینش نے اُسے خستہ و درماندہ کیا۔
اُس نے اپنی سلطنت (کی بنیادوں) کو استوار کرنے اور
(مملکت کے) زوال اور (عزت کے) انحطاط کے خطرات
(سے بچنے) اور کسی جمع جتھے والے حریف کے خلاف مدد
حاصل کرنے اور کسی حملہ آور غنیم سے محفوظ رہنے اور ملک و
سلطنت کا دائرہ بڑھانے اور کسی شریک کے مقابلہ میں
اپنی کثرت پر اترانے کے لیے ان چیزوں کو پیدا نہیں کیا

لِلازْدِيَادٍ بِهَا فِي مُلْكِهِ، وَلَا لِمُكَاثَرَةِ
شَرِيكٍ فِي شِرْكِهِ. وَلَا لِوَحْشَةٍ كَانَتْ
مِنْهُ فَأَرَادَ أَنْ يَسْتَأْنِسَ إِلَيْهَا. ثُمَّ
هُوَ يُفْنِيهَا بَعْدَ تَكْوِينِهَا لَا لِسَأَمٍ
دَخَلَ عَلَيْهِ فِي تَصْرِيفِهَا وَتَدْبِيرِهَا
وَلَا لِرَاحَةٍ وَاصِلَةٍ إِلَيْهِ. وَلَا لِثِقَلِ
شَيْءٍ مِنْهَا عَلَيْهِ، لَمْ يُمِلَّهُ طُولُ
بَقَائِهَا فَيَدْعُوَهُ إِلَى سُرْعَةِ إِفْنَائِهَا
لَكِنَّهُ سُبْحَانَهُ دَبَّرَهَا بِلُطْفِهِ وَ
أَمْسَكَهَا بِأَمْرِهِ، وَأَتْقَنَهَا بِقُدْرَتِهِ
ثُمَّ يُعِيدُهَا بَعْدَ الْفَنَاءِ مِنْ غَيْرِ
حَاجَةٍ مِنْهُ إِلَيْهَا وَلَا اسْتِعَانَةٍ
بِشَيْءٍ مِنْهَا عَلَيْهَا، وَلَا لِانْصِرَافٍ
مِنْ حَالِ وَحْشَةٍ إِلَى حَالِ اسْتِئْنَاسٍ،
وَلَا مِنْ حَالِ جَهْلٍ وَعَمًى
إِلَى حَالِ عِلْمٍ وَالْتِمَاسٍ.
وَلَا مِنْ فَقْرٍ وَحَاجَةٍ إِلَى غِنًى
وَكَثْرَةٍ - وَلَا مِنْ ذُلٍّ
وَضَعَةٍ إِلَى عِزٍّ وَ
قُدْرَةٍ -

اور نہ اس لیے کہ اُس نے (تنہائی کی) وحشت سے اُکھبرا کر یہ چاہا ہو کہ ان چیزوں سے جی لگائے، پھر وہ ان چیزوں کو بنانے کے بعد فنا کر دے گا، اِس لیے نہیں کہ ان میں ردّ و بدل کرنے اور ان کی دیکھ بھال رکھنے سے اسے دل تنگی لاحق ہوئی ہو اور نہ اُس آسودگی و راحت کے خیال سے کہ جو (انھیں مٹا کر) اُسے حاصل ہونے کی توقع ہو اور نہ اس وجہ سے کہ ان میں سے کسی چیز کا اس پر بوجھ ہو، اسے ان چیزوں کی طول طویل بقا آزردہ و دل تنگ نہیں بناتی کہ یہ انھیں جلدی سے فنا کر دینے کی اُسے دعوت دے۔ بلکہ اللہ سبحانہ، نے اپنے لطف و کرم سے ان کا بندوبست کیا ہے اور اپنے فرمان سے ان کی روک تھام کر رکھی ہے، اور اپنی قدرت سے ان کو مضبوط بنایا ہے۔ پھر وہ ان چیزوں کو فنا کے بعد پلٹائے گا۔ نہ اس لیے کہ ان میں سے کسی چیز کی اُسے احتیاج ہے اور اُن کی مدد کا خواہاں ہے اور نہ تنہائی کی اُلجھن سے منتقل ہو کر دل بستگی کی حالت پیدا کرنے کے لیے اور جہالت و بے بصیرتی کی حالت سے واقفیت و تجربات کی دُنیا میں آنے کے لیے اور فقر و احتیاج سے دولت و فراوانی اور ذلت و پستی سے عزت و توانائی کی طرف منتقل ہونے کے لیے ان کو دوبارہ پیدا کرتا ہے۔

لہ مطلب یہ ہے کہ لفظ منذ "قد" اور لولا جن معانی کے لیے وضع ہیں وہ قدیم و ازلی و کامل ہونے کے منافی ہیں۔ لہٰذا ان کا اشیاء سے متعلق ہونا ان کے حادث و ناقص ہونے کی دلیل ہوگا۔ وہ اس طرح کہ منذ ابتدائے زمانہ کی تعیین کے لیے وضع ہے جیسے قد وجد منذ کذا (یہ چیز فلاں وقت سے پائی جاتی ہے) اس سے وقت کی تعیین و حد بندی ہو گئی اور جس کے لیے تحدید وقت ہو سکے وہ قدیم نہیں ہو سکتی اور لفظ قد ماضی قریب کے معنی دیتا ہے اور یہ معنی اسی میں ہو سکتے ہیں جو زمانہ میں محدود ہو اور

لولا کی وضع امتناع الشئی لوجود غیرہ کے لیے ہے جیسے "ما احسنه والکمله لولا فیه کذا" یہ چیز کتنی حسین و کامل ہوتی اگر اس میں یہ بات نہ ہوتی) لہٰذا جس سے یہ متعلق ہوگا وہ حسن و کمال میں دوسرے کا محتاج اور اپنی ذات میں ناقص ہوگا۔

خطبہ ۱۸۵

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

تَخْتَصُّ بِذِكْرِ الْمَلَاحِمِ

اَلَا بِاَبِیْ وَ اُمِّیْ هُمْ مِنْ عِدَّةٍ اَسْمَاؤُهُمْ فِی السَّمَآءِ مَعْرُوْفَةٌ، وَ فِی الْاَرْضِ مَجْهُوْلَةٌ، اَلَا فَتَوَقَّعُوْا مَا يَكُوْنُ مِنْ اِدْبَارِ اُمُوْرِكُمْ، وَ انْقِطَاعِ وُصَلِكُمْ وَ اسْتِعْمَالِ صِغَارِكُمْ. ذَاكَ حَيْثُ تَكُوْنُ ضَرْبَةُ السَّيْفِ عَلَى الْمُؤْمِنِ اَهْوَنَ مِنَ الدِّرْهَمِ مِنْ حِلِّهٖ. ذٰلِكَ حَيْثُ يَكُوْنُ الْمُعْطٰى اَعْظَمَ اَجْرًا مِنَ الْمُعْطِیْ. ذَاكَ حَيْثُ تَسْكَرُوْنَ مِنْ غَيْرِ شَرَابٍ، بَلْ مِنَ النِّعْمَةِ وَ النَّعِيْمِ، وَ تَحْلِفُوْنَ مِنْ غَيْرِ اضْطِرَارٍ، وَ تَكْذِبُوْنَ مِنْ غَيْرِ اِحْرَاجٍ وَ ذٰلِكَ اِذَا عَضَّكُمُ الْبَلَاۗءُ كَمَا يَعَضُّ الْقَتَبُ غَارِبَ الْبَعِيْرِ. مَا اَطْوَلَ هٰذَا الْعَنَاۗءَ وَ اَبْعَدَ هٰذَا الرَّجَاۗءَ. اَيُّهَا النَّاسُ اَلْقُوْا هٰذِهِ الْاَزِمَّةَ الَّتِیْ تَحْمِلُ ظُهُوْرُهَا الْاَثْقَالَ مِنْ اَيْدِيْكُمْ، وَ لَا تَصَدَّعُوْا عَلٰى سُلْطَانِكُمْ فَتَذُمُّوْا غِبَّ فِعَالِكُمْ. وَ لَا تَقْتَحِمُوْا مَا اسْتَقْبَلْتُمْ مِنْ فَوْرِ نَارِ الْفِتْنَةِ. وَ

یہ حوادث و فتن کے ذکر سے مخصوص ہے :

ہاں! میرے ماں باپ ان گنتی کے چند افراد پر قربان ہوں، جن کے نام آسمانوں میں جانے پہچانے ہوئے اور زمین میں انجانے ہیں۔ لہٰذا اس صورت حال کے متوقع رہو کہ تمہیں مسلسل ناکامیاں ہوتی رہیں اور تمہارے تعلقات درہم و برہم ہوں اور تم میں کے چھوٹے برسر کار نظر آئیں یہ وہ ہنگام ہوگا کہ جب مومن کے لیے بطریق حلال ایک درہم حاصل کرنے سے تلوار کا وار کھانا آسان ہوگا۔ وہ وہ وقت ہوگا کہ جب لینے والے (فقیر بے نوا) کا اجر و ثواب دینے والے اغنیاء سے بڑھا ہوا ہوگا، یہ وہ زمانہ ہوگا کہ جب تم مست و سرشار ہوگے۔ شراب سے نہیں بلکہ عیش و آرام سے اور بغیر کسی مجبوری کے (بات بات پر) قسمیں کھاؤ گے اور بغیر کسی لاچاری کے جھوٹ بولو گے۔ یہ وہ وقت ہوگا کہ جب مصیبتیں تمہیں اس طرح کاٹیں گی جس طرح اونٹ کی کوہان کو پالان (آہ) ان سختیوں کی مدت کتنی دراز اور اس سے (چھٹکارا پانے کی) اُمیدیں کتنی دور ہیں۔

اے لوگو! ان سواروں کی باگیں اتار پھینکو کہ جن کی پشت نے تمہارے ہاتھوں گناہوں کے بوجھ اٹھائے ہیں۔ اپنے حاکم سے کٹ کر علیحدہ نہ ہو جاؤ، ورنہ بداعمالیوں کے انجام میں اپنے ہی نفسوں کو برا بھلا کہو گے اور جو آتش فتنہ تمہارے آگے شعلہ ور ہے اس میں اندھا دھند کود نہ

أَمِيطُوا عَنْ سَنَنِهَا، وَخَلُّوا قَصْدَ السَّبِيلِ لَهَا۔ فَقَدْ لَعَمْرِي يَهْلِكُ فِي لَهَبِهَا الْمُؤْمِنُ وَيَسْلَمُ فِيهَا غَيْرُ الْمُسْلِمِ۔ إِنَّمَا مَثَلِي بَيْنَكُمْ مَثَلُ السِّرَاجِ فِي الظُّلْمَةِ يَسْتَضِيءُ بِهِ مَنْ وَلَجَهَا۔ فَاسْمَعُوا أَيُّهَا النَّاسُ وَعُوا وَأَحْضِرُوا آذَانَ قُلُوبِكُمْ تَفْهَمُوا۔

پڑو۔ اُس کی راہ سے مُڑ کر چلو اور درمیانی راہ کو اُس کے لیے خالی کر دو۔ کیونکہ میری جان کی قسم! یہ وُہ آگ ہے کہ مومن اس کی لپیٹوں میں تباہ و برباد، اور کافر اس میں سالم و محفوظ رہے گا۔ تمھارے درمیان میری مثال ایسی ہے۔ جیسے اندھیرے میں چراغ کہ جو اس میں داخل ہو وُہ اس سے روشنی حاصل کرے۔ اے لوگو! سُنو اور یاد رکھو اور دل کے کانوں کو (کھول کر) سامنے لاؤ، تاکہ سمجھ سکو۔

لہ اس دَور میں دینے والے مالدار سے لینے والے فقیر و نادار کا اجر و ثواب اِس لیے زیادہ ہوگا کہ مالدار کے اکتسابِ رزق کے ذرائع ناجائز و حرام ہوں گے اور وُہ جو کچھ دے گا۔ اس میں نمود و ریا اور شہرت و نمائش مقصود ہوگی جس کی وجہ سے وُہ کسی اجر کا مستحق نہ ہوگا اور غریب لے گا تو اپنی غربت و بیچارگی سے مجبور ہو کر اور اُسے صحیح مصرف میں صرف کرنے سے اجر و ثواب کا مستحق ہوگا۔ شارح معتزلی نے اِس کے ایک اور معنی بھی تحریر کیے ہیں اور وُہ یہ کہ اگر وہ مال دولت مند کے پاس رہتا اور یہ فقیر اُسے نہ لیتا تو وُہ حسبِ معمول اسے بھی حرام کاریوں اور عیش پرستیوں میں صرف کرتا اور چونکہ اس کا لے لینا بظاہر اُس کے مصرفِ ناجائز میں صرف کرنے سے سدِّ راہ ہُوا ہے۔ لہٰذا اِس بُرے مصرف کی روک تھام کی وجہ سے وُہ اجر و ثواب کا مستحق ہوگا۔

خطبہ ۱۸۶

(مِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

أُوصِيكُمْ أَيُّهَا النَّاسُ بِتَقْوَى اللهِ، وَكَثْرَةِ حَمْدِهِ عَلَى آلَائِهِ إِلَيْكُمْ وَنَعْمَائِهِ عَلَيْكُمْ وَبَلَائِهِ لَدَيْكُمْ۔ فَكَمْ خَصَّكُمْ بِنِعْمَةٍ، وَتَدَارَكَكُمْ بِرَحْمَةٍ أَعْوَرْتُمْ لَهُ فَسَتَرَكُمْ، وَتَعَرَّضْتُمْ لِأَخْذِهِ فَأَمْهَلَكُمْ۔ وَأُوصِيكُمْ بِذِكْرِ الْمَوْتِ وَإِقْلَالِ الْغَفْلَةِ عَنْهُ وَ

اے لوگو! میں تمھیں اللہ سے ڈرتے رہنے کی وصیت کرتا ہُوں اور اُس کی اُن نعمتوں پر جو اُس نے تمھیں دیں۔ اِن انعامات پر جو تمھیں بخشے اور اُن احسانات پر جو تم پر ہمیشہ کئے ہیں، بکثرت حمد و ستائش کی نصیحت کرتا ہُوں کتنا ہی اُس نے تمھیں اپنی نعمتوں کے لیے مخصوص کیا اور اپنی رحمت سے تمھاری دستگیری کی۔ تم نے علانیہ بُرائیاں کیں، لیکن اُس نے تمھاری پردہ پوشی کی۔ تم نے ایسی حرکتیں کیں جو قابلِ گرفت تھیں، مگر اُس نے تمھیں ڈھیل دی ہیں

كَيْفَ غَفْلَتُكُمْ عَمَّا لَيْسَ يُغْفِلُكُمْ
وَطَمَعُكُمْ فِيمَنْ لَيْسَ يُمْهِلُكُمْ
فَكَفَى وَاعِظاً بِمَوْتَى عَايَنْتُمُوهُمْ
حُمِلُوا إِلَى قُبُورِهِمْ غَيْرَ
رَاكِبِينَ، وَأُنْزِلُوا فِيهَا غَيْرَ
نَازِلِينَ - فَكَأَنَّهُمْ لَمْ يَكُونُوا
لِلدُّنْيَا عُمَّاراً، وَكَأَنَّ الْآخِرَةَ
لَمْ تَزَلْ لَهُمْ دَاراً- أَوْحَشُوا
مَا كَانُوا يُوطِنُونَ، وَأَوْطَنُوا
مَا كَانُوا يُوحِشُونَ وَاشْتَغَلُوا
بِمَا فَارَقُوا، وَأَضَاعُوا مَا
إِلَيْهِ انْتَقَلُوا- لَا عَنْ قَبِيحٍ
يَسْتَطِيعُونَ انْتِقَالاً، وَلَا فِي
حَسَنَةٍ يَسْتَطِيعُونَ ازْدِيَاداً.
أَنِسُوا بِالدُّنْيَا فَغَرَّتْهُمْ،
وَوَثِقُوا بِهَا فَصَرَعَتْهُمْ-
فَسَابِقُوا رَحِمَكُمُ اللّٰهُ
إِلَى مَنَازِلِكُمُ الَّتِي أُمِرْتُمْ
أَنْ تَعْمُرُوهَا، وَالَّتِي رَغِبْتُمْ
فِيهَا وَدُعِيتُمْ إِلَيْهَا- وَاسْتَتِمُّوا
نِعَمَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ بِالصَّبْرِ عَلَى
طَاعَتِهِ وَالْمُجَانَبَةِ لِمَعْصِيَتِهِ فَإِنَّ
غَداً مِنَ الْيَوْمِ قَرِيبٌ مَا أَسْرَعَ السَّاعَاتِ
فِي الْيَوْمِ، وَأَسْرَعَ الْأَيَّامَ فِي الشَّهْرِ،
وَأَسْرَعَ الشُّهُورَ فِي السَّنَةِ، وَ

تمھیں سمجھاتا ہوں کہ موت کو یاد رکھو اور اس سے اپنی غفلت کو کم کرو، اور آخر کیونکر تم اس سے غفلت میں پڑے ہوئے ہو، جو تم سے غافل نہیں، اور کیونکر اس (فرشتۂ موت) سے کوئی آس لگاتے ہو، جو تمھیں ذرا مہلت نہ دے گا۔

تمھیں پند و عبرت دینے کے لیے وہی مرنے والے کافی ہیں کہ جنھیں تم دیکھتے رہے ہو۔ انھیں (کندھوں پر) لاد کر قبروں کی طرف لے جایا گیا۔ دراں حالیکہ وہ خود سوار نہیں ہو سکتے اور انھیں قبروں میں اتار دیا گیا، جبکہ وہ خود اترنے پر قادر نہ تھے (یوں مٹ مٹا گئے) کہ گویا یہ کبھی دنیا میں بسے ہوئے تھے ہی نہیں اور گویا یہی آخرت (کا گھر) ان کا ہمیشہ سے گھر تھا جسے وطن بنایا تھا اسے سنسان چھوڑ گئے اور جس سے وحشت کھایا کرتے تھے وہاں اب جا کر سکونت اختیار کرنا پڑی۔ ہمیشہ اس کا انتظام کیا، جسے چھوڑنا تھا اور وہاں کی کوئی فکر نہ کی جہاں جانا تھا۔

(اب) نہ تو برائیوں سے (توبہ کر کے) پلٹنا ان کے بس میں ہے اور نہ نیکیوں کو بڑھانا ان کے اختیار میں ہے۔ انھوں نے دنیا سے دل لگایا تو، اس نے انھیں فریب دیا اور اس پر بھروسا کیا تو اس نے انھیں پچھاڑ دیا، خدا تم پر رحم کرے ان گھروں کی طرف توجہ میں جلدی کرو، جن کے آباد کرنے کا تمھیں حکم دیا گیا ہے اور جن کا تمھیں شوق دلایا گیا ہے اور جن کی جانب تمھیں بلایا گیا ہے۔ اس کی اطاعت پر صبر اور گناہوں سے کنارہ کشی کر کے اس کی نعمتوں کو جو تم پر ہیں، پایۂ تکمیل تک پہنچاؤ۔ کیونکہ آنے والا "کل" آج کے دن سے قریب ہے۔ دن کے اندر گھڑیاں کتنی تیز قدم اور مہینوں کے اندر دن کتنے تیز رو، اور سالوں کے اندر مہینے کتنے تیز گام

أَسْرَعَ السِّنِيْنَ فِي الْعُمُرِ۔

اور عمر کے اندر سال کتنے تیز رفتار ہیں۔

خطبہ ۱۸۷

(وَمِنْ كَلَامٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

فَمِنَ الْإِيْمَانِ مَا يَكُوْنُ ثَابِتًا مُّسْتَقِرًّا فِي الْقُلُوْبِ۔ وَمِنْهُ مَا يَكُوْنُ عَوَارِيَ بَيْنَ الْقُلُوْبِ وَالصُّدُوْرِ إِلٰى أَجَلٍ مَّعْلُوْمٍ۔ فَإِذَا كَانَتْ لَكُمْ بَرَاءَةٌ مِّنْ أَحَدٍ فَقِفُوْهُ حَتّٰى يَحْضُرَهُ الْمَوْتُ فَعِنْدَ ذٰلِكَ يَقَعُ حَدُّ الْبَرَاءَةِ وَالْهِجْرَةُ قَائِمَةٌ عَلٰى حَدِّهَا الْأَوَّلِ مَا كَانَ لِلّٰهِ فِي أَهْلِ الْأَرْضِ حَاجَةٌ مِّنْ مُّسْتَسِرِّ الْأُمَّةِ وَمُعْلِنِهَا لَا يَقَعُ اسْمُ الْهِجْرَةِ عَلٰى أَحَدٍ إِلَّا بِمَعْرِفَةِ الْحُجَّةِ فِي الْأَرْضِ۔ فَمَنْ عَرَفَهَا وَأَقَرَّ بِهَا فَهُوَ مُهَاجِرٌ وَلَا يَقَعُ اسْمُ الْاِسْتِضْعَافِ عَلٰى مَنْ بَلَغَتْهُ الْحُجَّةُ فَسَمِعَتْهَا أُذُنُهُ وَوَعَاهَا قَلْبُهُ إِنَّ أَمْرَنَا صَعْبٌ مُّسْتَصْعَبٌ لَا يَحْمِلُهُ إِلَّا عَبْدٌ مُّؤْمِنٌ امْتَحَنَ اللّٰهُ قَلْبَهُ لِلْإِيْمَانِ وَلَا يَعِيْ حَدِيْثَنَا إِلَّا صُدُوْرٌ أَمِيْنَةٌ وَأَحْلَامٌ رَزِيْنَةٌ أَيُّهَا النَّاسُ سَلُوْنِيْ قَبْلَ أَنْ تَفْقِدُوْنِيْ فَلَأَنَا بِطُرُقِ السَّمَاءِ أَعْلَمُ مِنِّيْ بِطُرُقِ الْأَرْضِ قَبْلَ أَنْ تَشْغَرَ بِرِجْلِهَا فِتْنَةٌ تَطَأُ فِيْ خِطَامِهَا، وَتَذْهَبُ

ایک ایمان تو وہ ہوتا ہے جو دلوں میں جما ہوا اور برقرار ہوتا ہے، اور ایک وہ کہ جو دلوں اور سینے (کی تہوں) میں ایک مقررہ مدت تک عاریۃً ہوتا ہے۔ لہٰذا اگر کسی ایک میں تمھیں کوئی برائی ایسی نظر آئے کہ جس سے تمھیں اظہارِ بیزاری کرنا پڑے تو اُسے اُس وقت تک موقوف رکھو کہ اس شخص کو موت آجائے کہ اس موقعہ پر اظہارِ بیزاری اپنی حد پر واقع ہوگی۔ ہجرت کا اصول پہلے ہی کی طرح اب بھی برقرار ہے۔ اہلِ زمین میں کوئی گروہ چھپکے سے خدا کا راستہ اختیار کرلے یا علانیہ۔ بہرحال اللہ کو اس کی کوئی احتیاج نہیں ہے زمین میں حجتِ خدا کی معرفت کے بغیر کسی ایک کو بھی صحیح معنی میں مہاجر نہیں کہا جاسکتا۔ ہاں جو اسے پہچانے اور اس کا اقرار کرے وُہی مہاجر ہے اور جس تک حجتِ (الٰہیہ) کی خبر پہنچے، کہ اس کے کان سُن لیں، اور دل محفوظ کرلیں تو اسے مستضعفین میں (جو ہجرت سے مستثنیٰ ہیں) داخل نہیں سمجھا جاسکتا، بلاشبہ ہمارا معاملہ ایک امرِ مشکل و دشوار ہے جس کا متحمل وُہی بندہ مومن ہوگا کہ جس کے دل کو اللہ نے ایمان کے لیے پرکھ لیا ہو، اور ہمارے قول و حدیث کو صرف امانت دار سینے اور ٹھوس عقلیں ہی محفوظ رکھ سکتی ہیں۔ اے لوگو! مجھے کھو دینے سے پہلے مجھ سے پوچھ لو اور میں زمین کی راہوں سے زیادہ آسمان کے راستوں سے واقف ہوں۔ قبل اس کے کہ وُہ فتنہ اپنے پیروں کو اُٹھائے جو مہار کو بھی اپنے پیروں کے نیچے روند رہا ہو، اور جس نے لوگوں

بِأَحْلَامِ قَوْمِهَا۔	کی عقلیں زائل کر دی ہوں۔

لہ امیر المومنینؑ کے اس ارشاد کی بعض نے یہ توجیہ کی ہے کہ زمین کی راہوں سے مُراد امورِ دُنیا اور آسمان کے راستوں سے مراد احکامِ شرعیہ ہیں اور حضرتؑ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ وہ امورِ دُنیا سے زائد احکامِ شرعیہ و فتاویٰ فقہیہ کے واقف ہیں۔ چنانچہ ابنِ میثم تحریر کرتے ہیں کہ :-

نقل عن الامام الوبری انه قال اراد ان علمه بالدین اوفر من علمه بالدنیا	امام وبری سے منقول ہے کہ انھوں نے کہا کہ حضرتؑ کا اس سے مقصد یہ ہے کہ اُن کے دینی معلومات کا دائرہ دُنیوی معلومات سے وسیع تر ہے

لیکن سیاق و سباق کلام کو دیکھتے ہوئے یہ معنی صحیح نہیں قرار دیئے جا سکتے۔ کیونکہ یہ جملہ سلونی قبل ان تفقدونی کی علت کے طور پر وارد ہوا ہے اور اس کے بعد فتنہ انگیزی کی پیشین گوئی ہے، اور ان دونوں جملوں کے درمیان یہ قول کہ میں امور دُنیا سے زیادہ احکامِ شرعیہ سے واقف ہوں کلام کو بے ربط بنا دیتا ہے۔ کیوں کہ حضرتؑ کا دعویٰ جو چاہو پوچھ لو، احکامِ شرعیہ تک محدود نہیں ہے کہ یہ جملہ اُس کی علت قرار پا سکے اور پھر اس کے بعد فتنہ کے اُٹھ کھڑے ہونے کی جو پیشین گوئی کی ہے، اُسے مسائلِ شرعیہ سے کوئی واسطہ ہی نہیں ہے کہ اسے امورِ دُنیا سے علُوم دینیہ کے زیادہ جاننے کے ثبُوت میں پیش کیا جائے لہٰذا الفاظ کے واضح مفہوم کو نظر انداز کر کے ایسی تاویل کرنا کہ جس کا مورد و محل متحمل نہ ہو سکے کسی صحیح جذبہ کی ترجمانی نہیں کرتا جبکہ سیاق و سباق کے اعتبار سے وُہی معنی دُرست بیٹھتے ہیں کہ جنھیں ظاہر الفاظ ادا کر رہے ہیں۔ چنانچہ حضرتؑ فتنہ بنی اُمیہ سے آگاہ کرنے کے لیے فرماتے ہیں کہ تم جو چاہو مجھ سے پُوچھ لو، کیونکہ میں مقدرات الٰہیہ کے مجاری و مسالک کو زمین کی راہوں سے زیادہ جانتا ہوں لہٰذا اگر تم ان امور کے متعلق بھی دریافت کرنا چاہو گے کہ جو لوحِ محفوظ میں ثبت اور تقدیرِ الٰہی سے وابستہ ہیں تو میں تمھیں بتا سکتا ہوں اور میرے بعد ایک سخت فتنہ اُٹھنے والا ہے جس میں تمھیں شک و شبُہ نہ ہونا چاہیئے۔ کیونکہ میری نظریں زمین پر اُبھرنے والے نقوش سے زیادہ اُن فلکی خطوط سے آشنا ہیں کہ جن سے حوادث و فتن کا ظہور وابستہ ہے اور اس فتنہ کا ظہور اتنا ہی یقینی ہے جتنا آنکھوں دیکھی چیز کا ہوتا ہے۔ لہٰذا تم اِس کی تفصیل اور اِس سے بچاؤ کی صُورت مجھ سے دریافت کر لو تاکہ وقت آنے پر اپنی حفاظت کا سامان کر سکو۔ اس معنی کی تائید حضرتؑ کے ان متواتر ارشادات سے بھی ہوتی ہے کہ جو آپ نے غیب کے سلسلہ میں فرمائے اور مستقبل نے ان کی تصدیق کی۔ چنانچہ ابن ابی الحدید نے حضرتؑ کے اِس دعویٰ پر تبصرہ کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے :-

قد صدق هذا القول عنه ما تواتر عنه من الاخبار بالغيوب المتكرر لا مرة ولا مائة مرة حتى زال الشك والريب فى انه اخبار عن علم وانه ليس	حضرتؑ کے اس قول کی تصدیق آپ کے ان ارشادات سے بھی ہوتی ہے جو ایک مرتبہ نہیں، سو مرتبہ نہیں بلکہ مسلسل و متواتر اُمورِ غیبیہ کے سلسلے میں آپ کی زبان سے نکلے، جس سے اس امر میں کوئی شک و شبُہ کی گنجائش نہیں رہتی کہ آپ جو فرماتے

علیٰ طریق الاتفاق۔ تھے۔ وہ علم ویقین کی بنیاد پر فرماتے تھے۔ اِتفاقی صورت
(شرح ابن ابی الحدید ج۳ ص۱۱) سے ایسا نہ ہوتا تھا۔

امیرالمومنینؑ کے اِس کلام کے متعلق لکھا جا چکا ہے کہ کسی اور کو اس طرح کا دعویٰ کرنے کی جرأت نہ ہو سکی اور جنھوں نے اس طرح کا ادعا کیا اُنھیں ذلت و رسوائی ہی اُٹھانا پڑی۔ چنانچہ اس سلسلہ میں چند واقعات درج کیے جاتے ہیں:۔

(۱) مقاتل ابن سلیمان نے ایک موقعہ پر دعویٰ کیا کہ سلونی عمادون العرش عرش سے ادھر کی جو بات چاہو پوچھ لو۔ اس پر ایک شخص نے دریافت کیا کہ جب حضرت آدمؑ نے حج کیا تھا تو اُنھوں نے سر کس سے مُنڈوایا تھا۔ مقاتل نے کہا اللہ نے تمھارے دل میں یہ سوال اِس لیے ڈالا ہے کہ مجھے اس نخوت و غرور پر رُسوا و ذلیل کرے۔ بھلا مجھے اس کا علم کہاں ہو سکتا ہے

(۲) ایک مرتبہ اسی مقاتل ابن سلیمان نے اپنے تبحر علمی کا ثبوت دینے کے لیے کہا کہ مجھ سے عرش کے نیچے اور زمین کے نیچے کی جو چیز پوچھنا چاہو پوچھ لو۔ ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا کہ میں عرش اور تحت الثریٰ کی بات دریافت نہیں کرتا۔ بلکہ صرف زمین کے اوپر ہی کی ایک چیز پوچھتا ہوں جس کا تذکرہ قرآن میں بھی ہے اور وہ یہ کہ اصحابِ کہف کے کُتّے کا کیا رنگ تھا۔ مقاتل نے سُنا تو شرمندگی سے سر جھکا لیا اور کوئی جواب نہ دے سکا

(۳) ابراہیم ابنِ ہشام نے حج کے موقع پر کہا سلونی سلونی فانا ابن الوحید لا تسئلوا اعلم منی مجھ سے پوچھو میں یکتائے روزگار اور اعلم زمانہ ہوں، جس پر ایک عراقی نے پوچھا کیا قربانی واجب ہے؟ مگر اس کے پاس اس کا کوئی جواب نہ تھا۔

(۴) شافعی نے مکہ میں کہا کہ سلونی ما شئتم احدثکم من کتاب اللہ وسنۃ نبیہ جو چاہو مجھ سے پُوچھ لو۔ میں کتاب و سنت سے اس کا جواب دوں گا۔ اس پر ایک شخص نے دریافت کیا کہ اس شخص کے متعلق کیا حکم ہے کہ جس نے حالتِ احرام میں زنبور کو مار دیا ہو۔ مگر وہ کتاب و سُنت سے کوئی جواب نہ دے سکے۔

(۵) مقاتل ابن سلیمان کے ایسا ہی دعویٰ کرنے پر ایک شخص نے پُوچھا کہ چیونٹی کی اِنتڑیاں اِس کے جسم کے اگلے حصّہ میں ہوتی ہیں یا پچھلے حصّہ میں؟ مگر وہ کچھ جواب نہ دے سکا۔

(۶) جب قتادہ کوفہ میں وارد ہُوا۔ اور لوگوں کا اس کے گرد اجتماع ہوا تو اُس نے کہا کہ جو پُوچھنا چاہو پُوچھ لو۔ اِس پر امام ابُوحنیفہ نے ایک شخص سے کہا کہ اس سے پُوچھو کہ حضرت سلیمان کے واقعہ میں جس چیونٹی کا ذکر ہے وہ مادہ تھی یا نر۔ اُس سے دریافت کیا گیا مگر وُہ جواب سے عاجز رہا۔ جب حضرت ابُوحنیفہ سے دریافت کیا گیا تو اُنھوں نے کہا کہ وُہ مادہ تھی۔ لوگوں نے کہا کہ اس کی دلیل کیا ہے۔ کہا کہ اللہ سُبحانہٗ کا ارشاد قالت نملۃ۔ اُس کے مادہ ہونے کی دلیل ہے۔ اگر نر ہوتا تو قالت کے بجائے قال ہوتا۔ لیکن یہ جواب درست نہیں ہے، کیونکہ نملۃ کا اطلاق مذکر و مؤنث پر یکساں ہوتا ہے اور فعل کی تانیث نملۃ کی تانیث لفظی کی وجہ سے ہے۔ نہ اس کے مادہ ہونے کی بنا پر۔

(۷) ابنِ جوزی نے ایک دن منبر پر یہی دعویٰ کیا تو ایک خاتون نے دریافت کیا کہ اس روایت کے متعلق تمھارا کیا خیال ہے کہ

امیرالمومنینؑ سلمان کی خبرِ مرگ سُن کر ایک ہی رات میں مدائن پہنچ گئے اور ان کی تجہیز و تکفین کی۔ فرمایا کہ ہاں درست ہے۔ پھر اُس نے پوچھا کہ اِس روایت کے متعلق کیا کہتے ہو، کہ خلیفہ ثالث تین دن تک دفن نہ ہو سکے۔ حالانکہ امیرالمومنینؑ مدینہ ہی میں تشریف فرما تھے، کہا کہ ہاں یہ بھی درست ہے۔ اس نے پھر کہا کہ ان میں امیرالمومنینؑ کا کونسا اقدام درست اور کونسا غلط تھا۔ یہ سُن کر وہ کچھ چکرا سے گئے، مگر پھر سنبھل کر بولے کہ اے خاتون اگر تو شوہر کے اذن سے آئی ہے تو اس پر لعنت ہو، ورنہ تجھ پر کہ تو بے جھجک یہاں چلی آئی ہے۔ اُس نے کہا کہ اے ابنِ جوزی کیا میں پوچھ سکتی ہوں کہ اُم المومنین کا نکلنا کس ذیل میں آتا ہے۔ اس کے بعد ابنِ جوزی کے لیے جواب کی کوئی گنجائش نہ تھی۔

(۸) ابن ابی الحدید نے لکھا ہے کہ الناصر لدین اللہ کے عہد میں ایک واعظ طلاقت لسانی میں بڑی شہرت رکھتا تھا۔ ایک دفعہ اُس نے دورانِ بیان میں صفاتِ باری کا مسئلہ چھیڑ دیا جس پر بغداد کے ایک شخص احمد ابن عبدالعزیز نے کچھ اعتراضات کیے جن کا کوئی معقول جواب تو وہ دے نہ سکا، البتہ اپنی عظمت و جلالت کا سکہ بٹھانے کے لیے پُرشکوہ لفظوں اور مسجع عبارتوں سے کھیلنا شروع کیا جس سے عوام جھومنے لگے اور ہر طرف سے تحسین و آفرین کی آوازیں آنے لگیں۔ واعظ بھی غرورِ علمی کے نشہ باطل میں بہک گیا، اور مجمع سے کہنے لگا، کہ جو پوچھنا چاہو پوچھ لو۔ جس پر احمد نے کہا کہ اے شخص یہ دعویٰ تو حضرت علی ابن ابی طالب کا ہے اور اس کلام کا ایک تتمہ یہ بھی ہے کہ میرے بعد یہ دعویٰ جو بھی کرے گا جو جھوٹا ہوگا واعظ نے اپنے علم کی نمائش کرتے ہوئے بڑی تمکنت سے کہا کہ تم کس علی ابنِ ابی طالب کا ذکر کرتے ہو، کیا علی ابن ابی طالب ابن مبارک نیشاپوری کا یا علی ابن ابی طالب ابن اسحاق مروزی کا علی ابن ابی طالب بن عثمان قیروانی کا یا علی ابن ابی طالب بن سلیمان رازی کا۔ اسی طرح کتنے اشخاص گنوا دیئے۔ جن کا نام علی ابنِ ابی طالب تھا۔ یہ سُن کر احمد نے کہا:

واہ سُبحان اللہ! اِس وسعتِ علمی کا کیا ٹھکانا، مگر میری مُراد وہ ہیں جو سیدۃ نساء العالمین کے شوہر تھے اور جب پیغمبر نے صحابہ میں ایک کو دوسرے کا بھائی بنایا تھا تو انھیں اپنی اخوت کے لیے منتخب کیا تھا۔ اس نے کچھ جواب دینا چاہا کہ منبر کی داہنی طرف سے ایک شخص کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ اے شیخ محمد ابنِ عبداللہ نام کے تو سینکڑوں ملیں گے۔ مگر ان میں ایک بھی ایسا نہ ملے گا جس کے حق میں قدرت نے یہ کہا ہو کہ

ماضل صاحبکم وماغوی وما ینطق عن الھویٰ ان ھوالا وحی یوحیٰ۔	تمھارے ساتھی (پیغمبر) نہ بھٹکے نہ گمراہ ہوئے اور وہ خواہش سے مغلوب ہو کر کچھ نہیں بولتے یہ تو وحی ہے جو ان پر اُترتی ہے۔

اِسی طرح علی ابنِ ابی طالب، نام کے تو بہت سے افراد مل جائیں گے۔ مگر ان میں ایک بھی ایسا نہیں ہے جس کے بارے میں زبان وحی ترجمان نے یہ کہا ہو کہ انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لانبی بعدی (تم مجھ سے وہی نسبت رکھتے ہو جو ہارون موسیٰ سے رکھتے تھے، مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے) اب واعظ نے ادھر رُخ کرنا چاہا تو بائیں طرف سے ایک شخص بول اُٹھا کہ ہاں ہاں اگر تم علی ابنِ ابی طالب کو نہ پہچانو تو اس تجاہلِ عارفانہ سے اُن کی قدر و منزلت گھٹ نہیں سکتی ہے

شپ پرہ گر وصلِ آفتاب نخواہد — رونق بازارِ آفتاب نکاہد

اِس بحث بحثی کا نتیجہ یہ ہُوا کہ لوگ آپس میں اُلجھ پڑے اور واعظ مُنہ چھپا کر بھاگ کھڑا ہُوا۔

(وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) خطبہ ۱۸۸

أَحْمَدُهُ شُكْرًا لِإِنْعَامِهِ، وَ
أَسْتَعِينُهُ عَلَىٰ وَظَائِفِ حُقُوقِهِ
عَزِيزُ الْجُنْدِ، عَظِيمُ الْمَجْدِ
وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ
رَسُولُهُ دَعَا إِلَىٰ طَاعَتِهِ وَقَاهَرَ
أَعْدَاءَهُ جِهَادًا عَلَىٰ دِينِهِ، لَا
يَثْنِيهِ عَنْ ذٰلِكَ اجْتِمَاعٌ عَلَىٰ
تَكْذِيبِهِ وَالْتِمَاسٌ لِإِطْفَاءِ نُورِهِ
فَاعْتَصِمُوا بِتَقْوَى اللّٰهِ فَإِنَّ لَهَا
حَبْلًا وَثِيقًا عُرْوَتُهُ وَمَعْقِلًا
مَنِيعًا ذِرْوَتُهُ وَبَادِرُوا الْمَوْتَ
فِي غَمَرَاتِهِ۔ وَامْهَدُوا لَهُ قَبْلَ
حُلُولِهِ۔ وَأَعِدُّوا لَهُ قَبْلَ نُزُولِهِ
فَإِنَّ الْغَايَةَ الْقِيَامَةُ۔ وَكَفَىٰ
بِذٰلِكَ وَاعِظًا لِمَنْ عَقَلَ، وَ
مُعْتَبَرًا لِمَنْ جَهِلَ۔ وَقَبْلَ بُلُوغِ
الْغَايَةِ مَا تَعْلَمُونَ مِنْ ضِيقِ
الْأَرْمَاسِ۔ وَشِدَّةِ الْإِبْلَاسِ،
وَهَوْلِ الْمُطَّلَعِ، وَرَوْعَاتِ الْفَزَعِ
وَاخْتِلَافِ الْأَضْلَاعِ وَاسْتِكَاكِ
الْأَسْمَاعِ۔ وَظُلْمَةِ اللَّحْدِ، وَخِيفَةِ

میں اس کے اِنعامات کے شکریہ میں اُس کی حمد کرتا ہُوں اور اس کے حقُوق سے عُہدہ برآ ہونے کے لیے اُسی سے مدد چاہتا ہُوں۔ وُہ بڑے لاؤ لشکر اور بڑی شان والا ہے۔ اور میں گواہی دیتا ہُوں کہ مُحمدؐ اُس کے بندہ اور رسُول ہیں۔ جنھوں نے اس کی اطاعت کی طرف لوگوں کو بلایا اور دین کی راہ میں جہاد کر کے اُس کے دشمنوں پر غلبہ پایا۔ اُن کے جھٹلانے پر لوگوں کا ایکا کر لینا اور اُن کے نورُ کو بجھانے کے لیے کوشش و تلاش میں لگے رہنا اُن کو اِس (تبلیغ وجہاد کی) راہ سے ہٹا نہ سکا۔ اب تم کو لازم ہے کہ خوفِ الٰہی سے لپٹے رہو اس لیے کہ اس کی ریسمان کے بندھن مضبُوط اور اس کی پناہ کی چوٹی ہر طرح محفُوظ ہے اور موت اور اس کی سختیوں (کے چھا جانے) سے پہلے فرائض و اعمال اپنے پُورے کر دو، اور اس کے آنے سے پہلے اُس کا سرو سامان کر لو، اور اُس کے وارد ہونے سے قبل تہیا کر لو، کیونکہ آخری منزل قیامت ہے اور یہ عقلمند کے لیے نصیحت دینے اور ناداں کے لیے عبرت بننے کے لیے کافی ہے اور اس آخری منزل کے پہلے تم جانتے ہی ہو کہ کیا کیا ہے۔ قبروں کی تنگنائی، برزخ کی ہولناکی، خوف کی دہشتیں (فشار قبر سے) پسلیوں کا اِدھر سے اُدھر ہو جانا، کانوں کا بہرا پن، لحد کی تاریکی، عذاب کی دھمکیاں، قبر کے شگاف کا بند

الْوَعْدِ - وَغَمِّ الضَّرِيحِ - وَرَدْمِ الصَّفِيحِ - فَاللّٰهَ اللّٰهَ عِبَادَ اللّٰهِ فَإِنَّ الدُّنْيَا مَاضِيَةٌ بِكُمْ عَلٰى سَنَنٍ وَأَنْتُمْ وَالسَّاعَةُ فِي قَرَنٍ - وَكَأَنَّهَا قَدْ جَاءَتْ بِأَشْرَاطِهَا - وَأَزِفَتْ بِأَفْرَاطِهَا، وَوَقَفَتْ بِكُمْ عَلٰى صِرَاطِهَا - وَكَأَنَّهَا قَدْ أَشْرَفَتْ بِزَلَازِلِهَا وَأَنَاخَتْ بِكَلَاكِلِهَا - وَانْصَرَمَتِ الدُّنْيَا بِأَهْلِهَا - وَأَخْرَجَتْهُمْ مِنْ حِضْنِهَا - فَكَانَتْ كَيَوْمٍ مَضٰى - أَوْ شَهْرٍ انْقَضٰى - وَصَارَ جَدِيدُهَا رَثًّا وَسَمِينُهَا غَثًّا، فِي مَوْقِفٍ ضَنْكِ الْمَقَامِ - وَأُمُورٍ مُشْتَبِهَةٍ عِظَامٍ، وَنَارٍ شَدِيدٍ كَلَبُهَا - عَالٍ لَجَبُهَا - سَاطِعٍ لَهَبُهَا - مُتَغَيِّظٍ زَفِيرُهَا، مُتَأَجِّجٍ سَعِيرُهَا، بَعِيدٍ خُمُودُهَا - ذَاكٍ وَقُودُهَا، مُخِيفٍ وَعِيدُهَا، غَمٍّ قَرَارُهَا، مُظْلِمَةٍ أَقْطَارُهَا - حَامِيَةٍ قُدُورُهَا، فَظِيعَةٍ أُمُورُهَا، وَسِيقَ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا، قَدْ أُمِنَ الْعَذَابُ، وَانْقَطَعَ الْعِتَابُ، وَزُحْزِحُوا عَنِ النَّارِ - وَاطْمَأَنَّتْ بِهِمُ الدَّارُ وَرَضُوا الْمَثْوٰى وَالْقَرَارَ - الَّذِينَ كَانَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا زَاكِيَةً، وَأَعْيُنُهُمْ بَاكِيَةً

کیا جانا اور اس پر پتھر کی سلوں کا چُن دیا جانا۔ اے اللہ کے بندوں! اللہ سے ڈرو! ڈرو کیونکہ دُنیا تمھارے لیے ایک ہی ڈھرّے پر چل رہی ہے۔ اور تم اور قیامت ایک ہی رسّی میں بندھے ہوئے ہو، گویا کہ وُہ اپنی علامتوں کو آشکارا کر کے آ چکی ہے اور اپنے پھندوں کو لے کر قریب پہنچ چکی ہے اور تمھیں اپنے راستہ پر کھڑا کر دیا ہے گویا کہ وُہ اپنی مصیبتوں کو لے کر تمھارے سر پر کھڑی ہوئی ہے اور اپنا سینہ ٹیک دیا ہے، اور دُنیا اپنے بسنے والوں سے کنارہ کشی کر چکی ہے اور اُنھیں اپنی آغوش سے الگ کر دیا ہے۔ گویا کہ وُہ ایک دن تھا جو بیت گیا اور ایک مہینہ تھا جو گزر گیا۔ اُس کی نئی چیزیں پُرانی اور موٹے تازے (جسم) دُبلے ہو گئے۔ ایک ایسی جگہ میں (پہنچ کر) جو تنگ (و تار) ہے اور ایسی چیزوں میں (پھنس کر) جو پیچیدہ و عظیم ہیں اور ایسی آگ میں (پڑ کر) جس کی ایذائیں شدید، چیخیں بلند، شعلے اُٹھتے ہوئے بھڑکنے کی آوازیں غضبناک، لپٹیں تیز، بجھنا مشکل، بھڑکنا تیز، خطرات دہشتناک، گہراؤ نگاہ سے دُور اطراف تیرہ و تار (آتشیں) دیگیں کھولتی ہوئی اور تمام کیفیتیں سخت و ناگوار ہیں، اور جو لوگ اللہ کا خوف کھاتے تھے انھیں جوق در جوق جنّت کی طرف بڑھایا جائے گا، وُہ عذاب سے محفوظ، عتاب و سرزنش سے علیحدہ اور آگ سے بَری ہوں گے، گھر ان کا پُرسکون اور وہ اپنی منزل و جائے قرار سے خوش ہوں گے۔ یہ وُہ لوگ ہیں جن کے دُنیا میں اعمال پاک و پاکیزہ تھے اور آنکھیں اشکبار رہتی تھیں دنیا میں ان کی راتیں خضوع و خشوع اور توبہ و استغفار

وَكَانَ لَيْلُهُمْ فِي دُنْيَاهُمْ نَهَاراً
تَخَشُّعاً وَاسْتِغْفَاراً۔ وَكَانَ نَهَارُهُمْ
لَيْلاً تَوَحُّشاً وَانْقِطَاعاً۔ فَجَعَلَ اللّٰهُ
لَهُمُ الْجَنَّةَ مَآباً وَالْجَزَاءَ ثَوَاباً
وَكَانُوا أَحَقَّ بِهَا وَأَهْلَهَا فِي مُلْكٍ
دَائِمٍ وَنَعِيمٍ قَائِمٍ۔

فَارْعَوْا عِبَادَ اللّٰهِ مَا بِرِعَايَتِهِ
يَفُوزُ فَائِزُكُمْ وَبِإِضَاعَتِهِ يَخْسَرُ
مُبْطِلُكُمْ۔ وَبَادِرُوا آجَالَكُمْ
بِأَعْمَالِكُمْ فَإِنَّكُمْ مُرْتَهَنُونَ
بِمَا أَسْلَفْتُمْ، وَمَدِينُونَ بِمَا
قَدَّمْتُمْ وَكَأَنْ قَدْ نَزَلَ بِكُمُ
الْمَخُوفُ فَلَا رَجْعَةً تَنَالُونَ،
وَلَا عَثْرَةً تُقَالُونَ۔ اسْتَعْمَلَنَا
اللّٰهُ وَإِيَّاكُمْ بِطَاعَتِهِ وَطَاعَةِ
رَسُولِهِ، وَعَفَا عَنَّا وَعَنْكُمْ
بِفَضْلِ رَحْمَتِهِ۔ الْزَمُوا الْأَرْضَ
وَاصْبِرُوا عَلَى الْبَلَاءِ، وَلَا تُحَرِّكُوا
بِأَيْدِيكُمْ وَسُيُوفِكُمْ فِي هَوَى
أَلْسِنَتِكُمْ، وَلَا تَسْتَعْجِلُوا بِمَا لَمْ يُعَجِّلْهُ
اللّٰهُ لَكُمْ۔ فَإِنَّهُ مَنْ مَاتَ مِنْكُمْ
عَلَى فِرَاشِهِ وَهُوَ عَلَى مَعْرِفَةِ حَقِّ
رَبِّهِ وَحَقِّ رَسُولِهِ وَأَهْلِ بَيْتِهِ
مَاتَ شَهِيداً وَوَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى اللّٰهِ
وَاسْتَوْجَبَ ثَوَابَ مَا نَوَى مِنْ

میں (بیداری کی وجہ سے) اور دن لوگوں سے متوحش و علیحدہ رہنے کے باعث ان کے لیے رات تھے، تو اللہ نے جنت کو ان کی جائے بازگشت اور وہاں کی نعمتوں کو ان کی جزاء قرار دیا ہے اور وہ اس کے سزاوار اور اہل بھی تھے۔ اس ہمیشہ رہنے والی سلطنت اور برقرار رہنے والی نعمتوں میں۔

لہٰذا اے خدا کے بندو! ان چیزوں کی پابندی کرو جن کی پابندی کرنے سے تم میں سے کامیاب ہونے والا کامیاب اور انہیں ضائع و برباد کرنے سے غلط کار نقصان رسیدہ ہوگا۔ موت آنے سے پہلے اعمال کا ذخیرہ مہیا کر لو، اس لیے کہ جن اعمال کو تم آگے بھیج چکے ہوگے انہی کے ہاتھوں میں تم گروی ہوگے اور جو کارگزاریاں انجام دے چکے ہوگے انہی کا بدلہ پاؤ گے اور یہ سمجھتے رہنا چاہیے کہ گویا موت تم پر وارد ہو ہی چکی ہے جس کے بعد نہ تو تمہارے لیے پلٹنا ہے، اور نہ گناہوں اور لغزشوں سے دستبرداری کا موقع ہے۔ خداوند عالم ہمیں اور تمہیں اپنی اور اپنے رسولؐ کی اطاعت کی توفیق دے اور اپنی رحمت کی فراوانیوں سے ہمیں اور تمہیں دامن عفو میں جگہ دے۔ زمین سے چمٹے رہو۔ بلا و سختی کو برداشت کرتے رہو، اور اپنی زبان کی خواہشوں سے مغلوب ہو کر اپنے ہاتھوں اور تلواروں کو حرکت نہ دو، اور جن چیزوں میں اللہ نے جلدی نہیں کی ان میں جلدی نہ مچاؤ۔ بلاشبہ تم میں سے جو شخص اللہ اور اس کے رسولؐ اور ان کے اہل بیت کے حق کو پہچانتے ہوئے بستر پر بھی دم توڑے وہ شہید مرتا ہے اور اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے اور جس عمل خیر کی نیت اس نے کی ہے اس

صَالِحِ عَمَلِهِ - وَقَامَتِ النِّيَّةُ مَقَامَ إِصْلَاتِهِ لِسَيْفِهِ - وَإِنَّ لِكُلِّ شَيْءٍ مُدَّةً وَّأَجَلًا -

ثواب کا مستحق ہو جاتا ہے، اور اُس کی نیت تلوار سونتنے کے قائم مقام ہے - بیشک ہر چیز کی ایک مدت اور میعاد ہُوا کرتی ہے -

خطبہ ۱۸۹

(وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْفَاشِيْ حَمْدُهٗ وَالْغَالِبِ جُنْدُهٗ وَالْمُتَعَالِيْ جَدُّهٗ أَحْمَدُهٗ عَلٰى نِعَمِهِ التُّؤَامِ وَاٰلَائِهِ الْعِظَامِ - الَّذِيْ عَظُمَ حِلْمُهٗ فَعَفَا - وَعَدَلَ فِيْ كُلِّ مَا قَضٰى - وَعَلِمَ مَا يَمْضِيْ وَمَا مَضٰى مُبْتَدِعِ الْخَلَائِقِ بِعِلْمِهٖ وَمُنْشِئِهِمْ بِحُكْمِهٖ بِلَا اقْتِدَاءٍ وَّلَا تَعْلِيْمٍ وَّلَا احْتِذَاءٍ لِّمِثَالِ صَانِعٍ حَكِيْمٍ وَّلَا إِصَابَةِ خَطَإٍ وَّلَا حَضْرَةِ مَلَإٍ وَّأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ابْتَعَثَهٗ وَالنَّاسُ يَضْرِبُوْنَ فِيْ غَمْرَةٍ وَّيَمُوْجُوْنَ فِيْ حَيْرَةٍ قَدْ قَادَتْهُمْ أَزِمَّةُ الْحَيْنِ، وَاسْتَغْلَقَتْ عَلٰى أَفْئِدَتِهِمْ أَقْفَالُ الرَّيْنِ -

أُوْصِيْكُمْ عِبَادَ اللّٰهِ بِتَقْوَى اللّٰهِ فَإِنَّهَا حَقُّ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَالْمُوْجِبَةُ عَلَى اللّٰهِ حَقَّكُمْ، وَأَنْ تَسْتَعِيْنُوْا عَلَيْهَا بِاللّٰهِ وَتَسْتَعِيْنُوْا بِهَا عَلٰى

تمام حمد اُس اللہ کے لیے ہے، جس کی حمد ہمہ گیر ہے جس کا لشکر غالب اور عظمت و شان بلند ہے۔ میں اُس کی پے در پے نعمتوں اور بلند پایہ عطیتوں پر اُس کی حمد و ثناء کرتا ہُوں - اُس کے حلم کا درجہ بلند ہے چنانچہ اُس نے گنہگاروں سے درگزر کیا، اور اُس کا ہر فیصلہ عدل و انصاف پر مبنی ہے - وُہ گزری ہوئی اور گزرنے والی باتوں کو جانتا ہے اور بغیر کسی کے نقشِ قدم پر چلے اور بغیر کسی کے سکھائے پڑھائے اور کسی بافہم صنعت گر کے نمونہ و مثال کی پیروی کئے بغیر اور بغیر لغزشوں سے دوچار ہُوئے اور بغیر (مشیروں) کی جماعت کی موجودگی کے وہ اپنے علم و دانش سے مخلوقات کو ایجاد و اختراع کرنے والا ہے اور میں گواہی دیتا ہُوں کہ محمد صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم اُس کے بندہ و رسول ہیں جنہیں اُس وقت بھیجا جبکہ لوگ گمراہیوں میں چکر کاٹ رہے تھے اور حیرانیوں میں غلطاں و پیچاں تھے ہلاکت و تباہی کی مہاریں اُنھیں کھینچ رہی تھیں اور زنگ و کدورت کے تالے اُن کے دلوں پر لگے ہُوئے تھے -

اے خدا کے بندو! میں تمھیں اللہ سے ڈرتے رہنے کی وصیت کرتا ہُوں - کہ یہ اللہ کا تم پر حق ہے اور تمھارے حق کو اللہ پر ثابت کرنے والا ہے اور یہ کہ تقویٰ کے لیے اللہ سے اعانت چاہو اور (تقرب) الٰہی کے لیے اُس سے

اللهِ، فَإِنَّ التَّقْوٰى فِي الْيَوْمِ
الْحِرْزُ وَالْجُنَّةُ، وَفِي غَدٍ الطَّرِيقُ
إِلَى الْجَنَّةِ، مَسْلَكُهَا وَاضِحٌ
وَسَالِكُهَا رَابِحٌ، وَمُسْتَوْدَعُهَا
حَافِظٌ، لَمْ تَبْرَحْ عَارِضَةً
نَفْسَهَا عَلَى الْأُمَمِ الْمَاضِينَ
وَالْغَابِرِينَ لِحَاجَتِهِمْ إِلَيْهَا
غَدًا إِذَا أَعَادَ اللهُ مَا أَبْدٰى وَ
أَخَذَ مَا أَعْطٰى، وَسَأَلَ عَمَّا أَسْدٰى
فَمَا أَقَلَّ مَنْ قَبِلَهَا وَحَمَلَهَا
حَقَّ حَمْلِهَا - أُولٰئِكَ الْأَقَلُّونَ
عَدَدًا وَهُمْ أَهْلُ صِفَةِ اللهِ
سُبْحَانَهُ إِذْ يَقُولُ "وَقَلِيلٌ
مِنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ" فَأَهْطِعُوا
بِأَسْمَاعِكُمْ إِلَيْهَا، وَأَلِظُّوا
بِجِدِّكُمْ عَلَيْهَا وَاعْتَاضُوهَا
مِنْ كُلِّ سَلَفٍ خَلَفًا، وَمِنْ
كُلِّ مُخَالِفٍ مُوَافِقًا،
أَيْقِظُوا بِهَا نَوْمَكُمْ - وَاقْطَعُوا
بِهَا يَوْمَكُمْ، وَأَشْعِرُوهَا
قُلُوبَكُمْ وَارْحَضُوا بِهَا
ذُنُوبَكُمْ وَدَاوُوا بِهَا
الْأَسْقَامَ، وَبَادِرُوا بِهَا
الْحِمَامَ وَاعْتَبِرُوا بِمَنْ أَضَاعَهَا
وَلَا يَعْتَبِرَنَّ بِكُمْ مَنْ أَطَاعَهَا

مدد مانگو، اِس لیے کہ تقویٰ آج (دنیا میں) پناہ و سپر ہے اور کل جنّت کی راہ ہے۔ اس کا راستہ آشکارا اور اس کا راہ پیما نفع میں رہنے والا ہے) جس کے سُپرد یہ ودیعت ہے وہ اس کا نگہبان ہے۔ یہ تقویٰ اپنے آپ کو گزر جانے والی اور پیچھے رہ جانے والی اُمتوں کے سامنے ہمیشہ پیش کرتا رہا ہے، کیونکہ وہ سب اس کی حاجتمند ہوں گی کل جب خداوندِ عالم اپنی مخلوق کو دوبارہ پلٹائے گا اور جو دے رکھا ہے وہ واپس لے گا اور اپنی بخشی ہوئی نعمتوں کے بارے میں سوال کرے گا تو اسے قبول کرنے والے اور اس کا پورا پورا حق ادا کرنے والے بہت ہی تھوڑے نکلیں گے۔ وہ گنتی کے اعتبار سے کم اور اس توصیف کے مصداق ہیں جو اللہ نے فرمائی ہے کہ "میرے بندوں میں شکر گزار بندے کم ہیں"۔ لہٰذا تقویٰ کی (آواز پر) اپنے کان لگاؤ، اور سعی و کوشش سے برابر اس کی پابندی کرو، اور اُس کو گزری ہوئی کوتاہیوں کا عوض قرار دو، اور ہر مخالفت کرنے والے کے بدلے میں اُسے اپنا ہمنوا بناؤ۔ اُسے خوابِ غفلت سے اپنے چونکنے کا ذریعہ بناؤ۔ اور اسی میں اپنے دن کاٹ دو، اور اُسے اپنے دلوں کا شعار بناؤ اور گناہوں کو اُس کے ذریعہ سے دھو ڈالو اور اُس سے اپنی بیماریوں کا علاج کرو، اور موت سے پہلے اس کا توشہ حاصل کرو۔ اور جنھوں نے اُسے ضائع و برباد کیا ہے۔ اُن سے عبرت حاصل کرو۔ یہ نہ ہو کہ دوسرے تقویٰ پر عمل کرنے والے تم سے عبرت اندوز ہوں۔ دیکھو! اس کی حفاظت کرو، اور اس کے ذریعہ سے اپنے لیے سرو سامانِ حفاظت فراہم کرو۔ دُنیا کی

33 أَلَا فَصُونُوهَا وَتَصَوَّنُوا
بِهَا وَكُونُوا عَنِ الدُّنْيَا نُزَّاهًا
وَإِلَى الْآخِرَةِ وُلَّاهًا وَلَا تَضَعُوا
مَنْ رَفَعَتْهُ التَّقْوَى، وَلَا تَرْفَعُوا
مَنْ رَفَعَتْهُ الدُّنْيَا وَلَا
تَشِيمُوا بَارِقَهَا وَلَا تَسْتَمِعُوا
نَاطِقَهَا، وَلَا تُجِيبُوا نَاعِقَهَا
وَلَا تَسْتَضِيئُوا بِإِشْرَاقِهَا، وَ
لَا تُفْتَنُوا بِأَعْلَاقِهَا فَإِنَّ بَرْقَهَا
خَالِبٌ وَنُطْقَهَا كَاذِبٌ وَأَمْوَالَهَا
مَحْرُوبَةٌ وَأَعْلَاقَهَا مَسْلُوبَةٌ
أَلَا وَهِيَ الْمُتَصَدِّيَةُ الْعَنُونُ
وَالْجَامِحَةُ الْحَرُونُ وَالْمَائِنَةُ
الْخَؤُونُ وَالْجَحُودُ الْكَنُودُ
وَالْعَنُودُ الصَّدُودُ، وَالْحَيُودُ
الْمَيُودُ، حَالُهَا انْتِقَالٌ، وَوَطْأَتُهَا
زِلْزَالٌ۔ وَعِزُّهَا ذُلٌّ، وَجِدُّهَا
هَزْلٌ۔ وَعُلْوُهَا سُفْلٌ۔ دَارُ
حَرَبٍ وَسَلَبٍ، وَنَهْبٍ وَعَطَبٍ
أَهْلُهَا عَلَى سَاقٍ وَسِيَاقٍ، وَ
لِحَاقٍ وَفِرَاقٍ۔ قَدْ تَحَيَّرَتْ
مَذَاهِبُهَا، وَأَعْجَزَتْ مَهَارِبُهَا
وَخَابَتْ مَطَالِبُهَا۔ فَأَسْلَمَتْهُمُ
الْمَعَاقِلُ، وَلَفَظَتْهُمُ الْمَنَازِلُ
وَأَعْيَتْهُمُ الْمَحَاوِلُ، فَمِنْ نَاجٍ

آلودگیوں سے اپنا دامن پاک و صاف رکھو، اور آخرت کی طرف والہانہ انداز سے بڑھو۔ جسے تقویٰ نے بلندی بخشی ہو اُسے پست نہ سمجھو، اور جسے دُنیا نے اوجِ رفعت پر پہنچایا ہو، اُسے بلند مرتبہ نہ خیال کرو۔ اُس کے چمکنے والے بادل پر نظر نہ کرو۔ اس کی باتیں کرنے والے کی باتوں پر کان نہ دھرو، اور نہ اس کی دعوت دینے والے کی (آواز پر) لبیک کہو، نہ اُس کی جگمگاہٹوں سے روشنی کی امید کرو، نہ اس کی عمدہ و نفیس چیزوں پر مر مٹو۔ کیونکہ اُس کی چمکتی ہوئی بجلیاں نمائش اور اُس کی باتیں جھوٹی ہیں اُس کا اثاثہ تباہ اور اُس کا عمدہ متاع غارت ہونے والا ہے۔ دیکھو! یہ دُنیا جھلک دکھا کر منہ موڑ لینے والی چنڈال اور منہ زور اڑیل اور جھوٹی، بڑی خائن اور ہٹ دھرم، ناشکری ہے اور سیدھی راہ سے مُڑنے رُخ پھیر لینے والی اور کجرو پیچ و تاب کھانے والی ہے۔ اس کا وتیرہ (ایک سے دُوسرے کی طرف) پلٹ جانا ہے اور اس کا ہر قدم زلزلہ انگیز ہے۔ اس کی عزت (سراسر) ذلت۔ اُس کی سنجیدگی عین ہرزہ سرائی اور اس کی بلندی سرتا سر پستی ہے۔ یہ غارتگری و تباہ کاری، ہلاکت و تاراجی کا گھر ہے۔ اُس کے رہنے والے پا در رکاب چل چلاؤ کے منتظر، وصل و ہجر کی کش مکش میں گرفتار۔ اس کے راستے پاشان و پریشان، اُس سے گریز کی راہیں دُشوار اور اُس کے منصوبے ناکام ہیں، چنانچہ اس کی محفوظ گھاٹیوں نے ان کو (بے یار و مددگار) چھوڑ دیا، اور اُن کے گھروں نے انھیں دُور پھینک دیا اور اُن کی ساری دانشمندیوں نے انھیں درماندہ کر دیا۔ اب جو ہیں (اُن کی حالت یہ ہے) کہ

مَعْقُوْرٍ، وَلَحْمٍ مَجْزُوْرٍ، وَشِلْوٍ مَذْبُوْحٍ، وَدَمٍ مَسْفُوْحٍ - وَعَاضٍّ عَلٰى يَدَيْهِ، وَصَافِقٍ بِكَفَّيْهِ وَ مُرْتَفِقٍ بِخَدَّيْهِ، وَزَارٍ عَلٰى رَأْيِهٖ وَرَاجِعٍ عَنْ عَزْمِهٖ - وَقَدْ أَدْبَرَتِ الْحِيْلَةُ وَأَقْبَلَتِ الْغِيْلَةُ وَلَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ - وَهَيْهَاتَ هَيْهَاتَ - قَدْ فَاتَ مَا فَاتَ وَذَهَبَ مَا ذَهَبَ، وَمَضَتِ الدُّنْيَا لِحَالِ بَالِهَا: "فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْأَرْضُ وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ -

کچھ کی کونچیں کٹی ہوئی ہیں اور کچھ گوشت کے لوتھڑے ہیں جن کی کھال اُتری ہوئی ہے اور کچھ کٹے ہوئے جسم اور بہے ہوئے خون ہیں اور کچھ (غم و اندوہ سے) اپنے ہاتھ کاٹنے والے اور کچھ کفِ افسوس ملنے والے اور کچھ (فکر و تردد میں) رُخسار کہنیوں پر رکھے ہوئے ہیں، اور کچھ اپنی سمجھ کو کوسنے والے اور کچھ اپنے ارادوں سے روگردانی کرنے والے ہیں۔ (لیکن اب کہاں) جبکہ چارہ سازی کا موقعہ ہاتھ سے نکل چکا اور ناگہانی مُصیبت سامنے آگئی اب نکل بھاگنے کا وقت کہاں، یہ تو ایک اَن ہونی بات ہے جو چیز ہاتھ سے نکل گئی سو نکل گئی اور جو وقت جا چکا سو جا چکا اور دُنیا اپنی من مانی کرتے ہوئے گزر گئی۔" ان پر نہ آسمان رویا نہ زمین اور نہ ہی انھیں مہلت دی گئی۔

خطبہ ۱۹۰

(وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ) تُسَمَّى الْقَاصِعَةَ

اِس خُطبہ کا نام خُطبہ قاصعہ ہے:

وَهِيَ تَتَضَمَّنُ ذَمَّ إِبْلِيْسَ لَعَنَهُ اللّٰهُ عَلٰى اِسْتِكْبَارِهٖ وَتَرْكِهِ السُّجُوْدَ لِاٰدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ - وَاَنَّهٗ اَوَّلُ مَنْ اَظْهَرَ الْعَصَبِيَّةَ وَتَبِعَ الْحَمِيَّةَ وَتَحْذِيْرَ النَّاسِ مِنْ سُلُوْكِ طَرِيْقَتِهٖ -

جس میں ابلیس کی مذمت ہے۔ اس کے تکبر و غرور اور آدم (علیہ السلام) کے آگے سربسجود نہ ہونے پر اور یہ کہ وہ پہلی فرد ہے جس نے عصبیت کا مظاہرہ کیا اور غرور و نخوت کی راہ اختیار کی اور لوگوں کو اس کے طور طریقوں پر چلنے سے تنبیہ کی گئی ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَبِسَ الْعِزَّ وَالْكِبْرِيَآءَ وَاخْتَارَهُمَا لِنَفْسِهٖ دُوْنَ خَلْقِهٖ وَجَعَلَهُمَا حِمًى وَحَرَمًا عَلٰى غَيْرِهٖ، وَاصْطَفَاهُمَا لِجَلَالِهٖ، وَجَعَلَ اللَّعْنَةَ عَلٰى مَنْ نَازَعَهٗ فِيْهِمَا

ہر تعریف اُس اللہ کے لیے ہے جو عزت و کبریائی کی ردا اوڑھے ہوئے ہے اور جس نے ان دونوں صفتوں کی بلاشرکت غیرے اپنی ذات کے لیے مخصوص کیا ہے اور دُوسروں کے لیے ممنوع و ناجائز قرار دیتے ہوئے صرف اپنے لیے انھیں منتخب کیا ہے، اور اس کے بندوں میں سے

مِنْ عِبَادِهٖ۔ ثُمَّ اخْتَبَرَ بِذٰلِكَ
مَلٰٓئِكَتَهُ الْمُقَرَّبِيْنَ لِيَمِيْزَ
الْمُتَوَاضِعِيْنَ مِنْهُمْ مِنَ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ
فَقَالَ سُبْحَانَهٗ وَهُوَ الْعَالِمُ بِمُضْمَرَاتِ
الْقُلُوْبِ، وَمَحْجُوْبَاتِ الْغُيُوْبِ،
"اِنِّیْ خَالِقٌ بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ، فَاِذَا
سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِیْ
فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ
كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ اِلَّآ اِبْلِيْسَ"
اِعْتَرَضَتْهُ الْحَمِيَّةُ فَافْتَخَرَ عَلٰی
اٰدَمَ بِخَلْقِهٖ، وَتَعَصَّبَ عَلَيْهِ
لِاَصْلِهٖ۔ فَعَدُوُّ اللّٰهِ اِمَامُ
الْمُتَعَصِّبِيْنَ، وَسَلَفُ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ
الَّذِیْ وَضَعَ اَسَاسَ الْعَصَبِيَّةِ
وَنَازَعَ اللّٰهَ رِدَآءَ الْجَبْرِيَّةِ وَادَّرَعَ
لِبَاسَ التَّعَزُّزِ، وَخَلَعَ قِنَاعَ
التَّذَلُّلِ اَلَا تَرَوْنَ كَيْفَ صَغَّرَهُ اللّٰهُ
بِتَكَبُّرِهٖ وَوَضَعَهٗ بِتَرَفُّعِهٖ فَجَعَلَهٗ
فِی الدُّنْيَا مَدْحُوْرًا، وَاَعَدَّ لَهٗ فِی
الْاٰخِرَةِ سَعِيْرًا۔ وَلَوْ اَرَادَ اللّٰهُ
اَنْ يَّخْلُقَ اٰدَمَ مِنْ نُّوْرٍ يَّخْطَفُ
الْاَبْصَارَ ضِيَآؤُهٗ، وَيَبْهَرُ الْعُقُوْلَ
رُوَآؤُهٗ وَطِيْبٍ يَّاْخُذُ الْاَنْفَاسَ
عَرْفُهٗ لَفَعَلَ۔ وَلَوْ فَعَلَ لَظَلَّتْ
لَهُ الْاَعْنَاقُ خَاضِعَةً۔ وَلَخَفَّتْ

جو ان صفتوں میں اس سے ٹکر لے اس پر لعنت کی ہے اور اسی کی رُو سے اُس نے اپنے مقرب فرشتوں کا امتحان لیا تاکہ اُن میں سے فروتنی کرنے والوں کو گھمنڈ کرنے والوں سے چھانٹ کر الگ کر دے۔ چنانچہ اللہ سبحانہٗ نے باوجودیکہ وہ دل کے بھیدوں اور پردۂ غیب میں چھپی ہوئی چیزوں سے آگاہ ہے۔ فرمایا کہ میں مٹی سے ایک بشر بنانے والا ہوں۔ جب میں اس کو تیار کر لوں اور اپنی خاص رُوح پھونک دوں تو تم اُس کے سامنے سجدہ میں گر پڑنا۔ سب کے سب فرشتوں نے سجدہ کیا۔ مگر ابلیس، اسے سجدہ کرنے میں آڑ آئی اور اپنے مادہ تخلیق کی بنا پر آدم کے مقابلہ میں گھمنڈ کیا اور اپنی اصل کے لحاظ سے اُن کے سامنے اکڑ گیا۔ چنانچہ یہ دشمن خدا عصبیت برتنے والوں کا سرغنہ اور سرکشوں کا پیشرو ہے کہ جس نے تعصب کی بنیاد رکھی۔ اللہ سے اس کی ردائے عظمت و کبریائی کو چھیننے کا تصور کیا۔ تکبر و سرکشی کا جامہ پہن لیا اور عجز و فروتنی کا نقاب اُتار ڈالی۔ پھر تم دیکھتے نہیں کہ اللہ نے اُسے بڑے بننے کی وجہ سے کس طرح چھوٹا بنایا، اور بلندی کے زعم کی وجہ سے کس طرح پستی دی۔ دُنیا میں اسے راندۂ درگاہ بنایا اور آخرت میں اس کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ مہیا کی اور اگر اللہ چاہتا تو آدم کو ایک ایسے نور سے پیدا کرتا کہ جس کی روشنی آنکھوں کو چوندھیا دے اور اُس کی خوش نمائی عقلوں کو چھا جائے اور ایسی خوشبو سے کہ جس کی مہک سانسوں کو جکڑ لے اور اگر ایسا کرتا تو ان کے آگے گردنیں خم ہو جائیں اور فرشتوں کو اُن کے بارے میں آزمائش ہلکی ہو جاتی

الْبَلْوٰى فِيهِ عَلَى الْمَلَائِكَةِ وَ
لٰكِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ يَبْتَلِي خَلْقَهُ
بِبَعْضِ مَا يَجْهَلُونَ اَصْلَهُ تَمْيِيزًا
بِالْاِخْتِبَارِ لَهُمْ وَنَفْيًا لِلِاسْتِكْبَارِ
عَنْهُمْ، وَاِبْعَادًا لِلْخُيَلَاءِ مِنْهُمْ
فَاعْتَبِرُوا بِمَا كَانَ مِنْ فِعْلِ اللّٰهِ
بِاِبْلِيسَ اِذْ اَحْبَطَ عَمَلَهُ الطَّوِيلَ
وَجَهْدَهُ الْجَهِيدَ، وَكَانَ قَدْ
عَبَدَ اللّٰهَ سِتَّةَ اٰلَافِ سَنَةٍ
لَا يُدْرٰى اَمِنْ سِنِي الدُّنْيَا اَمْ
سِنِي الْاٰخِرَةِ عَنْ كِبْرِ سَاعَةٍ
وَاحِدَةٍ - فَمَنْ ذَا بَعْدَ اِبْلِيسَ
يَسْلَمُ عَلَى اللّٰهِ بِمِثْلِ مَعْصِيَتِهِ؟
كَلَّا مَا كَانَ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ لِيُدْخِلَ
الْجَنَّةَ بَشَرًا بِاَمْرٍ اَخْرَجَ بِهِ مِنْهَا
مَلَكًا - اِنَّ حُكْمَهُ فِي اَهْلِ السَّمَآءِ
وَاَهْلِ الْاَرْضِ لَوَاحِدٌ، وَمَا بَيْنَ
اللّٰهِ وَبَيْنَ اَحَدٍ مِنْ خَلْقِهِ
هَوَادَةٌ فِي اِبَاحَةِ حِمًى حَرَّمَهُ
عَلَى الْعَالَمِينَ -

فَاحْذَرُوا عِبَادَ اللّٰهِ عَدُوَّ اللّٰهِ
اَنْ يُعْدِيَكُمْ بِدَائِهِ وَاَنْ يَسْتَفِزَّكُمْ
بِنِدَائِهِ، وَاَنْ يُجْلِبَ عَلَيْكُمْ
بِخَيْلِهِ وَرَجْلِهِ - فَلَعَمْرِي لَقَدْ
فَوَّقَ لَكُمْ سَهْمَ الْوَعِيدِ، وَ

لیکن اللہ سبحانہ، اپنی مخلوقات کو ایسی چیزوں سے آزماتا ہے کہ جن کی اصل و حقیقت سے وہ ناواقف ہوتے ہیں تاکہ اس آزمائش کے ذریعہ (اچھے اور برے افراد میں) امتیاز کر دے۔ ان سے نخوت و برتری کو الگ اور غرور خود پسندی کو دور کر دے۔ تمہیں چاہیئے کہ اللہ نے شیطان کے ساتھ جو کیا اس سے عبرت حاصل کرو، کہ اس کی طول طویل عبادتوں اور بھرپور کوششوں پر اس کے ایک گھڑی کے گھمنڈ سے پانی پھیر دیا۔ حالانکہ اس نے چھ ہزار برس تک جو پتہ نہیں دنیا کے سال تھے یا آخرت کے اس کی عبادت کی تھی، تو اب ابلیس کے بعد کون رہ جاتا ہے جو اس جیسی معصیت کر کے اللہ کے عذاب سے محفوظ رہ سکتا ہو؟ ہرگز نہیں، یہ نہیں ہو سکتا، کہ اللہ نے جس چیز کی وجہ سے ایک ملک کو جنت سے نکال باہر کیا ہو، اسی پر کسی بشر کو جنت میں جگہ دے۔ اس کا حکم تو اہل آسمان اور اہل زمین میں یکساں ہے۔ اللہ اور مخلوقات میں سے کسی فرد خاص کے درمیان دوستی نہیں کہ اس کو ایسے امر ممنوع کی اجازت ہو کہ جسے تمام جہان والوں کے لیے اس نے حرام کیا ہو۔

خدا کے بندو! اللہ کے دشمن سے ڈرو کہ کہیں وہ تمہیں اپنا روگ نہ لگا دے، اپنی پکار سے تمہیں بہکا نہ دے، اور اپنے سوار و پیادے لے کر تم پر چڑھ نہ دوڑے اس لیے کہ میری جان کی قسم! اس نے شر انگیزی کے تیر کو چلہ کمان میں جوڑ رکھا ہے اور قریب کی جگہ سے تمہیں اپنے نشانہ کی زد پر رکھ کر کمان کو زور سے کھینچ لیا ہے۔ جیسا کہ

أَغْرَقَ لَكُمْ بِالنَّزْعِ الشَّدِيدِ، وَ
رَمَاكُمْ مِنْ مَكَانٍ قَرِيبٍ، وَ
قَالَ: رَبِّ بِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأُزَيِّنَنَّ
لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَلَأُغْوِيَنَّهُمْ
أَجْمَعِينَ: قَذْفاً بِغَيْبٍ بَعِيدٍ
وَرَجْماً بِظَنٍّ غَيْرِ مُصِيبٍ۔ صَدَّقَهُ
بِهِ أَبْنَاءُ الْحَمِيَّةِ - وَإِخْوَانُ
الْعَصَبِيَّةِ، وَفُرْسَانُ الْكِبْرِ وَ
الْجَاهِلِيَّةِ حَتَّى إِذَا انْقَادَتْ لَهُ
الْجَامِحَةُ مِنْكُمْ وَاسْتَحْكَمَتِ
الطَّمَاعِيَةُ مِنْهُ فِيكُمْ۔ فَنَجَمَتِ
الْحَالُ مِنَ السِّرِّ الْخَفِيِّ إِلَى الْأَمْرِ
الْجَلِيِّ اسْتَفْحَلَ سُلْطَانُهُ عَلَيْكُمْ
وَدَلَفَ بِجُنُودِهِ نَحْوَكُمْ فَأَقْحَمُوكُمْ
وَلَجَاتِ الذُّلِّ، وَأَحَلُّوكُمْ وَرَطَاتِ
الْقَتْلِ، وَأَوْطَؤُوكُمْ إِثْخَانَ
الْجِرَاحَةِ طَعْناً فِي عُيُونِكُمْ۔ وَ
حَزّاً فِي حُلُوقِكُمْ وَدَقّاً لِمَنَاخِرِكُمْ
وَقَصْداً لِمَقَاتِلِكُمْ، وَسَوْقاً
بِخَزَائِمِ الْقَهْرِ إِلَى النَّارِ الْمُعَدَّةِ
لَكُمْ فَأَصْبَحَ أَعْظَمَ فِي دِينِكُمْ جَرْحاً
وَأَوْرَى فِي دُنْيَاكُمْ قَدْحاً مِنَ
الَّذِينَ أَصْبَحْتُمْ لَهُمْ مُنَاصِبِينَ
وَعَلَيْهِمْ مُتَأَلِّبِينَ فَاجْعَلُوا عَلَيْهِ
حَدَّكُمْ، وَلَهُ جِدَّكُمْ، فَلَعَمْرُ

اللہ نے اُس کی زبانی فرمایا ہے کہ اے میرے پروردگار!
چونکہ تُو نے مجھے بہکا دیا ہے، اب میں بھی ان کے سامنے
زمین میں گناہوں کو سج کر پیش کروں گا اور ان سب کو
گمراہ کروں گا، حالانکہ یہ اُس نے بالکل اٹکل پچو کہا تھا
اور غلط گمان کی بنا پر (اندھیرے میں) تیر چلایا تھا۔
لیکن فرزندانِ رعونت برادرانِ عصبیت اور شہسوارانِ
غرور و جاہلیت نے اس کی بات کو سچ کر دکھایا، یہاں
تک کہ جب تم میں سے سرکش اور مُنہ زور لوگ اس کے
فرمانبردار ہو گئے، اور تمہارے بارے میں اس کی ہوس و
طمع قوی ہو گئی اور صُورتِ حال پردہ خفا سے نکل کر کھلم
کھلا سامنے آگئی تو اس کا پُورا پُورا تسلط تم پر ہو گیا اور
وُہ اپنے لشکر و سپاہ کو لے کر تمہاری طرف بڑھ آیا اور
اُنھوں نے تمھیں ذلت کے غاروں میں دھکیل دیا اور
قتل و خُون کے بھنوروں میں لاگرایا اور گھاؤ پر گھاؤ
لگا کر تمھیں کچل دیا۔ تمہاری آنکھوں میں نیزے گڑو کر،
تمہارے گلے کاٹ کر، تمہارے نتھنوں کو پارہ پارہ کر کے
تمہارے ایک ایک جوڑ بند کو توڑ کر اور تمہاری ناک میں
غلبہ و تسلط کی نکیلیں ڈال کر تمھیں اُس آگ کی طرف کھینچے
لیے جاتا ہے جو تمہارے لیے تیار کی گئی ہے، اسی طرح اُن
دشمنوں سے جن سے کھلم کھلا تم سے مخالفت ہے اور
جن کے مقابلہ کے لیے تم فوجیں جمع کرتے ہو، زیادہ بڑھ
چڑھ کر وُہ تمہارے دین کو مجروح کرنے والا اور دُنیا میں
تمہارے لیے (فتنہ و فساد) کے شعلے بھڑکانے والا ہے
لہٰذا تمھیں لازم ہے کہ اپنے جوش و غضب کا پُورا مرکز اسے
قرار دو، اور پُوری کوشش اس کے خلاف صرف کرو،

اللهِ لَقَدْ فَخَرَ عَلٰى اَصْلِكُمْ، وَ وَقَعَ فِيْ حَسَبِكُمْ - وَ دَفَعَ فِيْ نَسَبِكُمْ، وَ اَجْلَبَ بِخَيْلِهِ عَلَيْكُمْ وَقَصَدَ بِرَجِلِهِ سَبِيْلَكُمْ يَقْتَنِصُوْنَكُمْ بِكُلِّ مَكَانٍ، وَ يَضْرِبُوْنَ مِنْكُمْ كُلَّ بَنَانٍ، لَا تَمْتَنِعُوْنَ بِحِيْلَةٍ وَ لَا تَدْفَعُوْنَ بِعَزِيْمَةٍ، فِيْ حَوْمَةِ ذُلٍّ، وَحَلْقَةِ ضِيْقٍ، وَعَرْصَةِ مَوْتٍ وَجَوْلَةِ بَلَاءٍ فَاَطْفِئُوْا مَا كَمَنَ فِيْ قُلُوْبِكُمْ مِنْ نِيْرَانِ الْعَصَبِيَّةِ وَاَحْقَادِ الْجَاهِلِيَّةِ فَاِنَّمَا تِلْكَ الْحَمِيَّةُ تَكُوْنُ فِي الْمُسْلِمِ مِنْ خَطَرَاتِ الشَّيْطَانِ وَنَخَوَاتِهِ وَنَزَغَاتِهِ وَنَفَثَاتِهِ - وَاعْتَمِدُوْا وَضْعَ التَّذَلُّلِ عَلٰى رُءُوْسِكُمْ وَاِلْقَاءَ التَّعَزُّزِ تَحْتَ اَقْدَامِكُمْ وَخَلْعَ التَّكَبُّرِ مِنْ اَعْنَاقِكُمْ - وَ اتَّخِذُوا التَّوَاضُعَ مَسْلَحَةً بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ عَدُوِّكُمْ اِبْلِيْسَ وَجُنُوْدِهِ فَاِنَّ لَهُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ جُنُوْدًا وَ اَعْوَانًا، وَرَجِلًا وَ فُرْسَانًا، وَ لَا تَكُوْنُوْا كَالْمُتَكَبِّرِ عَلَى ابْنِ اُمِّهِ مِنْ غَيْرِ مَا فَضْلٍ جَعَلَهُ اللّٰهُ فِيْهِ سِوٰى مَا اَلْحَقَتِ الْعَظَمَةُ بِنَفْسِهِ مِنْ عَدَاوَةِ الْحَسَدِ وَقَدَحَتِ الْحَمِيَّةُ فِيْ قَلْبِهِ مِنْ

کیونکہ اُس نے شروع ہی میں تمہاری اصل (آدم) پر فخر کیا تمہارے حسب (قدر و منزلت) پر حرف رکھا، تمہارے نسب (اصل و طینت) پر طعن کیا، اور اپنے سواروں کو لے کر تم پر یورش کی اور اپنے پیادوں کو لے کر تمہارے راستہ کا قصد کیا ہے۔ وہ ہر جگہ سے تمہیں شکار کرتے ہیں اور تمہاری (انگلی کی) ایک ایک پور پر چوٹیں لگاتے ہیں نہ کسی حیلہ و تدبیر سے تم اپنا بچاؤ اور نہ پورا تہیا کر کے اُس کی روک تھام کر سکتے ہو، درآنحالیکہ تم رسوائی کے بھنور، تنگی و ضیق کے دائرہ، موت کے میدان اور مصیبت و بلا کی جولانگاہ میں ہو، تمہیں لازم ہے کہ اپنے دلوں میں چھپی ہوئی عصبیت کی آگ اور جاہلیت کے کینوں کو فرو کرو۔ کیونکہ مسلمان میں یہ غرور خود پسندی شیطان کی وسوسہ اندازی، نخوت پسندی، فتنہ انگیزی اور فسوں کاری ہی کا نتیجہ ہوتی ہے۔ عجز و فروتنی کو سر کا تاج بنانے، کبر و خود بینی کو پیروں تلے روندنے اور تکبر و رعونت کا طوق گردن سے اتارنے کا عزم بالجزم کر لو۔ اپنے اور اپنے دشمن شیطان اور اس کی سپاہ کے درمیان تواضع و فروتنی کا مورچہ قائم کرو۔ کیونکہ ہر جماعت میں اُس کے لشکر، یار و مددگار اور سوار و پیادے موجود ہیں۔ تم اس کی طرح نہ بنو کہ جس نے اپنے ماں جائے بھائی کے مقابلہ میں غرور کیا۔ بغیر کسی فضیلت و بلندی کے کہ جو اللہ نے اس میں قرار دی ہو، سوا اس کے کہ حاسدانہ عداوت سے اس میں اپنی بڑائی کا احساس پیدا ہوا، اور خود پسندی نے اس کے دل میں غیظ و غضب کی آگ بھڑکا دی اور شیطان نے اس کے ناک میں کبر و غرور کی ہوا پھونک دی کہ جس کی وجہ

نَارَ الْغَضَبِ، وَنَفَخَ الشَّيْطَانُ فِي أَنْفِهِ مِنْ رِيحِ الْكِبْرِ الَّذِي أَعْقَبَهُ اللّٰهُ بِهِ النَّدَامَةَ وَأَلْزَمَهُ آثَامَ الْقَاتِلِينَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔ أَلَا وَقَدْ أَمْعَنْتُمْ فِي الْبَغْيِ، وَأَفْسَدْتُمْ فِي الْأَرْضِ مُصَارَحَةً لِلّٰهِ بِالْمُنَاصَبَةِ، وَمُبَارَزَةً لِلْمُؤْمِنِينَ بِالْمُحَارَبَةِ۔ فَاللّٰهَ اللّٰهَ فِي كِبْرِ الْحَمِيَّةِ وَفَخْرِ الْجَاهِلِيَّةِ۔ فَإِنَّهُ مَلَاقِحُ الشَّنَآنِ۔ وَمَنَافِخُ الشَّيْطَانِ الَّتِي خَدَعَ بِهَا الْأُمَمَ الْمَاضِيَةَ وَالْقُرُونَ الْخَالِيَةَ حَتَّى أَعْنَقُوا فِي حَنَادِسِ جَهَالَتِهِ وَمَهَاوِي ضَلَالَتِهِ ذُلُلًا عَلَى سِيَاقِهِ، سُلُسًا فِي قِيَادِهِ، أَمْرًا تَشَابَهَتِ الْقُلُوبُ فِيهِ۔ وَتَتَابَعَتِ الْقُرُونُ عَلَيْهِ، وَكِبْرًا تَضَايَقَتِ الصُّدُورُ بِهِ۔

أَلَا فَالْحَذَرَ الْحَذَرَ مِنْ طَاعَةِ سَادَاتِكُمْ وَكُبَرَائِكُمُ الَّذِينَ تَكَبَّرُوا عَنْ حَسَبِهِمْ۔ وَتَرَفَّعُوا فَوْقَ نَسَبِهِمْ، وَأَلْقَوُا الْهَجِينَةَ عَلَى رَبِّهِمْ، وَجَاحَدُوا اللّٰهَ مَا صَنَعَ بِهِمْ مُكَابَرَةً لِقَضَائِهِ وَمُغَالَبَةً لِآلَائِهِ۔ فَإِنَّهُمْ قَوَاعِدُ أَسَاسِ الْعَصَبِيَّةِ، وَدَعَائِمُ أَرْكَانِ الْفِتْنَةِ، وَسُيُوفُ اعْتِزَاءِ الْجَاهِلِيَّةِ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تَكُونُوا لِنِعَمِهِ عَلَيْكُمْ أَضْدَادًا، وَلَا لِفَضْلِهِ عِنْدَكُمْ حُسَّادًا۔ وَلَا تُطِيعُوا الْأَدْعِيَاءَ الَّذِينَ شَرِبْتُمْ

سے اللہ نے ندامت و پشیمانی کو اس کے پیچھے لگا دیا اور قیامت تک کے قاتلوں کے گناہ اُس کے ذمہ ڈال دیئے۔

دیکھو! تم نے اللہ سے کھلم کھلا دشمنی پر اتر کر اور مومنین سے آمادۂ پیکار ہو کر ظلم و تعدی کی انتہا کر دی۔ اور زمین میں فساد مچا دیا۔ تم زمانۂ جاہلیت والی خود بینی کی بنا پر فخر و غرور کرنے سے اللہ کا خوف کھاؤ۔ کیونکہ یہ دشمنی و عناد کا سرچشمہ اور شیطان کی فسوں کاری کا مرکز ہے جس سے اُس نے گزشتہ اُمتوں اور پہلی قوموں کو ورغلایا۔ یہاں تک کہ وہ اس کے دھکیلنے اور آگے سے کھینچنے پر بے چون و چرا جہالت کی اندھیاریوں اور ضلالت کے گڑھوں میں تیزی سے جا پڑیں۔ ایسی صورت سے جس میں ایسے لوگوں کے تمام دل ملتے جلتے ہوئے ہیں اور صدیوں کا حال ایک ہی سا رہا ہے اور ایسا غرور جس کے چھپانے سے سینوں کی وسعتیں تنگ ہوتی ہیں

دیکھو! اپنے اُن سرداروں اور بڑوں کا اتباع کرنے سے ڈرو کہ جو اپنی جاہ و حشمت پر اکڑتے اور اپنے نسب کی بلندیوں پر غرہ کرتے ہوں اور بدنما چیزوں کو اللہ کے سر ڈال دیتے ہوں اور اُس کی قضا و قدر سے ٹکر لینے اور اُس کی نعمتوں پر غلبہ پانے کے لیے اس اُس کے احسانات سے یکسر انکار کر دیتے ہوں۔ یہی لوگ تو عصبیت کی عمارت کی گہری بنیاد، فتنہ کے کاخ و ایوان کے ستون اور جاہلیت کے نسبی تفاخر کی تلواریں ہیں، لہٰذا اللہ سے ڈرو، اور اُس کی دی ہوئی نعمتوں کے دشمن نہ ہو، اور نہ اُس کے فضل و کرم کے جو تم پر ہے حاسد ہو اور جھوٹے مدعیانِ اسلام کی پیروی نہ کرو کہ جن کا

بِصَفْوِكُمْ كَدَرَهُمْ وَ خَلَطْتُمْ
بِصِحَّتِكُمْ مَرَضَهُمْ، وَ أَدْخَلْتُمْ فِي
حَقِّكُمْ بَاطِلَهُمْ، وَهُمْ أَسَاسُ الْفُسُوقِ
وَ أَحْلَاسُ الْعُقُوقِ اتَّخَذَهُمْ
إِبْلِيسُ مَطَايَا ضَلَالٍ - وَجُنْدًا
بِهِمْ يَصُولُ عَلَى النَّاسِ، وَتَرَاجِمَةً
يَنْطِقُ عَلَى أَلْسِنَتِهِمْ - اسْتِرَاقًا
لِعُقُولِكُمْ وَدُخُولًا فِي عُيُونِكُمْ
وَنَفْثًا فِي أَسْمَاعِكُمْ، فَجَعَلَكُمْ
مَرْمَى نَبْلِهِ - وَمَوْطِئَ قَدَمِهِ
وَمَأْخَذَ يَدِهِ - فَاعْتَبِرُوا بِمَا
أَصَابَ الْأُمَمَ الْمُسْتَكْبِرِينَ مِنْ
قَبْلِكُمْ مِنْ بَأْسِ اللهِ وَصَوْلَاتِهِ
وَوَقَائِعِهِ وَمَثُلَاتِهِ، وَاتَّعِظُوا
بِمَثَاوِي خُدُودِهِمْ، وَمَصَارِعِ
جُنُوبِهِمْ، وَاسْتَعِيذُوا بِاللهِ مِنْ
لَوَاقِحِ الْكِبْرِ كَمَا تَسْتَعِيذُونَهُ
مِنْ طَوَارِقِ الدَّهْرِ - فَلَوْ رَخَّصَ
اللهُ فِي الْكِبْرِ لِأَحَدٍ مِنْ عِبَادِهِ
لَرَخَّصَ فِيهِ لِخَاصَّةِ أَنْبِيَائِهِ
وَأَوْلِيَائِهِ - وَلٰكِنَّهُ سُبْحَانَهُ كَرَّهَ
إِلَيْهِمُ التَّكَابُرَ وَرَضِيَ لَهُمُ التَّوَاضُعَ
فَأَلْصَقُوا بِالْأَرْضِ خُدُودَهُمْ وَ
عَفَّرُوا فِي التُّرَابِ وُجُوهَهُمْ، وَ
خَفَضُوا أَجْنِحَتَهُمْ لِلْمُؤْمِنِينَ، وَ

گندلا پانی تم اپنے صاف پانی میں سمو کر پیتے ہو اور اپنی
درستگی کے ساتھ ان کی خرابیوں کو خلط ملط کر لیتے ہو اور
اپنے حق میں اُن کے باطل کے لیے بھی راہ پیدا کر دیتے ہو
وہ فسق و فجور کی بنیادیں اور نافرمانیوں کے ساتھ چپیدہ
ہیں جنھیں شیطان نے گمراہی کی بار بردار سواری قرار
دے رکھا ہے اور ایسا لشکر جس کو ساتھ لے کر لوگوں
پر حملہ کرتا ہے اور ایسے ترجمان کہ جن کی زبان سے وہ
گویا ہوتا ہے تاکہ تمھاری عقلیں چھین لے تمھاری آنکھوں
میں گھس جائے اور تمھارے کانوں میں پھونک دے ۔
اس طرح اُس نے تمھیں اپنے تیروں کا ہدف اپنے قدموں
کی جولانگاہ اور اپنے ہاتھوں کا کھلونا بنا لیا ہے تمھیں
لازم ہے کہ تم سے قبل سرکش اُمتوں پر جو قہر و عذاب
اور عتاب و عقاب نازل ہوا، اُس سے عبرت لو، اور
اُن کے رخساروں کے بھل لیٹنے اور پہلوؤں کے بل گرنے
کے مقامات سے نصیحت حاصل کرو، اور جس طرح زمانہ
کی مصیبتوں سے پناہ مانگتے ہو۔ اُسی طرح مغرور و سرکش
بنانے والی چیزوں سے اللہ کے دامن میں پناہ مانگو۔ اگر
خداوند عالم اپنے بندوں میں سے کسی ایک کو بھی کبر و
رعونت کی اجازت دے سکتا ہوتا تو وہ اپنے مخصوص
انبیاء اور اولیاء کو اس کی اجازت دیتا لیکن اُس نے ان
کو کبر و غرور سے بیزار ہی رکھا، اور ان کے لیے عجز و مسکنت
ہی کو پسند فرمایا۔ چنانچہ انھوں نے اپنے رخسارے زمین
سے پیوستہ اور چہرے خاک آلودہ رکھے، اور مومنین کے
آگے تواضع و انکسار سے جھکتے رہے اور وہ دنیا میں کمزور
و بےبس تھے جنھیں اللہ نے بھوک سے آزمایا تعب و

كانوا أقواما مستضعفين، و
قد اختبرهم الله بالمخمصة و
ابتلاهم بالمجهدة، وامتحنهم
بالمخاوف، ومخضهم بالمكاره
فلا تعتبروا الرضا والسخط بالمال
والولد جهلا بمواقع الفتنة و
الاختبار في مواضع الغنى و
الإقتار، وقد قال سبحانه وتعالى
"أيحسبون أنما نمدهم به من
مال وبنين نسارع لهم في الخيرات
بل لا يشعرون" فإن الله سبحانه
يختبر عباده المستكبرين في أنفسهم
بأوليائه المستضعفين في أعينهم و
لقد دخل موسى بن عمران ومعه
أخوه هارون عليهما السلام على
فرعون وعليهما مدارع الصوف
وبأيديهما العصي فشرطا له إن
أسلم بقاء ملكه ودوام عزه،
فقال: "ألا تعجبون من هذين
يشرطان لي دوام العز وبقاء
الملك وهما بما ترون من حال
الفقر والذل؛ فهلا ألقي عليهما
أساورة من ذهب" إعظاما
للذهب وجمعه، واحتقارا للصوف
ولبسه۔ ولو أراد الله سبحانه

مشقت میں مبتلا کیا خوف و خطر کے موقعوں سے ان کا
امتحان لیا اور ابتلاء و مصیبت سے انھیں تہ و بالا کیا۔
لہٰذا خدا کی خوشنودی و ناخوشنودی کا معیار اولاد و مال
کو قرار نہ دو۔ کیونکہ تم نہیں جانتے کہ اللہ دولت اور
اقتدار سے بھی کس کس طرح بندوں کا امتحان لیتا ہے
چنانچہ اللہ سبحانہ، کا ارشاد ہے کہ "وہ لوگ یہ خیال
کرتے ہیں کہ ہم جو مال و اولاد سے انہیں سہارا دیتے
ہیں تو ہم ان کے ساتھ بھلائیاں کرنے میں سرگرم ہیں۔
مگر (جو اصل واقعہ ہے اُسے) یہ لوگ سمجھتے نہیں"۔
اسی طرح واقعہ یہ ہے کہ اللہ اپنے اُن بندوں کا جو بجائے
خود اپنی بڑائی کا گھمنڈ رکھتے ہیں۔ امتحان لیتا ہے۔ اپنے
اُن دوستوں کے ذریعہ سے جو اُن کی نظروں میں عاجز
و بے بس ہیں (چنانچہ اُس کی مثال یہ ہے کہ) موسیٰ
(علیہ السلام) اپنے بھائی ہارون (علیہ السلام) کو
ساتھ لے کر اس حالت میں فرعون کے پاس آئے کہ
اُن کے جسم پر اُونی کرتے اور ہاتھوں میں لاٹھیاں تھیں
اور اُس سے یہ قول و قرار کیا کہ اگر وُہ اسلام قبول کر لے
تو اُس کا ملک بھی باقی رہے گا، اور اس کی عزت بھی
برقرار رہے گی۔ تو اُس نے اپنے حاشیہ نشینوں سے)
کہا کہ تمھیں ان پر تعجب نہیں ہوتا کہ یہ دونوں مجھ سے یہ
معاملہ ٹھہرا رہے ہیں کہ میری عزت بھی برقرار رہے گی
اور میرا ملک بھی باقی رہے گا اور جس پھٹے حال اور
ذلیل صورت میں یہ ہیں تم دیکھ ہی رہے ہو (اگر ان میں
اتنا ہی دم خم تھا تو پھر) ان کے ہاتھوں میں سونے
کے کنگن کیوں نہیں پڑے ہوتے۔ یہ اس لیے کہ وُہ سونے

لِأَنْبِيَائِهِ حَيْثُ بَعَثَهُمْ أَنْ يَفْتَحَ
لَهُمْ كُنُوزَ الذِّهْبَانِ، وَمَعَادِنَ
الْعِقْيَانِ، وَمَغَارِسَ الْجِنَانِ،
وَأَنْ يَحْشُرَ مَعَهُمْ طُيُورَ السَّمَاءِ
وَوُحُوشَ الْأَرْضِ لَفَعَلَ، وَلَوْ
فَعَلَ لَسَقَطَ الْبَلَاءُ، وَبَطَلَ الْجَزَاءُ،
وَاضْمَحَلَّتِ الْأَنْبَاءُ، وَلَمَا وَجَبَ
لِلْقَابِلِينَ أُجُورُ الْمُبْتَلَيْنَ - وَلَا
اسْتَحَقَّ الْمُؤْمِنُونَ ثَوَابَ الْمُحْسِنِينَ
وَلَا لَزِمَتِ الْأَسْمَاءُ مَعَانِيَهَا
وَلٰكِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ جَعَلَ رُسُلَهُ
أُولِي قُوَّةٍ فِي عَزَائِمِهِمْ - وَضَعَفَةً
فِيمَا تَرَى الْأَعْيُنُ مِنْ حَالَاتِهِمْ
مَعَ قَنَاعَةٍ تَمْلَأُ الْقُلُوبَ وَالْعُيُونَ
غِنًى، وَخَصَاصَةٍ تَمْلَأُ الْأَبْصَارَ
وَالْأَسْمَاعَ أَذًى - وَلَوْ كَانَتِ الْأَنْبِيَاءُ
أَهْلَ قُوَّةٍ لَا تُرَامُ وَعِزَّةٍ لَا تُضَامُ
وَمُلْكٍ تُمَدُّ نَحْوَهُ أَعْنَاقُ الرِّجَالِ
وَتُشَدُّ إِلَيْهِ عُقَدُ الرِّحَالِ، لَكَانَ
ذٰلِكَ أَهْوَنَ عَلَى الْخَلْقِ فِي الْاعْتِبَارِ
وَأَبْعَدَ لَهُمْ فِي الْاسْتِكْبَارِ، وَلَآمَنُوا
عَنْ رَهْبَةٍ قَاهِرَةٍ لَهُمْ أَوْ رَغْبَةٍ
مَائِلَةٍ بِهِمْ، فَكَانَتِ النِّيَّاتُ
مُشْتَرَكَةً وَالْحَسَنَاتُ مُقْتَسَمَةً
وَلٰكِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ أَرَادَ أَنْ يَكُونَ

کو اور اس کی جمع آوری کو بڑی چیز سمجھتا تھا اور بالوں
کے کپڑوں کو حقارت کی نظر سے دیکھتا تھا۔ اگر خداوندِ عالم
یہ چاہتا کہ جس وقت اُس نے نبیوں کو مبعوث کیا تو اُن
کے لیے سونے کے خزانوں اور خالص طلاء کی کانوں کے
مُنہ کھول دیتا اور باغوں کی کشت زاروں کو ان کے لیے
مہیا کر دیتا اور فضا کے پرندوں اور زمین کے صحرائی
جانوروں کو اُن کے ہمراہ کر دیتا تو کر سکتا تھا اور اگر
ایسا کرتا تو پھر آزمائش ختم، جزا و سزا بیکار اور (آسمانی)
خبریں اکارت ہو جاتیں اور آزمائش میں پڑنے والوں
کا اجر اس طرح کے ماننے والوں کے لیے ضروری نہ رہتا
اور نہ ایسے ایمان لانے والے نیک کرداروں کی جزا
کے مستحق رہتے۔ اور نہ الفاظ اپنے معنی کا ساتھ دیتے
لیکن اللہ سبحانہ، اپنے رسولوں کو ارادوں میں قوی اور
آنکھوں کو دکھائی دینے والے ظاہری حالات میں کمزور
و ناتواں قرار دیتا ہے اور انھیں ایسی قناعت سے سرفراز
کرتا ہے جو (دیکھنے اور سننے والوں کے) دلوں اور آنکھوں
کو بے نیازی سے بھر دیتی ہے اور ایسا افلاس اُن کے
دامن سے وابستہ کر دیتا ہے کہ جس سے آنکھوں کو دیکھ کر
اور کانوں کو سُن کر اذیت ہوتی ہے۔ اگر انبیاء ایسی قوت و
طاقت رکھتے کہ جسے دبانے کا قصد و ارادہ بھی نہ ہو سکتا
ہوتا اور ایسا تسلط و اقتدار رکھتے کہ جس پر تعدی ممکن ہی
نہ ہوتی اور ایسی سلطنت کے مالک ہوتے کہ جس کی طرف
لوگوں کی گردنیں مُڑتیں اور اس کے رُخ پر سواریوں کے
پالان کسے جاتے تو یہ چیز نصیحت پذیری کے لیے بڑی آسان
اور اس سے انکار و سرتابی بہت بعید ہوتی اور لوگ چھائے

الْاِتِّبَاعُ لِرُسُلِهٖ وَالتَّصْدِيْقُ بِكُتُبِهٖ وَالْخُشُوْعُ لِوَجْهِهٖ وَالْاِسْتِكَانَةُ لِاَمْرِهٖ وَالْاِسْتِسْلَامُ لِطَاعَتِهٖ۔ اُمُوْرًا لَّهٗ خَاصَّةً لَا تَشُوْبُهَا مِنْ غَيْرِهَا شَائِبَةٌ وَكُلَّمَا كَانَتِ الْبَلْوٰى وَالْاِخْتِبَارُ اَعْظَمَ كَانَتِ الْمَثُوْبَةُ وَالْجَزَاءُ اَجْزَلَ۔

اَلَا تَرَوْنَ اَنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ اخْتَبَرَ الْاَوَّلِيْنَ مِنْ لَّدُنْ اٰدَمَ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِلَى الْاٰخِرِيْنَ مِنْ هٰذَا الْعَالَمِ بِاَحْجَارٍ لَّا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ، وَلَا تُبْصِرُ، وَلَا تَسْمَعُ فَجَعَلَهَا بَيْتَهُ الْحَرَامَ الَّذِيْ جَعَلَهٗ لِلنَّاسِ قِيَامًا۔ ثُمَّ وَضَعَهٗ بِاَوْعَرِ بِقَاعِ الْاَرْضِ حَجَرًا۔ وَاَقَلِّ نَتَائِقِ الدُّنْيَا مَدَرًا۔ وَاَضْيَقِ بُطُوْنِ الْاَوْدِيَةِ قُطْرًا۔ بَيْنَ جِبَالٍ خَشِنَةٍ، وَرِمَالٍ دَمِثَةٍ وَعُيُوْنٍ وَشِلَةٍ، وَقُرًى مُّنْقَطِعَةٍ لَا يَزْكُوْ بِهَا خُفٌّ، وَلَا حَافِرٌ وَلَا ظِلْفٌ، ثُمَّ اَمَرَ اٰدَمَ وَوَلَدَهٗ اَنْ يَّثْنُوْا اَعْطَافَهُمْ نَحْوَهٗ، فَصَارَ مَثَابَةً لِّمُنْتَجَعِ اَسْفَارِهِمْ وَغَايَةً لِّمُلْقٰى رِحَالِهِمْ۔ تَهْوِيْ اِلَيْهِ ثِمَارُ الْاَفْئِدَةِ مِنْ مَّفَاوِزِ قِفَارٍ سَحِيْقَةٍ وَمَهَاوِيْ فِجَاجٍ عَمِيْقَةٍ وَ

ہوئے خوف یا مائل کرنے والے اسباب رغبت کی بنا پر ایمان لے آتے تو اس صورت میں ان کی نیتیں مشترک اور نیک عمل بٹے ہوئے ہوتے۔ لیکن اللہ سبحانہٗ نے تو یہ چاہا کہ اس کے پیغمبروں کا اتباع اُس کی کتابوں کی تصدیق اس کے سامنے فروتنی اس کے احکام کی فرمانبرداری اور اس کی اطاعت یہ سب چیزیں اسی کے لیے مخصوص ہوں اور ان میں کوئی دوسرا شائبہ تک نہ ہو اور جتنی آزمائش کڑی ہوگی اُتنا ہی اجر و ثواب زیادہ ہوگا۔

تم دیکھتے نہیں کہ اللہ سبحانہٗ نے آدمؑ سے لے کر اس جہان کے آخر تک کے اگلے پچھلوں کو ایسے پتھروں سے آزمایا ہے کہ جو نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں نہ فائدہ نہ سُن سکتے ہیں اور نہ دیکھ سکتے ہیں۔ اُس نے ان پتھروں ہی کو اپنا محترم گھر قرار دیا کہ جسے لوگوں کے لیے (امن) قیام کا ذریعہ ٹھہرایا ہے۔ پھر یہ کہ اس نے اسے زمین کے رقبوں میں سے ایک سنگلاخ رقبہ اور دُنیا میں بلندی پر واقع ہونے والی آبادیوں میں سے ایک کم مٹی والے مقام اور گھاٹیوں میں سے ایک تنگ اطراف والی گھاٹی میں قرار دیا کھرے اور کھردرے پہاڑوں نرم ریتیلے میدانوں، کم آب چشموں اور متفرق دیہاتوں کے درمیان کہ جہاں اُونٹ، گھوڑا اور گائے بکری نشوونما نہیں پا سکتے۔ پھر بھی اُس نے آدم اور ان کی اولاد کو حکم دیا کہ اپنے رُخ اُس کی طرف موڑیں، چنانچہ وہ ان کے سفروں سے فائدہ اُٹھانے کا مرکز اور پالانوں کے اُترنے کی منزل بن گیا کہ دُور افتادہ بے آب و گیاہ بیابانوں دُور و دراز گھاٹیوں کے نشیبی راہوں اور (زمین سے) کٹے ہوئے

جَزَائِرِ بِحَارٍ مُنْقَطِعَةٍ، حَتّٰى يَهُزُّوا
مَنَاكِبَهُمْ ذُلُلاً يُهَلِّلُونَ لِلّٰهِ
حَوْلَهُ وَيَرْمُلُونَ عَلٰى أَقْدَامِهِمْ
شُعْثاً غُبْراً لَهُ قَدْ نَبَذُوا السَّرَابِيلَ
وَرَآءَ ظُهُورِهِمْ، وَشَوَّهُوا بِإِعْفَاءِ
الشُّعُورِ مَحَاسِنَ خَلْقِهِمْ ابْتِلَاءً
عَظِيماً وَامْتِحَاناً شَدِيداً وَاخْتِبَاراً
مُبِيناً۔ وَتَمْحِيصاً بَلِيغاً، جَعَلَهُ
اللّٰهُ سَبَباً لِرَحْمَتِهِ، وَوُصْلَةً إِلٰى
جَنَّتِهِ۔ وَلَوْ أَرَادَ سُبْحَانَهُ أَنْ يَضَعَ
بَيْتَهُ الْحَرَامَ وَمَشَاعِرَهُ الْعِظَامَ
بَيْنَ جَنَّاتٍ وَأَنْهَارٍ، وَسَهْلٍ وَقَرَارٍ
جَمِّ الْأَشْجَارِ، دَانِي الثِّمَارِ، مُلْتَفِّ
الْبُنَا مُتَّصِلِ الْقُرٰى، بَيْنَ بُرَّةٍ
سَمْرَآءَ، وَرَوْضَةٍ خَضْرَآءَ وَأَرْيَافٍ
مُحْدِقَةٍ، وَعِرَاصٍ مُغْدِقَةٍ
وَزُرُوعٍ نَاضِرَةٍ وَطُرُقٍ عَامِرَةٍ
لَكَانَ قَدْ صَغُرَ قَدْرُ الْجَزَآءِ عَلٰى
حَسَبِ ضَعْفِ الْبَلَاءِ، وَلَوْ كَانَ
الْإِسَاسُ الْمَحْمُولُ عَلَيْهَا، وَ
الْأَحْجَارُ الْمَرْفُوعُ بِهَا بَيْنَ
زُمُرُّدَةٍ خَضْرَآءَ، وَيَاقُوتَةٍ
حَمْرَآءَ، وَنُورٍ وَضِيَاءٍ لَخَفَّفَ
ذٰلِكَ مُصَارَعَةَ الشَّكِّ فِي الصُّدُورِ
وَلَوَضَعَ مُجَاهَدَةَ إِبْلِيسَ عَنِ

دریاؤں کے جزیروں سے نفوسِ انسانی اُدھر متوجہ ہوتے ہیں، یہاں تک کہ وُہ پوری فرمانبرداری سے اپنے کندھوں کو ہلاتے ہُوئے اس کے گرد لبیک اللّٰھم لبیک کی آوازیں بلند کرتے ہیں اور اپنے پیروں سے پے بہ پے دوڑ لگاتے ہیں۔ اس حالت میں کہ ان کے بال بکھرے ہُوئے اور بدن خاک میں اَٹے ہوتے ہیں۔ اُنھوں نے اپنا لباس پُشت پر ڈال دیا ہوتا ہے اور بالوں کو بڑھا کر اپنے کو بدصُورت بنا لیا ہوتا ہے۔ یہ بڑی ابتلا، کڑی آزمایش کھُلم کھُلا امتحان اور پُوری پُوری جانچ ہے۔ اللہ نے اُسے اپنی رحمت کا ذریعہ اور جنّت تک پہنچنے کا وسیلہ قرار دیا ہے اور اگر خداوندِ عالم یہ چاہتا کہ وہ اپنا محترم گھر اور بلند پایہ عبادت گاہیں ایسی جگہ پر بنائے کہ جس کے گرد باغ و چمن کی قطاریں اور بہتی ہُوئی نہریں ہوں زمین نرم و ہموار ہو کر (جس میں) درختوں کے جھُنڈ اور (اُن میں) جھُکے ہُوئے پھلوں کے خوشے ہوں جہاں عمارتوں کا جال بچھا ہُوا۔ اور آبادیوں کا سلسلہ ملا ہُوا ہو۔ جہاں سُرخی مائل گیہوں کے پودے، سرسبز مرغزار چمن در کنار سبزہ زار پانی میں شرابور میدان، لہلہاتے ہُوئے کھیت اور آباد گزرگاہیں ہوں، تو البتہ وہ جزا و ثواب کو اسی اندازہ سے کم کر دیتا کہ جس اندازہ سے ابتلاء و آزمائش میں کمی واقع ہوئی ہے۔ اگر وُہ بُنیاد کہ جس پر اس گھر کی تعمیر ہُوئی ہے اور وُہ پتھر کہ جس پر اس کی عمارت اُٹھائی گئی ہے زمرّدِ سبز و یاقُوتِ سُرخ کے ہوتے اور (اُن میں) نور و ضیا (کی تابانی) ہوتی تو یہ چیز سینوں میں شک و شُبہات کے ٹکراؤ کو کم کر دیتی اور دلوں سے شیطان

الْقُلُوبِ، وَلَنَفَى مُعْتَلَجَ الرَّيْبِ
مِنَ النَّاسِ، وَلٰكِنَّ اللهَ يَخْتَبِرُ
عِبَادَهُ بِأَنْوَاعِ الشَّدَائِدِ، وَ
يَتَعَبَّدُهُمْ بِأَنْوَاعِ الْمَجَاهِدِ
وَيَبْتَلِيهِمْ بِضُرُوبِ الْمَكَارِهِ
إِخْرَاجاً لِلتَّكَبُّرِ مِنْ قُلُوبِهِمْ وَ
إِسْكَاناً لِلتَّذَلُّلِ فِي نُفُوسِهِمْ
وَلِيَجْعَلَ ذٰلِكَ أَبْوَاباً فُتُحاً إِلٰى
فَضْلِهِ، وَأَسْبَاباً ذُلُلاً لِعَفْوِهِ
فَاللهَ اللهَ فِي عَاجِلِ الْبَغْيِ، وَآجِلِ وَ
خَامَةِ الظُّلْمِ، وَسُوءِ عَاقِبَةِ الْكِبْرِ،
فَإِنَّهَا مَصِيدَةُ إِبْلِيسَ الْعُظْمٰى، وَ
مَكِيدَتُهُ الْكُبْرٰى الَّتِي تُسَاوِرُ قُلُوبَ
الرِّجَالِ مُسَاوَرَةَ السُّمُومِ الْقَاتِلَةِ
فَمَا تُكْدِي أَبَداً، وَلَا تُشْوِي أَحَداً،
لَا عَالِماً لِعِلْمِهِ، وَلَا مُقِلّاً فِي طِمْرِهِ
وَعَنْ ذٰلِكَ مَا حَرَسَ اللهُ عِبَادَهُ
الْمُؤْمِنِينَ بِالصَّلَوَاتِ وَالزَّكَوَاتِ
وَمُجَاهَدَةِ الصِّيَامِ فِي الْأَيَّامِ
الْمَفْرُوضَاتِ تَسْكِيناً لِأَطْرَافِهِمْ
وَتَخْشِيعاً لِأَبْصَارِهِمْ وَتَذْلِيلاً
لِنُفُوسِهِمْ وَتَخْفِيضاً لِقُلُوبِهِمْ وَ
إِذْهَاباً لِلْخُيَلَاءِ عَنْهُمْ لِمَا فِي ذٰلِكَ
مِنْ تَعْفِيرِ عِتَاقِ الْوُجُوهِ بِالتُّرَابِ
تَوَاضُعاً وَالْتِصَاقِ كَرَائِمِ الْجَوَارِحِ

کی دوڑ دھوپ (کا اثر) مٹا دیتی اور لوگوں سے شکوک
کے خلجان دور کر دیتی۔ لیکن اللہ سبحانہ اپنے بندوں کو
گوناگوں سختیوں سے آزماتا ہے اور اُن سے ایسی عبادت
کا خواہاں ہے کہ جو طرح طرح کی مشقتوں سے بجا لائی
گئی ہو اور انھیں قسم قسم کی ناگواریوں سے جانچتا ہے
تاکہ اُن کے دلوں سے تمکنت و غرور کو نکال باہر کرے۔
اور اُن کے نفوس میں عجز و فروتنی کو جگہ دے اور یہ کہ
اس ابتلاء و آزمائش (کی راہ) سے اپنے فضل و احسان
کے کھلے ہوئے دروازوں تک (انھیں) پہنچائے اور
اُسے اپنی معافی و بخشش کا آسان وسیلہ و ذریعہ قرار
دے۔ دنیا میں سرکشی کی پاداش اور آخرت میں ظلم کی
گرانباری کے عذاب اور غرور و نخوت کے برے انجام
کے خیال سے اللہ کا خوف کھاؤ کیونکہ یہ (سرکشی ظلم اور
غرور و تکبر) شیطان کا بہت بڑا جال اور بہت بڑا
ہتھکنڈا ہے کہ جو لوگوں کے دلوں میں زہر قاتل کی
طرح اُتر جاتا ہے۔ نہ اُس کا اثر کبھی رائیگاں جاتا
ہے نہ اُس کا وار کسی سے خطا کرتا ہے۔ نہ عالم سے
اُس کے علم کے باوجود اور نہ پھٹے پرانے چیتھڑوں
میں کسی فقیر بے نوا سے۔ یہی وہ چیز ہے جس سے
خداوند عالم ایمان سے سرفراز ہونے والے بندوں
کو نماز، زکوٰۃ اور مقررہ دنوں میں روزوں کے جہاد
کے ذریعہ محفوظ رکھتا ہے اور اس طرح ان کے ہاتھ
پیروں (کی طغیانیوں) کو سکون کی سطح پر لاتا ہے۔ ان
کی آنکھوں کو عجز و شکستگی سے جھکا کر نفس کو رام اور
دلوں کو متواضع بنا کر رعونت و خود پسندی کو اُن سے

بِالْأَرْضِ تَصَاغُرًا وَلُحُوقِ الْبُطُونِ
بِالْمُتُونِ مِنَ الصِّيَامِ تَذَلُّلًا مَعَ
مَا فِي الزَّكٰوةِ مِنْ صَرْفِ ثَمَرَاتِ
الْأَرْضِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ إِلَى أَهْلِ
الْمَسْكَنَةِ وَالْفَقْرِ۔

اُنْظُرُوا إِلَى مَا فِي هٰذِهِ الْأَفْعَالِ
مِنْ قَمْعِ نَوَاجِمِ الْفَخْرِ، وَقَدْعِ
طَوَالِعِ الْكِبْرِ، وَلَقَدْ نَظَرْتُ فَمَا
وَجَدْتُ أَحَدًا مِنَ الْعَالَمِينَ
يَتَعَصَّبُ لِشَيْءٍ مِنَ الْأَشْيَاءِ إِلَّا
عَنْ عِلَّةٍ تَحْتَمِلُ تَمْوِيهَ الْجُهَلَاءِ أَوْ
حُجَّةٍ تَلِيطُ بِعُقُولِ السُّفَهَاءِ غَيْرَكُمْ
فَإِنَّكُمْ تَتَعَصَّبُونَ لِأَمْرٍ لَا يُعْرَفُ
لَهُ سَبَبٌ وَلَا عِلَّةٌ۔ أَمَّا إِبْلِيسُ
فَتَعَصَّبَ عَلَى آدَمَ لِأَصْلِهِ وَطَعَنَ
عَلَيْهِ فِي خِلْقَتِهِ۔ فَقَالَ أَنَا نَارِيٌّ
وَأَنْتَ طِينِيٌّ۔ وَأَمَّا الْأَغْنِيَاءُ مِنْ
مُتْرَفَةِ الْأُمَمِ فَتَعَصَّبُوا لِآثَارِ
مَوَاقِعِ النِّعَمِ فَقَالُوا: نَحْنُ أَكْثَرُ
أَمْوَالًا وَأَوْلَادًا وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِينَ
فَإِنْ كَانَ لَا بُدَّ مِنَ الْعَصَبِيَّةِ
فَلْيَكُنْ تَعَصُّبُكُمْ لِمَكَارِمِ الْخِصَالِ
وَمَحَامِدِ الْأَفْعَالِ، وَمَحَاسِنِ
الْأُمُورِ الَّتِي تَفَاضَلَتْ فِيهَا الْمُجَدَاءُ
وَالنُّجَدَاءُ مِنْ بُيُوتَاتِ الْعَرَبِ

دُور کرتا ہے (نماز میں) نازک چہروں کو عجز و نیاز مندی کی بنا پر خاک آلودہ کیا جاتا ہے اور روزوں میں از روئے فرمانبرداری پیٹ پیٹھ سے مل جاتے ہیں اور زکوٰۃ میں زمین کی پیداوار وغیرہ کو فقراء اور مساکین تک پہنچایا جاتا ہے۔

دیکھو! کہ ان اعمال و عبادت میں غرور کے اُبھرے ہوئے اثرات کو مٹانے اور تمکنت کے نمایاں ہونے والے آثار کو دبانے کے کیسے کیسے فوائد مضمر ہیں۔ میں نے نگاہ دوڑائی تو دُنیا بھر میں ایک فرد کو بھی ایسا نہ پایا کہ وہ کسی چیز کی پاسداری کرتا ہو، مگر یہ کہ اُس کی نظروں میں اُس کی کوئی وجہ ضرور ہوتی ہے کہ جو جاہلوں کے اشتباہ کا باعث بن جاتی ہے یا کوئی ایسی دلیل ہوتی ہے جو بیوقوفوں کی عقلوں سے چپک جاتی ہے۔ سوا تمہارے کہ تم ایک چیز کی جنبہ داری تو کرتے ہو، مگر اُس کی کوئی علت اور وجہ نہیں معلوم ہوتی۔ ابلیس ہی کو لو کہ اُس نے آدم کے سامنے حمیّت جاہلیت کا مظاہرہ کیا تو اپنی اصل (آگ) کی وجہ سے اور اُن پر چوٹ کی تو اپنی خلقت و پیدائش کی بنا پر، چنانچہ اُس نے آدمؑ سے کہا کہ میں آگ سے بنا ہوں اور تم مٹی سے (یونہی) خوش حال قوموں کے مالدار لوگ اپنی نعمتوں پر اتراتے ہوئے بڑا بول بولے کہ "ہم مال و اولاد میں بڑھے ہوئے ہیں ہمیں کیونکر عذاب کیا جا سکتا ہے"۔ اب اگر تمہیں فخر ہی کرنا ہے تو اس کی پاکیزگیٔ اخلاق، بلند کردار اور حسنِ سیرت پر فخر و ناز کرو کہ جس میں عرب گھرانوں کے باعظمت و بلند ہمت سرداران قوم اپنی خوش اطواریوں بلند پایہ دانائیوں اعلیٰ مرتبوں اور

وَيَعَاسِيبِ الْقَبَائِلِ بِالْأَخْلَاقِ
الرَّغِيبَةِ وَالْأَحْلَامِ الْعَظِيمَةِ وَالْأَخْطَارِ
الْجَلِيلَةِ وَالْآثَارِ الْمَحْمُودَةِ فَتَعَصَّبُوا
لِخِلَالِ الْحَمْدِ مِنَ الْحِفْظِ لِلْجِوَارِ
وَالْوَفَاءِ بِالذِّمَامِ، وَالطَّاعَةِ لِلْبِرِّ
وَالْمَعْصِيَةِ لِلْكِبْرِ وَالْأَخْذِ بِالْفَضْلِ
وَالْكَفِّ عَنِ الْبَغْيِ وَالْإِعْظَامِ لِلْقَتْلِ
وَالْإِنْصَافِ لِلْخَلْقِ وَالْكَظْمِ لِلْغَيْظِ
وَاجْتِنَابِ الْفَسَادِ فِي الْأَرْضِ
وَاحْذَرُوا مَا نَزَلَ بِالْأُمَمِ قَبْلَكُمْ
مِنَ الْمَثُلَاتِ بِسُوءِ الْأَفْعَالِ وَ
ذَمِيمِ الْأَعْمَالِ فَتَذَكَّرُوا فِي الْخَيْرِ وَالشَّرِّ
أَحْوَالَهُمْ وَاحْذَرُوا أَنْ تَكُونُوا أَمْثَالَهُمْ
فَإِذَا تَفَكَّرْتُمْ فِي تَفَاوُتِ حَالَيْهِمْ
فَالْزَمُوا كُلَّ أَمْرٍ لَزِمَتِ الْعِزَّةُ بِهِ
شَأْنَهُمْ وَزَاحَتِ الْأَعْدَاءُ لَهُ عَنْهُمْ
وَمُدَّتِ الْعَافِيَةُ فِيهِ عَلَيْهِمْ،
وَانْقَادَتِ النِّعْمَةُ لَهُ مَعَهُمْ وَوَصَلَتِ
الْكَرَامَةُ عَلَيْهِ حَبْلَهُمْ مِنَ الِاجْتِنَابِ
لِلْفُرْقَةِ وَاللُّزُومِ لِلْأُلْفَةِ وَالتَّحَاضِّ
عَلَيْهَا وَالتَّوَاصِي بِهَا، وَاجْتَنِبُوا
كُلَّ أَمْرٍ كَسَرَ فِقْرَتَهُمْ وَأَوْهَنَ
مُنَّتَهُمْ مِنْ تَضَاغُنِ الْقُلُوبِ
وَتَشَاحُنِ الصُّدُورِ - وَتَدَابُرِ
النُّفُوسِ وَتَخَاذُلِ الْأَيْدِي، وَ

پسندیدہ کارناموں کی وجہ سے ایک دوسرے پر برتری ثابت
کرتے تھے۔ تم بھی ان قابلِ ستائش خصلتوں کی طرفداری
کرو۔ جیسے ہمسائیوں کے حقوق کی حفاظت کرنا عہد و
پیمان کو نباہنا۔ نیکوں کی اطاعت اور سرکشوں کی مخالفت
کرنا حسنِ سلوک کا پابند اور ظلم و تعدی سے کنارہ کش
رہنا۔ خونریزی سے پناہ مانگنا، خلقِ خدا سے عدل و انصاف
برتنا۔ غصّہ کو پی جانا۔ زمین میں شر انگیزی سے دامن بچانا
تمھیں اُن عذابوں سے ڈرنا چاہیے۔ جو تم سے پہلی امتوں
پر اُن کی بداعمالیوں اور بدکرداریوں کی وجہ سے نازل
ہوئے اور (اپنے) اچھے اور بُرے حالات میں اِن کے
احوال و واردات کو پیشِ نظر رکھو اور اِس امر سے
خائف و ترساں رہو کہ کہیں تم بھی انہی کے ایسے نہ ہو
جاؤ۔ اگر تم نے ان کی دونوں (اچھی بُری) حالتوں پر
غور کر لیا ہے تو پھر ہر اُس چیز کی پابندی کرو کہ جس کی
وجہ سے عزّت و برتری نے ہر حال میں اُن کا ساتھ دیا
اور دشمن اُن سے دُور دُور رہے اور عیش و سکون کے
دامن اُن پر پھیل گئے۔ اور نعمتیں سرنگوں ہو کر اُن کے ساتھ
ہو لیں اور عزّت و سرفرازی نے اپنے بندھن اُن سے
جوڑ لیے (وہ کیا چیزیں تھیں؟) یہ کہ وہ افتراق سے بچے
اور اتفاق و یک جہتی پر قائم رہے۔ اِسی پر ایک دوسرے
کو اُبھارتے تھے اور اسی کی باہم سفارش کرتے تھے اور
تم ہر اُس امر سے بچ کر رہو کہ جس نے اُن کی ریڑھ کی ہڈی
کو توڑ ڈالا اور قوّت و توانائی کو ضعف سے بدل دیا۔
(اور وہ یہ تھا) کہ انھوں نے دلوں میں کینہ اور سینوں میں
بغض رکھا ایک دوسرے کی مدد سے پیٹھ پھرائی اور باہمی

تَدَبَّرُوْا اَحْوَالَ الْمَاضِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ قَبْلَكُمْ كَيْفَ كَانُوْا فِيْ حَالِ التَّمْحِيْصِ وَالْبَلَاۗءِ. اَلَمْ يَكُوْنُوْا اَثْقَلَ الْخَلَاۗئِقِ اَعْبَاۗءً وَّ اَجْهَدَ الْعِبَادِ بَلَاۗءً وَّ اَضْيَقَ اَهْلِ الدُّنْيَا حَالًا. اِتَّخَذَتْهُمُ الْفَرَاعِنَةُ عَبِيْدًا فَسَامُوْهُمْ سُوْۗءَ الْعَذَابِ وَجَرَّعُوْهُمُ الْمُرَارَ فَلَمْ تَبْرَحِ الْحَالُ بِهِمْ فِيْ ذُلِّ الْهَلَكَةِ وَ قَهْرِ الْغَلَبَةِ. لَا يَجِدُوْنَ حِيْلَةً فِي امْتِنَاعٍ، وَلَا سَبِيْلًا اِلٰى دِفَاعٍ حَتّٰۤى اِذَا رَاَى اللّٰهُ جِدَّ الصَّبْرِ مِنْهُمْ عَلَى الْاَذٰى فِيْ مَحَبَّتِهٖ وَ الْاِحْتِمَالَ لِلْمَكْرُوْهِ مِنْ خَوْفِهٖ جَعَلَ لَهُمْ مِّنْ مَّضَاۗئِقِ الْبَلَاۗءِ فَرَجًا فَاَبْدَلَهُمُ الْعِزَّ مَكَانَ الذُّلِّ، وَالْاَمْنَ مَكَانَ الْخَوْفِ فَصَارُوْا مُلُوْكًا حُكَّامًا. وَاَئِمَّةً اَعْلَامًا، وَقَدْ بَلَغَتِ الْكَرَامَةُ مِنَ اللّٰهِ لَهُمْ مَا لَمْ تَبْلُغِ الْاٰمَالُ اِلَيْهِ بِهِمْ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانُوْا حَيْثُ كَانَتِ الْاَمْلَاۗءُ مُجْتَمِعَةً وَالْاَهْوَاۗءُ مُتَّفِقَةً، وَالْقُلُوْبُ مُعْتَدِلَةً وَالْاَيْدِيْ مُتَرَادِفَةً وَالسُّيُوْفُ مُتَنَاصِرَةً، وَالْبَصَاۗئِرُ

تعاون سے ہاتھ اُٹھا لیا اور تم کو لازم ہے کہ گزشتہ زمانہ کے اہلِ ایمان کے وقائع و حالات میں غور و فکر کرو، کہ (صبر آزما) ابتلاؤں اور (جانکاہ) مصیبتوں میں اُن کی کیا حالت تھی کیا وہ ساری کائنات سے زیادہ گرانبار تمام لوگوں سے زائد مبتلائے تعب و مشقت اور دُنیا جہاں سے زیادہ تنگی و ضیق کے عالم میں نہ تھے؟ کہ جنھیں دُنیا کے فرعونوں نے اپنا غلام بنا رکھا تھا اور انھیں سخت سے سخت اذیتیں پہنچاتے اور تلخیوں کے گھونٹ پلاتے تھے اور اُن کی یہ حالت ہو گئی تھی کہ وُہ تباہی و ہلاکت کی ذلتوں اور غلبہ و تسلط کی قہرسامانیوں میں گھرتے چلے جا رہے تھے۔ نہ انھیں بچاؤ کی کوئی تدبیر اور نہ روک تھام کا کوئی ذریعہ سُوجھتا تھا۔ یہاں تک کہ جب اللہ سُبحانہٗ نے یہ دیکھا کہ یہ میری محبت میں اذیتوں پر پُوری کدو کاوش سے صبر کیے جا رہے ہیں اور میرے خیال سے مصیبتوں کو جھیل رہے ہیں تو اُن کے لیے مصیبت و ابتلا کی تنگنائے سے وُسعت کی راہیں نکالیں اور اُن کی ذلت کو عزت اور خوف و ہراس کو امن سے بدل دیا۔ چنانچہ وُہ تختِ فرمانروائی پر سُلطان اور مسندِ ہدایت پر رہنما ہُوئے اور اُنھیں اُمیدوں سے بڑھ چڑھ کر اللہ کی طرف سے عزت و سرفرازی حاصل ہُوئی۔ غور کرو! کہ جب اِن کی جمعیتیں یک جا، خیالات یکسو اور دل یکساں تھے اور ان کے ہاتھ ایک دُوسرے کو سہارا دیتے اور تلواریں ایک دُوسرے کی معین و مددگار تھیں اور اُن کی بصیرتیں تیز اور ارادے متحد تھے، تو اُس وقت اُن کا عالم کیا تھا! کیا وہ اطرافِ زمین میں فرمانروا

نَافِذَةٌ، وَالْعَزَائِمُ وَاحِدَةٌ، أَلَمْ يَكُونُوا أَرْبَاباً فِي أَقْطَارِ الْأَرَضِينَ، وَمُلُوكاً عَلَى رِقَابِ الْعَالَمِينَ. فَانْظُرُوا إِلَى مَا صَارُوا إِلَيْهِ فِي آخِرِ أُمُورِهِمْ حِينَ وَقَعَتِ الْفُرْقَةُ، وَتَشَتَّتَتِ الْأُلْفَةُ، وَاخْتَلَفَتِ الْكَلِمَةُ وَالْأَفْئِدَةُ، وَتَشَعَّبُوا مُخْتَلِفِينَ، وَتَفَرَّقُوا مُتَحَارِبِينَ، قَدْ خَلَعَ اللهُ عَنْهُمْ لِبَاسَ كَرَامَتِهِ، وَسَلَبَهُمْ غَضَارَةَ نِعْمَتِهِ، وَبَقِيَ قَصَصُ أَخْبَارِهِمْ فِيكُمْ عِبْرَةً لِلْمُعْتَبِرِينَ مِنْكُمْ.

فَاعْتَبِرُوا بِحَالِ وَلَدِ إِسْمٰعِيلَ وَبَنِي إِسْحٰقَ وَبَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ. فَمَا أَشَدَّ اعْتِدَالَ الْأَحْوَالِ، وَأَقْرَبَ اشْتِبَاهَ الْأَمْثَالِ، تَأَمَّلُوا أَمْرَهُمْ فِي حَالِ تَشَتُّتِهِمْ وَتَفَرُّقِهِمْ لَيَالِيَ كَانَتِ الْأَكَاسِرَةُ وَالْقَيَاصِرَةُ أَرْبَاباً لَهُمْ يَحْتَازُونَهُمْ عَنْ رِيفِ الْآفَاقِ، وَبَحْرِ الْعِرَاقِ، وَخُضْرَةِ الدُّنْيَا إِلَى مَنَابِتِ الشِّيحِ، وَمَهَافِي الرِّيحِ، وَنَكَدِ الْمَعَاشِ، فَتَرَكُوهُمْ عَالَةً مَسَاكِينَ إِخْوَانَ دَبَرٍ وَوَبَرٍ، أَذَلَّ الْأُمَمِ دَاراً، وَأَجْدَبَهُمْ قَرَاراً. لَا يَأْوُونَ إِلَى جَنَاحِ دَعْوَةٍ يَعْتَصِمُونَ بِهَا، وَلَا إِلَى ظِلِّ أُلْفَةٍ يَعْتَمِدُونَ عَلَى عِزِّهَا. فَالْأَحْوَالُ مُضْطَرِبَةٌ

اور دُنیا والوں کی گردنوں پر حکمران نہ تھے؛ اور تصویر کا یہ رُخ بھی دیکھو! کہ جب ان میں پھوٹ پڑ گئی، یکجہتی درہم برہم ہو گئی، ان کی باتوں اور دلوں میں اختلافات کے شاخسانے پھوٹ نکلے، اور وہ مختلف ٹولیوں میں بٹ گئے اور الگ جتھے بن کر ایک دوسرے سے لڑنے بھڑنے لگے، تو ان کی نوبت یہ ہو گئی کہ اللہ نے اُن سے عزت و بزرگی کا پیراہن اُتار لیا اور نعمتوں کی آسائشیں اُن سے چھین لیں اور تمھارے درمیان اُن کے واقعات کی حکایتیں عبرت حاصل کرنے والوں کے لیے عبرت بن کر رہ گئیں۔

(اب ذرا) اسماعیل کی اولاد، اسحاق کے فرزندوں اور یعقوب کے بیٹوں کے حالات سے عبرت و نصیحت حاصل کرو۔ حالات کتنے ملتے ہوئے ہیں اور طور طریقے کتنے یکساں ہیں۔ ان کے منتشر و پراگندہ ہو جانے کی صورت میں جو واقعات رونما ہوئے، اُن میں فکر و تامل کرو، کہ جب شاہانِ عجم اور سلاطینِ رُوم اُن پر حکمران تھے، وہ انھیں اطرافِ عالم کے سبزہ زاروں، عراق کے دریاؤں اور دُنیا کی شادابیوں سے خاردار جھاڑیوں، ہواؤں کے بے روک گزرگاہوں اور معیشت کی دُشواریوں کی طرف ڈھکیل دیتے تھے اور آخر انھیں فقیر و نادار اور زخمی پیٹھ والے اُونٹوں کا چرواہا اور بالوں کی جھونپڑیوں کا باشندہ بنا کر چھوڑتے تھے۔ ان کے گھر بار دُنیا جہاں سے بڑھ کر خستہ و خراب اور اُن کے ٹھکانے خشک سالیوں سے تباہ حال تھے، نہ اُن کی کوئی آواز تھی جس کے پر و بال کا سہارا لیں، نہ اُنس و محبت کی چھاؤں

وَالْأَيْدِي مُخْتَلِفَةٌ، وَالْكَثْرَةُ مُتَفَرِّقَةٌ - فِي بَلَاءِ أَزْلٍ، وَأَطْبَاقِ جَهْلٍ، مِنْ بَنَاتٍ مَوْءُودَةٍ - وَأَصْنَامٍ مَعْبُودَةٍ، وَأَرْحَامٍ مَقْطُوعَةٍ وَغَارَاتٍ مَشْنُونَةٍ -

فَانْظُرُوا إِلَىٰ مَوَاقِعِ نِعَمِ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ حِينَ بَعَثَ إِلَيْهِمْ رَسُولًا فَعَقَدَ بِمِلَّتِهِ طَاعَتَهُمْ وَجَمَعَ عَلَىٰ دَعْوَتِهِ أُلْفَتَهُمْ - كَيْفَ نَشَرَتِ النِّعْمَةُ عَلَيْهِمْ جَنَاحَ كَرَامَتِهَا، وَأَسَالَتْ لَهُمْ جَدَاوِلَ نَعِيمِهَا، وَالْتَفَّتِ الْمِلَّةُ بِهِمْ فِي عَوَائِدِ بَرَكَتِهَا، فَأَصْبَحُوا فِي نِعْمَتِهَا غَرِقِينَ، وَفِي خُضْرَةِ عَيْشِهَا فَكِهِينَ، قَدْ تَرَبَّعَتِ الْأُمُورُ بِهِمْ فِي ظِلِّ سُلْطَانٍ قَاهِرٍ، وَآوَتْهُمُ الْحَالُ إِلَىٰ كَنَفِ عِزٍّ غَالِبٍ وَ تَعَطَّفَتِ الْأُمُورُ عَلَيْهِمْ فِي ذُرَىٰ مُلْكٍ ثَابِتٍ، فَهُمْ حُكَّامٌ عَلَى الْعَالَمِينَ، وَمُلُوكٌ فِي أَطْرَافِ الْأَرَضِينَ يَمْلِكُونَ الْأُمُورَ عَلَىٰ مَنْ كَانَ يَمْلِكُهَا عَلَيْهِمْ وَيُمْضُونَ الْأَحْكَامَ فِيمَنْ كَانَ يُمْضِيهَا فِيهِمْ - لَا تُغْمَزُ لَهُمْ قَنَاةٌ وَلَا تُقْرَعُ لَهُمْ صَفَاةٌ -

تھی جس کے بل بوتے پر بھروسا کریں - اُن کے حالات پراگندہ ہاتھ الگ الگ تھے کثرت و جمعیت بٹی ہوئی رجانگداز مصیبتوں اور جہالت کی تہ بہ تہ تہوں میں پڑے ہوئے تھے یوں کہ لڑکیاں زندہ درگور تھیں (گھر گھر مورتی) پوجا ہوتی تھی - رشتے ناطے توڑے جا چکے تھے اور لوٹ کھسوٹ کی گرم بازاری تھی -

دیکھو! کہ اللہ نے اُن پر کتنے احسانات کیے کہ اُن میں اپنا رسول بھیجا کہ جس نے اپنی اطاعت کا انھیں پابند بنایا اور انھیں ایک مرکزِ وحدت پر جمع کر دیا اور کیونکر خوش حالی نے اپنے پر و بال اُن پر پھیلا دیے اور اُن کے لیے بخشش و فیضان کی نہریں بہا دیں اور شریعت نے انھیں اپنی برکت کے بے بہا فائدوں میں لپیٹ لیا۔ چنانچہ وُہ اس کی نعمتوں میں شرابور اور اس کی زندگی کی تر و تازگیوں میں خوشحال اور ایک مسلط فرمانروا (اسلام کے زیرِ سایہ اُن کی زندگی) کے تمام شعبے (نظم و ترتیب سے) قائم ہو گئے اور اُن کے حالات (کی درستگی) نے انھیں غلبہ و بزرگی کے پہلو میں جگہ دی اور ایک مضبوط سلطنت کی سربلند چوٹیوں میں (دین و دُنیا کی) سعادتیں اُن پر جھک پڑیں - وُہ تمام جہان پر حکمران اور زمین کی پہنائیوں میں تخت و تاج کے مالک بن گئے اور جن پابندیوں کی بنا پر دُوسروں کے زیر دست تھے - اب یہ انھیں پابند بنا کر اُن پر مسلط ہو گئے - اور جن کے زیرِ فرمان تھے اُن کے فرمانروا بن گئے - نہ اُن کا دم خم ہی نکالا جا سکتا ہے اور نہ ہی اُن کا کس بل توڑا جا سکتا ہے -

أَلَا وَإِنَّكُمْ قَدْ نَفَضْتُمْ أَيْدِيَكُمْ
مِنْ حَبْلِ الطَّاعَةِ - وَثَلَمْتُمْ
حِصْنَ اللهِ الْمَضْرُوبَ عَلَيْكُمْ
بِأَحْكَامِ الْجَاهِلِيَّةِ - فَإِنَّ اللهَ
سُبْحَانَهُ قَدِ امْتَنَّ عَلَى جَمَاعَةِ
هٰذِهِ الْأُمَّةِ فِيمَا عَقَدَ بَيْنَهُمْ
مِنْ حَبْلِ هٰذِهِ الْأُلْفَةِ الَّتِي
يَنْتَقِلُونَ فِي ظِلِّهَا، وَيَأْوُونَ إِلَىٰ
كَنَفِهَا، بِنِعْمَةٍ لَا يَعْرِفُ أَحَدٌ مِنَ
الْمَخْلُوقِينَ لَهَا قِيمَةً، لِأَنَّهَا أَرْجَحُ
مِنْ كُلِّ ثَمَنٍ وَأَجَلُّ مِنْ كُلِّ خَطَرٍ۔
وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ صِرْتُمْ بَعْدَ
الْهِجْرَةِ أَعْرَابًا، وَبَعْدَ الْمُوَالَاةِ
أَحْزَابًا، مَا تَتَعَلَّقُونَ مِنَ الْإِسْلَامِ
إِلَّا بِاسْمِهِ، وَلَا تَعْرِفُونَ مِنَ
الْإِيمَانِ إِلَّا رَسْمَهُ - تَقُولُونَ
النَّارَ وَلَا الْعَارَ، كَأَنَّكُمْ تُرِيدُونَ
أَنْ تُكْفِئُوا الْإِسْلَامَ عَلَىٰ وَجْهِهِ
انْتِهَاكًا لِحَرِيمِهِ، وَنَقْضًا
لِمِيثَاقِهِ الَّذِي وَضَعَهُ اللهُ لَكُمْ
حَرَمًا فِي أَرْضِهِ، وَأَمْنًا بَيْنَ
خَلْقِهِ، وَإِنَّكُمْ إِنْ لَجَأْتُمْ
إِلَىٰ غَيْرِهِ حَارَبَكُمْ أَهْلُ الْكُفْرِ،
ثُمَّ لَا جَبْرَائِيلُ وَلَا مِيكَائِيلُ وَلَا
مُهَاجِرُونَ وَلَا أَنْصَارٌ يَنْصُرُونَكُمْ

دیکھو! تم نے اطاعت کے بندھنوں سے اپنے ہاتھوں کو چھڑا لیا اور زمانۂ جاہلیت کے طور طریقوں سے اپنے گرد کھچے ہوئے حصار میں رخنہ ڈال دیا۔ خداوند عالم نے اس اُمت کے لوگوں پر اس نعمتِ بے بہا کے ذریعہ سے لطف و احسان فرمایا ہے کہ جس کی قدر و قیمت کو مخلوقات میں سے کوئی نہیں پہچانتا کیونکہ وہ ہر (ٹھہرائی ہوئی) قیمت سے گراں تر اور ہر شرف و بلندی سے بالاتر ہے۔ اور وہ یہ کہ ان کے درمیان اُنس و یکجہتی کا رابطہ (اسلام) قائم کیا کہ جس کے سایہ میں وہ منزل کرتے ہیں، اور جس کے کنارِ (عاطفت) میں پناہ لیتے ہیں۔

یہ جانے رہو کہ تم (جہالت و نادانی) کو خیرباد کہہ دینے کے بعد پھر صحرائی بدو اور باہمی دوستی کے بعد پھر مختلف گروہوں میں بٹ گئے ہو۔ اسلام سے تمہارا واسطہ نام کو رہ گیا ہے اور ایمان سے چند ظاہری لکیروں کے علاوہ تمہیں کچھ سجھائی نہیں دیتا۔ تمہارا قول یہ ہے کہ آگ میں کود پڑیں گے۔ مگر عار قبول نہ کریں گے گویا تم یہ چاہتے ہو کہ اسلام کی ہتک حرمت اور اس کا عہد توڑ کر اسے منہ کے بل اوندھا کر دو، وہ عہد کہ جسے اللہ نے زمین میں پناہ اور مخلوقات میں امن قرار دیا ہے۔ (یاد رکھو! کہ) اگر تم نے اسلام کے علاوہ کہیں اور کا رُخ کیا تو کفار تم سے جنگ کے لیے اُٹھ کھڑے ہوں گے پھر نہ جبرئیل و میکائیل ہیں اور نہ انصار و مہاجر ہیں کہ تمہاری مدد کریں، سوا اس کے کہ تلواروں کو کھٹکھٹاؤ۔ یہاں تک کہ اللہ تمہارے درمیان فیصلہ

إلا المقارعة بالسيف حتى يحكم الله بينكم، وإن عندكم الأمثال من بأس الله وقوارعه وأيامه ووقائعه فلا تستبطئوا وعيده جهلا بأخذه وتهاونا ببطشه ويأسا من بأسه فإن الله سبحانه لم يلعن القرن الماضي بين أيديكم إلا لتركهم الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر فلعن الله السفهاء لركوب المعاصي، والحلماء لترك التناهي۔

ألا وقد قطعتم قيد الإسلام وعطلتم حدوده وأمتم أحكامه، ألا وقد أمرني الله بقتال أهل البغي والنكث والفساد في الأرض فأما الناكثون فقد قاتلت، وأما القاسطون فقد جاهدت، وأما المارقة فقد دوخت، وأما شيطان الردهة فقد كفيته بصعقة سمعت لها وجبة قلبه ورجة صدره، وبقيت بقية من أهل البغي، ولئن أذن الله في الكرة عليهم لأديلن منهم إلا ما يتشذر في أطراف البلاد تشذرا۔ أنا وضعت في الصغر بكلاكل العرب

کر دے۔ خدا کا سخت عذاب، جھنجھوڑنے والا عقاب ابتلاؤں کے دن اور تعزیر و ہلاکت کے حادثے تمہارے سامنے ہیں۔ اس کی گرفت سے انجان بن کر اور اس کی پکڑ کو آسان سمجھ کر اور اُس کی سختی سے غافل ہو کر اُس کے قہر و عذاب کو دُور نہ سمجھو۔ خداوندِ عالم نے گزشتہ اُمتوں کو محض اس لیے اپنی رحمت سے دُور رکھا کہ وُہ اچھائی کا حکم دینے اور بُرائی سے روکنے سے مُنہ موڑ چکے تھے۔ چنانچہ اللہ نے بے وقوفوں پر ارتکابِ گناہ کی وجہ سے اور دانشمندوں پر خطاؤں سے باز نہ آنے کے سبب سے لعنت کی ہے

دیکھو! تم نے اسلام کی پابندیاں توڑ دیں اور اُس کی حدیں بیکار کر دیں اور اس کے احکام سرے سے ختم کر دیئے معلوم ہونا چاہیئے کہ اللہ نے مجھے باغیوں عہد شکنوں اور زمین میں فساد پھیلانے والوں سے جہاد کا حکم دیا۔ چنانچہ میں نے عہد شکنوں (اصحابِ جمل) سے جنگ کی نافرمانوں (اہلِ صفین) سے جہاد کیا اور بے دینوں (خوارج نہروان) کو بھی پُوری طرح ذلیل کر کے چھوڑا۔ مگر گڑھے (میں گر کر مرنے) والا شیطان میرے لیے اس کی مُہم سر ہو گئی۔ ایک ایسی چنگھاڑ کے ساتھ کہ جس میں اُس کے دل کی دھڑکن اور سینے کی تھرتھری کی آواز میرے کانوں میں پہنچ رہی تھی۔ اب باغیوں میں سے کچھ رہے سہے باقی رہ گئے ہیں اگر اللہ نے پھر مجھے اُن پر دھاوا بولنے کی اجازت دی تو میں اُنھیں تہس نہس کر کے دولت و سلطنت کا رُخ دُوسری طرف موڑ دوں گا (پھر) وُہی لوگ بچ سکیں گے جو مختلف شہروں

وَكَسَرْتُ نَوَاجِمَ قُرُوْنِ رَبِيْعَةَ وَ
مُضَرَ - وَقَدْ عَلِمْتُمْ مَوْضِعِيْ مِنْ
رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ
بِالْقَرَابَةِ الْقَرِيْبَةِ وَالْمَنْزِلَةِ الْخَصِيْصَةِ
وَضَعَنِيْ فِيْ حِجْرِهٖ وَاَنَا وَلَدٌ يَضُمُّنِيْ
اِلٰى صَدْرِهٖ وَيَكْنُفُنِيْ اِلٰى فِرَاشِهٖ
وَيُمِسُّنِيْ جَسَدَهٗ وَيُشِمُّنِيْ عَرْفَهٗ
وَكَانَ يَمْضَغُ الشَّيْءَ ثُمَّ يُلْقِمُنِيْهِ
وَمَا وَجَدَ لِيْ كَذْبَةً فِيْ قَوْلٍ
وَلَا خَطْلَةً فِيْ فِعْلٍ وَلَقَدْ قَرَنَ
اللهُ بِهٖ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ
مِنْ لَدُنْ اَنْ كَانَ فَطِيْمًا اَعْظَمَ
مَلَكٍ مِنْ مَلَائِكَتِهٖ يَسْلُكُ بِهٖ
طَرِيْقَ الْمَكَارِمِ، وَمَحَاسِنَ اَخْلَاقِ
الْعَالَمِ لَيْلَهٗ وَنَهَارَهٗ، وَلَقَدْ
كُنْتُ اَتَّبِعُهٗ اِتِّبَاعَ الْفَصِيْلِ اَثَرَ
اُمِّهٖ يَرْفَعُ لِيْ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ مِنْ
اَخْلَاقِهٖ عَلَمًا وَيَاْمُرُنِيْ بِالْاِقْتِدَاءِ
بِهٖ - وَلَقَدْ كَانَ يُجَاوِرُ فِيْ
كُلِّ سَنَةٍ بِحِرَاءَ فَاَرَاهُ وَلَا
يَرَاهُ غَيْرِيْ - وَلَمْ يَجْمَعْ بَيْتٌ
وَاحِدٌ يَوْمَئِذٍ فِي الْاِسْلَامِ غَيْرَ
رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ
وَخَدِيْجَةَ وَاَنَا ثَالِثُهُمَا - اَرٰى
نُوْرَ الْوَحْيِ وَالرِّسَالَةِ، وَاَشُمُّ

کی دُور دراز حدوں میں تتر بتر ہو چکے ہوں گے میں نے تو بچپن ہی میں عرب کا سینہ پیوندِ زمین کر دیا تھا اور قبیلہ ربیعہ و مضر کے اُبھرے ہوئے سینگوں کو توڑ دیا تھا۔ تم جانتے ہی ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قریب کی عزیزداری اور مخصوص قدر و منزلت کی وجہ سے میرا مقام اُن کے نزدیک کیا تھا میں بچہ ہی تھا کہ رسولؐ نے مجھے گود میں لے لیا تھا۔ اپنے سینے سے چمٹائے رکھتے تھے۔ بستر میں اپنے پہلو میں جگہ دیتے تھے۔ اپنے جسم مبارک کو مجھ سے مس کرتے تھے اور اپنی خوشبو مجھے سنگھاتے تھے۔ پہلے آپ کسی چیز کو چباتے پھر اُس کے لقمے بنا کر میرے منہ میں دیتے تھے۔ انھوں نے نہ تو میری کسی بات میں جھوٹ کا شائبہ پایا نہ میرے کسی کام میں لغزش و کمزوری دیکھی اللہ نے آپ کی دُودھ بڑھائی کے وقت ہی سے فرشتوں میں سے ایک عظیم المرتبت ملک (روح القدس) کو آپ کے ساتھ لگا دیا تھا جو انھیں شب و روز بزرگ خصلتوں اور پاکیزہ سیرتوں کی راہ پر لے چلتا تھا، اور میں اُن کے پیچھے پیچھے یوں لگا رہتا تھا جیسے اُونٹنی کا بچہ اپنی ماں کے پیچھے۔ آپ ہر روز میرے لیے اخلاقِ حسنہ کے پرچم بلند کرتے تھے اور مجھے ان کی پیروی کا حکم دیتے تھے۔ اور ہر سال (کوہ) حرا میں کچھ عرصہ قیام فرماتے تھے اور وہاں میرے علاوہ کوئی انہیں نہیں دیکھتا تھا۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور (اُم المومنین) خدیجہؓ کے گھر کے علاوہ کسی گھر کی چار دیواری میں اسلام نہ تھا البتہ تیسرا اُن میں میں تھا

رِيحَ النُّبُوَّةِ۔

وَلَقَدْ سَمِعْتُ رَنَّةَ الشَّيْطَانِ حِينَ نَزَلَ الْوَحْيُ عَلَيْهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا هٰذِهِ الرَّنَّةُ؟ فَقَالَ هٰذَا الشَّيْطَانُ أَيِسَ مِنْ عِبَادَتِهِ إِنَّكَ تَسْمَعُ مَا أَسْمَعُ وَتَرَى مَا أَرَى إِلَّا أَنَّكَ لَسْتَ بِنَبِيٍّ، وَلٰكِنَّكَ وَزِيرٌ وَإِنَّكَ لَعَلَى خَيْرٍ وَلَقَدْ كُنْتُ مَعَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَمَّا أَتَاهُ الْمَلَأُ مِنْ قُرَيْشٍ، فَقَالُوا لَهُ: يَا مُحَمَّدُ إِنَّكَ قَدِ ادَّعَيْتَ عَظِيمًا لَمْ يَدَّعِهِ آبَاؤُكَ وَلَا أَحَدٌ مِنْ بَيْتِكَ وَنَحْنُ نَسْأَلُكَ أَمْرًا إِنْ أَنْتَ أَجَبْتَنَا إِلَيْهِ وَأَرَيْتَنَاهُ عَلِمْنَا أَنَّكَ نَبِيٌّ وَرَسُولٌ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ عَلِمْنَا أَنَّكَ سَاحِرٌ كَذَّابٌ فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ: وَمَا تَسْأَلُونَ؟ قَالُوا تَدْعُو لَنَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ حَتّٰى تَنْقَلِعَ بِعُرُوقِهَا وَتَقِفَ بَيْنَ يَدَيْكَ فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ۔ إِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، فَإِنْ فَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ ذٰلِكَ، أَتُؤْمِنُونَ وَتَشْهَدُونَ بِالْحَقِّ؟ قَالُوا نَعَمْ، قَالَ فَإِنِّي

میں وحی و رسالت کا نور دیکھتا تھا اور نبوت کی خوشبو سونگھتا تھا۔

جب آپ پر (پہلے پہل) وحی نازل ہوئی تو میں نے شیطان کی ایک چیخ سنی، جس پر میں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ یہ آواز کیسی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ شیطان ہے کہ جو اپنے پوجے جانے سے مایوس ہو گیا ہے (اے علی) جو میں سنتا ہوں تم بھی سنتے ہو اور جو میں دیکھتا ہوں تم بھی دیکھتے ہو، فرق اتنا ہے کہ تم نبی نہیں ہو بلکہ (میرے) وزیر و جانشین ہو اور یقیناً بھلائی کی راہ پر ہو۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ تھا کہ قریش کی ایک جماعت آپ کے پاس آئی اور انھوں نے آپ سے کہا کہ اے محمدؐ آپ نے ایک بہت بڑا دعویٰ کیا ہے۔ ایسا دعویٰ نہ تو آپ کے باپ دادا نے کیا نہ آپ کے خاندان والوں میں سے کسی اور نے کیا ہم آپ سے ایک امر کا مطالبہ کرتے ہیں اگر آپ نے اُسے پورا کر کے ہمیں دکھلا دیا تو پھر ہم بھی یقین کر لیں گے کہ آپ نبی و رسول ہیں اور اگر نہ کر سکے تو ہم جان لیں گے کہ (معاذ اللہ) آپ جادوگر اور جھوٹے ہیں حضرت نے فرمایا کہ وہ تمھارا مطالبہ ہے کیا؟ انھوں نے کہا کہ آپ ہمارے لیے اس درخت کو پکاریں کہ یہ جڑ سمیت اُکھڑ آئے اور آپ کے سامنے آکر ٹھہر جائے آپ نے فرمایا کہ بلاشبہ اللہ ہر شے پر قادر ہے۔ اگر اُس نے تمھارے لیے ایسا کر دکھایا تو کیا تم ایمان لے آؤ گے۔ اور حق کی گواہی دو گے؟ انھوں نے کہا کہ ہاں آپ نے فرمایا کہ اچھا جو تم چاہتے ہو تمھیں دکھلائے

سَأُرِيكُمْ مَا تَطْلُبُونَ، وَإِنِّي
لَأَعْلَمُ أَنَّكُمْ لَا تَفِيئُونَ إِلَى خَيْرٍ
وَإِنَّ فِيكُمْ مَنْ يُطْرَحُ فِي الْقَلِيبِ
وَمَنْ يُحَزِّبُ الْأَحْزَابَ، ثُمَّ قَالَ
صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ: يَا أَيَّتُهَا
الشَّجَرَةُ إِنْ كُنْتِ تُؤْمِنِينَ بِاللهِ
وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَتَعْلَمِينَ أَنِّي
رَسُولُ اللهِ فَانْقَلِعِي بِعُرُوقِكِ
حَتَّى تَقِفِي بَيْنَ يَدَيَّ بِإِذْنِ
اللهِ. فَوَالَّذِي بَعَثَهُ بِالْحَقِّ
لَانْقَلَعَتْ بِعُرُوقِهَا وَجَاءَتْ
وَلَهَا دَوِيٌّ شَدِيدٌ وَقَصْفٌ كَقَصْفِ
أَجْنِحَةِ الطَّيْرِ حَتَّى وَقَفَتْ بَيْنَ
يَدَيْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ
وَآلِهِ وَسَلَّمَ مُرَفْرِفَةً وَأَلْقَتْ بِغُصْنِهَا
الْأَعْلَى عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ، وَبِبَعْضِ أَغْصَانِهَا
عَلَى مَنْكِبِي، وَكُنْتُ عَنْ يَمِينِهِ
صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا نَظَرَ الْقَوْمُ
إِلَى ذٰلِكَ قَالُوا - عُلُوًّا وَاسْتِكْبَارًا:
فَمُرْهَا فَلْيَأْتِكَ نِصْفُهَا، وَيَبْقَى
نِصْفُهَا، فَأَمَرَهَا بِذٰلِكَ، فَأَقْبَلَ
إِلَيْهِ نِصْفُهَا كَأَعْجَبِ إِقْبَالٍ وَ
أَشَدِّهِ دَوِيًّا، فَكَادَتْ تَلْتَفُّ
بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ

دیتا ہوں اور میں یہ اچھی طرح جانتا ہوں کہ تم بھلائی کی
طرف پلٹنے والے نہیں ہو۔ یقیناً تم میں کچھ لوگ تو وہ
ہیں جنھیں چاہ (بدر) میں جھونک دیا جائے گا اور کچھ
وہ ہیں جو (جنگِ) احزاب میں جتھا بندی کریں گے۔ پھر
آپؐ نے فرمایا کہ اے درخت اگر تو اللہ اور آخرت کے
دن پر ایمان رکھتا ہے اور یہ یقین رکھتا ہے کہ میں اللہ کا
رسول ہوں، تو اپنی جڑ سمیت اکھڑ آ یہاں تک کہ تو
بحکمِ خدا میرے سامنے آکر ٹھہر جائے (رسولؐ کا یہ فرمانا
تھا کہ) اُس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ
مبعوث کیا وُہ درخت جڑ سمیت اکھڑ آیا اور اس طرح
آیا کہ اُس سے سخت کھڑکھڑاہٹ اور پرندوں کے پَروں
کی پھڑپھڑاہٹ کی سی آواز آتی تھی یہاں تک کہ وُہ
لچکتا جھومتا ہُوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے
رُوبرُو آکر ٹھہر گیا اور بلند شاخیں اُن پر اور کچھ شاخیں
میرے کندھے پر ڈال دیں اور میں آپؐ کی دائیں جانب
کھڑا تھا، جب قریش نے یہ دیکھا تو نخوت وغرور سے
کہنے لگے کہ اسے حکم دیں کہ آدھا آپ کے پاس آئے
اور آدھا اپنی جگہ پر رہے۔ چنانچہ آپؐ نے اُسے یہی حکم
دیا تو اُس کا آدھا حصّہ آپؐ کی طرف بڑھ آیا اس طرح
کہ اُس کا آنا (پہلے آنے سے بھی) زیادہ عجیب صُورت
سے اور زیادہ تیز آواز کے ساتھ تھا اور ایسے کہ وُہ قریب
تھا کہ وُہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لپٹ جائے
اب اُنھوں نے کفر و سرکشی سے کہا کہ اچھا اب اِس
آدھے کو حکم دیجیے کہ یہ اپنے دُوسرے حصّے کے پاس
پلٹ جائے جس طرح پہلے تھا چنانچہ آپؐ نے حکم دیا

آلِهٖ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا۔ كُفْرًا وَعُتُوًّا۔ فَمُرْ هٰذَا النِّصْفَ فَلْيَرْجِعْ اِلٰى نِصْفِهٖ كَمَا كَانَ فَاَمَرَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَرَجَعَ۔ فَقُلْتُ اَنَا:۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَاِنِّيْ اَوَّلُ مُؤْمِنٍ بِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، وَاَوَّلُ مَنْ اَقَرَّ بِاَنَّ الشَّجَرَةَ فَعَلَتْ مَا فَعَلَتْ بِاَمْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى تَصْدِيْقًا بِنُبُوَّتِكَ وَاِجْلَالًا لِكَلِمَتِكَ، فَقَالَ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ بَلْ سَاحِرٌ كَذَّابٌ، عَجِيْبُ السِّحْرِ، خَفِيْفٌ فِيْهِ۔ وَهَلْ يُصَدِّقُكَ فِيْ اَمْرِكَ اِلَّا مِثْلُ هٰذَا؟ يَعْنُوْنَنِيْ وَاِنِّيْ لَمِنْ قَوْمٍ لَا تَاْخُذُهُمْ فِي اللّٰهِ لَوْمَةُ لَائِمٍ، سِيْمَاهُمْ سِيْمَا الصِّدِّيْقِيْنَ، وَكَلَامُهُمْ كَلَامُ الْاَبْرَارِ، عُمَّارُ اللَّيْلِ وَمَنَارُ النَّهَارِ، مُتَمَسِّكُوْنَ بِحَبْلِ الْقُرْاٰنِ، يُحْيُوْنَ سُنَنَ اللّٰهِ وَسُنَنَ رَسُوْلِهٖ۔ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ وَلَا يَعْلُوْنَ وَلَا يَغُلُّوْنَ وَلَا يُفْسِدُوْنَ، قُلُوْبُهُمْ فِي الْجِنَانِ وَاَجْسَادُهُمْ فِي الْعَمَلِ۔

اور وُہ پلٹ گیا میں نے (یہ دیکھ کر) کہا کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ اے اللہ کے رسولؐ میں آپ پر سب سے پہلے ایمان لانے والا ہُوں۔ اور سب سے پہلے اس کا اقرار کرنے والا ہوں کہ اس کے درخت نے بحکمِ خدا آپؐ کی نبوّت کی تصدیق اور آپ کے کلام کی عظمت و برتری دکھانے کے لیے جو کچھ کیا ہے وُہ امرِ واقعی ہے۔ (کوئی آنکھ کا پھیر نہیں) یہ سُن کر وُہ ساری قوم کہنے لگی کہ یہ (پناہ بخدا) پرلے درجے کے جھوٹے اور جادُوگر ہیں۔ ان کا سحر عجیب و غریب ہے اور ہیں بھی اس میں چابکدست اِس امر پر آپ کی تصدیق ان جیسے ہی کر سکتے ہیں اور اس سے مجھے مُراد لیا (جو چاہیں کہیں) میں تو اس جماعت میں سے ہوں کہ جن پر اللہ کے بارے میں کوئی ملامت اثر انداز نہیں ہوتی وہ جماعت ایسی ہے جن کے چہرے سچوں کی تصویر اور جن کا کلام نیکوں کے کلام کا آئینہ دار ہے، وُہ شب زندہ دار دن کے روشن مینار اور خدا کی رسّی سے وابستہ ہیں یہ لوگ۔ اللہ کے فرمانوں اور پیغمبرؐ کی سُنّتوں کو زندگی بخشتے ہیں، نہ سربلندی دکھاتے ہیں نہ خیانت کرتے ہیں اور نہ فساد پھیلاتے ہیں۔ اُن کے دل جنّت میں اٹکے ہُوئے اور جسم اعمال میں لگے ہُوئے ہیں۔

۱؎ مطلب یہ کہ جس طرح حاسد محسود کی تباہی کے درپے ہوتا ہے اسی طرح تم کفرانِ نعمت وارتکابِ معاصی سے زوال نعمت کے اسباب پیدا نہ کرو۔

۲؎ مطلب یہ ہے کہ اگر ظاہری رُعب و دبدبہ سے مرعُوب ہوکر ایمان لایا جائے گا اور قوت و طاقت سے متاثر ہوکر عبادت کی جائے گی تو نہ ایمان اپنے حقیقی مفہوم پر اور نہ عبادت اپنے اصلی معنی پر باقی رہے گی۔ کیونکہ ایمان تصدیقِ باطنی و یقینِ قلبی کا نام ہے اور جبر و اکراہ سے جس یقین کا مظاہرہ کیا جائے گا وہ صرف زبانی اقرار ہوگا، مگر قلبی اعتراف نہیں ہوگا اور عبادت عبودیت کے

مظاہرہ کا نام ہے اور جس عبادت میں احساسِ عبودیت و جذبہ نیازمندی نہ ہو اور صرف سطوت و ہیبت کے پیشِ نظر بجالائی گئی ہو وہ عبادت نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا ایسا ایمان اور ایسی عبادت اپنے صحیح معنی و مفہوم کی آئینہ دار نہ ہو گی۔

۳ھ عالم اور فقیر کی وجہ تخصیص یہ ہے کہ عالم کے پاس علم کی روشنی ہوتی ہے جو اس کی رہنمائی کر سکتی ہے اور فقیر کی بے مائگی اُس کے لیے مانع ہو سکتی ہے۔ مگر اس کے باوجود عالم و فقیر دونوں اس کے فریب میں آجاتے ہیں تو پھر جاہل کس طرح اپنے کو اِس کے ہتھکنڈوں سے محفوظ رکھ سکتا ہے اور مالدار کہ جس کے پاس بے راہ روی کے سارے وسائل و ذرائع موجود ہوتے ہیں کس طرح اس سے اپنا بچاؤ کر سکتا ہے کلا ان الانسان لیطغی ان راٰہ استغنی بے شک انسان جب اپنے کو مالدار دیکھتا ہے تو سرکشی کرنے لگتا ہے۔

۴ھ امم سابقہ کے عروج و زوال اور وقائع و حالات پر اگر نظر کی جائے تو یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ قوموں کا بننا بگڑنا صرف بخت و اتفاق کا نتیجہ نہیں ہوتا بلکہ اس میں بڑی حد تک اُن کے افعال و اعمال کا دخل ہوتا ہے اور وُہ اعمال جس نوعیت کے ہوتے ہیں، ویسا ہی اُن کا نتیجہ و ثمرہ ظاہر ہوتا ہے۔ چنانچہ گذشتہ قوموں کے حالات و واقعات اُس کے آئینہ دار ہیں کہ ظلم و بدعملی کا نتیجہ ہمیشہ تباہی و ہلاکت اور نیکی و سلامت روی کا ثمرہ ہمیشہ خوش بختی و کامرانی رہا ہے اور چونکہ زمانوں اور قوموں کے اختلاف سے نتائج میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ لہٰذا ویسے حالات اگر پھر پیدا ہوں اور ویسے واقعات اگر پھر دُہرائے جائیں تو وُہی نتائج اُبھر کر سامنے آئیں گے جو پہلے حالات کے نتیجہ میں سامنے آچکے ہیں۔ کیونکہ ہر چیز کے خواص و نتائج کی طرح اچھے اور بُرے عملوں کے نتائج کا ظہور بھی قطعی اور یقینی ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو گذشتہ واقعات اور اُن کے نتائج کو پیش کر کے مظلوموں اور بے بس لوگوں کو پُر امید نہ بنایا جا سکتا اور ظالموں اور ستمرانوں کو اُن کی پاداشِ عمل سے خائف و ترساں نہ کیا جا سکتا۔ اِس بنا پر کہ کیا ضروری ہے کہ وُہی نتائج اب بھی ظاہر ہوں۔ جو اُن جیسے واقعات سے ظاہر ہو چکے ہیں۔ لیکن نتائج کی یک رنگی ہی وُہ چیز ہے جو گذشتہ واقعات کو بعد والوں کے لیے مُرقعِ عبرت بنا کر پیش کرتی ہے۔ چنانچہ اِسی مقصد کے پیشِ نظر امیر المومنینؑ نے بنی اسماعیل و بنی اسحٰق و بنی اسرائیل کے مختلف حالات و ادوار اور شاہانِ عجم و روم کے ہاتھوں اُن کی ابتلاء و مشقت اور تباہی و بربادی کا تذکرہ کر کے دعوتِ فکر و بصیرت دی ہے۔

حضرت ابراہیمؑ کے بڑے فرزند حضرت اسمٰعیل کی اولاد بنی اسمٰعیل اور چھوٹے بیٹے حضرت اسحٰق کی اولاد بنی اسحٰق کہلاتی ہے جو بعد میں شاخ در شاخ ہو کر مختلف قبیلوں میں بٹتی اور مختلف ناموں سے موسوم ہوتی گئی۔ اُن کا ابتدائی مسکن فلسطین کے علاقے میں مقامِ کنعان تھا۔ جہاں حضرت ابراہیم سرزمین دجلہ و فرات سے ہجرت کر کے مقیم ہو گئے تھے۔ ان کے فرزند حضرت اسماعیل کی منزل سرزمینِ حجاز تھی۔ جہاں حضرت ابراہیم انھیں اور ان کی والدہ حضرت ہاجرہ کو چھوڑ گئے تھے۔ حضرت اسماعیلؑ نے انہی اطراف میں بسنے والے قبیلہ جرہم کی ایک خاتون السیدہ بنت مضاض سے شادی کی جن سے اُن کی اولاد پھلی پھولی اور اطراف و اکناف عالم میں پھیل گئی۔ حضرت ابراہیمؑ کے دُوسرے فرزند حضرت اسحٰقؑ کنعان ہی میں مقیم رہے اور ان کے فرزند حضرت یعقوب (اسرائیل) تھے۔

جنھوں نے اپنے ماموں لبان ابن ناہر کی دختر لیا سے عقد کیا اور اس کے مرنے کے بعد اُن کی دوسری صاحبزادی راحیل سے شادی کی اور ان دونوں سے ان کی اولاد ہوئی جو بنی اسرائیل کہلاتی ہے۔ ان فرزندوں میں سے ایک فرزند حضرت یوسف تھے۔ جو اپنے ہمسایہ ملک مصر میں ایک ناگہانی صورت سے پہنچ گئے اور غلامی و اسیری کی کڑیاں جھیلنے کے بعد مصر کے تخت و تاج کے مالک ہو گئے۔ اس انقلاب کے بعد انھوں نے اپنے تمام عزیزوں اور کنبہ والوں کو بھی وہیں بلالیا اور اس طرح مصر بنی اسرائیل کا مستقر قرار پاگیا۔ یہ لوگ کچھ عرصہ تک امن چین سے رہتے سہتے اور عزت و احترام کی زندگی گزارتے رہے۔ مگر رفتہ رفتہ وہاں کے باشندے انھیں ذلّت و حقارت کی نظروں سے دیکھنے لگے اور انھیں ہر طرح کے مظالم کا نشانہ بنالیا۔ یہاں تک کہ لڑکوں کو ذبح اور اُن کی عورتوں کو کنیزی کے لیے رکھ لیتے تھے۔ جس سے اُن کی عزم و ہمت پامال اور روح آزادی مضمحل ہو کر رہ گئی۔

آخر حالات نے پلٹا کھایا اور چار سو برس تک غلامی کی زنجیروں میں جکڑے رہنے کے بعد نکبت و مصیبت کا دور کٹا اور فرعونی حکومت کے مظالم سے نجات دلانے کے لیے قدرت نے حضرت موسیٰؑ کو بھیج دیا جو انھیں لے کر مصر سے نکل کھڑے ہوئے لیکن قدرت نے فرعون کو تباہ کرنے کے لیے اسرائیلیوں کا رُخ دریائے نیل کی طرف موڑ دیا۔ جہاں آگے پانی کی طغیانیاں تھیں اور پیچھے فرعون کی دل بادل فوجیں جس سے یہ لوگ سخت پریشان ہوئے۔ مگر قدرت نے حضرت موسیٰ کو حکم دیا کہ وہ بے کھٹکے دریا کے اندر اُتر جائیں۔ چنانچہ جب وہ بڑھے تو دریا میں ایک چھوڑ کئی راستے پیدا ہو گئے۔ اور حضرت موسیٰؑ اسرائیلیوں کو لے کر دریا کے اُس پار اُتر گئے۔ فرعون عقب سے آ ہی رہا تھا۔ جب اُس نے اُن کو گزرتے ہوئے دیکھا تو لشکر کے ساتھ آگے بڑھا اور جب وسط دریا میں پہنچا تو رُکے ہوئے پانی میں حرکت پیدا ہوئی اور فرعون اور اس کے لشکر کو اپنی لپیٹ میں لے کر موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ چنانچہ قدرت کا ارشاد ہے :

وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ
سُوْٓءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ
وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ
مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ٥

اور اُس وقت کو یاد کرو کہ جب ہم نے تمھیں فرعون والوں سے نجات دی جو تمھیں بُرے سے بُرا عذاب دیتے تھے تمھارے لڑکوں کو ذبح کر ڈالتے تھے اور تمھاری عورتوں کو زندہ رہنے دیتے تھے۔ اس میں تمھارے پروردگار کی طرف سے بڑی کٹھن آزمائش تھی۔

بہر صورت جب یہ حدودِ مصر سے نکل کر اپنے آبائی وطن فلسطین و شام میں پہنچے تو اپنی سلطنت و حکومت کی بنیاد رکھ کر آزادی کی فضا میں سانس لینے لگے۔ اور قدرت نے ان کی پستی و ذلّت کو فرمانروائی کی بلندی و رفعت سے بدل دیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :-

وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ يُسْتَضْعَفُوْنَ
مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِيْ
بٰرَكْنَا فِيْهَا وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ

ہم نے اُس جماعت کو جو کمزور و ناتواں سمجھی جاتی تھی زمین کے پورب پچھم کے اُن حصوں کا وارث بنایا جنھیں ہم نے اپنی برکتوں سے مالا مال کیا ہے۔ اے پیغمبرؐ! تمھارے پروردگار کا خوشگوار وعدہ بنی

الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ بِمَا صَبَرُوْا ۭ وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ وَمَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ ۝

اسرائیل کے حق میں پورا ہوا۔ چونکہ وہ (فرعون کے مظالم پر) صبر و استقامت سے جمے رہے اور جو کچھ فرعون اور اس کی قوم بناتی اور جو عمارتیں بلند کرتی تھی ہم نے سب برباد کر دیں۔

اسرائیلیوں نے تختِ فرمانروائی پر قدم رکھتے اور خوشحال و فارغ البالی حاصل کرنے کے بعد دورِ غلامی کی تمام ذلتوں اور رُسوائیوں کو فراموش کر دیا۔ اور اللہ کی بخشی ہوئی نعمتوں پر شکر گزار ہونے کے بجائے سرکشی و بغاوت پر اتر آئے چنانچہ وہ بدکرداری و بداخلاقی کی طرف بے جھجک بڑھتے۔ شرارتوں اور فتنہ انگیزیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے، حیلے حوالوں سے حلال کو حرام اور حرام کو حلال ٹھہرانے میں کوئی باک نہ کرتے۔ خدا کی طرف سے تبلیغ و دعوت کے فرائض انجام دینے والے انبیاء کو ستاتے اور ان کے خونِ ناحق سے ہاتھ رنگتے۔ اب ان کی بداعمالیوں کا تقاضا یہی تھا کہ انھیں ان کے پاداشِ عمل کی گرفت میں جکڑ لیا جائے۔ چنانچہ بخت نصر کہ جو ۶۰۰ ق-م بابل (عراق) پر اپنا پرچمِ حکومت لہرا رہا تھا شام و فلسطین پر حملہ کرنے کے لیے اٹھا اور اپنی خونچکاں تلواروں سے ستر ہزار اسرائیلیوں کو قتل اور ان کی بستیوں کو تباہ و برباد کر دیا، اور بقیۃ السیف کو بھیڑ بکریوں کی طرح ہنکا کر کے اپنے ساتھ لے لیا، اور انھیں غلامی کے بندھنوں میں کس کر قعرِ مذلت میں لا پھینکا۔ اگرچہ اس تباہی و بربادی کے بعد کوئی ایسی صورت نظر نہ آتی تھی کہ وہ پھر اوج و عروج حاصل کر سکیں گے۔ مگر قدرت نے انھیں سنبھلنے کا ایک اور موقع دیا۔ چنانچہ بخت نصر کے مرنے کے بعد حکومت کا نظم و نسق بیل شازار کے سپرد ہوا، تو اُس نے رعیت پر طرح طرح کے مظالم شروع کر دیئے جس سے تنگ آ کر وہاں کے باشندوں نے شہنشاہِ فارس (سائرس) کو پیغام بھجوایا کہ ہم اپنے فرمانروا کے ظلم و جور سہتے سہتے عاجز آ گئے ہیں۔ آپ ہماری دستگیری کیجیے، اور بیل شازار کے مظالم سے چھٹکارا دلائیے۔ خورس جو عدل گستر و انصاف پرور حکمران تھا۔ اُس آواز پر لبیک کہتا ہوا اُٹھ کھڑا ہوا، اور وہاں کے لوگوں کے تعاون سے اُس نے بابل کی حکومت کا تختہ اُلٹ دیا۔ جس کے نتیجہ میں بنی اسرائیل کی گردنوں سے غلامی کا جُوا اترا اور اُنھیں فلسطین کی طرف پلٹ جانے کی اجازت مل گئی۔ چنانچہ انھوں نے ستر برس غلامی میں گزارنے کے بعد دوبارہ اپنے ملک میں قدم رکھا اور حکومت کی باگ سنبھال لی۔ اب اگر وہ گزشتہ واقعات سے عبرت حاصل کرتے تو ان بداعمالیوں کے مرتکب نہ ہوتے کہ جن کے نتیجہ میں انھیں غلامی کی ذلت سے دوچار ہونا پڑا تھا، مگر اس ناہنجار قوم کے مزاج کی ساخت ہی کچھ اس طرح کی تھی کہ جب بھی انھیں آسائش و فارغ البالی حاصل ہوتی تو دولت کی سرمستیوں میں کھو جاتے اور عیش پرستیوں میں پڑ جاتے۔ احکامِ شریعت کا تمسخر اُڑاتے اور انبیاء کا استہزاء کرتے بلکہ ان کے قتل سے بھی ان کی جبیں پر شکن نہ آتی تھی۔ چنانچہ جب ان کے فرمانروا ہیرو دیس نے اپنی محبوبہ کے کہنے سے حضرت یحییٰ کا سر قلم کر کے اسے بطور تحفہ پیش کیا تو کسی ایک سے اتنا بھی نہ ہو سکا کہ وہ اس ظلم کے خلاف کوئی آواز بلند کرتا یا اس سے کوئی اثر لیتا۔ ان کی سرکشیوں اور مُنہ زوریوں کا یہی عالم تھا۔ حضرت عیسیٰ نے ظہور فرمایا جو انھیں بے راہ رویوں سے

روکتے اور نیکی و خوش اطواری کی تلقین فرماتے تھے، لیکن اُنھوں نے اِن کی بھی مخالفت کی اور طرح طرح کے دُکھ پہنچائے۔ یہاں تک کہ ان کی زندگی کا خاتمہ کر دینے کے درپے ہو گئے۔ لیکن قدرت نے ان کی تمام کوششوں کو ناکام بنا دیا اور حضرت عیسیٰؑ کو اُن کے دستبرد سے محفوظ کر دیا۔ جب ان کی طغیانیاں اس حد تک بڑھ گئیں اور قبولِ ہدایت کی صلاحیتیں دم توڑ چکیں تو تقدیر نے ان کی ہلاکت و بربادی سامان مکمل کر کے اُن کی تباہی کا فیصلہ کر لیا۔ چنانچہ قیصرِ روم اسفبانوس نے اپنے لڑکے طیطوس (ٹیٹس) کو شام پر حملہ کرنے کے لیے بھیجا جس نے بیتُ المقدس کے گرد گھیرا ڈال دیا۔ مکانوں کو مسمار اور ہیکل کی دیواروں کو توڑ دیا۔ جس سے ہزاروں اسرائیلی گھروں کو چھوڑ کر منتشر ہو گئے اور ہزاروں بھوک سے تڑپ تڑپ کر مر گئے اور جو رہ گئے وہ تلوار کی نذر ہو گئے اور وُہ اسرائیلی جو حصار کے زمانہ میں بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔ ان میں سے بیشتر حجاز و یثرب میں آ کر آباد ہو گئے۔ مگر پیغمبرِ آخر الزمان کے انکار سے ان کی قومیت کا شیرازہ اس طرح بکھر اکہ پھر کسی مرکزِ عزت پر جمع نہ ہو سکے اور ذلت و رُسوائی کے سوا عزت و سرفرازی کی زندگی اُنھیں نصیب نہ ہوئی۔

اِسی طرح شاہانِ عجم نے بھی عرب پر شدید حملے کیے اور وہاں کے باشندوں کو مقہور و مغلوب بنا لیا۔ چنانچہ سابور ابنِ ہرمز نے سولہ برس کی عمر میں چار ہزار جنگجوؤں کو اپنے ساتھ لے کر اُن عربوں پر حملہ کیا جو حدودِ فارس میں آباد تھے۔ اور پھر بحرین قطیف اور ہجر کی طرف چڑھائی کی اور بنی تمیم و بنی بکر ابنِ وائل و بنی عبد قیس کو تباہ و برباد کیا، اور ستر ہزار عربوں کے شانے چیر ڈالے جس سے اُس کا لقب ذوالاکتاف پڑ گیا۔ اُس نے عربوں کو مجبور کر دیا تھا کہ وُہ صرف بالوں کی جھونپڑیوں میں رہیں اپنے سر کے بالوں کو بڑھالیں۔ سفید لباس نہ پہنیں اور بغیر زین کے گھوڑوں پر سواری کریں اور پھر عراق و شام کے درمیان نصیبین میں بارہ ہزار اصفہان اور فارس کے دُوسرے شہروں کے باشندے بسائے اور اس طرح وہاں کے رہنے والوں کو سرسبز و شاداب جگہوں سے صحراؤں اور بے آب و گیاہ جنگلوں کی طرف دھکیل دیا۔ جہاں نہ زندگی و راحت کا کوئی سامان تھا اور نہ معیشت کا کوئی ذریعہ اور یہ آپس کے تفرقہ و انتشار کے نتیجہ میں مدتوں تک دوسروں کی قہر سامانیوں کا نشانہ بنتے رہے، آخر قدرت نے سرورِ کائناتؐ کو مبعوث فرما کر اُنھیں ذلت سے عُروج و رفعت کی بلند سے بلند منزل پر پہنچا دیا۔

۵؎ گڑھے میں گر کر مرنے والے شیطان سے مُراد ذوالثدیہ ہے جو نہروان میں صاعقۂ آسمانی کے گرنے سے ہلاک ہُوا اور اُس پر تلوار اُٹھانے کی ضرورت ہی نہ پڑی اِس کی ہلاکت کے متعلق پیغمبرِ اکرمؐ پیشین گوئی فرما چکے تھے۔ اِس لیے امیرالمومنینؑ نہروان کے میدان میں استیصالِ خوارج کے بعد اس کی تلاش میں نکلے۔ لیکن اس کی لاش کہیں نظر نہ آئی۔ مگر ریان ابنِ صبرہ نے نہر کے کنارے ایک گڑھے کے اندر چالیس پچاس لاشیں دیکھیں۔ جب اُنھیں نکالا گیا تو ان میں ذوالثدیہ کی بھی لاش تھی اور اس کے شانے پر گوشت کا ایک لوتھڑا اُبھرا ہُوا تھا جس کی وجہ سے اُسے ذوالثدیہ کہا جاتا تھا۔ جب امیرالمومنینؑ نے دیکھا تو فرمایا۔

"اللہ اکبر۔ خدا کی قسم! نہ مَیں نے جھوٹ کہا تھا اور نہ مجھے جھوٹی خبر دی گئی تھی۔"

خطبہ ۱۹۱

(وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

رُوِيَ أَنَّ صَاحِبًا لِأَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يُقَالُ لَهُ هَمَّامٌ كَانَ رَجُلًا عَابِدًا، فَقَالَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ صِفْ لِيَ الْمُتَّقِينَ حَتَّى كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِمْ فَتَثَاقَلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ جَوَابِهِ ثُمَّ قَالَ:- يَا هَمَّامُ اتَّقِ اللّٰهَ وَأَحْسِنْ فَإِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوْا وَالَّذِينَ هُمْ مُحْسِنُونَ، فَلَمْ يَقْنَعْ هَمَّامٌ بِهٰذَا الْقَوْلِ حَتَّى عَزَمَ عَلَيْهِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ وَصَلّٰى عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ:-

أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى خَلَقَ الْخَلْقَ حِينَ خَلَقَهُمْ غَنِيًّا عَنْ طَاعَتِهِمْ، آمِنًا مِنْ مَعْصِيَتِهِمْ، لِأَنَّهُ لَا تَضُرُّهُ مَعْصِيَةُ مَنْ عَصَاهُ وَلَا تَنْفَعُهُ طَاعَةُ مَنْ أَطَاعَهُ، فَقَسَمَ بَيْنَهُمْ مَعِيشَتَهُمْ وَوَضَعَهُمْ مِنَ الدُّنْيَا مَوَاضِعَهُمْ فَالْمُتَّقُونَ فِيهَا هُمْ أَهْلُ الْفَضَائِلِ مَنْطِقُهُمُ الصَّوَابُ وَمَلْبَسُهُمُ الْاِقْتِصَادُ وَمَشْيُهُمُ التَّوَاضُعُ غَضُّوا أَبْصَارَهُمْ عَمَّا حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَوَقَفُوا أَسْمَاعَهُمْ عَلَى الْعِلْمِ النَّافِعِ لَهُمْ، نُزِّلَتْ أَنْفُسُهُمْ مِنْهُمْ فِي الْبَلَاءِ كَالَّتِي نُزِّلَتْ فِي

بیان کیا گیا ہے کہ امیر المومنین (علیہ السلام) کے ایک صحابی نے کہ جنھیں ہمام کہا جاتا ہے اور جو بہت عبادت گزار شخص تھے حضرت سے عرض کیا کہ یا امیر المومنین مجھ سے پرہیزگاروں کی حالت اس طرح بیان فرمائیں کہ ان کی تصویر میری نظروں میں پھرنے لگے۔ حضرت نے جواب دینے میں کچھ تامل کیا۔ پھر اتنا فرمایا کہ اے ہمام اللہ سے ڈرو اور اچھے عمل کرو، کیونکہ اللہ اُن لوگوں کے ساتھ ہے جو متقی و نیک کردار ہوں۔ ہمام نے آپ کے اس جواب پر اکتفا نہ کیا اور آپ کو (مزید بیان فرمانے کے لیے) قسم دی جس پر حضرت نے خدا کی حمد و ثنا کی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجا اور یہ فرمایا:

اللہ سبحانہ نے جب مخلوقات کو پیدا کیا تو اُن کی اطاعت سے بے نیاز اور اُن کے گناہوں سے بے خطر ہو کر کارگاہِ ہستی میں انھیں جگہ دی، کیونکہ اُسے نہ کسی معصیت کار کی معصیت سے نقصان اور نہ کسی فرمانبردار کی اطاعت سے فائدہ پہنچتا ہے۔ اُس نے زندگی کا سروسامان اُن میں بانٹ دیا ہے اور دُنیا میں ہر ایک کو اُس کے مناسب حال محل و مقام پر رکھا ہے۔ چنانچہ فضیلت اُن کے لیے ہے جو پرہیزگار ہیں کیونکہ ان کی گفتگو نپی تلی ہوئی، پہناوا میانہ روی اور چال ڈھال عجز و فروتنی ہے۔ اللہ کی حرام کردہ چیزوں سے اُنھوں نے آنکھیں بند کر لیں اور فائدہ مند علم پر کان دھر لیے ہیں۔ ان کے نفس زحمت و تکلیف میں بھی ویسے ہی رہتے ہیں، جیسے آرام و آسائش میں اگر (زندگی کی مقررہ) مدت نہ

الرَّخَاءِ۔ وَلَوْ لَا الْأَجَلُ الَّذِي كُتِبَ
لَهُمْ لَمْ تَسْتَقِرَّ أَرْوَاحُهُمْ فِي أَجْسَادِهِمْ
طَرْفَةَ عَيْنٍ شَوْقاً إِلَى الثَّوَابِ،
وَخَوْفاً مِنَ الْعِقَابِ، عَظُمَ الْخَالِقُ
فِي أَنْفُسِهِمْ فَصَغُرَ مَا دُونَهُ فِي
أَعْيُنِهِمْ فَهُمْ وَالْجَنَّةُ كَمَنْ قَدْ رَآهَا فَهُمْ
فِيهَا مُنَعَّمُونَ، وَهُمْ وَالنَّارُ كَمَنْ
قَدْ رَآهَا فَهُمْ فِيهَا مُعَذَّبُونَ
قُلُوبُهُمْ مَحْزُونَةٌ، وَشُرُورُهُمْ
مَأْمُونَةٌ، وَأَجْسَادُهُمْ نَحِيفَةٌ
وَحَاجَاتُهُمْ خَفِيفَةٌ، وَأَنْفُسُهُمْ
عَفِيفَةٌ، صَبَرُوا أَيَّاماً قَصِيرَةً
أَعْقَبَتْهُمْ رَاحَةً طَوِيلَةً، تِجَارَةٌ
مُرْبِحَةٌ يَسَّرَهَا لَهُمْ رَبُّهُمْ أَرَادَتْهُمُ
الدُّنْيَا فَلَمْ يُرِيدُوهَا، وَأَسَرَتْهُمْ
فَفَدَوْا أَنْفُسَهُمْ مِنْهَا۔ أَمَّا اللَّيْلَ
فَصَافُّونَ أَقْدَامَهُمْ، تَالِينَ لِأَجْزَاءِ
الْقُرْآنِ يُرَتِّلُونَهُ تَرْتِيلاً، يُحَزِّنُونَ
بِهِ أَنْفُسَهُمْ وَيَسْتَثِيرُونَ بِهِ دَوَاءَ
دَائِهِمْ۔ فَإِذَا مَرُّوا بِآيَةٍ فِيهَا
تَشْوِيقٌ رَكَنُوا إِلَيْهَا طَمَعاً، وَ
تَطَلَّعَتْ نُفُوسُهُمْ إِلَيْهَا شَوْقاً، وَ
ظَنُّوا أَنَّهَا نُصْبَ أَعْيُنِهِمْ۔ وَإِذَا
مَرُّوا بِآيَةٍ فِيهَا تَخْوِيفٌ أَصْغَوْا إِلَيْهَا
مَسَامِعَ قُلُوبِهِمْ وَظَنُّوا أَنَّ زَفِيرَ

ہوتی جو اللہ نے اُن کے لیے لکھ دی ہے تو ثواب کے
شوق اور عذاب کے خوف سے اُن کی رُوحیں اُن کے
جسموں میں چشمِ زدن کے لیے بھی نہ ٹھہرتیں۔ خالق کی
عظمت اُن کے دلوں میں بیٹھی ہوئی ہے۔ اس لیے کہ اس
کے ماسوا ہر چیز ان کی نظروں میں ذلیل و خوار ہے، اُن
کو جنت کا ایسا ہی یقین ہے جیسے کسی کو آنکھوں دیکھی
چیز کا ہوتا ہے، تو گویا وہ اسی وقت جنت کی نعمتوں سے
سرفراز ہیں اور دوزخ کا بھی ایسا ہی یقین ہے جیسے
کہ وہ دیکھ رہے ہیں تو انھیں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ
جیسے وہاں کا عذاب اُن کے گرد و پیش موجود ہے۔ اُن کے
دل غمزدہ و محزون اور لوگ اُن کے شر و ایذا سے محفوظ
و مامون ہیں۔ اُن کے بدن لاغر، ضروریات کم اور نفس نفسانی
خواہشوں سے بری ہیں۔ انھوں نے چند مختصر سے دنوں
کی (تکلیفوں پر) صبر کیا جس کے نتیجہ میں دائمی آسائش
حاصل کی۔ یہ ایک فائدہ مند تجارت ہے جو اللہ نے اُن کے
لیے مہیا کی، دُنیا نے انھیں چاہا مگر انھوں نے دُنیا کو نہ چاہا
اُس نے اُنھیں قیدی بنایا تو انھوں نے اپنے نفسوں کا
فدیہ دے کر اپنے کو چھڑا لیا۔ رات ہوتی ہے تو اپنے
پیروں پر کھڑے ہو کر قرآن کی آیتوں کی ٹھہر ٹھہر کر تلاوت
کرتے ہیں۔ جس سے اپنے دلوں میں غم و اندوہ تازہ کرتے
ہیں اور اپنے مرض کا چارہ ڈھونڈھتے ہیں۔ جب کسی
ایسی آیت پر اُن کی نگاہ پڑتی ہے جس میں جنت کی ترغیب
دلائی گئی ہو، تو اس کی طمع میں اُدھر جھک پڑتے ہیں اور
اُس کے اشتیاق میں اُن کے دل بے تابانہ کھنچتے ہیں اور
یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ (پرکیف) منظر اُن کی نظروں کے

جَهَنَّمَ وَشَهِيْقَهَا فِيْ اُصُوْلِ اٰذَانِهِمْ فَهُمْ حَانُوْنَ عَلٰى اَوْسَاطِهِمْ مُفْتَرِشُوْنَ لِجِبَاهِهِمْ وَاَكُفِّهِمْ وَرُكَبِهِمْ وَاَطْرَافِ اَقْدَامِهِمْ يَطْلُبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى فِيْ فَكَاكِ رِقَابِهِمْ وَاَمَّا النَّهَارَ فَحُلَمَاءُ عُلَمَاءُ اَبْرَارٌ اَتْقِيَاءُ ۔ قَدْ بَرَاهُمُ الْخَوْفُ بَرْيَ الْقِدَاحِ يَنْظُرُ اِلَيْهِمُ النَّاظِرُ فَيَحْسَبُهُمْ مَرْضٰى وَمَا بِالْقَوْمِ مِنْ مَرَضٍ وَيَقُوْلُ قَدْ خُوْلِطُوْا ۔ وَلَقَدْ خَالَطَهُمْ اَمْرٌ عَظِيْمٌ ۔ لَا يَرْضَوْنَ مِنْ اَعْمَالِهِمُ الْقَلِيْلَ وَلَا يَسْتَكْثِرُوْنَ الْكَثِيْرَ، فَهُمْ لِاَنْفُسِهِمْ مُتَّهِمُوْنَ وَمِنْ اَعْمَالِهِمْ مُشْفِقُوْنَ ۔ اِذَا زُكِّيَ اَحَدُهُمْ خَافَ مِمَّا يُقَالُ لَهٗ فَيَقُوْلُ "اَنَا اَعْلَمُ بِنَفْسِيْ مِنْ غَيْرِيْ وَرَبِّيْ اَعْلَمُ بِيْ مِنِّيْ بِنَفْسِيْ اَللّٰهُمَّ لَا تُؤَاخِذْنِيْ بِمَا يَقُوْلُوْنَ ۔ وَاجْعَلْنِيْ اَفْضَلَ مِمَّا يَظُنُّوْنَ ۔ وَاغْفِرْ لِيْ مَا لَا يَعْلَمُوْنَ ۔

سمائی دیتی ہے اور جب کسی ایسی آیت پر ان کی نظر پڑتی ہے کہ جس میں (دوزخ سے) ڈرایا گیا ہو، تو اس کی جانب دل کے کانوں کو جھکا دیتے ہیں اور یہ گمان کرتے ہیں کہ جہنم کے شعلوں کی آواز اور وہاں کی چیخ پکار ان کے کانوں کے اندر پہنچ رہی ہے، وہ (رکوع میں) اپنی کمریں جھکائے اور (سجدہ میں اپنی پیشانیاں ہتھیلیاں گھٹنے اور پیروں کے کنارے (انگوٹھے) زمین پر بچھائے ہوئے ہیں اور اللہ سے گلو خلاصی کے لیے التجائیں کرتے ہیں۔ دن ہوتا ہے تو وہ دانشمند عالم، نیکوکار اور پرہیزگار نظر آتے ہیں۔ خوف نے انھیں تیروں کی طرح لاغر کر چھوڑا ہے۔ دیکھنے والا انھیں دیکھ کر مریض سمجھتا ہے، حالانکہ انھیں کوئی مرض نہیں ہوتا اور جب ان کی باتوں کو سنتا ہے تو کہنے لگتا ہے کہ ان کی عقلوں میں فتور ہے (ایسا نہیں) بلکہ انھیں تو ایک دوسرا ہی خطرہ لاحق ہے۔ وہ اپنے اعمال کی کم مقدار سے مطمئن نہیں ہوتے، اور زیادہ کو زیادہ نہیں سمجھتے، وہ اپنے ہی نفسوں پر (کوتاہیوں) کا الزام رکھتے ہیں اور اپنے اعمال سے خوف زدہ رہتے ہیں۔ جب ان میں سے کسی ایک کو (صلاح و تقویٰ کی بنا پر) سراہا جاتا ہے تو وہ اپنے حق میں کہی ہوئی باتوں سے لرز اٹھتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ میں دوسروں سے زیادہ اپنے نفس کو جانتا ہوں، اور میرا پروردگار مجھ سے بھی زیادہ میرے نفس کو جانتا ہے خدایا ان کی باتوں پر میری گرفت نہ کرنا اور میرے متعلق جو یہ حسنِ ظن رکھتے ہیں مجھے اس سے بہتر قرار

فَمِنْ عَلَامَةِ أَحَدِهِمْ أَنَّكَ
تَرٰى لَهٗ قُوَّةً فِيْ دِيْنٍ وَحَزْمًا فِيْ
لِيْنٍ، وَإِيْمَانًا فِيْ يَقِيْنٍ وَحِرْصًا
فِيْ عِلْمٍ، وَعِلْمًا فِيْ حِلْمٍ وَقَصْدًا
فِيْ غِنًى، وَخُشُوْعًا فِيْ عِبَادَةٍ، وَ
تَجَمُّلًا فِيْ فَاقَةٍ، وَصَبْرًا فِيْ شِدَّةٍ
وَطَلَبًا فِيْ حَلَالٍ. وَنَشَاطًا فِيْ
هُدًى. وَتَحَرُّجًا عَنْ طَمَعٍ يَعْمَلُ
الْأَعْمَالَ الصَّالِحَةَ وَهُوَ عَلٰى
وَجَلٍ. يُمْسِيْ وَهَمُّهُ الشُّكْرُ
وَيُصْبِحُ وَهَمُّهُ الذِّكْرُ يَبِيْتُ
حَذِرًا وَيُصْبِحُ فَرِحًا. حَذِرًا
لِمَا حَذِرَ مِنَ الْغَفْلَةِ وَفَرِحًا بِمَا
أَصَابَ مِنَ الْفَضْلِ وَالرَّحْمَةِ
إِنِ اسْتَصْعَبَتْ عَلَيْهِ نَفْسُهٗ فِيْمَا
تَكْرَهُ لَمْ يُعْطِهَا سُؤْلَهَا فِيْمَا تُحِبُّ
قُرَّةُ عَيْنِهٖ فِيْمَا لَا يَزُوْلُ. وَزَهَادَتُهٗ
فِيْمَا لَا يَبْقٰى. يَمْزُجُ الْحِلْمَ بِالْعِلْمِ
وَالْقَوْلَ بِالْعَمَلِ. تَرَاهُ قَرِيْبًا
أَمَلُهٗ. قَلِيْلًا زَلَلُهٗ، خَاشِعًا قَلْبُهٗ
قَانِعَةً نَفْسُهٗ. مَنْزُوْرًا أَكْلُهٗ.
سَهْلًا أَمْرُهٗ. حَرِيْزًا دِيْنُهٗ مَيِّتَةً
شَهْوَتُهٗ. مَكْظُوْمًا غَيْظُهٗ. اَلْخَيْرُ
مِنْهُ مَأْمُوْلٌ، وَالشَّرُّ مِنْهُ مَأْمُوْنٌ.
إِنْ كَانَ فِي الْغَافِلِيْنَ كُتِبَ فِي

دینا اور میرے اُن گناہوں کو بخش دینا جو ان کے علم میں نہیں۔

ان میں سے ایک کی علامت یہ ہے کہ تم اُس کے دین میں استحکام، نرمی و خوش خلقی کے ساتھ دُور اندیشی، ایمان میں یقین و استواری، بردباری کے ساتھ دانائی، خوش حالی میں میانہ روی، عبادت میں عجز و نیاز مندی فقر و فاقہ میں آن بان، مصیبت میں صبر، طلبِ رزق میں حلال پر نظر، ہدایت میں کیف و سُرور اور طمع سے نفرت و بے تعلقی دیکھو گے۔ وُہ نیک اعمال بجا لانے کے باوجود خائف رہتا ہے۔ شام ہوتی ہے تو اس کے پیشِ نظر اللہ کا شکر اور صبح ہوتی ہے تو اُس کا مقصد یادِ خدا ہوتا ہے۔ رات خوف و خطر میں گزارتا ہے اور صبح کو خوش اٹھتا ہے۔ خطرہ اِس کا کہ رات غفلت میں نہ گزر جائے اور خوشی اس فضل و رحمت کی دولت پر جو اُسے نصیب ہوئی ہے۔ اگر اُس کا نفس کسی ناگوار صورتِ حال کے برداشت کرنے سے انکار کرتا ہے تو وُہ اس کی من مانی خواہش کو پُورا نہیں کرتا۔ جاودانی نعمتوں میں اُس کے لیے آنکھوں کا سُرور ہے اور دارِ فانی کی چیزوں سے بے تعلقی و بیزاری ہے۔ اس نے علم میں حلم اور قول میں عمل کو سمو دیا ہے، تم دیکھو گے اس کی اُمیدوں کا دامن کوتاہ، لغزشیں کم، دل متواضع اور نفس قانع، غذا قلیل، رویہ بے زحمت دین محفوظ خواہشیں مُردہ اور غصہ ناپید ہے۔ اُس سے بھلائی ہی کی توقع ہو سکتی ہے اور اُس سے گزند کا کوئی اندیشہ نہیں ہوتا۔ جس وقت ذکرِ خدا سے غافل ہونے والوں میں نظر آتا ہے جب بھی ذکر کرنے والوں میں لکھا

35

الذّاكرين - وإن كان في الذّاكرين لم يُكتب من الغافلين - يعفو عمّن ظلمه ويُعطي من حرمه ويصل من قطعه - بعيدًا فحشه - ليّنًا قوله - غائبًا منكره - حاضرًا معروفه - مقبلًا خيره - مدبرًا شرّه - في الزّلازل وقور، وفي المكاره صبور وفي الرّخاء شكور - لا يحيف على من يُبغض - ولا يأثم فيمن يُحبّ - يعترف بالحقّ قبل أن يُشهد عليه - لا يُضيع ما استُحفظ - ولا ينسى ما ذُكّر - ولا يُنابز بالألقاب - ولا يُضارّ بالجار - ولا يشمت بالمصائب - ولا يدخل في الباطل - ولا يخرج من الحقّ - إن صمت لم يغمّه صمته وإن ضحك لم يعل صوته وإن بُغي عليه صبر حتّى يكون الله هو الّذي ينتقم له نفسه منه في عناء - والنّاس منه في راحة - أتعب نفسه لآخرته وأراح

جاتا ہے چونکہ اس کا دل غافل نہیں ہوتا، اور جب ذکر کرنے والوں میں ہوتا ہے تو ظاہر ہی ہے کہ اسے غفلت شعاروں میں شمار نہیں کیا جاتا۔ جو اس پر ظلم کرتا ہے اُس سے درگزر کر جاتا ہے جو اُسے محروم کرتا ہے اُس کا دامن اپنی عطا سے بھر دیتا ہے جو اُس سے بگاڑتا ہے۔ یہ اُس سے بناتا ہے۔ بیہودہ بکواس اُس کے قریب نہیں پھٹکتی اُس کی باتیں نرم، برائیاں ناپید اور اچھائیاں نمایاں ہیں۔ خوبیاں اُبھر کر سامنے آتی ہیں اور بدیاں پیچھے ہٹتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ یہ مصیبت کے جھٹکوں میں کوہِ حلم و وقار سختیوں پر صابر اور خوش حالی میں شاکر رہتا ہے۔ جس کا دشمن بھی ہو اُس کے خلاف بے جا زیادتی نہیں کرتا اور جس کا دوست ہوتا ہے۔ اس کی خاطر بھی کوئی گناہ نہیں کرتا۔ قبل اس کے کہ اس کی کسی بات کے خلاف گواہی کی ضرورت پڑے وہ خود ہی حق کا اعتراف کر لیتا ہے۔ امانت کو ضائع و برباد نہیں کرتا جو اُسے یاد دلایا گیا ہے اسے فراموش نہیں کرتا۔ نہ دوسروں کو بُرے ناموں سے یاد کرتا ہے، نہ ہمسایوں کو گزند پہنچاتا ہے، نہ دوسروں کی مصیبتوں پر خوش ہوتا ہے، نہ باطل کی سرحد میں داخل ہوتا ہے۔ اور نہ جادۂ حق سے قدم باہر نکالتا ہے۔ اگر چُپ سادھ لیتا ہے تو اس خاموشی سے اُس کا دل نہیں بجھتا، اور اگر ہنستا ہے تو آواز بلند نہیں ہوتی۔ اگر اُس پر زیادتی کی جائے تو سہہ لیتا ہے تاکہ اللہ ہی اس کا انتقام لے۔ اس کا نفس اُس کے ہاتھوں مشقت میں مبتلا ہے اور دوسرے لوگ اس سے امن و راحت میں ہیں۔ اُس نے آخرت کی

النَّاسُ مِنْ نَفْسِهِ۔ بُعْدُهُ عَمَّنْ تَبَاعَدَ عَنْهُ زُهْدٌ وَنَزَاهَةٌ۔ وَدُنُوُّهُ مِمَّنْ دَنَا مِنْهُ لِينٌ وَرَحْمَةٌ۔ لَيْسَ تَبَاعُدُهُ بِكِبْرٍ وَعَظَمَةٍ، وَلَا دُنُوُّهُ بِمَكْرٍ وَخَدِيعَةٍ۔

(قَالَ)، فَصَعِقَ هَمَّامٌ صَعْقَةً كَانَتْ نَفْسُهُ فِيهَا۔ فَقَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: أَمَا وَاللّٰهِ لَقَدْ كُنْتُ أَخَافُهَا عَلَيْهِ۔ ثُمَّ قَالَ:۔ هٰكَذَا تَصْنَعُ الْمَوَاعِظُ الْبَالِغَةُ بِأَهْلِهَا۔ فَقَالَ لَهُ قَائِلٌ فَمَا بَالُكَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ؟ فَقَالَ: وَيْحَكَ إِنَّ لِكُلِّ أَجَلٍ وَقْتًا لَا يَعْدُوهُ وَسَبَبًا لَا يَتَجَاوَزُهُ فَمَهْلًا لَا تَعُدْ لِمِثْلِهَا فَإِنَّمَا نَفَثَ الشَّيْطَانُ عَلَى لِسَانِكَ۔

خاطر اپنے نفس کو زحمت میں اور خلقِ خدا کو اپنے نفس (کے شر) سے راحت میں رکھتا ہے جن سے دُوری اختیار کرتا ہے تو یہ زہد و پاکیزگی کے لیے ہوتی ہے اور جن سے قریب ہوتا ہے تو یہ خوش خلقی و رحم دلی کی بنا پر ہے نہ اُس کی دُوری غرور و کبر کی وجہ سے اور نہ اُس کا میل جول کسی فریب اور مکر کی بنا پر ہوتا ہے

راوی کا بیان ہے کہ ان کلمات کو سُنتے سُنتے ہمّام[1] پر غشی طاری ہوئی اور اسی عالم میں اُس کی رُوح پرواز کر گئی۔ امیرالمومنینؑ نے فرمایا، کہ خدا کی قسم مجھے اس کے متعلق یہی خطرہ تھا۔ پھر فرمایا کہ مؤثر نصیحتیں نصیحت پذیر طبیعتوں پر یہی اثر کیا کرتی ہیں۔ اس وقت ایک[2] کہنے والے نے کہا کہ یا امیرالمومنینؑ! پھر کیا بات ہے کہ خود آپ پر ایسا اثر نہیں ہوتا؟ حضرت نے فرمایا کہ بلاشبہ موت کے لیے ایک وقت مقرر ہوتا ہے کہ وہ اُس سے آگے بڑھ ہی نہیں سکتا اور اس کا ایک سبب ہوتا ہے جو کبھی ٹل نہیں سکتا۔ ایسی (بے معنی) گفتگو سے جو شیطان نے تمہاری زبان پر جاری کی ہے۔ باز آؤ اور ایسی بات پھر زبان پر نہ لانا۔

---

[1] ابن ابی الحدید کے نزدیک اس سے ہمام ابن شریح مراد ہیں اور علامہ مجلسی فرماتے ہیں کہ اس سے بظاہر ہمام ابن عبادہ مراد ہیں۔

[2] یہ شخص عبداللہ ابن کوا تھا جو خوارج کی ہنگامہ آرائیوں میں پیش پیش اور حضرت کا سخت مخالف تھا۔

(وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) خطبہ ۱۹۲

(يَصِفُ فِيهَا الْمُنَافِقِينَ)

ہم اُس کی حمد و ستائش کرتے ہیں جس نے اطاعت

نَحْمَدُهُ عَلَى مَا وَفَّقَ لَهُ مِنَ
الطَّاعَةِ، وَذَادَ عَنْهُ مِنَ الْمَعْصِيَةِ
وَنَسْأَلُهُ لِمِنَّتِهِ تَمَامًا وَبِحَبْلِهِ
اعْتِصَامًا۔ وَنَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا
عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ خَاضَ إِلَى
رِضْوَانِ اللهِ كُلَّ غَمْرَةٍ، وَ
تَجَرَّعَ فِيهِ كُلَّ غُصَّةٍ۔ وَقَدْ
تَلَوَّنَ لَهُ الْأَدْنَوْنَ وَتَأَلَّبَ
عَلَيْهِ الْأَقْصَوْنَ۔ وَخَلَعَتْ
إِلَيْهِ الْعَرَبُ أَعِنَّتَهَا، وَضَرَبَتْ
لِمُحَارَبَتِهِ بُطُونَ رَوَاحِلِهَا، حَتَّى
أَنْزَلَتْ بِسَاحَتِهِ عَدَاوَتَهَا مِنْ
أَبْعَدِ الدَّارِ وَأَسْحَقِ الْمَزَارِ۔

أُوصِيكُمْ عِبَادَ اللهِ بِتَقْوَى
اللهِ، وَأُحَذِّرُكُمْ أَهْلَ النِّفَاقِ
فَإِنَّهُمُ الضَّالُّونَ الْمُضِلُّونَ
وَالزَّالُّونَ الْمُزِلُّونَ يَتَلَوَّنُونَ
أَلْوَانًا، وَيَفْتَنُّونَ افْتِنَانًا
وَيَعْمِدُونَكُمْ بِكُلِّ عِمَادٍ،
وَيَرْصُدُونَكُمْ بِكُلِّ مِرْصَادٍ
قُلُوبُهُمْ دَوِيَّةٌ، وَصِفَاحُهُمْ
نَقِيَّةٌ، يَمْشُونَ الْخَفَاءَ،
وَيَدِبُّونَ الضَّرَاءَ وَصْفُهُمْ
دَوَاءٌ، وَقَوْلُهُمْ شِفَاءٌ،
وَفِعْلُهُمُ الدَّاءُ الْعَيَاءُ۔

ہم اُس کی حمد کرتے ہیں کہ اُس نے اطاعت کی توفیق بخشی اور معصیت سے روک کر رکھا۔ ہم اُس سے نعمتوں کے پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی خواہش اور اُس سے (اسلام کی) رسّی سے وابستہ رہنے کا سوال کرتے ہیں اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ محمد صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اُس کے عبد اور رسول ہیں۔ جو اللہ کی رضامندی حاصل کرنے کے لیے ہر سختی میں پھاند پڑے اور جنھوں نے اس کے لیے غم و غصّہ کے گھونٹ پیئے۔ جن کے قریبیوں نے بھی مختلف رنگ بدلے اور دُور والوں نے بھی ان کی دشمنی پر ایکا کر لیا اور عرب والے بھی اُن کے خلاف بگٹٹ چڑھ دوڑے اور دُور دراز جگہوں اور دُور افتادہ سرحدوں سے سواریوں کے پیٹ پر ایڑ لگاتے ہُوئے آپ سے لڑنے کے لیے جمع ہو گئے اور عداوتوں کے (پشتارے) آپ کے صحن میں لا اُتارے۔

اے خُدا کے بندو! میں اللہ سے ڈرتے رہنے کی تمھیں وصیت کرتا ہوں اور منافقوں سے بھی چوکنا کیے دیتا ہوں، کیونکہ وُہ گمراہ اور گمراہ کرنے والے بے راہ اور بے راہروی پر لگانے والے ہیں۔ وُہ مختلف رنگ اور ہر بات میں جُداگانہ پینترا بدلتے ہیں اور (تمھیں ہم خیال بنانے کے لیے) ہر قسم کے مکر و فریب کے اڑانوں کا سہارا دیتے ہیں اور ہر گھات کی جگہ میں تمھاری تاک لگائے بیٹھے ہیں۔ اُن کے دل (نفاق کے) روگ میں مبتلا اور چہرے (بظاہر کدورتوں سے) پاک وصاف ہیں وہ اندر ہی اندر چالیں چلتے ہیں اور (بہکانے کے لیے) اس طرح رینگتے ہُوئے بڑھتے ہیں جس طرح مرض چُپکے سے سرایت کرتا ہے۔ ان کے طور طریقے دوا باتیں شفا اور کرتوت

حَسَدَةُ الرَّخَاءِ، وَمُؤَكِّدُو الْبَلَاءِ، وَمُقْنِطُو الرَّجَاءِ، لَهُمْ بِكُلِّ طَرِيقٍ صَرِيعٌ، وَإِلَى كُلِّ قَلْبٍ شَفِيعٌ، وَلِكُلِّ شَجْوٍ دُمُوعٌ، يَتَقَارَضُونَ الثَّنَاءَ، وَيَتَرَاقَبُونَ الْجَزَاءَ، إِنْ سَأَلُوا أَلْحَفُوا، وَإِنْ عَذَلُوا كَشَفُوا، وَإِنْ حَكَمُوا أَسْرَفُوا، قَدْ أَعَدُّوا لِكُلِّ حَقٍّ بَاطِلًا، وَلِكُلِّ قَائِمٍ مَائِلًا، وَلِكُلِّ حَيٍّ قَاتِلًا، وَلِكُلِّ بَابٍ مِفْتَاحًا، وَلِكُلِّ لَيْلٍ مِصْبَاحًا. يَتَوَصَّلُونَ إِلَى الطَّمَعِ بِالْيَأْسِ لِيُقِيمُوا بِهِ أَسْوَاقَهُمْ، وَيُنْفِقُوا بِهِ أَعْلَاقَهُمْ يَقُولُونَ فَيُشَبِّهُونَ، وَيَصِفُونَ فَيُمَوِّهُونَ، قَدْ هَوَّنُوا الطَّرِيقَ، وَأَضْلَعُوا الْمَضِيقَ - فَهُمْ لُمَةُ الشَّيْطَانِ وَحُمَةُ النِّيرَانِ أُولَئِكَ حِزْبُ الشَّيْطَانِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ الشَّيْطَانِ هُمُ الْخَاسِرُونَ.

وردِ بے درماں ہیں (دوسروں کی) خوشحالی پہ جلنے والے انھیں مصیبت میں پھنسانے کے لیے جدوجہد کرنے والے اور اُنھیں اُمیدوں سے بے آس بنانے والے ہیں۔ ہر راہ گذر پر اُن کا ایک کشتہ اور ہر دل میں گھر کرنے کا ان کے پاس وسیلہ ہے اور ہر غم کے لیے اُن کی (آنکھوں میں مگرمچھ کے) آنسو ہیں ایک دوسرے کی قرضہ کے طور پہ مدح وستائش کرتے ہیں اور اس کا بدلہ دیے جانے کی آس لگائے رکھتے ہیں۔ اگر مانگتے ہیں تو لپٹ ہی جاتے ہیں اور بُرا بھلا کہنے پہ آتے ہیں تو پھر رُسوا کر کے چھوڑتے ہیں۔ اگر کوئی فیصلہ کرتے ہیں تو بے راہروی میں حد سے بڑھ جاتے ہیں۔ انھوں نے ہر حق کے مقابلہ میں باطل اور ہر راست کے مقابلہ میں کج ہر زندہ کے لیے قاتل ہر در کے لیے کلید اور ہر رات کے لیے چراغ مہیا کر رکھا ہے، وہ بے آسی میں آس پیدا کر لیتے ہیں کہ جس سے اپنے بازار جمائیں اور اپنے مال کو رواج دیں۔ غلط بات کو صحیح بات کے انداز میں کہتے ہیں اور باطل کو حق کا رنگ دے کر پیش کرتے ہیں۔ اُنھوں نے (اپنے لیے) تو راستے آسان بنا رکھے ہیں اور دوسروں کے لیے پیچیدگیاں ڈال دی ہیں۔ وہ شیطان کا گروہ اور آگ کا شعلہ ہیں (جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے کہ) یہ شیطان کا گروہ ہے اور جانے رہو کہ شیطان کا گروہ ہی گھاٹا اٹھانے والا ہے۔

(وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) خطبہ ۱۹۳

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَظْهَرَ مِنْ آثَارِ

تمام تعریف اُس اللہ کے لیے ہے جس نے اپنی

سُلْطَانِهِ وَجَلَالِ كِبْرِيَائِهِ مَا حَيَّرَ مُقَلَ الْعُيُونِ مِنْ عَجَائِبِ قُدْرَتِهِ وَرَدَعَ خَطَرَاتِ هَمَاهِمِ النُّفُوسِ عَنْ عِرْفَانِ كُنْهِ صِفَتِهِ۔ وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ شَهَادَةَ إِيمَانٍ وَإِيقَانٍ وَإِخْلَاصٍ وَإِذْعَانٍ۔ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ أَرْسَلَهُ وَأَعْلَامُ الْهُدَى دَارِسَةٌ وَمَنَاهِجُ الدِّينِ طَامِسَةٌ فَصَدَعَ بِالْحَقِّ، وَنَصَحَ لِلْخَلْقِ۔ وَهَدَى إِلَى الرُّشْدِ، وَأَمَرَ بِالْقَصْدِ، صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ۔

وَاعْلَمُوا عِبَادَ اللّٰهِ أَنَّهُ لَمْ يَخْلُقْكُمْ عَبَثاً۔ وَلَمْ يُرْسِلْكُمْ هَمَلاً۔ عَلِمَ مَبْلَغَ نِعَمِهِ عَلَيْكُمْ وَأَحْصَى إِحْسَانَهُ إِلَيْكُمْ۔ فَاسْتَفْتِحُوهُ وَاسْتَنْجِحُوهُ، وَاطْلُبُوا إِلَيْهِ وَاسْتَمْنِحُوهُ فَمَا قَطَعَكُمْ عَنْهُ حِجَابٌ، وَلَا أُغْلِقَ عَنْكُمْ دُونَهُ بَابٌ، وَإِنَّهُ لَبِكُلِّ مَكَانٍ، وَفِي كُلِّ حِينٍ وَأَوَانٍ، وَمَعَ كُلِّ إِنْسٍ وَجَانٍّ، لَا يَثْلِمُهُ الْعَطَاءُ، وَلَا يَنْقُصُهُ

فرمانروائی و جلالِ کبریائی کے آثار کو نمایاں کر کے اپنی قدرت کی عجیب و غریب نقش آرائیوں سے آنکھ کی پتلیوں کو محوِ حیرت کر دیا ہے اور انسانی واہموں کو اپنی صفتوں کی تہ تک پہنچنے سے روک دیا ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ایسا اقرار جو سراپا ایمان، یقین، اخلاص اور فرمانبرداری ہے اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بندہ و رسول ہیں۔ جنہیں اس وقت رسول بنا کر بھیجا کہ جب ہدایت کے نشان مٹ چکے تھے اور دین کی راہیں اُجڑ چکی تھیں، آپ نے حق کو آشکارا کیا۔ خلقِ خدا کو نصیحت کی۔ ہدایت کی جانب رہنمائی فرمائی اور افراط و تفریط کی سمتوں سے بچ کر درمیانی راہ پر چلنے کا حکم دیا۔ خدا اُن پر اور اُن کے اہلِ بیت پر رحمت نازل کرے۔

اے خدا کے بندو! اس بات کو جانے رہو کہ اُس نے تم کو بیکار پیدا نہیں کیا اور نہ یونہی کھلے بندوں چھوڑ دیا ہے۔ جو نعمتیں اُس نے تمہیں دی ہیں، اُن کی مقدار سے آگاہ اور جو احسانات تم پر کیے ہیں اُس کا شمار جانتا ہے۔ اُس سے فتح و کامرانی اور حاجت روائی چاہو اُس کے سامنے دستِ طلب پھیلاؤ۔ اُس سے بخشش و عطا کی بھیک مانگو۔ تمہارے اور اُس کے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں ہے اور نہ تمہارے لیے اُس کا دروازہ بند ہے۔ وہ ہر جگہ اور ہر ساعت و ہر آن اور ہر جن و انسان کے ساتھ موجود ہے نہ جود و سخا سے اس میں کوئی رخنہ پڑتا ہے نہ داد و دہش سے اُس کے ہاں

الْحِبَاءُ، وَلَا يَسْتَنْفِدُهُ سَائِلٌ، وَلَا يَسْتَقْصِيهِ نَائِلٌ، وَلَا يَلْوِيهِ شَخْصٌ عَنْ شَخْصٍ، وَلَا يُلْهِيهِ صَوْتٌ عَنْ صَوْتٍ. وَلَا تَحْجُزُهُ هِبَةٌ عَنْ سَلْبٍ. وَلَا يَشْغَلُهُ غَضَبٌ عَنْ رَحْمَةٍ. وَلَا تُولِهُهُ رَحْمَةٌ عَنْ عِقَابٍ. وَلَا يُجِنُّهُ الْبُطُونُ عَنِ الظُّهُورِ. وَلَا يَقْطَعُهُ الظُّهُورُ عَنِ الْبُطُونِ. قَرُبَ فَنَأَى، وَعَلَا فَدَنَا. وَظَهَرَ فَبَطَنَ، وَبَطَنَ فَعَلَنَ. وَدَانَ وَلَمْ يُدَنْ. لَمْ يَذْرَإِ الْخَلْقَ بِاحْتِيَالٍ، وَلَا اسْتَعَانَ بِهِمْ لِكَلَالٍ.

أُوصِيكُمْ عِبَادَ اللهِ بِتَقْوَى اللهِ فَإِنَّهَا الزِّمَامُ وَالْقِوَامُ. فَتَمَسَّكُوا بِوَثَائِقِهَا، وَاعْتَصِمُوا بِحَقَائِقِهَا تَؤُلْ بِكُمْ إِلَى أَكْنَانِ الدَّعَةِ وَأَوْطَانِ السَّعَةِ، وَمَعَاقِلِ الْحِرْزِ وَمَنَازِلِ الْعِزِّ فِي يَوْمٍ تَشْخَصُ فِيهِ الْأَبْصَارُ، وَتُظْلِمُ لَهُ الْأَقْطَارُ. وَتُعَطَّلُ فِيهِ صُرُومُ الْعِشَارِ. وَيُنْفَخُ فِي الصُّورِ. فَتَزْهَقُ كُلُّ

کمی ہوتی ہے نہ مانگنے والے اُس کے خزانوں کو ختم کر سکتے ہیں نہ بخشش و فیضان اس کی نعمتوں کو انتہا تک پہنچا سکتا ہے نہ ایک طرف التفات دوسروں سے اُس کی توجہ کو موڑ سکتا ہے اور نہ ایک آواز میں محویت دوسری آواز سے اُسے بے خبر بناتی ہے۔ نہ اُسے (بیک وقت) ایک نعمت کا دینا۔ دوسری نعمت کے چھین لینے سے مانع ہوتا ہے اور نہ غضب (کے شرارے) رحمت (کے فیضان) سے اُسے روکتے ہیں اور نہ لطف و کرم اُسے تنبیہ و عقاب سے غافل کرتا ہے، اُس کی ذات کی پوشیدگی اس کے آثار کی جلوہ پاشیوں پر نقاب نہیں ڈالتی اور نہ آثار کی جلوہ طرازیاں اس کی ذات سے پوشیدگی کو الگ کر سکتی ہیں۔ وہ قریب پھر بھی دور ہے اور بلند مگر نزدیک ہے، وہ ظاہر مگر اسی کے ساتھ باطن وہ پوشیدہ مگر آشکارا ہے۔ وہ جزا دیتا ہے، مگر اُسے جزا نہیں دی جا سکتی۔ اُس نے خلقت کائنات کو سوچ سوچ کر ایجاد نہیں کیا اور نہ تکان کی وجہ سے اُن سے مدد لینے کا محتاج ہے۔ اے اللہ کے بندو! میں تمہیں خوفِ خدا کی نصیحت کرتا ہوں۔ کیونکہ یہ سعادت کی باگ ڈور اور (دین کا) مضبوط سہارا ہے اس کے بندھنوں سے وابستہ رہو اور اس کی حقیقتوں کو مضبوطی سے پکڑ لو کہ یہ تمہیں آسائش کی جگہوں، آسودگی کے گھروں، حفاظت کے قلعوں اور عزت کی منزلوں میں پہنچائے گا۔ جس دن کہ آنکھیں (خوف کی وجہ سے) پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی۔ ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا ہوگا۔ دس دس مہینے کی گابھن اونٹنیاں بیکار کر دی جائیں گی اور صور پھونکا جائے گا۔

مُهْجَةٍ، وَتَبْكُمُ كُلُّ لَهْجَةٍ، وَتَذِلُّ الشُّمُّ الشَّوَامِخُ، وَالصُّمُّ الرَّوَاسِخُ. فَيَصِيرُ صَلْدُهَا سَرَاباً رَقْرَقاً وَمَعْهَدُهَا قَاعاً سَمْلَقاً. فَلَا شَفِيعٌ يَشْفَعُ وَلَا حَمِيمٌ يَدْفَعُ وَلَا مَعْذِرَةٌ تَنْفَعُ.

تو ہر جان بدن سے نکل جائے گی زبانیں گونگی ہو جائیں گی۔ اور بلند پہاڑ اور مضبوط چٹانیں ریزہ ریزہ ہو جائیں گی، اور سخت پتھر (آپس میں ٹکرا ٹکرا کر) چمکتے ہوئے سراب کی طرح ہو جائیں گے اور جہاں آبادیاں (اور فلک بوس عمارتیں) تھیں وہ جگہیں ہموار میدان کی صورت میں ہو جائیں گی (اس موقع پر) نہ کوئی سفارش کرنے والا ہوگا جو سفارش کرے، نہ کوئی عزیز ہوگا جو (اس عذاب کی) روک تھام کرے۔ نہ عذر و معذرت پیش کی جا سکے گی کہ کچھ فائدہ بخشے

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ — خطبہ ۱۹۴

بَعَثَهُ حِينَ لَا عَلَمٌ قَائِمٌ. وَلَا مَنَارٌ سَاطِعٌ. وَلَا مَنْهَجٌ وَاضِحٌ، أُوصِيكُمْ عِبَادَ اللهِ بِتَقْوَى اللهِ وَأُحَذِّرُكُمُ الدُّنْيَا فَإِنَّهَا دَارُ شُخُوصٍ، وَمَحَلَّةُ تَنْغِيصٍ. سَاكِنُهَا ظَاعِنٌ. وَقَاطِنُهَا بَائِنٌ. تَمِيدُ بِأَهْلِهَا مَيَدَانَ السَّفِينَةِ تَقْصِفُهَا الْعَوَاصِفُ فِي لُجَجِ الْبِحَارِ. فَمِنْهُمُ الْغَرِقُ الْوَبِقُ. وَمِنْهُمُ النَّاجِي عَلَى بُطُونِ الْأَمْوَاجِ تَحْفِزُهُ الرِّيَاحُ بِأَذْيَالِهَا، وَتَحْمِلُهُ عَلَى أَهْوَالِهَا فَمَا غَرِقَ مِنْهَا فَلَيْسَ بِمُسْتَدْرَكٍ وَمَا نَجَا مِنْهَا فَإِلَى مَهْلَكٍ.

اللہ نے اپنے رسولؐ کو اس وقت مبعوث کیا جبکہ (ہدایت) کا کوئی نشان باقی نہ رہا تھا (دین کا) کوئی بلند مینار اور نہ (شریعت کی) کوئی واضح راہ موجود تھی۔ اے اللہ کے بندو! میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی نصیحت کرتا ہوں اور اس دنیا سے متنبہ کئے دیتا ہوں کہ جو کوچ کی جگہ اور بے لطفی و بدمزگی کا مقام ہے۔ اس میں بسنے والا آخر اس سے چل چلاؤ پر مجبور ہوگا اور ٹھہرنے والا اپنا رخ موڑ کر اس سے الگ ہو جائے گا یہ اپنے رہنے والوں سمیت اس طرح ڈانواڈول ہو رہی ہے جس طرح وہ کشتی جسے تند ہوائیں ہچکولے دے رہی ہوں کچھ تو ان میں سے ہلاک و غرق ہو گئے ہیں اور جو بچ رہے ہیں وہ موجوں کی سطح پر تھپیڑے کھا رہے ہیں اور ہوائیں اپنے دامنوں سے انہیں دھکیل رہی ہیں اور ہولناکیوں میں بڑھائے لیے جا رہی ہیں جو غرق ہو چکا ہے، وہ ہاتھ نہیں لگے گا، اور جو بچ رہا ہے وہ مہلکوں میں پڑا رہے گا۔

عِبَادَ اللهِ الْاٰنَ فَاعْمَلُوْا وَ الْاَلْسُنُ مُطْلَقَةٌ، وَالْاَبْدَانُ صَحِيْحَةٌ، وَالْاَعْضَآءُ لَدْنَةٌ، وَ الْمُنْقَلَبُ فَسِيْحٌ، وَالْمَجَالُ عَرِيْضٌ قَبْلَ اِرْهَاقِ الْفَوْتِ، وَحُلُوْلِ الْمَوْتِ. فَحَقِّقُوْا عَلَيْكُمْ نُزُوْلَهٗ، وَلَا تَنْتَظِرُوْا قُدُوْمَهٗ۔

اے اللہ کے بندو! اعمال نیک بجالاؤ، ابھی جبکہ زبانوں کے لیے کوئی رکاوٹ نہیں۔ بدن تندرست اور ہاتھ پیروں میں لچک ہے (کہ جو چاہو اُن سے کام لے سکتے ہو) آنے جانے کی جگہ وسیع اور میدان (عمل) کشادہ ہے۔ قبل اس کے کہ فرصت رفتہ موقع نہ دے اور موت ٹوٹ پڑے۔ اپنے لیے موت کو یہ سمجھو کہ وہ آچکی۔ اس کا انتظار نہ کرو کہ وہ آئے گی۔

خطبہ ۱۹۵

(وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

وَلَقَدْ عَلِمَ الْمُسْتَحْفَظُوْنَ مِنْ اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَنِّيْ لَمْ اَرُدَّ عَلَى اللهِ وَلَا عَلٰى رَسُوْلِهٖ سَاعَةً قَطُّ وَلَقَدْ وَاسَيْتُهٗ بِنَفْسِيْ فِي الْمَوَاطِنِ الَّتِيْ تَنْكُصُ فِيْهَا الْاَبْطَالُ، وَ تَتَاَخَّرُ فِيْهَا الْاَقْدَامُ نَجْدَةً اَكْرَمَنِي اللهُ بِهَا، وَلَقَدْ قُبِضَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَاِنَّ رَاْسَهٗ لَعَلٰى صَدْرِيْ، وَلَقَدْ سَالَتْ نَفْسُهٗ فِيْ كَفِّيْ فَاَمْرَرْتُهَا عَلٰى وَجْهِيْ. وَلَقَدْ وَلِيْتُ غُسْلَهٗ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ اَعْوَانِيْ، فَضَجَّتِ الدَّارُ وَالْاَفْنِيَةُ مَلَاٌ يَهْبِطُ وَمَلَاٌ

پیغمبر کے وہ اصحاب جو (احکام شریعت) کے امین ٹھہرائے گئے تھے اس بات سے اچھی طرح آگاہ ہیں کہ میں نے کبھی ایک آن کے لیے بھی اللہ اور اس کے رسول کے احکام سے سرتابی نہیں کی اور میں نے اس جوانمردی کے بل بوتے پر کہ جس سے اللہ نے مجھے سرفراز کیا ہے، پیغمبر کی دل و جان سے مدد ان موقعوں پر کی کہ جن موقعوں سے بہادر (جی چرا کر) بھاگ کھڑے ہوتے تھے اور قدم (آگے بڑھنے کے بجائے) پیچھے ہٹ جاتے تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رحلت فرمائی تو ان کا سر (اقدس) میرے سینے پر تھا اور جب میرے ہاتھوں میں ان کی روح طیب نے مفارقت کی تو میں نے (تبرکاً) اپنے ہاتھ منہ پر پھیر لیے۔ میں نے آپ کے غسل کا فریضہ انجام دیا۔ اس عالم میں کہ ملائکہ میرا ہاتھ بٹا رہے تھے۔ (آپ کی رحلت سے) گھر اور اس کے اطراف و جوانب نالہ و فریاد سے گونج رہے تھے۔ (فرشتوں کا تانتا بندھا ہوا تھا) ایک گروہ اترتا تھا اور ایک گروہ

يَعْرُجُ وَمَا فَارَقَتْ سَمْعِي هَيْنَمَةٌ مِنْهُمْ يُصَلُّونَ عَلَيْهِ حَتَّى وَارَيْنَاهُ فِي ضَرِيحِهِ، فَمَنْ ذَا أَحَقُّ بِهِ مِنِّي حَيّاً وَمَيِّتاً؟ فَانْفُذُوا عَلَى بَصَائِرِكُمْ، وَلْتَصْدُقْ نِيَّاتُكُمْ فِي جِهَادِ عَدُوِّكُمْ فَوَ الَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ إِنِّي لَعَلَى جَادَّةِ الْحَقِّ وَإِنَّهُمْ لَعَلَى مَزَلَّةِ الْبَاطِلِ ۔ أَقُولُ مَا تَسْمَعُونَ وَأَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ لِي وَلَكُمْ ۔

چڑھتا تھا۔ وُہ حضرت پر نماز پڑھتے تھے اور ان کی دھیمی آوازیں برابر میرے کانوں میں آ رہی تھیں۔ یہاں تک کہ ہم نے انھیں قبر میں چھپا دیا تو اب ان کی زندگی میں اور موت کے بعد مجھ سے زائد کون اُن کا حق دار ہو سکتا ہے؟ (جب میرا حق تمھیں معلوم ہو چکا) تو تم بصیرت کے جلو میں دُشمن سے جہاد کرنے کے لیے صدقِ نیّت سے بڑھو۔ اُس ذات کی قسم کہ جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، بلاشبہ میں جادۂ حق پر ہوں اور وہ (اہلِ شام) باطل کی ایسی گھاٹی پر ہیں کہ جہاں سے پھسلے کہ پھسلے میں جو کہہ رہا ہوں وُہ تم سُن رہے ہو، میں اپنے اور تمھارے لیے اللہ سے آمرزش کا طلب گار ہوں۔

لہ ابنِ ابی الحدید نے تحریر کیا ہے کہ امیرالمومنینؑ کا ارشاد کہ "میں نے کبھی پیغمبر کے احکام سے سرتابی نہیں کی" یہ اُن لوگوں پر ایک طرح کا طنز ہے کہ جو پیغمبرؐ کے احکام کو رَد کرنے میں بیباک تھے اور اُنھیں ٹوکنے کی جسارت کر گزرتے تھے جیسا کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر جب پیغمبرؐ کفارِ قریش سے صلح پر آمادہ ہو گئے تو صحابہ میں سے ایک صاحب اتنے برافروختہ ہوئے کہ وہ پیغمبرؐ کی رسالت میں شک کا اظہار کرنے لگے جس پر حضرت ابوبکر کو یہ کہنا پڑا:۔

وَيْحَكَ الْزَمْ غَرْزَهُ فَوَاللّٰهِ اِنَّهُ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ وَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُهُ

تم پر افسوس ہے تمھیں ان کی رکاب تھامے رہنا چاہیے۔ یہ یقیناً اللہ کے رسُول ہیں اور اللہ اُنھیں ضائع و برباد نہیں ہونے دے گا۔

اِس شک کے ازالہ کے لیے قسم اِنَّ اور لامِ تاکید کے ذریعہ نبوّت کے یقین دلانے کی کوشش کرنا اس امر کا پتہ دیتا ہے کہ مخاطب شک کی منزل سے بھی کچھ آگے نکل چکا تھا کیونکہ یہ تاکیدی لفظیں وہیں پر استعمال کی جاتی ہیں جہاں انکار تک کی نوبت پہنچ چکی ہو۔ بہر صُورت اگر ایمان عدمِ شک کا نام ہے تو شک سے ایمان کا مجروح ہونا بھی ضروری ہے جیسا کہ اللہ سُبحانہٗ کا ارشاد ہے۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا ۔

مومن بس وُہی لوگ ہیں جو اللہ و رسُول پر ایمان لانے کے بعد شک نہیں کرتے۔

اِسی طرح جب پیغمبرؐ نے ابنِ سلول کی میّت پر نماز پڑھنے کا ارادہ کیا تو پیغمبرؐ سے کہا کیف تستغفر لراس المنافقین۔

"کیا اِس منافقوں کے سردار کے لیے آپ دعائے مغفرت کریں گے" اور یہ کہہ کر پیغمبر کو دامن سے پکڑ کر کھینچ لیا جس پر پیغمبر کو یہ کہنا پڑا کہ میرا کوئی اقدام حکم خدا کے بغیر نہیں ہوتا۔ اسی طرح جیش اسامہ کے ہمراہ جانے میں پیغمبر کے تاکیدی حکم کو ٹھکرا دیا گیا اور اُن تمام سرتابیوں سے بڑھ کر وہ سرتابی تھی جو تحریر وصیت کے سلسلہ میں ظاہر ہوئی اور پیغمبر کی طرف ایسی غلط نسبت دی گئی کہ جس سے احکامِ شریعت پر سے اعتماد ہی اٹھ جاتا ہے اور ہر حکم کے متعلق یہ احتمال پیدا ہو سکتا ہے کہ نہ معلوم کہ یہ حکم وحی الٰہی کی بنا پر ہے یا معاذ اللہ کسی بدحواسی کا نتیجہ ہے۔

۵۔ اِس سے کس کو انکار ہو سکتا ہے کہ اسد اللہ الغالب علی ابنِ ابی طالب ہر معرکہ اور جان جوکھوں کے موقعہ پر پیغمبرؐ کے سینہ سپر رہے اور اپنی خدا داد جرأت و ہمت سے ان کی حفاظت کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ چنانچہ پہلا جاں نثاری کا موقعہ وہ ہے کہ جب قریش نے قتلِ پیغمبر کا عزم بالجزم کر لیا تو آپ تلواروں کے نرغہ اور دشمنوں کے ہجوم میں بسترِ نبوت پر سو گئے جس سے دشمنوں کو اپنے اِرادوں میں ناکام و نامراد ہونا پڑا۔ پھر ان جنگوں میں، کہ جہاں دشمن ہجوم کر کے پیغمبر پر ٹوٹ پڑتے تھے اور اچھے اچھے بہادروں کے قدم ڈگمگا جاتے تھے۔ آپ علم لشکر کو لے کر پامردی سے جمے رہتے تھے، چنانچہ ابن عبدالبر تحریر کرتے ہیں۔

عن ابن عباس قال لعلی اربع خصال لیست لاحد غیرہ ھو اول عربی و عجمی صلی مع رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ و ھو الذی کان لوائہ معہ فی کل زحف و ھو الذی صبر معہ یوم فرعنہ غیرہ و ھُو الذی غسلہ وادخلہ قبرہ۔

(استیعاب ج ۲ - ص ۴۵۷)

ابن عباس کہتے ہیں کہ امیر المومنینؑ میں چار خصوصیتیں ایسی تھیں جو اُن کے علاوہ کسی کو حاصل نہ تھیں ایک یہ کہ آپ نے ہر عربی و غیر عربی سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی اور دوسرے ہر معرکہ وار و گیر میں علمبردار ہوتے رہے اور تیسرے جب لوگ پیغمبر کو چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوتے تھے تو آپ صبر و استقامت سے جمے رہتے تھے اور چوتھے یہ کہ آپ ہی نے پیغمبر کو غسل دیا اور قبر میں اُتارا۔

اِسلامی غزوات کا جائزہ لیا جائے تو اس میں کوئی شبہ نہیں رہتا کہ جنگِ تبوک کے علاوہ کہ جس میں بحکمِ پیغمبر امیر المومنینؑ شرکت نہ کر سکے تمام جنگیں آپ کی حُسن کارکردگی کی آئینہ دار اور تمام فتوحات آپ کے قوتِ بازو کی مرہُونِ منت ہیں۔ چنانچہ جنگِ بدر میں ستر کفار قتل ہوئے جن میں سے نصف امیر المومنینؑ کی تلوار سے مارے گئے۔ جنگِ اُحد میں جب مسلمانوں کے مالِ غنیمت پر ٹوٹ پڑنے کی وجہ سے فتح شکست کی صورت اختیار کر گئی اور دشمنوں کے اچانک حملہ سے مسلمان بھاگ کھڑے ہوئے تو امیر المومنین جہاد کو فریضۂ ایمانی سمجھتے ہوئے ثابت قدمی سے جمے رہے اور پیغمبر کی ہمدردی و جاں نثاری میں وہ کارِ نمایاں کیا کہ جس کا پیغمبرؐ نے بھی اعتراف کیا اور ملک نے بھی اقرار کیا۔ جنگِ احزاب میں پیغمبرؐ کے ہمراہ تین ہزار نبرد آزما تھے۔ مگر عمرو ابن ود کے مقابلہ میں بڑھنے کی کسی ایک کو بھی جرأت نہ ہوئی۔ آخر امیر المومنینؑ نے اسے قتل کر کے مسلمانوں کو رسوائی سے بچا لیا۔ جنگِ خیبر میں حضرت ابوبکر و حضرت عمر علَم لے کر گئے مگر پلٹ آئے، اِس موقع پر بھی امیر المومنینؑ نے اس مہم کو سر کیا۔ جنگِ حنین میں مسلمانوں کو اپنی کثرت پر بڑا گھمنڈ

تھا چونکہ اُن کی تعداد دس ہزار تھی اور کفار کی گنتی چار ہزار تھی، مگر یہاں بھی مالِ غنیمت پر ٹپک پڑے جس کی وجہ سے کفار کو موقع مل گیا کہ وہ اُن پر ٹوٹ پڑیں۔ چنانچہ اس اچانک حملے سے مسلمان گھبرا کر بھاگ کھڑے ہوئے جیسا کہ قرآن حکیم میں ہے :-

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُدْبِرِينَ ۔

اللہ نے بہت سے موقعوں پر تمھاری مدد کی اور حنین کے دن بھی کہ جب تم اپنی کثرت پر اتراتے تھے، اور زمین اپنی وسعت کے باوجود تم پر تنگ ہو گئی، پھر تم پیٹھ پھیر کر چلتے بنے۔

اِس موقع پر بھی امیر المومنینؑ پہاڑ کی طرح جمے رہے اور آخر تائیدِ خداوندی سے فتح و کامرانی حاصل ہوئی۔

(وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ) خطبہ ۱۹۶

يَعْلَمُ عَجِيجَ الْوُحُوشِ فِي الْفَلَوَاتِ، وَمَعَاصِيَ الْعِبَادِ فِي الْخَلَوَاتِ، وَاخْتِلَافَ النِّينَانِ فِي الْبِحَارِ الْغَامِرَاتِ، وَتَلَاطُمَ الْمَاءِ بِالرِّيَاحِ الْعَاصِفَاتِ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا نَجِيبُ اللهِ وَسَفِيرُ وَحْيِهِ وَرَسُولُ رَحْمَتِهِ۔

أَمَّا بَعْدُ، فَإِنِّي أُوصِيكُمْ بِتَقْوَى اللهِ الَّذِي ابْتَدَأَ خَلْقَكُمْ، وَإِلَيْهِ يَكُونُ مَعَادُكُمْ، وَبِهِ نَجَاحُ طَلِبَتِكُمْ، وَإِلَيْهِ مُنْتَهَى رَغْبَتِكُمْ، وَنَحْوَهُ قَصْدُ سَبِيلِكُمْ، وَإِلَيْهِ مَرَامِي مَفْزَعِكُمْ۔ فَإِنَّ تَقْوَى اللهِ دَوَاءُ دَاءِ قُلُوبِكُمْ، وَبَصَرُ عَمَى أَفْئِدَتِكُمْ، وَشِفَاءُ مَرَضِ أَجْسَادِكُمْ، وَصَلَاحُ فَسَادِ صُدُورِكُمْ، وَطُهُورُ دَنَسِ أَنْفُسِكُمْ

وہ (خداوندِ عالم) بیابانوں میں چوپاؤں کے نالے (سُنتا ہے) تنہائیوں میں بندوں کے گناہوں سے آگاہ ہے۔ اور اتھاہ دریاؤں میں مچھلیوں کی آمد و شُد اور تُند ہواؤں کے ٹکراؤ سے پانی کے تھپیڑوں کو جانتا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم اللہ کے برگزیدہ اُس کی وحی کے ترجمان اور رحمت کے پیغامبر ہیں۔ میں تمھیں اُس اللہ سے ڈرنے کی نصیحت کرتا ہوں کہ جس نے تمھیں پیدا کیا اور جس کی طرف تمھیں پلٹنا ہے وُہی تمھاری کامرانیوں کا ذریعہ اور تمھاری آرزوؤں کی منزلِ منتہا ہے تمھاری راہِ حق اسی کی طرف پلٹتی ہے اور وُہی خوف و ہراس کے وقت تمھارے لیے پناہ گاہ ہے (دل میں اللہ کا خوف رکھو) کیونکہ یہ تمھارے دلوں کے روگ کا چارہ، فکر و شعور کی تاریکیوں کے لیے اُجالا جسموں کی بیماریوں کے لیے شفا، سینے کی تباہ کاریوں کے لیے اصلاح، نفس کی کثافتوں کے لیے پاکیزگی، آنکھوں کی تیرگی کے لیے جلا، دل کی دہشت کے لیے ڈھارس اور

وَجِلَاءُ عَشَا أَبْصَارِكُمْ، وَأَمْنُ فَزَعِ جَأْشِكُمْ، وَضِيَاءُ سَوَادِ ظُلْمَتِكُمْ. فَاجْعَلُوا طَاعَةَ اللهِ شِعَاراً دُونَ دِثَارِكُمْ، وَدَخِيلاً دُونَ شِعَارِكُمْ، وَلَطِيفاً بَيْنَ أَضْلَاعِكُمْ، وَأَمِيراً فَوْقَ أُمُورِكُمْ، وَمَنْهَلاً لِحِينِ وُرُودِكُمْ، وَشَفِيعاً لِدَرَكِ طَلِبَتِكُمْ، وَجُنَّةً لِيَوْمِ فَزَعِكُمْ، وَمَصَابِيحَ لِبُطُونِ قُبُورِكُمْ، وَسَكَناً لِطُولِ وَحْشَتِكُمْ، وَنَفَساً لِكُرَبِ مَوَاطِنِكُمْ. فَإِنَّ طَاعَةَ اللهِ حِرْزٌ مِنْ مَتَالِفَ مُكْتَنِفَةٍ، وَمَخَاوِفَ مُتَوَقَّعَةٍ، وَأُوَارِ نِيرَانٍ مُوقَدَةٍ. فَمَنْ أَخَذَ بِالتَّقْوَى عَزَبَتْ عَنْهُ الشَّدَائِدُ بَعْدَ دُنُوِّهَا، وَاحْلَوْلَتْ لَهُ الْأُمُورُ بَعْدَ مَرَارَتِهَا، وَانْفَرَجَتْ عَنْهُ الْأَمْوَاجُ بَعْدَ تَرَاكُمِهَا، وَأَسْهَلَتْ لَهُ الصِّعَابُ بَعْدَ إِنْصَابِهَا، وَهَطَلَتْ عَلَيْهِ الْكَرَامَةُ بَعْدَ قُحُوطِهَا، وَتَحَدَّبَتْ عَلَيْهِ الرَّحْمَةُ بَعْدَ نُفُورِهَا، وَتَفَجَّرَتْ عَلَيْهِ النِّعَمُ بَعْدَ نُضُوبِهَا، وَوَبَلَتْ عَلَيْهِ الْبَرَكَةُ بَعْدَ إِرْذَاذِهَا. فَاتَّقُوا اللهَ الَّذِي نَفَعَكُمْ بِمَوْعِظَتِهِ،

جہالت کی اندھیاریوں کے لیے روشنی ہے۔ صرف ظاہری طور پر اللہ کی اطاعت کا جامہ نہ اوڑھ لو (بلکہ) اُسے اپنا اندرونی پہناوا بناؤ، نہ صرف اندرونی پہناوا بلکہ ایسا کرو کہ وہ تمہارے باطن میں اُتر جائے اور پسلیوں کے اندر (دل میں) رچ بس جائے اور اُسے اپنے معاملات پر حکمران اور (حشر میں) وارد ہونے کے وقت سرچشمہ، منزلِ مقصود تک پہنچنے کا وسیلہ، خوف کے دن کے لیے سپر، نہاں خانہ، قبر کے لیے چراغ، (تنہائی کی) طویل وحشتوں کے لیے ہمنوا و دمساز اور منزل کی اندوہناکیوں سے رہائی (کا ذریعہ) قرار دو، کیونکہ اطاعتِ خدا گھیرنے والے مہلکوں، پیش آئند خوف و دہشت کے مرحلوں اور بھڑکتی ہوئی آگ کی لپٹوں کے لیے پناہ گاہ ہے۔ جو تقویٰ کو مضبوطی سے پکڑ لیتا ہے تو مصیبتیں اس کے قریب ہونے کے باوجود دُور ہٹ جاتی ہیں۔ تمام اُمور تلخی و بدمزگی کے بعد شیریں و خوشگوار ہو جاتے ہیں (تباہی و ہلاکت کی) موجیں ہجوم کرنے کے بعد چھٹ جاتی ہیں اور دشواریاں سختیوں میں مبتلا کرنے کے بعد آسان ہو جاتی ہیں۔ قحط و نایابی کے بعد لطف و کرم کی جھڑی لگ جاتی ہے۔ رحمت برگشتہ ہونے کے بعد پھر جھک پڑتی ہے۔ زمین میں پایاب ہونے کے بعد پھر نعمتوں کے سرچشمے اُبل پڑتے ہیں۔ پھوار کی کمی کے بعد رحمت و برکت کی دھواں دھار بارشیں ہونے لگتی ہیں۔ اُس اللہ سے ڈرو! کہ جس نے پند و موعظت سے تمہیں فائدہ پہنچایا۔ اپنے پیغام کے ذریعے تمہیں وعظ و نصیحت کی، اپنی نعمتوں سے تم پر لطف و احسان کیا۔ اس کی بندگی و نیاز مندی کے لیے اپنے

وَوَعَظَكُمْ بِرِسَالَتِهِ، وَامْتَنَّ عَلَيْكُمْ
بِنِعْمَتِهِ۔ فَعَبِّدُوا أَنْفُسَكُمْ لِعِبَادَتِهِ
وَاخْرُجُوا إِلَيْهِ مِنْ حَقِّ طَاعَتِهِ۔ ثُمَّ
إِنَّ هٰذَا الْإِسْلَامَ دِيْنُ اللّٰهِ الَّذِي
اصْطَفَاهُ لِنَفْسِهِ، وَاصْطَنَعَهُ عَلَى
عَيْنِهِ، وَأَصْفَاهُ خِيَرَةَ خَلْقِهِ، وَأَقَامَ
دَعَائِمَهُ عَلَى مَحَبَّتِهِ۔ أَذَلَّ الْأَدْيَانَ
بِعِزَّتِهِ، وَوَضَعَ الْمِلَلَ بِرَفْعِهِ، وَأَهَانَ
أَعْدَاءَهُ بِكَرَامَتِهِ، وَخَذَلَ مُحَادِّيهِ
بِنَصْرِهِ، وَهَدَمَ أَرْكَانَ الضَّلَالَةِ
بِرُكْنِهِ۔ وَسَقَى مَنْ عَطِشَ مِنْ
حِيَاضِهِ، وَأَتْأَقَ الْحِيَاضَ بِمَوَاتِحِهِ
ثُمَّ جَعَلَهُ لَا انْفِصَامَ لِعُرْوَتِهِ، وَلَا
فَكَّ لِحَلْقَتِهِ، وَلَا انْهِدَامَ لِأَسَاسِهِ
وَلَا زَوَالَ لِدَعَائِمِهِ، وَلَا انْقِلَاعَ
لِشَجَرَتِهِ، وَلَا انْقِطَاعَ لِمُدَّتِهِ،
وَلَا عَفَاءَ لِشَرَائِعِهِ، وَلَا جَذَّ
لِفُرُوعِهِ، وَلَا ضَنْكَ لِطُرُقِهِ،
وَلَا وُعُوثَةَ لِسُهُولَتِهِ، وَلَا سَوَادَ
لِوَضَحِهِ، وَلَا عِوَجَ لِانْتِصَابِهِ،
وَلَا عَصَلَ فِي عُودِهِ، وَلَا وَعَثَ
لِفَجِّهِ، وَلَا انْطِفَاءَ لِمَصَابِيحِهِ
وَلَا مَرَارَةَ لِحَلَاوَتِهِ فَهُوَ دَعَائِمُ
أَسَاخَ فِي الْحَقِّ أَسْنَاخَهَا، وَثَبَّتَ
لَهَا أَسَاسَهَا وَيَنَابِيعُ غَزُرَتْ عُيُونُهَا

نفسوں کو رام کرو، اور اُس کی فرمانبرداری کا پُورا پُورا حق
ادا کرو۔ پھر یہ کہ اسلام ہی وُہ دین ہے جسے اللہ نے
اپنے پہچنوانے کے لیے پسند کیا اپنی نظروں کے سامنے
اُس کی دیکھ بھال کی۔ اُس کی (تبلیغ کے لیے) بہترین خلق
کا انتخاب فرمایا۔ اپنی محبت پر اُس کے ستون کھڑے
کیے، اُس کی برتری کی وجہ سے تمام دینوں کو سرنگوں کیا
اور اُس کی بلندی کے سامنے سب مِلّتوں کو پست کیا۔
اُس کی عزّت و بزرگی کے ذریعہ دُشمنوں کو ذلیل اور اس
کی نصرت و تائید سے مُخالفوں کو رُسوا کیا۔ اُس کے
ستون سے گمراہی کے کھمبوں کو گرا دیا۔ پیاسوں کو اُس کے
تالابوں سے سیراب کیا اور پانی اُلیچنے والوں کے ذریعہ
حوضوں کو بھر دیا۔ پھر یہ کہ اسے اس طرح مضبُوط کیا کہ
اِس کے بندھنوں کے لیے شکست و ریخت نہیں، نہ اُس
کے حلقہ (کی کڑیاں)، الگ الگ ہو سکتی ہیں نہ اُس کی بُنیاد
گر سکتی ہے، نہ اُس کے ستون اپنی جگہ چھوڑ سکتے ہیں، نہ
اُس کا درخت اُکھڑ سکتا ہے، نہ اُس کی مدت ختم ہو سکتی
ہے، نہ اُس کے قوانین محو ہوتے ہیں، نہ اُس کی شاخیں
کٹ سکتی ہیں، نہ اُس کی راہیں تنگ، نہ اُس کی آسانیاں
دُشوار ہیں، نہ اُس کے سفید دامن پر سیاہی کا دھبہ، نہ
اُس کی استقامت میں پیچ و خم، نہ اُس کی لکڑی میں کجی
نہ اُس کی کشادہ راہ میں کوئی دُشواری ہے، نہ اُس کے
چراغ گل ہوتے ہیں، نہ اُس کی خوشگواریوں میں تلخیوں کا
گُزر ہوتا ہے۔ اِسلام ایسے ستونوں پر حاوی ہے جس
کے پائے اللہ نے حق (کی سرزمین) میں قائم کیے ہیں اور
اُن کی اساس و بُنیاد کو استحکام بخشا ہے اور ایسے سرچشمے

وَمَصَابِيحُ شَبَّتْ نِيرَانُهَا، وَ
مَنَارٌ اقْتَدَى بِهَا سُفَّارُهَا، وَ
أَعْلَامٌ قُصِدَ بِهَا فِجَاجُهَا، وَ
مَنَاهِلُ رَوِيَ بِهَا وُرَّادُهَا. جَعَلَ
فِيهِ مُنْتَهَى رِضْوَانِهِ، وَذِرْوَةَ
دَعَائِمِهِ، وَسَنَامَ طَاعَتِهِ. فَهُوَ
عِنْدَ اللهِ وَثِيقُ الْأَرْكَانِ، رَفِيعُ
الْبُنْيَانِ، مُنِيرُ الْبُرْهَانِ، مُضِيءُ
النِّيرَانِ، عَزِيزُ السُّلْطَانِ، مُشْرِفُ
الْمَنَارِ، مُعْوِزُ الْمَثَارِ. فَشَرِّفُوهُ
وَاتَّبِعُوهُ، وَأَدُّوا إِلَيْهِ حَقَّهُ،
وَضَعُوهُ مَوَاضِعَهُ. ثُمَّ إِنَّ اللهَ
بَعَثَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
بِالْحَقِّ حِينَ دَنَا مِنَ الدُّنْيَا الْإِنْقِطَاعُ.
وَأَقْبَلَ مِنَ الْآخِرَةِ الْإِطِّلَاعُ. وَ
أَظْلَمَتْ بَهْجَتُهَا بَعْدَ إِشْرَاقٍ، وَ
قَامَتْ بِأَهْلِهَا عَلَى سَاقٍ. وَخَشُنَ
مِنْهَا مِهَادٌ، وَأَزِفَ مِنْهَا قِيَادٌ.
فِي انْقِطَاعٍ مِنْ مُدَّتِهَا، وَاقْتِرَابٍ
مِنْ أَشْرَاطِهَا، وَتَصَرُّمٍ مِنْ أَهْلِهَا
وَانْفِصَامٍ مِنْ حَلْقَتِهَا، وَ
انْتِشَارٍ مِنْ سَبَبِهَا، وَعَفَاءٍ
مِنْ أَعْلَامِهَا، وَتَكَشُّفٍ مِنْ
عَوْرَاتِهَا، وَقِصَرٍ مِنْ طُولِهَا،
جَعَلَهُ اللهُ بَلَاغًا لِرِسَالَتِهِ،

ہیں جن کے چشمے پانی سے بھرپور اور ایسے چراغ ہیں جن کی لَوئیں ضیا بار ہیں، ایسے مینار ہیں جن کی روشنی میں مُسافر قدم بڑھاتے ہیں اور ایسے نشان ہیں کہ جن سے سیدھی راہوں کا قصد کیا جاتا ہے اور ایسے گھاٹ ہیں جن پر اُترنے والے اُن سے سیراب ہوتے ہیں۔ اللہ نے اسلام میں اپنی انتہائے رضامندی بلند ترین ارکان اور اپنی اطاعت کی اُونچی سطح کو قرار دیا ہے چنانچہ اللہ کے نزدیک اس کے ستون مضبوط، اس کی عمارت سربلند دلیلیں روشن اور ضیائیں نور پاش ہیں۔ اُس کی سلطنت غالب اور مینار بلند ہیں اور اس کی بیخ کنی دشوار ہے اُس کی عزت و وقار باقی رکھو۔ اس کے (احکام کی) پیروی کرو، اس کے حقوق ادا کرو، اور اُس کے (ہر حکم کو) اُس کی جگہ پر قائم کرو۔ پھر یہ کہ اللہ سُبحانہ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو اُس وقت حق کے ساتھ مبعوث کیا جبکہ فنا نے دُنیا کے قریب ڈیرے ڈال دیئے اور آخرت سر پر منڈلانے لگی، اُس کی رونقوں کا اُجالا اندھیرے سے بدلنے لگا۔ اور اپنے رہنے والوں کے لیے مصیبت بن کر کھڑی ہو گئی۔ اُس کا فرش درشت و ناہموار ہو گیا اور فنا کے ہاتھوں میں باگ ڈور دینے کے لیے آمادہ ہو گئی یہ اُس وقت کہ جب اُس کی مدت اختتام پذیر اور (فنا کی) علامتیں قریب آ گئیں، اُس کے بسنے والے تباہ اور اُس کے حلقہ کی کڑیاں الگ ہونے لگیں۔ اُس کے بندھن پراگندہ اور نشانات بوسیدہ ہو گئے، اُس کے عیب کھلنے اور پھیلے ہوئے دامن سمٹنے لگے۔ اللہ نے اُن کو پیغام رسانی اور اُمّت کی سرفرازی کا ذریعہ اہلِ عالم کے لیے بہار اور

وَكَرَامَةً لِأُمَّتِهِ، وَرَبِيعاً لِأَهْلِ زَمَانِهِ، وَرِفْعَةً لِأَعْوَانِهِ، وَشَرَفاً لِأَنْصَارِهِ. ثُمَّ أَنْزَلَ عَلَيْهِ الْكِتَابَ نُوراً لَا تُطْفَأُ مَصَابِيحُهُ، وَسِرَاجاً لَا يَخْبُو تَوَقُّدُهُ، وَبَحْراً لَا يُدْرَكُ قَعْرُهُ، وَمِنْهَاجاً لَا يُضِلُّ نَهْجُهُ، وَشُعَاعاً لَا يُظْلِمُ ضَوْؤُهُ، وَفُرْقَاناً لَا يُخْمَدُ بُرْهَانُهُ، وَتِبْيَاناً لَا تُهْدَمُ أَرْكَانُهُ. وَشِفَاءً لَا تُخْشَى أَسْقَامُهُ، وَعِزّاً لَا تُهْزَمُ أَنْصَارُهُ، وَحَقّاً لَا تُخْذَلُ أَعْوَانُهُ. فَهُوَ مَعْدِنُ الْإِيمَانِ وَبُحْبُوحَتُهُ، وَيَنَابِيعُ الْعِلْمِ وَبُحُورُهُ، وَرِيَاضُ الْعَدْلِ وَغُدْرَانُهُ، وَأَثَافِيُّ الْإِسْلَامِ وَبُنْيَانُهُ، وَأَوْدِيَةُ الْحَقِّ وَغِيطَانُهُ، وَبَحْرٌ لَا يَنْزِفُهُ الْمُسْتَنْزِفُونَ، وَعُيُونٌ لَا يُنْضِبُهَا الْمَاتِحُونَ، وَمَنَاهِلُ لَا يَغِيضُهَا الْوَارِدُونَ، وَمَنَازِلُ لَا يَضِلُّ نَهْجَهَا الْمُسَافِرُونَ، وَأَعْلَامٌ لَا يَعْمَى عَنْهَا السَّائِرُونَ، وَآكَامٌ لَا يَجُوزُ عَنْهَا الْقَاصِدُونَ. جَعَلَهُ اللَّهُ رِيّاً لِعَطَشِ الْعُلَمَاءِ، وَرَبِيعاً لِقُلُوبِ الْفُقَهَاءِ، وَمَحَاجَّ لِطُرُقِ

یار و انصار کی رفعت و عزت کا سبب قرار دیا۔ پھر آپ پر ایک ایسی کتاب نازل فرمائی جو (سراپا) نور ہے جس کی قندیلیں گل نہیں ہوتیں، ایسا چراغ ہے جس کی لو خاموش نہیں ہوتی، ایسا دریا ہے جس کی تھاہ نہیں لگائی جا سکتی۔ ایسی شاہراہ ہے جس میں راہ پیمائی بے راہ نہیں کرتی۔ ایسی کرن ہے جس کی چھوٹ مدھم نہیں پڑتی۔ وہ ایسا (حق و باطل میں) امتیاز کرنے والا ہے جس کی دلیل کمزور نہیں پڑتی۔ ایسا کھول کر بیان کرنے والا ہے جس کے ستون منہدم نہیں کیے جا سکتے وہ سراسر شفا ہے (کہ جس کے ہوتے ہوئے روحانی) بیماریوں کا کھٹکا نہیں وہ سرتاسر عزت و غلبہ ہے جس کے یار و مددگار شکست نہیں کھاتے وہ (سراپا) حق ہے جس کے معین و معاون بے مدد چھوڑے نہیں جاتے وہ ایمان کا معدن اور مرکز ہے۔ اس سے علم کے چشمے پھوٹتے اور دریا بہتے ہیں۔ اس میں عدل کے چمن اور انصاف کے حوض ہیں۔ وہ اسلام کا سنگ بنیاد اور اس کی اساس ہے۔ حق کی وادی اور اس کا ہموار میدان ہے۔ وہ ایسا دریا ہے کہ جسے پانی بھرنے والے ختم نہیں کر سکتے۔ وہ ایسا چشمہ ہے کہ پانی اُلچنے والے اسے خشک نہیں کر سکتے وہ ایسا گھاٹ ہے کہ اس پر اترنے والوں سے اس کا پانی گھٹ نہیں سکتا۔ وہ ایسی منزل ہے کہ جس کی راہ میں کوئی راہرو بھٹکتا نہیں۔ وہ ایسا نشان ہے کہ چلنے والے کی نظر سے اوجھل نہیں ہوتا۔ وہ ایسا ٹیلہ ہے کہ حق کا قصد کرنے والے اس سے آگے گزر نہیں سکتے۔ اللہ نے اسے عالموں کی تشنگی کے لیے سیرابی فقیہوں

الصُّلَحَآءِ، وَدَوَآءً لَيْسَ بَعْدَهُ دَآءٌ، وَنُوْرًا لَيْسَ مَعَهُ ظُلْمَةٌ وَحَبْلًا وَثِيْقًا عُرْوَتُهُ، وَمَعْقِلًا مَنِيْعًا ذِرْوَتُهُ، وَعِزًّا لِمَنْ تَوَلَّاهُ، وَسِلْمًا لِمَنْ دَخَلَهُ، وَهُدًى لِمَنِ ائْتَمَّ بِهِ، وَعُذْرًا لِمَنِ انْتَحَلَهُ، وَبُرْهَانًا لِمَنْ تَكَلَّمَ بِهِ، وَشَاهِدًا لِمَنْ خَاصَمَ بِهِ، وَفَلْجًا لِمَنْ حَاجَّ بِهِ، وَحَامِلًا لِمَنْ حَمَلَهُ وَمَطِيَّةً لِمَنْ أَعْمَلَهُ، وَاٰيَةً لِمَنْ تَوَسَّمَ، وَجُنَّةً لِمَنِ اسْتَلْأَمَ وَعِلْمًا لِمَنْ وَعٰى، وَحَدِيْثًا لِمَنْ رَوٰى، وَحُكْمًا لِمَنْ قَضٰى۔

کے دلوں کے لیے بہار اور نیکوں کی رہ گزر کے لیے شاہراہ قرار دیا ہے، یہ ایسی دوا ہے کہ جس سے کوئی مرض نہیں رہتا۔ ایسا نور ہے جس میں تیرگی کا گزر نہیں، ایسی رسی ہے کہ جس کے حلقے مضبوط ہیں، ایسی چوٹی ہے کہ جس کی پناہ گاہ محفوظ ہے۔ جو اس سے وابستہ ہو اس کے لیے سرمایۂ عزت ہے جو اُس کے حدود میں داخل ہو اُس کے لیے پیغامِ صلح و امن ہے۔ جو اُس کی پیروی کرے اُس کے لیے ہدایت ہے جو اسے اپنی طرف نسبت دے اُس کے لیے حجت ہے اس کی رُو سے بات کرے۔ اُس کے لیے دلیل و بُرہان ہے، جو اُس کی بنیاد پر بحث و مناظرہ کرے اس کے لیے گواہ ہے۔ جو اسے حجت بنا کر پیش کرے۔ اُس کے لیے فتح و کامرانی ہے، جو اس کا بار اُٹھائے یہ اس کا بوجھ بٹانے والا ہے، جو اسے اپنا دستور العمل بنائے اس کے لیے مرکب (تیز گام) ہے یہ حقیقت شناس کے لیے ایک واضح نشان ہے (جو ضلالت سے ٹکرانے کے لیے) سلاح بند ہو اُس کے لیے سپر ہے جو اُس کی ہدایت کو گرہ میں باندھ لے اُس کے لیے علم و دانش ہے بیان کرنے والے کے لیے بہترین کلام اور فیصلہ کرنے والے کے لیے قطعی حکم ہے۔

خطبہ ۱۹۷

(وَمِنْ كَلَامٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)
كَانَ يُوْصِيْ بِهِ أَصْحَابَهُ:

تَعَاهَدُوْا أَمْرَ الصَّلٰوةِ وَحَافِظُوْا عَلَيْهَا، وَاسْتَكْثِرُوْا مِنْهَا، وَتَقَرَّبُوْا بِهَا، فَإِنَّهَا

حضرت اپنے اصحاب کو یہ نصیحت فرمایا کرتے تھے:-

نماز کی پابندی اور اُس کی نگہداشت کرو، اور اُسے زیادہ سے زیادہ بجا لاؤ اور اُس کے ذریعہ سے اللہ کا تقرب چاہو، کیونکہ نماز مسلمانوں پر وقت کی پابندی

36

كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَوْقُوتًا.
أَلَا تَسْمَعُونَ إِلَى جَوَابِ أَهْلِ النَّارِ
حِينَ سُئِلُوا: ﴿مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ؟
قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ﴾. وَإِنَّهَا
لَتَحُتُّ الذُّنُوبَ حَتَّ الْوَرَقِ، وَ
تُطْلِقُهَا إِطْلَاقَ الرِّبَقِ، وَشَبَّهَهَا
رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
بِالْحَمَّةِ تَكُونُ عَلَى بَابِ الرَّجُلِ
فَهُوَ يَغْتَسِلُ مِنْهَا فِي الْيَوْمِ وَ
اللَّيْلَةِ خَمْسَ مَرَّاتٍ، فَمَا عَسَى أَنْ
يَبْقَى عَلَيْهِ مِنَ الدَّرَنِ. وَقَدْ عَرَفَ
حَقَّهَا رِجَالٌ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ
لَا تَشْغَلُهُمْ عَنْهَا زِينَةُ مَتَاعٍ
وَلَا قُرَّةُ عَيْنٍ مِنْ وَلَدٍ وَلَا مَالٍ.
يَقُولُ اللهُ سُبْحَانَهُ: ﴿رِجَالٌ
لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ
اللهِ وَإِقَامِ الصَّلٰوةِ وَإِيتَاءِ الزَّكٰوةِ﴾.
وَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
وَسَلَّمَ نَصِبًا بِالصَّلٰوةِ بَعْدَ التَّبْشِيرِ
لَهُ بِالْجَنَّةِ لِقَوْلِ اللهِ سُبْحَانَهُ: ﴿وَ
أْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ
عَلَيْهَا﴾. فَكَانَ يَأْمُرُ أَهْلَهُ وَيَصْبِرُ
عَلَيْهَا نَفْسَهُ. ثُمَّ إِنَّ الزَّكٰوةَ
جُعِلَتْ مَعَ الصَّلٰوةِ قُرْبَانًا
لِأَهْلِ الْإِسْلَامِ، فَمَنْ أَعْطَاهَا

کے ساتھ واجب کی گئی ہے۔ کیا (قرآن میں) دوزخیوں کے جواب کو تم نے نہیں سنا کہ جب ان سے پوچھا جائے گا کہ "کون سی چیز تمھیں دوزخ کی طرف کھینچ لائی ہے؟ تو وہ کہیں گے کہ ہم نمازی نہ تھے۔ بلاشبہ نماز گناہوں کو جھاڑ کر اس طرح الگ کر دیتی ہے جس طرح (درخت سے) پتے جھڑتے ہیں اور انھیں اس طرح الگ کرتی ہے جس طرح (چوپاؤں کی گردنوں سے) پھندے کھول کر انھیں رہا کیا جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز کو اس گرم چشمہ سے تشبیہ دی ہے جو کسی شخص کے گھر کے دروازہ پر ہو اور وہ اس میں دن رات پانچ مرتبہ غسل کرے، تو کیا امید کی جا سکتی ہے کہ اس کے (جسم پر) کوئی میل رہ جائے گا؟ نماز کا حق تو وہی مردانِ باخدا پہچانتے ہیں جنھیں متاعِ دنیا کی سج دھج اور مال و اولاد کا سرورِ دیدہ و دل اس سے غفلت میں نہیں ڈالتا۔ (چنانچہ اللہ سبحانہ' کا ارشاد ہے کہ "کچھ لوگ ایسے ہیں کہ جنھیں خدا کے ذکر اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے سے نہ تجارت غافل کرتی ہے، نہ خرید و فروخت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باوجودیکہ انھیں جنت کی نوید دی جا چکی تھی (بکثرت) نماز پڑھنے سے اپنے کو زحمت و تعب میں ڈالتے تھے۔ چونکہ انھیں اللہ کا ارشاد تھا کہ "اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دو، اور خود بھی اس کی پابندی کرو۔ چنانچہ حضرت اپنے گھر والوں کو خصوصیت کے ساتھ نماز کی تاکید بھی فرماتے تھے اور خود بھی اس کی کثرت و بجا آوری میں زحمت و مشقت برداشت کرتے

طَيِّبَ النَّفْسِ بِهَا فَإِنَّهَا تُجْعَلُ لَهُ
كَفَّارَةً، وَمِنَ النَّارِ حِجَازاً وَوِقَايَةً
فَلَا يُتْبِعَنَّهَا أَحَدٌ نَفْسَهُ، وَلَا
يُكْثِرَنَّ عَلَيْهَا لَهَفَهُ. فَإِنَّ مَنْ
أَعْطَاهَا غَيْرَ طَيِّبِ النَّفْسِ بِهَا
يَرْجُو بِهَا مَا هُوَ أَفْضَلُ مِنْهَا فَهُوَ
جَاهِلٌ بِالسُّنَّةِ مَغْبُونُ الْأَجْرِ.
ضَالُّ الْعَمَلِ. طَوِيلُ النَّدَمِ. ثُمَّ
أَدَاءَ الْأَمَانَةِ، فَقَدْ خَابَ مَنْ
لَيْسَ مِنْ أَهْلِهَا. إِنَّهَا عُرِضَتْ عَلَى
السَّمٰوٰتِ الْمَبْنِيَّةِ، وَالْأَرَضِينَ
الْمَدْحُوَّةِ، وَالْجِبَالِ ذَاتِ الطُّولِ
الْمَنْصُوبَةِ، فَلَا أَطْوَلَ وَلَا أَعْرَضَ
وَلَا أَعْلَى وَلَا أَعْظَمَ مِنْهَا. وَلَوِ
امْتَنَعَ شَيْءٌ بِطُولٍ أَوْ عَرْضٍ أَوْ
قُوَّةٍ أَوْ عِزٍّ لَامْتَنَعْنَ، وَلٰكِنْ
أَشْفَقْنَ مِنَ الْعُقُوبَةِ، وَعَقَلْنَ
مَا جَهِلَ مَنْ هُوَ أَضْعَفُ مِنْهُنَّ
وَهُوَ الْإِنْسَانُ: إِنَّهُ كَانَ ظَلُوماً جَهُولاً.

إِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى
لَا يَخْفَى عَلَيْهِ مَا الْعِبَادُ
مُقْتَرِفُونَ فِي لَيْلِهِمْ وَنَهَارِهِمْ
لَطُفَ بِهِ خُبْراً، وَأَحَاطَ بِهِ
عِلْماً أَعْضَاؤُكُمْ شُهُودُهُ، وَ
جَوَارِحُكُمْ جُنُودُهُ، وَ

تھے. پھر مسلمانوں کے لیے نماز کے ساتھ زکوٰۃ کو بھی تقرب خدا کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے تو جو شخص اُسے برضا و رغبت ادا کرے گا۔ اُس کے لیے یہ گناہوں کا کفارہ اور دوزخ سے آڑ اور بچاؤ ہے (دیکھو! ادا کرنے کے بعد) کوئی شخص اُس کا خیال تک دل میں نہ لائے اور نہ اُس پر زیادہ ہائے وائے مچائے کیونکہ جو شخص دلی لگن کے بغیر زکوٰۃ دے کر اُس سے بہتر چیز کے لیے چشم براہ رہتا ہے وُہ سنت سے بے خبر اجر کے اعتبار سے نقصان اٹھانے والا، غلط کار اور دائمی پریشانی و ندامت میں گرفتار ہے پھر امانت کا ادا کرنا ہے جو اپنے کو امانت کا اہل نہ بنا سکے وُہ ناکام و نامراد ہے۔ اِس امانت کو مضبوط آسمانوں، پھیلی ہوئی زمینوں اور لمبے چوڑے گڑے ہوئے پہاڑوں پر پیش کیا گیا۔ بھلا اُن سے تو بڑھ کر کوئی چیز لمبی، چوڑی، اونچی اور بڑی نہیں ہے تو اگر کوئی چیز لمبائی چوڑائی یا قوت اور غلبہ کے بل بوتے پر سرتابی کر سکتی ہوتی تو یہ سرتابی کر سکتے تھے لیکن یہ تو اُس کے عقاب و عتاب سے ڈر گئے اور اُس چیز کو جان گئے جسے ان سے کمزور تر مخلوق انسان نہ جان سکا۔ بلاشبہ انسان بڑا ناانصاف اور بڑا جاہل ہے۔

یہ بندگانِ خدا رات (کے پردوں) اور دن (کے اُجالوں) میں جو گناہ کرتے ہیں وُہ اللہ سے ڈھکے چھپے ہوئے نہیں وہ تو ہر چھوٹی سی چھوٹی چیز سے آگاہ اور ہر شئے پر اُس کا علم محیط ہے۔ تمھارے ہی اعضاء اُس کے سامنے گواہ بن کر پیش ہوں گے اور تمھارے ہی ہاتھ پاؤں اُس کے لاؤ لشکر ہیں اور تمھارے ہی قلب و

ضَمَائِرُكُمْ عُيُونُهُ، وَ خَلَوَاتُكُمْ عِيَانُهُ۔

ضمیر اُس کے جاسوس ہیں اور تمھاری تنہائیوں (کے عشرت کدے) اُس کی نظروں کے سامنے ہیں۔

(وَمِنْ كَلَامٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) خطبہ ۱۹۸

وَاللّٰهِ مَا مُعَاوِيَةُ بِأَدْهٰى مِنِّيْ وَلٰكِنَّهٗ يَغْدِرُ وَيَفْجُرُ۔ وَلَوْلَا كَرَاهِيَةُ الْغَدْرِ لَكُنْتُ مِنْ أَدْهَى النَّاسِ، وَلٰكِنْ كُلُّ غُدَرَةٍ فُجَرَةٌ، وَكُلُّ فُجَرَةٍ كُفَرَةٌ۔ وَلِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ يُعْرَفُ بِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ وَاللّٰهِ مَا أُسْتَغْفَلُ بِالْمَكِيْدَةِ، وَلَا أُسْتَغْمَزُ بِالشَّدِيْدَةِ۔

خدا کی قسم! معاویہ مجھ سے زیادہ چلتا پرزہ اور ہوشیار نہیں۔ مگر فرق یہ ہے کہ وہ غداریوں سے چوکتا نہیں اور بدکرداریوں سے باز نہیں آتا۔ اگر مجھے عیاری و غداری سے نفرت نہ ہوتی تو میں سب لوگوں سے زائد ہوشیار و زیرک ہوتا۔ لیکن ہر غداری گناہ اور ہر گناہ حکم الٰہی کی نافرمانی ہے۔ چنانچہ قیامت کے دن ہر غدار کے ہاتھوں میں ایک جھنڈا ہوگا۔ جس سے وہ پہچانا جائے گا۔ خدا کی قسم! مجھے ہتھکنڈوں سے غفلت میں نہیں ڈالا جا سکتا اور نہ سختیوں سے دبایا جا سکتا ہے۔

لہ وہ افراد جو مذہب و اخلاق سے بیگانہ شرعی قید و بند سے آزاد اور جزا و سزا کے تصور سے ناآشنا ہوتے ہیں۔ ان کے لیے مطلب براری کے لیے حیل و ذرائع کی کمی نہیں ہوتی وہ ہر منزل پر کامیابی و کامرانی کی تدبیریں نکال لیتے ہیں لیکن جہاں اِنسانی و اسلامی تقاضے اور اخلاقی و شرعی حدیں روک بن کر کھڑی ہو جاتی ہیں وہاں حیلہ و تدبیر کا میدان تنگ اور جولانگاہ عمل کی وُسعت محدُود ہو جاتی ہے۔ چنانچہ معاویہ کا نفوذ و تسلط انہی تدابیر و حیل کا نتیجہ تھا۔ کہ جن پر عمل پیرا ہونے میں اُسے کوئی روک ٹوک نہ تھی۔ نہ حلال و حرام کا سوال اُس کے لیے سدِّ راہ ہوتا تھا اور نہ پاداشِ آخرت کا خوف اُسے ان مطلق العنانیوں اور بیباکیوں سے روکتا تھا جیسا کہ امام راغب اصفہانی اُس کی سیرت و کردار کا جائزہ لیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

لم يكن غايته الا درك الحاجة حلّ او حرم ثم لم يكن يبالي بالدين ولا يتفكر في سخط رب العالمين (محاضرات)

اُس کا مطمح نظر یہی ہوتا تھا کہ جس طرح بن پڑے اپنا مطلب پُورا کرو۔ نہ حلال و حرام سے اُسے کوئی واسطہ تھا نہ دین کی اُسے کوئی پروا تھی اور نہ خدا کے غضب کی کوئی فکر تھی۔

چنانچہ اُس نے اپنے اِقتدار کو برقرار رکھنے کے لیے غلط بیانی و افترا پردازی کے سہارے ڈھونڈھے طرح طرح کے مکر و فریب کے حربے استعمال کیے اور جب یہ دیکھا کہ امیر المومنینؑ کو جنگ میں اُلجھائے بغیر کامیابی نہیں ہو سکتی تو طلحہ و زبیر کو آپ کے خلاف اُبھا

کر کھڑا کر دیا اور جب اس صورت سے بھی کامیابی نہ ہوئی تو شامیوں کو بھڑکا کر جنگِ صفین کا فتنہ برپا کر دیا اور پھر حضرت عمار کی شہادت سے جب اس کا ظلم و عدوان بے نقاب ہونے لگا تو عوام فریبی کے لیے کبھی یہ کہہ دیا کہ عمار کے قاتل علی ہیں۔ کیونکہ وہی انھیں ہمراہ لانے والے ہیں اور کبھی حدیثِ پیغمبر میں لفظ فئتہ باغیتہ کی یہ تاویل کی کہ اس کے معنی باغی گروہ کے نہیں۔ بلکہ اس کے معنی طلب کرنے والی جماعت کے ہیں۔ یعنی عمار اس گروہ کے ہاتھ سے قتل ہوں گے۔ جو خونِ عثمان کے قصاص کا طالب ہوگا۔ حالانکہ اس حدیث کا دوسرا ٹکڑا۔ یدعوھم الی الجنۃ و یدعونھم الی النار (عمار) اُن کو بہشت کی دعوت دیں گے اور وہ انھیں جہنم کی طرف بلائیں گے) اس تاویل کی کوئی گنجائش پیدا نہیں کرتا۔ جب ایسے اوچھے ہتھیاروں سے بھی فتح و کامرانی کے آثار نظر نہ آئے تو قرآن کو نیزوں پر بلند کرنے کا پُرفریب حربہ استعمال کیا۔ حالانکہ اس کی نظروں میں نہ قرآن کا کوئی وزن اور نہ اس کے فیصلہ کی کوئی اہمیت تھی۔ اگر اسے قرآن کا فیصلہ ہی مطلوب ہوتا تو یہ مطالبہ جنگ کے چھڑنے سے پہلے کرتا اور پھر جب اس پر یہ حقیقت کھل گئی کہ عمرو ابنِ عاص نے ابوموسیٰ کو فریب دے کر اس کے حق میں فیصلہ کیا ہے اور اس کے فیصلہ کو قرآن سے دُور کا بھی لگاؤ نہیں ہے تو وہ اس پُرفریب تحکیم کے فیصلہ پر رضامند نہ ہوتا اور عمرو ابنِ عاص کو اس فریب کاری کی سزا دیتا یا کم از کم تنبیہہ و سرزنش کرتا۔ مگر یہاں تو اس کے کارناموں پر اس کی تحسین و آفرین کی جاتی ہے اور اس کارکردگی کے صلہ میں اسے مصر کا گورنر بنا دیا جاتا ہے۔

اس کے برعکس امیر المومنینؑ کی سیرت شریعت و اخلاق کے اعلیٰ معیار کا نمونہ تھی وہ ناموافق حالات میں بھی حق و صداقت کے مقتضیات کو نظر میں رکھتے تھے اور اپنی پاکیزہ زندگی کو حیلہ و مکر کی آلودگیوں سے آلودہ نہ ہونے دیتے تھے وہ چاہتے تو حیلوں کا توڑ حیلوں سے کر سکتے تھے اور اس کی رکاکت آمیز حرکتوں کا جواب ویسی ہی حرکتوں سے دیا جا سکتا تھا جیسے اس نے فرات پر پہرا بٹھا کر پانی روک دیا تھا۔ تو اُس کو اس امر کے جواز میں پیش کیا جا سکتا تھا کہ جب عراقیوں نے فرات پر قبضہ کر لیا تو ان پر بھی پانی بند کر دیا جاتا اور اس ذریعہ سے ان کی قوتِ حرب و ضرب کو مضمحل کر کے انھیں مغلوب بنا لیا جاتا مگر امیر المومنینؑ ایسے ننگِ انسانیت اقدام سے کہ جس کی کوئی آئین و اخلاق اجازت نہیں دیتا۔ کبھی اپنے دامن کو آلودہ نہ ہونے دیتے تھے۔ اگرچہ دنیا والے ایسے حربوں کو دشمن کے مقابلہ میں جائز سمجھتے ہیں اور اپنی کامرانی کے لیے ظاہر و باطن کی دو رنگی کو سیاست و حسنِ تدبیر سے تعبیر کرتے ہیں۔ مگر امیر المومنین کسی موقعہ پر فریب کاری و دو رنگی سے اپنے اقتدار کے استحکام کا تصور بھی نہ کرتے تھے۔ چنانچہ جب لوگوں نے آپ کو یہ مشورے دیئے کہ عثمانی دور کے عمال کو ان کے عہدوں پر برقرار رہنے دیا جائے اور طلحہ و زبیر کو کوفہ و بصرہ کی امارت دے کر ہمنوا بنا لیا جائے اور معاویہ کو شام کا اقتدار سونپ کر اس کے دنیوی تدبر سے فائدہ اُٹھایا جائے تو آپ نے دنیوی مصلحتوں پر شرعی تقاضوں کو ترجیح دیتے ہوئے اسے ماننے سے انکار کر دیا۔ اور معاویہ کے متعلق صاف صاف لفظوں میں فرمایا:۔

ان اقررت معاویۃ علی ما فی یدہ کنت متخذ اگر میں معاویہ کو اس کے مقبوضہ علاقہ پر برقرار رہنے دوں تو اس کے

المضلین عضدا (استیعاب ج ۱، ص ۲۵۹) معنی یہ ہیں کہ میں گمراہ کرنے والوں کو اپنا قوتِ بازو بنانا ہوں۔

ظاہر بیں لوگ صرف ظاہری کامیابی کو دیکھتے ہیں اور یہ دیکھنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے کہ یہ کامیابی کن ذرائع سے حاصل ہوئی ہے۔ وہ شاطرانہ چالوں اور عیارانہ گھاتوں سے جسے کامیاب و کامران ہوتے دیکھتے ہیں اُس کے ساتھ ہو جاتے ہیں اور اُسے مدبر و بافہم اور سیاستدان و بیدار مغز اور خدا جانے کیا کیا سمجھنے لگتے ہیں اور جو الٰہی تعلیمات اور اسلامی ہدایات کی پابندی کی وجہ سے چالوں اور ہتھکنڈوں کو کام میں نہ لائے اور غلط طریق کار سے حاصل کی ہوئی کامیابی پر محرومی کو ترجیح دے وہ اُن کی نظروں میں سیاست سے ناآشنا اور سوجھ بوجھ کے لحاظ سے کمزور سمجھا جاتا ہے۔ اُنھیں اس پر غور کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی کہ وہ یہ سوچیں کہ ایک پابند اصول و شرع کی راہ میں کتنی مشکلیں اور رکاوٹیں حائل ہوتی ہیں کہ جو منزلِ کامرانی کے قریب پہنچنے کے باوجود اُسے قدم آگے بڑھانے سے روک دیتی ہیں۔

خطبہ ۱۹۹

(وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

أَيُّهَا النَّاسُ لَا تَسْتَوْحِشُوا فِي طَرِيقِ الْهُدَىٰ لِقِلَّةِ أَهْلِهِ. فَإِنَّ النَّاسَ قَدِ اجْتَمَعُوا عَلَىٰ مَائِدَةٍ شِبَعُهَا قَصِيرٌ، وَجُوعُهَا طَوِيلٌ.

أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا يَجْمَعُ النَّاسَ الرِّضَا وَالسُّخْطُ. وَإِنَّمَا عَقَرَ نَاقَةَ ثَمُودَ رَجُلٌ وَاحِدٌ فَعَمَّهُمُ اللّٰهُ بِالْعَذَابِ لَمَّا عَمُّوهُ بِالرِّضَا فَقَالَ سُبْحَانَهُ: «فَعَقَرُوهَا فَأَصْبَحُوا نَادِمِينَ». فَمَا كَانَ إِلَّا أَنْ خَارَتْ أَرْضُهُمْ بِالْخَسْفَةِ خُوَارَ السِّكَّةِ الْمُحْمَاةِ فِي الْأَرْضِ الْخَوَّارَةِ. أَيُّهَا النَّاسُ مَنْ سَلَكَ الطَّرِيقَ

اے لوگو! ہدایت کی راہ میں ہدایت پانے والوں کی کمی سے گھبرا نہ جاؤ کیونکہ لوگ تو اسی دنیا کے خوانِ نعمت پر ٹوٹے پڑتے ہیں جس سے شکم پری کی مدت کم اور گرسنگی کا عرصہ دراز ہے۔

اے لوگو! (افعال و اعمال چاہے مختلف ہوں مگر) رضا و ناراضگی کے جذبات تمام لوگوں کو ایک حکم میں لے آتے ہیں۔ آخر قومِ ثمود کی اونٹنی کو ایک ہی شخص نے پے کیا تھا لیکن اللہ نے عذاب سب پر کیا کیونکہ وہ سارے کے سارے اُس پر رضامند تھے۔ چنانچہ اللہ کا ارشاد ہے "کہ انھوں نے اونٹنی کے پاؤں کاٹ ڈالے اور صبح کے وقت (جب علامات عذاب کے آثار دیکھے تو اپنے کیے پر) نادم و پریشان ہوئے (عذاب کی آمد یوں تھی) کہ زمین کے دھنسنے (اور زلزلوں کے جھٹکوں سے) ایسی گھڑگھڑاہٹ ہونے لگی جیسے نرم زمین میں ہل کی تپی ہوئی پھالی کے چلانے سے آواز آتی ہے اے لوگو! جو روشن و واضح راہ پر چلتا ہے وہ سرچشمۂ ہدایت)

الْوَاضِحَ وَرَدَ الْمَاءَ، وَمَنْ خَالَفَ وَقَعَ فِي التِّيهِ۔

پر پہنچ جاتا ہے اور جو بے راہ روی کرتا ہے وہ صحرائے بے آب و گیاہ میں جا پڑتا ہے۔

۱؎ ثمود ابنِ عامر ابنِ سام کی اولاد قوم ثمود کہلاتی ہے ان کا موطن و مستقر حجاز و شام کے راستے میں مقام وادی القریٰ تھا جو متفرق بستیوں پر مشتمل ہونے کی وجہ سے اس نام سے موسوم تھا۔ خداوند عالم نے ان کی ہدایت و رہنمائی کے لیے ان میں حضرت صالح کو مبعوث فرمایا جو ۱۶ برس کی عمر سے ۱۲۰ برس کی عمر تک انھیں ہدایت و تبلیغ کرتے رہے۔ مگر وہ بتوں کی پرستش اور اپنی گمراہی و ضلالت سے باز نہ آئے۔ آخر اللہ نے ایک اونٹنی کو ان کے سامنے اپنی آیت و نشانی کے طور پر پیش کیا جس کے متعلق حضرت صالح نے اُن سے کہا کہ ایک دن چشمہ کا پانی یہ پیئے گی اور ایک دن تم اور تمھارے مویشی پئیں گے اور یہ جہاں چاہے چرتی پھرے تم اس سے کوئی تعرض نہ کرنا اور اگر تم نے اسے کوئی صدمہ پہنچایا تو تم پر عذابِ الٰہی نازل ہوگا۔ چنانچہ کچھ عرصہ تک ایسا ہی ہوتا رہا کہ ایک دن وہ اپنی ضروریات کے لیے پانی لے لیتے اور دوسرے دن اس اونٹنی کے پینے کے لیے چھوڑ دیتے۔ مگر ان لوگوں نے اس پر اکتفا نہ کی اور آپس میں مشورہ کر کے اس اونٹنی کو ہلاک کرنے کا تہیا کر لیا۔ چنانچہ قدار ابنِ سالف نے اس کی کونچیں کاٹ کر اُسے ہلاک کر دیا۔ حضرت صالحؑ نے جب یہ دیکھا تو ان سے کہا کہ تم نے اللہ کی نافرمانی کی ہے، اگر تم تین دن کے اندر اندر توبہ نہ کر لوگے تو تم پر عذاب نازل ہوگا۔ مگر ان لوگوں نے نہ مانا اور ان کی بات کو تمسخر میں اڑا دیا۔ آخر تین دن گزرنے کے بعد ایسا آتش فشاں زلزلہ آیا جس نے ان کا نام و نشان تک صفحۂ ہستی سے مٹا دیا۔

وَمِنْ كَلَامٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ — خطبہ ۲۰۰

رُوِيَ عَنْهُ اَنَّهُ قَالَهُ: عِنْدَ دَفْنِ سَيِّدَةِ النِّسَآءِ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ: كَالْمُنَاجِيْ بِهٖ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ عِنْدَ قَبْرِهٖ۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ عَنِّيْ وَعَنِ ابْنَتِكَ النَّازِلَةِ فِيْ جِوَارِكَ وَالسَّرِيْعَةِ اللِّحَاقِ بِكَ قَلَّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ عَنْ صَفِيَّتِكَ

سیدۃ النساء حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے دفن کے موقع پر فرمایا:-

یا رسول اللہؐ آپ کو میری جانب سے اور آپ کے پڑوس میں اُترنے والی اور آپ سے جلد ملحق ہونے والی آپ کی بیٹی کی طرف سے سلام ہو۔ یا رسول اللہؐ آپ کی برگزیدہ (بیٹی کی رحلت) سے میرا صبر و شکیب جاتا رہا۔ میری ہمت و توانائی نے ساتھ چھوڑ دیا۔ لیکن آپ کی مفارقت کے حادثۂ عظمیٰ اور آپ کی رحلت

صَبْرِيْ وَرَقَّ عَنْهَا تَجَلُّدِيْ إِلَّا أَنَّ لِيْ فِي التَّأَسِّيْ بِعَظِيْمِ فُرْقَتِكَ وَفَادِحِ مُصِيْبَتِكَ مَوْضِعَ تَعَزٍّ- فَلَقَدْ وَسَّدْتُكَ فِيْ مَلْحُوْدَةِ قَبْرِكَ، وَفَاضَتْ بَيْنَ نَحْرِيْ وَصَدْرِيْ نَفْسُكَ- إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ- فَلَقَدِ اسْتُرْجِعَتِ الْوَدِيْعَةُ، وَأُخِذَتِ الرَّهِيْنَةُ- أَمَّا حُزْنِيْ فَسَرْمَدٌ وَأَمَّا لَيْلِيْ فَمُسَهَّدٌ إِلٰى أَنْ يَخْتَارَ اللّٰهُ لِيْ دَارَكَ الَّتِيْ أَنْتَ بِهَا مُقِيْمٌ- وَسَتُنَبِّئُكَ ابْنَتُكَ بِتَضَافُرِ أُمَّتِكَ عَلٰى هَضْمِهَا فَأَحْفِهَا السُّؤَالَ وَاسْتَخْبِرْهَا الْحَالَ- هٰذَا وَلَمْ يَطُلِ الْعَهْدُ وَلَمْ يَخْلُ مِنْكَ الذِّكْرُ- وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمَا سَلَامَ مُوَدِّعٍ لَا قَالٍ وَلَا سَئِمٍ- فَإِنْ أَنْصَرِفْ فَلَا عَنْ مَلَالَةٍ- وَإِنْ أُقِمْ فَلَا عَنْ سُوْءِ ظَنٍّ بِمَا وَعَدَ اللّٰهُ الصَّابِرِيْنَ-

کے صدمۂ جانکاہ پر صبر کر لینے کے بعد مجھے اِس مصیبت پر بھی صبر و شکیبائی ہی سے کام لینا پڑے گا جبکہ میں نے اپنے ہاتھوں سے آپ کو قبر کی لحد میں اُتارا اور اس عالم میں آپ کی رُوح نے پرواز کی کہ آپ کا سر میری گردن اور سینے کے درمیان رکھا تھا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ اب یہ امانت پلٹا لی گئی۔ گِروی رکھی ہُوئی چیز چھڑا لی گئی۔ لیکن میرا غم بے پایاں اور میری آنکھیں بے خواب رہیں گی۔ یہاں تک کہ خداوندِ عالم میرے لیے بھی اُسی گھر کو منتخب کرے جس میں آپ رونق افروز ہیں۔ وُہ وقت آ گیا کہ آپ کی بیٹی آپ کو بتائیں کہ کس[1] طرح آپ کی اُمت نے اُن پر ظلم ڈھانے کے لیے ایکا کر لیا۔ آپ اُن سے پُورے طور پر پُوچھیں اور تمام احوال و واردات دریافت کریں۔ یہ ساری مصیبتیں اُن پر بیت گئیں۔ حالانکہ آپ کو گزرے ہُوئے کچھ زیادہ عرصہ نہیں ہُوا تھا اور نہ آپ کے تذکروں سے زبانیں بند ہوئی تھیں۔ آپ دونوں پر میرا سلام رُخصتی ہو نہ ایسا سلام جو کسی ملول و دل تنگ کی طرف سے ہوتا ہے۔ اب اگر میں (اس جگہ سے) پلٹ جاؤں تو اس لیے نہیں کہ آپ سے میرا دل بھر گیا ہے اور اگر ٹھہرا رہوں تو اس لیے نہیں کہ میں اس وعدہ سے بدظن ہوں جو اللہ نے صبر کرنے والوں سے کیا ہے۔

---

[1] پیغمبرِ اکرمؐ کی رحلت کے بعد اُمتِ محمدیہؐ نے بنتِ رسولؐ سے جو رویہ اختیار کیا وہ انتہائی تکلیف دہ اور افسوسناک ہے اگرچہ پیغمبرؐ کے اُٹھ جانے کے بعد جنابِ سیدہ چند ماہ سے زیادہ اس دنیا میں نہیں رہیں۔ مگر یہ قلیل عرصہ بھی رنج و اندوہ کی ایک طویل داستان اپنے اندر رکھتا ہے۔ اس سلسلہ میں جو پہلا منظر سامنے آتا ہے وہ ہے کہ پیغمبرؐ کی تجہیز و تکفین کا سر و سامان

بھی نہیں ہونے پاتا کہ سقیفۂ بنی ساعدہ میں جنگِ اقتدار شروع ہو جاتی ہے۔ فطری طور پر ان لوگوں کا نعش پیغمبر کو چھوڑ کر چلے جانا۔ سیدہ کے غم رسیدہ دل پر اثر انداز ہوا ہو گا کہ زندگی میں پیمانِ وفا و محبت باندھنے والے ان کی اکلوتی بیٹی کی تسلی و تسکین کا سامان کرنے کے بجائے اپنے اقتدار کی فکر میں اس طرح کھو گئے کہ نہ یہ پتہ چلا کہ کب پیغمبر کو غسل دیا گیا اور کب دفن کیا گیا اور تعزیت کی بھی تو اس صورت سے کہ پوری شعلہ سامانیوں کے ساتھ ان کے گھر پر ہجوم کر کے آ دھمکے اور ظلم و جبر اور وحشت و تشدد کے مظاہروں کے ساتھ بجبر بیعت لینے کے درپے ہو گئے۔ یہ تمام قہرسامانیاں صرف اس لیے تھیں کہ اس گھر کی عظمت کو خاک میں ملا کر رکھ دیا جائے تاکہ کسی موقعہ پر یہ اپنی کھوئی ہوئی عظمت کو دوبارہ حاصل نہ کر سکے۔ چنانچہ اسی مقصد کے پیشِ نظر صدیقۂ کبریٰ کی اقتصادی حالت کو پامال کرنے کے لیے اُن کے دعویٰ فدک کو کذب بیانی پر محمول کر کے انھیں محروم کر دیا گیا۔ جس سے متاثر ہو کر سیدہ نے یہ وصیت فرمائی کہ ان میں کوئی مشایعت جنازہ تک نہ کرے۔

خطبہ ۲۰۱

(وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا الدُّنْيَا دَارُ مَجَازٍ وَالْآخِرَةُ دَارُ قَرَارٍ فَخُذُوا مِنْ مَمَرِّكُمْ لِمَقَرِّكُمْ، وَلَا تَهْتِكُوا أَسْتَارَكُمْ عِنْدَ مَنْ يَعْلَمُ أَسْرَارَكُمْ۔ وَأَخْرِجُوا مِنَ الدُّنْيَا قُلُوبَكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَخْرُجَ مِنْهَا أَبْدَانُكُمْ۔ فَفِيهَا اخْتُبِرْتُمْ وَلِغَيْرِهَا خُلِقْتُمْ۔ إِنَّ الْمَرْءَ إِذَا هَلَكَ قَالَ النَّاسُ مَا تَرَكَ وَقَالَتِ الْمَلَائِكَةُ مَا قَدَّمَ۔ لِلّٰهِ آبَاؤُكُمْ فَقَدِّمُوا بَعْضًا يَكُنْ لَكُمْ قَرْضًا وَلَا تُخْلِفُوا كُلًّا فَيَكُونَ عَلَيْكُمْ كَلًّا۔

اے لوگو! یہ دُنیا گذرگاہ ہے اور آخرت جائے قرار۔ اِس راہ گزر سے اپنی منزل کے لیے توشہ اُٹھا لو، جس کے سامنے تمہارا کوئی بھید چھپا نہیں رہ سکتا۔ اُس کے سامنے اپنے پردے چاک نہ کرو۔ قبل اس کے کہ تمہارے جسم دُنیا سے الگ کر دیے جائیں، اپنے دل اس سے ہٹا لو۔ اِس دُنیا میں تمہیں جانچا جا رہا ہے، لیکن تمہیں پیدا دُوسری جگہ کے لیے کیا گیا ہے۔ جب کوئی انسان مرتا ہے تو لوگ کہتے ہیں کیا چھوڑ گیا ہے؟ اور فرشتے کہتے ہیں کہ اُس نے آگے کے لیے کیا سر و سامان کیا ہے۔ خدا تمہارا بھلا کرے کچھ آگے کے لیے بھی بھیجو کہ وہ تمہارے لیے ایک طرح سے (اللہ کے ذمہ) قرضہ ہو گا۔ سب کا سب پیچھے نہ چھوڑ جاؤ کہ وہ تمہارے لیے بوجھ ہو گا۔

خطبہ ۲۰۲

(وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

كَانَ كَثِيرًا مَا يُنَادِي بِهِ أَصْحَابَهُ:

اکثر اپنے اصحاب سے پکار کر فرمایا کرتے تھے۔

تَجَهَّزُوا رَحِمَكُمُ اللهُ فَقَدْ نُودِيَ فِيكُمْ بِالرَّحِيلِ. وَاَقِلُّوا الْعُرْجَةَ عَلَى الدُّنْيَا. وَانْقَلِبُوا بِصَالِحِ مَا بِحَضْرَتِكُمْ مِنَ الزَّادِ فَاِنَّ اَمَامَكُمْ عَقَبَةً كَؤُوداً وَمَنَازِلَ مَخُوفَةً مَهُولَةً لَا بُدَّ مِنَ الْوُرُودِ عَلَيْهَا وَالْوُقُوفِ عِنْدَهَا. وَاعْلَمُوا اَنَّ مَلَاحِظَ الْمَنِيَّةِ نَحْوَكُمْ دَانِيَةٌ وَكَاَنَّكُمْ بِمَخَالِبِهَا وَقَدْ نَشِبَتْ فِيكُمْ، وَقَدْ دَهَمَتْكُمْ فِيهَا مُفْظِعَاتُ الْاُمُورِ وَمُعْضِلَاتُ الْمَحْذُورِ. فَقَطِّعُوا عَلَائِقَ الدُّنْيَا، وَاسْتَظْهِرُوا بِزَادِ التَّقْوَى

(وَقَدْ مَضَى شَيْءٌ مِنْ هٰذَا الْكَلَامِ فِيمَا تَقَدَّمَ بِخِلَافِ هٰذِهِ الرِّوَايَةِ)

خدا تم پر رحم کرے کچھ سفر کا سازوسامان کرلو۔ کوچ کی صدائیں تمہارے گوش گزار ہوچکی ہیں، دنیا کے وقفۂ قیام کو زیادہ تصور نہ کرو، اور جو تمہارے دسترس میں بہترین زاد ہے، اُسے لے کر (اللہ کی طرف پلٹو) کیونکہ تمہارے سامنے ایک دشوار گزار گھاٹی ہے اور پُرہول و خوفناک مراحل ہیں کہ جہاں اُترے اور ٹھہرے بغیر تمہیں کوئی چارہ نہیں تمہیں جاننا چاہئے کہ موت کی ترچھی نظریں تم سے قریب پہنچ چکی ہیں، اور گویا تم اُس کے پنجوں میں، جو تم میں گڑو دیئے گئے ہیں اور موت کے شدائد و مشکلات تم پر چھاگئے ہیں۔ دنیا سے سارے علائق قطع کرلو، اور زادِ تقویٰ سے اپنے کو تقویت پہنچاؤ۔

(سید رضی رح کہتے ہیں کہ اس خطبہ کا کچھ حصہ پہلے بھی گزر چکا ہے۔ لیکن اس روایت کے الفاظ پہلی روایت سے کچھ مختلف ہیں)۔

(وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) خطبہ ۲۰۳

كَلَّمَ بِهِ طَلْحَةَ وَالزُّبَيْرَ بَعْدَ بَيْعَتِهِ بِالْخِلَافَةِ وَقَدْ عَتَبَا عَلَيْهِ مِنْ تَرْكِ مَشُورَتِهِمَا وَالْاِسْتِعَانَةِ فِي الْاُمُورِ بِهِمَا۔

لَقَدْ نَقَمْتُمَا يَسِيراً وَاَرْجَاْتُمَا كَثِيراً. اَلَا تُخْبِرَانِي اَيُّ شَيْءٍ لَكُمَا فِيهِ حَقٌّ دَفَعْتُكُمَا عَنْهُ، وَاَيُّ قَسْمٍ اسْتَاْثَرْتُ عَلَيْكُمَا بِهِ، اَمْ اَيُّ حَقٍّ رَفَعَهُ اِلَيَّ اَحَدٌ مِنَ

حضرت کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے بعد طلحہ اور زبیر نے آپ سے شکایت کی کہ اُن سے کیوں (امورِ حکومت میں مشورہ نہیں لیا جاتا اور کیوں اُن سے امداد کی خواہش نہیں کی جاتی۔ تو حضرت نے فرمایا۔

ذرا سی بات پر تو تمہارے تیور بگڑ گئے ہیں اور بہت سی چیزوں کو تم نے پسِ پشت ڈال دیا ہے۔ کیا مجھے بتا سکتے ہو کہ کسی چیز میں تمہارا حق تھا اور میں نے اُسے دبا لیا ہو یا تمہارے حصہ میں کوئی چیز آئی ہو اور میں نے اس سے دریغ کیا ہو یا کسی مسلمان نے میرے

الْمُسْلِمِينَ ضَعُفْتُ عَنْهُ، أَمْ جَهِلْتُهُ، أَمْ أَخْطَأْتُ بَابَهُ. وَاللهِ مَا كَانَتْ لِي فِي الْخِلَافَةِ رَغْبَةٌ، وَلَا فِي الْوِلَايَةِ إِرْبَةٌ. وَلٰكِنَّكُمْ دَعَوْتُمُونِي إِلَيْهَا وَحَمَلْتُمُونِي عَلَيْهَا. فَلَمَّا أَفْضَتْ إِلَيَّ نَظَرْتُ إِلَى كِتَابِ اللهِ وَمَا وَضَعَ لَنَا وَأَمَرَنَا بِالْحُكْمِ بِهِ فَاتَّبَعْتُهُ، وَمَا اسْتَنَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَاقْتَدَيْتُهُ، فَلَمْ أَحْتَجْ فِي ذٰلِكَ إِلَى رَأْيِكُمَا وَلَا رَأْيِ غَيْرِكُمَا، وَلَا وَقَعَ حُكْمٌ جَهِلْتُهُ فَأَسْتَشِيرَكُمَا وَإِخْوَانِي الْمُسْلِمِينَ، وَلَوْ كَانَ ذٰلِكَ لَمْ أَرْغَبْ عَنْكُمَا وَلَا عَنْ غَيْرِكُمَا. وَأَمَّا مَا ذَكَرْتُمَا مِنْ أَمْرِ الْأُسْوَةِ فَإِنَّ ذٰلِكَ أَمْرٌ لَمْ أَحْكُمْ أَنَا فِيهِ بِرَأْيِي، وَلَا وَلِيتُهُ هَوًى مِنِّي. بَلْ وَجَدْتُ أَنَا وَأَنْتُمَا مَا جَاءَ بِهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَدْ فُرِغَ مِنْهُ، فَلَمْ أَحْتَجْ إِلَيْكُمَا فِيمَا فَرَغَ اللهُ مِنْ قَسْمِهِ وَأَمْضَى فِيهِ حُكْمَهُ. فَلَيْسَ لَكُمَا وَاللهِ عِنْدِي وَلَا لِغَيْرِكُمَا فِي هٰذَا عُتْبَى. أَخَذَ اللهُ بِقُلُوبِنَا وَقُلُوبِكُمْ إِلَى الْحَقِّ، وَأَلْهَمَنَا وَإِيَّاكُمُ الصَّبْرَ. ثُمَّ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: رَحِمَ اللهُ امْرَأً رَأَى حَقًّا فَأَعَانَ عَلَيْهِ، أَوْ رَأَى جَوْرًا فَرَدَّهُ، وَكَانَ

سامنے کوئی دعویٰ پیش کیا ہو اور میں اس کا فیصلہ کرنے سے عاجز یا اُس کے حکم سے جاہل رہا ہوں، یا صحیح طریق کار سے خطا کی ہو۔ خُدا کی قسم! مجھے تو کبھی بھی اپنے لیے خلافت اور حکومت کی حاجت و تمنّا نہیں رہی۔ تمُ ہی لوگوں نے مجھے اس کی طرف دعوت دی اور اس پر آمادہ کیا۔ چنانچہ جب وہ مجھ تک پہنچ گئی تو میں نے اللہ کی کتاب کو نظر میں رکھا اور جو لائحہ عمل اُس نے ہمارے سامنے پیش کیا اور جس طرح فیصلہ کرنے کا اُس نے حکم دیا۔ میں اُسی کے مُطابق چلا اور جو سُنّت پیغمبر قرار پاگئی اُس کی پیروی کی۔ اُس میں نہ تو تم سے کبھی مجھے رائے لینے کی احتیاج ہوئی اور نہ تمھارے علاوہ کسی اور سے، لیکن تم نے جو یہ ذکر کیا ہے کہ میں نے (بیت المال سے) برابر کی تقسیم جاری کی ہے تو یہ میری رائے کا حکم اور میری خواہش نفسانی کا فیصلہ نہیں، بلکہ یہ قُرہی طے شُدہ چیز ہے۔ جسے رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم لے کر آئے جو میرے بھی سامنے ہے اور تمھارے بھی پیش نظر ہے، تو جس چیز کی اللہ نے حد بندی کر دی ہے اور اُس کا قطعی حکم دے دیا۔ اُس میں تم سے رائے لینے کی مجھے احتیاج نہیں۔ خدا کی قسم تمھیں اور تمھارے علاوہ کسی کو بھی اِس معاملہ میں شکایت کرنے کا حق نہیں۔ خدا ہمارے اور تمھارے دِلوں کو حق پر ٹھہرائے اور ہمیں اور تمھیں صبر عطا کرے۔

(پھر آپ نے ارشاد فرمایا) خُدا اس شخص پر رحم کرے جو حق کو دیکھے تو اُس کی مدد کرے، باطل کو دیکھے تو اُسے ٹھکرا دے، اور صاحبِ حق کا حق کے

عَوْناً بِالْحَقِّ عَلٰى صَاحِبِهٖ ۔

ساتھ معین ہو۔

(وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ) خطبہ ۲۰۴

وَقَدْ سَمِعَ قَوْمًا مِّنْ اَصْحَابِهٖ يَسُبُّوْنَ اَهْلَ الشَّامِ اَيَّامَ حَرْبِهِمْ بِصِفِّيْنَ:

اِنِّيْٓ اَكْرَهُ لَكُمْ اَنْ تَكُوْنُوْا سَبَّابِيْنَ وَلٰكِنَّكُمْ لَوْ وَصَفْتُمْ اَعْمَالَهُمْ وَذَكَرْتُمْ حَالَهُمْ كَانَ اَصْوَبَ فِي الْقَوْلِ وَاَبْلَغَ فِي الْعُذْرِ، وَقُلْتُمْ مَكَانَ سَبِّكُمْ اِيَّاهُمْ: اَللّٰهُمَّ احْقِنْ دِمَآءَنَا وَدِمَآءَهُمْ، وَاَصْلِحْ ذَاتَ بَيْنِنَا وَبَيْنِهِمْ، وَاهْدِهِمْ مِنْ ضَلَالَتِهِمْ حَتّٰى يَعْرِفَ الْحَقَّ مَنْ جَهِلَهٗ، وَيَرْعَوِيَ عَنِ الْغَيِّ وَالْعُدْوَانِ مَنْ لَهِجَ بِهٖ ۔

آپ نے جنگ صفین کے موقع پر اپنے ساتھیوں میں سے چند آدمیوں کو سنا کہ وہ شامیوں پر سب و شتم کر رہے ہیں تو آپ نے فرمایا :-

میں تمہارے لیے اس چیز کو پسند نہیں کرتا کہ تم گالیاں دینے لگو۔ اگر تم ان کے کرتوت کھولو اور ان کے صحیح حالات پیش کرو، تو یہ ایک ٹھکانے کی بات، اور عذر تمام کرنے کا صحیح طریق کار ہوگا۔ تم گالم گلوچ کے بجائے یہ کہو کہ خدایا ہمارا بھی خون محفوظ رکھ اور ان کا بھی، اور ہمارے اور ان کے درمیان اصلاح کی صورت پیدا کر اور انھیں گمراہی سے ہدایت کی طرف لا تاکہ حق سے بے خبر، حق کو پہچان لیں اور گمراہی و سرکشی کے شیدائی اس سے اپنا رخ موڑ لیں۔

وَقَالَ مِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ خطبہ ۲۰۵

فِيْ بَعْضِ اَيَّامِ صِفِّيْنَ وَقَدْ رَاَى الْحَسَنَ ابْنَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَتَسَرَّعُ اِلَى الْحَرْبِ:

اِمْلِكُوْا عَنِّيْ هٰذَا الْغُلَامَ لَا يَهُدَّنِيْ فَاِنَّنِيْٓ اَنْفَسُ بِهٰذَيْنِ (يَعْنِي الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ) عَلَى الْمَوْتِ لِئَلَّا يَنْقَطِعَ بِهِمَا نَسْلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ ۔

صفین کے موقع پر جب آپ نے اپنے فرزند حسن (علیہ السلام) کو جنگ کی طرف تیزی سے لپکتے ہوئے دیکھا تو فرمایا۔

میری طرف سے اس جوان کو روک لو کہیں (اس کی موت) مجھے خستہ و بے حال نہ کر دے، کیونکہ میں ان دونوں نوجوانوں (حسن اور حسین علیہما السلام) کو موت کے منہ میں دینے سے بخل کرتا ہوں کہ کہیں ان کے مرنے سے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسل قطع نہ ہو جائے

قَالَ الرَّضِیُّ اَبُوالْحَسَنِ وَقَوْلُهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ اَمْلِکُوْا عَنِّیْ هٰذَا الْغُلَامَ مِنْ اَعْلَی الْکَلَامِ وَ اَفْصَحِهٖ۔

سید رضی کہتے ہیں کہ حضرت کا ارشاد (املکوا عنی ھٰذا الغلام) میری طرف سے اس جوان کو روک لو۔ بہت بلند اور فصیح جملہ ہے۔

خطبہ ۲۰۶

(وَمِنْ کَلَامٍ لَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ) قَالَهٗ لَمَّا اضْطَرَبَ عَلَیْهِ اَصْحَابُهٗ فِیْ اَمْرِ الْحُکُوْمَةِ:

جب تحکیم[1] کے سلسلہ میں آپ کے اصحاب آپ پر پیچ و تاب کھانے لگے تو آپ نے ارشاد فرمایا:-

اَیُّهَا النَّاسُ! اِنَّهٗ لَمْ یَزَلْ اَمْرِیْ مَعَکُمْ عَلٰی مَا اُحِبُّ حَتّٰی نَهِکَتْکُمُ الْحَرْبُ، وَ قَدْ وَاللّٰهِ اَخَذَتْ مِنْکُمْ وَ تَرَکَتْ، وَ هِیَ لِعَدُوِّکُمْ اَنْهَکُ۔

اے لوگو! جب تک جنگ نے تمھیں بے حال نہیں کر دیا میرے حسب منشا میری بات تم سے بنی رہی۔ خدا کی قسم! اس نے تم میں سے کچھ کو تو اپنی گرفت میں لے لیا اور کچھ کو چھوڑ دیا۔ اور تمھارے دشمنوں کو تو اس نے بالکل ہی نڈھال کر دیا۔

لَقَدْ کُنْتُ اَمْسِ اَمِیْرًا فَاَصْبَحْتُ الْیَوْمَ مَاْمُوْرًا، وَ کُنْتُ اَمْسِ نَاهِیًا فَاَصْبَحْتُ الْیَوْمَ مَنْهِیًّا۔ وَ قَدْ اَحْبَبْتُمُ الْبَقَآءَ وَ لَیْسَ لِیْ اَنْ اَحْمِلَکُمْ عَلٰی مَا تَکْرَهُوْنَ۔

اگر تم جمے رہتے تو پھر جیت تمھاری تھی۔ مگر اس کا کیا علاج کریں کل تک امر و نہی کا مالک تھا اور آج دوسروں کے امر و نہی پر مجھے چلنا پڑ رہا ہے۔ تم (دنیا کی) زندگانی چاہنے لگے اور یہ چیز میرے بس میں نہ رہی کہ جس چیز (جنگ) سے تم بیزار ہو چکے تھے اس پر تمھیں برقرار رکھتا۔

---

[1] جب شامیوں کی بچی بچائی اور بچی کچھی فوج کے قدم اکھڑ گئے اور وہ میدان چھوڑ کر بھاگنے پر آمادہ ہو گئی تو معاویہ نے قرآن کو آلۂ کار بنا کر جنگ کا نقشہ ہی بدل دیا اور عراقیوں میں ایسی پھوٹ ڈلوا دی کہ امیرالمومنین کے سمجھانے بجھانے کے باوجود وہ ایک قدم بھی اٹھانے پر آمادہ نہ ہوئے اور جنگ کے رکوانے پر بضد ہو گئے جس سے حضرت کو بھی مجبوراً تحکیم پر رضا مند ہونا پڑا۔ ان لوگوں میں کچھ تو ایسے تھے جو واقعاً دھوکے میں آ گئے تھے اور یہ سمجھ بیٹھے تھے کہ حقیقتہً قرآن کی طرف دعوت دی جا رہی ہے اور کچھ لوگ وہ تھے جو جنگ کی اس طولانی مدت سے اکتا چکے تھے اور اب جی چھوڑے بیٹھے تھے۔ چنانچہ انھیں جنگ کے رکوانے کا حیلہ مل گیا، تو انھوں نے التوائے جنگ کا شور مچا دیا اور کچھ لوگ وہ تھے جو حضرت کے اقتدار سے متاثر ہو کر ساتھ ہو گئے تھے۔ مگر دل سے ان کے ہمنوا نہ تھے اور نہ یہ چاہتے تھے کہ آپ کو فتح و کامرانی

حاصل ہوا اور کچھ لوگ وہ تھے جن کے توقعات معاویہ سے وابستہ تھے اور اس کارکردگی کے صلہ میں اس سے اُمیدیں باندھنے لگے تھے اور کچھ پہلے ہی سے اس سے ساز باز کئے ہوئے تھے۔ ان حالات میں اور ایسی فوج کے ساتھ دشمن سے اس حد تک ٹکرا جانا بھی امیرالمومنینؑ کی حسنِ سیاست اور فوجی نظم و نسق کی صلاحیت کا نتیجہ تھا اور اگر معاویہ یہ چال نہ چلتا تو کامیابی میں کوئی شبہ ہی نہ تھا۔ کیونکہ فوجِ شام کی قوتِ حرب و ضرب ختم ہو چکی تھی اور شکست اس کے سر پر منڈلا رہی تھی، چنانچہ ابن ابی الحدید تحریر کرتے ہیں کہ خلص الاشتر الی معاویۃ فاخذہ بعنقہ ولم یکن بقی من قوۃ الشام الا کحرکۃ ذنب الوزغۃ عند قتلہا یضرب یمینا وشمالا (شرح ابن ابی الحدید ج ۲ صفحہ ۱) مالک اشتر معاویہ تک پہنچ چکے تھے اور اسے گردن سے پکڑ لیا تھا اور شامیوں کا سارا دم خم جا تا رہا تھا بس ان میں ایسی ہی حرکت باقی رہ گئی تھی جیسے چھپکلی کو مار دیا جائے تو اس کی دم دائیں بائیں اچھلتی رہتی ہے۔

(وَمِنْ كَلَامٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) خطبہ ۲۰۷

بِالْبَصْرَةِ وَقَدْ دَخَلَ عَلَى الْعَلَاءِ بْنِ زِيَادٍ الْحَارِثِيِّ وَهُوَ مِنْ أَصْحَابِهِ يَعُودُهُ فَلَمَّا رَأَى سَعَةَ دَارِهِ قَالَ:

مَا كُنْتَ تَصْنَعُ بِسَعَةِ هٰذِهِ الدَّارِ فِي الدُّنْيَا۔ أَمَا أَنْتَ إِلَيْهَا فِي الْآخِرَةِ كُنْتَ أَحْوَجَ، وَبَلَى إِنْ شِئْتَ بَلَغْتَ بِهَا الْآخِرَةَ تَقْرِي فِيهَا الضَّيْفَ وَتَصِلُ فِيهَا الرَّحِمَ، وَتُطْلِعُ مِنْهَا الْحُقُوقَ مَطَالِعَهَا، فَإِذًا أَنْتَ قَدْ بَلَغْتَ بِهَا الْآخِرَةَ، فَقَالَ لَهُ الْعَلَاءُ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ أَشْكُو إِلَيْكَ أَخِي عَاصِمَ بْنَ زِيَادٍ، قَالَ وَمَا لَهُ؟ قَالَ لَبِسَ الْعَبَاءَةَ وَتَخَلَّى

بصرہ میں اپنے ایک صحابی علاء ابن زیاد حارثی کے ہاں عیادت کے لیے تشریف لے گئے تو اس کے گھر کی وسعت کو دیکھ کر فرمایا:۔

تم دنیا میں اس گھر کی وسعت کو کیا کرو گے؟ درآنحالیکہ آخرت میں تم گھر کی وسعت کے زیادہ محتاج ہو (کہ جہاں تمہیں ہمیشہ رہنا ہے) ہاں! اگر اس کے ساتھ تم آخرت میں بھی وسیع گھر چاہتے ہو تو اس میں مہمانوں کی مہمان نوازی، قریبیوں سے اچھا برتاؤ اور موقع و محل کے مطابق حقوق کی ادائیگی کرو اگر ایسا کیا تو اس کے ذریعے آخرت کی کامرانیوں کو پا لو گے۔ علاء ابن زیاد نے کہا کہ یا امیرالمومنینؑ مجھے اپنے بھائی عاصم ابن زیاد کی آپ سے شکایت کرنا ہے۔ حضرت نے پوچھا کیوں اسے کیا ہوا؟ علاءؒ نے کہا کہ اس نے بالوں کی چادر اوڑھ لی ہے اور دنیا سے بالکل بے لگاؤ ہو گیا ہے تو حضرت نے کہا کہ اسے میرے پاس

عَنِ الدُّنْيَا. قَالَ عَلَيَّ بِهِ - فَلَمَّا جَاءَ قَالَ: يَا عُدَيَّ نَفْسِهِ لَقَدِ اسْتَهَامَ بِكَ الْخَبِيْثُ، أَمَا رَحِمْتَ أَهْلَكَ وَ وَلَدَكَ أَتَرَى اللهَ أَحَلَّ لَكَ الطَّيِّبَاتِ وَهُوَ يَكْرَهُ أَنْ تَأْخُذَهَا؟ أَنْتَ أَهْوَنُ عَلَى اللهِ مِنْ ذٰلِكَ - قَالَ: يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ هٰذَا أَنْتَ فِيْ خُشُوْنَةِ مَلْبَسِكَ وَجُشُوْبَةِ مَأْكَلِكَ. قَالَ: وَيْحَكَ إِنِّيْ لَسْتُ كَأَنْتَ، إِنَّ اللهَ فَرَضَ عَلٰى أَئِمَّةِ الْعَدْلِ أَنْ يُقَدِّرُوْا أَنْفُسَهُمْ بِضَعَفَةِ النَّاسِ كَيْلَا يَتَبَيَّغَ بِالْفَقِيْرِ فَقْرُهُ -

لاؤ جب وہ آیا تو وہ آپ نے فرمایا کہ: اے اپنی جان کے دشمن تمھیں شیطان خبیث نے بھٹکا دیا ہے تمھیں اپنی آل اولاد پر ترس نہیں آتا؛ اور کیا تم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ اللہ نے جن پاکیزہ چیزوں کو تمھارے لیے حلال کیا ہے، اگر تم انھیں کھاؤ، برتو گے تو اُسے ناگوار گزرے گا۔ تم اللہ کی نظروں میں اس سے کہیں زیادہ گرے ہوئے ہو کہ وہ تمھارے لیے یہ چاہے۔ اس نے کہا کہ یا امیر المومنینؑ آپ کا پہناوا بھی تو موٹا جھوٹا اور کھانا رُوکھا سُوکھا ہوتا ہے تو حضرتؑ نے فرمایا کہ تم پر حیف ہے، میں تمھارے مانند نہیں ہوں، خدا نے آئمہ حق پر فرض کیا ہے کہ وہ اپنے کو مفلس و نادار لوگوں کی سطح پر رکھیں تاکہ مفلوک الحال اپنے فقر کی وجہ سے پیچ و تاب نہ کھائے۔

---

۵ رہبانیت و ترکِ علائق کو زمانۂ قدیم سے طہارتِ نفس و درستگیٔ اعمال کا ذریعہ سمجھا جاتا رہا ہے۔ چنانچہ جو لوگ زہد و استغراق میں زندگی بسر کرنا چاہتے تھے وہ شہروں اور بستیوں سے نکل کھڑے ہوتے اور جنگلوں اور پہاڑوں کی غاروں میں سکونت اختیار کر کے بخیالِ خود اللہ سے لو لگائے پڑے رہتے۔ اگر کسی راہ گیر یا آس پاس کی بستی والے نے کچھ کھانے کو دے دیا تو کھا لیا ورنہ جنگلی درختوں کے پھلوں اور چشموں کے پانی پر قناعت کر لیتے اور اس طرح زندگی کے لمحات گزار دیتے۔ اس طریقۂ عبادت کی ابتدا یوں ہوئی کہ کچھ لوگ حکمرانوں کے ظلم و تشدّد سے تنگ آ کر اپنے گھروں سے نکل کھڑے ہوئے اور ان کی گرفت سے بچنے کے لیے کسی سُنسان جنگل یا کسی پہاڑ کی کھوہ میں جا چھپے اور وہاں اللہ کی عبادت و پرستش میں منہمک ہو گئے بعد میں اس قہری زہد دائرہ نے اختیاری صورت حاصل کر لی اور لوگ باختیار خود کھوؤں اور غاروں میں گوشہ نشین ہونے لگے اور یہ طریقہ رائج ہو گیا کہ جو روحانی ترقی کا خواہشمند ہوتا وہ تمام دنیوی بندھنوں کو توڑ کر کسی گوشے میں معتکف ہو جاتا، چنانچہ صدیوں تک اس پر عمل درآمد ہوتا رہا اور اب تک اس طریقۂ عبادت کے آثار بدھشٹوں اور عیسائیوں میں پائے جاتے ہیں۔ لیکن اسلام کا اعتدال پسندانہ مزاج اس خانقاہی زندگی سے سازگار نہیں ہے وہ روحانی ترقی کے لیے دُنیا کی نعمتوں اور سعادتوں سے ہاتھ اٹھا لینے کی تعلیم نہیں دیتا اور نہ اُس چیز کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتا ہے کہ مسلمان گھر بار چھوڑ

کرا اور ابنائے جنس سے علیحدہ ہو کر کسی گوشے میں چھپ کر بیٹھ جائے اور صرف رسمی عبادت میں لگا رہے۔ اسلام میں عبادت کا مفہوم صرف چند مخصوص اعمال تک محدود نہیں ہے بلکہ جائز ذریعۂ معاش سے روزی کی تلاش اور باہمی سلوک و ہمدردی اور تعاون و سازگاری کو بھی عبادت کا ایک اہم جُزو قرار دیتا ہے۔ اگر انسان دنیوی حقوق و فرائض کو نظر انداز کر دے کہ نہ اہل و عیال کی ذمہ داریوں کو محسوس کرے، نہ کسبِ معاش کے لیے سعی و کوشش کو بر سرِ کار رکھے اور دُوسروں پر سہارا کر کے ہر وقت مُراقبہ میں پڑا رہے تو وہ مقصدِ حیات کو پُورا کرنے کے بجائے اپنی زندگی کو تباہ کر رہا ہے، اگر اللہ کو یہی چیز مطلوب ہوتی تو پھر دُنیا کو بسانے اور آباد کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی جبکہ پہلے ہی سے ایک ایسی مخلوق موجود تھی جو ہمہ وقت اُس کی عبادت و پرستش میں مشغول رہتی تھی۔ انسان کو تو قدرت نے اِس دوراہے پر کھڑا کیا ہے کہ جس میں حدِ وسط ہی ہدایت کا مرکز ہے کہ اگر ذرا اس نقطۂ اعتدال سے اِدھر اُدھر ہوا تو اُس کے لیے گمراہی ہی گمراہی ہے اور وہ حدِ وسط یہ ہے کہ انسان نہ دُنیا کی طرف اتنا جُھکے کہ آخرت کو نظر انداز کر کے صرف دُنیا ہی کا ہو کر رہ جائے اور نہ دنیا سے اتنا کنارہ کش ہو جائے کہ کسی چیز سے کوئی لگاؤ نہ رکھے اور ہر چیز سے دستبردار ہو کر کسی گوشہ میں معتکف ہو جائے۔ جب اللہ نے انسان کو دنیا میں پیدا کیا ہے تو اُسے اِس دنیا میں رہتے ہوئے دستورِ حیات پر عمل پیرا ہونا چاہیئے اور حدِ اعتدال میں رہتے ہوئے اللہ کی دی ہوئی نعمتوں اور آسائشوں سے بہرہ اندوز ہونا چاہیئے

ایسا نہیں کہ اللہ کی حلال کی ہوئی چیزوں کو کھانا برتنا خدا پرستی کے خلاف ہو، بلکہ قدرت نے اِن نعمتوں کو اسی لیے پیدا کیا ہے کہ ان سے فائدہ اُٹھایا جائے۔ چنانچہ جو خاصانِ خدا تھے وہ دُنیا میں مل جُل کر رہتے سہتے اور دُنیا داروں کی طرح کھاتے پیتے تھے۔ انھیں ویرانوں اور پہاڑوں کی غاروں کو اپنا مسکن بنانے اور دُنیا والوں سے مُنہ موڑ کر کسی دُور دراز جگہ پر منزل کرنے کی ضرورت نہ ہوتی تھی بلکہ دُنیا کے جھمیلوں میں پڑ کر اللہ کو یاد رکھتے تھے اور زندگی کی آسائشوں اور راحتوں کے باوجود موت کو نہ بھولتے تھے۔ رہبانیت کی زندگی عموماً ایسے مفاسد کا باعث ہوتی ہے کہ جو دُنیا کے ساتھ عقبیٰ کو بھی تباہ و برباد کر دیتے ہیں اور انسان صحیح معنے میں خسر الدُّنیا والآخرۃ کا مصداق ہو کر رہ جاتا ہے۔ چنانچہ جب فطری خواہشات کو حلال و مشروع طریقے سے پُورا نہیں کیا جاتا، تو انسان کا ذہن خیالاتِ فاسدہ کا مرکز بن جاتا ہے اور اطمینان و یکسوئی سے عبادت کو سرانجام دینے سے قاصر رہتا ہے اور کبھی ہوائے نفس اس طرح اس پر غلبہ پالیتی ہے کہ وہ تمام اخلاقی بندھنوں کو توڑ کر نفسانی خواہشوں کے پُورا کرنے کے درپے ہو جاتا ہے اور پھر ہلاکت کے ایسے گڑھے میں جا پڑتا ہے کہ جس سے نکلنا ناممکن ہو جاتا ہے اسی لیے شریعت نے متاہل کی عبادت کو غیر متاہل کی عبادت پر فضیلت دی ہے۔ کیونکہ وہ عبادات و اعمال میں ذہنی سکون و یکسوئی بہم پہنچا سکتا ہے۔

وُہ افراد جو جامۂ تصوف پہن کر زہد و بے تعلقی دُنیا اور رُوحانی عظمت کا ڈھنڈورا پیٹتے رہتے ہیں وہ اسلام کی عملی راہ سے الگ اور اُس کی حکیمانہ تعلیم سے ناآشنا ہیں اور صرف شیطان کے بہکانے سے خود ساختہ سہاروں پر بھروسا کر کے ضلالت کے راستے پر گامزن ہیں۔ چنانچہ ان کی گمراہی اس حد تک بڑھ جاتی ہے کہ وہ اپنے پیشواؤں کو اس سطح پر سمجھنے لگتے

ہیں کہ گویا اُن کی آواز خدا کی آواز اور اُن کا عمل خدا کا عمل ہے اور کبھی شرعی حدود و قیود سے اپنے کو آزاد سمجھتے ہوئے ہر امرِ قبیح کو اپنے لیے جائز قرار دے لیتے ہیں۔ اس الحاد و بے دینی کو تصوف کے نام سے پیش کیا جاتا ہے اور اس کے غیر شرعی اصولوں کو طریقت کے نام سے پکارا جاتا ہے اور یہ مسلک اختیار کرنے والے صُوفی کہے جاتے ہیں۔ سب سے پہلے ابوہاشم کوفی و شامی نے یہ لقب اختیار کیا کہ جو اموی النسب اور جبری العقیدہ تھا۔ اُسے اس لقب سے پکارے جانے کی وجہ یہ تھی کہ اُس نے زہد و تقویٰ کی نمائش کے لیے صوف کا لباس پہن رکھا تھا۔ بعد میں اس لقب نے عمومیت حاصل کر لی۔ اور اس کی وجہ تسمیہ میں مختلف توجیہات گھڑ لی گئیں۔ چنانچہ ایک توجیہہ یہ ہے کہ صوف کے تین حرف ہیں ص، و، ف۔ صاد سے مراد صبر، صدق اور صفا ہے اور واؤ سے مراد ود ورد اور وفا ہے۔ اور فا سے مراد فرد، فقر اور فنا ہے۔ دُوسرا قول یہ ہے کہ یہ صفہ سے ماخوذ ہے اور صفہ مسجدِ نبوی کے قریب ایک چبوترا تھا جس پر کھجور کی شاخوں کی چھت پڑی ہُوئی تھی جس میں رہنے والے اصحابِ صفہ کہلاتے تھے اور غربت و بیچارگی کی وجہ سے وہیں پڑے رہتے تھے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ عرب کے ایک قبیلہ کے جدِ اعلیٰ کا نام صوفہ تھا اور یہ قبیلہ خانۂ کعبہ اور حجاج کی خدمت کے فرائض سرانجام دیتا تھا اور اسی قبیلہ کی نسبت سے یہ لوگ صُوفی کہے جاتے ہیں۔

یہ گروہ متعدد فرقوں میں بٹا ہُوا ہے۔ لیکن بُنیادی فرقے صرف سات ہیں :۔

(۱) **وحدتیہ** :۔ یہ فرقہ وحدۃ الوجود کا قائل ہے چنانچہ اس کا عقیدہ یہ ہے کہ دُنیا کی ہر چیز خُدا ہے یہاں تک کہ ہر نجس و ناپاک چیز کو بھی یہ اسی منزلِ الوہیت پر ٹھہراتے ہیں اور اللہ کو دریا سے اور مخلوقات کو اُس میں اُٹھنے والی لہروں سے تشبیہہ دیتے ہُوئے یہ کہتے ہیں کہ دریا کی لہریں دریا کے علاوہ کوئی جداگانہ وجود نہیں رکھتیں، بلکہ اُن کا وجود بعینہٖ دریا کا وجود ہے جو کبھی اُبھرتی ہیں اور کبھی دریا کے اندر سمٹ جاتی ہیں۔ لہٰذا کسی چیز کو اس کی ہستی سے الگ نہیں قرار دیا جا سکتا۔

(۲) **اتحادیہ** :۔ اس فرقہ کا خیال یہ ہے کہ وُہ اللہ سے، اور اللہ اُس سے متحد ہو چکا ہے۔ یہ اللہ کو آگ سے اور اپنے کو اس لوہے سے تشبیہہ دیتے ہیں کہ جو آگ میں پڑا رہنے کی وجہ سے اُس کی صُورت و خاصیت پیدا کر چکا ہو۔

(۳) **حلولیہ** :۔ اُس کا عقیدہ یہ ہے کہ خداوندِ عالم عارفوں اور کاملوں کے اندر حلول کر جاتا ہے اور ان کا جسم اس کی فرودگاہ ہوتا ہے۔ اس لیے وُہ بظاہر بشر اور بباطن خدا ہوتے ہیں۔

(۴) **واصلیہ** :۔ یہ فرقہ اپنے کو واصل باللہ سمجھتا ہے، اور اس کا نظریہ یہ ہے کہ احکامِ شرع تکمیلِ نفس و تہذیبِ اخلاق کا ذریعہ ہیں اور جب نفس حق سے متصل ہو جاتا ہے تو پھر اُسے تکمیل و تہذیب کی احتیاج نہیں رہتی۔ لہٰذا واصلین کے لیے عبادات و اعمال بیکار ہو جاتے ہیں کیوں کہ اذا حصلت الحقیقۃ بطلت الشریعۃ (جب حقیقت حاصل ہو جاتی ہے تو شریعت بیکار ہو جاتی ہے) لہٰذا وہ جو چاہیں کریں ان پر حرف گیری نہیں کی جا سکتی۔

(۵) **زراقیہ** :۔ یہ فرقہ نغمہ و سرود کی دُھنوں اور حال و قال کی سرمستیوں کو سرمایہ عبادت سمجھتا ہے اور درویشی وو

یوزہ گری سے دُنیا کماتا ہے اور اپنے پیشواؤں کی من گڑھت کرامتیں سُنا کر عوام کو مرعوب کرنے کی فکر میں لگا رہتا ہے۔

(۶) **عشاقیہ** :- اِس فرقہ کا نظریہ یہ ہے کہ المجازة قنطرة الحقيقة عشقِ مجازی عشقِ حقیقی کا ذریعہ ہوتا ہے۔ لہٰذا عشقِ الٰہی کی منزل تک پہنچنے کے لیے ضروری ہے کہ کسی مہوش سے عشق کیا جائے لیکن جس عشق کو یہ عشق الٰہی کا ذریعہ سمجھتے ہیں وُہ صرف اختلالِ دماغی کا نتیجہ ہوتا ہے کہ جس کی وجہ سے عاشق قلب و رُوح کی پُوری توجہ کے ساتھ ایک فرد کی طرف مائل ہوجاتا ہے۔ اور اس تک رسائی ہی اس کی منزل آخر ہوتی ہے یہ عشق فسق و فجور کی راہ پر تو لگا سکتا ہے مگر عشقِ حقیقی کی منزل سے اُسے کوئی لگاؤ نہیں ہوتا ؎

عشقِ مجاز چیلہ بہ حقیقت نظر کنی ۔۔۔ دیوا است و دیو را نبود پایۂ پری

(۷) **تلقینیہ** :- اس فرقے کے نزدیک علومِ دینیہ کا پڑھنا اور کتبِ علمیہ کا مطالعہ کرنا قطعاً حرام ہے بلکہ جو مرتبہ علمی، ستر برس تک پڑھنے سے حاصل نہیں ہوتا، وُہ ایک ساعت میں مُرشد کے تصرفِ رُوحانی سے حاصل ہوجاتا ہے۔

علمائے شیعہ کے نزدیک یہ تمام فرقے گمراہ اور اسلام سے خارج ہیں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں آئمہ اطہار کے بکثرت ارشادات موجود ہیں، اور اس خطبہ میں بھی امیر المومنینؑ نے عاصم ابن زیاد کے قطع علائق دُنیا کو شیطانی وسوسہ کا نتیجہ قرار دیا ہے۔ اور اسے اِس راہ پر چلنے سے بشدت منع کیا ہے۔

خطبہ ۲۰۸

(وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ) وَقَدْ سَأَلَهٗ سَائِلٌ عَنْ اَحَادِيْثِ الْبِدَعِ وَعَمَّا فِيْ اَيْدِي النَّاسِ مِنِ اخْتِلَافِ الْخَبَرِ، فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

إِنَّ فِيْ اَيْدِي النَّاسِ حَقًّا وَّبَاطِلًا، وَصِدْقًا وَّكَذِبًا، وَنَاسِخًا وَّمَنْسُوْخًا وَّعَامًّا وَّخَاصًّا. وَمُحْكَمًا وَّمُتَشَابِهًا. وَحِفْظًا وَّوَهْمًا. وَلَقَدْ كُذِبَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ عَلٰى عَهْدِهٖ حَتّٰى قَامَ خَطِيْبًا فَقَالَ: "مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ". وَإِنَّمَا اَتَاكَ بِالْحَدِيْثِ

ایک شخص نے آپ سے من گڑھت اور متعارض حدیثوں کے متعلق دریافت کیا جو (عام طور سے) لوگوں کے ہاتھوں میں پائی جاتی ہیں، تو آپؑ نے فرمایا کہ :-

لوگوں کے ہاتھوں میں حق اور باطل، سچ اور جھوٹ ناسخ اور منسوخ، عام اور خاص، واضح اور مبہم صحیح اور غلط سب ہی کچھ ہے۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دَور میں آپ پر بُہتان لگائے گئے یہاں تک کہ آپ کو کھڑے ہو کر خطبہ میں کہنا پڑا کہ جو شخص مجھ پر جان بُوجھ کر بُہتان باندھے گا تو وُہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لے۔ تمہارے پاس چار طرح کے لوگ حدیث لانے والے ہیں کہ جن کا پانچواں نہیں۔ ایک تو وُہ جس

أَرْبَعَةُ رِجَالٍ لَيْسَ لَهُمْ خَامِسٌ:
رَجُلٌ مُنَافِقٌ مُظْهِرٌ لِلْإِيمَانِ، مُتَصَنِّعٌ بِالْإِسْلَامِ لَا يَتَأَثَّمُ وَلَا يَتَحَرَّجُ، يَكْذِبُ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مُتَعَمِّدًا، فَلَوْ عَلِمَ النَّاسُ أَنَّهُ مُنَافِقٌ كَاذِبٌ لَمْ يَقْبَلُوا مِنْهُ وَلَمْ يُصَدِّقُوا قَوْلَهُ. وَلٰكِنَّهُمْ قَالُوا صَاحِبُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ رَآهُ وَسَمِعَ مِنْهُ وَلَقِفَ عَنْهُ فَيَأْخُذُونَ بِقَوْلِهِ، وَقَدْ أَخْبَرَكَ اللّٰهُ عَنِ الْمُنَافِقِينَ بِمَا أَخْبَرَكَ، وَوَصَفَهُمْ بِمَا وَصَفَهُمْ بِهِ لَكَ، ثُمَّ بَقُوا بَعْدَهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ السَّلَامُ فَتَقَرَّبُوا إِلَى أَئِمَّةِ الضَّلَالَةِ وَالدُّعَاةِ إِلَى النَّارِ بِالزُّورِ وَالْبُهْتَانِ، فَوَلَّوْهُمُ الْأَعْمَالَ وَجَعَلُوهُمْ حُكَّامًا عَلَى رِقَابِ النَّاسِ، وَأَكَلُوا بِهِمُ الدُّنْيَا. وَإِنَّمَا النَّاسُ مَعَ الْمُلُوكِ وَالدُّنْيَا إِلَّا مَنْ عَصَمَ اللّٰهُ فَهُوَ أَحَدُ الْأَرْبَعَةِ.

وَرَجُلٌ سَمِعَ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ شَيْئًا لَمْ يَحْفَظْهُ عَلَى وَجْهِهِ

کا ظاہر کچھ ہے اور باطن کچھ وہ ایمان کی نمائش کرتا ہے اور مسلمانوں کی سی وضع قطع بنا لیتا ہے۔ نہ گناہ کرنے سے گھبراتا ہے اور نہ کسی اُفتاد میں پڑنے سے جھجکتا ہے۔ وہ جان بوجھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھوٹ باندھتا ہے، اگر لوگوں کو پتہ چل جاتا کہ یہ منافق اور جھوٹا ہے تو اس سے نہ کوئی حدیث قبول کرتے اور نہ اُس کی بات کی تصدیق کرتے۔ لیکن وہ تو یہ کہتے ہیں کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صحابی ہے۔ اُس نے آنحضرتؐ کو دیکھا بھی ہے اور اُن سے حدیثیں بھی سُنی ہیں اور آپ سے تحصیلِ علم بھی کی ہے۔ چنانچہ وہ (بے سوچے سمجھے) اُس کی بات کو قبول کر لیتے ہیں۔ حالانکہ اللہ نے تمہیں منافقوں کے متعلق خبر دے رکھی ہے اور ان کے رنگ ڈھنگ سے بھی تمہیں آگاہ کر دیا ہے۔ پھر وہ رسولؐ کے بعد بھی باقی و برقرار رہے اور کذب و بہتان کے ذریعہ گمراہی کے پیشواؤں اور جہنم کا بلاوا دینے والوں کے یہاں اثر و رسوخ پیدا کیا۔ چنانچہ انھوں نے اُن کو (اچھے اچھے) عہدوں پر لگایا اور حاکم بنا کر لوگوں کی گردنوں پر مسلط کر دیا اور اُن کے ذریعے سے اچھی طرح دُنیا کو حلق میں اُتارا اور لوگوں کا تو یہ قاعدہ ہے ہی کہ وہ بادشاہوں اور دُنیا (والوں) کا ساتھ دیا کرتے ہیں۔ مگر سوا اُن (محدودے چند افراد کے) کہ جنہیں اللہ اپنے حفظ و امان میں رکھے)۔

چار میں سے ایک تو یہ ہوا اور دوسرا شخص وہ ہے جس نے (تھوڑا بہت) رسول اللہ سے سُنا لیکن جوں

فَوَهِمَ فِيهِ، وَلَمْ يَتَعَمَّدْ كَذِباً فَهُوَ فِي يَدَيْهِ وَيَرْوِيهِ وَيَعْمَلُ بِهِ وَيَقُولُ أَنَا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ، فَلَوْ عَلِمَ الْمُسْلِمُونَ أَنَّهُ وَهِمَ فِيهِ لَمْ يَقْبَلُوهُ مِنْهُ، وَلَوْ عَلِمَ هُوَ أَنَّهُ كَذٰلِكَ لَرَفَضَهُ۔

وَرَجُلٌ ثَالِثٌ سَمِعَ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ شَيْئاً يَأْمُرُ بِهِ ثُمَّ نَهَى عَنْهُ وَهُوَ لَا يَعْلَمُ، أَوْ سَمِعَهُ يَنْهَى عَنْ شَيْءٍ ثُمَّ أَمَرَ بِهِ وَهُوَ لَا يَعْلَمُ، فَحَفِظَ الْمَنْسُوخَ وَلَمْ يَحْفَظِ النَّاسِخَ فَلَوْ عَلِمَ أَنَّهُ مَنْسُوخٌ لَرَفَضَهُ وَلَوْ عَلِمَ الْمُسْلِمُونَ إِذْ سَمِعُوهُ مِنْهُ أَنَّهُ مَنْسُوخٌ لَرَفَضُوهُ۔

وَآخَرُ رَابِعٌ لَمْ يَكْذِبْ عَلَى اللهِ وَلَا عَلَى رَسُولِهِ، مُبْغِضٌ لِلْكَذِبِ خَوْفاً مِنَ اللهِ وَتَعْظِيماً لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَهِمْ بَلْ حَفِظَ مَا سَمِعَ عَلَى وَجْهِهِ فَجَاءَ بِهِ عَلَى مَا سَمِعَهُ لَمْ يَزِدْ

کا تُوں اُسے یاد نہ رکھ سکا اور اس میں اُسے سہو ہو گیا۔ یہ جان بوجھ کر جھوٹ نہیں بولتا۔ یہی کچھ اُس کے دسترس میں ہے اُسے ہی دوسروں سے بیان کرتا ہے اور اسی پر خود بھی عمل پیرا ہوتا ہے اور کہتا بھی یہی ہے کہ میں نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سُنا ہے۔ اگر مسلمانوں کو یہ خبر ہو جاتی کہ اُس کی یادداشت میں بھول چوک ہو گئی ہے تو وہ اُس کی بات کو نہ مانتے اور اگر خود بھی اِسے اُس کا علم ہو جاتا تو اسے چھوڑ دیتا

تیسرا شخص وہ ہے کہ جس نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زبان سے سُنا کہ آپ نے ایک چیز کے بجا لانے کا حکم دیا ہے۔ پھر پیغمبر نے تو اس سے روک دیا۔ لیکن یہ اسے معلوم نہ ہو سکا یا یُوں کہ اُس نے پیغمبر کو ایک چیز سے منع کرتے ہوئے سُنا پھر آپ نے اس کی اِجازت دے دی لیکن اس کے علم میں یہ چیز نہ آ سکی (۲۱) نے (قول) منسُوخ کو یاد رکھا اور (حدیث) ناسخ کو محفوظ نہ رکھ سکا۔ اگر اُسے خود معلوم ہو جاتا کہ یہ منسُوخ ہے تو وُہ اُسے چھوڑ دیتا اور مُسلمانوں کو بھی اگر اِس کے منسُوخ ہو جانے کی خبر ہوتی تو وُہ بھی اسے نظر انداز کر دیتے۔

اور چوتھا شخص وُہ ہے کہ جو اللہ اور اُس کے رسُولؐ پر جھوٹ نہیں باندھتا۔ وُہ خوفِ خدا اور عظمتِ رسُولؐ کے پیشِ نظر کذب سے نفرت کرتا ہے۔ اس کی یادداشت میں غلطی واقع نہیں ہوتی بلکہ جس طرح سُنا اسی طرح اُسے یاد رکھا اور اُسی طرح اُسے بیان کیا۔ نہ اُس میں کچھ بڑھایا۔ نہ اِس میں سے کچھ گھٹایا۔ حدیث

فِيهِ وَلَمْ يَنْقُصْ مِنْهُ، فَحَفِظَ النَّاسِخَ فَعَمِلَ بِهِ، وَحَفِظَ الْمَنْسُوخَ فَجَنَّبَ عَنْهُ، وَعَرَفَ الْخَاصَّ وَالْعَامَّ فَوَضَعَ كُلَّ شَيْءٍ مَوْضِعَهُ، وَعَرَفَ الْمُتَشَابِهَ وَمُحْكَمَهُ.

وَقَدْ كَانَ يَكُونُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ الْكَلَامُ لَهُ وَجْهَانِ: فَكَلَامٌ خَاصٌّ وَكَلَامٌ عَامٌّ، فَيَسْمَعُهُ مَنْ لَا يَعْرِفُ مَا عَنَى اللهُ سُبْحَانَهُ بِهِ وَلَا مَا عَنَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ، فَيَحْمِلُهُ السَّامِعُ وَيُوَجِّهُهُ عَلَى غَيْرِ مَعْرِفَةٍ بِمَعْنَاهُ وَمَا قُصِدَ بِهِ وَمَا خَرَجَ مِنْ أَجْلِهِ. وَلَيْسَ كُلُّ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ يَسْأَلُهُ وَيَسْتَفْهِمُهُ، حَتَّى أَنْ كَانُوا لَيُحِبُّونَ أَنْ يَجِيءَ الْأَعْرَابِيُّ وَالطَّارِئُ فَيَسْأَلَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ حَتَّى يَسْمَعُوا. وَكَانَ لَا يَمُرُّ بِي مِنْ ذٰلِكَ شَيْءٌ إِلَّا سَأَلْتُ عَنْهُ وَحَفِظْتُهُ. فَهٰذِهِ وُجُوهُ مَا عَلَيْهِ النَّاسُ فِي اخْتِلَافِهِمْ وَعِلَلِهِمْ فِي رِوَايَاتِهِمْ.

ناسخ کو یاد رکھا، تو اس پر عمل بھی کیا، حدیث منسوخ کو بھی اپنی نظر میں رکھا۔ اور اس سے اجتناب برتا، وہ اس حدیث کو بھی جانتا ہے جس کا دائرہ محدود، اور اُسے بھی جو ہمہ گیر اور سب کو شامل ہے اور ہر حدیث کو اس کے محل و مقام پر رکھتا ہے اور یوں ہی واضح اور مبہم حدیثوں کو پہچانتا ہے۔

کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلام دو رُخ لیے ہوتا تھا، کچھ کلام وہ جو کسی وقت یا افراد سے مخصوص ہوتا تھا اور کچھ وہ جو تمام اوقات اور تمام افراد کو شامل ہوتا تھا اور ایسے افراد بھی سُن لیا کرتے تھے کہ جو سمجھ ہی نہ سکتے تھے، کہ اللہ نے اس سے کیا مُراد لیا ہے۔ اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس سے مقصد کیا ہے۔ تو یہ سُننے والے اسے سُن تو لیتے تھے، اور کچھ اس کا مفہوم بھی قرار دے لیتے تھے۔ مگر اس کے حقیقی معنی اور مقصد اور وجہ سے ناواقف ہوتے تھے اور نہ اصحاب پیغمبر میں سب ایسے تھے کہ جنھیں آپ سے سوال کرنے کی ہمت ہو، بلکہ وُہ تو یہ چاہا کرتے تھے کہ کوئی صحرائی بدو یا پردیسی آجائے اور وُہ کچھ پُوچھے تو یہ بھی سُن لیں مگر میرے سامنے سے کوئی چیز نہ گزرتی تھی۔ مگر یہ کہ میں اِس کے متعلق پوچھتا تھا اور پھر اُسے یاد رکھتا تھا۔ یہ ہیں لوگوں کے احادیث و روایات میں اِختلاف کے وجوہ و اسباب۔

۱؎ یہ سلیم ابن قیس ہلالی تھے جو امیر المومنین علیہ السلام کے رواۃ حدیث میں سے ہیں۔

۲؎ امیر المومنین علیہ السلام نے اس خطبہ میں رواۃ حدیث کو چار قسموں میں منحصر کیا ہے۔

پہلی قسم یہ ہے کہ راوی خود سے کسی روایت کو وضع کرکے پیغمبرؐ کی طرف منسوب کردے۔ چنانچہ ایسی روایتیں گڑھ کر آپ کے سر منڈھ دی جاتی تھیں اور یونہی یہ سلسلہ جاری رہا اور نت نئی روایتیں معرضِ وجود میں آتی رہیں یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ جس سے انکار نہیں کیا جاسکتا اور اگر کوئی انکار کرتا ہے تو اُس کی بنیاد علم و بصیرت پر نہیں بلکہ سخن پروری و مناظرانہ ضرورت پر ہوتی ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ علم الہدیٰ سیدمرتضیٰ کو علمائے اہلِ سُنت سے مناظرہ کا اتفاق ہُوا۔ تو سیدمرتضیٰ نے تاریخی حقائق سے ثابت کیا کہ اکابرِ صحابہ کے فضائل میں جو روایتیں نقل کی جاتی ہیں وُہ خود ساختہ اور جعلی ہیں۔ اس پر ان علماء نے کہا یہ ناممکن ہے کہ کوئی رسُول اللہؐ پر افتراء باندھنے کی جرأت کرے اور اپنی طرف سے کوئی روایت گڑھ کر ان کی طرف منسُوب کردے۔ سیدمرتضیٰ نے فرمایا کہ پیغمبرؐ کی حدیث ہے کہ:۔

ستکثر علی الکذابة بعد موتی فمن کذب
علی متعمدًا فلیتبوء مقعدہ من النار۔

میرے بعد مجھ پر کثرت سے جھُوٹ باندھا جائیگا۔ دیکھو! جو مجھ پر جان بُوجھ کر جھُوٹ باندھے گا اُس کا ٹھکانا جہنم ہے۔

تو اگر اِس حدیث کو صحیح سمجھتے ہو تو تسلیم کرو کہ پیغمبرؐ پر جھُوٹ باندھا گیا۔ اور اگر غلط سمجھتے ہو تو اس کا غلط ہونا خُود ہمارے دعوےٰ کی دلیل ہے۔ بہرصُورت یہ وُہ لوگ تھے جن کے دِلوں میں نفاق بھرا ہُوا تھا اور دین میں فتنہ و انتشار پیدا کرنے اور کمزور عقیدہ مُسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لیے من گھڑت روایتیں بناتے رہتے تھے اور جس طرح پیغمبرؐ کے زمانہ میں مُسلمانوں سے گھُلے ملے رہتے تھے اس طرح ان کے بعد بھی ان میں گھُلے ملے رہے اور جس طرح اس وقت فساد و تخریب میں لگے رہتے تھے۔ اسی طرح ان کے بعد بھی اسلام کے تعلیمات کو بگاڑنے اور اس کے نقوش کو مسخ کرنے کی فکر سے غافل نہ تھے بلکہ پیغمبرؐ کے زمانہ میں تو ڈرے سہمے رہتے تھے کہ کہیں پیغمبرؐ انھیں بے نقاب کرکے رُسوا نہ کردیں مگر آنحضرتؐ کے بعد اُن کی منافقانہ سرگرمیاں بڑھ گئیں۔ اور بے جھجک اپنے ذاتی مفاد و اغراض کے لیے پیغمبرؐ پر افتراء باندھ دیتے تھے اور سُننے والے اِنھیں صحابیِ رسُولؐ سمجھ کر اعتبار و اعتماد کرلیتے تھے کہ بس جو کہہ دیا ہے وہ صحیح ہے اور جو فرما دیا ہے وہ دُرست ہے اور بعد میں بھی الصحابة کلھم عدول (صحابہ سب کے سب عادل ہیں) کے عقیدہ نے زبانوں پر پہرا بٹھا دیا کہ جس کی وجہ سے نقد و نظر اور جرح و تعدیل سے انھیں بلند و بالا سمجھ لیا گیا اور پھر ان کے کارہائے نمایاں نے انھیں بارگاہ حکومت میں بھی مقرب بنا رکھا تھا جس کی وجہ سے ان کے خلاف زباں کھولنے کے لیے جرأت و ہمت کی ضرورت تھی، چنانچہ امیرالمؤمنینؑ کا یہ قول شاہد ہے۔

فتقربوا الی ائمة الضلالة والدعاة
الی النار بالزور والبھتان
فولوھم الاعمال وجعلوھم حکامًا
علی رقاب الناس۔

ان لوگوں نے کذب و بہتان کے ذریعے گمراہی کے پیشواؤں اور جہنم کا بلاوا دینے والوں کے یہاں اثر و رسُوخ پیدا کیا چنانچہ انھوں نے ان کو (اچھے اچھے) عہدوں پر لگایا اور حاکم بنا کر لوگوں کی گردنوں پر مسلّط کردیا۔

منافقین کا مقصد اسلام کی تخریب کے ساتھ دُنیا کا حاصل کرنا بھی تھا اور وُہ انھیں مدعیِ اسلام بنے رہنے کی وجہ سے

پوری فراوانی سے حاصل ہو رہی تھی جس کی وجہ سے وہ اسلام کی نقاب اُتار کر اپنے اصلی خط و خال میں سامنے آنا نہیں چاہتے تھے اور اسلام ہی کے پردے میں اپنے شیطانی اطوار کو جاری رکھتے تھے اور اس کی بنیادی تخریب کے لیے روایات وضع کر کے انتشار و افتراق پھیلانے میں لگے رہتے تھے۔ چنانچہ ابن ابی الحدید نے لکھا ہے۔

لما تركوا وحيث سكت عنهم سكتوا عن الاسلام واهله الا في دسيسة خفية يعملونها نحو الكذب الذي اشار اليه امير المومنين عليه السلام فانه خالط الحديث كذب كثير صدر عن قوم غير صحيحي العقيدة قصدوا به الاضلال وتخبيط القلوب والعقائد وقصد به بعضهم التنويه بذكر قوم كان لهم في التنويه بذكرهم غرض دنيوی۔

(شرح ابن ابی الحدید ج۳، ص۱۲)

جب انھیں کھلا چھوڑ دیا گیا تو انھوں نے بھی بہت سی باتوں کو چھوڑ دیا اور جب اُن سے خاموشی اختیار کر لی گئی تو انھوں نے بھی اسلام اور اہلِ اسلام کے بارے میں چُپ سادھ لی مگر درپردہ فریب کاریاں عمل میں لاتے رہتے تھے۔ جیسے کذب تراشی کہ جس کی طرف امیر المومنین علیہ السلام نے اشارہ کیا ہے کیونکہ حدیث میں جھوٹ کی بہت زیادہ آمیزش کر دی گئی تھی اور یہ فاسد عقیدہ رکھنے والوں کی طرف سے ہوتی تھی چنانچہ وہ اس کے ذریعہ سے گمراہی پھیلاتے۔ دلوں میں خدشے اور عقائد میں خرابیاں پیدا کرتے تھے اور بعض کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ وہ ایک جماعت کو بلند کریں کہ جس سے اُن کی دنیوی اغراض وابستہ ہوتی تھی

اِس دور کے گزرنے کے بعد جب معاویہ دین کی راہنمائی اور مُلک کی قیادت کا ذمہ دار بن کر تختِ فرمانروائی پر متمکن ہُوا تو اُس نے جعلی روایتیں گڑھنے کا باقاعدہ ایک محکمہ کھول دیا اور اپنے کارندوں کو اس پر مامور کیا۔ کہ وہ اہلبیت اطہار کی تنقیص اور عثمان اور بنی اُمیہ کے فضائل میں حدیثیں گڑھ کر نشر کریں اور اس کے لیے انعامات اور جاگیریں مقرر کیں جس کے نتیجہ میں کثیر التعداد خود ساختہ فضائل کی روایتیں کتب احادیث میں پھیل گئیں۔ چنانچہ ابوالحسن مدائنی نے کتاب الاحداث میں تحریر کیا ہے اور ابن ابی الحدید نے اپنی شرح میں اسے درج کیا ہے کہ:۔

وكتب اليهم ان انظروا من قبلكم من شيعة عثمان ومحبيه واهل ولايته والذين يروون فضائله ومناقبه فادنوا مجالسهم وقربوهم واكرموهم واكتبوا الي بكل ما يروي كل رجل منهم واسمه واسم ابيه وعشيرته ففعلوا ذلك حتى اكثروا في فضائل عثمان ومناقبه لما كان يبعثه اليهم معاوية من الصلات

مُعاویہ نے اپنے عمالِ حکومت کو تحریر کیا کہ جو تمہارے یہاں عثمان کے طرفدار ہو، خواہ اور دوستدار ہوں ان پر نظر توجہ رکھو اور اُن لوگوں کو جو اُن کے فضائل و مناقب بیان کرتے ہیں انھیں اپنا درباری نشیں اور مقرب قرار دو اور ان کا احترام کرو اور ان میں سے جو شخص جو روایت کرے وہ مجھے لکھو اور اُس کے اور اس کے باپ اور اس کے قوم قبیلے کے نام سے مجھے آگاہ کرو۔ چنانچہ اُن لوگوں نے ایسا ہی کیا یہاں تک کہ

والکساء والحباء والقطائع۔
(شرح ابن ابی الحدید ج۳، ص۱۶)

عثمان کے مناقب وفضائل کے انبار لگا دیے۔ کیونکہ امیر معاویہ ایسے لوگوں کو جائزے خلعتیں عطیے اور جاگیریں دیتا تھا۔

جب حضرت عثمان کے فضائل میں خود ساختہ روایتیں چار دانگ عالم میں پھیل گئیں تو اس خیال سے کہ پہلے خلفا کا پلّہ ہلکا نہ رہ جائے اس نے اپنے عمال کو تحریر کیا۔

فاذا جاءکم کتابی ھذا فادعوا الناس الی الروایۃ فی فضائل الصحابۃ والخلفاء الاولین ولا تترکوا خبرا یرویہ احد من المسلمین فی ابی تراب الا واتونی بمناقض لہ فی الصحابۃ مفتعلۃ فان ھذا احب الی واقر لعینی وادحض لحجۃ ابی تراب وشیعتہ واشد الیھم من مناقب عثمان وفضلہ فقرئت کتبہ علی الناس فرویت اخبار کثیرۃ فی مناقب الصحابۃ مفتعلۃ لا حقیقۃ لھا۔
(شرح ابن ابی الحدید ج۳ ص۱۶)

جب تمہیں میرا یہ فرمان ملے تو لوگوں کو اس امر کی دعوت دو کہ وہ صحابہ اور پہلے خلفاء کے فضائل میں بھی حدیثیں روایت کریں اور دیکھو مسلمانوں میں سے جو شخص بھی ابوتراب کے بارے میں کوئی حدیث بیان کرے تو اسے توڑنے کے لیے صحابہ کے لیے بھی ویسی ہی حدیثیں گڑھ کر بیان کرو، کیونکہ یہ چیز مجھے بہت پسند اور میرے لیے خنکی چشم کا باعث ہے اور یہ چیز ابوتراب اور اس کے شیعوں کی حجت کو کمزور کرنے والی اور عثمان کے فضائل ومناقب سے بھی زیادہ گراں گزرنے والی ہے۔ چنانچہ اس کے خطوط لوگوں کو پڑھ کر سنائے گئے۔ جس کے نتیجہ میں صحابہ کے فضائل میں ایسی روایتیں گڑھنا شروع ہوگئیں کہ جن کی کوئی اصل وحقیقت نہ ہوتی تھی۔

اس سلسلہ میں ابن عرفہ معروف بہ نفطویہ نے کہ جو اکابر علماء ومحدثین میں سے تھے اپنی تاریخ میں تحریر کیا ہے اور ابن ابی الحدید نے اسے اپنی شرح میں درج کیا ہے کہ:۔

ان اکثر الاحادیث الموضوعۃ فی فضائل الصحابۃ افتعلت فی ایام بنی امیۃ تقربا الیھم بما یظنون انھم یرغمون بہ انوف بنی ھاشم۔ (شرح ابن ابی الحدید ج۳، ط۱۶)

صحابہ کے فضائل میں اکثر موضوع حدیثیں بنی امیہ کے دور میں گڑھی گئیں تاکہ ان کی بارگاہ میں رسوخ حاصل کیا جائے کیونکہ ان کا خیال یہ تھا کہ وہ اس ذریعہ سے بنی ہاشم کو ذلیل وپست کر سکیں گے۔

وضع روایات کی عادت تو پڑ ہی چکی تھی۔ اب دنیا پرستوں نے سلاطین وامراء کا تقرب حاصل کرنے اور مال دنیا سمیٹنے کے لیے اسے ایک ذریعہ بنالیا۔ جیسا کہ غیاث ابن ابراہیم نے مہدی ابن منصور کو خوش کرنے اور اس سے تقرب حاصل کرنے کے لیے کبوتروں کی پرواز میں ایک روایت گڑھ کر سنا دی اور ابوسعید مدائنی وغیرہ نے اسے ذریعہ معاش بنالیا، اور حد یہ ہے کہ کرامیہ اور بعض متصوفہ نے معصیت سے روکنے اور اطاعت کی طرف راغب کرنے کے لیے وضع حدیث کے جواز کا فتویٰ

بھی دے دیا۔ چنانچہ ترغیب و ترہیب کے سلسلہ میں بے کھٹکے روایتیں وضع کی جاتی تھیں اور اسے شریعت و دیانت کے خلاف نہ سمجھا جاتا تھا۔ بلکہ عموماً یہ کام وہی لوگ انجام دیتے تھے کہ جو بظاہر زہد و تقویٰ اور صلاح و رشد سے آراستہ ہوتے تھے اور جن کی راتیں مصلوں پر اور دن جھوٹی روایتوں سے دفتر سیاہ کرنے میں گزرتے تھے۔ چنانچہ ان جعلی روایتوں کی کثرت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ امام بخاری نے چھ لاکھ حدیثوں میں سے دو ہزار چھ سو اکسٹھ حدیثیں منتخب کیں۔ مسلم نے آٹھ لاکھ حدیثوں میں سے چار ہزار حدیثیں قابل انتخاب سمجھیں۔ ابوداؤد نے پانچ لاکھ حدیثوں میں سے چار ہزار آٹھ سو حدیثیں انتخاب کیں۔ احمد ابن حنبل نے سات لاکھ پچاس ہزار حدیثوں میں سے تیس ہزار منتخب کیں۔ مگر جب اس انتخاب کو دیکھا جاتا ہے تو ایسی حدیثیں سامنے آتی ہیں کہ وہ کسی حالت میں بھی پیغمبر اکرم کی طرف منسوب نہیں کی جاسکتیں، چنانچہ آج مسلمانوں میں ایک معتدبہ طبقہ ایسا پیدا ہوچکا ہے جو کہ ان مسانید و صحاح پر نظر کرنے کے بعد سرے سے حدیث کی حجیت ہی سے انکار کرچکا ہے

دوسری قسم کے رواۃ وہ ہیں کہ جو موقع و محل کو سمجھے بغیر جو اُلٹا سیدھا انھیں یاد رہ جاتا تھا وہ روایت کر دیتے تھے چنانچہ صحیح بخاری باب البکاء علی المیت میں ہے کہ جب حضرت عمر زخمی ہوئے تو صہیب روتے ہوئے ان کے ہاں آئے تو حضرت عمر نے کہا کہ :-

اتبکی علیّ وقد قال رسول اللہ ان المیت یعذب ببکاء اہلہ۔

اے صہیب تم مجھ پر روتے ہو، حالانکہ رسول اللہ نے فرمایا تھا کہ گھر والوں کے رونے سے میت پر عذاب ہوتا ہے۔

جب حضرت عمر کے انتقال کے بعد حضرت عائشہ سے اس کا ذکر آیا تو انھوں نے کہا کہ خدا عمر پر رحم کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے تو ایسا نہیں فرمایا تھا کہ گھر والوں کے رونے سے مومن کی میت پر عذاب ہوتا ہے۔ البتہ یہ فرمایا تھا کہ کافر کی میت پر اس کے گھر والوں کے رونے سے عذاب میں زیادتی ہوتی ہے۔ اس کے بعد ام المومنین نے فرمایا کہ قرآن میں تو یہ ہے کہ لا تزر وازرۃ وزر اخریٰ (ایک کا بار دوسرا نہیں اٹھاتا) تو یہاں رونے والوں کا بار میت کیسے اٹھائے گی۔ پھر حضرت عائشہ سے یہ حدیث درج کی ہے کہ جس سے پہلی حدیث کی مزید تشریح ہوتی ہے۔

عن عائشۃ زوج النبی قالت انما مر رسول اللہ علیٰ یہودیۃ یبکی علیہا اہلہا فقال انہم لیبکون وانہا لتعذب فی قبرہا۔

زوجۂ رسولؐ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ایک یہودی عورت کی طرف سے ہو کر گزرے کہ جس پر اس کے گھر والے رو رہے تھے تو آپ نے فرمایا کہ اس کے گھر والے تو اس پر رو رہے ہیں اور وہ قبر میں مبتلائے عذاب ہے۔

تیسری قسم کے رواۃ وہ ہیں کہ جنھوں نے پیغمبر سے حدیث منسوخ کو سنا مگر اس کی ناسخ حدیث کے سننے کا ان کو موقع ہی نہ ملا کہ وہ اسے بیان کرتے یا اس پر عمل کرتے۔ حدیث ناسخ کی مثال پیغمبر کا یہ ارشاد ہے کہ جس میں حدیث منسوخ کی طرف

بھی اشارہ ہے۔ نہیتکم عن زیارۃ القبور الا فزوروھا (میں نے تمھیں قبروں کی زیارت سے روکا تھا مگر اب تم زیارت کر سکتے ہو) اس میں زیارت قبور کی نہی کو اذنِ زیارتِ قبور سے منسوخ کر دیا ہے تو جن لوگوں نے صرف حدیثِ منسوخ کو سن رکھا تھا وہ اسی پر عمل پیرا رہے۔

چوتھی قسم کی رواۃ وہ ہیں کہ جو عدالت سے آراستہ فہم و ذکا کے مالک حدیث کے مورد و محل سے آگاہ ناسخ و منسوخ خاص و عام، مقید و مطلق سے واقف کذب و افتراء سے کنارہ کش ہوتے تھے جو وہ سنتے تھے ان کے حافظہ میں محفوظ رہتا تھا اور اُسے صحیح صحیح دوسروں تک پہنچا دیتے تھے، انہی کی بیان کردہ احادیثِ اسلام کا سرمایہ غل و غش سے پاک اور قابلِ اعتماد و عمل ہیں خصوصاً وہ سرمایۂ احادیث جو امیر المومنین علیہ السلام سے امانتدار سینوں میں منتقل ہوتا رہا اور قطع و برید اور تحریف و تبدل سے محفوظ رہنے کی وجہ سے اسلام کو صحیح صورت میں پیش کرتا ہے۔ کاش کہ دنیا علم کے ان سرچشموں سے پیغمبر کے فیوض حاصل کرتی۔ مگر تاریخ کا یہ افسوسناک باب ہے کہ خوارج و معاندینِ آلِ محمدؐ سے تو حدیث لی جاتی ہے اور جہاں سلسلہ روایت میں اہلِ بیت کی کسی فرد کا نام آجاتا ہے تو قلم رُک جاتا ہے۔ چہرے پر شکنیں پڑ جاتی ہیں اور تیور بدل جاتے ہیں۔

(و من خطبۃ لہٗ علیہ السلام) خطبہ ۲۰۹

وَكَانَ مِنِ اقْتِدَارِ جَبَرُوْتِهٖ وَ بَدِيْعِ لَطَائِفِ صَنْعَتِهٖ اَنْ جَعَلَ مِنْ مَاءِ الْبَحْرِ الزَّاخِرِ الْمُتَرَاكِمِ الْمُتَقَاصِفِ يَبَسًا جَامِدًا. ثُمَّ فَطَرَ مِنْهُ اَطْبَاقًا فَفَتَقَهَا سَبْعَ سَمٰوٰتٍ بَعْدَ ارْتِتَاقِهَا فَاسْتَمْسَكَتْ بِاَمْرِهٖ، وَقَامَتْ عَلٰى حَدِّهٖ. وَ اَرْسٰى اَرْضًا يَحْمِلُهَا الْاَخْضَرُ الْمُثْعَنْجِرُ وَ الْقَمْقَامُ الْمُسَخَّرُ، قَدْ ذَلَّ لِاَمْرِهٖ، وَ اَذْعَنَ لِهَيْبَتِهٖ، وَ وَقَفَ الْجَارِيْ مِنْهُ لِخَشْيَتِهٖ. وَ جَبَلَ جَلَامِيْدَهَا وَ نُشُوْزَ مُتُوْنِهَا وَ اَطْوَادِهَا

اللہ سبحانہٗ کے زورِ فرمانروائی اور عجیب و غریب صنعت کی لطیف نقش آرائی ایک یہ ہے کہ اُس نے ایک اتھاہ دریا کے پانی سے جس کی سطحیں تہ بہ تہ اور موجیں تھپیڑے مار رہی تھیں، ایک خشک و بے حرکت زمین کو پیدا کیا پھر یہ کہ اُس نے پانی (کے بخار) کی تہوں پر تہیں چڑھا دیں جو آپس میں ملی ہوئی تھیں اور انھیں الگ الگ کرکے سات آسمان بنائے جو اس کے حکم سے تھمے ہوئے اور اپنے مرکز پر ٹھہرے ہوئے ہیں اور زمین کو اس طرح قائم کیا کہ اِسے ایک نیلگوں گہرا اور (فرمانِ الٰہی کے حدود میں) گھرا ہوا دریا اُٹھائے ہوئے ہے جو اس کے حکم کے آگے بےبس اور اُس کی ہیبت کے سامنے سرنگوں ہے اور اُس کے خوف سے اُس کی روانی تھمی ہوئی ہے اور ٹھوس چکنے پتھروں، ٹیلوں اور پہاڑوں کو پیدا کیا اور

فَأَرْسَاهَا فِي مَرَاسِيهَا۔ وَأَلْزَمَهَا قَرَارَاتِهَا فَمَضَتْ رُؤُوسُهَا فِي الْهَوَاءِ وَرَسَتْ أُصُولُهَا فِي الْمَاءِ۔ فَأَنْهَدَ جِبَالَهَا عَنْ سُهُولِهَا، وَأَسَاخَ قَوَاعِدَهَا فِي مُتُونِ أَقْطَارِهَا وَمَوَاضِعِ أَنْصَابِهَا۔ فَأَشْهَقَ قِلَالَهَا، وَأَطَالَ أَنْشَازَهَا۔ وَجَعَلَهَا لِلْأَرْضِ عِمَادًا، وَأَرَّزَهَا فِيهَا أَوْتَادًا فَسَكَنَتْ عَلَى حَرَكَتِهَا مِنْ أَنْ تَمِيدَ بِأَهْلِهَا أَوْ تَسِيخَ بِحِمْلِهَا أَوْ تَزُولَ عَنْ مَوَاضِعِهَا فَسُبْحَانَ مَنْ أَمْسَكَهَا بَعْدَ مَوَجَانِ مِيَاهِهَا، وَأَجْمَدَهَا بَعْدَ رُطُوبَةِ أَكْنَافِهَا فَجَعَلَهَا لِخَلْقِهِ مِهَادًا، وَبَسَطَهَا لَهُمْ فِرَاشًا فَوْقَ بَحْرٍ لُجِّيٍّ رَاكِدٍ لَا يَجْرِي وَقَائِمٍ لَا يَسْرِي۔ تُكَرْكِرُهُ الرِّيَاحُ الْعَوَاصِفُ۔ وَتَمْخُضُهُ الْغَمَامُ الذَّوَارِفُ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَعِبْرَةً لِمَنْ يَخْشَىٰ،

اُن کو اُن کی جگہوں پر نصب اور اُن کی قرارگاہوں میں قائم کیا۔ چنانچہ اُن کی چوٹیاں فضا کو چیرتی ہوئی نکل گئی ہیں اور بُنیادیں پانی میں گڑی ہوئی ہیں۔ اِس طرح اُس نے پہاڑوں کو پست اور ہموار زمین سے بلند کیا اور اُن کی بُنیادوں کو اُن کے پھیلاؤ اور اُن کے ٹھہراؤ کی جگہوں میں زمین کے اندر اُتار دیا۔ ان کی چوٹیوں کو فلک بوس اور بلندیوں کو آسمان پیما بنا دیا اور انھیں زمین کے لیے ستون قرار دیا اور میخوں کی صورت میں انھیں گاڑا، چنانچہ وہ ہچکولے کھانے کے بعد تھم گئی۔ کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وُہ اپنے رہنے والوں کو لے کر جُھک پڑے یا اپنے بوجھ کی وجہ سے دھنس جائے یا اپنی جگہ چھوڑ دے۔ پاک ہے وُہ ذات کہ جس نے پانی کی طغیانیوں کے بعد زمین کو تھام رکھا اور اس کے اطراف و جوانب کو تربتر ہونے کے بعد خشک کیا اور اُسے اپنی مخلوقات کے لیے گہوارہ (استراحت) بنایا اور ایک ایسے گہرے دریا کی سطح پر اس کے لیے فرش بچھایا جو ٹھہرا ہوا ہے بہتا نہیں اور رُکا ہوا ہے جُنبش نہیں کرتا جسے تند ہوائیں اِدھر سے اُدھر دھکیلتی رہتی ہیں، اور برسنے والے بادل اسے متھ کر پانی کھینچتے رہتے ہیں، بے شک ان چیزوں میں سروسامان عبرت ہے اُس شخص کے لیے جو اللہ سے ڈرے۔

(وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) خطبہ ۲۱۰

اَللّٰهُمَّ أَيُّمَا عَبْدٍ مِنْ عِبَادِكَ سَمِعَ مَقَالَتَنَا الْعَادِلَةَ غَيْرَ الْجَائِرَةِ، وَالْمُصْلِحَةَ غَيْرَ الْمُفْسِدَةِ

خدایا تیرے بندوں میں سے جو بندہ ہماری ان باتوں کو سُنے کہ جو عدل کے تقاضوں سے ہمنوا، اور ظلم و جور سے الگ ہیں جو دین و دُنیا کی اصلاح کرنے

فِي الدِّيْنِ وَالدُّنْيَا فَأَبَى بَعْدَ سَمْعِهِ لَهَا إِلَّا النُّكُوصَ عَنْ نُصْرَتِكَ، وَالْإِبْطَاءَ عَنْ إِعْزَازِ دِيْنِكَ، فَإِنَّا نَسْتَشْهِدُكَ عَلَيْهِ بِأَكْبَرِ الشَّاهِدِيْنَ شَهَادَةً. وَنَسْتَشْهِدُ عَلَيْهِ جَمِيْعَ مَنْ أَسْكَنْتَهُ أَرْضَكَ وَسَمٰوٰتِكَ، ثُمَّ أَنْتَ بَعْدُ الْمُغْنِي عَنْ نَصْرِهِ وَالْآخِذُ لَهُ بِذَنْبِهِ.

والی اور شر انگیزی سے دور ہیں اور سننے کے بعد پھر بھی انھیں ماننے سے انکار کر دے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ تیری نصرت سے منہ موڑنے والا، اور تیرے دین کو ترقی دینے سے کوتاہی کرنے والا ہے۔ اے گواہوں میں سب سے بڑے گواہ! ہم تجھے اور ان سب کو جنھیں تو نے آسمانوں اور زمینوں میں بسایا ہے اس شخص کے خلاف گواہ کرتے ہیں۔ پھر اس کے بعد تو ہی اس نصرت و امداد سے بے نیاز کرنے والا اور اس کے گناہ کا اس سے مواخذہ کرنے والا ہے۔

خطبہ ۲۱۱

(وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ عَنْ شَبَهِ الْمَخْلُوقِيْنَ الْغَالِبِ لِمَقَالِ الْوَاصِفِيْنَ. الظَّاهِرِ بِعَجَائِبِ تَدْبِيْرِهِ لِلنَّاظِرِيْنَ الْبَاطِنِ بِجَلَالِ عِزَّتِهِ عَنْ فِكْرِ الْمُتَوَهِّمِيْنَ. الْعَالِمِ بِلَا اكْتِسَابٍ وَلَا ازْدِيَادٍ وَلَا عِلْمٍ مُسْتَفَادٍ، الْمُقَدِّرِ لِجَمِيْعِ الْأُمُوْرِ بِلَا رَوِيَّةٍ وَلَا ضَمِيْرٍ. الَّذِيْ لَا تَغْشَاهُ الظُّلَمُ وَلَا يَسْتَضِيْءُ بِالْأَنْوَارِ، وَلَا يَرْهَقُهُ لَيْلٌ وَلَا يَجْرِيْ عَلَيْهِ نَهَارٌ. لَيْسَ إِدْرَاكُهُ بِالْإِبْصَارِ وَلَا عِلْمُهُ بِالْإِخْبَارِ.

تمام حمد اس اللہ کے لیے ہے جو مخلوقات کی مشابہت سے بلند تر، توصیف کرنے والوں کے تعریفی کلمات سے بالاتر، اپنے عجیب و غریب نظم و نسق کی بدولت دیکھنے والوں کے سامنے آشکارا اور اپنے جلال عظمت کی وجہ سے وہم و گمان دوڑانے والوں کے فکر و اوہام سے پوشیدہ ہے وہ عالم ہے۔ بغیر اس کے کہ کسی سے کچھ سیکھے یا علم میں اضافہ اور کہیں سے استفادہ کرے اور وہ بغیر فکر و تامل کے ہر چیز کا اندازہ مقرر کرنے والا ہے، نہ اسے تاریکیاں ڈھانپتی ہیں، نہ وہ روشنیوں سے کسب ضیا کرتا ہے نہ رات اسے گھیرتی ہے، نہ (دن کی) گردشوں کا اس پر گزر ہوتا ہے اور اس کا جاننا بوجھنا آنکھوں کے ذریعہ سے نہیں اور نہ اس کا علم دوسروں کے بتانے پر منحصر ہے۔

وَمِنْهَا فِيْ ذِكْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

اسی خطبہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر فرمایا

وَآلِهِ وَسَلَّمَ: أَرْسَلَهُ بِالضِّيَاءِ وَقَدَّمَهُ فِي الْاِصْطِفَاءِ فَرَتَقَ بِهِ الْمَفَاتِقَ، وَسَاوَرَ بِهِ الْمُغَالِبَ. وَذَلَّلَ بِهِ الصُّعُوبَةَ، وَسَهَّلَ بِهِ الْحُزُونَةَ حَتّٰى سَرَّحَ الضَّلَالَ عَنْ يَمِيْنٍ وَّشِمَالٍ۔

ہے۔ اللہ نے انھیں روشنی کے ساتھ بھیجا اور انتخاب کی منزل میں سب سے آگے رکھا تو اُن کے ذریعہ سے تمام پراگندگیوں اور پریشانیوں کو دُور کیا اور غلبہ پانے والوں پر تسلط جمایا۔ مشکلوں کو سہل اور دشواریوں کو آسان بنایا۔ یہاں تک کہ دائیں بائیں (افراط و تفریط) کی سمتوں سے گمراہی کو دُور ہٹایا۔

خطبہ ۲۱۲

وَأَشْهَدُ أَنَّهُ عَدْلٌ عَدَلَ وَحَكَمٌ فَصَلَ. وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ وَسَيِّدُ عِبَادِهِ كُلَّمَا نَسَخَ اللّٰهُ الْخَلْقَ فِرْقَتَيْنِ جَعَلَهُ فِي خَيْرِهِمَا. لَمْ يُسْهِمْ فِيْهِ عَاهِرٌ وَلَا ضَرَبَ فِيْهِ فَاجِرٌ۔

أَلَا وَإِنَّ اللّٰهَ قَدْ جَعَلَ لِلْخَيْرِ أَهْلًا وَلِلْحَقِّ دَعَائِمَ وَلِلطَّاعَةِ عِصَمًا وَإِنَّ لَكُمْ عِنْدَ كُلِّ طَاعَةٍ عَوْنًا مِنَ اللّٰهِ يَقُوْلُ عَلَى الْأَلْسِنَةِ وَيُثَبِّتُ الْأَفْئِدَةَ. فِيْهِ كَفَاءٌ لِمُكْتَفٍ وَشِفَاءٌ لِمُشْتَفٍ۔

وَاعْلَمُوْا أَنَّ عِبَادَ اللّٰهِ الْمُسْتَحْفَظِيْنَ عِلْمَهُ

میں گواہی دیتا ہوں کہ وُہ ایسا عادل ہے کہ جس نے عدل ہی کی راہ اختیار کی ہے اور ایسا حکم ہے جو (حق و باطل کو) الگ الگ کرتا ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بندہ اور رسول اور بندوں کے سید و سردار ہیں۔ شروع سے انسانی نسل میں جہاں جہاں پر سے شاخیں الگ ہوئیں ہر منزل میں وُہ شاخ جس میں اللہ نے آپ کو قرار دیا تھا دوسری شاخوں سے بہتر ہی تھی۔ آپ کے نسب میں کسی بدکار کا ساجھا اور کسی فاسق کی شرکت نہیں۔

دیکھو! اللہ نے بھلائی کے لیے اہل حق کے لیے ستون، اور اطاعت کے لیے سامانِ حفاظت مہیا کیا ہے ہر اطاعت کے موقعہ پر تمھارے لیے اللہ کی طرف سے نصرت و تائید و دستگیری کے لیے موجود ہوتی ہے (جس کو اُس نے زبانوں سے ادا کیا ہے اور اس سے دلوں کو ڈھارس دی ہے۔ اس میں بے نیازی چاہنے والے کے لیے بے نیازی اور شفا چاہنے والے کے لیے شفا ہے۔

تمھیں جاننا چاہیئے کہ اللہ کے وُہ بندے جو علم الٰہی

يَصُونُونَ مَصُونَهُ، وَيُفَجِّرُونَ عُيُونَهُ. يَتَوَاصَلُونَ بِالْوِلَايَةِ. وَيَتَلَاقَوْنَ بِالْمَحَبَّةِ. وَيَتَسَاقَوْنَ بِكَأْسٍ رَوِيَّةٍ. وَيَصْدُرُونَ بِرِيَّةٍ. لَا تَشُوبُهُمُ الرِّيبَةُ، وَلَا تُسْرِعُ فِيهِمُ الْغِيبَةُ. عَلٰى ذٰلِكَ عَقَدَ خَلْقَهُمْ وَأَخْلَاقَهُمْ. فَعَلَيْهِ يَتَحَابُّونَ وَبِهِ يَتَوَاصَلُونَ. فَكَانُوا كَتَفَاضُلِ الْبَذْرِ يُنْتَقٰى، فَيُؤْخَذُ مِنْهُ وَيُلْقٰى، قَدْ مَيَّزَهُ التَّخْلِيصُ وَهَذَّبَهُ التَّمْحِيصُ. فَلْيَقْبَلِ امْرُؤٌ كَرَامَةً بِقَبُولِهَا. وَلْيَحْذَرْ قَارِعَةً قَبْلَ حُلُولِهَا. وَلْيَنْظُرِ امْرُؤٌ فِي قَصِيرِ أَيَّامِهِ، وَقَلِيلِ مُقَامِهِ فِي مَنْزِلٍ حَتّٰى يَسْتَبْدِلَ بِهِ مَنْزِلًا. فَلْيَصْنَعْ لِمُتَحَوَّلِهِ وَمَعَارِفِ مُنْتَقَلِهِ. فَطُوبٰى لِذِي قَلْبٍ سَلِيمٍ أَطَاعَ مَنْ يَهْدِيهِ، وَتَجَنَّبَ مَنْ يُرْدِيهِ، وَأَصَابَ سَبِيلَ السَّلَامَةِ

کے امانتدار ہیں وہ محفوظ چیزوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ اور اس کے چشموں کو (تشنگان علم و معارف کے لیے) بہاتے ہیں۔ ایک دوسرے کی (اعانت کے لیے) باہم ملتے ملاتے ہیں اور خلوص و محبت سے میل ملاقات کرتے ہیں اور (علم و حکمت کے) سیراب کرنے والوں ساغروں سے چھک کر سیراب ہوتے ہیں اور سیراب ہو کر (سرچشمۂ علم سے) پلٹتے ہیں۔ ان میں شک و شبہہ کا شائبہ نہیں ہوتا اور غیبت کا گزر نہیں ہوتا۔ اللہ نے ان کے پاکیزہ اخلاق کو ان کی طینت و فطرت میں سمو دیا ہے۔ انہی خوبیوں کی بنا پر وہ آپس میں محبت و اُنس رکھتے ہیں اور ایک دوسرے سے ملتے ملاتے ہیں۔ وہ لوگوں میں اس طرح نمایاں ہیں جس طرح (بیجوں میں) صاف ستھرے بیج کہ (اچھے دانوں کو) لے لیا جاتا ہے اور (بروں کو) پھینک دیا جاتا ہے۔ اس صفائی و پاکیزگی نے انھیں چھانٹ اور پرکھنے نے نکھار دیا ہے۔ انسان کو چاہیئے کہ وہ اُن اوصاف کی پذیرائی سے اپنے لیے شرف و عزت قبول کرے اور قیامت کے وارد ہونے سے پہلے اُس سے ہراساں رہے اور اُسے چاہیئے کہ وہ (زندگی کے) مختصر دنوں اور اس گھر کے تھوڑے سے قیام میں کہ جو بس اتنا ہے اس کو آخرت کے گھر سے بدل لے، آنکھیں کھولے اور غفلت میں نہ پڑے) اور اپنی جائے بازگشت اور منزل آخرت کے جانے پہچانے ہوئے مرحلوں (قبر) برزخ، حشر کے لیے نیک اعمال کرے۔ مبارک ہو اُس پاک و پاکیزہ دل والے کو کہ جو ہدایت کرنے والے کی پیروی اور تباہی میں ڈالنے والے سے کنارا کرتا ہے اور دیدۂ بصیرت میں جلا بخشنے والے

بِبَصَرٍ مِنْ بَصَرِهٖ وَ طَاعَةِ هَادٍ أَمَرَهٗ ـ وَبَادَرَ الْهُدٰى قَبْلَ اَنْ تُغْلَقَ اَبْوَابُهٗ وَ تُقْطَعَ اَسْبَابُهٗ وَاسْتَفْتَحَ التَّوْبَةَ وَ اَمَاطَ الْحَوْبَةَ فَقَدْ اُقِيْمَ عَلَى الطَّرِيْقِ وَ هُدِيَ نَهْجَ السَّبِيْلِ ـ

کی روشنی اور ہدایت کرنے والے کے حکم کی فرمانبرداری سے سلامتی کی راہ پالیتا ہے اور ہدایت کے دروازوں کے بند اور وسائل و ذرائع کے قطع ہونے سے پہلے ہدایت کی طرف بڑھ جاتا ہے۔ توبہ کا دروازہ کھلواتا ہے اور (پھر) گناہ کا دھبہ اپنے دامن سے چھڑاتا ہے۔ وہ سیدھے راستے پر کھڑا کر دیا گیا ہے۔ اور واضح راہ اسے بتا دی گئی ہے۔

خطبہ ۲۱۳

(وَمِنْ كَلَامٍ لَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ)
وَمِنْ دُعَاءٍ كَانَ يَدْعُوْ بِهٖ
عَلَيْهِ السَّلَامُ كَثِيْرًا

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يُصْبِحْ بِيْ مَيِّتًا وَّ لَا سَقِيْمًا، وَلَا مَضْرُوْبًا عَلٰى عُرُوْقِيْ بِسُوْءٍ، وَلَا مَاْخُوْذًا بِاَسْوَاءِ عَمَلِيْ، وَلَا مَقْطُوْعًا دَابِرِيْ وَلَا مُرْتَدًّا عَنْ دِيْنِيْ، وَلَا مُنْكِرًا لِرَبِّيْ، وَلَا مُسْتَوْحِشًا مِّنْ اِيْمَانِيْ، وَلَا مُلْتَبِسًا عَقْلِيْ، وَلَا مُعَذَّبًا بِعَذَابِ الْاُمَمِ مِنْ قَبْلِيْ اَصْبَحْتُ عَبْدًا مَّمْلُوْكًا ظَالِمًا لِّنَفْسِيْ، لَكَ الْحُجَّةُ عَلَيَّ وَلَا حُجَّةَ لِيْ وَلَا اَسْتَطِيْعُ اَنْ اٰخُذَ اِلَّا مَا اَعْطَيْتَنِيْ، وَلَا اَتَّقِيْ اِلَّا مَا وَقَيْتَنِيْ ـ

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَفْتَقِرَ

امیر المومنین علیہ السلام کے وہ دعائیہ کلمات جو جو اکثر آپ کی زبان پر جاری رہتے تھے۔

تمام حمد اُس اللہ کے لیے ہے جس نے مجھے اس حالت میں رکھا کہ نہ مُردہ ہوں، نہ بیمار، نہ میری رگوں پر برص کے جراثیم کا حملہ ہوا ہے۔ نہ بُرے اعمال (کے نتائج) میں گرفتار ہوں نہ بے اولاد ہوں، نہ دین سے برگشتہ، نہ اپنے پروردگار کا مُنکر ہوں اور نہ ایمان سے متوحش، نہ میری عقل میں فتور آیا ہے اور نہ پہلی اُمتوں کے سے عذاب میں مُبتلا ہوں۔ میں اس کا بے اختیار بندہ اور اپنے نفس پر ستم راں ہوں (اے اللہ) تیری حجت مجھ پر تمام ہو چکی ہے، اور میرے لیے اب عُذر کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ خُدایا! مجھ میں کسی چیز کے حاصل کرنے کی قوت نہیں سوا اس کے کہ جو تو مجھے عطا کر دے اور کسی چیز سے بچنے کی سکت نہیں سوائے اس کے کہ جس سے تو مجھے بچائے رکھے۔ اے اللہ میں تجھ سے پناہ کا خواستگار ہوں کہ تیری ثروت کے باوجود

فِي غِنَاكَ، أَوْ أَضِلَّ فِي هُدَاكَ، أَوْ أُضَامَ فِي سُلْطَانِكَ، أَوْ أُضْطَهَدَ وَالْأَمْرُ لَكَ۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ نَفْسِي أَوَّلَ كَرِيمَةٍ تَنْتَزِعُهَا مِنْ كَرَائِمِي، وَأَوَّلَ وَدِيعَةٍ تَرْتَجِعُهَا مِنْ وَدَائِعِ نِعَمِكَ عِنْدِي۔

اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَعُوذُ بِكَ أَنْ نَذْهَبَ عَنْ قَوْلِكَ، أَوْ نُفْتَتَنَ عَنْ دِينِكَ، أَوْ تَتَابَعَ بِنَا أَهْوَاؤُنَا دُونَ الْهُدَى الَّذِي جَاءَ مِنْ عِنْدِكَ۔

فقیر و تہیدست رہوں یا تیری رہنمائی کے ہوتے ہوئے بھٹک جاؤں یا تیری سلطنت میں رہتے ہوئے ستایا جاؤں یا ذلیل کیا جاؤں جبکہ تمام اختیارات تجھے حاصل ہیں۔ خدایا! میری ان نفیس چیزوں میں جنھیں تو چھین لے گا۔ میری روح کو اوّلیت کا درجہ عطا کر اور مجھے سونپی ہوئی ان امانتوں میں جنھیں تو پلٹا لے گا، اسے پہلی امانت قرار دے۔

اے اللہ! ہم تجھ سے پناہ کے طلب گار ہیں۔ اس بات سے کہ تیرے ارشاد سے منہ موڑیں یا ایسے فتنوں میں پڑ جائیں کہ تیرے دین سے پھر جائیں، یا تیری طرف سے آئی ہوئی ہدایت کو قبول کرنے کے بجائے نفسانی خواہشیں ہمیں برائی کی طرف لے جائیں۔

(وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) خطبہ ۲۱۴

(خَطَبَهَا بِصِفِّينَ)

صفین کے موقع پر فرمایا:-

أَمَّا بَعْدُ فَقَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِي عَلَيْكُمْ حَقًّا بِوِلَايَةِ أَمْرِكُمْ، وَلَكُمْ عَلَيَّ مِنَ الْحَقِّ مِثْلُ الَّذِي لِي عَلَيْكُمْ۔ فَالْحَقُّ أَوْسَعُ الْأَشْيَاءِ فِي التَّوَاصُفِ، وَأَضْيَقُهَا فِي التَّنَاصُفِ، لَا يَجْرِي لِأَحَدٍ إِلَّا جَرَى عَلَيْهِ، وَلَا يَجْرِي عَلَيْهِ إِلَّا جَرَى لَهُ، وَلَوْ كَانَ لِأَحَدٍ أَنْ يَجْرِيَ لَهُ، وَلَا يَجْرِيَ عَلَيْهِ

اللہ سبحانہ نے مجھے تمہارے امور کا اختیار دے کر میرا حق تم پر قائم کر دیا ہے اور جس طرح میرا تم پر حق ہے۔ ویسا ہی تمہارا بھی مجھ پر حق ہے۔ یوں تو حق کے بارے میں باہمی اوصاف گنوانے میں بہت وسعت ہے۔ لیکن آپس میں حق و انصاف کرنے کا دائرہ بہت تنگ ہے۔ دو آدمیوں میں اس کا حق اس پر اسی وقت ہے جب دوسرے کا بھی اس پر حق ہو، اور اس کا حق اس پر جب ہی ہوتا ہے۔ جب اس کا حق اس پر بھی ہو اور اگر ایسا ہو سکتا ہے کہ اس کا حق تو دوسروں پر ہو لیکن اس پر کسی کا حق نہ ہو تو یہ امر ذات باری کے لیے

لَكَانَ ذٰلِكَ خَالِصًا لِلّٰهِ سُبْحَانَهٗ
دُوْنَ خَلْقِهٖ لِقُدْرَتِهٖ عَلٰى عِبَادِهٖ
وَلِعَدْلِهٖ فِيْ كُلِّ مَا جَرَتْ عَلَيْهِ
صُرُوْفُ قَضَآئِهٖ۔ وَلٰكِنَّهٗ جَعَلَ
حَقَّهٗ عَلَى الْعِبَادِ اَنْ يُّطِيْعُوْهُ، وَ
جَعَلَ جَزَآءَهُمْ عَلَيْهِ مُضَاعَفَةَ
الثَّوَابِ تَفَضُّلًا مِّنْهُ وَتَوَسُّعًا بِمَا
هُوَ مِنَ الْمَزِيْدِ اَهْلُهٗ۔ ثُمَّ جَعَلَ
سُبْحَانَهٗ مِنْ حُقُوْقِهٖ حُقُوْقًا
اِفْتَرَضَهَا لِبَعْضِ النَّاسِ عَلٰى بَعْضٍ
فَجَعَلَهَا تَتَكَافَأُ فِيْ وُجُوْهِهَا
وَيُوْجِبُ بَعْضُهَا بَعْضًا۔ وَلَا يُسْتَوْجَبُ
بَعْضُهَا اِلَّا بِبَعْضٍ۔ وَاَعْظَمُ
مَا افْتَرَضَ سُبْحَانَهٗ مِنْ تِلْكَ
الْحُقُوْقِ حَقُّ الْوَالِيْ عَلَى الرَّعِيَّةِ
وَحَقُّ الرَّعِيَّةِ عَلَى الْوَالِيْ۔ فَرِيْضَةٌ
فَرَضَهَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ لِكُلٍّ عَلٰى
كُلٍّ، فَجَعَلَهَا نِظَامًا لِّاُلْفَتِهِمْ
وَعِزًّا لِّدِيْنِهِمْ۔ فَلَيْسَتْ تَصْلُحُ
الرَّعِيَّةُ اِلَّا بِصَلَاحِ الْوُلَاةِ، وَلَا
يَصْلُحُ الْوُلَاةُ اِلَّا بِاسْتِقَامَةِ
الرَّعِيَّةِ۔ فَاِذَا اَدَّتِ الرَّعِيَّةُ اِلَى
الْوَالِيْ حَقَّهٗ، وَاَدَّى الْوَالِيْ اِلَيْهَا
حَقَّهَا، عَزَّ الْحَقُّ بَيْنَهُمْ، وَقَامَتْ
مَنَاهِجُ الدِّيْنِ، وَاعْتَدَلَتْ

مخصوص ہے نہ اُس کی مخلوق کے لیے کیونکہ وُہ اپنے بندوں
پر پُورا تسلط و اقتدار رکھتا ہے۔ اور اس نے تمام اُن
چیزوں میں کہ جن پر اُس کے فرمانِ قضا جاری ہُوئے ہیں
عدل کرتے ہُوئے (ہر صاحبِ حق کا حق دے دیا ہے)
اُس نے بندوں پر اپنا یہ حق رکھا ہے کہ وہ اس کی اطاعت
و فرمانبرداری کریں اور اس نے محض اپنے فضل و کرم اور
اپنے احسان کو وُسعت دینے کی بنا پر کہ جس کا وُہ
اہل ہے۔ ان کا کئی گنا اجر قرار دیا ہے۔ پھر اُس نے
ان حقوقِ انسانی کو بھی کہ جنھیں ایک کے لیے دُوسرے
پر قرار دیا ہے۔ اپنے ہی حقوق میں سے قرار دیا ہے۔
اور انھیں اس طرح ٹھہرایا ہے کہ وہ ایک دوسرے
کے مقابلہ میں برابر اُتریں اور کچھ ان میں سے کچھ حقوق کا
باعث ہوتے ہیں اور اس وقت تک واجب نہیں ہوتے
جب تک اس کے مقابلہ میں حقوق ثابت نہ ہو جائیں
اور سب سے بڑا حق کہ جسے اللہ سُبحانہٗ نے واجب
کیا ہے۔ حکمران کا رعیت پر اور رعیت کا حکمران پر ہے
کہ جسے اللہ نے والی و رعیت میں سے ہر ایک کے
لیے فریضہ بنا کر عائد کیا ہے اور اُسے اُن میں رابطہ محبت
قائم کرنے اور ان کے دین کو سرفرازی بخشنے کا ذریعہ
قرار دیا ہے۔ چنانچہ رعیت اُسی وقت خوش حال رہ سکتی
ہے۔ جب حاکم کے طور طریقے دُرست ہوں اور حاکم بھی
اُسی وقت صلاح و دُرستگی سے آراستہ ہو سکتا ہے۔ جب
رعیت اس کے احکام کی انجام دہی کے لیے آمادہ ہو۔
جب رعیت فرمانروا کے حقوق پُورے کرے اور فرمانروا
رعیت کے حقوق سے عہدہ برآ ہو تو اُن میں حق باوقار،

مَعَالِمُ الْعَدْلِ، وَجَرَتْ عَلٰى 38
اَذْلَالِهَا السُّنَنُ فَصَلَحَ بِذٰلِكَ
الزَّمَانُ، وَطُمِعَ فِيْ بَقَاءِ الدَّوْلَةِ
وَيَئِسَتْ مَطَامِعُ الْاَعْدَآءِ۔ وَاِذَا
غَلَبَتِ الرَّعِيَّةُ وَالِيَهَا، وَاَجْحَفَ
الْوَالِيْ بِرَعِيَّتِهٖ اخْتَلَفَتْ هُنَالِكَ
الْكَلِمَةُ وَظَهَرَتْ مَعَالِمُ الْجَوْرِ
وَكَثُرَ الْاِدْغَالُ فِي الدِّيْنِ وَ
تُرِكَتْ مَحَاجُّ السُّنَنِ۔ فَعُمِلَ
بِالْهَوٰى۔ وَعُطِّلَتِ الْاَحْكَامُ۔ وَ
كَثُرَتْ عِلَلُ النُّفُوْسِ۔ فَلَا
يُسْتَوْحَشُ لِعَظِيْمِ حَقٍّ عُطِّلَ وَ
لَا لِعَظِيْمِ بَاطِلٍ فُعِلَ۔ فَهُنَالِكَ
تَذِلُّ الْاَبْرَارُ وَتَعِزُّ الْاَشْرَارُ، وَ
تَعْظُمُ تَبِعَاتُ اللّٰهِ عِنْدَ الْعِبَادِ
فَعَلَيْكُمْ بِالتَّنَاصُحِ فِيْ ذٰلِكَ وَ
حُسْنِ التَّعَاوُنِ عَلَيْهِ، فَلَيْسَ
اَحَدٌ وَاِنِ اشْتَدَّ عَلٰى رِضَا اللّٰهِ
حِرْصُهٗ وَطَالَ فِي الْعَمَلِ اجْتِهَادُهٗ
بِبَالِغٍ حَقِيْقَةَ مَا اللّٰهُ اَهْلُهٗ مِنَ
الطَّاعَةِ لَهٗ۔ وَلٰكِنْ مِنْ وَاجِبِ
حُقُوْقِ اللّٰهِ عَلَى الْعِبَادِ النَّصِيْحَةُ
بِمَبْلَغِ جُهْدِهِمْ، وَالتَّعَاوُنُ عَلٰى
اِقَامَةِ الْحَقِّ بَيْنَهُمْ۔ وَلَيْسَ
امْرُؤٌ وَاِنْ عَظُمَتْ فِي الْحَقِّ

دین کی راہیں استوار اور عدل و انصاف کے نشانات برقرار ہو جائیں گے اور پیغمبرؐ کی سنتیں اپنے ڈھرے پر چل نکلیں گی اور زمانہ سُدھر جائے گا۔ بقائے سلطنت کے توقعات پیدا ہو جائیں گے اور دشمنوں کی حرص و طمع یاس و ناامیدی سے بدل جائے گی۔ اور جب رعیت حاکم پر مسلط ہو جائے یا حاکم رعیت پر ظلم ڈھانے لگے تو اس موقعہ پر ہر بات میں اختلاف ہو گا۔ ظلم کے نشانات ابھر آئیں گے۔ دین میں مفسدے بڑھ جائیں گے۔ شریعت کی راہیں متروک ہو جائیں گی۔ خواہشوں پر عمل درآمد ہو گا۔ شریعت کے احکام ٹھکرا دیے جائیں گے۔ نفسانی بیماریاں بڑھ جائیں گی اور بڑے سے بڑے حق کو ٹھکرا دینے اور بڑے سے بڑے باطل پر عمل پیرا ہونے سے بھی کوئی نہ گھبرائے گا۔ ایسے موقعہ پر نیکوکار، ذلیل اور بدکردار، باعزت ہو جاتے ہیں اور بندوں پر اللہ کی عقوبتیں بڑھ جاتی ہیں۔ لہٰذا اس حق کی ادائیگی میں ایک دوسرے کو سمجھانا بجھانا اور ایک دوسرے سے بخوبی تعاون کرنا تمہارے لیے ضروری ہے اس لیے کہ کوئی شخص بھی اللہ کی اطاعت و بندگی میں اس حد تک نہیں پہنچ سکتا کہ جس کا وہ اہل ہے، چاہے وہ اس کی خوشنودیوں کو حاصل کرنے کے لیے کتنا ہی حریص ہو، اور اس کی عملی کوششیں بھی بڑھی چڑھی ہوئی ہوں۔ پھر بھی اس نے بندوں پر یہ حق واجب قرار دیا ہے کہ وہ مقدور بھر پند و نصیحت کریں اور اپنے درمیان حق کو قائم کرنے کے لیے ایک دوسرے کا ہاتھ بٹائیں۔ کوئی شخص بھی اپنے کو اس سے بے نیاز نہیں قرار دے سکتا۔ کہ اللہ نے جس ذمہ داری کا بوجھ اس پر ڈالا

مَنْزِلَتُهُ، وَتَقَدَّمَتْ فِي الدِّينِ فَضِيلَتُهُ بِفَوْقِ أَنْ يُعَانَ عَلَى مَا حَمَّلَهُ اللهُ مِنْ حَقِّهِ، وَلَا امْرُؤٌ وَإِنْ صَغَّرَتْهُ النُّفُوسُ وَاقْتَحَمَتْهُ الْعُيُونُ بِدُونِ أَنْ يُعِينَ عَلَى ذٰلِكَ أَوْ يُعَانَ عَلَيْهِ۔

(فَأَجَابَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِهِ بِكَلَامٍ طَوِيلٍ يُكْثِرُ فِيهِ الثَّنَاءَ عَلَيْهِ وَيَذْكُرُ سَمْعَهُ وَطَاعَتَهُ لَهُ)

فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

إِنَّ مِنْ حَقِّ مَنْ عَظُمَ جَلَالُ اللهِ فِي نَفْسِهِ وَجَلَّ مَوْضِعُهُ مِنْ قَلْبِهِ ـ أَنْ يَصْغُرَ عِنْدَهُ لِعِظَمِ ذٰلِكَ كُلُّ مَا سِوَاهُ وَإِنَّ أَحَقَّ مَنْ كَانَ كَذٰلِكَ لَمَنْ عَظُمَتْ نِعْمَةُ اللهِ عَلَيْهِ وَلَطُفَ إِحْسَانُهُ إِلَيْهِ ـ فَإِنَّهُ لَمْ تَعْظُمْ نِعْمَةُ اللهِ عَلَى أَحَدٍ إِلَّا ازْدَادَ حَقُّ اللهِ عَلَيْهِ عِظَماً، وَإِنَّ مِنْ أَسْخَفِ حَالَاتِ الْوُلَاةِ عِنْدَ صَالِحِ النَّاسِ أَنْ يُظَنَّ بِهِمْ حُبُّ الْفَخْرِ، وَيُوضَعَ أَمْرُهُمْ عَلَى الْكِبْرِ ـ وَقَدْ كَرِهْتُ أَنْ يَكُونَ جَالَ فِي ظَنِّكُمْ أَنِّي أُحِبُّ

ہے اس میں اس کا ہاتھ بٹایا جائے، چاہے وہ حق میں کتنا ہی بلند منزلت کیوں نہ ہو اور دین میں اُسے فضیلت و برتری کیوں نہ حاصل ہو اور کوئی شخص اس سے بھی گیا گزرا نہیں کہ حق میں تعاون کرے یا اس کی طرف دستِ تعاون بڑھایا جائے، چاہے لوگ اُسے ذلیل سمجھیں اور اپنی حقارت کی وجہ سے آنکھوں میں نہ جچے۔

اس موقعہ پر آپ کے اصحاب میں سے ایک شخص نے آپ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے ایک طویل گفتگو کی جس میں حضرت کی بڑی مدح و ثنا کی اور آپ کی باتوں پر کان دھرنے اور ہر حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے کا اقرار کیا، تو آپ نے فرمایا جس شخص کے دل میں جلالِ الٰہی کی عظمت اور قلب میں منزلتِ خداوندی کی رفعت کا احساس ہو اُسے سزاوار ہے کہ اس جلالت و عظمت کے پیشِ نظر اللہ کے ماسوا ہر چیز کو حقیر جانے اور ایسے لوگوں میں وہ شخص اور بھی اس کا زیادہ اہل ہے کہ جسے اُس نے بڑی نعمتیں دی ہوں اور اچھے احسانات کیے ہوں اس لیے کہ جتنی اللہ کی نعمتیں کسی پر بڑی ہوں گی اُتنا ہی اُس پر اللہ کا حق زیادہ ہوگا۔ نیک بندوں کے نزدیک فرمانرواؤں کی ذلیل ترین صورتِ حال یہ ہے کہ ان کے متعلق یہ گمان ہونے لگے کہ وہ فخر و سربلندی کو دوست رکھتے ہیں اور ان کے حالات کبر و غرور پر محمول ہو سکیں مجھے یہ تک ناگوار معلوم ہوتا ہے کہ تمہیں اس کا وہم و گمان بھی گزرے کہ میں بڑھ چڑھ کر سراہے جانے یا تعریف سننے کو پسند کرتا ہوں۔ بحمد اللہ! کہ میں ایسا نہیں ہوں۔ اور اگر مجھے اس کی خواہش بھی ہوتی کہ ایسا کہا جائے

الْإِطْرَاءَ، وَاسْتِمَاعَ الثَّنَاءِ، وَلَسْتُ بِحَمْدِ اللهِ كَذٰلِكَ، وَلَوْ كُنْتُ أُحِبُّ أَنْ يُقَالَ ذٰلِكَ لَتَرَكْتُهُ انْحِطَاطاً لِلّٰهِ سُبْحَانَهُ عَنْ تَنَاوُلِ مَا هُوَ أَحَقُّ بِهِ مِنَ الْعَظَمَةِ وَالْكِبْرِيَاءِ۔ وَرُبَّمَا اسْتَحْلَى النَّاسُ الثَّنَاءَ بَعْدَ الْبَلَاءِ۔ فَلَا تُثْنُوا عَلَيَّ بِجَمِيلِ ثَنَاءٍ، لِإِخْرَاجِي نَفْسِي إِلَى اللهِ وَإِلَيْكُمْ مِنَ التَّقِيَّةِ فِي حُقُوقٍ لَمْ أَفْرُغْ مِنْ أَدَائِهَا، وَفَرَائِضَ لَا بُدَّ مِنْ إِمْضَائِهَا، فَلَا تُكَلِّمُونِي بِمَا تُكَلَّمُ بِهِ الْجَبَابِرَةُ، وَلَا تَتَحَفَّظُوا مِنِّي بِمَا يُتَحَفَّظُ بِهِ عِنْدَ أَهْلِ الْبَادِرَةِ، وَلَا تُخَالِطُونِي بِالْمُصَانَعَةِ، وَلَا تَظُنُّوا بِي اسْتِثْقَالاً فِي حَقٍّ قِيلَ لِي، وَلَا الْتِمَاسَ إِعْظَامٍ لِنَفْسِي۔ فَإِنَّهُ مَنِ اسْتَثْقَلَ الْحَقَّ أَنْ يُقَالَ لَهُ أَوِ الْعَدْلَ أَنْ يُعْرَضَ عَلَيْهِ كَانَ الْعَمَلُ بِهِمَا أَثْقَلَ عَلَيْهِ فَلَا تَكُفُّوا عَنْ مَقَالَةٍ بِحَقٍّ، أَوْ مَشُورَةٍ بِعَدْلٍ، فَإِنِّي لَسْتُ فِي نَفْسِي بِفَوْقِ أَنْ أُخْطِئَ، وَلَا آمَنُ ذٰلِكَ مِنْ فِعْلِي إِلَّا أَنْ يَكْفِيَ اللهُ مِنْ نَفْسِي مَا هُوَ أَمْلَكُ بِهِ مِنِّي، فَإِنَّمَا أَنَا وَأَنْتُمْ عَبِيدٌ مَمْلُوكُونَ لِرَبٍّ لَا رَبَّ غَيْرُهُ۔ يَمْلِكُ مِنَّا مَا لَا

تو بھی اللہ کے سامنے فروتنی کرتے ہوئے اُسے چھوڑ دیتا کہ ایسی عظمت و بزرگی کو اپنایا جائے کہ جس کا وہی اہل ہے۔ یوں تو لوگ اکثر اچھی کارکردگی کے بعد مدح و ثنا کو خوشگوار سمجھا کرتے ہیں (لیکن) میری اس پر مدح و ستائش نہ کرو کہ اللہ کی اطاعت اور تمہارے حقوق سے عہدہ برآ ہوا ہوں۔ کیونکہ ابھی ان حقوق کا ڈر ہے کہ جنہیں پورا کرنے سے میں ابھی فارغ نہیں ہوا۔ اور اِن فرائض کا ابھی اندیشہ ہے کہ جن کا نفاذ ضروری ہے۔ مجھ سے ویسی باتیں نہ کیا کرو، جیسی جابر و سرکش فرمانرواؤں سے کی جاتی ہیں اور نہ مجھ سے اس طرح بچاؤ کرو جس طرح طیش کھانے والے حاکموں سے بچ بچاؤ کیا جاتا ہے۔ اور مجھ سے اس طرح کا میل جول نہ رکھو جس سے چاپلوسی اور خوشامد کا پہلو نکلتا ہو۔ میرے متعلق یہ گمان نہ کرو کہ میرے سامنے کوئی حق بات کہی جائے گی تو مجھے گراں گزرے گی۔ اور نہ یہ خیال کرو کہ میں یہ درخواست کروں گا کہ مجھے بڑھا چڑھا دو، کیونکہ جو اپنے سامنے حق کے کہے جانے اور عدل کے پیش کیے جانے کو بھی گراں سمجھتا ہو، اُسے حق و انصاف پر عمل کرنا کہیں زیادہ دشوار ہوگا تم اپنے کو حق کی بات کہنے اور عدل کا مشورہ دینے سے نہ روکو۔ کیونکہ میں تو اپنے کو اس سے بالاتر نہیں سمجھتا کہ خطا کروں اور نہ اپنے کسی کام کو لغزش سے محفوظ سمجھتا ہوں۔ مگر یہ کہ خدا میرے نفس کو اس سے بچائے کہ جس پر وہ مجھ سے زیادہ اختیار رکھتا ہے ہم اور تم اُسی رب کے بے اختیار بندے ہیں کہ جس کے علاوہ کوئی رب نہیں۔ وہ ہم پر اتنا اختیار رکھتا ہے کہ خود

نَمْلِكُ مِنْ أَنْفُسِنَا، وَ أَخْرَجَنَا مِمَّا كُنَّا فِيهِ إِلَىٰ مَا صَلَحْنَا عَلَيْهِ، فَأَبْدَلَنَا بَعْدَ الضَّلَالَةِ بِالْهُدَىٰ، وَأَعْطَانَا الْبَصِيرَةَ بَعْدَ الْعَمَىٰ۔

ہم اپنے نفسوں پر اتنا اختیار نہیں رکھتے۔ اُسی نے ہمیں پہلی حالت سے نکال کر جس میں ہم تھے۔ بہبودی کی راہ پر لگایا اور اُسی نے ہماری گمراہی کو ہدایت سے بدلا اور بے بصیرتی کے بعد بصیرت عطا کی

لہ یہ امر کسی تصریح کا محتاج نہیں ہے کہ عصمتِ ملکی اور ہے اور عصمت بشری اور ہے۔ فرشتوں کے معصوم ہونے کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ ان میں کسی خطا و لغزش کی تحریک ہی پیدا نہیں ہوتی۔ مگر انسان کے معصوم ہونے کے معنی یہ ہیں کہ اس میں بشری تقاضے اور نفسانی خواہشیں ہوتی ہیں۔ مگر وہ انھیں روکنے کی ایک قوتِ خاص رکھتا ہے اور اُن سے مغلوب ہو کر کسی خطا کا مرتکب نہیں ہوتا اور اسی قوت کا نام عصمت ہے کہ جو ذاتی خواہشات و جذبات کو اُبھرنے نہیں دیتی۔ حضرت کے ارشاد فانی لست فی نفسی بفوق ان اُخطی (میں اپنے کو اس سے بالاتر نہیں سمجھتا کہ خطا کروں) میں انہی بشری تقاضوں اور خواہشوں کی طرف اشارہ ہے اور للا ان یکفی اللہ فی نفسی (مگر یہ کہ خدا میرے نفس کو اس سے بچائے رہے) میں عصمت کی طرف اشارہ ہے۔ چنانچہ اسی لب و لہجہ میں حضرت یوسف کی زبانی قرآن میں وارد ہوا ہے کہ وما ابرّئ نفسی ان النفس لامارۃ بالسوء الا ما رحم ربی (میں اپنے نفس کو گناہ سے پاک نہیں ٹھہراتا۔ کیونکہ انسان کا نفس گناہ پر بہت اُبھارنے والا ہے یہ کہ میرا پروردگار رحم کرے۔ تو جس طرح یہاں پر الا ما رحم ربی۔ کا جو استثناء ہے۔ اس کی وجہ سے آیت کے پہلے جزو سے آپ کی عصمت کے خلاف دلیل نہیں لائی جا سکتی۔ اسی طرح امیر المومنین کے کلام میں الا ان یکفی اللہ کا جو استثنا ہے اس کے ہوتے ہوئے کلام کے پہلے ٹکڑے سے آپ کے غیر معصوم ہونے پر استدلال نہیں کیا جا سکتا ورنہ ایک نبی کی عصمت سے بھی انکار کرنا پڑے گا۔ یونہی اس خطبہ کے آخری ٹکڑے سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ آپ بعثتِ رسولؐ سے پہلے دورِ جاہلیت کے عقائد سے متاثر رہ چکے ہوں گے اور جس طرح دوسروں کا دامن کفر و شرک سے آلودہ رہ چکا تھا۔ اسی طرح آپ بھی تاریکی و ضلالت میں رہے ہوں گے۔ کیونکہ آپ پیدائش کے دن سے رہبرِ عالم کے زیرِ سایہ پرورش پا رہے تھے اور انہی کی تعلیم و تربیت کے اثرات آپ کے دل و دماغ پر چھائے ہوئے تھے۔ لہٰذا یہ تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ ابتدائے عمر سے پیغمبر کے نقشِ قدم پر چلنے والا زندگی کے کسی لمحہ میں ہدایت سے بیگانہ رہا ہوگا۔ چنانچہ مسعودی نے تحریر کیا ہے کہ:۔

انہ لم یشرک باللہ شیئاً فیستانف الاسلام بل کان تابعاً للنبیؐ فی جمیع فعالہ مقتدیاً بہ بلغ و ھو علیٰ ذٰلک

(مروج الذہب ج۲، ص۳)

آپ نے کبھی شرک ہی نہیں کیا کہ اس سے الگ ہو کر آپ کے اسلام لانے کا سوال پیدا ہو بلکہ تمام افعال و اعمال میں رسولؐ کے تابع اور اُن کے پیرو تھے اور اسی حالت اتباع میں آپ نے سرحد بلوغ میں قدم رکھا۔

اِس مقام پر اُن لوگوں سے جن کو اللہ نے تاریکی و گمراہی سے راہِ راست پر لگایا وہ لوگ مراد ہیں جو آپ کے مخاطب تھے۔ چنانچہ ابنِ ابی الحدید لکھتے ہیں کہ :۔

لیس هٰذا اشارۃ الی خاص نفسہ علیہ السلام لانہ لم یکن کافرا فاسلم ولکنہ کلام یقولہ ویشیر بہ الی القوم الذین یخاطبھم من افناء الناس۔ (شرح ابن ابی الحدید ج ۳، ص ۳۶)

یہ خود امیرالمومنین (علیہ السلام) کی طرف اشارہ نہیں کیونکہ وہ کبھی کافر نہیں رہے کہ کفر کے بعد اسلام لاتے بلکہ لوگوں کی مختلف جماعتیں جو آپ کی مخاطب تھیں ان کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

خطبہ ۲۱۵

(وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَعْدِيْكَ عَلٰى قُرَيْشٍ فَاِنَّهُمْ قَدْ قَطَعُوْا رَحِمِیْ وَ اَكْفَأُوْا اِنَائِیْ، وَ اَجْمَعُوْا عَلٰى مُنَازَعَتِیْ حَقًّا كُنْتُ اَوْلٰى بِهٖ مِنْ غَيْرِیْ، وَ قَالُوْا: اَلَا اِنَّ فِی الْحَقِّ اَنْ تَاْخُذَهٗ وَ فِی الْحَقِّ اَنْ تُمْنَعَهٗ. فَاصْبِرْ مَغْمُوْمًا اَوْ مُتْ مُتَاَسِّفًا، فَنَظَرْتُ فَاِذَا لَيْسَ لِیْ رَافِدٌ وَ لَا ذَابٌّ وَ لَا مُسَاعِدٌ اِلَّاۤ اَهْلَ بَيْتِیْ، فَضَنَنْتُ بِهِمْ عَنِ الْمَنِيَّةِ فَاَغْضَيْتُ عَلَى الْقَذٰى، وَ جَرِعْتُ رِيْقِیْ عَلَى الشَّجٰى، وَ صَبَرْتُ مِنْ كَظْمِ الْغَيْظِ عَلٰۤى اَمَرَّ مِنَ الْعَلْقَمِ، وَ اٰلَمَ لِلْقَلْبِ مِنْ حَزِّ الشِّفَارِ.

وَ قَدْ مَضٰى هٰذَا الْكَلَامُ فِیْ اَثْنَاءِ خُطْبَةٍ مُتَقَدِّمَةٍ اِلَّاۤ اَنِّیْ كَرَّرْتُهٗ هٰهُنَا.

خدایا! میں قریش سے انتقام لینے پر تجھ سے مدد کا خواستگار ہوں کیونکہ انھوں نے میری قرابت و عزیزداری کے بندھن توڑ دیے اور میرے ظرف (عزت و حرمت) کو اوندھا کر دیا اور اس حق میں کہ جس کا میں سب سے زیادہ اہل ہوں جھگڑا کرنے کے لیے ایکا کر لیا اور یہ کہنے لگے کہ یہ بھی حق ہے آپ اُسے لے لیں اور یہ بھی حق ہے کہ آپ کو اس سے روک دیا جائے یا تو غم و حسرت کی حالت میں صبر کیجیے یا رنج و اندوہ سے مر جائیے۔ میں نے نگاہ دوڑائی تو مجھے اپنے اہلِ بیت کے سوا نہ کوئی معاون نظر آیا اور نہ کوئی سینہ سپر اور معین دکھائی دیا تو میں نے انھیں موت کے منہ میں دینے سے بخل کیا۔ آنکھوں میں خس و خاشاک تھا مگر میں نے چشم پوشی کی حلق میں (غم و رنج کے) پھندے تھے مگر میں لعابِ دہن نگلتا رہا اور غم و غصہ پی لینے کی وجہ سے ایسے حالات پر صبر کیا جو حنظل (اندرائن) سے زیادہ تلخ اور دل کے لیے چھریوں کے کچوکوں سے زیادہ المناک تھے۔

سید رضی فرماتے ہیں کہ حضرت کا یہ کلام ایک پہلے خطبہ کے ضمن میں گزر چکا ہے مگر میں نے پھر اس کا اعادہ کیا

لِاخْتِلَافِ الرِّوَايَتَيْنِ۔

(وَمِنْهُ فِي ذِكْرِ السَّائِرِينَ إِلَى الْبَصْرَةِ لِحَرْبِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ):

فَقَدِمُوا عَلَى عُمَّالِي وَخُزَّانِ بَيْتِ مَالِ الْمُسْلِمِينَ الَّذِي فِي يَدِي، وَعَلَى أَهْلِ مِصْرٍ كُلُّهُمْ فِي طَاعَتِي وَعَلَى بَيْعَتِي، فَشَتَّتُوا كَلِمَتَهُمْ، وَأَفْسَدُوا عَلَيَّ جَمَاعَتَهُمْ، وَوَثَبُوا عَلَى شِيعَتِي فَقَتَلُوا طَائِفَةً مِنْهُمْ غَدْراً، وَطَائِفَةٌ عَضُّوا عَلَى أَسْيَافِهِمْ فَضَارَبُوا بِهَا حَتَّى لَقُوا اللهَ صَادِقِينَ۔

ہے۔ چونکہ دونوں روایتوں کی لفظوں میں کچھ فرق ہے۔

اسی خطبہ کا ایک جز یہ ہے جس میں اُن لوگوں کا ذکر ہے جو آپ سے لڑنے کے لیے بصرہ کی طرف نکل کھڑے ہوئے تھے۔ وہ میرے عاملوں اور مسلمانوں کے اس بیت المال کے خزینہ داروں پر کہ جس کا اختیار میرے ہاتھوں میں تھا اور شہر (بصرہ) کے رہنے والوں پر کہ جو سب کے سب میرے فرمانبردار اور میری بیعت پر برقرار تھے چڑھ دوڑے چنانچہ اُنھوں نے ان میں پھوٹ ڈلوا دی اور مجھ پر ان کی یکجہتی کو درہم برہم کر دیا اور میرے پیروکاروں پر ٹوٹ پڑے اور ان میں سے ایک گروہ کو غداری سے قتل کر دیا (البتہ) ایک گروہ نے شمشیر بکف ہو کر دانتوں کو بھینچ لیا اور اُن سے تلواروں کے ساتھ ٹکرائے یہاں تک کہ وُہ سچائی کا جامہ پہنے ہوئے اللہ کے حضور میں پہنچ گئے۔

خطبہ ۲۱۶

(وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) لَمَّا مَرَّ بِطَلْحَةَ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَتَّابِ ابْنِ أُسَيْدٍ وَهُمَا قَتِيلَانِ يَوْمَ الْجَمَلِ:

لَقَدْ أَصْبَحَ أَبُو مُحَمَّدٍ بِهٰذَا الْمَكَانِ غَرِيباً۔ أَمَا وَاللهِ لَقَدْ كُنْتُ أَكْرَهُ أَنْ تَكُونَ قُرَيْشٌ قَتْلَى تَحْتَ بُطُونِ الْكَوَاكِبِ۔ أَدْرَكْتُ وَتْرِي مِنْ بَنِي عَبْدِ مَنَافٍ وَأَفْلَتَتْنِي أَعْيَانُ بَنِي جُمَحَ لَقَدْ أَتْلَعُوا

جب آپ طلحہ اور عبدالرحمٰن ابن عتاب ابن اسید کی طرف گزرے کہ جب وُہ میدانِ جمل میں مقتول پڑے تھے تو فرمایا:-

ابو محمدؐ (طلحہ) اس جگہ گھر بار سے دُور پڑا ہے خُدا کی قسم! میں پسند نہیں کرتا تھا کہ قریش ستاروں کے نیچے (کھلے میدانوں میں) مقتول پڑے ہوں۔ میں نے عبد مناف کی اولاد سے (ان کے کیے کا) بدلہ لے لیا ہے۔ (لیکن) بنی جمح کے اکابر میرے ہاتھوں سے بچ نکلے ہیں۔ اُنھوں نے اس چیز کی طرف گردنیں اُٹھائی تھیں جس کے وُہ اہل

أَعْنَاقَهُمْ إِلَى أَمْرٍ لَمْ يَكُونُوا أَهْلَهُ فَوُقِصُوا دُونَهُ۔

نہ تھے چنانچہ اس تک پہنچنے سے پہلے ہی اُن کی گردیں توڑ دی گئیں۔

لے جنگِ جمل میں بنی جمح کی ایک جماعت حضرت عائشہ کے ہمراہ تھی لیکن اس جماعت کے سرکردہ افراد میدان چھوڑ کر بھاگ گئے۔ ان بھاگنے والوں میں سے چند یہ ہیں: عبداللہ الطویل ابن صفوان، یحییٰ ابن حکیم عامر ابنِ مسعود۔ ایوب ابنِ حبیب۔

(وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) خطبہ ۲۱۷

قَدْ أَحْيَى عَقْلَهُ وَ أَمَاتَ نَفْسَهُ، حَتَّى دَقَّ جَلِيلُهُ وَ لَطُفَ غَلِيظُهُ، وَ بَرَقَ لَهُ لَامِعٌ كَثِيرُ الْبَرْقِ فَأَبَانَ لَهُ الطَّرِيقَ وَ سَلَكَ بِهِ السَّبِيلَ، وَ تَدَافَعَتْهُ الْأَبْوَابُ إِلَى بَابِ السَّلَامَةِ وَ دَارِ الْإِقَامَةِ، وَ ثَبَتَتْ رِجْلَاهُ بِطُمَأْنِينَةِ بَدَنِهِ فِي قَرَارِ الْأَمْنِ وَ الرَّاحَةِ بِمَا اسْتَعْمَلَ قَلْبَهُ وَ أَرْضَى رَبَّهُ۔

مومن نے اپنی عقل کو زندہ رکھا اور اپنے نفس کو مار ڈالا۔ یہاں تک کہ اس کا ڈیل ڈول لاغر اور تن و توش ہلکا ہو گیا۔ اس کے لیے بھرپور درخشندگیوں والا نور ہدایت چمکا کہ جس نے اس کے سامنے راستہ نمایاں کر دیا اور اُسے سیدھی راہ پر لے چلا، اور مختلف دروازے اسے دھکیلتے ہوئے سلامتی کے دروازہ اور (دائمی) قرارگاہ تک لے گئے اور اس کے پاؤں بدن کے ٹکاؤ کے ساتھ امن و راحت کے مقام پر جم گئے۔ چونکہ اس نے اپنے دل کو عمل میں لگائے رکھا تھا اور اپنے پروردگار کو راضی و خوشنود کیا تھا۔

(وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) خطبہ ۲۱۸

قَالَهُ بَعْدَ تِلَاوَتِهِ "أَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ"۔

يَا لَهُ مَرَامًا مَا أَبْعَدَهُ وَ زَوْرًا مَا أَغْفَلَهُ، وَ خَطَرًا مَا أَفْظَعَهُ۔ لَقَدِ اسْتَخْلَوْا

امیر المومنینؑ نے آیت الھٰکم التکاثر حتیٰ زرتم المقابر (تمہیں قوم قبیلے کی کثرت پر اترانے نے غافل کر دیا یہاں تک کہ تم نے قبریں دیکھ ڈالیں) کی تلاوت کرنے کے بعد فرمایا۔

دیکھو تو ان بوسیدہ ہڈیوں پر فخر کرنے والوں کا مقصد کتنا دُور از عقل ہے اور یہ قبروں پر آنے والے کتنے

مِنْهُمْ أَيَّ مُدَّكَرٍ، وَتَنَاوَشُوهُمْ مِنْ مَكَانٍ بَعِيدٍ أَفَبِمَصَارِعِ آبَائِهِمْ يَفْخَرُونَ؟ أَمْ بِعَدِيدِ الْهَلْكَى يَتَكَاثَرُونَ؟ يَرْتَجِعُونَ مِنْهُمْ أَجْسَاداً خَوَتْ، وَحَرَكَاتٍ سَكَنَتْ، وَلَأَنْ يَكُونُوا عِبَراً أَحَقُّ مِنْ أَنْ يَكُونُوا مُفْتَخَراً، وَلَأَنْ يَهْبِطُوا بِهِمْ جَنَابَ ذِلَّةٍ أَحْجَى مِنْ أَنْ يَقُومُوا بِهِمْ مَقَامَ عِزَّةٍ. لَقَدْ نَظَرُوا إِلَيْهِمْ بِأَبْصَارِ الْعَشْوَةِ. وَضَرَبُوا مِنْهُمْ فِي غَمْرَةِ جَهَالَةٍ. وَلَوِ اسْتَنْطَقُوا عَنْهُمْ عَرَصَاتِ تِلْكَ الدِّيَارِ الْخَاوِيَةِ وَالرُّبُوعِ الْخَالِيَةِ لَقَالَتْ ذَهَبُوا فِي الْأَرْضِ ضُلَّالاً وَذَهَبْتُمْ فِي أَعْقَابِهِمْ جُهَّالاً. تَطَؤُونَ فِي هَامِهِمْ، وَتَسْتَنْبِتُونَ فِي أَجْسَادِهِمْ، وَتَرْتَعُونَ فِيمَا لَفَظُوا، وَتَسْكُنُونَ فِيمَا خَرَّبُوا وَإِنَّمَا الْأَيَّامُ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ بَوَاكٍ وَنَوَائِحُ عَلَيْكُمْ.

أُولَئِكُمْ سَلَفُ غَايَتِكُمْ وَفُرَّاطُ مَنَاهِلِكُمُ الَّذِينَ كَانَتْ لَهُمْ مَقَاوِمُ الْعِزِّ وَحَلَبَاتُ الْفَخْرِ

غافل و بے خبر ہیں اور یہ مہم کتنی سخت و دشوار ہے۔ اُنھوں نے مرنے والوں کو کیسی کیسی عبرت آموز چیزوں سے خالی سمجھ لیا اور دُور و دراز جگہ سے اُنھیں (سرمایۂ افتخار بنانے کے لیے) لے لیا۔ کیا یہ اپنے باپ داداؤں کی لاشوں پر فخر کرتے ہیں۔ یا ہلاک ہونے والوں کی تعداد سے اپنی کثرت میں اضافہ محسوس کرتے ہیں، وہ اِن جسموں کو پلٹانا چاہتے ہیں، جو بے رُوح ہو چکے ہیں اور اِن جنبشوں کو لوٹانا چاہتے ہیں جو تھم چکی ہیں۔ وہ سبب اِفتخار بننے سے زیادہ سامان عبرت بننے کے قابل ہیں۔ ان کی وجہ سے عجز و فروتنی کی جگہ پر اترنا، عزت و سرفرازی کے مقام پر ٹھہرنے سے زیادہ مناسب ہے۔ اُنھوں نے چوندھیائی ہوئی آنکھوں سے اُنھیں دیکھا اور اُن سے (عبرت لینے کے بجائے) جہالت کے گہراؤ میں اتر پڑے۔ اگر وہ ان کی سرگزشت کو ٹوٹے ہُوئے مکانوں اور خالی گھروں کے صحنوں سے پوچھیں تو وہ کہیں گے کہ وہ گمراہی کی حالت میں زمین کے اندر چلے گئے اور تم بھی بے خبری و جہالت کے عالم میں ان کے عقب میں بڑھے جا رہے ہو تم ان کی کھوپڑیوں کو روندتے ہو۔ اور ان کے جسموں کی جگہ پر عمارتیں کھڑی کرنا چاہتے ہو، جس چیز کو اُنھوں نے چھوڑ دیا ہے، اس میں چر رہے ہو اور جسے وہ خالی چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔ اس میں آ بسے ہو، اور یہ دن بھی جو تمھارے اور اُن کے درمیان ہیں تم پر رو رہے ہیں اور نوحہ پڑھ رہے ہیں۔ تمھاری منزل منتہا پر پہلے سے پہنچ جانے والے اور تمھارے سرچشموں پر قبل سے وارد ہونے والے وہی لوگ

مُلُوكاً وَسُوقاً۔ سَلَكُوا فِي
بُطُونِ الْبَرْزَخِ سَبِيلاً سُلِّطَتِ
الْأَرْضُ عَلَيْهِمْ فِيهِ، فَأَكَلَتْ
مِنْ لُحُومِهِمْ وَشَرِبَتْ مِنْ دِمَائِهِمْ
فَأَصْبَحُوا فِي فَجَوَاتِ قُبُورِهِمْ
جَمَاداً لَا يَنْمُونَ، وَضِمَاراً
لَا يُوجَدُونَ لَا يُفْزِعُهُمْ
وُرُودُ الْأَهْوَالِ، وَلَا يَحْزُنُهُمْ
تَنَكُّرُ الْأَحْوَالِ، وَلَا يَحْفِلُونَ
بِالرَّوَاجِفِ، وَلَا يَأْذَنُونَ
لِلْقَوَاصِفِ۔ غُيَّباً لَا يُنْتَظَرُونَ،
وَشُهُوداً لَا يَحْضُرُونَ۔ وَإِنَّمَا
كَانُوا جَمِيعاً فَتَشَتَّتُوا، وَآلَافاً
فَافْتَرَقُوا۔ وَمَا عَنْ طُولِ
عَهْدِهِمْ وَلَا بُعْدِ مَحَلِّهِمْ
عَمِيَتْ أَخْبَارُهُمْ وَصَمَّتْ
دِيَارُهُمْ، وَلَكِنَّهُمْ سُقُوا
كَأْساً بَدَّلَتْهُمْ بِالنُّطْقِ خَرَساً
وَبِالسَّمْعِ صَمَماً، وَبِالْحَرَكَاتِ
سُكُوناً، فَكَأَنَّهُمْ فِي ارْتِجَالِ
الصِّفَةِ صَرْعَى سُبَاتٍ۔ جِيرَانٌ
لَا يَتَأَنَّسُونَ، وَأَحِبَّاءُ لَا يَتَزَاوَرُونَ
بَلِيَتْ بَيْنَهُمْ عُرَى التَّعَارُفِ
وَانْقَطَعَتْ مِنْهُمْ أَسْبَابُ الْإِخَاءِ
فَكُلُّهُمْ وَحِيدٌ وَهُمْ جَمِيعٌ۔ وَ

ہیں جن کے لیے عزت کی منزلیں تھیں اور فخر و سربلندی کی
فراوانی تھی کچھ تاجدار تھے کچھ دوسرے درجہ کے بلند منصب
مگر اب تو وہ برزخ کی گہرائیوں میں راہ پیما ہیں، کہ جہاں
زمین ان پر مسلّط کر دی گئی ہے۔ جس نے ان کا گوشت
کھا لیا اور لہو چوس لیا ہے۔ چنانچہ وہ قبر کے شگافوں
میں نشو و نما کھو کر جماد کی صورت میں پڑے ہیں اور
یوں نظروں سے اوجھل ہو گئے ہیں کہ ڈھونڈھے سے
نہیں ملتے۔ نہ پُرہول خطرات کا آنا انہیں خوفزدہ
کرتا ہے نہ حالات کا انقلاب انہیں اندوہناک بناتا
ہے۔ نہ زلزلوں کی پروا کرتے ہیں۔ نہ رعد کی کڑک
پر کان دھرتے ہیں وہ ایسے غائب ہیں کہ جن کا انتظار
نہیں کیا جاتا اور ایسے موجود ہیں کہ سامنے نہیں آتے
وہ مل جل کر رہتے تھے جواب بکھر گئے ہیں اور آپس
میں میل محبت رکھتے تھے، جواب جدا ہو گئے ہیں ان
کے واقعات سے بے خبری اور ان کے گھروں کی خاموشی
امتداد زمانہ اور دوری منزل کی وجہ سے نہیں بلکہ
انہیں (موت کا) ایسا ساغر پلا دیا گیا ہے کہ جس نے
ان کی گویائی چھین کر انہیں گونگا بنا دیا ہے اور قوتِ
شنوائی سلب کر کے بہرا کر دیا ہے اور ان کی حرکت و
جنبش کو سکون و بے حسی سے بدل دیا ہے، گویا کہ وہ
سرسری نظر میں یوں دکھائی دیتے ہیں جیسے نیند میں لیٹے
ہوئے ہوں۔ وہ ایسے ہمسائے ہیں جو ایک دوسرے سے
اُنس و محبت کا لگاؤ نہیں رکھتے اور ایسے دوست ہیں
جو آپس میں ملتے ملاتے نہیں، ان کے جان پہچان کے
رابطے بوسیدہ ہو چکے ہیں اور بھائی بندی کے سلسلے ٹوٹ

بِجَانِبِ الْهَجْرِ وَهُمْ أَخِلَّاءُ۔ لَا يَتَعَارَفُونَ لِلَيْلٍ صَبَاحًا وَلَا لِنَهَارٍ مَسَاءً۔ أَيُّ الْجَدِيدَيْنِ ظَعَنُوا فِيهِ كَانَ عَلَيْهِمْ سَرْمَدًا۔ شَاهَدُوا مِنْ أَخْطَارِ دَارِهِمْ أَفْظَعَ مِمَّا خَافُوا، وَرَأَوْا مِنْ آيَاتِهَا أَعْظَمَ مِمَّا قَدَّرُوا۔ فَكِلْتَا الْغَايَتَيْنِ مُدَّتْ لَهُمَا إِلَى مَبَاءَةٍ فَأَتَتْ مَبَالِغَ الْخَوْفِ وَالرَّجَاءِ۔ فَلَوْ كَانُوا يَنْطِقُونَ بِهَا لَعَيُوا بِصِفَةِ مَا شَاهَدُوا وَمَا عَايَنُوا وَلَئِنْ عَمِيَتْ آثَارُهُمْ وَانْقَطَعَتْ أَخْبَارُهُمْ۔

لَقَدْ رَجَعَتْ فِيهِمْ أَبْصَارُ الْعِبَرِ، وَسَمِعَتْ عَنْهُمْ آذَانُ الْعُقُولِ، وَتَكَلَّمُوا مِنْ غَيْرِ جِهَاتِ النُّطْقِ۔ فَقَالُوا كَلَحَتِ الْوُجُوهُ النَّوَاضِرُ وَخَوَتِ الْأَجْسَادُ النَّوَاعِمُ۔ وَلَبِسْنَا أَهْدَامَ الْبِلَى۔ وَتَكَاءَدَنَا ضِيقُ الْمَضْجَعِ۔ وَتَوَارَثْنَا الْوَحْشَةَ۔ وَتَهَكَّمَتْ عَلَيْنَا الرُّبُوعُ الصُّمُوتُ فَانْمَحَتْ مَحَاسِنُ أَجْسَادِنَا، وَتَنَكَّرَتْ مَعَارِفُ صُوَرِنَا، وَطَالَتْ فِي مَسَاكِنِ الْوَحْشَةِ إِقَامَتُنَا،

گئے ہیں وُہ ایک ساتھ ہوتے ہُوئے پھر اکیلے ہیں، اور دوست ہوتے ہُوئے پھر علیحدہ اور جدا ہیں۔ یہ لوگ شب ہو تو اس کی صُبح سے بے خبر، دن ہو تو اس کی شام سے ناآشنا ہیں۔ جس رات یا جس دن میں انھوں نے رختِ سفر باندھا ہے وہ ساعت ان پر ہمیشہ اور یکساں رہنے والی ہے۔ اُنھوں نے منزلِ آخرت کی ہولناکیوں کو اِس سے بھی کہیں زیادہ ہولناک پایا۔ جتنا انھیں ڈر تھا اور وہاں کے آثار کو اس سے عظیم تر دیکھا جتنا کہ وُہ اندازہ لگاتے تھے (مومنوں اور کافروں کی) منزلِ انتہا کو جائے بازگشت (دوزخ و جنت) تک پھیلا دیا گیا ہے۔ وہ (کافروں کے لیے) ہر درجہ خوف سے بلند تر اور (مومنوں کے لیے) ہر درجہ اُمید سے بالاتر ہے، اگر وہ بول سکتے ہوتے جب بھی دیکھی ہُوئی چیزوں کے بیان سے ان کی زبانیں گنگ ہو جاتیں۔ اگرچہ ان کے نشانات مٹ چکے ہیں اور اُن کی خبروں کا سلسلہ قطع ہو چکا ہے۔ لیکن چشمِ بصیرت انھیں دیکھتی اور گوشِ عقل و خرد ان کی سُنتے ہیں، وہ بولے مگر نطق و کلام کے طریقہ پر نہیں بلکہ انھوں نے زبانِ حال سے کہا شگفتہ چہرے بگڑ گئے۔ نرم و نازک بدن مٹی میں مل گئے اور ہم نے بوسیدہ کفن پہن رکھا ہے اور قبر کی تنگی نے ہمیں عاجز کر دیا ہے۔ خوف و دہشت کا ایک دُوسرے سے ورثہ پایا ہے۔ ہماری خاموش منزلیں ویران ہو گئیں۔ ہمارے جسم کی رعنائیاں مٹ گئیں۔ ہماری جانی پہچانی ہُوئی صُورتیں بدل گئیں۔ ان وحشت کدوں میں ہماری مُدتِ رہائش دراز ہو گئی۔ نہ بے چینی سے چھٹکارا نصیب ہے

وَلَمْ تَجِدْ مِنْ كَرْبٍ فَرَجًا، وَلَا مِنْ ضِيقٍ مُتَّسَعًا. فَلَوْ مَثَّلْتَهُمْ بِعَقْلِكَ أَوْ كُشِفَ عَنْهُمْ مَحْجُوبُ الْغِطَاءِ لَكَ وَقَدِ ارْتَسَخَتْ أَسْمَاعُهُمْ بِالْهَوَامِّ فَاسْتَكَّتْ، وَاكْتَحَلَتْ أَبْصَارُهُمْ بِالتُّرَابِ فَخَسَفَتْ، وَتَقَطَّعَتِ الْأَلْسِنَةُ فِي أَفْوَاهِهِمْ بَعْدَ ذَلَاقَتِهَا، وَهَمَدَتِ الْقُلُوبُ فِي صُدُورِهِمْ بَعْدَ يَقَظَتِهَا، وَعَاثَ فِي كُلِّ جَارِحَةٍ مِنْهُمْ جَدِيدُ بِلًى سَمَّجَهَا، وَسَهَّلَ طُرُقَ الْآفَةِ إِلَيْهَا، مُسْتَسْلِمَاتٍ فَلَا أَيْدٍ تَدْفَعُ، وَلَا قُلُوبٌ تَجْزَعُ لَرَأَيْتَ أَشْجَانَ قُلُوبٍ، وَأَقْذَاءَ عُيُونٍ لَهُمْ فِي كُلِّ فَظَاعَةٍ صِفَةُ حَالٍ لَا تَنْتَقِلُ، وَغَمْرَةٌ لَا تَنْجَلِي. وَكَمْ أَكَلَتِ الْأَرْضُ مِنْ عَزِيزِ جَسَدٍ وَأَنِيقِ لَوْنٍ كَانَ فِي الدُّنْيَا غَذِيَّ تَرَفٍ وَرَبِيبَ شَرَفٍ. يَتَعَلَّلُ بِالسُّرُورِ فِي سَاعَةِ حُزْنِهِ، وَيَفْزَعُ إِلَى السَّلْوَةِ إِنْ مُصِيبَةٌ نَزَلَتْ بِهِ ضَنًّا بِغَضَارَةِ عَيْشِهِ وَشَحَاحَةً بِلَهْوِهِ وَلَعِبِهِ. فَبَيْنَا هُوَ يَضْحَكُ

نہ تنگی سے فراخی حاصل ہے۔ اب اس عالم میں کہ جب کیڑوں کی وجہ سے اُن کے کان سماعت کو کھو کر بہرے ہو چکے ہیں۔ اور اُن کی آنکھیں خاک کا سُرمہ لگا کر اندر کو دھنس چکی ہیں اور اُن کے مُنہ میں زبانیں طلاقت و روانی دکھلانے کے بعد پارہ پارہ ہو چکی ہیں اور سینوں میں دل چوکنا رہنے کے بعد بے حرکت ہو چکے ہیں اور ان کے ایک ایک عضو کو نت نئی بوسیدگیوں نے تباہ کر کے بدہیت بنا دیا ہے اور اس حالت میں کہ وُہ (ہر مصیبت سہنے کے لیے) بلا مزاحمت آمادہ ہیں۔ ان کی طرف آفتوں کا راستہ ہموار کر دیا ہے، نہ کوئی ہاتھ ہے جو ان کا بچاؤ کرے اور نہ (پسیجنے والے) دل ہیں جو بے چین ہو جائیں، اگر تُم اپنی عقلوں میں اُن کا نقشہ جماؤ، یا یہ کہ تمہارے سامنے سے ان پر پڑا ہُوا پردہ ہٹا دیا جائے تو البتہ تُم ان کے دلوں کے اندوہ اور آنکھوں میں پڑے ہُوئے خس و خاشاک کو دیکھو گے کہ ان پر شدّت و سختی کی ایسی حالت ہے کہ وُہ بدلتی نہیں اور ایسی مُصیبت و جان کاہی ہے کہ ہٹنے کا نام نہیں لیتی، اور تمہیں معلوم ہو گا کہ زمین نے کتنے باوقار جسموں اور دلفریب رنگ رُوپ والوں کو کھا لیا جو رنج کی گھڑیوں میں بھی مُسرّت انگیز چیزوں سے دل بہلاتے تھے۔ اگر کوئی مصیبت ان پر آپڑتی تھی تو اپنے عیش کی تازگیوں پر للچائے رہنے، اور کھیل تفریح پر فریفتہ ہونے کی وجہ سے خوش وقتیوں کے سہارے ڈھونڈتے تھے۔ اِسی دوران میں کہ وہ غافل و مدہوش کرنے والی زندگی کی چھاؤں میں دُنیا کو دیکھ دیکھ کر ہنس رہے تھے

إِلَى الدُّنْيَا وَتَضْحَكُ الدُّنْيَا إِلَيْهِ فِي ظِلِّ عَيْشٍ غَفُولٍ، إِذْ وَطِئَ الدَّهْرُ بِهِ حَسَكَهُ، وَنَقَضَتِ الْأَيَّامُ قُوَاهُ، وَنَظَرَتْ إِلَيْهِ الْحُتُوفُ مِنْ كَثَبٍ، فَخَالَطَهُ بَثٌّ لَا يَعْرِفُهُ، وَنَجِيُّ هَمٍّ مَا كَانَ يَجِدُهُ. وَتَوَلَّدَتْ فِيهِ فَتَرَاتُ عِلَلٍ آنَسَ مَا كَانَ بِصِحَّتِهِ. فَفَزِعَ إِلَى مَا كَانَ عَوَّدَهُ الْأَطِبَّاءُ مِنْ تَسْكِينِ الْحَارِّ بِالْقَارِّ، وَتَحْرِيكِ الْبَارِدِ بِالْحَارِّ، فَلَمْ يُطْفِئْ بِبَارِدٍ إِلَّا ثَوَّرَ حَرَارَةً، وَلَا حَرَّكَ بِحَارٍّ إِلَّا هَيَّجَ بُرُودَةً، وَلَا اعْتَدَلَ بِمُمَازِجٍ لِتِلْكَ الطَّبَائِعِ إِلَّا أَمَدَّ مِنْهَا كُلَّ ذَاتِ دَاءٍ، حَتَّى فَتَرَ مُعَلِّلُهُ، وَذَهَلَ مُمَرِّضُهُ، وَتَعَايَا أَهْلُهُ بِصِفَةِ دَائِهِ، وَخَرِسُوا عَنْ جَوَابِ السَّائِلِينَ عَنْهُ. وَتَنَازَعُوا دُونَهُ شَجِيَّ خَبَرٍ يَكْتُمُونَهُ، فَقَائِلٌ يَقُولُ هُوَ لِمَا بِهِ، وَمُمَنٍّ لَهُمْ إِيَابَ عَافِيَتِهِ، وَمُصَبِّرٍ لَهُمْ عَلَى فَقْدِهِ. يُذَكِّرُهُمْ أُسَى الْمَاضِينَ مِنْ قَبْلِهِ. فَبَيْنَا هُوَ كَذَلِكَ عَلَى جَنَاحٍ مِنْ فِرَاقِ الدُّنْيَا وَتَرْكِ الْأَحِبَّةِ،

اور دُنیا انھیں دیکھ دیکھ کر قہقہے لگا رہی تھی کہ اچانک زمانہ نے انھیں کانٹوں کی طرح روند دیا اور اُن کے سارے زور توڑ دیئے اور قریب ہی سے موت کی نظریں اُن پر پڑنے لگیں اور ایسا غم و اندوہ اُن پر طاری ہُوا کہ جس سے وُہ آشنا نہ تھے اور ایسے اندرونی قلق میں مُبتلا ہُوئے کہ جس سے کبھی سابقہ نہ پڑا تھا۔ اور اِس حالت میں کہ وہ صحت سے بہت زیادہ مانوس تھے۔ ان میں مرض کی کمزوریاں پیدا ہوگئیں تو اب اُنھوں نے انہی چیزوں کی طرف رجُوع کیا جن کا طبیبوں نے انھیں عادی بنا رکھا تھا کہ گرمی کے زور کو سرد دواؤں سے فرو کیا جائے، اور سردی کو گرم دواؤں سے ہٹایا جائے مگر سرد دواؤں نے گرمی کو بجھانے کے بجائے اور بھڑکا دیا اور گرم دواؤں نے ٹھنڈک کو ہٹانے کے بجائے اس کا جوش اور بڑھا دیا اور نہ ان طبیعتوں میں مخلوط ہونے والی چیزوں سے ان کے مزاج نقطۂ اعتدال پر آئے۔ بلکہ ان چیزوں نے ہر عضوِ ماؤف کا آزار اور بڑھا دیا۔ یہاں تک کہ چارہ گر سُست پڑ گئے۔ تیمار دار (مایوس ہوکر) غفلت برتنے لگے۔ گھر والے مرض کی حالت بیان کرنے سے عاجز آگئے اور مزاج پُرسی کرنے والوں کے جواب سے خاموشی اختیار کر لی اور اس سے چھُپاتے ہُوئے اِس اندوہناک خبر کے بارے میں اختلاف رائے کرنے لگے۔ ایک کہنے والا یہ کہتا تھا کہ اس کی حالت جو ہے سو ظاہر ہے اور ایک صحت و تندرستی کے پلٹ آنے کی اُمید دلاتا تھا اور ایک اس کی (ہونے والی) موت پر انھیں صبر کی تلقین کرتا اور اِس سے پہلے گزر جانے والوں کی مُصیبتیں

إِذْ عَرَضَ لَهُ عَارِضٌ مِنْ غُصَصِهٖ فَتَحَيَّرَتْ نَوَافِذُ فِطْنَتِهٖ، وَيَبِسَتْ رُطُوْبَةُ لِسَانِهٖ - فَكَمْ مِنْ مُهِمٍّ مِنْ جَوَابِهٖ عَرَفَهُ فَعَيَّ عَنْ رَدِّهٖ، وَدُعَاءٍ مُؤْلِمٍ لِقَلْبِهٖ سَمِعَهُ فَتَصَامَّ عَنْهُ مِنْ كَبِيْرٍ كَانَ يُعَظِّمُهُ اَوْ صَغِيْرٍ كَانَ يَرْحَمُهُ - وَاِنَّ لِلْمَوْتِ لَغَمَرَاتٍ هِيَ اَفْظَعُ مِنْ اَنْ تُسْتَغْرَقَ بِصِفَةٍ اَوْ تَعْتَدِلَ عَلٰى عُقُوْلِ اَهْلِ الدُّنْيَا۔

انھیں یاد دلاتا تھا۔ اسی اثنا میں کہ وُہ دنیا سے جانے اور دوستوں کو چھوڑنے کے لیے پَر تول رہا تھا کہ ناگاہ گلوگیر پھندوں میں سے ایک ایسا پھندا اُسے لگا کہ اُس کے ہوش و حواس پاشان و پریشان ہو گئے اور زبان کی تری خشک ہو گئی اور کتنے ہی مہم سوالات تھے کہ جن کے جواب وُہ جانتا تھا۔ مگر بیان کرنے سے عاجز ہو گیا اور کتنی ہی دِل سوز صدائیں اس کے کان سے ٹکرائیں کہ جن کے سُننے سے بہرہ ہو گیا وُہ آواز یا کسی ایسے بزرگ کی ہوتی تھی جس کا یہ بڑا احترام کرتا تھا، یا کسی ایسے خورد سال کی ہوتی تھی جس پر یہ مہربان و شفیق تھا۔ موت کی سختیاں اتنی ہیں کہ مشکل ہے کہ دائرہ بیان میں آسکیں یا اہلِ دُنیا کی عقلوں کے اندازہ پر پوری اُتر سکیں۔

۱؎ اِس آیت کی شانِ نزول یہ ہے کہ بنی عبدِ مناف اور بنی سہم مال و دولت کی فراوانی اور افراد قبیلہ کی کثرت پر آپس میں تفاخر کرنے لگے اور ہر ایک اپنی کثرت دکھانے کے لیے اپنے مُردوں کو بھی شمار کرنے لگا جس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ تمھیں مال و اولاد کی کثرت نے غافل کر دیا ہے۔ یہاں تک کہ تم نے زندوں کیساتھ مُردوں کو بھی شمار کرنا شروع کر دیا۔ اِس آیت کے ایک معنی یہ بھی کیے گئے ہیں کہ مال و اولاد کی فراوانی نے تمھیں غافل کر دیا ہے، یہاں تک کہ تم مَر کر قبروں تک پہنچ گئے۔ مگر امیر المومنینؑ کے ارشاد سے پہلے معنی کی تائید ہوتی ہے۔

۲؎ مطلب یہ ہے کہ جو دن کے وقت مَرتے ہیں اُن کی نگاہوں میں ہمیشہ دن ہی رہتا ہے اور جو رات کے وقت مَرتے ہیں اُن کے لیے رات کا اندھیرا نہیں چھٹتا۔ کیونکہ وُہ ایسے مقام پر ہیں جہاں چاند، سُورج کی گردش اور شب و روز کا چکر نہیں ہوتا اِس مضمون کو ایک شاعر نے اِس طرح ادا کیا ہے

لابد من یوم بلا لیلۃ	او لیلۃ تاتی بلا یوم
پھر اُجالی رات کا منظر نہ دیکھے گا یہ دن	صُبح کا جلوہ نہ دیکھے گی کبھی شامِ فراق

ومن كلام له عليه السلام — خطبہ ۲۱۹

قاله عند تلاوته "رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ":

إنّ الله سبحانه جعل الذكر جلاءً للقلوب تسمع به بعد الوقرة، وتبصر به بعد العشوة، وتنقاد به بعد المعاندة. وما برح لله — عزّت آلاؤه - في البرهة بعد البرهة وفي أزمان الفترات عبادٌ ناجاهم في فكرهم، وكلّمهم في ذات عقولهم، فاستصبحوا بنور يقظة في الأسماع والأبصار والأفئدة، يذكّرون بأيّام الله، ويخوّفون مقامه بمنزلة الأدلّة في الفلوات. من أخذ القصد حمدوا إليه طريقه، وبشّروه بالنجاة، ومن أخذ يميناً وشمالاً ذمّوا إليه الطريق، وحذّروه من الهلكة، وكانوا كذلك مصابيح تلك الظلمات وأدلّة تلك الشبهات. وإنّ للذكر لأهلاً أخذوه من

آیہ رجال لا تلهیهم تجارة ولا بیع عن ذکر اللہ

"وہ لوگ ایسے ہیں جنھیں تجارت اور خرید و فروخت ذکرِ الٰہی سے غافل نہیں بناتی" کی تلاوت کے بعد فرمایا

بیشک اللہ سبحانہ، نے اپنی یاد کو دلوں کی صیقل قرار دیا ہے جس کے باعث وہ (اوامر و نواہی سے) بہرا ہونے کے بعد سُننے لگے اور اندھے پن کے بعد دیکھنے لگے اور دُشمنی و عناد کے بعد فرمانبردار ہوگئے۔ یکے بعد دیگرے ہر عہد اور انبیاء سے خالی دور میں حضرت ربّ العزت کے کچھ مخصوص بندے ہمیشہ موجود رہے ہیں کہ جن کی فکروں میں سرگوشیوں کی صورت میں (حقائق و معارف کا) القا کرتا ہے اور ان کی عقلوں سے) الہامی آوازوں کے ساتھ کلام کرتا ہے چنانچہ انھوں نے اپنی آنکھوں، کانوں اور دلوں میں بیداری کے نور سے (ہدایت و بصیرت کے) چراغ روشن کیے۔ وہ مخصوص یاد رکھنے (کے قابل) دنوں کی یاد دلاتے ہیں اور اُس کی جلالت و بزرگی سے ڈراتے ہیں۔ وہ لق و دق صحراؤں میں دلیلِ راہ ہیں۔ جو میانہ روی اختیار کرتا ہے۔ اس کے طور طریقے پر تحسین و آفرین کرتے ہیں اور اسے نجات کی خوشخبری سناتے ہیں اور جو (افراط و تفریط کی) دائیں بائیں سمتوں پر ہو لیتا ہے، اِس کے رویہ کی مذمت کرتے ہیں اور اُسے تباہی و ہلاکت سے خوف دلاتے ہیں۔ انہی خصوصیتوں کے ساتھ یہ ان اندھیاریوں کے چراغ اور اُن شبہوں کے لیے راہنما ہیں۔ کچھ اہلِ ذکر ہوتے ہیں جنھوں نے یادِ الٰہی کو دنیا کے بدلے میں لے لیا۔ انہیں نہ تجارت اِس سے

الدُّنْيَا بَدَلًا فَلَمْ تَشْغَلْهُمْ
تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْهُ، يَقْطَعُونَ
بِهِ أَيَّامَ الْحَيَاةِ وَيَهْتِفُونَ
بِالزَّوَاجِرِ عَنْ مَحَارِمِ اللهِ
فِي أَسْمَاعِ الْغَافِلِينَ۔ وَيَأْمُرُونَ
بِالْقِسْطِ وَيَأْتَمِرُونَ بِهِ، وَيَنْهَوْنَ
عَنِ الْمُنْكَرِ وَيَتَنَاهَوْنَ عَنْهُ۔ فَكَأَنَّمَا
قَطَعُوا الدُّنْيَا إِلَى الْآخِرَةِ وَهُمْ
فِيهَا فَشَاهَدُوا مَا وَرَاءَ ذٰلِكَ
فَكَأَنَّمَا اطَّلَعُوا غُيُوبَ أَهْلِ
الْبَرْزَخِ فِي طُولِ الْإِقَامَةِ فِيهِ،
وَحَقَّقَتِ الْقِيَامَةُ عَلَيْهِمْ عِدَاتِهَا
فَكَشَفُوا غِطَاءَ ذٰلِكَ لِأَهْلِ الدُّنْيَا
حَتّٰى كَأَنَّهُمْ يَرَوْنَ مَا لَا يَرَى النَّاسُ
وَيَسْمَعُونَ مَا لَا يَسْمَعُونَ، فَلَوْ
مَثَّلْتَهُمْ لِعَقْلِكَ فِي مَقَاوِمِهِمُ
الْمَحْمُودَةِ، وَمَجَالِسِهِمُ الْمَشْهُودَةِ
وَقَدْ نَشَرُوا دَوَاوِينَ أَعْمَالِهِمْ
وَفَرَغُوا لِمُحَاسَبَةِ أَنْفُسِهِمْ عَلَى
كُلِّ صَغِيرَةٍ وَكَبِيرَةٍ أُمِرُوا بِهَا
فَقَصَّرُوا عَنْهَا، أَوْ نُهُوا عَنْهَا
فَفَرَّطُوا فِيهَا، وَحَمَّلُوا ثِقَلَ
أَوْزَارِهِمْ ظُهُورَهُمْ فَضَعُفُوا
عَنِ الْإِسْتِقْلَالِ بِهَا فَنَشَجُوا
نَشِيجًا وَتَجَاوَبُوا نَحِيبًا يَعِجُّونَ

غافل رکھتی ہے نہ خرید و فروخت اسی کے ساتھ زندگی کے دن بسر کرتے ہیں اور محرمات الٰہیہ سے متنبہ کرنے والی آوازوں کے ساتھ غفلت شعاروں کے کانوں میں پکارتے ہیں۔ عدل و انصاف کا حکم دیتے ہیں اور خود بھی اس پر عمل کرتے ہیں۔ برائیوں سے روکتے ہیں اور خود بھی اس سے باز رہتے ہیں۔ گویا کہ انھوں نے دنیا میں ہوتے ہوئے آخرت تک منزل کو طے کر لیا اور جو کچھ دنیا کے عقب میں ہے اُسے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا اور گویا کہ وہ اہل برزخ کے ان چھپے ہوئے حالات پر جو ان کے طویل عرصۂ قیام میں نہیں پیش آئے آگاہ ہو چکے ہیں اور گویا کہ قیامت نے ان کے لیے اپنے وعدوں کو پورا کر دیا اور انھوں نے اہل دنیا کے سامنے (ان چیزوں پر) سے پردہ اُلٹ دیا یہاں تک کہ گویا وہ سب کچھ دیکھ رہے ہیں جسے دوسرے لوگ نہیں دیکھ سکتے اور وہ سب کچھ سُن رہے ہیں جسے دوسرے نہیں سُن سکتے۔ اگر تم ان کی پاکیزہ جگہوں اور پسندیدہ محفلوں میں ان کی تصویر اپنے ذہن میں کھینچو جبکہ وہ اپنے اعمالنامونا کو کھولے ہوں اور اپنے نفسوں سے ہر چھوٹے بڑے کام کا محاسبہ کرنے پر آمادہ ہوں۔ ایسے کام کہ جن پر وہ مامور تھے اور انھوں نے کوتاہی کی یا ایسے جن سے انھیں روکا گیا تھا، اور ان سے تقصیر ہوئی اور ہمیشہ اپنی پشتوں کو اپنے گناہوں سے گرانبار محسوس کرتے رہے ہوں کہ جن کے اُٹھانے سے وہ اپنے کو عاجز و درماندہ پاتے ہوں۔ اس لیے روتے روتے ان کی ہچکیاں بندھ گئی ہوں اور بلک بلک کر روتے ہوئے ایک دوسرے کو جواب دے

إِلَى رَبِّهِمْ مِنْ مَقَامِ نَدَامٍ - وَاعْتِرَافٍ لَرَأَيْتَ أَعْلَامَ هُدًى، وَمَصَابِيحَ دُجًى، قَدْ حَفَّتْ بِهِمُ الْمَلَائِكَةُ، وَتَنَزَّلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ، وَفُتِحَتْ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَأُعِدَّتْ لَهُمْ مَقَاعِدُ الْكَرَامَاتِ فِي مَقَامٍ اطَّلَعَ اللهُ عَلَيْهِمْ فِيهِ فَرَضِيَ سَعْيَهُمْ وَحَمِدَ مَقَامَهُمْ يَتَنَسَّمُونَ بِدُعَائِهِ رَوْحَ التَّجَاوُزِ - رَهَائِنُ فَاقَةٍ إِلَى فَضْلِهِ، وَأُسَارَى ذِلَّةٍ لِعَظَمَتِهِ جَرَحَ طُولُ الْأَسَى قُلُوبَهُمْ - وَطُولُ الْبُكَاءِ عُيُونَهُمْ - لِكُلِّ بَابِ رَغْبَةٍ إِلَى اللهِ مِنْهُمْ يَدٌ قَارِعَةٌ يَسْأَلُونَ مَنْ لَا تَضِيقُ لَدَيْهِ الْمَنَادِحُ وَلَا يَخِيبُ عَلَيْهِ الرَّاغِبُونَ - فَحَاسِبْ نَفْسَكَ لِنَفْسِكَ فَإِنَّ غَيْرَهَا مِنَ الْأَنْفُسِ لَهَا حَسِيبٌ غَيْرُكَ -

رہے ہوں۔ اور ندامت و اعتراف گناہ کی منزل پر کھڑے ہُوئے اللہ سے چیخ چیخ کر فریاد کر رہے ہوں تو اس صورت میں تمھیں ہدایت کے نشان اور اندھیروں کے چراغ نظر آئیں گے کہ جن کے گرد فرشتے حلقہ کیے ہوں گے۔ تسلّی و تسکین کا ان پر ورود ہو۔ آسمان کے دروازے ان کے لیے کھلے ہُوئے ہوں۔ عزّت کی مسندیں اُن کے لیے مہیا ہوں۔ ایسی جگہ پر کہ جہاں اللہ کی نظر توجہ ان پر ہو وُہ ان کی کوششوں سے خوش ہو، اور اُن کی منزلت پر آفرین کرتا ہو۔ وُہ اسے پکارنے کی وجہ سے عفو و بخشش کی ہواؤں میں سانس لیتے ہوں، وُہ اُس کے فضل و کرم کی احتیاج میں گروی ہوں اور اُس کی عظمت و رفعت کے سامنے ذلّت و پستی میں جکڑے ہُوئے ہوں۔ غم و اندوہ کی طویل مدّت نے ان کے دِلوں کو زخمی اور گریہ و بکا کی کثرت نے اُن کی آنکھوں کو مجروح کر دیا ہو، ہر اُس دروازہ پر ان کا ہاتھ دستک دینے والا ہے جو اس کی طرف متوجہ و راغب کرے وُہ اُس سے مانگتے ہیں کہ جس کے جود و کرم کی پہنائیاں تنگ نہیں ہوتیں اور نہ خواہش لے کر بڑھنے والے نا اُمید پھرتے ہیں تم اپنی بہبودی کے لیے اپنے ہی نفس کا محاسبہ کرو کیوں کہ دُوسروں کا محاسبہ کرنے والا تمھارے علاوہ دُوسرا ہے

خطبہ ۲۲۰

(وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) قَالَهُ عِنْدَ تِلَاوَتِهِ: «يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ»

آیت یا ایھا الانسان ماغرک بربک الکریم "اُے انسان تجھے کس چیز نے اپنے پروردگار کریم کے بارے میں دھوکا دیا" کی تلاوت کے وقت ارشاد فرمایا :-

أَدْحَضُ مَسْئُولٍ حُجَّةً، وَأَقْطَعُ مُغْتَرٍّ مَعْذِرَةً. لَقَدْ أَبْرَحَ جَهَالَةً بِنَفْسِهِ.

يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ مَا جَرَّأَكَ عَلَى ذَنْبِكَ، وَمَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ، وَمَا أَنَّسَكَ بِهَلَكَةِ نَفْسِكَ. أَمَا مِنْ دَائِكَ بُلُولٌ. أَمْ لَيْسَ مِنْ نَوْمَتِكَ يَقَظَةٌ. أَمَا تَرْحَمُ مِنْ نَفْسِكَ مَا تَرْحَمُ مِنْ غَيْرِكَ. فَرُبَّمَا تَرَى الضَّاحِيَ مِنْ حَرِّ الشَّمْسِ فَتُظِلُّهُ، أَوْ تَرَى الْمُبْتَلَى بِأَلَمٍ يُمِضُّ جَسَدَهُ فَتَبْكِي رَحْمَةً لَهُ فَمَا صَبَّرَكَ عَلَى دَائِكَ، وَجَلَّدَكَ عَلَى مُصَابِكَ، وَعَزَّاكَ عَنِ الْبُكَاءِ عَلَى نَفْسِكَ. وَهِيَ أَعَزُّ الْأَنْفُسِ عَلَيْكَ. وَكَيْفَ لَا يُوقِظُكَ خَوْفُ بَيَاتِ نِقْمَةٍ وَقَدْ تَوَرَّطْتَ بِمَعَاصِيهِ مَدَارِجَ سَطَوَاتِهِ فَتَدَاوَ مِنْ دَاءِ الْفَتْرَةِ فِي قَلْبِكَ بِعَزِيمَةٍ، وَمِنْ كَرَى الْغَفْلَةِ فِي نَاظِرِكَ بِيَقَظَةٍ. وَكُنْ لِلَّهِ مُطِيعاً، وَبِذِكْرِهِ آنِساً. وَتَمَثَّلْ فِي حَالِ تَوَلِّيكَ عَنْهُ إِقْبَالَهُ عَلَيْكَ. يَدْعُوكَ إِلَى

یہ شخص جس سے یہ سوال ہو رہا ہے، جواب میں کتنا عاجز اور یہ فریب خوردہ عذر پیش کرنے میں کتنا قاصر ہے وُہ اپنے نفس کو سختی سے جہالت میں ڈالے ہُوئے ہے

اے انسان تجھے کس چیز نے گناہ پر دلیر کر دیا ہے اور کس چیز نے تجھے اپنے پروردگار کے بارے میں دھوکا دیا ہے اور کس چیز نے تجھے اپنی تباہی پر مطمئن بنا دیا ہے۔ کیا تیرے مرض کے لیے شفا اور تیرے خواب (غفلت کے لیے بیداری نہیں ہے، کیا تجھے اپنے پر اتنا بھی رحم نہیں آتا جتنا دُوسروں پر ترس کھاتا ہے۔ بسا اوقات تو جلتی دُھوپ میں کسی کو دیکھتا ہے تو اس پر سایہ کر دیتا ہے یا کسی کو درد و کرب میں مُبتلا پاتا ہے تو اُس پر شفقت کی بنا پر تیرے آنسو نکل پڑتے ہیں۔ مگر خود اپنے روگ پر کس نے تجھے صبر دلا دیا ہے اور کس نے تجھے اپنی مصیبتوں پر توانا کر دیا ہے اور خود اپنے اُوپر رونے سے تسلّی دے دی ہے۔ حالانکہ سب جانوں سے تجھے اپنی جان عزیز ہے اور کیوں کر عذابِ الٰہی کے رات ہی کو ڈیرے ڈال دینے کا خطرہ تجھے بیدار نہیں رکھتا حالانکہ تو اپنے گناہوں کی بدولت اس کے قہر و تسلط کی راہ میں پڑا ہوا ہے۔ دل کی کوتاہیوں کے روگ کا چارہ عزم راسخ سے آنکھوں کے خوابِ غفلت کا مداوا بیداری سے کرو۔ اللہ کے مطیع و فرمانبردار بنو اور اس کی یاد سے جی لگاؤ، ذرا اس حالت کا تصوّر کرو، وہ تمھاری طرف بڑھ رہا ہے اور تم اس سے مُنہ پھیرے ہُوئے ہو اور وہ تمھیں اپنے دامنِ عفو میں لینے کے لیے بُلا رہا ہے اور اپنے لُطف و احسان سے

عَفْوِهِ وَيَتَغَمَّدُكَ بِفَضْلِهِ وَ
أَنْتَ مُتَوَلٍّ عَنْهُ إِلَى غَيْرِهِ۔
فَتَعَالَى مِنْ قَوِيٍّ مَا أَكْرَمَهُ،
وَتَوَاضَعْتَ مِنْ ضَعِيفٍ مَا
أَجْرَاكَ عَلَى مَعْصِيَتِهِ وَأَنْتَ
فِي كَنَفِ سِتْرِهِ مُقِيمٌ، وَفِي
سَعَةِ فَضْلِهِ مُتَقَلِّبٌ۔ فَلَمْ
يَمْنَعْكَ فَضْلَهُ، وَلَمْ يَهْتِكْ
عَنْكَ سِتْرَهُ، بَلْ لَمْ تَخْلُ مِنْ
لُطْفِهِ مَطْرِفَ عَيْنٍ، فِي نِعْمَةٍ
يُحْدِثُهَا لَكَ، أَوْ سَيِّئَةٍ يَسْتُرُهَا
عَلَيْكَ، أَوْ بَلِيَّةٍ يَصْرِفُهَا عَنْكَ
فَمَا ظَنُّكَ بِهِ لَوْ أَطَعْتَهُ؟ وَايْمُ
اللهِ لَوْ أَنَّ هٰذِهِ الصِّفَةَ كَانَتْ
فِي مُتَّفِقَيْنِ فِي الْقُوَّةِ، مُتَوَازِنَيْنِ
فِي الْقُدْرَةِ لَكُنْتَ أَوَّلَ حَاكِمٍ
عَلَى نَفْسِكَ بِذَمِيمِ الْأَخْلَاقِ
وَمَسَاوِئِ الْأَعْمَالِ۔ وَحَقًّا أَقُولُ
مَا الدُّنْيَا غَرَّتْكَ وَلٰكِنْ بِهَا
اغْتَرَرْتَ۔ وَلَقَدْ كَاشَفَتْكَ
الْعِظَاتُ وَآذَنَتْكَ عَلَى سَوَاءٍ
وَلَهِيَ بِمَا تَعِدُكَ مِنْ نُزُولِ
الْبَلَاءِ بِجِسْمِكَ وَالنَّقْصِ فِي
قُوَّتِكَ أَصْدَقُ وَأَوْفَى مِنْ أَنْ
تَكْذِبَكَ أَوْ تَغُرَّكَ۔ وَلَرُبَّ

ڈھانپنا چاہتا ہے اور تُم ہو کہ اِس سے روگرداں ہو کر دُوسری طرف رُخ کئے ہُوئے ہو۔ بلند و برتر ہے وُہ خدائے قوی و توانا کہ جو کتنا بڑا کریم ہے، اور تو اِتنا عاجز و ناتواں اور اِتنا پست ہو کر گناہوں پر کتنا جری اور دلیر ہے حالانکہ اُسی کے دامنِ پناہ میں اقامت گزیں ہے اور اسی کے لُطف و احسان کی پہنائیوں میں اُٹھتا بیٹھتا ہے۔ اُس نے اپنے لطف و کرم کو تجھ سے روکا نہیں اور نہ تیرا پردہ چاک کیا ہے۔ بلکہ اُس کی کسی نعمت میں جو اُس نے تیرے لیے خلق کی یا کسی گناہ میں کہ جس پر اُس نے پردہ ڈالا یا کسی مُصیبت و ابتلا میں کہ جس کا رُخ تجھ سے موڑا تو اُس کے لطف و کرم سے لحظہ بھر کے لیے محروم نہیں ہُوا یہ اُس صورت میں ہے کہ جب تو اُس کی معصیت کرتا ہے تو پھر تیرا اس کے بارے میں کیا خیال ہے؟ اگر تو اس کی اطاعت کرتا ہوتا۔ خدا کی قسم! اگر یہی رویّہ دو ایسے شخصوں میں ہوتا جو قوت و قدرت میں برابر کے ہم پلہ ہوتے (اور ان میں سے ایک تو ہوتا جو بے رُخی کرتا اور دوسرا تجھ پر احسان کرتا) تو تو ہی سب سے پہلے اپنے نفس پر کج خلقی و بدکرداری کا حکم لگاتا، سچ کہتا ہوں کہ دُنیا نے تجھ کو فریب نہیں دیا بلکہ خود جان بُوجھ کر) اُس کے فریب میں آیا ہے۔ اس نے تو تیرے سامنے نصیحتوں کو کھول کر رکھ دیا اور تجھے (ہر چیز سے) یکساں طور پر آگاہ کر دیا۔ اس نے جن بلاؤں کو تیرے جسم پر نازل ہونے اور جس کمزوری کے تیرے قویٰ پر طاری ہونے کا وعدہ کیا ہے اس میں راستگو اور ایفائے عہد کرنے والی ہے بجائے اس کے کہ تجھ سے جھُوٹ کہا ہو یا فریب دیا ہو۔

نَاصِحٍ لَهَا عِنْدَكَ مُتَّهَمٌ، وَصَادِقٍ مِنْ خَبَرِهَا مُكَذَّبٌ وَلَئِنْ تَعَرَّفْتَهَا فِي الدِّيَارِ الْخَاوِيَةِ وَالرُّبُوعِ الْخَالِيَةِ لَتَجِدَنَّهَا مِنْ حُسْنِ تَذْكِيرِكَ وَبَلَاغِ مَوْعِظَتِكَ بِمَحَلَّةِ الشَّفِيقِ عَلَيْكَ، وَالشَّحِيحِ بِكَ. وَلَنِعْمَ دَارُ مَنْ لَمْ يَرْضَ بِهَا دَارًا، وَمَحَلُّ مَنْ لَمْ يُوَطِّنْهَا مَحَلًّا. وَإِنَّ السُّعَدَاءَ بِالدُّنْيَا غَدًا هُمُ الْهَارِبُونَ مِنْهَا الْيَوْمَ.

إِذَا رَجَفَتِ الرَّاجِفَةُ. وَحَقَّتْ بِجَلَائِلِهَا الْقِيَامَةُ. وَلَحِقَ بِكُلِّ مَنْسَكٍ أَهْلُهُ، وَبِكُلِّ مَعْبُودٍ عَبَدَتُهُ، وَبِكُلِّ مُطَاعٍ أَهْلُ طَاعَتِهِ، فَلَمْ يُجْزَ فِي عَدْلِهِ وَقِسْطِهِ يَوْمَئِذٍ خَرْقُ بَصَرٍ فِي الْهَوَاءِ، وَلَا هَمْسُ قَدَمٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا بِحَقِّهِ، فَكَمْ حُجَّةٍ يَوْمَ ذَاكَ دَاحِضَةٍ وَعَلَائِقِ عُذْرٍ مُنْقَطِعَةٍ. فَتَحَرَّ مِنْ أَمْرِكَ مَا يَقُومُ بِهِ عُذْرُكَ وَتَثْبُتُ بِهِ حُجَّتُكَ. وَخُذْ مَا يَبْقَى لَكَ مِمَّا لَا تَبْقَى لَهُ. وَتَيَسَّرْ لِسَفَرِكَ. وَشِمْ بَرْقَ

کتنے ہی اس دُنیا کے بارے میں سچے نصیحت کرنے والے ہیں جو تیرے نزدیک قابلِ اعتبار نہیں اور کتنے ہی اس کے حالات کو صحیح صحیح بیان کرنے والے ہیں جو جھٹلائے جاتے ہیں۔ اگر تو ٹوٹے ہوئے گھروں اور سُنسان مکانوں سے دُنیا کی معرفت حاصل کرے تو تو انھیں اچھی یاددہانی اور مؤثر پند و نصیحت کے لحاظ سے بمنزلہ ایک مہربان کے پائے گا کہ جو تیرے (ہلاکتوں میں پڑنے سے) بخل سے کام لیتے ہیں۔ یہ دُنیا اُس کے لیے اچھا گھر ہے جو اِسے گھر سمجھنے پر خوش نہ ہو، اور اسی کے لیے اچھی جگہ ہے جو اِسے اپنا وطن بنا کر نہ رہے۔ اِس دُنیا کی وجہ سے سعادت کی منزل پر کل وُہی لوگ پہنچیں گے جو آج اس سے گریزاں ہیں۔

جب زمین زلزلے میں اور قیامت اپنی ہولناکیوں کے ساتھ آجائے گی اور ہر عبادت گاہ سے اُس کے پُجاری ہر معبود سے اُس کے پرستار اور ہر پیشوا سے اُس کے مقتدی ملحق ہو جائیں گے تو اُس وقت فضا میں شگاف کرنے والی نظر اور زمین میں قدموں کی ہلکی چاپ کا بدلہ بھی اس کی عدالت گستری و انصاف پروری کے پیشِ نظر حق و انصاف سے پُورا پُورا دیا جائے گا۔ اُس دن کتنی ہی دلیلیں غلط و بے معنی ہو جائیں گی اور عذر و معذرت کے بندھن ٹوٹ جائیں گے تو اب اس چیز کو اختیار کرو جس سے تمھارا عذر قبول اور تمھاری حجت ثابت ہو سکے جس دُنیا سے تم نے ہمیشہ بہرہ یاب نہیں ہونا اُس سے وُہ چیزیں لے لو جو تمھارے لیے ہمیشہ باقی رہنے والی ہیں اپنے سفر کے لیے تیار رہو (دُنیا کی ظلمتوں میں) نجات کی

النَّجَاةِ۔ وَارْحَلْ مَطَايَا التَّشْمِيرِ۔

چمک پر نظر کرو اور جد و جہد کی سواریوں پر پالان کس لو۔

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ — خطبہ ۲۲۱

وَاللهِ لَأَنْ أَبِيتَ عَلَى حَسَكِ السَّعْدَانِ مُسَهَّدًا، وَأُجَرَّ فِي الْأَغْلَالِ مُصَفَّدًا، أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَلْقَى اللهَ وَرَسُولَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ظَالِمًا لِبَعْضِ الْعِبَادِ، وَغَاصِبًا لِشَيْءٍ مِنَ الْحُطَامِ۔ وَكَيْفَ أَظْلِمُ أَحَدًا لِنَفْسٍ يُسْرِعُ إِلَى الْبِلَى قُفُولُهَا، وَيَطُولُ فِي الثَّرَى حُلُولُهَا۔

خدا کی قسم! مجھے سعدان[1] کے کانٹوں پر جاگتے ہوئے رات گزارنا اور طوق و زنجیر میں مقید ہو کر گھسیٹا جانا اس سے کہیں زیادہ پسند ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسولؐ سے اس حالت میں ملاقات کروں کہ میں نے کسی بندے پر ظلم کیا ہو۔ یا مال دنیا میں سے کوئی چیز غصب کی ہو، میں اس نفس کی خاطر کیونکر کسی پر ظلم کر سکتا ہوں جو جلد ہی فنا کی طرف پلٹنے والا اور مدتوں تک مٹی کے نیچے پڑا رہنے والا ہے۔

وَاللهِ لَقَدْ رَأَيْتُ عَقِيلًا، وَقَدْ أَمْلَقَ حَتَّى اسْتَمَاحَنِي مِنْ بُرِّكُمْ صَاعًا، وَرَأَيْتُ صِبْيَانَهُ شُعْثَ الشُّعُورِ، غُبْرَ الْأَلْوَانِ مِنْ فَقْرِهِمْ، كَأَنَّمَا سُوِّدَتْ وُجُوهُهُمْ بِالْعِظْلِمِ، وَعَاوَدَنِي مُؤَكِّدًا، وَكَرَّرَ عَلَيَّ الْقَوْلَ مُرَدِّدًا، فَأَصْغَيْتُ إِلَيْهِ سَمْعِي، فَظَنَّ أَنِّي أَبِيعُهُ دِينِي، وَأَتَّبِعُ قِيَادَهُ مُفَارِقًا طَرِيقَتِي، فَأَحْمَيْتُ لَهُ حَدِيدَةً ثُمَّ أَدْنَيْتُهَا مِنْ جِسْمِهِ لِيَعْتَبِرَ بِهَا، فَضَجَّ

بخدا میں نے (اپنے بھائی) عقیل کو سخت فقر و فاقہ کی حالت میں دیکھا، یہاں تک کہ وہ تمہارے (حصہ کے) گیہوں میں ایک صاع مجھ سے مانگتے تھے اور میں نے ان کے بچوں کو بھی دیکھا جن کے بال بکھرے ہوئے اور فقر و بے نوائی سے رنگ تیرگی مائل ہو چکے تھے گویا ان کے چہرے نیل چھڑک کر سیاہ کر دیئے گئے ہیں، وہ اصرار کرتے ہوئے میرے پاس آئے اور اس بات کو بار بار دہرایا میں نے ان کی باتوں کو کان دے کر سنا تو انھوں نے یہ خیال کیا کہ میں ان کے ہاتھ اپنا دین بیچ ڈالوں گا اور اپنی روش چھوڑ کر ان کی کھینچ تان پر ان کے پیچھے ہو جاؤں گا۔ مگر میں نے کیا یہ کہ ایک لوہے کے ٹکڑے کو تپایا اور پھر ان کے جسم کے قریب لے گیا تاکہ

---

[1] ایک خاردار جھاڑی ہے جسے اونٹ چرتا ہے۔

ضَجِيجَ ذِي دَنَفٍ مِنْ أَلَمِهَا، وَ
كَادَ أَنْ يَحْتَرِقَ مِنْ مِيسَمِهَا،
فَقُلْتُ لَهُ: ثَكِلَتْكَ الثَّوَاكِلُ يَا
عَقِيلُ، أَتَئِنُّ مِنْ حَدِيدَةٍ
أَحْمَاهَا إِنْسَانُهَا لِلَعِبِهِ، وَ
تَجُرُّنِي إِلَى نَارٍ سَجَرَهَا جَبَّارُهَا
لِغَضَبِهِ. أَتَئِنُّ مِنَ الْأَذَى وَ
لَا أَئِنُّ مِنْ لَظًى. وَأَعْجَبُ مِنْ
ذٰلِكَ طَارِقٌ طَرَقَنَا بِمَلْفُوفَةٍ
فِي وِعَائِهَا، وَمَعْجُونَةٍ شَنِئْتُهَا
كَأَنَّمَا عُجِنَتْ بِرِيقِ حَيَّةٍ أَوْ
قَيْئِهَا، فَقُلْتُ: أَصِلَةٌ أَمْ
زَكَاةٌ أَمْ صَدَقَةٌ؟ فَذٰلِكَ
مُحَرَّمٌ عَلَيْنَا أَهْلَ الْبَيْتِ،
فَقَالَ: لَا ذَا وَلَا ذَاكَ وَلٰكِنَّهَا
هَدِيَّةٌ. فَقُلْتُ: هَبِلَتْكَ
الْهَبُولُ، أَعَنْ دِينِ اللّٰهِ
أَتَيْتَنِي لِتَخْدَعَنِي، أَمُخْتَبِطٌ
أَنْتَ أَمْ ذُو جِنَّةٍ أَمْ تَهْجُرُ.
وَاللّٰهِ لَوْ أُعْطِيتُ الْأَقَالِيمَ
السَّبْعَةَ بِمَا تَحْتَ أَفْلَاكِهَا
عَلَى أَنْ أَعْصِيَ اللّٰهَ فِي نَمْلَةٍ
أَسْلُبُهَا جُلْبَ شَعِيرَةٍ مَا
فَعَلْتُ، وَإِنَّ دُنْيَاكُمْ عِنْدِي

عبرت حاصل کریں۔ چنانچہ وہ اس طرح چیخے جس طرح کوئی بیمار درد و کرب سے چیختا ہے اور قریب تھا کہ ان کا بدن اس داغ دینے سے جل جائے۔ پھر میں نے اُن سے کہا کہ اے عقیل رونے والیاں تم پر روئیں کیا تم اس لوہے کے ٹکڑے سے چیخ اٹھے ہو جسے ایک انسان نے ہنسی مذاق میں (بغیر جلانے کی نیت کے) تپایا ہے اور تم مجھے اُس آگ کی طرف کھینچ رہے ہو کہ جسے خدائے قہار نے اپنے غضب سے بھڑکایا ہے۔ تم تو اذیت سے چیخو اور میں جہنم کے شعلوں سے نہ چلاؤں۔ اس سے عجیب تر واقعہ یہ ہے کہ ایک شخص[1] رات کے وقت (شہد میں) گندھا ہوا حلوہ ایک سربند برتن میں لیے ہوئے ہمارے گھر پر آیا جس سے مجھے ایسی نفرت تھی کہ محسوس ہوتا تھا کہ جیسے وہ سانپ کے تھوک یا اس کی قے میں گوندھا گیا ہے۔ میں نے اُس سے کہا کہ کیا یہ کسی بات کا انعام ہے یا زکوٰۃ ہے یا صدقہ ہے کہ جو ہم اہلبیت پر حرام ہے۔ تو اس نے کہا کہ نہ یہ ہے نہ وہ ہے۔ بلکہ یہ تحفہ ہے۔ تو میں نے کہا کہ پسر مُردہ عورتیں تجھ پر روئیں کیا، تو دین کی راہ سے مجھے فریب دینے کے لیے آیا ہے۔ کیا تو بہک گیا ہے؟ یا پاگل ہو گیا ہے یا یونہی ہذیان بک رہا ہے۔ خدا کی قسم! اگر ہفت اقلیم ان چیزوں سمیت جو آسمانوں کے نیچے ہیں مجھے دے دیئے جائیں۔ صرف اللہ کی اتنی معصیت کروں کہ میں چیونٹی سے جو کا ایک چھلکا چھین لوں تو کبھی بھی ایسا نہ کروں گا۔ یہ دنیا تو میرے نزدیک اُس پتی سے بھی زیادہ بے قدر ہے

[1] یہ اشعث ابنِ قیس تھا ۔

لَأَهْوَنُ مِنْ وَرَقَةٍ فِي فَمِ جَرَادَةٍ تَقْضَمُهَا، مَا لِعَلِيٍّ وَلِنَعِيمٍ يَفْنَى وَلَذَّةٍ لَا تَبْقَى. نَعُوذُ بِاللهِ مِنْ سُبَاتِ الْعَقْلِ وَقُبْحِ الزَّلَلِ وَبِهِ نَسْتَعِينُ۔

جو ٹڈی کے مُنہ میں ہو کہ جسے وہ چبا رہی ہو۔ علیؑ کو فنا ہونے والی نعمتوں اور مٹ جانے والی لذتوں سے کیا واسطہ۔ ہم عقل کے خوابِ غفلت میں پڑ جانے اور لغزشوں کی بُرائیوں سے خدا کے دامن میں پناہ لیتے ہیں اور اُسی سے مدد کے خواستگار رہیں۔

(وَمِنْ دُعَاءٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) خطبہ ۲۲۲

اَللّٰهُمَّ صُنْ وَجْهِي بِالْيَسَارِ، وَلَا تَبْذُلْ جَاهِي بِالْإِقْتَارِ فَأَسْتَرْزِقَ طَالِبِي رِزْقِكَ، وَأَسْتَعْطِفَ شِرَارَ خَلْقِكَ، وَأُبْتَلَى بِحَمْدِ مَنْ أَعْطَانِي، وَأُفْتَتَنَ بِذَمِّ مَنْ مَنَعَنِي، وَأَنْتَ مِنْ وَرَاءِ ذٰلِكَ كُلِّهِ وَلِيُّ الْإِعْطَاءِ وَالْمَنْعِ "إِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ"۔

خدایا! میری آبرو کو غنا و تونگری کے ساتھ محفوظ رکھ اور فقر و تنگ دستی سے میری منزلت کو نظروں سے نہ گرا کہ تجھ سے رزق مانگنے والوں سے رزق مانگنے لگوں اور تیرے بندوں کی نگاہ لطف و کرم کو اپنی طرف موڑنے کی تمنا کروں اور جو مجھے دے اُس کی مدح و ثنا کرنے لگوں اور جو نہ دے اُس کی بُرائی کرنے میں مُبتلا ہو جاؤں اور ان سب چیزوں کے پس پردہ تو ہی عطا کرنے اور روک لینے کا اختیار رکھتا ہے۔ "بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔"

(وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) خطبہ ۲۲۳

دَارٌ بِالْبَلَاءِ مَحْفُوفَةٌ، وَبِالْغَدْرِ مَعْرُوفَةٌ. لَا تَدُومُ أَحْوَالُهَا، وَلَا تَسْلَمُ نُزَّالُهَا. أَحْوَالٌ مُخْتَلِفَةٌ، وَتَارَاتٌ مُتَصَرِّفَةٌ. الْعَيْشُ فِيهَا مَذْمُومٌ، وَالْأَمَانُ فِيهَا مَعْدُومٌ. وَإِنَّمَا أَهْلُهَا فِيهَا أَغْرَاضٌ مُسْتَهْدَفَةٌ

(یہ دُنیا) ایک ایسا گھر ہے جو بلاؤں میں گھرا ہوا اور فریب کاریوں میں شہرت یافتہ ہے اس کے حالات کبھی یکساں نہیں رہتے اور نہ اِس میں فروکش ہونے والے صحیح و سالم رہ سکتے ہیں۔ اس کے حالات مختلف اور اطوار ادلنے بدلنے والے ہیں۔ خوش گذرانی کی صورت اِس میں قابلِ مذمت اور امن و سلامتی کا اس میں پتہ نہیں۔ اس کے رہنے والے تیر اندازی کے ایسے نشانے

تَرْمِيهِمْ بِسِهَامِهَا وَ تُفْنِيهِمْ بِحِمَامِهَا۔

وَاعْلَمُوا عِبَادَ اللّٰهِ أَنَّكُمْ وَمَا أَنْتُمْ فِيهِ مِنْ هٰذِهِ الدُّنْيَا عَلٰى سَبِيلِ مَنْ قَدْ مَضٰى قَبْلَكُمْ مِمَّنْ كَانَ أَطْوَلَ مِنْكُمْ أَعْمَارًا، وَ أَعْمَرَ دِيَارًا، وَ أَبْعَدَ آثَارًا. أَصْبَحَتْ أَصْوَاتُهُمْ هَامِدَةً، وَ رِيَاحُهُمْ رَاكِدَةً، وَ أَجْسَادُهُمْ بَالِيَةً، وَ دِيَارُهُمْ خَالِيَةً، وَ آثَارُهُمْ عَافِيَةً۔ فَاسْتَبْدَلُوا بِالْقُصُورِ الْمُشَيَّدَةِ وَ النَّمَارِقِ الْمُمَهَّدَةِ الصُّخُورَ وَ الْأَحْجَارَ الْمُسَنَّدَةَ، وَ الْقُبُورَ اللَّاطِئَةَ الْمُلْحَدَةَ۔ الَّتِي قَدْ بُنِيَ بِالْخَرَابِ فِنَاؤُهَا، وَ شُيِّدَ بِالتُّرَابِ بِنَاؤُهَا. فَمَحَلُّهَا مُقْتَرِبٌ، وَ سَاكِنُهَا مُغْتَرِبٌ۔ بَيْنَ أَهْلِ مَحَلَّةٍ مُوحِشِينَ وَ أَهْلِ فَرَاغٍ مُتَشَاغِلِينَ لَا يَسْتَأْنِسُونَ بِالْأَوْطَانِ، وَ لَا يَتَوَاصَلُونَ تَوَاصُلَ الْجِيرَانِ عَلٰى مَا بَيْنَهُمْ مِنْ قُرْبِ الْجِوَارِ وَ دُنُوِّ الدَّارِ وَ كَيْفَ يَكُونُ بَيْنَهُمْ تَزَاوُرٌ وَ قَدْ طَحَنَهُمْ بِكَلْكَلِهِ الْبِلٰى وَ أَكَلَتْهُمُ

ہیں کہ جن پر دُنیا اپنے تیر چلاتی رہتی ہے اور موت کے ذریعہ انھیں فنا کرتی رہتی ہے۔

اے خُدا کے بندو! اِس بات کو جانے رہو کہ تمھیں اور اِس دنیا کی اُن چیزوں کو کہ جن میں تم ہو انہی لوگوں کی راہ پر گزرنا ہے جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں کہ جو تم سے زیادہ لمبی عُمروں والے، تم سے زیادہ آباد گھروں والے اور تم سے زیادہ پائدار نشانیوں والے تھے ان کی آوازیں خاموش ہوگئیں، بندھی ہوائیں اُکھڑ گئیں، بدن گل سڑ گئے، گھر سُنسان ہوگئے، اور نام و نشان تک مِٹ گئے۔ اُنھوں نے مضبوط محلوں اور بچھی ہوئی مسندوں کو پتھروں اور چُنی ہوئی سلوں اور پیوند زمین ہونے والی (اور) لحد والی قبروں سے بدل لیا کہ جن کے صحنوں کی بُنیاد تباہی و ویرانی پر ہے، اور مٹی ہی سے ان کی عمارتیں مضبوط کی گئی ہیں۔ ان قبروں کی جگہیں آپس میں نزدیک نزدیک ہیں اور ان میں بسنے والے دور افتادہ مُسافر ہیں ایسے مقام میں کہ جہاں وہ بوکھلائے ہوتے ہیں اور ایسی جگہ میں کہ جہاں (دُنیا کے کاموں سے) فارغ ہوکر آخرت کی فکروں میں مشغول ہیں۔ وُہ اپنے وطن سے اُنس نہیں رکھتے اور نزدیک کی ہمسائیگی اور گھروں کے قُرب کے باوجود ہمسایوں کی طرح آپس میں میل ملاپ نہیں رکھتے اور کیونکر آپس میں ملنا جُلنا ہوسکتا ہے۔ جبکہ بوسیدگی و تباہی نے اپنے سینہ سے انھیں پیس ڈالا ہے اور پتھروں اور مٹی نے انھیں کھا لیا ہے۔ تم بھی یہی سمجھو کہ (گویا) وہیں پہنچ گئے جہاں وہ پہنچ چکے ہیں اور اِسی خواب گاہ (قبر) نے

الْجَنَادِلُ وَالثَّرَى وَكَانَ قَدْ صِرْتُمْ إِلَى مَاصَارَ إِلَيْهِ، وَارْتَهَنَكُمْ ذَٰلِكَ الْمَضْجَعُ وَضَمَّكُمْ ذَٰلِكَ الْمُسْتَوْدَعُ. فَكَيْفَ بِكُمْ لَوْ تَنَاهَتْ بِكُمُ الْأُمُورُ، وَبُعْثِرَتِ الْقُبُورُ "هُنَالِكَ تَبْلُو كُلُّ نَفْسٍ مَا أَسْلَفَتْ، وَرُدُّوا إِلَى اللهِ مَوْلَاهُمُ الْحَقِّ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ".

تمھیں بھی جکڑ لیا ہے اور اسی امانت گاہ (لحد) نے تمھیں بھی چمٹا لیا ہے۔ اس وقت تمھاری حالت کیا ہوگی کہ جب تمھارے سارے مرحلے انتہا کو پہنچ جائیں گے اور قبروں سے نکل کھڑے ہوگے۔ وہاں ہر شخص اپنے اعمال کے (نفع و نقصان) کی جانچ کرے گا اور وہ اپنے سچے مالک خدا کی طرف پلٹائے جائیں گے اور جو کچھ افترا پردازیاں کرتے تھے ان کے کام نہ آئیں گی۔

خطبہ ۲۲۴

(وَمِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

اَللّٰهُمَّ إِنَّكَ آنَسُ الْآنِسِينَ لِأَوْلِيَائِكَ. وَأَحْضَرُهُمْ بِالْكِفَايَةِ لِلْمُتَوَكِّلِينَ عَلَيْكَ. تُشَاهِدُهُمْ فِي سَرَائِرِهِمْ، وَتَطَّلِعُ عَلَيْهِمْ فِي ضَمَائِرِهِمْ وَتَعْلَمُ مَبْلَغَ بَصَائِرِهِمْ. فَأَسْرَارُهُمْ لَكَ مَكْشُوفَةٌ، وَقُلُوبُهُمْ إِلَيْكَ مَلْهُوفَةٌ. إِنْ أَوْحَشَتْهُمُ الْغُرْبَةُ آنَسَهُمْ ذِكْرُكَ، وَإِنْ صُبَّتْ عَلَيْهِمُ الْمَصَائِبُ لَجَأُوا إِلَى الْاِسْتِجَارَةِ بِكَ عِلْمًا بِأَنَّ أَزِمَّةَ الْأُمُورِ بِيَدِكَ وَمَصَادِرَهَا عَنْ قَضَائِكَ.

اَللّٰهُمَّ إِنْ فَهِهْتُ عَنْ مَسْأَلَتِي أَوْ عَمِيتُ عَنْ طِلْبَتِي فَدُلَّنِي عَلَى

اے اللہ! تو اپنے دوستوں کے ساتھ تمام اُنس رکھنے والوں سے زیادہ مانوس ہے اور جو تجھ پر بھروسہ رکھنے والے ہیں ان کی حاجت روائی کے لیے ہمہ وقت پیش پیش ہے۔ تو ان کی باطنی کیفیتوں کو دیکھتا اور اِن کے چھپے ہوئے بھیدوں کو جانتا اور ان کی بصیرتوں کی رسائی سے باخبر ہے۔ ان کے راز تیرے سامنے آشکارا اور اُن کے دل تیرے آگے فریادی ہیں۔ اگر تنہائی سے ان کا جی گھبراتا ہے تو تیرا ذکر ان کا دل بہلاتا ہے۔ اگر مصیبتیں اُن پر پڑتی ہیں تو وہ تیرے دامن میں پناہ لینے کے لیے ملتجی ہوتے ہیں۔ یہ جانتے ہوئے کہ سب چیزوں کی باگ ڈور تیرے ہاتھ میں ہے اور اُن کے نفاذ پذیر ہونے کی جگہیں تیرے ہی فیصلوں سے وابستہ ہیں۔

خدایا! اگر میں سوال کرنے سے عاجز رہوں یا اپنے مقصود پر نظر نہ ڈال سکوں تو تو میری مصلحتوں کی طرف

مَصَالِحِي، وَخُذْ بِقَلْبِي إِلَى مَرَاشِدِي، فَلَيْسَ ذٰلِكَ بِنُكْرٍ مِنْ هِدَايَاتِكَ وَلَا بِبِدْعٍ مِنْ كِفَايَاتِكَ۔

اَللّٰهُمَّ احْمِلْنِي عَلَىٰ عَفْوِكَ وَلَا تَحْمِلْنِي عَلَىٰ عَدْلِكَ۔

رہنمائی فرما اور میرے دل کو اصلاح و بہبودی کی صحیح منزل پر پہنچا، یہ چیز تیری رہنمائیوں اور حاجت روائیوں کو دیکھتے ہوئے کوئی نرالی نہیں۔

خدایا! میرا معاملہ اپنے عفو و بخشش سے طے کرنہ اپنے عدل و انصاف کے معیار سے۔

خطبہ ۲۲۵

(وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

لِلّٰهِ بِلَاءُ فُلَانٍ فَقَدْ قَوَّمَ الْأَوَدَ وَدَاوَى الْعَمَدَ۔ خَلَّفَ الْفِتْنَةَ وَأَقَامَ السُّنَّةَ۔ ذَهَبَ نَقِيَّ الثَّوْبِ، قَلِيلَ الْعَيْبِ أَصَابَ خَيْرَهَا وَسَبَقَ شَرَّهَا۔ أَدَّى إِلَى اللّٰهِ طَاعَتَهُ وَاتَّقَاهُ بِحَقِّهِ۔ رَحَلَ وَتَرَكَهُمْ فِي طُرُقٍ مُتَشَعِّبَةٍ لَا يَهْتَدِي فِيهَا الضَّالُّ وَلَا يَسْتَيْقِنُ الْمُهْتَدِي۔

فلاں[1] شخص کی کارکردگیوں کی جزا اللہ دے انھوں نے ٹیڑھے پن کو سیدھا کیا مرض کا چارہ کیا۔ فتنہ و فساد کو پیچھے چھوڑ گئے۔ سُنّت کو قائم کیا صاف ستھرے دامن اور کم عیبوں کے ساتھ دُنیا سے رخصت ہوئے (دُنیا کی) بھلائیوں کو پالیا اور اس کی شر انگیزیوں سے آگے بڑھ گئے۔ اللہ کی اطاعت بھی کی اور اس کا پورا پورا خوف بھی کھایا۔ خود چلے گئے اور لوگوں کو ایسے متفرق راستوں میں چھوڑ گئے جن میں گم کردہ راہ راستہ نہیں پاسکتا اور ہدایت یافتہ یقین تک نہیں پہنچ سکتا۔

---

[1] ابن ابی الحدید نے تحریر کیا ہے کہ لفظ فلاں کنایہ ہے حضرت عمر سے اور یہ کلمات انہی کی مدح و توصیف میں کہے گئے ہیں جیسا کہ سید رضی کے تحریر کردہ نسخۂ نہج البلاغہ میں لفظ فلاں کے نیچے انہی کے ہاتھ کا لکھا ہوا لفظ عمر موجود تھا یہ ہے ابن ابی الحدید کا دعویٰ، مگر دیکھنا یہ ہے کہ اگر سید رضی نے بطور تشریح حضرت عمر کا نام لکھا ہوتا تو جس طرح ان کے دوسرے تشریحات موجود ہیں اس تشریح کو بھی موجود ہونا چاہیئے تھا اور ان نسخوں میں بھی اس کا وجود ہونا چاہیئے تھا کہ جو ان کے نسخہ سے نقل ہوتے رہے ہیں چنانچہ اب بھی موصل میں مستعصم باللہ کے دور کے شہرہ آفاق خطاط یاقوت المستعصمی کے ہاتھ کا لکھا ہوا قدیم ترین نہج البلاغہ کا نسخہ موجود ہے۔ مگر سید رضی کی اس تشریح کی نشان دہی کسی ایک نے بھی نہیں کی، اور اگر ابن ابی الحدید کی اس روایت کو صحیح بھی مان لیا جائے تو اسے زائد سے زائد جناب رضی کی ذاتی رائے کہا جاسکتا ہے جسے کسی قوی دلیل کی موجودگی میں بطور مؤید تو

پیش کیا جا سکتا ہے مگر مستقلاً اس شخصی رائے کو کوئی اہمیت نہیں دی جا سکتی۔

حیرت ہے کہ ابن ابی الحدید ساتویں ہجری میں سید رضی کے ڈھائی سو برس بعد یہ افادہ فرماتے ہیں کہ اس سے حضرت عمر مراد ہیں اور یہ کہ خود سید رضی نے اس کی تصریح کر دی تھی چنانچہ ان کے تتبع میں بعض دوسرے شارحین نے بھی یہی لکھنا شروع کر دیا۔ لیکن سید رضی کے معاصرین میں سے جن لوگوں نے بھی نہج البلاغہ کے متعلق کچھ لکھا ہے ان کی تحریرات میں اس کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔ حالانکہ بحیثیت معاصر ہونے کے سید رضی کی تحریر پر انہیں زیادہ مطلع ہونا چاہیئے تھا۔ چنانچہ علامہ علی ابن الناصر جو جناب سید رضی کے ہمعصر تھے اور انہی کے دور میں نہج البلاغہ کی شرح اعلام نہج البلاغہ کے نام سے لکھتے ہیں وہ اس خطبہ کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں :-

مدح بعض اصحابه بحسن السیرة وانه مات قبل الفتنة التی وقعت بعد رسول الله صلی الله علیه وآله	حضرت نے اپنے اصحاب میں سے ایک ایسے شخص کو حسن سیرت کے ساتھ سراہا ہے کہ جو پیغمبر کے بعد پیدا ہونے والے فتنہ سے پہلے ہی انتقال کر چکا تھا۔

اس کی تائید علامہ قطب الدین راوندی متوفی ۵۷۳ھ کی شرح نہج البلاغہ سے بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ ابن میثم نے ان کا یہ قول نقل کیا ہے :-

انما اراد بعض اصحابه فی زمن رسول الله ممن مات قبل وقوع الفتنة و انتشارها۔	حضرت نے اس سے زمانہ پیغمبر کے اپنے ایک ایسے ساتھی کو مراد لیا ہے جو فتنہ کے برپا ہونے اور پھیلنے سے پہلے ہی رحلت کر چکا تھا۔

اگر یہ کلمات حضرت عمر کے متعلق ہوتے اور اس کے متعلق کوئی قابل اعتماد سند ہوتی تو ابن ابی الحدید اس سند و روایت کو درج کرتے اور اس کا ذکر تاریخ میں آتا اور زبانوں پر اس کا چرچا ہوتا، مگر یہاں تو اثبات مدعا کے لیے خود ساختہ قرائن کے علاوہ کچھ نظر ہی نہیں آتا۔ چنانچہ وہ "خیرها و شرها" کی ضمیر کا مرجع خلافت کو قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ کلمات ایسے ہی شخص پر صادق آ سکتے ہیں جو تسلط و اقتدار رکھتا ہو، کیونکہ اقتدار کے بغیر ناممکن ہے کہ سنت کی ترویج اور بدعت کی روک تھام کی جا سکے۔ یہ ہے اس دلیل کا خلاصہ جسے اس مقام پر پیش کیا ہے، حالانکہ اس کی کوئی دلیل نہیں کہ ضمیر کا مرجع خلافت ہے بلکہ وہ ضمیر دنیا کی طرف راجع ہو سکتی ہے جو سیاق کلام سے مستفاد ہے اور مفاد عامہ کی حفاظت اور ترویج سنت کے لیے اقتدار کی شرط لگا دینا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا دروازہ بند کر دینا ہے حالانکہ خداوند عالم نے شرط اقتدار کے بغیر امت کے ایک گروہ پر یہ فریضہ عائد کیا ہے :-

ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر و یأمرون بالمعروف وینهون عن المنکر۔	تم میں سے ایک ایسا گروہ ہونا چاہیئے جو نیکی کی طرف بلائے اور اچھے کاموں کا حکم دے اور برے کاموں سے روکے۔

اسی طرح پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ :-

لایزال الناس بخیر ما امروا بالمعروف ونہوا عن المنکر وتعاونوا علی البر والتقوٰی۔

لوگ جب تک امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہیں گے اور نیکی اور تقوٰی پر ایک دوسرے کا ہاتھ بٹاتے رہیں گے

وہ بھلائی پر باقی رہیں گے۔ یونہی امیر المومنین اپنی ایک وصیت میں عمومیت کے ساتھ فرماتے ہیں کہ :-

اقیموا ھذین العمودین واوقدوا ھذین المصباحین۔

توحید اور سنت کے ستونوں کو قائم کرو اور ان دونوں چراغوں کو روشن رکھو۔

ان ارشادات میں کہیں بھی اس طرف اشارہ نہیں کہ اس فریضہ کی انجام دہی حکومت واقتدار کے بغیر نہیں ہو سکتی اور واقعات بھی یہ بتاتے ہیں کہ امراء وسلاطین لشکر وسپاہ اور قوت وطاقت کے باوجود برائیوں کو اس حد تک نہ مٹا سکے اور نیکیوں کو اس قدر رواج نہ دے سکے جس قدر بعض گم نام اور شکستہ حال درویش دل ودماغ پر اپنی روحانیت کا نقش بٹھا کر اخلاقی رفعتوں کو ابھار گئے۔ حالانکہ ان کی پشت پر نہ فوج نہ سپاہ ہوتی تھی اور نہ بے سروسامانی کے علاوہ کوئی سروسامان ہوتا تھا۔ بے شک تسلط واقتدار سر دن کو جھکا سکتا ہے۔ لیکن ضروری نہیں کہ دلوں میں نیکی کی راہ بھی پیدا کر سکے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ بیشتر اسلامی تاجداروں نے اسلامی خدوخال کو مٹا کر رکھ دیا اور اسلام اپنے بقاء وفروغ میں صرف ان بے نواؤں کا مرہون منت رہا جن کی جھولی میں فقر ونامرادی کے علاوہ کچھ نہ ہوتا تھا۔

اگر اسی پر اصرار ہو کہ اس سے صرف ایک حکمران ہی مراد لیا جا سکتا ہے تو کیوں نہ اس سے حضرت کا کوئی ایسا ساتھی مراد لیا جائے جو کسی صوبہ پر حکمران رہ چکا ہو جیسے حضرت سلمان فارسی جن کی تجہیز وتکفین کے لیے حضرت مدائن تشریف لے گئے اور بعید نہیں کہ ان کے دفن کرنے کے بعد ان کی زندگی اور آئین حکمرانی پر تبصرہ فرماتے ہوئے یہ الفاظ ارشاد فرمائے ہوں پھر یہ سمجھنا کہ وہ حضرت عمر ہی کے متعلق الفاظ ہیں بلا دلیل ہی تو ہے۔ آخر میں اثبات مدعا کے لیے طبری کی اس روایت کو پیش کیا ہے :-

عن المغیرۃ ابن شعبۃ قال لما مات عمر رضی اللہ عنہ بکتہ ابنۃ ابی حثمۃ فقالت واعمراہ اقام الاود وابرأ العمد امات الفتن واحیی السنن خرج نقی الثوب بریئا من العیب (قال) وقال المغیرۃ ابن شعبۃ لما دفن عمر اتیت علیا وانا احب ان اسمع

مغیرہ ابن شعبہ سے روایت ہے کہ جب حضرت عمرؓ انتقال کر گئے تو بنت ابی حثمہ نے روتے ہوئے کہا کہ ہائے عمر تو وہ تھا جس نے ٹیڑھے پن کو سیدھا کیا بیماریوں کو دور کیا فتنوں کو مٹایا اور سنتوں کو زندہ کیا۔ پاکیزہ دامن اور عیبوں سے بچ کر چل بسا۔ (مورخ طبری کہتے ہیں کہ) مغیرہ نے بیان کیا کہ جب حضرت عمر دفن ہو گئے تو میں حضرت علیؑ کے پاس آیا اور میں چاہتا تھا کہ آپ سے حضرت عمر کے بارے

منه فی عمر شیئاً فخرج ینفض راسه وهو ملتحف بثوب لا یشك ان الامر یصیر الیه فقال یرحم الله ابن الخطاب لقد صدقت ابنة ابی حثمة لقد ذهب بخیرها ونجا من شرها اما والله ما قالت ولکن قولت۔

(طبری۔ ج ۳۔ ص ۲۸۵)

میں کچھ سنوں چنانچہ میرے جانے پر حضرت باہر تشریف لائے اس حالت میں کہ آپ غسل فرما کر ایک کپڑے میں لپٹے ہوئے تھے اور سر اور داڑھی کے بالوں کو جھٹک رہے تھے اور آپ کو اس میں کوئی شبہ نہ تھا کہ خلافت آپ ہی کی طرف پلٹے گی۔ اس موقع پر آپ نے فرمایا خدا ابنِ خطاب پر رحم کرے۔ بنت ابی حثمہ نے سچ کہا ہے کہ وہ خلافت کے فائدے اُٹھا گئے اور بعد میں پیدا ہونے والے فتنوں سے بچ نکلے۔ خدا کی قسم بنت ابی حثمہ نے کہا نہیں بلکہ اس سے کہلوایا گیا ہے۔

اِس واقعہ کا راوی مغیرہ ابن شعبہ ہے جس کا اُمِ جمیل کے ساتھ فعلِ بد کا مرتکب ہونا اور شہادت کے باوجود حضرت عمر کا اُسے حد سے بچا لے جانا اور مُعاویہ کے حکم ت اس کا کوفہ میں علانیہ امیر المومنینؑ پر سب و شتم کرنا تاریخی مسلمات میں سے ہے۔ اِس بنا پر اس کی روایت کا جو وزن ہو سکتا ہے وُہ ظاہر ہے اور پھر درایۃً بھی اس روایت کو قبول نہیں کیا جا سکتا کیونکہ مغیرہ کا یہ کہنا کہ امیر المومنینؑ کو اپنی خلافت میں کوئی شبہ نہ تھا حقیقت کے خلاف ہے آخر وُہ کون سے قرائن تھے جن سے اُس نے یہ اندازہ لگایا جبکہ تاریخی حقائق اس کے سراسر خلاف ہیں اور اگر کسی کی خلافت یقینی تھی تو وہ حضرتِ عثمان تھے۔ چنانچہ عبد الرحمٰن ابنِ عوف نے شوریٰ کے موقع پر امیر المومنین سے کہا کہ :-

یا علی لا تجعل علٰی نفسك سبیلاً فانی قد نظرت وشاورت الناس فاذا هم لا یعدلون بعثمان۔ (طبری۔ ج ۳۔ ص ۲۹۷)

اے علیؑ تم اپنے لیے ضرر کی صُورت پیدا نہ کرو میں نے دیکھ بھال لیا ہے اور لوگوں سے مشورہ بھی لیا ہے، وُہ سب عثمان کو چاہتے ہیں۔

چنانچہ حضرت کو خلافت کے نہ ملنے کا پورا یقین تھا جیسا کہ خُطبہ شقشقیہ کے ذیل میں تاریخ طبری سے نقل کیا جا چکا ہے کہ امیر المومنینؑ نے ارکانِ شوریٰ کے نام دیکھتے ہی عباس ابنِ عبد المطلب سے فرما دیا تھا کہ خلافتِ عثمان کے علاوہ کسی اور کو نہیں مل سکتی۔ کیونکہ تمام اختیارات عبد الرحمٰن کو سونپ دیئے گئے ہیں اور وُہ عثمان کے بہنوئی ہوتے ہیں اور سعد ابنِ ابی وقاص عبد الرحمٰن کے عزیز و ہم قبیلہ ہیں اور یہ دونوں مل کر خلافت انہی کو دیں گے۔

اِس موقع پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کونسا جذبہ تھا جس نے مغیرہ کے دل میں یہ تڑپ پیدا کی کہ وہ حضرت عمر کے متعلق امیر المومنینؑ سے کچھ کہلوائے، اگر وُہ یہ جانتا تھا کہ حضرت ان کے متعلق اچھے خیالات رکھتے ہیں تو ان کے تاثرات کا بھی اندازہ ہو سکتا تھا اور اگر یہ سمجھتا تھا کہ امیر المومنینؑ ان کے متعلق حُسنِ ظن نہیں رکھتے تو پُوچھنے کا مقصد اس کے علاوہ کچھ نہیں ہو سکتا کہ آپ جو کچھ فرمائیں اسے اُچھال کر فضا کو ان کے خلاف اور ارکانِ شوریٰ کو ان سے بدظن کیا جائے اور ارکانِ شوریٰ کے نظریات

تو اسی سے ظاہر ہیں کہ وہ انتخابِ خلافت میں سیرتِ شیخین کی پابندی لگا کر شیخین سے اپنی عقیدت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ ان حالات میں جب مغیرہ نے یہ سازش کرنا چاہی تو آپ نے حکایت واقعہ کے طور پر فرمایا لقد ذھب بخیرھا ونجا من شرھا اس جملہ کو مدح و توصیف سے کوئی لگاؤ نہیں، یقیناً وہ اپنے دور میں ہر طرح کے فائدے اٹھاتے رہے اور بعد میں پیدا ہونے والے فتنوں سے ان کا دور خالی رہا۔ ابن ابی الحدید اس روایت کو درج کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ:۔

وھذا کما تری یقوی الظن ان المراد والمعنی بالکلام ھو عمر ابن الخطاب۔

اس روایت سے یہ ظن قوی ہو جاتا ہے کہ اس کلام سے مراد و مقصود عمر ابن خطاب ہیں۔

اگر اس کلام سے وہ کلمات مراد ہیں جو بنت ابی حثمہ نے کہے ہیں کہ جن کے متعلق امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ یہ اس کے دل کی آواز نہیں بلکہ اس سے کہلوائے گئے ہیں تو بیشک اس سے حضرت عمر مراد ہیں۔ لیکن یہ کہ یہ الفاظ امیر المومنینؑ نے ان کی مدح میں کہے ہیں تو یہ کہیں ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس روایت سے تو صراحۃً یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ الفاظ بنت ابی حثمہ نے کہے تھے، خدا جانے کس بنا پر۔ بنت ابی حثمہ کے الفاظ کو درج کر کے یہ دعویٰ کرنے کی جرأت کی جاتی ہے کہ یہ الفاظ امیر المومنینؑ نے حضرت عمر کے بارے میں کہے ہیں بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ امیر المومنینؑ نے کسی موقع پر یہ الفاظ کسی کے متعلق کہے ہوں گے اور بنت ابی حثمہ نے حضرت عمر کے انتقال پر ان سے ملتے جلتے ہوئے الفاظ کہے تو حضرت علیؑ کے کلمات کو بھی حضرت عمر کی مدح میں سمجھ لیا گیا ورنہ عقل اعتزال کے علاوہ کوئی عقل یہ تجویز نہیں کر سکتی کہ بنت ابی حثمہ کے کہے ہوئے الفاظ کو اس کی دلیل قرار دیا جائے کہ امیر المومنینؑ نے حضرت عمر کی مدح میں الفاظ فرمائے ہیں۔ کیا خطبہ شقشقیہ کے تصریحات کے بعد یہ توقع ہو سکتی ہے کہ امیر المومنینؑ نے ایسے الفاظ کہے ہوں گے۔ اور پھر غور طلب بات یہ ہے کہ اگر یہ الفاظ حضرت عمر کی رحلت کے موقع پر فرمائے ہوتے تو جب آپ شوریٰ کے موقع پر علانیہ سیرت شیخین کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیتے ہیں تو آپ سے یہ نہیں کہا جاتا کہ کل تو آپ یہ فرما رہے تھے کہ انھوں نے سنت کو قائم کیا اور بدعت کو مٹایا تو جب ان کی سیرت سنت سے ہمنوا ہے۔ تو پھر سنت کو تسلیم کرنے کے بعد سیرت سے انکار کرنے کے کیا معنی ہوتے ہیں۔

خطبہ ۲۲۶

وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

فِیْ وَصْفِ بَيْعَتِهٖ بِالْخِلَافَةِ وَقَدْ تَقَدَّمَ مِثْلُهٗ بِاَلْفَاظٍ مُّخْتَلِفَةٍ:

آپ کی بیعت کے بیان میں ایسا ہی ایک خطبہ اس سے قبل اس سے کچھ مختلف لفظوں میں گزر چکا ہے

وَبَسَطْتُمْ يَدِیْ فَكَفَفْتُهَا، وَمَدَدْتُمُوْهَا فَقَبَضْتُهَا، ثُمَّ تَدَاكَكْتُمْ عَلَیَّ تَدَاكَّ الْاِبِلِ

تم نے (بیعت کے لیے) میرا ہاتھ (اپنی طرف) پھیلانا چاہا تو میں نے اسے روکا اور تم نے کھینچا تو میں اسے سمیٹتا رہا مگر تم نے مجھ پر اس طرح ہجوم کیا جس طرح

الْهِيمِ عَلٰى حِيَاضِهَا يَوْمَ وُرُودِهَا حَتّٰى انْقَطَعَتِ النَّعْلُ وَ سَقَطَتِ الرِّدَاءُ وَ وُطِئَ الضَّعِيفُ وَ بَلَغَ مِنْ سُرُورِ النَّاسِ بِبَيْعَتِهِمْ اِيَّایَ اَنِ ابْتَهَجَ بِهَا الصَّغِيرُ وَ هَدَجَ اِلَيْهَا الْكَبِيرُ وَ تَحَامَلَ نَحْوَهَا الْعَلِيلُ، وَحَسَرَتْ اِلَيْهَا الْكِعَابُ۔

پیاسے اُونٹ پانی پینے کے دن تالابوں پر ٹوٹتے ہیں۔ یہاں تک کہ جوتی (کے تسمے) ٹوٹ گئے اور عبا کاندھے سے گر گئی۔ کمزور و ناتواں کچلے گئے اور میری بیعت پر لوگوں کی مسرت یہاں تک پہنچ گئی کہ چھوٹے چھوٹے بچے خوشیاں منانے لگے اور بوڑھے لڑکھڑاتے ہوئے قدموں سے بیعت کے لیے بڑھے۔ بیمار بھی اُٹھتے بیٹھتے ہوئے پہنچ گئے اور نوجوان لڑکیاں پردوں سے نکل کر دوڑ پڑیں۔

(وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ) خطبہ ۲۲۷

فَاِنَّ تَقْوَى اللّٰهِ مِفْتَاحُ سَدَادٍ، وَ ذَخِيرَةُ مَعَادٍ۔ وَعِتْقٌ مِنْ كُلِّ مَلَكَةٍ، وَ نَجَاةٌ مِنْ كُلِّ هَلَكَةٍ۔ بِهَا يَنْجَحُ الطَّالِبُ وَيَنْجُو الْهَارِبُ۔ وَتُنَالُ الرَّغَائِبُ۔ فَاعْمَلُوْا وَ الْعَمَلُ يُرْفَعُ، وَ التَّوْبَةُ تَنْفَعُ، الدُّعَاءُ يُسْمَعُ۔ وَ الْحَالُ هَادِئَةٌ، وَ الْاَقْلَامُ جَارِيَةٌ۔ وَبَادِرُوْا بِالْاَعْمَالِ عُمُرًا نَاكِسًا، وَمَرَضًا حَابِسًا اَوْ مَوْتًا خَالِسًا۔ فَاِنَّ الْمَوْتَ هَادِمُ لَذَّاتِكُمْ وَمُكَدِّرُ شَهَوَاتِكُمْ وَمُبَاعِدُ طِيَّاتِكُمْ زَائِرٌ غَيْرُ مَحْبُوبٍ، وَقِرْنٌ غَيْرُ مَغْلُوبٍ، وَوَاتِرٌ غَيْرُ مَطْلُوبٍ،

بے شک اللہ کا خوف ہدایت کی کلید اور آخرت کا ذخیرہ ہے (خواہشوں کی) ہر غلامی سے آزادی اور ہر تباہی سے رہائی کا باعث ہے۔ اس کے ذریعہ طلبگار منزل مقصود تک پہنچتا اور (سختیوں سے) بھاگنے والا نجات پاتا ہے اور مطلوبہ چیزوں تک پہنچ جاتا ہے۔ (اچھے) اعمال بجا لاؤ، ابھی جبکہ اعمال بلند ہو رہے ہیں توبہ فائدہ دے سکتی ہے۔ پکار سُنی جا رہی ہے۔ حالات پُرسکون اور (کراماً کاتبین کے) قلم رواں ہیں۔ ضعف و پیری کی طرف پلٹانے والی عمر زنجیر پا بن جانے والے مرض اور جھپٹ لینے والی موت سے پہلے اعمال کی طرف جلدی کرو کیونکہ موت تمہاری لذتوں کو تباہ کرنے والی خواہشات کو مکدر بنانے والی اور تمہاری منزلوں کو دُور کر دینے والی ہے۔ یہ ناپسندیدہ ملاقاتی اور شکست نہ کھانے والا حریف ہے اور ایسی خونخوار ہے کہ اس سے (خون بہا کا) مطالبہ نہیں کیا جا سکتا۔ اس

قَدْ أَعْلَقَتْكُمْ حَبَائِلُهُ، وَتَكَنَّفَتْكُمْ غَوَائِلُهُ، وَأَقْصَدَتْكُمْ مَعَابِلُهُ، وَعَظُمَتْ فِيكُمْ سَطْوَتُهُ، وَتَتَابَعَتْ عَلَيْكُمْ عَدْوَتُهُ، وَقَلَّتْ عَنْكُمْ نَبْوَتُهُ. فَيُوشِكُ أَنْ تَغْشَاكُمْ دَوَاجِي ظُلَلِهِ، وَاحْتِدَامُ عِلَلِهِ، وَحَنَادِسُ غَمَرَاتِهِ، وَغَوَاشِي سَكَرَاتِهِ، وَأَلِيمُ إِرْهَاقِهِ، وَدُجُوُّ أَطْبَاقِهِ، وَجُشُوبَةُ مَذَاقِهِ. فَكَأَنْ قَدْ أَتَاكُمْ بَغْتَةً فَأَسْكَتَ نَجِيَّكُمْ، وَفَرَّقَ نَدِيَّكُمْ، وَعَفَّى آثَارَكُمْ، وَعَطَّلَ دِيَارَكُمْ، وَبَعَثَ وُرَّاثَكُمْ يَقْتَسِمُونَ تُرَاثَكُمْ، بَيْنَ حَمِيمٍ خَاصٍّ لَمْ يَنْفَعْ، وَقَرِيبٍ مَحْزُونٍ لَمْ يَمْنَعْ، وَآخَرَ شَامِتٍ لَمْ يَجْزَعْ. فَعَلَيْكُمْ بِالْجِدِّ وَالِاجْتِهَادِ، وَالتَّأَهُّبِ وَالِاسْتِعْدَادِ، وَالتَّزَوُّدِ فِي مَنْزِلِ الزَّادِ. وَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الدُّنْيَا كَمَا غَرَّتْ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ مِنَ الْأُمَمِ الْمَاضِيَةِ وَالْقُرُونِ الْخَالِيَةِ الَّذِينَ احْتَلَبُوا دِرَّتَهَا، وَأَصَابُوا غِرَّتَهَا، وَأَفْنَوْا عِدَّتَهَا

کے پھندے تمھیں جکڑے ہوئے ہیں اور اس کی تباہ کاریاں تمھیں گھیرے ہوئے ہیں اور اس کے (تیروں کے) پھل تمھیں سیدھا نشانہ بنائے ہوئے ہیں اور تم پر اس کا غلبہ و تسلط عظیم اور تم پر اس کا ظلم و تعدی برابر جاری ہے اور اس کے وار کے خالی جانے کا امکان کم ہے۔ قریب ہے کہ سحاب مرگ کی تیرگیاں۔ مرض الموت کے لوکے جان لیوا سختیوں کے اندھیرے، سانس اکھڑنے کی مدہوشیاں، جان کنی کی اذیتیں، اس کے ہر طرف سے چھا جانے کی تاریکی اور کام و دہن کے لیے اس کی بدمزگی تمھیں گھیر لے گویا کہ وہ تم پر اچانک آپڑی ہے کہ جس نے تمھارے ساتھ چپکے چپکے باتیں کرنے والے کو خاموش کر دیا اور تمھاری جماعت کو متفرق و پراگندہ کر دیا اور تمھارے نشانات کو مٹا دیا اور تمھارے گھروں کو سنسان کر دیا۔ اور تمھارے وارثوں کو تیار کر دیا، کہ وہ تمھارے ترکہ کو مخصوص عزیزوں میں کہ جنھوں نے تمھیں کچھ بھی فائدہ نہ دیا اور ان غم زدہ قریبیوں میں کہ جو (موت کو) روک نہ سکے اور اُن خوش ہونے والے (رشتہ داروں) میں جو ذرا بے چین نہیں ہوتے۔ تقسیم کر لیں لہٰذا تمھیں لازم ہے کہ تم سعی و کوشش کرو، اور (سفرِ آخرت کے لیے) تیار ہو جاؤ اور سروسامان مہیا کرو اور زاد مہیا کر لینے والی منزل سے زاد فراہم کر لو۔ دُنیا تمھیں فریب نہ دے۔ جس طرح تم سے پہلے گزر جانے والی امتوں اور گزشتہ لوگوں کو فریب دیا کہ جنھوں نے اس دُنیا کا دودھ دوہا اور اس کی غفلت سے فائدہ اُٹھا لے گئے اور اس کے گنے چنے (دنوں کو) فنا اور

وَاَخْلَقُوْا جِدَّتَهَا وَ اَصْبَحَتْ مَسَاكِنُهُمْ اَجْدَاثًا، وَاَمْوَالُهُمْ مِيْرَاثًا۔ لَا يَعْرِفُوْنَ مَنْ اَتَاهُمْ، وَلَا يَحْفِلُوْنَ مَنْ بَكَاهُمْ، وَ لَا يُجِيْبُوْنَ مَنْ دَعَاهُمْ فَاحْذَرُوا الدُّنْيَا فَاِنَّهَا غَدَّارَةٌ، غَرَّارَةٌ خَدُوْعٌ مُعْطِيَةٌ مَنُوْعٌ، مُلْبِسَةٌ نَزُوْعٌ۔ لَا يَدُوْمُ رَخَاؤُهَا، وَلَا يَنْقَضِىْ عَنَاؤُهَا، وَلَا يَرْكُدُ بَلَاؤُهَا۔

تازگیوں کو پژمردہ کر دیا، اِن کے گھروں نے قبروں کی صورت اختیار کر لی، اُن کا مال ترکہ بن گیا جو ان کی قبروں پر آتا ہے، اِسے پہچانتے نہیں جو انھیں روتا ہے اس کی پروا نہیں کرتے، اور جو پکارے اُسے جواب نہیں دیتے اِس دُنیا سے ڈرو، کہ یہ غدار، دھوکہ باز اور فریب کار ہے' دینے والی (اور پھر) لے لینے والی ہے۔ لباس پہنانے والی (اور پھر اُتروا لینے والی ہے۔ اِس کی آسائشیں ہمیشہ نہیں رہتیں نہ اِس کی سختیاں ختم ہوتی ہیں، اور نہ اِس کی مصیبتیں تھمتی ہیں۔

(وَمِنْهَا فِىْ صِفَةِ الزُّهَّادِ) كَانُوْا قَوْمًا مِنْ اَهْلِ الدُّنْيَا وَلَيْسُوْا مِنْ اَهْلِهَا فَكَانُوْا فِيْهَا كَمَنْ لَيْسَ مِنْهَا۔ عَمِلُوْا فِيْهَا بِمَا يُبْصِرُوْنَ وَبَادَرُوْا فِيْهَا مَا يَحْذَرُوْنَ. تَقَلَّبُ اَبْدَانُهُمْ بَيْنَ ظَهْرَانَىْ اَهْلِ الْاٰخِرَةِ، يَرَوْنَ اَهْلَ الدُّنْيَا يُعَظِّمُوْنَ مَوْتَ اَجْسَادِهِمْ وَهُمْ اَشَدُّ اِعْظَامًا لِمَوْتِ قُلُوْبِ اَحْيَائِهِمْ۔

اس خطبہ کا یہ حصّہ زاہدوں کے اوصاف میں ہے

وُہ ایسے لوگ تھے جو اہلِ دُنیا میں سے تھے۔ مگر (حقیقتہً) دُنیا والے نہ تھے۔ وُہ دنیا میں اس طرح رہے کہ گویا دُنیا سے نہ ہوں۔ اُن کا عمل ان چیزوں پر ہے۔ جنھیں خوب جانے پہچانے ہوئے ہیں اور جس چیز سے خائف ہیں اُس سے بچنے کے لیے جلدی کرتے ہیں۔ اُن کے جسم گویا اہلِ آخرت کے مجمع میں گردش کر رہے ہیں وُہ اہلِ دُنیا کو دیکھتے ہیں کہ وُہ ان کی جسمانی موت کو بڑی اہمیت دیتے ہیں اور وُہ اِن اشخاص کے حال کو زیادہ اندوہناک سمجھتے ہیں، جو زندہ ہیں مگر اُن کے دِل مُردہ ہیں۔

(وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ) خطبہ ۲۲۸

خَطَبَهَا بِذِیْ قَارٍ وَهُوَ مُتَوَجِّهٌ اِلَى الْبَصْرَةِ۔ ذَكَرَهَا الْوَاقِدِیُّ فِىْ كِتَابِ الْجَمَلِ:

امیرالمومنینؑ نے بصرہ کی طرف جاتے ہوئے مقام ذی قار میں یہ خُطبہ ارشاد فرمایا، اِس کا واقدی نے کتاب الجمل میں ذکر کیا ہے۔

فَصَدَعَ بِمَا أُمِرَ بِهِ، وَبَلَّغَ رِسَالَاتِ رَبِّهِ فَلَمَّ اللّٰهُ بِهِ الصَّدْعَ وَرَتَقَ بِهِ الْفَتْقَ. وَأَلَّفَ بِهِ الشَّمْلَ بَيْنَ ذَوِي الْأَرْحَامِ بَعْدَ الْعَدَاوَةِ الْوَاغِرَةِ فِي الصُّدُورِ وَالضَّغَائِنِ الْقَادِحَةِ فِي الْقُلُوبِ.

رسولؐ کو جو حکم تھا اُسے آپ نے کھول کر بیان کر دیا اور اللہ کے پیغامات پہنچا دیئے۔ اللہ نے آپ کے ذریعہ بکھرے ہوئے افراد کی شیرازہ بندی کی سینوں میں بھری ہوئی سخت عداوتوں اور دلوں میں بھڑک اُٹھنے والے کینوں کے بعد خویش و اقارب کو آپس میں شیر و شکر کر دیا۔

(وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) خطبہ ۲۲۹

كَلَّمَ بِهِ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ زَمْعَةَ وَهُوَ مِنْ شِيعَتِهِ وَذٰلِكَ أَنَّهُ قَدِمَ عَلَيْهِ فِي خِلَافَتِهِ يَطْلُبُ مِنْهُ مَالًا فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

إِنَّ هٰذَا الْمَالَ لَيْسَ لِي وَلَا لَكَ، وَإِنَّمَا هُوَ فَيْءٌ لِلْمُسْلِمِينَ وَجَلْبُ أَسْيَافِهِمْ، فَإِنْ شَرِكْتَهُمْ فِي حَرْبِهِمْ كَانَ لَكَ مِثْلُ حَظِّهِمْ، وَإِلَّا فَجَنَاةُ أَيْدِيهِمْ لَا تَكُونُ لِغَيْرِ أَفْوَاهِهِمْ.

عبداللہ ابن زمعہ جو آپ کی جماعت میں محسوب ہوتا تھا آپ کے زمانۂ خلافت میں کچھ مال طلب کرنے کے لیے حضرت کے پاس آیا تو آپ نے ارشاد فرمایا۔

یہ مال نہ میرا ہے نہ تمھارا بلکہ مسلمانوں کا حق مشترک اور اُن کی تلواروں کا جمع کیا ہوا سرمایہ ہے اگر تم اِن کے ساتھ جنگ میں شریک ہوئے ہوتے تو تمھارا حصہ بھی اُن کے برابر ہوتا، ورنہ ان کے ہاتھوں کی کمائی دوسروں کے مُنہ کا نوالہ بننے کے لیے نہیں ہے۔

(وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) خطبہ ۲۳۰

أَلَا وَإِنَّ اللِّسَانَ بَضْعَةٌ مِنَ الْإِنْسَانِ فَلَا يُسْعِدُهُ الْقَوْلُ إِذَا امْتَنَعَ وَلَا يُمْهِلُهُ النُّطْقُ إِذَا اتَّسَعَ. وَإِنَّا لَأُمَرَاءُ الْكَلَامِ، وَفِينَا تَنَشَّبَتْ عُرُوقُهُ وَعَلَيْنَا

معلوم ہونا چاہیئے کہ زبان انسان (کے بدن کا) ایک ٹکڑا ہے۔ جب انسان (کا ذہن) رک جائے تو پھر کلام اُن کا ساتھ نہیں دیا کرتا اور جب اُس کے (معلومات میں) وسعت ہو تو پھر کلام زبان کو رکنے کی مہلت نہیں دیا کرتا، اور ہم (اہلبیت) اقلیم سخن کے فرمانروا ہیں۔ وہ ہمارے رگ و پے میں سمایا ہوا ہے اور اس کی شاخیں

تَهَدَّلَتْ غُصُونُهُ۔

وَاعْلَمُوا رَحِمَكُمُ اللهُ أَنَّكُمْ فِي زَمَانٍ الْقَائِلُ فِيهِ بِالْحَقِّ قَلِيلٌ، وَ اللِّسَانُ عَنِ الصِّدْقِ كَلِيلٌ، وَاللَّازِمُ لِلْحَقِّ ذَلِيلٌ۔ أَهْلُهُ مُعْتَكِفُونَ عَلَى الْعِصْيَانِ، مُصْطَلِحُونَ عَلَى الْإِدْهَانِ، فَتَاهُمْ عَارِمٌ، وَشَائِبُهُمْ آثِمٌ، وَ عَالِمُهُمْ مُنَافِقٌ، وَقَارِنُهُمْ مُمَاذِقٌ لَا يُعَظِّمُ صَغِيرُهُمْ كَبِيرَهُمْ، وَلَا يَعُولُ غَنِيُّهُمْ فَقِيرَهُمْ۔

ہم پر جھکی ہوئی ہیں۔

خدا تم پر رحم کرے اس بات کو جان لو کہ تم ایسے دَور میں ہو جس میں حق گو کم، زبانیں صدق بیانی سے کُند اور حق والے ذلیل و خوار ہیں۔ یہ لوگ گناہ و نافرمانی پر جمے ہوئے ہیں اور ظاہرداری و نفاق کی بنا پر ایک دُوسرے سے صلح و صفائی رکھتے ہیں۔ ان کے جوان بدخو، ان کے بوڑھے گنہگار، ان کے عالم منافق اور ان کے واعظ چاپلوس ہیں، نہ چھوٹے بڑوں کی تعظیم کرتے ہیں اور نہ مال دار فقیر و بے نوا کی دستگیری کرتے ہیں۔

ﻟﻪ امیرالمومنین علیہ السلام نے ایک موقعہ پر اپنے بھانجے جعدہ ابن ہبیرہ مخزومی سے فرمایا کہ وہ خطبہ دیں، مگر جب خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے تو زبان لڑکھڑانے لگی اور کچھ نہ کہہ سکے۔ جس پر حضرت خطبہ دینے کے لیے منبر پر بلند ہوئے اور ایک طویل خطبہ ارشاد فرمایا جس کے چند جملے سیّد رضی نے یہاں درج کیے ہیں۔

(وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) خطبہ ۲۳۱

رَوَى ذِعْلِبٌ الْيَمَانِيُّ عَنْ أَحْمَدَ بْنِ قُتَيْبَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ مَالِكِ بْنِ دِحْيَةَ قَالَ: كُنَّا عِنْدَ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَقَدْ ذُكِرَ عِنْدَهُ اخْتِلَافُ النَّاسِ فَقَالَ:

إِنَّمَا فَرَّقَ بَيْنَهُمْ مَبَادِئُ طِينِهِمْ وَذَلِكَ أَنَّهُمْ كَانُوا فِلْقَةً مِنْ سَبَخِ أَرْضٍ وَعَذْبِهَا، وَحَزْنِ تُرْبَةٍ وَسَهْلِهَا۔ فَهُمْ عَلَى حَسَبِ قُرْبِ أَرْضِهِمْ

ذعلب یمانی نے ابن قتیبہ سے اور اُس نے عبداللہ ابن یزید سے اُنھوں نے مالک ابن دحیہ سے روایت کی ہے کہ اُنھوں نے کہا کہ ہم امیرالمومنینؑ کی خدمت میں حاضر تھے کہ لوگوں کے اختلاف (صورت و سیرت) کا ذکر چھڑا، تو آپ نے فرمایا:۔

ان کے مبدا طینت نے ان میں تفریق پیدا کر دی ہے اور یہ اس طرح کہ وہ شورہ زار و شیریں زمین اور سخت و نرم مٹی سے پیدا ہوئے ہیں۔ لہٰذا وہ زمین کے قرب کے اعتبار سے متفق ہوتے اور اختلاف کے تناسب سے

يَتَقَارَبُونَ، وَعَلَى قَدْرِ اِخْتِلَافِهَا يَتَفَاوَتُونَ۔ فَتَامُّ الرُّوَاءِ نَاقِصُ الْعَقْلِ، وَمَادُّ الْقَامَةِ قَصِيرُ الْهِمَّةِ، وَزَاكِي الْعَمَلِ قَبِيحُ الْمَنْظَرِ، وَقَرِيبُ الْقَعْرِ بَعِيدُ السَّبْرِ، وَمَعْرُوفُ الضَّرِيبَةِ مُنْكَرُ الْجَلِيبَةِ، وَتَائِهُ الْقَلْبِ مُتَفَرِّقُ اللُّبِّ، وَطَلِيقُ اللِّسَانِ حَدِيدُ الْجَنَانِ۔

مختلف ہوتے ہیں (اس پر کبھی ایسا ہوتا ہے کہ) پورا خوش شکل انسان عقل میں ناقص اور بلند قامت آدمی پست ہمت ہو جاتا ہے اور نیکوکار، بدصورت اور کوتاہ قامت دُور اندیش ہوتا ہے اور طبعاً نیک سرشت کسی بُری عادت کو پیچھے لگا لیتا ہے، اور پریشان دل والا پراگندہ عقل اور چلتی ہوئی زبان والا ہوش مند دل رکھتا ہے۔

لہ حضرت نے اس کلام میں انسانی صُورت و سیرت کے اختلاف کا سبب انسان کے مبادی طینت کو قرار دیا ہے کہ جن کے مُطابق ان کے خط و خال بنتے اور سیرت و کردار کے سانچے ڈھلتے ہیں۔ چنانچہ انسانوں کے مبادی طینت میں جتنا باہمی قرب ہوگا اُتنا ہی ان کے ذہنی و فکری رجحانات ہم آہنگ ہوں گے اور جتنا اُن میں بُعد ہوگا، اُتنا ہی اُن کے امیال و عواطف میں اختلاف اُبھرے گا مبادی شے سے مُراد وہ چیزیں ہوتی ہیں کہ جن پر اس کے وجود کا انحصار ہو، مگر وہ اس کے لیے علت نہ ہوں اور طین طینت کی جمع ہے جس کے معنی اصل و بُنیاد کے ہوتے ہیں اور یہاں پر طینت سے مراد نُطفہ ہے کہ جو نشو و نما کی مختلف منزلوں سے گزر کر انسانی صُورت میں رونما ہوتا ہے اور اس کے مبادی سے مُراد وہ اجزاء عنصریہ ہیں جن سے اُن چیزوں کی پیدائش ہوتی ہے جس سے نُطفہ کی تخلیق وابستہ ہے۔ چنانچہ زمین شورہ زار و شیریں اور نرم و سخت سے انہی اجزاء عنصریہ کی طرف اشارہ کیا ہے اور یہ اجزاء عنصریہ چونکہ مختلف کیفیات کے حامل ہوتے ہیں۔ لہٰذا ان سے پیدا ہونے والا نطفہ بھی مختلف خصُوصیات و استعدادات کا حامل ہوگا۔ جن کا اظہار اِس سے پیدا ہونے والی مخلوق کے اختلاف صور و اخلاق سے ہوتا ہے۔

ابن ابی الحدید نے تحریر کیا ہے کہ مبادی طینت سے مراد نفوس مدبّرہ ہیں کہ جو اپنی ماہیات میں مختلف ہوتے ہیں جیسا کہ افلاطون اور حکماء کی ایک جماعت کا مسلک ہے اور انھیں مبادی طینت سے تعبیر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ جسم انسانی کے لیے حصار اور عناصر کے متفرق و پاشاں ہونے سے مانع ہوتے ہیں تو جس طرح شے کا وجُود اس سے مبادی پر منحصر ہوتا ہے۔ اُسی طرح جسد عنصری کی بقاء نفس مدبرہ پر منحصر ہے۔ چنانچہ جب تک نفس مدبرہ باقی رہتا ہے بدن شکست و ریخت سے اور عناصر منتشر و پراگندہ ہونے سے محفُوظ رہتے ہیں اور جب وہ بدن کا ساتھ چھوڑ دیتا ہے تو پھر عناصر کا شیرازہ بھی بکھر جاتا ہے۔

اِس تاویل کی بنا پر حضرت کے ارشاد کا مطلب یہ ہوگا کہ قدرت نے مختلف نفوس پیدا کیے ہیں جن میں سے کچھ شقی ہیں کچھ سعید اور کچھ ضعیف ہیں اور کچھ قوی اور جس میں جیسا نفس کارفرما ہوگا اُس سے ویسے ہی افعال و اعمال صادر ہوں گے اور دو شخصوں کے رجحانات میں اگر یکسانیت و ہمرنگی ہوتی ہے تو اس لیے کہ ان کے نفس یکساں و ہمرنگ ہیں اور اگر ان کے میلانات میں

فرق ہوتا ہے تو اس لیے کہ ان کے نفس آپس میں کوئی مناسبت نہیں رکھتے۔ لیکن یہ تاویل قابل قبول نہیں کیونکہ امیرالمومنینؑ کے ارشاد میں صرف سیرت و کردار کے اختلاف کا تذکرہ نہیں بلکہ صورت و شکل کے اختلاف کا بھی ذکر ہے اور صورت و شکل کے اختلاف کو نفس کے اختلاف کا نتیجہ نہیں قرار دیا جا سکتا۔

بہرصورت انسانی صورت و سیرت کے اختلاف کی وجہ نفوس مدبرہ ہوں یا اجزاء عنصریہ ان کلمات سے نفی اختیار اور جبر کا توہم ہوتا ہے کہ اگر انسان کی فکری و عملی خصوصیات طینت کی کارفرمائی کی وجہ سے ہوتی ہیں تو وہ اپنے کو ایک معینہ سانچے میں ڈھالنے پر مجبور ہوگا کہ جس کی وجہ سے نہ اچھی خصلت پر تحسین و آفرین کا مستحق قرار پائے گا اور نہ بری خصلت پر نفرت و ملامت کے قابل سمجھا جائے گا۔ لیکن یہ توہم غلط ہے، کیونکہ یہ چیز اپنے مقام پر ثابت ہے۔ کہ خداوند عالم جس طرح کائنات کی ہر چیز کو اس کے موجود ہونے کے بعد جانتا ہے۔ اسی طرح اس کے موجود ہونے سے پہلے بھی جانتا تھا، اور اس کے علم میں تھا کہ انسان اپنے ارادہ و اختیار سے کن چیزوں پر عمل کرے گا، اور کن چیزوں کو ترک کرے گا تو قدرت نے اس کے اختیاری افعال کے لحاظ سے ویسی ہی اسے استعداد دے دی اور ویسی ہی طینت سے اسے خلق کر دیا اور یہ طینت ان افعال کے وقوع کی علت نہیں کہ انسان کو مجبور قرار دے کر اس سے اختیار کو سلب کر لیا جائے، بلکہ مناسب طینت سے خلق کرنے کے معنی یہ ہیں کہ اللہ اس کے لیے بجبر مانع نہیں ہوتا اور جس راہ پر وہ با اختیار خود چلنا چاہتا ہے۔ چلنے دیتا ہے۔

خطبہ ۲۳۲

(وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)
قَالَهُ وَهُوَ يَلِي غُسْلَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَتَجْهِيزَهُ:

بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي يَا رَسُولَ اللهِ لَقَدِ انْقَطَعَ بِمَوْتِكَ مَا لَمْ يَنْقَطِعْ بِمَوْتِ غَيْرِكَ مِنَ النُّبُوَّةِ وَالْأَنْبَاءِ وَأَخْبَارِ السَّمَاءِ۔ خَصَصْتَ حَتَّى صِرْتَ مُسَلِّيًا عَمَّنْ سِوَاكَ وَعَمَمْتَ حَتَّى صَارَ النَّاسُ فِيكَ سَوَاءً۔ وَلَوْ لَا أَنَّكَ أَمَرْتَ بِالصَّبْرِ وَنَهَيْتَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غسل و کفن دیتے وقت فرمایا:-

یا رسول اللہؐ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ آپ کے رحلت فرما جانے سے نبوت، خدائی احکام اور آسمانی خبروں کا سلسلہ قطع ہو گیا جو کسی اور (نبی) کے انتقال سے قطع نہیں ہوا تھا (آپ نے) اس مصیبت میں اپنے اہلبیت کو مخصوص کیا۔ یہاں تک کہ آپ نے دوسروں کے غموں سے تسلی دے دی اور (اس غم کو) عام بھی کر دیا کہ سب لوگ آپ کے (سوگ میں) برابر کے شریک ہیں۔ اگر آپ نے صبر کا حکم اور نالہ و فریاد سے

عَنِ الْجَزَعِ لَاَنْفَدْنَا عَلَيْكَ مَاءَ الشُّئُوْنِ، وَلَكَانَ الدَّاءُ مُمَاطِلًا وَالْكَمَدُ مُحَالِفًا وَقَلَّا لَكَ، وَلٰكِنَّهُ مَا لَا يُمْلَكُ رَدُّهُ وَلَا يُسْتَطَاعُ دَفْعُهُ۔ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ اُذْكُرْنَا عِنْدَ رَبِّكَ وَاجْعَلْنَا مِنْ بَالِكَ۔

روکا نہ ہوتا تو ہم آپ کے غم میں آنسوؤں کا ذخیرہ ختم کر دیتے اور یہ درد منت پذیر درماں نہ ہوتا اور یہ غم و حزن ساتھ نہ چھوڑتا (پھر بھی یہ) گریہ و بکا اور اندوہ حزن آپ کی مصیبت کے مقابلہ میں کم ہوتا۔ لیکن موت ایسی چیز ہے کہ جس کا پلٹانا اختیار میں نہیں ہے اور نہ اس کا دور کرنا بس میں ہے۔ میرے ماں باپ آپ پر نثار ہوں۔ ہمیں بھی اپنے پروردگار کے پاس یاد کیجیے گا۔ اور ہمارا خیال رکھیے گا۔

خطبہ ۲۳۳

(وَمِنْ كَلَامٍ لَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

اِقْتَصَّ فِيْهِ ذِكْرَ مَا كَانَ مِنْهُ بَعْدَ هِجْرَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ ثُمَّ لَحَاقَهٗ بِهٖ:

فَجَعَلْتُ اَتْبَعُ مَاْخَذَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَاَطَاُ ذِكْرَهٗ حَتّٰى انْتَهَيْتُ اِلَى الْعَرَجِ (فِیْ كَلَامٍ طَوِيْلٍ)۔ قَالَ الشَّرِيْفُ (قَوْلُهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ: فَاَطَاُ ذِكْرَهٗ، مِنَ الْكَلَامِ الَّذِیْ رُمِیَ بِهٖ اِلٰى غَايَتَیِ الْاِيْجَازِ وَالْفَصَاحَةِ اَرَادَ اَنِّیْ كُنْتُ اُعْطٰى خَبَرَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مِنْ بَدْءِ خُرُوْجِیْ اِلٰى اَنِ انْتَهَيْتُ اِلٰى هٰذَا الْمَوْضِعِ فَكَنّٰى عَنْ ذٰلِكَ بِهٰذِهِ الْكِنَايَةِ الْعَجِيْبَةِ)

اس[1] میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت کے بعد اپنی کیفیت اور پھر ان تک پہنچنے تک کی حالت کا تذکرہ کیا ہے:-

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راستہ پر روانہ ہوا، اور آپ کے ذکر کے خطوط پر قدم رکھتا ہوا مقام عرج تک پہنچ گیا۔

سید رضی کہتے ہیں کہ یہ ٹکڑا ایک طویل کلام کا جزء ہے اور (فاطأ ذکرہ) ایسا کلام ہے جس میں منتہا درجہ کا اختصار اور فصاحت ملحوظ رکھی گئی ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ابتدائے سفر سے لے کر یہاں تک کہ میں اس مقام عرج تک پہنچا برابر آپ کی اطلاعات مجھے پہنچ رہی تھیں۔ آپ نے اس مطلب کو اس عجیب و غریب کنایہ میں ادا کیا ہے۔

---

[1] پیغمبر اسلام بعثت کے بعد تیرہ برس تک مکہ میں رہے۔ یہ عرصہ آپ کی انتہائی مظلومیت و بے سروسامانی کا تھا۔ کفار

کفارِ قریش نے آپ پر وسائل معیشت کے تمام دروازے بند کر دیئے تھے اور ایذا رسانی کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا تھا یہاں تک کہ آپ کی جان کے دشمن ہو کر اس فکر میں لگ گئے کہ کسی طرح آپ کا کام تمام کر دیا جائے۔ چنانچہ ان کے چالیس سرکردہ افراد دار الندوہ میں صلاح و مشورہ کے لیے جمع ہوئے اور یہ فیصلہ کیا کہ ہر قبیلہ سے ایک ایک فرد منتخب کر لیا جائے اور وہ مل کر آپ پر حملہ کریں اسی طرح بنی ہاشم یہ جرأت نہ کر سکیں گے کہ تمام قبائل کا مقابلہ کریں اور یہ معاملہ خون بہا پر ٹل جائے گا اس قرارداد کو عملی جامہ پہنانے کے لیے ربیع الاول کی شب اوّل کو یہ لوگ پیغمبر کے گھر کے قریب گھات لگا کر بیٹھ گئے کہ جب حضرت بستر پر استراحت فرمائیں تو ان پر حملہ کر دیا جائے۔ ادھر قتل کی تیاری مکمل ہو چکی تھی۔ ادھر قدرت نے کفارِ قریش کی تمام سازشوں سے آپ کو آگاہ کر دیا اور حضرت علیؑ کو اپنے بستر پر سُلا کر مدینہ کی طرف ہجرت کر جانے کا حکم دیا چنانچہ پیغمبرؐ نے علی ابن ابی طالب کو بُلا کر اُن سے اپنا ارادہ ظاہر کیا اور فرمایا کہ اے علی تم میرے بستر پر لیٹ جاؤ۔ امیر المومنینؑ نے کہا کہ یا رسول اللہؐ کیا میرے سو جانے سے آپ کی جان بچ جائے گی۔ فرمایا کہ ہاں! یہ سُن کر امیر المومنین سجدۂ شکر بجا لائے، اور سر و تن کی بازی لگا کر رسولؐ کے بستر پر لیٹ گئے اور پیغمبرؐ مکان کے عقبی دروازے سے نکل گئے۔ کفارِ قریش جھانک جھانک کر دیکھ رہے تھے۔ اور حملہ کے لیے پر تول رہے تھے کہ ابولہب نے کہا کہ رات کے وقت حملہ کرنا مناسب نہیں۔ کیونکہ گھر میں عورتیں بچے ہیں جب صبح ہو تو حملہ کر دینا اور رات بھر ان پر کڑی نگرانی رکھو کہ اِدھر اُدھر نہ ہونے پائیں۔ چنانچہ رات بھر وہ بستر پر نظریں جمائے رہے اور جب پو پھوٹی تو دبے پاؤں آگے بڑھے۔ امیر المومنینؑ نے اُن کے قدموں کی چاپ سُن کر چادر اُلٹ دی اور اُٹھ کھڑے ہوئے۔ قریش آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگے کہ یہ نظروں کا پھیر ہے یا حقیقت ہے۔ مگر جب یقین ہو گیا کہ یہ علی ہیں تو پوچھا کہ محمدؐ کہاں ہیں، فرمایا کہ کیا مجھے سپرد کر گئے تھے جو مجھ سے پوچھتے ہو۔ اس کا ان کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔ تعاقب میں آدمی دوڑے۔ مگر غارِ ثور تک نشان قدم ملتا رہا اور اس کے بعد نہ نشان قدم تھا اور نہ غار میں چھپنے کے کچھ آثار تھے حیران و سراسیمہ ہو کر پلٹ آئے، اور پیغمبرؐ تین دن غارِ ثور میں گزار کر مدینہ کی طرف چل دیئے۔ امیر المومنین نے یہ تین دن مکہ میں گزارے، لوگوں کی امانتیں اُن کے حوالے کیں اور پھر پیغمبرؐ کی جستجو میں مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ مقام عرج تک جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک بستی ہے پیغمبرؐ کا پتہ اُنھیں چلتا رہا۔ اور اُن کی تلاش میں قدم شوق اُٹھتا رہا۔ یہاں تک کہ بارہ ربیع الاول کو مقام قبا میں پیغمبر سے جا ملے اور پھر انہی کے ہمراہ مدینہ میں داخل ہوئے۔

(وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ) خطبہ ۲۳۴

فَاعْمَلُوْا وَ اَنْتُمْ فِیْ نَفَسِ الْبَقَآءِ، وَ الصُّحُفُ مَنْشُوْرَةٌ، وَ التَّوْبَةُ

اعمال بجا لاؤ، ابھی جب کہ تم زندگی کی فراخی و وسعت میں ہو اعمال نامے کھلے ہوئے اور توبہ

مَبْسُوطَةٌ. وَالْمُدْبِرُ يُدْعَى، وَالْمُسِيءُ يُرْجَى. قَبْلَ أَنْ يَخْمُدَ الْعَمَلُ، وَيَنْقَطِعَ الْمَهَلُ، وَيَنْقَضِيَ الْأَجَلُ، وَيُسَدَّ بَابُ التَّوْبَةِ وَتَصْعَدَ الْمَلَائِكَةُ.

فَأَخَذَ امْرُؤٌ مِنْ نَفْسِهِ، لِنَفْسِهِ. وَأَخَذَ مِنْ حَيٍّ لِمَيِّتٍ، وَمِنْ فَانٍ لِبَاقٍ، وَمِنْ ذَاهِبٍ لِدَائِمٍ امْرُؤٌ خَافَ اللَّهَ وَهُوَ مُعَمَّرٌ إِلَى أَجَلِهِ، وَمَنْظُورٌ إِلَى عَمَلِهِ، امْرُؤٌ لَجَمَ نَفْسَهُ بِلِجَامِهَا وَزَمَّهَا بِزِمَامِهَا، فَأَمْسَكَهَا بِلِجَامِهَا عَنْ مَعَاصِي اللَّهِ وَقَادَهَا بِزِمَامِهَا إِلَى طَاعَةِ اللَّهِ.

کا دامن پھیلا ہوا ہے۔ اللہ سے رُخ پھیر لینے والے کو پکارا جا رہا ہے۔ اور گنہگاروں کو اُمید دلائی جا رہی ہے قبل اس کے کہ عمل کی روشنی گل ہو جائے اور مہلت ہاتھ سے جاتی رہے اور مدّت ختم ہو جائے اور توبہ کا دروازہ بند ہو جائے اور ملائکہ آسمان پر چڑھ جائیں

چاہیئے کہ انسان خود اپنے سے اپنے واسطے اور زندہ سے مُردہ کے لیے اور فانی سے باقی کی خاطر اور جانے والی زندگی سے حیاتِ جاودانی کے لیے نفع و بہبود حاصل کرے وہ انسان جسے ایک مدّت تک عمر دی گئی ہے اور عمل کی انجام دہی کے لیے مہلت بھی ملی ہے۔ اُسے اللہ سے ڈرنا چاہیئے۔ مرد وہ ہے جو اپنے نفس کو لگام دے کر اور اُس کی باگیں چڑھا کر اپنے قابو میں رکھے اور لگام کے ذریعہ اُسے اللہ کی نافرمانیوں سے روکے اور اُس کی باگیں تھام کر اللہ کی اطاعت کی طرف اُسے کھینچ لے جائے۔

خطبہ ۲۳۵

(وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) فِي شَأْنِ الْحَكَمَيْنِ وَذَمِّ أَهْلِ الشَّامِ:

جُفَاةٌ طَغَامٌ، عَبِيدٌ أَقْزَامٌ، جُمِعُوا مِنْ كُلِّ أَوْبٍ، وَتُلُقِّطُوا مِنْ كُلِّ شَوْبٍ، مِمَّنْ يَنْبَغِي أَنْ يُفَقَّهَ وَيُؤَدَّبَ وَيُعَلَّمَ وَيُدَرَّبَ، وَيُوَلَّى عَلَيْهِ وَيُؤْخَذَ عَلَى يَدَيْهِ

دونوں ثالثوں (ابوموسیٰ و عمرو ابن عاص) کے بارے میں اور اہلِ شام کی مذمت میں فرمایا۔

وہ تند خو اوباش اور کمینے بدقماش ہیں کہ جو ہر طرف سے اکٹھا کر لیے گئے ہیں اور مخلوط النسب لوگوں میں سے چُن لیے گئے ہیں۔ وہ ان لوگوں میں سے ہیں جو جہالت کی بنا پر اس قابل ہیں کہ انھیں (ابھی اسلام کے متعلق) کچھ بتایا جائے اور شائستگی سکھائی جائے (اچھائی اور بُرائی کی تعلیم) دی جائے اور (عمل کی) مشق کرائی جائے

لَيْسُوا مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ، وَ لَا مِنَ الَّذِيْنَ تَبَوَّأُ الدَّارَ۔

اَلَا وَ اِنَّ الْقَوْمَ اخْتَارُوْا لِاَنْفُسِهِمْ اَقْرَبَ الْقَوْمِ مِمَّا يُحِبُّوْنَ وَ اِنَّكُمُ اخْتَرْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ اَقْرَبَ الْقَوْمِ مِمَّا تَكْرَهُوْنَ، وَ اِنَّمَا عَهْدُكُمْ بِعَبْدِ اللهِ بْنِ قَيْسٍ بِالْاَمْسِ يَقُوْلُ: "اِنَّهَا فِتْنَةٌ فَقَطِّعُوْا اَوْتَارَكُمْ وَ شِيْمُوْا سُيُوْفَكُمْ"۔ فَاِنْ كَانَ صَادِقًا فَقَدْ اَخْطَاَ بِمَسِيْرِهٖ غَيْرَ مُسْتَكْرَهٍ، وَ اِنْ كَانَ كَاذِبًا فَقَدْ لَزِمَتْهُ التُّهْمَةُ۔ فَادْفَعُوْا فِيْ صَدْرِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ بِعَبْدِ اللهِ ابْنِ الْعَبَّاسِ، وَ خُذُوْا مَهَلَ الْاَيَّامِ وَ حُوْطُوْا قَوَاصِيَ الْاِسْلَامِ اَلَا تَرَوْنَ اِلٰى بِلَادِكُمْ تُغْزٰى، وَ اِلٰى صَفَاتِكُمْ تُرْمٰى۔

اور ان پر کسی نگران کو چھوڑا جائے اور اُن کے ہاتھ پکڑ کر چلایا جائے، نہ تو وہ مہاجر ہیں نہ انصار اور نہ ان لوگوں میں سے ہیں جو مدینہ میں فروکش تھے۔

دیکھو! اہلِ شام نے تو اپنے لئے ایسے شخص کو منتخب کیا ہے جو ان کے پسندیدہ مقصد کے بہت قریب ہے اور تم نے ایسے شخص کو چنا ہے جو تمہارے ناپسندیدہ مقصد سے انتہائی نزدیک ہے۔ تم کو عبداللہ ابن قیس (ابوموسیٰ) کا کل والا وقت یاد ہوگا۔ (کہ وہ کہتا پھرتا تھا) کہ "یہ جنگ ایک فتنہ ہے۔ لہٰذا اپنی کمانوں کے چلّوں کو توڑ دو، اور تلواروں کو نیاموں میں رکھ لو"۔ اگر وہ اپنے اس قول میں سچا تھا تو (ہمارے ساتھ) چل کھڑا ہونے میں خطا کار ہے جب کہ اس پر کوئی جبر بھی نہیں اور اگر جھوٹا تھا تو اس پر (تمہیں) بے اعتمادی ہونا چاہیے لہٰذا عمرو ابن عاص کے دھکیلنے کے لیے عبداللہ ابن عباس کو منتخب کرو۔ ان دنوں کی مہلت غنیمت جانو اور اسلامی (شہروں کی) سرحدوں کو گھیر لو کیا تم اپنے شہروں کو نہیں دیکھتے کہ ان پر حملے ہو رہے ہیں اور تمہاری قوت و طاقت کو نشانہ بنایا جا رہا ہے۔

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ — خطبہ ۲۳۶

يَذْكُرُ فِيْهَا اٰلَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ:

اس میں آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر فرمایا:-

هُمْ عَيْشُ الْعِلْمِ وَ مَوْتُ الْجَهْلِ يُخْبِرُكُمْ حِلْمُهُمْ عَنْ عِلْمِهِمْ وَ ظَاهِرُهُمْ عَنْ بَاطِنِهِمْ وَ صَمْتُهُمْ عَنْ

وہ علم کے لیے باعثِ حیات اور جہالت کے لیے سبب مرگ ہیں۔ ان کا حلم ان کے علم کا اور ان کا ظاہر ان کے باطن کا اور ان کی خاموشی ان کے کلام

حِكَمِ مَنْطِقِهِمْ لَا يُخَالِفُوْنَ الْحَقَّ وَلَا يَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ۔ هُمْ دَعَائِمُ الْإِسْلَامِ وَ وَلَائِجُ الْاِعْتِصَامِ بِهِمْ عَادَ الْحَقُّ فِيْ نِصَابِهٖ، وَ انْزَاحَ الْبَاطِلُ عَنْ مَقَامِهٖ، وَانْقَطَعَ لِسَانُهٗ عَنْ مَنْبَتِهٖ۔ عَقَلُوا الدِّيْنَ عَقْلَ وِعَايَةٍ وَ رِعَايَةٍ، لَا عَقْلَ سَمَاعٍ وَ رِوَايَةٍ۔ فَاِنَّ رُوَاةَ الْعِلْمِ كَثِيْرٌ، وَ رُعَاتَهٗ قَلِيْلٌ۔

کی حکمتوں کا پتہ دیتی ہے۔ وہ نہ حق کی خلاف ورزی کرتے ہیں نہ اس میں اختلاف پیدا کرتے ہیں۔ وہ اسلام کے ستون اور بچاو کا ٹھکانا ہیں ان کی وجہ سے حق اپنے اصلی مقام پر پلٹ آیا اور باطل اپنی جگہ سے ہٹ گیا اور اس کی زبان جڑ سے کٹ گئی۔ انھوں نے دین کو سمجھ کر اور اس پر عمل کر کے اسے پہچانا ہے۔ نہ صرف نقل و سماعت سے اسے جانا ہے۔ یوں تو علم کے راوی بہت ہیں۔ مگر اس پر عمل پیرا ہو کر اس کی نگہداشت کرنے والے کم ہیں۔

خطبہ ۲۳۷

(وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

قَالَهٗ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ وَقَدْ جَاءَهٗ بِرِسَالَةٍ مِّنْ عُثْمَانَ وَهُوَ مَحْصُوْرٌ يَّسْاَلُهٗ فِيْهَا الْخُرُوْجَ اِلٰى مَالِهٖ بِيَنْبُعَ لِيَقِلَّ هَتْفُ النَّاسِ بِاسْمِهٖ لِلْخِلَافَةِ بَعْدَ اَنْ كَانَ سَاَلَهٗ مِثْلَ ذٰلِكَ مِنْ قَبْلُ، فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

يَا ابْنَ عَبَّاسٍ مَا يُرِيْدُ عُثْمَانُ اِلَّا اَنْ يَّجْعَلَنِيْ جَمَلًا نَاضِحًا بِالْغَرْبِ اَقْبِلْ وَ اَدْبِرْ بَعَثَ اِلَيَّ اَنْ اَخْرُجَ، ثُمَّ بَعَثَ اِلَيَّ اَنْ اَقْدُمَ، ثُمَّ هُوَ الْاٰنَ يَبْعَثُ اِلَيَّ اَنْ

جن دنوں میں عثمان ابن عفان محاصرہ میں تھے تو عبد اللہ ابن عباس ان کی ایک تحریر لے کر امیر المومنینؑ کے پاس آئے جس میں آپ سے خواہش کی تھی کہ آپ اپنی جاگیر ینبع کی طرف چلے جائیں تاکہ خلافت کے لیے جو حضرت کا نام پکارا جا رہا ہے اس میں کچھ کمی آ جائے اور وہ ایسی درخواست پہلے بھی کر چکے تھے۔ جس پر حضرت نے ابن عباس سے فرمایا۔

اے ابن عباس! عثمان تو بس یہ چاہتے ہیں کہ وہ مجھے اپنا شتر آب کش بنا لیں کہ جو ڈول کے ساتھ کبھی آگے بڑھتا ہے اور کبھی پیچھے ہٹتا ہے۔ انھوں نے پہلے بھی یہی پیغام بھیجا تھا کہ میں (مدینہ سے) باہر نکل جاؤں اور اس کے بعد یہ کہلوا بھیجا کہ میں پلٹ آؤں۔ اب پھر وہ پیغام بھیجتے ہیں کہ میں یہاں سے چلا جاؤں (جہاں تک مناسب تھا) میں نے ان کو

اَخْرُجَ، وَاللهِ لَقَدْ دَفَعْتُ عَنْهُ حَتّٰى خَشِيْتُ اَنْ اَكُوْنَ اٰثِمًا۔

بچایا، اب تو مجھے ڈر ہے کہ میں (ان کو مدد دینے سے) کہیں گنہگار نہ ہو جاؤں۔

خطبہ ۲۳۸

(وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ)
(يَحُثُّ فِيْهِ اَصْحَابَهٗ عَلَى الْجِهَادِ)

وَاللهُ مُسْتَأْدِيْكُمْ شُكْرَهٗ وَمُوَرِّثُكُمْ اَمْرَهٗ، وَمُمْهِلُكُمْ فِيْ مِضْمَارٍ مَحْدُوْدٍ۔ لِتَتَنَازَعُوْا سَبَقَهٗ فَشُدُّوْا عُقَدَ الْمَآزِرِ، وَاطْوُوْا فُضُوْلَ الْخَوَاصِرِ، وَلَا تَجْتَمِعُ عَزِيْمَةٌ وَّوَلِيْمَةٌ۔ مَا اَنْقَضَ النَّوْمَ لِعَزَائِمِ الْيَوْمِ، وَاَمْحَى الظُّلَمَ لِتَذَاكِيْرِ الْهِمَمِ۔

خداوند عالم تم سے ادائے شکر کا طلبگار ہے اور تمہیں اپنے اقتدار کا مالک بنایا ہے اور تمہیں اس (زندگی کے) محدود میدان میں مہلت دے رکھی ہے تاکہ سبقت کا انعام حاصل کرنے میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرو۔ کمریں مضبوطی سے کس لو۔ اور دامن گردان لو۔ بلند ہمتی اور دعوتوں کی خواہش ایک ساتھ نہیں چل سکتی۔ رات کی گہری نیند دن کی مہموں میں بڑی کمزوری پیدا کرنے والی ہے اور (اس کی) اندھیاریاں ہمت و جرأت کی یاد کو بہت مٹا دینے والی ہیں۔

وَصَلَّى اللهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلٰى اٰلِهٖ مَصَابِيْحِ الدُّجٰى وَالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا۔

نہج البلاغہ

جلد سوم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بَابُ الْمُخْتَارِ مِنْ كُتُبِ مَوْلَانَا أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَسَائِلِهِ إِلَى أَعْدَائِهِ وَأُمَرَاءِ بِلَادِهِ، وَيَدْخُلُ فِي ذَٰلِكَ مَا اخْتِيرَ مِنْ عُهُودِهِ إِلَى عُمَّالِهِ وَوَصَايَاهُ لِأَهْلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَإِنْ كَانَ كُلُّ كَلَامِهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مُخْتَارًا

بابِ تحریرات

اِس میں مولائے کائنات امیرالمومنین علیہ السلام کے وُہ خطوط اور تحریریں درج ہیں جو آپ نے اپنے مخالفین اور اپنے قلمرو کے مختلف شہروں کے حاکموں کے نام بھیجی ہیں اور اس میں کارندوں کے نام جو حکومت کے پروانے اور اپنے صاحبزادوں اور ساتھیوں کے نام جو وصیت نامے لکھے ہیں یا ہدایتیں کی ہیں، ان کا اِنتخاب بھی درج ہے۔ اگرچہ حضرت کا تمام کا تمام کلام اِنتخاب میں آنے کے لائق ہے۔

مکتوب (۱)

(۱) وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

إِلَى أَهْلِ الْكُوفَةِ عِنْدَ مَسِيرِهِ مِنَ الْمَدِينَةِ إِلَى الْبَصْرَةِ

مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلِيٍّ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ إِلَى أَهْلِ الْكُوفَةِ جَبْهَةِ الْأَنْصَارِ وَسَنَامِ الْعَرَبِ. أَمَّا بَعْدُ فَإِنِّي أُخْبِرُكُمْ عَنْ أَمْرِ عُثْمَانَ حَتَّى يَكُونَ سَمْعُهُ كَعِيَانِهِ، إِنَّ النَّاسَ طَعَنُوا عَلَيْهِ، فَكُنْتُ رَجُلًا مِنَ الْمُهَاجِرِينَ أُكْثِرُ اسْتِعْتَابَهُ وَأُقِلُّ عِتَابَهُ، وَكَانَ طَلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ أَهْوَنُ

جو مدینہ سے بصرہ کی جانب روانہ ہوتے ہوئے اہلِ کوفہ کے نام تحریر فرمایا:-

خُدا کے بندے علی امیرالمومنینؑ کی طرف سے اہلِ کوفہ کے نام جو مددگاروں میں سربرآوردہ، اور قومِ عرب میں بلند نام ہیں۔ میں عثمان کے معاملہ سے تمھیں اِس طرح آگاہ کیے دیتا ہوں، کہ سُننے اور دیکھنے میں کوئی فرق نہ رہے۔ لوگوں نے اُن پر اعتراضات کیے تو مہاجرین میں سے ایک میں ایسا تھا جو زیادہ سے زیادہ کوشش کرتا تھا کہ ان کی مرضی کے خلاف کوئی بات نہ ہو، اور شکوہ شکایت بہت کم کرتا تھا۔ البتہ ان کے

سَيْرِهِمَا فِيهِ الْوَجِيفُ، وَأَرْفَقُ حِدَائِهِمَا الْعَنِيفُ، وَكَانَ مِنْ عَائِشَةَ فِيهِ فَلْتَةُ غَضَبٍ فَأُتِيحَ لَهُ قَوْمٌ فَقَتَلُوهُ، وَبَايَعَنِي النَّاسُ غَيْرَ مُسْتَكْرَهِينَ وَلَا مُجْبَرِينَ بَلْ طَائِعِينَ مُخَيَّرِينَ وَاعْلَمُوا أَنَّ دَارَ الْهِجْرَةِ قَدْ قَلَعَتْ بِأَهْلِهَا وَقَلَعُوا بِهَا، وَجَاشَتْ جَيْشَ الْمِرْجَلِ وَقَامَتِ الْفِتْنَةُ عَلَى الْقُطْبِ فَأَسْرِعُوا إِلَى أَمِيرِكُمْ وَبَادِرُوا جِهَادَ عَدُوِّكُمْ إِنْ شَاءَ اللَّهُ۔

بارے میں طلحہ و زبیر کی ہلکی سے ہلکی رفتار بھی تند و تیز تھی، اور نرم سے نرم آواز بھی سختی و درشتی لیے ہوئے تھی، اور ان پر عائشہ کو بھی بے تحاشہ غصہ تھا چنانچہ ایک گروہ آمادہ ہوگیا اور اُس نے انھیں قتل کر دیا اور لوگوں نے میری بیعت کر لی۔ اس طرح کہ نہ ان پر کوئی زبردستی تھی، اور نہ انھیں مجبور کیا گیا تھا، بلکہ انھوں نے رغبت و اختیار سے ایسا کیا۔

اور تمھیں معلوم ہونا چاہیئے کہ دار الہجرت (مدینہ) اپنے رہنے والوں سے خالی ہوگیا ہے۔ اور اس کے باشندوں کے قدم وہاں سے اکھڑ چکے ہیں، اور وہ دیگ کی طرح اُبل رہا ہے اور فتنہ کی چکی چلنے لگی ہے لہٰذا اپنے امیر کی طرف تیزی سے بڑھو اور اپنے دشمنوں سے جہاد کرنے کے لیے جلدی سے نکل کھڑے ہو۔

لہ ابن میثم نے تحریر کیا ہے کہ جب امیر المومنین علیہ السلام طلحہ و زبیر کی شورش انگیزیوں کی خبر سُن کر بصرہ کی جانب روانہ ہوئے تو مقام ماء العذیب سے امام حسنؑ اور عمار یاسر کے ہاتھ یہ خط اہلِ کوفہ کے نام بھیجا اور ابن ابی الحدید نے یہ روایت لکھی ہے کہ جب حضرت نے ربذہ میں منزل کی تو محمد ابن جعفر اور محمد ابن ابی بکر کے ذریعہ اسے روانہ کیا۔

حضرتؑ نے اس مکتوب میں واضح طور سے اس امر پر روشنی ڈالی ہے کہ حضرت عثمان کا قتل اُم المومنین اور طلحہ و زبیر کی کوششوں کا نتیجہ تھا، اور وُہی اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے تھے اور حضرت عائشہ تو اپنے حدود کار کا لحاظ کیے بغیر عام اجتماعات میں ان کی بے عنوانیوں کو بے نقاب کر کے ان کے قتل کا حکم دیا کرتی تھیں چنانچہ شیخ محمد عبدہ نے تحریر کیا ہے کہ :۔

ان ام المؤمنين أخرجت نعلي رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم وقميصه من تحت ستارها وعثمان رضي الله عنه على المنبر وقالت

حضرت عائشہ نے جبکہ حضرت عثمان منبر پر تھے، رسولؐ کی جوتیاں اور قمیص نکالی اور ان سے کہا کہ یہ رسول اللہؐ کی جوتیاں اور اُن کی قمیص ہے۔ ابھی یہ چیزیں پرانی بھی نہیں ہوئیں کہ تم نے ان کے دین کو بدل دیا، اور سُنت

هذه ان نعلا رسول الله وقميصه لم تبل وقد بدلت من دينه وغيرت من سنته وجرى بينهما كلام المخاشنة فقالت اقتلوا نعثلا تشبهه برجل معروف نهج البلاغہ

کو مسخ کر دیا۔ پھر دونوں میں بہت زیادہ تلخ کلامی ہوئی اور حضرت عائشہ نے کہا کہ اس نعثل کو قتل کر ڈالو۔ حضرت عائشہ انھیں ایک مشہور آدمی سے تشبیہہ دیتے ہوئے نعثل کہا کرتی تھیں۔

لوگ حضرت عثمان کے ہاتھوں نالاں تو تھے ہی ان باتوں سے اُن کی ہمت بندھی اور انھوں نے ان کو محاصرہ میں لے لیا تاکہ وہ اپنی روش میں ترمیم کریں یا خلافت سے کنارہ کش ہو جائیں، اور ان حالات میں یہ قوی اندیشہ تھا کہ اگر انھوں نے ان دو میں سے ایک بات تسلیم نہ کی تو قتل کر دیئے جائیں گے اور یہ سب کچھ حضرت عائشہ کی نظروں کے سامنے تھا۔ مگر انھوں نے اِس کی طرف کوئی توجہ نہ کی اور انھیں محاصرہ میں چھوڑ کر مکہ جانے کا تہیہ کر لیا۔ حالانکہ اِس موقع پر مروان اور عتاب ابن اسید نے ان سے کہا بھی کہ اگر آپ اپنا سفر ملتوی کر دیں، تو ممکن ہے کہ ان کی جان بچ جائے، اور یہ ہجوم چھٹ جائے۔ مگر آپ نے فرمایا کہ میں نے حج کا مصمم ارادہ کر لیا ہے جسے بدلا نہیں جا سکتا۔ جس پر مروان نے بطور تمثیل یہ شعر پڑھا۔

حرق قیس علی البلاد حتیٰ اذا اضطرمت اجذما

(ترجمہ) "قیس نے میرے خلاف شہروں میں آگ لگائی اور جب وہ شعلہ در ہوئے تو دامن بچا کر چلتا ہوا۔"

اسی طرح طلحہ و زبیر کے غصہ کا پارہ بھی ان کے خلاف چڑھا رہتا تھا اور وہ اس آگ کو بھڑکانے اور مخالفت کو ہوا دینے میں پیش پیش رہتے تھے اور اس لحاظ سے بڑی حد تک قتلِ عثمان میں شریک اور اُن کے خون کے ذمہ دار تھے۔ اور دوسرے لوگ بھی اُن کو اسی حیثیت سے جانتے اور، انہی کو قاتل ٹھہراتے تھے اور اُن کے ہوا خواہ بھی صفائی پیش کرنے سے قاصر رہتے تھے۔ چنانچہ ابن قتیبہ تحریر کرتے ہیں۔ کہ جب مقام اوطاس میں حضرت عائشہ سے مغیرہ ابن شعبہ کی ملاقات ہوئی تو اُس نے آپ سے دریافت کیا کہ:-

این تریدین یا ام المومنین؟ قالت ارید البصرة قال وما تصنعین بالبصرة قالت اطلب بدم عثمان قال فهولاء قتلة عثمان معك ثم اقبل على مروان فقال لہ این ترید ایضا؟ قال البصرة قال وما تصنع بها قال اطلب قتلة عثمان قال فهولاء قتلة عثمان معك ان هذين الرجلين قتلا عثمان طلحة والزبير۔ کتاب الامامة والسیاسة

اے اُمّ المومنینؓ کہاں کا اِرادہ ہے؟ فرمایا بصرے کا کہا کہ وہاں کیا کام ہے؟ فرمایا خونِ عثمان کا قصاص لینا ہے۔ اُس نے کہا کہ عثمان کے قاتل تو آپ کے ہمراہ ہیں پھر مروان کی طرف متوجہ ہوا، اور پوچھا کہ تمہارا کہاں کا ارادہ ہے؟ اُس نے کہا کہ میں بھی بصرہ جا رہا ہوں۔ کہا کس مقصد کے لیے؟ کہا کہ عثمان کے قاتلوں سے بدلہ لینا ہے اُس نے کہا کہ عثمان کے قاتل تو تمہارے ساتھ ہیں، اور انہی طلحہ و زبیر نے تو انھیں قتل کیا تھا۔

بہر صورت جب یہ قاتلینِ عثمان کی جماعت امیر المومنینؑ کو موردِ الزام ٹھہرا کر بصرہ میں ہنگامہ آرائی کے لیے پہنچ گئی، تو امیر المومنینؑ بھی اس فتنہ کو دبانے کے لیے اُٹھ کھڑے ہوئے اور اہلِ کوفہ کا تعاون حاصل کرنے کے لیے یہ خط انھیں لکھا جس پر وہاں کے جانبازوں اور جاںنثاروں کی ایک کثیر جماعت اُٹھ کھڑی ہوئی اور آپ کی فوج میں آ کر شامل ہو گئی اور پوری ہمت و جوانمردی سے دشمن کا مقابلہ کیا، جس کا امیر المومنینؑ نے بھی اعتراف کیا ہے۔ چنانچہ اس کے بعد کا مکتوب اسی اعترافِ حقیقت کے سلسلہ میں ہے۔

مکتوب (۲)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) اِلَيْهِمْ بَعْدَ فَتْحِ الْبَصْرَةِ :-

وَجَزَاكُمُ اللّٰهُ مِنْ اَهْلِ مِصْرٍ عَنْ اَهْلِ بَيْتِ نَبِيِّكُمْ اَحْسَنَ مَا يَجْزِي الْعَامِلِيْنَ بِطَاعَتِهٖ وَالشَّاكِرِيْنَ لِنِعْمَتِهٖ فَقَدْ سَمِعْتُمْ وَاَطَعْتُمْ، وَدُعِيْتُمْ فَاَجَبْتُمْ۔

جو فتحِ بصرہ کے بعد اہلِ کوفہ کی طرف تحریر فرمایا:-

خدا تم شہر والوں کو تمہارے نبی کے اہلبیت کی طرف سے بہتر سے بہتر وہ جزا دے، جو اطاعت شعاروں اور اپنی نعمت پر شکر گزاروں کو وہ دیتا ہے تم نے ہماری آواز سُنی، اور اطاعت کے لیے آمادہ ہو گئے، اور تمہیں پکارا گیا تو تم لبیک کہتے ہوئے کھڑے ہو گئے۔

دستاویز (۳)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) كَتَبَهٗ لِشُرَيْحِ بْنِ الْحَارِثِ قَاضِيْهِ

رُوِيَ اَنَّ شُرَيْحَ ابْنَ الْحَارِثِ قَاضِيَ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اشْتَرٰى عَلٰى عَهْدِهٖ دَارًا بِثَمَانِيْنَ دِيْنَارًا فَبَلَغَهٗ ذٰلِكَ فَاسْتَدْعَاهُ وَقَالَ لَهٗ : بَلَغَنِيْ اَنَّكَ ابْتَعْتَ دَارًا بِثَمَانِيْنَ دِيْنَارًا وَكَتَبْتَ لَهَا كِتَابًا وَاَشْهَدْتَ فِيْهِ شُهُوْدًا فَقَالَ شُرَيْحٌ: قَدْ كَانَ ذٰلِكَ يَا

جو آپ نے شریح ابن حارث قاضی کوفہ کے لیے تحریر فرمائی :-

روایت ہے کہ امیر المومنینؑ کے قاضی شریح ابن حارث نے آپ کے دورِ خلافت میں ایک مکان اسّی دینار کو خرید کیا۔ حضرتؑ کو اس کی خبر ہوئی، تو انھیں بلوا بھیجا اور فرمایا، مجھے اطلاع ملی ہے کہ تم نے ایک مکان اسّی دینار کو خرید کیا ہے اور دستاویز بھی تحریر کی ہے اور اس پر گواہوں کی گواہی بھی ڈلوائی ہے؟ شریح نے کہا کہ جی ہاں یا امیر المومنین! ایسا ہوا تو ہے۔ (راوی کہتا ہے)

أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ. قَالَ فَنَظَرَ إِلَيْهِ نَظَرَ مُغْضَبٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ: يَا شُرَيْحُ أَمَا إِنَّهُ سَيَأْتِيكَ مَنْ لَا يَنْظُرُ فِي كِتَابِكَ، وَلَا يَسْأَلُكَ عَنْ بَيِّنَتِكَ حَتَّى يُخْرِجَكَ مِنْهَا شَاخِصًا، وَيُسْلِمَكَ إِلَى قَبْرِكَ خَالِصًا. فَانْظُرْ يَا شُرَيْحُ لَا تَكُونُ ابْتَعْتَ هٰذِهِ الدَّارَ مِنْ غَيْرِ مَالِكَ، أَوْ نَقَدْتَ الثَّمَنَ مِنْ غَيْرِ حَلَالِكَ فَإِذًا أَنْتَ قَدْ خَسِرْتَ دَارَ الدُّنْيَا وَدَارَ الْآخِرَةِ. أَمَا إِنَّكَ لَوْ كُنْتَ أَتَيْتَنِي عِنْدَ شِرَائِكَ مَا اشْتَرَيْتَ لَكَتَبْتُ لَكَ كِتَابًا عَلَى هٰذِهِ النُّسْخَةِ فَلَمْ تَرْغَبْ فِي شِرَاءِ هٰذِهِ الدَّارِ بِدِرْهَمٍ فَمَا فَوْقُ. وَالنُّسْخَةُ هٰذِهِ: هٰذَا مَا اشْتَرَى عَبْدٌ ذَلِيلٌ مِنْ عَبْدٍ قَدْ أُزْعِجَ لِلرَّحِيلِ، اشْتَرَى مِنْهُ دَارًا مِنْ دَارِ الْغُرُورِ مِنْ جَانِبِ الْفَانِينَ، وَخِطَّةِ الْهَالِكِينَ، وَيَجْمَعُ هٰذِهِ الدَّارَ حُدُودٌ أَرْبَعَةٌ: الْحَدُّ الْأَوَّلُ يَنْتَهِي إِلَى دَوَاعِي الْآفَاتِ، وَالْحَدُّ الثَّانِي يَنْتَهِي إِلَى دَوَاعِي الْمُصِيبَاتِ، وَالْحَدُّ الثَّالِثُ يَنْتَهِي إِلَى الْهَوَى

اس پر حضرتؑ نے انھیں غصّہ کی نظر سے دیکھا اور فرمایا، دیکھو! بہت جلد ہی وُہ (ملک الموت) تمھارے پاس آجائے گا جو نہ تمھاری دستاویز دیکھے گا، اور نہ تم سے گواہوں کو پُوچھے گا، اور وہ تمھارا بوریا بستر بندھوا کر یہاں سے نکال باہر کرے گا، اور قبر میں اکیلا چھوڑ دے گا اے شریح دیکھو! ایسا تو نہیں کہ تم نے اس گھر کو دُوسرے کے مال سے خریدا ہو، یا حرام کی کمائی سے قیمت ادا کی ہو۔ اگر ایسا ہوا تو سمجھ لو، کہ تم نے دنیا بھی کھوئی اور آخرت بھی۔ دیکھو! اس کی خریداری کے وقت تم میرے پاس آئے ہوتے، تو میں اُس وقت تمھارے لیے ایک ایسی دستاویز لکھ دیتا، کہ تم ایک درہم بلکہ اس سے کم کو بھی اس گھر کے خریدنے کو تیار نہ ہوتے

وُہ دستاویز یہ ہے :۔

یہ وُہ ہے جو ایک ذلیل بندے نے ایک ایسے بندے سے کہ جو سفر آخرت کے لیے پا در رکاب ہے خرید کیا ہے۔ ایک ایسا گھر کہ جو دُنیائے پُرفریب میں مَرنے والوں کے محلّے اور ہلاک ہونے والوں کے خطہ میں واقع ہے جس کے حدود اربعہ یہ ہیں۔ پہلی حد آفتوں کے اسباب سے متصل ہے، دُوسری حد مصیبتوں کے اسباب سے ملی ہُوئی ہے اور تیسری حد ہلاک کرنے والی نفسانی خواہشوں تک پہنچتی ہے اور چوتھی حد گمراہ کرنے والے شیطان سے تعلّق رکھتی ہے، اور اسی حد میں اس کا دروازہ کھُلتا ہے۔ اس فریب خوردہ امید و آرزو نے اس شخص سے کہ جسے موت دھکیل رہی ہے اس گھر کو خریدا ہے۔ اس قیمت پر کہ اُس نے قناعت

الْمُرْدِی، وَالْحَدُّ الرَّابِعُ یَنْتَهِی إِلَى الشَّیْطٰنِ الْمُغْوِی، وَفِیْهِ یُشْرَعُ بَابُ هٰذِهِ الدَّارِ. اشْتَرٰى هٰذَا الْمُغْتَرُّ بِالْأَمَلِ مِنْ هٰذَا الْمُزْعَجِ بِالْأَجَلِ هٰذِهِ الدَّارَ بِالْخُرُوْجِ مِنْ عِزِّ الْقَنَاعَةِ وَالدُّخُوْلِ فِیْ ذُلِّ الطَّلَبِ وَالضَّرَاعَةِ، فَمَا أَدْرَكَ هٰذَا الْمُشْتَرِیْ فِیْمَا اشْتَرٰى مِنْ دَرَكٍ فَعَلٰى مُبَلْبِلِ أَجْسَامِ الْمُلُوْكِ، وَسَالِبِ نُفُوْسِ الْجَبَابِرَةِ، وَمُزِیْلِ مُلْكِ الْفَرَاعِنَةِ، مِثْلِ کِسْرٰى وَقَیْصَرَ، وَتُبَّعٍ وَحِمْیَرَ، وَمَنْ جَمَعَ الْمَالَ عَلَى الْمَالِ فَأَكْثَرَ، وَمَنْ بَنٰى وَشَیَّدَ وَزَخْرَفَ، وَنَجَّدَ وَادَّخَرَ، وَاعْتَقَدَ وَنَظَرَ بِزَعْمِهِ لِلْوَلَدِ ـــ إِشْخَاصُهُمْ جَمِیْعًا إِلٰى مَوْقِفِ الْعَرْضِ وَالْحِسَابِ وَمَوْضِعِ الثَّوَابِ وَالْعِقَابِ إِذَا وَقَعَ الْأَمْرُ بِفَصْلِ الْقَضَاءِ، وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُوْنَ شَهِدَ عَلٰى ذٰلِكَ الْعَقْلُ إِذَا خَرَجَ مِنْ أَسْرِ الْهَوٰى وَسَلِمَ مِنْ عَلَائِقِ الدُّنْیَا.

کی عزت سے ہاتھ اُٹھایا اور طلب و خواہش کی ذلت میں جا پڑا۔ اب اگر اس سودے میں خریدار کو کوئی نقصان پہنچے، تو بادشاہوں کے جسم کو تہ و بالا کرنے والے گردن کشوں کی جان لینے والے، اور کسریٰ، قیصر اور تبع و حمیر ایسے فرمانرواؤں کی سلطنتیں اُلٹ دینے والے، اور مال سمیٹ کر اُسے بڑھانے اُونچے اُونچے محل بنانے سنوارنے انھیں فرش فروش سے سجانے، اور اولاد کے خیال سے ذخیرے فراہم کرنے اور جاگیریں بنانے والوں سے سب کچھ چھین لینے والے کے ذمہ ہے کہ وہ ان سب کو لے جا کر حساب و کتاب کے موقف اور عذاب و ثواب کے محل میں کھڑا کرے۔ اس وقت کہ جب حق و باطل کا دو ٹوک فیصلہ ہو گا اور باطل والے وہاں خسارے میں رہیں گے۔

گواہ شد برایں عقل: جب خواہشوں کے بندھن سے الگ اور دنیا کی وابستگیوں سے آزاد ہو۔

ــــہ کسریٰ، خسرو کا معرب ہے جس کے معنی اس بادشاہ کے ہوتے ہیں جس کا دائرہ مملکت وسیع ہو یہ سلاطین عجم کا لقب تھا، اور قیصر شاہانِ رُوم کا لقب ہے جو رُومی زبان میں اس بچے کے لیے بولا جاتا ہے جس کی ماں جننے سے پہلے مر جائے، اور اُس کا پیٹ چیر کر بچے کو نکالا جائے۔ چونکہ شاہانِ رُوم میں اغسطوس اُسی طرح پیدا ہوا تھا، اس وجہ سے وہ اس نام سے مشہور ہو گیا، اور پھر وہاں کے ہر بادشاہ کے لیے اُس نے لقب کی صُورت اختیار کر لی۔

حمیر یمن کے بادشاہوں کا لقب ہے۔ اس حکومت کا بانی حمیر ابنِ سبا تھا جس نے یمن میں اپنی سلطنت کی بُنیاد رکھی، اور پھر اس کی اولاد نسلاً بعد نسل تخت و تاج کی وارث ہوتی رہی۔ لیکن کچھ عرصہ بعد اکسومی حبشیوں نے یمن پر حملہ کر کے حکومت ان کے ہاتھ سے چھین لی۔ مگر اُنھوں نے محکومیت اور ذلت کی زندگی گوارا نہ کی اور اپنی منتشر و پراگندہ قوتوں کو یکجا کر کے اکسومیوں پر حملہ کر دیا اور اُنھیں شکست دے کر دوبارہ اقتدار حاصل کر لیا اور یمن کے ساتھ حضر موت، حبشہ اور حجاز پر بھی اپنی

حکومت قائم کرلی۔ یہ سلاطینِ حمیر کا دُوسرا دَور تھا جس میں پہلا بادشاہ حارث الرائش تھا جو تبع کے لقب سے تختِ حکومت پر بیٹھا اور پھر بعد کے سلاطین اُسی لقب سے پکارے جانے لگے۔ تبّع کے معنی سامی زبان میں متبوع و سردار کے ہیں اور بعض کے نزدیک یہ حبشی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی صاحبِ تسلط و اقتدار کے ہیں۔

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) مکتوب (۴)

إِلَى بَعْضِ أُمَرَاءِ جَيْشِهِ:۔

فَإِنْ عَادُوا إِلَى ظِلِّ الطَّاعَةِ فَذَاكَ الَّذِي نُحِبُّ، وَإِنْ تَوَافَتِ الْأُمُورُ بِالْقَوْمِ إِلَى الشِّقَاقِ وَالْعِصْيَانِ فَانْهَدْ بِمَنْ أَطَاعَكَ إِلَى مَنْ عَصَاكَ، وَاسْتَغْنِ بِمَنِ انْقَادَ مَعَكَ عَمَّنْ تَقَاعَسَ عَنْكَ فَإِنَّ الْمُتَكَارِهَ مَغِيبُهُ خَيْرٌ مِنْ شُهُودِهِ، وَقُعُودُهُ أَغْنَى مِنْ نُهُوضِهِ۔

ایک سالارِ لشکر کے نام:

اگر وہ اطاعت کی چھاؤں میں پلٹ آئیں، تو یہ تو ہم چاہتے ہی ہیں، اور اگر ان کی تانیں بس بغاوت اور نافرمانی ہی پر ٹوٹیں، تو تم فرماں برداروں کو لے کر نافرمانوں کی طرف اُٹھ کھڑے ہو، اور جو تمہارا ہمنوا ہو کر تمہارے ساتھ ہے اُس کے ہوتے ہوئے منہ موڑنے والوں کی پروا نہ کرو۔ کیونکہ جو بددلی سے ساتھ ہو اُس کا نہ ہونا ہونے سے بہتر ہے، اور اس کا بیٹھے رہنا اُس کے اُٹھ کھڑے ہونے سے زیادہ مفید ثابت ہو سکتا ہے۔

---

[1] جب عاملِ بصرہ عثمان ابنِ حنیف نے امیرالمومنینؑ کو طلحہ و زبیر کے بصرہ پہنچنے کی اطلاع دی اور ان کے عزائم سے آگاہ کیا، تو حضرت نے یہ خط اُن کے نام تحریر کیا جس میں اُنھیں یہ ہدایت فرمائی ہے کہ اگر دشمن لڑائی پر اُتر آئے، تو وہ اس کے مقابلہ کے لیے ایسے لوگوں کو اپنے ساتھ نہ لیں کہ جو ایک طرف حضرت عائشہ اور طلحہ و زبیر کی شخصیت سے متاثر ہوں اور دُوسری طرف کہنے سُننے سے اُن کے خلاف جنگ پر بھی آمادہ ہو گئے ہوں۔ کیونکہ ایسے لوگوں سے جم کر لڑنے کی توقع نہیں کی جا سکتی۔ اور نہ ہی ان پر بھروسا کیا جا سکتا ہے۔ بلکہ ایسے لوگ اگر موجود رہے، تو دُوسروں کو بھی بددل بنانے کی کوشش کریں گے۔ لہٰذا ایسے لوگوں کو نظر انداز کر دینا ہی مفید ثابت ہو سکتا ہے۔

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) مکتوب (۵)

إِلَى الْأَشْعَثِ بْنِ قَيْسٍ عَامِلِ أَذْرَبِيجَانَ:

وَإِنَّ عَمَلَكَ لَيْسَ لَكَ بِطُعْمَةٍ

اشعث ابنِ قیس والیِ آذربائیجان کے نام:

یہ عہدہ[1] تمہارے لیے کوئی آزوقہ نہیں ہے بلکہ

وَلٰكِنَّهٗ فِي عُنُقِكَ أَمَانَةٌ، وَأَنْتَ مُسْتَرْعًى لِمَنْ فَوْقَكَ۔ لَيْسَ لَكَ أَنْ تَفْتَاتَ فِي رَعِيَّةٍ وَلَا تُخَاطِرَ إِلَّا بِوَثِيقَةٍ، وَفِي يَدَيْكَ مَالٌ مِنْ مَالِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَأَنْتَ مِنْ خُزَّانِهٖ حَتّٰى تُسَلِّمَهٗ إِلَيَّ، وَلَعَلِّي أَنْ لَا أَكُوْنَ شَرَّ وُلَاتِكَ لَكَ وَالسَّلَامُ۔

وُہ تمھاری گردن میں ایک امانت کا پھندا ہے۔ اور تُم اپنے حکمران بالا کی طرف سے حفاظت پر مامور ہو۔ تمھیں یہ حق نہیں پہنچتا کہ رعیت کے معاملہ میں جو چاہو کر گزرو۔ خبردار! کسی مضبوط دلیل کے بغیر کسی بڑے کام میں ہاتھ نہ ڈالا کرو۔ تمھارے ہاتھوں میں خدائے بزرگ و برتر کے اموال میں سے ایک مال ہے اور تم اس وقت تک اس کے خزانچی ہو جب تک میرے حوالے نہ کر دو۔ بہرحال میں غالباً تمھارے لیے بُرا حکمران تو نہیں ہوں۔ والسلام۔

ل جب امیر المومنینؑ جنگِ جمل سے فارغ ہوئے، تو اشعث ابنِ قیس کو جو حضرت عثمان کے زمانہ سے آذربائیجان کا عامل چلا آرہا تھا تحریر فرمایا کہ وُہ اپنے صُوبہ کا مالِ خراج و صدقات روانہ کرے۔ مگر چونکہ اسے اپنا عہدہ و منصب خطرہ میں نظر آرہا تھا اس لیے وُہ حضرت عثمان کے دُوسرے عمال کی طرح اس مال کو ہضم کر جانا چاہتا تھا۔ چنانچہ اس خط کے پہنچنے کے بعد اُس نے اپنے مخصوصین کو بلایا اور اُن سے اس خط کا ذکر کرنے کے بعد کہا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ یہ مال مجھ سے چھین نہ لیا جائے لہٰذا میرا ارادہ ہے کہ میں معاویہ کے پاس چلا جاؤں۔ جس پر اُن لوگوں نے کہا کہ یہ تمھارے لیے باعثِ ننگ و عار ہے کہ اپنے قوم قبیلے کو چھوڑ کر معاویہ کے دامن میں پناہ لو۔ چنانچہ اُن لوگوں کے کہنے سُننے سے اس نے جانے کا ارادہ تو ملتوی کر دیا، مگر اس مال کے دینے پر آمادہ نہ ہوا۔ جب حضرت کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے اُسے کوفہ طلب کرنے کے لیے حجر ابن عدی کندی کو روانہ کیا جو اُسے سمجھا بجھا کر کوفہ لے آئے۔ یہاں پہنچنے پر اُس کا سامان دیکھا گیا تو اس میں چار لاکھ درہم پائے گئے جس میں سے تیس ۳۰ ہزار حضرت نے اسے دے دیئے اور بقیہ بیت المال میں داخل کر دیئے۔

(وَمِنْ كِتَابٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ) مکتوب (۶)

إِلٰى مُعَاوِيَةَ:

معاویہ ابن ابی سفیان کے نام:

إِنَّهٗ بَايَعَنِي الْقَوْمُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ عَلٰى مَا بَايَعُوْهُمْ عَلَيْهِ، فَلَمْ يَكُنْ لِلشَّاهِدِ

جن لوگوں نے ابوبکر، عمر اور عثمان کی بیعت کی تھی، اُنھوں نے میرے ہاتھ پر اسی اصول کے مطابق بیعت کی جس اصول پر وُہ ان کی بیعت کر چکے تھے اور

أَنْ يَخْتَارَ وَلَا لِلْغَائِبِ أَنْ يَرُدَّ، وَإِنَّمَا الشُّورَى لِلْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ، فَإِنِ اجْتَمَعُوا عَلَى رَجُلٍ وَسَمَّوْهُ إِمَامًا كَانَ ذٰلِكَ لِلّٰهِ رِضًى، فَإِنْ خَرَجَ مِنْ أَمْرِهِمْ خَارِجٌ بِطَعْنٍ أَوْ بِدْعَةٍ رَدُّوهُ إِلَىٰ مَا خَرَجَ مِنْهُ، فَإِنْ أَبَىٰ قَاتَلُوهُ عَلَى اتِّبَاعِهِ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ وَوَلَّاهُ اللّٰهُ مَا تَوَلَّىٰ وَلَعَمْرِي يَا مُعَاوِيَةُ لَئِنْ نَظَرْتَ بِعَقْلِكَ دُونَ هَوَاكَ لَتَجِدَنِّي أَبْرَأَ النَّاسِ مِنْ دَمِ عُثْمَانَ وَلَتَعْلَمَنَّ أَنِّي كُنْتُ فِي عُزْلَةٍ عَنْهُ إِلَّا أَنْ تَتَجَنَّىٰ فَتَجَنَّ مَا بَدَا لَكَ وَالسَّلَامُ

اس کی بنا پر جو حاضر ہے اُسے پھر نظر ثانی کا حق نہیں، اور جو بر وقت موجود نہ ہو، اُسے رد کرنے کا اختیار نہیں اور شوریٰ کا حق صرف مہاجرین و انصار کو ہے، وہ اگر کسی پر ایکا کر لیں اور اُسے خلیفہ سمجھ لیں تو اسی میں اللہ کی رضا و خوشنودی سمجھی جائے گی۔ اب جو کوئی اس کی شخصیت پر اعتراض یا نیا نظریہ اختیار کرتا ہوا، الگ ہو جائے تو اُسے وہ سب اُسی طرف واپس لائیں گے، جدھر سے وہ منحرف ہوا ہے اور اگر انکار کرے تو اُس سے لڑیں کیونکہ وہ مومنوں کے طریقے سے ہٹ کر دوسری راہ پر ہو لیا ہے اور جدھر وہ پھر گیا ہے، اللہ تعالیٰ بھی اُسے اُدھر ہی پھیر دے گا۔

اے مُعاویہ! میری جان کی قسم اگر تم اپنی نفسانی خواہشوں سے دُور ہو کر عقل سے دیکھو، تو سب لوگوں سے زیادہ مجھے عثمان کے خون سے بری پاؤ گے۔ مگر یہ کہ تم بہتان باندھ کر کھلی ہوئی چیزوں پر پردہ ڈالنے لگو۔ والسلام۔

لہ جب امیر المومنینؑ کے ہاتھ پر تمام اہلِ مدینہ نے بالاتفاق بیعت کر لی۔ تو مُعاویہ نے اپنے اقتدار کو خطرہ میں محسوس کرتے ہوئے بیعت سے انکار کر دیا اور آپ کی خلافت کی صحت کو محلِ نظر قرار دینے کے لیے یہ عذر تراشا کہ یہ عمومی انتخاب سے قرار نہیں پائی۔ لہٰذا اس انتخاب کو مسترد کر کے دوبارہ انتخابِ عام ہونا چاہیئے۔ حالانکہ جس خلافت سے اصولِ انتخاب کی بنیاد پڑی، وُہ ایک ناگہانی صورتِ حال کا نتیجہ تھی جس میں عام افراد کی رائے دہندگی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ اسے عمومی اختیار کا نتیجہ کہا جا سکے۔ البتہ عوام پر اس کی پابندی عائد کر کے اسے "فیصلۂ جمہوریہ" سے تعبیر کر لیا گیا۔ جس سے یہ اصول قرار پا گیا کہ جسے اکابر مدینہ منتخب کر لیں وہ تمام دُنیائے اسلام کا نمائندہ متصور ہو گا۔ اور کسی کو اس میں چون و چرا کی گنجائش نہ ہو گی۔ خواہ وہ انتخاب کے موقع پر موجود ہو یا موجود نہ ہو۔ بہر صورت اس اصول کے قرار پا جانے کے بعد مُعاویہ کو یہ حق نہ پہنچتا تھا کہ وُہ دوبارہ انتخاب کی تحریک یا بیعت سے انکار کرے۔ جبکہ وُہ عملی طور پر ان خلافتوں کو صحیح تسلیم کر چکا تھا کہ جن کے متعلق

یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ وہ مدینہ کے اہلِ حل و عقد نے طے کی تھیں۔ چنانچہ جب اُس نے اِس انتخاب کو غلط قرار دیتے ہوئے بیعت سے انکار کیا، تو امیرالمومنینؑ نے اصولِ انتخاب کو اُس کے سامنے پیش کرتے ہوئے اس پر حجت تمام کی اور یہ وہی طرزِ کلام ہے جسے فرض الباطل مع الخصم حتی تلزمہ الحجتہ (حریف کے سامنے اس کے غلط مسلمات کو پیش کر کے اس پر حجت تمام کرنا) سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ کیونکہ کسی مرحلہ پر امیرالمومنینؑ نے خلافت کی صحت کا معیار شوریٰ اور رائے عامہ کو نہیں سمجھا۔ ورنہ جن خلافتوں کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ وہ مہاجرین و انصار کے اتفاق رائے سے قرار پائی تھیں۔ آپ اس رائے عامہ کو سند و حجت سمجھتے ہوئے ان کو صحیح و درست سمجھتے۔ مگر آپ کا دورِ اوّل ہی میں بیعت سے انکار کر دینا کہ جس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا، اِس کی دلیل ہے کہ آپ اُن ساختہ اصولوں کو خلافت کا معیار نہ سمجھتے تھے۔ اس لیے آپ ہر دور میں اپنے استحقاقِ خلافت کو پیش کرتے رہے کہ جو رسول اللہؐ سے قولاً و عملاً ثابت تھا۔ مگر معاویہ کے مقابلہ میں اسے پیش کرنا سوال و جواب کا دروازہ کھول دینا تھا۔ اِس لیے اسی کے مسلمات و معتقدات سے اُسے قائل کرنا چاہا ہے تاکہ اس کے لیے تاویلات کے اُلجھاوے ڈالنے کی کوئی گنجائش باقی نہ رہے۔ ورنہ وہ تو یہ چاہتا ہی تھا کہ کسی طرح بات بڑھتی جائے تا کہ کسی موڑ پر اس کے متزلزل اقتدار کو سہارا مل جائے۔

(وَ مِنْ كِتَابٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ) مکتوب (۷)

اِلَيْهِ اَيْضًا:-

اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ اَتَتْنِيْ مِنْكَ مَوْعِظَةٌ مُّوَصَّلَةٌ، وَ رِسَالَةٌ مُّحَبَّرَةٌ نَّمَّقْتَهَا بِضَلَالِكَ، وَ اَمْضَيْتَهَا بِسُوْٓءِ رَاْيِكَ، وَ كِتَابُ امْرِئٍ لَّيْسَ لَهٗ بَصَرٌ يَّهْدِيْهِ وَ لَا قَآئِدٌ يُّرْشِدُهٗ قَدْ دَعَاهُ الْهَوٰى فَاَجَابَهٗ وَ قَادَهُ الضَّلَالُ فَاتَّبَعَهٗ فَهَجَرَ لَاغِطًا وَ ضَلَّ خَابِطًا۔

(مِنْهُ)

لِاَنَّهَا بَيْعَةٌ وَّاحِدَةٌ لَّا يُثَنّٰى فِيْهَا النَّظَرُ وَ لَا يُسْتَاْنَفُ

معاویہ ابن ابی سفیان کے نام:

تمہارا بے جوڑ نصیحتوں کا پلندہ اور بنایا سنوارا ہوا خط میرے پاس آیا جسے اپنی گمراہی کی بنا پر تم نے لکھا اور اپنی بے عقلی کی وجہ سے بھیجا۔ یہ ایک ایسے شخص کا خط ہے کہ جسے نہ روشنی نصیب ہے کہ اسے سیدھی راہ دکھائے، اور نہ کوئی رہبر ہے کہ اسے صحیح راستے پر ڈالے جسے نفسانی خواہش نے پکارا تو وہ لبیک کہہ کر اُٹھا، اور گمراہی نے اُس کی رہبری کی تو وہ اس کے پیچھے ہو لیا اور یاوہ گوئی کرتے ہوئے اول فول بکنے لگا، اور بے راہ ہوتے ہوئے بھٹک گیا۔

اِس مکتوب کا ایک حصہ یہ ہے:

کیونکہ یہ بیعت ایک ہی دفعہ ہوتی ہے، نہ پھر اس

فِيهَا الْخِيَارُ - الْخَارِجُ مِنْهَا طَاعِنٌ، وَالْمُرَوِّي فِيهَا مُدَاهِنٌ -

میں نظر ثانی کی گنجائش ہوتی ہے، اور نہ پھر سے چناؤ ہو سکتا ہے۔ اس سے منحرف ہونے والا نظام اسلامی پر معترض قرار پاتا ہے، اور غور و تامل سے کام لینے والا منافق سمجھا جاتا ہے۔

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) مکتوب (۸)

إِلَى جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْبَجَلِيِّ لَمَّا أَرْسَلَهُ إِلَى مُعَاوِيَةَ :-

أَمَّا بَعْدُ فَإِذَا أَتَاكَ كِتَابِي فَاحْمِلْ مُعَاوِيَةَ عَلَى الْفَصْلِ، وَخُذْهُ بِالْأَمْرِ الْجَزْمِ، ثُمَّ خَيِّرْهُ بَيْنَ حَرْبٍ مُجْلِيَةٍ أَوْ سِلْمٍ مُخْزِيَةٍ، فَإِنِ اخْتَارَ الْحَرْبَ فَانْبِذْ إِلَيْهِ وَإِنِ اخْتَارَ السِّلْمَ فَخُذْ بَيْعَتَهُ وَالسَّلَامُ -

جب جریر ابن عبداللہ بجلی کو معاویہ کی طرف روانہ کیا اور انھیں پلٹنے میں تاخیر ہوئی، تو انھیں تحریر فرمایا۔

میرا خط ملتے ہی معاویہ کو دو ٹوک فیصلے پر آمادہ کرو، اور اُسے کسی آخری اور قطعی رائے کا پابند بناؤ اور دو باتوں میں سے کسی ایک کے اختیار کرنے پر مجبور کرو، کہ گھر سے بے گھر کر دینے والی جنگ یا رسوا کرنے والی صلح۔ اگر وہ جنگ کو اختیار کرے تو تمام تعلقات اور گفت و شنید ختم کر دو، اور اگر صلح چاہے، تو اس سے بیعت لے لو۔ والسلام

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) مکتوب (۹)

إِلَى مُعَاوِيَةَ :

فَأَرَادَ قَوْمُنَا قَتْلَ نَبِيِّنَا وَاجْتِيَاحَ أَصْلِنَا، وَهَمُّوا بِنَا الْهُمُومَ وَفَعَلُوا بِنَا الْأَفَاعِيلَ وَمَنَعُونَا الْعَذْبَ، وَأَحْلَسُونَا الْخَوْفَ، وَاضْطَرُّونَا إِلَى جَبَلٍ وَعْرٍ، وَأَوْقَدُوا لَنَا نَارَ الْحَرْبِ فَعَزَمَ اللهُ لَنَا عَلَى الذَّبِّ عَنْ

معاویہ کے نام :

ہماری قوم (قریش) نے ہمارے نبی کو قتل کرنے اور ہماری جڑ اکھاڑ پھینکنے کا ارادہ کیا، اور ہمارے لیے غم و اندوہ کے سروسامان کیے، اور بُرے سے بُرے برتاؤ ہمارے ساتھ روا رکھے۔ ہمیں آرام و راحت سے روک دیا اور مستقل طور پر خوف و دہشت سے دوچار کر دیا اور ایک سنگلاخ و ناہموار پہاڑ میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا اور ہمارے لیے جنگ کی آگ بھڑکا دی۔ مگر اللہ نے ہماری

حَوْزَتِهٖ، وَالرَّمْيِ مِنْ وَرَآءِ حُرْمَتِهٖ
مُؤْمِنُنَا يَبْغِي بِذٰلِكَ الْاَجْرَ
وَكَافِرُنَا يُحَامِيْ عَنِ الْاَصْلِ
وَمَنْ اَسْلَمَ مِنْ قُرَيْشٍ خِلْوٌ
مِمَّا نَحْنُ فِيْهِ بِحِلْفٍ يَمْنَعُهٗ
اَوْ عَشِيْرَةٍ تَقُوْمُ دُوْنَهٗ
فَهُوَ مِنَ الْقَتْلِ بِمَكَانِ اَمْنٍ
وَكَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى
اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ اِذَا احْمَرَّ
الْبَأْسُ وَاَحْجَمَ النَّاسُ
قَدَّمَ اَهْلَ بَيْتِهٖ فَوَقٰى
بِهِمْ اَصْحَابَهٗ حَرَّ السُّيُوْفِ
وَالْاَسِنَّةِ فَقُتِلَ عُبَيْدَةُ بْنُ
الْحَارِثِ يَوْمَ بَدْرٍ، وَ
قُتِلَ حَمْزَةُ يَوْمَ اُحُدٍ،
وَقُتِلَ جَعْفَرٌ يَوْمَ مُؤْتَةَ
وَاَرَادَ مَنْ لَوْ شِئْتُ ذَكَرْتُ
اسْمَهٗ مِثْلَ الَّذِيْ اَرَادُوْا
مِنَ الشَّهَادَةِ، وَلٰكِنْ
اٰجَالُهُمْ عُجِّلَتْ وَمَنِيَّتُهٗ
اُجِّلَتْ۔ فَيَا عَجَبًا لِلدَّهْرِ
اِذْ صِرْتُ يُقْرَنُ بِيْ مَنْ
لَمْ يَسْعَ بِقَدَمِيْ، وَلَمْ
تَكُنْ لَهٗ كَسَابِقَتِيَ الَّتِيْ
لَا يُدْلِيْ اَحَدٌ بِمِثْلِهَا اِلَّا

ہمت باندھی کہ ہم پیغمبرؐ کے دین کی حفاظت کریں اور اُن کے دامنِ حرمت پر آنچ نہ آنے دیں۔ ہمارے مومن ان سختیوں کی وجہ سے ثواب کے اُمیدوار تھے، اور ہمارے کافر قرابت کی بناء پر حمایت ضروری سمجھتے تھے۔ اور قریش میں سے جو لوگ ایمان لائے تھے وہ ہم پر آنے والی مصیبتوں سے کوسوں دُور تھے۔ اس عہد و پیمان کی وجہ سے کہ جو ان کی حفاظت کرتا تھا، یا اس قبیلے کی وجہ سے کہ ان کی حفاظت کو اُٹھ کھڑا ہوتا تھا۔ لہٰذا وہ قتل سے محفوظ تھے، اور رسالت مآبؐ کا یہ طریقہ تھا کہ جب جنگ کے شعلے بھڑکتے تھے اور لوگوں کے قدم پیچھے ہٹنے لگتے تھے تو پیغمبرؐ اپنے اہلبیت کو آگے بڑھا دیتے تھے اور یوں اُنھیں سینہ سپر بنا کر اصحاب کو نیزہ و شمشیر کی مار سے بچا لے جاتے تھے۔

چنانچہ عبیدہ ابنِ حارث بدر میں، حمزہ اُحد میں اور جعفر جنگِ موتہ میں شہید ہو گئے ایک اور شخص نے بھی کہ اگر میں چاہوں تو اُس کا نام لے سکتا ہوں۔ انھیں لوگوں کی طرح شہید ہونا چاہا۔ لیکن اُن کی عمریں جلد پوری ہو گئیں اور اس کی موت پیچھے جا پڑی۔ اس زمانہ (کج رفتار) پر حیرت ہوتی ہے کہ میرے ساتھ ایسوں کا نام لیا جاتا ہے۔ جنھوں نے میدانِ سعی میں میری سی تیزگامی کبھی نہیں دکھائی اور نہ اُن کے لیے میرے ایسے دیرینہ اسلامی خدمات ہیں۔ ایسے خدمات کہ جن کی مانند کوئی مثال پیش نہیں کر سکتا۔ مگر یہ کہ کوئی مدعی ایسی چیز کا دعوےٰ کر بیٹھے کہ جسے میں نہیں جانتا ہوں اور میں نہیں سمجھتا کہ اللہ اُسے جانتا ہوگا (یعنی کچھ ہو تو وہ

أَنْ يَدَّعِيَ مُدَّعٍ مَا لَا أَعْرِفُهُ
وَلَا أَظُنُّ اللّٰهَ يَعْرِفُهُ
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ۔
وَأَمَّا مَا سَأَلْتَ مِنْ
دَفْعِ قَتَلَةِ عُثْمَانَ إِلَيْكَ
فَإِنِّي نَظَرْتُ فِي هٰذَا الْأَمْرِ
فَلَمْ أَرَهُ يَسَعُنِي دَفْعُهُمْ إِلَيْكَ
وَلَا إِلٰى غَيْرِكَ، وَلَعَمْرِي لَئِنْ لَمْ
تَنْزِعْ عَنْ غَيِّكَ وَشِقَاقِكَ
لَتَعْرِفَنَّهُمْ عَنْ قَلِيلٍ يَطْلُبُونَكَ
لَا يُكَلِّفُونَكَ طَلَبَهُمْ فِي بَرٍّ وَلَا
بَحْرٍ وَلَا جَبَلٍ وَلَا سَهْلٍ، إِلَّا أَنَّهُ
طَلَبٌ يَسُوءُكَ وِجْدَانُهُ، وَزَوْرٌ
لَا يَسُرُّكَ لُقْيَانُهُ، وَالسَّلَامُ لِأَهْلِهِ

جانے) بہرحال اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔

اے معاویہ! تمہارا یہ مطالبہ جو ہے کہ میں عثمان کے قاتلوں کو تمہارے حوالے کر دوں تو میں نے اس کے ہر پہلو پر غور و فکر کیا اور اس نتیجہ پر پہنچا، کہ انھیں تمہارے یا تمہارے علاوہ کسی اور کے حوالے کرنا میرے اختیار سے باہر ہے، اور میری جان کی قسم! اگر تم اپنی گمراہی اور انتشار پسندی سے باز نہ آئے تو بہت جلد ہی انھیں پہچان لوگے وہ خود تمہیں ڈھونڈتے ہوئے آئیں گے اور تمہیں جنگلوں، دریاؤں، پہاڑوں اور میدانوں میں اُن کے ڈھونڈنے کی زحمت نہ دیں گے۔ مگر یہ ایک ایسا مطلوب ہوگا، جس کا حصول تمہارے لیے ناگواری کا باعث ہوگا اور وہ آنے والے ایسے ہوں گے جن کی ملاقات تمہیں خوش نہ کر سکے گی۔ سلام اُس پر جو سلام کے لائق ہو۔

۱؎ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعوتِ توحید دینے پر مامور ہوئے تو کفر و عصیان کی طاقتیں اعلانِ حق کی راہ روکنے کے لیے اُٹھ کھڑی ہوئیں اور قبائلِ قریش جبر و تشدد سے اِس آواز کو دبانے کے درپے ہو گئے۔ اُن منکرین کے دلوں میں اپنے خود ساختہ معبودوں کی محبت اس قدر راسخ ہو چکی تھی کہ وہ اِن کے خلاف ایک لفظ بھی سننے کے لیے تیار نہ تھے۔ اُن کے سامنے "ایک خدا" کا نظریہ پیش کرنا ہی ان کے جذبات کو مشتعل کرنے کے لیے کافی تھا۔ چہ جائیکہ انھوں نے اپنے بتوں کے متعلق ایسے کلمات سُنے جو انھیں ایک سنگِ بے شعور سے زیادہ اہمیت نہ دیتے تھے۔ جب اس طرح انھیں اپنے اصول و عقائد خطرہ میں نظر آئے تو وہ پیغمبرؐ کی اذیت پر کمربستہ ہو گئے۔ اور اپنے ترکش کے ہر تیر کو آزمانے کے لیے میدان میں اُتر آئے اور اس اس طرح ایذا رسانی کے وسائل کام میں لائے کہ آپ کو گھر سے قدم باہر نکالنا مشکل ہو گیا۔ اس دور میں جو گنتی کے چند افراد ایمان لائے تھے، انھیں بھی مسلسل و پیہم آزمائشوں سے دوچار ہونا پڑا چنانچہ ان پرستارانِ توحید کو جلتی ہوئی دھوپ میں زمین پر لٹا دیا جاتا اور پتھروں اور کوڑوں سے اتنا مارا جاتا کہ ان کے بدن لہولہان ہو جاتے۔ جب قریش کے مظالم اس حد تک بڑھ گئے تو پیغمبرؐ نے بعثت کے پانچویں سال انھیں مکہ چھوڑ کر حبشہ کی طرف ہجرت کر جانے کی اجازت دی۔

قریش نے یہاں بھی ان کا پیچھا کیا مگر حبشہ کے فرمانروا نے انھیں اُن کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا۔ اور اپنی عدل گستری و انصاف پروری سے ان پر کوئی آنچ نہ آنے دی۔ اِدھر پیغمبرؐ کی تبلیغ برابر جاری تھی، اور حق کی کشش و تاثیر اپنا کام کر رہی تھی اور لوگ اسلام کی تعلیم اور آپ کی شخصیت سے متاثر ہو کر آپؐ کے دامن سے وابستہ ہوتے جا رہے تھے۔ جس سے قریش انگاروں پر لوٹتے، اندر ہی اندر پیچ و تاب کھاتے اور اِس بڑھتی ہوئی تاثیر و نفوذ کو روکنے کی کوشش کرتے۔ مگر جب اُن کے کئے کچھ نہ ہو سکا تو یہ طے کیا کہ بنی ہاشم و بنی عبدالمطلب سے تمام تعلقات قطع کر لیے جائیں۔ نہ ان سے میل جول رکھا جائے اور نہ ان سے لین دین کیا جائے تاکہ وہ تنگ آ کر پیغمبرؐ کی حمایت سے دستبردار ہو جائیں اور پھر وہ جیسا چاہیں اُن کے ساتھ برتاؤ کریں۔ چنانچہ ان میں باہمی معاہدہ ہُوا، اور اِس سلسلہ میں ایک دستاویز لکھ کر محفوظ کر دی گئی۔ اِس معاہدہ کے بعد اگرچہ زمین وُہی تھی اور زمین پر بسنے والے بھی وُہی تھے مگر بنی ہاشم کے لیے در و دیوار سے اجنبیت برسنے لگی۔ جانی پہچانی ہوئی صورتیں یوں نظر آنے لگیں جیسے کبھی شناسائی تھی ہی نہیں۔ سب نے رُخ موڑ لیے، اور میل مُلاقات اور راہ و رسم بندی کر دی۔ اِن حالات میں یہ بھی اندیشہ تھا کہ کہیں پیغمبرؐ پر اچانک حملہ نہ ہو جائے، اِس لیے شہر سے باہر پہاڑ کی ایک تنگ گھاٹی میں کہ جسے شعب ابی طالب کہا جاتا ہے، پناہ لینے پر مجبور ہوئے۔ اس موقع پر بنی ہاشم میں سے جو ابھی تک ایمان نہ لائے تھے، وہ خاندانی اتحاد کی بنا پر آپؐ کے دُکھ درد میں شریک ہوتے اور آڑے وقت پر سینہ سپر ہو کر کھڑے ہو جاتے اور جو ایمان لا چکے تھے۔ جیسے حضرت حمزہ و حضرت ابُوطالب، وُہ اپنا فریضۂ ایمانی سمجھ کر آپؐ کی حفاظت میں سرگرم عمل رہتے۔ خصُوصاً حضرت ابُوطالب نے اپنا سکون و آرام سب چھوڑ رکھا تھا۔ اُن کے دن پیغمبرؐ کو تسکین دینے اور راتیں پہرا دینے اور پیغمبرؐ کی خواب گاہ بدلوانے میں گزرتی تھیں۔ اس طرح کہ جس بستر پر ایک رات پیغمبرؐ آرام فرماتے، دُوسری رات اُس بستر پر علیؑ کو سُلا دیتے کہ اگر کوئی حملہ کرے، تو آنحضرتؐ کے بجائے علیؑ کام آ جائیں۔

یہ دور بنی ہاشم کے لیے انتہائی مصائب و آلام کا دَور تھا۔ حالت یہ تھی کہ ضروریاتِ زندگی ناپید، اور معیشت کے تمام دروازے بند ہو چکے تھے۔ درختوں کے پتّوں سے پیٹ بھر لیے، تو بھر لیے ورنہ فاقوں میں پڑے رہے جب اس طرح تین برس قید و بند کی سختیاں جھیلتے گزر گئے، تو زبیر ابنِ ابی اُمیہ، ہشام ابنِ عمرو، مطعم ابن عدی، ابوالبختری اور زمعہ ابن اسود نے چاہا کہ اس معاہدہ کو توڑ دیں۔ چنانچہ اکابرِ قریش خانہ کعبہ میں مشورہ کے لیے جمع ہُوئے۔ ابھی کچھ طے نہ کرنے پائے تھے کہ حضرت ابوطالب بھی شعب سے نکل کر ان کے مجمع میں پہنچ گئے، اور اُن سے کہا کہ میرے بھتیجے محمدؐ ابنِ عبداللہ نے مجھے بتایا ہے کہ جس کاغذ پر تم نے معاہدہ تحریر کیا تھا اُسے دیمک نے چاٹ لیا ہے اور اب اُس پر اللہ کے نام کے علاوہ کچھ نہیں رہا۔ لہٰذا تم اِس دستاویز کو منگوا کر دیکھو۔ اگر انھوں نے سچ کہا ہے، تو تمھیں اُن کی دشمنی سے دستبردار ہو جانا چاہیے۔ اور اگر غلط کہا ہے تو میں انھیں تمھارے حوالے کرنے کو تیار ہوں۔ چنانچہ اِس دستاویز کو منگوا کر دیکھا گیا تو واقعی "باسمك اللّٰھُمّ" کے علاوہ کہ جو دورِ جاہلیت میں سرنامہ کے طور پر لکھا جاتا تھا، تمام تحریر دیمک کی نذر ہو چکی تھی، یہ دیکھ کر مطعم ابنِ عدی نے اِس تحریر کو پارہ

پارہ کر دیا، اور وُہ معاہدہ توڑ دیا گیا اور خُدا خُدا کر کے بنی ہاشم کو اِس مظلومیت و بیکسی کی زندگی سے نجات ملی، لیکن اس کے بعد بھی پیغمبرؐ کے ساتھ مشرکین کے رویّہ میں سرِ مُو فرق نہ آیا۔ بلکہ وُہ بغض و عناد میں اس طرح کھو گئے کہ اُنؐ کی جان لینے کی تدبیریں کرنے لگے جس کے نتیجہ میں ہجرتِ مدینہ کا واقعہ ظہور میں آیا۔ اِس موقع پر اگرچہ حضرت ابوطالب زندہ نہ تھے مگر علی ابنِ ابی طالب نے پیغمبرؐ کے بستر پر لیٹ کر اُن کی یاد دلوں میں تازہ کر دی، کیونکہ یہ انھیں کا دیا ہُوا درس تھا کہ جس سے پیغمبرؐ کی حفاظت کا سروسامان کیا جاتا تھا۔

یہ واقعات اگرچہ مُعاویہ سے مخفی نہ تھے۔ مگر چونکہ اس کے سامنے اس کے اسلاف کے کارناموں کو رکھ کر اس کی مُعاندانہ رُوح کو جھنجھوڑنا مقصود تھا۔ اِس لیے قُریش و بنی عبدشمس کی ان ایذا رسانیوں کی طرف اُسے توجہ دلائی ہے کہ وُہ عہدِ نبوی کے پرستارانِ حق اور پرستارانِ باطل کی روش کو دیکھتے ہُوئے یہ غور کرے کہ وُہ حق کی راہ پر چل رہا ہے یا اپنے اِسلاف کے نقشِ قدم پر گامزن ہے۔

مکتوب (۱۰)

وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَيْهِ أَيْضًا:-

وَكَيْفَ أَنْتَ صَانِعٌ إِذَا تَكَشَّفَتْ عَنْكَ جَلَابِيبُ مَا أَنْتَ فِيهِ مِنْ دُنْيَا قَدْ تَبَهَّجَتْ بِزِينَتِهَا وَخَدَعَتْ بِلَذَّتِهَا۔ دَعَتْكَ فَأَجَبْتَهَا، وَقَادَتْكَ فَاتَّبَعْتَهَا، وَأَمَرَتْكَ فَأَطَعْتَهَا۔ وَإِنَّهُ يُوشِكُ أَنْ يَقِفَكَ وَاقِفٌ عَلَى مَا لَا يُنْجِيكَ مِنْهُ مِجَنٌّ. فَاقْعَسْ عَنْ هٰذَا الْأَمْرِ، وَخُذْ أُهْبَةَ الْحِسَابِ، وَشَمِّرْ لِمَا قَدْ نَزَلَ بِكَ، وَلَا تُمَكِّنِ الْغُوَاةَ مِنْ سَمْعِكَ وَإِلَّا تَفْعَلْ أُعْلِمْكَ مَا أَغْفَلْتَ مِنْ نَفْسِكَ. فَإِنَّكَ مُتْرَفٌ قَدْ أَخَذَ الشَّيْطَانُ مِنْكَ مَأْخَذَهُ،

مُعاویہ کی طرف:

تُم اس وقت کیا کرو گے جب دُنیا کے یہ لباس جن میں لپٹے ہُوئے ہو تم سے اُتر جائیں گے۔ یہ دُنیا جو اپنی سج دھج کی جھلک دکھاتی اور اپنے حظ و کیف سے ورغلاتی ہے۔ جس نے تمھیں پکارا تو تم نے لبیک کہی۔ اُس نے تمھیں کھینچا تو تم اُس کے پیچھے ہو لیے اور اُس نے تمھیں حکم دیا تو تم نے اُس کی پیروی کی۔ وُہ وقت دُور نہیں کہ بتانے والا تمھیں ان چیزوں سے آگاہ کرے کہ جن سے کوئی سپر تمھیں بچا نہ سکے گی۔ لہٰذا اس دعوے سے باز آ جاؤ حساب و کتاب کا سروسامان کرو، اور آنے والی موت کے لیے دامن گردان کر تیار ہو جاؤ، اور گمراہوں کی باتوں پر کان نہ دھرو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا، تو پھر میں تمھاری غفلتوں پر (جھنجھوڑ کر) تمھیں متنبہ کروں گا تم عیش و عشرت میں پڑے ہو۔ شیطان نے تم میں اپنی گرفت مضبوط کر لی ہے

وَبَلَغَ فِيكَ أَمَلَهُ، وَجَرَى مِنْكَ مَجْرَى الرُّوحِ وَالدَّمِ.

وَمَتَى كُنْتُمْ يَا مُعَاوِيَةُ سَاسَةَ الرَّعِيَّةِ وَوُلَاةَ أَمْرِ الْأُمَّةِ؟ بِغَيْرِ قَدَمٍ سَابِقٍ وَلَا شَرَفٍ بَاسِقٍ، وَنَعُوذُ بِاللهِ مِنْ لُزُومِ سَوَابِقِ الشَّقَاءِ، وَأُحَذِّرُكَ أَنْ تَكُونَ مُتَمَادِيًا فِي غِرَّةِ الْأُمْنِيَّةِ مُخْتَلِفَ الْعَلَانِيَةِ وَالسَّرِيرَةِ.

وَقَدْ دَعَوْتَ إِلَى الْحَرْبِ فَدَعِ النَّاسَ جَانِبًا وَاخْرُجْ إِلَيَّ وَأَعْفِ الْفَرِيقَيْنِ مِنَ الْقِتَالِ لِيُعْلَمَ أَيُّنَا الْمَرِينُ عَلَى قَلْبِهِ وَالْمُغَطَّى عَلَى بَصَرِهِ، فَأَنَا أَبُو حَسَنٍ قَاتِلُ جَدِّكَ وَخَالِكَ وَأَخِيكَ شَدْخًا يَوْمَ بَدْرٍ، وَذَلِكَ السَّيْفُ مَعِي وَبِذَلِكَ الْقَلْبِ أَلْقَى عَدُوِّي، مَا اسْتَبْدَلْتُ دِينًا، وَلَا اسْتَحْدَثْتُ نَبِيًّا. وَإِنِّي لَعَلَى الْمِنْهَاجِ الَّذِي تَرَكْتُمُوهُ طَائِعِينَ وَدَخَلْتُمْ فِيهِ مُكْرَهِينَ. وَزَعَمْتَ أَنَّكَ جِئْتَ ثَائِرًا بِعُثْمَانَ. وَلَقَدْ عَلِمْتَ حَيْثُ وَقَعَ دَمُ عُثْمَانَ فَاطْلُبْهُ مِنْ هُنَاكَ إِنْ كُنْتَ طَالِبًا، فَكَأَنِّي قَدْ رَأَيْتُكَ تَضِجُّ

وہ تمھارے بارے میں اپنی آرزوئیں پوری کر چکا ہے اور تمھارے اندر رُوح کی طرح سرایت کر گیا ہے اور خُون کی طرح (رگ و پے میں) دوڑ رہا ہے۔

اے مُعاویہ! بھلا تم لوگ (اُمیہ کی اولاد) کب رعیت پر حکمرانی کی صلاحیت رکھتے تھے، اور کب اُمت کے اُمور کے والی و سرپرست تھے؟ بغیر کسی پیش قدمی اور بغیر کسی بلند عزت و منزلت کے ہم دیرینہ بدبختیوں کے گھر کر لینے سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ میں اس چیز پر تمھیں متنبہ کیے دیتا ہوں کہ تم ہمیشہ آرزوؤں کے فریب پر فریب کھاتے ہو، اور تمھارا ظاہر باطن سے جدا رہتا ہے۔

تم نے مجھے جنگ کے لیے للکارا ہے تو ایسا کرو کہ لوگوں کو ایک طرف کر دو اور خود (میرے مقابلے میں) باہر نکل آؤ۔ دونوں فریق کو کُشت و خون سے معاف کرو تاکہ پتہ چل جائے کہ کس کے دل پر زنگ کی تہیں چڑھی ہوئی اور آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا ہے۔ میں (کوئی اور نہیں) وُہی ابوالحسن ہوں کہ جس نے تمھارے نانا، تمھارے ماموں، اور تمھارے بھائی کے پرخچے اُڑا کر بدر کے دن مارا تھا۔ وُہی تلوار اب بھی میرے پاس ہے اور اُسی دل گُردے کے ساتھ اب بھی دُشمن سے مقابلہ کرتا ہوں نہ میں نے کوئی دین بدلا ہے، نہ کوئی نیا نبی کھڑا کیا ہے۔ اور میں بلاشبہ اُسی شاہراہ پر ہوں جسے تم نے اپنے اختیار سے چھوڑ رکھا تھا اور پھر بمجبوری اس میں داخل ہوئے۔ اور تم ایسا ظاہر کرتے ہو کہ تم خونِ عثمان کا بدلہ لینے کو اُٹھے ہو حالانکہ تمھیں اچھی طرح معلوم ہے کہ ان کا خون کس کے سر ہے۔ اگر واقعی بدلہ ہی لینا منظور ہے تو انہی سے لو۔

مِنَ الْحَرْبِ إِذَا عَضَّتْكَ ضَجِيجَ الْجِمَالِ بِالْأَثْقَالِ وَ كَأَنِّي بِجَمَاعَتِكَ تَدْعُونِي جَزَعاً مِنَ الضَّرْبِ الْمُتَتَابِعِ وَ الْقَضَاءِ الْوَاقِعِ وَ مَصَارِعَ بَعْدَ مَصَارِعَ — إِلَى كِتَابِ اللّٰهِ، وَهِيَ كَافِرَةٌ جَاحِدَةٌ، أَوْ مُبَايِعَةٌ حَائِدَةٌ۔

اب[1] تو وہ (آنے والا) منظر میری آنکھوں میں پھر رہا ہے کہ جب جنگ تمہیں دانتوں سے کاٹ رہی ہوگی اور تم اس طرح بلبلاتے ہو گے، جس طرح بھاری بوجھ سے اونٹ بلبلاتے ہیں اور تمھاری جماعت تلواروں کی تابڑ توڑ مار، سر پہ منڈلانے والی قضا اور کشتوں کے پشتے لگ جانے سے گھبرا کر مجھے کتاب خدا کی طرف دعوت دے رہی ہوگی۔ حالانکہ وہ ایسے لوگ ہیں جو کافر اور حق کے منکر ہیں یا بیعت کے بعد اسے توڑ دینے والے ہیں۔

لہ عتبہ بن ربیعہ ۲ے ولید بن عتبہ ۳ے حنظلہ ابن ابی سفیان

لہ امیرالمومنین علیہ السلام کی یہ پیشین گوئی جنگ صفین کے متعلق ہے جس میں مختصر سے لفظوں میں اس کا پورا منظر کھینچ دیا ہے۔ چنانچہ ایک طرف معاویہ عراقیوں کے حملوں سے حواس باختہ ہو کر بھاگنے کی سوچ رہا تھا اور دوسری طرف اس کی فوج موت کی پیہم یورش سے گھبرا کر چلا رہی تھی اور آخر کار جب بچاؤ کی کوئی صورت نظر نہ آئی، تو قرآن نیزوں پر اٹھا کر صلح کا شور مچا دیا اور اس حیلہ سے بچے کھچے لوگوں نے اپنی جان بچائی

اس پیشین گوئی کو کسی قیاس و تخمین یا واقعات سے اخذ نتائج کا نتیجہ نہیں قرار دیا جا سکتا اور نہ ان جزئی تفصیلات کا فراست و دُور رس بصیرت سے احاطہ کیا جا سکتا ہے۔ بلکہ ان پر سے وہی پردہ اٹھا سکتا ہے، جس کا ذریعہ اطلاع پیغمبرؐ کی زبانِ وحی ترجمان ہو، یا القائے ربانی۔

---

(۱۱) ہدایت

وَ مِنْ وَصِيَّةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَصّٰى بِهَا جَيْشًا بَعَثَهُ إِلَى الْعَدُوِّ فَإِذَا نَزَلْتُمْ بِعَدُوٍّ أَوْ نَزَلَ بِكُمْ فَلْيَكُنْ مُعَسْكَرُكُمْ فِي قُبُلِ الْأَشْرَافِ أَوْ سِفَاحِ الْجِبَالِ، أَوْ أَثْنَاءِ الْأَنْهَارِ كَيْمَا يَكُونَ لَكُمْ رِدْءًا وَ دُونَكُمْ

دشمن کی طرف بھیجے ہوئے ایک لشکر کو یہ ہدایتیں فرمائیں:-

جب[1] تم دشمن کی طرف بڑھو یا دشمن تمہاری طرف بڑھے، تو تمہارا پڑاؤ ٹیلوں کے آگے یا پہاڑ کے دامن میں، یا نہروں کے موڑ میں، ہونا چاہیے تاکہ یہ چیز تمھارے لیے

مَرَدًّا - وَلْتَكُنْ مُقَاتَلَتُكُمْ مِنْ وَجْهٍ
وَاحِدٍ أَوِ اثْنَيْنِ - وَاجْعَلُوا لَكُمْ
رُقَبَاءَ فِي صَيَاصِي الْجِبَالِ وَ
مَنَاكِبِ الْهِضَابِ لِئَلَّا يَأْتِيَكُمُ
الْعَدُوُّ مِنْ مَكَانِ مَخَافَةٍ أَوْ أَمْنٍ
وَاعْلَمُوا أَنَّ مُقَدِّمَةَ الْقَوْمِ
عُيُونُهُمْ، وَعُيُونُ الْمُقَدِّمَةِ
طَلَائِعُهُمْ - وَإِيَّاكُمْ وَالتَّفَرُّقَ
فَإِذَا نَزَلْتُمْ فَانْزِلُوا جَمِيعًا، وَإِذَا
ارْتَحَلْتُمْ فَارْتَحِلُوا جَمِيعًا،
وَإِذَا غَشِيَكُمُ اللَّيْلُ فَاجْعَلُوا الرِّمَاحَ
كِفَّةً، وَلَا تَذُوقُوا النَّوْمَ إِلَّا غِرَارًا
أَوْ مَضْمَضَةً -

پُشت پناہی اور روک کا کام دے، اور جنگ بس ایک طرف یا (زائد سے زائد دو طرف سے ہو) اور پہاڑوں کی چوٹیوں اور ٹیلوں کی بلند سطحوں پر دیدبانوں کو بٹھا دو تاکہ دشمن کسی کھٹکے کی جگہ سے یا اطمینان والی جگہ سے (اچانک) نہ آپڑے اور اس بات کو جانے رہو کہ فوج کا ہراول دستہ فوج کا خبر رساں ہوتا ہے، اور ہراول دستے کو اطلاعات اُن مخبروں سے حاصل ہوتی ہیں، (جو آگے بڑھ کر سُراغ لگاتے ہیں) دیکھو تتر بتر ہونے سے بچے رہو، اترو تو ایک ساتھ اُترو، اور کوچ کرو تو ایک ساتھ کرو، اور جب رات تم پر چھا جائے، تو نیزوں کو (اپنے گرد) گاڑ کر ایک دائرہ سا بنا لو، اور صرف اُونگھ لینے اور ایک آدھ جھپکی لے لینے کے سوا نیند کا مزہ نہ چکھو۔

لہ جب امیر المومنینؑ نے نخیلہ کی چھاؤنی سے زیاد ابن نصر حارثی اور شریح ابن ہانی کو آٹھ ہزار اور چار ہزار کے دستے پر سپہ سالار مقرر کر کے شام کی جانب روانہ کیا تو ان دونوں میں منصب کے سلسلہ میں کچھ اختلاف رائے ہو گیا جس کی اطلاع انھوں نے امیر المومنینؑ کو دی اور ایک دوسرے کے خلاف شکایت آمیز خطوط لکھے۔ حضرت نے جواب میں تحریر فرمایا کہ اگر تم مل کر سفر کرو تو پوری فوج کا نظم و نسق زیاد ابن نصر کے ہاتھ میں ہو گا، اور اگر الگ الگ سفر کرو تو جس جس دستے پر تمھیں امیر مقرر کیا گیا ہے، اُسی کا نظم و انصرام تم سے متعلق ہو گا۔

اِس خط کے ذیل میں حضرت نے جنگ کے لیے چند ہدایات بھی اُنھیں تحریر فرمائے اور علامہ رضی نے صرف ہدایات والا حصہ ہی اس مقام پر درج کیا ہے۔ یہ ہدایات نہ صرف اس زمانہ کے طریقۂ جنگ کے لحاظ سے نہایت کار آمد اور مفید ہیں بلکہ اس زمانہ میں بھی جنگی اصول کی طرف رہنمائی کرنے کے اعتبار سے ان کی افادیت و اہمیت ناقابلِ انکار ہے۔ وہ ہدایات یہ ہیں کہ جب دشمن سے مڈبھیڑ ہو تو پہاڑوں کے دامنوں اور ندی نالوں کے موڑوں میں پڑاؤ ڈالو، کیونکہ اس صورت میں نہروں کے نشیب خندق کا اور پہاڑوں کی چوٹیاں فصیل کا کام دیں گی۔ اور تم عقب سے مطمئن ہو کر دوسرے اطراف سے دشمن کا دفاع کر سکو گے دوسرے یہ کہ لڑائی ایک طرف سے ہو یا زیادہ سے زیادہ دو طرف سے، کیونکہ فوج کے متعدد محاذوں پر تقسیم ہو جانے سے اس

میں کمزوری کا رُونما ہونا ضروری ہے، اور دُشمن تمہاری فوج کے تفرقہ و انتشار سے فائدہ اُٹھا کر کامیابی میں کوئی دشواری محسوس نہ کرے گا۔ تیسرے یہ کہ ٹیلوں اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر پاسبان دستے بٹھا دو، تاکہ وُہ دُشمن کے حملہ آور ہونے سے پہلے تمہیں آگاہ کر سکیں۔ کیونکہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ جدھر سے دُشمن کے آنے کا خطرہ ہوتا ہے وہ اُدھر سے آنے کے بجائے دُوسری طرف سے حملہ کر دیتا ہے۔ لہٰذا اگر بلندیوں پر پاسبان دستے موجود ہوں گے، تو وُہ دُور سے اُڑتے ہُوئے گرد و غبار کو دیکھ کر دُشمن کی آمد کا پتہ چلا لیں گے۔ چنانچہ ابن ابی الحدید نے اس کا افادی پہلو واضح کرنے کے لیے یہ تاریخی واقعہ نقل کیا ہے کہ جب قحطبہ نے خراسان سے نکل کر ایک گاؤں میں پڑاؤ ڈالا تو وہ اور خالد ابن برمک ایک بلند جگہ پر جا بیٹھے۔ ابھی بیٹھے ہی تھے کہ خالد نے دیکھا کہ جنگل کی طرف سے ہرنوں کی ٹکڑیاں چلی آ رہی ہیں۔ یہ دیکھ کر اُس نے قحطبہ سے کہا کہ اے امیر اُٹھیے اور لشکر میں فوراً اعلان کرایئے کہ وہ صف بندی کر کے ہتھیاروں کو سنبھال لے۔ یہ سُن کر قحطبہ کھڑبڑا کر اُٹھ کھڑا ہُوا اور اِدھر اُدھر دیکھ کر کہنے لگا کہ مجھے تو کہیں بھی دُشمن کی فوج نظر نہیں آتی۔ اُس نے کہا کہ اے امیر! یہ وقت باتوں میں ضائع کرنے کا نہیں۔ آپ ان ہرنوں کو دیکھ لیجیے جو اپنے ٹھکانے چھوڑ کر آبادی کی طرف بڑھے چلے آ رہے ہیں۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ ان کے عقب میں دُشمن کی فوج چلی آ رہی ہے۔ چنانچہ اُس نے فوراً اپنی فوج کو تیار رہنے کا حکم دیا۔ اُدھر لشکر کا تیار ہونا تھا کہ گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز کانوں میں آنے لگی اور دیکھتے ہی دیکھتے دُشمن سر پر منڈلانے لگا اور یہ چونکہ بروقت مدافعت کا سامان کر چکے تھے اس لیے پُورے طور سے دُشمن کا مقابلہ کیا اور اگر خالد اس بلندی پر نہ ہوتا اور اپنی سُوجھ بوجھ سے کام نہ لیتا، تو دُشمن اچانک حملہ کر کے انھیں ختم کر دیتا۔ چوتھے یہ کہ اِدھر اُدھر جاسُوس چھوڑ دیے جائیں تاکہ وُہ دُشمن کی نقل و حرکت اور اُس کے عزائم سے آگاہ کرتے رہیں اور اُس کی سوچی سمجھی ہُوئی چالوں کو ناکام بنایا جا سکے۔ پانچویں یہ کہ پڑاؤ ڈالو تو ایک ساتھ، اور کوچ کرو تو ایک ساتھ تاکہ دُشمن اس پراگندگی و انتشار کی حالت میں تم پر حملہ کر کے بآسانی قابو نہ پا سکے۔ چھٹے یہ کہ رات کو اپنے گرد نیزے گاڑ کر حصار کھینچ دو تاکہ اگر دُشمن شب خُوں مارے تو اس کے حملہ آور ہوتے ہی تم اپنے ہتھیاروں کو اپنے ہاتھوں میں لے سکو اور اگر دُشمن تیر بارانی کرے تو اس کے ذریعہ سے کچھ بچاؤ ہو سکے۔ ساتویں یہ کہ گہری نیند نہ سوؤ کہ دُشمن کی آمد کا تمہیں پتہ ہی نہ چل سکے اور وُہ تمہارے سنبھلتے سنبھلتے تمہیں گزند پہنچانے میں کامیاب ہو جائے۔

ہدایت (۱۲)

وَ مِنْ وَصِيَّةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ، لِمَعْقِلِ بْنِ قَيْسِ الرِّيَاحِيِّ حِيْنَ اَنْفَذَهٗ اِلَى الشَّامِ فِيْ ثَلَاثَةِ آلَافٍ مُقَدِّمَةً لَّهٗ: — اِتَّقِ اللّٰهَ الَّذِيْ لَا بُدَّ لَكَ مِنْ لِقَآئِهٖ وَ لَا مُنْتَهٰى لَكَ دُوْنَهٗ،

جب معقل ابن قیس ریاحی کو تین ہزار کے ہراول دستہ کے ساتھ شام روانہ کیا، تو یہ ہدایت فرمائی:

اس اللہ سے ڈرتے رہنا جس کے روبرو پیش ہونا لازمی ہے، اور جس کے علاوہ تمہارے لیے کوئی

وَلَا تُقَاتِلَنَّ إِلَّا مَنْ قَاتَلَكَ
وَسِرِ الْبَرْدَيْنِ - وَغَوِّرْ بِالنَّاسِ
وَرَفِّهْ بِالسَّيْرِ - وَلَا تَسِرْ
أَوَّلَ اللَّيْلِ فَإِنَّ اللهَ جَعَلَهُ
سَكَنًا وَقَدَّرَهُ مُقَامًا لَا ظَعْنًا
فَأَرِحْ فِيهِ بَدَنَكَ وَرَوِّحْ
ظَهْرَكَ - فَإِذَا وَقَفْتَ حِينَ
يَنْبَطِحُ السَّحَرُ أَوْ حِينَ يَنْفَجِرُ
الْفَجْرُ فَسِرْ عَلَى بَرَكَةِ اللهِ -
فَإِذَا لَقِيتَ الْعَدُوَّ فَقِفْ مِنْ
أَصْحَابِكَ وَسَطًا، وَلَا تَدْنُ
مِنَ الْقَوْمِ دُنُوَّ مَنْ يُرِيدُ أَنْ
يُنْشِبَ الْحَرْبَ، وَلَا تَبَاعَدْ
عَنْهُمْ تَبَاعُدَ مَنْ يَهَابُ الْبَأْسَ
حَتّٰى يَأْتِيَكَ أَمْرِي، وَلَا
يَحْمِلَنَّكُمْ شَنَآنُهُمْ عَلَى
قِتَالِهِمْ قَبْلَ دُعَائِهِمْ وَ
الْإِعْذَارِ إِلَيْهِمْ -

اور آخری منزل نہیں جو تم سے جنگ کرے۔ اس کے
سوا کسی سے جنگ نہ کرنا اور صبح و شام کے ٹھنڈے
وقت سفر کرنا اور دوپہر کے وقت لوگوں کو سستانے
اور آرام کرنے کا موقعہ دینا، آہستہ چلنا اور شروع
رات میں سفر نہ کرنا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے رات سکون
کے لیے بنائی ہے اور اسے قیام کرنے کے لیے رکھا
ہے، نہ سفر و راہ پیمائی کے لیے۔ اس میں اپنے بدن
اور اپنی سواری کو آرام پہنچاؤ، اور جب جان لو کہ
سپیدۂ سحر پھیلنے اور پَو پھوٹنے لگی ہے تو اللہ کی
برکت پر چل کھڑے ہونا۔ جب دشمن کا سامنا ہو، تو
اپنے ساتھیوں کے درمیان ٹھہرو۔ اور دیکھو! دشمن
کے اتنے قریب نہ پہنچ جاؤ کہ جیسے کوئی جنگ چھیڑنا
ہی چاہتا ہے اور نہ اتنے دُور ہٹ کر رہو جیسے کوئی
لڑائی سے خوفزدہ ہو، اُس وقت تک کہ جب تک میرا
حکم تم تک پہنچے۔ اور دیکھو! ایسا نہ ہو کہ اُن کی عداوت
تمہیں اس پر آمادہ کر دے کہ تم حق کی دعوت دینے
اور اُن پر حجت تمام کرنے سے پہلے ان سے جنگ
کرنے لگو۔

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) مکتوب (۱۳)

إِلٰى أَمِيرَيْنِ مِنْ أُمَرَاءِ جَيْشِهِ:
وَقَدْ أَمَّرْتُ عَلَيْكُمَا وَعَلٰى مَنْ
فِي حَيِّزِكُمَا مَالِكَ بْنَ الْحَارِثِ
الْأَشْتَرَ فَاسْمَعَا لَهُ وَأَطِيعَا،
وَاجْعَلَاهُ دِرْعًا وَمِجَنًّا، فَإِنَّهُ مِمَّنْ

فوج کے دو سرداروں کے نام:
میں نے مالک ابن حارث اشتر کو تم پر اور تمہارے
ماتحت لشکر پر امیر مقرر کیا ہے۔ لہٰذا ان کے فرمان کی پیروی
کرو، اور اُنہیں اپنے لیے زرہ اور ڈھال سمجھو، کیونکہ
وُہ ان لوگوں میں سے ہیں جن سے کمزوری و لغزش کا او

لَا يُخَافُ وَهْنُهُ وَلَا سَقْطَتُهُ وَلَا بُطْؤُهُ عَمَّا الْإِسْرَاعُ إِلَيْهِ أَحْزَمُ، وَلَا إِسْرَاعُهُ إِلَىٰ مَا الْبُطْءُ عَنْهُ أَمْثَلُ۔

جہاں جلدی کرنا تقاضائے ہوشمندی ہو وہاں سستی کا، اور جہاں ڈھیل کرنا مناسب ہو وہاں جلدبازی کا اندیشہ نہیں ہے۔

جب حضرت نے زیاد ابن نضر اور شریح ابن ہانی کے ماتحت بارہ ہزار کا ہراول دستہ شام کی جانب روانہ کیا تو راستہ میں سور الروم کے نزدیک ابوالاعور سلمی سے مڈبھیڑ ہوئی جو شامیوں کے دستہ کے ساتھ وہاں پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا اور ان دونوں نے حارث ابن جمہان کے ہاتھ ایک خط بھیج کر حضرت کو اس کی اطلاع دی جس پر آپ نے ہراول دستے پر مالک ابن حارث اشتر کو سپہ سالار بنا کر روانہ کیا اور ان دونوں کو اطلاع دینے کے لیے یہ خط تحریر فرمایا۔ اس میں جن مختصر اور جامع الفاظ میں مالک اشتر کی توصیف فرمائی ہے۔ اس سے مالک اشتر کی عقل و فراست، ہمت و جرأت اور فنون حرب میں تجربہ و مہارت اور اُن کی شخصی عظمت و اہمیت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

ہدایت (۱۴)

وَمِنْ وَصِيَّةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِعَسْكَرِهِ قَبْلَ لِقَاءِ الْعَدُوِّ بِصِفِّينَ:

لَا تُقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ يَبْدَؤُوكُمْ، فَإِنَّكُمْ بِحَمْدِ اللّٰهِ عَلَىٰ حُجَّةٍ، وَتَرْكُكُمْ إِيَّاهُمْ حَتَّىٰ يَبْدَؤُوكُمْ حُجَّةٌ أُخْرَىٰ لَكُمْ عَلَيْهِمْ. فَإِذَا كَانَتِ الْهَزِيمَةُ بِإِذْنِ اللّٰهِ فَلَا تَقْتُلُوا مُدْبِرًا، وَلَا تُصِيبُوا مُعْوِرًا، وَلَا تُجْهِزُوا عَلَىٰ جَرِيحٍ، وَلَا تَهِيجُوا النِّسَاءَ بِأَذًى، وَإِنْ شَتَمْنَ أَعْرَاضَكُمْ، وَسَبَبْنَ أُمَرَاءَكُمْ، فَإِنَّهُنَّ ضَعِيفَاتُ الْقُوَىٰ وَالْأَنْفُسِ وَالْعُقُولِ. إِنْ كُنَّا

صفین میں دشمن کا سامنا کرنے سے پہلے اپنے لشکر کو ہدایت فرمائی:

جب تک وہ پہل نہ کریں، تم اُن سے جنگ نہ کرنا، کیونکہ تم بحمد اللہ دلیل و حجت رکھتے ہو، اور تمہارا انھیں چھوڑ دینا کہ "وہی پہل کریں" یہ اُن پر دوسری حجت ہوگی۔ خبردار! جب دشمن (منہ کی کھا کر) میدان چھوڑ بھاگے، تو کسی پیٹھ پھرانے والے کو قتل نہ کرنا۔ کسی بے دست و پا پر ہاتھ نہ اُٹھانا کسی زخمی کی جان نہ لینا اور عورتوں کو اذیت پہنچا کر نہ ستانا چاہے وہ تمہاری عزت و آبرو پر گالیوں کے ساتھ حملہ کریں اور تمہارے افسروں کو گالیاں دیں، کیونکہ ان کی قوتیں، ان کی جانیں اور ان کی عقلیں کمزور و ضعیف ہوتی ہیں۔ ہم (پیغمبرؐ کے زمانہ میں بھی) مامور تھے کہ ان سے کوئی تعرض

لَتُؤْمَرُ بِالْكَفِّ عَنْهُنَّ وَإِنَّهُنَّ لَمُشْرِكَاتٌ. وَإِنْ كَانَ الرَّجُلُ لَيَتَنَاوَلُ الْمَرْأَةَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ بِالْفِهْرِ أَوِ الْهِرَاوَةِ فَيُعَيَّرُ بِهَا وَعَقِبُهُ مِنْ بَعْدِهِ.

نہ کریں۔ حالانکہ وُہ مشرک ہوتی تھیں۔ اگر جاہلیت میں بھی کوئی شخص کسی عورت کو پتھر یا لاٹھی سے گزند پہنچاتا تھا تو اُس کو اور اُس کے بعد کی پشتوں کو مطعون کیا جاتا تھا۔

امیر المومنینؑ اور مُعاویہ کے درمیان جو جنگ و قتال کی صُورت رُونما ہُوئی، اُس کی تمام تر ذمہ داری معاویہ پر عائد ہوتی ہے۔ اس لیے کہ اُس نے آپ پر خونِ عثمان کا غلط الزام لگا کر جنگ کے لیے قدم اٹھایا۔ حالانکہ یہ حقیقت اس سے مخفی نہ تھی، کہ قتلِ عثمان کے کیا وجُوہ ہیں اور کن کے ہاتھ سے وہ قتل ہُوئے۔ مگر اسے جنگ و جدل کا موقع بہم پہنچائے بغیر چونکہ اپنے مقصد میں کامیابی کی کوئی صُورت نظر نہ آتی تھی۔ اس لیے اپنے اقتدار کے تحفظ کے لیے اُس نے جنگ چھیڑ دی جو سراسر جارحانہ تھی اور جسے کسی صُورت سے جواز کے حدود میں نہیں لایا جا سکتا۔ کیونکہ امام برحق کے خلاف بغاوت و سرکشی بالاتفاقِ اُمّت حرام ہے۔ چنانچہ امام نودی نے تحریر کیا ہے :-

لا تنازعوا ولاة الامور فی ولایتهم و لا تعترضوا علیهم الا أن تروا منهم منکرًا محققًا تعلمونه من قواعد الاسلام فاذا رأیتم ذٰلك فانکروه علیهم وقولوا بالحق حیث ما کنتم واما الخروج علیهم وقتالهم فحرام باجماع المسلمین (شرح مسلم نودی جلد ۲ صفحہ ۱۲۵)

حکومت کے معاملات میں فرمانرواؤں سے ٹکر نہ لو اور نہ اُن پر اعتراضات کرو۔ البتہ تم کو اُن میں کوئی ایسی بُرائی نظر آئے کہ جو پایۂ ثبُوت کو پہنچ چکی ہو اور تم جانتے ہو کہ وہ اصُولِ اسلام کے خلاف ہے تو اسے ان کے لیے بُرا سمجھو اور جہاں بھی تم ہو صحیح صحیح بات کہو۔ لیکن ان پر خروج کرنا اور ان سے جنگ کرنا باجماعِ مسلمین حرام ہے۔

عبدالکریم شہرستانی تحریر کرتے ہیں کہ :-

من خرج علی الامام الحق الذی اتفقت الجماعة علیه یسمی خارجیا سواء کان الخروج فی ایام الصحابة علی الأئمة الراشدین أو کان بعدهم علی التابعین لهم باحسان

جو شخص اس امام برحق پر خروج کرے جس پر جماعت نے اتفاق کر لیا ہو وُہ خارجی کہلائے گا۔ چاہے یہ خروج صحابہ کے دَور میں آئمہ راشدین پر ہو چاہے ان کے بعد اُن کے تابعین پر۔ (کتاب الملل والنحل صفحہ ۵۲)

اِس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ مُعاویہ کا اقدام بغاوت و سرکشی کا نتیجہ تھا اور باغی کے ظلم و عدوان کو روکنے کے لیے تلوار اُٹھانا کسی طرح آئینِ امن پسندی و صلح جوئی کے خلاف نہیں سمجھا جا سکتا۔ بلکہ یہ مظلوم کا ایک قدرتی حق ہے اور اگر اسے اس حق سے محروم کر دیا جائے، تو دُنیا میں ظلم و استبداد کی روک تھام اور حقوق کی حفاظت کی کوئی صُورت ہی باقی نہ

رہے۔ اسی لیے قدرت نے باغی کے خلاف تلوار اُٹھانے کی اجازت دی ہے۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے :-

فان بغت احداھما علی الاخری ، فقاتلوا التی تبغی حتّٰی تفیء الی أمر اللہ ۔

ان میں سے اگر ایک جماعت دوسری جماعت پر زیادتی کرے، تو تم اس زیادتی کرنے والی جماعت سے لڑو۔ یہاں تک کہ وہ حکمِ خدا کی طرف پلٹ آئے۔

یہ پہلی حجت تھی جس کی طرف حضرت نے انتم بحمد اللہ علی حجۃ کہہ کر اشارہ کیا ہے۔ مگر اس حجت کے تمام ہونے کے باوجود حضرت نے اپنی فوج کو ہاتھ اُٹھانے اور لڑائی میں پہل کرنے سے روک دیا۔ کیونکہ آپؑ یہ چاہتے تھے کہ آپ کی طرف سے پہل نہ ہو، اور وہ صرف دفاع میں تلوار اُٹھائیں۔ چنانچہ جب آپ کی صلح و امن کی کوششوں کا کوئی نتیجہ نہ نکلا اور دُشمن نے جنگ کے لیے قدم اُٹھا دیا، تو یہ اُن پر دُوسری حجت تھی جس کے بعد حضرت کے آمادۂ جنگ ہونے پر نہ کوئی حرف گیری کی جا سکتی ہے، اور نہ آپ پر جارحانہ اقدام کا الزام عائد کیا جا سکتا ہے۔ بلکہ یہ ظلم و تعدّی کی طغیانیوں کو روکنے کے لیے ایک ایسا فریضہ تھا جسے آپ کو انجام دینا ہی چاہیئے تھا، اور جس کی اللہ سُبحانہ نے کھُلے لفظوں میں اجازت دی ہے۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے :-

فمن اعتدٰی علیکم فاعتدوا علیه بمثل ما اعتدٰی واتقوا اللہ و اعلموا ان اللہ مع المتقین ۔

جو شخص تم پر زیادتی کرے، تم بھی اس پر ویسی زیادتی کرو، جیسی اُس نے کی ہے۔ اور اللہ سے ڈرو، اور اس بات کو جانے رہو کہ اللہ پرہیزگاروں کا ساتھی ہے۔

اس کے علاوہ امیرالمومنینؑ سے صف آرا ہونا پیغمبرؐ سے صف آرا ہونا ہے۔ جیسا کہ حدیثِ نبویؐ "یا علی! حربک حربی" "اے علی! تم سے جنگ کرنا مجھ سے جنگ کرنا ہے"۔ اس کی شاہد ہے، تو اس صورت میں جو سزا پیغمبرؐ سے جدال و قتال کرنے والے کے لیے ہوگی، وہی سزا امیرالمومنینؑ سے جنگ و پیکار کرنے والے کے لیے ہونا چاہیئے۔ اور پیغمبرؐ سے محاذِ جنگ قائم کرنے والے کی سزا قدرت نے یہ تجویز کی ہے۔

انما جزاؤا الذین یحاربون اللہ و رسوله ویسعون فی الارض فسادا ان یقتلوا او یصلبوا او تقطع ایدیهم وارجلهم من خلاف او ینفوا من الارض ذلک لهم خزی فی الدنیا ولهم فی الاخرۃ عذاب عظیم ۔

جو لوگ اللہ اور اس کے رسولؐ سے جنگ پر آمادہ ہوں اور زمین میں فساد پھیلانے کے لیے تگ و دو کرتے ہوں اُن کی سزا یہ ہے کہ یا تو قتل کر دیے جائیں، یا انھیں سُولی دی جائے، یا اُن کا ایک طرف کا ہاتھ اور دوسری طرف کا پاؤں کاٹ دیا جائے، یا انھیں جلاوطن کر دیا جائے۔ یہ اُن کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں تو اُن کے لیے بڑا عذاب ہے ہی

اس کے بعد حضرت نے جو جنگ کے سلسلہ میں ہدایات فرمائے ہیں کہ کسی بھاگنے والے، ہتھیار ڈال دینے والے اور زخمی ہونے والے پر ہاتھ نہ اُٹھایا جائے۔ وُہ اخلاقی اعتبار سے اس قدر بلند ہیں کہ انھیں اخلاقی قدروں کا اعلیٰ نمونہ اور اسلامی جنگوں کا بلند معیار قرار دیا جا سکتا ہے اور یہ ہدایات صرف قول تک محدود نہ تھے، بلکہ حضرت ان کی پوری پابندی کرتے تھے اور دوسروں کو بھی سختی سے ان کی پابندی کا حکم دیتے تھے اور کسی موقعہ پر بھاگنے والے کا تعاقب اور بے دست و پا پر حملہ اور عورتوں پر سختی گوارا نہ کرتے تھے۔ یہاں تک کہ جمل کے میدان میں کہ جہاں فوجِ مخالف کی باگ ڈور ہی ایک عورت کے ہاتھ میں تھی، آپ نے اپنے اصول کو نہیں بدلا بلکہ دشمن کی شکست و ہزیمت کے بعد اپنی بلند کرداری کا ثبوت دیتے ہُوئے اُم المومنین کو حفاظت کے ساتھ مدینہ پہنچا دیا، اور اگر آپ کے بجائے دوسرا ہوتا تو وُہ وہی سزا تجویز کرتا جو اس نوعیت کے اقدام کی ہونا چاہیے۔ چنانچہ ابنِ ابی الحدید نے تحریر کیا ہے:۔

لو كانت فعلت بعمر ما فعلت به و شقت عصى الامة عليه ثم ظفر بها لقتلها و مزقها اربا اربا ولكن عليا كان حليما كريما

(شرح ابن ابی الحدید جلد ۴ صفہ ۲۰۲)

جو انھوں نے حضرت کے ساتھ برتاؤ کیا اگر ایسا ہی حضرت عمر کے ساتھ کرتیں اور ان کے خلاف رعیت میں بغاوت پھیلاتیں، تو وُہ اُن پر قابو پانے کے بعد انھیں قتل کر دیتے اور ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے۔ مگر امیرالمومنینؑ بہت بُردبار اور بلند نفس تھے۔

ہدایت (۱۵)

(وَ كَانَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ إِذَا لَقِيَ الْعَدُوَّ مُحَارِبًا):۔

جب لڑنے کے لیے دُشمن کے سامنے آتے تھے تو بارگاہِ الٰہی میں عرض کرتے تھے۔

اَللّٰهُمَّ إِلَيْكَ أَفْضَتِ الْقُلُوبُ وَ مُدَّتِ الْأَعْنَاقُ وَ شَخَصَتِ الْأَبْصَارُ وَ نُقِلَتِ الْأَقْدَامُ، وَ أُنْضِيَتِ الْأَبْدَانُ

بارِ الٰہا! دِل تیری طرف کھنچ رہے ہیں گردنیں تیری طرف اُٹھ رہی ہیں۔ آنکھیں تجھ پر لگی ہُوئی ہیں، قدم حرکت میں آچکے ہیں اور بدن لاغر پڑ چکے ہیں۔

اَللّٰهُمَّ قَدْ صَرَّحَ مَكْتُومُ الشَّنَآنِ وَ جَاشَتْ مَرَاجِلُ الْأَضْغَانِ

بارِ الٰہا! چھپی ہُوئی عداوتیں اُبھر آئی ہیں اور کینہ و عناد کی دیگیں جوش کھانے لگی ہیں۔

اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَشْكُو إِلَيْكَ غَيْبَةَ نَبِيِّنَا - وَ كَثْرَةَ عَدُوِّنَا وَ تَشَتُّتَ أَهْوَائِنَا -

خداوندا! ہم تجھ سے اپنے نبیؐ کے نظروں سے اوجھل ہو جانے، اپنے دُشمنوں کے بڑھ جانے اور اپنی خواہشوں میں تفرقہ پڑ جانے کا شکوہ کرتے ہیں۔

رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَأَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِينَ۔

پروردگار! تو ہی ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان سچائی کے ساتھ فیصلہ کر اور تو سب سے اچھا فیصلہ کرنے والا ہے۔

ہدایت (۱۶)

(وَكَانَ يَقُولُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِأَصْحَابِهِ عِنْدَ الْحَرْبِ):-

لَا تَشْتَدَّنَّ عَلَيْكُمْ فَرَّةٌ بَعْدَهَا كَرَّةٌ، وَلَا جَوْلَةٌ بَعْدَهَا حَمْلَةٌ، وَأَعْطُوا السُّيُوفَ حُقُوقَهَا۔ وَوَطِّئُوا لِلْجُنُوبِ مَصَارِعَهَا، وَاذْمُرُوا أَنْفُسَكُمْ عَلَى الطَّعْنِ الدَّعْسِيِّ وَالضَّرْبِ الطِّلَحْفِيِّ۔ وَأَمِيتُوا الْأَصْوَاتَ فَإِنَّهُ أَطْرَدُ لِلْفَشَلِ۔

فَوَالَّذِي فَلَقَ الْحَبَّةَ وَبَرَأَ النَّسَمَةَ مَا أَسْلَمُوا وَلَكِنِ اسْتَسْلَمُوا وَأَسَرُّوا الْكُفْرَ فَلَمَّا وَجَدُوا أَعْوَانًا عَلَيْهِ أَظْهَرُوهُ۔

جنگ کے موقع پر اپنے ساتھیوں سے فرماتے تھے :-

وہ پسپائی کہ جس کے بعد پلٹنا ہو، اور وہ اپنی جگہ سے ہٹنا جس کے بعد حملہ مقصود ہو، تمھیں گراں نہ گزرے، تلواروں کا حق ادا کرو، اور پہلوؤں کے بل گرنے والے (دشمنوں) کے لیے میدان تیار رکھو۔ سخت نیزہ لگانے اور تلواروں کا بھرپور ہاتھ چلانے کے لیے اپنے کو آمادہ کرو۔ آوازوں کو دبالو کہ اس سے بودا پن قریب نہیں پھٹکتا۔

اُس ذات کی قسم! جس نے دانے کو چیرا اور جاندار چیزوں کو پیدا کیا، یہ لوگ اسلام نہیں لائے تھے بلکہ اطاعت کر لی تھی، اور دلوں میں کفر کو چھپائے رکھا تھا۔ اب جبکہ یار و مددگار مل گئے، تو اُسے ظاہر کر دیا۔

مکتوب (۱۷)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَى مُعَاوِيَةَ جَوَابًا عَنْ كِتَابٍ مِنْهُ إِلَيْهِ):

فَأَمَّا طَلَبُكَ إِلَيَّ الشَّامَ فَإِنِّي لَمْ أَكُنْ لِأُعْطِيَكَ الْيَوْمَ مَا مَنَعْتُكَ أَمْسِ۔ وَأَمَّا قَوْلُكَ إِنَّ الْحَرْبَ

معاویہ کے خط کے جواب میں :

تمھارا یہ مطالبہ کہ میں شام کا علاقہ تمھارے حوالے کر دوں، تو میں آج وہ چیز تمھیں دینے سے رہا کہ جس سے کل انکار کر چکا ہوں اور تمھارا یہ کہنا کہ جنگ

قَدْ أَكَلَتِ الْعَرَبَ اِلَّا حُشَاشَاتِ أَنْفُسٍ بَقِيَتْ أَلَا وَمَنْ أَكَلَهُ الْحَقُّ فَإِلَى الْجَنَّةِ وَمَنْ أَكَلَهُ الْبَاطِلُ فَإِلَى النَّارِ وَأَمَّا اسْتِوَاؤُنَا فِي الْحَرْبِ وَالرِّجَالِ فَلَسْتَ بِأَمْضَى عَلَى الشَّكِّ مِنِّي عَلَى الْيَقِينِ - وَلَيْسَ أَهْلُ الشَّامِ بِأَحْرَصَ عَلَى الدُّنْيَا مِنْ أَهْلِ الْعِرَاقِ عَلَى الْآخِرَةِ وَأَمَّا قَوْلُكَ إِنَّا بَنُو عَبْدِ مَنَافٍ فَكَذَلِكَ نَحْنُ - وَلَكِنْ لَيْسَ أُمَيَّةُ كَهَاشِمٍ - وَلَا حَرْبٌ كَعَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَلَا أَبُو سُفْيَانَ كَأَبِي طَالِبٍ وَلَا الْمُهَاجِرُ كَالطَّلِيقِ وَلَا الصَّرِيحُ كَاللَّصِيقِ - وَلَا الْمُحِقُّ كَالْمُبْطِلِ وَلَا الْمُؤْمِنُ كَالْمُدْغِلِ - وَلَبِئْسَ الْخَلَفُ خَلَفًا يَتْبَعُ سَلَفًا هَوَى فِي نَارِ جَهَنَّمَ -

وَفِي أَيْدِينَا بَعْدُ فَضْلُ النُّبُوَّةِ الَّتِي أَذْلَلْنَا بِهَا الْعَزِيزَ وَنَعَشْنَا بِهَا الذَّلِيلَ - وَلَمَّا أَدْخَلَ اللَّهُ الْعَرَبَ فِي دِينِهِ أَفْوَاجًا وَأَسْلَمَتْ لَهُ هَذِهِ الْأُمَّةُ طَوْعًا وَكَرْهًا كُنْتُمْ مِمَّنْ دَخَلَ فِي الدِّينِ إِمَّا رَغْبَةً وَإِمَّا رَهْبَةً عَلَى حِينَ فَازَ أَهْلُ السَّبْقِ بِسَبْقِهِمْ، وَذَهَبَ الْمُهَاجِرُونَ

نے عرب کو کھا ڈالا ہے اور آخری سانسوں کے علاوہ اس میں کچھ نہیں رہا، تو تمھیں معلوم ہونا چاہیئے کہ جسے حق نے کھایا ہے وہ جنت کو سدھارا ہے، اور جسے باطل نے لقمہ بنایا ہے وہ دوزخ میں جا پڑا ہے۔ رہا یہ دعویٰ کہ ہم فنِ جنگ اور کثرتِ تعداد میں برابر سرابر کے ہیں تو یاد رکھو کہ تم شک میں اتنے سرگرم عمل نہیں ہو سکتے، جتنا میں یقین پر قائم رہ سکتا ہوں اور اہلِ شام دنیا پر اتنے مرمٹے ہوئے نہیں جتنا اہلِ عراق آخرت پر جان دینے والے ہیں اور تمھارا یہ کہنا کہ ہم عبد مناف کی اولاد ہیں، تو ہم بھی ایسے ہی ہیں۔ مگر امیہ ہاشم کے اور حرب عبد المطلب کے اور ابوسفیان ابوطالب کے برابر نہیں ہیں۔ (فتح مکہ کے بعد) چھوڑ دیا جانے والا مہاجر کا ہم مرتبہ نہیں۔ اور الگ سے نتھی کیا ہوا روشن و پاکیزہ نسب والے کے مانند نہیں اور غلط کار حق کے پرستار کا ہم پلہ نہیں۔ اور منافق مومن کا ہم درجہ نہیں ہے۔ کتنی بری نسل وہ نسل ہے جو جہنم میں گر چکنے والے اسلاف کی ہی پیروی کر رہی ہے!

پھر اس کے بعد ہمیں نبوت کا بھی شرف حاصل ہے کہ جس کے ذریعے ہم نے طاقتور کو کمزور، اور پست کو بلند و بالا کر دیا اور جب اللہ نے عرب کو اپنے دین میں جوق در جوق داخل کیا اور امت اپنی خوشی سے یا ناخوشی سے اسلام لے آئی تو تم وہ لوگ تھے کہ جو لالچ یا ڈر سے اسلام لائے، اس وقت کہ جب سبقت کرنے والے سبقت حاصل کر چکے تھے، اور مہاجرین

الْاَوَّلُوْنَ بِفَضْلِهِمْ ۔ اوّلین فضل و شرف کو لے جا چکے تھے ۔

فَلَا تَجْعَلَنَّ لِلشَّيْطَانِ فِيْكَ نَصِيْبًا، وَلَا عَلٰى نَفْسِكَ سَبِيْلًا ۔ (سُنو) شیطان کا اپنے میں ساجھا نہ رکھو اور نہ اُسے اپنے اُوپر چھا جانے دو ۔

۱؎ جنگِ صفین کے دوران میں مُعاویہ نے چاہا کہ حضرت سے دوبارہ شام کا علاقہ طلب کرے، اور کوئی ایسی چال چلے جس سے وُہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے۔ چنانچہ اس نے عمرو ابن عاص سے اس سلسلہ میں مشورہ لیا۔ مگر اُس نے اِس سے اختلاف کرتے ہُوئے کہا کہ اے معاویہ! ذرا سوچو کہ تمھاری اس تحریر کا علی ابن ابی طالب پر کیا اثر ہو سکتا ہے، اور وہ تمھارے ورغلانے سے کیسے فریب میں آ جائیں گے جس پر مُعاویہ نے کہا کہ ہم سب عبدِ مناف کی اولاد ہیں۔ مجھ میں اور علیؑ میں فرق ہی کیا ہے کہ وُہ مجھ سے بازی لے جائیں اور میں انھیں فریب دینے میں کامیاب نہ ہو سکوں۔ عمرو نے کہا کہ اگر ایسا ہی خیال ہے تو پھر لکھ دیکھو۔ چنانچہ اُس نے حضرت کی طرف ایک خط لکھا جس میں شام کا مطالبہ کیا اور یہ بھی تحریر کیا کہ بنو عبدِ مناف لیس لبعضنا علی بعض فضل۔ "ہم سب عبدِ مناف کی اولاد ہیں، اور ہم میں سے ایک کو دوسرے پر برتری نہیں ہے" تو حضرتؑ نے اِس کے جواب میں یہ نامہ تحریر فرمایا اور اپنے اسلاف کے پہلو بہ پہلو اس کے اسلاف کا تذکرہ کر کے اِس کے دعویٰ ہمپایگی کو باطل قرار دیا۔ اگرچہ دونوں کی اصل ایک اور دونوں کا سلسلہ نسب عبدِ مناف تک منتہی ہوتا ہے، مگر عبدِ شمس کی اولاد تہذیبی و اخلاقی بُرائیوں کا سرچشمہ اور شرک و ظلم میں مُبتلا تھی اور ہاشم کا گھرانا خدائے واحد کا پرستار اور بُت پرستی سے کنارہ کش تھا۔ لہٰذا ایک ہی جڑ سے پھُوٹنے والی شاخوں میں اگر پھُول بھی ہوں اور کانٹے بھی، تو اُس سے دونوں کو ایک سطح پر قرار نہیں دیا جا سکتا۔ چنانچہ یہ امر کسی صراحت کا محتاج نہیں کہ اُمیہ اور ہاشم، حرب اور عبد المطلب، ابُوسفیان اور ابُوطالب کسی اعتبار سے ہمپایہ نہ تھے۔ جس سے نہ کسی مُورّخ کو انکار ہے اور نہ کسی سیرت نگار کو بلکہ اِس جواب کے بعد معاویہ کو بھی اس کی تردید میں کچھ کہنے کی جرأت نہ ہو سکی۔ کیونکہ اِس واضح حقیقت پر پردہ نہیں ڈالا جا سکتا کہ عبدِ مناف کے بعد حضرت ہاشم ہی وہ تھے جو قریش میں ایک امتیازی وجاہت کے مالک تھے اور خانہ کعبہ کے اہم ترین عہدوں میں سے سقایہ (حاجیوں کے لیے کھانے پینے کا سامان فراہم کرنا) اور رفادہ (حاجیوں کی مالی اعانت کا انتظام کرنا) انہی سے متعلق تھا۔ چنانچہ حج کے موقع پر قافلوں کے قافلے آپ کے ہاں اُترتے اور آپ اِس خوش اسلوبی سے فرائضِ مہمان نوازی انجام دیتے، کہ آپ کے سرچشمۂ جود و سخا سے سیراب ہونے والے مُدتوں آپ کی مدح و تحسین میں رطب اللسان رہتے۔

اِسی عالی حوصلہ و بلند ہمّت باپ کے چشم و چراغ حضرت عبد المطلب تھے جن کا نام شیبہ اور لقب "سید البطحاء" تھا جو نسلِ ابراہیمی کے شرف کے وارث اور قریش کی عظمت و سرداری کے مالک تھے اور ابرہہ کے سامنے جس عالی ہمّتی و بلند

نگاہ کا مظاہرہ کیا وہ آپ کی تاریخ کا تابناک باب ہے۔ بہر صورت آپ ہاشم کے تاج کا آویزہ اور عبد مناف کے گھرانے کا روشن ستارہ تھے۔ "انما عبد مناف جوھر زین الجوھر عبد المطلب" "عبد مناف ایک موتی تھے، مگر اس پر جلا کرنے والے عبد المطلب تھے۔"

حضرت عبد المطلب کے فرزند حضرت ابو طالب تھے جن کی آغوش یتیم عبد اللہ کا گہوارہ اور رسالت کی تربیت گاہ تھی جنہوں نے پیغمبرؐ کو اپنے سایہ میں پروان چڑھایا اور دشمنوں کے مقابلہ میں سینہ سپر ہو کر ان کی حفاظت کرتے رہے۔ ان جلیل القدر افراد کے مقابلہ میں ابو سفیان، حرب اور امیہ کو لانا اور ان کا ہم رتبہ خیال کرنا ایسا ہی ہے جیسے نور کی ضو پاشیوں سے آنکھ بند کر کے اسے ظلمت کا ہم پلہ سمجھ لینا۔

اس نسلی تفریق کے بعد دوسری چیز "وجہ فضیلت" یہ بیان کی ہے کہ آپ ہجرت کرنے والوں میں سے ہیں اور معاویہ طلیق ہے۔ طلیق اسے کہا جاتا ہے جسے پیغمبرؐ نے فتح مکہ کے موقع پر چھوڑ دیا تھا۔ چنانچہ جب پیغمبرؐ فاتحانہ طور پر مکہ میں وارد ہوئے تو قریش سے پوچھا کہ تمہارا میرے متعلق کیا خیال ہے کہ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں گا۔ سب نے کہا کہ ہم کریم ابن کریم سے بھلائی ہی کے امیدوار ہیں، جس پر آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جاؤ تم طلقاء ہو۔ یعنی تم ہو تو اس قابل کہ تمہیں غلام بنا کر رکھا جاتا۔ مگر تم پر احسان کرتے ہوئے تمہیں چھوڑ دیا جاتا ہے۔ ان طلقاء میں معاویہ اور ابو سفیان بھی تھے۔ چنانچہ شیخ محمد عبدہ نے اس مکتوب کے حواشی میں تحریر کیا ہے کہ:

وابو سفیان ومعاویۃ کان من الطلقاء

ابو سفیان اور معاویہ دونوں طلقاء (آزاد کردہ لوگوں) میں سے تھے۔

تیسری چیز "وجہ فضیلت" یہ ہے کہ آپ کا نسب واضح اور روشن ہے جس میں کہیں کوئی شبہ نہیں۔ اس کے برعکس معاویہ کے لیے لفظ لصیق استعمال کیا ہے اور اہل لغت نے لصیق کے معنی الدعی الملصق بغیر ابیہ کے کیے ہیں۔ یعنی وہ جو اپنے باپ کے علاوہ دوسروں سے منسوب ہو۔ چنانچہ اس سلسلہ میں پہلا شبہ امیہ کے متعلق کیا جاتا ہے کہ وہ عبد شمس کا بیٹا تھا یا اس کا غلام کہ جو صرف اس کی تربیت کی وجہ سے اس کا بیٹا کہلانے لگا تھا چنانچہ علامہ مجلسی بحار الانوار میں کامل بہائی سے نقل کیا ہے:

ان امیۃ کان غلاما رومیا لعبد شمس فلما الفاہ کیسا فطنا اعتقہ وتبناہ فقیل امیۃ ابن عبد شمس کما کانوا یقولون قبل نزول الآیۃ زید ابن محمد۔ (بحار الانوار جلد ۸ صـ ۳۸۳)۔

امیہ عبد شمس کا ایک رومی غلام تھا۔ جب انہوں نے اس کو ہوشیار اور با فہم پایا تو اسے آزاد کر دیا، اور اپنا بیٹا بنا لیا جس کی وجہ سے اسے امیہ ابن عبد شمس کہا جانے لگا۔ جیسا کہ آیت اترنے سے قبل لوگ زید کو "زید ابن محمد" کہا کرتے تھے۔

اموی سلسلہ نسب میں دوسرا شبہ یہ ہوتا ہے کہ حرب جسے فرزند امیہ کہا جاتا ہے وہ اس کا واقعی بیٹا تھا یا پروردہ غلام تھا۔ چنانچہ ابن ابی الحدید نے ابو الفرج اصفہانی کی کتاب الاغانی سے نقل کیا ہے کہ:۔

ان معاویۃ قال لدغفل النسابۃ ارایت عبد المطلب

معاویہ نے ماہر انساب دغفل سے دریافت کیا کہ تم نے عبد المطلب

قال نعم قال كيف رأيته قال رأيته رجلاً نبيلاً جميلاً وضياً كان على وجهه نور النبوة قال افرأيت امية ابن عبد شمس قال نعم قال كيف رأيته قال رأيته رجلاً ضئيلاً منحنياً اعمى يقوده عبد له ذكوان فقال معاوية ذلك ابنه ابوعمرو قال انتم تقولون ذلك فاما قريش فلم تكن تعرف الا انه عبده۔

(شرح ابن ابی الحدید جلد ۳ صہ ۴۶۶)

کو دیکھا ہے؟ کہا کہ ہاں! پوچھا کہ تم نے اسے کیسا پایا؟ کہا کہ وہ باوقار، خوب رُو اور روشن جبین انسان تھے اور ان کے چہرے پر نورِ نبوت کی درخشندگی تھی۔ معاویہ نے کہا کہ کیا امیہ کو بھی دیکھا ہے۔ کہا کہ ہاں اُسے بھی دیکھا ہے پوچھا کہ اُس کو کیسا پایا؟ کہا کہ کمزور جسم، خمیدہ قامت اور آنکھوں سے نابینا تھا۔ اس کے آگے آگے اُس کا غلام ذکوان ہوتا تھا جو اُس کو لیے لیے پھرتا تھا۔ معاویہ نے کہا کہ وہ تو اُس کا بیٹا ابو عمرو (حرب) تھا۔ اس نے کہا کہ تم لوگ ایسا کہتے ہو، مگر قریش تو بس یہ جانتے ہیں کہ وہ اس کا غلام تھا۔

اِس سلسلہ میں تیسرا شبہ خود معاویہ کے متعلق ہے۔ چنانچہ ابن ابی الحدید نے تحریر کیا ہے :۔

وكانت هند تذكر فى مكة بفجور وعهر وقال الزمخشرى فى كتاب ربيع الابرار كان معاوية يعزى الى اربعة الى مسافر ابن ابى عمرو الى عمارة ابن الوليد ابن المغيرة والى العباس والى الصباح۔ (شرح ابن ابی الحدید جلد ۱ صہ ۶۳)

(معاویہ کی والدہ) ہند مکہ میں فسق و فجور کی بدنام زندگی گزارتی تھی اور زمخشری نے ربیع الابرار میں لکھا ہے کہ معاویہ کو چار آدمیوں کی طرف منسوب کیا جاتا تھا جو یہ ہیں۔ مسافر ابن ابی عمرو، عمارہ ابن ولید، ابن مغیرہ، عباس ابن عبدالمطلب اور صباح۔

چوتھی چیز وجہِ فضیلت یہ بیان کی گئی ہے کہ آپ حق کے پرستار ہیں، اور معاویہ باطل کا پرستار، اور یہ امر کسی دلیل کا محتاج نہیں، کہ معاویہ کی پوری زندگی حق پوشی و باطل کوشی میں گزری اور کسی مرحلہ پر بھی اُس کا قدم حق کی جانب اُٹھتا ہوا نظر نہیں آتا پانچویں فضیلت یہ پیش کی ہے کہ آپ مومن ہیں اور معاویہ مفسد و منافق اور جس طرح حضرت کے ایمان میں کوئی شبہ نہیں کیا جا سکتا اسی طرح معاویہ کی مفسدہ انگیزی و نفاق پروری میں بھی کوئی شبہ نہیں ہو سکتا چنانچہ امیر المومنینؑ نے اس کے نفاق کو واضح طور سے اس سے پہلے خطبہ میں ان لفظوں میں بیان کیا ہے :۔

ما اسلموا ولكن استسلموا واسروا الكفر فلما وجدوا اعواناً عليه اظهروه۔

یہ لوگ ایمان نہیں لائے تھے بلکہ اطاعت کر لی تھی، اور دلوں میں کُفر کو چھپائے رکھا تھا۔ اب جبکہ یار و مددگار مل گئے تو اسے ظاہر کر دیا۔

مکتوب (۱۸)

وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ وَهُوَ عَامِلُهُ عَلَى الْبَصْرَةِ :-

اعْلَمْ أَنَّ الْبَصْرَةَ مَهْبِطُ إِبْلِيسَ وَمَغْرِسُ الْفِتَنِ، فَحَادِثْ أَهْلَهَا بِالْإِحْسَانِ إِلَيْهِمْ، وَاحْلُلْ عُقْدَةَ الْخَوْفِ عَنْ قُلُوبِهِمْ. وَقَدْ بَلَغَنِي تَنَمُّرُكَ لِبَنِي تَمِيمٍ وَغِلْظَتُكَ عَلَيْهِمْ، وَإِنَّ بَنِي تَمِيمٍ لَمْ يَغِبْ لَهُمْ نَجْمٌ إِلَّا طَلَعَ لَهُمْ آخَرُ، وَإِنَّهُمْ لَمْ يُسْبَقُوا بِوَغْمٍ فِي جَاهِلِيَّةٍ وَلَا إِسْلَامٍ. وَإِنَّ لَهُمْ بِنَا رَحِمًا مَاسَّةً وَقَرَابَةً خَاصَّةً نَحْنُ مَأْجُورُونَ عَلَى صِلَتِهَا وَمَأْزُورُونَ عَلَى قَطِيعَتِهَا. فَارْبَعْ أَبَا الْعَبَّاسِ رَحِمَكَ اللهُ فِيمَا جَرَى عَلَى لِسَانِكَ وَيَدِكَ مِنْ خَيْرٍ وَشَرٍّ فَإِنَّا شَرِيكَانِ فِي ذَلِكَ وَكُنْ عِنْدَ صَالِحِ ظَنِّي بِكَ، وَلَا يَفِيلَنَّ رَأْيِي فِيكَ وَالسَّلَامُ.

والیٔ بصرہ عبداللہ ابن عباس کے نام :

تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ بصرہ وُہ جگہ ہے جہاں شیطان اُترتا ہے اور فتنے سر اُٹھاتے ہیں۔ یہاں کے باشندوں کو حسنِ سلوک سے خوش رکھو، اور اُن کے دلوں سے خوف کی گرہیں کھول دو۔ مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ تم بنی تمیم سے درشتی کے ساتھ پیش آتے ہو، اور اُن پر سختی روا رکھتے ہو۔ بنی تمیم تو وُہ ہیں کہ جب بھی ان کا کوئی ستارہ ڈوبتا ہے، تو اُس کی جگہ دوسرا اُبھر آتا ہے، اور جاہلیت اور اسلام میں کوئی اُن سے جنگ جوئی میں بڑھ نہ سکا۔ اور پھر انھیں ہم سے قرابت کا لگاؤ اور عزیز داری کا تعلق بھی ہے کہ اگر ہم اس کا خیال رکھیں گے تو اجر پائیں گے اور اس کا لحاظ نہ کریں گے تو گنہگار ہوں گے۔ دیکھو ابن عباس! خدا تم پر رحم کرے۔ (رعیّت کے بارے میں) تمہارے ہاتھ اور زبان سے جو بھلائی اور بُرائی ہونے والی ہو، اُس میں جلد بازی نہ کیا کرو۔ کیونکہ ہم دونوں اس (ذمہ داری) میں برابر کے شریک ہیں۔ تمہیں اس حسنِ ظن کے مطابق ثابت ہونا چاہیئے جو مجھے تمہارے ساتھ ہے اور تمہارے بارے میں میری رائے غلط ثابت نہ ہونا چاہیئے۔ والسلام!

طلحہ و زبیر کے بصرہ پہنچنے کے بعد بنی تمیم ہی وُہ تھے جو انتقام عثمان کی تحریک میں سرگرمی سے حصّہ لینے والے اور اس فتنہ کو ہوا دینے میں پیش پیش تھے۔ اس لیے جب عبداللہ ابن عباس بصرہ کے عامل مقرر ہُوئے تو انھوں نے ان کی بدعہدی و عداوت کو دیکھتے ہُوئے انھیں بُرے سلوک ہی کا مستحق سمجھا اور ایک حد تک ان کے ساتھ سختی کا برتاؤ بھی کیا۔ مگر اس قبیلہ میں کچھ لوگ امیرالمومنینؑ کے مخلص شیعہ بھی تھے۔ اُنھوں نے جب ابن عباس کا اپنے قبیلے کے ساتھ یہ رویہ دیکھا، تو جاریۃ ابن قدامہ کے ہاتھ

ایک خط حضرت کی خدمت میں تحریر کیا جس میں ابنِ عباس کے متشددانہ رویہ کی شکایت کی۔ جس پر حضرت نے ابنِ عباس کو یہ خط تحریر کیا جس میں انھیں اپنی روش کے بدلنے اور حُسنِ سلوک سے پیش آنے کی ہدایت فرمائی ہے اور انھیں اس قرابت کی طرف متوجہ کیا ہے جو بنی ہاشم و بنی تمیم میں پائی جاتی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ بنی ہاشم و بنی تمیم سلسلہ نسب میں الیاس ابن مضر پر ایک ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ مدرکہ ابن الیاس کی اولاد سے ہاشم ہیں اور طابخہ ابن الیاس کی اولاد سے تمیم تھا۔

مکتوب (۱۹)

وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَى بَعْضِ عُمَّالِهِ:-

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ دَهَاقِينَ أَهْلِ بَلَدِكَ شَكَوْا مِنْكَ غِلْظَةً وَقَسْوَةً وَاحْتِقَاراً وَجَفْوَةً، وَنَظَرْتُ فَلَمْ أَرَهُمْ أَهْلاً لِأَنْ يُدْنَوْا لِشِرْكِهِمْ وَلَا أَنْ يُقْصَوْا وَيُجْفَوْا لِعَهْدِهِمْ فَالْبَسْ لَهُمْ جِلْبَاباً مِنَ اللِّينِ تَشُوبُهُ بِطَرَفٍ مِنَ الشِّدَّةِ، وَدَاوِلْ لَهُمْ بَيْنَ الْقَسْوَةِ وَالرَّأْفَةِ، وَامْزُجْ لَهُمْ بَيْنَ التَّقْرِيبِ وَالْإِدْنَاءِ، وَالْإِبْعَادِ وَالْإِقْصَاءِ إِنْ شَاءَ اللهُ۔

ایک عامل کے نام:

تمھارے شہر کے زمینداروں نے تمھاری سختی، سنگدلی، تحقیر آمیز برتاؤ، اور تشدد کے رویّہ کی شکایت کی ہے۔ میں نے غور کیا تو وہ شرک کی وجہ سے اس قابل تو نظر نہیں آتے کہ انھیں نزدیک کر لیا جائے، اور معاہدہ کی بنا پر انھیں دُور پھینکا اور دھتکارا بھی نہیں جا سکتا۔ لہٰذا اُن کے لیے نرمی کا ایسا شعار اختیار کرو، جس میں کہیں کہیں سختی کی بھی جھلک ہو، اور کبھی سختی کر لو اور کبھی نرمی برتو، اور قرب و بعد اور نزدیکی و دُوری کو سمو کر بین بین راستہ اختیار کرو۔ انشاء اللہ۔

یہ لوگ مجوسی تھے اس لیے حضرت کے عامل کا رویّہ ان کے ساتھ ویسا نہ تھا جو عام مسلمانوں کے ساتھ تھا جس سے متاثر ہو کر ان لوگوں نے امیر المومنین کو شکایت کا خط لکھا اور اپنے حکمران کے تشدد کا شکوہ کیا جس کے جواب میں حضرت نے اپنے عامل کو تحریر فرمایا کہ وہ ان سے ایسا برتاؤ کریں کہ جس میں نہ تشدد ہو، اور نہ اتنی نرمی کہ وہ اُس سے ناجائز فائدہ اُٹھا کر شرانگیزی پر اتر آئیں کیونکہ انھیں پُوری ڈھیل دے دی جائے، تو وہ حکومت کے خلاف ریشہ دوانیوں میں کھو جاتے ہیں۔ اور کوئی نہ کوئی فتنہ کھڑا کر کے ملک کے نظم و نسق میں روڑے اٹکاتے ہیں اور پوری طرح سختی و تشدد کا برتاؤ اس لیے روا نہیں رکھا جا سکتا کہ وہ رعایا میں شمار ہوتے ہیں اور اس اعتبار سے ان کے حقوق کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا

مکتوب (۲۰)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَى زِيَادِ بْنِ أَبِيهِ وَهُوَ خَلِيفَةُ عَامِلِهِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ عَلَى الْبَصْرَةِ. وَعَبْدُ اللهِ عَامِلُ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ يَوْمَئِذٍ عَلَيْهَا وَعَلَى كُوَرِ الْأَهْوَازِ وَفَارِسَ وَكِرْمَانَ)

وَإِنِّي أُقْسِمُ بِاللهِ قَسَماً صَادِقاً لَئِنْ بَلَغَنِي أَنَّكَ خُنْتَ مِنْ فَيْءِ الْمُسْلِمِينَ شَيْئاً صَغِيراً أَوْ كَبِيراً لَأَشُدَّنَّ عَلَيْكَ شَدَّةً تَدَعُكَ قَلِيلَ الْوَفْرِ ثَقِيلَ الظَّهْرِ ضَئِيلَ الْأَمْرِ. وَالسَّلَامُ.

زیاد ابن ابیہ کے نام :

جب کہ عبداللہ ابن عباس بصرہ، نواحی اہواز اور فارس و کرمان پر حکمران تھے اور یہ بصرہ میں ان کا قائم مقام تھا ۔

میں اللہ کی سچی قسم کھاتا ہوں کہ اگر مجھے یہ پتہ چل گیا کہ تم نے مسلمانوں کے مال میں خیانت کرتے ہوئے کسی چھوٹی یا بڑی چیز میں ہیر پھیر کیا ہے، تو یاد رکھو کہ میں ایسی مار ماروں گا کہ جو تمہیں تہی دست، بوجھل پیٹھ والا اور بے آبرو کر کے چھوڑے گی ۔ والسلام !

مکتوب (۲۱)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

إِلَيْهِ أَيْضاً :-

فَدَعِ الْإِسْرَافَ مُقْتَصِداً، وَاذْكُرْ فِي الْيَوْمِ غَداً، وَأَمْسِكْ مِنَ الْمَالِ بِقَدْرِ ضَرُورَتِكَ، وَقَدِّمِ الْفَضْلَ لِيَوْمِ حَاجَتِكَ

أَتَرْجُو أَنْ يُعْطِيَكَ اللهُ أَجْرَ الْمُتَوَاضِعِينَ وَأَنْتَ عِنْدَهُ مِنَ الْمُتَكَبِّرِينَ، وَتَطْمَعُ — وَأَنْتَ مُتَمَرِّغٌ فِي النَّعِيمِ تَمْنَعُهُ الضَّعِيفَ وَالْأَرْمَلَةَ — أَنْ يُوجِبَ لَكَ ثَوَابَ الْمُتَصَدِّقِينَ. وَإِنَّمَا الْمَرْءُ مَجْزِيٌّ بِمَا أَسْلَفَ وَقَادِمٌ عَلَى مَا قَدَّمَ. وَالسَّلَامُ.

زیاد ابن ابیہ کے نام :

میانہ روی اختیار کرتے ہوئے فضول خرچی سے باز آؤ، آج کے دن کل کو بھول نہ جاؤ۔ صرف ضرورت بھر کے لیے مال روک کر باقی محتاجی کے دن کے لیے آگے بڑھاؤ ۔

کیا تم یہ آس لگائے بیٹھے ہو کہ اللہ تمہیں عجز و انکساری کرنے والوں کا اجر دے گا ؟ حالانکہ تم اس کے نزدیک متکبروں میں سے ہو ؟ اور یہ طمع رکھتے ہو کہ وہ خیرات کرنے والوں کا ثواب تمہارے لیے قرار دے گا ! حالانکہ تم عشرت سامانیوں میں لوٹ رہے ہو، اور بیکسوں اور بیواؤں کو محروم کر رکھا ہے ۔ انسان اپنے ہی کیے کی جزا پاتا ہے اور جو آگے بھیج چکا ہے وہی آگے بڑھ کر پائے گا ۔ والسلام

مکتوب (۲۲)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ الْعَبَّاسِ) :-

وَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُولُ مَا انْتَفَعْتُ بِكَلَامٍ بَعْدَ كَلَامِ رَسُولِ اللهِ كَانْتِفَاعِي بِهٰذَا الْكَلَامِ۔

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ الْمَرْءَ قَدْ يَسُرُّهُ دَرَكُ مَا لَمْ يَكُنْ لِيَفُوتَهُ وَيَسُوءُهُ فَوْتُ مَا لَمْ يَكُنْ لِيُدْرِكَهُ۔ فَلْيَكُنْ سُرُورُكَ بِمَا نِلْتَ مِنْ آخِرَتِكَ۔ وَلْيَكُنْ أَسَفُكَ عَلَى مَا فَاتَكَ مِنْهَا۔ وَمَا نِلْتَ مِنْ دُنْيَاكَ فَلَا تُكْثِرْ فِيهِ فَرَحًا۔ وَمَا فَاتَكَ مِنْهَا فَلَا تَأْسَ عَلَيْهِ جَزَعًا۔ وَلْيَكُنْ هَمُّكَ فِيمَا بَعْدَ الْمَوْتِ۔

عبداللہ ابنِ عباس کے نام :

عبداللہ ابن عباس کہا کرتے تھے کہ جتنا فائدہ میں نے اس کلام سے حاصل کیا ہے، اتنا پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کے کلام کے بعد کسی کلام سے حاصل نہیں کیا۔

انسان کو کبھی ایسی چیز کا پالینا خوش کرتا ہے جو اُس کے ہاتھوں سے جانے والی ہوتی ہی نہیں اور کبھی ایسی چیز کا ہاتھ سے نکل جانا اُسے غمگین کر دیتا ہے جو اُسے حاصل ہونے والی ہوتی ہی نہیں۔ یہ خوشی اور غم بیکار ہے۔ تمھاری خوشی صرف آخرت کی حاصل کی ہوئی چیزوں پر ہونا چاہیئے اور اس میں سے کوئی چیز جاتی رہے اُس پر رنج ہونا چاہیئے۔ اور جو چیز دنیا سے پالو، اُس پر زیادہ خوش نہ ہو اور جو چیز اس سے جاتی رہے اس پر بیقرار ہو کر افسوس کرنے نہ لگو بلکہ تمھیں موت کے بعد پیش آنے والے حالات کی طرف اپنی توجہ موڑنا چاہیئے۔

وصیّت (۲۳)

(وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) قَالَهُ قُبَيْلَ مَوْتِهِ عَلَى سَبِيلِ الْوَصِيَّةِ لَمَّا ضَرَبَهُ ابْنُ مُلْجَمٍ لَعَنَهُ اللهُ

وَصِيَّتِي لَكُمْ أَنْ لَا تُشْرِكُوا بِاللهِ شَيْئًا وَمُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ فَلَا تُضَيِّعُوا سُنَّتَهُ أَقِيمُوا هٰذَيْنِ الْعَمُودَيْنِ وَأَوْقِدُوا هٰذَيْنِ الْمِصْبَاحَيْنِ وَخَلَاكُمْ

جب ابن ملجم نے آپ کے سرِ اقدس پر ضرب لگائی تو انتقال سے کچھ پہلے آپ نے بطورِ وصیت ارشاد فرمایا

تم لوگوں سے میری وصیت ہے کہ کسی کو اللہ کا شریک نہ بنانا، اور محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کی سُنّت کو ضائع و برباد نہ کرنا، ان دونوں ستونوں کو قائم کیے رہنا۔ اور ان دونوں چراغوں کو روشن رکھنا۔ بس پھر بُرائیوں نے تمھارا پیچھا چھوڑ دیا۔ میں کل تمھارا ساتھی تھا اور آج

ذَمٌّ. أَنَا بِالْأَمْسِ صَاحِبُكُمْ، وَالْيَوْمَ عِبْرَةٌ لَكُمْ، وَغَدًا مُفَارِقُكُمْ. إِنْ أَبْقَ فَأَنَا وَلِيُّ دَمِي، وَإِنْ أَفْنَ فَالْفَنَاءُ مِيعَادِي، وَإِنْ أَعْفُ فَالْعَفْوُ لِي قُرْبَةٌ، وَهُوَ لَكُمْ حَسَنَةٌ، فَاعْفُوا «أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ». وَاللّٰهِ مَا فَجَأَنِي مِنَ الْمَوْتِ وَارِدٌ كَرِهْتُهُ، وَلَا طَالِعٌ أَنْكَرْتُهُ، وَمَا كُنْتُ إِلَّا كَقَارِبٍ وَرَدَ، وَطَالِبٍ وَجَدَ، «وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِلْأَبْرَارِ».

(أَقُولُ: وَقَدْ مَضَى بَعْضُ هٰذَا الْكَلَامِ فِيمَا تَقَدَّمَ مِنَ الْخُطَبِ، إِلَّا أَنَّ فِيهِ هٰهُنَا زِيَادَةً أَوْجَبَتْ تَكْرِيرَهُ)

تمہارے لیے (سراپا) عبرت ہوں اور کل کو تمہارا ساتھ چھوڑ دوں گا۔ اگر میں زندہ رہا تو مجھے اپنے خون کا اختیار ہوگا۔ اور اگر مر جاؤں تو موت میری وعدہ گاہ ہے۔ اگر معاف کر دوں تو یہ میرے لیے رضائے الٰہی کا باعث ہے اور وہ تمہارے لیے بھی نیکی ہوگی۔ "کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تمہیں بخش دے"۔ خدا کی قسم یہ موت کا ناگہانی حادثہ ایسا نہیں ہے کہ میں اسے ناپسند جانتا ہوں اور نہ یہ ایسا سانحہ ہے کہ میں اسے برا جانتا ہوں۔ میری مثال بس اس شخص کی سی ہے جو رات بھر پانی کی تلاش میں چلے اور صبح ہوتے چشمہ پر پہنچ جائے اور اس ڈھونڈنے والے کے مانند ہوں جو مقصد کو پالے، اور جو اللہ کے یہاں ہے وہی نیکوکاروں کے لیے بہتر ہے۔

"سید رضی کہتے ہیں کہ اس کلام کا کچھ حصہ خطبات میں گزر چکا ہے۔ مگر یہاں کچھ اضافہ تھا، جس کی وجہ سے دوبارہ درج کرنا ضروری ہوا۔"

وصیت (۲۴)

(وَمِنْ وَصِيَّةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) بِمَا يُعْمَلُ فِي أَمْوَالِهِ، كَتَبَهَا بَعْدَ مُنْصَرَفِهِ مِنْ صِفِّينَ:-

هٰذَا مَا أَمَرَ بِهِ عَبْدُ اللّٰهِ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ فِي مَالِهِ ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ، لِيُولِجَهُ بِهِ الْجَنَّةَ، وَيُعْطِيَهُ بِهِ الْأَمَنَةَ.

(مِنْهَا) وَإِنَّهُ يَقُومُ بِذٰلِكَ

حضرت کی وصیت اس امر کے متعلق کہ آپ کے اموال میں کیا عمل درآمد ہوگا ——— اُسے صفین سے پلٹنے کے بعد تحریر فرمایا۔

یہ وہ ہے جو خدا کے بندے امیر المومنین علی ابن ابی طالب نے اپنے اموال (اوقاف) کے بارے میں حکم دیا ہے محض اللہ کی رضا جوئی کے لیے تاکہ وہ اس کی وجہ سے مجھے جنت میں داخل کرے اور امن و آسائش عطا فرمائے

اس وصیت کا ایک حصہ یہ ہے: حسن ابن علی

الْحَسَنُ ابْنُ عَلِيٍّ يَأْكُلُ مِنْهُ بِالْمَعْرُوفِ
وَيُنْفِقُ فِي الْمَعْرُوفِ فَإِنْ حَدَثَ
بِحَسَنٍ حَدَثٌ وَحُسَيْنٌ حَيٌّ قَامَ
بِالْأَمْرِ بَعْدَهُ وَأَصْدَرَهُ مَصْدَرَهُ
وَإِنَّ لِابْنَيْ فَاطِمَةَ مِنْ صَدَقَةِ
عَلِيٍّ مِثْلَ الَّذِي لِبَنِي عَلِيٍّ، وَ
إِنِّي إِنَّمَا جَعَلْتُ الْقِيَامَ بِذٰلِكَ
إِلَى ابْنَيْ فَاطِمَةَ ابْتِغَاءَ وَجْهِ
اللهِ وَقُرْبَةً إِلَى رَسُولِ اللهِ
وَتَكْرِيمًا لِحُرْمَتِهِ وَتَشْرِيفًا
لِوُصْلَتِهِ وَيَشْتَرِطُ عَلَى الَّذِي
يَجْعَلُهُ إِلَيْهِ أَنْ يَتْرُكَ الْمَالَ
عَلَى أُصُولِهِ، وَيُنْفِقَ مِنْ ثَمَرِهِ
حَيْثُ أُمِرَ بِهِ وَهُدِيَ لَهُ،
وَأَنْ لَا يَبِيعَ مِنْ أَوْلَادِ نَخْلِ هٰذِهِ
الْقُرَى وَدِيَّةً حَتَّى تُشْكِلَ أَرْضُهَا
غِرَاسًا وَمَنْ كَانَ مِنْ إِمَائِي اللَّاتِي
أَطُوفُ عَلَيْهِنَّ لَهَا وَلَدٌ أَوْ هِيَ
حَامِلٌ فَتُمْسَكُ عَلَى وَلَدِهَا وَهِيَ مِنْ
حَظِّهِ فَإِنْ مَاتَ وَلَدُهَا وَهِيَ حَيَّةٌ فَهِيَ
عَتِيقَةٌ قَدْ أَفْرَجَ عَنْهَا الرِّقُّ وَحَرَّرَهَا الْعِتْقُ

قَالَ الرَّضِيُّ: قَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
فِي هٰذِهِ الْوَصِيَّةِ: أَنْ لَا يَبِيعَ
مِنْ نَخْلِهَا وَدِيَّةً - الْوَدِيَّةُ الْفَسِيلَةُ
وَجَمْعُهَا وَدِيٌّ. قَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اس کے متولی ہوں گے جو اس مال سے مناسب طریقہ پر
روزی لیں گے اور امورِ خیر میں صرف کریں گے۔ اگر حسنؑ
کو کچھ ہو جائے اور حسینؑ زندہ ہوں، تو وہ اُن کے بعد
اس کو سنبھال لیں گے، اور انہی کی راہ پر چلائیں گے۔
علیؑ کے اوقاف میں جتنا حصہ فرزندانِ علیؑ کا ہے، اُتنا
ہی اولادِ فاطمہؑ کا ہے۔ بیشک میں نے صرف اللہ کی
رضامندی، رسولؐ کے تقرب، اُن کی عزت و حرمت
کے اعزاز اور ان کی قرابت کے احترام کے پیشِ نظر
اس کی تولیت فاطمہؑ کے دونوں فرزندوں سے مخصوص کی
ہے اور جو اس جائداد کا متولی ہو اُس پر یہ پابندی عائد
ہوگی کہ وہ مال کو اس کی اصلی حالت پر رہنے دے اور
اُس کے پھلوں کو ان مصارف میں جن کے متعلق ہدایت
کی گئی ہے تصرف میں لائے اور یہ کہ وہ ان دیہاتوں کے
نخلستانوں کی نئی پود کو فروخت نہ کرے۔ یہاں تک کہ
ان دیہاتوں کی زمین کا ان نئے درختوں کے جم جانے
سے عالم ہی دوسرا ہو جائے اور وہ کنیزیں جو میرے
تصرف میں ہیں اُن میں سے جس کی گود میں بچہ ہے یا
پیٹ میں ہے تو وہ بچے کے حق میں روک لی جائے گی اور
اُس کے حصہ میں شمار ہوگی۔ پھر اگر بچہ مر بھی جائے اور وہ
زندہ ہو، تو بھی وہ آزاد ہوگی۔ اس سے غلامی چھٹ گئی
ہے اور آزادی اُسے حاصل ہو چکی ہے۔

سید رضی فرماتے ہیں کہ اس وصیت میں حضرتؑ کا
ارشاد ان لا یبیع من نخلها ودیہ میں ودیہ کے معنی
کھجور کے چھوٹے درخت کے ہیں اور اس کی جمع ودی آتی
ہے اور آپ کا یہ ارشاد وحتیٰ تشکل ارضها غراسا زمین

حَتّٰی تُشْکِلَ اَرْضُهَا غِرَاسًا هُوَ مِنْ اَفْصَحِ الْکَلَامِ وَ الْمُرَادُ بِهٖ اَنَّ الْاَرْضَ یَکْثُرُ فِیْهَا غِرَاسُ النَّخْلِ حَتّٰی یَرَاهَا النَّاظِرُ عَلٰی غَیْرِ تِلْکَ الصِّفَةِ الَّتِیْ عَرَفَهَا بِهَا فَیُشْکِلُ عَلَیْهِ اَمْرُهَا وَ یَحْسَبُهَا غَیْرَهَا۔

درختوں کے جم جانے سے مشتبہ ہو جائے) اس سے مراد یہ ہے کہ جب زمین میں کھجوروں کے پیڑ کثرت سے اُگ آتے ہیں تو دیکھنے والے نے جس صورت میں اُسے پہلے دیکھا تھا، اب دوسری صورت میں دیکھنے کی وجہ سے اُسے اشتباہ ہو جائے گا، اور اُسے دوسری زمین خیال کریگا

امیر المومنین علیہ السلام کی زندگی ایک مزدور اور کاشتکار کی زندگی تھی۔ چنانچہ آپ دوسروں کے کھیتوں میں کام کرتے، اور بنجر اور افتادہ زمینوں میں آب رسانی کے وسائل مہیا کر کے انھیں آباد کرتے اور کاشت کے قابل بنا کر ان میں باغات لگاتے اور چونکہ یہ زمینیں آپ کی آباد کردہ ہوتی تھیں اس لیے آپ کی ملکیت میں داخل تھیں۔ مگر آپ نے کبھی مال پر نظر نہ کی اور ان زمینوں کو وقف قرار دے کر اپنے حقوقِ ملکیت کو اُٹھا لیا۔ البتہ قرابتِ پیغمبرؐ کا لحاظ کرتے ہوئے ان اوقاف کی تولیت یکے بعد دیگرے امام حسن اور امام حسین علیہما السلام کے سپرد کی۔ لیکن ان کے حقوق میں کوئی امتیاز گوارا نہیں کیا، بلکہ دوسری اولاد کی طرح انھیں بھی صرف اتنا حق دیا کہ وہ گزارے بھر کا لے سکتے ہیں۔ اور بقیہ عامۂ مسلمین کے مفاد اور امورِ خیر میں صرف کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ ابن ابی الحدید تحریر کرتے ہیں :-

قد علم کل احد ان علیا علیه السلام استنبط عیونا کثیرة بکد یمینه بالمدینة و ینبع و سویعة و احیا بها مواتا کثیرا ثم اخرجها عن ملکه و تصدق بها علی المسلمین ولم یمت و شئ منها فی ملکه۔ (شرح ابن ابی الحدید جلد ۳ صفحہ ۱۴۷)

سب کو معلوم ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے مدینہ اور ینبع اور سویعہ میں بہت سے چشمے کھود کر نکالے اور بہت سی اُفتادہ زمینوں کو آباد کیا، اور پھر اُن سے اپنا قبضہ اُٹھا لیا اور مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا، اور وہ اس حالت میں دُنیا سے اُٹھے کہ کوئی چیز آپ کی ملکیت میں نہ تھی۔

وصیّت (۲۵)

(وَ مِنْ وَصِیَّةٍ لَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ)

کَانَ یَکْتُبُهَا لِمَنْ یَسْتَعْمِلُهٗ عَلَی الصَّدَقَاتِ وَ اِنَّمَا ذَکَرْنَا هُنَا جُمَلًا لِیُعْلَمَ بِهَا اَنَّهٗ کَانَ یُقِیْمُ عِمَادَ الْحَقِّ وَ یَشْرَعُ اَمْثِلَةَ الْعَدْلِ فِیْ صَغِیْرِ الْاُمُوْرِ وَ کَبِیْرِهَا وَ

جن کارندوں کو زکوٰۃ و صدقات کے وصول کرنے پر مقرر کرتے تھے، اُن کے لیے یہ ہدایت نامہ تحریر فرماتے تھے اور ہم نے اُس کے چند ٹکڑے یہاں پر اس لیے درج کیے ہیں کہ معلوم ہو جائے کہ آپ ہمیشہ حق کے ستون کھڑے کرتے تھے اور ہر چھوٹے بڑے اور پوشیدہ و ظاہر امور

دَقِيقِهَا وَجَلِيلِهَا):

انْطَلِقْ عَلَى تَقْوَى اللهِ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ - وَلَا تُرَوِّعَنَّ مُسْلِمًا وَلَا تَجْتَازَنَّ عَلَيْهِ كَارِهًا، وَلَا تَأْخُذَنَّ مِنْهُ أَكْثَرَ مِنْ حَقِّ اللهِ فِي مَالِهِ، فَإِذَا قَدِمْتَ عَلَى الْحَيِّ فَانْزِلْ بِمَائِهِمْ مِنْ غَيْرِ أَنْ تُخَالِطَ أَبْيَاتَهُمْ، ثُمَّ امْضِ إِلَيْهِمْ بِالسَّكِينَةِ وَالْوَقَارِ حَتَّى تَقُومَ بَيْنَهُمْ فَتُسَلِّمَ عَلَيْهِمْ، وَلَاتُخْدِجْ بِالتَّحِيَّةِ لَهُمْ: ثُمَّ تَقُولَ: عِبَادَ اللهِ أَرْسَلَنِي إِلَيْكُمْ وَلِيُّ اللهِ وَخَلِيفَتُهُ لِآخُذَ مِنْكُمْ حَقَّ اللهِ فِي أَمْوَالِكُمْ، فَهَلْ لِلّٰهِ فِي أَمْوَالِكُمْ مِنْ حَقٍّ فَتُؤَدُّوهُ إِلَى وَلِيِّهِ؟ فَإِنْ قَالَ قَائِلٌ لَا فَلَا تُرَاجِعْهُ، وَإِنْ أَنْعَمَ لَكَ مُنْعِمٌ فَانْطَلِقْ مَعَهُ مِنْ غَيْرِ أَنْ تُخِيفَهُ أَوْ تُوعِدَهُ أَوْ تَعْسِفَهُ أَوْ تُرْهِقَهُ، فَخُذْ مَا أَعْطَاكَ مِنْ ذَهَبٍ أَوْ فِضَّةٍ فَإِنْ كَانَ لَهُ مَاشِيَةٌ أَوْ إِبِلٌ فَلَا تَدْخُلْهَا إِلَّا بِإِذْنِهِ فَإِنَّ أَكْثَرَهَا لَهُ، فَإِذَا أَتَيْتَهَا

میں عدل کے نمونے قائم فرماتے تھے۔

اللہ وحدہٗ لاشریک کا خوف دل میں لیے ہوئے چل کھڑے ہو، اور دیکھو! کسی مسلمان کو خوفزدہ نہ کرنا اور اس (کے املاک) پر اس طرح سے نہ گزرنا کہ اُسے ناگوار گزرے اور جتنا اس کے مال میں اللہ کا حق نکلتا ہو اُس سے زائد نہ لینا۔ جب کسی قبیلے کی طرف جانا تو لوگوں کے گھروں میں گھُسنے کے بجائے پہلے ان کے کنوؤں پر جا کر اُترنا۔ پھر سکون و وقار کے ساتھ اُن کی طرف بڑھنا۔ یہاں تک کہ جب ان میں جا کر کھڑے ہو جاؤ، تو اُن پر سلام کرنا اور آداب و تسلیم میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھنا اس کے بعد اُن سے کہنا کہ اے اللہ کے بندو! مجھے اللہ کے ولی اور اُس کے خلیفہ نے تمھارے پاس بھیجا ہے۔ اگر تمھارے مال میں اللہ کا کوئی حق نکلتا ہے تو اُسے وصول کر دوں۔ لہٰذا تمھارے مال میں اللہ کا کوئی واجب الادا حق ہے کہ جسے اللہ کے ولی تک پہنچاؤ؟ اگر کوئی کہنے والا کہے کہ نہیں تو پھر اس سے دُہرا کر نہ پوچھنا اور اگر کوئی ہاں کہنے والا ہاں کہے، تو اُسے ڈرائے دھمکائے یا اس پر سختی و تشدد کیے بغیر اس کے ساتھ ہو لینا اور جو سونا یا چاندی (درہم و دینار) وہ دے لے لینا اور اگر اُس کے پاس گائے، بکری یا اُونٹ ہوں تو اُن کے غول میں اُس کی اجازت کے بغیر داخل نہ ہونا. کیونکہ ان میں زیادہ حصّہ تو اُسی کا ہے۔ اور جب (اجازت کے بعد) ان تک جانا تو یہ انداز اختیار نہ کرنا کہ جیسے تمھیں اس پر پُورا قابو ہے، اور تمھیں اس پر تشدد کرنے کا حق حاصل ہے۔ دیکھو نہ کسی جانور کو بھڑکانا، نہ ڈرانا

فَلَا تَدْخُلْ عَلَيْهَا دُخُولَ مُتَسَلِّطٍ عَلَيْهِ وَ لَا عَنِيفٍ بِهِ، وَ لَا تُنَفِّرَنَّ بَهِيمَةً وَ لَا تُفْزِعَنَّهَا تَسُوءَنَّ صَاحِبَهَا فِيهَا وَاصْدَعِ الْمَالَ صَدْعَيْنِ ثُمَّ خَيِّرْهُ، فَإِذَا اخْتَارَ فَلَا تَعَرَّضَنَّ لِمَا اخْتَارَهُ ثُمَّ اصْدَعِ الْبَاقِيَ صَدْعَيْنِ ثُمَّ خَيِّرْهُ، فَإِذَا اخْتَارَ فَلَا تَعَرَّضَنَّ لِمَا اخْتَارَهُ، فَلَا تَزَالُ كَذَلِكَ حَتَّى يَبْقَى مَا فِيهِ وَفَاءٌ لِحَقِّ اللهِ فِي مَالِهِ فَاقْبِضْ حَقَّ اللهِ مِنْهُ - فَإِنِ اسْتَقَالَكَ فَأَقِلْهُ ثُمَّ اخْلِطْهُمَا ثُمَّ اصْنَعْ مِثْلَ الَّذِي صَنَعْتَ أَوَّلًا حَتَّى تَأْخُذَ حَقَّ اللهِ فِي مَالِهِ - وَلَا تَأْخُذَنَّ عَوْدًا وَ لَا هَرِمَةً وَ لَا مَكْسُورَةً وَ لَا مَهْلُوسَةً وَلَا ذَاتَ عَوَارٍ وَ لَا تَأْمَنَنَّ عَلَيْهَا إِلَّا مَنْ تَثِقُ بِدِينِهِ رَافِقًا بِمَالِ الْمُسْلِمِينَ حَتَّى يُوَصِّلَهُ إِلَى وَلِيِّهِمْ فَيَقْسِمَهُ بَيْنَهُمْ وَ لَا تُوَكِّلْ بِهَا إِلَّا نَاصِحًا شَفِيقًا وَ أَمِينًا حَفِيظًا غَيْرَ مُعَنِّفٍ وَ لَا مُجْحِفٍ، وَ لَا مُلْغِبٍ وَ لَا مُتْعِبٍ، ثُمَّ احْدُرْ إِلَيْنَا مَا اجْتَمَعَ عِنْدَكَ نُصَيِّرْهُ

اور نہ اس کے بارے میں اپنے غلط رویہ سے مالک کو رنجیدہ کرنا۔ جتنا مال ہو اُس کے دو حصّے کر دینا اور مالک کو یہ اختیار دینا (کہ وُہ جونسا حصّہ چاہے پسند کرلے) اور جب وُہ کوئی سا حصّہ منتخب کرلے تو اس کے انتخاب سے تعرض نہ کرنا۔ پھر بقیہ حصّے کے دو حصّے کر دینا اور مالک کو اختیار دینا (کہ وُہ جو حصّہ چاہے لے لے) اور جب وُہ ایک حصّہ منتخب کرلے تو اس کے انتخاب پر معترض نہ ہونا، یُونہی ایسا ہی کرتے رہنا۔ یہاں تک کہ بس اتنا رہ جائے جتنے سے اس مال میں جو اللہ کا حق ہے وُہ پُورا ہو جائے تو اُسے بس تم اپنے قبضہ میں کرلینا اور اس پر بھی اگر وُہ پہلے انتخاب کو مسترد کرکے دوبارہ انتخاب کرنا چاہیئے، تو اُسے اس کا موقع دو اور دونوں حصّوں کو ملا کر پھر نئے سرے سے وُہی کرو جس طرح پہلے کیا تھا۔ یہاں تک کہ اس کے مال سے اللہ کا حق لے لو۔ ہاں دیکھو! کوئی بُوڑھا اکل پھونس اُونٹ اور جس کی کمر شکستہ یا پیر ٹوٹا ہُوا ہو، یا بیماری کا مارا ہُوا یا عیب دار ہو، نہ لینا۔ اور انھیں کسی ایسے شخص کی امانت میں سونپنا جس کی دینداری پر تم کو اعتماد ہو کہ جو مسلمانوں کے مال کی نگہداشت کرتا ہُوا اُن کے امیر تک پہنچا دے تاکہ وہ اس مال کو مسلمانوں میں بانٹ دے۔ کسی ایسے ہی شخص کے سپرد کرنا جو خیرخواہ خداترس، امانتدار اور نگران ہو کہ نہ توان پر سختی کرے اور نہ دوڑا دوڑا کر انھیں لاغر و خستہ کرے، نہ انھیں تھکا مارے اور نہ تعب و مشقت میں ڈالے۔ پھر جو کچھ تمہارے پاس جمع ہو اُسے جلد سے جلد ہماری طرف بھیجتے رہنا تاکہ

حَيْثُ أَمَرَ اللهُ بِهِ. فَإِذَا أَخَذَهَا أَمِينُكَ فَأَوْعِزْ إِلَيْهِ أَنْ لَا يَحُولَ بَيْنَ نَاقَةٍ وَبَيْنَ فَصِيلِهَا وَلَا يَمْصُرَ لَبَنَهَا فَيَضُرَّ ذٰلِكَ بِوَلَدِهَا، وَلَا يَجْهَدَنَّهَا رُكُوبًا. وَلْيَعْدِلْ بَيْنَ صَوَاحِبَاتِهَا فِي ذٰلِكَ وَبَيْنَهَا وَلْيُرَفِّهْ عَلَى اللَّاغِبِ. وَلْيَسْتَأْنِ بِالنَّقِبِ وَالظَّالِعِ. وَلْيُورِدْهَا مَا تَمُرُّ بِهِ مِنَ الْغُدُرِ وَلَا يَعْدِلْ بِهَا عَنْ نَبْتِ الْأَرْضِ إِلَى جَوَادِّ الطَّرِيقِ، وَلْيُرَوِّحْهَا فِي السَّاعَاتِ وَلْيُمْهِلْهَا عِنْدَ النِّطَافِ وَالْأَعْشَابِ حَتَّى تَأْتِيَنَا بِإِذْنِ اللهِ بُدَّنًا مُنْقِيَاتٍ غَيْرَ مُتْعَبَاتٍ وَلَا مَجْهُودَاتٍ، لِنَقْسِمَهَا عَلَى كِتَابِ اللهِ وَسُنَّةِ نَبِيِّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ فَإِنَّ ذٰلِكَ أَعْظَمُ لِأَجْرِكَ وَأَقْرَبُ لِرُشْدِكَ إِنْ شَاءَ اللهُ

ہم جہاں جہاں اللہ کا حکم ہے اُسے کام میں لائیں۔ جب تمہارا امین اس مال کو اپنی تحویل میں لے لے، تو اُسے فہمائش کرنا کہ وہ اُونٹنی اور اُس کے دودھ پیتے بچے کو الگ الگ نہ رکھے اور نہ اُس کا سارے کا سارا دُودھ دوہ لیا کرے کہ بچے کے لیے ضرر رسانی کا باعث بن جائے اور اُس پر سواری کرکے اُسے ہلکان نہ کر ڈالے۔ اس میں اور اُس کے ساتھ کی دُوسری اُونٹنیوں میں (سواری کرنے اور دوہنے میں) انصاف و مساوات سے کام لے۔ تھکے ماندے اُونٹ کو سستانے کا موقع دے، اور جس کے کھر گھس گئے ہوں یا پیر لنگ کرنے لگے ہوں اُسے آہستگی اور نرمی سے لیے چلے اور اُن کی گزرگاہوں میں جو تالاب پڑیں وہاں اُنھیں پانی پینے کے لیے اُتارے اور زمین کی ہریالی سے اُن کا رُخ موڑ کر (بے آب وگیاہ) راستوں پر نہ لے چلے اور وقتاً فوقتاً اُنھیں راحت پہنچاتا رہے اور جہاں تھوڑا بہت پانی یا گھاس سبزہ ہو اُنھیں کچھ دیر کے لیے مُہلت دے تاکہ جب وُہ ہمارے پاس پہنچیں تو وُہ بحکمِ خدا موٹے تازے ہوں اور اُن کی ہڈیوں کا گُودا بڑھ چکا ہو، وُہ تھکے ماندے اور خستہ حال نہ ہوں تاکہ ہم اللہ کی کتاب اور رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی سُنّت کے مطابق انھیں تقسیم کریں۔ بیشک یہ تمہارے لیے بڑے ثواب کا باعث اور منزلِ ہدایت تک پہنچنے کا ذریعہ ہوگا۔ انشاء اللہ۔

مکتوب (۲۶)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) إِلَى بَعْضِ عُمَّالِهِ وَقَدْ بَعَثَهُ عَلَى

ایک کارندے کے نام کہ جسے زکوٰۃ اکٹھا کرنے کے

الصَّدَقَةِ :-

آمُرُهُ بِتَقْوَى اللهِ فِيْ سَرَآئِرِ أَمْرِهٖ وَخَفِيَّاتِ عَمَلِهٖ، حَيْثُ لَا شَهِيْدَ غَيْرُهٗ وَلَا وَكِيْلَ دُوْنَهٗ - وَآمُرُهٗ أَنْ لَا يَعْمَلَ بِشَيْءٍ مِنْ طَاعَةِ اللهِ فِيْمَا ظَهَرَ فَيُخَالِفَ إِلٰى غَيْرِهٖ فِيْمَا أَسَرَّ وَمَنْ لَمْ يَخْتَلِفْ سِرُّهٗ وَعَلَانِيَتُهٗ وَفِعْلُهٗ وَمَقَالَتُهٗ فَقَدْ أَدَّى الْأَمَانَةَ وَأَخْلَصَ الْعِبَادَةَ -

وَآمُرُهٗ أَنْ لَا يَجْبَهَهُمْ وَلَا يَعْضَهَهُمْ، وَلَا يَرْغَبَ عَنْهُمْ تَفَضُّلًا بِالْإِمَارَةِ عَلَيْهِمْ، فَإِنَّهُمُ الْإِخْوَانُ فِي الدِّيْنِ وَالْأَعْوَانُ عَلَى اسْتِخْرَاجِ الْحُقُوْقِ -

وَإِنَّ لَكَ فِيْ هٰذِهِ الصَّدَقَةِ نَصِيْبًا مَفْرُوْضًا وَحَقًّا مَعْلُوْمًا وَشُرَكَآءَ أَهْلَ مَسْكَنَةٍ وَضُعَفَآءَ ذَوِيْ فَاقَةٍ، وَإِنَّا مُوَفُّوْكَ حَقَّكَ فَوَفِّهِمْ حُقُوْقَهُمْ، وَإِلَّا تَفْعَلْ فَإِنَّكَ مِنْ أَكْثَرِ النَّاسِ خُصُوْمًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ، وَبُؤْسًا لِمَنْ خَصْمُهٗ عِنْدَ اللهِ الْفُقَرَآءُ وَالْمَسَاكِيْنُ وَالسَّآئِلُوْنَ وَالْمَدْفُوْعُوْنَ وَالْغَارِمُ وَابْنُ السَّبِيْلِ: وَمَنِ اسْتَهَانَ بِالْأَمَانَةِ وَرَتَعَ فِي الْخِيَانَةِ

لیے بھیجا تھا، یہ عہدنامہ تحریر فرمایا۔

میں انھیں حکم دیتا ہوں کہ وہ اپنے پوشیدہ ارادوں اور مخفی کاموں میں اللہ سے ڈرتے رہیں جہاں نہ اللہ کے علاوہ کوئی گواہ ہوگا اور نہ اس کے ماسوا کوئی نگران ہے اور انھیں حکم دیتا ہوں کہ وہ ظاہر میں اللہ کا کوئی ایسا فرمان بجا نہ لائیں کہ اُن کے چھپے ہوئے اعمال اس سے مختلف ہوں۔ اور جس شخص کا باطن وظاہر اور کردار و گفتار مختلف نہ ہو، اُس نے امانتداری کا فرض انجام دیا اور اللہ کی عبادت میں خلوص سے کام لیا۔

اور میں انھیں حکم دیتا ہوں کہ وہ لوگوں کو آزردہ نہ کریں اور نہ انھیں پریشان کریں، اور نہ اُن سے اپنے عہدے کی برتری کی وجہ سے بے رُخی برتیں کیونکہ وہ دینی بھائی اور زکوٰۃ وصدقات کے برآمد کرنے میں معین و مددگار ہیں۔

یہ معلوم ہے کہ اس زکوٰۃ میں تمھارا بھی معین حصہ اور جانا پہچانا ہوا حق ہے اور اس میں بیچارے مسکین اور فاقہ کش لوگ بھی تمھارے شریک ہیں، اور ہم تمھارا حق پورا پورا ادا کرتے ہیں، تو تم بھی اُن کا حق پورا پورا ادا کرو۔ نہیں تو یاد رکھو کہ روزِ قیامت تمھارے ہی دُشمن سب سے زیادہ ہوں گے، اور وائے بدبختی اُس شخص کی جس کے خلاف اللہ کے حضور فریق بن کر کھڑے ہونے والے فقیر، نادار، سائل، دھتکارے ہوئے لوگ قرضدار اور (بے خرچ) مسافر ہوں۔ یاد رکھو! کہ جو شخص امانت کو بے وقعت سمجھتے ہوئے اُسے ٹھکرا دے اور خیانت کی چراگاہوں میں چرتا پھرے اور اپنے

وَلَمْ يُنَزِّهْ نَفْسَهُ وَدِينَهُ عَنْهَا فَقَدْ أَحَلَّ بِنَفْسِهِ فِي الدُّنْيَا الْخِزْيَ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَذَلُّ وَأَخْزَى. وَإِنَّ أَعْظَمَ الْخِيَانَةِ خِيَانَةُ الْأُمَّةِ، وَأَفْظَعَ الْغِشِّ غِشُّ الْأَئِمَّةِ. وَالسَّلَامُ.

کو اور اپنے دین کو اس کی آلودگی سے نہ بچائے، تو اس نے دنیا میں بھی اپنے کو ذلتوں اور خواریوں میں ڈالا، اور آخرت میں بھی رسوا و ذلیل ہوگا۔ سب سے بڑی خیانت اُمّت کی خیانت ہے، اور سب سے بڑی فریب کاری پیشوائے دین کو دغا دینا ہے۔ والسلام!

عہدنامہ (۲۷)

(۲۷) وَمِنْ عَهْدٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

إِلَى مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ حِينَ قَلَّدَهُ مِصْرَ:

فَاخْفِضْ لَهُمْ جَنَاحَكَ، وَأَلِنْ لَهُمْ جَانِبَكَ، وَابْسُطْ لَهُمْ وَجْهَكَ، وَآسِ بَيْنَهُمْ فِي اللَّحْظَةِ وَالنَّظْرَةِ حَتَّى لَا يَطْمَعَ الْعُظَمَاءُ فِي حَيْفِكَ لَهُمْ وَلَا يَيْأَسَ الضُّعَفَاءُ مِنْ عَدْلِكَ بِهِمْ، فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يُسَائِلُكُمْ مَعْشَرَ عِبَادِهِ عَنِ الصَّغِيرَةِ مِنْ أَعْمَالِكُمْ وَالْكَبِيرَةِ وَالظَّاهِرَةِ وَالْمَسْتُورَةِ فَإِنْ يُعَذِّبْ فَأَنْتُمْ أَظْلَمُ، وَإِنْ يَعْفُ فَهُوَ أَكْرَمُ.

وَاعْلَمُوا عِبَادَ اللَّهِ أَنَّ الْمُتَّقِينَ ذَهَبُوا بِعَاجِلِ الدُّنْيَا وَآجِلِ الْآخِرَةِ، فَشَارَكُوا أَهْلَ الدُّنْيَا فِي دُنْيَاهُمْ وَلَمْ يُشَارِكْهُمْ أَهْلُ الدُّنْيَا فِي آخِرَتِهِمْ. سَكَنُوا

محمد ابن ابی بکر کے نام جب کہ انھیں مصر کی حکومت سپرد کی:

لوگوں سے تواضع کے ساتھ ملنا، اُن سے نرمی کا برتاؤ کرنا، کشادہ روئی سے پیش آنا اور سب کو ایک نظر سے دیکھنا تاکہ بڑے لوگ تم سے اپنی ناحق طرفداری کی اُمید نہ رکھیں اور چھوٹے لوگ تمھارے عدل و انصاف سے ان (بڑوں) کے مقابلہ میں نااُمید نہ ہو جائیں۔ کیونکہ اے اللہ کے بندو! اللہ تمھارے چھوٹے، بڑے، کھلے، ڈھکے اعمال کی تم سے بازپرس کرے گا، اور اس کے بعد اگر وہ عذاب کرے، تو یہ تمھارے خود ظلم کا نتیجہ ہے، اور اگر وہ معاف کر دے، تو وہ اس کے کرم کا تقاضا ہے۔

خدا کے بندو! تمھیں جاننا چاہیے کہ پرہیزگاروں نے جانے والی دنیا اور آنے والی آخرت دونوں کے فائدے اُٹھائے۔ وہ دنیا والوں کے ساتھ اُن کی دنیا میں شریک رہے، مگر دنیا دار اُن کی آخرت میں حصہ نہ لے سکے۔ وہ دنیا میں بہترین طریقہ پر رہے اور اچھے سے اچھا کھایا اور اس طرح وہ ان تمام چیزوں سے بہرہ یاب

الدُّنْيَا بِأَفْضَلِ مَا سُكِنَتْ، وَ
أَكَلُوهَا بِأَفْضَلِ مَا أُكِلَتْ،
تَحَظَّوْا مِنَ الدُّنْيَا بِمَا حَظِيَ
بِهِ الْمُتْرَفُونَ، وَأَخَذُوا
مِنْهَا مَا أَخَذَهُ الْجَبَابِرَةُ
الْمُتَكَبِّرُونَ ثُمَّ انْقَلَبُوا
عَنْهَا بِالزَّادِ الْمُبَلِّغِ وَالْمَتْجَرِ
الرَّابِحِ - أَصَابُوا لَذَّةَ زُهْدِ
الدُّنْيَا فِي دُنْيَاهُمْ، وَتَيَقَّنُوا
أَنَّهُمْ جِيرَانُ اللهِ غَداً فِي
آخِرَتِهِمْ - لَا تُرَدُّ لَهُمْ دَعْوَةٌ
وَلَا يُنْقَصُ لَهُمْ نَصِيبٌ مِنْ
لَذَّةٍ فَاحْذَرُوا عِبَادَ اللهِ
الْمَوْتَ وَقُرْبَهُ، وَأَعِدُّوا
لَهُ عُدَّتَهُ، فَإِنَّهُ يَأْتِي بِأَمْرٍ
عَظِيمٍ وَخَطْبٍ جَلِيلٍ، بِخَيْرٍ
لَا يَكُونُ مَعَهُ شَرٌّ أَبَداً، أَوْ
شَرٍّ لَا يَكُونُ مَعَهُ خَيْرٌ أَبَداً
فَمَنْ أَقْرَبُ إِلَى الْجَنَّةِ مِنْ
عَامِلِهَا؟ وَمَنْ أَقْرَبُ إِلَى
النَّارِ مِنْ عَامِلِهَا وَ أَنْتُمْ
طُرَدَاءُ الْمَوْتِ إِنْ أَقَمْتُمْ
لَهُ أَخَذَكُمْ، وَإِنْ فَرَرْتُمْ
مِنْهُ أَدْرَكَكُمْ، وَهُوَ أَلْزَمُ لَكُمْ
مِنْ ظِلِّكُمْ. الْمَوْتُ مَعْقُودٌ بِنَوَاصِيكُمْ

ہوئے جو عیش پسند لوگوں کو حاصل تھیں اور وہ سب کچھ حاصل کیا کہ جو سرکش و متکبر لوگوں کو حاصل تھا۔ پھر وہ منزلِ مقصود پر پہنچانے والے زاد کا سروسامان اور نفع کا سودا کر کے دُنیا سے روانہ ہوئے۔ انھوں نے دُنیا میں رہتے ہوئے ترکِ دُنیا کی لذت چکھی۔ اور یہ یقین رکھا کہ وُہ کل اللہ کے پڑوس میں ہوں گے جہاں نہ اُن کی کوئی آواز ٹھکرائی جائے گی، نہ اُن کے حظ و نصیب میں کمی ہوگی۔ تو اللہ کے بندو! موت اور اُس کی آمد سے ڈرو، اور اُس کے لیے سروسامان فراہم کرو۔ وُہ آئے گی اور ایک بڑے حادثے اور عظیم سانحے کے ساتھ آئے گی۔ جس میں یا تو بھلائی ہی بھلائی ہوگی کہ بُرائی کا اُس میں کبھی گزر نہ ہوگا۔ یا ایسی بُرائی ہوگی کہ جس میں کبھی بھلائی کا شائبہ نہ آئے گا۔ کون ہے؟ جو جنت کے کام کرنے والے سے زیادہ جنت کے قریب ہو۔ اور کون ہے جو دوزخ کے کام کرنے والے سے زیادہ دوزخ کے نزدیک ہو؟ تم وُہ شکار ہو، جس کا موت پیچھا کیے ہوئے ہے۔ اگر تم ٹھہرے رہو گے جب بھی تمھیں گرفت میں لے لے گی، اور اگر اس سے بھاگو گے جب بھی وہ تمھیں پالے گی وہ تو تمھارے سایہ سے بھی زیادہ تمھارے ساتھ ساتھ ہے۔ موت تمھاری پیشانی کے بالوں سے جکڑ کر باندھ دی گئی ہے، اور دُنیا تمھارے عقب سے تہہ کی جا رہی ہے لہٰذا جہنم کی اُس آگ سے ڈرو جس کا گہراؤ دُور تک چلا گیا ہے جس کی تپش بے پناہ ہے اور جس کا عذاب ہمیشہ نیا اور تازہ رہتا ہے۔ وہ ایسا گھر ہے جس میں رحم و کرم کا سوال ہی نہیں، نہ اُس میں کوئی فریاد سُنی جاتی ہے اور نہ

وَالدُّنْيَا تُطْوَى مِنْ خَلْفِكُمْ، فَاحْذَرُوا نَاراً قَعْرُهَا بَعِيدٌ، وَحَرُّهَا شَدِيدٌ، وَعَذَابُهَا جَدِيدٌ۔ دَارٌ لَيْسَ فِيهَا رَحْمَةٌ، وَلَا تُسْمَعُ فِيهَا دَعْوَةٌ، وَلَا تُفَرَّجُ فِيهَا كُرْبَةٌ۔ وَإِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ يَشْتَدَّ خَوْفُكُمْ مِنَ اللهِ، وَأَنْ يَحْسُنَ ظَنُّكُمْ بِهِ فَاجْمَعُوا بَيْنَهُمَا، فَإِنَّ الْعَبْدَ إِنَّمَا يَكُونُ حُسْنُ ظَنِّهِ بِرَبِّهِ عَلَى قَدْرِ خَوْفِهِ مِنْ رَبِّهِ، وَإِنَّ أَحْسَنَ النَّاسِ ظَنّاً بِاللهِ أَشَدُّهُمْ خَوْفاً لِلّٰهِ۔

وَاعْلَمْ يَا مُحَمَّدُ بْنَ أَبِي بَكْرٍ أَنِّي قَدْ وَلَّيْتُكَ أَعْظَمَ أَجْنَادِي فِي نَفْسِي أَهْلَ مِصْرَ، فَأَنْتَ مَحْقُوقٌ أَنْ تُخَالِفَ عَلَى نَفْسِكَ، وَأَنْ تُنَافِحَ عَنْ دِينِكَ، وَلَوْ لَمْ يَكُنْ لَكَ إِلَّا سَاعَةٌ مِنَ الدَّهْرِ، وَلَا تُسْخِطِ اللهَ بِرِضَا أَحَدٍ مِنْ خَلْقِهِ، فَإِنَّ فِي اللهِ خَلَفاً مِنْ غَيْرِهِ، وَلَيْسَ مِنَ اللهِ خَلَفٌ فِي غَيْرِهِ۔ صَلِّ الصَّلَاةَ لِوَقْتِهَا الْمُوَقَّتِ لَهَا، وَلَا تُعَجِّلْ وَقْتَهَا لِفَرَاغٍ، وَلَا تُؤَخِّرْهَا عَنْ وَقْتِهَا لِاشْتِغَالٍ، وَاعْلَمْ أَنَّ كُلَّ شَيْءٍ مِنْ عَمَلِكَ تَبَعٌ لِصَلَاتِكَ۔

(وَمِنْهُ)، فَإِنَّهُ لَا سَوَاءٌ إِمَامُ

کرب و اذیت سے چھٹکارا ملتا ہے۔ اگر یہ کر سکو کہ تم اللہ کا زیادہ سے زیادہ خوف بھی رکھو اور اُس سے اچھی اُمید بھی وابستہ رکھو، تو ان دونوں باتوں کو اپنے اندر جمع کر لو۔ کیونکہ بندے کو اپنے پروردگار سے اُتنی ہی اُمید بھی ہوتی ہے جتنا کہ اُس کا ڈر ہوتا ہے، اور جو سب سے زیادہ اللہ سے اُمید رکھتا ہے وُہی سب سے زیادہ اُس سے خائف ہوتا ہے۔

اے محمد ابن ابی بکر! اِس بات کو جان لو کہ میں نے تمھیں مصر والوں پر کہ جو میری سب سے بڑی سپاہ ہیں، حکمران بنایا ہے۔ اب تم سے میرا یہ مطالبہ ہے کہ تم اپنے نفس کی خلاف ورزی کرنا، اور اپنے دین کے لیے سینہ سپر رہنا۔ اگرچہ تمھیں زمانہ میں ایک ہی گھڑی کا موقع حاصل ہو اور مخلوقات میں سے کسی کو خوش کرنے کے لیے اللہ کو ناراض نہ کرنا کیونکہ اوروں کا عوض تو اللہ میں مل سکتا ہے، مگر اللہ کی جگہ کوئی نہیں لے سکتا۔ نماز کو اُس کے مقررہ وقت پر ادا کرنا اور فرصت ہونے کی وجہ سے قبل از وقت نہ پڑھ لینا، اور نہ مشغولیت کی وجہ سے اُسے پیچھے ڈال دینا۔ یاد رکھو! کہ تمھارا ہر عمل نماز کے تابع ہے۔

اِس عہد نامہ کا ایک حصہ یہ ہے: ہدایت کا امام اور ہلاکت کا پیشوا، پیغمبر کا دوست اور پیغمبر کا دشمن برابر نہیں ہو سکتے۔ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ مجھے اپنی اُمت کے بارے میں نہ مومن سے کھٹکا ہے، اور نہ مشرک سے۔ کیونکہ مومن کی اللہ اس کے ایمان کی وجہ سے (گمراہ کرنے سے) حفاظت

الْهُدٰى وَاِمَامُ الرَّدٰى، وَوَلِيُّ النَّبِيِّ وَعَدُوُّ النَّبِيِّ وَلَقَدْ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ: اِنِّيْ لَا اَخَافُ عَلٰى اُمَّتِيْ مُؤْمِنًا وَلَا مُشْرِكًا۔ اَمَّا الْمُؤْمِنُ فَيَمْنَعُهُ اللّٰهُ بِاِيْمَانِهٖ وَاَمَّا الْمُشْرِكُ فَيَقْمَعُهُ اللّٰهُ بِشِرْكِهٖ، وَلٰكِنِّيْ اَخَافُ عَلَيْكُمْ كُلَّ مُنَافِقِ الْجَنَانِ عَالِمِ اللِّسَانِ يَقُوْلُ مَا تَعْرِفُوْنَ وَيَفْعَلُ مَا تُنْكِرُوْنَ۔

کرے گا، اور مُشرک کو اُس کے شرک کی وجہ سے ذلیل و خوار کرے گا۔ (کہ کوئی اس کی بات پر کان نہ دھریگا) بلکہ مجھے تمہارے لیے ہر اُس شخص سے اندیشہ ہے کہ جو دل سے منافق، اور زبان سے عالم ہے۔ کہتا وہ ہے جسے تم اچھا سمجھتے ہو، اور کرتا وہ ہے جسے تم بُرا جانتے ہو۔

مکتوب (۲۸)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ)
اِلٰى مُعَاوِيَةَ جَوَابًا،
وَهُوَ مِنْ مَحَاسِنِ الْكُتُبِ:-

اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ اَتَانِيْ كِتَابُكَ تَذْكُرُ فِيْهِ اصْطِفَاءَ اللّٰهِ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ لِدِيْنِهٖ وَتَاْيِيْدَهٗ اِيَّاهُ بِمَنْ اَيَّدَهٗ مِنْ اَصْحَابِهٖ فَلَقَدْ خَبَّاَ لَنَا الدَّهْرُ مِنْكَ عَجَبًا اِذْ طَفِقْتَ تُخْبِرُنَا بِبَلَاءِ اللّٰهِ عِنْدَنَا وَنِعْمَتِهٖ عَلَيْنَا فِيْ نَبِيِّنَا فَكُنْتَ فِيْ ذٰلِكَ كَنَاقِلِ التَّمْرِ اِلٰى هَجَرَ اَوْ دَاعِيْ مُسَدِّدِهٖ اِلَى النِّضَالِ۔ وَزَعَمْتَ اَنَّ اَفْضَلَ النَّاسِ فِي الْاِسْلَامِ فُلَانٌ وَفُلَانٌ فَذَكَرْتَ اَمْرًا اِنْ تَمَّ اعْتَزَلَكَ كُلُّهٗ، وَاِنْ نَقَصَ لَمْ تَلْحَقْكَ ثَلْمَتُهٗ۔ وَمَا اَنْتَ وَالْفَاضِلَ وَالْمَفْضُوْلَ وَالسَّائِسَ

مُعاویہ کے نام:

یہ مکتوب امیر المومنینؑ کے بہترین مکتوبات میں سے ہے۔

تمہارا خط پہنچا، تم نے اِس میں یہ ذکر کیا ہے، کہ اللہ نے محمد صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو اپنے دین کے لیے منتخب فرمایا، اور تائید و نصرت کرنے والے ساتھیوں کے ذریعہ اُن کو قوت و توانائی بخشی۔ زمانہ نے تمہارے عجائبات پر اب تک پردہ ہی ڈالے رکھا تھا جو یُوں ظاہر ہو رہے ہیں کہ تم ہمیں ہی خبر دے رہے ہو، اِن احسانات کی جو خود ہمیں پر ہوئے ہیں اور اس نعمت کی جو ہمارے رسولؐ کے ذریعہ سے ہمیں پر ہوئی ہے۔ اِس طرح تم ویسے ٹھہرے جیسے ہجر کی طرف کھجوریں لاد کر لے جانے والا یا اپنے اُستاد کو تیر اندازی کے مقابلے کی دعوت دینے والا۔ تم نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ اسلام میں سب سے افضل فلاں اور فلاں (ابوبکر و عمرؓ) ہیں۔ یہ تم نے ایسی بات کہی ہے کہ اگر صحیح ہو تو تمہارا اس سے کوئی واسطہ نہیں، اور غلط ہو تو اس سے تمہارا کوئی نقصان

وَ الْمَسُوْسَ ؟ وَ مَا لِلطُّلَقَآءِ وَ
اَبْنَآءِ الطُّلَقَآءِ وَالتَّمْيِيْزِ بَيْنَ
الْمُهَاجِرِيْنَ الْاَوَّلِيْنَ وَتَرْتِيْبِ
دَرَجَاتِهِمْ وَ تَعْرِيْفِ طَبَقَاتِهِمْ
هَيْهَاتَ لَقَدْ حَنَّ قِدْحٌ لَيْسَ
مِنْهَا، وَطَفِقَ يَحْكُمُ فِيْهَا مَنْ
عَلَيْهِ الْحُكْمُ لَهَا . اَلَا تَرْبَعُ اَيُّهَا
الْاِنْسَانُ عَلٰى ظَلْعِكَ وَ تَعْرِفُ
قُصُوْرَ ذَرْعِكَ ؟ وَ تَتَاَخَّرُ حَيْثُ
اَخَّرَكَ الْقَدَرُ فَمَا عَلَيْكَ غَلَبَةُ
الْمَغْلُوْبِ وَلَا لَكَ ظَفَرُ الظَّافِرِ
وَ اِنَّكَ لَذَهَّابٌ فِي التِّيْهِ رَوَّاغٌ
عَنِ الْقَصْدِ . اَلَا تَرٰى - غَيْرَ
مُخْبِرٍ لَكَ وَ لٰكِنْ بِنِعْمَةِ اللّٰهِ
اُحَدِّثُ - اَنَّ قَوْمًا اسْتُشْهِدُوْا
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ
وَلِكُلٍّ فَضْلٌ ، حَتّٰى اِذَا اسْتُشْهِدَ
شَهِيْدُنَا قِيْلَ سَيِّدُ الشُّهَدَآءِ ،
وَخَصَّهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ بِسَبْعِيْنَ تَكْبِيْرَةً
عِنْدَ صَلَاتِهٖ عَلَيْهِ . اَوَلَا تَرٰى
اَنَّ قَوْمًا قُطِعَتْ اَيْدِيْهِمْ فِيْ
سَبِيْلِ اللّٰهِ - وَلِكُلٍّ فَضْلٌ -
حَتّٰى اِذَا فُعِلَ بِوَاحِدِنَا مَا فُعِلَ
بِوَاحِدِهِمْ قِيْلَ الطَّيَّارُ فِي

نہیں ہوگا۔ اور بھلا کہاں تم اور کہاں یہ، بحث کو کون
افضل ہے اور کون غیر افضل، اور کون حاکم ہے اور کون
رعایا! بھلا آزاد کردہ لوگوں اور اُن کے بیٹوں کو یہ حق
کہاں سے ہوسکتا ہے کہ وُہ مہاجرینِ اوّلین کے درمیان
امتیاز کرنے، اُن کے درجے ٹھہرانے اور اُن کے طبقے
پہچنوانے بیٹھیں۔ کتنا نامُناسب ہے کہ جُوئے کے تیروں
میں نقلی تیر آواز دینے لگے اور کسی معاملہ میں وہ فیصلہ
کرنے بیٹھے جس کے خُود خلاف۔ بہرحال اس میں فیصلہ
ہونا ہے۔ اے شخص، تو اپنے پیروں کے لنگ کو دیکھتے
ہُوئے اپنی حد پر ٹھہرتا کیوں نہیں، اور اپنی کوتہ دستی
کو سمجھتا کیوں نہیں پیچھے ہٹ کر رُکتا وہیں جہاں قضاؤ
قدر کا فیصلہ تجھے پیچھے ہٹا چکا ہے۔ آخر تجھے کسی مغلوب
کی شکست سے اور کسی فاتح کی کامرانی سے سروکار ہی کیا
ہے! تمھیں محسُوس ہونا چاہیے کہ تم حیرت و سرگشتگی میں ہاتھ
پاؤں مار رہے ہو، اور راہِ راست سے منحرف ہو۔ آخر
تم نہیں دیکھتے اور یہ میں جو کہتا ہوں، تمھیں کوئی اطلاع
دینا نہیں ہے، بلکہ اللہ کی نعمتوں کا تذکرہ کرنا ہے۔ کہ
مہاجرین و انصار کا ایک گروہ خدا کی راہ میں شہید ہُوا،
اور سب کے لیے فضیلت کا ایک درجہ ہے۔ مگر جب ہم میں
سے شہید نے جامِ شہادت پیا، تو اُسے سیّد الشہداء کہا
گیا اور پیغمبرؐ نے صرف اُسے یہ خصوصیت بخشی کہ اُس کی
نمازِ جنازہ میں ستر تکبیریں کہیں، اور کیا نہیں دیکھتے کہ
بہت لوگوں کے ہاتھ خُدا کی راہ میں کاٹے گئے اور ہر ایک
کے لیے ایک حد تک فضیلت ہے۔ مگر جب ہمارے آدمی
کے لیے یہی ہُوا جو اوروں کے ساتھ ہو چکا تھا، تو اُسے

الْجَنَّةِ وَذُو الْجَنَاحَيْنِ ، وَلَوْلَا مَا نَهَى اللّٰهُ عَنْهُ مِنْ تَزْكِيَةِ الْمَرْءِ نَفْسَهُ لَذَكَرَ ذَاكِرٌ فَضَائِلَ جَمَّةً تَعْرِفُهَا قُلُوبُ الْمُؤْمِنِينَ وَلَا تَمُجُّهَا آذَانُ السَّامِعِينَ فَدَعْ عَنْكَ مَنْ مَالَتْ بِهِ الرَّمِيَّةُ فَإِنَّا صَنَائِعُ رَبِّنَا وَالنَّاسُ بَعْدُ صَنَائِعُ لَنَا . لَمْ يَمْنَعْنَا قَدِيمُ عِزِّنَا وَلَا عَادِيُّ طَوْلِنَا عَلَىٰ قَوْمِكَ أَنْ خَلَطْنَاكُمْ بِأَنْفُسِنَا فَنَكَحْنَا وَأَنْكَحْنَا فِعْلَ الْأَكْفَاءِ وَلَسْتُمْ هُنَاكَ . وَأَنَّىٰ يَكُونُ ذٰلِكَ كَذٰلِكَ وَمِنَّا النَّبِيُّ وَمِنْكُمُ الْمُكَذِّبُ ، وَمِنَّا أَسَدُ اللّٰهِ وَمِنْكُمْ أَسَدُ الْأَحْلَافِ ، وَمِنَّا سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَمِنْكُمْ صِبْيَةُ النَّارِ ، وَمِنَّا خَيْرُ نِسَاءِ الْعَالَمِينَ وَمِنْكُمْ حَمَّالَةُ الْحَطَبِ فِي كَثِيرٍ مِمَّا لَنَا وَعَلَيْكُمْ .

فَإِسْلَامُنَا مَا قَدْ سُمِعَ ، وَجَاهِلِيَّتُنَا لَا تُدْفَعُ ، وَكِتَابُ اللّٰهِ يَجْمَعُ لَنَا مَا شَذَّ عَنَّا وَهُوَ قَوْلُهُ : " وَ

الطیار فی الجنۃ (جنّت میں پرواز کرنے والا) اور ذوالجناحین (دو پروں والا) کہا گیا اور اگر خداوندِ عالم نے خود ستائی سے روکا نہ ہوتا تو بیان کرنے والا اپنے بھی وہ فضائل بیان کرتا کہ مومنوں کے دل جن کا اعتراف کرتے ہیں، اور سُننے والوں کے کان انھیں اپنے سے الگ نہیں کرنا چاہتے۔ ایسوں کا ذکر کیوں کرو جن کا تیر نشانوں سے خطا کرنے والا ہے۔ ہم وہ ہیں جو براہ راست اللہ سے نعمتیں لے کر پروان چڑھے ہیں اور دوسرے ہمارے احسان پروردہ ہیں۔ ہم نے اپنی نسلاً بعد نسل چلی آنے والی عزت اور تمھارے خاندان پر قدیمی برتری کے باوجود کوئی خیال نہ کیا، اور تم سے میل جول رکھا، اور برابر والوں کی طرح رشتے دیئے لیے۔ حالانکہ تم اس منزلت پر نہ تھے اور ہو کیسے سکتے ہو جبکہ ہم میں نبی اور تم میں جھٹلانے والا ہم میں اسداللہ اور تم میں اسدالاحلاف ہم میں دو سردار جوانانِ اہلِ جنّت اور تم میں جہنمی لڑکے، ہم میں سردار زنانِ عالمیان، اور تم میں حمالۃ الحطب اور ایسی ہی بہت باتیں جو ہماری بلندی اور تمھاری پستی کی آئینہ دار ہیں۔

چنانچہ ہمارا ظہورِ اسلام کے بعد کا دور بھی وہ ہے جس کی شہرت ہے اور جاہلیت کے دَور کا بھی ہمارا امتیاز ناقابلِ انکار ہے اور اس کے بعد جو رہ جائے، وہ اللہ کی کتاب جامع الفاظ میں ہمارے لیے بتا دیتی ہے ارشادِ الٰہی ہے۔ "قرابت دار آپس میں ایک دوسرے کے زیادہ حقدار ہیں" ـــــ دوسری جگہ پر ارشاد فرمایا ہے: "ابراہیمؑ کے زیادہ حق دار وہ لوگ تھے جو اُن کے پیروکار تھے اور

أُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَى
بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللهِ وَقَوْلُهُ
تَعَالَى: "إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ،
بِإِبْرَاهِيمَ لَلَّذِينَ اتَّبَعُوهُ وَ
هَذَا النَّبِيُّ وَالَّذِينَ آمَنُوا
وَاللهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِينَ"، فَنَحْنُ
مَرَّةً أَوْلَى بِالْقَرَابَةِ، وَتَارَةً
أَوْلَى بِالطَّاعَةِ۔ وَلَمَّا احْتَجَّ
الْمُهَاجِرُونَ عَلَى الْأَنْصَارِ يَوْمَ
السَّقِيفَةِ بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى
اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ فَلَجُوا عَلَيْهِمْ
فَإِنْ يَكُنِ الْفَلَجُ بِهِ فَالْحَقُّ
لَنَا دُونَكُمْ، وَإِنْ يَكُنْ بِغَيْرِهِ
فَالْأَنْصَارُ عَلَى دَعْوَاهُمْ وَ
زَعَمْتَ أَنِّي لِكُلِّ الْخُلَفَاءِ حَسَدْتُ
وَعَلَى كُلِّهِمْ بَغَيْتُ، فَإِنْ يَكُنْ
ذَلِكَ كَذَلِكَ فَلَيْسَ الْجِنَايَةُ عَلَيْكَ
فَيَكُونَ الْعُذْرُ إِلَيْكَ:
"وَتِلْكَ شَكَاةٌ ظَاهِرٌ عَنْكَ عَارُهَا"
وَقُلْتَ إِنِّي كُنْتُ أُقَادُ كَمَا يُقَادُ
الْجَمَلُ الْمَخْشُوشُ حَتَّى أُبَايِعَ وَلَعَمْرُ
اللهِ لَقَدْ أَرَدْتَ أَنْ تَذُمَّ فَمَدَحْتَ
وَأَنْ تَفْضَحَ فَافْتَضَحْتَ۔ وَمَا
عَلَى الْمُسْلِمِ مِنْ غَضَاضَةٍ فِي أَنْ
يَكُونَ مَظْلُوماً مَا لَمْ يَكُنْ شَاكّاً

یہ نبی اور وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں اور اللہ ایمان والوں
کا سرپرست ہے۔" تو ہمیں قرابت کی وجہ سے بھی دوسروں
پر فوقیت حاصل ہے اور اطاعت کی وجہ سے بھی ہمارا
حق فائق ہے اور سقیفہ کے دن جب مہاجرین نے رسولؐ
کی قرابت کو استدلال میں پیش کیا تو انصار کے مقابلہ میں
کامیاب ہوئے تو ان کی کامیابی اگر قرابت کی وجہ سے
تھی، تو پھر یہ خلافت ہمارا حق ہے نہ کہ ان کا اور اگر
استحقاق کا کچھ اور معیار ہے تو انصار کا دعویٰ اپنے
مقام پر برقرار رہتا ہے اور تم نے یہ خیال ظاہر کیا ہے
کہ میں نے سب خلفاء پر حسد کیا اور اُن کے خلاف
شورشیں کھڑی کیں۔ اگر ایسا ہی ہے تو اس سے میں نے
تمہارا کیا بگاڑا ہے کہ تم سے معذرت کروں۔ (بقول شاعر)
"یہ ایسی خطا ہے جس سے تم پر کوئی حرف نہیں آتا۔"
اور تم نے لکھا ہے کہ مجھے بیعت کے لیے یوں کھینچ کر
لایا جاتا تھا جس طرح نکیل پڑے اونٹ کو کھینچا جاتا
ہے۔ تو خالق کی ہستی کی قسم! تم اترے تو برائی کرنے پر
تھے، کہ تعریف کرنے لگے۔ چاہا تو یہ تھا کہ مجھے رسوا کرو
کہ خود ہی رسوا ہو گئے۔ بھلا مسلمان آدمی کے لیے اس
میں کون سی عیب کی بات ہے کہ وہ مظلوم ہو جبکہ وہ
نہ اپنے دین میں شک کرتا ہو، نہ اُس کا یقین ڈانواں ڈول
ہو۔ اور میری اس دلیل کا تعلق اگرچہ دوسروں سے ہے
مگر جتنا بیان یہاں مناسب تھا، تم سے کر دیا۔
پھر تم نے میرے اور عثمان کے معاملہ کا ذکر کیا ہے
تو ہاں اس میں تمہیں حق پہنچتا ہے کہ تمہیں جواب دیا جائے
کیونکہ تمہاری ان سے قرابت ہوتی ہے۔ اچھا تو پھر

فی دینه ولا مرتابا بیقینه وهذه
حجتی الی غیرک قصدها، ولکنی
أطلقت لک منها بقدر ما سنح
من ذکرها۔

ثم ذکرت ما کان من أمری و
أمر عثمان فلک أن تجاب عن هذه
لرحمک منه فأینا کان أعدی له
وأهدی الی مقاتله۔ أمن بذل
له نصرته فاستقعده واستکفه،
أمن استنصره فتراخی عنه وبث
المنون الیه حتی أتی قدره علیه
کلا والله لقد علم الله المعوقین
منکم والقائلین لإخوانهم هلم
الینا ولا یأتون البأس الا قلیلا
وما کنت لأعتذر من أنی کنت
أنقم علیه أحداثا، فإن کان
الذنب الیه إرشادی وهدایتی
له، فرب ملوم لا ذنب له:
وقد یستفید الظنة المتنصح
وما أردت الا الإصلاح ما استطعت
وما توفیقی الا بالله علیه توکلت و
الیه أنیب — وذکرت أنه لیس لی و
لأصحابی عندک الا السیف۔ ولقد
أضحکت بعد استعبار، متی ألفیت
بنی عبد المطلب عن الأعداء ناکلین

(سچ سچ) بتاؤ کہ ہم دونوں میں اُن کے ساتھ زیادہ دُشمنی کرنے والا، اور ان کے قتل کا سرو سامان کرنے والا کون تھا وہ کہ جس نے اپنی امداد کی پیش کش کی، اور انھوں نے اُسے بٹھا دیا اور روک دیا، یا وہ کہ جس سے اُنھوں نے مدد چاہی اور وہ ٹال گیا، اور اُن کے لیے موت کے اسباب مُہیا کیے، یہاں تک کہ اُن کے مقدر کی موت نے اُنھیں آگھیرا، ہرگز نہیں! خدا کی قسم! (وہ پہلا زیادہ دُشمن ہرگز قرار نہیں پاسکتا)۔ اللہ اُن لوگوں کو خُوب جانتا ہے جو جنگ سے دُوسروں کو روکنے والے ہیں اور اپنے بھائی بندوں سے کہنے والے ہیں کہ آؤ ہماری طرف آؤ، اور خود بھی جنگ کے موقع پر برائے نام ٹھہرتے ہیں۔" بیشک میں اس چیز کے لیے معذرت کرنے کو تیار نہیں ہوں کہ میں اُن کی بعض بدعتوں کو ناپسند کرتا تھا۔ اگر میری خطا یہی ہے کہ میں اُنھیں صحیح راہ دکھاتا تھا اور ہدایت کرتا تھا، تو اکثر ناکردہ گناہ ملامتوں کا نشانہ بن جایا کرتے ہیں۔ اور کبھی نصیحت کرنے والے کو بدگمانی کا مرکز بن جانا پڑتا ہے۔ میں نے تو جہاں تک بن پڑا یہی چاہا کہ اصلاحِ حال ہو جائے اور مجھے توفیق حاصل ہونا ہے تو صرف اللہ سے۔ اسی پر میرا بھروسا ہے اور اُسی سے لو لگاتا ہوں۔

تم نے مجھے لکھا ہے کہ "میرے اور میرے ساتھیوں کے لیے تمھارے پاس بس تلوار ہے"۔ یہ کہہ کر تو تم روتوں کو بھی ہنسانے لگے۔ بھلا یہ تو بتاؤ کہ تم نے اولادِ عبدالمطلب کو کب دُشمن سے پیٹھ پھراتے ہوئے پایا، اور کب تلواروں سے خوفزدہ ہوتے دیکھا۔ (اگر یہی ارادہ ہے تو پھر بقول

وَ بِالسُّيُوْفِ مُخَوِّفِيْنَ : لَبِّثْ قَلِيْلًا يَلْحَقِ الْهَيْجَا حَمَلْ ". فَسَيَطْلُبُكَ مَنْ تَطْلُبُ، وَ يَقْرُبُ مِنْكَ مَا تَسْتَبْعِدُ، وَ اَنَا مُرْقِلٌ نَحْوَكَ فِيْ جَحْفَلٍ مِّنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَ التَّابِعِيْنَ لَهُمْ بِاِحْسَانٍ شَدِيْدٍ زِحَامُهُمْ سَاطِعٍ قَتَامُهُمْ مُتَسَرْبِلِيْنَ سَرَابِيْلَ الْمَوْتِ أَحَبُّ اللِّقَآءِ إِلَيْهِمْ لِقَآءُ رَبِّهِمْ، قَدْ صَحِبَتْهُمْ ذُرِّيَّةٌ بَدْرِيَّةٌ وَ سُيُوْفٌ هَاشِمِيَّةٌ، قَدْ عَرَفْتَ مَوَاقِعَ نِصَالِهَا فِيْ أَخِيْكَ وَ خَالِكَ وَ جَدِّكَ وَ أَهْلِكَ: "وَ مَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ ".

شاعر، تھوڑی[3] دیر دم لو کر حمل میدانِ جنگ میں پہنچ لے "۔ عنقریب جسے تم طلب کر رہے ہو، وہ خود تمہاری تلاش میں نکل کھڑا ہو گا۔ اور جسے دُور سمجھ رہے ہو وہ قریب پہنچے گا۔ میں تمہاری طرف مہاجرین و انصار اور اچھے طریقے سے اُن کے نقشِ قدم پر چلنے والے تابعین کا لشکرِ جرّار لے کر عنقریب اُڑتا ہُوا آ رہا ہوں۔ ایسا لشکر کہ جس میں بے پناہ ہجوم اور پھیلا ہُوا گرد و غبار ہو گا۔ وہ موت کے کفن پہنے ہُوئے ہوں گے۔ ہر ملاقات سے زیادہ انھیں لقائے پروردگار محبوب ہو گی۔ اُن کے ساتھ شہدائے بدر کی اولاد اور ہاشمی تلواریں ہوں گی کہ جن کی تیز دھار کی کاٹ تم اپنے ماموں، بھائی، نانا اور کُنبہ والوں میں دیکھ چکے ہو۔ "وہ ظالموں سے اب بھی دُور نہیں ہیں "۔

---

[1] امیر المومنین علیہ السلام کا یہ مکتوب معاویہ کے اُس خط کے جواب میں ہے جو اس نے ابو امامہ باہلی کے ہاتھ حضرت کے پاس کوفہ بھیجا تھا اور اُس میں بعض اُن باتوں کا بھی جواب ہے جو اُس نے ابو مسلم خولانی کے ہاتھ بھجوائے ہُوئے خط میں تحریر کی تھیں۔

معاویہ نے ابو امامہ کے خط میں بعثتِ پیغمبر اور اُن کے وحی و رسالت پر فائز ہونے کا تذکرہ کچھ اس انداز میں کیا کہ گویا یہ چیزیں امیر المومنین کے لیے انجانی اور ان سمجھی ہیں، اور آپ اُس کے بتانے اور سمجھانے کے محتاج ہیں۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی اجنبی گھر والوں کو ان کے گھر کا نقشہ بتانے بیٹھے اور ان کی دیکھی بھالی ہوئی چیزوں سے آگاہ کرنے لگے۔ چنانچہ حضرت نے اُس کی روش پر تعجب کرتے ہُوئے اُسے اُس شخص کے مانند قرار دیا ہے جو ہجر کی طرف کھجوریں لاد کر لے گیا تھا۔ حالانکہ خود ہجر میں بڑی کثرت سے کھجور پیدا ہوتی تھی۔

یہ ایک مثل ہے کہ جو ایسے موقع پر استعمال ہوتی ہے جہاں کوئی اپنے سے زیادہ جاننے والے اور واقف کار کو بتانے بیٹھ جائے۔ اس مثل کا واقعہ یہ ہے کہ ہجر سے کہ جو بحرین کے نزدیک ایک شہر ہے ایک شخص بصرہ میں خرید و فروخت کے لیے آیا اور مال فروخت کرنے کے بعد جب خریدنے کے لیے بازار کا جائزہ لیا، تو کھجوروں کے علاوہ اُسے کوئی چیز ارزاں نظر نہ آئی۔ لہٰذا اُس نے کھجوروں

ہی کے خریدنے کا فیصلہ کیا، اور جب کھجوریں لاد کر ہجر پہنچا تو وہاں کی کثرت و ارزانی کی وجہ سے اس کے سوا کوئی چارہ نہ دیکھا کہ فی الحال انھیں ذخیرہ کر کے رکھ دے، اور جب اُن کا بھاؤ چڑھے، تو انھیں فروخت کرے۔ مگر اُن کا بھاؤ دن بدن گھٹتا گیا یہاں تک کہ اس انتظار میں وُہ تمام کی تمام گل سڑ گئیں، اور اُس کے پلے گٹھلیوں کے علاوہ کچھ نہ پڑا۔ بہرحال معاویہ نے پیغمبرؐ کے مبعوث برسالت ہونے کا تذکرہ کرنے کے بعد خلفائے ثلاثہ کے محامد و فضائل اور اُن کے مراتب و مدارج پر اپنی رائے کا اظہار کرتے ہُوئے تحریر کیا۔

نکان افضلہم مرتبۃ واعلاھم عند اللہ والمسلمین منزلۃ الخلیفۃ الاوّل الذی جمع الکلمۃ ولم الدعوۃ وقاتل اھل الردۃ ثم الخلیفۃ الثانی الذی فتح الفتوح ومصّر الامصار واذل رقاب المشرکین ثم الخلیفۃ الثالث المظلوم الذی نشر الملۃ وطبق الآفاق بالکلمۃ الحنیفیۃ۔ (شرح ابن ابی الحدید۔ ج ۳ صـ ۴۴۸)

صحابہ میں سب سے افضل اور اللہ اور مسلمانوں کے نزدیک سب سے رفیع المنزلت خلیفہ اوّل تھے۔ جنھوں نے سب کو ایک آواز پر جمع کیا، انتشار کو مٹایا اور اہلِ ردہ سے جنگ وقتال کیا۔ ان کے بعد خلیفہ ثانی کا درجہ ہے جنھوں نے فتوحات حاصل کیں، شہروں کو آباد کیا، اور مشرکین کی گردنوں کو ذلیل کیا۔ پھر خلیفہ ثالث کا درجہ ہے جو مظلوم و ستم رسیدہ تھے، اُنھوں نے ملت کو فروغ دیا، اور کلمہ حق پھیلایا۔

معاویہ کے اس سازِ بے آہنگ کے چھیڑنے کا مقصد یہ تھا کہ وُہ ان باتوں سے آپ کے احساسات کو مجروح اور جذبات کو مشتعل کر کے آپ کے قلم یا زبان سے ایسی بات اُگلوائے کہ جس سے اصحاب ثلاثہ کی مذمت و تنقیص ہوتی ہو، اور پھر اُسے اُچھال کر شام و عراق کے باشندوں کو آپ کے خلاف بھڑکائے۔ اگرچہ وُہ اہلِ شام کے ذہنوں میں پہلے یہ بٹھا چکا تھا کہ علی ابن ابی طالب نے عثمان کے خلاف لوگوں کو اُکسایا، طلحہ و زبیر کو قتل کرایا، اُم المومنینؓ کو گھر سے بے گھر کیا اور ہزاروں مسلمانوں کا خون بہایا، اور وُہ اصل واقعات سے بے خبر ہونے کی وجہ سے ان بے بنیاد باتوں پر یقین کیے بیٹھے تھے۔ پھر بھی محاذِ اختلاف کو مضبُوط کرنے کے لیے اُس نے ضروری سمجھا کہ اُنھیں یہ ذہن نشین کرائے کہ حضرت اصحابِ ثلاثہ کی فضیلت سے انکاری، اور اُن سے دُشمنی و عناد رکھتے ہیں اور سند میں آپ کی تحریر کو پیش کرے اور اس کے ذریعہ سے اہلِ عراق کو بھی ورغلائے کیونکہ ان کی اکثریت ان خلفاء کے ماحول سے متاثر اور اُن کی فضیلت و برتری کی قائل تھی۔ مگر امیر المومنینؑ نے اس کے مقصد کو بھانپ کر ایسا جواب دیا کہ جس سے اُس کی زبان میں گرہ لگ جائے اور کسی کے سامنے اُسے پیش کرنے کی جرأت نہ کر سکے چنانچہ اُس کی اسلام دشمنی اور مجبوری اطاعت قبول کرنے کی وجہ سے اُس کی پست مرتبگی کو ظاہر کرتے ہوئے اُسے اپنی حد پر ٹھہرنے کی ہدایت کی ہے۔ اور اُن مہاجرین کے درجات مقرر کرنے اور ان کے طبقات پہچنوانے سے متنبہ کیا ہے کہ جو اس کے مقابلہ میں اس لحاظ سے بہرصورت فوقیت رکھتے تھے کہ اُنھوں نے ہجرت میں پیشقدمی کی اور یہ چونکہ طلیق و آزاد کردہ، اور مہاجرین سے

دُور کا بھی واسطہ نہ رکھتا تھا، اس لیے مسئلہ زیر بحث میں اس کی حیثیت وُہی قرار دی ہے جو جُوئے کے تیروں میں نقلی تیر کی ہوتی ہے اور یہ ایک مثل ہے جو ایسے موقعہ پر استعمال کی جاتی ہے، جہاں کوئی شخص ایسے لوگوں پر فخر کرے کہ جن سے اُسے کوئی لگاؤ نہ ہو۔ رہا اس کا یہ دعویٰ کہ فلاں اور فلاں افضل ہیں تو حضرت نے لفظ زعمت سے واضح کر دیا کہ یہ اُس کا ذاتی خیال ہے جسے حقیقت سے دُور کا بھی تعلق نہیں، کیونکہ یہ لفظ اُسی موقع پر استعمال ہوتی ہے، جہاں کسی غلط اور خلافِ واقع چیز کا ادعا کیا جائے۔

اِس دعوائے افضلیت کو زعم باطل قرار دینے کے بعد بنی ہاشم کے اُن خصوصیات و امتیازات کی طرف اِشارہ کیا ہے کہ جو دُوسروں کے مقابلہ میں ان کے کمالات کی بلند حیثیت کو نمایاں کرتے ہیں۔ چنانچہ جن لوگوں نے پیغمبرؐ کے ساتھ شریک ہو کر شہادت کا شرف حاصل کیا، انھوں نے بلند سے بلند درجات پائے۔ مگر حُسنِ کارکردگی کی وجہ سے جو امتیاز حضرت حمزہ کو حاصل ہُوا، وُہ دوسروں کو حاصل نہ ہو سکا چنانچہ پیغمبرؐ نے انھیں سیّد الشہداء کے لقب سے یاد کیا۔ اور چودہ مرتبہ اُن پر نمازِ جنازہ پڑھی کہ جس سے تکبیروں کی مجموعی تعداد ستر تک پہنچ گئی۔ اِسی طرح مختلف جنگوں میں مجاہدین کے ہاتھ قطع ہُوئے۔ چنانچہ جنگِ بدر میں حبیب ابنِ یساف اور معاذ ابنِ جبل کے اور جنگِ احد میں عمرو ابنِ جموح سلمیٰ اور عبید اللہ ابنِ عتیک کے ہاتھ کاٹے گئے مگر جب جنگِ موتہ میں حضرت جعفر ابنِ ابی طالب کے ہاتھ قطع ہُوئے تو پیغمبرؐ نے انھیں یہ خصُوصیت بخشی، کہ انھیں الطیار فی الجنہ اور ذوالجناحین کے لقب سے یاد کیا۔ بنی ہاشم کے اِمتیازِ خصُوصی کے بعد اپنے اُن فضائل و کمالات کی طرف اِشارہ کیا ہے کہ جن سے تاریخ و حدیث کے دامن چھلک رہے ہیں اور جن کی صحت شک و شبہات سے آلودہ نہ ہو سکی۔ چنانچہ محدثین کا قول ہے۔

ما جاء لاحد من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الفضائل بالاسانید الحسان ما جاء لعلی ابن ابی طالب (استیعاب ج ۲ ص ۴۷۹)

جتنی قابل وثوق ذرائع سے علی ابنِ ابی طالب کی فضیلت میں احادیث وارد ہُوئی ہیں، پیغمبرؐ کے صحابہ میں سے کسی ایک کے بارے میں بھی نہیں آئیں۔"

اِن فضائل مخصُوصہ اہلِ بیت میں سے ایک اہم فضیلت یہ ہے۔ جس کی طرف ان لفظوں میں اِشارہ کیا ہے کہ نحن صنائع اللہ والناس بعد صنائع لنا۔ یہ وُہ معراجِ فضیلت ہے کہ جس کی بلندیوں تک بلند سے بلند شخصیت کی بھی رسائی نہیں ہو سکتی اور ہر منزلت اُس کے سامنے پست و سرنگوں نظر آتی ہے۔ چنانچہ ابنِ ابی الحدید اِس جملہ کی عظمت و رفعت کا اعتراف کرتے ہوئے اس کے معانی و مطالب کے سلسلہ میں تحریر کرتے ہیں۔

یقول لیس من البشر علینا نعمۃ بل اللہ تعالیٰ ھو الذی انعم علینا فلیس بیننا وبینہ واسطۃ والناس باسرھم صنائعنا فنحن الواسطۃ بینھم و بین اللہ تعالیٰ وھذا مقام جلیل

حضرت یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ ہم پر کسی بشر کا احسان نہیں، بلکہ خداوندِ عالم نے ہمیں تمام نعمتیں براہِ راست دی ہیں اور ہمارے اور اللہ کے درمیان کوئی واسطہ حائل نہیں ہے اور تمام لوگ ہمارے احسان پروردہ اور ساختہ و پرداختہ ہیں اور ہم اللہ اور مخلوق کے درمیان واسطہ ہیں۔ یہ ایک عظیم

ظاهرة ما سمعت و باطنه انهم عبيد الله و ان الناس عبيدهم (شرح ابن ابی الحدید جلد ۳ صـ ۴۵۱)

منزلت اور جلیل مقام ہے۔ ان الفاظ کا ظاہر مفہوم وہی ہے جو تمہارے گوش گذار ہو چکا ہے۔ لیکن ان کے باطنی معنی یہ ہیں کہ ہم اللہ کے بندے ہیں، اور تمام لوگ ہمارے بندے اور حلقہ بگوش ہیں۔"

لہٰذا جب یہ فیضانِ الٰہی کی منزلِ اوّل اور مخلوق کے لیے سرچشمۂ نعمات ٹھہرے تو مخلوقات میں سے کسی کو ان کی سطح پر نہیں لایا جاسکتا اور نہ دُوسروں کے ساتھ معاشرتی تعلقات کے قائم کرنے سے کسی کو ان کا ہم پایہ تصوّر کیا جاسکتا ہے چہ جائیکہ وہ افراد کہ جو اُن کے کمالات و خصوصیات سے ایک متضاد حیثیت رکھتے ہوں، اور ہر موقعہ پر حق و صداقت سے ٹکرانے کے لیے اُٹھ کھڑے ہوئے ہوں۔ چنانچہ امیر المومنین علیہ السّلام معاویہ کے سامنے تصویر کے دونوں رُخ رکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہم میں سے پیغمبرِ اکرم صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم تھے، اور جھٹلانے والوں میں پیش پیش تمہارا باپ ابُوسفیان تھا۔ ہم میں سے حضرت حمزہ تھے جنھیں پیغمبرؐ نے اسداللہ کا لقب دیا۔ اور تمہارا نانا عتبہ ابنِ ربیعہ اسدالاحلاف ہونے پر نازاں تھا۔ چنانچہ جب جنگِ بدر میں حضرت حمزہؓ اور عتبہ ابنِ ربیعہ آمنے سامنے ہوئے تو حضرت حمزہؓ نے کہا۔ انا حمزة ابن عبدالمطلب اسدالله، واسد رسوله؛ — (میں حمزہ ابن عبدالمطلب ہوں جو اللہ اور اُس کے رسولؐ کا شیر ہے) جس پر عتبہ نے کہا انا اسد الحلفاء (میں ہم سوگند جماعت کا شیر ہوں) اور اسدالاحلاف بھی روایت ہوا ہے۔ مقصد اس کا یہ تھا کہ وہ حلف اُٹھانے والی جماعت کا سردار تھا۔ اِس حلف کا واقعہ یہ ہے کہ جب بنی عبدِ مناف کو قبائلِ عرب میں ایک امتیازی حیثیت حاصل ہوئی، تو انھوں نے چاہا کہ بنی عبدالدار کے ہاتھوں میں جو خانۂ کعبہ کے منصب ہیں وہ اُن سے لے لیے جائیں اور انھیں تمام عہدوں سے الگ کر دیا جائے۔ اِس سلسلہ میں بنی عبدِ مناف نے بنی اسد ابن عبدالعزیٰ، بنی تیم، بنی زہرہ اور بنی حارث کو اپنے ساتھ ملا لیا اور باہم عہد و پیمان کیا اور اس عہد کو استوار کرنے کے لیے عطر میں اپنے ہاتھ ڈبو کر حلف اُٹھایا کہ وہ ایک دُوسرے کی نصرت و امداد کریں گے جس کی وجہ سے یہ قبائل حلفا مُطیبین کہلاتے ہیں اور دُوسری طرف بنی عبدالدار، بنی مخزوم، بنی سہم اور بنی عدی نے بھی حلف اُٹھایا کہ وہ بنی عبدِ مناف اور ان کے حلیف قبائل کا مقابلہ کریں گے۔ یہ قبائل احلاف کہلاتے ہیں۔ عتبہ نے حلفاء مطیبین کا اپنے کو سردار گمان کیا ہے۔ بعض شارحین نے اِس سے ابوسُفیان مُراد لیا ہے۔ چونکہ اُس نے جنگِ خندق میں رسُولؐ سے لڑنے کے لیے مختلف قبائل سے حلف لیا تھا اور بعض نے اِس سے اسد ابن عبدالعزیٰ مُراد لیا ہے، لیکن یہ قول چنداں وزن نہیں رکھتا کیونکہ یہاں رُوئے سخن مُعاویہ سے ہے اور اِس سے مُعاویہ پر کوئی زد نہیں پڑتی جبکہ بنی عبدِ مناف بھی اس حلف میں شامل تھے۔ پھر فرماتے ہیں کہ ہم میں سے جوانانِ اہلِ جنّت کے سردار ہیں اور یہ پیغمبرؐ کی حدیث "الحسن والحسین سیّدا شباب اهل الجنة" کی طرف اشارہ ہے اور تم میں سے جہنمی لڑکے ہیں یہ عتبہ ابنِ معیط کے لڑکوں کی طرف اشارہ ہے کہ جن کے جہنمی ہونے کی خبر دیتے ہوئے پیغمبرؐ نے عتبہ سے کہا تھا کہ لك ولهم النار۔ (تیرے اور تیرے لڑکوں کے لیے جہنم ہے) پھر

فرماتے ہیں کہ ہم میں سے بہترین زنانِ عالمیان فاطمۃ الزہرا ہیں اور تم میں سے حمالۃ الحطب۔ اِس سے معاویہ کی پھوپھی ام جمیل بنت حرب مراد ہے کہ جو ابولہب کے گھر میں تھی۔ یہ کانٹے جمع کر کے رسولؐ اللہ کی راہ میں بچھایا کرتی تھی۔ قرآن مجید میں ابولہب کے ساتھ اس کا بھی تذکرہ ان لفظوں میں ہے:۔

سیصلیٰ ناراً ذات لھب وامرأتہ حمالۃ الحطب۔

وُہ عنقریب بھڑکنے والی آگ میں داخل ہوگا اور اُس کی بیوی لکڑیوں کا بوجھ اُٹھائے پھرتی ہے۔

؎ مطلب یہ ہے کہ جو شخص پند و نصیحت میں مُبالغہ سے کام لیتا ہے، تو اُس میں اس کے ذاتی اغراض و مقاصد کا لگاؤ سمجھا جاتا ہے۔ خواہ وہ نصیحتیں کتنی ہی نیک نیتی و بے غرضی پر مبنی ہوں۔ یہ مصرع ایسے ہی مواقع پر بطور مثل استعمال ہوتا ہے اور پورا شعر اس طرح ہے ؎

وکم سقت فی آثارکم من نصیحۃ　　وقد یستفید الظنۃ المتنصح

؎ یہ مصرع حمل ابن بدر کا ہے اور پورا شعر اس طرح ہے ؎

لبث قلیلا یلحق الھیجاء حمل　　ما احسن الموت اذا الموت نزل

"تھوڑی دیر دم لو کہ حمل میدانِ جنگ میں پہنچ لے　　موت وارد ہونے کے وقت کتنی حسین و دلکش ہوتی ہے"

اِس کا واقعہ یہ ہے کہ مالک ابنِ زہیر نے حمل کو جنگ کی دھمکی دی جس کے جواب میں اُس نے یہ شعر پڑھا اور پھر مالک پر حملہ کیا، اور اُسے قتل کر دیا۔ جب مالک کے بھائی نے یہ دیکھا تو اس نے قصاص میں حمل اور اُس کے بھائی حذیفہ کو مار دیا۔ چنانچہ اُس نے اپنے اس شعر میں اس کا ذکر کیا ہے ؎

شفیت النفس من حمل ابن بدر　　وسیفی من حذیفۃ قد شفانی

"مَیں نے حمل ابن بدر سے بدلہ لیکر اپنے نفس کا اضطراب دُور کیا　　اور میری تلوار نے حذیفہ کو قتل کر کے مجھے تسکین دی"

مکتوب (۲۹)

وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَى أَهْلِ الْبَصْرَةِ:۔

اہلِ بصرہ کی طرف:

وَقَدْ كَانَ مِنِ انْتِشَارِ حَبْلِكُمْ وَشِقَاقِكُمْ مَا لَمْ تَغْبَوْا عَنْهُ، فَعَفَوْتُ عَنْ مُجْرِمِكُمْ، وَرَفَعْتُ السَّيْفَ عَنْ مُدْبِرِكُمْ، وَقَبِلْتُ مِنْ مُقْبِلِكُمْ. فَإِنْ خَطَتْ بِكُمُ الْأُمُورُ

تمھاری تفرقہ پردازی و شورش انگیزی کی جو حالت تھی، اُس کو تم خود سمجھ سکتے ہو، لیکن میں نے تمھارے مجرموں سے درگزر کیا، پیٹھ پھرانے والوں سے تلوار روک لی اور بڑھ کر آنے والوں کے لیے میں نے ہاتھ پھیلا دیئے۔ اب اگر پھر تباہ کُن اقدامات اور کج فہمیوں سے

الْمُؤْدِيَةِ وَسَفَهُ الْآرَاءِ الْجَائِرَةِ إِلَى مُنَابَذَتِي وَخِلَافِي فَهَا أَنَا ذَا قَدْ قَرَّبْتُ جِيَادِي وَرَحَلْتُ رِكَابِي، وَلَئِنْ أَلْجَأْتُمُونِي إِلَى الْمَسِيرِ إِلَيْكُمْ لَأُوقِعَنَّ بِكُمْ وَقْعَةً لَا يَكُونُ يَوْمُ الْجَمَلِ إِلَيْهَا إِلَّا كَلَعْقَةِ لَاعِقٍ، مَعَ أَنِّي عَارِفٌ لِذِي الطَّاعَةِ مِنْكُمْ فَضْلَهُ، وَلِذِي النَّصِيحَةِ حَقَّهُ، غَيْرَ مُتَجَاوِزٍ مُتَّهَماً إِلَى بَرِيءٍ، وَلَا نَاكِثاً إِلَى وَفِيٍّ۔

پیدا ہونے والے سفیہانہ خیالات نے تمھیں عہد شکنی اور میری مخالفت کی راہ پر ڈالا، تو سن لو! کہ میں نے اپنے گھوڑوں کو قریب کر لیا ہے اور اُونٹوں پر پالان کس لیے ہیں، اور تم نے مجھے حرکت کرنے پر مجبور کیا، تو تم میں اس طرح معرکہ آرائی کروں گا کہ اس کے سامنے جنگِ جمل کی حقیقت بس یہ رہ جائے گی، جیسے کوئی زبان سے کوئی چیز چاٹ لے۔ پھر بھی جو تم میں فرماں بردار ہیں، اُن کے فضل و شرف اور خیر خواہی کرنے والے کے حق کو میں پہچانتا ہوں، اور میرے یہاں یہ نہیں ہو سکتا کہ مجرموں کے ساتھ بے گناہ اور عہد شکنوں کے ساتھ وفادار بھی لپیٹ میں آ جائیں۔

مکتوب (۳۰)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَى مُعَاوِيَةَ)

معاویہ کے نام!

فَاتَّقِ اللهَ فِيمَا لَدَيْكَ، وَانْظُرْ فِي حَقِّهِ عَلَيْكَ، وَارْجِعْ إِلَى مَعْرِفَةِ مَا لَا تُعْذَرُ بِجَهَالَتِهِ، فَإِنَّ لِلطَّاعَةِ أَعْلَاماً وَاضِحَةً، وَسُبُلاً نَيِّرَةً، وَمَحَجَّةً نَهْجَةً، وَغَايَةً مَطْلُوبَةً، يَرِدُهَا الْأَكْيَاسُ، وَيُخَالِفُهَا الْأَنْكَاسُ۔ مَنْ نَكَبَ عَنْهَا جَارَ عَنِ الْحَقِّ، وَخَبَطَ فِي التِّيهِ، وَغَيَّرَ اللهُ نِعْمَتَهُ، وَأَحَلَّ بِهِ نِقْمَتَهُ۔ فَنَفْسَكَ نَفْسَكَ فَقَدْ بَيَّنَ اللهُ لَكَ سَبِيلَكَ، وَحَيْثُ تَنَاهَتْ بِكَ أُمُورُكَ فَقَدْ

جو دُنیا کا ساز و سامان تمھارے پاس ہے اُس کے بارے میں اللہ سے ڈرو، اور اس کے حق کو پیشِ نظر رکھو، اُن حقوق کو پہچانو جن سے لاعلمی میں تمھارا کوئی عذر سُنا نہ جائے گا۔ کیونکہ اطاعت کے لیے واضح نشان، روشن راہیں، سیدھی شاہراہیں اور ایک منزلِ مقصود موجود ہے۔ عقلمند و دانا ان کی طرف بڑھتے ہیں، اور سفلے اور کمینے ان سے کترا جاتے ہیں۔ جو ان سے منہ پھیر لیتا ہے، وہ حق سے بے راہ ہو جاتا ہے اور گمراہیوں میں بھٹکنے لگتا ہے۔ اللہ اُس سے اپنی نعمتیں چھین لیتا ہے، اور اُس پر اپنا عذاب نازل کرتا ہے۔ لہٰذا اپنا بچاؤ کرو۔ اللہ نے تمھیں راستہ دکھا دیا ہے، اور وہ

أَجْرَيْتَ إِلَى غَايَةِ خُسْرٍ وَمَحَلَّةِ كُفْرٍ، وَإِنَّ نَفْسَكَ قَدْ أَوْلَجَتْكَ شَرًّا، وَأَقْحَمَتْكَ غَيًّا، وَأَوْرَدَتْكَ الْمَهَالِكَ وَأَوْعَرَتْ عَلَيْكَ الْمَسَالِكَ۔

منزل بتا دی ہے کہ جہاں تمہارے معاملات کو پہنچنا ہے تم زیاں کاری کی منزل اور کفر کے مقام کی طرف بگٹٹ دوڑے جا رہے ہو۔ تمہارے نفس نے تمہیں برائیوں میں دھکیل دیا ہے، اور گمراہیوں میں جھونک دیا ہے اور مہلکوں میں لا اُتارا ہے اور راستوں کو تمہارے لیے دُشوار گزار بنا دیا ہے۔

وصیت نامہ (۳۱)

(وَمِنْ وَصِيَّةٍ لَهُ لِلْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ كَتَبَهَا إِلَيْهِ بِحَاضِرِينَ مُنْصَرِفًا مِنْ صِفِّينَ):

مِنَ الْوَالِدِ الْفَانِ - الْمُقِرِّ لِلزَّمَانِ، الْمُدْبِرِ الْعُمُرِ، الْمُسْتَسْلِمِ لِلدَّهْرِ الذَّامِّ لِلدُّنْيَا، السَّاكِنِ مَسَاكِنَ الْمَوْتَى - وَالظَّاعِنِ عَنْهَا غَدًا۔

إِلَى الْمَوْلُودِ الْمُؤَمِّلِ مَا لَا يُدْرِكُ السَّالِكِ سَبِيلَ مَنْ قَدْ هَلَكَ غَرَضِ الْأَسْقَامِ وَرَهِينَةِ الْأَيَّامِ وَرَمِيَّةِ الْمَصَائِبِ - وَعَبْدِ الدُّنْيَا - وَتَاجِرِ الْغُرُورِ - وَغَرِيمِ الْمَنَايَا وَأَسِيرِ الْمَوْتِ وَحَلِيفِ الْهُمُومِ - وَقَرِينِ الْأَحْزَانِ وَنُصُبِ الْآفَاتِ وَصَرِيعِ الشَّهَوَاتِ وَخَلِيفَةِ الْأَمْوَاتِ۔

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ فِيمَا تَبَيَّنْتُ مِنْ إِدْبَارِ الدُّنْيَا عَنِّي وَجُمُوحِ الدَّهْرِ عَلَيَّ وَإِقْبَالِ الْآخِرَةِ إِلَيَّ مَا يُرَغِّبُنِي عَنْ

صفین سے پلٹتے ہوئے جب مقام حاضرین میں منزل کی تو امام حسن علیہ السلام کے لیے یہ وصیت نامہ تحریر فرمایا:-

یہ وصیت ہے اُس باپ کی جو فنا ہونے والا، اور زمانہ (کی چیرہ دستیوں) کا اقرار کرنے والا ہے جس کی عمر پیٹھ پھرائے ہوئے ہے۔ اور جو زمانہ کی سختیوں سے لاچار ہے اور دُنیا کی بُرائیوں کو محسوس کر چکا ہے، اور مرنے والوں کے گھروں میں مقیم اور کل کو یہاں سے رختِ سفر باندھ لینے والا ہے۔ اس بیٹے کے نام جو نہ ملنے والی بات کا آرزومند، جادۂ عدم کا راہ سپار، بیماریوں کا ہدف، زمانہ کے ہاتھ گروی، مصیبتوں کا نشانہ، دُنیا کا پابند، اور اُس کی فریب کاریوں کا تاجر، موت کا قرضدار، اجل کا قیدی، غموں کا حلیف، حزن و ملال کا ساتھی، آفتوں میں مبتلا، نفس سے عاجز، اور مرنے والوں کا جانشین ہے۔

بعدہٗ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ میں نے دُنیا کی رُوگردانی زمانہ کی مُنہ زوری اور آخرت کی پیش قدمی سے جو حقیقت

ذِكْرِ مَنْ سِوَايَ، وَالِاهْتِمَامِ بِمَا وَرَائِي
غَيْرَ أَنِّي حَيْثُ تَفَرَّدَ بِي دُونَ هُمُومِ
النَّاسِ هَمُّ نَفْسِي، فَصَدَفَنِي رَأْيِي وَصَرَفَنِي
عَنْ هَوَايَ، وَصَرَّحَ لِي مَحْضُ أَمْرِي
فَأَفْضَى بِي إِلَى جِدٍّ لَا يَكُونُ فِيهِ لَعِبٌ،
وَصِدْقٍ لَا يَشُوبُهُ كَذِبٌ. وَوَجَدْتُكَ
بَعْضِي، بَلْ وَجَدْتُكَ كُلِّي حَتَّى كَأَنَّ
شَيْئاً لَوْ أَصَابَكَ أَصَابَنِي وَكَأَنَّ الْمَوْتَ
لَوْ أَتَاكَ أَتَانِي، فَعَنَانِي مِنْ أَمْرِكَ
مَا يَعْنِينِي مِنْ أَمْرِ نَفْسِي فَكَتَبْتُ إِلَيْكَ
مُسْتَظْهِراً بِهِ إِنْ أَنَا بَقِيتُ لَكَ
أَوْ فَنِيتُ۔

فَإِنِّي أُوصِيكَ بِتَقْوَى اللهِ أَيْ
بُنَيَّ وَلُزُومِ أَمْرِهِ، وَعِمَارَةِ قَلْبِكَ
بِذِكْرِهِ، وَالِاعْتِصَامِ بِحَبْلِهِ۔ وَ
أَيُّ سَبَبٍ أَوْثَقُ مِنْ سَبَبٍ بَيْنَكَ وَ
بَيْنَ اللهِ إِنْ أَنْتَ أَخَذْتَ بِهِ؟ أَحْيِ
قَلْبَكَ بِالْمَوْعِظَةِ، وَأَمِتْهُ بِالزَّهَادَةِ
وَقَوِّهِ بِالْيَقِينِ، وَنَوِّرْهُ بِالْحِكْمَةِ،
وَذَلِّلْهُ بِذِكْرِ الْمَوْتِ، وَقَرِّرْهُ بِالْفَنَاءِ
وَبَصِّرْهُ فَجَائِعَ الدُّنْيَا، وَحَذِّرْهُ
صَوْلَةَ الدَّهْرِ وَفُحْشَ تَقَلُّبِ
اللَّيَالِي وَالْأَيَّامِ، وَاعْرِضْ عَلَيْهِ
أَخْبَارَ الْمَاضِينَ، وَذَكِّرْهُ بِمَا أَصَابَ
مَنْ كَانَ قَبْلَكَ مِنَ الْأَوَّلِينَ، وَسِرْ فِي

پہنچائی ہے وہ اِس امر کے لیے کافی ہے کہ مجھے دُوسرے تذکروں اور اپنی فکر کے علاوہ دوسری کوئی فکر نہ ہو مگر اسی وقت جبکہ دُوسروں کے فکر و اندیشہ کو چھوڑ کر میں اپنی ہی دُھن میں کھویا ہُوا تھا اور میری عقل و بصیرت نے مجھے خواہشوں سے منحرف و رُوگردان کر دیا اور میرا معاملہ کھُل کر میرے سامنے آگیا، اور مجھے واقعی حقیقت اور بے لاگ صداقت تک پہنچا دیا۔

مَیں نے دیکھا کہ تم میرا ہی ایک ٹکڑا ہو، بلکہ جو مَیں ہوں، وُہی تم ہو، یہاں تک کہ اگر تم پر کوئی آفت آئے تو گویا مجھ پر آئی ہے اور تمھیں موت آئے تو گویا مجھے آئی ہے۔ اس سے مجھے تمھارا اُتنا ہی خیال ہُوا، جتنا اپنا ہو سکتا ہے۔ لہٰذا مَیں نے یہ وصیت نامہ تمھاری رہنمائی میں اسے معین سمجھتے ہُوئے تحریر کیا ہے۔ خواہ اس کے بعد میں زندہ رہوں، یا دُنیا سے اُٹھ جاؤں۔

مَیں تمھیں وصیت کرتا ہُوں کہ اللہ سے ڈرتے رہنا۔ اس کے احکام کی پابندی کرنا، اُس کے ذکر سے قلب کو آباد رکھنا، اور اُسی کی رسّی کو مضبُوطی سے تھامے رہنا۔ تمھارے اور اللہ کے درمیان جو رشتہ ہے اس سے زیادہ مضبُوط رشتہ ہو بھی کیا سکتا ہے، بشرطیکہ مضبُوطی سے اُسے تھامے رہو۔ وعظ و پند سے دل کو زندہ رکھنا، اور زہد سے اُس کی خواہشوں کو مُردہ۔ یقین سے اُسے سہارا دینا اور حکومت سے اُسے پُرنور بنانا۔ موت کی یاد سے اُسے قابو میں کرنا۔ فنا کے اقرار پر اُسے ٹھہرانا۔ دُنیا کے حادثے اُس کے سامنے لانا۔

دِيَارِهِمْ وَآثَارِهِمْ فَانْظُرْ فِيمَا فَعَلُوا وَ
عَمَّا انْتَقَلُوا وَأَيْنَ حَلُّوا وَنَزَلُوا، فَإِنَّكَ
تَجِدُهُمْ قَدِ انْتَقَلُوا عَنِ الْأَحِبَّةِ، وَحَلُّوا
دِيَارَ الْغُرْبَةِ، وَكَأَنَّكَ عَنْ قَلِيلٍ قَدْ
صِرْتَ كَأَحَدِهِمْ. فَأَصْلِحْ مَثْوَاكَ، وَلَا
تَبِعْ آخِرَتَكَ بِدُنْيَاكَ وَدَعِ الْقَوْلَ فِيمَا
لَا تَعْرِفُ وَالْخِطَابَ فِيمَا لَمْ تُكَلَّفْ. وَأَمْسِكْ
عَنْ طَرِيقٍ إِذَا خِفْتَ ضَلَالَتَهُ فَإِنَّ الْكَفَّ
عِنْدَ حَيْرَةِ الضَّلَالِ خَيْرٌ مِنْ رُكُوبِ
الْأَهْوَالِ وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ تَكُنْ مِنْ
أَهْلِهِ، وَأَنْكِرِ الْمُنْكَرَ بِيَدِكَ وَلِسَانِكَ
وَبَايِنْ مَنْ فَعَلَهُ بِجُهْدِكَ. وَجَاهِدْ فِي
اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهِ وَلَا تَأْخُذْكَ فِي اللّٰهِ
لَوْمَةُ لَائِمٍ. وَخُضِ الْغَمَرَاتِ لِلْحَقِّ
حَيْثُ كَانَ، وَتَفَقَّهْ فِي الدِّينِ، وَعَوِّدْ
نَفْسَكَ التَّصَبُّرَ عَلَى الْمَكْرُوهِ وَنِعْمَ
الْخُلُقُ التَّصَبُّرُ فِي الْحَقِّ. وَأَلْجِئْ نَفْسَكَ
فِي الْأُمُورِ كُلِّهَا إِلَى إِلٰهِكَ فَإِنَّكَ تُلْجِئُهَا
إِلَى كَهْفٍ حَرِيزٍ، وَمَانِعٍ عَزِيزٍ. وَأَخْلِصْ
فِي الْمَسْأَلَةِ لِرَبِّكَ فَإِنَّ بِيَدِهِ الْعَطَاءَ وَ
الْحِرْمَانَ وَأَكْثِرِ الْاِسْتِخَارَةَ وَتَفَهَّمْ
وَصِيَّتِي وَلَا تَذْهَبَنَّ عَنْهَا صَفْحًا فَإِنَّ
خَيْرَ الْقَوْلِ مَا نَفَعَ. وَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا خَيْرَ
فِي عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ، وَلَا يُنْتَفَعُ بِعِلْمٍ لَا
يَحِقُّ تَعَلُّمُهُ.

گردشِ روزگار سے اُسے ڈرانا۔ گزرے ہوؤں کے
واقعات اس کے سامنے رکھنا۔ تمہارے پہلے والے
لوگوں پر جو بیتی ہے اُسے یاد دلانا۔ اُن کے گھروں اور
کھنڈروں میں چلنا پھرنا، اور دیکھنا کہ انھوں نے
کیا کچھ کیا، کہاں سے کوچ کیا، کہاں اُترے، اور کہاں
ٹھہرے ہیں۔ دیکھو گے تو تمہیں صاف نظر آئے گا کہ وہ
دوستوں سے مُنہ موڑ کر چل دیے ہیں، اور پردیس کے
گھر میں جا کر اُترے ہیں، اور وہ وقت دُور نہیں کہ
تمہارا شمار بھی اُن میں ہونے لگے۔ لہٰذا اپنی اصل منزل
کا انتظام کرو۔ اور اپنی آخرت کا دُنیا سے سودا نہ کرو
جو چیز جانتے نہیں ہو، اُس کے متعلق بات نہ کرو، اور
جس چیز کا تم سے تعلق نہیں ہے اُس کے بارے میں
زبان نہ ہلاؤ۔ جس راہ میں بھٹک جانے کا اندیشہ ہو
اُس راہ میں قدم نہ اُٹھاؤ، کیونکہ بھٹکنے کی سرگردانیاں
دیکھ کر قدم روک لینا، خطرات مول لینے سے بہتر ہے۔
نیکی کی تلقین کرو تاکہ خود بھی اہلِ خیر میں محسوب ہو۔
ہاتھ اور زبان کے ذریعہ بُرائی کو روکتے رہو۔ جہاں
تک ہو سکے بُروں سے الگ رہو۔ خدا کی راہ میں جہاد
کا حق ادا کرو، اور اس کے بارے میں کسی ملامت
کرنے والے کی ملامت کا اثر نہ لو۔ حق جہاں ہو سختیوں
میں پھاند کر اُس تک پہنچ جاؤ۔ دین میں سوجھ بوجھ پیدا
کرو۔ سختیوں کو جھیل لے جانے کے خوگر بنو۔ حق کی راہ میں
صبر و شکیبائی بہترین سیرت ہے۔ ہر معاملہ میں اپنے کو
اللہ کے حوالے کر دو۔ کیونکہ ایسا کرنے سے تم اپنے کو ایک
مضبوط پناہ گاہ اور قوی محافظ کے سپرد کر دو گے۔ صرف

أَيْ بُنَيَّ إِنِّي لَمَّا رَأَيْتُنِي قَدْ بَلَغْتُ سِنّاً، وَرَأَيْتُنِي أَزْدَادُ وَهْناً، بَادَرْتُ بِوَصِيَّتِي إِلَيْكَ، وَأَوْرَدْتُ خِصَالاً مِنْهَا قَبْلَ أَنْ يَعْجَلَ بِي أَجَلِي دُونَ أَنْ أُفْضِيَ إِلَيْكَ بِمَا فِي نَفْسِي، وَأَنْ أُنْقَصَ فِي رَأْيِي كَمَا نُقِصْتُ فِي جِسْمِي، أَوْ يَسْبِقَنِي إِلَيْكَ بَعْضُ غَلَبَاتِ الْهَوَى وَفِتَنِ الدُّنْيَا، فَتَكُونَ كَالصَّعْبِ النَّفُورِ، وَإِنَّمَا قَلْبُ الْحَدَثِ كَالْأَرْضِ الْخَالِيَةِ مَا أُلْقِيَ فِيهَا مِنْ شَيْءٍ قَبِلَتْهُ، فَبَادَرْتُكَ بِالْأَدَبِ قَبْلَ أَنْ يَقْسُوَ قَلْبُكَ، وَيَشْتَغِلَ لُبُّكَ، لِتَسْتَقْبِلَ بِجِدِّ رَأْيِكَ مِنَ الْأَمْرِ مَا قَدْ كَفَاكَ أَهْلُ التَّجَارِبِ بُغْيَتَهُ وَتَجْرِبَتَهُ، فَتَكُونَ قَدْ كُفِيتَ مَؤُونَةَ الطَّلَبِ، وَعُوفِيتَ مِنْ عِلَاجِ التَّجْرِبَةِ. فَأَتَاكَ مِنْ ذَلِكَ مَا قَدْ كُنَّا نَأْتِيهِ، وَاسْتَبَانَ لَكَ مَا رُبَّمَا أَظْلَمَ عَلَيْنَا مِنْهُ.

أَيْ بُنَيَّ إِنِّي وَإِنْ لَمْ أَكُنْ عُمِّرْتُ عُمُرَ مَنْ كَانَ قَبْلِي فَقَدْ نَظَرْتُ فِي أَعْمَالِهِمْ، وَفَكَّرْتُ فِي أَخْبَارِهِمْ، وَسِرْتُ فِي آثَارِهِمْ حَتَّى عُدْتُ كَأَحَدِهِمْ. بَلْ كَأَنِّي بِمَا انْتَهَى إِلَيَّ مِنْ أُمُورِهِمْ قَدْ عُمِّرْتُ مَعَ أَوَّلِهِمْ إِلَى آخِرِهِمْ، فَعَرَفْتُ صَفْوَ ذَلِكَ مِنْ كَدَرِهِ، وَنَفْعَهُ مِنْ ضَرَرِهِ،

اپنے پروردگار سے سوال کرو، کیونکہ دینا اور نہ دینا بس اُسی کے اختیار میں ہے۔ زیادہ سے زیادہ اپنے اللہ سے بھلائی کے طالب ہو۔ میری وصیت کو سمجھو اور اِس سے رُوگردانی نہ کرو۔ اچھی بات وُہی ہے جو فائدہ دے اور اُس علم میں کوئی بھلائی نہیں جو فائدہ رساں نہ ہو۔ اور جس علم کا سیکھنا سزاوار نہ ہو، اُس سے کوئی فائدہ بھی نہیں اُٹھایا جا سکتا۔

اے فرزند! جب میں نے دیکھا کہ کافی عمر تک پہنچ چکا ہُوں اور دن بدن ضعف بڑھتا جا رہا ہے تو مَیں نے وصیت کرنے میں جلدی کی اور اُس میں کچھ اہم مضامین درج کئے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ موت میری طرف سبقت کر جائے اور دل کی بات دل ہی میں رہ جائے یا بدن کی طرح عقل ورائے بھی کمزور پڑ جائے یا وصیت سے پہلے ہی تم پر کچھ خواہشات کا تسلط ہو جائے، یا دُنیا کے جھمیلے تمھیں گھیر لیں کہ تم بھڑک اُٹھنے والے مُنہ زور اُونٹ کی طرح ہو جاؤ۔ کیونکہ کم سن کا دل اس خالی زمین کے مانند ہوتا ہے، جس میں جو بیج ڈالا جاتا ہے اُسے قبول کر لیتی ہے۔ لہٰذا قبل اس کے کہ تمھارا دل سخت ہو جائے اور تمھارا ذہن دُوسری باتوں میں لگ جائے، مَیں نے تعلیم دینے کے لیے قدم اُٹھایا تاکہ تم عقلِ سلیم کے ذریعہ ان چیزوں کے قبول کرنے کے لیے آمادہ ہو جاؤ کہ جن کی آزمائش اور تجربہ کی زحمت سے تجربہ کاروں نے تمھیں بچا لیا ہے اِس طرح تم تلاش کی زحمت سے مُستغنی اور تجربہ کی کلفتوں سے آسودہ ہو جاؤ گے اور تجربہ و علم کی وہ

فَاسْتَخْلَصْتُ لَكَ مِنْ كُلِّ أَمْرٍ نَخِيلَهُ، وَتَوَخَّيْتُ لَكَ جَمِيلَهُ، وَصَرَفْتُ عَنْكَ مَجْهُولَهُ، وَ صَرَفْتُ حَيْثُ عَنَانِي مِنْ أَمْرِكَ مَا يَعْنِي الْوَالِدَ الشَّفِيقَ وَ أَجْمَعْتُ عَلَيْهِ مِنْ أَدَبِكَ أَنْ يَكُونَ ذٰلِكَ وَأَنْتَ مُقْبِلُ الْعُمُرِ مُقْتَبَلُ الدَّهْرِ، ذُو نِيَّةٍ سَلِيمَةٍ وَنَفْسٍ صَافِيَةٍ، وَأَنْ أَبْتَدِئَكَ بِتَعْلِيمِ كِتَابِ اللّٰهِ وَتَأْوِيلِهِ وَشَرَائِعِ الْإِسْلَامِ وَأَحْكَامِهِ، وَحَلَالِهِ وَحَرَامِهِ وَلَا أُجَاوِزُ ذٰلِكَ بِكَ إِلَىٰ غَيْرِهِ. ثُمَّ أَشْفَقْتُ أَنْ تَلْتَبِسَ عَلَيْكَ مَا اخْتَلَفَ النَّاسُ فِيهِ مِنْ أَهْوَائِهِمْ وَآرَائِهِمْ مِثْلَ الَّذِي الْتَبَسَ عَلَيْهِمْ، فَكَانَ إِحْكَامُ ذٰلِكَ عَلَىٰ مَا كَرِهْتَ مِنْ تَنْبِيهِكَ لَهُ، أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ إِسْلَامِكَ إِلَىٰ أَمْرٍ لَا آمَنُ عَلَيْكَ بِهِ الْهَلَكَةَ - وَرَجَوْتُ أَنْ يُوَفِّقَكَ اللّٰهُ فِيهِ لِرُشْدِكَ، وَأَنْ يَهْدِيَكَ لِقَصْدِكَ، فَعَهِدْتُ إِلَيْكَ وَصِيَّتِي هٰذِهِ -

وَاعْلَمْ يَا بُنَيَّ أَنَّ أَحَبَّ مَا أَنْتَ آخِذٌ بِهِ إِلَيَّ مِنْ وَصِيَّتِي تَقْوَى اللّٰهِ وَالْاِقْتِصَارُ عَلَىٰ مَا فَرَضَهُ اللّٰهُ عَلَيْكَ، وَالْأَخْذُ بِمَا مَضَىٰ عَلَيْهِ الْأَوَّلُونَ مِنْ آبَائِكَ، وَ الصَّالِحُونَ مِنْ أَهْلِ بَيْتِكَ، فَإِنَّهُمْ لَمْ يَدَعُوا أَنْ نَظَرُوا لِأَنْفُسِهِمْ كَمَا أَنْتَ نَاظِرٌ، وَفَكَّرُوا كَمَا أَنْتَ مُفَكِّرٌ، ثُمَّ رَدَّهُمْ آخِرُ ذٰلِكَ إِلَى الْأَخْذِ بِمَا عَرَفُوا

باتیں (بے تعب و مشقت) تم تک پہنچ رہی ہیں کہ جن پر ہم مطلع ہوئے اور پھر وہ چیزیں بھی اُجاگر ہو کر تمہارے سامنے آ رہی ہیں کہ جن میں سے کچھ ممکن ہے۔ ہماری نظروں سے اوجھل ہو گئی ہوں۔

اے فرزند! اگرچہ میں نے اتنی عمر نہیں پائی جتنی اگلے لوگوں کی ہوا کرتی تھیں۔ پھر بھی میں نے اُن کی کارگزاریوں کو دیکھا، اُن کے حالات و واقعات میں غور کیا اور اُن کے چھوڑے ہوئے نشانات میں سیر و سیاحت کی، یہاں تک کہ گویا میں بھی انہی میں کا ایک ہو چکا ہوں۔ بلکہ اُن سب کے حالات و معلومات جو مجھ تک پہنچ گئے ہیں اُن کی وجہ سے ایسا ہے کہ گویا میں نے اُن کے اوّل سے لے کر آخر تک کے ساتھ زندگی گزاری ہے۔ چنانچہ میں نے صاف کو گندے اور نفع کو نقصان سے الگ کر کے پہچان لیا ہے، اور اب سب کا نچوڑ تمہارے لیے مخصوص کر رہا ہوں اور میں نے خوبیوں کو چُن چُن کر تمہارے لیے سمیٹ دیا ہے اور بے معنی چیزوں کو تم سے جُدا رکھا ہے۔ اور چونکہ مجھے تمہاری ہر بات کا اتنا ہی خیال ہے جتنا ایک شفیق باپ کو ہونا چاہیے اور تمہاری اخلاقی تربیت بھی پیشِ نظر ہے۔ لہٰذا مناسب سمجھا ہے کہ یہ تعلیم و تربیت اس حالت میں ہو کہ تم نوعمر اور بساطِ دہر پہ تازہ وارد ہو، اور تمہاری نیت کھری اور نفس پاکیزہ ہے اور میں نے چاہا تھا کہ پہلے کتابِ خدا، احکامِ شرع اور حلال و حرام کی تعلیم دوں، اور اس کے علاوہ دوسری چیزوں کا رُخ نہ کروں۔ لیکن یہ اندیشہ پیدا ہُوا کہ کہیں وہ چیزیں جن میں لوگوں کے عقائد اور مذہبی

وَالْإِمْسَاكِ عَمَّا لَمْ يُكَلَّفُوا. فَإِنْ أَبَتْ نَفْسُكَ أَنْ تَقْبَلَ ذٰلِكَ دُونَ أَنْ تَعْلَمَ كَمَا عَلِمُوا فَلْيَكُنْ طَلَبُكَ ذٰلِكَ بِتَفَهُّمٍ وَتَعَلُّمٍ، لَا بِتَوَرُّطِ الشُّبُهَاتِ وَعُلُوِّ الْخُصُومَاتِ وَابْدَأْ قَبْلَ نَظَرِكَ فِي ذٰلِكَ بِالْاِسْتِعَانَةِ بِإِلٰهِكَ وَالرَّغْبَةِ إِلَيْهِ فِي تَوْفِيقِكَ وَتَرْكِ كُلِّ شَائِبَةٍ أَوْلَجَتْكَ فِي شُبْهَةٍ، أَوْ أَسْلَمَتْكَ إِلٰى ضَلَالَةٍ. فَإِذَا أَيْقَنْتَ أَنْ قَدْ صَفَا قَلْبُكَ فَخَشَعَ، وَتَمَّ رَأْيُكَ فَاجْتَمَعَ، وَكَانَ هَمُّكَ فِي ذٰلِكَ هَمًّا وَاحِدًا فَانْظُرْ فِيمَا فَسَّرْتُ لَكَ. وَإِنْ أَنْتَ لَمْ يَجْتَمِعْ لَكَ مَا تُحِبُّ مِنْ نَفْسِكَ، وَفَرَاغِ نَظَرِكَ وَفِكْرِكَ فَاعْلَمْ أَنَّكَ إِنَّمَا تَخْبِطُ الْعَشْوَاءَ، وَتَتَوَرَّطُ الظَّلْمَاءَ. وَلَيْسَ طَالِبُ الدِّينِ مَنْ خَبَطَ أَوْ خَلَطَ، وَالْإِمْسَاكُ عَنْ ذٰلِكَ أَمْثَلُ.

فَتَفَهَّمْ يَا بُنَيَّ وَصِيَّتِي، وَاعْلَمْ أَنَّ مَالِكَ الْمَوْتِ هُوَ مَالِكُ الْحَيَاةِ، وَأَنَّ الْخَالِقَ هُوَ الْمُمِيتُ، وَأَنَّ الْمُفْنِيَ هُوَ الْمُعِيدُ، وَأَنَّ الْمُبْتَلِيَ هُوَ الْمُعَافِي، وَأَنَّ الدُّنْيَا لَمْ تَكُنْ لِتَسْتَقِرَّ إِلَّا عَلٰى مَا جَعَلَهَا اللّٰهُ عَلَيْهِ مِنَ النَّعْمَاءِ، وَالْاِبْتِلَاءِ، وَالْجَزَاءِ فِي الْمَعَادِ أَوْ مَا شَاءَ مِمَّا لَا نَعْلَمُ فَإِنْ أَشْكَلَ عَلَيْكَ شَيْءٌ مِنْ ذٰلِكَ فَاحْمِلْهُ عَلٰى جَهَالَتِكَ بِهِ فَإِنَّكَ أَوَّلُ مَا خُلِقْتَ خُلِقْتَ

خیالات میں اختلاف ہے، تم پر اُسی طرح مشتبہ نہ ہو جائیں جیسے اُن پر مشتبہ ہو گئی ہیں۔ باوجودیکہ ان غلط عقائد کا تذکرہ تم سے مجھے ناپسند تھا۔ مگر اس پہلو کو مضبوط کر دینا تمہارے لیے مجھے بہتر معلوم ہُوا۔ اس سے کہ تمہیں ایسی صورتِ حال کے سپرد کر دوں جس میں مجھے تمہارے لیے ہلاکت و تباہی کا خطرہ ہے اور میں اُمید کرتا ہوں کہ اللہ تمہیں ہدایت کی توفیق دے گا۔ اور صحیح راستے کی راہنمائی کرے گا۔ اِن وجوہ سے تمھیں یہ وصیت نامہ لکھتا ہُوں۔

بیٹا یاد رکھو! کہ میری اِس وصیت سے جن چیزوں کی تمہیں پابندی کرنا ہے ان میں سب سے زیادہ میری نظر میں جس چیز کی اہمیت ہے وہ اللہ کا تقویٰ ہے اور یہ کہ جو فرائض اللہ کی طرف سے تم پر عائد ہیں ان پر اکتفا کرو، اور جس راہ پر تمہارے آباؤ اجداد اور تمہارے گھرانے کے افراد چلتے رہے ہیں۔ اسی پر چلتے رہو۔ کیونکہ جس طرح تم اپنے لیے نظر و فکر کر سکتے ہو، انھوں نے اس نظر و فکر میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی تھی۔ مگر انتہائی غور و فکر نے بھی ان کو اسی نتیجہ تک پہنچایا، کہ جو انھیں اپنے فرائض معلوم ہوں۔ اُن پر اکتفا کریں اور غیر متعلق چیزوں سے قدم روک لیں۔ لیکن اگر تمہارا نفس اس کے لیے تیار نہ ہو کہ بغیر ذاتی تحقیق سے علم حاصل کیے ہوئے جس طرح اُنھوں نے حاصل کیا تھا، ان باتوں کو قبول کرے تو بہر حال یہ لازم ہے کہ تمہارے طلب کا انداز سیکھنے اور سمجھنے کا ہو، نہ شُبہات میں پھاند پڑنے اور بحث و نزاع میں اُلجھنے کا اور اِس فکر و نظر کو شروع کرنے

جَاهِلاً ثُمَّ عَلِمْتَ - وَمَا أَكْثَرَ مَا تَجْهَلُ مِنَ الْأَمْرِ وَيَتَحَيَّرُ فِيهِ رَأْيُكَ وَيَضِلُّ فِيهِ بَصَرُكَ، ثُمَّ تُبْصِرُهُ بَعْدَ ذٰلِكَ - فَاعْتَصِمْ بِالَّذِيْ خَلَقَكَ وَرَزَقَكَ وَ سَوَّاكَ، وَلْيَكُنْ لَهُ تَعَبُّدُكَ وَإِلَيْهِ رَغْبَتُكَ وَمِنْهُ شَفَقَتُكَ -

وَاعْلَمْ يَا بُنَيَّ أَنَّ أَحَدًا لَمْ يُنْبِئْ عَنِ اللّٰهِ كَمَا أَنْبَأَ عَنْهُ الرَّسُولُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ، فَارْضَ بِهِ رَائِدًا، وَإِلَى النَّجَاةِ قَائِدًا، فَإِنِّي لَمْ آلُكَ نَصِيحَةً - وَإِنَّكَ لَنْ تَبْلُغَ فِي النَّظَرِ لِنَفْسِكَ — وَإِنِ اجْتَهَدْتَ — مَبْلَغَ نَظَرِيْ لَكَ -

وَاعْلَمْ يَا بُنَيَّ أَنَّهُ لَوْ كَانَ لِرَبِّكَ شَرِيكٌ لَأَتَتْكَ رُسُلُهُ، وَلَرَأَيْتَ آثَارَ مُلْكِهِ وَسُلْطَانِهِ، وَلَعَرَفْتَ أَفْعَالَهُ وَصِفَاتِهِ، وَلٰكِنَّهُ إِلٰهٌ وَاحِدٌ كَمَا وَصَفَ نَفْسَهُ - لَا يُضَادُّهُ فِيْ مُلْكِهِ أَحَدٌ، وَلَا يَزُولُ أَبَدًا وَلَمْ يَزَلْ أَوَّلٌ قَبْلَ الْأَشْيَاءِ بِلَا أَوَّلِيَّةٍ، وَآخِرٌ بَعْدَ الْأَشْيَاءِ بِلَا نِهَايَةٍ عَظُمَ عَنْ أَنْ تَثْبُتَ رُبُوبِيَّتُهُ بِإِحَاطَةِ قَلْبٍ أَوْ بَصَرٍ - فَإِذَا عَرَفْتَ ذٰلِكَ فَافْعَلْ كَمَا يَنْبَغِيْ لِمِثْلِكَ أَنْ يَفْعَلَهُ فِيْ صِغَرِ خَطَرِهِ، وَقِلَّةِ مَقْدِرَتِهِ، وَكَثْرَةِ عَجْزِهِ، وَعَظِيمِ حَاجَتِهِ إِلَى رَبِّهِ فِيْ طَلَبِ طَاعَتِهِ وَالْخَشْيَةِ مِنْ عُقُوبَتِهِ، وَالشَّفَقَةِ

سے پہلے اللہ سے مدد کے خواستگار ہو، اور اُس سے توفیق و تائید کی دُعا کرو، اور ہر اُس وہم کے شائبہ سے اپنا دامن بچاؤ کہ جو تمھیں شبہ میں ڈال دے، یا گمراہی میں چھوڑ دے، اور جب یہ یقین ہو جائے کہ اب تمھارا دل صاف ہو گیا ہے اور اس میں اثر لینے کی صلاحیت پیدا ہو گئی ہے اور ذہن پورے طور پر یکسوئی کے ساتھ تیار ہے، اور تمھارا ذوق و شوق ایک نقطہ پر جم گیا ہے تو پھر ان مسائل پر غور کرو جو میں نے تمھارے سامنے بیان کئے ہیں، لیکن تمھارے حسب منشا دل کی یکسوئی اور نظر و فکر کی آسودگی حاصل نہیں ہوئی ہے تو سمجھ لو کہ تم ابھی اس وادی میں شبکور اُونٹنی کی طرح ہاتھ پیر مار رہے ہو، اور جو دین (کی حقیقت) کا طلب گار ہو وہ تاریکی میں ہاتھ پاؤں نہیں مارتا اور نہ خلط مبحث کرتا ہے۔ اس حالت میں قدم نہ رکھنا اس وادی میں بہتر ہے۔

اب اے فرزند! میری وصیت کو سمجھو، اور یہ یقین رکھو کہ جس کے ہاتھ میں موت ہے، اُسی کے ہاتھ میں زندگی بھی ہے اور جو پیدا کرنے والا ہے وُہی مارنے والا بھی ہے اور جو نیست و نابود کرنے والا ہے، وُہی دوبارہ پلٹانے والا بھی ہے اور جو بیمار ڈالنے والا ہے وہ ہی صحت عطا کرنے والا بھی ہے اور بہر حال دُنیا کا نظام وُہی رہے گا، جو اللہ نے اس کے لیے مقرر کر دیا ہے نعمتوں کا دُنیا ابتلا و آزمائش میں ڈالنا، اور آخرت میں جزا دینا یا وہ کہ جو اس کی مشیت میں گزر چکا ہے اور ہم اُسے نہیں جانتے تو جو چیز اس میں کی تمھاری سمجھ میں نہ آئے، تو اُسے اپنی لاعلمی پر محمول کرو- کیونکہ

مِنْ سُخْطِهٖ - فَإِنَّهُ لَمْ يَأْمُرْكَ إِلَّا بِحَسَنٍ وَلَمْ يَنْهَكَ إِلَّا عَنْ قَبِيحٍ -

يَا بُنَيَّ إِنِّي قَدْ أَنْبَأْتُكَ عَنِ الدُّنْيَا وَحَالِهَا وَزَوَالِهَا وَانْتِقَالِهَا، وَأَنْبَأْتُكَ عَنِ الْآخِرَةِ وَمَا أُعِدَّ لِأَهْلِهَا فِيهَا، وَضَرَبْتُ لَكَ فِيهِمَا الْأَمْثَالَ لِتَعْتَبِرَ بِهَا وَتَحْذُوَ عَلَيْهَا إِنَّمَا مَثَلُ مَنْ خَبَرَ الدُّنْيَا كَمَثَلِ قَوْمٍ سَفْرٍ نَبَا بِهِمْ مَنْزِلٌ جَدِيبٌ فَأَمُّوا مَنْزِلًا خَصِيبًا وَجَنَابًا مَرِيعًا فَاحْتَمَلُوا وَعْثَاءَ الطَّرِيقِ وَفِرَاقَ الصَّدِيقِ وَخُشُونَةَ السَّفَرِ، وَجُشُوبَةَ الْمَطْعَمِ لِيَأْتُوا سَعَةَ دَارِهِمْ وَمَنْزِلَ قَرَارِهِمْ، فَلَيْسَ يَجِدُونَ لِشَيْءٍ مِنْ ذٰلِكَ أَلَمًا، وَلَا يَرَوْنَ نَفَقَةً فِيهِ مَغْرَمًا، وَلَا شَيْءَ أَحَبُّ إِلَيْهِمْ مِمَّا قَرَّبَهُمْ مِنْ مَنْزِلِهِمْ، وَأَدْنَاهُمْ مِنْ مَحَلَّتِهِمْ - وَمَثَلُ مَنِ اغْتَرَّ بِهَا كَمَثَلِ قَوْمٍ كَانُوا بِمَنْزِلٍ خَصِيبٍ فَنَبَا بِهِمْ إِلَىٰ مَنْزِلٍ جَدِيبٍ، فَلَيْسَ شَيْءٌ أَكْرَهَ إِلَيْهِمْ وَلَا أَفْظَعَ عِنْدَهُمْ مِنْ مُفَارَقَةِ مَا كَانُوا فِيهِ إِلَىٰ مَا يَهْجُمُونَ عَلَيْهِ وَيَصِيرُونَ إِلَيْهِ -

يَا بُنَيَّ اجْعَلْ نَفْسَكَ مِيزَانًا فِيمَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ غَيْرِكَ، فَأَحْبِبْ لِغَيْرِكَ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِكَ، وَاكْرَهْ لَهُ مَا تَكْرَهُ لَهَا، وَلَا تَظْلِمْ كَمَا لَا تُحِبُّ أَنْ تُظْلَمَ، وَأَحْسِنْ كَمَا تُحِبُّ أَنْ يُحْسَنَ إِلَيْكَ - وَ

جب تم پہلے پہل پیدا ہوئے تھے، تو کچھ نہ جانتے تھے بعد میں تمھیں سکھایا گیا اور ابھی کتنی ہی ایسی چیزیں ہیں کہ جن سے تم بے خبر ہو کہ ان میں پہلے تمھارا ذہن پریشان ہوتا ہے اور نظر بھٹکتی ہے اور پھر انھیں جان لیتے ہو لہٰذا اُسی کا دامن تھامو، جس نے تمھیں پیدا کیا، اور رزق دیا، اور ٹھیک ٹھاک بنایا۔ اُسی کی بس پرستش کرو، اُسی کی طلب ہو، اُسی کا ڈر ہو۔

اے فرزند! تمھیں معلوم ہونا چاہیئے کہ کسی ایک نے بھی اللہ سبحانہٗ کی تعلیمات کو ایسا پیش نہیں کیا، جیسا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے۔ لہٰذا ان کو بطیبِ خاطر اپنا پیشوا، اور نجات کا رہبر مانو۔ میں نے تمھیں نصیحت کرنے میں کوئی کمی نہیں کی، اور تم کوشش کے باوجود اپنے سُود و بہبود پر اس حد تک نظر نہیں کر سکتے، جس حد تک میں تمھارے لیے سوچ سکتا ہوں۔

اے فرزند! یقین کرو، کہ اگر تمھارے پروردگار کا کوئی شریک ہوتا تو اُس کے بھی رسول آتے، اور اُس کی سلطنت و فرمانروائی کے بھی آثار دکھائی دیتے اور اُس کے افعال و صفات بھی کچھ معلوم ہوتے مگر وہ ایک اکیلا خدا ہے۔ جیسا کہ اُس نے خود بیان کیا ہے۔ اس کے ملک میں کوئی اُس سے ٹکر نہیں لے سکتا۔ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ وہ بغیر کسی نقطۂ آغاز کے تمام چیزوں سے پہلے ہے، اور بغیر کسی انتہائی حد کے سب چیزوں کے بعد ہے۔ وہ اس سے بلند و بالا ہے کہ اُس کی ربوبیّت کا اثبات قلب یا نگاہ کے گھیرے

استقبح من نفسك ما تستقبح من غيرك، وارض من الناس بما ترضاه لهم من نفسك ولا تقل ما لا تعلم وإن قل ما تعلم، ولا تقل ما لا تحب أن يقال لك۔

واعلم أن الإعجاب ضد الصواب وآفة الألباب۔ فاسع في كدحك ولا تكن خازنا لغيرك وإذا أنت هديت لقصدك فكن أخشع ما تكون لربك واعلم أن أمامك طريقا ذا مسافة بعيدة ومشقة شديدة۔ وأنه لا غنى لك فيه عن حسن الارتياد۔ وقدر بلاغك من الزاد مع خفة الظهر فلا تحملن على ظهرك فوق طاقتك فيكون ثقل ذلك وبالا عليك۔ وإذا وجدت من أهل الفاقة من يحمل لك زادك إلى يوم القيامة فيوافيك به غدا حيث تحتاج إليه فاغتنمه وحمله إياه۔ وأكثر من تزويده وأنت قادر عليه فلعلك تطلبه فلا تجده۔ واغتنم من استقرضك في حال غناك ليجعل قضاءه لك في يوم عسرتك۔

واعلم أن أمامك عقبة كؤودا، المخف فيها أحسن حالا من المثقل، والمبطئ عليها أقبح حالا من المسرع

میں آجانے سے وابستہ ہو۔ جب تم یہ جان چکے، تو پھر عمل کرو۔ ویسا جو تم ایسی مخلوق کو اپنی پست منزلت کم مقدرت اور بڑھی ہوئی عاجزی اور اس کی اطاعت کی جستجو اور اُس کی سزا کے خوف اور اُس کی ناراضگی کے اندیشہ کے ساتھ اپنے پروردگار کی طرف بہت بڑی احتیاج کے ہوتے ہوئے کرنا چاہیے۔ اُس نے تمھیں انہی چیزوں کا حکم دیا ہے جو اچھی ہیں اور انہی چیزوں سے منع کیا ہے جو بری ہیں۔

اے فرزند! میں نے تمھیں دُنیا اور اُس کی حالت اور اُس کی بے ثباتی و ناپائیداری سے خبردار کر دیا ہے۔ اور آخرت اور آخرت والوں کے لیے جو سروسامانِ عشرت مہیا ہے اس سے بھی آگاہ کر دیا ہے اور ان دونوں کی مثالیں بھی تمھارے سامنے پیش کرتا ہوں تاکہ اُن سے عبرت حاصل کرو اور ان کے تقاضے پر عمل کرو۔ جن لوگوں نے دُنیا کو خوب سمجھ لیا ہے۔ اُن کی مثال ان مسافروں کی سی ہے جن کا قحط زدہ منزل سے دل اُچاٹ ہُوا، اور انھوں نے ایک سرسبز و شاداب مقام اور ایک تروتازہ و پُربہار جگہ کا رُخ کیا تو انھوں نے راستے کی دشواریوں کو جھیلا، دوستوں کی جدائی برداشت کی، سفر کی صعوبتیں گوارا کیں، اور کھانے کی بدمزگیوں پر صبر کیا تاکہ اپنی منزل کی پہنائی اور دائمی قرارگاہ تک پہنچ جائیں۔ اس مقصد کی دُھن میں انھیں ان سب چیزوں سے کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوتی۔ اور جتنا بھی خرچ ہو جائے اس میں نقصان معلوم نہیں ہوتا۔ انھیں اب سب سے زیادہ وہی چیز مرغوب ہے جو انھیں منزل کے قریب اور مقصد سے نزدیک کر دے اور اس کے برخلاف اُن لوگوں کی

وَأَنَّ مُهْبِطَكَ بِهَا لَا مَحَالَةَ
عَلَى جَنَّةٍ أَوْ عَلَى نَارٍ،
فَارْتَدْ لِنَفْسِكَ قَبْلَ
نُزُولِكَ وَوَطِّئِ الْمَنْزِلَ
قَبْلَ حُلُولِكَ، فَلَيْسَ بَعْدَ
الْمَوْتِ مُسْتَعْتَبٌ، وَلَا إِلَى
الدُّنْيَا مُنْصَرَفٌ. وَاعْلَمْ
أَنَّ الَّذِي بِيَدِهِ خَزَائِنُ
السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ قَدْ
أَذِنَ لَكَ فِي الدُّعَاءِ وَ
تَكَفَّلَ لَكَ بِالْإِجَابَةِ، وَ
أَمَرَكَ أَنْ تَسْأَلَهُ لِيُعْطِيَكَ
وَتَسْتَرْحِمَهُ لِيَرْحَمَكَ وَلَمْ
يَجْعَلْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ مَنْ
يَحْجُبُهُ عَنْكَ، وَلَمْ يُلْجِئْكَ
إِلَى مَنْ يَشْفَعُ لَكَ إِلَيْهِ، وَ
لَمْ يَمْنَعْكَ إِنْ أَسَأْتَ
مِنَ التَّوْبَةِ، وَلَمْ يُعَاجِلْكَ
بِالنِّقْمَةِ، وَلَمْ يُعَيِّرْكَ
بِالْإِنَابَةِ وَلَمْ يَفْضَحْكَ
حَيْثُ الْفَضِيحَةُ بِكَ أَوْلَى
وَلَمْ يُشَدِّدْ عَلَيْكَ فِي قَبُولِ
الْإِنَابَةِ، وَلَمْ يُنَاقِشْكَ
بِالْجَرِيمَةِ، وَلَمْ يُؤْيِسْكَ
مِنَ الرَّحْمَةِ. بَلْ جَعَلَ

مثال جنھوں نے دُنیا سے فریب کھایا اُن لوگوں کی سی ہے کہ جو ایک شاداب سبزہ زار میں ہوں اور وہاں سے وُہ دل برداشتہ ہوجائیں اور اس جگہ کا رُخ کرلیں جو خشک سالیوں سے تباہ ہو۔ اُن کے نزدیک سخت ترین حادثہ یہ ہوگا کہ وہ موجودہ حالت کو چھوڑکر اُدھر جائیں کہ جہاں اُنھیں اچانک پہنچنا ہے اور بہرصُورت وہاں جانا ہے۔

اے فرزند! اپنے اور دُوسرے کے درمیان ہر معاملہ میں اپنی ذات کو میزان قرار دو۔ جو اپنے لیے پسند کرتے ہو، وُہی دُوسروں کے لیے پسند کرو، اور جو اپنے لیے نہیں چاہتے۔ اُسے دُوسروں کے لیے بھی نہ چاہو۔ جس طرح یہ چاہتے ہو کہ تم پر زیادتی نہ ہو، یُونہی دُوسروں پر بھی زیادتی نہ کرو، اور جس طرح یہ چاہتے ہو کہ تمھارے ساتھ حُسنِ سلوک ہو، یُونہی دوسروں کے ساتھ بھی حُسنِ سلوک سے پیش آؤ۔ دوسروں کی جس چیز کو بُرا سمجھتے ہو، اُسے اپنے میں بھی ہو تو بُرا سمجھو، اور لوگوں کے ساتھ جو تمھارا رویّہ ہو، اُسی رویّہ کو اپنے لیے بھی درست سمجھو۔ جو بات نہیں جانتے اُس کے بارے میں زبان نہ ہلاؤ۔ اگرچہ تمھارے معلومات کم ہوں۔ دُوسروں کے لیے وُہ بات نہ کہو جو اپنے لیے سُننا گوارا نہیں کرتے یاد رکھو! کہ خودپسندی صحیح طریقۂ کار کے خلاف اور عقل کی تباہی کا سبب ہے۔ روزی کمانے میں دوڑ دھوپ کرو اور دُوسروں کے خزانچی نہ بنو۔ اور اگر سیدھی راہ پر چلنے کی توفیق تمھارے شاملِ حال ہوجائے تو انتہائی درجہ تک بس اپنے پروردگار کے سامنے

نُزُوعَكَ عَنِ الذَّنْبِ حَسَنَةً،
وَحَسَبَ سَيِّئَتَكَ وَاحِدَةً
وَحَسَبَ حَسَنَتَكَ عَشْرًا،
وَفَتَحَ لَكَ بَابَ الْمَتَابِ۔
فَإِذَا نَادَيْتَهُ سَمِعَ نِدَاءَكَ
وَإِذَا نَاجَيْتَهُ عَلِمَ نَجْوَاكَ
فَأَفْضَيْتَ إِلَيْهِ بِحَاجَتِكَ
وَأَبْثَثْتَهُ ذَاتَ نَفْسِكَ
وَشَكَوْتَ إِلَيْهِ هُمُومَكَ
وَاسْتَكْشَفْتَهُ كُرُوبَكَ، وَ
اسْتَعَنْتَهُ عَلَى أُمُورِكَ،
وَسَأَلْتَهُ مِنْ خَزَائِنِ رَحْمَتِهِ
مَا لَا يَقْدِرُ عَلَى إِعْطَائِهِ
غَيْرُهُ مِنْ زِيَادَةِ الْأَعْمَارِ
وَصِحَّةِ الْأَبْدَانِ وَسَعَةِ
الْأَرْزَاقِ۔ ثُمَّ جَعَلَ فِي
يَدَيْكَ مَفَاتِيحَ خَزَائِنِهِ
بِمَا أَذِنَ لَكَ مِنْ مَسْأَلَتِهِ
فَمَتَى شِئْتَ اسْتَفْتَحْتَ بِالدُّعَاءِ
أَبْوَابَ نِعْمَتِهِ، وَاسْتَمْطَرْتَ
شَآبِيبَ رَحْمَتِهِ فَلَا يُقَنِّطَنَّكَ
إِبْطَاءُ إِجَابَتِهِ فَإِنَّ الْعَطِيَّةَ
عَلَى قَدْرِ النِّيَّةِ۔ وَرُبَّمَا
أُخِّرَتْ عَنْكَ الْإِجَابَةُ لِيَكُونَ
ذَلِكَ أَعْظَمَ لِأَجْرِ السَّائِلِ

تذلّل اختیار کرو۔ دیکھو تمھارے سامنے ایک دُشوار گزار اور دُور دراز راستہ ہے جس کے لیے بہترین زاد کی تلاش اور بقدرِ کفایت توشہ کی فراہمی اس کے علاوہ سبکباری ضروری ہے۔ لہٰذا اپنی طاقت سے زیادہ اپنی پیٹھ پر بوجھ نہ لادو۔ کہ اس کا بار تمھارے لیے وبالِ جان بن جائے گا۔ اور جب ایسے فاقہ کش لوگ مل جائیں کہ جو تمھارا توشہ اٹھا کر میدانِ حشر میں پہنچا دیں۔ اور کل کو جب کہ تمھیں اس کی ضرورت پڑے گی، تمھارے حوالے کر دیں تو اسے غنیمت جانو اور جتنا ہو سکے اس کی پُشت پر رکھ دو۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ پھر تم ایسے شخص کو ڈھونڈو اور نہ پاؤ اور جو تمھاری دولت مندی کی حالت میں تم سے قرض مانگ رہا ہے اس وعدہ پر کہ تمھاری تنگدستی کے وقت ادا کر دے گا۔ تو اُسے غنیمت جانو۔

یاد رکھو! تمھارے سامنے ایک دُشوار گزار گھاٹی ہے۔ جس میں ہلکا پھلکا آدمی گراں بار آدمی سے کہیں اچھی حالت میں ہوگا اور سست رفتار تیز قدم دوڑنے والے کی بہ نسبت بُری حالت میں ہوگا۔ اور اس راہ میں لامحالہ تمھاری منزل جنّت ہوگی یا دوزخ لہٰذا اُترنے سے پہلے جگہ منتخب کر لو، اور پڑاؤ ڈالنے سے پہلے اس جگہ کو ٹھیک ٹھاک کر لو۔ کیونکہ موت کے بعد خوشنودی حاصل کرنے کا موقع نہ ہوگا۔ اور نہ دُنیا کی طرف پلٹنے کی کوئی صورت ہوگی۔ یقین رکھو کہ جس کے قبضۂ قدرت میں آسمان و زمین کے خزانے ہیں اُس نے تمھیں سوال کرنے کی اجازت دے رکھی ہے، اور قبول کرنے کا ذمہ لیا ہے اور حکم دیا ہے کہ تم مانگو تاکہ وہ دے

وَ أَجْزَلَ لِعَطَاءِ الْآمِلِ۔ وَ رُبَّمَا سَأَلْتَ الشَّيْءَ فَلَا تُؤْتَاهُ وَ أُوتِيتَ خَيْراً مِنْهُ عَاجِلًا أَوْ آجِلًا، أَوْ صُرِفَ عَنْكَ لِمَا هُوَ خَيْرٌ لَكَ۔ فَلَرُبَّ أَمْرٍ قَدْ طَلَبْتَهُ فِيهِ هَلَاكُ دِينِكَ لَوْ أُوتِيتَهُ، فَلْتَكُنْ مَسْأَلَتُكَ فِيمَا يَبْقَى لَكَ جَمَالُهُ، وَ يُنْفَى عَنْكَ وَبَالُهُ۔ فَالْمَالُ لَا يَبْقَى لَكَ وَ لَا تَبْقَى لَهُ۔

وَ اعْلَمْ أَنَّكَ إِنَّمَا خُلِقْتَ لِلْآخِرَةِ لَا لِلدُّنْيَا، وَ لِلْفَنَاءِ لَا لِلْبَقَاءِ، وَ لِلْمَوْتِ لَا لِلْحَيَاةِ، وَ أَنَّكَ فِي مَنْزِلِ قُلْعَةٍ وَ دَارِ بُلْغَةٍ، وَ طَرِيقٍ إِلَى الْآخِرَةِ، وَ أَنَّكَ طَرِيدُ الْمَوْتِ الَّذِي لَا يَنْجُو مِنْهُ هَارِبُهُ، وَ لَا بُدَّ أَنَّهُ مُدْرِكُهُ، فَكُنْ مِنْهُ عَلَى حَذَرِ أَنْ يُدْرِكَكَ وَ أَنْتَ عَلَى حَالٍ سَيِّئَةٍ قَدْ كُنْتَ تُحَدِّثُ نَفْسَكَ مِنْهَا بِالتَّوْبَةِ فَيَحُولَ بَيْنَكَ وَ بَيْنَ ذَلِكَ، فَإِذَا أَنْتَ قَدْ أَهْلَكْتَ نَفْسَكَ۔

رحم کی درخواست کرو تاکہ وہ رحم کرے۔ اُس نے اپنے اور تمہارے درمیان دربان کھڑے نہیں کیے جو تمھیں روک سکتے ہوں، نہ تمھیں اس پر مجبور کیا ہے کہ تم کسی کو اس کے یہاں سفارش کے لیے لاؤ تب ہی کام ہو اور تم نے گناہ کیے ہوں، تو اُس نے تمہارے لیے توبہ کی گنجائش ختم نہیں کی ہے، نہ سزا دینے میں جلدی کی ہے اور نہ توبہ و انابت کے بعد وہ کبھی طعنہ دیتا ہے (کہ تم نے پہلے یہ کیا تھا، وہ کیا تھا) نہ ایسے موقعوں پر اُس نے تمھیں رُسوا کیا کہ جہاں تمھیں رُسوا ہی ہونا چاہیئے تھا اور نہ اُس نے توبہ کے قبول کرنے میں (کڑی شرطیں لگا کر) تمھارے ساتھ سخت گیری کی ہے۔ نہ گناہ کے بارے میں تم سے سختی کے ساتھ جرح کرتا ہے اور نہ اپنی رحمت سے مایوس کرتا ہے۔ بلکہ اُس نے گناہ سے کنارہ کشی کو بھی ایک نیکی قرار دیا ہے اور بُرائی ایک ہو تو اُسے ایک (بُرائی) اور نیکی ایک ہو تو اُسے دس (نیکیوں) کے برابر ٹھہرایا ہے۔ اُس نے توبہ کا دروازہ کھول رکھا ہے۔ جب بھی اُسے پکارو وہ تمھاری سُنتا ہے، اور جب بھی راز و نیاز کرتے ہوئے اُس سے کچھ کہو، وہ جان لیتا ہے۔ تم اُسی سے مُرادیں مانگتے ہو، اور اُسی کے سامنے دل کے بھید کھولتے ہو۔ اُسی سے اپنے دُکھ درد کا رونا روتے ہو اور مصیبتوں سے نکالنے کی التجا کرتے ہو اور اپنے کاموں میں مدد مانگتے ہو اور اُس کی رحمت کے خزانوں سے وہ چیزیں طلب کرتے ہو جن کے دینے پر اور کوئی قدرت نہیں رکھتا۔ جیسے عمروں میں درازی، جسمانی صحت و توانائی اور رزق

يَا بُنَيَّ أَكْثِرْ مِنْ ذِكْرِ الْمَوْتِ وَذِكْرِ مَا تَهْجُمُ عَلَيْهِ وَتُفْضِي بَعْدَ الْمَوْتِ إِلَيْهِ حَتّٰى يَأْتِيَكَ وَقَدْ أَخَذْتَ مِنْهُ حِذْرَكَ، وَشَدَدْتَ لَهُ أَزْرَكَ، وَلَا يَأْتِيَكَ بَغْتَةً فَيَبْهَرَكَ - وَإِيَّاكَ أَنْ تَغْتَرَّ بِمَا تَرَى مِنْ إِخْلَادِ أَهْلِ الدُّنْيَا إِلَيْهَا، وَتَكَالُبِهِمْ عَلَيْهَا، فَقَدْ نَبَّأَكَ اللّٰهُ عَنْهَا، وَنَعَتْ لَكَ نَفْسَهَا، وَتَكَشَّفَتْ لَكَ عَنْ مَسَاوِيهَا، فَإِنَّمَا أَهْلُهَا كِلَابٌ عَاوِيَةٌ، وَسِبَاعٌ ضَارِيَةٌ، يَهِرُّ بَعْضُهَا بَعْضًا وَيَأْكُلُ عَزِيزُهَا ذَلِيلَهَا وَيَقْهَرُ كَبِيرُهَا صَغِيرَهَا نَعَمٌ مُعَقَّلَةٌ، وَأُخْرَى مُهْمَلَةٌ قَدْ أَضَلَّتْ عُقُولَهَا وَرَكِبَتْ مَجْهُولَهَا، سُرُوحُ عَاهَةٍ بِوَادٍ وَعْثٍ - لَيْسَ لَهَا رَاعٍ يُقِيمُهَا، وَلَا مُسِيمٌ يُسِيمُهَا - سَلَكَتْ بِهِمُ الدُّنْيَا طَرِيقَ الْعَمَى وَأَخَذَتْ بِأَبْصَارِهِمْ عَنْ مَنَارِ الْهُدَى

میں وُسعت اور اِس پر اُس نے تمھارے ہاتھ میں اپنے خزانوں کے کھولنے والی کنجیاں دے دی ہیں اس طرح کہ تمھیں اپنی بارگاہ میں سوال کرنے کا طریقہ بتایا۔ اس طرح جب تم چاہو دُعا کے ذریعہ اُس کی نعمت کے دروازوں کو کھلوا لو، اُس کی رحمت کے جھالوں کو برسا لو۔ ہاں بعض اوقات قبولیت میں دیر ہو، تو اُس سے نا اُمید نہ ہو۔ اِس لیے کہ عطیہ نیت کے مطابق ہوتا ہے۔ اور اکثر قبولیت میں اس لیے دیر کی جاتی ہے کہ سائل کے اجر میں اور اضافہ ہو، اور اُمیدوار کو عطیے اور زیادہ ملیں اور کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ تم ایک چیز مانگتے ہو اور وُہ حاصل نہیں ہوتی۔ مگر دُنیا یا آخرت میں اِس سے بہتر چیز تمھیں مل جاتی ہے یا تمھارے کسی بہتر مفاد کے پیش نظر تمھیں اِس سے محروم کر دیا جاتا ہے اس لیے کہ تم کبھی ایسی چیزیں بھی طلب کر لیتے ہو کہ اگر تمھیں دے دی جائیں، تو تمھارا دین تباہ ہو جائے۔ لہٰذا تمھیں بس وُہ چیز طلب کرنا چاہیے جس کا جمال پائیدار ہو اور جس کا وبال تمھارے سر نہ پڑنے والا ہو۔ رہا دُنیا کا مال، تو نہ یہ تمھارے لیے رہے گا، اور نہ تم اُس کے لیے رہو گے۔

یاد رکھو! تم آخرت کے لیے پیدا ہُوئے ہو، نہ کہ دُنیا کے لیے، فنا کے لیے خلق ہُوئے ہو، نہ بقا کے لیے۔ موت کے لیے بنے ہو نہ حیات کے لیے، تم ایک ایسی منزل میں ہو جس کا کوئی ٹھیک نہیں اور ایک ایسے گھر میں ہو جو آخرت کا ساز و سامان مُہیا کرنے کے لیے ہے۔ اور صرف منزل آخرت کی گزرگاہ ہے۔ تم وُہ ہو جس کا موت

فَتَاهُوْا فِيْ حَيْرَتِهَا، وَغَرِقُوْا فِيْ نِعْمَتِهَا، وَاتَّخَذُوْهَا رَبًّا فَلَعِبَتْ بِهِمْ وَلَعِبُوْا بِهَا، وَنَسُوْا مَا وَرَآءَهَا۔

رُوَيْدًا يُسْفِرُ الظَّلَامُ كَاَنْ قَدْ وَرَدَتِ الْاَظْعَانُ بُوْشِكُ مَنْ اَسْرَعَ اَنْ يَّلْحَقَ وَاعْلَمْ اَنَّ مَنْ كَانَتْ مَطِيَّتُهٗ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ فَاِنَّهٗ يُسَارُ بِهٖ وَاِنْ كَانَ وَاقِفًا، وَيَقْطَعُ الْمَسَافَةَ وَاِنْ كَانَ مُقِيْمًا وَادِعًا۔ وَاعْلَمْ يَقِيْنًا اَنَّكَ لَنْ تَبْلُغَ اَمَلَكَ وَلَنْ تَعْدُوَ اَجَلَكَ وَاَنَّكَ فِيْ سَبِيْلِ مَنْ كَانَ قَبْلَكَ فَخَفِّضْ فِي الطَّلَبِ، وَاَجْمِلْ فِي الْمُكْتَسَبِ فَاِنَّهٗ رُبَّ طَلَبٍ قَدْ جَرَّ اِلٰى حَرَبٍ فَلَيْسَ كُلُّ طَالِبٍ بِمَرْزُوْقٍ، وَلَا كُلُّ مُجْمِلٍ بِمَحْرُوْمٍ۔ وَاَكْرِمْ نَفْسَكَ عَنْ كُلِّ دَنِيَّةٍ وَاِنْ سَاقَتْكَ اِلَى الرَّغَآئِبِ فَاِنَّكَ لَنْ تَعْتَاضَ بِمَا تَبْذُلُ مِنْ نَفْسِكَ عِوَضًا وَلَا تَكُنْ عَبْدَ غَيْرِكَ وَقَدْ جَعَلَكَ اللّٰهُ حُرًّا۔ وَمَا خَيْرُ خَيْرٍ لَا يُنَالُ اِلَّا بِشَرٍّ، وَيُسْرٍ لَا يُنَالُ اِلَّا بِعُسْرٍ۔

پھیلے ہوئے ہیں جس سے بھاگنے والا چھٹکارا نہیں پاتا۔ کتنا ہی کوئی چاہے، اُس کے ہاتھ سے نہیں نکل سکتا۔ اور وُہ بہر حال اُسے پا لیتی ہے۔ لہٰذا ڈرو اس سے کہ موت تمھیں ایسے گناہوں کے عالم میں آجائے جن سے توبہ کے خیالات تم دل میں لاتے تھے۔ مگر وُہ تمھارے اور توبہ کے درمیان حائل ہو جائے۔ ایسا ہُوا تو سمجھ لو کہ تم نے اپنے نفس کو ہلاک کر ڈالا۔

اے فرزند! موت کو اور اُس منزل کو جس پر تمھیں اچانک وارد ہونا ہے اور جہاں موت کے بعد پہنچنا ہے ہر وقت یاد رکھنا چاہیے تاکہ جب وُہ آئے تو تم اپنا حفاظتی سر و سامان مکمل اور اُس کے لیے اپنی قوت مضبوط کر چکے ہو، اور وُہ اچانک تم پر نہ ٹوٹ پڑے کہ تمھیں بے دست و پا کر دے۔ خبردار! دُنیا داروں کی دُنیا پرستی اور ان کی حرص و طمع جو تمھیں دکھائی دیتی ہے۔ وُہ تمھیں فریب نہ دے۔ اِس لیے کہ اللہ نے اس کا وصف خوب بیان کر دیا ہے، اور دُنیا نے خود بھی اپنی حقیقت واضح کر دی ہے اور اپنی بُرائیوں کو بے نقاب کر دیا ہے۔ اِس (دُنیا) کے گرویدہ بھونکنے والے کُتّے اور پھاڑ کھانے والے درندے ہیں جو آپس میں ایک دُوسرے پر غرّاتے ہیں۔ طاقتور کمزور کو نگلے لیتا ہے اور بڑا چھوٹے کو کچل رہا ہے۔ ان میں کچھ چوپائے بندھے ہُوئے اور کچھ چھُٹے ہوئے ہیں۔ جنھوں نے اپنی عقلیں کھو دی ہیں اور انجانے راستے پر سوار ہو لیے ہیں۔ یہ دُشوار گزار وادیوں میں آفتوں کی چراگاہ میں چھُٹے ہوئے ہیں۔ نہ اُن کا کوئی گلہ بان ہے جو اُن کی رکھوالی کرے، نہ کوئی چرواہا

وَإِيَّاكَ أَنْ تُوجِفَ بِكَ
مَطَايَا الطَّمَعِ فَتُورِدَكَ مَنَاهِلَ
الْهَلَكَةِ - وَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ
لَا يَكُونَ بَيْنَكَ وَبَيْنَ اللّٰهِ ذُو
نِعْمَةٍ فَافْعَلْ - فَإِنَّكَ مُدْرِكٌ
قِسْمَكَ وَآخِذٌ سَهْمَكَ وَ
إِنَّ الْيَسِيرَ مِنَ اللّٰهِ سُبْحَانَهُ
أَعْظَمُ وَأَكْرَمُ مِنَ الْكَثِيرِ
مِنْ خَلْقِهِ وَإِنْ كَانَ كُلٌّ مِنْهُ
وَتَلَافِيكَ مَا فَرَطَ مِنْ صَمْتِكَ
أَيْسَرُ مِنْ إِدْرَاكِكَ مَا فَاتَ
مِنْ مَنْطِقِكَ، وَحِفْظُ مَا فِي
الْوِعَاءِ بِشَدِّ الْوِكَاءِ، وَحِفْظُ
مَا فِي يَدَيْكَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ
طَلَبِ مَا فِي يَدِ غَيْرِكَ - وَ
مَرَارَةُ الْيَأْسِ خَيْرٌ مِنَ الطَّلَبِ
إِلَى النَّاسِ - وَالْحِرْفَةُ مَعَ الْعِفَّةِ
خَيْرٌ مِنَ الْغِنَى مَعَ الْفُجُورِ - وَ
الْمَرْءُ أَحْفَظُ لِسِرِّهِ - وَرُبَّ سَاعٍ
فِيمَا يَضُرُّهُ - مَنْ أَكْثَرَ أَهْجَرَ - وَ
مَنْ تَفَكَّرَ أَبْصَرَ - قَارِنْ أَهْلَ الْخَيْرِ
تَكُنْ مِنْهُمْ - وَبَايِنْ أَهْلَ الشَّرِّ تَبِنْ
عَنْهُمْ - بِئْسَ الطَّعَامُ الْحَرَامُ - وَ
ظُلْمُ الضَّعِيفِ أَفْحَشُ الظُّلْمِ إِذَا كَانَ
الرِّفْقُ خُرْقًا كَانَ الْخُرْقُ رِفْقًا - رُبَّمَا كَانَ

ہے جو انھیں چرائے۔ دُنیا نے اُن کو گمراہی کے راستے پر لگایا ہے، اور ہدایت کے مینار سے اُن کی آنکھیں بند کر دی ہیں۔ یہ اُس کی گمراہیوں میں سرگرداں اور اس کی نعمتوں میں غلطاں ہیں، اور اُسے ہی اپنا معبود بنا رکھا ہے۔ دُنیا ان سے کھیل رہی ہے، اور یہ دُنیا سے کھیل رہے ہیں اور اس کے آگے کی منزل کو بھولے ہوئے ہیں۔

ٹھہرو! اندھیرا چھٹنے دو۔ گویا (میدانِ حشر میں) سواریاں اُتر ہی پڑی ہیں۔ تیز قدم چلنے والوں کے لیے وُہ وقت دُور نہیں کہ اپنے قافلہ سے مل جائیں، اور معلوم ہونا چاہیے کہ جو شخص لیل و نہار کے مرکب پر سوار ہے وُہ اگرچہ ٹھہرا ہوا ہے مگر حقیقت میں چل رہا ہے۔ اور اگرچہ ایک جگہ پر قیام کیے ہوئے ہے مگر مسافت طے کیے جا رہا ہے۔ اور یہ یقین کے ساتھ جانے رہو کہ تم اپنی آرزوؤں کو پورا کبھی نہیں کر سکتے، اور جتنی زندگی لے کر آئے ہو اُس سے آگے نہیں بڑھ سکتے اور تم بھی اپنے پہلے والوں کی راہ پر ہو، لہٰذا طلب میں نرم رفتاری اور کسبِ معاش میں میانہ روی سے کام لو، کیونکہ اکثر طلب کا نتیجہ مال کا گنوانا ہوتا ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ رزق کی تلاش میں لگا رہنے والا کامیاب ہی ہو، اور کد و کاوش میں اعتدال سے کام لینے والا محروم ہی رہے۔ ہر ذلت سے اپنے نفس کو بلند تر سمجھو، اگرچہ وُہ تمہاری من مانی چیزوں تک تمھیں پہنچا دے۔ کیونکہ اپنے نفس کی عزت جو کھو دو گے، اُس کا بدل کوئی حاصل نہ کر سکو گے۔ دُوسروں کے غلام نہ بن جاؤ جبکہ اللہ نے تمھیں آزاد بنایا ہے۔ اُس بھلائی میں کوئی بہتری نہیں جو بُرائی کے ذریعہ حاصل

45

الدَّوَاءُ دَاءٌ وَالدَّاءُ دَوَاءٌ
وَرُبَّمَا نَصَحَ غَيْرُ النَّاصِحِ وَ
غَشَّ الْمُسْتَنْصَحُ. وَإِيَّاكَ
وَاتِّكَالَكَ عَلَى الْمُنَى فَإِنَّهَا
بَضَائِعُ النَّوْكَى، وَالْعَقْلُ
حِفْظُ التَّجَارِبِ. وَخَيْرُ مَا
جَرَّبْتَ مَا وَعَظَكَ. بَادِرِ
الْفُرْصَةَ قَبْلَ أَنْ تَكُونَ غُصَّةً
لَيْسَ كُلُّ طَالِبٍ يُصِيبُ،
وَلَا كُلُّ غَائِبٍ يَؤُوبُ. وَ
مِنَ الْفَسَادِ إِضَاعَةُ الزَّادِ
وَمَفْسَدَةُ الْمَعَادِ. وَلِكُلِّ
أَمْرٍ عَاقِبَةٌ. سَوْفَ يَأْتِيكَ مَا
قُدِّرَ لَكَ. التَّاجِرُ مُخَاطِرٌ. وَرُبَّ
يَسِيرٍ أَنْمَى مِنْ كَثِيرٍ. لَا خَيْرَ
فِي مُعِينٍ مَهِينٍ، وَلَا فِي صَدِيقٍ
ظَنِينٍ. سَاهِلِ الدَّهْرَ مَا
ذَلَّ لَكَ قَعُودُهُ. وَلَا تُخَاطِرْ
بِشَيْءٍ رَجَاءَ أَكْثَرَ مِنْهُ. وَ
إِيَّاكَ أَنْ تَجْمَحَ بِكَ مَطِيَّةُ
اللَّجَاجِ. احْمِلْ نَفْسَكَ مِنْ
أَخِيكَ عِنْدَ صَرْمِهِ عَلَى
الصِّلَةِ، وَعِنْدَ صُدُودِهِ عَلَى
اللَّطَفِ وَالْمُقَارَبَةِ، وَعِنْدَ
جُمُودِهِ عَلَى الْبَذْلِ، وَعِنْدَ

ہو، اور اُس آرام و آسائش میں کوئی بہتری نہیں جس کے لیے (ذلّت کی) دشواریاں جھیلنا پڑیں۔

خبردار! تمھیں طمع و حرص کی تیز رو سواریاں ہلاکت کے گھاٹ پر نہ لا اُتاریں۔ اگر ہو سکے تو یہ کرو کہ اپنے اور اللہ کے درمیان کسی ولی نعمت کو واسطہ نہ بننے دو کیونکہ تم اپنا حصّہ اور اپنی قسمت کا پا کر رہو گے۔ وہ تھوڑا جو اللہ سے بے منّتِ خلق ملے اس بہت سے کہیں بہتر ہے جو مخلوق کے ہاتھوں سے ملے۔ اگرچہ حقیقتاً جو ملتا ہے اللہ ہی کی طرف سے ملتا ہے۔ بے محل خاموشی کا تدارک بے موقع گفتگو سے آسان ہے۔ برتن میں جو ہے اُس کی حفاظت یُونہی ہو گی کہ مُنہ بند رکھو اور جو کچھ تمھارے ہاتھ میں ہے اس کو محفُوظ رکھنا دُوسروں کے آگے دستِ طلب بڑھانے سے مجھے زیادہ پسند ہے یاس کی تلخی سہہ لینا لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے بہتر ہے۔ پاک دامانی کے ساتھ محنت مزدُوری کر لینا فسق و فجور میں گھِری ہُوئی دولت مندی سے بہتر ہے انسان خود ہی اپنے راز کو خُوب چھُپا سکتا ہے۔ بہت سے لوگ ایسی چیز کے لیے کوشاں ہوتے ہیں، جو اُن کے لیے ضرر رساں ثابت ہوتی ہے۔ جو زیادہ بولتا ہے وُہ بے معنی باتیں کرنے لگتا ہے۔ سوچ بچار سے قدم اُٹھانے والا (صحیح راستہ) دیکھ لیتا ہے۔ نیکوں سے میل جول رکھو گے تو تم بھی نیک ہو جاؤ گے، بُروں سے بچے رہو گے تو اُن (کے اثرات) سے محفُوظ رہو گے۔ بدترین کھانا وُہ ہے جو حرام ہو۔ اور بدترین ظلم وُہ ہے جو کسی کمزور و ناتواں پر کیا جائے۔ جہاں نرمی سے کام لینا نامناسب ہو، وہاں

تباعده على الدنو، وعند
شدته على اللين، وعند
جرمه على العذر، حتى
كأنك له عبد، وكأنه ذو
نعمة عليك.

وإياك أن تضع ذلك
في غير موضعه، أو أن
تفعله بغير أهله. لا تتخذن
عدو صديقك صديقا
فتعادي صديقك. و
امحض أخاك النصيحة
حسنة كانت أو قبيحة. و
تجرع الغيظ فإني لم
أر جرعة أحلى منها عاقبة
ولا ألذ مغبة. ولن لمن
غالظك فإنه يوشك أن
يلين لك. وخذ على
عدوك بالفضل فإنه أحلى
الظفرين. وإن أردت
قطيعة أخيك فاستبق له من
نفسك بقية يرجع إليها إن
بدا له ذلك يوما ما. ومن ظن
بك خيرا فصدق ظنه. ولا
تضيعن حق أخيك اتكالا على
ما بينك وبينه، فإنه ليس لك

سخت گیری پر نرمی ہے۔ کبھی کبھی دوا بیماری، اور بیماری دوا بن جایا کرتی ہے۔ کبھی بدخواہ بھلائی کی راہ سوجھا دیا کرتا ہے، اور دوست فریب دے جاتا ہے۔ خبردار! اُمیدوں کے سہارے پر نہ بیٹھنا، کیونکہ اُمیدیں احمقوں کا سرمایہ ہوتی ہیں۔ تجربوں کو محفوظ رکھنا عقلمندی ہے۔ بہترین تجربہ وُہ ہے جو پند و نصیحت دے۔ فرصت کا موقع غنیمت جانو۔ قبل اس کے کہ وُہ رنج و اندوہ کا سبب بن جائے۔ ہر طلب و سعی کرنے والا مقصد کو پا نہیں لیا کرتا، اور ہر جانے والا پلٹ کر نہیں آیا کرتا۔ توشہ کا کھو دینا اور عاقبت بگاڑ لینا بربادی و تباہ کاری ہے۔ ہر چیز کا ایک نتیجہ و ثمرہ ہوا کرتا ہے۔ جو تمہارے مقدر میں ہے وُہ تم تک پہنچ کر رہے گا۔ تاجر اپنے کو خطروں میں ڈالا ہی کرتا ہے۔ کبھی تھوڑا مال مالِ فراواں سے زیادہ بابرکت ثابت ہوتا ہے۔ پست طینت مددگار میں کوئی بھلائی نہیں اور نہ بدگمان دوست میں۔ جب تک زمانہ کی سواری تمہارے قابو میں ہے اس سے نباہ کرتے رہو۔ زیادہ کی اُمید میں اپنے کو خطروں میں نہ ڈالو۔ خبردار! کہیں دُشمنی و عناد کی سواریاں تم سے مُنہ زوری نہ کرنے لگیں۔ اپنے کو اپنے بھائی کے لیے اس پر آمادہ کرو کہ جب وُہ دوستی توڑے تو تم اُسے جوڑو، وُہ مُنہ پھیرے تو تم آگے بڑھو اور لطف و مہربانی سے پیش آؤ۔ وہ تمہارے لیے کنجوسی کرے تم اُس پر خرچ کرو وہ دُوری اختیار کرے تو تم اس کے نزدیک ہونے کی کوشش کرو، وُہ سختی کرتا رہے اور تم نرمی کرو۔ وُہ خطا کا مرتکب ہو اور تم اس کے لیے عذر تلاش کرو، یہاں

بِأَخٍ مَنْ أَضَعْتَ حَقَّهُ ۔ وَلَا يَكُنْ أَهْلُكَ أَشْقَى الْخَلْقِ بِكَ ۔ وَلَا تَرْغَبَنَّ فِيمَنْ زَهِدَ فِيكَ وَلَا يَكُونَنَّ أَخُوكَ أَقْوَى عَلَى قَطِيعَتِكَ مِنْكَ عَلَى صِلَتِهِ وَلَا تَكُونَنَّ عَلَى الْإِسَاءَةِ أَقْوَى مِنْكَ عَلَى الْإِحْسَانِ ، وَلَا يَكْبُرَنَّ عَلَيْكَ ظُلْمُ مَنْ ظَلَمَكَ فَإِنَّهُ يَسْعَى فِي مَضَرَّتِهِ وَنَفْعِكَ ۔ وَلَيْسَ جَزَاءُ مَنْ سَرَّكَ أَنْ تَسُوءَهُ ۔

وَاعْلَمْ يَا بُنَيَّ أَنَّ الرِّزْقَ رِزْقَانِ رِزْقٌ تَطْلُبُهُ ، وَرِزْقٌ يَطْلُبُكَ فَإِنْ أَنْتَ لَمْ تَأْتِهِ أَتَاكَ مَا أَقْبَحَ الْخُضُوعَ عِنْدَ الْحَاجَةِ وَالْجَفَاءَ عِنْدَ الْغِنَى ؟ إِنَّ لَكَ مِنْ دُنْيَاكَ مَا أَصْلَحْتَ بِهِ مَثْوَاكَ ۔ وَإِنْ جَزِعْتَ عَلَى مَا تَفَلَّتَ مِنْ يَدَيْكَ فَاجْزَعْ عَلَى كُلِّ مَا لَمْ يَصِلْ إِلَيْكَ اسْتَدِلَّ عَلَى مَا لَمْ يَكُنْ بِمَا قَدْ كَانَ فَإِنَّ الْأُمُورَ أَشْبَاهٌ ۔ وَلَا تَكُونَنَّ مِمَّنْ لَا تَنْفَعُهُ الْعِظَةُ إِلَّا إِذَا بَالَغْتَ فِي إِيلَامِهِ ، فَإِنَّ الْعَاقِلَ يَتَّعِظُ بِالْآدَابِ وَالْبَهَائِمُ لَا تَتَّعِظُ إِلَّا بِالضَّرْبِ ۔ اطْرَحْ عَنْكَ

تنگ کر گویا تم اِس کے غلام اور وہ تمہارا آقائے نعمت ہے۔ مگر خبردار یہ برتاؤ بے محل نہ ہو، اور نا اہل سے یہ رویّہ نہ اختیار کرو۔ اپنے دوست کے دشمن کو دوست نہ بناؤ۔ ورنہ اس دوست کے دشمن قرار پاؤ گے۔ دوست کو کھری کھری نصیحت کی باتیں سناؤ خواہ اُسے اچھی لگیں یا بُری۔ غصہ کے کڑوے گھونٹ پی جاؤ۔ کیونکہ مَیں نے نتیجہ کے لحاظ سے اِس سے زیادہ خوش مزہ و شیریں گھونٹ نہیں پائے، جو شخص تم سے سختی کے ساتھ پیش آئے، اُس سے نرمی کا برتاؤ کرو۔ کیونکہ اس رویّہ سے وُہ خود ہی نرم پڑ جائے گا۔ دُشمن پر لطف و کرم کے ذریعہ سے راہ چارہ و تدبیر مسدود کرو۔ کیونکہ دو قسم کی کامیابیوں میں یہ زیادہ مزے کی کامیابی ہے اپنے کسی دوست سے تعلقات قطع کرنا چاہو، تو اپنے دل میں اتنی جگہ رہنے دو کہ اگر اس کا رویّہ بدلے، تو اِس کے لیے گنجائش ہو۔ جو تم سے حُسنِ ظن رکھے، اُس کے حُسنِ ظن کو سچا ثابت کرو۔ باہمی روابط کی بنا پر اپنے کسی بھائی کی حق تلفی نہ کرو۔ کیونکہ پھر وہ بھائی کہاں رہا جس کا حق تم تلف کرو۔ یہ نہ ہونا چاہیئے کہ تمہارے گھر والے تمہارے ہاتھوں دنیا جہاں میں سب سے زیادہ بدبخت ہو جائیں۔ جو تم سے تعلقات قائم رکھنا پسند ہی نہ کرتا ہو، اُس کے خواہ مخواہ پیچھے نہ پڑو تمہارا دوست قطع تعلق کرے، تو تم رشتۂ محبت جوڑنے میں اس پر بازی لے جاؤ، اور وُہ بُرائی سے پیش آئے تو تم حُسن سلوک میں اِس سے بڑھ جاؤ۔ ظالم کا ظلم تم پر گراں نہ گزرے کیونکہ وُہ اپنے نقصان اور تمہارے فائدہ کے لیے سرگرم

وَارِدَاتِ الْهُمُوْمِ بِعَزَآئِمِ
الصَّبْرِ وَحُسْنِ الْیَقِیْنِ. مَنْ
تَرَكَ الْقَصْدَ جَارَ وَ
الصَّاحِبُ مُنَاسِبٌ وَالصَّدِیْقُ
مَنْ صَدَقَ غَیْبُهٗ - وَالْهَوٰی
شَرِیْكُ الْعَمَآءِ - رُبَّ
قَرِیْبٍ أَبْعَدُ مِنْ بَعِیْدٍ، وَ
أَقْرَبُ مِنْ قَرِیْبٍ" وَالْغَرِیْبُ
مَنْ لَمْ یَكُنْ لَهٗ حَبِیْبٌ. مَنْ
تَعَدَّی الْحَقَّ ضَاقَ مَذْهَبُهٗ
وَمَنِ اقْتَصَرَ عَلٰی قَدْرِهٖ كَانَ
أَبْقٰی لَهٗ - وَأَوْثَقُ سَبَبٍ
أَخَذْتَ بِهٖ سَبَبٌ بَیْنَكَ
وَبَیْنَ اللهِ - وَمَنْ لَمْ یُبَالِكَ
فَهُوَ عَدُوُّكَ قَدْ یَكُوْنُ
الْیَأْسُ إِدْرَاكًا إِذَا كَانَ
الطَّمَعُ هَلَاكًا - لَیْسَ كُلُّ
عَوْرَةٍ تَظْهَرُ وَلَا كُلُّ فُرْصَةٍ
تُصَابُ - وَرُبَّمَا أَخْطَأَ الْبَصِیْرُ
قَصْدَهٗ وَأَصَابَ الْأَعْمٰی
رُشْدَهٗ - أَخِّرِ الشَّرَّ فَإِنَّكَ
إِذَا شِئْتَ تَعَجَّلْتَهٗ - وَقَطِیْعَةُ
الْجَاهِلِ تَعْدِلُ صِلَةَ الْعَاقِلِ
مَنْ أَمِنَ الزَّمَانَ خَانَهٗ، وَ
مَنْ أَعْظَمَهٗ أَهَانَهٗ لَیْسَ

عمل ہے اور جو تمھاری خوشی کا باعث ہو، اِس کا صلہ یہ نہیں کہ اُس سے بُرائی کرو۔

اے فرزند! یقین رکھو کہ رزق دُو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک وُہ جس کی تم جستجو کرتے ہو، اور ایک وہ جو تمھاری جستجو میں لگا ہُوا ہے، اگر تم اِس کی طرف نہ جاؤ گے تو بھی وُہ تم تک آ کر رہے گا۔ ضرورت پڑنے پر گڑگڑانا اور مطلب نکل جانے پر کج خلقی سے پیش آنا کتنی بُری عادت ہے۔ دُنیا سے بس اُتنا ہی اپنا سمجھو جس سے اپنی عقبیٰ کی منزل سنوار سکو۔ اگر تم ہر اُس چیز پر جو تمھارے ہاتھ سے جاتی رہے، واویلا مچاتے ہو، تو پھر ہر اُس چیز پر رنج و افسوس کرو کہ جو تمھیں نہیں ملی۔ موجودہ حالات سے بعد کے آنے والے حالات کا قیاس کرو۔ اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ، کہ جن پر نصیحت اُس وقت تک کارگر نہیں ہوتی جب تک انھیں پُوری طرح تکلیف نہ پہنچائی جائے۔ کیونکہ عقلمند باتوں سے مان جاتے ہیں، اور حیوان لاتوں کے بغیر نہیں مانا کرتے۔ ٹُوٹ پڑنے والے غم و اندوہ کو صبر کی پختگی اور حُسنِ یقین سے دُور کرو، جو درمیانی راستہ چھوڑ دیتا ہے، وُہ بے راہ ہو جاتا ہے۔ دوست بمنزلہ عزیز کے ہوتا۔ سچا دوست وہ ہے جو پیٹھ پیچھے بھی دوستی کو نباہے۔ ہوا و ہوس سے زحمت میں پڑنا لازمی ہے۔ بہت سے قریبی بیگانوں سے بھی زیادہ بے تعلق ہوتے ہیں، اور بہت سے بیگانے قریبیوں سے بھی زیادہ نزدیک ہوتے ہیں پردیسی وہ ہے جس کا کوئی دوست نہ ہو، جو حق سے تجاوز کر جاتا ہے، اس کا راستہ تنگ ہو جاتا ہے

كُلُّ مَنْ رَمَى أَصَابَ - إِذَا
تَغَيَّرَ السُّلْطَانُ تَغَيَّرَ الزَّمَانُ
سَلْ عَنِ الرَّفِيقِ قَبْلَ الطَّرِيقِ
وَعَنِ الْجَارِ قَبْلَ الدَّارِ
إِيَّاكَ أَنْ تَذْكُرَ فِي
الْكَلَامِ مَا يَكُونُ مُضْحِكاً
وَإِنْ حَكَيْتَ ذَلِكَ عَنْ
غَيْرِكَ وَإِيَّاكَ وَمُشَاوَرَةَ
النِّسَاءِ فَإِنَّ رَأْيَهُنَّ إِلَى
أَفْنٍ وَعَزْمَهُنَّ إِلَى وَهْنٍ
وَاكْفُفْ عَلَيْهِنَّ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ
بِحِجَابِكَ إِيَّاهُنَّ فَإِنَّ
شِدَّةَ الْحِجَابِ أَبْقَى عَلَيْهِنَّ
وَلَيْسَ خُرُوجُهُنَّ بِأَشَدَّ
مِنْ إِدْخَالِكَ مَنْ لَا
يُوثَقُ بِهِ عَلَيْهِنَّ ، وَإِنِ
اسْتَطَعْتَ أَنْ لَا يَعْرِفْنَ غَيْرَكَ
فَافْعَلْ وَلَا تُمَلِّكِ الْمَرْأَةَ
مِنْ أَمْرِهَا مَا جَاوَزَ نَفْسَهَا
فَإِنَّ الْمَرْأَةَ رَيْحَانَةٌ وَ
لَيْسَتْ بِقَهْرَمَانَةٍ وَلَا
تَعْدُ بِكَرَامَتِهَا نَفْسَهَا ، وَلَا
تُطْمِعْهَا فِي أَنْ تَشْفَعَ
بِغَيْرِهَا - وَإِيَّاكَ وَالتَّغَايُرَ
فِي غَيْرِ مَوْضِعِ غَيْرَةٍ فَإِنَّ

جو اپنی حیثیت سے آگے نہیں بڑھتا، اس کی منزلت برقرار
رہتی ہے۔ تمہارے ہاتھوں میں سب سے زیادہ مضبوط
وسیلہ وہ ہے جو تمہارے اور اللہ کے درمیان ہے۔ جو
تمہاری پروا نہیں کرتا وہ تمہارا دشمن ہے۔ جب حرص و
طمع تباہی کا سبب ہو تو مایوسی ہی میں کامرانی ہے۔ ہر
عیب ظاہر نہیں ہوا کرتا۔ فرصت کا موقع بار بار نہیں
ملا کرتا۔ کبھی آنکھوں والا صحیح راہ کھو دیتا ہے، اور
اندھا صحیح راستہ پا لیتا ہے۔ برائی کو پس پشت ڈالتے رہو
کیونکہ جب چاہو گے اس کی طرف بڑھ سکتے ہو۔ جاہل
سے علاقہ توڑنا، عقلمند سے رشتہ جوڑنے کے برابر ہے
جو دنیا پر اعتماد کرکے مطمئن ہو جاتا ہے، دنیا اسے دغا
دے جاتی ہے، اور جو اسے عظمت کی نگاہوں سے دیکھتا
ہے، وہ اسے پست و ذلیل کرتی ہے۔ ہر تیر انداز کا
نشانہ ٹھیک نہیں بیٹھا کرتا۔ جب حکومت بدلتی ہے
تو زمانہ بدل جاتا ہے۔ راستے سے پہلے شریک سفر
اور گھر سے پہلے ہمسایہ کے متعلق پوچھ گچھ کر لو۔ خبردار!
اپنی گفتگو میں ہنسانے والی باتیں نہ لاؤ۔ اگرچہ وہ نقل
قول کی حیثیت سے ہوں۔ عورتوں سے ہرگز مشورہ
نہ لو، کیونکہ ان کی رائے کمزور، اور ارادہ سست ہوتا
ہے۔ انہیں پردہ میں بٹھا کر ان کی آنکھوں کو تاک جھانک
سے روکو، کیونکہ پردہ کی سختی ان کی عزت و آبرو کو
برقرار رکھنے والی ہے۔ ان کا گھروں سے نکلنا اس سے
زیادہ خطرناک نہیں ہوتا جتنا کسی ناقابل اعتماد کو گھر
میں آنے دینا، اور اگر بن پڑے تو ایسا کرو کہ تمہارے
علاوہ کسی اور کو وہ پہچانتی ہی نہ ہوں۔ عورت کو اس

ذلک یدعوا الصحیحة إلی السقم و البریئة إلی الریب - و اجعل لکل إنسان من خدمک عملا تأخذه به فإنه أحری أن لا یتواکلوا فی خدمتک و أکرم عشیرتک فإنهم جناحک الذی به تطیر و أصلک الذی إلیه تصیر، و یدک التی بها تصول - أستودع الله دینک و دنیاک - و أسأله خیر القضاء لک فی العاجلة و الآجلة و الدنیا و الآخرة و السلام -

کے ذاتی امور کے علاوہ دوسرے اختیارات نہ سونپو کیونکہ عورت ایک پھول ہے، وہ کارفرما اور حکمران نہیں ہے۔ اس کا پاس و لحاظ اس کی ذات سے آگے نہ بڑھاؤ اور یہ حوصلہ پیدا نہ ہونے دو کہ وہ دوسروں کی سفارش کرنے لگے۔ بے محل شبہہ بدگمانی کا اظہار نہ کرو کہ اس سے نیک چلن اور پاکباز عورت بھی بے راہی و بدکرداری کی راہ دیکھ لیتی ہے۔ اپنے خدمت گزاروں میں ہر شخص کے لیے ایک کام معین کر دو، جس کی جواب دہی اس سے کر سکو۔ اس طریق کار سے وہ تمہارے کاموں کو ایک دوسرے پر نہیں ٹالیں گے۔ اپنے قوم قبیلے کا احترام کرو۔ کیونکہ وہ تمہارے ایسے پر و بال ہیں کہ جن سے تم پرواز کرتے ہو اور ایسی بنیادیں ہیں جن کا تم سہارا لیتے ہو، اور تمہارے وہ دست و بازو ہیں جن سے حملہ کرتے ہو۔ میں تمہارے دین اور تمہاری دنیا کو اللہ کے حوالے کرتا ہوں، اور اس سے حال و مستقبل اور دنیا و آخرت میں تمہارے لیے بھلائی کے فیصلہ کا خواستگار ہوں۔ والسلام

لہ ابن میثم نے جعفر ابن بابویہ قمی علیہ الرحمۃ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرتؑ نے یہ وصیت نامہ محمد ابن حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام تحریر فرمایا، اور علامہ رضی نے تحریر کیا ہے کہ اس سے مراد مخاطب امام حسن علیہ السلام ہیں۔ بہرصورت مخاطب خواہ امام حسنؑ ہوں، یا محمد ابن حنفیہ یہ منشور امامت تمام نوعِ انسانی کے لیے درسِ ہدایت ہے کہ جس پر عمل پیرا ہونے سے سعادت و کامرانی کی راہیں کھل سکتی ہیں۔ اور انسانیت کے بھٹکے ہوئے قافلے جادۂ ہدایت پر گامزن ہو سکتے ہیں اس میں دنیا و آخرت کو سنوارنے، اخلاقی شعور کو ابھارنے اور معیشت و معاشرت کو سدھارنے کے وہ بنیادی اصول درج ہیں۔ جن کی نظیر پیش کرنے سے علماء و فلاسفر کے ضخیم دفتر قاصر ہیں۔ اس کے حقائق آگیں مواعظ انسانیت کے بھولے ہوئے درس کو یاد دلانے، حسنِ معاشرت کے مٹے ہوئے نقوش کو تازہ کرنے اور اخلاقی رفعتوں کو ابھارنے کے لیے قوی محرک ہیں۔

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) مکتوب (۳۲)

إِلَى مُعَاوِيَةَ :-

وَأَرْدَيْتَ جِيلًا مِنَ النَّاسِ كَثِيرًا خَدَعْتَهُمْ بِغَيِّكَ، وَأَلْقَيْتَهُمْ فِي مَوْجِ بَحْرِكَ تَغْشَاهُمُ الظُّلُمَاتُ وَتَتَلَاطَمُ بِهِمُ الشُّبُهَاتُ فَجَازُوا عَنْ وِجْهَتِهِمْ وَنَكَصُوا عَلَى أَعْقَابِهِمْ وَتَوَلَّوْا عَلَى أَدْبَارِهِمْ - وَعَوَّلُوا عَلَى أَحْسَابِهِمْ إِلَّا مَنْ فَاءَ مِنْ أَهْلِ الْبَصَائِرِ فَإِنَّهُمْ فَارَقُوكَ بَعْدَ مَعْرِفَتِكَ، وَهَرَبُوا إِلَى اللهِ مِنْ مُوَازَرَتِكَ إِذْ حَمَلْتَهُمْ عَلَى الصَّعْبِ وَعَدَلْتَ بِهِمْ عَنِ الْقَصْدِ فَاتَّقِ اللهَ يَا مُعَاوِيَةُ فِي نَفْسِكَ وَجَاذِبِ الشَّيْطَانَ قِيَادَكَ، فَإِنَّ الدُّنْيَا مُنْقَطِعَةٌ عَنْكَ وَالْآخِرَةَ قَرِيبَةٌ مِنْكَ - وَالسَّلَامُ -

معاویہ کے نام :

تم نے لوگوں کی ایک بڑی جماعت کو تباہ کر دیا ہے۔ اپنی گمراہی سے انھیں فریب دیا ہے۔ اور انھیں اپنے سمندر کی موجوں میں ڈال دیا ہے۔ ان پر تاریکیاں چھائی ہوئی ہیں اور شبہات کی لہریں انھیں تھپیڑے دے رہی ہیں جس کے بعد وہ سیدھی راہ سے بے راہ ہو گئے، اُلٹے پیروں پھر گئے، پیٹھ پھیر کر چلتے بنے، اور اپنے حسب و نسب پر بھروسہ کر بیٹھے، سوا کچھ اہل بصیرت کے جو پلٹ آئے اور تمھیں جان لینے کے بعد تم سے علیحدہ ہو گئے اور تمھاری نصرت و امداد سے منہ موڑ کر اللہ کی طرف تیزی سے چل پڑے جبکہ تم نے انھیں دشواریوں میں مبتلا کر دیا تھا اور اعتدال کی راہ سے ہٹا دیا تھا۔

اے معاویہ! اپنے بارے میں اللہ سے ڈرو، اور اپنی مہار شیطان کے ہاتھ سے چھین لو کیونکہ دنیا تم سے بہر حال قطع ہو جائے گی، اور آخرت تمھارے قریب پہنچ چکی ہے۔ والسلام

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) مکتوب (۳۳)

إِلَى قُثَمَ بْنِ الْعَبَّاسِ وَهُوَ عَامِلُهُ عَلَى مَكَّةَ) :

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ عَيْنِي بِالْمَغْرِبِ كَتَبَ إِلَيَّ يُعْلِمُنِي أَنَّهُ وُجِّهَ عَلَى الْمَوْسِمِ أُنَاسٌ مِنْ أَهْلِ الشَّامِ الْعُمْيِ الْقُلُوبِ

والیِ مکہ قثم ابن عباس کے نام :

مغربی علاقہ کے میرے جاسوس نے مجھے تحریر کیا ہے کہ کچھ شام کے لوگوں کو (مکہ) حج کے لیے روانہ کیا گیا ہے جو دل کے اندھے، کانوں کے بہرے اور آنکھوں کی روشنی سے محروم ہیں جو حق کو باطل کی راہ سے ڈھونڈتے

اَلصُّمِّ الْاَسْمَاعِ، اَلْكُمْهِ الْاَبْصَارِ، اَلَّذِيْنَ يَلْتَمِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ، وَيُطِيْعُوْنَ الْمَخْلُوْقَ فِيْ مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ، وَيَحْتَلِبُوْنَ الدُّنْيَا دَرَّهَا بِالدِّيْنِ، وَيَشْتَرُوْنَ عَاجِلَهَا بِآجِلِ الْاَبْرَارِ وَالْمُتَّقِيْنَ- وَلَنْ يَفُوْزَ بِالْخَيْرِ اِلَّا عَامِلُهٗ وَلَا يُجْزٰى جَزَآءَ الشَّرِّ اِلَّا فَاعِلُهٗ- فَاَقِمْ عَلٰى مَا فِيْ يَدَيْكَ قِيَامَ الْحَازِمِ الصَّلِيْبِ وَالنَّاصِحِ اللَّبِيْبِ، وَالتَّابِعِ لِسُلْطَانِهٖ الْمُطِيْعِ لِاِمَامِهٖ- وَاِيَّاكَ وَمَا يُعْتَذَرُ مِنْهُ وَلَا تَكُنْ عِنْدَ النَّعْمَآءِ بَطِرًا وَلَا عِنْدَ الْبَاْسَآءِ فَشِلًا- وَالسَّلَامُ-

ہیں، اور اللہ کی معصیت میں مخلوق کی اطاعت کرتے ہیں، اور دین کے بہانے دُنیا (کے تھنوں) سے دُودھ دوہتے ہیں، اور نیکوں اور پرہیزگاروں کے اجر آخرت کو ہاتھوں سے دے کر دُنیا کا سودا کر لیتے ہیں۔ دیکھو! بھلائی اُسی کے حصہ میں آتی ہے۔ جو اُس پر عمل کرتا ہے اور بُرا بدلہ اُسی کو ملتا ہے جو بُرے کام کرتا ہے۔ لہٰذا تم اپنے فرائض منصبی کو اس شخص کی طرح ادا کرو جو بافہم، پختہ کار، خیر خواہ اور دانشمند ہو، اور اپنے حاکم کا فرماں بردار اور اپنے امام کا مطیع رہے اور خبردار! کوئی ایسا کام نہ کرنا کہ تمھیں معذرت کرنے کی ضرورت پیش آئے اور نعمتوں کی فراوانی کے وقت کبھی اتراؤ نہیں اور سختیوں کے موقعہ پر بودا پن نہ دکھاؤ والسلام۔

لہ معاویہ نے کچھ لوگوں کو حاجیوں کے بھیس میں مکہ روانہ کیا تاکہ وہاں کی خاموش فضا میں سنسنی پیدا کریں، اور تقویٰ و ورع کی نمائش سے عوام کا اعتماد حاصل کر کے ان کے یہ ذہن نشین کر دیں کہ علی ابن ابی طالب نے حضرت عثمان کے خلاف لوگوں کو بھڑکایا، اور آخر انھیں قتل کرا کے دم لیا۔ اور اس طرح حضرت کو ان کے قتل کا ذمہ دار ٹھہرا کر عوام کو ان سے بدظن کریں، اور امیر شام کے کردار کی بلندی اخلاق کی عظمت اور داد و دہش کے تذکروں سے لوگوں کو اس کی طرف مائل کریں مگر حضرت نے جن لوگوں کو شام میں حالات کا جائزہ لینے اور خبر رسانی کے لیے مقرر کر رکھا تھا۔ اُنھوں نے جب آپ کو اطلاع دی تو آپ نے والیِ مکہ قثم ابن عباس کو ان کی نقل و حرکت پر نظر رکھنے اور ان کی شورش انگیزیوں کے انسداد کے لیے یہ مکتوب تحریر فرمایا۔

مکتوب (۳۴)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

اِلٰى مُحَمَّدِ بْنِ اَبِيْ بَكْرٍ:-

لَمَّا بَلَغَهٗ تَوَجُّدُهٗ مِنْ عَزْلِهٖ

محمد ابن ابی بکر کے نام:

اس موقع پر جب آپ کو معلوم ہوا کہ وہ مصر کی

بالأشتر عن مصر، ثم توفي الأشتر في توجهه إلى مصر قبل وصوله إليها)

أما بعد فقد بلغني موجدتك من تسريح الأشتر إلى عملك وإني لم أفعل ذلك استبطاء لك في الجهد ولا ازديادا في الجد ولو نزعت ما تحت يدك من سلطانك لوليتك ما هو أيسر عليك مؤونة وأعجب إليك ولاية۔

إن الرجل الذي كنت وليته أمر مصر كان لنا رجلا ناصحا وعلى عدونا شديدا ناقما۔ فرحمه الله فلقد استكمل أيامه ولاقى حمامه ونحن عنه راضون۔ أولاه الله رضوانه وضاعف الثواب له، فأصحر لعدوك وامض على بصيرتك، وشمر لحرب من حاربك، وادع إلى سبيل ربك، وأكثر الاستعانة بالله يكفك ما أهمك ويعنك على ما نزل بك إن شاء الله۔

حکومت سے اپنی معزولی اور مالک اشتر کے تقرر کی وجہ سے رنجیدہ ہیں اور پھر مصر پہنچنے سے پہلے ہی راستے میں انتقال فرما گئے، تو آپ نے محمد کو تحریر فرمایا۔

مجھے اطلاع ملی ہے کہ تمھاری جگہ پر اشتر کو بھیجنے سے تمھیں ملال ہوا ہے تو واقعہ یہ ہے کہ میں نے یہ تبدیلی اس لیے نہیں کی تھی کہ تمھیں کام میں کمزور اور ڈھیلا پایا ہو۔ اور یہ چاہا ہو کہ تم اپنی کوشش کو تیز کر دو، اور اگر تمھیں اُس منصب حکومت سے جو تمھارے ہاتھ میں تھا میں نے ہٹایا تھا تو تمھیں کسی ایسی جگہ کی حکومت سپرد کرتا جس میں تمھیں زحمت کم ہو، اور وہ تمھیں پسند بھی زیادہ آئے۔

بلاشبہ جس شخص کو میں نے مصر کا والی بنایا تھا وہ ہمارا خیر خواہ، اور دشمنوں کے لیے سخت گیر تھا۔ خدا اس پر رحمت کرے اس نے زندگی کے دن پورے کر لیے اور موت سے ہم کنار ہو گیا۔ اس حالت میں کہ ہم اس سے رضا مند ہیں۔ خدا کی رضا مندیاں بھی اسے نصیب ہوں اور اُسے بیش از بیش ثواب عطا کرے اب تم دشمن کے مقابلہ کے لیے باہر نکل کھڑے ہو اور اپنی بصیرت کے ساتھ روانہ ہو جاؤ، اور جو تم سے لڑے اُس سے لڑنے کے لیے آمادہ ہو جاؤ اور اپنے پروردگار کی راہ کی طرف دعوت دو، اور زیادہ سے زیادہ اللہ سے مدد مانگو کہ وہ تمھاری مہمات میں کفایت کرے گا، اور مصیبتوں میں تمھاری مدد کرے گا۔ انشاء اللہ۔

مکتوب (۳۵)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

إِلَى عَبْدِ اللهِ ابْنِ الْعَبَّاسِ بَعْدَ مَقْتَلِ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ:-

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ مِصْرَ قَدِ افْتُتِحَتْ وَمُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ رَحِمَهُ اللهُ قَدِ اسْتُشْهِدَ۔ فَعِنْدَ اللهِ نَحْتَسِبُهُ وَلَدًا نَاصِحًا وَعَامِلًا كَادِحًا وَسَيْفًا قَاطِعًا وَرُكْنًا دَافِعًا۔ وَقَدْ كُنْتُ حَثَثْتُ النَّاسَ عَلَى لِحَاقِهِ وَأَمَرْتُهُمْ بِغِيَاثِهِ قَبْلَ الْوَقْعَةِ، وَدَعَوْتُهُمْ سِرًّا وَجَهْرًا وَعَوْدًا وَبَدْءًا، فَمِنْهُمُ الْآتِي كَارِهًا، وَمِنْهُمُ الْمُعْتَلُّ كَاذِبًا، وَمِنْهُمُ الْقَاعِدُ خَاذِلًا وَأَسْأَلُ اللهَ أَنْ يَجْعَلَ لِي مِنْهُمْ فَرَجًا عَاجِلًا، فَوَاللهِ لَوْلَا طَمَعِي عِنْدَ لِقَائِي عَدُوِّي فِي الشَّهَادَةِ وَتَوْطِينِي نَفْسِي عَلَى الْمَنِيَّةِ لَأَحْبَبْتُ أَنْ لَا أَبْقَى مَعَ هَؤُلَاءِ يَوْمًا وَاحِدًا وَلَا أَلْتَقِيَ بِهِمْ أَبَدًا۔

مصر میں محمد ابن ابی بکر کے شہید ہو جانے کے بعد عبداللہ ابن عباس کے نام :

مصر کو دشمنوں نے فتح کر لیا، اور محمد ابن ابی بکر رحمۃ اللہ علیہ شہید ہو گئے۔ ہم اللہ ہی سے اجر چاہتے ہیں اس فرزند کے مارے جانے پر کہ جو ہمارا خیر خواہ سرگرم کار، تیغ بُراں اور دفاع کا ستون تھا، اور میں نے لوگوں کو ان کی مدد کو جانے کی دعوت دی تھی۔ اور اس حادثہ سے پہلے ان کی فریاد کو پہنچنے کا حکم دیا تھا اور لوگوں کو علانیہ اور پوشیدہ بار بار پکارا تھا۔ مگر ہوا یہ کہ کچھ آئے بھی تو بادل ناخواستہ، اور کچھ حیلے حوالے کرنے لگے اور کچھ نے جھوٹ بہانے کر کے عدم تعاون کیا۔ میں تو اب اللہ سے یہ چاہتا ہوں، کہ وہ مجھے ان کے ہاتھوں سے جلد چھٹکارا دے۔ خدا کی قسم اگر دشمن کا سامنا کرتے وقت مجھے شہادت کی تمنا نہ ہوتی اور اپنے کو موت پر آمادہ نہ کر چکا ہوتا، تو میں اُن کے ساتھ ایک دن بھی رہنا پسند نہ کرتا اور انھیں ساتھ لے کر کبھی دشمن کی جنگ کو نہ نکلتا۔

مکتوب (۳۶)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

إِلَى عَقِيلِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ فِي ذِكْرِ جَيْشٍ أَنْفَذَهُ إِلَى بَعْضِ الْأَعْدَاءِ وَهُوَ جَوَابُ كِتَابٍ كَتَبَهُ إِلَيْهِ عَقِيلٌ

فَسَرَّحْتُ إِلَيْهِ جَيْشًا كَثِيفًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ، فَلَمَّا بَلَغَهُ ذَلِكَ شَمَّرَ

جو امیر المومنینؑ نے اپنے بھائی عقیل ابن ابی طالب کے خط کے جواب میں لکھا ہے جس میں کسی دشمن کی طرف بھیجی ہوئی ایک فوج کا ذکر کیا ہے۔

میں نے اس کی طرف مسلمانوں کی ایک بھاری فوج روانہ کی تھی۔ جب اس کو پتہ چلا، تو وہ دامن گردان کر

هارباً ونكص نادماً فلحقوه ببعض الطريق وقد طفلت الشمس للإياب فاقتتلوا شيئاً كلا ولا، فما كان إلا كموقف ساعة حتى نجا جريضاً بعد ما أخذ منه بالمخنق ولم يبق منه غير الرمق فلأياً بلأي ما نجا، فدع عنك قريشاً وتركاضهم في الضلال، وتجوالهم في الشقاق، وجماحهم في التيه، فإنهم قد أجمعوا على حربي كإجماعهم على حرب رسول الله صلى الله عليه وآله قبلي، فجزت قريشاً عني الجوازي، فقد قطعوا رحمي، وسلبوني سلطان ابن أمي وأما ما سألت عنه من رأيي في القتال فإن رأيي في قتال المحلين حتى ألقى الله لا يزيدني كثرة الناس حولي عزة، ولا تفرقهم عني وحشة - ولا تحسبن ابن أبيك - ولو أسلمه الناس - متضرعاً متخشعاً، ولا مقراً للضيم واهناً، ولا سلس الزمام للقائد، ولا وطيء الظهر للراكب

بھاگ کھڑا ہوا اور پشیمان ہو کر پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو گیا۔ سورج ڈوبنے کے قریب تھا کہ ہماری فوج نے اُسے ایک راستہ میں جا لیا اور نہ ہونے کے برابر کچھ جھڑپیں ہوئی ہوں گی، اور گھڑی بھر ٹھہرا ہو گا کہ بھاگ کر جان بچا لے گیا جبکہ اُسے گلے سے پکڑا جا چکا تھا اور آخری سانسوں کے سوا اُس میں کچھ باقی نہ رہ گیا تھا اس طرح بڑی مشکل سے وُہ بچ نکلا۔

تم قریش کے گمراہی میں دوڑ لگانے، سرکشی میں جولانیاں کرنے اور ضلالت میں مُنہ زوری دکھانے کی باتیں چھوڑ دو۔ انھوں نے مجھ سے جنگ کرنے میں اُسی طرح ایکا کیا ہے جس طرح وُہ مجھ سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لڑنے کے لیے ایکا کیے ہوئے تھے۔ خدا کرے ان کی کرنی ان کے سامنے آئے انہوں نے میرے رشتے کا کوئی لحاظ نہ کیا اور میرے ماں جائے کی حکومت مجھ سے چھین لی اور جو تم نے جنگ کے بارے میں میری رائے دریافت کی ہے، تو میری آخر دم تک رائے یہی رہے گی، کہ جن لوگوں نے جنگ کو جائز قرار دے لیا ہے اُن سے جنگ کرنا چاہیے اپنے گرد لوگوں کا جمگھٹا دیکھ کر میری ہمت نہیں بڑھتی اور نہ اُن کے چھٹ جانے سے مجھے گھبراہٹ ہوتی ہے۔ دیکھو! اپنے بھائی کے متعلق چاہے کتنا ہی لوگ اُس کا ساتھ چھوڑ دیں۔ یہ خیال کبھی نہ کرنا کہ وہ بے ہمت و ہراساں ہو جائے گا۔ یا کمزوری دکھاتے ہوئے ذلت کے آگے جھکے گا یا مہار کھینچنے والے ہاتھ میں بآسانی اپنی مہار دے دے گا۔ یا سوار ہونے والے کے لیے

الْمُتَقَعِّدِ، وَلٰكِنَّهٗ كَمَا قَالَ أَخُو بَنِي سُلَيْمٍ:-

فَإِنْ تَسْأَلِينِي كَيْفَ أَنْتَ فَإِنَّنِي
صَبُورٌ عَلٰى رَيْبِ الزَّمَانِ صَلِيبُ
يَعِزُّ عَلَيَّ أَنْ تُرٰى بِي كَآبَةٌ
فَيَشْمَتَ عَادٍ أَوْ يُسَاءَ حَبِيبُ

اپنی پُشت کو مرکب بننے دے گا۔ بلکہ وُہ تو ایسا ہے جیسا قبیلہ بنی سلیم والے نے کہا ہے:

"اگر تم مجھ سے پوچھتی ہو کہ کیسے ہو تو سُنو! کہ میں زمانہ کی سختیاں جھیل لے جانے میں بڑا مضبوط ہوں۔ مجھے یہ گوارا نہیں کہ مجھ میں حزن و غم کے آثار دکھائی پڑیں کہ دُشمن خوش ہونے لگیں، اور دوستوں کو رنج پہنچے"

لہ تحکیم کے بعد جب مُعاویہ نے قتل و غارت کا بازار گرم کیا تو ضحاک ابنِ قیس فہری کو چار ہزار کے لشکر کے ہمراہ حضرت کے مقبوضہ شہروں پر حملہ کرنے کے لیے روانہ کیا۔ حضرت کو جب اس کی غارت گریوں کا علم ہوا تو آپ نے اہلِ کُوفہ کو اس کے مقابلہ کے لیے اُبھارا۔ مگر اُنھوں نے حیلے بہانے شروع کر دیئے۔ آخر حجر ابنِ عدی کندی چار ہزار جنگجوؤں کو لے کر اُٹھ کھڑے ہوئے، اور دشمن کا تعاقب کرتے ہوئے مقامِ تدمر میں اُس کو جا لیا۔ دونوں فریق میں کچھ ہی جھڑپیں ہوئی تھیں کہ شام کا اندھیرا پھیلنے لگا اور وُہ اس سے فائدہ اُٹھا کر بھاگ کھڑا ہوا۔ یہ وُہ زمانہ تھا کہ عقیل ابنِ ابی طالب مکّہ میں عمرہ بجالانے کے لیے آئے ہوئے تھے۔ جب اُنھیں یہ معلوم ہوا کہ ضحاک حیرہ پر حملہ کرنے کے بعد صحیح و سالم بچ نکلا ہے، اور اہلِ کُوفہ جنگ سے جی چھوڑے بیٹھے ہیں اور اُن کی تمام سرگرمیاں ختم ہو گئی ہیں، تو آپ نے نصرت و امداد کی پیش کش کرتے ہوئے عبدالرحمٰن ابن عبید ازدی کے ہاتھ ایک مکتوب حضرت کی خدمت میں روانہ کیا جس کے جواب میں حضرت نے یہ مکتوب تحریر فرمایا ہے جس میں اہلِ کُوفہ کے رویہ کا شکوہ اور ضحاک کے فرار کا تذکرہ کیا ہے۔

مکتوب (۳۷)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ) إِلٰى مُعَاوِيَةَ

فَسُبْحَانَ اللّٰهِ مَا أَشَدَّ لُزُومَكَ لِلْأَهْوَآءِ الْمُبْتَدَعَةِ وَالْحَيْرَةِ الْمُتَّبَعَةِ، مَعَ تَضْيِيعِ الْحَقَائِقِ وَاطِّرَاحِ الْوَثَائِقِ الَّتِي هِيَ لِلّٰهِ طِلْبَةٌ، وَعَلٰى عِبَادِهٖ حُجَّةٌ. فَأَمَّا إِكْثَارُكَ الْحِجَاجَ فِي عُثْمَانَ وَقَتَلَتِهٖ فَإِنَّكَ إِنَّمَا نَصَرْتَ

مُعاویہ ابنِ ابی سفیان کے نام:

اللہ اکبر! تم نفسانی خواہشوں اور زحمت و تعب میں ڈالنے والی حیرت و سرگشتگی سے کس بُری طرح چمٹے ہُوئے ہو۔ اور ساتھ ہی حقائق کو برباد کر دیا ہے اور اُن دلائل کو ٹھکرا دیا ہے جو اللہ کو مطلوب اور بندوں پر حجّت ہیں۔ تمہارا عثمان اور اُن کے قاتلوں کے بارے میں جھگڑا بڑھانا کیا معنی رکھتا ہے جبکہ تم نے عثمان کی اُس وقت مدد کی جب وُہ مدد خود تمھاری ذات کے لیے تھی

عُثْمَانَ حَيْثُ كَانَ النَّصْرُ لَكَ وَ خَذَلْتَهُ حَيْثُ كَانَ النَّصْرُ لَهُ۔ وَالسَّلَامُ

اور اُس وقت اُنھیں بے یار و مددگار چھوڑ دیا کہ جب تمہاری مدد اُن کے حق میں مفید ہو سکتی تھی۔ والسلام

ؔ اِس میں گنجائشِ انکار نہیں کہ معاویہ نے حضرت عثمان کے قتل ہونے کے بعد اُن کی نصرت کا دعویٰ کیا اور جب وہ محاصرہ کے دنوں میں اُس سے مدد مانگ رہے تھے اور خطوط پر خطوط لکھ رہے تھے۔ اُس وقت اُس نے کروٹ لینے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ البتہ کہنے کو اُس نے یزید ابن اسد قسری کے زیرِ کمان ایک دستہ مدینہ کی طرف روانہ کیا تھا۔ لیکن اُسے یہ حکم دے دیا تھا کہ وُہ مدینہ کے قریب وادیِ ذی خشب میں ٹھہرا رہے اور حالات خواہ کیسے ہی نازک ہو جائیں، وُہ مدینہ میں داخل نہ ہو۔ چنانچہ وُہ وادیِ ذی خشب میں آ کر ٹھہر گیا۔ یہاں تک کہ حضرتِ عثمان قتل کر دیئے گئے، اور وہ اپنا دستہ لے کر واپس ہو گیا۔

اس میں شبہہ نہیں کہ معاویہ یہی چاہتا تھا کہ حضرتِ عثمان قتل ہو جائیں اور وُہ اُن کے خون کے نام پر ہنگامہ آرائی کرے اور ان شورش انگیزیوں کے ذریعہ سے اپنی بیعت کے لیے راستہ ہموار کرے۔ یہی وجہ ہے کہ نہ اُن کے محاصرہ کے دنوں میں اُس نے اُن کی مدد و نصرت کی، اور نہ اقتدار حاصل کر لینے کے بعد قاتلینِ عثمان کی تلاش ضروری سمجھی۔

مکتوب (۳۸)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَى أَهْلِ مِصْرَ لَمَّا وَلَّى عَلَيْهِمُ الْأَشْتَرَ رَحِمَهُ اللهُ)

اہلِ مصر کے نام جبکہ مالک اشتر کو وہاں کا حاکم بنایا:-

مِنْ عَبْدِ اللهِ عَلِيٍّ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ إِلَى الْقَوْمِ الَّذِينَ غَضِبُوا لِلّٰهِ حِينَ عُصِيَ فِي أَرْضِهِ وَذُهِبَ بِحَقِّهِ، فَضَرَبَ الْجَوْرُ سُرَادِقَهُ عَلَى الْبَرِّ وَالْفَاجِرِ وَالْمُقِيمِ وَالظَّاعِنِ، فَلَا مَعْرُوفٌ يُسْتَرَاحُ إِلَيْهِ، وَلَا مُنْكَرٌ يُتَنَاهَى عَنْهُ۔

خدا کے بندے علی امیر المومنینؑ کی طرف سے ان لوگوں کے نام جو اللہ کے لیے غضبناک ہوئے اس وقت زمین میں اللہ کی نافرمانی اور اس کے حق کی بربادی ہو رہی تھی اور ظلم نے اپنے شامیانے ہر اچھے بُرے مقامی اور پردیسی پر تان رکھے تھے۔ نہ نیکی کا چلن تھا اور نہ بُرائی سے بچا جاتا تھا۔

أَمَّا بَعْدُ فَقَدْ بَعَثْتُ إِلَيْكُمْ عَبْدًا مِنْ عِبَادِ اللهِ لَا يَنَامُ أَيَّامَ الْخَوْفِ، وَلَا يَنْكُلُ عَنِ الْأَعْدَاءِ

تمھیں معلوم ہونا چاہیئے کہ میں نے اللہ کے بندوں میں سے ایک بندہ تمھاری طرف بھیجا ہے جو خطرے کے دنوں میں سوتا نہیں اور خوف کی گھڑیوں میں دشمن سے ہراساں نہیں ہوتا اور فاجروں کے لیے جلانے

سَاعَاتِ الرَّوْعِ - أَشَدَّ عَلَى الْفُجَّارِ مِنْ حَرِيقِ النَّارِ، وَهُوَ مَالِكُ بْنُ الْحَارِثِ أَخُو مَذْحِجٍ، فَاسْمَعُوا لَهُ وَأَطِيعُوا أَمْرَهُ فِيمَا طَابَقَ الْحَقَّ فَإِنَّهُ سَيْفٌ مِنْ سُيُوفِ اللهِ لَا كَلِيلُ الظُّبَةِ وَلَا نَابِي الضَّرِيبَةِ، فَإِنْ أَمَرَكُمْ أَنْ تَنْفِرُوا فَانْفِرُوا، وَإِنْ أَمَرَكُمْ أَنْ تُقِيمُوا فَأَقِيمُوا فَإِنَّهُ لَا يُقْدِمُ وَلَا يُحْجِمُ وَلَا يُؤَخِّرُ وَلَا يُقَدِّمُ إِلَّا عَنْ أَمْرِي، وَقَدْ آثَرْتُكُمْ بِهِ عَلَى نَفْسِي لِنَصِيحَتِهِ لَكُمْ وَشِدَّةِ شَكِيمَتِهِ عَلَى عَدُوِّكُمْ۔

والی آگ سے بھی زیادہ سخت ہے۔ وُہ مالک ابنِ حارث مذحجی ہیں۔ اِن کی بات کو سُنو اور ان کے ہر اس حکم کو جو حق کے مطابق ہو، مانو کیونکہ وُہ اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہیں کہ جس کی نہ دھار کُند ہوتی ہے اور نہ اُس کا وار خالی جاتا ہے۔ اگر وُہ تمھیں دشمنوں کی طرف بڑھنے کے لیے کہیں تو بڑھو، اور ٹھہرنے کے لیے کہیں تو ٹھہرے رہو، کیونکہ وُہ میرے حکم کے بغیر نہ آگے بڑھیں گے نہ پیچھے ہٹیں گے۔ نہ کسی کو پیچھے ہٹاتے ہیں اور نہ آگے بڑھاتے ہیں۔ میں نے اُن کے بارے میں تمھیں خود اپنے اُوپر ترجیح دی ہے۔ اس خیال سے کہ تمھارے خیر خواہ اور دشمنوں کے لیے سخت گیر ثابت ہوں گے۔

مکتوب (۳۹)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَى عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ):-

فَإِنَّكَ قَدْ جَعَلْتَ دِينَكَ تَبَعًا لِدُنْيَا امْرِئٍ ظَاهِرٍ غَيُّهُ، مَهْتُوكٍ سِتْرُهُ، يَشِينُ الْكَرِيمَ بِمَجْلِسِهِ، وَيُسَفِّهُ الْحَلِيمَ بِخِلْطَتِهِ، فَاتَّبَعْتَ أَثَرَهُ، وَطَلَبْتَ فَضْلَهُ، اتِّبَاعَ الْكَلْبِ لِلضِّرْغَامِ يَلُوذُ إِلَى مَخَالِبِهِ، وَيَنْتَظِرُ مَا يُلْقَى إِلَيْهِ مِنْ فَضْلِ فَرِيسَتِهِ، فَأَذْهَبْتَ دُنْيَاكَ وَآخِرَتَكَ، وَلَوْ بِالْحَقِّ أَخَذْتَ أَدْرَكْتَ

عمرو ابنِ عاص کے نام:

تم نے اپنے دین کو ایک ایسے شخص کی دُنیا کے پیچھے لگا دیا ہے جس کی گمراہی ڈھکی چھپی ہُوئی نہیں ہے جس کا پردہ چاک ہے جو اپنے پاس بٹھا کر شریف انسان کو بھی داغدار اور سنجیدہ اور بردبار شخص کو بیوقوف بناتا ہے۔ تم اُس کے پیچھے لگ گئے اور اُس کے بچے کھچے ٹکڑوں کے خواہشمند ہو گئے، جس طرح کتا شیر کے پیچھے ہو لیتا ہے، اُس کے پنجوں کو اُمید بھری نظروں سے دیکھتا ہُوا اور اِس انتظار میں کہ اس کے شکار کے بچے کھچے حصّے میں سے کچھ آگے پڑ جائے۔ اس طرح تم نے اپنی دُنیا و آخرت دونوں کو گنوا دیا۔ حالانکہ اگر حق

مَا طَلَبْتَ فَإِنْ يُمَكِّنِّي اللّٰهُ مِنْكُ وَ مِنِ ابْنِ أَبِي سُفْيَانَ أَجْزِكُمَا بِمَا قَدَّمْتُمَا، وَإِنْ تُعْجِزْ أَوْ تَبْقَيَا فَمَا أَمَامَكُمَا شَرٌّ لَكُمَا - وَالسَّلَامُ -

کے پابند رہتے تو بھی تم اپنی مُراد کو پا لیتے۔ اب اگر اللہ نے مجھے تم پر اور فرزند ابوسفیان پر غلبہ دیا تو میں تم دونوں کو تمہارے کرتوتوں کا مزا چکھا دوں گا، اور اگر تم میری گرفت میں نہ آئے اور میرے بعد زندہ رہے تو جو تمہیں اس کے بعد درپیش ہوگا وُہ تمہارے لیے بہت بُرا ہوگا۔ والسّلام

مکتوب (۴۰)

(وَ مِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)
إِلَى بَعْضِ عُمَّالِهِ :-

أَمَّا بَعْدُ فَقَدْ بَلَغَنِي عَنْكَ أَمْرٌ إِنْ كُنْتَ فَعَلْتَهُ فَقَدْ أَسْخَطْتَ رَبَّكَ وَعَصَيْتَ إِمَامَكَ وَأَخْزَيْتَ أَمَانَتَكَ -

بَلَغَنِي أَنَّكَ جَرَّدْتَ الْأَرْضَ فَأَخَذْتَ مَا تَحْتَ قَدَمَيْكَ وَأَكَلْتَ مَا تَحْتَ يَدَيْكَ، فَارْفَعْ إِلَيَّ حِسَابَكَ، وَاعْلَمْ أَنَّ حِسَابَ اللّٰهِ أَعْظَمُ مِنْ حِسَابِ النَّاسِ -

ایک عامل کے نام :

مجھے تمہارے متعلق ایک ایسے امر کی اطلاع ملی ہے کہ اگر تم اس کے مُرتکب ہوئے ہو تو تم نے اپنے پروردگار کو ناراض کیا، اپنے امام کی نافرمانی کی، اور اپنی امانتداری کو بھی ذلیل و رسوا کیا۔

مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے (بیت المال کی) زمین کو صفاچٹ میدان کر دیا ہے اور جو کچھ تمہارے پاؤں تلے تھا، اُس پر قبضہ جما لیا ہے اور جو کچھ تمہارے ہاتھوں میں تھا، اُسے نوش جان کر لیا ہے تو تم ذرا اپنا حساب مجھے بھیج دو، اور یقین رکھو کہ انسانوں کی حساب فہمی سے اللہ کا حساب کہیں زیادہ سخت ہوگا۔ والسّلام

مکتوب (۴۱)

(وَ مِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)
إِلَى بَعْضِ عُمَّالِهِ :-

أَمَّا بَعْدُ فَإِنِّي كُنْتُ أَشْرَكْتُكَ فِي أَمَانَتِي وَجَعَلْتُكَ شِعَارِي وَبِطَانَتِي - وَلَمْ يَكُنْ رَجُلٌ مِنْ

ایک عامل کے نام :

میں نے تمہیں اپنی امانت میں شریک کیا تھا، اور تمہیں اپنا بالکل مخصوص آدمی قرار دیا تھا اور تم سے زیادہ ہمدردی، مددگاری اور امانتداری کے لحاظ سے

أَهْلِي أَوْثَقَ مِنْكَ فِي نَفْسِي لِمُوَاسَاتِي
وَمُؤَازَرَتِي، وَأَدَاءِ الْأَمَانَةِ إِلَيَّ.
فَلَمَّا رَأَيْتَ الزَّمَانَ عَلَى ابْنِ عَمِّكَ قَدْ
كَلِبَ، وَالْعَدُوَّ قَدْ حَرِبَ، وَأَمَانَةَ
النَّاسِ قَدْ خَزِيَتْ، وَهٰذِهِ الْأُمَّةَ
قَدْ فَتَكَتْ وَشَغَرَتْ قَلَبْتَ لِابْنِ
عَمِّكَ ظَهْرَ الْمِجَنِّ فَفَارَقْتَهُ مَعَ
الْمُفَارِقِينَ، وَخَذَلْتَهُ مَعَ الْخَاذِلِينَ
وَخُنْتَهُ مَعَ الْخَائِنِينَ، فَلَا ابْنَ عَمِّكَ
آسَيْتَ، وَلَا الْأَمَانَةَ أَدَّيْتَ - وَ
كَأَنَّكَ لَمْ تَكُنِ اللّٰهَ تُرِيدُ بِجِهَادِكَ
وَكَأَنَّكَ لَمْ تَكُنْ عَلَى بَيِّنَةٍ مِنْ رَبِّكَ
وَكَأَنَّكَ إِنَّمَا كُنْتَ تَكِيدُ هٰذِهِ
الْأُمَّةَ عَنْ دُنْيَاهُمْ وَتَنْوِي غِرَّتَهُمْ
عَنْ فَيْئِهِمْ. فَلَمَّا أَمْكَنَتْكَ الشِّدَّةُ
فِي خِيَانَةِ الْأُمَّةِ أَسْرَعْتَ الْكَرَّةَ،
وَعَاجَلْتَ الْوَثْبَةَ، وَاخْتَطَفْتَ مَا
قَدَرْتَ عَلَيْهِ مِنْ أَمْوَالِهِمُ الْمَصُونَةِ
لِأَرَامِلِهِمْ وَأَيْتَامِهِمُ اخْتِطَافَ
الذِّئْبِ الْأَزَلِّ دَامِيَةَ الْمِعْزَى الْكَسِيرَةَ
فَحَمَلْتَهُ إِلَى الْحِجَازِ رَحِيبَ الصَّدْرِ
بِحَمْلِهِ غَيْرَ مُتَأَثِّمٍ مِنْ أَخْذِهِ كَأَنَّكَ
— لَا أَبَا لِغَيْرِكَ - حَدَرْتَ إِلَى
أَهْلِكَ تُرَاثَكَ مِنْ أَبِيكَ وَأُمِّكَ
فَسُبْحَانَ اللّٰهِ! أَمَا تُؤْمِنُ بِالْمَعَادِ؟

میرے قوم قبیلہ میں میرے بھروسے کا کوئی آدمی نہ تھا۔
لیکن جب تم نے دیکھا کہ زمانہ تمھارے چچازاد بھائی
کے خلاف حملہ آور ہے اور دشمن بپھرا ہوا ہے۔ امانتیں
لُٹ رہی ہیں اور اُمّت بے راہ اور منتشر و پراگندہ ہو
چکی ہے تو تم نے بھی اپنے ابن عم سے رُخ موڑ لیا، اور
ساتھ چھوڑ دینے والوں کے ساتھ تم نے بھی ساتھ چھوڑ
دیا، اور خیانت کرنے والوں میں داخل ہو کر تم بھی
خائن ہو گئے۔ اس طرح نہ تم نے اپنے چچازاد بھائی
کے ساتھ ہمدردی ہی کا خیال کیا، نہ امانت داری
کے فرض کا احساس کیا۔ گویا اپنے جہاد سے تمھارا
مدّعا خدا کی رضامندی نہ تھا اور گویا تم اپنے پروردگار
کی طرف سے کوئی روشن دلیل نہ رکھتے تھے اور اس اُمّت
کے ساتھ اس کی دُنیا بٹورنے کے لیے چال چل رہے تھے۔
اور اس کا مال چھین لینے کے لیے غفلت کا موقع تاک
رہے تھے۔ چنانچہ جب اُمّت کے مال میں بھرپور خیانت
کرنے کا موقع تمھیں ملا، تو جھٹ سے دھاوا بول دیا
اور جلدی سے کُود پڑے اور جتنا بن پڑا اس مال پر جو
بیواؤں اور یتیموں کے لیے محفوظ رکھا گیا تھا، یوں جھپٹ
پڑے، جس طرح پھرتیلا بھیڑیا زخمی اور لاچار بکری کو
اُچک لیتا ہے، اور تم نے بڑے خوش خوش اُسے حجاز
روانہ کر دیا، اور اُسے لے جانے میں گناہ کا احساس
تمھارے لیے سدِّراہ نہ ہُوا۔ خدا تمھارے دشمنوں کا
بُرا کرے، گویا یہ تمھارے ماں باپ کا ترکہ تھا جسے
لے کر تم نے اپنے گھر والوں کی طرف روانہ کر دیا۔ اللہ اکبر!
کیا تمھارا قیامت پر ایمان نہیں؟ کیا حساب کتاب کی

46

أَوَ مَا تَخَافُ نِقَاشَ الْحِسَابِ؟ أَيُّهَا الْمَعْدُودُ كَانَ عِنْدَنَا مِنْ ذَوِي الْأَلْبَابِ كَيْفَ تُسِيغُ شَرَاباً وَطَعَاماً وَأَنْتَ تَعْلَمُ أَنَّكَ تَأْكُلُ حَرَاماً وَتَشْرَبُ حَرَاماً؟ وَتَبْتَاعُ الْإِمَاءَ وَتَنْكِحُ النِّسَاءَ مِنْ مَالِ الْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُجَاهِدِينَ الَّذِينَ أَفَاءَ اللهُ عَلَيْهِمْ هٰذِهِ الْأَمْوَالَ وَأَحْرَزَ بِهِمْ هٰذِهِ الْبِلَادَ۔ فَاتَّقِ اللهَ وَارْدُدْ إِلَى هٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ أَمْوَالَهُمْ، فَإِنَّكَ إِنْ لَمْ تَفْعَلْ ثُمَّ أَمْكَنَنِي اللهُ مِنْكَ لَأُعْذِرَنَّ إِلَى اللهِ فِيكَ، وَلَأَضْرِبَنَّكَ بِسَيْفِي الَّذِي مَا ضَرَبْتُ بِهِ أَحَداً إِلَّا دَخَلَ النَّارَ۔ وَاللهِ لَوْ أَنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ فَعَلَا مِثْلَ الَّذِي فَعَلْتَ مَا كَانَتْ لَهُمَا عِنْدِي هَوَادَةٌ وَلَا ظَفِرَا مِنِّي بِإِرَادَةٍ حَتَّى آخُذَ الْحَقَّ مِنْهُمَا وَأُزِيحَ الْبَاطِلَ مِنْ مَظْلَمَتِهِمَا وَأُقْسِمُ بِاللهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ مَا يَسُرُّنِي أَنَّ مَا أَخَذْتَ مِنْ أَمْوَالِهِمْ حَلَالٌ لِي أَتْرُكُهُ مِيرَاثاً لِمَنْ بَعْدِي فَضَحِّ رُوَيْداً فَكَأَنَّكَ قَدْ بَلَغْتَ الْمَدَى وَدُفِنْتَ تَحْتَ الثَّرَى وَعُرِضَتْ عَلَيْكَ أَعْمَالُكَ بِالْمَحَلِّ الَّذِي يُنَادِي الظَّالِمُ فِيهِ بِالْحَسْرَةِ

چھان بین کا ذرا بھی ڈر نہیں؟ اے وہ شخص جسے ہم ہوشمندوں میں شمار کرتے تھے، کیونکر وہ کھانا اور پینا تمہیں خوش گوار معلوم ہوتا ہے جس کے متعلق جانتے ہو کہ حرام کھا رہے ہو اور حرام پی رہے ہو۔ تم ان یتیموں مسکینوں، مومنوں اور مجاہدوں کے مال سے جسے اللہ نے ان کا حق قرار دیا تھا اور ان کے ذریعہ سے ان شہروں کی حفاظت کی تھی، کنیزیں خریدتے ہو، اور عورتوں سے بیاہ رچاتے ہو، اب اللہ سے ڈرو اور ان لوگوں کا مال انہیں واپس کرو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا اور پھر اللہ نے مجھے تم پر قابو دے دیا، تو میں تمہارے بارے میں اللہ کے سامنے اپنے کو سرخرو کروں گا اور اپنی اس تلوار سے تمہیں ضرب لگاؤں گا جس کا وار میں نے جس کسی پر بھی لگایا، وہ سیدھا دوزخ میں گیا۔ خدا کی قسم اگر حسنؑ و حسینؑ بھی وہ کرتے جو تم نے کیا ہے تو میں ان سے بھی کوئی رعایت نہ کرتا اور نہ وہ مجھ سے اپنی کوئی خواہش منوا سکتے، یہاں تک کہ میں ان سے حق کو پلٹا لیتا، اور ان کے ظلم سے پیدا ہونے والے غلط نتائج کو مٹا دیتا۔ میں ربُّ العالمین کی قسم کھاتا ہوں کہ میرے لیے یہ کوئی دل خوش کن بات نہ تھی کہ وہ مال جو تم نے ہتھیا لیا، میرے لیے حلال ہوتا، اور میں اسے بعد والوں کے لیے بطور ترکہ چھوڑ جاتا، ذرا سنبھلو اور سمجھو کہ تم عمر کی آخری حد تک پہنچ چکے ہو، اور مٹی کے نیچے سونپ دیئے گئے ہو، اور تمہارے تمام اعمال تمہارے سامنے پیش ہیں، اس مقام پر کہ جہاں ظالم واحسرتا کی صدا بلند کرتا ہوگا، اور عمر کو برباد کرنے

وَيَتَمَنَّى الْمُضَيِّعُ الرَّجْعَةَ وَلَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ۔

والے دُنیا کی طرف پلٹنے کی آرزو کر رہے ہوں گے۔ حالانکہ اب گریز کا کوئی موقع نہ ہوگا۔

مکتوب (۴۲)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَى عُمَرَ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ الْمَخْزُومِيِّ وَكَانَ عَامِلَهُ عَلَى الْبَحْرَيْنِ فَعَزَلَهُ وَاسْتَعْمَلَ النُّعْمَانَ بْنَ عَجْلَانَ الزُّرَقِيَّ مَكَانَهُ)

أَمَّا بَعْدُ فَإِنِّي قَدْ وَلَّيْتُ النُّعْمَانَ بْنَ عَجْلَانَ الزُّرَقِيَّ عَلَى الْبَحْرَيْنِ، وَنَزَعْتُ يَدَكَ بِلَا ذَمٍّ لَكَ وَلَا تَثْرِيبٍ عَلَيْكَ۔ فَلَقَدْ أَحْسَنْتَ الْوِلَايَةَ وَأَدَّيْتَ الْأَمَانَةَ۔ فَأَقْبِلْ غَيْرَ ظَنِينٍ وَلَا مَلُومٍ وَلَا مُتَّهَمٍ وَلَا مَأْثُومٍ۔ فَقَدْ أَرَدْتُ الْمَسِيرَ إِلَى ظَلَمَةِ أَهْلِ الشَّامِ وَأَحْبَبْتُ أَنْ تَشْهَدَ مَعِي فَإِنَّكَ مِمَّنْ أَسْتَظْهِرُ بِهِ عَلَى جِهَادِ الْعَدُوِّ وَإِقَامَةِ عَمُودِ الدِّينِ إِنْ شَاءَ اللهُ۔

حاکم بحرین عمر ابن ابی سلمہ مخزومی کے نام جب انھیں معزول کر کے نعمان ابن عجلان زرقی کو ان کی جگہ پر مقرر فرمایا:-

میں نے نعمان ابن عجلان زرقی کو بحرین کی حکومت دی ہے، اور تمھیں اس سے بے دخل کر دیا ہے۔ مگر یہ اس لیے نہیں کہ تمھیں نا اہل سمجھا گیا ہو، اور تم پر کوئی الزام عائد ہوتا ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ تم نے تو حکومت کو بڑے اچھے اسلوب سے چلایا، اور امانت کو پورا پورا ادا کیا۔ لہٰذا تم میرے پاس چلے آؤ۔ نہ تم سے کوئی بدگمانی ہے، نہ ملامت کی جا سکتی ہے، اور نہ تمھیں خطاکار سمجھا جا رہا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ میں نے شام کے ستمگاروں کی طرف قدم بڑھانے کا ارادہ کیا ہے، اور چاہا ہے کہ تم میرے ساتھ رہو۔ کیونکہ تم اُن لوگوں میں سے ہو جن سے دشمن سے لڑنے اور دین کا ستون گاڑنے میں مدد لے سکتا ہوں۔ انشاء اللہ۔

مکتوب (۴۳)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَى مَصْقَلَةَ بْنِ هُبَيْرَةَ الشَّيْبَانِيِّ وَهُوَ عَامِلُهُ عَلَى أَرْدَشِيرْخُرَّهْ):-

بَلَغَنِي عَنْكَ أَمْرٌ إِنْ كُنْتَ فَعَلْتَهُ فَقَدْ أَسْخَطْتَ إِلٰهَكَ وَ

مصقلہ ابن ہبیرہ شیبانی کے نام جو آپ کی طرف سے اردشیر خرہ کا حاکم تھا:

مجھے تمھارے متعلق ایک ایسے امر کی خبر ملی ہے، جو اگر تم نے کیا ہے تو اپنے خدا کو ناراض کیا، اور اپنے

أَغْضَبْتَ إِمَامَكَ: أَنَّكَ تَقْسِمُ فَيْءَ الْمُسْلِمِينَ الَّذِي حَازَتْهُ رِمَاحُهُمْ وَخُيُولُهُمْ وَأُرِيقَتْ عَلَيْهِ دِمَاؤُهُمْ فِيمَنِ اعْتَامَكَ مِنْ أَعْرَابِ قَوْمِكَ فَوَالَّذِي فَلَقَ الْحَبَّةَ وَبَرَأَ النَّسَمَةَ لَئِنْ كَانَ ذٰلِكَ حَقّاً لَتَجِدَنَّ بِكَ عَلَيَّ هَوَاناً، وَلَتَخِفَّنَّ عِنْدِي مِيزَاناً فَلَا تَسْتَهِنْ بِحَقِّ رَبِّكَ، وَلَا تُصْلِحْ دُنْيَاكَ بِمَحْقِ دِينِكَ فَتَكُونَ مِنَ الْأَخْسَرِينَ أَعْمَالاً

أَلَا وَإِنَّ حَقَّ مَنْ قِبَلَكَ وَقِبَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ فِي قِسْمَةِ هٰذَا الْفَيْءِ سَوَاءٌ، يَرِدُونَ عِنْدِي عَلَيْهِ وَيَصْدُرُونَ عَنْهُ۔

امام کو بھی غضبناک کیا۔ وہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے اس مالِ غنیمت کو کہ جسے ان کے نیزوں (کی انیوں) اور گھوڑوں (کی ٹاپوں) نے جمع کیا تھا، اور جس پر ان کے خُون بہائے گئے تھے۔ تم اپنی قوم کے اُن بدوؤں میں بانٹ رہے ہو جو تمہارے ہوا خواہ ہیں۔ اُس ذات کی قسم جس نے دانے کو چیرا اور جاندار چیزوں کو پیدا کیا ہے اگر یہ صحیح ثابت ہوا، تو تم میری نظروں میں ذلیل ہو جاؤ گے اور تمہارا پلّہ ہلکا ہو جائے گا۔ اپنے پروردگار کے حق کو سُبک نہ سمجھو، اور دین کو بگاڑ کر دنیا کو نہ سنوارو ورنہ عمل کے اعتبار سے خسارہ اُٹھانے والوں میں سے ہو گے۔

دیکھو! وہ مسلمان جو میرے اور تمہارے پاس ہیں، اس مال کی تقسیم میں برابر کے حصہ دار ہیں۔ اسی اصول پر وہ اس مال کو میرے پاس لینے کے لیے آتے ہیں، اور لے کر چلے جاتے ہیں۔

مکتوب (۴۴)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَىٰ زِيَادِ بْنِ أَبِيهِ وَقَدْ بَلَغَهُ أَنَّ مُعَاوِيَةَ كَتَبَ إِلَيْهِ يُرِيدُ خَدِيعَتَهُ بِاسْتِلْحَاقِهِ)

وَقَدْ عَرَفْتُ أَنَّ مُعَاوِيَةَ كَتَبَ إِلَيْكَ يَسْتَزِلُّ لُبَّكَ وَيَسْتَفِلُّ غَرْبَكَ، فَاحْذَرْهُ فَإِنَّمَا هُوَ الشَّيْطَانُ يَأْتِي الْمُؤْمِنَ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ وَعَنْ يَمِينِهِ

زیاد ابن ابیہ کے نام:

جب حضرت کو یہ معلوم ہوا کہ معاویہ نے زیاد کو خط لکھ کر اپنے خاندان میں منسلک کر لینے سے اُسے چکمہ دینا چاہا ہے، تو آپ نے زیاد کو تحریر کیا۔

مجھے معلوم ہوا ہے کہ معاویہ نے تمہاری طرف خط لکھ کر تمہاری عقل کو پھسلانا اور تمہاری دھار کو کُند کرنا چاہا ہے تم اس سے ہوشیار رہو، کیونکہ وہ شیطان ہے جو مومن کے آگے پیچھے اور داہنے بائیں

وَعَنْ شِمَالِهِ لِيَقْتَحِمَ غَفْلَتَهُ وَ
يَسْتَلِبَ غِرَّتَهُ.

وَقَدْ كَانَ مِنْ أَبِي سُفْيَانَ
فِي زَمَنِ عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ فَلْتَةٌ
مِنْ حَدِيثِ النَّفْسِ وَنَزْغَةٌ
مِنْ نَزَغَاتِ الشَّيْطَانِ لَا يَثْبُتُ
بِهَا نَسَبٌ وَلَا يُسْتَحَقُّ بِهَا إِرْثٌ
وَالْمُتَعَلِّقُ بِهَا كَالْوَاغِلِ الْمُدَفَّعِ
وَالنَّوْطِ الْمُذَبْذَبِ.

(فَلَمَّا قَرَأَ زِيَادٌ الْكِتَابَ قَالَ
شَهِدَ بِهَا وَرَبِّ الْكَعْبَةِ، وَلَمْ
يَزَلْ فِي نَفْسِهِ حَتَّى ادَّعَاهُ
مُعَاوِيَةُ) قَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ:
الْوَاغِلُ، هُوَ الَّذِي يَهْجُمُ
عَلَى الشَّرْبِ لِيَشْرَبَ مَعَهُمْ،
وَلَيْسَ مِنْهُمْ فَلَا يَزَالُ
مُدَفَّعًا مُحَاجَزًا وَالنَّوْطُ
الْمُذَبْذَبُ هُوَ مَا يُنَاطُ
بِرَحْلِ الرَّاكِبِ مِنْ
قَعْبٍ أَوْ قَدَحٍ أَوْ
مَا أَشْبَهَ ذَلِكَ فَهُوَ أَبَدًا
يَتَقَلْقَلُ إِذَا حَثَّ ظَهْرَهُ
وَاسْتَعْجَلَ سَيْرَهُ.

جانب سے آتا ہے تاکہ اُسے غافل پاکر اُس پر ٹوٹ پڑے۔ اور اُس کی عقل پر چھاپہ مارے۔ واقعہ یہ ہے کہ عمرؓ (ابن خطاب) کے زمانہ میں ابوسفیان کے منہ سے بے سوچے سمجھے ایک بات نکل گئی تھی جو شیطانی وسوسوں سے ایک وسوسہ تھی، جس سے نہ نسب ثابت ہوتا ہے اور نہ وارث ہونے کا حق پہنچتا ہے تو جو شخص اس بات کا سہارا کر بیٹھے وہ ایسا ہے جیسے بزمِ مے نوشی میں بن بلائے آنے والا کہ اُسے دھکے دے کر نکال باہر کیا جاتا ہے یا زینِ فرس میں لٹکے ہوئے اس پیالے کے مانند کہ جو اُدھر سے اِدھر تھرکتا رہتا ہے۔

(سید رضی کہتے ہیں کہ زیاد نے جب یہ خط پڑھا تو کہنے لگا کہ ربِّ کعبہ کی قسم اُنھوں نے اس بات کی گواہی دے دی۔ چنانچہ یہ چیز اُس کے دل میں رہی یہاں تک کہ معاویہ نے اُس کے اپنے بھائی ہونے کا ادّعا کر دیا) امیرالمومنین نے جو لفظ "الواغل" فرمایا ہے تو یہ اس شخص کو کہتے ہیں جو مے خواروں کی مجلس میں بن بلائے پہنچ جائے تاکہ ان کے ساتھ پی سکے حالانکہ وہ ان میں سے نہیں ہوتا۔ جس کی وجہ سے ایسا شخص ہمیشہ دھتکارا اور روکا جاتا ہے اور "النوط المذبذب" لکڑی کے پیالہ یا جام یا اُس سے ملتے جلتے ظرف کو کہا جاتا ہے کہ جو مسافر کے سامان سے بندھا رہتا ہے اور جب سوار سواری کو چلاتا اور تیز ہنکاتا ہے تو وہ برابر اِدھر سے اُدھر جنبش کھاتا رہتا ہے۔

لہ حضرت عمرؓ نے زیاد کو یمن کی ایک مہم پر روانہ کیا جب وہ اس مہم کو سر کرنے کے بعد پلٹا، تو ایک اجتماع میں دکہ

جس میں امیر المومنینؑ، حضرت عمر، عمرو ابنِ عاص اور ابوسفیان بھی موجود تھے) ایک خطبہ دیا جس سے متاثر ہو کر عمرو نے کہا:

لِلّٰهِ ابو هذا الغلام لو کان قرشیاً لساق العرب بعصاه۔ — اس جوان کا کیا کہنا، اگر یہ قریش میں سے ہوتا، تو تمام عرب کو اپنے عصا سے ہنکائے جاتا۔

جس پر ابوسفیان نے کہا کہ یہ قریش ہی کا ایک فرد ہے اور میں جانتا ہوں کہ اس کا باپ کون ہے۔ عمرو ابن عاص نے پوچھا کہ وہ کون ہے؟ کہا کہ وہ میں ہوں۔ چنانچہ تاریخ اس پر متفق ہے کہ زیاد کی ماں سمیہ جو حارث ابن کلدہ کی کنیز اور عبید نامی ایک غلام کے نکاح میں تھی۔ طائف کے محلہ حارۃ البغایا میں بدنام زندگی گزارتی تھی، اور اخلاق باختہ لوگ اس کے ہاں آیا جایا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ ابوسفیان بھی ابو مریم سلولی کے ذریعہ اس کے ہاں پہنچ گیا۔ جس کے نتیجہ میں زیاد کی ولادت ہوئی بہرحال جب عمرو نے ابوسفیان کی زبانی یہ سنا تو اس نے کہا کہ پھر اسے ظاہر کیوں نہیں کرتے؟ اس نے حضرت عمر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا، کہ مجھے ان کا ڈر ہے۔ ورنہ آج اسے اپنا بیٹا قرار دے دیتا۔ اگرچہ اسے یہ جرأت نہ ہوئی، مگر معاویہ کو جب اقتدار حاصل ہوا تو اس نے اس سے خط و کتابت کا سلسلہ شروع کر دیا۔ کیونکہ معاویہ کو تو ایسے لوگوں کی ضرورت تھی ہی کہ جو ہوشیار و زیرک اور جوڑ توڑ کرنے میں ماہر ہوں۔ بہرصورت جب امیر المومنینؑ کو اس خط و کتابت کی اطلاع ہوئی تو آپ نے زیاد کو یہ خط لکھا جس میں اسے معاویہ کے ورغلانے سے خبردار کیا ہے تاکہ وہ اس کے فریب میں نہ آئے۔ مگر وہ اس کے بہکانے میں آگیا، اور معاویہ سے جا کر مل گیا، اور اس نے اسے اپنا بھائی قرار دے کر نسبی اعتبار سے ملحق کر لیا۔ حالانکہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

إنّ الولد للفراش وللزانی الحجر — بچہ شوہر کا متصور ہوگا، اور زانی کے لیے سنگساری و محرومی ہے

مکتوب (۴۵)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَى عُثْمَانَ بْنِ حُنَيْفٍ الْأَنْصَارِيِّ وَهُوَ عَامِلُهُ عَلَى الْبَصْرَةِ وَقَدْ بَلَغَهُ أَنَّهُ دُعِيَ إِلَى وَلِيمَةِ قَوْمٍ مِنْ أَهْلِهَا فَمَضَى إِلَيْهَا)

جب حضرت کو یہ خبر پہنچی کہ والیٔ بصرہ عثمان ابن حنیف کو وہاں کے لوگوں نے کھانے کی دعوت دی ہے اور وہ اس میں شریک ہوئے ہیں تو انھیں تحریر فرمایا۔

أَمَّا بَعْدُ يَا ابْنَ حُنَيْفٍ فَقَدْ بَلَغَنِي أَنَّ رَجُلًا مِنْ فِتْيَةِ أَهْلِ الْبَصْرَةِ دَعَاكَ إِلَى مَأْدُبَةٍ فَأَسْرَعْتَ إِلَيْهَا تُسْتَطَابُ

اے ابن حنیف! مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ بصرہ کے جوانوں میں سے ایک شخص نے تمھیں کھانے پر بلایا اور تم لپک کر پہنچ گئے کہ رنگا رنگ کے عمدہ عمدہ کھانے تمہارے لیے چن چن کر لائے جا رہے تھے، اور بڑے بڑے پیالے تمہاری طرف بڑھائے جا رہے تھے۔ مجھے

لَكَ الْأَلْوَانُ، وَ تُنْقَلُ إِلَيْكَ الْجِفَانُ، وَ مَا ظَنَنْتُ أَنَّكَ تُجِيبُ إِلَى طَعَامِ قَوْمٍ عَائِلُهُمْ مَجْفُوٌّ، وَ غَنِيُّهُمْ مَدْعُوٌّ. فَانْظُرْ إِلَى مَا تَقْضَمُهُ مِنْ هٰذَا الْمَقْضَمِ، فَمَا اشْتَبَهَ عَلَيْكَ عِلْمُهُ فَالْفِظْهُ، وَ مَا أَيْقَنْتَ بِطِيبِ وُجُوهِهِ فَنَلْ مِنْهُ.

أَلَا وَ إِنَّ لِكُلِّ مَأْمُومٍ إِمَاماً يَقْتَدِي بِهِ وَ يَسْتَضِيءُ بِنُورِ عِلْمِهِ، أَلَا وَ إِنَّ إِمَامَكُمْ قَدِ اكْتَفَى مِنْ دُنْيَاهُ بِطِمْرَيْهِ، وَ مِنْ طُعْمِهِ بِقُرْصَيْهِ. أَلَا وَ إِنَّكُمْ لَا تَقْدِرُونَ عَلَى ذٰلِكَ، وَ لٰكِنْ أَعِينُونِي بِوَرَعٍ وَ اجْتِهَادٍ، وَ عِفَّةٍ وَ سَدَادٍ. فَوَاللّٰهِ مَا كَنَزْتُ مِنْ دُنْيَاكُمْ تِبْراً، وَ لَا ادَّخَرْتُ مِنْ غَنَائِمِهَا وَفْراً، وَ لَا أَعْدَدْتُ لِبَالِي ثَوْبِي طِمْراً، بَلَى كَانَتْ فِي أَيْدِينَا فَدَكٌ مِنْ كُلِّ مَا أَظَلَّتْهُ السَّمَاءُ، فَشَحَّتْ عَلَيْهَا نُفُوسُ قَوْمٍ، وَ سَخَتْ عَنْهَا نُفُوسُ آخَرِينَ. وَ نِعْمَ الْحَكَمُ اللّٰهُ. وَ مَا أَصْنَعُ بِفَدَكٍ وَ غَيْرِ فَدَكٍ، وَ النَّفْسُ

امید نہ تھی کہ تم اُن لوگوں کی دعوت قبول کر لو گے کہ جن کے یہاں سے فقیر و نادار دھتکارے گئے ہوں اور دولت مند مدعو ہوں۔ جو لقمے چباتے ہو، انہیں دیکھ لیا کرو، اور جس کے متعلق شبہ بھی ہو اُسے چھوڑ دیا کرو اور جس کے پاک و پاکیزہ طریق سے حاصل ہونے کا یقین ہو اس میں سے کھاؤ۔

تمھیں معلوم ہونا چاہیئے کہ ہر مقتدی کا ایک پیشوا ہوتا ہے جس کی وہ پیروی کرتا ہے، اور جس کے نورِ علم سے کسبِ ضیا کرتا ہے۔ دیکھو تمھارے امام کی حالت تو یہ ہے کہ اُس نے دنیا کے ساز و سامان میں سے دو پھٹی پرانی چادروں اور کھانے میں سے دو روٹیوں پر قناعت کر لی ہے۔ میں مانتا ہوں کہ تمھارے بس کی یہ بات نہیں۔ لیکن اتنا تو کرو کہ پرہیزگاری، سعی و کوشش پاکدامانی اور سلامت روی میں میرا ساتھ دو۔ خدا کی قسم میں نے تمھاری دنیا سے سونا سمیٹ کر نہیں رکھا اور نہ اُس کے مال و متاع میں سے انبار جمع کر رکھے ہیں، اور نہ اِن پرانے کپڑوں کے بدلے میں (جو پہنے ہوئے ہوں) اور کوئی پرانا کپڑا میں نے مہیا کیا ہے۔ بے شک اِس آسمان کے سایہ تلے لے دے کر ایک فدک ہمارے ہاتھوں میں تھا۔ اس پر بھی کچھ لوگوں کے منہ سے رال ٹپکی، اور دوسرے فریق نے اس کے جانے کی پروا نہ کی اور بہترین فیصلہ کرنے والا اللہ ہے بھلا میں فدک یا فدک کے علاوہ کسی اور چیز کو لے کر کروں ہی گا کیا جبکہ نفس کی منزل کل قبر قرار پانے والی ہے کہ جس کی اندھیاریوں میں اُس کے نشانات مٹ جائیں گے

مَظَانُّهَا فِي غَدٍ جَدَثٌ تَنْقَطِعُ
فِي ظُلْمَتِهِ آثَارُهَا، وَتَغِيبُ
أَخْبَارُهَا، وَحُفْرَةٌ لَوْ زِيدَ فِي
فُسْحَتِهَا وَأَوْسَعَتْ يَدَا حَافِرِهَا
لَأَضْغَطَهَا الْحَجَرُ وَالْمَدَرُ،
وَسَدَّ فُرَجَهَا التُّرَابُ الْمُتَرَاكِمُ
وَإِنَّمَا هِيَ نَفْسِي أَرُوضُهَا بِالتَّقْوَى
لِتَأْتِيَ آمِنَةً يَوْمَ الْخَوْفِ الْأَكْبَرِ،
وَتَثْبُتَ عَلَى جَوَانِبِ الْمَزْلَقِ - وَلَوْ
شِئْتُ لَاهْتَدَيْتُ الطَّرِيقَ إِلَى
مُصَفَّى هَذَا الْعَسَلِ وَلُبَابِ هَذَا
الْقَمْحِ وَنَسَائِجِ هَذَا الْقَزِّ،
وَلَكِنْ هَيْهَاتَ أَنْ يَغْلِبَنِي هَوَايَ
وَيَقُودَنِي جَشَعِي إِلَى تَخَيُّرِ
الْأَطْعِمَةِ - وَلَعَلَّ بِالْحِجَازِ أَوِ
الْيَمَامَةِ مَنْ لَا طَمَعَ لَهُ فِي الْقُرْصِ
وَلَا عَهْدَ لَهُ بِالشِّبَعِ، أَوْ أَبِيتَ
مِبْطَانًا وَحَوْلِي بُطُونٌ غَرْثَى وَ
أَكْبَادٌ حَرَّى؟ أَوْ أَكُونَ كَمَا قَالَ
الْقَائِلُ وَحَسْبُكَ دَاءً أَنْ تَبِيتَ
بِبِطْنَةٍ وَحَوْلَكَ أَكْبَادٌ تَحِنُّ إِلَى
الْقِدِّ - أَأَقْنَعُ مِنْ نَفْسِي بِأَنْ يُقَالَ
أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ وَلَا أُشَارِكُهُمْ فِي
مَكَارِهِ الدَّهْرِ، أَوْ أَكُونَ أُسْوَةً لَهُمْ
فِي جُشُوبَةِ الْعَيْشِ - فَمَا خُلِقْتُ

اور اُس کی خبریں ناپید ہو جائیں گی۔ وُہ تو ایک ایسا گڑھا ہے کہ اگر اُس کا پھیلاؤ بڑھا بھی دیا جائے اور گورکن کے ہاتھ اُسے کشادہ بھی رکھیں، جب بھی پتھر اور کنکر اُس کو تنگ کر دیں گے، اور مسلسل مٹی کے ڈالے جانے سے اس کی دراڑیں بند ہو جائیں گی۔ میری توجہ تو صرف اس طرف ہے کہ میں تقویٰ الٰہی کے ذریعہ اپنے نفس کو بے قابو نہ ہونے دوں تاکہ اُس دن کہ جب خوف حد سے بڑھ جائے گا، وُہ مطمئن رہے اور پھسلنے کی جگہوں پر مضبوطی سے جما رہے۔ اگر میں چاہتا تو صاف ستھرے شہد، عمدہ گیہوں اور ریشم کے بُنے ہوئے کپڑوں کے لیے ذرائع مُہیا کر سکتا تھا۔ لیکن ایسا کہاں ہو سکتا ہے کہ خواہشیں مجھے مغلوب بنالیں، اور حرص مجھے اچھے اچھے کھانوں کے چُن لینے کی دعوت دے جبکہ حجاز و یمامہ میں شاید ایسے لوگ ہوں کہ جنھیں ایک روٹی کے ملنے کی بھی آس نہ ہو، اور انھیں پیٹ بھر کر کھانا کبھی نصیب نہ ہُوا ہو۔ کیا میں شکم سیر ہو کر پڑا رہا کروں؟ درآنحالیکہ میرے گرد و پیش بھوکے پیٹ اور پیاسے جگر تڑپتے ہوں یا میں ویسا ہو جاؤں جیسا کہنے والے نے کہا ہے، کہ تمھاری بیماری یہ کیا کم ہے کہ تم پیٹ بھر کر لمبی تان لو اور تمھارے گرد کچھ ایسے جگر ہوں جو سُوکھے چمڑے کو ترس رہے ہُوں، کیا میں اسی میں مگن رہوں کہ مجھے امیر المومنین کہا جاتا ہے۔ مگر میں زمانہ کی سختیوں میں مومنوں کا شریک و ہمدم اور زندگی کی بدمزگیوں میں اُن کے لیے نمونہ نہ بنوں۔ میں اس لیے تو پیدا نہیں ہوا ہُوں کہ اچھے اچھے کھانوں کی فکر میں لگا رہُوں۔ اُس بندھے ہوئے

لِيَشْغَلَنِي أَكْلُ الطَّيِّبَاتِ، كَالْبَهِيمَةِ الْمَرْبُوطَةِ هَمُّهَا عَلَفُهَا، أَوِ الْمُرْسَلَةِ شُغُلُهَا تَقَمُّمُهَا، تَكْتَرِشُ مِنْ أَعْلَافِهَا وَ تَلْهُو عَمَّا يُرَادُ بِهَا- أَوْ أُتْرَكَ سُدًى أَوْ أُهْمَلَ عَابِثًا، أَوْ أَجُرَّ حَبْلَ الضَّلَالَةِ، أَوْ أَعْتَسِفَ طَرِيقَ الْمَتَاهَةِ وَ كَأَنِّي بِقَائِلِكُمْ يَقُولُ إِذَا كَانَ هٰذَا قُوتَ ابْنِ أَبِي طَالِبٍ فَقَدْ قَعَدَ بِهِ الضَّعْفُ عَنْ قِتَالِ الْأَقْرَانِ وَ مُنَازَلَةِ الشُّجْعَانِ- أَلَا وَ إِنَّ الشَّجَرَةَ الْبَرِّيَّةَ أَصْلَبُ عُودًا، وَ الرَّوَائِعَ الْخَضِرَةَ أَرَقُّ جُلُودًا، وَ النَّابِتَاتِ الْبَدَوِيَّةَ أَقْوَى وُقُودًا وَ أَبْطَأُ خُمُودًا، وَ أَنَا مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ كَالصِّنْوِ مِنَ الصِّنْوِ وَ الذِّرَاعِ مِنَ الْعَضُدِ- وَ اللّٰهِ لَوْ تَظَاهَرَتِ الْعَرَبُ عَلَى قِتَالِي لَمَا وَلَّيْتُ عَنْهَا، وَ لَوْ أَمْكَنَتِ الْفُرَصُ مِنْ رِقَابِهَا لَسَارَعْتُ إِلَيْهَا، وَ سَأَجْهَدُ فِي أَنْ أُطَهِّرَ الْأَرْضَ مِنْ هٰذَا الشَّخْصِ الْمَعْكُوسِ وَ الْجِسْمِ الْمَرْكُوسِ حَتّٰى تَخْرُجَ الْمَدَرَةُ مِنْ بَيْنِ حَبِّ الْحَصِيدِ-

إِلَيْكِ عَنِّي يَا دُنْيَا فَحَبْلُكِ عَلَى غَارِبِكِ، قَدِ انْسَلَلْتُ مِنْ مَخَالِبِكِ

چوپایہ کی طرح جسے صرف اپنے چارے ہی کی فکر لگی رہتی ہے یا اُس کھلے ہوئے جانور کی طرح کہ جس کا کام مُنہ مارنا ہوتا ہے، وہ گھاس سے پیٹ بھر لیتا ہے اور جو اس سے مقصد پیش نظر ہوتا ہے اُس سے غافل رہتا ہے کیا میں بے قید و بند چھوڑ دیا گیا ہوں؟ یا بیکار کھُلے بندوں رہا کر دیا گیا ہوں کہ گمراہی کی رسیّوں کو کھینچتا رہوں اور بھٹکنے کی جگہوں میں مُنہ اُٹھائے پھرتا رہوں

میں سمجھتا ہوں تم میں سے کوئی کہے گا کہ جب ابن ابی طالبؑ کی خوراک یہ ہے، تو ضُعف و ناتوانائی نے اُسے حریفوں سے بھڑنے اور دلیروں سے ٹکرانے سے بٹھا دیا ہوگا۔ مگر یاد رکھو کہ جنگل کے درخت کی لکڑی مضبوط ہوتی ہے۔ اور تر و تازہ پیڑوں کی چھال کمزور اور پتلی ہوتی ہے اور صحرائی جھاڑ کا ایندھن زیادہ بھڑکتا ہے اور دیر میں بُجھتا ہے۔ مجھے رسُولؐ سے وُہی نسبت ہے جو ایک ہی جڑ سے پھُوٹنے والی دو شاخوں کو ایک دوسرے سے اور کلائی کو بازو سے ہوتی ہے۔ خدا کی قسم اگر تمام عرب ایکا کر کے مجھ سے بھڑنا چاہیں تو میدان چھوڑ کر پیٹھ نہ دکھاؤں گا اور موقع پاتے ہی اُن کی گردنیں دبوچ لینے کے لیے لپک کر آگے بڑھوں گا اور کوشش کروں گا کہ اس اُلٹی کھوپڑی والے بے ہنگم ڈھانچے (معاویہ) سے زمین کو پاک کر دوں تاکہ کھلیان کے دانوں سے کنکر نکل جائے۔

اے دُنیا میرا پیچھا چھوڑ دے تیری باگ ڈور تیرے کاندھے پر ہے۔ میں تیرے پنجوں سے نکل چکا ہوں تیرے پھندوں سے باہر ہو چکا ہوں، اور تیری پھسلنے کی

وَأَفْلَتُّ مِنْ حَبَائِلِكِ، وَاجْتَنَبْتُ الذَّهَابَ فِي مَدَاحِضِكِ. أَيْنَ الْقُرُونُ الَّذِينَ غَرَرْتِهِمْ بِمَدَاعِبِكِ! أَيْنَ الْأُمَمُ الَّذِينَ فَتَنْتِهِمْ بِزَخَارِفِكِ! هَاهُمْ رَهَائِنُ الْقُبُورِ، وَمَضَامِينُ اللُّحُودِ. وَاللهِ لَوْ كُنْتِ شَخْصاً مَرْئِيّاً، وَقَالَباً حِسِّيّاً، لَأَقَمْتُ عَلَيْكِ حُدُودَ اللهِ فِي عِبَادٍ غَرَرْتِهِمْ بِالْأَمَانِي، وَأُمَمٍ أَلْقَيْتِهِمْ فِي الْمَهَاوِي، وَمُلُوكٍ أَسْلَمْتِهِمْ إِلَى التَّلَفِ، وَأَوْرَدْتِهِمْ مَوَارِدَ الْبَلَاءِ، إِذْ لَا وِرْدَ وَلَا صَدَرَ. هَيْهَاتَ! مَنْ وَطِئَ دَحْضَكِ زَلِقَ، وَمَنْ رَكِبَ لُجَجَكِ غَرِقَ، وَمَنِ ازْوَرَّ عَنْ حَبَائِلِكِ وُفِّقَ، وَالسَّالِمُ مِنْكِ لَا يُبَالِي إِنْ ضَاقَ بِهِ مُنَاخُهُ، وَالدُّنْيَا عِنْدَهُ كَيَوْمٍ حَانَ انْسِلَاخُهُ. اعْزُبِي عَنِّي! فَوَاللهِ لَا أَذِلُّ لَكِ فَتَسْتَذِلِّينِي، وَلَا أَسْلَسُ لَكِ فَتَقُودِينِي. وَايْمُ اللهِ يَمِيناً أَسْتَثْنِي فِيهَا بِمَشِيئَةِ اللهِ، لَأَرُوضَنَّ نَفْسِي رِيَاضَةً تَهَشُّ مَعَهَا إِلَى الْقُرْصِ إِذَا قَدَرْتُ عَلَيْهِ مَطْعُوماً، وَتَقْنَعُ بِالْمِلْحِ مَأْدُوماً، وَلَأَدَعَنَّ مُقْلَتِي كَعَيْنِ مَاءٍ نَضَبَ مَعِينُهَا، مُسْتَفْرِغَةً دُمُوعَهَا.

جگھوں میں بڑھنے سے قدم روک رکھے ہیں۔ کہاں ہیں وہ لوگ جنھیں تو نے کھیل تفریح کی باتوں سے چکمے دیئے کدھر ہیں وہ جماعتیں جنھیں تو نے اپنی آرائشوں سے ورغلائے رکھا؟ وہ قبروں میں جکڑے ہوئے اور خاکِ لحد میں دبکے پڑے ہیں، اگر تو دکھائی دینے والا مجسّمہ اور سامنے آنے والا ڈھانچہ ہوتی، تو بخدا میں تجھ پر اللہ کی مقرّر کی ہوئی حدیں جاری کرتا کہ تو نے بندوں کو امیدیں دلا دلا کر بہکایا، قوموں کی قوموں کو (ہلاکت کے) گڑھوں میں لا پھینکا اور تاجداروں کو تباہیوں کے حوالے کر دیا اور سختیوں کے گھاٹ پر لا اتارا جن پر اس کے بعد نہ سیراب ہونے کے لیے اترا جائے گا، اور نہ سیراب ہو کر پلٹا جائے گا۔ پناہ بخدا جو تیری پھسلن پر قدم رکھے گا وہ ضرور پھسلے گا جو تیری موجوں پر سوار ہو گا، وہ ضرور ڈوبے گا، اور جو تیرے پھندوں سے بچ کر رہے گا، وہ توفیق سے ہمکنار ہو گا۔ تجھ سے دامن چھڑا لینے والا پروا نہیں کرتا۔ اگرچہ دنیا کی وسعتیں اس کے لیے تنگ ہو جائیں۔ اس کے نزدیک تو دنیا ایک دن کے برابر ہے کہ جو ختم ہوا چاہتا ہے۔ مجھ سے دور ہو، میں تیرے قابو میں آنے والا نہیں کہ تو مجھے ذلتوں میں جھونک دے اور نہ میں تیرے سامنے اپنی باگ ڈھیلی چھوڑنے والا ہوں کہ تو مجھے ہنکالے جائے، میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں ایسی قسم جس میں اللہ کی مشیت کے علاوہ کسی چیز کا استثنا نہیں کرتا کہ میں اپنے نفس کو ایسا سدھاؤں گا، کہ وہ کھانے میں ایک روٹی کے ملنے پر خوش ہو جائے اور اس کے ساتھ صرف نمک پر قناعت کرلے اور اپنی

أَتَمْتَلِئُ السَّائِمَةُ مِنْ رِعْيِهَا فَتَبْرُكَ، وَتَشْبَعُ الرَّبِيضَةُ مِنْ عُشْبِهَا فَتَرْبِضَ، وَيَأْكُلُ عَلِيٌّ مِنْ زَادِهِ فَيَهْجَعَ؟ قَرَّتْ إِذاً عَيْنُهُ إِذَا اقْتَدَى بَعْدَ السِّنِينَ الْمُتَطَاوِلَةِ بِالْبَهِيمَةِ الْهَامِلَةِ وَالسَّائِمَةِ الْمَرْعِيَّةِ۔

طُوبَى لِنَفْسٍ أَدَّتْ إِلَى رَبِّهَا فَرْضَهَا، وَعَرَكَتْ بِجَنْبِهَا بُؤْسَهَا، وَهَجَرَتْ فِي اللَّيْلِ غُمْضَهَا، حَتَّى إِذَا غَلَبَ الْكَرَى عَلَيْهَا افْتَرَشَتْ أَرْضَهَا، وَتَوَسَّدَتْ كَفَّهَا، فِي مَعْشَرٍ أَسْهَرَ عُيُونَهُمْ خَوْفُ مَعَادِهِمْ، وَتَجَافَتْ عَنْ مَضَاجِعِهِمْ جُنُوبُهُمْ۔ وَهَمْهَمَتْ بِذِكْرِ رَبِّهِمْ شِفَاهُهُمْ، وَتَقَشَّعَتْ بِطُولِ اسْتِغْفَارِهِمْ ذُنُوبُهُمْ، أُولٰئِكَ حِزْبُ اللهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ“۔

فَاتَّقِ اللهَ يَا ابْنَ حُنَيْفٍ وَلْتَكْفُفْكَ أَقْرَاصُكَ لِيَكُونَ مِنَ النَّارِ خَلَاصُكَ۔

آنکھوں کا سوتا اس طرح خالی کر دوں گا جس طرح وہ چشمۂ آب جس کا پانی تہ نشین ہو چکا ہو۔ کیا جس طرح بکریاں پیٹ بھر لینے کے بعد سینہ کے بل بیٹھ جاتی ہیں اور سیر ہو کر اپنے باڑے میں گھس جاتی ہیں اسی طرح علی بھی اپنے پاس کا کھانا کھا لے اور بس سو جائے۔ اس کی آنکھیں بے نور ہو جائیں۔ اگر وہ زندگی کے طویل سال گزارنے کے بعد کھلے ہوئے چوپاؤں اور چرنے والے جانوروں کی پیروی کرنے لگے۔

خوشا نصیب اس شخص کے کہ جس نے اللہ کے فرائض کو پورا کیا۔ سختی اور مصیبت میں صبر کیے پڑا رہا، راتوں کو اپنی آنکھوں کو بیدار رکھا اور جب نیند کا غلبہ ہوا، تو ہاتھ کو تکیہ بنا کر ان لوگوں کے ساتھ فرشِ خاک پر پڑ رہا کہ جن کی آنکھیں خوفِ حشر سے بیدار، پہلو بچھونوں سے الگ اور ہونٹ یادِ خدا میں زمزمہ سنج رہتے ہیں، اور کثرتِ استغفار سے جن کے گناہ چھٹ گئے ہیں۔ یہی اللہ کا گروہ ہے۔ اور بیشک اللہ کا گروہ ہی کامران ہونے والا ہے

اے ابنِ حنیف! اللہ سے ڈرو، اور اپنی ہی روٹیوں پر قناعت کرو، تاکہ جہنم کی آگ سے چھٹکارا پا سکو۔

۱؎ فدک، مدینہ سے دو منزل کے فاصلہ پر ایک سرسبز و شاداب مقام تھا جو یہودیوں کی ملکیت تھا اور انہی سے ۷ ہجری میں یہ علاقہ پیغمبرِ اسلام کو صلح کے طور پر حاصل ہوا۔ اس مصالحت کی وجہ یہ ہوئی کہ جب انہیں فتح خیبر کے بعد مسلمانوں کی طاقت کا صحیح صحیح اندازہ ہوا تو ان کے جنگجویانہ حوصلے پست ہو گئے اور یہ دیکھتے ہوئے کہ پیغمبرِ خدا نے کچھ یہودیوں کو پناہ طلب کرنے پر چھوڑ دیا ہے انہوں نے بھی رسولِ خدا کو پیغامِ صلح بھیج کر خواہش کی کہ ان سے فدک کا علاقہ لے لیا جائے، اور ان کی سرزمین کو جنگ کی آماجگاہ

نہ بنایا جائے۔ چنانچہ پیغمبرِ اکرمؐ نے ان کی درخواست کو منظور کرتے ہوئے انھیں امان دے دی۔ اور یہ علاقہ آپ کی خصوصی ملکیت قرار پا گیا، جس میں کسی اور کا دخل نہ تھا، اور نہ ہو سکتا تھا کیونکہ دوسرے مسلمانوں کا انہی اموال میں حصہ ہوتا ہے کہ جنھیں جہاد کے نتیجہ میں بطورِ غنیمت انھوں نے حاصل کیا ہو۔ اور جو مال بغیر فوج کشی کے حاصل ہوا ہو، وہ مال فے کہلاتا ہے جو صرف پیغمبرؐ کا حق ہوتا ہے جس میں کسی اور کا حصہ نہیں ہوتا۔ چنانچہ خداوندِ عالم کا ارشاد ہے :۔

وما افاء اللہ علی رسولہ منھم فما أوجفتم علیہ من خیل ولا رکاب ولکن اللہ یسلط رسلہ علی من یشاء واللہ علی کل شیء قدیر

"جو مال اللہ نے اپنے رسولؐ کو ان لوگوں سے بغیر جنگ کے دلوایا کہ جس کے لیے نہ تم نے گھوڑے دوڑائے نہ اونٹ (اس میں تمھارا کوئی حق نہیں) بلکہ اللہ اپنے پیغمبروں کو جس پر چاہتا ہے تسلط عطا کرتا ہے۔"

اور اس بارے میں کسی ایک نے بھی اختلاف نہیں کیا کہ فدک فوج کشی کے بغیر حاصل ہوا۔ اس لیے یہ آنحضرتؐ کی ذاتی جائداد تھی جس میں کسی دوسرے کا استحقاق نہیں تھا۔ چنانچہ مورخ طبری تحریر کرتے ہیں :۔

وکانت فدک خالصۃً لرسول صلی اللہ علیہ وسلم لانھم لم یجلبوا علیھا بخیل ولا رکاب (طبری ج۳ ص۲۰۲)

"فدک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مخصوص تھا کیونکہ اس پر مسلمانوں نے نہ گھوڑے دوڑائے نہ اونٹ۔"

اور امام بلاذری تحریر فرماتے ہیں کہ :

وکانت فدک لرسول اللہ خالصۃ لانہ لم یوجف المسلمون علیھا بخیل ولا رکاب (فتوح البلدان ص۳)

"فدک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصی ملکیت تھا کیونکہ اس پر مسلمانوں نے نہ گھوڑے دوڑائے نہ اونٹ۔"

اور یہ بھی مسلم حیثیت سے ثابت ہے کہ آنحضرتؐ نے اپنی زندگی ہی میں یہ علاقہ جنابِ سیدہ کو بطورِ ہبہ عطا کر دیا تھا۔ چنانچہ ملا علی متقی تحریر کرتے ہیں کہ :

عن أبی سعید الخدری قال لما نزل وآت ذا القربیٰ حقہ قال النبی یا فاطمۃ لک فدک
(کنز العمال ج ۲ ص ۱۰۸)

"ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ جب آیۂ وآت ذا القربیٰ حقہ نازل ہوا، تو پیغمبرؐ نے فرمایا کہ اے فاطمہ فدک تمھارا حصہ ہے۔"

جب حضرتِ ابوبکر برسرِ اقتدار آئے تو انھوں نے حکومت کی بعض مصلحتوں کے پیشِ نظر جنابِ سیدہ کو بے دخل کر دیا، اور فدک ان کے قبضہ سے نکال لیا۔ چنانچہ ابنِ حجر تحریر کرتے ہیں :

ان ابابکر انتزع من فاطمۃ فدک (صواعق محرقہ ص۳۲)

"ابوبکر نے جنابِ سیدہ کے ہاتھ سے فدک چھین لیا۔"

جنابِ سیدہ نے اس کے خلاف آواز بلند کی اور حضرت ابوبکر سے احتجاج کرتے ہوئے فرمایا کہ تم نے فدک پر قبضہ کر لیا ہے، حالانکہ رسول اللہؐ اپنی زندگی میں مجھے ہبہ فرما چکے تھے۔ جس پر ابوبکر نے جنابِ سیدہ سے ہبہ کے گواہ طلب کیے۔ چنانچہ امیرالمومنین

اور اُمِ ایمن نے اِن کے حق میں گواہی دی۔ مگر حضرت ابُوبکر کے نزدیک یہ شہادت قابلِ تسلیم نہیں سمجھی گئی اور جناب سیّدہ کے دعوےٰ کو غلط بیانی پر محمول کرتے ہوئے خارج کر دیا گیا۔ چنانچہ امام بلاذری تحریر فرماتے ہیں۔

قالت فاطمة لابی بکر ان رسول الله صلی الله علیه وسلم جعل لی فدك فاعطنی ایاها و شهد لها علی ابن ابی طالب فسألها شاهدا آخر فشهدت لها ام ایمن فقال قد علمت یا بنت رسول الله انه لا تجوز الا شهادة رجلین او رجل وامرأتین۔ (فتوح البلدان ص ۳۸)

حضرت فاطمہؑ نے ابُوبکر سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فدک مجھے دیا تھا، لہٰذا وہ میرے حوالے کرو۔ اور امیر المومنینؑ نے اِن کے حق میں گواہی دی۔ حضرت ابُوبکر نے دُوسرے گواہ کا مُطالبہ کیا۔ چنانچہ دوسری گواہی ام ایمن نے دی جس پر ابُوبکر نے کہا۔ اے دُخترِ رسولؐ تم جانتی ہو کہ گواہی کے لیے دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں ہونا چاہییں۔

اِن شواہد کے بعد اس میں قطعاً گنجائش انکار نہیں رہتی کہ فدک پیغمبرؐ کی مخصوص ملکیت تھا اور انھوں نے اپنی زندگی میں جناب سیّدہ کو قبضہ دلا کر ہبہ کی تکمیل کر دی تھی۔ لیکن حضرت ابُوبکر نے اس کا قبضہ چھین کر آپ کو بے دخل کر دیا اور اسی سلسلہ میں حضرت علی اور ام ایمن کی گواہی اس وجہ سے مسترد کر دی کہ ایک مرد اور ایک عورت کی گواہی سے نصابِ شہادت مکمل نہیں ہوتا

اِس مقام پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب فدک پر جناب سیّدہ کا قبضہ مسلّم ہے جیسا کہ حضرتؑ نے بھی اس مکتوب میں بلی کانت فی ایدینا فدك سے اس کی صراحت کی ہے، تو حضرت فاطمہ صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہا سے ان کے دعوےٰ پر ثبوت طلب کرنے کے کیا معنی ہوتے ہیں جبکہ بارِ ثبوت اس کے ذمہ نہیں ہوتا جس کا قبضہ ہو؟ بلکہ جو اس کے خلاف دعوےٰ کرے ثبوت کا بہم پہنچانا بھی اس کے ذمہ ہوتا ہے۔ کیونکہ قبضہ خود ایک دلیل کی حیثیت رکھتا ہے۔ لہٰذا حضرت ابوبکر پر یہ امر عائد ہوتا تھا کہ وُہ اپنے تصرف کے جواز پر کوئی ثبوت پیش کرتے اور درصورتیکہ وہ اپنے دعوےٰ پر کوئی دلیل نہ لا سکے، جناب سیّدہ کا قبضہ ان کی صحیح ملکیت کا ثبوت ہوگا اور اِس صُورت میں اُن سے کسی اور ثبوت اور مُشاہدہ کا مُطالبہ کرنا بنیادی طور پر غلط ہوگا۔

حیرت اِس پر ہوتی ہے کہ جب حضرت ابوبکر کے سامنے اسی نوعیت کے اور قضایا پیش ہوتے ہیں تو وُہ محض دعوے کی بنا پر مدعی کے حق میں فیصلہ کر دیتے ہیں نہ اس سے ثبوت طلب کیا جاتا ہے اور نہ گواہوں کا مطالبہ ہوتا ہے۔ چنانچہ امام بخاری تحریر کرتے ہیں۔

عن جابر ابن عبد الله یقول قال لی رسول الله لو قد جاء مال البحرین لقد اعطیتك هکذا و هکذا ثلاثا فلم یقدم مال البحرین حتی قبض رسول الله فلمّا جاء مال البحرین قدم علی ابی بکر امر ابو بکر منادیا فنادی من

جابر ابن عبد اللہ سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا کہ مجھ سے رسُول اللہؐ نے فرمایا تھا کہ اگر بحرین کا مال آیا تو میں تمھیں اتنا اور اتنا دوں گا۔ مگر وفاتِ پیغمبرؐ تک وہ مال نہ آیا، اور جب ابوبکر کے زمانہ میں آیا، تو وُہ اُن کے پاس گئے، اور ابوبکر نے اعلان کرایا کہ جس کا رسُولؐ اللہ پر قرض ہو یا انھوں

كان له عند النبي دين أو عدة فليأتني قال جابر فجئت ابابكر فاخبرته أن النبي قال لوجاء مال البحرين اعطيتك هكذا وهكذا ثلاثا قال فاعطاني (صحیح بخاری جلد ۲ جزو ۷ صفحہ ۱۹۰)

نے کسی سے وعدہ کیا ہو تو وہ ہمارے پاس آئے۔ چنانچہ میں اُن کے پاس گیا اور اُن سے واقعہ بیان کیا کہ پیغمبرؐ نے بحرین کا مال آنے پر مجھے اتنا اور اتنا دینے کا وعدہ کیا تھا جس پر اُنھوں نے عطا کر دیا۔

اسی حدیث کی شرح میں ابن حجر عسقلانی نے تحریر کیا ہے :

هذا الخبر فيه دلالة على قبول الخبر العدل من الصحابة ولو جر ذالك نفعا لنفسه لان ابابكر لم يلتمس من جابر شاهدا على صحة دعوٰه -

یہ خبر اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ صحابہ میں سے ایک عادل کی بھی خبر قبول کی جا سکتی ہے۔ اگرچہ وہ خود اسی کے فائدے کے لیے کیوں نہ ہوں، کیونکہ ابوبکر نے جابر سے ان کے دعوے کی صحت پر کوئی گواہ طلب نہیں کیا۔

اگر حسنِ ظن پر بنا کرتے ہوئے بغیر کسی شاہد اور بینہ کے جابر کو مال دے دینا جائز تھا تو اُسی حسنِ ظن کی بنا پر جنابِ سیدہ کے دعویٰ کی تصدیق کرنے میں کیا چیز مانع تھی جبکہ جابر کے متعلق یہ خوش اعتمادی ہو سکتی ہے کہ وہ غلط بیانی سے کام نہیں لے سکتے۔ تو جنابِ سیدہ کے متعلق یہ خوش اعتمادی کیوں نہیں ہو سکتی کہ وہ ایک قطعہ زمین کی خاطر رسول اللہؐ پر افترا نہیں باندھ سکتیں۔ اولاً آپ کی مسلّمہ صداقت و دیانت ہی اس کے لیے کافی تھی کہ آپ کو ان کے دعویٰ میں سچا سمجھا جاتا چہ جائیکہ حضرت علیؑ اور ام ایمن کی گواہی بھی اُن کے حق میں موجود ہو اور یہ کہنا کہ اِن دو گواہیوں سے جنابِ سیدہ کے حق میں فیصلہ نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ قرآن نے شہادت کا اصول یہ مقرر کیا ہے کہ :

واستشهدوا شهيدين من رجالكم فان لم يكونا رجلين فرجل وامراتان -

اپنے مردوں میں سے دو کی گواہی لیا کرو، اور اگر دو مرد نہ ہوں، تو ایک مرد اور دو عورتیں ہوں۔"

اگر یہ اصول ہمہ گیر اور عام تھا تو ہر موقع پر اس کا لحاظ ہونا چاہیئے تھا۔ حالانکہ بعض موارد پر اس کی پابندی نظر نہیں آتی چنانچہ جب ایک اعرابی نے ناقہ کے معاملہ میں آنحضرتؐ سے جھگڑا کیا، تو خزیمہ ابن ثابت نے پیغمبرؐ کے حق میں گواہی دی اور اس ایک گواہی کو دو گواہیوں کے برابر قرار دیا گیا۔ کیونکہ جن کے حق میں یہ گواہی تھی، اُن کی دیانت و صداقت میں کوئی شبہ نہ تھا۔ اِس لیے نہ آیہ شہادت کے عموم میں کچھ رخنہ پڑا، اور نہ اُسے آئینِ شہادت کے خلاف سمجھا گیا۔ تو اگر یہاں پیغمبرؐ کی صداقت کے پیشِ نظر اُن کے حق میں ایک گواہی کافی سمجھی گئی، تو کیا جنابِ سیدہ کی اخلاقی عظمت اور راست گفتاری کی بناء پر حضرت علیؑ و ام ایمن کی گواہی کو اُن کے حق میں کافی نہیں سمجھا جا سکتا تھا۔ اِس کے علاوہ اس آیت میں حصر نہیں کیا گیا کہ ان دو صورتوں کے علاوہ اور کوئی صورتِ اثباتِ مدعا کے لیے نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ قاضی نور اللہ شوستری علیہ الرحمۃ نے احقاق الحق باب المطاعن میں تحریر کیا ہے :

"معترض کا یہ کہنا کہ ام ایمن کی گواہی سے نصاب شہادت نامکمل رہتا ہے یہ اس بنا پر غلط ہے کہ بعض احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایک گواہ اور حلف، سے بھی حکم لگانا جائز ہے۔ اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ قرآن کا حکم منسوخ قرار پائے کیونکہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی سے حکم لگایا جا سکتا ہے اور ان کی گواہی سند و حجت ہے مگر اس سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ اگر شہادت کے علاوہ کوئی اور دلیل ہو تو وہ قابل قبول نہیں ہے اور نہ اُس کی بنا پر حکم لگایا جا سکتا ہے مگر یہ کہ یہ کہا جائے کہ اس کا مفہوم (لازمی معنی) یہی نکلتا ہے۔ لیکن (ہر مورد میں) مفہوم حجت نہیں ہوتا، لہٰذا اس مفہوم کو برطرف کیا جا سکتا ہے جبکہ حدیث میں اس مفہوم کے خلاف صراحت موجود ہے اور مفہوم کو برطرف کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ آیت منسوخ ہو جائے۔ دوسرے یہ کہ آیت میں دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی میں اختیار دیا گیا ہے اور اگر از روئے حدیث ان دو شقوں میں ایک شق کا اور اضافہ ہو جائے اور وہ یہ کہ ایک گواہی اور قسم سے بھی فیصلہ ہو سکتا ہے) تو اس سے یہ کہاں، لازم آتا ہے کہ قرآنی آیت کا حکم منسوخ ہو جائے۔"

بہرحال اس جواب سے یہ امر واضح ہے کہ مدعی اپنے دعویٰ کے اثبات کے لیے اس کا محتاج نہیں کہ دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی پیش کرے۔ بلکہ اگر ایک شاہد کے ساتھ حلف اٹھائے تو اُسے اُس کے دعویٰ میں سچا سمجھتے ہوئے اس کے حق میں فیصلہ ہو سکتا ہے۔ چنانچہ ملا علی متقی تحریر کرتے ہیں۔

ان رسول الله وابا بكر وعمر وعثمان كانوا يقضون بشهادة الواحد ويمين المدعى (كنز العمال جلد ۴ صفحہ ۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ابوبکر، عمر اور عثمان ایک گواہی اور مدعی کی قسم پر فیصلہ کر دیا کرتے تھے۔

جب ایک گواہ اور قسم پر فیصلے ہوتے رہے تھے تو اگر حضرت ابوبکر کی نظر میں نصاب شہادت نامکمل تھا، تو وہ جناب سیدہ سے قسم لے لیتے اور اُن کے حق میں فیصلہ کر دیتے۔ مگر یہاں تو مقصد ہی یہ تھا کہ جناب سیدہ کی صداقت کو مجروح کیا جائے تاکہ آئندہ کسی منزل پر اُن کی تصدیق کا سوال ہی پیدا نہ ہو۔

بہر صورت جب اس طرح جناب فاطمہ کا دعویٰ مسترد کر دیا گیا اور فدک کو ہبہ رسولؐ نہ سمجھا گیا، تو آپ نے میراث کی رُو سے اس کا مطالبہ کیا کہ اگر تم یہ نہیں مانتے کہ پیغمبرؐ نے مجھے ہبہ کیا تھا، تو اس سے تو انکار نہیں کر سکتے کہ فدک پیغمبرؐ کی مخصوص ملکیت تھا اور میں اُن کی تنہا وارث ہوں۔ چنانچہ عبدالکریم شہرستانی تحریر کرتے ہیں۔

ودعوى فاطمة عليها السلام وراثة تارة وتملكا اخرى حتى دفعت عن ذلك بالرواية المشهورة عن النبي نحن معاشر الانبياء لا نورث ما تركناه صدقة۔ (كتاب الملل والنحل) صفحہ ۹

جناب فاطمہ علیہا السلام نے ایک دفعہ وراثت کی رُو سے دعویٰ کیا اور ایک دفعہ ملکیت کی رُو سے۔ مگر آپ کو اس سے محروم کر دیا گیا۔ اس مشہور روایت کی وجہ سے جو پیغمبرؐ سے مروی ہے کہ "آپ نے فرمایا کہ ہم گروہ انبیاء کسی کو اپنا وارث نہیں بناتے۔ بلکہ جو چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔"

اِس قول کا جسے حدیثِ رسولؐ کہہ کر پیش کیا گیا، حضرت ابوبکر کے علاوہ کسی کو علم نہ تھا اور نہ صحابہ میں سے کسی اور نے اُسے سُنا تھا۔ چنانچہ جلال الدین سیوطی نے تحریر کیا ہے کہ:

اختلفوا فی میراثه فما وجدوا عند احد من ذٰلك علما فقال ابو بکر سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول انا معاشر الانبیاء لا نورث ما ترکناه صدقة۔ (تاریخ الخلفاء صد ۵۲)

آنحضرتؐ کی وفات کے بعد آپؐ کی میراث کے بارے میں اختلاف پیدا ہُوا۔ اور کسی کے پاس اس کے متعلق کوئی اطلاع نہ تھی۔ البتہ ابوبکر نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو فرماتے سُنا ہے کہ ہم گروہِ انبیاء کسی کو اپنا وارث نہیں بناتے، بلکہ جو چھوڑ جاتے ہیں وُہ صدقہ ہوتا ہے۔

عقل یہ تسلیم کرنے سے انکاری ہے کہ پیغمبر اُن افراد کو جو آپ کے وارث سمجھے جا سکتے تھے یہ تک نہ بتائیں کہ وُہ وارث نہیں ہوں گے اور ایک اجنبی کو کہ جسے آنحضرتؐ کی وراثت سے دُور کا بھی لگاؤ نہ تھا یہ بتا جائیں کہ ان کا کوئی وارث نہیں ہے۔ پھر یہ روایت اُس وقت منظرِ عام پر لائی جاتی ہے کہ جب فدک کا مقدمہ آپ کی عدالت میں دائر ہو چکا تھا اور وُہ خود اس میں ایک فریق مخالف کی حیثیت رکھتے تھے، تو ایسی صورت میں ان کا اپنی تائید میں ایسی روایت پیش کرنا جو صرف انہی سے سُنی گئی ہو، کیونکر قابلِ تسلیم ہو سکتی ہے۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ حضرت ابوبکر کی جلالت قدر کے پیشِ نظر اس روایت پر اعتماد کرنا چاہیئے تو اگر ان کی عظمت و منزلت کی بنا پر اس روایت پر وثوق کیا جا سکتا ہے تو کیا جنابِ سیدہ کی دیانت و راستبازی کے پیشِ نظر ان کے دعوٰی ہبہ پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا تھا؟ جب کہ امیر المومنینؑ اور ام ایمن کی شہادت بھی ان کے حق میں ہو۔ اور اگر اس سلسلہ میں مزید شہادت کی ضرورت محسوس کی گئی ہو، تو اس روایت کے لیے بھی شہادت طلب کی جا سکتی ہے۔ جبکہ یہ روایت قرآن کے عمومی حکم وراثت کے بھی مخالف ہے اور ایسی روایت جو روایۃً کمزور اور درایۃً مقدوح و مجروح ہو، قرآن کے عمومی حکم وراثت کی مخصص کیونکر قرار پا سکتی ہے جبکہ قرآن میں انبیاء کی وراثت کا صراحۃً تذکرہ موجود ہے۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے

ورث سلیمان داؤد

سُلیمان داؤدؑ کے وارث ہوئے

دُوسرے موقع پر جنابِ زکریا علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبانی ارشاد ہے:۔

انی خفت الموالی من ورائی وکانت امراتی عاقرا فهب لی من لدنك ولیا یرثنی و یرث من اٰل یعقوب و اجعله رب رضیا۔

میں اپنے بعد اپنے بنی اعمام سے ڈرتا ہوں۔ اس لیے کہ میری بیوی بے اولاد ہے۔ (اے اللہ!) تو مجھ کو اپنی طرف سے ایک ولی عطا فرما جو میرا اور اولادِ یعقوبؑ کا وارث ہو، اور اے اللہ تو اسے پسندیدہ قرار دے۔

ان آیات میں ورثہ سے مال ہی کا ورثہ مُراد ہے۔ اور اسے معنی مجازی پر محمول کرتے ہوئے علم و نبوت کا ورثہ مراد لینا نہ صرف بعید بلکہ واقعیت کے بھی خلاف ہے۔ کیونکہ علم و نبوت ورثہ میں ملنے والی چیزیں نہیں ہیں اور نہ ان میں بطور ورثہ منتقل ہونے

کی صلاحیت پائی جاتی ہے۔ اگر یہ ورثہ میں منتقل ہوا کریں۔ تو پھر تمام انبیاء کی اولاد کو نبی ہونا چاہیئے تھا۔ اس تفریق کے کوئی معنی نہیں کہ بعض انبیاء کی اولاد کو ورثہ نبوت ملے اور بعض کو اس سے محروم کر دیا جائے۔ حیرت ہے کہ نبوت کے بطور ورثہ منتقل ہونے کا نظریہ اُن لوگوں کی طرف سے پیش ہوتا ہے کہ جو ہمیشہ سے شیعوں پر یہ اعتراض کرتے چلے آئے ہیں کہ انھوں نے امامت و خلافت کو ایک موروثی چیز قرار دے کر اُسے ایک ہی خاندان میں منحصر کر دیا ہے۔ تو کیا یہاں ورثہ نبوت مُراد لینے سے نبوت ایک موروثی چیز بن کر نہ رہ جائے گی۔

اگر حضرت ابوبکر کی نظر میں اس حدیث کی رُو سے پیغمبر کا کوئی وارث نہیں ہو سکتا تھا تو اُس وقت یہ حدیث کہاں تھی کہ جب حضرت فاطمہؑ کا حقِ وراثت تسلیم کرتے ہوئے دستاویز تحریر کر دی تھی۔ چنانچہ صاحب سیرۃ حلبیہ سبط ابن جوزی سے نقل کرتے ہیں:

ان فاطمة جاءت الى ابى بكر وهو على المنبر فقالت يا ابا بكر فى كتاب الله ان ترثك ابنتك ولا ارث ابى فاستعبر ابوبكر باكيا ثم نزل وكتب لها بفدك ودخل عليه عمر فقال ما هذا فقال كتاب كتبت لفاطمة ميراثها من ابيها قال فماذا تنفق على المسلمين وقد حاربتك العرب كما ترى ثم اخذ عمر الكتاب فشقه (سیرت حلبیہ

حضرت ابوبکر منبر پر تھے کہ جناب فاطمہ تشریف لائیں اور فرمایا کہ قرآن میں یہ تو ہو کہ تمھاری بیٹی تمھاری وارث بنے اور میں اپنے باپ کا ورثہ نہ پاؤں اس پر حضرت ابوبکر رونے لگے۔ اور منبر سے نیچے اُتر آئے اور حضرت فاطمہ کو دستاویز لکھ دی۔ اتنے میں حضرت عمر آئے اور پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ حضرت ابوبکر نے کہا کہ میں نے حضرت فاطمہؑ کے لیے میراث کا نوشتہ لکھ دیا ہے کہ جو انھیں ان کے باپؐ کی طرف سے پہنچتی ہے۔ حضرت عمر نے کہا کہ پھر مسلمانوں پر کیا صرف کرو گے جبکہ عرب تم سے جنگ کے لیے آمادہ ہیں، اور یہ کہہ کر حضرت عمر نے وہ تحریر چاک کر ڈالی۔

اس طرزِ عمل کو دیکھنے کے بعد ہر صاحبِ بصیرت بآسانی اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ یہ روایت خود ساختہ اور غلط ہے اور صرف فدک پر تصرف حاصل کرنے کے لیے گڑھ لی گئی تھی۔ چنانچہ جناب سیدہ نے اسے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور اس طرح اپنے غم و غصہ کا اظہار کیا کہ حضرت ابوبکر و عمر کے بارے میں وصیت فرما دی، کہ یہ دونوں ان کی نمازِ جنازہ میں شریک نہ ہوں۔ جناب سیدہ کی اس ناراضگی کو جذبات پر محمول کرتے ہوئے اس کی اہمیت کو کم کرنا کسی صحیح جذبہ کی بنا پر نہیں ہے۔ کیونکہ اگر یہ ناراضگی جذبات کے ماتحت ہوتی، تو امیر المومنینؑ حضرت زہراؑ کی اس بے محل ناراضگی کو روکتے۔ مگر کوئی تاریخ یہ نہیں بتاتی کہ جناب امیرؑ نے اس ناراضگی کو بے محل سمجھا ہو، اور پھر آپ کی ناراضگی ذاتی رنجش اور جذبات کے نتیجہ میں ہو کیسے سکتی تھی۔ جبکہ ان کی خوشنودی و ناخوشنودی عین منشائے الہٰی کے مطابق ہوتی تھی۔ چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد اس کا شاہد ہے۔

يا فاطمة ان الله يغضب لغضبك و يرضى لرضاك۔

اے فاطمہ (صلوٰۃ اللہ وسلامہٗ علیہا) اللہ تمھارے غضب سے غضبناک اور تمھاری خوشنودی سے خوشنود ہوتا ہے۔

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) مکتوب (۴۶)

(إِلَى بَعْضِ عُمَّالِهِ)

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّكَ مِمَّنْ أَسْتَظْهِرُ بِهِ عَلَى إِقَامَةِ الدِّينِ، وَأَقْمَعُ بِهِ نَخْوَةَ الْأَثِيمِ، وَأَسُدُّ بِهِ لَهَاةَ الثَّغْرِ الْمَخُوفِ فَاسْتَعِنْ بِاللهِ عَلَى مَا أَهَمَّكَ، وَاخْلِطِ الشِّدَّةَ بِضِغْثٍ مِنَ اللِّينِ. وَارْفُقْ مَا كَانَ الرِّفْقُ أَرْفَقَ. وَاعْتَزِمْ بِالشِّدَّةِ حِينَ لَا يُغْنِي عَنْكَ إِلَّا الشِّدَّةُ. وَاخْفِضْ لِلرَّعِيَّةِ جَنَاحَكَ، وَابْسُطْ لَهُمْ وَجْهَكَ وَأَلِنْ لَهُمْ جَانِبَكَ. وَآسِ بَيْنَهُمْ فِي اللَّحْظَةِ وَالنَّظْرَةِ، وَالْإِشَارَةِ وَالتَّحِيَّةِ حَتَّى لَا يَطْمَعَ الْعُظَمَاءُ فِي حَيْفِكَ، وَلَا يَيْأَسَ الضُّعَفَاءُ مِنْ عَدْلِكَ. وَالسَّلَامُ

ایک عامل کے نام :

تم ان لوگوں میں سے ہو جن سے دین کے قیام میں مدد لیتا ہوں، اور گنہگاروں کی نخوت توڑتا ہوں، اور خطرناک سرحدوں کی حفاظت کرتا ہوں۔ پیش آنے والی مہمات میں اللہ سے مدد مانگو۔ (رعیت کے بارے میں) سختی کے ساتھ کچھ نرمی کی آمیزش کئے رہو۔ جہاں تک نرمی مناسب ہو نرمی برتو، اور جب سختی کے بغیر کوئی چارہ نہ ہو، تو سختی کرو۔ رعیت سے خوش خلقی اور کشادہ روئی سے پیش آؤ۔ ان سے اپنا رویہ نرم رکھو۔ اور کنکھیوں اور نظر بھر کر دیکھنے اور اشارہ اور سلام کرنے میں برابری کرو تاکہ بڑے لوگ تم سے بے راہروی کی توقع نہ رکھیں، اور کمزور تمہارے انصاف سے مایوس نہ ہوں۔ والسلام

(وَمِنْ وَصِيَّةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) وصیت (۴۷)

لِلْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ لَمَّا ضَرَبَهُ ابْنُ مُلْجَمٍ لَعَنَهُ اللهُ:-

أُوصِيكُمَا بِتَقْوَى اللهِ وَأَنْ لَا تَبْغِيَا الدُّنْيَا وَإِنْ بَغَتْكُمَا وَلَا تَأْسَفَا عَلَى شَيْءٍ مِنْهَا زُوِيَ عَنْكُمَا وَقُولَا بِالْحَقِّ. وَاعْمَلَا لِلْأَجْرِ. وَكُونَا لِلظَّالِمِ خَصْمًا وَلِلْمَظْلُومِ عَوْنًا

أُوصِيكُمَا وَجَمِيعَ وَلَدِي وَأَهْلِي وَمَنْ بَلَغَهُ كِتَابِي بِتَقْوَى

جب آپ کو ابن ملجم لعنہ اللہ ضربت لگا چکا تو آپ نے حسن اور حسین علیہما السلام سے فرمایا :

میں تم دونوں کو وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرتے رہنا، دنیا کے خواہشمند نہ ہونا، اگرچہ وہ تمہارے پیچھے لگے اور دنیا کی کسی ایسی چیز پر نہ کڑھنا جو تم سے روک لی جائے، جو کہنا حق کے لیے کہنا، اور جو کرنا ثواب کے لیے کرنا۔ ظالم کے دشمن اور مظلوم کے مددگار بنے رہنا۔

میں تم کو، اپنی تمام اولاد کو، اپنے کنبہ کو اور جن جن تک میرا یہ نوشتہ پہنچے سب کو وصیت کرتا ہوں کہ

اللّٰهِ وَنَظْمِ أَمْرِكُمْ، وَصَلَاحِ ذَاتِ
بَيْنِكُمْ، فَإِنِّي سَمِعْتُ جَدَّكُمَا صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَآلِهِ يَقُولُ: "صَلَاحُ ذَاتِ الْبَيْنِ
أَفْضَلُ مِنْ عَامَّةِ الصَّلٰوةِ وَالصِّيَامِ"
وَاللّٰهَ اللّٰهَ فِي الْأَيْتَامِ فَلَا تُغِبُّوا أَفْوَاهَهُمْ
وَلَا يَضِيعُوا بِحَضْرَتِكُمْ- وَاللّٰهَ اللّٰهَ
فِي جِيْرَانِكُمْ فَإِنَّهُمْ وَصِيَّةُ نَبِيِّكُمْ
مَا زَالَ يُوصِي بِهِمْ حَتّٰى ظَنَنَّا أَنَّهُ
سَيُوَرِّثُهُمْ- وَاللّٰهَ اللّٰهَ فِي الْقُرْآنِ
لَا يَسْبِقُكُمْ بِالْعَمَلِ بِهِ غَيْرُكُمْ وَاللّٰهَ
اللّٰهَ فِي الصَّلٰوةِ فَإِنَّهَا عَمُودُ دِينِكُمْ
وَاللّٰهَ اللّٰهَ فِي بَيْتِ رَبِّكُمْ لَا تُخْلُوهُ مَا
بَقِيتُمْ فَإِنَّهُ إِنْ تُرِكَ لَمْ تُنَاظَرُوا
وَاللّٰهَ اللّٰهَ فِي الْجِهَادِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ
وَأَلْسِنَتِكُمْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ- وَعَلَيْكُمْ بِالتَّوَاصُلِ
وَالتَّبَاذُلِ- وَإِيَّاكُمْ وَالتَّدَابُرَ
وَالتَّقَاطُعَ- لَا تَتْرُكُوا الْأَمْرَ بِالْمَعْرُوفِ
وَالنَّهْيَ عَنِ الْمُنْكَرِ فَيُوَلّٰى عَلَيْكُمْ
شِرَارُكُمْ ثُمَّ تَدْعُونَ فَلَا
يُسْتَجَابُ لَكُمْ- يَا بَنِي
عَبْدِ الْمُطَّلِبِ لَا أُلْفِيَنَّكُمْ
تَخُوضُونَ دِمَاءَ الْمُسْلِمِينَ،
خَوْضًا تَقُولُونَ قُتِلَ أَمِيرُ
الْمُؤْمِنِينَ أَلَا لَا تَقْتُلُنَّ بِي
إِلَّا قَاتِلِي-

اللہ سے ڈرتے رہنا۔ اپنے معاملات درست اور آپس کے تعلقات سلجھائے رکھنا، کیونکہ میں نے تمہارے نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ آپس کی کشیدگیوں کو مٹانا عام نماز روزے سے افضل ہے۔ (دیکھو) یتیموں کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا ان کے کام و دہن کے لیے فاقہ کی نوبت نہ آئے اور تمہاری موجودگی میں وہ تباہ و برباد نہ ہو جائیں۔ اپنے ہمسایوں کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا کیونکہ ان کے بارے میں تمہارے پیغمبر نے برابر ہدایت کی ہے اور آپ اس حد تک ان کے لیے سفارش فرماتے رہے کہ ہم لوگوں کو یہ گمان ہونے لگا کہ آپ انہیں بھی ورثہ دلائیں گے۔ قرآن کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا ایسا نہ ہو کہ دوسرے اس پر عمل کرنے میں تم پر سبقت لے جائیں۔ نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرنا کیونکہ وہ تمہارے دین کا ستون ہے۔ اپنے پروردگار کے گھر کے بارے میں اللہ سے ڈرنا اسے جیتے جی خالی نہ چھوڑنا کیونکہ اگر یہ خالی چھوڑ دیا گیا، تو پھر (عذاب سے) مہلت نہ پاؤ گے۔ جان، مال اور زبان سے راہِ خدا میں جہاد کرنے کے بارے میں اللہ کو نہ بھولنا اور تم کو لازم ہے کہ آپس میں میل ملاپ رکھنا اور ایک دوسرے کی اعانت کرنا۔ اور خبردار ایک دوسرے کی طرف سے پیٹھ پھیرنے اور تعلقات توڑنے سے پرہیز کرنا نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے سے کبھی ہاتھ نہ اٹھانا ورنہ بدکردار تم پر مسلط ہو جائیں گے۔ پھر دعا مانگو گے تو قبول نہ ہوگی۔

اُنْظُرُوْا إِذَا أَنَا مُتُّ مِنْ ضَرْبَتِهِ هٰذِهٖ فَاضْرِبُوْهُ ضَرْبَةً بِضَرْبَةٍ، وَلَا يُمَثَّلُ بِالرَّجُلِ فَإِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ يَقُوْلُ: إِيَّاكُمْ وَالْمُثْلَةَ وَلَوْ بِالْكَلْبِ الْعَقُوْرِ

(پھر ارشاد فرمایا) اے عبد المطلب کے بیٹو! ایسا نہ ہونے پائے کہ تم امیر المومنین قتل ہو گئے، امیر المومنین قتل ہو گئے۔" کے نعرے لگاتے ہوئے مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلنا شروع کر دو۔

دیکھو! میرے بدلے میں صرف میرا قاتل ہی قتل کیا جائے اور دیکھو! جب میں اس ضرب سے مر جاؤں تو اس ایک ضرب کے بدلے میں ایک ہی ضرب لگانا اور اس شخص کے ہاتھ پیر نہ کاٹنا، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ خبردار! کسی کے بھی ہاتھ پیر نہ کاٹو، اگرچہ وہ کاٹنے والا کتا ہی ہو۔

مکتوب (۴۸)

وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَىٰ مُعَاوِيَةَ

وَإِنَّ الْبَغْيَ وَالزُّوْرَ يُذِيْعَانِ بِالْمَرْءِ فِيْ دِيْنِهٖ وَدُنْيَاهُ وَيُبْدِيَانِ خَلَلَهُ عِنْدَ مَنْ يَعِيْبُهُ. وَقَدْ عَلِمْتَ أَنَّكَ غَيْرُ مُدْرِكٍ مَا قُضِيَ فَوَاتُهُ. وَقَدْ رَامَ أَقْوَامٌ أَمْرًا بِغَيْرِ الْحَقِّ فَتَأَوَّلُوْا عَلَى اللّٰهِ فَأَكْذَبَهُمْ فَاحْذَرْ يَوْمًا يَغْتَبِطُ فِيْهِ مَنْ أَمْكَنَ الشَّيْطَانَ مِنْ قِيَادِهٖ فَلَمْ يُجَاذِبْهُ. وَقَدْ دَعَوْتَنَا

معاویہ ابن ابی سفیان کے نام:

یاد رکھو! سرکشی اور دروغ گوئی انسان کو دین و دنیا میں رسوا کر دیتی ہے اور نکتہ چینی کرنے والے کے سامنے اس کی خامیاں کھول دیتی ہے تم جانتے ہو کہ جس چیز کا ہاتھ سے جانا ہی طے ہے، اُسے تم پا نہیں سکتے۔ بہت سے لوگوں نے بغیر کسی حق کے کسی مقصد کو چاہا اور منشاء الٰہی کے خلاف تاویلیں کرنے لگے، تو اللہ نے انھیں جھٹلا دیا۔ لہٰذا تم بھی اُس دن سے ڈرو جس میں وہی شخص خوش ہوگا جس نے اپنے اعمال کے نتیجہ کو بہتر بنا لیا ہو، اور وہ شخص نادم و شرمسار ہوگا جس نے اپنی باگ ڈور شیطان کو تھما دی اور اُس کے ہاتھ سے اُسے نہ چھینا چاہا اور تم نے ہمیں قرآن کے فیصلہ

إِلَىٰ حُكْمِ الْقُرْآنِ وَلَسْتَ مِنْ أَهْلِهِ وَلَسْنَا إِيَّاكَ أَجَبْنَا، لٰكِنَّا أَجَبْنَا الْقُرْآنَ فِي حُكْمِهِ وَالسَّلَامُ)

کی طرف دعوت دی۔ حالانکہ تم قرآن کے اہل نہیں تھے تو ہم نے تمہاری آواز پر لبیک نہیں کہی، بلکہ قرآن کے حکم پر لبیک کہی۔ والسّلام!

مکتوب (۴۹)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَىٰ مُعَاوِيَةَ أَيْضًا:

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ الدُّنْيَا مَشْغَلَةٌ عَنْ غَيْرِهَا، وَلَمْ يُصِبْ صَاحِبُهَا مِنْهَا شَيْئًا إِلَّا فَتَحَتْ لَهُ حِرْصًا عَلَيْهَا وَلَهَجًا بِهَا، وَلَنْ يَسْتَغْنِيَ صَاحِبُهَا بِمَا نَالَ فِيهَا عَمَّا لَمْ يَبْلُغْهُ مِنْهَا وَمِنْ وَرَاءِ ذٰلِكَ فِرَاقُ مَا جَمَعَ وَنَقْضُ مَا أَبْرَمَ وَلَوِ اعْتَبَرْتَ بِمَا مَضَىٰ حَفِظْتَ مَا بَقِيَ۔ وَالسَّلَامُ۔

معاویہ کے نام:

دُنیا آخرت سے رُوگرداں کر دینے والی ہے۔ اور جب دُنیادار اِس سے کچھ تھوڑا بہت پالیتا ہے تو وُہ اُس کے لیے اپنی حرص و شیفتگی کے دروازے کھول دیتی ہے اور یہ نہیں ہوتا کہ اب جتنی دولت مل گئی اس پر اکتفا کرے، اور جو ہاتھ نہیں آیا اُس سے بے نیاز رہے۔ حالانکہ نتیجہ میں جو کچھ جمع کیا ہے اُس سے جُدائی اور جو کچھ بندوبست کیا ہے اس کی شکست لازمی ہے اور اگر تم گزشتہ حالات سے عبرت حاصل کرو، تو باقی عمر کی حفاظت کر سکو گے۔ والسّلام!

مکتوب (۵۰)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَىٰ أُمَرَائِهِ عَلَى الْجُيُوشِ)

مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلِيٍّ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ إِلَىٰ أَصْحَابِ الْمَسَالِحِ۔

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ حَقًّا عَلَى الْوَالِي أَنْ لَا يُغَيِّرَهُ عَلَىٰ رَعِيَّتِهِ فَضْلٌ نَالَهُ وَلَا طَوْلٌ خُصَّ بِهِ، وَأَنْ يَزِيدَهُ مَا قَسَمَ اللّٰهُ لَهُ مِنْ نِعَمِهِ دُنُوًّا مِنْ

سردارانِ لشکر کے نام:

خدا کے بندے علی امیر المومنین کا خط چھاؤنیوں کے سالاروں کی طرف:

حاکم پر فرض ہے کہ جس برتری کو اُس نے پایا ہے اور جس فارغ البالی کی منزل پر پہنچا ہے، وہ اس کے رویہ میں جو رعایا کے ساتھ ہے تبدیلی پیدا نہ کرے۔ بلکہ اللہ نے جو نعمت اُس کے نصیب میں کی ہے وہ اُسے بندگانِ خدا سے نزدیکی اور اپنے بھائیوں سے ہمدردی

عِبَادِهِ وَعَطْفًا عَلَى إِخْوَانِهِ
أَلَا وَإِنَّ لَكُمْ عِنْدِي أَنْ
لَا أَحْتَجِزَ دُونَكُمْ سِرًّا إِلَّا فِي
حَرْبٍ، وَلَا أَطْوِيَ دُونَكُمْ
أَمْرًا إِلَّا فِي حُكْمٍ - وَلَا أُؤَخِّرَ لَكُمْ
حَقًّا عَنْ مَحَلِّهِ، وَلَا أَقِفَ بِهِ دُونَ
مَقْطَعِهِ، وَأَنْ تَكُونُوا عِنْدِي فِي
الْحَقِّ سَوَاءً، فَإِذَا فَعَلْتُ ذٰلِكَ وَجَبَتْ
لِلّٰهِ عَلَيْكُمُ النِّعْمَةُ وَلِي عَلَيْكُمُ الطَّاعَةُ
وَأَنْ لَا تَنْكُصُوا عَنْ دَعْوَةٍ، وَلَا
تُفَرِّطُوا فِي صَلَاحٍ وَأَنْ تَخُوضُوا
الْغَمَرَاتِ إِلَى الْحَقِّ - فَإِنْ أَنْتُمْ لَمْ
تَسْتَقِيمُوا لِي عَلَى ذٰلِكَ لَمْ يَكُنْ أَحَدٌ
أَهْوَنَ عَلَيَّ مِمَّنِ اعْوَجَّ مِنْكُمْ، ثُمَّ
أُعْظِمُ لَهُ الْعُقُوبَةَ، وَلَا يَجِدُ
فِيهَا عِنْدِي رُخْصَةً - فَخُذُوا هٰذَا
مِنْ أُمَرَائِكُمْ وَأَعْطُوهُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ
مَا يُصْلِحُ اللّٰهُ بِهِ أَمْرَكُمْ -

میں اضافہ ہی کا باعث ہو ہاں! مجھ پر تمہارا یہ بھی حق ہے کہ جنگ کی حالت کے علاوہ کوئی راز تم سے پردہ میں نہ رکھوں اور حکم شرعی کے سوا دوسرے امور میں تمہاری رائے مشورہ سے پہلو تہی نہ کروں اور تمہارے کسی حق کو پورا کرنے میں کوتاہی نہ کروں اور اُسے انجام تک پہنچائے بغیر دم نہ لوں - اور یہ کہ حق میں تم میرے نزدیک سب برابر سمجھے جاؤ۔ جب میرا برتاؤ یہ ہو تو تم پر اللہ کے احسان کا شکر لازم ہے اور میری اطاعت بھی اور یہ کہ کسی پکار پر قدم پیچھے نہ ہٹاؤ۔ اور نیک کاموں میں کوتاہی نہ کرو، اور حق تک پہنچنے کے لیے سختیوں کا مقابلہ کرو۔ اور اگر تم اس رویہ پر برقرار نہ رہو تو پھر تم میں سے بے راہ ہو جانے والوں سے زیادہ کوئی میری نظر میں ذلیل نہ ہوگا، پھر اُسے سزا بھی سخت دوں گا، اور وہ اس بارے میں مجھ سے کوئی رعایت نہ پائے گا۔ تم اپنے (ماتحت) سرداروں سے یہی عہد و پیمان لو، اور اپنی طرف سے بھی ایسے حقوق کی پیش کش کرو کہ جس سے اللہ تمہارے معاملات کو سلجھا دے۔ والسّلام۔

مکتوب (۵۱)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
إِلَى عُمَّالِهِ عَلَى الْخَرَاجِ)
مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلِيٍّ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ
إِلَى أَصْحَابِ الْخَرَاجِ -
أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ مَنْ لَمْ يَحْذَرْ مَا
هُوَ صَائِرٌ إِلَيْهِ لَمْ يُقَدِّمْ لِنَفْسِهِ

خراج کے تحصیلداروں کے نام:

خدا کے بندے علی امیر المومنینؑ کا خط خراج وصول کرنے والوں کی طرف۔

جو شخص اپنے انجام کار سے خائف نہیں ہوتا وہ اپنے نفس کے بچاؤ کے لیے کوئی سروسامان فراہم نہیں

مَا يُجْزِئُهَا - وَاعْلَمُوا أَنَّ مَا كُلِّفْتُمْ
يَسِيرٌ وَأَنَّ ثَوَابَهُ كَثِيرٌ - وَلَوْ لَمْ
يَكُنْ فِيمَا نَهَى اللهُ عَنْهُ مِنَ الْبَغْيِ
وَالْعُدْوَانِ عِقَابٌ يُخَافُ لَكَانَ فِي
ثَوَابِ اجْتِنَابِهِ مَا لَا عُذْرَ فِي تَرْكِ
طَلَبِهِ فَأَنْصِفُوا النَّاسَ مِنْ أَنْفُسِكُمْ
وَاصْبِرُوا لِحَوَائِجِهِمْ فَإِنَّكُمْ خُزَّانُ
الرَّعِيَّةِ وَوُكَلَاءُ الْأُمَّةِ وَسُفَرَاءُ
الْأَئِمَّةِ - وَلَا تَحْسِمُوا أَحَدًا عَنْ
حَاجَتِهِ، وَلَا تَحْبِسُوهُ عَنْ طَلِبَتِهِ
وَلَا تَبِيعُنَّ لِلنَّاسِ فِي الْخَرَاجِ كِسْوَةَ
شِتَاءٍ وَلَا صَيْفٍ، وَلَا دَابَّةً يَعْتَمِلُونَ
عَلَيْهَا وَلَا عَبْدًا، وَلَا تَضْرِبُنَّ أَحَدًا
سَوْطًا لِمَكَانِ دِرْهَمٍ، وَلَا تَمَسُّنَّ مَالَ
أَحَدٍ مِنَ النَّاسِ مُصَلٍّ وَلَا مُعَاهَدٍ
إِلَّا أَنْ تَجِدُوا فَرَسًا أَوْ سِلَاحًا
يُعْدَى بِهِ عَلَى أَهْلِ الْإِسْلَامِ فَإِنَّهُ
لَا يَنْبَغِي لِلْمُسْلِمِ أَنْ يَدَعَ ذَلِكَ فِي
أَيْدِي أَعْدَاءِ الْإِسْلَامِ فَيَكُونَ
شَوْكَةً عَلَيْهِ - وَلَا تَدَّخِرُوا أَنْفُسَكُمْ
نَصِيحَةً، وَلَا الْجُنْدَ حُسْنَ سِيرَةٍ
وَلَا الرَّعِيَّةَ مَعُونَةً، وَلَا دِينَ اللهِ
قُوَّةً - وَأَبْلُوا فِي سَبِيلِ اللهِ مَا اسْتَوْجَبَ
عَلَيْكُمْ، فَإِنَّ اللهَ سُبْحَانَهُ قَدِ اصْطَنَعَ عِنْدَنَا
وَعِنْدَكُمْ أَنْ نَشْكُرَهُ بِجُهْدِنَا وَأَنْ نَنْصُرَهُ

کر سکتا۔ تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ جو فرائض تم پر عائد کیے گئے ہیں، وہ کم ہیں اور ان کا ثواب زیادہ ہے۔ خدا نے ظلم و سرکشی سے جو روکا ہے اُس پر سزا کا خوف نہ بھی ہوتا جب بھی اُس سے بچنے کا ثواب ایسا ہے کہ اس کی طلب سے بے نیاز ہونے میں کوئی عذر نہیں کیا جا سکتا۔ لوگوں سے عدل و انصاف کا رویہ اختیار کرو، اور اُن کی خواہشوں پر صبر و تحمل سے کام لو۔ اس لیے کہ تم رعیت کے خزینہ دار، اُمت کے نمائندے اور اقتدارِ اعلیٰ کے فرستادہ ہو۔ کسی سے اس کی ضروریات کو قطع نہ کرو، اور اُس کے مقصد میں روڑے نہ اٹکاؤ اور لوگوں سے خراج وصول کرنے کے لیے اُن کے جاڑے یا گرمی کے کپڑوں اور مویشیوں کو جن سے وہ کام لیتے ہوں، اور اُن کے غلاموں کو فروخت نہ کرو، اور کسی کو پیسہ کی خاطر کوڑے نہ لگاؤ، اور کسی مسلمان یا ذمی کے مال کو ہاتھ نہ لگاؤ۔ مگر یہ کہ اُس کے پاس گھوڑا یا ہتھیار ہو کہ جو اہلِ اسلام کے خلاف استعمال ہونے والا ہو اس لیے کہ یہ ایسی چیز ہے کہ کسی مسلمان کے لیے یہ مناسب نہیں کہ وہ اس کو دشمنانِ اسلام کے ہاتھوں میں رہنے دے کہ جو مسلمانوں پر غلبہ کا سبب بن جائے اور اپنوں کی خیر خواہی، فوج سے نیک برتاؤ، رعیت کی امداد اور دینِ خدا کو مضبوط کرنے میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھو۔ اللہ کی راہ میں جو تمھارا فرض ہے اُسے سرانجام دو۔ کیونکہ اللہ سبحانہ، نے اپنے احسانات کے بدلے میں ہم سے اور تم سے یہ چاہا ہے کہ ہم مقدور بھر اُس کا شکر اور طاقت بھر اُس کی نصرت کریں اور ہماری قوت و

بِمَا بَلَغَتْ قُوَّتُنَا، وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ ۔

طاقت بھی تو خدا ہی کی طرف سے ہے

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) مکتوب (۵۲)

إِلَى أُمَرَاءِ الْبِلَادِ فِي مَعْنَى الصَّلٰوةِ
أَمَّا بَعْدُ فَصَلُّوا بِالنَّاسِ الظُّهْرَ
حَتّٰى تَفِيْءَ الشَّمْسُ مِثْلَ مَرْبِضِ الْعَنْزِ
وَصَلُّوا بِهِمُ الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ بَيْضَاءُ
حَيَّةٌ فِي عُضْوٍ مِنَ النَّهَارِ حِيْنَ يُسَارُ
فِيْهَا فَرْسَخَانِ ۔ وَصَلُّوا بِهِمُ الْمَغْرِبَ
حِيْنَ يُفْطِرُ الصَّائِمُ وَيَدْفَعُ الْحَاجُّ
وَصَلُّوا بِهِمُ الْعِشَاءَ حِيْنَ يَتَوَارَى
الشَّفَقُ إِلَى ثُلُثِ اللَّيْلِ ۔ وَصَلُّوا بِهِمُ
الْغَدَاةَ وَالرَّجُلُ يَعْرِفُ وَجْهَ صَاحِبِهِ وَ
صَلُّوا بِهِمْ صَلَاةَ أَضْعَفِهِمْ وَلَا تَكُوْنُوْا فَتَّانِيْنَ ۔

نماز کے بارے میں مختلف شہروں کے حکمرانوں کے نام :
ظہر کی نماز پڑھاؤ اُس وقت تک کہ سورج اتنا جھک جائے کہ بکریوں کے باڑے کی دیوار کا سایہ اس کے برابر ہو جائے اور عصر کی نماز اُس وقت تک پڑھا دینا چاہیئے کہ سورج ابھی روشن اور زندہ ہو اور دن ابھی اتنا باقی ہو کہ چھ میل کی مسافت طے کی جا سکے اور مغرب کی نماز اُس وقت پڑھاؤ کہ جب روزہ دار روزہ افطار کرتا ہے اور حاجی عرفات سے واپس جاتے ہیں اور عشاء کی نماز مغرب کی سُرخی غائب ہونے سے رات کے ایک تہائی حصہ تک پڑھا دو، اور صبح کی نماز اس وقت پڑھاؤ جب آدمی اپنے ہمراہی کا چہرہ پہچان لے اور نماز اتنی مختصر پڑھاؤ جو ان میں کے سب سے کمزور آدمی پر بھی بار نہ ہو اور لوگوں کیلئے صبر آزما نہ بن جاؤ۔

(وَمِنْ عَهْدٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) عہد نامہ (۵۳)

كَتَبَهُ لِلْأَشْتَرِ النَّخَعِيِّ لَمَّا وَلَّاهُ عَلٰى مِصْرَ
وَأَعْمَالِهَا حِيْنَ اضْطَرَبَ أَمْرُ مُحَمَّدِ
بْنِ أَبِيْ بَكْرٍ وَهُوَ أَطْوَلُ عَهْدٍ وَ
أَجْمَعُ كُتُبِهِ
لِلْمَحَاسِنِ :۔

اس دستاویز کو (مالک) اشتر نخعی رحمۃ اللہ کے لیے تحریر فرمایا۔ جبکہ محمد ابن ابی بکر کے حالات بگڑ جانے پر انھیں مصر اور اُس کے اطراف کی حکومت سپرد کی۔ یہ سب سے طویل عہد نامہ اور امیر المومنینؑ کے توقیعات میں سب سے زیادہ محاسن پر مشتمل ہے۔

(بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ)
هٰذَا مَا أَمَرَ بِهِ عَبْدُ اللهِ عَلِيٌّ
أَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَالِكَ بْنَ الْحَارِثِ
الْأَشْتَرَ فِيْ عَهْدِهِ إِلَيْهِ حِيْنَ وَلَّاهُ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ ہے وہ فرمان جس پر کاربند رہنے کا حکم دیا ہے خدا کے بندے علی امیر المومنینؑ نے مالک ابن حارث اشتر کو جب مصر کا انھیں والی بنایا تاکہ وہ خراج جمع کریں

مِصْرَ: جِبَايَةَ خَرَاجِهَا، وَجِهَادَ عَدُوِّهَا، وَاسْتِصْلاَحَ أَهْلِهَا، وَعِمَارَةَ بِلاَدِهَا— أَمَرَهُ بِتَقْوَى اللهِ، وَإِيْثَارِ طَاعَتِهِ، وَاتِّبَاعِ مَا أَمَرَ بِهِ فِي كِتَابِهِ: مِنْ فَرَائِضِهِ وَسُنَنِهِ، الَّتِي لاَ يَسْعَدُ أَحَدٌ إِلاَّ بِاتِّبَاعِهَا، وَلاَ يَشْقَى إِلاَّ مَعَ جُحُودِهَا وَإِضَاعَتِهَا، وَأَنْ يَنْصُرَ اللهَ سُبْحَانَهُ بِقَلْبِهِ وَيَدِهِ وَلِسَانِهِ، فَإِنَّهُ جَلَّ اسْمُهُ قَدْ تَكَفَّلَ بِنَصْرِ مَنْ نَصَرَهُ، وَإِعْزَازِ مَنْ أَعَزَّهُ.

وَأَمَرَهُ أَنْ يَكْسِرَ نَفْسَهُ مِنَ الشَّهَوَاتِ، وَيَزَعَهَا عِنْدَ الْجَمَحَاتِ، فَإِنَّ النَّفْسَ أَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ، إِلاَّ مَا رَحِمَ اللهُ۔

ثُمَّ اعْلَمْ يَا مَالِكُ أَنِّي قَدْ وَجَّهْتُكَ إِلَى بِلاَدٍ قَدْ جَرَتْ عَلَيْهَا دُوَلٌ قَبْلَكَ مِنْ عَدْلٍ وَجَوْرٍ۔ وَأَنَّ النَّاسَ يَنْظُرُونَ مِنْ أُمُورِكَ فِي مِثْلِ مَا كُنْتَ تَنْظُرُ فِيهِ مِنْ أُمُورِ الْوُلاَةِ قَبْلَكَ، وَيَقُولُونَ فِيكَ مَا كُنْتَ تَقُولُ فِيهِمْ۔ وَإِنَّمَا يُسْتَدَلُّ عَلَى الصَّالِحِينَ بِمَا يُجْرِي اللهُ لَهُمْ عَلَى أَلْسُنِ عِبَادِهِ۔ فَلْيَكُنْ أَحَبَّ الذَّخَائِرِ إِلَيْكَ ذَخِيرَةُ الْعَمَلِ الصَّالِحِ۔ فَامْلِكْ هَوَاكَ، وَشُحَّ

دشمنوں سے لڑیں، رعایا کی فلاح و بہبود اور شہروں کی آبادی کا انتظام کریں۔

انھیں حکم ہے کہ اللہ کا خوف کریں، اُس کی اطاعت کو مقدم سمجھیں اور جن فرائض و سنن کا اُس نے اپنی کتاب میں حکم دیا ہے، اُن کا اتباع کریں کہ انھی کی پیروی سے سعادت اور انھی کے ٹھکرانے اور برباد کرنے سے بدبختی دامنگیر ہوتی ہے۔ اور یہ کہ اپنے دل اپنے ہاتھ اور اپنی زبان سے اللہ کی نصرت میں لگے رہیں۔ کیونکہ خدائے بزرگ و برتر نے ذمہ لیا ہے کہ جو اُس کی نصرت کرے گا، وہ اُس کی مدد کرے گا، اور جو اُس کی حمایت کے لیے کھڑا ہوگا، وہ اُسے عزت و سرفرازی بخشے گا۔

اس کے علاوہ انھیں حکم ہے کہ وہ نفسانی خواہشوں کے وقت اپنے نفس کو کچلیں اور اس کی منہ زوریوں کے وقت اُسے روکیں۔ کیونکہ نفس برائیوں ہی کی طرف لے جانے والا ہے۔ مگر یہ کہ خدا کا لطف و کرم شامل حال ہو۔

اے مالک! اس بات کو جانے رہو کہ تمھیں اُن علاقوں کی طرف بھیج رہا ہوں کہ جہاں تم سے پہلے عادل اور ظالم کئی حکومتیں گزر چکی ہیں اور لوگ تمھارے طرزِ عمل کو اُسی نظر سے دیکھیں گے جس نظر سے تم اپنے اگلے حکمرانوں کے طور طریقے کو دیکھتے رہے ہو اور تمھارے بارے میں بھی وہی کہیں گے جو تم اُن حکمرانوں کے بارے میں کہتے ہو۔ یہ یاد رکھو، کہ خدا کے نیک بندوں کا پتہ چلتا ہے۔ اُسی نیک نامی سے جو انھیں بندگانِ الٰہی میں خدا نے دے رکھی ہے۔ لہٰذا ہر ذخیرے سے زیادہ پسند

بِنَفْسِكَ عَمَّا لَا يَحِلُّ لَكَ ، فَإِنَّ
الشُّحَّ بِالنَّفْسِ الْإِنْصَافُ مِنْهَا
فِيمَا أَحَبَّتْ أَوْ كَرِهَتْ ۔ وَأَشْعِرْ
قَلْبَكَ الرَّحْمَةَ لِلرَّعِيَّةِ وَالْمَحَبَّةَ
لَهُمْ وَاللُّطْفَ بِهِمْ ۔ وَلَا تَكُونَنَّ
عَلَيْهِمْ سَبُعًا ضَارِيًا تَغْتَنِمُ أَكْلَهُمْ
فَإِنَّهُمْ صِنْفَانِ إِمَّا أَخٌ لَكَ فِي
الدِّينِ وَإِمَّا نَظِيرٌ لَكَ فِي الْخَلْقِ
يَفْرُطُ مِنْهُمُ الزَّلَلُ ، وَتَعْرِضُ
لَهُمُ الْعِلَلُ ، وَيُؤْتَى عَلَى أَيْدِيهِمْ
فِي الْعَمْدِ وَالْخَطَاءِ فَأَعْطِهِمْ
مِنْ عَفْوِكَ وَصَفْحِكَ مِثْلَ
الَّذِي تُحِبُّ أَنْ يُعْطِيَكَ
اللّٰهُ مِنْ عَفْوِهِ وَصَفْحِهِ ،
فَإِنَّكَ فَوْقَهُمْ ، وَوَالِي الْأَمْرِ
عَلَيْكَ فَوْقَكَ ، وَاللّٰهُ فَوْقَ
مَنْ وَلَّاكَ ، وَقَدِ اسْتَكْفَاكَ
أَمْرَهُمْ وَابْتَلَاكَ بِهِمْ وَلَا تَنْصِبَنَّ
نَفْسَكَ لِحَرْبِ اللّٰهِ فَإِنَّهُ لَا يَدَيْ
لَكَ بِنِقْمَتِهِ ، وَلَا غِنَى بِكَ عَنْ
عَفْوِهِ وَرَحْمَتِهِ ۔ وَلَا تَنْدَمَنَّ عَلَى
عَفْوٍ ۔ وَلَا تَبْجَحَنَّ بِعُقُوبَةٍ ، وَلَا
تُسْرِعَنَّ إِلَى بَادِرَةٍ وَجَدْتَ مِنْهَا
مَنْدُوحَةً ، وَلَا تَقُولَنَّ إِنِّي مُؤَمَّرٌ
آمُرُ فَأُطَاعُ فَإِنَّ ذٰلِكَ إِدْغَالٌ فِي

تمھیں نیک اعمال کا ذخیرہ ہونا چاہیئے۔ تم اپنی خواہشوں
پر قابو رکھو، اور جو مشاغل تمھارے لیے حلال نہیں ہیں
اُن میں صرف کرنے سے اپنے نفس کے ساتھ بخل کرو۔
کیونکہ نفس کے ساتھ بخل کرنا ہی اس کے حق کو ادا کرنا
ہے۔ چاہے وہ خود اُسے پسند کرے یا ناپسند۔ رعایا
کے لیے اپنے دل کے اندر رحم و رافت اور لطف و محبت
کو جگہ دو۔ ان کے لیے پھاڑ کھانے والا درندہ بن جاؤ
کہ انھیں نگل جانا غنیمت سمجھتے ہو۔ اس لیے کہ رعایا
میں دو قسم کے لوگ ہیں۔ ایک تو تمھارے دینی بھائی
اور دُوسرے تمھارے جیسی مخلوقِ خدا۔ اُن کی لغزشیں
بھی ہوں گی۔ خطاؤں سے بھی انھیں سابقہ پڑے گا۔
اور اُن کے ہاتھوں سے جان بوجھ کر یا بھولے چوکے سے
غلطیاں بھی ہوں گی۔ تم اُن سے اسی طرح عفو و درگزر
سے کام لینا، جس طرح اللہ سے اپنے لیے عفو و درگزر
کو پسند کرتے ہو۔ اس لیے کہ تم ان پر حاکم ہو، اور تمھارے
اُوپر تمھارا امام حاکم ہے۔ اور جس (امام) نے تمھیں والی
بنایا ہے اُس کے اوپر اللہ ہے اور اس نے تم سے اُن
لوگوں کے معاملات کی انجام دہی چاہی ہے اور اُن کے
ذریعہ تمھاری آزمائش کی ہے۔ اور دیکھو، خبردار! اللہ
سے مقابلہ کے لیے نہ اُترنا۔ اِس لیے کہ اُس کے غضب
کے سامنے تم بے بس ہو، اور اُس کے عفو و رحمت سے
بے نیاز نہیں ہو سکتے۔ تمھیں کسی کو معاف کر دینے پر
پچھتانا، اور سزا دینے پر اِترانا نہ چاہیئے۔ غصّہ میں جلد
بازی سے کام نہ لو۔ جبکہ اُس کے ٹال دینے کی گنجائش
ہو۔ کبھی یہ نہ کہنا کہ میں حاکم بنایا گیا ہوں، لہٰذا میرے

الْقَلْبِ، وَمَنْهَكَةٌ لِلدِّيْنِ، وَتَقَرُّبٌ مِنَ الْغِيَرِ، وَإِذَا أَحْدَثَ لَكَ مَا أَنْتَ فِيْهِ مِنْ سُلْطَانِكَ أُبَّهَةً أَوْ مَخِيْلَةً فَانْظُرْ إِلٰى عِظَمِ مُلْكِ اللّٰهِ فَوْقَكَ وَقُدْرَتِهِ مِنْكَ عَلٰى مَا لَا تَقْدِرُ عَلَيْهِ مِنْ نَفْسِكَ، فَإِنَّ ذٰلِكَ يُطَامِنُ إِلَيْكَ مِنْ طِمَاحِكَ، وَيَكُفُّ عَنْكَ مِنْ غَرْبِكَ، وَيَفِيْءُ إِلَيْكَ بِمَا عَزَبَ عَنْكَ مِنْ عَقْلِكَ۔

وَإِيَّاكَ وَمُسَامَاةَ اللّٰهِ فِيْ عَظَمَتِهِ، وَالتَّشَبُّهَ بِهِ فِيْ جَبَرُوْتِهِ، فَإِنَّ اللّٰهَ يُذِلُّ كُلَّ جَبَّارٍ، وَيُهِيْنُ كُلَّ مُخْتَالٍ. أَنْصِفِ اللّٰهَ وَأَنْصِفِ النَّاسَ مِنْ نَفْسِكَ، وَمِنْ خَاصَّةِ أَهْلِكَ، وَمَنْ لَكَ فِيْهِ هَوًى مِنْ رَعِيَّتِكَ، فَإِنَّكَ إِلَّا تَفْعَلْ تَظْلِمْ، وَمَنْ ظَلَمَ عِبَادَ اللّٰهِ كَانَ اللّٰهُ خَصْمَهُ دُوْنَ عِبَادِهِ، وَمَنْ خَاصَمَهُ اللّٰهُ أَدْحَضَ حُجَّتَهُ وَكَانَ لِلّٰهِ حَرْبًا حَتّٰى يَنْزِعَ وَيَتُوْبَ۔ وَلَيْسَ شَيْءٌ أَدْعٰى إِلٰى تَغْيِيْرِ نِعْمَةِ اللّٰهِ وَتَعْجِيْلِ نِقْمَتِهِ مِنْ إِقَامَةٍ عَلٰى ظُلْمٍ، فَإِنَّ اللّٰهَ يَسْمَعُ دَعْوَةَ الْمُضْطَهَدِيْنَ، وَهُوَ لِلظَّالِمِيْنَ بِالْمِرْصَادِ۔

حکم کے آگے سرِ تسلیم خم ہونا چاہیے، کیونکہ یہ دل میں فساد پیدا کرنے، دین کو کمزور بنانے اور بربادیوں کو قریب لانے کا سبب ہے اور کبھی حکومت کی وجہ سے تم میں تمکنت یا غرور پیدا ہو تو اپنے سے بالاتر اللہ کے ملک کی عظمت کو دیکھو اور خیال کرو کہ وہ تم پر وہ قدرت رکھتا ہے کہ جو خود تم اپنے آپ پر نہیں رکھتے۔ یہ چیز تمہاری رعونت و سرکشی کو دبا دے گی، اور تمہاری طغیانی کو روک دے گی، اور تمہاری کھوئی ہوئی عقل کو پلٹا دے گی۔

خبردار! کبھی اللہ کے ساتھ اس کی عظمت میں نہ ٹکراؤ۔ اور اس کی شان و جبروت سے ملنے کی کوشش نہ کرو، کیونکہ اللہ ہر جبار و سرکش کو نیچا دکھاتا ہے اور ہر مغرور کے سر کو جھکا دیتا ہے۔

اپنی ذات کے بارے میں اور اپنے خاص عزیزوں اور رعایا میں سے اپنے دل پسند افراد کے معاملے میں حقوق اللہ اور حقوق الناس کے متعلق بھی انصاف کرنا۔ کیونکہ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو ظالم ٹھہرو گے۔ اور جو خدا کے بندوں پر ظلم کرتا ہے تو بندوں کے بجائے اللہ اس کا حریف و دشمن بن جاتا ہے اور جس کا وہ حریف و دشمن ہو، اس کی ہر دلیل کو کچل دے گا، اور وہ اللہ سے برسرِ پیکار رہے گا۔ یہاں تک کہ باز آئے اور توبہ کرلے۔ اور اللہ کی نعمتوں کو سلب کرنے والی، اور اس کی عقوبتوں کو جلد بلا دینے والی کوئی چیز اس سے بڑھ کر نہیں ہے کہ ظلم پر باقی رہا جائے۔ کیونکہ اللہ مظلوموں کی پکار سنتا ہے اور ظالموں کے لیے موقع کا منتظر رہتا ہے۔

وَلْيَكُنْ أَحَبُّ الْأُمُورِ إِلَيْكَ أَوْسَطَهَا فِي الْحَقِّ، وَأَعَمَّهَا فِي الْعَدْلِ، وَأَجْمَعَهَا لِرِضَى الرَّعِيَّةِ، فَإِنَّ سُخْطَ الْعَامَّةِ يُجْحِفُ بِرِضَى الْخَاصَّةِ، وَإِنَّ سُخْطَ الْخَاصَّةِ يُغْتَفَرُ مَعَ رِضَى الْعَامَّةِ. وَلَيْسَ أَحَدٌ مِنَ الرَّعِيَّةِ أَثْقَلَ عَلَى الْوَالِي مَؤُونَةً فِي الرَّخَاءِ، وَأَقَلَّ مَعُونَةً لَهُ فِي الْبَلَاءِ، وَأَكْرَهَ لِلْإِنْصَافِ، وَأَسْأَلَ بِالْإِلْحَافِ، وَأَقَلَّ شُكْراً عِنْدَ الْإِعْطَاءِ، وَأَبْطَأَ عُذْراً عِنْدَ الْمَنْعِ، وَأَضْعَفَ صَبْراً عِنْدَ مُلِمَّاتِ الدَّهْرِ مِنْ أَهْلِ الْخَاصَّةِ، وَإِنَّمَا عِمَادُ الدِّينِ، وَجِمَاعُ الْمُسْلِمِينَ، وَالْعُدَّةُ لِلْأَعْدَاءِ، الْعَامَّةُ مِنَ الْأُمَّةِ، فَلْيَكُنْ صَغْوُكَ لَهُمْ، وَمَيْلُكَ مَعَهُمْ.

وَلْيَكُنْ أَبْعَدُ رَعِيَّتِكَ مِنْكَ، وَأَشْنَؤُهُمْ عِنْدَكَ، أَطْلَبُهُمْ لِمَعَائِبِ النَّاسِ، فَإِنَّ فِي النَّاسِ عُيُوباً الْوَالِي أَحَقُّ مَنْ سَتَرَهَا. فَلَا تَكْشِفَنَّ عَمَّا غَابَ عَنْكَ مِنْهَا، فَإِنَّمَا عَلَيْكَ تَطْهِيرُ مَا ظَهَرَ لَكَ، وَاللَّهُ يَحْكُمُ عَلَى مَا غَابَ عَنْكَ. فَاسْتُرِ الْعَوْرَةَ مَا اسْتَطَعْتَ يَسْتُرِ اللَّهُ مِنْكَ مَا تُحِبُّ سَتْرَهُ مِنْ رَعِيَّتِكَ. أَطْلِقْ عَنِ النَّاسِ عُقْدَةَ

تمھیں سب طریقوں سے زیادہ وُہ طریقہ پسند ہونا چاہیئے جو حق کے اعتبار سے بہترین، اِنصاف کے لحاظ سے سب کو شامل اور رعایا کے زیادہ سے زیادہ افراد کی مرضی کے مُطابق ہو۔ کیونکہ عوام کی ناراضگی خواص کی رضامندی کو بے اثر بنا دیتی ہے، اور خاص کی ناراضگی عوام کی رضامندی کے ہوتے ہُوئے نظر انداز کی جا سکتی ہے۔ اور یہ یاد رکھو! کہ رعیّت میں خاص سے زیادہ کوئی ایسا نہیں کہ جو خوش حالی کے وقت حاکم پر بوجھ بننے والا، مُصیبت کے وقت امداد سے کترا جانے والا، انصاف پر ناک بھوں چڑھانے والا، طلب و سوال کے موقعہ پر پنجے جھاڑ کر پیچھے پڑ جانے والا، بخشش پر کم شکر گزار ہونے والا، محروم کر دیئے جانے پر بمشکل عذر سننے والا، اور زمانہ کی ابتلاؤں پر بے صبری دکھانے والا ہو اور دین کا مضبوط سہارا، مُسلمانوں کی قوّت اور دُشمن کے مقابلہ میں سامانِ دفاع یہی اُمّت کے عوام ہوتے ہیں لہٰذا تمھاری پُوری توجہ اور تمھارا پُورا رُخ انہی کی جانب ہونا چاہیئے۔

اور تمھاری رعایا میں تم سے سب سے زیادہ دُور اور سب سے زیادہ تمھیں ناپسند وُہ ہونا چاہیئے، جو لوگوں کی عیب جوئی میں زیادہ لگا رہتا ہو۔ کیونکہ لوگوں میں عیب تو ہوتے ہی ہیں۔ حاکم کے لیے انتہائی شایان یہ ہے کہ اُن پر پردہ ڈالے۔ لہٰذا جو عیب تمھاری نظروں سے اوجھل ہوں، اُنھیں نہ اچھالنا۔ کیونکہ تمھارا کام انہی عیبوں کو مٹانا ہے کہ جو تمھارے اُوپر ظاہر ہوں، اور جو چھپے ڈھکے ہوں۔ اُن کا فیصلہ اللہ کے ہاتھ ہے۔ اِس

كُلِّ حِقْدٍ، وَاقْطَعْ عَنْكَ سَبَبَ كُلِّ وِتْرٍ، وَتَغَابَ عَنْ كُلِّ مَا لَا يَصِحُّ لَكَ، وَلَا تَعْجَلَنَّ إِلَى تَصْدِيقِ سَاعٍ فَإِنَّ السَّاعِيَ غَاشٌّ وَإِنْ تَشَبَّهَ بِالنَّاصِحِينَ.

وَلَا تُدْخِلَنَّ فِي مَشُورَتِكَ بَخِيلًا يَعْدِلُ بِكَ عَنِ الْفَضْلِ وَيَعِدُكَ الْفَقْرَ، وَلَا جَبَانًا يُضْعِفُكَ عَنِ الْأُمُورِ، وَلَا حَرِيصًا يُزَيِّنُ لَكَ الشَّرَهَ بِالْجَوْرِ، فَإِنَّ الْبُخْلَ وَالْجُبْنَ وَالْحِرْصَ غَرَائِزُ شَتَّى يَجْمَعُهَا سُوءُ الظَّنِّ بِاللهِ. إِنَّ شَرَّ وُزَرَائِكَ مَنْ كَانَ لِلْأَشْرَارِ قَبْلَكَ وَزِيرًا وَمَنْ شَرِكَهُمْ فِي الْآثَامِ فَلَا يَكُونَنَّ لَكَ بِطَانَةً فَإِنَّهُمْ أَعْوَانُ الْأَثَمَةِ وَإِخْوَانُ الظَّلَمَةِ، وَأَنْتَ وَاجِدٌ مِنْهُمْ خَيْرَ الْخَلَفِ مِمَّنْ لَهُ مِثْلُ آرَائِهِمْ وَنَفَاذِهِمْ، وَلَيْسَ عَلَيْهِ مِثْلُ آصَارِهِمْ وَأَوْزَارِهِمْ مِمَّنْ لَمْ يُعَاوِنْ ظَالِمًا عَلَى ظُلْمِهِ وَلَا آثِمًا عَلَى إِثْمِهِ. أُولَئِكَ أَخَفُّ عَلَيْكَ مَؤُونَةً وَأَحْسَنُ لَكَ مَعُونَةً، وَأَحْنَى عَلَيْكَ عَطْفًا، وَأَقَلُّ لِغَيْرِكَ إِلْفًا فَاتَّخِذْ أُولَئِكَ خَاصَّةً لِخَلَوَاتِكَ وَحَفَلَاتِكَ، ثُمَّ لْيَكُنْ آثَرُهُمْ عِنْدَكَ

لیے جہاں تک بن پڑے عیبوں کو چھپاؤ۔ تاکہ اللہ بھی تمھارے اِن عیوب کی پردہ پوشی کرے جنھیں تم رعیت سے پوشیدہ رکھنا چاہتے ہو۔ لوگوں سے کینہ کی ہر گرہ کو کھول دو اور دشمنی کی ہر رسّی کاٹ دو، اور ہر ایسے رویّے سے جو تمھارے لیے مناسب نہیں بے خبر بن جاؤ اور چغل خور کی جھٹ سے ہاں میں ہاں نہ ملاؤ۔ کیونکہ وہ فریب کار ہوتا ہے۔ اگرچہ خیر خواہوں کی صورت میں سامنے آتا ہے۔

اپنے مشورہ میں کسی بخیل کو شریک نہ کرنا کہ وہ تمھیں دوسروں کے ساتھ بھلائی کرنے سے روکے گا، اور فقر و افلاس کا خطرہ دلائے گا۔ اور نہ کسی بزدل سے مہمات میں مشورہ لینا کہ وہ تمھاری ہمت پست کر دے گا اور نہ کسی لالچی سے مشورہ کرنا کہ وہ ظلم کی راہ سے مال بٹورنے کو تمھاری نظروں میں سج دے گا۔ یاد رکھو! کہ بخل، بزدلی، اور حرص اگرچہ الگ الگ خصلتیں ہیں مگر اللہ سے بدگمانی ان سب میں شریک ہے تمھارے لیے سب سے بدتر وزیر وہ ہوگا، جو تم سے پہلے بدکرداروں کا وزیر اور گناہوں میں ان کا شریک رہ چکا ہے۔ اس قسم کے لوگوں کو تمھارے مخصوصین میں سے نہ ہونا چاہیئے کیونکہ وہ گنہگاروں کے معاون اور ظالموں کے ساتھی ہوتے ہیں۔ ان کی جگہ تمھیں ایسے لوگ مل سکتے ہیں جو تدبیر و رائے اور کارکردگی کے اعتبار سے ان کے مثل ہوں گے مگر ان کی طرح گناہوں کی گرانباریوں میں دبے ہوئے نہ ہوں جنھوں نے نہ کسی ظالم کی اس کے ظلم میں مدد کی ہو اور نہ کسی گنہگار کا اس کے گناہ میں ہاتھ بٹایا ہو ان کا

أَقْوَلَهُمْ بِمُرِّ الْحَقِّ لَكَ، وَأَقَلَّهُمْ مُسَاعَدَةً فِيمَا يَكُونُ مِنْكَ مِمَّا كَرِهَ اللهُ لِأَوْلِيَائِهِ، وَاقِعاً ذٰلِكَ مِنْ هَوَاكَ حَيْثُ وَقَعَ، وَالْصَقْ بِأَهْلِ الْوَرَعِ وَالصِّدْقِ، ثُمَّ رُضْهُمْ عَلٰى أَلَّا يُطْرُوكَ وَلَا يَبْجَحُوكَ بِبَاطِلٍ لَمْ تَفْعَلْهُ، فَإِنَّ كَثْرَةَ الْإِطْرَاءِ تُحْدِثُ الزَّهْوَ وَتُدْنِي مِنَ الْعِزَّةِ۔

وَلَا يَكُونَنَّ الْمُحْسِنُ وَالْمُسِيءُ عِنْدَكَ بِمَنْزِلَةٍ سَوَاءٍ، فَإِنَّ فِي ذٰلِكَ تَزْهِيداً لِأَهْلِ الْإِحْسَانِ فِي الْإِحْسَانِ، وَتَدْرِيباً لِأَهْلِ الْإِسَاءَةِ عَلَى الْإِسَاءَةِ۔ وَأَلْزِمْ كُلًّا مِنْهُمْ مَا أَلْزَمَ نَفْسَهُ۔ وَاعْلَمْ أَنَّهُ لَيْسَ شَيْءٌ بِأَدْعٰى إِلٰى حُسْنِ ظَنِّ رَاعٍ بِرَعِيَّتِهِ مِنْ إِحْسَانِهِ إِلَيْهِمْ، وَتَخْفِيفِهِ الْمَؤُونَاتِ عَلَيْهِمْ، وَتَرْكِ اسْتِكْرَاهِهِ إِيَّاهُمْ عَلٰى مَا لَيْسَ لَهُ قِبَلَهُمْ۔ فَلْيَكُنْ مِنْكَ فِي ذٰلِكَ أَمْرٌ يَجْتَمِعُ لَكَ بِهِ حُسْنُ الظَّنِّ بِرَعِيَّتِكَ، فَإِنَّ حُسْنَ الظَّنِّ يَقْطَعُ عَنْكَ نَصَباً طَوِيلاً۔ وَإِنَّ أَحَقَّ مَنْ حَسُنَ ظَنُّكَ بِهِ لَمَنْ حَسُنَ بَلَاؤُكَ عِنْدَهُ، وَإِنَّ أَحَقَّ مَنْ سَاءَ ظَنُّكَ بِهِ لَمَنْ

بوجھ تم پر ہلکا ہوگا، اور یہ تمہارے بہترین معاون ثابت ہوں گے اور تمہاری طرف محبت سے جھکنے والے ہوں گے۔
اور تمہارے علاوہ دوسروں سے ربط و ضبط نہ رکھیں گے۔ انہی کو تم خلوت و جلوت میں اپنا مصاحب خاص ٹھہرانا پھر تمہارے نزدیک ان میں زیادہ ترجیح ان لوگوں کو ہونا چاہیے کہ جو حق کی کڑوی باتیں تم سے کھل کر کہنے والے ہوں اور ان چیزوں میں کہ جنھیں اللہ اپنے مخصوص بندوں کے لیے ناپسند کرتا ہے۔ تمہاری بہت کم مدد کرنے والے ہوں چاہے وہ تمہاری خواہشوں سے کتنی ہی میل کھاتی ہوں۔ پرہیزگاروں اور راستبازوں سے اپنے کو وابستہ رکھنا پھر انھیں اس کا عادی بنانا کہ وہ تمہارے کسی کارنامہ کے بغیر تمہاری تعریف کرکے تمہیں خوش نہ کریں۔ کیونکہ زیادہ مدح سرائی غرور پیدا کرتی ہے اور سرکشی کی منزل سے قریب کر دیتی ہے اور تمہارے نزدیک نیکو کار اور بدکردار دونوں برابر نہ ہوں اس لیے کہ ایسا کرنے سے نیکوں کو نیکی سے بے رغبت کرنا اور بدوں کو بدی پر آمادہ کرنا ہے ہر شخص کو اسی کی منزلت پر رکھو، جس کا وہ مستحق ہے۔
اور اس بات کو یاد رکھو کہ حاکم کو اپنی رعایا پر پورا اعتماد اسی وقت کرنا چاہیے جبکہ وہ ان سے حسن سلوک کرتا ہو اور ان پر بوجھ نہ لادے اور انھیں ایسی ناگوار چیزوں پر مجبور نہ کرے، جو ان کے بس میں نہ ہوں تمہیں ایسا رویہ اختیار کرنا چاہیئے۔ کہ اس حسن سلوک سے تمہیں رعیت پر پورا اعتماد ہو سکے۔ کیونکہ یہ اعتماد تمہاری طویل اندرونی الجھنوں کو ختم کر دے گا اور سب سے زیادہ تمہارے اعتماد کے وہ مستحق ہیں جن کے ساتھ تم نے

سَاءَ بَلَاؤُكَ عِنْدَهٗ۔

وَلَا تَنْقُضْ سُنَّةً صَالِحَةً عَمِلَ بِهَا صُدُوْرُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ، وَاجْتَمَعَتْ بِهَا الْاُلْفَةُ، وَصَلَحَتْ عَلَيْهَا الرَّعِيَّةُ وَلَا تُحْدِثَنَّ سُنَّةً تَضُرُّ بِشَیْءٍ مِنْ مَاضِیْ تِلْكَ السُّنَنِ فَيَكُوْنَ الْاَجْرُ لِمَنْ سَنَّهَا۔ وَالْوِزْرُ عَلَيْكَ بِمَا نَقَضْتَ مِنْهَا۔

وَاَكْثِرْ مُدَارَسَةَ الْعُلَمَآءِ وَمُنَافَثَةَ الْحُكَمَآءِ فِیْ تَثْبِيْتِ مَا صَلَحَ عَلَيْهِ اَمْرُ بِلَادِكَ وَاِقَامَةِ مَا اسْتَقَامَ بِهِ النَّاسُ قَبْلَكَ۔

وَاعْلَمْ اَنَّ الرَّعِيَّةَ طَبَقَاتٌ لَا يَصْلُحُ بَعْضُهَا اِلَّا بِبَعْضٍ، وَلَا غِنٰى بِبَعْضِهَا عَنْ بَعْضٍ۔ فَمِنْهَا جُنُوْدُ اللّٰهِ۔ وَمِنْهَا كُتَّابُ الْعَامَّةِ وَالْخَاصَّةِ وَمِنْهَا قُضَاةُ الْعَدْلِ۔ وَمِنْهَا عُمَّالُ الْاِنْصَافِ وَالرِّفْقِ۔ وَمِنْهَا اَهْلُ الْجِزْيَةِ وَالْخَرَاجِ مِنْ اَهْلِ الذِّمَّةِ وَمُسْلِمَةِ النَّاسِ۔ وَمِنْهَا التُّجَّارُ وَاَهْلُ الصِّنَاعَاتِ۔ وَمِنْهَا الطَّبَقَةُ السُّفْلٰى مِنْ ذَوِی الْحَاجَةِ وَالْمَسْكَنَةِ وَكُلًّا قَدْ سَمَّى اللّٰهُ سَهْمَهٗ لَهٗ، وَوَضَعَ عَلٰى حَدِّهٖ فَرِيْضَتَهٗ فِیْ كِتَابِهٖ اَوْ سُنَّةِ نَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ عَهْدًا

اچھا سلوک کیا ہو، اور سب سے زیادہ بے اعتمادی کے مستحق وہ ہیں جن سے تمھارا برتاؤ اچھا نہ رہا ہو۔

اور دیکھو! اس اچھے طور طریقے کو ختم نہ کرنا کہ جس پر اس اُمت کے بزرگ چلتے رہے ہیں اور جس سے اتحاد و یک جہتی پیدا اور رعیت کی اصلاح ہوئی ہے اور ایسے طریقے ایجاد نہ کرنا کہ جو پہلے طریقوں کو کچھ ضرر پہنچائیں، اگر ایسا کیا تو نیک روش کے قائم کر جانے والوں کو ثواب تو ملتا رہے گا، مگر انھیں ختم کر دینے کا گناہ تمھاری گردن پر ہو گا، اور اپنے شہروں کے اصلاحی امور کو مستحکم کرنے اور ان چیزوں کے قائم کرنے میں کہ جن سے اگلے لوگوں کے حالات مضبوط رہے تھے علماء و حکماء کے ساتھ باہمی مشورہ اور بات چیت کرتے رہنا۔

اور تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ رعایا میں کئی طبقے ہوتے ہیں جن کی سود و بہبود ایک دوسرے سے وابستہ ہوتی ہیں، اور وہ ایک دوسرے سے بے نیاز نہیں ہو سکتے۔ ان میں سے ایک طبقہ وہ ہے جو اللہ کی راہ میں کام آنے والے فوجیوں کا ہے۔ دوسرا طبقہ وہ ہے جو عمومی و خصوصی تحریروں کا کام انجام دیتا ہے تیسرا انصاف کرنے والے قضاۃ کا ہے۔ چوتھا حکومت کے وہ عمّال جن سے امن اور انصاف قائم ہوتا ہے پانچواں خراج دینے والے مسلمان اور جزیہ دینے والے ذمیوں کا چھٹا تجارت پیشہ و اہل حرفہ کا ساتواں فقرا و مساکین کا وہ طبقہ ہے کہ جو سب سے پست ہے اور اللہ نے ہر ایک کا حق معین کر دیا ہے اور اپنی کتاب

مِنْهُ عِنْدَنَا مَحْفُوْظًا۔

فَالْجُنُوْدُ بِإِذْنِ اللهِ حُصُوْنُ الرَّعِيَّةِ، وَزَيْنُ الْوُلَاةِ، وَعِزُّ الدِّيْنِ، وَسُبُلُ الْأَمْنِ، وَلَيْسَ تَقُوْمُ الرَّعِيَّةُ إِلَّا بِهِمْ۔ ثُمَّ لَا قِوَامَ لِلْجُنُوْدِ إِلَّا بِمَا يُخْرِجُ اللهُ لَهُمْ مِنَ الْخَرَاجِ الَّذِيْ يَقْوَوْنَ بِهٖ عَلٰى جِهَادِ عَدُوِّهِمْ، وَيَعْتَمِدُوْنَ عَلَيْهِ فِيْمَا يُصْلِحُهُمْ، وَيَكُوْنُ مِنْ وَرَآءِ حَاجَتِهِمْ. ثُمَّ لَا قِوَامَ لِهٰذَيْنِ الصِّنْفَيْنِ إِلَّا بِالصِّنْفِ الثَّالِثِ مِنَ الْقُضَاةِ وَالْعُمَّالِ وَالْكُتَّابِ لِمَا يُحْكِمُوْنَ مِنَ الْمَعَاقِدِ، وَيَجْمَعُوْنَ مِنَ الْمَنَافِعِ، وَيُؤْتَمَنُوْنَ عَلَيْهِ مِنْ خَوَاصِّ الْأُمُوْرِ وَعَوَامِّهَا. وَلَا قِوَامَ لَهُمْ جَمِيْعًا إِلَّا بِالتُّجَّارِ وَذَوِي الصِّنَاعَاتِ فِيْمَا يَجْتَمِعُوْنَ عَلَيْهِ مِنْ مَرَافِقِهِمْ، وَيُقِيْمُوْنَهُ مِنْ أَسْوَاقِهِمْ۔ وَيَكْفُوْنَهُمْ مِنَ التَّرَفُّقِ بِأَيْدِيْهِمْ مَا لَا يَبْلُغُهُ رِفْقُ غَيْرِهِمْ. ثُمَّ الطَّبَقَةُ السُّفْلٰى مِنْ أَهْلِ الْحَاجَةِ وَالْمَسْكَنَةِ الَّذِيْنَ يَحِقُّ رِفْدُهُمْ وَمَعُوْنَتُهُمْ۔ وَفِي اللهِ لِكُلٍّ سَعَةٌ، وَلِكُلٍّ عَلَى الْوَالِيْ حَقٌّ بِقَدْرِ مَا يُصْلِحُهُ. وَلَيْسَ يَخْرُجُ الْوَالِيْ مِنْ حَقِيْقَةِ مَا أَلْزَمَهُ

یا سنتِ نبویؐ میں اس کی حد بندی کر دی اور وہ (مکمل) دستور ہمارے پاس محفوظ ہے۔

(پہلا طبقہ) فوجی دستے بحکمِ خدا رعیت کی حفاظت کا قلعہ، فرمانرواؤں کی زینت، دین و مذہب کی قوت اور امن کی راہ ہیں۔ رعیت کا نظم و نسق انہی سے قائم رہ سکتا ہے اور فوج کی زندگی کا سہارا وہ خراج ہے جو اللہ نے اُس کے لیے معین کیا ہے کہ جس سے وہ دشمنوں سے جہاد کرنے میں تقویت حاصل کرتے اور اپنی حالت کو درست بناتے اور ضروریات کو بہم پہنچاتے ہیں۔ پھر ان دونوں طبقوں کے نظم و بقا کے لیے تیسرے طبقے کی ضرورت ہے کہ جو قضاۃ، عمّال اور منشیانِ دفاتر کا ہے کہ جن کے ذریعہ باہمی معاہدوں کی مضبوطی اور خراج اور دیگر منافع کی جمع آوری ہوتی ہے اور معمولی اور غیر معمولی معاملوں میں ان کے ذریعہ وثوق و اطمینان حاصل کیا جاتا ہے اور سب کا دارو مدار سوداگروں اور صناعوں پر ہے کہ وہ ان کی ضروریات کو فراہم کرتے ہیں بازار لگاتے ہیں اور اپنی کاوشوں سے اُن کی ضروریات کو مہیا کر کے انہیں خود مہیا کرنے سے آسودہ کر دیتے ہیں اس کے بعد پھر فقیروں اور ناداروں کا طبقہ ہے جن کی اعانت و دستگیری ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سب کے گزارے کی صورتیں پیدا کر رکھی ہیں اور ہر طبقے کا حاکم پر حق قائم ہے کہ وہ ان کے لیے اتنا مہیا کرے جو ان کی حالت درست کر سکے اور حاکم خدا کے اُن تمام ضروری حقوق سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا۔ مگر اسی صورت میں کہ پوری

اللهُ مِنْ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْاِهْتِمَامِ
وَالْاِسْتِعَانَةِ بِاللهِ، وَتَوْطِيْنِ
نَفْسِهٖ عَلٰى لُزُوْمِ الْحَقِّ، وَالصَّبْرِ
عَلَيْهِ فِيْمَا خَفَّ عَلَيْهِ اَوْ ثَقُلَ۔ فَوَلِّ
مِنْ جُنُوْدِكَ اَنْصَحَهُمْ فِيْ نَفْسِكَ
لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِاِمَامِكَ، وَاَنْقَاهُمْ
جَيْبًا، وَاَفْضَلَهُمْ حِلْمًا مِمَّنْ يُبْطِئُ
عَنِ الْغَضَبِ، وَيَسْتَرِيْحُ اِلَى
الْعُذْرِ، وَيَرْاَفُ بِالضُّعَفَاءِ، وَ
يَنْبُوْ عَلَى الْاَقْوِيَاءِ۔ وَمِمَّنْ لَا
يُثِيْرُهُ الْعُنْفُ وَلَا يَقْعُدُ بِهِ
الضَّعْفُ۔ ثُمَّ الْصَقْ بِذَوِي
الْاَحْسَابِ وَاَهْلِ الْبُيُوْتَاتِ الصَّالِحَةِ
وَالسَّوَابِقِ الْحَسَنَةِ۔ ثُمَّ اَهْلِ النَّجْدَةِ
وَالشَّجَاعَةِ وَالسَّخَاءِ وَالسَّمَاحَةِ، فَاِنَّهُمْ
جِمَاعٌ مِنَ الْكَرَمِ، وَشُعَبٌ مِنَ الْعُرْفِ
ثُمَّ تَفَقَّدْ مِنْ اُمُوْرِهِمْ مَا يَتَفَقَّدُهُ
الْوَالِدَانِ مِنْ وَلَدِهِمَا، وَلَا يَتَفَاقَمَنَّ
فِيْ نَفْسِكَ شَيْءٌ قَوَّيْتَهُمْ بِهٖ۔ وَ
لَا تَحْقِرَنَّ لُطْفًا تَعَاهَدْتَهُمْ بِهٖ
وَاِنْ قَلَّ فَاِنَّهُ دَاعِيَةٌ لَهُمْ اِلٰى
بَذْلِ النَّصِيْحَةِ لَكَ وَحُسْنِ الظَّنِّ
بِكَ۔ وَلَا تَدَعْ تَفَقُّدَ لَطِيْفِ اُمُوْرِهِمْ
اتِّكَالًا عَلٰى جَسِيْمِهَا فَاِنَّ لِلْيَسِيْرِ
مِنْ لُطْفِكَ مَوْضِعًا يَنْتَفِعُوْنَ بِهٖ۔

طرح کوشش کرے اور اللہ سے مدد مانگے اور اپنے
کو حق پر ثابت و برقرار رکھے اور چاہے اُس کی طبیعت
پر آسان ہو یا دُشوار بہر حال اُس کو برداشت کرے
فوج کا سردار اُس کو بنانا جو اپنے اللہ کا اور اپنے
رسول ؐ کا اور تمھارے امام کا سب سے زیادہ خیر خواہ
ہو، سب سے زیادہ پاک دامن ہو، اور بُردباری میں
نمایاں ہو۔ جلد غصہ میں نہ آجاتا ہو۔ عُذر معذرت
پر مطمئن ہو جاتا ہو، کمزوروں پر رحم کھاتا ہو، اور
طاقتوروں کے سامنے اکڑ جاتا ہو، نہ بدخلقی اُسے
جوش میں لے آتی ہو، اور نہ پست ہمتی اُسے بٹھا دیتی
ہو۔ پھر ایسا ہونا چاہیئے کہ تم بلند خاندان، نیک گھرانے
اور عمدہ روایات رکھنے والوں اور ہمت و شجاعت اور
جود و سخاوت کے مالکوں سے اپنا ربط و ضبط بڑھاؤ
کیونکہ یہی لوگ بزرگیوں کا سرمایہ اور نیکیوں کا سرچشمہ
ہوتے ہیں۔ پھر ان کے حالات کی اِس طرح دیکھ بھال
کرنا جس طرح ماں باپ اپنی اولاد کی دیکھ بھال
کرتے ہیں۔ اگر اُن کے ساتھ کوئی ایسا سلوک کرو کہ
جو اُن کی تقویت کا سبب ہو تو اُسے بڑا نہ سمجھنا،
اور اپنے کسی معمولی سلوک کو بھی غیر اہم نہ سمجھ لینا (کہ
اُسے چھوڑ بیٹھو) کیونکہ اِس حُسنِ سلوک سے اُن کی خیر خواہی
کا جذبہ اُبھرے گا اور حُسنِ اعتماد میں اضافہ ہوگا اور
اِس خیال سے کہ تم نے اِن کی بڑی ضرورتوں کو پورا کر
دیا ہے، کہیں ان کی چھوٹی ضرورتوں سے آنکھ بند نہ
کر لینا۔ کیونکہ یہ چھوٹی قسم کی مہربانی کی بات بھی اپنی
جگہ فائدہ بخش ہوتی ہے، اور وہ بڑی ضرورتیں اپنی جگہ

وَلِلْجِسْمِ مَوْقِعاً لَا يَسْتَغْنُونَ عَنْهُ۔

وَلْيَكُنْ آثَرُ رُؤُوسِ جُنْدِكَ عِنْدَكَ مَنْ وَاسَاهُمْ فِي مَعُونَتِهِ، وَأَفْضَلَ عَلَيْهِمْ مِنْ جِدَتِهِ بِمَا يَسَعُهُمْ وَيَسَعُ مَنْ وَرَاءَهُمْ مِنْ خُلُوفِ أَهْلِيهِمْ حَتَّى يَكُونَ هَمُّهُمْ هَمّاً وَاحِداً فِي جِهَادِ الْعَدُوِّ۔ فَإِنَّ عَطْفَكَ عَلَيْهِمْ يَعْطِفُ قُلُوبَهُمْ عَلَيْكَ۔ وَإِنَّ أَفْضَلَ قُرَّةِ عَيْنِ الْوُلَاةِ اسْتِقَامَةُ الْعَدْلِ فِي الْبِلَادِ وَظُهُورُ مَوَدَّةِ الرَّعِيَّةِ۔ وَإِنَّهُ لَا تَظْهَرُ مَوَدَّتُهُمْ إِلَّا بِسَلَامَةِ صُدُورِهِمْ، وَلَا تَصِحُّ نَصِيحَتُهُمْ إِلَّا بِحِيطَتِهِمْ عَلَى وُلَاةِ أُمُورِهِمْ وَقِلَّةِ اسْتِثْقَالِ دُوَلِهِمْ، وَتَرْكِ اسْتِبْطَاءِ انْقِطَاعِ مُدَّتِهِمْ۔ فَافْسَحْ فِي آمَالِهِمْ، وَوَاصِلْ فِي حُسْنِ الثَّنَاءِ عَلَيْهِمْ، وَتَعْدِيدِ مَا أَبْلَى ذَوُو الْبَلَاءِ مِنْهُمْ۔ فَإِنَّ كَثْرَةَ الذِّكْرِ لِحُسْنِ أَفْعَالِهِمْ تَهُزُّ الشُّجَاعَ وَتُحَرِّضُ النَّاكِلَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ۔ ثُمَّ اعْرِفْ لِكُلِّ امْرِئٍ مِنْهُمْ مَا أَبْلَى، وَلَا تُضِيفَنَّ بَلَاءَ امْرِئٍ إِلَى غَيْرِهِ، وَلَا تُقَصِّرَنَّ

اہمیت رکھتی ہیں، اور فوجی سرداروں میں تمہارے یہاں وہ بلند منزلت سمجھا جائے، جو فوجیوں کی اعانت میں برابر کا حصہ لیتا ہو، اور اپنے روپے پیسے سے اتنا سلوک کرتا ہو کہ جس سے اُن کا اور اُن کے پیچھے رہ جانے والے بال بچوں کا بخوبی گزارا ہو سکتا ہو۔ تاکہ وہ ساری فکروں سے بے فکر ہو کر پوری یکسوئی کے ساتھ دشمن سے جہاد کریں۔ اس لیے کہ فوجی سرداروں کے ساتھ تمہارا مہربانی سے پیش آنا ان کے دلوں کو تمہاری طرف موڑ دے گا۔

حکمرانوں کے لیے سب سے بڑی آنکھوں کی ٹھنڈک اس میں ہے کہ شہروں میں عدل و انصاف برقرار رہے اور رعایا کی محبت ظاہر ہوتی رہے اور ان کی محبت اسی وقت ظاہر ہوا کرتی ہے کہ جب اُن کے دلوں میں میل نہ ہو، اور اُن کی خیر خواہی اسی صورت میں ثابت ہوتی ہے کہ وہ اپنے حکمرانوں کے گرد حفاظت کے لیے گھیرا ڈالے رہیں۔ ان کا اقتدار سر پڑا بوجھ نہ سمجھیں اور نہ ان کی حکومت کے خاتمہ کے لیے گھڑیاں گنیں۔ لہٰذا ان کی اُمیدوں میں وسعت و کشائش رکھنا انھیں اچھے لفظوں سے سراہتے رہنا اور ان میں کے اچھی کارکردگی دکھلانے والوں کے کارناموں کا تذکرہ کرتے رہنا۔ اس لیے کہ ان کے اچھے کارناموں کا ذکر بہادروں کو جوش میں لے آتا ہے اور پست ہمتوں کو ابھارتا ہے۔ انشاء اللہ جو شخص جس کارنامے کو انجام دے اُسے پہچانتے رہنا اور ایک کا کارنامہ دوسرے کی طرف منسوب نہ کر دینا

بِهٖ دُوْنَ غَايَةِ بَلَائِهٖ ، وَ لَا يَدْعُوَنَّكَ شَرَفُ امْرِیءٍ إِلٰى أَنْ تُعْظِمَ مِنْ بَلَائِهٖ مَا كَانَ صَغِيْرًا وَلَا ضَعَةُ امْرِیءٍ إِلٰى أَنْ تَسْتَصْغِرَ مِنْ بَلَائِهٖ مَا كَانَ عَظِيْمًا۔

وَارْدُدْ إِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ مَا يُضْلِعُكَ مِنَ الْخُطُوْبِ وَ يَشْتَبِهُ عَلَيْكَ مِنَ الْأُمُوْرِ فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لِقَوْمٍ أَحَبَّ إِرْشَادَهُمْ "يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا أَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ أَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ" فَالرَّدُّ إِلَى اللّٰهِ الْأَخْذُ بِمُحْكَمِ كِتَابِهٖ وَالرَّدُّ إِلَى الرَّسُوْلِ الْأَخْذُ بِسُنَّتِهِ الْجَامِعَةِ غَيْرِ الْمُفَرِّقَةِ۔

ثُمَّ اخْتَرْ لِلْحُكْمِ بَيْنَ النَّاسِ أَفْضَلَ رَعِيَّتِكَ فِیْ نَفْسِكَ مِمَّنْ لَا تَضِيْقُ بِهِ الْأُمُوْرُ، وَلَا تُمَحِّكُهُ الْخُصُوْمُ، وَلَا يَتَمَادٰى فِی الزَّلَّةِ، وَلَا يَحْصَرُ مِنَ الْفَیْءِ إِلَى الْحَقِّ إِذَا عَرَفَهٗ وَلَا تُشْرِفُ نَفْسُهٗ عَلٰى طَمَعٍ

اور اس کی حسنِ کارکردگی کا صلہ دینے میں کمی نہ کرنا اور کبھی ایسا نہ کرنا کہ کسی شخص کی بلندی و رفعت کی وجہ سے اُس کے معمولی کام کو بڑا سمجھ لو اور کسی کے بڑے کام کو اُس کے خود پست ہونے کی وجہ سے معمولی قرار دے لو۔

جب ایسی مشکلیں تمھیں پیش آئیں کہ جن کا حل نہ ہو سکے اور ایسے معاملات کہ جو مشتبہ ہو جائیں تو اُن میں اللہ اور رسولؐ کی طرف رجوع کرو، کیونکہ خدا نے جن لوگوں کو ہدایت کرنا چاہی ہے، اُن کے لیے فرمایا ہے۔ "اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو، اور اُس کے رسولؐ کی اور اُن کی جو تم میں سے صاحبانِ امر ہوں" تو اللہ کی طرف رجوع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی کتاب کی محکم آیتوں پر عمل کیا جائے اور رسولؐ کی طرف رجوع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے اُن متفق علیہ ارشادات پر عمل کیا جائے جن میں کوئی اختلاف نہیں۔

پھر یہ کہ لوگوں کے معاملات کا فیصلہ کرنے کے لیے ایسے شخص کو منتخب کرو جو تمھارے نزدیک تمھاری رعایا میں سب سے بہتر ہو، جو واقعات کی پیچیدگیوں سے ضیق میں نہ پڑ جاتا ہو، اور نہ جھگڑا کرنے والوں کے رویہ سے غصہ میں آتا ہو۔ نہ اپنے کسی غلط نقطۂ نظر پر اڑتا ہو، نہ حق کو پہچان کر اُس کے اختیار کرنے میں طبیعت پر بار محسوس کرتا ہو، نہ اُس کا نفس ذاتی طمع پر جھک پڑتا ہو، اور نہ بغیر پوری طرح چھان بین کیے ہوئے سرسری طور پر کسی معاملہ کو سمجھ لینے پر اکتفا

وَلَا يَكْتَفِي بِأَدْنَى فَهْمٍ دُونَ أَقْصَاهُ، وَأَوْقَفَهُمْ فِي الشُّبُهَاتِ وَآخَذَهُمْ بِالْحُجَجِ، وَأَقَلَّهُمْ تَبَرُّمًا بِمُرَاجَعَةِ الْخَصْمِ، وَأَصْبَرَهُمْ عَلَى تَكَشُّفِ الْأُمُورِ وَأَصْرَمَهُمْ عِنْدَ اتِّضَاحِ الْحُكْمِ مِمَّنْ لَا يَزْدَهِيهِ إِطْرَاءٌ وَلَا يَسْتَمِيلُهُ إِغْرَاءٌ - وَأُولٰئِكَ قَلِيلٌ ثُمَّ أَكْثِرْ تَعَاهُدَ قَضَائِهِ وَافْسَحْ لَهُ فِي الْبَذْلِ مَا يُزِيلُ عِلَّتَهُ، وَتَقِلُّ مَعَهُ حَاجَتُهُ إِلَى النَّاسِ، وَأَعْطِهِ مِنَ الْمَنْزِلَةِ لَدَيْكَ مَا لَا يَطْمَعُ فِيهِ غَيْرُهُ مِنْ خَاصَّتِكَ لِيَأْمَنَ بِذٰلِكَ اغْتِيَالَ الرِّجَالِ لَهُ عِنْدَكَ - فَانْظُرْ فِي ذٰلِكَ نَظَرًا بَلِيغًا، فَإِنَّ هٰذَا الدِّينَ قَدْ كَانَ أَسِيرًا فِي أَيْدِي الْأَشْرَارِ يُعْمَلُ فِيهِ بِالْهَوَى، وَتُطْلَبُ بِهِ الدُّنْيَا۔

ثُمَّ انْظُرْ فِي أُمُورِ عُمَّالِكَ فَاسْتَعْمِلْهُمُ اخْتِبَارًا، وَلَا تُوَلِّهِمْ مُحَابَاةً وَأَثَرَةً، فَإِنَّهُمَا جِمَاعٌ مِنْ شُعَبِ الْجَوْرِ وَالْخِيَانَةِ، وَتَوَخَّ مِنْهُمْ أَهْلَ التَّجْرِبَةِ وَالْحَيَاءِ مِنْ أَهْلِ الْبُيُوتَاتِ الصَّالِحَةِ وَالْقَدَمِ

کرتا ہو۔ شک و شبہہ کے موقع پر قدم روک لیتا ہو، اور دلیل و حجت کو سب سے زیادہ اہمیت دیتا ہو فریقین کی بحثا بحثی سے اُکتا نہ جاتا ہو۔ معاملات کی تحقیق میں بڑے صبر و ضبط سے کام لیتا ہو، اور جب حقیقت آئینہ ہو جاتی ہو، تو بے دھڑک فیصلہ کر دیتا ہو۔ وہ ایسا ہو جسے سراہنا مغرور نہ بنائے اور تاننا جنبہ داری پر آمادہ نہ کر دے۔ اگرچہ ایسے لوگ کم ہی ملتے ہیں۔ پھر یہ کہ تم خود اُن کے فیصلوں کا بار بار جائزہ لیتے رہنا۔ دل کھول کر انھیں اتنا دینا کہ جو اُن کے ہر عذر کو غیر مسموع بنا دے اور لوگوں کی انھیں کوئی احتیاج نہ رہے۔ اپنے ہاں انھیں ایسے باعزت مرتبہ پر رکھو کہ تمھارے دربار رس لوگ انھیں ضرر پہنچانے کا کوئی خیال نہ کر سکیں، تاکہ وہ تمھارے التفات کی وجہ سے لوگوں کی سازش سے محفوظ رہیں۔ اِس بارے میں انتہائی بالغ نظری سے کام لینا۔ کیونکہ (اِس سے پہلے) یہ دین بدکرداروں کے پنجے میں اسیر رہ چکا ہے جس میں نفسانی خواہشوں کی کارفرمائی تھی، اور اُسے دُنیا طلبی کا ایک ذریعہ بنا لیا گیا تھا۔

پھر اپنے عہدہ داروں کے بارے میں نظر رکھنا ان کو خوب آزمائش کے بعد منصب دینا کبھی صرف رعایت اور جانبداری کی بنا پر انھیں منصب عطا نہ کرنا۔ اِس لیے کہ یہ باتیں ناانصافی اور بے ایمانی کا سرچشمہ ہیں اور ایسے لوگوں کو منتخب کرنا جو آزمودہ و غیرت مند ہوں۔ ایسے خاندانوں میں سے جو اچھے ہوں

فِي الْإِسْلَامِ الْمُتَقَدِّمَةِ، فَإِنَّهُمْ
أَكْرَمُ أَخْلَاقاً، وَأَصَحُّ أَعْرَاضاً
وَأَقَلُّ فِي الْمَطَامِعِ إِشْرَافاً،
وَأَبْلَغُ فِي عَوَاقِبِ الْأُمُورِ نَظَراً
ثُمَّ أَسْبِغْ عَلَيْهِمُ الْأَرْزَاقَ
فَإِنَّ ذٰلِكَ قُوَّةٌ لَهُمْ عَلَى
اسْتِصْلَاحِ أَنْفُسِهِمْ، وَغِنًى
لَهُمْ عَنْ تَنَاوُلِ مَا تَحْتَ أَيْدِيهِمْ
وَحُجَّةٌ عَلَيْهِمْ إِنْ خَالَفُوا أَمْرَكَ
أَوْ ثَلَمُوا أَمَانَتَكَ ثُمَّ تَفَقَّدْ
أَعْمَالَهُمْ، وَابْعَثِ الْعُيُونَ
مِنْ أَهْلِ الصِّدْقِ وَالْوَفَاءِ
عَلَيْهِمْ، فَإِنَّ تَعَاهُدَكَ فِي السِّرِّ
لِأُمُورِهِمْ حَدْوَةٌ لَهُمْ عَلَى اسْتِعْمَالِ
الْأَمَانَةِ وَالرِّفْقِ بِالرَّعِيَّةِ
وَتَحَفَّظْ مِنَ الْأَعْوَانِ، فَإِنْ
أَحَدٌ مِنْهُمْ بَسَطَ يَدَهُ إِلَى
خِيَانَةٍ اجْتَمَعَتْ بِهَا عَلَيْهِ
عِنْدَكَ أَخْبَارُ عُيُونِكَ اكْتَفَيْتَ
بِذٰلِكَ شَاهِداً، فَبَسَطْتَ عَلَيْهِ
الْعُقُوبَةَ فِي بَدَنِهِ وَأَخَذْتَهُ
بِمَا أَصَابَ مِنْ عَمَلِهِ ثُمَّ نَصَبْتَهُ
بِمَقَامِ الْمَذَلَّةِ وَوَسَمْتَهُ بِالْخِيَانَةِ
وَقَلَّدْتَهُ عَارَ التُّهَمَةِ۔
وَتَفَقَّدْ أَمْرَ الْخَرَاجِ بِمَا يُصْلِحُ

اور جن کی خدمات اسلام کے سلسلہ میں پہلے سے ہوں کیونکہ ایسے لوگ بلند اخلاق اور بے داغ عزت والے ہوتے ہیں۔ حرص و طمع کی طرف کم جھکتے ہیں، اور عواقب و نتائج پر زیادہ نظر رکھتے ہیں۔ پھر ان کی تنخواہوں کا معیار بلند رکھنا، کیونکہ اس سے انھیں اپنے نفوس کے درست رکھنے میں مدد ملے گی، اور اس مال سے بے نیاز رہیں گے جو ان کے ہاتھوں میں بطور امانت ہوگا۔ اس کے بعد بھی وہ تمہارے حکم کی خلاف ورزی یا امانت میں رخنہ اندازی کریں تو تمہاری حجت ان پر قائم ہوگی پھر ان کے کاموں کو دیکھتے بھالتے رہنا اور سچے اور وفادار مخبروں کو ان پر چھوڑ دینا، کیونکہ خفیہ طور پر ان کے امور کی نگرانی انھیں امانت کے برتنے اور رعیت کے ساتھ نرم رویہ رکھنے کی باعث ہوگی۔ خائن مددگاروں سے اپنا بچاؤ کرتے رہنا۔ اگر ان میں سے کوئی خیانت کی طرف ہاتھ بڑھائے اور متفقہ طور پر جاسوسوں کی اطلاعات تم تک پہنچ جائیں، تو شہادت کے لیے بس اسے کافی سمجھنا۔ اسے جسمانی طور پر سزا دینا اور جو کچھ اس نے اپنے عہدہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے سمیٹا ہے، اسے واپس لینا اور اسے ذلت کی منزل پر کھڑا کر دینا، اور خیانت کی رسوائیوں کے ساتھ اسے روشناس کرانا اور ننگ و رسوائی کا طوق اس کے گلے میں ڈال دینا۔

مالگزاری کے معاملہ میں مالگزاری ادا کرنے والوں کا مفاد پیش نظر رکھنا، کیونکہ باج اور باجگزاروں کی بدولت ہی دوسروں کے حالات درست کیے جا سکتے ہیں

أَهْلَهُ فَإِنَّ فِي صَلَاحِهِ وَ
صَلَاحِهِمْ صَلَاحاً لِمَنْ
سِوَاهُمْ، وَلَا صَلَاحَ لِمَنْ
سِوَاهُمْ إِلَّا بِهِمْ لِأَنَّ النَّاسَ
كُلَّهُمْ عِيَالٌ عَلَى الْخَرَاجِ
وَأَهْلِهِ - وَلْيَكُنْ نَظَرُكَ
فِي عِمَارَةِ الْأَرْضِ أَبْلَغَ
مِنْ نَظَرِكَ فِي اسْتِجْلَابِ
الْخَرَاجِ لِأَنَّ ذٰلِكَ لَا يُدْرَكُ
إِلَّا بِالْعِمَارَةِ وَمَنْ طَلَبَ
الْخَرَاجَ بِغَيْرِ عِمَارَةٍ أَخْرَبَ
الْبِلَادَ وَأَهْلَكَ الْعِبَادَ، وَ
لَمْ يَسْتَقِمْ أَمْرُهُ إِلَّا قَلِيلاً
فَإِنْ شَكَوْا ثِقَلاً أَوْ عِلَّةً أَوِ
انْقِطَاعَ شِرْبٍ أَوْ بَالَّةٍ أَوْ إِحَالَةَ
أَرْضٍ اغْتَمَرَهَا غَرَقٌ أَوْ أَجْحَفَ
بِهَا عَطَشٌ خَفَّفْتَ عَنْهُمْ بِمَا تَرْجُو
أَنْ يَصْلُحَ بِهِ أَمْرُهُمْ، وَلَا يَثْقُلَنَّ
عَلَيْكَ شَيْءٌ خَفَّفْتَ بِهِ الْمَؤُونَةَ
عَنْهُمْ فَإِنَّهُ ذُخْرٌ يَعُودُونَ بِهِ عَلَيْكَ
فِي عِمَارَةِ بِلَادِكَ وَتَزْيِينِ وِلَايَتِكَ
مَعَ اسْتِجْلَابِكَ حُسْنَ ثَنَائِهِمْ
وَتَبَجُّحِكَ بِاسْتِفَاضَةِ الْعَدْلِ
فِيهِمْ مُعْتَمِداً فَضْلَ قُوَّتِهِمْ بِمَا
ذَخَرْتَ عِنْدَهُمْ مِنْ إِجْمَامِكَ

سب اسی خراج اور خراج دینے والوں کے سہارے پر جیتے ہیں اور خراج کی جمع آوری سے زیادہ زمین کی آبادی کا خیال رکھنا۔ کیونکہ خراج بھی تو زمین کی آبادی ہی سے حاصل ہو سکتا ہے اور جو آباد کئے بغیر خراج چاہتا ہے، وہ ملک کی بربادی اور بندگانِ خدا کی تباہی کا سامان کرتا ہے اور اس کی حکومت تھوڑے دنوں سے زیادہ نہیں رہ سکتی۔

اب اگر وہ خراج کی گرانباری یا کسی آفت ناگہانی یا نہری و بارانی علاقوں میں ذرائع آب پاشی کے ختم ہونے یا زمین کے سیلاب میں گھر جانے یا سیرابی کے نہ ہونے کے باعث اس کے تباہ ہونے کی شکایت کریں تو خراج میں اتنی کمی کر دو جس سے تمہیں ان کے حالات کے سدھرنے کی توقع ہو، اور ان کے بوجھ کو ہلکا کرنے سے تمہیں گرانی نہ محسوس ہو، کیونکہ انہیں زیر باری سے بچانا ایک ایسا ذخیرہ ہے کہ جو تمہارے ملک کی آبادی اور تمہارے قلمرو حکومت کی زیب و زینت کی صورت میں تمہیں پلٹا دیں گے اور اس کے ساتھ تم ان سے خراج تحسین اور عدل قائم کرنے کی وجہ سے مسرتِ بے پایاں بھی حاصل کر سکو گے اور اپنے اس حسنِ سلوک کی وجہ سے کہ جس کا ذخیرہ تم نے ان کے پاس رکھ دیا ہے تم (آڑے وقت پر) ان کی قوت کے بل بوتے پر بھروسہ کر سکو گے اور رحم و رافت کے جلو میں جس سیرت عادلانہ کا تم نے انہیں خوگر بنایا ہے، اس کے سبب سے تمہیں ان پر وثوق و اعتماد ہو سکے گا اس کے بعد ممکن ہے کہ ایسے حالات بھی پیش آئیں کہ

لَهُمْ وَالثِّقَةِ مِنْهُمْ بِمَا عَوَّدْتَهُمْ مِنْ عَدْلِكَ عَلَيْهِمْ فِي رِفْقِكَ بِهِمْ فَرُبَّمَا حَدَثَ مِنَ الْأُمُورِ مَا إِذَا عَوَّلْتَ فِيهِ عَلَيْهِمْ مِنْ بَعْدُ احْتَمَلُوهُ طَيِّبَةً أَنْفُسُهُمْ بِهِ، فَإِنَّ الْعُمْرَانَ مُحْتَمِلٌ مَا حَمَّلْتَهُ وَإِنَّمَا يُؤْتَى خَرَابُ الْأَرْضِ مِنْ إِعْوَازِ أَهْلِهَا وَإِنَّمَا يُعْوِزُ أَهْلُهَا لِإِشْرَافِ أَنْفُسِ الْوُلَاةِ عَلَى الْجَمْعِ، وَسُوءِ ظَنِّهِمْ بِالْبَقَاءِ، وَقِلَّةِ انْتِفَاعِهِمْ بِالْعِبَرِ۔

ثُمَّ انْظُرْ فِي حَالِ كُتَّابِكَ فَوَلِّ عَلَى أُمُورِكَ خَيْرَهُمْ، وَاخْصُصْ رَسَائِلَكَ الَّتِي تُدْخِلُ فِيهَا مَكَائِدَكَ وَأَسْرَارَكَ بِأَجْمَعِهِمْ لِوُجُودِ صَالِحِ الْأَخْلَاقِ، مِمَّنْ لَا تُبْطِرُهُ الْكَرَامَةُ فَيَجْتَرِئَ بِهَا عَلَيْكَ فِي خِلَافٍ لَكَ بِحَضْرَةِ مَلَإٍ، وَلَا تُقَصِّرُ بِهِ الْغَفْلَةُ عَنْ إِيرَادِ مُكَاتَبَاتِ عُمَّالِكَ عَلَيْكَ، وَإِصْدَارِ جَوَابَاتِهَا عَلَى الصَّوَابِ عَنْكَ وَفِيمَا يَأْخُذُ لَكَ وَيُعْطِي مِنْكَ۔ وَلَا يُضْعِفُ عَقْداً اعْتَقَدَهُ لَكَ، وَلَا يَعْجِزُ عَنْ إِطْلَاقِ مَا عُقِدَ عَلَيْكَ، وَلَا يَجْهَلُ مَبْلَغَ قَدْرِ نَفْسِهِ فِي الْأُمُورِ، فَإِنَّ

جن میں تمھیں ان پر اعتماد کرنے کی ضرورت ہو تو وہ انھیں بطیب خاطر جھیل لے جائیں گے۔ کیونکہ ملک آباد ہے تو جیسا بوجھ اس پر لادو گے، وہ اٹھا لے گا، اور زمین کی تباہی تو اس سے آتی ہے کہ کاشتکاروں کے ہاتھ تنگ ہو جائیں اور ان کی تنگ دستی اس وجہ سے ہوتی ہے کہ حکام مال و دولت کے سمیٹنے پر تل جاتے ہیں اور انھیں اپنے اقتدار کے ختم ہونے کا کھٹکا لگا رہتا ہے اور عبرتوں سے بہت کم فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں۔

پھر یہ کہ اپنے منشیان دفاتر کی اہمیت پر نظر رکھنا اپنے معاملات ان کے سپرد کرنا جو ان میں بہتر ہوں اور اپنے ان فرامین کو جن میں مخفی تدابیر اور (مملکت کے) رموز و اسرار درج ہوتے ہیں خصوصیت کے ساتھ ان کے حوالے کرنا جو سب سے زیادہ اچھے اخلاق کے مالک ہوں، جنھیں اعزاز کا حاصل ہونا سرکش نہ بنائے کہ وہ بھری محفلوں میں تمھارے خلاف کچھ کہنے کی جرأت کرنے لگیں اور ایسے بے پروا نہ ہوں کہ لین دین کے بارے میں جو تم سے متعلق ہوں تمھارے کارندوں کے خطوط تمھارے سامنے پیش کرنے اور ان کے مناسب جوابات روانہ کرنے میں کوتاہی کرتے ہوں اور وہ تمھارے حق میں جو معاہدہ کریں اس میں کوئی خامی نہ رہنے دیں اور نہ تمھارے خلاف کسی ساز باز کا توڑ کرنے میں کمزوری دکھائیں اور وہ معاملات میں اپنے صحیح مرتبہ اور مقام سے ناآشنا نہ ہوں کیونکہ جو اپنا صحیح مقام نہیں پہچانتا وہ دوسروں کے

الْجَاهِلَ بِقَدْرِ نَفْسِهِ يَكُونُ بِقَدْرِ غَيْرِهِ أَجْهَلَ، ثُمَّ لَا يَكُنِ اخْتِيَارُكَ إِيَّاهُمْ عَلَى فِرَاسَتِكَ وَاسْتِنَامَتِكَ وَحُسْنِ الظَّنِّ مِنْكَ فَإِنَّ الرِّجَالَ يَتَعَرَّفُونَ لِفِرَاسَاتِ الْوُلَاةِ بِتَصَنُّعِهِمْ وَحُسْنِ خِدْمَتِهِمْ وَلَيْسَ وَرَاءَ ذَلِكَ مِنَ النَّصِيحَةِ وَالْأَمَانَةِ شَيْءٌ، وَلَكِنِ اخْتَبِرْهُمْ بِمَا وَلُوا لِلصَّالِحِينَ قَبْلَكَ فَاعْمِدْ لِأَحْسَنِهِمْ كَانَ فِي الْعَامَّةِ أَثَرًا، وَأَعْرَفِهِمْ بِالْأَمَانَةِ وَجْهًا، فَإِنَّ ذَلِكَ دَلِيلٌ عَلَى نَصِيحَتِكَ لِلَّهِ وَلِمَنْ وَلِيتَ أَمْرَهُ، وَاجْعَلْ لِرَأْسِ كُلِّ أَمْرٍ مِنْ أُمُورِكَ رَأْسًا مِنْهُمْ لَا يَقْهَرُهُ كَبِيرُهَا، وَلَا يَتَشَتَّتُ عَلَيْهِ كَثِيرُهَا وَمَهْمَا كَانَ فِي كُتَّابِكَ مِنْ عَيْبٍ فَتَغَابَيْتَ عَنْهُ أُلْزِمْتَهُ۔

ثُمَّ اسْتَوْصِ بِالتُّجَّارِ وَذَوِي الصِّنَاعَاتِ وَأَوْصِ بِهِمْ خَيْرًا الْمُقِيمِ مِنْهُمْ، وَالْمُضْطَرِبِ بِمَالِهِ وَالْمُتَرَفِّقِ بِبَدَنِهِ، فَإِنَّهُمْ مَوَادُّ الْمَنَافِعِ وَأَسْبَابُ الْمَرَافِقِ وَجُلَّابُهَا مِنَ الْمَبَاعِدِ وَالْمَطَارِحِ، فِي بَرِّكَ

قدر و مقام سے اور بھی زیادہ ناواقف ہوگا۔ پھر یہ کہ ان کا انتخاب تمہیں اپنی فراست، خوش اعتمادی اور حُسنِ ظن کی بنا پر نہ کرنا چاہیئے، کیونکہ لوگ تصنع اور حُسنِ خدمات کے ذریعہ حکمرانوں کی نظروں میں سما کر تعارف کی راہیں نکال لیا کرتے ہیں۔ حالانکہ ان میں ذرا بھی خیر خواہی اور امانت داری کا جذبہ نہیں ہوتا۔ لیکن تم انھیں اِن خدمات سے پرکھو، جو تم سے پہلے وُہ نیک حاکموں کے ماتحت رہ کر انجام دے چکے ہوں تو جو عوام میں نیک نام اور امانت داری کے اعتبار سے زیادہ مشہور ہوں ان کی طرف خصُوصیت کے ساتھ توجہ کرو۔ اس لیے کہ ایسا کرنا اس کی دلیل ہوگا کہ تم اللہ کے مخلص اور اپنے امام کے خیر خواہ ہو۔ تمھیں محکمہ تحریر کے ہر شعبُہ پر ایک ایک افسر مقرر کرنا چاہیئے۔ جو اِس شعبہ کے بڑے سے بڑے کام سے عاجز نہ ہو، اور کام کی زیادتی سے بوکھلا نہ اُٹھے۔ یاد رکھو! کہ اِن منشیوں میں جو بھی عیب ہوگا، اور تم اُس سے آنکھ بند رکھو گے، اُس کی ذمّہ دار تُم پر ہوگی۔

پھر تمھیں تاجروں اور صناعوں کے خیال اور اُن کے ساتھ اچھے برتاؤ کی ہدایت کی جاتی ہے اور تمھیں دُوسروں کو اُن کے متعلق ہدایت کرنا ہے خواہ وُہ ایک جگہ رہ کر بیوپار کرنے والے ہوں یا پھیری لگا کر بیچنے والے ہوں یا جسمانی مشقت (مزدوری یا دستکاری) سے کمانے والے ہوں کیونکہ یہی لوگ منافع کا سرچشمہ اور ضروریات کے مُہیا کرنے کا ذریعہ ہوتے ہیں۔ یہ لوگ ان ضروریات کو خشکیوں، تریوں میدانی

وَ بَحْرِكَ وَ سَهْلِكَ وَ جَبَلِكَ، وَ
حَيْثُ لَا يَلْتَئِمُ النَّاسُ لِمَوَاضِعِهَا
وَلَا يَجْتَرِئُونَ عَلَيْهَا. فَإِنَّهُمْ
سِلْمٌ لَا تُخَافُ بَائِقَتُهُ، وَصُلْحٌ
لَا تُخْشَى غَائِلَتُهُ. وَ تَفَقَّدْ
أُمُورَهُمْ بِحَضْرَتِكَ وَ فِي حَوَاشِي
بِلَادِكَ. وَاعْلَمْ مَعَ ذٰلِكَ أَنَّ
فِي كَثِيرٍ مِّنْهُمْ ضِيقًا فَاحِشًا وَ
شُحًّا قَبِيحًا: وَاحْتِكَارًا لِلْمَنَافِعِ
وَ تَحَكُّمًا فِي الْبِيَاعَاتِ، وَ ذٰلِكَ
بَابُ مَضَرَّةٍ لِلْعَامَّةِ وَ عَيْبٌ
عَلَى الْوُلَاةِ. فَامْنَعْ مِنَ الْاِحْتِكَارِ
فَإِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَ آلِهِ مَنَعَ مِنْهُ، وَ لْيَكُنِ
الْبَيْعُ بَيْعًا سَمْحًا، وَ بِمَوَازِينِ
عَدْلٍ وَ أَسْعَارٍ لَا تُجْحِفُ بِالْفَرِيقَيْنِ
مِنَ الْبَائِعِ وَ الْمُبْتَاعِ فَمَنْ قَارَفَ
حُكْرَةً بَعْدَ نَهْيِكَ إِيَّاهُ فَنَكِّلْ
بِهِ، وَ عَاقِبْ فِي غَيْرِ إِسْرَافٍ، ثُمَّ
اللّٰهَ اللّٰهَ فِي الطَّبَقَةِ السُّفْلَى مِنَ
الَّذِينَ لَا حِيلَةَ لَهُمْ وَ الْمَسَاكِينِ وَ
الْمُحْتَاجِينَ وَ أَهْلِ الْبُؤْسَى وَ الزَّمْنَى
فَإِنَّ فِي هٰذِهِ الطَّبَقَةِ قَانِعًا وَ مُعْتَرًّا
وَاحْفَظْ لِلّٰهِ مَا اسْتَحْفَظَكَ مِنْ
حَقِّهِ فِيهِمْ، وَاجْعَلْ لَهُمْ قِسْمًا

علاقوں اور پہاڑوں ایسے دُور افتادہ مقامات سے
درآمد کرتے ہیں اور ایسی جگہوں سے کہ جہاں لوگ پہنچ
نہیں سکتے اور نہ وہاں جانے کی ہمت کر سکتے ہیں۔
یہ لوگ امن پسند اور صلح جو ہوتے ہیں۔ ان سے کسی
فساد اور شورش کا اندیشہ نہیں ہوتا۔ یہ لوگ تمہارے
سامنے ہوں یا جہاں جہاں دوسرے شہروں میں پھیلے
ہوئے ہوں۔ تم اُن کی خبر گیری کرتے رہنا۔ ہاں! اس
کے ساتھ یہ بھی یاد رکھو کہ ان میں ایسے بھی ہوتے ہیں۔
جو انتہائی تنگ نظر اور بڑے کنجوس ہوتے ہیں جو نفع
اندوزی کے لیے مال روک رکھتے ہیں اور اونچے نرخ
معین کر لیتے ہیں۔ یہ چیز عوام کے لیے نقصان دہ،
اور حکام کی بدنامی کا باعث ہوتی ہے۔ لہٰذا ذخیرہ
اندوزی سے منع کرنا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و
وآلہ وسلم نے اس سے ممانعت فرمائی ہے اور خرید و
فروخت صحیح ترازوؤں اور مناسب نرخوں کے ساتھ
بسہولت ہونا چاہیے کہ نہ بیچنے والے کو نقصان ہو
اور نہ خریدنے والے کو خسارہ ہو۔ اس کے بعد بھی
کوئی ذخیرہ اندوزی کے جرم کا مرتکب ہو تو اُسے مناسب
حد تک سزا دینا۔ پھر خصوصیت کے ساتھ اللہ کا خوف
کرنا۔ پسماندہ و افتادہ طبقہ کے بارے میں جن کا کوئی
سہارا نہیں ہوتا۔ وہ مسکینوں، محتاجوں، فقیروں اور
معذوروں کا طبقہ ہے۔ ان میں کچھ تو ہاتھ پھیلا کر مانگنے
والے ہوتے ہیں اور کچھ کی صورت سوال ہوتی ہے
اللہ کی خاطر ان بے کسوں کے بارے میں اس کے اس
حق کی حفاظت کرنا جس کا اُس نے تمہیں ذمہ دار بنایا

مِنْ بَيْتِ مَالِكَ وَ قِسْمًا مِنْ غَلَّاتِ
صَوَافِي الْإِسْلَامِ فِي كُلِّ بَلَدٍ،
فَإِنَّ لِلْأَقْصَى مِنْهُمْ مِثْلَ الَّذِي
لِلْأَدْنَى۔ وَ كُلٌّ قَدِ اسْتُرْعِيتَ حَقَّهُ
فَلَا يَشْغَلَنَّكَ عَنْهُمْ بَطَرٌ، فَإِنَّكَ
لَا تُعْذَرُ بِتَضْيِيعِكَ التَّافِهَ
لِإِحْكَامِكَ الْكَثِيرَ الْمُهِمَّ، فَلَا تُشْخِصْ
هَمَّكَ عَنْهُمْ، وَ لَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ
لَهُمْ، وَ تَفَقَّدْ أُمُورَ مَنْ لَا
يَصِلُ إِلَيْكَ مِنْهُمْ مِمَّنْ تَقْتَحِمُهُ
الْعُيُونُ وَ تَحْقِرُهُ الرِّجَالُ، فَفَرِّغْ
لِأُولٰئِكَ ثِقَتَكَ مِنْ أَهْلِ
الْخَشْيَةِ وَ التَّوَاضُعِ، فَلْيَرْفَعْ
إِلَيْكَ أُمُورَهُمْ، ثُمَّ اعْمَلْ فِيهِمْ
بِالْإِعْذَارِ إِلَى اللّٰهِ يَوْمَ تَلْقَاهُ،
فَإِنَّ هٰؤُلَاءِ مِنْ بَيْنِ الرَّعِيَّةِ
أَحْوَجُ إِلَى الْإِنْصَافِ مِنْ غَيْرِهِمْ
وَ كُلٌّ فَأَعْذِرْ إِلَى اللّٰهِ فِي تَأْدِيَةِ
حَقِّهِ إِلَيْهِ۔ وَ تَعَهَّدْ أَهْلَ الْيُتْمِ
وَ ذَوِي الرِّقَّةِ فِي السِّنِّ مِمَّنْ لَا
حِيلَةَ لَهُ، وَ لَا يَنْصِبُ لِلْمَسْأَلَةِ
نَفْسَهُ، وَ ذٰلِكَ عَلَى الْوُلَاةِ ثَقِيلٌ
وَ الْحَقُّ كُلُّهُ ثَقِيلٌ۔ وَ قَدْ يُخَفِّفُهُ اللّٰهُ
عَلَى أَقْوَامٍ طَلَبُوا الْعَاقِبَةَ
فَصَبَّرُوا أَنْفُسَهُمْ وَ وَثِقُوا

ہے اِن کے لیے ایک حصّہ بیت المال سے معیّن کر دینا
اور ایک حصّہ ہر شہر کے اِس غلہ میں سے دینا جو اسلامی
غنیمت کی زمینوں سے حاصل ہوا ہو، کیونکہ اس میں
دُور والوں کا اِتنا ہی حصّہ ہے جتنا نزدیک والوں کا
ہے اور تم ان سب کے حقوق کی نگہداشت کے ذمہ دار
بنائے گئے ہو۔ لہٰذا تمھیں دولت کی سرمستی ان سے
غافل نہ کر دے۔ کیونکہ کسی معمولی بات کو اس لیے نظر
انداز نہیں کیا جائے گا کہ تم نے بہت سے اہم کاموں
کو پُورا کر دیا ہے، لہٰذا اپنی توجّہ ان سے نہ ہٹانا اور
نہ تکبّر کے ساتھ اُن کی طرف سے اپنا رُخ پھیرنا اور
خصُوصیت کے ساتھ خبر رکھو۔ ایسے افراد کی جو تم تک
پہنچ نہیں سکتے جنھیں آنکھیں دیکھنے سے کراہت کرتی
ہوں گی، اور لوگ اُنھیں حقارت سے ٹھکراتے ہوں گے
تم اُن کے لیے اپنے کسی بھروسے کے آدمی کو جو خوفِ
خدا رکھنے والا اور متواضع ہو مقرر کر دینا کہ وہ اُن کے
حالات تم تک پہنچاتا رہے۔ پھر ان کے ساتھ وہ طرزِ
عمل اختیار کرنا جس سے کہ قیامت کے روز اللہ کے
سامنے حُجّت پیش کر سکو کیونکہ رعیّت میں دوسروں سے
زیادہ یہ انصاف کے محتاج ہیں اور یُوں تو سب ہی ایسے
ہیں کہ تمھیں اُن کے حقوق سے عہدہ برآ ہو کر اللہ کے
سامنے سرخرو ہونا ہے اور دیکھو یتیموں اور سال خوردہ
بوڑھوں کا خیال رکھنا، کہ جو نہ کوئی سہارا رکھتے ہیں
اور نہ سوال کے لیے اُٹھتے ہیں اور یہی وہ کام ہے جو
حکّام پر گراں گزرا کرتا ہے۔ ہاں خدا اُن لوگوں کے لیے
جو عقبیٰ کے طلب گار رہتے ہیں اس کی گرانیوں کو ہلکا کر

بِصِدْقِ مَوْعُوْدِ اللهِ لَهُمْ.

وَاجْعَلْ لِذَوِي الْحَاجَاتِ مِنْكَ قِسْمًا تُفَرِّغُ لَهُمْ فِيْهِ شَخْصَكَ، وَتَجْلِسُ لَهُمْ مَجْلِسًا عَامًّا فَتَتَوَاضَعُ فِيْهِ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَكَ وَتُقْعِدُ عَنْهُمْ جُنْدَكَ وَأَعْوَانَكَ مِنْ أَحْرَاسِكَ وَشُرَطِكَ، حَتّٰى يُكَلِّمَكَ مُتَكَلِّمُهُمْ غَيْرَ مُتَتَعْتِعٍ فَإِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ يَقُوْلُ فِيْ غَيْرِ مَوْطِنٍ "لَنْ تُقَدَّسَ أُمَّةٌ لَا يُؤْخَذُ لِلضَّعِيْفِ فِيْهَا مِنَ الْقَوِيِّ غَيْرَ مُتَتَعْتِعٍ". ثُمَّ احْتَمِلِ الْخُرْقَ مِنْهُمْ وَالْعِيَّ، وَنَحِّ عَنْهُمُ الضِّيْقَ وَالْأَنَفَ يَبْسُطِ اللهُ عَلَيْكَ بِذٰلِكَ أَكْنَافَ رَحْمَتِهٖ، وَيُوْجِبْ لَكَ ثَوَابَ طَاعَتِهٖ. وَأَعْطِ مَا أَعْطَيْتَ هَنِيْئًا، وَامْنَعْ فِيْ إِجْمَالٍ وَإِعْذَارٍ. ثُمَّ أُمُوْرٌ مِنْ أُمُوْرِكَ لَا بُدَّ لَكَ مِنْ مُبَاشَرَتِهَا، مِنْهَا إِجَابَةُ عُمَّالِكَ بِمَا يَعْيَى عَنْهُ كُتَّابُكَ وَمِنْهَا إِصْدَارُ حَاجَاتِ النَّاسِ يَوْمَ وُرُوْدِهَا عَلَيْكَ بِمَا تَحْرَجُ بِهٖ صُدُوْرُ أَعْوَانِكَ.

دیتا ہے وہ اُسے اپنی ذات پر جھیل لے جاتے ہیں اور اللہ نے جو اُن سے وعدہ کیا ہے اس کی سچائی پر بھروسا رکھتے ہیں۔

اور تم اپنے اوقات کا ایک حصہ حاجتمندوں کے لیے معیّن کر دینا جس میں سب کام چھوڑ کر انہی کے لیے مخصوص ہو جانا اور ان کے لیے ایک عام دربار کرنا اور اس میں اپنے پیدا کرنے والے اللہ کے لیے تواضع و انکساری سے کام لینا اور فوجیوں، نگہبانوں اور پولیس والوں کو ہٹا دینا تاکہ کہنے والے بے دھڑک کہہ سکیں۔ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کئی موقعوں پر فرماتے سنا ہے کہ "اس قوم میں پاکیزگی نہیں آ سکتی جس میں کمزوروں کو کھل کر طاقتوروں سے حق نہیں دلایا جاتا"۔ پھر یہ کہ اگر ان کے تیور بگڑیں یا صاف صاف مطلب نہ کہہ سکیں، تو اُسے برداشت کرنا اور تنگ دلی اور نخوت کو اُن کے مقابلہ میں پاس نہ آنے دینا۔ اس کی وجہ سے اللہ تم پر اپنی رحمت کے دامنوں کو پھیلا دے گا، اور اپنی فرماں برداری کا تمہیں ضرور اجر دے گا اور جو حُسنِ سلوک کرنا اس طرح کہ چہرے پر شکن نہ آئے اور نہ دینا تو اچھے طریقے سے عُذر خواہی کر لینا۔

پھر کچھ اُمور ایسے ہیں کہ جنہیں خود تم ہی کو انجام دینا چاہئیں۔ اُن میں سے ایک حکام کے ان مراسلات کا جواب دینا ہے جو تمہارے منشیوں کے بس میں نہ ہوں اور ایک لوگوں کی حاجتیں جب تمہارے سامنے پیش ہوں اور تمہارے عملہ کے ارکان اُن سے جی چرائیں

وَ أَمْضِ لِكُلِّ يَوْمٍ عَمَلَهُ، فَإِنَّ لِكُلِّ يَوْمٍ مَا فِيهِ، وَ اجْعَلْ لِنَفْسِكَ فِيمَا بَيْنَكَ وَ بَيْنَ اللهِ أَفْضَلَ تِلْكَ الْمَوَاقِيتِ وَ أَجْزَلَ تِلْكَ الْأَقْسَامِ وَ إِنْ كَانَتْ كُلُّهَا لِلّٰهِ إِذَا صَلَحَتْ فِيهَا النِّيَّةُ وَ سَلِمَتْ مِنْهَا الرَّعِيَّةُ.

وَ لْيَكُنْ فِي خَاصَّةِ مَا تُخْلِصُ بِهِ لِلّٰهِ دِينَكَ إِقَامَةُ فَرَائِضِهِ الَّتِي هِيَ لَهُ خَاصَّةً، فَأَعْطِ اللهَ مِنْ بَدَنِكَ فِي لَيْلِكَ وَ نَهَارِكَ، وَ وَفِّ مَا تَقَرَّبْتَ بِهِ إِلَى اللهِ مِنْ ذٰلِكَ كَامِلًا غَيْرَ مَثْلُومٍ وَ لَا مَنْقُوصٍ بَالِغًا مِنْ بَدَنِكَ مَا بَلَغَ - وَ إِذَا قُمْتَ فِي صَلَاتِكَ لِلنَّاسِ فَلَا تَكُونَنَّ مُنَفِّرًا وَ لَا مُضَيِّعًا، فَإِنَّ فِي النَّاسِ مَنْ بِهِ الْعِلَّةُ وَ لَهُ الْحَاجَةُ - وَ قَدْ سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ حِينَ وَجَّهَنِي إِلَى الْيَمَنِ كَيْفَ أُصَلِّي بِهِمْ فَقَالَ صَلِّ بِهِمْ كَصَلَاةِ أَضْعَفِهِمْ وَ كُنْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَحِيمًا"۔

وَ أَمَّا بَعْدُ فَلَا تُطَوِّلَنَّ احْتِجَابَكَ مِنْ رَعِيَّتِكَ، فَإِنَّ احْتِجَابَ الْوُلَاةِ عَنِ الرَّعِيَّةِ شُعْبَةٌ مِنَ الضِّيقِ، وَ

تو خود انھیں انجام دینا ہے۔ روز کا کام اُسی روز ختم کر دیا کرو، کیونکہ ہر دن اپنے ہی کام کے لیے مخصوص ہوتا ہے اور اپنے اوقات کا بہتر و افضل حصہ اللہ کی عبادت کے لیے خاص کر دینا۔ اگرچہ وہ تمام کام بھی اللہ ہی کے لیے ہیں جب نیت بخیر ہو، اور اُن سے رعیت کی خوش حالی ہو۔

اُن مخصوص اشغال میں سے کہ جن کے ساتھ تم خلوص کے ساتھ اللہ کے لیے اپنے دینی فریضہ کو ادا کرتے ہو ان واجبات کی انجام دہی ہونا چاہیے جو اُس کی ذات سے مخصوص ہیں۔ تم شب و روز کے اوقات میں اپنی جسمانی طاقتوں کا کچھ حصہ اللہ کے سپرد کر دو اور جو عبادت بھی تقرب الٰہی کی غرض سے بجا لانا ایسی ہو کہ نہ اس میں کوئی خلل ہو، اور نہ کوئی نقص چاہے اس میں تمھیں کتنی جسمانی زحمت اُٹھانا پڑے اور دیکھو! جب لوگوں کو نماز پڑھانا تو ایسی نہیں کہ (طول دے کر) لوگوں کو بیزار کر دو اور نہ ایسی مختصر کہ نماز برباد ہو جائے۔ اِس لیے کہ نمازیوں میں بیمار بھی ہوتے ہیں اور ایسے بھی جنھیں کوئی ضرورت در پیش ہوتی ہے۔ چنانچہ جب مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے یمن کی طرف روانہ کیا تو میں نے آپ سے دریافت کیا کہ انھیں نماز کس طرح پڑھاؤں؟ تو فرمایا کہ جیسی ان میں کے سب سے زیادہ کمزور و ناتواں کی نماز ہو سکتی ہے، اور تمھیں مومنوں کے حال پر مہربان ہونا چاہیے۔

اِس کے بعد یہ خیال رہے کہ رعایا سے عرصہ تک

قِلَّةُ عِلْمٍ بِالْأُمُورِ، وَالِاحْتِجَابُ
مِنْهُمْ يَقْطَعُ عَنْهُمْ عِلْمَ مَا
احْتَجَبُوا دُونَهُ، فَيَصْغُرُ
عِنْدَهُمُ الْكَبِيرُ، وَيَعْظُمُ الصَّغِيرُ
وَيَقْبُحُ الْحَسَنُ وَيَحْسُنُ الْقَبِيحُ
وَيُشَابُ الْحَقُّ بِالْبَاطِلِ، وَ
إِنَّمَا الْوَالِي بَشَرٌ لَا يَعْرِفُ
مَا تَوَارَى عَنْهُ النَّاسُ بِهِ
مِنَ الْأُمُورِ، وَلَيْسَتْ عَلَى
الْحَقِّ سِمَاتٌ تُعْرَفُ بِهَا
ضُرُوبُ الصِّدْقِ مِنَ الْكَذِبِ
وَإِنَّمَا أَنْتَ أَحَدُ رَجُلَيْنِ:
إِمَّا امْرُؤٌ سَخَتْ نَفْسُكَ
بِالْبَذْلِ فِي الْحَقِّ فَفِيمَ
احْتِجَابُكَ مِنْ وَاجِبِ حَقٍّ
تُعْطِيهِ، أَوْ فِعْلٍ كَرِيمٍ تُسْدِيهِ، أَوْ
مُبْتَلًى بِالْمَنْعِ فَمَا أَسْرَعَ كَفَّ
النَّاسِ عَنْ مَسْأَلَتِكَ إِذَا أَيِسُوا
مِنْ بَذْلِكَ مَعَ أَنَّ أَكْثَرَ حَاجَاتِ
النَّاسِ إِلَيْكَ مِمَّا لَا مَؤُونَةَ
فِيهِ إِلَيْكَ، وَمِنْ شَكَاةِ مَظْلِمَةٍ،
أَوْ طَلَبِ إِنْصَافٍ فِي مُعَامَلَةٍ.
ثُمَّ إِنَّ لِلْوَالِي خَاصَّةً وَبِطَانَةً
فِيهِمُ اسْتِئْثَارٌ وَتَطَاوُلٌ، وَ
قِلَّةُ إِنْصَافٍ فِي مُعَامَلَةٍ فَاحْسِمْ

رُوپوشی اختیار نہ کرنا کیونکہ حکمرانوں کا رعایا سے چھپ کر رہنا ایک طرح کی تنگ دلی اور معاملات سے بے خبر رہنے کا سبب ہے اور یہ رُوپوشی انھیں بھی ان امُور پر مطلع ہونے سے روکتی ہے کہ جن سے وہ ناواقف ہیں جس کی وجہ سے بڑی چیز ان کی نگاہ میں چھوٹی، اور چھوٹی چیز بڑی، اچھائی بُرائی، اور بُرائی اچھائی ہو جایا کرتی ہے اور حق باطل کے ساتھ رل مل جاتا ہے اور حکمران بھی آخر ایسا ہی بشر ہوتا ہے جو ناواقف رہے گا ان معاملات سے جو لوگ اس سے پوشیدہ کریں، اور حق کی پیشانی پر کوئی نشان نہیں ہُوا کرتے کہ جس کے ذریعے جھوٹ سے سچ کی قسموں کو الگ کر کے پہچان لیا جائے۔ اور پھر تم دو ہی طرح کے آدمی ہو سکتے ہو۔ یا تو تم ایسے ہو کہ تمہارا نفس حق کی ادائیگی کے لیے آمادہ ہے تو پھر واجب حقوق ادا کرنے اور اچھے کام کر گزرنے سے مُنہ چھپانے کی ضرورت کیا؟ اور یا تم ایسے ہو کہ لوگوں کو تم سے کورا جواب ہی ملنا ہے تو جب لوگ تمہاری عطا سے مایوس ہو جائیں گے تو خود ہی بہت جلد تم سے مانگنا چھوڑ دیں گے اور پھر یہ کہ لوگوں کی اکثر ضرورتیں ایسی ہوں گی۔ جن سے تمہاری جیب پر کوئی بار نہیں پڑتا جیسے کسی کے ظلم کی شکایت یا کسی معاملہ میں انصاف کا مُطالبہ۔

اس کے بعد معلوم ہونا چاہیئے کہ حکام کے کچھ خواص اور سر چڑھے لوگ ہوا کرتے ہیں جن میں خود غرضی دست درازی اور بد معاملگی ہوا کرتی ہے۔ تم کو ان حالات

مَادَّةَ أُولٰئِكَ بِقَطْعِ أَسْبَابِ تِلْكَ الْأَحْوَالِ. وَلَا تُقْطِعَنَّ لِأَحَدٍ مِنْ حَاشِيَتِكَ وَحَامَّتِكَ قَطِيعَةً، وَلَا يَطْمَعَنَّ مِنْكَ فِي اعْتِقَادِ عُقْدَةٍ تَضُرُّ بِمَنْ يَلِيهَا مِنَ النَّاسِ فِي شِرْبٍ أَوْ عَمَلٍ مُشْتَرَكٍ يَحْمِلُونَ مَؤُونَتَهُ عَلَى غَيْرِهِمْ، فَيَكُونَ مَهْنَأُ ذٰلِكَ لَهُمْ دُونَكَ، وَعَيْبُهُ عَلَيْكَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ.

وَأَلْزِمِ الْحَقَّ مَنْ لَزِمَهُ مِنَ الْقَرِيبِ وَالْبَعِيدِ، وَكُنْ فِي ذٰلِكَ صَابِرًا مُحْتَسِبًا، وَاقِعًا ذٰلِكَ مِنْ قَرَابَتِكَ وَخَاصَّتِكَ حَيْثُ وَقَعَ، وَابْتَغِ عَاقِبَتَهُ بِمَا يَثْقُلُ عَلَيْكَ مِنْهُ، فَإِنَّ مَغَبَّةَ ذٰلِكَ مَحْمُودَةٌ.

وَإِنْ ظَنَّتِ الرَّعِيَّةُ بِكَ حَيْفًا فَأَصْحِرْ لَهُمْ بِعُذْرِكَ، وَاعْدِلْ عَنْكَ ظُنُونَهُمْ بِإِصْحَارِكَ، فَإِنَّ فِي ذٰلِكَ رِيَاضَةً مِنْكَ لِنَفْسِكَ، وَرِفْقًا بِرَعِيَّتِكَ، وَإِعْذَارًا تَبْلُغُ بِهِ حَاجَتَكَ مِنْ تَقْوِيمِهِمْ عَلَى الْحَقِّ.

وَلَا تَدْفَعَنَّ صُلْحًا دَعَاكَ إِلَيْهِ عَدُوُّكَ وَلِلّٰهِ فِيهِ رِضًى، فَإِنَّ فِي الصُّلْحِ دَعَةً لِجُنُودِكَ وَرَاحَةً مِنْ

کے پیدا ہونے کی وجوہ ختم کر کے اِس گندے مواد کو ختم کر دینا چاہیے اور دیکھو اپنے کسی حاشیہ نشین اور قرابت دار کو جاگیر نہ دینا اور اُسے تم سے توقع نہ بندھنا چاہیے۔ کسی ایسی زمین پر قبضہ کرنے کی جو آبپاشی یا کسی مشترکہ معاملہ میں اس کے آس پاس کے لوگوں کے لیے ضرر کی باعث ہو، یوں کہ اِس کا بوجھ دُوسرے پر ڈال دے اِس صُورت میں اس کے خوش گوار مزے تو اس کے لیے ہوں گے نہ تمھارے لیے۔ مگر اس کا بدنما دھبہ دُنیا و آخرت میں تمھارے دامن پر رہ جائے گا۔

اور جس پر جو حق عائد ہوتا ہو، اُس پر اس حق کو نافذ کرنا چاہیے۔ وُہ تمھارا اپنا ہو یا بیگانہ ہو اور اُس کے بارے میں تحمل سے کام لینا اور ثواب کے اُمیدوار رہنا چاہیے اُس کی زد تمھارے کسی قریبی عزیز یا کسی مصاحب خاص پر کیسی ہی پڑتی ہو اور اس میں تمھاری طبیعت کو جو گرانی محسوس ہو، اس کے اُخروی نتیجہ کو پیش نظر رکھنا کہ اُس کا انجام بہر حال اچھا ہوگا۔

اور اگر رعیت کو تمھارے بارے میں کبھی یہ بدگمانی ہو جائے کہ تم نے اس پر ظلم و زیادتی کی ہے تو اپنے عذر کو واضح طور سے پیش کر دو، اور عُذر واضح کر کے اُن کے خیالات کو بدل دو، اس سے تمھارے نفس کی تربیت ہوگی اور رعایا پر مہربانی ثابت ہوگی اور اس عُذر آوری سے اُن کو حق پر استوار کرنے کا مقصد تمھارا پورا ہوگا۔

اگر دشمن ایسی صُلح کی تمھیں دعوت دے کہ جس

هُمُومِكَ، وَأَمْناً لِبِلاَدِكَ، وَلٰكِنِ
الْحَذَرَ كُلَّ الْحَذَرِ مِنْ عَدُوِّكَ
بَعْدَ صُلْحِهِ، فَإِنَّ الْعَدُوَّ رُبَّمَا
قَارَبَ لِيَتَغَفَّلَ، فَخُذْ بِالْحَزْمِ،
وَاتَّهِمْ فِي ذٰلِكَ حُسْنَ الظَّنِّ. وَ
إِنْ عَقَدْتَ بَيْنَكَ وَبَيْنَ عَدُوِّكَ
عُقْدَةً، أَوْ أَلْبَسْتَهُ مِنْكَ ذِمَّةً
فَحُطْ عَهْدَكَ بِالْوَفَاءِ، وَارْعَ
ذِمَّتَكَ بِالْأَمَانَةِ، وَاجْعَلْ نَفْسَكَ
جُنَّةً دُونَ مَا أَعْطَيْتَ، فَإِنَّهُ
لَيْسَ مِنْ فَرَائِضِ اللهِ شَيْءٌ
النَّاسُ أَشَدُّ عَلَيْهِ اجْتِمَاعاً
مَعَ تَفَرُّقِ أَهْوَائِهِمْ وَتَشَتُّتِ
آرَائِهِمْ مِنْ تَعْظِيمِ الْوَفَاءِ بِالْعُهُودِ،
وَقَدْ لَزِمَ ذٰلِكَ الْمُشْرِكُونَ فِيمَا
بَيْنَهُمْ دُونَ الْمُسْلِمِينَ لِمَا
اسْتَوْبَلُوا مِنْ عَوَاقِبِ الْغَدْرِ،
فَلاَ تَغْدِرَنَّ بِذِمَّتِكَ، وَلاَ تَخِيسَنَّ
بِعَهْدِكَ، وَلاَ تَخْتِلَنَّ
عَدُوَّكَ، فَإِنَّهُ لاَ يَجْتَرِئُ عَلَى
اللهِ إِلاَّ جَاهِلٌ شَقِيٌّ. وَقَدْ
جَعَلَ اللهُ عَهْدَهُ وَذِمَّتَهُ أَمْناً
أَفْضَاهُ بَيْنَ الْعِبَادِ بِرَحْمَتِهِ
وَحَرِيماً يَسْكُنُونَ إِلَى مَنَعَتِهِ
وَيَسْتَفِيضُونَ إِلَى جِوَارِهِ

میں اللہ کی رضامندی ہو، تو اُسے کبھی ٹھکرا نہ دینا۔ کیونکہ صلح میں تمہارے لشکر کے لیے آرام و راحت خود تمہارے لیے فکروں سے نجات اور شہروں کے لیے امن کا سامان ہے۔ لیکن صلح کے بعد دشمن سے چوکنا اور خوب ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے، کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ دشمن قرب حاصل کرتا ہے تاکہ تمہاری غفلت سے فائدہ اُٹھائے۔ لہٰذا احتیاط کو ملحوظ رکھو، اور اس بارے میں حُسنِ ظن سے کام نہ لو۔ اور اگر اپنے اور دُشمن کے درمیان کوئی معاہدہ کرو، یا اُسے اپنے دامن میں پناہ دو، تو پھر عہد کی پابندی کرو، وعدہ کا لحاظ رکھو۔ اور اپنے قول و قرار کی حفاظت کے لیے اپنی جان کو سپر بنا دو۔ کیونکہ اللہ کے فرائض میں سے ایفائے عہد کی ایسی کوئی چیز نہیں کہ جس کی اہمیت پر دُنیا اپنے الگ الگ نظریوں اور مختلف رایوں کے باوجود یکجہتی سے متفق ہو، اور مُسلمانوں کے علاوہ مشرکوں تک نے اپنے درمیان معاہدوں کی پابندی کی ہے۔ اس لیے کہ عہد شکنی کے نتیجہ میں اُنھوں نے تباہیوں کا اندازہ کیا تھا۔ لہٰذا اپنے عہد و پیمان میں غدّاری اور قول و قرار میں بدعہدی نہ کرنا اور اپنے دُشمن پر اچانک حملہ نہ کرنا۔ کیونکہ اللہ پر جرأت جاہل بدبخت کے علاوہ دُوسرا نہیں کرسکتا۔ اور اللہ نے عہد و پیمان کی پابندی کو امن کا پیغام قرار دیا ہے کہ جسے اپنی رحمت سے بندوں میں عام کر دیا ہے، اور ایسی پناہ گاہ بنایا ہے کہ جس کے دامنِ حفاظت میں پناہ لینے اور اُس کے جوار میں منزل کرنے کے لیے وُہ تیزی سے بڑھتے ہیں۔

فَلَا إِدْغَالَ وَلَا مُدَالَسَةَ وَلَا
خِدَاعَ فِيهِ۔ وَلَا تَعْقِدْ عَقْداً
تَجُوزُ فِيهِ الْحِلَلُ، وَلَا تُعَوِّلَنَّ
عَلَى لَحْنِ قَوْلٍ بَعْدَ التَّاْكِيدِ وَ
التَّوْثِقَةِ، وَلَا يَدْعُوَنَّكَ ضِيقُ
أَمْرٍ لَزِمَكَ فِيهِ عَهْدُ اللهِ إِلٰى طَلَبِ
انْفِسَاخِهِ بِغَيْرِ الْحَقِّ فَإِنَّ صَبْرَكَ
عَلٰى ضِيقِ أَمْرٍ تَرْجُو انْفِرَاجَهٗ وَ
فَضْلَ عَاقِبَتِهِ خَيْرٌ مِنْ غَدْرٍ
تَخَافُ تَبِعَتَهٗ وَأَنْ تُحِيطَ بِكَ
مِنَ اللهِ فِيهِ طِلْبَةٌ فَلَا تَسْتَقِيلُ
فِيهَا دُنْيَاكَ وَلَا اٰخِرَتَكَ۔

إِيَّاكَ وَالدِّمَاءَ وَسَفْكَهَا
بِغَيْرِ حِلِّهَا، فَإِنَّهٗ لَيْسَ شَيْءٌ
أَدْعٰى لِنِقْمَةٍ وَلَا أَعْظَمَ لِتَبِعَةٍ
وَلَا أَحْرٰى بِزَوَالِ نِعْمَةٍ وَانْقِطَاعِ
مُدَّةٍ مِنْ سَفْكِ الدِّمَاءِ بِغَيْرِ
حَقِّهَا۔ وَاللهُ سُبْحَانَهٗ مُبْتَدِئٌ
بِالْحُكْمِ بَيْنَ الْعِبَادِ فِيمَا تَسَافَكُوا
مِنَ الدِّمَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ فَلَا
تُقَوِّيَنَّ سُلْطَانَكَ بِسَفْكِ دَمٍ حَرَامٍ
فَإِنَّ ذٰلِكَ مِمَّا يُضْعِفُهٗ وَيُوهِنُهٗ
بَلْ يُزِيلُهٗ وَيَنْقُلُهٗ، وَلَا عُذْرَ لَكَ
عِنْدَ اللهِ وَلَا عِنْدِي فِي الْقَتْلِ
الْعَمْدِ لِأَنَّ فِيهِ قَوَدَ الْبَدَنِ۔

لہٰذا اس میں کوئی جعلسازی، فریب کاری اور مکاری نہ ہونا چاہیئے، اور ایسا کوئی معاہدہ کرو ہی نہ جس میں تاویلوں کی ضرورت پڑنے کا امکان ہو، اور معاہدہ کے پختہ اور طے ہو جانے کے بعد اس کے کسی مبہم لفظ کے دوسرے معنی نکال کر فائدہ اٹھانے کی کوشش نہ کرو، اور اس عہد و پیمانِ خداوندی میں کسی دشواری کا محسوس ہونا تمہارے لیے اس کا باعث نہ ہونا چاہیئے کہ تم اُسے ناحق منسوخ کرنے کی کوشش کرو، کیونکہ ایسی دشواریوں کو جھیل لے جانا کہ جن سے چھٹکارے کی اور انجام بخیر ہونے کی امید ہو۔ اس بدعہدی کرنے سے بہتر ہے، جس کے بُرے انجام کا تمھیں خوف اور اُس کا اندیشہ ہو کہ اللہ کے یہاں تم سے اس پر کوئی جواب دہی ہوگی اور اس طرح تمھاری دُنیا اور آخرت دونوں کی تباہی ہوگی۔

دیکھو! ناحق خونریزیوں سے دامن بچائے رکھنا۔ کیونکہ عذابِ الٰہی سے قریب اور پاداش کے لحاظ سے سخت اور نعمتوں کے سلب ہونے اور عمر کے خاتمہ کا سبب ناحق خونریزی سے زیادہ کوئی شے نہیں ہے۔ اور قیامت کے دن اللہ سبحانہٗ سب سے پہلے جو فیصلہ کرے گا، وہ انھیں خونوں کا جو بندگانِ خدا نے ایک دوسرے کے بہائے ہیں۔ لہٰذا ناحق خون بہا کر اپنے اقتدار کو مضبوط کرنے کی کبھی کوشش نہ کرنا کیونکہ یہ چیز اقتدار کو کمزور اور کھوکھلا کر دینے والی ہوتی ہے، بلکہ اُس کو بُنیادوں سے ہلا کر دوسروں کو سونپ دینے والی، اور جان بوجھ کر قتل کے جرم میں اللہ کے

وَإِنِ ابْتُلِيتَ بِخَطَإٍ وَأَفْرَطَ عَلَيْكَ سَوْطُكَ أَوْ سَيْفُكَ أَوْ يَدُكَ بِالْعُقُوبَةِ فَإِنَّ فِي الْوَكْزَةِ فَمَا فَوْقَهَا مَقْتَلَةً فَلَا تَطْمَحَنَّ بِكَ نَخْوَةُ سُلْطَانِكَ عَنْ أَنْ تُؤَدِّيَ إِلَى أَوْلِيَاءِ الْمَقْتُولِ حَقَّهُمْ۔

وَإِيَّاكَ وَالْإِعْجَابَ بِنَفْسِكَ وَالثِّقَةَ بِمَا يُعْجِبُكَ مِنْهَا وَحُبَّ الْإِطْرَاءِ فَإِنَّ ذَلِكَ مِنْ أَوْثَقِ فُرَصِ الشَّيْطَانِ فِي نَفْسِهِ لِيَمْحَقَ مَا يَكُونُ مِنْ إِحْسَانِ الْمُحْسِنِينَ۔

وَإِيَّاكَ وَالْمَنَّ عَلَى رَعِيَّتِكَ بِإِحْسَانِكَ، أَوِ التَّزَيُّدَ فِيمَا كَانَ مِنْ فِعْلِكَ أَوْ أَنْ تَعِدَهُمْ فَتُتْبِعَ مَوْعِدَكَ بِخُلْفِكَ، فَإِنَّ الْمَنَّ يُبْطِلُ الْإِحْسَانَ وَالتَّزَيُّدَ يَذْهَبُ بِنُورِ الْحَقِّ، وَالْخُلْفَ يُوجِبُ الْمَقْتَ عِنْدَ اللهِ وَالنَّاسِ، قَالَ اللهُ تَعَالَى "كَبُرَ مَقْتاً عِنْدَ اللهِ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ"۔

وَإِيَّاكَ وَالْعَجَلَةَ بِالْأُمُورِ قَبْلَ أَوَانِهَا، أَوِ التَّسَاقُطَ فِيهَا عِنْدَ إِمْكَانِهَا، أَوِ اللَّجَاجَةَ فِيهَا إِذَا تَنَكَّرَتْ، أَوِ الْوَهْنَ عَنْهَا إِذَا

سامنے تمہارا کوئی عذر چل سکے گا، نہ میرے سامنے کیونکہ اس میں قصاص ضروری ہے اور اگر غلطی سے تم اس کے مرتکب ہو جاؤ، اور سزا دینے میں تمہارا کوڑا یا تلوار یا ہاتھ حد سے بڑھ جائے اس لیے کہ کبھی گھونسا اور اس سے بھی چھوٹی ضرب ہلاکت کا سبب ہو جایا کرتی ہے تو ایسی صورت میں اقتدار کے نشہ میں بے خود ہو کر مقتول کا خون بہا اس کے وارثوں تک پہنچانے میں کوتاہی نہ کرنا۔

اور دیکھو خود پسندی سے بچتے رہنا اور اپنی جو باتیں اچھی معلوم ہوں ان پر اترانا نہیں اور نہ لوگوں کے بڑھا چڑھا کر سراہنے کو پسند کرنا۔ کیونکہ شیطان کو جو مواقع ملا کرتے ہیں۔ ان میں یہ سب سے زیادہ اس کے نزدیک بھروسے کا ذریعہ ہے کہ وہ اس طرح نیکو کاروں کی نیکیوں پر پانی پھیر دے۔

اور رعایا کے ساتھ نیکی کر کے کبھی احسان نہ جتانا اور جو ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا اسے زیادہ نہ سمجھنا اور ان سے وعدہ کر کے بعد میں وعدہ خلافی نہ کرنا کیونکہ احسان جتانا نیکی کو اکارت کر دیتا ہے اور اپنی بھلائی کو زیادہ خیال کرنا حق کی روشنی کو ختم کر دیتا ہے اور وعدہ خلافی سے اللہ بھی ناراض ہوتا ہے اور بندے بھی چنانچہ اللہ سبحانہ، خود فرماتا ہے:

"خدا کے نزدیک یہ بڑی ناراضگی کی چیز ہے کہ تم جو کہو اسے کرو نہیں"۔

اور دیکھو! وقت سے پہلے کسی کام میں جلد بازی نہ کرنا۔ اور جب اس کا موقع آ جائے تو پھر کمزوری نہ

49

اسْتَوْضَحَتْ. فَضَعْ كُلَّ أَمْرٍ مَوْضِعَهُ، وَأَوْقِعْ كُلَّ عَمَلٍ مَوْقِعَهُ.

وَإِيَّاكَ وَالِاسْتِئْثَارَ بِمَا النَّاسُ فِيهِ أُسْوَةٌ، وَالتَّغَابِيَ عَمَّا يُعْنَى بِهِ مِمَّا قَدْ وَضَحَ لِلْعُيُونِ، فَإِنَّهُ مَأْخُوذٌ مِنْكَ لِغَيْرِكَ. وَعَمَّا قَلِيلٍ تَنْكَشِفُ عَنْكَ أَغْطِيَةُ الْأُمُورِ، وَيُنْتَصَفُ مِنْكَ لِلْمَظْلُومِ. امْلِكْ حَمِيَّةَ أَنْفِكَ، وَسَوْرَةَ حَدِّكَ، وَسَطْوَةَ يَدِكَ، وَغَرْبَ لِسَانِكَ، وَاحْتَرِسْ مِنْ كُلِّ ذٰلِكَ بِكَفِّ الْبَادِرَةِ، وَتَأْخِيرِ السَّطْوَةِ، حَتّٰى يَسْكُنَ غَضَبُكَ فَتَمْلِكَ الِاخْتِيَارَ، وَلَنْ تُحْكِمَ ذٰلِكَ مِنْ نَفْسِكَ حَتّٰى تُكْثِرَ هُمُومَكَ بِذِكْرِ الْمَعَادِ إِلٰى رَبِّكَ.

وَالْوَاجِبُ عَلَيْكَ أَنْ تَتَذَكَّرَ مَا مَضٰى لِمَنْ تَقَدَّمَكَ مِنْ حُكُومَةٍ عَادِلَةٍ، أَوْ سُنَّةٍ فَاضِلَةٍ، أَوْ أَثَرٍ عَنْ نَبِيِّنَا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ، أَوْ فَرِيضَةٍ فِي كِتَابِ اللهِ، فَتَقْتَدِيَ بِمَا شَاهَدْتَهُ مِمَّا عَمِلْنَا بِهِ فِيهَا، وَتَجْتَهِدَ لِنَفْسِكَ فِي اتِّبَاعِ مَا عَهِدْتُ إِلَيْكَ فِي عَهْدِي هٰذَا، وَاسْتَوْثَقْتُ بِهِ مِنَ الْحُجَّةِ

دکھانا اور جب صحیح صورت سمجھ میں نہ آئے، تو اس پر مصر نہ ہونا اور جب طریقِ کار واضح ہو جائے، تو پھر سستی نہ کرنا مطلب یہ ہے کہ ہر چیز کو اس کی جگہ پر رکھو، اور ہر کام کو اس کے موقع پر انجام دو۔

اور دیکھو! جن چیزوں میں سب لوگوں کا حق برابر ہوتا ہے اُسے اپنے لیے مخصوص نہ کر لینا اور قابلِ لحاظ حقوق سے غفلت نہ برتنا جو نظروں کے سامنے نمایاں ہوں کیونکہ دوسروں کے لیے یہ ذمہ داری تم پر عائد ہے۔ اور مستقبل قریب میں تمام معاملات پر سے پردہ ہٹا دیا جائے گا اور تم سے مظلوم کی داد خواہی کر لی جائے گی۔ دیکھو! غضب کی تندی، سرکشی کے جوش، ہاتھ کی جنبش، اور زبان کی تیزی پر ہمیشہ قابو رکھو۔ اور ان چیزوں سے بچنے کی صورت یہ ہے کہ جلد بازی سے کام نہ لو اور سزا دینے میں دیر کرو، یہاں تک کہ تمہارا غصہ کم ہو جائے اور تم اپنے اُوپر قابو پا لو، اور کبھی یہ بات تم اپنے نفس میں پورے طور پر پیدا نہیں کر سکتے۔ جب تک اللہ کی طرف اپنی بازگشت کو یاد کرتے ہوئے زیادہ سے زیادہ ان تصورات کو قائم نہ رکھو۔

اور تمہیں لازم ہے کہ گزشتہ زمانہ کی چیزوں کو یاد رکھو خواہ کسی عادل حکومت کا طریقِ کار ہو، یا کوئی اچھا عمل درآمد ہو۔ یا رسول صلعم کی کوئی حدیث ہو، یا کتاب اللہ میں درج شدہ کوئی فریضہ ہو، تو اُن چیزوں کی پیروی کرو، جن پر عمل کرتے ہوئے ہمیں دیکھا ہے اور ان ہدایات پر عمل کرتے رہنا جو میں نے اس عہد نامہ میں درج کی ہیں اور ان کے ذریعے میں نے اپنی حجت تم پر قائم کر دی

لِنَفْسِيْ عَلَيْكَ لِكَيْلَا تَكُوْنَ لَكَ عِلَّةٌ عِنْدَ تَسَرُّعِ نَفْسِكَ إِلَىٰ هَوَاهَا۔

وَأَنَا أَسْأَلُ اللّٰهَ بِسَعَةِ رَحْمَتِهِ وَعَظِيْمِ قُدْرَتِهِ عَلَىٰ إِعْطَاءِ كُلِّ رَغْبَةٍ أَنْ يُوَفِّقَنِيْ وَإِيَّاكَ لِمَا فِيْهِ رِضَاهُ مِنَ الْإِقَامَةِ عَلَى الْعُذْرِ الْوَاضِحِ إِلَيْهِ وَإِلَىٰ خَلْقِهِ، مَعَ حُسْنِ الثَّنَاءِ فِي الْعِبَادِ وَجَمِيْلِ الْأَثَرِ فِي الْبِلَادِ وَتَمَامِ النِّعْمَةِ وَتَضْعِيْفِ الْكَرَامَةِ، وَأَنْ يَخْتِمَ لِيْ وَلَكَ بِالسَّعَادَةِ وَالشَّهَادَةِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ - وَالسَّلَامُ عَلَىٰ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا - وَالسَّلَامُ

ہے تاکہ تمہارا نفس اپنی خواہشات کی طرف بڑھے تو تمہارے پاس کوئی عذر نہ ہو۔

اور میں اللہ تعالیٰ سے اُس کی وسیع رحمت اور ہر حاجت کے پورا کرنے پر عظیم قدرت کا واسطہ دے کر اس سے سوال کرتا ہوں، کہ وہ مجھے اور تمہیں اس کی توفیق بخشے جس میں اُس کی رضامندی ہے کہ ہم اللہ کے سامنے اور اُس کے بندوں کے سامنے ایک کھلا ہوا عذر قائم کرکے سُرخرو ہوں اور ساتھ ہی بندوں میں نیک نامی اور مُلک میں اچھے اثرات اور اُس کی نعمت میں فراوانی اور روز افزوں عزت کو قائم رکھیں اور یہ کہ میرا اور تمہارا خاتمہ سعادت و شہادت پر ہو، بیشک ہمیں اُسی کی طرف پلٹنا ہے والسلام علیٰ رسولہ صلی اللہ علیہ وآلہ الطیبین الطاہرین وسلم تسلیماً کثیراً۔ والسلام۔

ل یہ عہدنامہ جسے اسلام کا دستورِ اساسی کہا جا سکتا ہے۔ اس ہستی کا ترتیب دیا ہوا ہے جو قانونِ الٰہی کا سب سے بڑا واقف کار اور سب سے زیادہ اُس پر عمل پیرا تھا۔ ان اوراق سے امیرالمومنینؑ کے طرزِ جہانبانی کا جائزہ لے کر یہ فیصلہ کیا جا سکتا ہے کہ ان کے پیشِ نظر صرف قانونِ الٰہی کا نفاذ اور اصلاحِ معاشرت تھا۔ نہ امنِ عامہ میں خلل ڈالنا، نہ لوٹ کھسوٹ سے خزانوں کا مُنہ بھرنا اور نہ توسیعِ سلطنت کے لیے جائز و ناجائز وسائل سے آنکھ بند کرکے سعی و کوشش کرنا۔ دُنیوی حکومتیں عموماً اس طرح کا قانون بنایا کرتی ہیں جس سے زیادہ سے زیادہ حکومت کو فائدہ پہنچے اور ہر ایسے قانون کو بدلنے کی کوشش کیا کرتی ہیں جو اس کے مفاد سے متصادم اور اس کے مقصد کے لیے نقصان رساں ہو۔ مگر اس دستور و آئین کی ہر دفعہ مفادِ عمومی کی نگہبان اور نظامِ اجتماعی کی محافظ ہے۔ اس کے نفاذ و اجراء میں نہ خودغرضی کا لگاؤ ہے، اور نہ مفاد پرستی کا شائبہ۔ اس میں اللہ کے فرائض کی نگہداشت اور بلاتفریق مذہب و ملت حقوقِ انسانیت کی حفاظت اور شکستہ حال و فاقہ کش افراد کی خبرگیری اور پسماندہ و افتادہ طبقہ کے ساتھ حسنِ سلوک کی ہدایت ایسے بنیادی اصول ہیں جن سے حق و عدالت کے نشر، امن و سلامتی کے قیام اور رعیت کی فلاح و بہبود کے سلسلہ میں پوری رہنمائی حاصل کی جا سکتی ہے۔

جب ۳۸ھ میں مالک ابنِ حارث اشتر رحمہ اللہ مصر کی حکومت پر فائز ہوئے، تو حضرتؑ نے یہ عہدنامہ ان کے لیے قلمبند فرمایا۔ مالک اشتر امیرالمومنینؑ کے اُن خواص اصحاب میں سے تھے جو استقلال و پامردی کے جوہر دکھا کر کامل وثوق و اعتماد اور اپنے اخلاق و کردار کو حضرت کے اخلاق و کردار کے سانچے میں ڈھال کر انتہائی قرب و اختصاص حاصل کر چکے تھے۔ جس کا اندازہ حضرت کے اُن الفاظ سے کیا جا سکتا ہے کہ "لقد کان لی مثل ما کنت لرسول اللہ"۔ "مالک میری نظروں میں ایسے ہی تھے۔ جیسا میں رسول اللہؐ کی نظروں میں تھا"۔ چنانچہ اُنھوں نے بے لوث جذبۂ خدمت سے متاثر ہو کر جنگی مہمات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اور تمام معرکوں اور مہموں میں حضرتؑ کے دست بازو ثابت ہوئے، اور ہمت و جرأت کے وہ جوہر دکھائے کہ تمام عرب پر ان کی شجاعت کی دھاک بندھ گئی۔ اس غیر معمولی شجاعت کے ساتھ حلم و بُردباری میں بھی بلند امتیاز کے حامل تھے۔ چنانچہ ورام ابن ابی فراس نے اپنے مجموعہ میں تحریر کیا ہے کہ آپ ایک دفعہ ٹاٹ کا پیراہن پہنے اور ٹاٹ ہی کا عمامہ باندھے ہوئے بازار کوفہ میں سے گزر رہے تھے کہ ایک سر پھرے دوکاندار نے آپ کو اس وضع و لباس میں دیکھ کر کچھ گلے سڑے پتّے اور شاخیں آپ کے اُوپر پھینک دیں۔ مگر اس ناشائستہ حرکت سے آپ کی پیشانی پر نہ بل آیا اور نہ ہی نظر اُٹھا کر اُس کی طرف دیکھا بلکہ خاموشی کے ساتھ آگے بڑھ گئے کہ ایک شخص نے اُس دوکاندار سے کہا تمھیں معلوم ہے کہ یہ گستاخی تم نے کس کے ساتھ کی ہے۔ اُس نے کہا مجھے معلوم نہیں کہ یہ کون تھے۔ کہا کہ یہ مالک اشتر تھے۔ یہ سُن کر اُس کے ہوش و حواس اُڑ گئے اور اُسی وقت اُن کے پیچھے دوڑا، تاکہ اُن سے اس گستاخی و اہانت کی معافی مانگے، چنانچہ تلاش کرتا ہوا ایک مسجد میں پہنچا، جہاں وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو یہ آگے بڑھ کر اُن کے قدموں پر گر پڑا، اور نہایت الحاح و زاری سے عفو کا طالب ہوا۔ آپ نے اُس کے سر کو اوپر اُٹھایا اور فرمایا کہ خدا کی قسم میں مسجد میں اس غرض سے آیا ہوں کہ تمھارے لیے بارگاہِ خداوندی میں دُعائے مغفرت کروں، میں نے تو تمھیں اُسی وقت معاف کر دیا تھا اور اُمید ہے کہ اللہ بھی تمھیں مُعاف کر دے گا۔ یہ ہے اُس نبرد آزما کا عفو و درگزر جس کے نام سے بہادروں کے زہرے آب ہو جاتے تھے اور جس کی تلوار نے شجاعانِ عرب سے اپنا لوہا منوا لیا تھا اور شجاعت کا اصلی جوہر یہی ہے کہ انسان غیظ و غضب کی تلخیوں میں ضبطِ نفس سے کام لے اور ناگواریوں کو صبر و سکون کے ساتھ جھیل لے جائے۔ چنانچہ حضرت کا ارشاد ہے کہ

اشجع الناس من غلب هواه — لوگوں میں بڑھ چڑھ کر شجاع وہ ہے جو ہوائے نفس پر غلبہ پائے

بہر حال ان خصوصیات و اوصاف کے علاوہ وہ نظم و انصرام مملکت کی بھی پُوری صلاحیت رکھتے تھے۔ چنانچہ جب مصر میں عثمانی گروہ نے تخریبی جراثیم پھیلانا شروع کیے اور شر و فساد سے ملک کے نظم و نسق کو درہم برہم کرنا چاہا، تو حضرت نے محمدؒ ابنِ ابی بکر کو وہاں کی حکومت سے الگ کر کے آپ ہی کے تقرر کا فیصلہ کیا اگرچہ وہ اس وقت نصیبین میں گورنر کی حیثیت سے مقیم تھے۔ مگر حضرت نے انھیں طلب فرمایا کہ وہ نصیبین میں کسی کو اپنا نائب مقرر کر کے اُن کے پاس پہنچیں۔ مالک نے اس فرمان کے بعد شبیب ابن عامر ازدی کو اپنی جگہ پر متعین کیا اور خود امیرالمومنین کی خدمت میں پہنچ گئے۔ حضرت نے اُنھیں حکومت کا پروانہ

لکھ کر مصر روانہ کیا اور اہلِ مصر کو ان کی اطاعت و فرمانبرداری کا تحریری حکم بھیجا۔ جب معاویہ کو اپنے جاسوسوں کے ذریعہ مالک اشتر کے تقرر کا علم ہوا تو وہ چکرا سا گیا، کیونکہ وہ عمرو ابن عاص سے یہ وعدہ کر چکا تھا کہ وہ اسے اس کی کارکردگیوں کے صلہ میں مصر کی حکومت دے گا۔ اور اُسے یہ توقع تھی کہ عمرو ابن عاص محمد ابن ابی بکر کو باسانی شکست دے کر ان کے ہاتھ سے اقتدار چھین لے گا۔ مگر مالک اشتر کو مغلوب کر کے مصر کو فتح کرنے کا وہ تصور بھی نہ کر سکتا تھا۔ لہٰذا اُس نے یہ تہیا کر لیا کہ قبل اس کے کہ ان کے ہاتھوں میں اقتدار منتقل ہو، اُنھیں ٹھکانے لگا دے۔ چنانچہ اُس نے شہر عریش کے ایک تعلقہ دار سے یہ ساز باز کی کہ جب مالک مصر جاتے ہوئے عریش سے گزریں، تو وہ کسی تدبیر سے انھیں ہلاک کر دے اور اس کے عوض اس کی جائداد کا مالیہ واگزار کر دیا جائے گا۔ چنانچہ مالک اشتر جب اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ عریش پہنچے، تو اُس نے بڑی آؤ بھگت کی۔ اور آپ کو مہمان ٹھہرانے پر مُصر ہوا۔ آپ اُس کی دعوت کو منظور فرماتے ہوئے اُس کے ہاں فروکش ہوئے اور جب کھانے سے فارغ ہوئے تو اُس نے شہد کے شربت میں زہر کی آمیزش کر کے آپ کے سامنے پیش کیا، جس کے پیتے ہی زہر کا اثر شروع ہو گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے تلواروں کے سایہ میں کھیلنے والا اور دشمن کی صفوں کو اُلٹ دینے والا خاموشی سے موت کی آغوش میں سو گیا۔

جب مُعاویہ کو اپنی اس دسیسہ کاری میں کامیابی کی اطلاع ہوئی، تو وہ مسرّت سے جھوم اُٹھا اور خوشی کا نعرہ لگاتے ہوئے کہنے لگا۔ الا ان للہ جنودا من عسل "شہد بھی اللہ کا ایک لشکر ہے"۔ اور پھر ایک خطبہ کے دوران میں کہا کہ:

کان لعلی ابن ابی طالب یمینان فقطعت احداھما یوم صفین وھو عمار ابن یاسر وقد قطعت الاخری وھو مالک الاشتر۔	علی ابن ابی طالب کے دو دستِ راست تھے۔ ایک صفین کے دن کٹ گیا، اور وہ عمار یاسر تھے، اور دُوسرا ابھی قطع ہو گیا، اور وہ مالکِ اشتر تھے۔

مکتوب (۵۴)

وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَى طَلْحَةَ وَالزُّبَيْرِ مَعَ عِمْرَانَ ابْنِ الْحُصَيْنِ الْخُزَاعِيِّ ذَكَرَهُ أَبُو جَعْفَرٍ الْإِسْكَافِيُّ فِي كِتَابِ الْمَقَامَاتِ فِي مَنَاقِبِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

جو عمرانؓ ابن حصین خزاعی کے ہاتھ طلحہ و زبیر کے پاس بھیجا۔ اس خط کو ابو جعفر اسکافی نے اپنی کتاب مقامات میں کہ امیر المومنین علیہ السلام کے فضائل میں ہے ذکر کیا ہے۔

أَمَّا بَعْدُ فَقَدْ عَلِمْتُمَا - وَإِنْ كَتَمْتُمَا - أَنِّي لَمْ أُرِدِ النَّاسَ حَتَّى أَرَادُونِي

چاہے تم کتنا ہی چھپاؤ مگر تم دونوں واقف ہو کہ میں لوگوں کی طرف نہیں بڑھا۔ بلکہ وہ بڑھ کر میری

وَلَمْ أُبَايِعْهُمْ حَتّٰى بَايَعُوْنِيْ، وَإِنَّكُمَا مِمَّنْ أَرَادَنِيْ وَبَايَعَنِيْ، وَإِنَّ الْعَامَّةَ لَمْ تُبَايِعْنِيْ لِسُلْطَانٍ غَالِبٍ، وَلَا لِعَرَضٍ حَاضِرٍ، فَإِنْ كُنْتُمَا بَايَعْتُمَانِيْ طَائِعِيْنَ فَارْجِعَا وَتُوْبَا إِلَى اللّٰهِ مِنْ قَرِيْبٍ، وَإِنْ كُنْتُمَا بَايَعْتُمَانِيْ كَارِهِيْنَ فَقَدْ جَعَلْتُمَا لِيْ عَلَيْكُمَا السَّبِيْلَ بِإِظْهَارِكُمَا الطَّاعَةَ وَإِسْرَارِكُمَا الْمَعْصِيَةَ، وَلَعَمْرِيْ مَا كُنْتُمَا بِأَحَقِّ الْمُهَاجِرِيْنَ بِالتَّقِيَّةِ وَالْكِتْمَانِ. وَإِنَّ دَفْعَكُمَا هٰذَا الْأَمْرَ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَدْخُلَا فِيْهِ كَانَ أَوْسَعَ عَلَيْكُمَا مِنْ خُرُوْجِكُمَا مِنْهُ بَعْدَ إِقْرَارِكُمَا بِهٖ۔

وَقَدْ زَعَمْتُمَا أَنِّيْ قَتَلْتُ عُثْمَانَ، فَبَيْنِيْ وَبَيْنَكُمَا مَنْ تَخَلَّفَ عَنِّيْ وَعَنْكُمَا مِنْ أَهْلِ الْمَدِيْنَةِ، ثُمَّ يُلْزَمُ كُلُّ امْرِئٍ بِقَدْرِ مَا احْتَمَلَ۔ فَارْجِعَا أَيُّهَا الشَّيْخَانِ عَنْ رَأْيِكُمَا، فَإِنَّ الْآنَ أَعْظَمَ أَمْرِكُمَا الْعَارُ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَجْتَمِعَ الْعَارُ وَالنَّارُ۔

وَالسَّلَامُ۔

طرف آئے۔ میں نے اپنا ہاتھ بیعت لینے کے لیے نہیں بڑھایا، بلکہ انھوں نے خود میرے ہاتھ پہ بیعت کی، اور تم دونوں بھی انھی لوگوں میں سے ہو کر جو میری طرف بڑھ کر آئے تھے، اور بیعت کی تھی اور عوام نے میرے ہاتھ پر نہ تسلط و اقتدار (کے خوف) سے بیعت کی تھی اور نہ مال و دولت کے لالچ میں۔ اب اگر تم دونوں نے اپنی رضامندی سے بیعت کی تھی، تو اس (عہد شکنی) سے پلٹو اور جلد اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرو، اور اگر ناگواری کے ساتھ بیعت کی تھی، تو اطاعت کو ظاہر کر کے اور نافرمانی کو چھپا کر تم نے اپنے خلاف میرے لیے حجت قائم کر دی ہے۔ اور مجھے اپنی زندگی کی قسم کہ تم قلبی کیفیت پر پردہ ڈالنے اور اُسے چھپانے میں دُوسرے مہاجرین سے زیادہ سزاوار نہ تھے اور بیعت کرنے سے پہلے اُسے رد کرنے کی تمھارے لیے اس سے زیادہ گنجائش تھی کہ اب اقرار کے بعد اس سے نکلنے کی کوشش کرو، اور تم نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ میں نے عثمان کو قتل کیا ہے، ہمارے اور تمھارے درمیان مدینہ کے وہ لوگ کہ جو تم سے بھی اور ہم سے بھی کنارہ کش ہیں گواہی دینے کو موجود ہیں۔ اس کے بعد جس نے جتنا حصہ لیا ہو، اُتنے کا اُسے ذمہ دار سمجھا جائے گا۔ بزرگوارو! اپنے اس رویہ سے باز آؤ۔ کیونکہ ابھی تو تم دونوں کے سامنے ننگ و عار ہی کا مرحلہ ہے۔ مگر اس کے بعد تو اس ننگ و عار کے ساتھ (دوزخ کی) آگ بھی جمع ہو جائے گی۔

والسلام۔

۱؎ عمران ابن حصین خزاعی بلند پایہ صحابی، علم و فضل میں ممتاز، اور نقل احادیث میں بہت محتاط تھے۔ خیبر والے سال ایمان لائے اور پیغمبرؐ کے ساتھ شریکِ جہاد رہے۔ کوفہ میں منصبِ قضا پر فائز ہوئے، اور ۵۲ھ میں بصرہ میں رحلت فرمائی۔

۲؎ یعنی تم دونوں تو دولت و ثروت اور قوم و قبیلہ والے تھے تمہیں اس دو رخی کی کیا ضرورت تھی کہ قلبی کیفیت کو چھپاتے ہوئے اطاعت کا اظہار کرتے اور ناگواری و مجبوری سے بیعت کرتے۔ البتہ تمہارے علاوہ کوئی اور کمزور و ناتواں یہ کہتا کہ وہ بیعت پر مجبور تھا، تو کسی حد تک یہ بات تسلیم کی جاسکتی تھی، مگر جب کسی دوسرے نے اپنے مجبور و بے بس ہونے کا اظہار نہیں کیا تو یہ مجبوری تمہارے ہی سر کیوں پڑی کہ اپنی بیعت کو مجبوری کا نتیجہ قرار دو۔

مکتوب (۵۵)

(وَ مِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

إِلَىٰ مُعَاوِيَةَ

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ قَدْ جَعَلَ الدُّنْيَا لِمَا بَعْدَهَا، وَ ابْتَلَىٰ فِيهَا أَهْلَهَا لِيَعْلَمَ أَيُّهُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا۔ وَ لَسْنَا لِلدُّنْيَا خُلِقْنَا، وَ لَا بِالسَّعْيِ فِيهَا أُمِرْنَا، وَ إِنَّمَا وُضِعْنَا فِيهَا لِنُبْتَلَىٰ بِهَا، وَ قَدِ ابْتَلَانِي اللّٰهُ بِكَ وَ ابْتَلَاكَ بِي فَجَعَلَ أَحَدَنَا حُجَّةً عَلَى الْآخَرِ، فَعَدَوْتَ عَلَىٰ طَلَبِ الدُّنْيَا بِتَأْوِيلِ الْقُرْآنِ فَطَلَبْتَنِي بِمَا لَمْ تَجْنِ يَدِي وَ لَا لِسَانِي وَ عَصَبْتَهُ أَنْتَ وَ أَهْلُ الشَّامِ بِي وَ أَلَّبَ عَالِمُكُمْ جَاهِلَكُمْ، وَ قَائِمُكُمْ قَاعِدَكُمْ۔ فَاتَّقِ اللّٰهَ فِي نَفْسِكَ۔ وَ نَازِعِ الشَّيْطَانَ قِيَادَكَ۔ وَ اصْرِفْ إِلَى الْآخِرَةِ

معاویہ کے نام!

بعد حمد و صلوٰۃ معلوم ہونا چاہیئے کہ خداوند عالم نے دنیا اس کے بعد کی منزل کے لیے بنائی ہے اور اس میں لوگوں کو آزمائش میں ڈالا ہے تاکہ یہ معلوم ہو کہ ان میں کس کے اعمال بہتر ہیں۔ اور ہم دنیا کے لیے پیدا نہیں کیے گئے اور نہ اس میں تگ و دو کا ہمیں حکم دیا گیا ہے۔ ہم تو یہاں اس لیے لائے گئے ہیں تاکہ اس کے ذریعہ ہماری آزمائش ہو۔ چنانچہ اللہ نے تمہارے ذریعہ سے مجھے اور میرے ذریعہ سے تمہیں آزمائش میں ڈالا ہے، اور ایک کو دوسرے پر حجت ٹھہرایا ہے۔ مگر تم قرآن کی (غلط سلط) تاویلیں کرکے دنیا پر چھاپہ مارنے لگے، اور مجھ سے اس چیز کا مواخذہ کرنے لگے جس میں میرا ہاتھ اور زبان دونوں بے گناہ تھے۔ مگر تم نے اور شامیوں نے مل کر اسے میرے سر منڈھ دیا تم میں کے واقف کاروں نے ناواقفوں کو اور کھڑے ہوؤں نے بیٹھے ہوؤں کو آمادۂ پیکار کر دیا۔ اپنے دل میں کچھ اللہ کا خوف کرو۔ شیطان سے اپنی باگ چھڑانے

وَجْهَكَ فَهِيَ طَرِيقُنَا وَطَرِيقُكَ. وَاحْذَرْ أَنْ يُصِيبَكَ اللهُ مِنْهُ بِعَاجِلِ قَارِعَةٍ تَمَسُّ الْأَصْلَ وَتَقْطَعُ الدَّابِرَ، فَإِنِّي أُولِي لَكَ بِاللهِ أَلِيَّةً غَيْرَ فَاجِرَةٍ لَئِنْ جَمَعَتْنِي وَإِيَّاكَ جَوَامِعُ الْأَقْدَارِ لَا أَزَالُ بِبَاحَتِكَ حَتَّى يَحْكُمَ اللهُ بَيْنَنَا وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ".

کی کوشش کرو، اور آخرت کی طرف اپنا رُخ موڑو۔ کیونکہ ہمارا اور تمہارا راستہ وہی ہے اور اس بات سے ڈرو کہ اللہ تمہیں کسی ایسی ناگہانی مصیبت میں نہ جکڑ لے کہ جس سے نہ تمہاری جڑ رہے نہ شاخ۔ میں تم سے قسم کھاتا ہوں ایسی قسم کہ جس کے ٹوٹنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ اگر اسبابِ تقدیر نے مجھے اور تمہیں ایک جگہ جمع کر دیا، تو اس وقت تک تمہارے مُقابلہ میں میدان نہیں چھوڑوں گا، جب تک کہ خدا ہمارے درمیان فیصلہ نہ کر دے اور وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔

وَمِنْ وَصِيَّةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ — وصیّت (۵۶)

وَصَّى بِهَا شُرَيْحَ بْنَ هَانِئٍ لَمَّا جَعَلَهُ عَلَى مُقَدِّمَتِهِ إِلَى الشَّامِ:

اتَّقِ اللهَ فِي كُلِّ صَبَاحٍ وَمَسَاءٍ، وَخَفْ عَلَى نَفْسِكَ الدُّنْيَا الْغَرُورَ، وَلَا تَأْمَنْهَا عَلَى حَالٍ. وَاعْلَمْ أَنَّكَ إِنْ لَمْ تَرْدَعْ نَفْسَكَ عَنْ كَثِيرٍ مِمَّا تُحِبُّ مَخَافَةَ مَكْرُوهِهِ سَمَتْ بِكَ الْأَهْوَاءُ إِلَى كَثِيرٍ مِنَ الضَّرَرِ، فَكُنْ لِنَفْسِكَ مَانِعاً رَادِعاً وَلِنَزْوَتِكَ عِنْدَ الْحَفِيظَةِ وَاقِماً قَامِعاً.

جب شریح ابن ہانی کو شام جانے والے لشکر کے آگے دستہ (مُقدمۃ الجیش) کا سردار مقرر کیا، تو انہیں یہ ہدایت فرمائی:

صبح و شام برابر اللہ کا خوف رکھنا اور اس فریب کار دُنیا سے ڈرتے رہنا اور کسی حالت میں اس سے مطمئن نہ ہونا۔ اگر تم نے کسی ناگواری کے خوف سے اپنے نفس کو بہت دل پسند باتوں سے نہ روکا، تو تمہاری نفسانی خواہشیں تمہیں بہت سے نقصانات میں ڈال دیں گی۔ لہٰذا اپنے نفس کو روکتے ٹوکتے اور غصہ کے وقت اپنی جست و خیز کو دباتے کچلتے رہنا۔

وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ — مکتوب (۵۷)

إِلَى أَهْلِ الْكُوفَةِ عِنْدَ مَسِيرِهِ مِنَ

مدینہ سے بصرہ کی طرف روانہ ہوتے وقت اہل

الْمَدِيْنَةِ إِلَى الْبَصْرَةِ :-

أَمَّا بَعْدُ فَإِنِّي خَرَجْتُ مِنْ حَيِّي هٰذَا إِمَّا ظَالِمًا وَ إِمَّا مَظْلُوْمًا ، وَ إِمَّا بَاغِيًا وَ إِمَّا مَبْغِيًّا عَلَيْهِ، وَ إِنِّي أُذَكِّرُ اللّٰهَ مَنْ بَلَغَهُ كِتَابِي هٰذَا لَمَّا نَفَرَ إِلَيَّ فَإِنْ كُنْتُ مُحْسِنًا أَعَانَنِي وَ إِنْ كُنْتُ مُسِيْئًا اسْتَعْتَبَنِي ۔

کوفہ کے نام :

بعد حمد و صلوٰۃ واضح ہو کر دو ہی صورتیں ہیں، یا تو میں اپنے قوم قبیلے کے شہر سے باہر نکلا ہوں ظالمانہ حیثیت سے یا مظلوم کی حیثیت سے، میں باغی ہوں یا دوسروں نے میرے خلاف بغاوت کی ہے۔ بہر صورت جن جن کے پاس میرا یہ خط پہنچے انھیں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ وہ آئیں اور اگر میں صحیح راہ پر ہوں، تو میری مدد کریں اور اگر میں غلط راستہ پر جا رہا ہوں، تو مجھے اپنی مرضی کے مطابق چلانے کی کوشش کریں۔

مکتوب (۵۸)

وَ مِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَتَبَهُ إِلَى أَهْلِ الْأَمْصَارِ يَقْتَصُّ فِيْهِ مَا جَرَى بَيْنَهُ وَ بَيْنَ أَهْلِ صِفِّيْنَ :

وَ كَانَ بَدْءُ أَمْرِنَا أَنَّا الْتَقَيْنَا وَ الْقَوْمُ مِنْ أَهْلِ الشَّامِ ۔ وَ الظَّاهِرُ أَنَّ رَبَّنَا وَاحِدٌ وَ نَبِيَّنَا وَاحِدٌ وَ دَعْوَتَنَا فِي الْإِسْلَامِ وَاحِدَةٌ ۔ لَا نَسْتَزِيْدُهُمْ فِي الْإِيْمَانِ بِاللّٰهِ وَ التَّصْدِيْقِ بِرَسُوْلِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ لَا يَسْتَزِيْدُوْنَنَا الْأَمْرُ وَاحِدٌ إِلَّا مَا اخْتَلَفْنَا فِيْهِ مِنْ دَمِ عُثْمَانَ وَ نَحْنُ مِنْهُ بَرَاءٌ ، فَقُلْنَا تَعَالَوْا نُدَاوِ مَا لَا يُدْرَكُ الْيَوْمَ بِإِطْفَاءِ النَّائِرَةِ وَ تَسْكِيْنِ

جو مختلف علاقوں کے باشندوں کو صفین کی روئداد سے مطلع کرنے کے لیے تحریر فرمایا :

ابتدائی صورت حال یہ تھی کہ ہم اور شام والے آمنے سامنے آئے۔ اس حالت میں کہ ہمارا اللہ ایک، نبی ایک، اور دعوت اسلام ایک تھی، نہ ہم ایمان باللہ اور اس کے رسول کی تصدیق میں ان سے کچھ زیادتی چاہتے تھے، اور نہ وہ ہم سے اضافہ کے طالب تھے بالکل اتحاد تھا سوا اس اختلاف کے جو ہم میں خون عثمان کے بارے میں ہو گیا تھا اور حقیقت یہ ہے کہ ہم اس سے بالکل بری الذمہ تھے۔ تو ہم نے ان سے کہا کہ آؤ فتنہ کی آگ بجھا کر اور لوگوں کا جوش ٹھنڈا کر کے اس مرض کا وقتی مداوا کریں، جس کا پورا استیصال ابھی نہیں ہو سکتا۔ یہاں تک کہ صورت حال استوار و ہموار ہو جائے اور سکون و اطمینان حاصل ہو جائے۔ اس

العَامَّةِ، حَتّٰی یَشْتَدَّ الْأَمْرُ وَ یَسْتَجْمِعَ، فَنَقْوٰی عَلٰی وَضْعِ الْحَقِّ مَوَاضِعَهٗ، فَقَالُوْا بَلْ نُدَاوِیْهِ بِالْمُكَابَرَةِ، فَأَبَوْا حَتّٰی جَنَحَتِ الْحَرْبُ وَرَكَدَتْ وَوَقَدَتْ نِیْرَانُهَا وَحَمِسَتْ فَلَمَّا ضَرَّسَتْنَا وَ إِیَّاهُمْ، وَوَضَعَتْ مَخَالِبَهَا فِیْنَا وَفِیْهِمْ، أَجَابُوْا عِنْدَ ذٰلِكَ إِلَی الَّذِیْ دَعَوْنَاهُمْ إِلَیْهِ فَأَجَبْنَاهُمْ إِلٰی مَا دَعَوْا، وَسَارَعْنَاهُمْ إِلٰی مَا طَلَبُوْا حَتَّی اسْتَبَانَتْ عَلَیْهِمُ الْحُجَّةُ، وَانْقَطَعَتْ مِنْهُمُ الْمَعْذِرَةُ۔ فَمَنْ تَمَّ عَلٰی ذٰلِكَ مِنْهُمْ فَهُوَ الَّذِیْ أَنْقَذَهُ اللّٰهُ مِنَ الْهَلَكَةِ، وَمَنْ لَجَّ وَ تَمَادٰی فَهُوَ الرَّاكِسُ الَّذِیْ رَانَ عَلٰی قَلْبِهٖ، وَصَارَتْ دَائِرَةُ السَّوْءِ عَلٰی رَأْسِهٖ۔

وقت ہمیں اس کی قوت ہوگی، کہ ہم حق کو اس کی جگہ پر رکھ سکیں۔ لیکن ان لوگوں نے کہا کہ ہم اس کا علاج جنگ و جدل سے کریں گے اور جب انھوں نے ہماری بات ماننے سے انکار کر دیا۔ تو جنگ نے اپنے پیر پھیلا دیئے اور جم کر کھڑی ہوگئی۔ اس کے شعلے بھڑک اٹھے اور شدت بڑھ گئی۔ اب جب اس نے ہمیں اور انھیں دانتوں سے کاٹا اور اپنے پنجوں میں جکڑ لیا تو وہ اس بات پر اتر آئے، جس کی طرف ہم خود انھیں بلا چکے تھے۔ چنانچہ ہم نے ان کی پیشکش کو مان لیا، اور ان کی خواہش کو جلدی سے قبول کر لیا۔ اس طرح ان پر حجت پورے طور سے واضح ہوگئی اور ان کے لیے کسی عذر کی گنجائش نہ رہی۔ اب ان میں سے جو اپنے عہد پر جما رہے گا، وہ وہ ہوگا، جسے اللہ نے ہلاکت سے بچایا ہے۔ اور جو ہٹ دھرمی کرتے ہوئے گمراہی میں دھنستا جائے گا، تو وہ عہد شکن ہوگا جس کے دل پر اللہ نے مہر لگا دی ہے اور زمانہ کے حوادث اس کے سر پر منڈلاتے رہیں گے۔

مکتوب (۵۹)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ إِلَی الْأَسْوَدِ بْنِ قُطَیْبَةَ صَاحِبِ حُلْوَانَ)

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ الْوَالِیَ إِذَا اخْتَلَفَ هَوَاهُ مَنَعَهٗ ذٰلِكَ كَثِیْرًا مِنَ الْعَدْلِ فَلْیَكُنْ أَمْرُ النَّاسِ عِنْدَكَ فِی الْحَقِّ سَوَاءً فَإِنَّهٗ لَیْسَ فِی الْجَوْرِ عِوَضٌ مِنَ الْعَدْلِ۔ فَاجْتَنِبْ مَا تُنْكِرُ

اسود ابن قطیبہ والیٔ حلوان کے نام

دیکھو! جب حاکم کے رجحانات (مختلف اشخاص کے لحاظ سے) مختلف ہوں گے، تو یہ امر اس کو اکثر انصاف پروری سے مانع ہوگا۔ لہٰذا حق کی رو سے سب لوگوں کا معاملہ تمہاری نظروں میں برابر ہونا چاہیے کیونکہ ظلم انصاف کا قائم مقام کبھی نہیں ہو سکتا اور

أَمْثَالَهُ، وَابْتَذِلْ نَفْسَكَ فِيمَا افْتَرَضَ اللهُ عَلَيْكَ رَاجِيًا ثَوَابَهُ وَمُتَخَوِّفًا عِقَابَهُ۔ وَاعْلَمْ أَنَّ الدُّنْيَا دَارُ بَلِيَّةٍ لَمْ يَفْرُغْ صَاحِبُهَا فِيهَا قَطُّ سَاعَةً إِلَّا كَانَتْ فَرْغَتُهُ عَلَيْهِ حَسْرَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ وَأَنَّهُ لَنْ يُغْنِيَكَ عَنِ الْحَقِّ شَيْءٌ أَبَدًا۔ وَمِنَ الْحَقِّ عَلَيْكَ حِفْظُ نَفْسِكَ وَالْاِحْتِسَابُ عَلَى الرَّعِيَّةِ بِجُهْدِكَ، فَإِنَّ الَّذِي يَصِلُ إِلَيْكَ مِنْ ذٰلِكَ أَفْضَلُ مِنَ الَّذِي يَصِلُ بِكَ وَالسَّلَامُ۔

دُوسروں کے جن کاموں کو تم بُرا سمجھتے ہو، اُن سے اپنا دامن بچا کر رکھو، اور جو کچھ خدا نے تم پر واجب کیا ہے اُسے انہماک سے بجا لاتے رہو، اور اس کے ثواب کی اُمید اور سزا کا خوف قائم رکھو، یاد رکھو کہ دُنیا آزمائش کا گھر ہے جو بھی اس میں اپنی کوئی گھڑی بے کاری میں گزارے گا تو قیامت کے دن وُہ بے کاری اُس کے لیے حسرت کا سبب بن جائے گی اور دیکھو کوئی چیز تمھیں حق سے بے نیاز نہیں بنا سکتی اور یہ بھی ایک حق ہے تم پر، کہ تم اپنے نفس کی حفاظت کرو اور مقدور بھر رعایا کی نگرانی رکھو، اس طرح جو فائدہ تم کو اس سے پہنچے گا، وُہ اس فائدہ سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہو گا جو تم سے پہنچے گا۔ والسّلام

مکتوب (۶۰)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَى الْعُمَّالِ الَّذِينَ يَطَأُ الْجَيْشُ عَمَلَهُمْ۔)

مِنْ عَبْدِ اللهِ عَلِيٍّ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ إِلَى مَنْ مَرَّ بِهِ الْجَيْشُ مِنْ جُبَاةِ الْخَرَاجِ وَعُمَّالِ الْبِلَادِ۔

أَمَّا بَعْدُ فَإِنِّي قَدْ سَيَّرْتُ جُنُودًا هِيَ مَارَّةٌ بِكُمْ إِنْ شَاءَ اللهُ، وَقَدْ أَوْصَيْتُهُمْ بِمَا يَجِبُ لِلّٰهِ عَلَيْهِمْ مِنْ كَفِّ الْأَذَى وَصَرْفِ الشَّذَى۔ وَأَنَا أَبْرَأُ إِلَيْكُمْ وَإِلَى ذِمَّتِكُمْ مِنْ مَعَرَّةِ

اُن عمالِ حکومت کی طرف جن کا علاقہ فوج کی گزرگاہ میں پڑتا تھا:

خُدا کے بندے علی امیرالمومنینؑ کی طرف سے اُن خراج جمع کرنے والوں اور شہروں کے عاملوں کو جن کے علاقہ سے فوج گُزرے گی۔

بعد حمد و صلوٰۃ معلوم ہو کہ میں نے کچھ فوجیں روانہ کی ہیں جو خُدا نے چاہا تو عنقریب تمھارے علاقہ سے عبور کریں گی۔ میں نے اُنھیں ہدایت کر دی ہے اس کی جو اللہ کی طرف سے اُن پر لازم ہے، کہ وُہ کسی کو ستائیں نہیں اور کسی کو تکلیف نہ دیں اور میں تمھیں اور تمھارے اہلِ ذمہ کو بتانا چاہتا ہوں کہ فوج والے

الجیشِ إلّا مِن جَوعَةِ المُضطَرِّ لا یَجِدُ عَنها مَذهَباً إلى شِبَعِه۔ فَنَکِّلُوا مَن تَناوَلَ مِنهُم شَیئاً ظُلماً عَن ظُلمِهِم۔ وَکُفُّوا أیدِیَ سُفَهائِکُم عَن مُضادَّتِهِم وَالتَّعَرُّضِ لَهُم فِیما استَثنَیناهُ مِنهُم۔ وَأنا بَینَ أظهُرِ الجَیشِ فادفَعُوا إلَیَّ مَظالِمَکُم۔ وَما عَراکُم مِمّا یَغلِبُکُم مِن أمرِهِم وَلا تُطِیقُونَ دَفعَهُ إلّا بِاللهِ وَبِی فَأنا أُغَیِّرُهُ بِمَعُونَةِ اللهِ إن شاءَ اللهُ۔

کوئی دست درازی کریں تو اُس سے میں بے تعلق ہوں سوا اس صورت کے جبکہ کوئی بھوک سے حالتِ اضطرار میں ہو اور پیٹ بھرنے کی کوئی صورت اُسے نظر نہ آئے اِس کے علاوہ ان میں سے جو کوئی دراز دستی کرے تو تمھیں اُس کی اُسے سزا دینا چاہیے۔ لیکن اپنے سرپھروں نے ہاتھ بھی روکنا کہ وُہ اُن سے نہ ٹکرائیں، اور جس چیز کی ہم نے اجازت دی ہے اُس میں اُن سے تعرض نہ کریں اور میں تو فوج کے اندر موجود ہی ہوں۔ لہٰذا جو زیادتیاں ہوں یا ایسی سختی تم پر ہو کہ جس کی روک تھام کے لیے تمھیں اللہ کی مدد، اور میری طرف رجوع ہونے کی ضرورت ہو تو مجھے اطلاع دینا۔ میں انشاء اللہ اللہ تعالیٰ کی مدد سے ٹھیک کر دوں گا۔

مکتوب (۶۱)

(وَمِن کِتابٍ لَهُ عَلَیهِ السَّلامُ) إلى کُمَیلِ بنِ زِیادٍ النَّخَعِیِّ وَهُوَ عامِلُهُ عَلى هِیتَ یُنکِرُ عَلَیهِ تَرکَهُ دَفعَ مَن یَجتازُ بِهِ مِن جَیشِ العَدُوِّ طالِباً الغارَةَ:۔

أمّا بَعدُ فَإنَّ تَضیِیعَ المَرءِ ما وُلِّیَ وَتَکَلُّفَهُ ما کُفِیَ لَعَجزٌ حاضِرٌ وَرَأیٌ مُتَبَّرٌ۔ وَإنَّ تَعاطِیَكَ الغارَةَ عَلى أهلِ قِرقِیسِیا وَتَعطِیلَكَ مَسالِحَكَ الَّتی وَلَّیناكَ لَیسَ بِها مَن یَمنَعُها

والیٔ ہیت کمیل ابن زیاد نخعی کے نام:

اِس میں اُن کے اِس طرزِ عمل پر ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا ہے کہ جب دُشمن کی فوجیں لوٹ مار کے قصد سے اُن کے علاقہ کی طرف سے گزریں، تو اُنھوں نے اُن کو روکا نہیں۔

آدمی کا اِس کام کو نظر انداز کر دینا کہ جو اُسے سپرد کیا گیا ہے اور جو کام اُس کے بجائے دُوسروں سے متعلق ہے اُس میں خواہ مخواہ کو گھسنا ایک کھلی ہوئی کمزوری اور تباہ کن فکر ہے۔ تمھارا اہلِ قرقیسیا پر دھاوا بول دینا اور اپنی سرحدوں کو خالی چھوڑ دینا جبکہ وہاں نہ کوئی حفاظت کرنے والا ہے نہ دُشمن کی سپاہ کو روکنے

وَلَا يَرُدُّ الْجَيْشَ عَنْهَا لَرَأْيٌ شَعَاعٌ. فَقَدْ صِرْتَ جِسْرًا لِمَنْ أَرَادَ الْغَارَةَ مِنْ أَعْدَائِكَ عَلَى أَوْلِيَائِكَ، غَيْرَ شَدِيدِ الْمَنْكِبِ، وَلَا مَهِيبِ الْجَانِبِ، وَلَا سَادٍّ ثُغْرَةً، وَلَا كَاسِرٍ شَوْكَةً، وَلَا مُغْنٍ عَنْ أَهْلِ مِصْرِهِ، وَلَا مُجْزٍ عَنْ أَمِيرِهِ.

والا ہے، ایک پریشان خیالی کا مظاہرہ تھا۔ اِس طرح تم اپنے دشمنوں کے لیے پُل بن گئے جو تمھارے دوستوں پر حملہ آور ہونے کا ارادہ رکھتے ہوں۔ اِس عالم میں کہ نہ تمھارے بازوؤں میں توانائی ہے، نہ تمھارا کچھ رعب و دبدبہ ہے، نہ تم دشمن کا راستہ روکنے والے ہو، نہ اُس کا زور توڑنے والے ہو، نہ اپنے شہر والوں کے کام آنے والے ہو، اور نہ اپنے امیر کی طرف سے کوئی کام انجام دینے والے ہو۔

مکتوب (۶۲)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) إِلَى أَهْلِ مِصْرَ مَعَ مَالِكٍ الْأَشْتَرِ لَمَّا وَلَّاهُ إِمَارَتَهَا:-

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ اللهَ سُبْحَانَهُ بَعَثَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ نَذِيرًا لِلْعَالَمِينَ، وَمُهَيْمِنًا عَلَى الْمُرْسَلِينَ، فَلَمَّا مَضَى عَلَيْهِ السَّلَامُ تَنَازَعَ الْمُسْلِمُونَ الْأَمْرَ مِنْ بَعْدِهِ. فَوَاللهِ مَا كَانَ يُلْقَى فِي رُوعِي، وَلَا يَخْطُرُ بِبَالِي أَنَّ الْعَرَبَ تُزْعِجُ هٰذَا الْأَمْرَ مِنْ بَعْدِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ عَنْ أَهْلِ بَيْتِهِ، وَأَنَّهُمْ مُنَحُّوهُ عَنِّي مِنْ بَعْدِهِ، فَمَا رَاعَنِي إِلَّا انْثِيَالُ النَّاسِ عَلَى فُلَانٍ يُبَايِعُونَهُ، فَأَمْسَكْتُ يَدِي حَتَّى رَأَيْتُ رَاجِعَةَ النَّاسِ قَدْ رَجَعَتْ

جب مالک اشتر کو مصر کا حاکم تجویز فرمایا، تو اُن کے ہاتھ اہلِ مصر کو بھیجا:

اللہ سبحانہ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام جہانوں کا (اُن کی بداعمالیوں کی پاداش سے) ڈرانے والا اور تمام رسولوں پر گواہ بنا کر بھیجا۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہو گئی، تو اُن کے بعد مسلمانوں نے خلافت کے بارے میں کھینچا تانی شروع کر دی۔ اِس موقع پر بخدا مجھے یہ کبھی تصور بھی نہیں ہوا تھا اور نہ میرے دل میں یہ خیال گزرا تھا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد عرب خلافت کا رُخ اُن کے اہل بیت سے موڑ دیں گے اور نہ یہ کہ اُن کے بعد اسے مجھ سے ہٹا دیں گے۔ مگر ایک دم میرے سامنے یہ منظر آیا، کہ لوگ فلاں شخص کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لیے دوڑ پڑے۔ اِن حالات میں میں نے اپنا ہاتھ روکے رکھا۔ یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ مرتد ہونے والے اسلام

عَنِ الْإِسْلَامِ يَدْعُونَ إِلَى مَحْقِ دِينِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ فَخَشِيتُ إِنْ لَمْ أَنْصُرِ الْإِسْلَامَ وَأَهْلَهُ أَنْ أَرَى فِيهِ ثَلْمًا أَوْ هَدْمًا تَكُونُ الْمُصِيبَةُ بِهِ عَلَيَّ أَعْظَمَ مِنْ فَوْتِ وِلَايَتِكُمُ الَّتِي إِنَّمَا هِيَ مَتَاعُ أَيَّامٍ قَلَائِلَ يَزُولُ مِنْهَا مَا كَانَ كَمَا يَزُولُ السَّرَابُ أَوْ كَمَا يَتَقَشَّعُ السَّحَابُ، فَنَهَضْتُ فِي تِلْكَ الْأَحْدَاثِ حَتَّى زَاحَ الْبَاطِلُ وَزَهَقَ، وَاطْمَأَنَّ الدِّينُ وَتَنَهْنَهَ۔

(وَمِنْهُ) إِنِّي وَاللهِ لَوْ لَقِيتُهُمْ وَاحِدًا وَهُمْ طِلَاعُ الْأَرْضِ كُلِّهَا مَا بَالَيْتُ وَلَا اسْتَوْحَشْتُ وَإِنِّي مِنْ ضَلَالِهِمُ الَّذِي هُمْ فِيهِ، وَالْهُدَى الَّذِي أَنَا عَلَيْهِ لَعَلَى بَصِيرَةٍ مِنْ نَفْسِي وَيَقِينٍ مِنْ رَبِّي۔ وَإِنِّي إِلَى لِقَاءِ اللهِ وَحُسْنِ ثَوَابِهِ لَمُنْتَظِرٌ رَاجٍ۔ وَلٰكِنَّنِي آسَى أَنْ يَلِيَ أَمْرَ هٰذِهِ الْأُمَّةِ سُفَهَاؤُهَا وَفُجَّارُهَا فَيَتَّخِذُوا مَالَ اللهِ دُوَلًا، وَعِبَادَهُ خَوَلًا، وَالصَّالِحِينَ حَرْبًا، وَالْفَاسِقِينَ حِزْبًا، فَإِنَّ

سے مُرتد ہو کر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کو مٹا ڈالنے کی دعوت دے رہے ہیں۔ اب میں ڈرا کہ اگر کوئی رخنہ یا خرابی دیکھتے ہُوئے میں اسلام اور اہلِ اسلام کی مدد نہ کروں گا تو یہ میرے لیے اس سے بڑھ کر مُصیبت ہوگی جتنی یہ مُصیبت کہ تمھاری یہ حکومت میرے ہاتھ سے چلی جائے جو تھوڑے دنوں کا اثاثہ ہے۔ اس میں کی ہر چیز زائل ہو جائے گی۔ اِس طرح جیسے سراب بے حقیقت ثابت ہوتا ہے یا جس طرح بدلی چھٹ جاتی ہے۔ چنانچہ میں ان بدعتوں کے ہجوم میں اُٹھ کھڑا ہُوا۔ یہاں تک کہ باطل دب کر فنا ہو گیا، اور دین محفوظ ہو کر تباہی سے بچ گیا۔

اِسی خط کا ایک حصّہ یہ ہے: بخدا اگر میں تن تنہا ان سے مُقابلہ کے لیے نکلوں اور زمین کی ساری وُسعتیں اُن سے چھلک رہی ہوں، جب بھی میں پروا نہ کروں اور نہ پریشان ہوں اور میں جس گمراہی میں وہ ہیں اور جس ہدایت پر میں ہوں، اس کے متعلق پوری بصیرت اور اپنے پروردگار کے فضل و کرم سے یقین رکھتا ہوں، اور میں اللہ کے حضور میں پہنچنے کا مشتاق، اور اس کے حُسنِ ثواب کے لیے دامنِ اُمید پھیلائے ہُوئے مُنتظر ہوں۔ مگر مجھے اس کی فکر ہے کہ اس قوم پر حکومت کریں۔ بدمغز اور بدکردار لوگ، اور وہ اللہ کے مال کو اپنی املاک اور اس کے بندوں کو غلام بنالیں، نیکوں سے برسرپیکار رہیں اور بدکرداروں کو اپنے جتھے میں رکھیں، کیونکہ ان میں بعض کا مشاہدہ تمھیں ہو چکا ہے کہ اس نے تمھارے اندر شراب نوشی کی اور اسلامی حد

مِنْهُمُ الَّذِيْ قَدْ شَرِبَ فِيْكُمُ الْحَرَامَ
وَجُلِدَ حَدًّا فِي الْإِسْلَامِ وَإِنَّ
مِنْهُمْ مَنْ لَمْ يُسْلِمْ حَتّٰى رُضِخَتْ
لَهٗ عَلَى الْإِسْلَامِ الرَّضَائِخُ، فَلَوْ
لَا ذٰلِكَ مَا أَكْثَرْتُ تَأْلِيْبَكُمْ وَ
تَأْنِيْبَكُمْ، وَجَمْعَكُمْ وَتَحْرِيْضَكُمْ،
وَلَتَرَكْتُكُمْ إِذَا أَبَيْتُمْ وَوَنَيْتُمْ۔

أَلَا تَرَوْنَ إِلٰى أَطْرَافِكُمْ قَدِ
انْتَقَصَتْ، وَإِلٰى أَمْصَارِكُمْ
قَدِ افْتُتِحَتْ وَإِلٰى مَمَالِكِكُمْ
تُزْوٰى، وَإِلٰى بِلَادِكُمْ تُغْزٰى۔
اِنْفِرُوْا رَحِمَكُمُ اللّٰهُ إِلٰى قِتَالِ
عَدُوِّكُمْ، وَلَا تَثَّاقَلُوْا إِلَى
الْأَرْضِ فَتُقِرُّوْا بِالْخَسْفِ وَتَبُوْءُوْا
بِالذُّلِّ، وَيَكُوْنُ نَصِيْبُكُمُ الْأَخَسَّ
وَإِنَّ أَخَا الْحَرْبِ الْأَرِقُ۔ وَ
مَنْ نَامَ لَمْ يُنَمْ عَنْهُ ۔ وَ
السَّلَامُ۔

کے سلسلہ میں اُسے کوڑے لگائے گئے اور اُن میں ایسا شخص بھی ہے جو اس وقت تک اسلام نہیں لایا، جبتک اُسے آمدنیاں نہیں ہوئیں۔ اگر اس کی فکر مجھے نہ ہوتی تو میں اس طرح تمھیں (جہاد پر) آمادہ نہ کرتا نہ اس طرح جھنجھوڑتا نہ تمھیں اکٹھا کرنے اور شوق دلانے کی کوشش کرتا، بلکہ تم سرتابی اور کوتاہی کرتے تو تُم کو تمھارے حال پر چھوڑ دیتا۔

کیا تم دیکھتے نہیں کہ تمھارے شہروں کے حدود (روز بروز) کم ہوتے جا رہے ہیں، اور تمھارے ملک کے مختلف حصّوں پر قبضہ کیا جا رہا ہے تمھاری ملکیتیں چھن رہی ہیں، اور تمھارے شہروں پر چڑھائیاں ہو رہی ہیں۔ خدا تم پر رحم کرے۔ اپنے دشمنوں سے لڑنے کے لیے چل پڑو، اور سست ہو کر زمین سے چمٹے نہ رہو۔ ورنہ یاد رکھو کہ ظلم و ستم سہتے رہو گے اور ذلّت میں پڑے رہو گے، اور تمھارا حصّہ انتہائی پست ہو گا۔ سنو! جنگ آزما ہوشیار و بیدار رہا کرتا ہے اور جو سو جاتا ہے دشمن اُس سے غافل ہو کر سویا نہیں کرتا۔ والسلام

لہ پیغمبر اکرمؐ نے امیرالمومنینؑ کے بارے میں ھذا اخی ووصیی وخلیفتی فیکم (یہ میرا بھائی، میرا وصی اور تم لوگوں میں میرا جانشین ہے) اور حجۃ الوداع سے پلٹتے ہوئے غدیر خم کے مقام پر "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" فرما کر نیابت و جانشینی کا مسئلہ طے کر دیا تھا جس کے بعد کسی جدید انتخاب کی ضرورت ہی نہ تھی اور نہ یہ تصور و خیال کیا جا سکتا تھا کہ اہل مدینہ انتخاب کی ضرورت محسوس کریں گے۔ مگر کچھ اقتدار پرست افراد نے ان واضح ارشادات کو اس طرح نظر انداز کر دیا کہ گویا اُن کے کان کبھی ان سے آشنا ہوئے ہی نہ تھے اور انتخاب کو اس درجہ ضروری سمجھا کہ تجہیز و تکفین پیغمبرؐ کو چھوڑ چھاڑ کر سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہو گئے اور جمہوریت کے نام پر حضرت ابوبکر کو خلیفہ منتخب کر لیا۔ یہ موقع امیرالمومنینؑ کے لیے انتہائی

کشمکش کا تھا کیونکہ ایک طرف کچھ مفاد پرست لوگ یہ چاہ رہے تھے کہ آپ شمشیر بکف میدان میں اتر آئیں اور دوسری طرف آپ یہ دیکھ رہے تھے کہ وُہ عرب جو اسلام کی طاقت سے مرعوب ہو کر اسلام لائے تھے، مُرتد ہوتے جا رہے ہیں اور مسیلمہ کذاب و طلیحہ ابن خویلد قبیلوں کے قبیلوں کو گمراہی کی طرف جھونک رہے ہیں۔ ان حالات میں اگر خانہ جنگی شروع ہو گئی اور مسلمانوں کی تلواریں مُسلمانوں کے مُقابلے میں بے نیام ہو کر نکل آئیں تو ارتداد و نفاق کی قوتیں مل کر اسلام کو صفحۂ ہستی سے نابود کر دیں گی، اس لیے آپ نے جنگ پر وقتی سکوت کو ترجیح دی اور وحدتِ اسلامی کو برقرار رکھنے کے لیے تلوار کا سہارا لینے کے بجائے خاموشی کے ساتھ احتجاج کافی سمجھا، کیونکہ آپ کو ظاہری اقتدار اتنا عزیز نہ تھا جتنی ملت کی فلاح و بہبود عزیز تھی اور منافقین کی ریشہ دوانیوں کے سدِّباب اور فتنہ پردازوں کے عزائم کو ناکام بنانے کے لیے اس کے سوا چارہ نہ تھا کہ آپ اپنے حق سے دستبردار ہو کر جنگ کو ہوا نہ دیں اور یہ بقائے ملت و اسلام کے سلسلہ میں اتنا بڑا کارنامہ ہے جس کا تمام فرقِ اسلامیہ کو اعتراف ہے۔

ؔ یہاں شراب نوشی کرنے والے سے مُراد ولید ابنِ عقبہ ہے جس نے کوفہ میں شراب پی اور نشہ کی حالت میں نماز پڑھائی اور اس کی پاداش میں اُسے کوڑے لگائے گئے۔ چنانچہ ابنِ ابی الحدید نے ابو الفرج اصفہانی سے نقل کیا ہے کہ :

کان الولید زانیا یشرب الخمر فشرب بالکوفۃ و قام یصلی بھم الصبح فی المسجد الجامع فصلی بھم اربع رکعات ثم التفت الیہم - فقال ازیدکم (شرح ابن ابی الحدید ج ۴ ص ۱۹۲)

ولید بدکار اور شراب خوار تھا۔ اس نے کوفہ میں شراب پی، اور مسجد جامع میں لوگوں کو صبح کی نماز دو رکعت کے بجائے چار رکعت پڑھا دی۔ پھر ان کی طرف متوجہ ہوا، اور کہا کہ اگر تم چاہو تو کچھ اور بڑھا دوں۔

اور مالی انتفاع کی وجہ سے ایمان لانے والے سے مُراد معاویہ ہے کہ جو صرف دنیوی انتفاعات کی وجہ سے اپنا رشتہ اسلام سے جوڑے ہوئے تھا۔

مکتوب (۶۳)

(وَمِنْ کِتَابٍ لَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ)

اِلٰۤی اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ وَ هُوَ عَامِلُهٗ عَلَی الْکُوْفَةِ وَ قَدْ بَلَغَهٗ عَنْهُ تَثْبِیْطُهُ النَّاسَ عَنِ الْخُرُوْجِ اِلَیْهِ لَمَّا نَدَبَهُمْ لِحَرْبِ اَصْحَابِ الْجَمَلِ۔

عاملِ کُوفہ ابُو موسیٰ اشعری کے نام :
جب حضرت کو خبر پہنچی کہ وُہ اہلِ کوفہ کو جنگ کے سلسلہ میں جبکہ آپ نے اُنھیں مدد کے لیے بُلایا تھا روک رہا ہے۔

مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلِیٍّ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِلٰی عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قَیْسٍ۔

خُدا کے بندے علی امیر المومنینؑ کی طرف سے عبد اللہ ابن قیس (ابو موسیٰ) کے نام :

أَمَّا بَعْدُ فَقَدْ بَلَغَنِيْ عَنْكَ
قَوْلٌ هُوَلَكَ وَعَلَيْكَ، فَإِذَا قَدِمَ
رَسُوْلِيْ عَلَيْكَ فَارْفَعْ ذَيْلَكَ، وَ
اشْدُدْ مِئْزَرَكَ، وَاخْرُجْ مِنْ
جُحْرِكَ، وَانْدُبْ مَنْ مَعَكَ
فَإِنْ حَقَّقْتَ فَانْفُذْ، وَإِنْ
تَفَشَّلْتَ فَابْعُدْ - وَأَيْمُ اللهِ
لَتُؤْتَيَنَّ مِنْ حَيْثُ أَنْتَ، وَلَا تُتْرَكُ
حَتّٰى يُخْلَطَ زُبْدُكَ بِخَاثِرِكَ
وَذَائِبُكَ بِجَامِدِكَ، وَحَتّٰى
تُعْجَلَ عَنْ قِعْدَتِكَ، وَتَحْذَرَ
مِنْ أَمَامِكَ كَحَذَرِكَ مِنْ خَلْفِكَ
وَمَا هِيَ بِالْهُوَيْنَى الَّتِيْ
تَرْجُوْ، وَلٰكِنَّهَا الدَّاهِيَةُ
الْكُبْرٰى، يُرْكَبُ جَمَلُهَا وَ
يُذَلُّ صَعْبُهَا وَيُسَهَّلُ
جَبَلُهَا فَاعْقِلْ عَقْلَكَ، وَ
أَمْلِكْ أَمْرَكَ وَخُذْ نَصِيْبَكَ
وَحَظَّكَ، فَإِنْ كَرِهْتَ فَتَنَحَّ
إِلٰى غَيْرِ رَحْبٍ، وَلَا فِيْ نَجَاةٍ،
فَبِالْحَرِيِّ لَتُكْفَيَنَّ وَأَنْتَ نَائِمٌ
حَتّٰى لَا يُقَالَ أَيْنَ فُلَانٌ
وَاللهِ إِنَّهُ لَحَقٌّ
مَعَ مُحِقٍّ وَمَا
نُبَالِيْ مَا صَنَعَ

مجھے تمہاری طرف سے ایسی بات کی خبر ملی ہے جو تمہارے حق میں بھی ہو سکتی ہے اور تمھارے خلاف بھی پڑ سکتی ہے۔ جب میرا قاصد تمھارے پاس پہنچے تو (جہاد کے لیے) دامن گردان لو، کمر کس لو، اور اپنے بِل سے باہر نکل آؤ، اور اپنے ساتھ والوں کو بھی دعوت دو، اور اگر حق تمہارے نزدیک ثابت ہے تو کھڑے ہو، اور اگر بودا پن دکھانا ہے تو (ہماری نظروں سے) دُور ہو جاؤ۔ خدا کی قسم تم گھیر گھار کر لائے جاؤ گے خواہ کہیں بھی ہو، اور چھوڑے نہیں جاؤ گے یہاں تک کہ تم اپنی دو عملی کی وجہ سے بوکھلا اٹھو گے اور تمہارا سارا تار پود بکھر جائے گا۔ یہاں تک کہ تمھیں اطمینان سے بیٹھنا بھی نصیب نہ ہوگا، اور سامنے سے بھی اسی طرح ڈرو گے جس طرح اپنے پیچھے سے ڈرتے ہو جیسا تم نے سمجھ رکھا ہے یہ کوئی آسان بات نہیں ہے بلکہ یہ ایک بڑی مصیبت ہے جس کے اُونٹ پر بہر حال سوار ہونا پڑے گا۔ اور اس کی دُشواریوں کو ہموار کیا جائے گا اور اس پہاڑ کو سر کیا جائے گا۔ لہٰذا اپنی عقل کو ٹھکانے پر لاؤ، اپنے حالات پر قابو حاصل کرو اور اپنا حظ و نصیب لینے کی کوشش کرو، اور اگر یہ ناگوار ہے تو اُدھر دفعان ہو جہاں نہ تمھارے لیے آؤ بھگت ہے نہ تمھارے لیے چھٹکارے کی کوئی صُورت۔ اب یہی مناسب ہے کہ تمھیں بے ضرورت سمجھ کر نظر انداز کیا جائے۔ مزے سے سوئے پڑے رہو کوئی یہ بھی تم نہ پوچھے گا کہ فلاں ہے کہاں۔ خُدا کی قسم یہ حق پرست کا صحیح اقدام ہے، اور ہمیں بے دینوں کے

الْمُلْحِدُوْنَ - وَالسَّلَامُ -

کرتوتوں کی کوئی پروا نہیں ہو سکتی - والسلام

لہ جب امیر المومنینؑ نے اہل بصرہ کی فتنہ انگیزی کو دبانے کے لیے قدم اٹھانا چاہا، تو امام حسنؑ کے ہاتھ یہ مکتوب عامل کوفہ ابوموسیٰ اشعری کے نام بھیجا جس میں اس کی دو رنگی اور متضاد روش پر اسے تہدید و سرزنش کرتے ہوئے اسے آمادۂ جہاد کرنا چاہا ہے۔ کیونکہ وہ ایک طرف تو یہ کہتا تھا کہ امیر المومنین امام برحق ہیں اور ان کی بیعت صحیح ہے اور دوسری طرف یہ کہتا تھا کہ ان کے ساتھ ہو کر اہلِ قبلہ سے جنگ کرنا درست نہیں ہے بلکہ یہ ایک فتنہ ہے اور اس فتنہ سے الگ تھلگ رہنا چاہیے۔ چنانچہ اس متضاد قول کی طرف حضرتؑ نے "ھولك وعليك" سے اشارہ کیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب وہ حضرتؑ کو امام برحق سمجھتا ہے، تو پھر اُن کے ساتھ ہو کر دشمن سے برسرِ پیکار ہونا کیوں غلط ہے اور اگر آپ کے ساتھ ہو کر جنگ کرنا صحیح نہیں ہے، تو آپؑ کو امام برحق سمجھنے کے کیا معنی۔

بہر حال اس کے جنگ سے روکنے اور قدم قدم پر ٹنگا ڈیں کھڑی کرنے کے باوجود اہلِ کوفہ جوق در جوق اُٹھ کھڑے ہوئے اور حضرتؑ کی سپاہ میں شامل ہو کر جنگ میں پورا حصہ لیا اور اہلِ بصرہ کو ایسی شکست دی کہ وہ پھر فتنہ انگیزی کے لیے کھڑے ہونے کی جرأت نہ کر سکے۔

مکتوب (۶۴)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)
إِلَى مُعَاوِيَةَ جَوَابًا عَنْ كِتَابِهِ
أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّا كُنَّا نَحْنُ وَأَنْتُمْ عَلَى مَا ذَكَرْتَ مِنَ الْأُلْفَةِ وَالْجَمَاعَةِ، فَفَرَّقَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَمْسِ أَنَّا آمَنَّا وَكَفَرْتُمْ، وَالْيَوْمَ أَنَّا اسْتَقَمْنَا وَفُتِنْتُمْ وَمَا أَسْلَمَ مُسْلِمُكُمْ إِلَّا كَرْهًا، وَبَعْدَ أَنْ كَانَ أَنْفُ الْإِسْلَامِ كُلُّهُ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ حِزْبًا - وَذَكَرْتَ أَنِّي قَتَلْتُ طَلْحَةَ وَالزُّبَيْرَ، وَ

بجواب معاویہ:
جیسا کہ تم نے لکھا ہے (اسلام سے پہلے) ہمارے اور تمہارے درمیان اتفاق و اتحاد تھا۔ لیکن کل ہم اور تم میں تفرقہ یہ پڑا کہ ہم ایمان لائے اور تم نے کفر اختیار کیا اور آج یہ ہے کہ ہم حق پر مضبوطی سے جمے ہوئے ہیں اور تم فتنوں میں پڑ گئے ہو، اور تم میں سے جو بھی اسلام لایا تھا وہ مجبوری سے، اور وہ اس وقت کہ جب تمام (اشرافِ عرب) اسلام لا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے ساتھ ہو چکے تھے تم نے (اپنے خط میں) ذکر کیا ہے کہ میں نے طلحہ و زبیر کو قتل کیا اور عائشہ کو گھر سے نکالا اور (مدینہ چھوڑ کر)

شَرَّدْتَ بِعَائِشَةَ وَ نَزَلْتَ بَيْنَ الْمِصْرَيْنِ، وَ ذٰلِكَ أَمْرٌ غِبْتَ عَنْهُ فَلَا عَلَيْكَ وَ لَا الْعُذْرُ فِيهِ إِلَيْكَ — وَ ذَكَرْتَ أَنَّكَ زَائِرِي فِي الْمُهَاجِرِينَ وَ الْأَنْصَارِ وَ قَدِ انْقَطَعَتِ الْهِجْرَةُ يَوْمَ أُسِرَ أَخُوكَ، فَإِنْ كَانَ فِيكَ عَجَلٌ فَاسْتَرْفِهْ، فَإِنِّي إِنْ أَزُرْكَ فَذٰلِكَ جَدِيرٌ أَنْ يَكُونَ اللّٰهُ إِنَّمَا بَعَثَنِي إِلَيْكَ لِلنِّقْمَةِ مِنْكَ، وَ إِنْ تَزُرْنِي فَكَمَا قَالَ أَخُو بَنِي أَسَدٍ: — مُسْتَقْبِلِينَ رِيَاحَ الصَّيْفِ تَضْرِبُهُمْ بِحَاصِبٍ بَيْنَ أَغْوَارٍ وَ جُلْمُودٍ۔

وَ عِنْدِي السَّيْفُ الَّذِي أَعْضَضْتُهُ بِجَدِّكَ وَ خَالِكَ وَ أَخِيكَ فِي مَقَامٍ وَاحِدٍ۔ وَ إِنَّكَ وَ اللّٰهِ مَا عَلِمْتُ ـ لَأَغْلَفُ الْقَلْبِ، الْمُقَارِبُ الْعَقْلِ، وَ الْأَوْلَى أَنْ يُقَالَ لَكَ إِنَّكَ رَقِيتَ سُلَّمًا أَطْلَعَكَ مَطْلَعَ سُوءٍ عَلَيْكَ لَا لَكَ، لِأَنَّكَ نَشَدْتَ غَيْرَ ضَالَّتِكَ، وَ رَعَيْتَ غَيْرَ سَائِمَتِكَ، وَ طَلَبْتَ أَمْرًا

کوفہ و بصرہ میں قیام کیا۔ مگر یہ وہ باتیں ہیں جن کا تم سے کوئی واسطہ نہیں، نہ تم پر کوئی زیادتی ہے اور نہ تم سے عذر خواہی کی اس میں ضرورت ہے۔

اور تم نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ تم مہاجرین و انصار کے جتھے کے ساتھ مجھ سے ملنے (مقابلہ) کو نکلنے والے ہو۔ لیکن ہجرت کا دروازہ تو اسی دن بند ہو گیا تھا جس دن تمہارا بھائی گرفتار کر لیا گیا تھا۔ اگر جنگ کی تمھیں اتنی ہی جلدی ہے تو ذرا دم لو، ہو سکتا ہے کہ میں خود تم سے ملنے آ جاؤں۔ اور یہ ٹھیک ہو گا اس اعتبار سے کہ اللہ نے تمھیں سزا دینے کے لیے مجھے مقرر کیا ہو گا اور اگر تم مجھ سے ملنے کو آئے، تو وہ ہو گا جو شاعر بنی اسد نے کہا ہے۔

”وہ موسمِ گرما کی ایسی ہواؤں کا سامنا کر رہے ہیں جو نشیبوں اور چٹانوں میں ان پر سنگریزوں کی بارش کر رہی ہیں۔“

میرے ہاتھ میں وہی تلوار ہے جس کی گزند سے تمہارے نانا، تمہارے ماموں اور تمہارے بھائی کو ایک ہی جگہ پہنچا چکا ہوں، خدا کی قسم تم جیسا میں جانتا ہوں، ایسے ہو جس کے دل پر تہیں چڑھی ہوئی ہیں۔ اور جس کی عقل بہت محدود ہے۔ تمہارے بارے میں یہی کہنا زیادہ مناسب ہے کہ تم ایک ایسی سیڑھی پر چڑھ گئے ہو جہاں پر سے تمہارے لیے برا منظر پیش نظر ہو سکتا ہے جس میں تمہارا برا ہی ہو گا، بھلا نہیں ہو گا کیونکہ غیر کی کھوئی ہوئی چیز کی جستجو میں ہو، اور دوسرے کے چوپائے چرانے لگے ہو، اور ایسی چیز کے

لَسْتَ مِنْ أَهْلِهِ وَلَا فِي مَعْدِنِهِ، فَمَا أَبْعَدَ قَوْلَكَ مِنْ فِعْلِكَ - وَقَرِيبٌ مَا أَشْبَهْتَ مِنْ أَعْمَامٍ وَأَخْوَالٍ حَمَلَتْهُمُ الشَّقَاوَةُ وَتَمَنِّي الْبَاطِلِ عَلَى الْجُحُودِ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ، فَصُرِعُوا مَصَارِعَهُمْ حَيْثُ عَلِمْتَ، لَمْ يَدْفَعُوا عَظِيمًا، وَلَمْ يَمْنَعُوا حَرِيمًا بِوَقْعِ سُيُوفٍ مَا خَلَا مِنْهَا الْوَغَى وَلَمْ تُمَاشِهَا الْهُوَيْنَى -

وَقَدْ أَكْثَرْتَ فِي قَتَلَةِ عُثْمَانَ فَادْخُلْ فِيمَا دَخَلَ فِيهِ النَّاسُ ثُمَّ حَاكِمِ الْقَوْمَ إِلَيَّ أَحْمِلْكَ وَإِيَّاهُمْ عَلَى كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالَى - وَأَمَّا تِلْكَ الَّتِي تُرِيدُ فَإِنَّهَا خُدْعَةُ الصَّبِيِّ عَنِ اللَّبَنِ فِي أَوَّلِ الْفِصَالِ وَالسَّلَامُ لِأَهْلِهِ

لیے ہاتھ پیر مار رہے ہو، جس کے نہ تم اہل ہو، اور نہ تمہارا اس سے کوئی بنیادی لگاؤ ہے۔ تمہارے قول و فعل میں کتنا فرق ہے اور تمہیں اپنے ان چچاؤں اور ماموؤں سے کتنی قریبی شباہت ہے جنہیں بدبختی و آرزوئے باطل نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کے انکار پر اُبھارا تھا۔ جس کے انجام میں وہ قتل ہو ہو کر گرے اور جیسا تمہیں معلوم ہے نہ کسی بلا کو وہ ٹال سکے اور نہ اپنے محفوظ احاطہ کی حفاظت کر سکے اُن تلواروں کی مار سے جن سے میدانِ وغا خالی نہیں ہوتا اور جن میں سُستی کا گزر نہیں۔

اور تم نے عثمان کے قاتلوں کے بارے میں بہت کچھ لکھا ہے تو پہلے میری بیعت میں داخل ہو جاؤ جس میں سب داخل ہو چکے ہیں۔ پھر میری عدالت میں ان لوگوں پر مقدمہ دائر کرنا، تو میں کتاب خدا کی رُو سے تمہارا اور اُن کا فیصلہ کر دوں گا۔ لیکن یہ جو تم چاہ رہے ہو، تو یہ وُہ دھوکا ہے جو بچّہ کو دُودھ سے روکنے کے لیے دیا جاتا ہے۔ سلام اُس پر جو اس کا اہل ہو۔

له معاویہ نے امیر المومنینؑ کو ایک خط تحریر کیا تھا جس میں باہمی یکجہتی و اتفاق کا تذکرہ کرنے کے بعد آپ پر طلحہ و زبیر کے قتل اور اُم المومنین عائشہ کو گھر سے بے گھر کرنے کا الزام لگایا، اور مدینہ کو چھوڑ کر کوفہ کو مرکز قرار دینے پر اعتراض کیا اور آخر میں جنگ کی دھمکی دیتے ہوئے لکھا کہ میں انصار و مہاجرین کے جتھے کے ساتھ جنگ کے لیے نکلنے والا ہوں۔ حضرتؑ نے اس کے جواب میں یہ مکتوب اُس کے نام لکھا۔ جس میں اس کے دعوائے اتحاد و یکجہتی پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ مانا کہ ہم میں اور تم میں اتحاد ہو گا۔ مگر اسلام کے بعد ہم میں اور تم میں ایسی خلیج حائل ہو چکی ہے جسے پاٹا نہیں جا سکتا، اور ایسا تفرقہ پڑ گیا ہے، جسے مٹایا نہیں جا سکتا وُہ اس طرح کہ ہم نے پیغمبرؐ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اسلام میں سبقت کی اور تمہاری حالت یہ تھی کہ تم اس وقت کفر و جہالت میں پڑے ہوئے تھے جس سے ہماری اور تمہاری راہیں الگ الگ ہو گئیں۔ البتہ جب اسلام کے قدم جم گئے اور اشرافِ عرب حلقہ

بگوشِ اسلام ہو چکے، تو تم نے مجبوری کے عالم میں اطاعت قبول کر لی، اور چہروں پر اسلام کی نقاب ڈال کر اپنی جانوں کا تحفظ کر لیا۔ مگر در پردہ اُس کی بنیاد کو کھوکھلا کرنے کے لیے فتنوں کو ہوا دیتے رہے اور ہم نے چونکہ رضا و رغبت سے اسلام قبول کیا تھا اس لیے راہِ حق پر جمے رہے اور کسی مرحلہ پر ہمارے ثباتِ قدم میں جنبش نہ آئی، لہٰذا تمہارا اسلام لانا بھی ہمیں تمہارا ہمنوا نہ بنا سکا۔

اب رہا اس کا یہ الزام کہ حضرتؑ نے طلحہ و زبیر کے قتل کا سروسامان کیا تو اگر اس الزام کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو کیا یہ حقیقت نہیں کہ انھوں نے حضرت کے خلاف کھلم کھلا بغاوت کی تھی اور بیعت کو توڑ کر جنگ کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ لہٰذا اگر وہ بغاوت کے سلسلہ میں مارے گئے تو اُن کا خون رائیگاں سمجھا جائے گا اور قتل کرنے والے پر الزام عائد نہ ہو گا۔ کیونکہ امام برحق کے خلاف بغاوت کرنے والے کی سزا قتل اور اُس سے جنگ و قتال بلا شبہ جائز ہے اور اصل واقعہ یہ ہے کہ اس الزام کی کوئی اصلیت ہی نہیں ہے، کیونکہ اپنے ہی گروہ کے ایک فرد کے ہاتھ سے مارے گئے تھے۔ چنانچہ صاحبِ استیعاب تحریر فرماتے ہیں:-

رمى مروان طلحة بسهم ثم التفت الى ابان ابن عثمان فقال قد كفينا بعض قتلة ابيك۔ (استیعاب ج ۲ ص ۲۲۲)

مروان نے طلحہ کو تیر سے مارا اور پھر ابان ابن عثمان سے کہا کہ ہم نے تمہارے باپ کے بعض قاتلوں سے بدلہ لے کر تمھیں اس مُہم سے سبکدوش کر دیا ہے۔

اور زبیر بصرہ سے پلٹتے ہوئے وادیٔ السباع میں عمرو ابنِ جرموز کے ہاتھ سے قتل ہوئے تھے جس میں امیر المومنینؑ کا کوئی ایما نہ تھا۔ اسی طرح حضرتِ عائشہ اس باغی گروہ کی سربراہ بن کر خود سے نکل کھڑی ہوئی تھیں اور امیر المومنینؑ نے انھیں متعدد دفعہ سمجھایا کہ وہ اپنے موقف کو پہچانیں اور اپنے حدودِ کار سے قدم باہر نہ نکالیں۔ مگر اُن پر ان باتوں کا کچھ اثر نہ ہوا۔

اسی نوعیت کی یہ نکتہ چینی ہے کہ حضرت نے مدینہ کو چھوڑ کر کوفہ کو اس لیے دار الخلافہ بنایا کہ مدینہ بُروں کو اپنے سے الگ کر دیتا ہے اور گندگی کو چھانٹ دیتا ہے۔ اس کا جواب تو بس اتنا ہی ہے کہ وہ خود بھی تو مدینہ کو چھوڑ کر ہمیشہ شام ہی کو اپنا مرکز بنائے رہا تو اس صورت میں اُسے حضرت کے مرکز بدلنے پر کیا حق، اعتراض پہنچتا ہے۔ اگر حضرت نے مدینہ کو چھوڑا تو اُس کی وجہ وہ شورشیں تھیں، جو ہر طرف سے اُٹھ کھڑی ہوئی تھیں جن کی روک تھام کے لیے ایسے ہی مقام کو مرکز قرار دینا مفید ثابت ہو سکتا تھا کہ جہاں سے بروقت فوجی امداد حاصل کی جا سکے۔

چنانچہ امیر المومنینؑ نے جنگِ جمل کے موقع پر دیکھ لیا تھا کہ اہلِ کوفہ کی خاصی بڑی اکثریت نے آپ کے ساتھ تعاون کیا ہے لہٰذا اسے فوجی چھاؤنی قرار دے کر بڑی آسانی سے دشمن کا دفاع کیا جا سکتا ہے اور مدینہ نہ فوجی کمک کے اعتبار سے، اور نہ رسد رسانی کے لحاظ سے مفید تھا۔

آخر میں معاویہ کی یہ دھمکی کہ وہ مہاجرین و انصار کے گروہ کے ساتھ نکلنے والا ہے، تو حضرتؑ نے اس کا بڑے لطیف پیرایہ

میں یہ جواب دیا ہے کہ اب تم مہاجر کہاں سے لاؤ گے جبکہ ہجرت کا دروازہ اسی دن بند ہو گیا تھا کہ جب تمہارا بھائی یزید ابن ابی سفیان اسیر ہوا تھا اور یہ فتح مکہ کے موقع پر گرفتار ہوا تھا، اور فتح مکہ کے بعد ہجرت کا سوال پیدا ہی نہیں ہوتا کہ کوئی مہاجر کہلا سکے۔ چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "لا ھجرۃ بعد الفتح"۔ "فتح کے بعد ہجرت نہیں ہے"۔

مکتوب (۶۵)

(۶۵) وَ مِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

إِلَيْهِ أَيْضًا:

أَمَّا بَعْدُ فَقَدْ آنَ لَكَ أَنْ تَنْتَفِعَ بِاللَّمْحِ الْبَاصِرِ مِنْ عِيَانِ الْأُمُورِ، فَقَدْ سَلَكْتَ مَدَارِجَ أَسْلَافِكَ بِادِّعَائِكَ الْأَبَاطِيلَ، وَ إِقْحَامِكَ غُرُورَ الْمَيْنِ وَ الْأَكَاذِيبِ، وَ بِانْتِحَالِكَ مَا قَدْ عَلَا عَنْكَ، وَ ابْتِزَازِكَ لِمَا اخْتُزِنَ دُونَكَ، فِرَارًا مِنَ الْحَقِّ، وَ جُحُودًا لِمَا هُوَ أَلْزَمُ لَكَ مِنْ لَحْمِكَ وَ دَمِكَ، مِمَّا قَدْ وَعَاهُ سَمْعُكَ، وَ مُلِئَ بِهِ صَدْرُكَ، فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَالُ الْمُبِينُ، وَ بَعْدَ الْبَيَانِ إِلَّا اللَّبْسُ. فَاحْذَرِ الشُّبْهَةَ وَ اشْتِمَالَهَا عَلَى لُبْسَتِهَا، فَإِنَّ الْفِتْنَةَ طَالَمَا أَغْدَفَتْ جَلَابِيبَهَا، وَ أَغْشَتِ الْأَبْصَارَ ظُلْمَتُهَا — وَ قَدْ أَتَانِي كِتَابٌ مِنْكَ ذُو أَفَانِينَ مِنَ الْقَوْلِ ضَعُفَتْ قُوَاهَا عَنِ السِّلْمِ، وَ أَسَاطِيرَ لَمْ يَحُكْهَا مِنْكَ عِلْمٌ

معاویہ کے نام:

اب اس کا وقت ہے کہ روشن حقیقتوں کو دیکھ کر اُن سے فائدہ اُٹھالو، مگر تم تو باطل دعوی کرنے کذب و فریب میں لوگوں کو جھونکنے، اپنی حیثیت سے بلند چیز کا ادعا کرنے اور ممنوعہ چیزوں کو ہتھیا لینے میں اپنے بزرگوں کے مسلک پر چل رہے ہو۔ یہ اس لیے کہ حق سے بھاگنا چاہتے ہو اور ان چیزوں سے کہ جو گوشت و خون سے بھی زیادہ تم سے چمٹی ہوئی ہیں اور تمہارے کانوں میں محفوظ اور سینے میں بھری ہوئی ہیں۔ انکار کرنا چاہتے ہو تو حق کو چھوڑنے کے بعد کھلی ہوئی گمراہی اور بیانِ حقیقت کے نظر انداز کئے جانے کے بعد سراسر فریب کاری کے سوا اور ہے ہی کیا؟ لہٰذا شبہات اور ان کی تلبیس کاریوں سے بچو۔ کیونکہ فتنے مدت سے دامن لٹکائے ہوئے ہیں اور ان کے اندھیروں نے آنکھوں کو چوندھیا رکھا ہے۔

تمہارا خط مجھے ملا ہے ایسا کہ جس میں قسم قسم کی بے جوڑ باتیں ہیں جن سے صلح و امن کے مقصد کو کوئی تقویت نہیں پہنچ سکتی اور اس میں ایسے خرافات ہیں کہ جن کے تانے بانے کو علم و دانائی سے نہیں بُنا۔ تم تو ان باتوں کی وجہ سے ایسے ہو گئے ہو جیسے کوئی دلدل

ولا حلم، أصبحت منها كالخائض في الدهاس، والخابط في الديماس، وترقيت إلى مرقبة بعيدة المرام، نازحة الأعلام، تقصر دونها الأنوق، ويحاذى بها العيوق — وحاشا لله أن تلي للمسلمين بعدي صدرا أو وردا، أو أجري لك على أحد منهم عقدا أو عهدا، فمن الآن فتدارك نفسك وانظر لها، فإنك إن فرطت حتى ينهد إليك عباد الله أرتجت عليك الأمور ومنعت أمرا هو منك اليوم مقبول - والسلام -

میں دھنستا جا رہا ہو، اور اندھے کنوئیں میں ہاتھ پیر مار رہا ہو تم اپنے کو اونچا کر کے ایسی بلند بام اور گم کردہ نشاں چوٹی تک لے گئے ہو کہ عقاب بھی وہاں پر نہیں مار سکتا، اور ستارہ عیوق کی بلندی سے ٹکر لے رہی ہے حاشا وکلا یہ کہاں ہو سکتا ہے کہ تم میرے با اقتدار ہونے کے بعد مسلمانوں کے حل و عقد کے مالک بنو، یا میں تمھیں کسی ایک شخص پر بھی حکومت کا کوئی پروانہ یا دستاویز لکھ دوں۔ خیر! اب سے سہی۔ اپنے نفس کو بچاؤ اور اس کی دیکھ بھال کرو۔ کیونکہ اگر تم نے اس وقت تک کوتاہی کی کہ جب خدا کے بندے تمہارے مقابلہ کو اٹھ کھڑے ہوئے پھر تمہاری ساری راہیں بند ہو جائیں گی اور جو صورت تم سے آج قبول کی جا سکتی ہے اس وقت قبول نہ کی جائے گی۔ والسلام

له جنگ خوارج کے اختتام پر معاویہ نے امیر المومنینؑ کو ایک خط تحریر کیا جس میں حسب عادت الزام تراشی سے کام لیا۔ اس کے جواب میں حضرتؑ نے یہ مکتوب اس کے نام لکھا۔ اس میں جس روشن حقیقت کی طرف معاویہ کو متوجہ کرنا چاہا ہے، وہ یہی خوارج کی جنگ اور اس میں آپ کی نمایاں کامیابی ہے۔ کیونکہ یہ جنگ پیغمبرؐ کی پیشین گوئی کے نتیجہ میں واقع ہوئی تھی اور خود حضرتؑ بھی جنگ کے واقع ہونے سے قبل فرما چکے تھے کہ مجھے اصحاب جمل و صفین کے علاوہ ایک اور گروہ سے بھی لڑنا ہے اور وہ مارقین (دین سے برگشتہ ہونے والے خوارج) کا ہے۔ لہٰذا اس جنگ کا واقع ہونا، اور پیغمبرؐ کی پیشین گوئی کے مطابق ذو الثدیہ کا مارا جانا حضرتؑ کی صداقت کی ایک روشن دلیل تھا۔ اگر معاویہ شخصی نمود اور ملک گیری کی ہوس میں مبتلا نہ ہوتا اور اپنے اسلاف ابو سفیان و عتبہ کی طرح حق سے چشم پوشی نہ کرتا، تو وہ حق کو دیکھ کر اس کی راہ پر آ سکتا تھا۔ مگر وہ اپنی افتاد طبع سے مجبور ہو کر ہمیشہ حق و صداقت سے پہلو بچاتا رہا اور ان ارشادات سے جو حضرتؑ کی امامت و وصایت پر روشنی ڈالتے تھے آنکھ بند کیے پڑا رہا۔ حالانکہ حجۃ الوداع میں شریک ہونے کی وجہ سے پیغمبرؐ کا قول من کنت مولاہ فعلی مولاہ۔ اور غزوۂ تبوک کے موقعہ پر موجود ہونے کی وجہ سے یا علی انت منی بمنزلة هارون من موسیٰ۔ اس سے مخفی نہ تھا۔ لیکن اس کے باوجود وہ حق پوشی و باطل کوشی میں زندگی کے لمحات بسر کرتا رہا۔ یہ کسی غلط فہمی کا نتیجہ نہ تھا، بلکہ صرف ہوس اقتدار اسے حق و انصاف کے کچلنے اور دبانے پر ابھارتی رہی۔

مکتوب (۶۶)

وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ: إِلَى عَبْدِ اللهِ ابْنِ الْعَبَّاسِ - وَقَدْ تَقَدَّمَ ذِكْرُهُ بِخِلَافِ هٰذِهِ الرِّوَايَةِ :-

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ الْمَرْءَ لَيَفْرَحُ بِالشَّيْءِ الَّذِي لَمْ يَكُنْ لِيَفُوتَهُ وَيَحْزَنُ عَلَى الشَّيْءِ الَّذِي لَمْ يَكُنْ لِيُصِيبَهُ. فَلَا يَكُنْ أَفْضَلُ مَا نِلْتَ فِي نَفْسِكَ مِنْ دُنْيَاكَ بُلُوغَ لَذَّةٍ أَوْ شِفَاءَ غَيْظٍ، وَلٰكِنْ إِطْفَاءَ بَاطِلٍ أَوْ إِحْيَاءَ حَقٍّ وَلْيَكُنْ سُرُورُكَ بِمَا قَدَّمْتَ، وَأَسَفُكَ عَلَى مَا خَلَّفْتَ، وَهَمُّكَ فِيمَا بَعْدَ الْمَوْتِ -

عبداللہ ابن عباس کے نام :-

یہ خط اس سے پہلے دُوسری عبارت میں درج کیا جا چکا ہے۔

بندہ کبھی اس شے کو پا کر خوش ہونے لگتا ہے جو اسکے ہاتھ سے جانے والی تھی ہی نہیں۔ اور ایسی چیز کی وجہ سے رنجیدہ ہوتا ہے۔ جو اُسے ملنے والی ہی نہ تھی لہٰذا لذت کا حصول اور جذبۂ انتقام کو فرو کرنا ہی تمہاری نظروں میں دنیا کی بہترین نعمت نہ ہو۔ بلکہ باطل کو مٹانا اور حق کو زندہ کرنا ہو۔ اور تمہاری خوشی اس ذخیرہ پر ہونا چاہیئے۔ جو تم نے آخرت کے لیئے فراہم کیا ہے۔ اور تمہارا رنج اس سرمایہ پر ہونا چاہیئے۔ جسے صحیح مصرف میں صرف کیئے بغیر چھوڑ رہے ہو۔ اور تمہیں فکر صرف موت کے بعد کی ہونا چاہیئے۔

مکتوب (۶۷)

وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَى قُثَمِ بْنِ الْعَبَّاسِ وَهُوَ عَامِلُهُ عَلَى مَكَّةَ

أَمَّا بَعْدُ فَأَقِمْ لِلنَّاسِ الْحَجَّ وَذَكِّرْهُمْ بِأَيَّامِ اللهِ، وَاجْلِسْ لَهُمُ الْعَصْرَيْنِ فَأَفْتِ الْمُسْتَفْتِيَ وَعَلِّمِ الْجَاهِلَ وَذَاكِرِ الْعَالِمَ - وَلَا يَكُنْ لَكَ إِلَى النَّاسِ سَفِيرٌ إِلَّا لِسَانُكَ، وَلَا حَاجِبٌ إِلَّا وَجْهُكَ، وَلَا تَحْجُبَنَّ ذَا حَاجَةٍ عَنْ لِقَائِكَ بِهَا، فَإِنَّهَا إِنْ ذِيدَتْ عَنْ أَبْوَابِكَ فِي أَوَّلِ وِرْدِهَا

والیٔ مکہ قثم ابن عباس کے نام :-

لوگوں کے لئے حج کے قیام کا سروسامان کرو۔ اور اللہ کے یادگار دنوں کی یاد دلاؤ۔ اور لوگوں کیلئے صبح و شام اپنی نشست قرار دو مسئلہ پوچھنے والے کو مسئلہ بتاؤ جاہل کو تعلیم دو۔ اور عالم سے تبادلۂ خیالات کرو۔ اور دیکھو لوگوں تک پیغام پہنچانے کے لیئے تمہاری زبان کے سوا کوئی سفیر نہ ہونا چاہیئے۔ اور تمہارے چہرے کے سوا کوئی تمہارا دربان نہ ہونا چاہیئے۔ اور کسی ضرورت مند کو اپنی ملاقات سے محروم نہ کرنا اس لیئے کہ پہلی دفعہ اگر حاجت تمہارے دروازوں سے ناکام

لَمْ تُحْمَدْ فِيمَا بَعْدُ عَلَى قَضَائِهَا۔

وَانْظُرْ إِلَى مَا اجْتَمَعَ عِنْدَكَ مِنْ مَالِ اللهِ فَاصْرِفْهُ إِلَى مَنْ قِبَلَكَ مِنْ ذَوِي الْعِيَالِ وَالْمَجَاعَةِ مُصِيبًا بِهِ مَوَاضِعَ الْفَاقَةِ وَالْخَلَّاتِ، وَمَا فَضَلَ عَنْ ذَلِكَ فَاحْمِلْهُ إِلَيْنَا لِنَقْسِمَهُ فِيمَنْ قِبَلَنَا۔

وَمُرْ أَهْلَ مَكَّةَ أَنْ لَا يَأْخُذُوا مِنْ سَاكِنٍ أَجْرًا فَإِنَّ اللهَ سُبْحَانَهُ يَقُولُ "سَوَاءً الْعَاكِفُ فِيهِ وَالْبَادِ" فَالْعَاكِفُ الْمُقِيمُ بِهِ وَالْبَادِي الَّذِي يَحُجُّ إِلَيْهِ مِنْ غَيْرِ أَهْلِهِ۔ وَفَّقَنَا اللهُ وَإِيَّاكُمْ لِمَحَابِّهِ ۔ وَالسَّلَامُ۔

واپس کر دی گئی۔ تو بعد میں اُسے پُورا کر دینے سے بھی تمہاری تعریف نہ ہوگی۔

اور دیکھو! تمہارے پاس جو اللہ کا مال جمع ہو اُسے اپنی طرف کے عیال داروں اور بھوکے ننگوں تک پہنچاؤ۔ اس لحاظ کے ساتھ کہ وہ استحقاق اور احتیاج کے صحیح مرکزوں تک پہنچے۔ اور جو اس سے بچ رہے۔ اُسے ہماری طرف بھیج دو۔ تاکہ ہم اُسے اُن لوگوں میں بانٹیں۔ جو ہمارے گرد جمع ہیں۔

اور مکّہ والوں کو حکم دو کہ وہ باہر سے آکر ٹھہرنے والوں سے کرایہ نہ لیں۔ کیونکہ اللہ سبحانہٗ فرماتا ہے کہ اس میں عاکف اور بادی یکساں ہیں۔ عاکف وہ ہے جو اس میں مقیم ہو۔ اور بادی وہ ہے جو باہر سے حج کیلئے آیا ہو۔ خداوند عالم ہمیں اور تمہیں پسندیدہ کاموں کی توفیق دے۔ والسّلام۔

مکتوب (۶۸)

وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ: إِلَى سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ رَحِمَهُ اللهُ قَبْلَ أَيَّامِ خِلَافَتِهِ:-

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّمَا مَثَلُ الدُّنْيَا مَثَلُ الْحَيَّةِ لَيِّنٌ مَسُّهَا، قَاتِلٌ سَمُّهَا، فَأَعْرِضْ عَمَّا يُعْجِبُكَ فِيهَا لِقِلَّةِ مَا يَصْحَبُكَ مِنْهَا، وَضَعْ عَنْكَ هُمُومَهَا لِمَا أَيْقَنْتَ مِنْ فِرَاقِهَا، وَتَصَرُّفِ حَالَاتِهَا، وَكُنْ آنَسَ

اپنے زمانۂ خلافت سے قبل سلمان فارسی رحمہ اللہ کے نام تحریر فرمایا تھا۔

دنیا کی مثال سانپ کی سی ہے جو چھونے میں نرم معلوم ہوتا ہے مگر اس کا زہر مہلک ہوتا ہے۔ لہٰذا دُنیا میں جو چیزیں تمہیں اچھی معلوم ہوں اُن سے منہ موڑے رہنا کیونکہ ان میں سے تمہارے ساتھ جانے والی چیزیں بہت کم ہیں اس کی فکروں کو اپنے سے دُور رکھو۔ کیونکہ تمہیں اس کے جُدا ہو جانے اور اس کے حالات

مَا تَكُونُ بِهَا اَحْذَرَ مَا تَكُونُ مِنْهَا۔ فَاِنَّ صَاحِبَهَا كُلَّمَا اطْمَاَنَّ فِيْهَا اِلٰی سُرُوْرٍ اَشْخَصَتْهُ عَنْهُ اِلٰی مَحْذُوْرٍ۔ اَوْ اِلٰی اِيْنَاسٍ اَزَالَتْهُ عَنْهُ اِلٰی اِيْحَاشٍ

کے پلٹا کھانے کا یقین ہے اور جس وقت اُس سے بہت زیادہ وابستگی محسوس کرو، اُسی وقت اُس سے زیادہ پریشان ہو، کیونکہ جب بھی دُنیادار اُس کی مسرت پر مطمئن ہو جاتا ہے تو وُہ اُسے سختیوں میں جھونک دیتی ہے یا اُس کے اُنس پر بھروسا کر لیتا ہے۔ تو وُہ اُس کے اُنس کو وحشت و ہراس سے بدل دیتی ہے۔

وَمِنْ كِتَابٍ لَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ: اِلَی الْحَارِثِ الْهَمْدَانِيِّ :۔

مکتوب (۶۹)

حارث ہمدانی کے نام :

وَتَمَسَّكْ بِحَبْلِ الْقُرْاٰنِ وَانْتَصِحْهُ۔ وَاَحِلَّ حَلَالَهٗ وَحَرِّمْ حَرَامَهٗ، وَصَدِّقْ بِمَا سَلَفَ مِنَ الْحَقِّ وَاعْتَبِرْ بِمَا مَضٰی مِنَ الدُّنْيَا مَا بَقِيَ مِنْهَا فَاِنَّ بَعْضَهَا يُشْبِهُ بَعْضًا، وَاٰخِرَهَا لَاحِقٌ بِاَوَّلِهَا، وَكُلُّهَا حَائِلٌ مُفَارِقٌ وَعَظِّمِ اسْمَ اللّٰهِ اَنْ تَذْكُرَهٗ اِلَّا عَلٰی حَقٍّ وَاَكْثِرْ ذِكْرَ الْمَوْتِ وَمَا بَعْدَ الْمَوْتِ۔ وَلَا تَتَمَنَّ الْمَوْتَ اِلَّا بِشَرْطٍ وَثِيْقٍ۔ وَاحْذَرْ كُلَّ عَمَلٍ يَرْضَاهُ صَاحِبُهٗ لِنَفْسِهٖ وَيَكْرَهُ لِعَامَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ۔ وَاحْذَرْ كُلَّ عَمَلٍ يُعْمَلُ بِهٖ فِي

قرآن کی رسّی کو مضبوطی سے تھام لو، اِس سے پند و نصیحت حاصل کرو۔ اِس کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھو، اور گزشتہ حق کی باتوں کی تصدیق کرو، اور گزری ہوئی دُنیا سے باقی دُنیا کے بارے میں عبرت حاصل کرو۔ کیونکہ اِس کا ہر دَور دُوسرے دَور سے ملتا جلتا ہے اور اس کا آخر بھی اپنے اوّل سے جا ملنے والا ہے اور یہ دُنیا سب کی سب فنا ہونے والی اور بچھڑ جانے والی ہے۔ دیکھو! اللہ کی عظمت کے پیشِ نظر حق بات کے علاوہ اُس کے نام کی قسم نہ کھاؤ۔ موت اور موت کے بعد کی منزل کو بہت زیادہ یاد کرو۔ موت کے طلب گار نہ ہو، مگر قابلِ اطمینان شرائط کے ساتھ اور ہر اُس کام سے بچو جو آدمی اپنے لیے پسند کرتا ہو، اور عام مسلمانوں کے لیے اُسے ناپسند کرتا ہو۔ ہر اُس کام سے دُور رہو جو چوری چھپے کیا جا سکتا ہو، مگر علانیہ کرنے میں شرم دامن گیر ہوتی ہو، اور ہر اُس فعل سے کنارہ کش ہو کر جب اُس کے مرتکب ہونے والے سے جواب طلب کیا جائے، تو وُہ خود بھی

السِّرِّ وَ يُسْتَحْيَىٰ مِنْهُ فِي الْعَلَانِيَةِ
وَاحْذَرْ كُلَّ عَمَلٍ إِذَا سُئِلَ
عَنْهُ صَاحِبُهُ أَنْكَرَهُ أَوِ
اعْتَذَرَ مِنْهُ وَ لَا تَجْعَلْ
عِرْضَكَ غَرَضًا لِنِبَالِ الْقَوْلِ
وَ لَا تُحَدِّثِ النَّاسَ بِكُلِّ
مَا سَمِعْتَ فَكَفَىٰ بِذٰلِكَ
كَذِبًا ، وَلَا تَرُدَّ عَلَى النَّاسِ
كُلَّ مَا حَدَّثُوكَ بِهِ فَكَفَىٰ
بِذٰلِكَ جَهْلًا - وَاكْظِمِ الْغَيْظَ
وَ تَجَاوَزْ عِنْدَ الْمَقْدِرَةِ ، وَ
احْلُمْ عِنْدَ الْغَضَبِ ، وَاصْفَحْ
مَعَ الدَّوْلَةِ تَكُنْ لَكَ الْعَاقِبَةُ
وَاسْتَصْلِحْ كُلَّ نِعْمَةٍ أَنْعَمَهَا
اللّٰهُ عَلَيْكَ - وَلَا تُضَيِّعَنَّ نِعْمَةً
مِنْ نِعَمِ اللّٰهِ عِنْدَكَ ، وَلْيُرَ
عَلَيْكَ أَثَرُ مَا أَنْعَمَ اللّٰهُ بِهِ عَلَيْكَ -

وَاعْلَمْ أَنَّ أَفْضَلَ الْمُؤْمِنِينَ
أَفْضَلُهُمْ تَقْدِمَةً مِنْ نَفْسِهِ وَأَهْلِهِ
وَمَالِهِ ، فَإِنَّكَ مَا تُقَدِّمْ مِنْ خَيْرٍ
يَبْقَ لَكَ ذُخْرُهُ وَمَا تُؤَخِّرْهُ يَكُنْ
لِغَيْرِكَ خَيْرُهُ - وَاحْذَرْ صَحَابَةَ مَنْ
يَفِيلُ رَأْيُهُ وَيُنْكَرُ عَمَلُهُ فَإِنَّ
الصَّاحِبَ مُعْتَبَرٌ بِصَاحِبِهِ - وَاسْكُنِ
الْأَمْصَارَ الْعِظَامَ فَإِنَّهَا جِمَاعُ الْمُسْلِمِينَ

اُسے بُرا قرار دے، یا معذرت کرنے کی ضرورت پڑے۔ اپنی عزّت و آبرو کو چہ میگوئیوں کے تیروں کا نشانہ نہ بناؤ۔ جو سُنو اُسے لوگوں سے واقعہ کی حیثیت سے بیان نہ کرتے پھرو کہ جھوٹا قرار پانے کے لیے اتنا ہی کافی ہوگا۔ اور لوگوں کو اُن کی ہر بات میں جھٹلانے بھی نہ لگو کہ یہ پُوری پُوری جہالت ہے۔ غصّہ کو ضبط کرو، اور اختیار و اقتدار کے ہوتے ہوئے عفو و درگزر سے کام لو، اور غصّہ کے وقت بُردباری اختیار کرو۔ اور دولت و اقتدار کے ہوتے ہوئے معاف کرو، تو انجام کی کامیابی تمھارے ہاتھ رہے گی، اور اللہ نے جو نعمتیں تمھیں بخشی ہیں (اُن پر شکر بجالاتے ہوئے) اُن کی بہبودی چاہو اور اُس کی دی ہوئی نعمتوں میں سے کسی نعمت کو ضائع نہ کرو۔ اور اُس نے جو انعامات تمھیں بخشے ہیں اُن کا اثر تم پر ظاہر ہونا چاہیئے۔

اور یاد رکھو کہ ایمان والوں میں سب سے افضل وُہ ہے جو اپنی طرف سے اور اپنے اہل و عیال اور مال کی طرف سے خیرات کرے۔ کیونکہ تم آخرت کے لیے جو کچھ بھی بھیج دو گے، وُہ ذخیرہ بن کر تمھارے لیے محفوظ رہے گا اور جو پیچھے چھوڑ جاؤ گے اُس سے دُوسرے فائدہ اُٹھائیں گے اور اُس آدمی کی صحبت سے بچو جس کی رائے کمزور اور افعال بُرے ہوں۔ کیونکہ آدمی کا اس کے ساتھی پر قیاس کیا جاتا ہے۔ بڑے شہروں میں رہائش رکھو۔ کیونکہ وُہ مُسلمانوں کے اجتماعی مرکز ہوتے ہیں۔ غفلت اور بے وفائی کی جگہوں اور اُن مقامات سے کہ جہاں اللہ کی اطاعت میں مددگاروں کی کمی ہو، پرہیز کرو، اور صرف مطلب کی

وَاحْذَرْ مَنَازِلَ الْغَفْلَةِ وَالْجَفَاءِ وَ
قِلَّةَ الْأَعْوَانِ عَلَى طَاعَةِ اللهِ - وَ
اقْصُرْ رَأْيَكَ عَلَى مَا يَعْنِيكَ، وَإِيَّاكَ
وَمَقَاعِدَ الْأَسْوَاقِ فَإِنَّهَا مَحَاضِرُ
الشَّيْطَانِ وَمَعَارِيضُ الْفِتَنِ - وَ
أَكْثِرْ أَنْ تَنْظُرَ إِلَى مَنْ فُضِّلْتَ
عَلَيْهِ فَإِنَّ ذٰلِكَ مِنْ أَبْوَابِ الشُّكْرِ -
وَلَا تُسَافِرْ فِي يَوْمِ جُمُعَةٍ حَتّٰى
تَشْهَدَ الصَّلٰوةَ إِلَّا فَاصِلًا فِي سَبِيلِ
اللهِ، أَوْ فِي أَمْرٍ تُعْذَرُ بِهِ - وَأَطِعِ
اللهَ فِي جَمِيعِ أُمُورِكَ فَإِنَّ طَاعَةَ اللهِ فَاضِلَةٌ
عَلَى مَا سِوَاهَا - وَخَادِعْ نَفْسَكَ فِي الْعِبَادَةِ
وَارْفُقْ بِهَا وَلَا تَقْهَرْهَا - وَخُذْ عَفْوَهَا
وَنَشَاطَهَا إِلَّا مَا كَانَ مَكْتُوبًا عَلَيْكَ
مِنَ الْفَرِيضَةِ فَإِنَّهُ لَا بُدَّ مِنْ قَضَائِهَا
وَتَعَاهُدِهَا عِنْدَ مَحِلِّهَا - وَإِيَّاكَ أَنْ يَنْزِلَ
بِكَ الْمَوْتُ وَأَنْتَ آبِقٌ مِنْ رَبِّكَ فِي طَلَبِ
الدُّنْيَا - وَإِيَّاكَ وَمُصَاحَبَةَ الْفُسَّاقِ فَإِنَّ
الشَّرَّ بِالشَّرِّ مُلْحَقٌ - وَوَقِّرِ اللهَ وَأَحْبِبْ
أَحِبَّاءَهُ - وَاحْذَرِ الْغَضَبَ فَإِنَّهُ جُنْدٌ عَظِيمٌ
مِنْ جُنُودِ إِبْلِيسَ - وَالسَّلَامُ -

باتوں میں اپنی فکر پیمائی کو محدود رکھو، اور بازاری اڈّوں
میں اُٹھنے بیٹھنے سے الگ رہو۔ کیونکہ یہ شیطان کی بیٹھکیں
اور فتنوں کی آماجگاہیں ہوتی ہیں اور جو لوگ تم سے پست
حیثیت کے ہیں۔ انہی کو زیادہ دیکھا کرو کیونکہ یہ تمہارے
لیے شکر کا ایک راستہ ہے۔ جمعہ کے دن نماز میں حاضر
ہوئے بغیر سفر نہ کرنا، مگر یہ کہ خدا کی راہ میں جہاد کے لیے
جانا ہو یا کوئی معذوری درپیش ہو، اور اپنے تمام
کاموں میں اللہ کی اطاعت کرو، کیونکہ اللہ کی اطاعت
دوسری چیزوں پر مقدم ہے۔ اپنے نفس کو بہانے کر
کرکے عبادت کی راہ پر لاؤ، اور اس کے ساتھ نرم
رویہ رکھو، دباؤ سے کام نہ لو۔ جب وہ دوسری فکروں
سے فارغ البال اور چونچال ہو، اُس وقت اُس سے
عبادت کا کام لو۔ مگر جو واجب عبادتیں ہیں، اُن کی بات
دوسری ہے۔ انہیں تو بہرحال ادا کرنا ہے اور وقت پر
بجا لانا ہے۔ اور دیکھو ایسا نہ ہو کہ موت تم پر آ پڑے
اِس حال میں کہ تم اپنے پروردگار سے بھاگے ہوئے دُنیا
طلبی میں لگے ہو۔ اور فاسقوں کی صحبت سے بچے رہنا
کیونکہ بُرائی بُرائی کی طرف بڑھا کرتی ہے اور اللہ کی عظمت
و توقیر کا خیال رکھو، اور اُس کے دوستوں سے دوستی کرو
اور غصے سے ڈرو، کیونکہ یہ شیطان کے لشکروں میں سے
ایک بڑا لشکر ہے۔ والسلام

مکتوب (۷۰)

وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
إِلَى سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ الْأَنْصَارِيِّ وَ
هُوَ عَامِلُهُ عَلَى الْمَدِينَةِ فِي مَعْنَى

والیٔ مدینہ سہل ابن حنیف انصاری کے نام!
مدینے کے کچھ باشندوں کے بارے میں جو معاویہ

قَوْمٍ مِّنْ اَهْلِهَا لَحِقُوْا بِمُعَاوِيَةَ):

اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ بَلَغَنِيْ اَنَّ رِجَالًا مِمَّنْ قِبَلَكَ يَتَسَلَّلُوْنَ اِلٰى مُعَاوِيَةَ فَلَا تَاْسَفْ عَلٰى مَا يَفُوْتُكَ مِنْ عَدَدِهِمْ وَيَذْهَبُ عَنْكَ مِنْ مَدَدِهِمْ. فَكَفٰى لَهُمْ غَيًّا وَّلَكَ مِنْهُمْ شَافِيًا فِرَارُهُمْ مِنَ الْهُدٰى وَالْحَقِّ وَاِيْضَاعُهُمْ اِلَى الْعَمٰى وَالْجَهْلِ، وَاِنَّمَا هُمْ اَهْلُ دُنْيَا مُقْبِلُوْنَ عَلَيْهَا وَمُهْطِعُوْنَ اِلَيْهَا، وَقَدْ عَرَفُوا الْعَدْلَ وَرَاَوْهُ وَسَمِعُوْهُ وَوَعَوْهُ، وَعَلِمُوْا اَنَّ النَّاسَ عِنْدَنَا فِي الْحَقِّ اُسْوَةٌ فَهَرَبُوْا اِلَى الْاَثَرَةِ فَبُعْدًا لَّهُمْ وَسُحْقًا.

اِنَّهُمْ وَاللّٰهِ لَمْ يَنْفِرُوْا مِنْ جَوْرٍ وَلَمْ يَلْحَقُوْا بِعَدْلٍ. وَاِنَّا لَنَطْمَعُ فِيْ هٰذَا الْاَمْرِ اَنْ يُّذَلِّلَ اللّٰهُ لَنَا صَعْبَهٗ وَيُسَهِّلَ لَنَا حَزْنَهٗ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ. وَالسَّلَامُ.

سے جا کر مل گئے تھے :

مجھے معلوم ہوا ہے کہ تمہارے یہاں کے کچھ لوگ چپکے چپکے معاویہ کی طرف کھسک رہے ہیں۔ تم اس تعداد پر کہ جو نکل گئی ہے، اور اس کمک پر کہ جو جاتی رہی ہے، ذرا افسوس نہ کرو۔ اُن کے گمراہ ہو جانے اور تمہارے اس قلق و اندوہ سے چھٹکارا پانے کے لیے یہی بہت ہے کہ وہ حق و ہدایت کی طرف سے بھاگ رہے ہیں، اور جہالت و گمراہی کی طرف دوڑ رہے ہیں یہ دُنیا دار ہیں جو دُنیا کی طرف جھک رہے ہیں اور اُسی کی طرف تیزی سے لپک رہے ہیں۔ انھوں نے عدل کو پہچانا، دیکھا، سُنا اور محفوظ کیا اور اسے خوب سمجھ لیا کہ یہاں حق کے اعتبار سے سب برابر سمجھے جاتے ہیں لہٰذا وہ ادھر بھاگ کھڑے ہوئے جہاں جنبہ داری اور تخصیص برتی جاتی ہے۔

خدا کی قسم وہ ظلم سے نہیں بھاگے اور عدل سے جا کر نہیں چمٹے اور ہم اُمیدوار ہیں کہ اللہ اس معاملہ کی ہر سختی کو آسان اور اس سنگلاخ زمین کو ہمارے لیے ہموار کرے گا۔ انشاء اللہ۔ والسلام

مکتوب (۷۱)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِلَى الْمُنْذِرِ بْنِ الْجَارُوْدِ الْعَبْدِيِّ وَقَدْ خَانَ فِيْ بَعْضِ مَا وَلَّاهُ مِنْ اَعْمَالِهٖ)

اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ صَلَاحَ اَبِيْكَ غَرَّنِيْ مِنْكَ، وَظَنَنْتُ اَنَّكَ تَتَّبِعُ

منذر ابن جارود عبدی کے نام جبکہ اُس نے خیانت کی بعض اُن چیزوں میں جن کا انتظام آپ نے اُس کے سپرد کیا تھا :

واقعہ یہ ہے کہ تمہارے باپ کی سلامت روی نے مجھے تمہارے بارے میں دھوکا دیا۔ میں یہ خیال کرتا

هَدْيَهُ وَتَسْلُكُ سَبِيلَهُ، فَإِذَا أَنْتَ فِيمَا رُقِّيَ إِلَيَّ عَنْكَ لَا تَدَعُ لِهَوَاكَ انْقِيَاداً، وَلَا تُبْقِي لِآخِرَتِكَ عَتَاداً، وَتَعْمُرُ دُنْيَاكَ بِخَرَابِ آخِرَتِكَ وَتَصِلُ عَشِيرَتَكَ بِقَطِيعَةِ دِينِكَ۔ وَلَئِنْ كَانَ مَا بَلَغَنِي عَنْكَ حَقّاً لَجَمَلُ أَهْلِكَ وَشِسْعُ نَعْلِكَ خَيْرٌ مِنْكَ۔ وَمَنْ كَانَ بِصِفَتِكَ فَلَيْسَ بِأَهْلٍ أَنْ يُسَدَّ بِهِ ثَغْرٌ، أَوْ يُنْفَذَ بِهِ أَمْرٌ، أَوْ يُعْلَى لَهُ قَدْرٌ، أَوْ يُشْرَكَ فِي أَمَانَةٍ، أَوْ يُؤْمَنَ عَلَى خِيَانَةٍ فَأَقْبِلْ إِلَيَّ حِينَ يَصِلُ إِلَيْكَ كِتَابِي هٰذَا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ۔

وَالْمُنْذِرُ هٰذَا هُوَ الَّذِي قَالَ فِيهِ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: إِنَّهُ لَنَظَّارٌ فِي عِطْفَيْهِ مُخْتَالٌ فِي بُرْدَيْهِ تَفَّالٌ فِي شِرَاكَيْهِ۔

تھا کہ تم بھی اُن کی روش کی پیروی کرتے اور اُن کی راہ پر چلتے ہو گے۔ مگر اچانک مجھے تمھارے متعلق ایسی اطلاعات ملی ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ تم اپنی خواہش نفسانی کی پیروی سے ہاتھ نہیں اُٹھاتے اور آخرت کے لیے کوئی توشہ باقی رکھنا نہیں چاہتے تم اپنی آخرت گنوا کر دنیا بنا رہے ہو، اور دین سے رشتہ توڑ کر اپنے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کر رہے ہو، جو مجھے معلوم ہوا ہے۔ اگر وُہ سچ ہے، تو تمھارے گھر والوں کا اُونٹ اور تمھاری جُوتی کا تسمہ بھی تم سے بہتر ہے۔ جو تمھارے طور طریقے کا آدمی ہو وُہ اس لائق نہیں کہ اس کے ذریعہ کسی رخنہ کو پاٹا جائے یا کوئی کام انجام دیا جائے یا اس کا رتبہ بڑھایا جائے یا اُسے امانت میں شریک کیا جائے یا خیانت کی روک تھام کے لیے اس پر اطمینان کیا جائے لہٰذا جب میرا خط ملے تو فوراً میرے پاس حاضر ہو جاؤ۔ انشاء اللہ۔

سیّد رضی فرماتے ہیں کہ یہ منذر وہی ہے کہ جس کے بارے میں امیر المومنینؑ نے فرمایا ہے وُہ اِدھر اُدھر اپنے بازوؤں کو بہت دیکھتا ہے، اور اپنی دونوں چادروں میں غرور سے جھومتا ہوا چلتا ہے اور اپنی جُوتی کے تسموں پر پھونک مارتا رہتا ہے۔ (کہ کہیں اس پر گرد نہ جم جائے)۔

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ) مکتوب (۷۲)

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّكَ لَسْتَ بِسَابِقٍ

عبد اللہ ابن عباس رحمۃ اللہ کے نام:
تم اپنی زندگی کی حد سے آگے نہیں بڑھ سکتے اور نہ

أَجَلَكَ وَ لَا مَرْزُوقٌ مَا لَيْسَ لَكَ۔ وَ اعْلَمْ بِأَنَّ الدَّهْرَ يَوْمَانِ: يَوْمٌ لَكَ وَ يَوْمٌ عَلَيْكَ وَ أَنَّ الدُّنْيَا دَارُ دُوَلٍ، فَمَا كَانَ مِنْهَا لَكَ أَتَاكَ عَلَى ضَعْفِكَ، وَ مَا كَانَ مِنْهَا عَلَيْكَ لَمْ تَدْفَعْهُ بِقُوَّتِكَ۔

اس چیز کو حاصل کر سکتے ہو جو تمہارے مقدر میں نہیں ہے اور تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ زمانہ دو دنوں پر تقسیم ہے ایک دن تمہارے موافق اور ایک دن تمہارا مخالف اور دُنیا مملکتوں کے انقلاب و انتقال کا گھر ہے۔ اس میں جو چیز تمہارے فائدہ کی ہوگی وہ تمہاری کمزوری و ناتوانی کے باوجود پہنچ کر رہے گی اور جو چیز تمہارے نقصان کی ہوگی، اُسے تم قوت و طاقت سے بھی نہیں ہٹا سکتے۔

مکتوب (۷۳)

(وَ مِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) إِلَى مُعَاوِيَةَ:۔

مُعاویہ کے نام:

أَمَّا بَعْدُ، فَإِنِّي عَلَى التَّرَدُّدِ فِي جَوَابِكَ وَ الِاسْتِمَاعِ إِلَى كِتَابِكَ لَمُوَهِّنٌ رَأْيِي وَ مُخَطِّئٌ فِرَاسَتِي۔ وَ إِنَّكَ إِذْ تُحَاوِلُنِي الْأُمُورَ وَ تُرَاجِعُنِي السُّطُورَ كَالْمُسْتَثْقِلِ النَّائِمِ تَكْذِبُهُ أَحْلَامُهُ، أَوِ الْمُتَحَيِّرِ الْقَائِمِ يَبْهَظُهُ مَقَامُهُ۔ لَا يَدْرِي أَ لَهُ مَا يَأْتِي أَمْ عَلَيْهِ۔ وَ لَسْتَ بِهِ، غَيْرَ أَنَّهُ بِكَ شَبِيهٌ۔ وَ أُقْسِمُ بِاللَّهِ إِنَّهُ لَوْ لَا بَعْضُ الِاسْتِبْقَاءِ لَوَصَلَتْ إِلَيْكَ مِنِّي قَوَارِعُ تَقْرَعُ الْعَظْمَ وَ تَهْلِسُ

میں تم سے سوال و جواب کے تبادلہ اور تمہارے خطوں کو توجہ کے ساتھ سننے میں اپنے طریقۂ کار کی کمزوری اور اپنی سمجھ کی غلطی کا احساس کر رہا ہوں اور تم اپنی جو خواہشوں کے منوانے کے مجھ سے درپے ہوتے ہو اور مجھ سے خط و کتابت کا سلسلہ جاری کیے ہوئے ہو تو ایسے ہو گئے ہو جیسے کوئی گہری نیند میں پڑا خواب دیکھ رہا ہو اور بعد میں اس کے خواب بے حقیقت ثابت ہوں یا جیسے کوئی حیرت زدہ منہ اٹھائے کھڑا ہو کہ نہ اس کے لیے جائے رفتن ہو نہ پائے ماندن اور اُسے کچھ خبر نہ ہو کہ سامنے آنے والی چیز اسے فائدہ دے گی یا نقصان پہنچائے گی۔ ایسا نہیں کہ تم بالکل ہی یہ شخص ہو۔ بلکہ وہ تمہارے مانند ہے۔ اور میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر کسی حد تک طرح دینا میں مناسب نہ سمجھتا ہوتا تو میری طرف سے ایسی تباہیوں کا تمہیں سامنا کرنا پڑتا، جو ہڈیوں کو توڑ دیتیں اور جسم پر

اللَّحْمِ - وَاعْلَمْ اَنَّ الشَّيْطٰنَ قَدْ ثَبَّطَكَ عَنْ اَنْ تُرَاجِعَ أَحْسَنَ أُمُوْرِكَ وَتَأْذَنَ لِمَقَالِ نَصِيْحَتِكَ - وَالسَّلَامُ لِأَهْلِهِ

گوشت کا نام نہ چھوڑتیں۔ اس بات کو خوب سمجھ لو کہ شیطان نے تمھیں اچھے کاموں کی طرف رجوع ہونے اور نصیحت کی باتیں سننے سے روک دیا ہے۔ سلام اُس پر جو سلام کے قابل ہے۔

(وَمِنْ حِلْفٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) نوشتہ (۷۴)

كَتَبَهُ بَيْنَ رَبِيْعَةَ وَالْيَمَنِ (نُقِلَ مِنْ خَطِّ هِشَامِ بْنِ الْكَلْبِيِّ)

هٰذَا مَا اجْتَمَعَ عَلَيْهِ أَهْلُ الْيَمَنِ: حَاضِرُهَا وَبَادِيْهَا، وَرَبِيْعَةُ: حَاضِرُهَا وَبَادِيْهَا، أَنَّهُمْ عَلٰى كِتَابِ اللهِ يَدْعُوْنَ إِلَيْهِ وَيَأْمُرُوْنَ بِهِ وَيُجِيْبُوْنَ مَنْ دَعَا إِلَيْهِ وَأَمَرَ بِهِ - لَا يَشْتَرُوْنَ بِهِ ثَمَنًا وَلَا يَرْضَوْنَ بِهِ بَدَلًا، وَأَنَّهُمْ يَدٌ وَاحِدَةٌ عَلٰى مَنْ خَالَفَ ذٰلِكَ وَتَرَكَهُ - أَنْصَارٌ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ، دَعْوَتُهُمْ وَاحِدَةٌ - لَا يَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ لِمَعْتَبَةِ عَاتِبٍ وَلَا لِغَضَبِ غَاضِبٍ، وَلَا لِاسْتِذْلَالِ قَوْمٍ قَوْمًا وَلَا لِمَسَبَّةِ قَوْمٍ قَوْمًا - عَلٰى ذٰلِكَ شَاهِدُهُمْ وَغَائِبُهُمْ، سَفِيْهُهُمْ وَعَالِمُهُمْ، وَحَلِيْمُهُمْ وَجَاهِلُهُمْ

جو حضرت نے قبیلۂ ربیعہ اور اہلِ یمن کے مابین بطورِ معاہدہ تحریر فرمایا: (اسے ہشام ابن سائب کلبی کی تحریر سے نقل کیا گیا ہے)۔

یہ ہے وُہ عہد جس پر اہلِ یمن نے وُہ شہری ہوں یا دیہاتی اور قبیلۂ ربیعہ نے وُہ شہر میں آباد ہوں یا بادیہ نشین اتفاق کیا ہے کہ وُہ سب کے سب کتاب اللہ پر ثابت قدم رہیں گے۔ اُسی کی طرف دعوت دیں گے۔ اُسی کے ساتھ حکم دیں گے اور جو اس کی طرف دعوت دے گا اور اُس کی رُو سے حکم دے گا، اُس کی آواز پر لبیک کہیں گے، نہ اُس کے عوض کوئی فائدہ چاہیں گے، اور نہ اُس کے کسی بدل پر راضی ہوں گے، اور جو کتاب اللہ کے خلاف چلے گا اور اُسے چھوڑ دے گا۔ اُس کے مقابلہ میں متحد ہو کر ایک دُوسرے کا ہاتھ بٹائیں گے ان کی آواز ایک ہوگی اور وُہ کسی سرزنش کرنے والے کی سرزنش کی وجہ سے، کسی غصّہ کرنے والے کے غصّہ کی وجہ سے اور ایک گروہ کے دُوسرے گروہ کو ذلیل کرنے کی وجہ سے اور ایک جماعت کے دُوسری جماعت کو گالی دینے سے اس عہد کو نہیں توڑیں گے۔ بلکہ حاضر یا غیر حاضر، کم عقل، عالم، بُردبار، جاہل سب اس کے پابند رہیں گے۔ پھر

ثُمَّ إِنَّ عَلَيْهِمْ بِذٰلِكَ عَهْدَ اللّٰهِ وَمِيْثَاقَهُ، إِنَّ عَهْدَ اللّٰهِ كَانَ مَسْئُوْلًا۔ وَكَتَبَ عَلِيُّ بْنُ أَبِيْ طَالِبٍ

اِس عہد کی وجہ سے ان پر اللہ کا عہد و پیمان بھی لازم ہو گیا ہے، اور اللہ کا عہد پوچھا جائے گا۔
(کاتب سطور علی ابن ابی طالب)

مکتوب (۷۵)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

إِلٰى مُعَاوِيَةَ فِيْ أَوَّلِ مَا بُوْيِعَ لَهُ، ذَكَرَهُ الْوَاقِدِيُّ فِيْ كِتَابِ الْجَمَلِ)

شروع شروع میں جب آپ کی بیعت کی گئی تو آپ نے معاویہ ابن ابی سفیان کے نام تحریر فرمایا۔ (اسے واقدی نے کتاب الجمل میں تحریر کیا ہے)۔

مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلِيٍّ أَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ إِلٰى مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِيْ سُفْيَانَ:۔

أَمَّا بَعْدُ فَقَدْ عَلِمْتَ إِعْذَارِيْ فِيْكُمْ وَإِعْرَاضِيْ عَنْكُمْ حَتّٰى كَانَ مَا لَا بُدَّ مِنْهُ وَلَا دَفْعَ لَهُ۔ وَالْحَدِيْثُ طَوِيْلٌ، وَالْكَلَامُ كَثِيْرٌ، وَقَدْ أَدْبَرَ مَا أَدْبَرَ وَأَقْبَلَ مَا أَقْبَلَ، فَبَايِعْ مَنْ قِبَلَكَ وَأَقْبِلْ إِلَيَّ فِيْ وَفْدٍ مِنْ أَصْحَابِكَ۔

خدا کے بندے علی امیر المومنین کی طرف سے معاویہ ابن ابی سفیان کے نام:

تمھیں معلوم ہے کہ میں نے لوگوں کے بارے میں پورے طور سے حجت ختم کر دی اور تمھارے معاملات سے چشم پوشی کرتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ واقعہ ہو کر رہا کہ جسے ہونا تھا، اور روکا نہ جا سکتا تھا۔ یہ قصہ لمبا ہے اور باتیں بہت ہیں۔ بہرحال جو گزرنا تھا گزر گیا۔ اور جسے آنا تھا آ گیا۔ لہٰذا اٹھو اور اپنے یہاں کے لوگوں سے میری بیعت حاصل کرو، اور اپنے ساتھیوں کے وفد کے ساتھ میرے پاس پہنچو۔ والسلام

وصیت (۷۶)

(وَمِنْ وَصِيَّةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْعَبَّاسِ عِنْدَ اسْتِخْلَافِهِ إِيَّاهُ عَلَى الْبَصْرَةِ:۔

عبداللہ ابن عباس کے نام جبکہ انھیں بصرہ میں اپنا قائم مقام مقرر فرمایا:

سَعِ النَّاسَ بِوَجْهِكَ وَمَجْلِسِكَ وَحُكْمِكَ، وَإِيَّاكَ وَالْغَضَبَ فَإِنَّهُ طَيْرَةٌ مِنَ الشَّيْطٰنِ۔ وَاعْلَمْ

لوگوں سے کشادہ روئی سے پیش آؤ، اپنی مجلس میں لوگوں کو راہ دو۔ حکم میں تنگی روا نہ رکھو۔ غصہ سے پرہیز کرو۔ کیونکہ یہ شیطان کے لیے شگون نیک ہے اور اس

أَنَّ مَا قَرَّبَكَ مِنَ اللّٰهِ يُبَاعِدُكَ مِنَ النَّارِ، وَمَا بَاعَدَكَ مِنَ اللّٰهِ يُقَرِّبُكَ مِنَ النَّارِ۔

بات کو جانے رہو کہ جو چیز تمہیں اللہ کے قریب کرتی ہے وہ دوزخ سے دور کرتی ہے اور جو چیز اللہ سے دور کرتی ہے وہ دوزخ سے قریب کرتی ہے۔

ہدایت (۷۷)

(وَمِنْ وَصِيَّةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْعَبَّاسِ لَمَّا بَعَثَهُ لِلِاحْتِجَاجِ عَلَى الْخَوَارِجِ

لَا تُخَاصِمْهُمْ بِالْقُرْآنِ فَإِنَّ الْقُرْآنَ حَمَّالٌ ذُوْ وُجُوْهٍ تَقُوْلُ وَيَقُوْلُوْنَ وَلٰكِنْ حَاجِجْهُمْ بِالسُّنَّةِ فَإِنَّهُمْ لَنْ يَجِدُوْا عَنْهَا مَحِيْصًا۔

جو عبداللہ ابن عباس کو خوارج سے مناظرہ کرنے کے لیے بھیجتے وقت فرمائی:

تم ان سے قرآن کی رو سے بحث نہ کرنا، کیونکہ قرآن بہت سے معانی کا حامل ہوتا ہے اور بہت سی وجہیں رکھتا ہے۔ تم اپنی کہتے رہو گے، وہ اپنی کہتے رہیں گے بلکہ تم حدیث سے اُن کے سامنے استدلال کرنا، وہ اس سے گریز کی کوئی راہ نہ پا سکیں گے۔

مکتوب (۷۸)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

إِلٰى أَبِيْ مُوْسَى الْأَشْعَرِيِّ جَوَابًا فِيْ أَمْرِ الْحَكَمَيْنِ ذَكَرَهُ سَعِيْدُ بْنُ يَحْيَى الْأُمَوِيُّ - فِيْ كِتَابِ الْمَغَازِيْ:

فَإِنَّ النَّاسَ قَدْ تَغَيَّرَ كَثِيْرٌ مِنْهُمْ عَنْ كَثِيْرٍ مِنْ حَظِّهِمْ فَمَالُوْا مَعَ الدُّنْيَا وَنَطَقُوْا بِالْهَوٰى، وَإِنِّيْ نَزَلْتُ مِنْ هٰذَا الْأَمْرِ مَنْزِلًا مُعْجِبًا اجْتَمَعَ بِهِ أَقْوَامٌ أَعْجَبَتْهُمْ أَنْفُسُهُمْ فَإِنِّيْ

ابو موسیٰ اشعری کے نام!

حکمین کے سلسلہ میں اُن کے ایک خط کے جواب میں (اسے سعید ابن یحییٰ اموی نے اپنی کتاب المغازی میں درج کیا ہے):

کتنے ہی لوگ ہیں جو آخرت کی بہت سی سعادتوں سے محروم ہو کر رہ گئے۔ وہ دنیا کے ساتھ ہو لیے۔ خواہشِ نفسانی سے بولنے لگے۔ میں اس معاملہ کی وجہ سے ایک حیرت و استعجاب کی منزل میں ہوں کہ جہاں ایسے لوگ اکٹھے ہو گئے ہیں، جو خود بینی اور خود پسندی میں مبتلا ہیں۔ میں اُن کے زخم کا مداوا تو کر رہا ہوں۔ مگر ڈرتا ہوں کہ کہیں وہ منجمد خون کی صورت اختیار کر کے لاعلاج نہ

أُدْلِيَ مِنْهُمْ فَرَحاً أَخَافُ أَنْ يَكُونَ عَلَقاً، وَلَيْسَ رَجُلٌ — فَاعْلَمْ — أَحْرَصَ عَلَى جَمَاعَةِ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَأُلْفَتِهَا مِنِّي أَبْتَغِي بِذَلِكَ حُسْنَ الثَّوَابِ وَكَرَمَ الْمَآبِ. وَسَأَفِي بِالَّذِي وَأَيْتُ عَلَى نَفْسِي وَإِنْ تَغَيَّرْتَ عَنْ صَالِحِ مَا فَارَقْتَنِي عَلَيْهِ، فَإِنَّ الشَّقِيَّ مَنْ حُرِمَ نَفْعَ مَا أُوتِيَ مِنَ الْعَقْلِ وَالتَّجْرِبَةِ، وَإِنِّي لَأَعْبَدُ أَنْ يَقُولَ قَائِلٌ بِبَاطِلٍ وَأَنْ أُفْسِدَ أَمْراً قَدْ أَصْلَحَهُ اللهُ فَدَعْ مَا لَا تَعْرِفُ فَإِنَّ شِرَارَ النَّاسِ طَائِرُونَ إِلَيْكَ بِأَقَاوِيلِ السُّوءِ. وَالسَّلَامُ.

ہو جائے۔ تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ مجھ سے زیادہ کوئی شخص بھی اُمّتِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جماعت بندی اور اتحادِ باہمی کا خواہشمند نہیں ہے جس سے میری غرض صرف حسنِ ثواب اور آخرت کی سرفرازی ہے۔ میں نے جو عہد کیا ہے اُسے پورا کر کے رہوں گا۔ اگرچہ تم اس نیک خیال سے کہ جو مجھ سے آخری ملاقات تک تمھارا تھا، اب پلٹ جاؤ۔ یقیناً وہ بدبخت ہے کہ جو عقل و تجربہ کے ہوتے ہوئے اُس کے فوائد سے محروم رہے۔ میں تو اس بات پر پیچ و تاب کھاتا ہوں کہ کوئی کہنے والا باطل بات کہے، یا کسی ایسے معاملے کو خراب ہونے دوں کہ جسے اللہ درست کر چکا ہو۔ لہٰذا جس بات کو تم نہیں جانتے، اُس کے درپے نہ ہو۔ کیونکہ شریر لوگ بُری باتیں تم تک پہنچانے کے لیے اُڑ کر پہنچا کریں گے۔ والسلام

مکتوب (۷۹)

(۷۹) وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمَّا اسْتُخْلِفَ إِلَى أُمَرَاءِ الْأَجْنَادِ:-

أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّمَا أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ أَنَّهُمْ مَنَعُوا النَّاسَ الْحَقَّ فَاشْتَرَوْهُ، وَأَخَذُوهُمْ بِالْبَاطِلِ فَاقْتَدَوْهُ.

جو ظاہری خلافت پر متمکن ہونے کے بعد فوجی سپہ سالاروں کو تحریر فرمایا:

اگلے لوگوں کو اس بات نے تباہ کیا کہ انھوں نے لوگوں کے حق روک لیے تو انھوں نے (رشوتیں دے دے کر) اُسے خریدا، اور انھیں باطل کا پابند بنایا، تو وہ اُن کے پیچھے انھی راستوں پر چل کھڑے ہوئے۔

تمّ باب الکتب بحمد اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بَابُ الْمُخْتَارِ مِنْ حِكَمِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

امیر المومنین علیہ السلام کے منتخب حکم و مواعظ کا باب

ویدخل فی ذلک المختار من اجوبۃ مسائلہ والکلام القصیر الخارج فی سائر اغراضہ

اس باب میں سوالات کے جوابات اور چھوٹے چھوٹے حکیمانہ جملوں کا انتخاب درج ہے جو مختلف اغراض و مقاصد کے سلسلہ میں بیان کیے گئے ہیں

---

۱ - قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: كُنْ فِي الْفِتْنَةِ كَابْنِ اللَّبُونِ لَا ظَهْرٌ فَيُرْكَبَ، وَلَا ضَرْعٌ فَيُحْلَبَ۔

(۱) فتنہ و فساد میں اس طرح رہو جس طرح اونٹ کا وہ بچہ جس نے ابھی اپنی عمر کے دو سال ختم کیے ہوں کہ نہ تو اس کی پیٹھ پر سواری کی جا سکتی ہے اور نہ اس کے تھنوں سے دودھ دوہا جا سکتا ہے۔

لبون دودھ دینے والی اونٹنی کو اور ابن اللبون اس کے دو سالہ بچے کو کہتے ہیں اور وہ اس عمر میں نہ سواری کے قابل ہوتا ہے، اور نہ اس کے تھن ہی ہوتے ہیں کہ ان سے دودھ دوہا جا سکے۔ اسے ابن اللبون اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس دو سال کے عرصہ میں اس کی ماں عموماً دوسرا بچہ دے کر دودھ دینے لگتی ہے۔

مقصد یہ ہے کہ انسان کو فتنہ و فساد کے موقع پر اس طرح رہنا چاہیئے کہ لوگ اسے ناکارہ سمجھ کر نظر انداز کر دیں اور کسی جماعت میں اس کی شرکت کی ضرورت محسوس نہ ہو۔ کیونکہ فتنوں اور ہنگاموں میں الگ تھلگ رہنا ہی تباہ کاریوں سے بچا سکتا ہے۔ البتہ جہاں حق و باطل کا ٹکراؤ ہو وہاں پر غیر جانبداری جائز نہیں اور نہ اسے فتنہ و فساد سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ بلکہ ایسے موقع پر حق کی حمایت اور باطل کی سرکوبی کے لیے کھڑا ہونا واجب ہے۔ جیسے جمل و صفین کی جنگوں میں حق کا ساتھ دینا ضروری اور باطل سے نبرد آزما ہونا لازم تھا۔

۲ - وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: أَزْرَى

(۲) جس نے طمع کو اپنا شعار بنایا، اس نے اپنے

بِنَفْسِهِ مَنِ اسْتَشْعَرَ الطَّمَعَ، وَ رَضِيَ بِالذُّلِّ مَنْ كَشَفَ عَنْ ضُرِّهِ، وَ هَانَتْ عَلَيْهِ نَفْسُهُ مَنْ أَمَّرَ عَلَيْهَا لِسَانَهُ.

کو سُبک کیا اور جس نے اپنی پریشان حالی کا اظہار کیا وہ ذلت پر آمادہ ہو گیا، اور جس نے اپنی زبان کو قابو میں نہ رکھا، اُس نے خود اپنی بے وقعتی کا سامان کر لیا۔

---

۳ - وَ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: الْبُخْلُ عَارٌ، وَ الْجُبْنُ مَنْقَصَةٌ، وَ الْفَقْرُ يُخْرِسُ الْفَطِنَ عَنْ حُجَّتِهِ، وَ الْمُقِلُّ غَرِيبٌ فِي بَلْدَتِهِ، وَ الْعَجْزُ آفَةٌ، وَ الصَّبْرُ شَجَاعَةٌ، وَ الزُّهْدُ ثَرْوَةٌ، وَ الْوَرَعُ جُنَّةٌ.

(۳) بُخل ننگ و عار ہے، اور بزدلی نقص و عیب ہے، اور غربت مردِ زیرک و دانا کی زبان کو دلائل کی قوت دکھانے سے عاجز بنا دیتی ہے۔ اور مفلس اپنے شہر میں رہ کر بھی غریب الوطن ہوتا ہے اور عجز و درماندگی مصیبت ہے، اور صبر و شکیبائی شجاعت ہے، اور دُنیا سے بے تعلقی بڑی دولت ہے، اور پرہیز گاری ایک بڑی سپر ہے۔

---

۴ - وَ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: نِعْمَ الْقَرِينُ الرِّضَا، وَ الْعِلْمُ وِرَاثَةٌ كَرِيمَةٌ، وَ الْآدَابُ حُلَلٌ مُجَدَّدَةٌ، وَ الْفِكْرُ مِرْآةٌ صَافِيَةٌ.

(۴) تسلیم و رضا بہترین مصاحب اور علم شریف ترین میراث ہے اور علمی و عملی اوصاف نو بنو خلعت ہیں اور فکر صاف و شفاف آئینہ ہے۔

---

۵ - وَ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: صَدْرُ الْعَاقِلِ صُنْدُوقُ سِرِّهِ، وَ الْبَشَاشَةُ حِبَالَةُ الْمَوَدَّةِ، وَ الِاحْتِمَالُ قَبْرُ الْعُيُوبِ (أَوْ): وَ الْمُسَالَمَةُ خِبَاءُ الْعُيُوبِ.

(۵) عقلمند کا سینہ اُس کے بھیدوں کا مخزن ہوتا ہے۔ اور کشادہ روئی محبت و دوستی کا پھندا ہے اور تحمل و بُردباری عیبوں کا مدفن ہے (یا اس فقرہ کے بجائے حضرت نے یہ فرمایا کہ) صلح و صفائی عیبوں کو ڈھانپنے کا ذریعہ ہے۔

---

۶ - وَ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: مَنْ رَضِيَ عَنْ نَفْسِهِ كَثُرَ السَّاخِطُ عَلَيْهِ، وَ الصَّدَقَةُ دَوَاءٌ مُنْجِحٌ، وَ أَعْمَالُ الْعِبَادِ فِي

(۶) جو شخص اپنے کو بہت پسند کرتا ہے، وہ دُوسروں کو ناپسند ہو جاتا ہے اور صدقہ کامیاب دوا ہے، اور دُنیا میں بندوں کے جو اعمال ہیں وہ آخرت

عَاجِلِهِمْ، نُصْبُ أَعْيُنِهِمْ فِي آجِلِهِمْ۔ میں اُن کی آنکھوں کے سامنے ہوں گے۔

یہ ارشاد تین جملوں پر مشتمل ہے: پہلے جملہ میں غرور پسندی سے پیدا ہونے والے نتائج و اثرات کا ذکر کیا ہے کہ اس سے دُوسروں کے دلوں میں نفرت و حقارت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ چنانچہ جو شخص اپنی ذات کو نمایاں کرنے کے لیے بات بات میں اپنی برتری کا مظاہرہ کرتا ہے وہ کبھی عزّت و احترام کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا اور لوگ اُس کی تفوق پسندانہ ذہنیت کو دیکھتے ہوئے اُس سے نفرت کرنے لگتے ہیں اور اسے اتنا بھی سمجھنے کو تیار نہیں ہوتے، جتنا کچھ وُہ ہے چہ جائیکہ جو کچھ وُہ اپنے آپ کو سمجھتا ہے وُہی کچھ اُسے سمجھ لیں۔

دُوسرا جملہ صدقہ کے متعلق ہے اور اُسے ایک "کامیاب دوا" سے تعبیر کیا ہے کیونکہ جب انسان صدقہ و خیرات سے محتاجوں اور ناداروں کی مدد کرتا ہے، تو وُہ دل کی گہرائیوں سے اُس کے لیے دُعائے صحت و عافیت کرتے ہیں جو قبولیت حاصل کر کے اُس کی شفایابی کا باعث ہوتی ہے۔ چنانچہ پیغمبر اکرم کا ارشاد ہے کہ "داووا مرضاکم بالصدقة۔ اپنے بیماروں کا علاج صدقہ سے کرو۔

تیسرا جملہ حشر میں اعمال کے بے نقاب ہونے کے متعلق ہے کہ انسان اس دُنیا میں جو اچھے اور بُرے کام کرتا ہے وُہ حجابِ عنصری کے حائل ہونے کی وجہ سے ظاہری حواس سے ادراک نہیں ہو سکتے۔ مگر آخرت میں جب مادیّت کے پردے اُٹھا دیئے جائیں گے، تو وُہ اس طرح آنکھوں کے سامنے عیاں ہو جائیں گے کہ کسی کے لیے گنجائشِ انکار نہ رہے گی۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے۔

یومئذٍ یصدر الناس اشتاتاً لیروا اعمالهم فمن یعمل مثقال ذرّة خیراً یره و من یعمل مثقال ذرّة شرّاً یره۔

اُس دن لوگ گروہ گروہ (قبروں سے) اُٹھ کھڑے ہوں گے تاکہ وہ اپنے اعمال کو دیکھیں تو جس نے ذرہ بھر نیکی کی ہوگی وُہ اُسے دیکھ لے گا، اور جس نے ذرہ بھر بُرائی کی ہوگی وُہ اُسے دیکھ لے گا۔

۷۔ وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: - اِعْجَبُوْا لِهٰذَا الْاِنْسَانِ يَنْظُرُ بِشَحْمٍ، وَيَتَكَلَّمُ بِلَحْمٍ، وَيَسْمَعُ بِعَظْمٍ، وَيَتَنَفَّسُ مِنْ خَرْمٍ!

(۷) یہ انسان تعجب کے قابل ہے کہ وُہ چربی سے دیکھتا ہے، اور گوشت کے لوتھڑے سے بولتا ہے اور ہڈی سے سُنتا ہے، اور ایک سُوراخ سے سانس لیتا ہے

۸۔ وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: إِذَا أَقْبَلَتِ

(۸) جب دُنیا (اپنی نعمتوں کو لے کر) کسی کی طرف

الدُّنْيَا عَلَى أَحَدٍ أَعَارَتْهُ مَحَاسِنَ غَيْرِهِ وَإِذَا أَدْبَرَتْ عَنْهُ سَلَبَتْهُ مَحَاسِنَ نَفْسِهِ۔

بڑھتی ہے، تو دُوسروں کی خوبیاں بھی اُسے عاریت دے دیتی ہے اور جب اِس سے رُخ موڑ لیتی، تو خود اُس کی خوبیاں بھی اُس سے چھین لیتی ہے۔

مقصد یہ ہے کہ جس کا بخت یاور اور دُنیا اُس سے سازگار ہوتی ہے، اہلِ دنیا اُس کی کارگزاریوں کو بڑھا چڑھا کر بیان کرتے ہیں اور دُوسروں کے کارناموں کا سہرا بھی اس کے سر باندھ دیتے ہیں اور جس کے ہاتھ سے دنیا جاتی رہتی ہے اور ادبار و نحوست کی گھٹا اُس پر چھا جاتی ہے اُس کی خوبیوں کو نظر انداز کر دیتے ہیں اور بھولے سے بھی اس کا نام زبان پر لانا گوارا نہیں کرتے۔

دوستند آنکہ را زمانہ نواخت — دشمنند آنکہ را زمانہ فگند

۹- وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: خَالِطُوا النَّاسَ مُخَالَطَةً إِنْ مُتُّمْ مَعَهَا بَكَوْا عَلَيْكُمْ وَإِنْ عِشْتُمْ حَنُّوا إِلَيْكُمْ۔

(۹) لوگوں سے اِس طریقہ سے ملو کہ اگر مر جاؤ تو تم پر روئیں، اور زندہ رہو تو تمہارے مُشتاق ہوں۔

جو شخص لوگوں کے ساتھ نرمی اور اخلاق کا برتاؤ کرتا ہے، لوگ اس کی طرف دستِ تعاون بڑھاتے، اُس کی عزت و توقیر کرتے، اور اُس کے مرنے کے بعد اُس کی یاد میں آنسو بہاتے ہیں۔ لہٰذا انسان کو چاہیئے کہ وُہ اس طرح مرنجاں مرنج زندگی گزارے کہ کسی کو اس سے شکایت پیدا نہ ہو اور نہ اُس سے کسی کو گزند پہنچے تاکہ اُسے زندگی میں دُوسروں کی ہمدردی حاصل ہو، اور مرنے کے بعد بھی اُسے اچھے لفظوں سے یاد کیا جائے۔

چناں با نیک و بد سر کن کہ بعد از مردنت عُرفی — مُسلمانت بزمزم شوید و کافر بسوزاند

۱۰- وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: إِذَا قَدَرْتَ عَلَى عَدُوِّكَ فَاجْعَلِ الْعَفْوَ عَنْهُ شُكْرًا لِلْقُدْرَةِ عَلَيْهِ۔

(۱۰) دُشمن پر قابو پاؤ، تو اِس قابو پانے کا شکرانہ اس کو مُعاف کر دینا قرار دو۔

عفو و درگزر کا محل وہی ہوتا ہے جہاں انتقام پر قدرت ہو، اور جہاں قدرت ہی نہ ہو وہاں انتقام

سے ہاتھ اٹھا لینا مجبوری کا نتیجہ ہوتا ہے جس پر کوئی فضیلت مرتب نہیں ہوتی۔ البتہ قدرت و اقتدار کے ہوتے ہوئے عفو و درگزر سے کام لینا فضیلتِ انسانی کا جوہر اور اللہ کی اس بخشی ہوئی نعمت کے مقابلہ میں اظہار شکر ہے۔ کیونکہ شکر کا جذبہ اس کا مقتضی ہوتا ہے کہ انسان اللہ کے سامنے تذلّل و انکسار سے جھکے جس سے اس کے دل میں رحم و رافت کے لطیف جذبات پیدا ہوں گے اور غیظ و غضب کے بھڑکتے ہوئے شعلے ٹھنڈے پڑ جائیں گے جس کے بعد انتقام کا کوئی داعی ہی نہ رہے گا کہ وہ اس قوت و قدرت کو ٹھیک ٹھیک کام میں لانے کے بجائے اپنے غضب کے فرو کرنے کا ذریعہ قرار دے۔

۱۱۔ وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: أَعْجَزُ النَّاسِ مَنْ عَجَزَ عَنِ اكْتِسَابِ الْإِخْوَانِ وَأَعْجَزُ مِنْهُ مَنْ ضَيَّعَ مَنْ ظَفِرَ بِهِ مِنْهُمْ۔

(۱۱) لوگوں میں بہت درماندہ وہ ہے جو اپنی عمر میں کچھ بھائی اپنے لیے نہ حاصل کر سکے، اور اس سے بھی زیادہ درماندہ وہ ہے جو پا کر اسے کھو دے۔

خوش اخلاقی و خندہ پیشانی سے دوسروں کو اپنی طرف جذب کرنا، اور شیریں کلامی سے غیروں کو اپنا نا کوئی دشوار چیز نہیں ہے کیونکہ اس کے لیے نہ جسمانی مشقت کی ضرورت اور نہ دماغی کدوکاوش کی حاجت ہوتی ہے اور دوست بنانے کے بعد دوستی اور تعلقات کی خوشگواری کو باقی رکھنا تو اس سے بھی زیادہ آسان ہے کیونکہ دوستی پیدا کرنے کے لیے پھر بھی کچھ نہ کچھ کرنا پڑتا ہے مگر اسے باقی رکھنے کے لیے تو کوئی مہم سر کرنا نہیں پڑتی۔ لہٰذا جو شخص ایسی چیز کی بھی نگہداشت نہ کر سکے کہ جسے صرف پیشانی کی سلوٹیں دور کر کے باقی رکھا جا سکتا ہے، اس سے زیادہ عاجز و درماندہ کون ہو سکتا ہے۔

مقصد یہ ہے کہ انسان کو ہر ایک سے خوش خلقی و خندہ روئی سے پیش آنا چاہیے تاکہ لوگ اس سے وابستگی چاہیں اور اس کی دوستی کی طرف ہاتھ بڑھائیں۔

۱۲۔ وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: إِذَا وَصَلَتْ إِلَيْكُمْ أَطْرَافُ النِّعَمِ فَلَا تُنَفِّرُوا أَقْصَاهَا بِقِلَّةِ الشُّكْرِ۔

(۱۲) جب تمھیں تھوڑی بہت نعمتیں حاصل ہوں تو ناشکری سے انھیں اپنے تک پہنچنے سے پہلے بھگا نہ دو۔

۱۳۔ وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: مَنْ ضَيَّعَهُ الْأَقْرَبُ أُتِيحَ لَهُ الْأَبْعَدُ۔

(۱۳) جسے قریبی چھوڑ دیں اسے بیگانے مل جائیں گے

۱۴۔ وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: مَا

(۱۴) ہر فتنہ میں پڑ جانے والا قابل

كُلٌّ مُنْتُونٍ يُعَاتَبُ۔ — عتاب نہیں ہوتا۔

جب سعد ابنِ ابی وقاص، محمد ابن مسلمہ اور عبداللہ ابن عمر نے اصحاب جمل کے مقابلہ میں آپ کا ساتھ دینے سے انکار کیا تو اس موقع پر یہ جملہ فرمایا۔ مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ مجھ سے ایسے منحرف ہو چکے ہیں کہ اُن پر نہ میری بات کا کچھ اثر ہوتا ہے اور نہ ان پر میری عتاب و سرزنش کارگر ثابت ہوتی ہے۔

---

۱۵ - وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: تَذِلُّ الْأُمُورُ لِلْمَقَادِيرِ حَتَّى يَكُونَ الْحَتْفُ فِي التَّدْبِيرِ.

(۱۵) سب معاملے تقدیر کے آگے سرنگوں ہیں یہاں تک کہ کبھی تدبیر کے نتیجہ میں موت ہو جاتی ہے

۱۶ - وَسُئِلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ قَوْلِ الرَّسُولِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ: «غَيِّرُوا الشَّيْبَ وَلَا تَشَبَّهُوا بِالْيَهُودِ»، فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: إِنَّمَا قَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ ذٰلِكَ وَالدِّينُ قُلٌّ، فَأَمَّا الْآنَ وَقَدِ اتَّسَعَ نِطَاقُهُ، وَضَرَبَ بِجِرَانِهِ، فَامْرُؤٌ وَمَا اخْتَارَ۔

(۱۶) پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث کے متعلق کہ "بڑھاپے کو (خضاب کے ذریعہ) بدل دو، اور یہود سے مشابہت اختیار نہ کرو"۔ آپ سے سوال کیا گیا، تو آپ نے فرمایا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ اس موقع کے لیے فرمایا تھا جب کہ دین (والے) کم تھے، اور اب جبکہ اس کا دامن پھیل چکا ہے، اور سینہ ٹیک کر جم چکا ہے تو ہر شخص کو اختیار ہے۔

مقصد یہ ہے کہ چونکہ ابتدائے اسلام میں مسلمانوں کی تعداد کم تھی اس لیے ضرورت تھی کہ مسلمانوں کی جماعتی حیثیت کو برقرار رکھنے کے لیے انھیں یہودیوں سے ممتاز رکھا جائے۔ اس لیے آنحضرت نے خضاب کا حکم دیا کہ جو یہودیوں کے ہاں مرسوم نہیں ہے۔ اس کے علاوہ یہ مقصد بھی تھا کہ وہ دشمن کے مقابلہ میں ضعیف و سن رسیدہ دکھائی نہ دیں۔

---

۱۷ - وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: فِي الَّذِينَ اعْتَزَلُوا الْقِتَالَ مَعَهُ: خَذَلُوا الْحَقَّ وَلَمْ يَنْصُرُوا الْبَاطِلَ۔

(۱۷) اُن لوگوں کے بارے میں کہ جو آپ کے ہمراہ ہو کر لڑنے سے کنارہ کش رہے۔ فرمایا اُن لوگوں نے حق کو چھوڑ دیا اور باطل کی بھی نصرت نہیں کی۔

یہ ارشاد اُن لوگوں کے متعلق ہے کہ جو اپنے کو غیر جانبدار ظاہر کرتے تھے جیسے عبداللہ ابن عمر، سعد ابنِ ابی وقاص، ابو موسیٰ اشعری، احنف ابنِ قیس اور انس ابن مالک وغیرہ۔ بیشک ان لوگوں نے کھل کر باطل کی

حمایت نہیں کی۔ مگر حق کی نصرت سے ہاتھ اُٹھا لینا بھی ایک طرح سے باطل کو تقویت پہنچانا ہے۔ اس لیے ان کا شمار مخالفینِ حق کے گروہ ہی میں ہوگا۔

---

۱۸ - وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: مَنْ جَرَى فِي عِنَانِ أَمَلِهِ عَثَرَ بِأَجَلِهِ۔

(۱۸) جو شخص اُمید کی راہ میں بگٹٹ دوڑتا ہے وُہ موت سے ٹھوکر کھاتا ہے۔

۱۹ - وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: أَقِيلُوا ذَوِي الْمُرُوءَاتِ عَثَرَاتِهِمْ، فَمَا يَعْثُرُ مِنْهُمْ عَاثِرٌ إِلَّا وَيَدُ اللهِ بِيَدِهِ يَرْفَعُهُ۔

(۱۹) بامروت لوگوں کی لغزشوں سے درگزر کرو۔ (کیونکہ) ان میں سے جو بھی لغزش کھا کر گرتا ہے تو اللہ اُس کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر اسے اوپر اُٹھا لیتا ہے۔

۲۰ - وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: قُرِنَتِ الْهَيْبَةُ بِالْخَيْبَةِ، وَالْحَيَاءُ بِالْحِرْمَانِ، وَالْفُرْصَةُ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ فَانْتَهِزُوا فُرَصَ الْخَيْرِ۔

(۲۰) خوف کا نتیجہ ناکامی اور شرم کا نتیجہ محرومی ہے اور فرصت کی گھڑیاں (تیز رو) ابر کی طرح گزر جاتی ہیں۔ لہٰذا بھلائی کے ملے ہوئے موقعوں کو غنیمت جانو۔

عوام میں ایک چیز خواہ کتنی ہی معیوب خیال کی جائے اور تحقیر آمیز نظروں سے دیکھی جائے اگر اس میں کوئی واقعی عیب نہیں ہے تو اس سے شرمانا سراسر نادانی ہے کیونکہ اس کی وجہ سے اکثر اُن چیزوں سے محروم ہونا پڑتا ہے جو دُنیا و آخرت کی کامیابیوں اور کامرانیوں کا باعث ہوتی ہیں۔ جیسے کوئی شخص اس خیال سے کہ لوگ اُسے جاہل تصور کریں گے کسی اہم اور ضروری بات کے دریافت کرنے میں عار محسوس کرے، تو یہ بے موقع و بے محل خودداری اُس کے لیے علم و دانش سے محرومی کا سبب بن جائے گی۔ اس لیے کوئی ہوشمند انسان سیکھنے اور دریافت کرنے میں عار نہیں محسوس کرے گا۔ چنانچہ ایک سن رسیدہ شخص سے کہ جو بڑھاپے کے باوجود تحصیل علم کرتا تھا کہا گیا کہ ما تستحی ان تتعلم علی الکبر "تمہیں بڑھاپے میں پڑھتے ہوئے شرم نہیں آتی"۔ اُس نے جواب میں کہا کہ انا لا استحی من الجہل علی الکبر فکیف استحی من التعلم علی الکبر" "جب مجھے بڑھاپے میں جہالت سے شرم نہیں آتی تو اس بڑھاپے میں پڑھنے سے شرم کیسے آسکتی ہے"۔ البتہ جن چیزوں میں واقعی بُرائی اور مفسدہ ہو، ان کے ارتکاب سے شرم محسوس کرنا انسانیت اور شرافت کا جوہر ہے جیسے وہ اعمالِ ناشائستہ کہ جو شرع و عقل اور مذہب و اخلاق کی رُو سے مذموم ہیں۔ بہر حال حیا کی پہلی قسم قبیح اور دوسری قسم حسن ہے۔ چنانچہ پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد ہے:-

الحیاء حیاءان حیاء عقل و حیاء حمق فحیاء العقل ھو العلم و حیاء الحمق ھو الجھل۔

حیا کی دو قسمیں ہیں، ایک وُہ جو تقاضائے عقل ہوتی ہے۔ یہ حیا علم و دانائی ہے اور ایک وُہ جو حماقت کے نتیجہ میں ہوتی ہے۔ یہ سراسر جہل و نادانی ہے۔

۲۱۔ وَقَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ: لَنَا حَقٌّ فَاِنْ اُعْطِیْنَاہُ وَ اِلَّا رَکِبْنَا اَعْجَازَ الْاِبِلِ وَاِنْ طَالَ السُّرٰی۔

قال الرضی: وھذا من لطیف الکلام وفصیحہ، ومعناہ انا ان لم نعط حقنا کنا اذلاء، وذلک ان الردیف یرکب عجز البعیر کالعبد والاسیر ومن یجری مجراھما۔

(۲۱) ہمارا ایک حق ہے اگر وُہ ہمیں دیا گیا تو ہم لے لیں گے، ورنہ ہم اُونٹ کے پیچھے والے پٹھوں پر سوار ہوں گے، اگرچہ شب روی طویل ہو

سیّد رضی فرماتے ہیں کہ یہ بہت عمدہ اور فصیح کلام ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر ہمیں ہمارا حق نہ دیا گیا، تو ہم ذلیل و خوار سمجھے جائیں گے اور یہ مطلب اس طرح نکلتا ہے کہ اُونٹ کے پیچھے کے حصّہ پر ردیف بن کر غلام اور قیدی یا اس قسم کے لوگ ہی سوار ہوا کرتے تھے۔

سیّد رضی علیہ الرحمۃ کے تحریر کردہ معنی کا ماحصل یہ ہے کہ حضرت یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ اگر ہمارے حق کا کہ جو امام مفترض الطاعۃ ہونے کی حیثیت سے دُوسروں پر واجب ہے اقرار کر لیا گیا اور ہمیں ظاہری خلافت کا موقع دیا گیا تو بہتر ورنہ ہمیں ہر طرح کی مشقتوں اور خواریوں کو برداشت کرنا پڑے گا، اور ہم اس تحقیر و تذلیل کی حالت میں زندگی کا ایک طویل عرصہ گزارنے پر مجبور ہوں گے۔

بعض شارحین نے اس معنی کے علاوہ اور معنی بھی تحریر کئے ہیں۔ اور وُہ یہ کہ اگر ہمیں ہمارے مرتبہ سے گرا کر پیچھے ڈال دیا گیا اور دُوسروں کو ہم پر مقدم کر دیا گیا، تو ہم صبر سے کام لیتے ہوئے پیچھے ہٹنا گوارا کر لیں گے اور اُونٹ کے پیچھے پر سوار ہونے سے یہی مراد ہے۔ کیونکہ جو اُونٹ کے پیچھے پر سوار ہوتا ہے۔ وُہ پیچھے ہوتا ہے اور جو پُشت پر سوار ہوتا ہے وُہ آگے ہوتا ہے اور بعض نے یہ معنی کیے ہیں کہ اگر ہمارا حق دے دیا گیا تو ہم اُسے لے لیں گے، اور اگر نہ دیا گیا، تو ہم اس سوار کے مانند نہ ہوں گے کہ جو اپنی سواری کی باگ دُوسرے کے ہاتھ میں دے دیتا ہے کہ وُہ جدھر اُسے لے جانا چاہے لے جائے۔ بلکہ اپنے مطالبۂ حق پر برقرار رہیں گے، خواہ مدّتِ دراز کیوں نہ گزر جائے اور کبھی اپنے حق سے دستبردار ہو کر غصب کرنے والوں کے سامنے سرِ تسلیم خم نہ کریں گے۔

۲۲- وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: مَنْ أَبْطَأَ بِهِ عَمَلُهُ، لَمْ يُسْرِعْ بِهِ نَسَبُهُ۔

(۲۲) جسے اُس کے اعمال پیچھے ہٹا دیں اُسے حسب و نسب آگے نہیں بڑھا سکتا۔

۲۳- وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: مِنْ كَفَّارَاتِ الذُّنُوبِ الْعِظَامِ إِغَاثَةُ الْمَلْهُوفِ وَالتَّنْفِيسُ عَنِ الْمَكْرُوبِ۔

(۲۳) کسی مضطرب کی داد فریاد سننا، اور مصیبت زدہ کو مصیبت سے چھٹکارا دلانا بڑے بڑے گناہوں کا کفارہ ہے

۲۴- وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: يَا ابْنَ آدَمَ، إِذَا رَأَيْتَ رَبَّكَ سُبْحَانَهُ يُتَابِعُ عَلَيْكَ نِعَمَهُ وَأَنْتَ تَعْصِيهِ فَاحْذَرْهُ۔

(۲۴) اے آدمؑ کے بیٹے جب تو دیکھے کہ اللہ سبحانہ، تجھے پے در پے نعمتیں دے رہا ہے اور تو اس کی نافرمانی کر رہا ہے، تو اس سے ڈرتے رہنا۔

جب کسی کو گناہوں کے باوجود پے در پے نعمتیں حاصل ہو رہی ہوں، تو وہ اس غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ اللہ اُس سے خوش ہے اور یہ اُس کی خوشنودی و نظرِ کرم کا نتیجہ ہے۔ حالانکہ نعمتوں میں زیادتی شکرگزاری کی صورت میں ہوتی ہے، اور ناشکری کے نتیجہ میں نعمتوں کا سلسلہ قطع ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ سبحانہٗ کا ارشاد ہے۔

لئن شکرتم لازیدنکم و لئن کفرتم ان عذابی لشدید۔

اگر تم نے شکر کیا تو میں تمھیں اور زیادہ نعمتیں دوں گا اور اگر ناشکری کی تو پھر یاد رکھو کہ میرا عذاب سخت عذاب ہے

لہٰذا عصیان و ناسپاسی کی صورت میں برابر نعمتوں کا ملنا اللہ کی خوشنودی و رضامندی کا ثمرہ نہیں ہو سکتا اور نہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اللہ نے اس صورت میں اُسے نعمتیں دے کر شبہہ میں ڈال دیا ہے کہ وہ نعمتوں کی فراوانی کو اس کی خوشنودی کا ثمرہ سمجھے۔ کیونکہ جب وہ یہ سمجھ رہا ہے کہ وہ خطاکار و عاصی ہے، اور گناہ کو گناہ اور برائی کو برائی سمجھ کر اس کا مرتکب ہو رہا ہے، تو اس اشتباہ کی کیا وجہ کہ وہ اللہ کی خوشنودی و رضامندی کا تصور کرے؟ بلکہ اُسے یہ سمجھنا چاہیئے کہ یہ ایک طرح کی آزمائش اور مہلت ہے تاکہ جب اُس کی طغیانی و سرکشی انتہا کو پہنچ جائے تو اُسے دفعتاً گرفت میں لے لیا جائے۔ لہٰذا ایسی صورت میں اُسے منتظر رہنا چاہیئے کہ کب اُس پر غضبِ الٰہی کا ورود ہو۔ اور یہ نعمتیں اُس سے چھین لی جائیں، اور محرومی و نامرادی کی عقوبتوں میں اُسے جکڑ لیا جائے۔

۲۵- وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: مَا أَضْمَرَ أَحَدٌ شَيْئاً إِلَّا ظَهَرَ فِي فَلَتَاتِ لِسَانِهِ، وَصَفَحَاتِ وَجْهِهِ۔

(۲۵) جس کسی نے بھی کوئی بات دل میں چھپا کر رکھنا چاہی وہ اُس کی زبان سے بے ساختہ نکلے ہوئے الفاظ اور چہرہ کے آثار سے نمایاں ضرور ہو جاتی ہے

انسان جن باتوں کو دوسروں سے چھپانا چاہتا ہے، وہ کسی نہ کسی وقت زبان سے نکل ہی جاتی ہیں، اور

چھپانے کی کوشش ناکام ہو کر رہ جاتی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ عقلِ مصلحت اندیش اگرچہ اُنھیں پوشیدہ رکھنا چاہتی ہے۔ مگر کبھی کسی اور اہم معاملہ میں اُلجھ کر اُدھر سے غافل ہو جاتی ہے اور وہ بے اختیار لفظوں کی صورت میں زبان سے نکل جاتی ہیں اور جب عقل ملتفت ہوتی ہے تو تیر از کمان جستہ واپس پلٹایا نہیں جا سکتا اور اگر یہ صورت نہ بھی پیش آئے اور عقل پورے طور سے متنبہ و ہوشیار رہے، جب بھی وہ پوشیدہ نہیں رہ سکتیں۔ کیونکہ چہرے کے خط و خال ذہنی تصورات کے غماز اور قلبی کیفیات کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔ چنانچہ چہرے کی سُرخی سے شرمندگی کا اور زردی سے خوف کا بخوبی پتہ چل سکتا ہے۔

٢٦- وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: اِمْشِ بِدَائِكَ مَا مَشَى بِكَ۔

(٢٦) مرض میں جب تک ہمت ساتھ دے چلتے پھرتے رہو۔

مقصد یہ ہے کہ جب تک مرض شدت اختیار نہ کرے، اُسے اہمیت نہ دینا چاہیئے کیونکہ اہمیت دینے سے طبیعت احساسِ مرض سے متاثر ہو کر اس کے اضافہ کا باعث ہو جایا کرتی ہے۔ اس لیے چلتے پھرتے رہنا اور اپنے کو صحت مند تصور کرنا تخیلِ مرض کے علاوہ طبیعت کی قوّتِ مدافعت کو مضمحل ہونے نہیں دیتا اور اس کی قوتِ معنوی کو برقرار رکھتا ہے اور قوتِ معنوی چھوٹے موٹے مرض کو خود ہی دبا دیا کرتی ہے بشرطیکہ مرض کے وہم میں مُبتلا ہو کر اُسے سپر انداختہ ہونے پر مجبور نہ کر دیا جائے۔

٢٧- وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: أَفْضَلُ الزُّهْدِ إِخْفَاءُ الزُّهْدِ۔

(٢٧) بہترین زُہد زُہد کا مخفی رکھنا ہے۔

٢٨- وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: إِذَا كُنْتَ فِي إِدْبَارٍ وَالْمَوْتُ فِي إِقْبَالٍ فَمَا أَسْرَعَ الْمُلْتَقَى۔

(٢٨) جب تم (دُنیا کو) پیٹھ دکھا رہے ہو اور موت تمھاری طرف رُخ کیے ہوئے بڑھ رہی ہے تو پھر مُلاقات میں دیر کیسی؟

٢٩- وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: اَلْحَذَرَ الْحَذَرَ! فَوَاللهِ لَقَدْ سَتَرَ حَتَّى كَأَنَّهُ قَدْ غَفَرَ۔

(٢٩) ڈرو! ڈرو! اس لیے کہ بخدا اُس نے اس حد تک تمھاری پردہ پوشی کی ہے، کہ گویا تمھیں بخش دیا ہے۔

٣٠- وَسُئِلَ عَنِ الْإِيمَانِ، فَقَالَ: اَلْإِيمَانُ عَلَى أَرْبَعِ دَعَائِمَ: عَلَى الصَّبْرِ،

(٣٠) حضرتؑ سے ایمان کے متعلق سوال کیا گیا، تو آپؑ نے فرمایا۔ ایمان چار ستونوں پر قائم

وَالْيَقِينِ، وَالْعَدْلِ، وَالْجِهَادِ،
وَالصَّبْرُ مِنْهَا عَلَى أَرْبَعِ شُعَبٍ: عَلَى
الشَّوْقِ وَالشَّفَقِ، وَالزُّهْدِ، وَالتَّرَقُّبِ:
فَمَنِ اشْتَاقَ إِلَى الْجَنَّةِ سَلَا عَنِ
الشَّهَوَاتِ، وَمَنْ أَشْفَقَ مِنَ النَّارِ
اجْتَنَبَ الْمُحَرَّمَاتِ، وَمَنْ زَهِدَ فِي
الدُّنْيَا اسْتَهَانَ بِالْمُصِيبَاتِ وَمَنِ
ارْتَقَبَ الْمَوْتَ سَارَعَ إِلَى الْخَيْرَاتِ
وَالْيَقِينُ مِنْهَا عَلَى أَرْبَعِ شُعَبٍ:
عَلَى تَبْصِرَةِ الْفِطْنَةِ وَتَأَوُّلِ الْحِكْمَةِ
وَمَوْعِظَةِ الْعِبْرَةِ، وَسُنَّةِ
الْأَوَّلِينَ:- فَمَنْ تَبَصَّرَ فِي الْفِطْنَةِ
تَبَيَّنَتْ لَهُ الْحِكْمَةُ، وَمَنْ تَبَيَّنَتْ
لَهُ الْحِكْمَةُ عَرَفَ الْعِبْرَةَ، وَمَنْ
عَرَفَ الْعِبْرَةَ فَكَأَنَّمَا كَانَ فِي
الْأَوَّلِينَ - وَالْعَدْلُ مِنْهَا عَلَى أَرْبَعِ
شُعَبٍ: عَلَى غَائِصِ الْفَهْمِ، وَغَوْرِ
الْعِلْمِ، وَزُهْرَةِ الْحُكْمِ وَرَسَاخَةِ
الْحِلْمِ: فَمَنْ فَهِمَ عَلِمَ غَوْرَ الْعِلْمِ، وَ
مَنْ عَلِمَ غَوْرَ الْعِلْمِ صَدَرَ عَنْ شَرَائِعِ
الْحُكْمِ، وَمَنْ حَلُمَ لَمْ يُفَرِّطْ فِي أَمْرِهِ
وَعَاشَ فِي النَّاسِ حَمِيدًا - وَالْجِهَادُ مِنْهَا
عَلَى أَرْبَعِ شُعَبٍ: عَلَى الْأَمْرِ بِالْمَعْرُوفِ
وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ، وَالصِّدْقِ فِي الْمَوَاطِنِ
وَشَنَآنِ الْفَاسِقِينَ فَمَنْ أَمَرَ بِالْمَعْرُوفِ

ہے۔ صبر، یقین، عدل اور جہاد۔ پھر عدل کی چار
شاخیں ہیں: اشتیاق، خوف، دنیا سے بے اعتنائی
اور انتظار۔ اس لیے کہ جو جنت کا مشتاق ہوگا، وہ
خواہشوں کو بھلا دے گا اور جو دوزخ سے خوف کھائے
گا۔ وہ محرمات سے کنارہ کشی کرے گا اور جو دنیا سے
بے اعتنائی اختیار کرے گا، وہ مصیبتوں کو سہل سمجھے گا
اور جسے موت کا انتظار ہوگا، وہ نیک کاموں میں
جلدی کرے گا۔ اور یقین کی بھی چار شاخیں ہیں۔ روشن
نگاہی، حقیقت رسی، عبرت اندوزی اور اگلوں کا
طور طریقہ۔ چنانچہ جو دانش و آگہی حاصل کرے گا۔
اس کے سامنے علم و عمل کی راہیں واضح ہو جائیں گی
اور جس کے لیے علم و عمل آشکارا ہو جائے گا، وہ
عبرت سے آشنا ہوگا اور جو عبرت سے آشنا ہوگا
وہ ایسا ہے جیسے وہ پہلے لوگوں میں موجود رہا ہو۔ اور
عدل کی بھی چار شاخیں ہیں: تہوں تک پہنچنے والی
فکر، اور علمی گہرائی، اور فیصلہ کی خوبی اور عقل کی
پائیداری۔ چنانچہ جس نے غور و فکر کیا، وہ علم کی گہرائیوں
سے آشنا ہوا۔ اور جو علم کی گہرائیوں میں اترا، وہ
فیصلہ کے سرچشموں سے سیراب ہو کر پلٹا اور جس نے حلم
و بردباری اختیار کی، اس نے اپنے معاملات میں کوئی
کمی نہیں کی اور لوگوں میں نیک نام رہ کر زندگی بسر کی
اور جہاد کی بھی چار شاخیں ہیں: امر بالمعروف، نہی
عن المنکر، تمام موقعوں پر راست گفتاری، اور بدکرداروں
سے نفرت۔ چنانچہ جس نے امر بالمعروف کیا۔ اس نے
مومنین کی پشت مضبوط کی، اور جس نے نہی عن المنکر کیا

شَدَّ ظُهُورَ الْمُؤْمِنِينَ، وَمَنْ نَهَى عَنِ الْمُنْكَرِ أَرْغَمَ أُنُوفَ الْكَافِرِينَ، وَمَنْ صَدَقَ فِي الْمَوَاطِنِ قَضَى مَا عَلَيْهِ، وَمَنْ شَنِئَ الْفَاسِقِينَ وَغَضِبَ لِلّٰهِ غَضِبَ اللّٰهُ لَهُ وَأَرْضَاهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

اُس نے کافروں کو ذلیل کیا اور جس نے تمام موقعوں پر سچ بولا، اُس نے اپنا فرض ادا کر دیا اور جس نے فاسقوں کو بُرا سمجھا اور اللہ کے لیے غضبناک ہُوا، اللہ بھی اُس کے لیے دُوسروں پر غضبناک ہوگا، اور قیامت کے دن اُس کی خوشی کا سامان کرے گا۔

---

٣١ - وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: اَلْكُفْرُ عَلَى أَرْبَعِ دَعَائِمَ: عَلَى التَّعَمُّقِ، وَالتَّنَازُعِ، وَالزَّيْغِ وَالشِّقَاقِ: فَمَنْ تَعَمَّقَ لَمْ يُنِبْ إِلَى الْحَقِّ، وَمَنْ كَثُرَ نِزَاعُهُ بِالْجَهْلِ دَامَ عَمَاهُ عَنِ الْحَقِّ، وَمَنْ زَاغَ سَاءَتْ عِنْدَهُ الْحَسَنَةُ، وَحَسُنَتْ عِنْدَهُ السَّيِّئَةُ، وَسَكِرَ سُكْرَ الضَّلَالَةِ، وَمَنْ شَاقَّ وَعُرَتْ عَلَيْهِ طُرُقُهُ، وَأَعْضَلَ عَلَيْهِ أَمْرُهُ، وَضَاقَ عَلَيْهِ مَخْرَجُهُ۔ وَالشَّكُّ عَلَى أَرْبَعِ شُعَبٍ عَلَى التَّمَارِي وَالْهَوْلِ وَالتَّرَدُّدِ وَالْاِسْتِسْلَامِ: فَمَنْ جَعَلَ الْمِرَاءَ دِيْنًا لَمْ يُصْبِحْ لَيْلُهُ، وَمَنْ هَالَهُ مَا بَيْنَ يَدَيْهِ نَكَصَ عَلَى عَقِبَيْهِ وَمَنْ تَرَدَّدَ فِي الرَّيْبِ وَطِئَتْهُ سَنَابِكُ الشَّيَاطِينِ وَمَنِ اسْتَسْلَمَ لِهَلَكَةِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ

(۳۱) کفر بھی چار ستونوں پر قائم ہے۔ حد سے بڑھی ہوئی کاوش، جھگڑالو پن، کج روی اور اختلاف تو جو بے جا تعمق و کاوش کرتا ہے، وُہ حق کی طرف رجوع نہیں ہوتا اور جو جہالت کی وجہ سے آئے دن جھگڑے کرتا ہے، وہ حق سے ہمیشہ اندھا رہتا ہے اور جو حق سے مُنہ موڑ لیتا ہے۔ وُہ اچھائی کو بُرائی اور بُرائی کو اچھائی سمجھنے لگتا ہے اور گمراہی کے نشہ میں مدہوش پڑا رہتا ہے اور جو حق کی خلاف ورزی کرتا ہے، اُس کے راستے بہت دُشوار اور اس کے مُعاملات سخت پیچیدہ ہو جاتے ہیں اور بچ کے نکلنے کی راہ اس کے لیے تنگ ہو جاتی ہے۔ شک کی بھی چار شاخیں ہیں: کٹھ حجتی، خوف، سرگردانی اور باطل کے آگے جبیں سائی۔ چنانچہ جس نے لڑائی جھگڑے کو اپنا شیوہ بنا لیا۔ اُس کی رات کبھی صبح سے ہمکنار نہیں ہو سکتی اور جس کو سامنے کی چیزوں نے ہول میں ڈال دیا، وُہ اُلٹے پیر پلٹ جاتا ہے اور جو شک و شبہہ میں سرگرداں رہتا ہے۔ اُسے شیاطین اپنے پنجوں سے روند ڈالتے ہیں اور جس نے دُنیا و آخرت کی تباہی کے آگے سر تسلیم خم کر دیا

هَلَكَ فِيهِمَا۔

وہ دونوں جہاں میں تباہ ہُوا۔

قال الرضى: وبعد هذا كلام تركنا ذكره خوف الإطالة والخروج عن الغرض المقصود فى هذا الباب۔

سیّد رضی فرماتے ہیں کہ ہم نے طوالت کے خوف اور اس خیال سے کہ اصل مقصد جو اس باب کا ہے فوت نہ ہو، بقیہ کلام کو چھوڑ دیا ہے۔

٣٢- وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: فَاعِلُ الْخَيْرِ خَيْرٌ مِنْهُ، وَفَاعِلُ الشَّرِّ شَرٌّ مِنْهُ۔

(۳۲) نیک کام کرنے والا خود اس کام سے بہتر، اور بُرائی کا مرتکب ہونے والا خود اُس برائی سے بدتر ہے۔

٣٣- وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: كُنْ سَمْحًا وَلَا تَكُنْ مُبَذِّرًا، وَكُنْ مُقَدِّرًا وَلَا تَكُنْ مُقَتِّرًا۔

(۳۳) سخاوت کرو، لیکن فضول خرچی نہ کرو اور جزرسی کرو، مگر بخل نہیں۔

٣٤- وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: أَشْرَفُ الْغِنَى تَرْكُ الْمُنَى۔

(۳۴) بہترین دولت مندی یہ ہے کہ تمناؤں کو ترک کرے۔

٣٥- وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: مَنْ أَسْرَعَ إِلَى النَّاسِ بِمَا يَكْرَهُونَ قَالُوا فِيهِ مَا لَا يَعْلَمُونَ۔

(۳۵) جو شخص لوگوں کے بارے میں جھٹ سے ایسی باتیں کہہ دیتا ہے جو انھیں ناگوار گزریں، تو پھر وہ اُس کے لیے ایسی باتیں کہتے ہیں کہ جنھیں وہ جانتے نہیں

٣٦- وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: مَنْ أَطَالَ الْأَمَلَ أَسَاءَ الْعَمَلَ۔

(۳۶) جس نے طول طویل اُمیدیں باندھیں اُس نے اپنے اعمال بگاڑ لیے۔

٣٧- وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: وقد لقيه عند مسيره إلى الشام

(۳۷) امیرالمومنین سے شام کی جانب روانہ ہوتے وقت مقام انبار کے زمینداروں کا سامنا ہُوا،

دهاقين الانبار، فترجلوا له واشتدوا بين يديه، فقال: مَا هٰذَا الَّذِي صَنَعْتُمُوهُ؟ فقال: خلق منا نعظم به أُمراءنا، فقال: وَاللهِ مَا يَنْتَفِعُ بِهٰذَا أُمَرَاؤُكُمْ، وَإِنَّكُمْ لَتَشُقُّونَ عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ فِي دُنْيَاكُمْ، وَتَشْقَوْنَ بِهِ فِي آخِرَتِكُمْ، وَمَا أَخْسَرَ الْمَشَقَّةَ وَرَاءَهَا الْعِقَابُ، وَأَرْبَحَ الدَّعَةَ مَعَهَا الْأَمَانُ مِنَ النَّارِ.

تو وُہ آپ کو دیکھ کر پیادہ ہو گئے اور آپ کے سامنے دَوڑنے لگے۔ آپ نے فرمایا یہ تم نے کیا کیا؟ انہوں نے کہا کہ یہ ہمارا عام طریقہ ہے۔ جس سے ہم اپنے حکمرانوں کی تعظیم بجالاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ خُدا کی قسم اس سے تمہارے حکمرانوں کو کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچتا البتہ تم اس دُنیا میں اپنے کو زحمت و مشقت میں ڈالتے ہو، اور آخرت میں اس کی وجہ سے بدبختی مُول لیتے ہو۔ وُہ مشقت کتنی گھاٹے والی ہے جس کا نتیجہ سزائے اُخروی ہو، اور وُہ راحت کتنی فائدہ مند ہے۔ جس کا نتیجہ دوزخ سے امان ہو۔

---

٣٨ - وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لابنه الحسن: يَا بُنَيَّ، احْفَظْ عَنِّي أَرْبَعاً، وَأَرْبَعاً، لَا يَضُرُّكَ مَا عَمِلْتَ مَعَهُنَّ: إِنَّ أَغْنَى الْغِنَىٰ الْعَقْلُ، وَأَكْبَرَ الْفَقْرِ الْحُمْقُ، وَأَوْحَشَ الْوَحْشَةِ الْعُجْبُ، وَأَكْرَمَ الْحَسَبِ حُسْنُ الْخُلُقِ.

يَا بُنَيَّ، إِيَّاكَ وَمُصَادَقَةَ الْأَحْمَقِ فَإِنَّهُ يُرِيدُ أَنْ يَنْفَعَكَ فَيَضُرَّكَ، وَإِيَّاكَ وَمُصَادَقَةَ الْبَخِيلِ فَإِنَّهُ يَبْعُدُ عَنْكَ أَحْوَجَ مَا تَكُونُ إِلَيْهِ، وَإِيَّاكَ وَمُصَادَقَةَ الْفَاجِرِ فَإِنَّهُ يَبِيعُكَ بِالتَّافِهِ، وَإِيَّاكَ وَمُصَادَقَةَ الْكَذَّابِ فَإِنَّهُ كَالسَّرَابِ: يُقَرِّبُ

(۳۸) اپنے فرزند حضرت حسن علیہ السلام سے فرمایا! مجھ سے چار، اور پھر چار باتیں یاد رکھو۔ اِن کے ہوتے ہوئے جو کچھ کرو گے وُہ تمھیں ضرر نہ پہنچائے گا۔ سب سے بڑی ثروت عقل و دانش ہے اور سب سے بڑی ناداری حماقت و بے عقلی ہے، اور سب سے بڑی وحشت غرور و خود بینی ہے، اور سب سے بڑا جوہر ذاتی حُسنِ اخلاق ہے۔

اے فرزند! بیوقوف سے دوستی نہ کرنا کیونکہ وُہ تمھیں فائدہ پہنچانا چاہے گا، تو نقصان پہنچائے گا۔ اور بخیل سے دوستی نہ کرنا کیونکہ جب تمھیں اُس کی مدد کی انتہائی احتیاج ہوگی، وہ تم سے دُور بھاگے گا اور بدکردار سے دوستی نہ کرنا، ورنہ وُہ تمھیں کوڑیوں کے مُول بیچ ڈالے گا اور جھوٹے سے دوستی نہ کرنا کیونکہ وُہ سراب کے مانند تمھارے لیے دُور کی چیزوں کو قریب

عَلَيْكَ الْبَعِيْدَ، وَيُبْعِدُ عَلَيْكَ الْقَرِيْبَ۔

اور قریب کی چیزوں کو دُور کر کے دکھائے گا۔

---

۳۹ - وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: لَا قُرْبَةَ بِالنَّوَافِلِ إِذَا أَضَرَّتْ بِالْفَرَائِضِ۔

(۳۹) مستحبات سے قربِ الٰہی نہیں حاصل ہو سکتا، جبکہ وُہ واجبات میں سدِ راہ ہوں۔

---

۴۰ - وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: لِسَانُ الْعَاقِلِ وَرَاءَ قَلْبِهِ، وَقَلْبُ الْأَحْمَقِ وَرَاءَ لِسَانِهِ — قال الرضی وهذا من المعانی العجیبة الشریفة، والمراد به أن العاقل لا یطلق لسانه إلا بعد مشاورة الرویة ومؤامرة الفکرة، والأحمق تسبق حذفات لسانه وفلتات کلامه مراجعة فکره ومماخضة رأیه؛ فکان لسان العاقل تابع لقلبه، وکأن قلب الأحمق تابع للسانه۔

(۴۰) عقلمند کی زبان اُس کے دل کے پیچھے ہے، اور بیوقوف کا دل اس کی زبان کے پیچھے ہے۔ سید رضی کہتے ہیں کہ یہ جملہ عجیب و پاکیزہ معنی کا حامل ہے مقصد یہ ہے کہ عقلمند اس وقت زبان کھولتا ہے، جب دل میں سوچ بچار اور غور و فکر سے نتیجہ اخذ کر لیتا ہے۔ لیکن بے وقوف بے سوچے سمجھے جو منہ میں آتا ہے کہہ گزرتا ہے۔ اس طرح گویا عقلمند کی زبان اُس کے دل کے تابع ہے، اور بیوقوف کا دل اُس کی زبان کے تابع ہے۔

---

۴۱ - وقد روی عنه علیه السّلام هذا المعنی بلفظ آخر، وهو قوله: قَلْبُ الْأَحْمَقِ فِيْ فِيْهِ، وَلِسَانُ الْعَاقِلِ فِيْ قَلْبِهِ - وَمَعْنَاهُمَا وَاحِدٌ۔

(۴۱) یہی مطلب دُوسرے لفظوں میں بھی حضرت سے مروی ہے اور وُہ یہ کہ "بیوقوف کا دل اُس کے منہ میں ہے اور عقلمند کی زبان اُس کے دل میں ہے"۔ بہر حال ان دونوں جملوں کا مقصد ایک ہے۔

---

۴۲ - وقال لبعض أصحابه فی علة اعتلها: جَعَلَ اللّٰهُ مَا كَانَ مِنْ شَكْوَاكَ حَطًّا لِسَيِّئَاتِكَ، فَإِنَّ الْمَرَضَ لَا أَجْرَ فِيْهِ، وَلٰكِنَّهُ يَحُطُّ السَّيِّئَاتِ وَيَحُتُّهَا حَتَّ الْأَوْرَاقِ - وَإِنَّمَا الْأَجْرُ فِي

(۴۲) اپنے ایک ساتھی سے اس کی بیماری کی حالت میں فرمایا۔ اللہ نے تمہارے مرض کو تمہارے گناہوں کو دُور کرنے کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ کیونکہ خود مرض کا کوئی ثواب نہیں ہے۔ مگر وہ گناہوں کو مٹاتا، اور انھیں اس طرح جھاڑ دیتا ہے جس طرح درخت سے پتے

الْقَوْلِ بِاللِّسَانِ، وَالْعَمَلِ بِالْأَيْدِي وَالْأَقْدَامِ، وَإِنَّ اللهَ سُبْحَانَهُ يُدْخِلُ بِصِدْقِ النِّيَّةِ وَالسَّرِيرَةِ الصَّالِحَةِ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ الْجَنَّةَ۔

قَالَ الرضی: وأقول صدق علیه السلام، إن المرض لا أجر فیه؛ لأنه من قبیل ما یستحق علیه العوض لأن العوض یستحق علی ما کان فی مقابلة فعل الله تعالیٰ بالعبد من الآلام والأمراض وما یجری مجری ذلك، والأجر والثواب یستحقان علیٰ ما کان فی مقابلة فعل العبد، فبینهما فرق قد بینه علیه السلام کما یقتضیه علمه الثاقب ورأیه الصائب۔

جھڑتے ہیں۔ ہاں! ثواب اُس میں ہوتا ہے، اگر کچھ زبان سے کہا جائے اور کچھ ہاتھ پیروں سے کیا جائے، اور خداوندِ عالم اپنے بندوں میں سے نیک نیتی اور پاکدامنی کی وجہ سے جسے چاہتا ہے جنت میں داخل کرتا ہے۔

سیّد رضی فرماتے ہیں کہ حضرت نے سچ فرمایا کہ مرض کا کوئی ثواب نہیں ہے کیونکہ مرض تو اس قسم کی چیزوں میں سے ہے جن میں عوض کا استحقاق ہوتا ہے اس لیے کہ عوض اللہ کی طرف سے بندے کے ساتھ جو امر عمل میں آئے۔ جیسے دُکھ، درد، بیماری وغیرہ۔ اس کے مقابلہ میں اُسے ملتا ہے۔ اور اجر و ثواب وہ ہے کہ کسی عمل پر اُسے کچھ حاصل ہو۔ لہٰذا عوض اور ہے، اور اجر اور ہے اور اس فرق کو امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے علم روشن اور رائے صائب کے مطابق بیان فرما دیا ہے۔

---

٤٣ - وقال علیه السلام فی ذکر خباب ابن الأرت - يَرْحَمُ اللهُ خَبَّابَ بْنَ الْأَرَتِّ فَلَقَدْ أَسْلَمَ رَاغِبًا، وَهَاجَرَ طَائِعًا، وَقَنِعَ بِالْكَفَافِ، وَرَضِيَ عَنِ اللهِ، وَعَاشَ مُجَاهِدًا۔

(۴۳) خباب ابن ارت کے بارے میں فرمایا۔ خدا، خباب ابن ارت پر رحمت اپنی شامل حال فرمائے، وہ اپنی رضامندی سے اسلام لائے اور بخوشی ہجرت کی اور ضرورت بھر پر قناعت کی اور اللہ تعالیٰ کے فیصلوں پر راضی رہے اور مجاہدانہ شان سے زندگی بسر کی

حضرت خباب ابن ارت پیغمبرؐ کے جلیل القدر صحابی اور مہاجرینِ اوّلین میں سے تھے۔ انھوں نے قریش کے ہاتھوں طرح طرح کی مصیبتیں اٹھائیں، چلچلاتی دھوپ میں کھڑے کیے گئے، آگ پر لٹائے گئے، مگر کسی طرح پیغمبر اکرمؐ کا دامن چھوڑنا گوارا نہ کیا۔ بدر اور دوسرے معرکوں میں رسالت مآبؐ کے ہمرکاب رہے۔ صفین و نہروان میں امیر المومنینؑ کا ساتھ دیا۔ مدینہ چھوڑ کر کوفہ میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ چنانچہ یہیں پر ۷۳ برس کی عمر میں ۳۹ھ میں انتقال فرمایا۔ نماز جنازہ امیر المومنینؑ نے پڑھائی اور بیرونِ کوفہ دفن ہوئے اور حضرت نے یہ کلمات ترحم

اُن کی قبر پر کھڑے ہو کر فرمائے۔

۴۴- وَقَالَ علیہ السلام: طُوْبٰی لِمَنْ ذَكَرَ الْمَعَادَ، وَعَمِلَ لِلْحِسَابِ، وَقَنِعَ بِالْكَفَافِ، وَرَضِيَ عَنِ اللهِ۔

(۴۴) خوشا نصیب اُس کے جس نے آخرت کو یاد رکھا، حساب و کتاب کے لیے عمل کیا، ضرورت بھر پر قناعت کی اور اللہ سے راضی و خوشنود رہا۔

۴۵- وَقَالَ علیہ السلام: لَوْ ضَرَبْتُ خَيْشُومَ الْمُؤْمِنِ بِسَيْفِي هٰذَا عَلٰى أَنْ يُبْغِضَنِي مَا أَبْغَضَنِي، وَلَوْ صَبَبْتُ الدُّنْيَا بِجَمَّاتِهَا عَلَى الْمُنَافِقِ عَلٰى أَنْ يُحِبَّنِي مَا أَحَبَّنِي، وَذٰلِكَ أَنَّهُ قُضِيَ فَانْقَضٰى عَلٰى لِسَانِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ قَالَ: يَا عَلِيُّ؛ لَا يُبْغِضُكَ مُؤْمِنٌ، وَلَا يُحِبُّكَ مُنَافِقٌ۔

(۴۵) اگر میں مومن کی ناک پر تلواریں لگاؤں کہ وُہ مجھے دُشمن رکھے، تو جب بھی وُہ مجھ سے دُشمنی نہ کرے گا۔ اور اگر تمام متاعِ دُنیا کافر کے آگے ڈھیر کر دُوں کہ وُہ مجھے دوست رکھے، تو بھی وُہ مجھے دوست نہ رکھے گا۔ اس لیے کہ یہ وُہ فیصلہ ہے جو پیغمبرِ اُمّی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی زبان سے ہو گیا ہے کہ آپ نے فرمایا:
اے علیؑ! کوئی مومن تم سے دُشمنی نہ رکھے گا، اور کوئی مُنافق تم سے محبّت نہ کرے گا۔

۴۶- وَقَالَ علیہ السلام: سَيِّئَةٌ تَسُوْءُكَ خَيْرٌ عِنْدَ اللهِ مِنْ حَسَنَةٍ تُعْجِبُكَ۔

(۴۶) وُہ گناہ جس کا تمھیں رنج ہو اللہ کے نزدیک اُس نیکی سے کہیں اچھا ہے جو تمھیں خود پسند بنا دے۔

جو شخص ارتکابِ گناہ کے بعد ندامت و پشیمانی محسُوس کرے اور اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرے وُہ گناہ کی عقوبت سے محفوظ اور توبہ کے ثواب کا مُستحق ہوتا ہے اور جو نیک عمل بجا لانے کے بعد دُوسروں کے مقابلہ میں برتری محسوس کرتا ہے اور اپنی نیکی پر گھمنڈ کرتے ہُوئے یہ سمجھتا ہے کہ اب اس کے لیے کوئی کھٹکا نہیں رہا وُہ اپنی نیکی کو برباد کر دیتا ہے اور حُسنِ عمل کے ثواب سے محروم رہتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جو توبہ سے معصیت کے داغ کو صاف کر چکا ہو وُہ اِس سے بہتر ہو گا جو اپنے غرور کی وجہ سے اپنے کیے کرائے کو ضائع کر چکا ہو اور توبہ کے ثواب سے بھی اُس کا دامن خالی ہو۔

۴۷- وَقَالَ علیہ السلام: قَدْرُ

(۴۷) انسان کی جتنی ہمت ہو، اتنی ہی اُس

الرَّجُلِ عَلٰى قَدْرِ هِمَّتِهٖ، وَصِدْقُهٗ عَلٰى قَدْرِ مُرُوْءَتِهٖ، وَشَجَاعَتُهٗ عَلٰى قَدْرِ اَنَفَتِهٖ، وَعِفَّتُهٗ عَلٰى قَدْرِ غَيْرَتِهٖ۔

کی قدر و قیمت ہے اور جتنی مروّت اور جوانمردی ہوگی اُتنی ہی راست گوئی ہوگی۔ اور جتنی حمیت و خودداری ہوگی اُتنی ہی شجاعت ہوگی اور جتنی غیرت ہوگی اتنی ہی پاک دامنی ہوگی۔

---

۴۸ - وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: اَلظَّفَرُ بِالْحَزْمِ، وَالْحَزْمُ بِاِجَالَةِ الرَّاْيِ، وَالرَّاْيُ بِتَحْصِيْنِ الْاَسْرَارِ۔

(۴۸) کامیابی دُور اندیشی سے وابستہ ہے اور دُور اندیشی فکر و تدبّر کو کام میں لانے سے، اور تدبّر بھیدوں کو چھپا کر رکھنے سے۔

---

۴۹ - وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: اِحْذَرُوْا صَوْلَةَ الْكَرِيْمِ اِذَا جَاعَ، وَاللَّئِيْمِ اِذَا شَبِعَ۔

(۴۹) بھوکے شریف اور پیٹ بھرے کمینے کے حملہ سے ڈرتے رہو۔

مطلب یہ ہے کہ باعزت و باوقار آدمی کبھی ذلت و توہین گوارا نہیں کرتا۔ اگر اس کی عزت و وقار پر حملہ ہوگا، تو وہ بھوکے شیر کی طرح جھپٹے گا اور ذلت کی زنجیروں کو توڑ کر رکھ دے گا اور اگر ذلیل و کم ظرف کو اُس کی حیثیت سے بڑھا دیا جائے گا، تو اُس کا ظرف چھلک اُٹھے گا، اور وہ اپنے کو بلند مرتبہ خیال کرتے ہوئے دُوسروں کے وقار پر حملہ آور ہوگا۔

---

۵۰ - وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: قُلُوْبُ الرِّجَالِ وَحْشِيَّةٌ، فَمَنْ تَاَلَّفَهَا اَقْبَلَتْ عَلَيْهِ۔

(۵۰) لوگوں کے دل صحرائی جانور ہیں، جو اُن کو سدھائے گا، اُس کی طرف جھکیں گے۔

اس قول سے اس نظریہ کی تائید ہوتی ہے کہ انسانی قلوب اصل فطرت کے لحاظ سے وحشت پسند واقع ہوئے ہیں اور ان میں اُنس و محبت کا جذبہ ایک اکتسابی جذبہ ہے۔ چنانچہ جب اُنس و محبت کے دواعی و اسباب پیدا ہوتے ہیں، تو وہ مانوس ہو جاتے ہیں اور جب اس کے دواعی ختم ہو جاتے ہیں یا اس کے خلاف نفرت کے جذبات پیدا ہوتے ہیں، تو وحشت کی طرف عود کر جاتے ہیں اور پھر بڑی مشکل سے محبت و ائتلاف کی راہ پر گامزن ہوتے ہیں ؎

مرنجاں دلے را کہ ایں مرغ وحشی   زبامے کہ برخاست مشکل نشیند

---

۵۱ - وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: عَيْبُكَ

(۵۱) جب تک تمہارے نصیب یاور ہیں تمہارے

مَسْتُورٌ مَا أَسْعَدَكَ جَدُّكَ۔

عیب ڈھکے ہوئے ہیں۔

۵۲ - وقال علیه السلام: أَوْلَى النَّاسِ بِالْعَفْوِ أَقْدَرُهُمْ عَلَى الْعُقُوبَةِ۔

(۵۲) معاف کرنا سب سے زیادہ اُسے زیب دیتا ہے جو سزا دینے پر قادر ہو۔

۵۳ - وقال علیه السلام: السَّخَاءُ مَا كَانَ ابْتِدَاءً، فَأَمَّا مَا كَانَ عَنْ مَسْأَلَةٍ فَحَيَاءٌ وَتَذَمُّمٌ۔

(۵۳) سخاوت وُہ ہے جو بن مانگے ہو، اور مانگے سے دینا یا شرم ہے یا بدگوئی سے بچنا۔

۵۴ - وقال علیه السلام: لَا غِنَى كَالْعَقْلِ، وَلَا فَقْرَ كَالْجَهْلِ، وَلَا مِيرَاثَ كَالْأَدَبِ، وَلَا ظَهِيرَ كَالْمُشَاوَرَةِ۔

(۵۴) عقل سے بڑھ کر کوئی ثروت نہیں اور جہالت سے بڑھ کر کوئی بے مائیگی نہیں۔ ادب سے بڑھ کر کوئی میراث نہیں اور مشورہ سے زیادہ کوئی چیز معین و مددگار نہیں۔

۵۵ - وقال علیه السلام: الصَّبْرُ صَبْرَانِ: صَبْرٌ عَلَى مَا تَكْرَهُ، وَصَبْرٌ عَمَّا تُحِبُّ۔

(۵۵) صبر دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک ناگوار باتوں پر صبر، دوسرے پسندیدہ چیزوں سے صبر۔

---

۵۶ - وقال علیه السلام: الْغِنَى فِي الْغُرْبَةِ وَطَنٌ، وَالْفَقْرُ فِي الْوَطَنِ غُرْبَةٌ۔

(۵۶) دولت ہو تو پردیس میں بھی دیس ہے اور مفلسی ہو تو دیس میں بھی پردیس۔

اگر انسان صاحبِ دولت و ثروت ہو تو وُہ جہاں کہیں ہوگا، اُسے دوست و آشنا مل جائیں گے۔ جس کی وجہ سے اُسے پردیس میں مسافرت کا احساس نہ ہوگا۔ اور اگر فقیر و نادار ہو تو اُسے وطن میں بھی دوست و آشنا میسر نہ ہوں گے۔ کیونکہ لوگ غریب و نادار سے دوستی قائم کرنے کے خواہشمند نہیں ہوتے اور نہ اس سے تعلقات بڑھانا پسند کرتے ہیں۔ اس لیے وُہ وطن میں بھی بے وطن ہوتا ہے، اور کوئی اس کا شناسا و پُرسانِ حال نہیں ہوتا۔

آنرا کہ بر مراد جہاں نیست دسترس
در زادبوم خویش غریب است و ناشناخت

---

۵۷ - وقال علیه السلام: الْقَنَاعَةُ مَالٌ لَا يَنْفَدُ۔

(۵۷) قناعت وہ سرمایہ ہے جو ختم نہیں ہو سکتا۔

(قال الرضي: وقد روي هذا الكلام عن النبي صلى الله عليه وآله وسلم)

"علامہ رضی فرماتے ہیں کہ یہ کلام پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی مروی ہے۔"

قناعت کا مفہوم یہ ہے کہ انسان کو جو میسّر ہو اس پر خوش و خرم رہے اور کم ملنے پر کبیدہ خاطر و شاکی نہ ہو اور اگر تھوڑے پر مطمئن نہیں ہوگا تو رشوت، خیانت اور مکر و فریب ایسے محرمات اخلاقی کے ذریعہ اپنے دامن حرص کو بھرنے کی کوشش کرے گا۔ کیونکہ حرص کا تقاضا ہی یہ ہے کہ جس طرح بن پڑے خواہشات کو پورا کیا جائے اور ان خواہشات کا سلسلہ کہیں پر رُکنے نہیں پاتا۔ کیونکہ ایک خواہش کا پورا ہونا دوسری خواہش کی تمہید بن جایا کرتا ہے اور جُوں جُوں انسان کی خواہشیں کامیابی سے ہمکنار ہوتی ہیں، اس کی احتیاج بڑھتی ہی جاتی ہے۔ اس لیے کبھی بھی محتاجی و بے اطمینانی سے نجات حاصل نہیں کر سکتا۔ اگر اس بڑھتی ہوئی خواہش کو روکا جا سکتا ہے تو وُہ صرف قناعت سے کہ جو ناگزیر ضرورتوں کے علاوہ ہر ضرورت سے مستغنی بنا دیتی ہے اور وُہ لازوال سرمایہ ہے جو ہمیشہ کے لیے فارغ البال کر دیتا ہے۔

۵۸۔ وقال علیہ السلام: اَلْمَالُ مَادَّةُ الشَّهَوَاتِ	(۵۸) مال نفسانی خواہشوں کا سرچشمہ ہے
۵۹۔ وقال علیہ السلام: مَنْ حَذَّرَكَ كَمَنْ بَشَّرَكَ۔	(۵۹) جو (برائیوں سے) خوف دلائے، وُہ تمھارے لیے مژدہ سنانے والے کے مانند ہے۔
۶۰۔ وقال علیہ السلام: اَللِّسَانُ سَبُعٌ إِنْ خُلِّيَ عَنْهُ عَقَرَ۔	(۶۰) زبان ایک ایسا درندہ ہے کہ اگر اُسے کھلا چھوڑ دیا جائے، تو پھاڑ کھائے۔
۶۱۔ وقال علیہ السلام: اَلْمَرْأَةُ عَقْرَبٌ حُلْوَةُ اللَّبْسَةِ۔	(۶۱) عورت ایک ایسا بچھو ہے جس کے لپٹنے میں بھی مزہ آتا۔
۶۲۔ وقال علیہ السلام: إِذَا حُيِّيتَ بِتَحِيَّةٍ فَحَيِّ بِأَحْسَنَ مِنْهَا، وَإِذَا أُسْدِيَتْ إِلَيْكَ يَدٌ فَكَافِئْهَا بِمَا يُرْبِي عَلَيْهَا، وَالْفَضْلُ مَعَ ذَٰلِكَ لِلْبَادِي۔	(۶۲) جب تم پر سلام کیا جائے، تو اُس سے اچھے طریقہ سے جواب دو، اور جب تم پر کوئی احسان کرے تو اُس سے بڑھ چڑھ کر بدلہ دو، اگرچہ اس صورت میں بھی فضیلت پہل کرنے والے ہی کے لیے ہوگی۔
۶۳۔ وقال علیہ السلام: اَلشَّفِيعُ جَنَاحُ الطَّالِبِ۔	(۶۳) سفارش کرنے والا اُمیدوار کے لیے بمنزلہ پر و بال کے ہوتا ہے۔
۶۴۔ وقال علیہ السلام: أَهْلُ الدُّنْيَا كَرَكْبٍ يُسَارُ بِهِمْ وَهُمْ نِيَامٌ۔	(۶۴) دُنیا والے ایسے سواروں کے مانند ہیں جو سو رہے ہیں اور سفر جاری ہے۔

۶۵- وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: فَقْدُ الْأَحِبَّةِ غُرْبَةٌ۔

(۶۵) دوستوں کو کھو دینا غریب الوطنی ہے۔

۶۶- وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: فَوْتُ الْحَاجَةِ أَهْوَنُ مِنْ طَلَبِهَا إِلَى غَيْرِ أَهْلِهَا

(۶۶) مطلب کا ہاتھ سے چلا جانا نا اہل کے آگے ہاتھ پھیلانے سے آسان ہے۔

نا اہل کے سامنے حاجت پیش کرنے سے جو شرمندگی حاصل ہوتی ہے وہ محرومی کے اندوہ سے کہیں زیادہ رُوحانی اذیت کا باعث ہوتی ہے۔ اس لیے مقصد سے محرومی کو برداشت کیا جا سکتا ہے۔ مگر ایک دنی و فرومایہ کی زیر باری ناقابلِ برداشت ہوتی ہے۔ چنانچہ ہر باحمیت انسان نا اہل کے ممنونِ احسان ہونے سے اپنی حرمانِ نصیبی کو ترجیح دے گا، اور کسی پست و دنی کے آگے دستِ سوال دراز کرنا گوارا نہ کرے گا۔

۶۷- وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: لَا تَسْتَحِ مِنْ إِعْطَاءِ الْقَلِيلِ، فَإِنَّ الْحِرْمَانَ أَقَلُّ مِنْهُ۔

(۶۷) تھوڑا دینے سے شرماؤ نہیں کیونکہ خالی ہاتھ پھیرنا تو اس سے بھی گری ہوئی بات ہے۔

۶۸- وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: الْعَفَافُ زِينَةُ الْفَقْرِ، وَالشُّكْرُ زِينَةُ الْغِنَى۔

(۶۸) عفت فقر کا زیور ہے، اور شکر دولت مندی کی زینت ہے۔

۶۹- وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: إِذَا لَمْ يَكُنْ مَا تُرِيدُ فَلَا تُبَلْ مَا كُنْتَ۔

(۶۹) اگر حسبِ منشا تمہارا کام نہ بن سکے تو پھر جس حالت میں ہو مگن رہو۔

۷۰- وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: لَا تَرَى الْجَاهِلَ إِلَّا مُفْرِطًا أَوْ مُفَرِّطًا۔

(۷۰) جاہل کو نہ پاؤ گے مگر یا حد سے آگے بڑھا ہوا، اور یا اس سے بہت پیچھے۔

۷۱- وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: إِذَا تَمَّ الْعَقْلُ نَقَصَ الْكَلَامُ۔

(۷۱) جب عقل بڑھتی ہے، تو باتیں کم ہو جاتی ہیں۔

بسیار گوئی پریشان خیالی کا، اور پریشان خیالی عقل کی خامی کا نتیجہ ہوتی ہے اور جب انسان کی عقل کامل اور فہم پختہ ہوتا ہے، تو اُس کے ذہن اور خیالات میں توازن پیدا ہو جاتا ہے اور عقل دُوسرے قوائے

بدنیہ کی طرح زبان پر بھی تسلط و اقتدار حاصل کر لیتا ہے جس کے نتیجہ میں زبان عقل کے تقاضوں سے ہٹ کر اور بے سوچے سمجھے کھلنا گوارا نہیں کرتی اور ظاہر ہے کہ سوچ بچار کے بعد جو کلام ہوگا، وہ مختصر اور زوائد سے پاک ہوگا۔

مرد چوں عقلش بیفزاید بکاہد در سخن ۔۔۔ تا نیابد فرصتِ گفتار نکشاید دہن

۷۲- وقال علیه السلام: اَلدَّهْرُ يُخْلِقُ الْأَبْدَانَ، وَيُجَدِّدُ الْآمَالَ، وَيُقَرِّبُ الْمَنِيَّةَ: وَيُبَاعِدُ الْأُمْنِيَّةَ: مَنْ ظَفِرَ بِهِ نَصِبَ، وَمَنْ فَاتَهُ تَعِبَ۔

(۷۲) زمانہ جسموں کو کہنہ و بوسیدہ اور آرزوؤں کو تر و تازہ کرتا ہے۔ موت کو قریب اور آرزوؤں کو دور کرتا ہے۔ جو زمانہ سے کچھ پا لیتا ہے، وہ بھی رنج سہتا ہے، اور جو کھو دیتا ہے وہ تو دکھ جھیلتا ہی ہے۔

۷۳- وقال علیه السلام: مَنْ نَصَبَ نَفْسَهُ لِلنَّاسِ إِمَامًا فَلْيَبْدَأْ بِتَعْلِيمِ نَفْسِهِ قَبْلَ تَعْلِيمِ غَيْرِهِ، وَلْيَكُنْ تَأْدِيبُهُ بِسِيرَتِهِ قَبْلَ تَأْدِيبِهِ بِلِسَانِهِ، وَمُعَلِّمُ نَفْسِهِ وَمُؤَدِّبُهَا أَحَقُّ بِالْإِجْلَالِ مِنْ مُعَلِّمِ النَّاسِ وَمُؤَدِّبِهِمْ۔

(۷۳) جو لوگوں کا پیشوا بنتا ہے تو اسے دوسروں کو تعلیم دینے سے پہلے اپنے کو تعلیم دینا چاہیے اور زبان سے درس اخلاق دینے سے پہلے اپنی سیرت و کردار سے تعلیم دینا چاہیے۔ اور جو اپنے نفس کی تعلیم و تادیب کر لے، وہ دوسروں کی تعلیم و تادیب کرنے والے سے زیادہ احترام کا مستحق ہے۔

۷۴- وقال علیه السلام: نَفَسُ الْمَرْءِ خُطَاهُ إِلَى أَجَلِهِ۔

(۷۴) انسان کی ہر سانس ایک قدم ہے جو اسے موت کی طرف بڑھائے لیے جا رہا ہے۔

یعنی جس طرح ایک قدم مٹ کر دوسرے قدم کے لیے جگہ خالی کرتا ہے اور یہ قدم فرسائی منزل کے قرب کا باعث ہوتی ہے، یونہی زندگی کی ہر سانس پہلی سانس کے لیے پیغام فنا بن کر کاروانِ زندگی کو موت کی طرف بڑھائے لیے جاتی ہے۔ گویا جس سانس کی آمد کو پیغامِ حیات سمجھا جاتا ہے، وہی سانسِ زندگی کے ایک لمحے کے فنا ہونے کی علامت اور منزلِ موت سے قرب کا باعث ہوتی ہے کیونکہ ایک سانس کی حیات دوسری سانس کے لیے موت ہے اور انہی فنا بردوش سانسوں کے مجموعے کا نام زندگی ہے ؎

ہر نفس عمر گزشتہ کی ہے میت فانی
زندگی نام ہے مر مر کے جیے جانے کا

۷۵- وقال علیہ السلام: كُلُّ مَعْدُودٍ مُنْقَضٍ، وَكُلُّ مُتَوَقَّعٍ آتٍ۔

(۷۵) جو چیز شمار میں آئے، اُسے ختم ہونا چاہیئے اور جسے آنا چاہیئے، وُہ آ کر رہے گا۔

۷۶- وقال علیہ السلام: إِنَّ الْأُمُورَ إِذَا اشْتَبَهَتْ اُعْتُبِرَ آخِرُهَا بِأَوَّلِهَا۔

(۷۶) جب کسی کام میں اچھے بُرے کی پہچان نہ رہے، تو آغاز کو دیکھ کر انجام کو پہچان لینا چاہیئے۔

ایک بیج کو دیکھ کر کاشتکار یہ حکم لگا سکتا ہے کہ اس سے کونسا درخت پیدا ہوگا۔ اس کے پھل پھول اور پتّے کیسے ہوں گے۔ اِس کا پھیلاؤ اور بڑھاؤ کتنا ہوگا۔ اسی طرح ایک طالب علم کی سعی و کوشش کو دیکھ کر اس کی کامیابی پر، اور دُوسرے کی آرام طلبی و غفلت کو دیکھ کر اس کی ناکامی پر حکم لگایا جاسکتا ہے۔ کیونکہ اوائل اواخر کے اور مقدمات، نتائج کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔ لہٰذا کسی چیز کا انجام سُجھائی نہ دیتا ہو تو اس کی ابتدا کو دیکھا جائے۔ اگر ابتدا بُری ہوگی تو انتہا بھی بُری ہوگی اور اگر ابتدا اچھی ہوگی تو انتہا بھی اچھی ہوگی۔ ع

سالے کہ نکو است از بہارش پیدا

۷۷- ومن خبر ضرار بن ضمرة الضبائی عند دخوله علی معاویة ومسألته له عن أمیر المومنین و قال: فأشهد لقد رأیته فی بعض مواقفه وقد أرخی اللیل سدوله وهو قائم فی محرابه قابض علی لحیته یتململ تململ السلیم ویبکی بکاء الحزین ویقول:-

يَا دُنْيَا يَا دُنْيَا، إِلَيْكِ عَنِّي! أَبِي تَعَرَّضْتِ؟ أَمْ إِلَيَّ تَشَوَّقْتِ؟ لَا حَانَ

(۷۷) جب ضرار ابن ضمرۃ ضبائی معاویہ کے پاس گئے اور مُعاویہ نے امیر المومنین کے متعلق اُن سے سوال کیا، تو انہوں نے کہا کہ میں اس امر کی شہادت دیتا ہوں کہ میں نے بعض موقعوں پر آپ کو دیکھا جبکہ رات اپنے دامنِ ظلمت کو پھیلا چکی تھی، تو آپ محراب عبادت میں ایستادہ ریش مُبارک کو ہاتھوں میں پکڑے ہُوئے مار گزیدہ کی طرح تڑپ رہے تھے اور غم رسیدہ کی طرح رو رہے تھے اور کہہ رہے تھے:

اے دُنیا! اے دُنیا دُور ہو مجھ سے۔ کیا میرے سامنے اپنے کو لاتی ہے؟ یا میری دلدادہ و فریفتہ بن کر

حَيْنُكِ هَيْهَاتَ! غُرِّي غَيْرِي، لَا حَاجَةَ لِي فِيكِ، قَدْ طَلَّقْتُكِ ثَلَاثًا لَا رَجْعَةَ فِيهَا! فَعَيْشُكِ قَصِيرٌ، وَخَطَرُكِ يَسِيرٌ، وَأَمَلُكِ حَقِيرٌ. آهِ مِنْ قِلَّةِ الزَّادِ، وَطُولِ الطَّرِيقِ، وَبُعْدِ السَّفَرِ، وَعَظِيمِ الْمَوْرِدِ۔

آئی ہے۔ تیرا وہ وقت نہ آئے (کہ تو مجھے فریب دے سکے) بھلا یہ کیونکر ہو سکتا ہے، جا کسی اور کو جل دے مجھے تیری خواہش نہیں ہے، میں تو تین۳ بار تجھے طلاق دے چکا ہوں کہ جس کے بعد رجوع کی گنجائش نہیں۔ تیری زندگی تھوڑی، تیری اہمیت بہت ہی کم اور تیری آرزو ذلیل و پست ہے، افسوس زادِ راہ تھوڑا، راستہ طویل سفر دور و دراز اور منزل سخت ہے۔

اِس روایت کا تتمہ یہ ہے کہ جب مُعاویہ نے ضرار کی زبان سے یہ واقعہ سُنا تو اُس کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور کہنے لگا، کہ خدا ابوالحسن پر رحم کرے وُہ واقعاً ایسے ہی تھے، پھر ضرار سے مخاطب ہو کر کہا کہ اے ضرار ان کی مفارقت میں تمہارے رنج و اندوہ کی کیا حالت ہے۔ ضرار نے کہا کہ بس یہ سمجھ لو کہ میرا غم اتنا ہی ہے جتنا اُس ماں کا ہوتا ہے کہ جس کی گود میں اُس کا اکلوتا بچہ ذبح کر دیا جائے۔

٧٨۔ ومن كلام له عليه السلام (للسائل الشامي) لما سأله: أكان مسيرنا إلى الشام بقضاء من الله وقدر؟ بعد كلام طويل هذا مختاره۔

وَيْحَكَ! لَعَلَّكَ ظَنَنْتَ قَضَاءً لَازِمًا، وَقَدَرًا حَاتِمًا، وَلَوْ كَانَ (ذٰلِكَ) كَذٰلِكَ لَبَطَلَ الثَّوَابُ وَالْعِقَابُ وَسَقَطَ الْوَعْدُ وَالْوَعِيدُ. إِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ أَمَرَ عِبَادَهُ تَخْيِيرًا، وَنَهَاهُمْ تَحْذِيرًا، وَكَلَّفَ يَسِيرًا، وَلَمْ يُكَلِّفْ عَسِيرًا، وَأَعْطَى عَلَى الْقَلِيلِ كَثِيرًا، وَلَمْ يُعْصَ مَغْلُوبًا، وَلَمْ يُطَعْ

(٧٨) ایک شخص نے امیرالمومنین علیہ السلام سے سوال کیا کہ کیا ہمارا اہلِ شام سے لڑنے کے لیے جانا قضا و قدر سے تھا؟ تو آپ نے ایک طویل جواب دیا جس کا ایک منتخب حصّہ یہ ہے۔

خُدا تم پر رحم کرے شاید تم نے حتمی و لازمی قضاء و قدر سمجھ لیا ہے (کہ جس کے انجام دینے پر ہم مجبور ہیں) اگر ایسا ہوتا تو پھر نہ ثواب کا کوئی سوال پیدا ہوتا نہ عذاب کا، نہ وعدے کے کچھ معنی رہتے نہ وعید کے۔ خُداوندِ عالم نے تو بندوں کو خود مختار بنا کر مامور کیا ہے اور (عذاب سے) ڈراتے ہوئے نہی کی ہے۔ اُس نے سہل و آسان تکلیف دی ہے اور دُشواریوں سے بچائے رکھا ہے وُہ تھوڑے کیے پر زیادہ اَجر دیتا ہے۔ اس کی نافرمانی اِس لیے نہیں ہوتی کہ وُہ دَب گیا ہے اور نہ اُس کی۔

مُكْرِهًا، وَلَمْ يُرْسِلِ الْأَنْبِيَاءَ لَعِبًا، وَلَمْ يُنْزِلِ الْكِتَابَ لِلْعِبَادِ عَبَثًا، وَلَا خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِينَ كَفَرُوا فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ كَفَرُوا مِنَ النَّارِ۔

اطاعت اس لیے کی جاتی ہے کہ اس نے مجبور کر رکھا ہے اس نے پیغمبروں کو بطور تفریح نہیں بھیجا اور بندوں کے لیے کتابیں بے فائدہ نہیں اُتاری ہیں اور نہ آسمان و زمین اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے ان سب کو بیکار پیدا کیا ہے۔ یہ تو اُن لوگوں کا خیال ہے جنھوں نے کفر اختیار کیا، تو افسوس ہے اُن پر جنھوں نے کفر اختیار کیا آتش جہنم کے عذاب سے۔

اس روایت کا تتمہ یہ ہے کہ پھر اُس شخص نے کہا کہ وہ کون سی قضاء و قدر تھی جس کی وجہ سے ہمیں جانا پڑا۔ آپ نے کہا کہ قضا کے معنی حکم باری کے ہیں جیسا کہ اُس کا ارشاد ہے وقضی ربك الا تعبدوا الا اياه "اور تمھارے پروردگار نے تو حکم دے دیا ہے کہ اُس کے سوا کسی کی پرستش نہ کرنا"۔ یہاں پر قضی بمعنی امر ہے۔

۷۹- وقال عليه السلام: خُذِ الْحِكْمَةَ أَنَّى كَانَتْ فَإِنَّ الْحِكْمَةَ تَكُونُ فِي صَدْرِ الْمُنَافِقِ فَتَلَجْلَجُ فِي صَدْرِهِ حَتَّى تَخْرُجَ فَتَسْكُنَ إِلَى صَوَاحِبِهَا فِي صَدْرِ الْمُؤْمِنِ۔

(۷۹) حکمت کی بات جہاں کہیں ہو، اُسے حاصل کرو، کیونکہ حکمت منافق کے سینہ میں بھی ہوتی ہے لیکن جب تک اُس (کی زبان) سے نکل کر مومن کے سینہ میں پہنچ کر دوسری حکمتوں کے ساتھ بہل نہیں جاتی تڑپتی رہتی ہے۔

۸۰- وقال عليه السلام: اَلْحِكْمَةُ ضَالَّةُ الْمُؤْمِنِ، فَخُذِ الْحِكْمَةَ وَلَوْ مِنْ أَهْلِ النِّفَاقِ۔

(۸۰) حکمت مومن ہی کی گم شدہ چیز ہے اِسے حاصل کرو، اگرچہ منافق سے لینا پڑے۔

۸۱- وقال عليه السلام: قِيمَةُ كُلِّ امْرِئٍ مَا يُحْسِنُهُ۔

قال الرضي: وهي الكلمة التي لا تصاب لها قيمة، ولا توزن بها حكمة ولا تقرن إليها كلمة۔

(۸۱) ہر شخص کی قیمت وہ ہنر ہے، جو اس شخص میں ہے۔

سید رضی فرماتے ہیں کہ یہ ایک ایسا انمول جملہ ہے کہ نہ کوئی حکیمانہ بات اس کے ہم وزن ہو سکتی ہے، اور نہ کوئی جملہ اُس کا ہم پایہ ہو سکتا ہے۔

انسان کی حقیقی قیمت اس کا جوہرِ علم و کمال ہے۔ وہ علم و کمال کی جس بلندی پر فائز ہوگا، اسی کے مُطابق اُس کی قدر و منزلت ہوگی۔ چنانچہ جوہر شناس نگاہیں شکل و صورت، بلندی قد و قامت اور ظاہری جاہ و حشمت کو نہیں دیکھتیں بلکہ انسان کے ہُنر کو دیکھتی ہیں، اور اسی ہُنر کے لحاظ سے اس کی قیمت ٹھہراتی ہیں مقصد یہ ہے کہ انسان کو اکتسابِ فضائل و تحصیلِ علم و دانش میں جد و جہد کرنا چاہیئے۔

زانکہ ہر کس را بقدرِ دانش او قیمت است

٨٢- وَقَالَ عَلَيهِ السَّلَامُ: أُوصِيكُمْ بِخَمْسٍ لَوْ ضَرَبْتُمْ إِلَيْهَا آبَاطَ الْإِبِلِ لَكَانَتْ لِذٰلِكَ أَهْلاً: لَا يَرْجُوَنَّ أَحَدٌ مِنْكُمْ إِلَّا رَبَّهُ، وَلَا يَخَافَنَّ إِلَّا ذَنْبَهُ، وَلَا يَسْتَحِيَنَّ أَحَدٌ (مِنْكُمْ) إِذَا سُئِلَ عَمَّا لَا يَعْلَمُ أَنْ يَقُولَ لَا أَعْلَمُ، وَلَا يَسْتَحِيَنَّ أَحَدٌ إِذَا لَمْ يَعْلَمِ الشَّيْءَ أَنْ يَتَعَلَّمَهُ، وَعَلَيْكُمْ بِالصَّبْرِ فَإِنَّ الصَّبْرَ مِنَ الْإِيمَانِ كَالرَّأْسِ مِنَ الْجَسَدِ، وَلَا خَيْرَ فِي جَسَدٍ لَا رَأْسَ مَعَهُ، وَلَا فِي إِيمَانٍ لَا صَبْرَ مَعَهُ۔

(٨٢) تمھیں ایسی پانچ باتوں کی ہدایت کی جاتی ہے کہ اگر انھیں حاصل کرنے کے لیے اُونٹوں کو ایڑ لگا کر تیز ہنکاؤ، تو وہ اسی قابل ہوں گی۔ تم میں سے کوئی شخص اللہ کے سوا کسی سے آس نہ لگائے، اور اس کے گُناہ کے علاوہ کسی شئے سے خوف نہ کھائے، اور اگر تم میں سے کسی سے کوئی ایسی بات پُوچھی جائے کہ جسے وہ نہ جانتا ہو تو یہ کہنے میں نہ شرمائے کہ میں نہیں جانتا اور اگر کوئی شخص کسی بات کو نہیں جانتا تو اُس کے سیکھنے میں شرمائے نہیں، اور صبر و شکیبائی اختیار کرو کیونکہ صبر کو ایمان سے وُہی نسبت ہے جو سر کو بدن سے ہوتی ہے۔ اگر سر نہ ہو تو بدن بیکار ہے، یُونہی ایمان کے ساتھ صبر نہ ہو تو ایمان میں کوئی خوبی نہیں۔

ہر کرا صبر نیست ایمان نیست

٨٣- وَقَالَ عَلَيهِ السَّلَامُ: لِرَجُلٍ أَفْرَطَ فِي الثَّنَاءِ عَلَيْهِ، وَكَانَ لَهُ مُتَّهِماً: أَنَا دُونَ مَا تَقُولُ وَفَوْقَ مَا فِي نَفْسِكَ۔

(٨٣) ایک شخص نے آپ کی بہت زیادہ تعریف کی حالانکہ وُہ آپ سے عقیدت و ارادت نہ رکھتا تھا، تو آپ نے فرمایا جو تمھاری زبان پر ہے میں اُس سے کم ہوں اور جو تمھارے دل میں ہے اُس سے زیادہ ہُوں۔

۸۴ - وقال عليه السلام: بَقِيَّةُ السَّيْفِ أَبْقَى عَدَدًا وَأَكْثَرُ وَلَدًا۔

(۸۴) تلوار سے بچے کھچے لوگ زیادہ باقی رہتے ہیں، اور اُن کی نسل زیادہ ہوتی ہے۔

---

۸۵ - وقال عليه السلام: مَنْ تَرَكَ قَوْلَ "لَا أَدْرِي" أُصِيبَتْ مَقَاتِلُهُ۔

(۸۵) جس کی زبان پر کبھی یہ جملہ نہ آئے کہ "میں نہیں جانتا" تو وہ چوٹ کھانے کی جگہوں پر چوٹ کھا کر رہتا ہے۔

۸۶ - وقال عليه السلام: رَأْيُ الشَّيْخِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ جَلَدِ الْغُلَامِ وروی "من مشهد الغلام"۔

(۸۶) بوڑھے کی رائے مجھے جوان کی ہمت سے زیادہ پسند ہے (ایک روایت میں یوں ہے کہ بوڑھے کی رائے مجھے جوان کے خطرہ میں ڈٹے رہنے سے زیادہ پسند ہے)

---

۸۷ - وقال عليه السلام: عَجِبْتُ لِمَنْ يَقْنَطُ وَمَعَهُ الِاسْتِغْفَارُ۔

(۸۷) اُس شخص پر تعجب ہوتا ہے کہ جو توبہ کی گنجائش کے ہوتے ہوئے مایوس ہو جائے۔

---

۸۸ - وحكى عنه أبو جعفر محمد بن علي الباقر عليهما السلام أنه قال: كَانَ فِي الْأَرْضِ أَمَانَانِ مِنْ عَذَابِ اللهِ وَقَدْ رُفِعَ أَحَدُهُمَا فَدُونَكُمُ الْآخَرَ فَتَمَسَّكُوا بِهِ: أَمَّا الْأَمَانُ الَّذِي رُفِعَ فَهُوَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَأَمَّا الْأَمَانُ الْبَاقِي فَالِاسْتِغْفَارُ: قَالَ اللهُ تَعَالَى: (وَمَا كَانَ اللهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ وَمَا كَانَ اللهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ)،

قال الرضي: وهذا من محاسن

(۸۸) ابوجعفر محمد ابن علی الباقر علیہما السلام نے روایت کی ہے کہ امیرالمومنینؑ نے فرمایا۔

دُنیا میں عذابِ خدا سے دو چیزیں باعثِ امان تھیں، ایک اُن میں سے اُٹھ گئی، مگر دُوسری تمہارے پاس موجود ہے۔ لہٰذا اُسے مضبوطی سے تھامے رہو۔ وہ امان جو اُٹھا لی گئی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے، اور وہ امان جو باقی ہے وہ توبہ و استغفار ہے جیسا کہ اللہ سبحانہ نے فرمایا۔ "اللہ اُن لوگوں پر عذاب نہیں کرے گا جب تک تم اُن میں موجود ہو۔" "اللہ اُن لوگوں پر عذاب نہیں اُتارے گا جبکہ یہ لوگ توبہ و استغفار کرتے رہیں گے"

سید رضی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ یہ بہترین استخراج

الاستخراج لطائف الاستنباط.

اور عمدہ نکتہ آفرینی ہے۔

---

٨٩ - وقال عليه السلام: مَنْ أَصْلَحَ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللهِ أَصْلَحَ اللهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّاسِ؛ وَمَنْ أَصْلَحَ أَمْرَ آخِرَتِهِ أَصْلَحَ اللهُ لَهُ أَمْرَ دُنْيَاهُ، وَمَنْ كَانَ لَهُ مِنْ نَفْسِهِ وَاعِظٌ كَانَ عَلَيْهِ مِنَ اللهِ حَافِظٌ.

(٨٩) جس نے اپنے اور اللہ کے مابین معاملات کو ٹھیک رکھا، تو اللہ اس کے اور لوگوں کے معاملات سلجھائے رکھے گا اور جس نے اپنی آخرت کو سنوار لیا، تو خدا اس کی دنیا بھی سنوار دے گا اور جو خود اپنے آپ کو وعظ و پند کرلے، تو اللہ کی طرف سے اس کی حفاظت ہوتی رہے گی۔

---

٩٠ - وقال عليه السلام: الْفَقِيهُ كُلُّ الْفَقِيهِ مَنْ لَمْ يُقَنِّطِ النَّاسَ مِنْ رَحْمَةِ اللهِ، وَلَمْ يُؤْيِسْهُمْ مِنْ رَوْحِ اللهِ، وَلَمْ يُؤْمِنْهُمْ مِنْ مَكْرِ اللهِ.

(٩٠) پورا عالم و دانا وہ ہے جو لوگوں کو رحمت خدا سے مایوس اور اس کی طرف سے حاصل ہونے والی آسائش و راحت سے نا امید نہ کرے، اور نہ انہیں اللہ کے عذاب سے بالکل مطمئن کر دے۔

---

٩١ - وقال عليه السلام: إِنَّ هٰذِهِ الْقُلُوبَ تَمَلُّ كَمَا تَمَلُّ الْأَبْدَانُ؛ فَابْتَغُوا لَهَا طَرَائِفَ الْحِكَمِ.

(٩١) یہ دل بھی اسی طرح اکتا جاتے ہیں جس طرح بدن اکتا جاتے ہیں۔ لہٰذا (جب ایسا ہو تو) ان کے لیے لطیف حکیمانہ نکات تلاش کرو۔

---

٩٢ - وقال عليه السلام: أَوْضَعُ الْعِلْمِ مَا وُقِفَ عَلَى اللِّسَانِ؛ وَأَرْفَعُهُ مَا ظَهَرَ فِي الْجَوَارِحِ وَالْأَرْكَانِ.

(٩٢) وہ علم بہت بے قدر و قیمت ہے جو زبان تک رہ جائے، اور وہ علم بہت بلند مرتبہ ہے جو اعضاء و جوارح سے نمودار ہو۔

---

٩٣ - وقال عليه السلام: - لَا يَقُولَنَّ أَحَدُكُمُ اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْفِتْنَةِ، لِأَنَّهُ لَيْسَ أَحَدٌ إِلَّا وَهُوَ مُشْتَمِلٌ عَلَى فِتْنَةٍ،

(٩٣) تم میں سے کوئی شخص یہ نہ کہے کہ "اے اللہ! میں تجھ سے فتنہ و آزمائش سے پناہ چاہتا ہوں"۔ اس لیے کہ کوئی شخص ایسا نہیں جو فتنہ کی لپیٹ میں نہ ہو، بلکہ جو پناہ مانگے وہ گمراہ کرنے والے فتنوں سے پناہ

وَلٰكِنْ مَنِ اسْتَعَاذَ فَلْيَسْتَعِذْ مِنْ مُضِلَّاتِ الْفِتَنِ، فَإِنَّ اللهَ سُبْحَانَهُ يَقُولُ: (وَاعْلَمُوا أَنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ) وَمَعْنَى ذٰلِكَ أَنَّهُ يَخْتَبِرُهُمْ بِالْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ لِيَتَبَيَّنَ السَّاخِطُ لِرِزْقِهِ، وَالرَّاضِي بِقِسْمِهِ، وَإِنْ كَانَ سُبْحَانَهُ أَعْلَمَ بِهِمْ مِنْ أَنْفُسِهِمْ، وَلٰكِنْ لِتَظْهَرَ الْأَفْعَالُ الَّتِي بِهَا يُسْتَحَقُّ الثَّوَابُ وَالْعِقَابُ؛ لِأَنَّ بَعْضَهُمْ يُحِبُّ الذُّكُورَ وَيَكْرَهُ الْإِنَاثَ، وَبَعْضَهُمْ يُحِبُّ تَثْمِيرَ الْمَالِ وَيَكْرَهُ انْثِلَامَ الْحَالِ۔

قال الرضی: وهذا من غریب ما سمع منه فی التفسیر۔

مانگے، کیونکہ اللہ سبحانہ، کا ارشاد ہے۔ "اور اس بات کو جانے رہو کہ تمھارا مال اور اولاد فتنہ ہے"۔ اس سے مُراد یہ ہے کہ اللہ لوگوں کو مال اور اولاد کے ذریعے آزماتا ہے تاکہ یہ ظاہر ہو جائے، کہ کون اپنی روزی پر چین بجبیں ہے اور کون اپنی قسمت پر شاکر ہے۔ اگرچہ اللہ سبحانہ، اُن کو اتنا جانتا ہے کہ وُہ خود بھی اپنے کو اتنا نہیں جانتے۔ لیکن یہ آزمائش اس لیے ہے کہ وُہ افعال سامنے آئیں جن سے ثواب و عذاب کا استحقاق پیدا ہوتا ہے۔ کیونکہ بعض اولادِ نرینہ کو چاہتے ہیں، اور لڑکیوں سے کبیدہ خاطر ہوتے ہیں اور بعض مال بڑھانے کو پسند کرتے ہیں اور بعض شکستہ حالی کو بُرا سمجھتے ہیں۔

سیّد رضی فرماتے ہیں کہ یہ اُن عجیب و غریب باتوں میں سے ہے جو تفسیر کے سلسلہ میں آپ سے وارد ہوئی ہیں۔

۹۴۔ وسئل عن الخیر ما هو؟ فقال: لَيْسَ الْخَيْرُ أَنْ يَكْثُرَ مَالُكَ وَوَلَدُكَ وَلٰكِنَّ الْخَيْرَ أَنْ يَكْثُرَ عِلْمُكَ وَأَنْ يَعْظُمَ حِلْمُكَ، وَأَنْ تُبَاهِيَ النَّاسَ بِعِبَادَةِ رَبِّكَ، فَإِنْ أَحْسَنْتَ حَمِدْتَ اللهَ، وَإِنْ أَسَأْتَ اسْتَغْفَرْتَ اللهَ؛ وَلَا خَيْرَ فِي الدُّنْيَا إِلَّا لِرَجُلَيْنِ: رَجُلٌ أَذْنَبَ ذُنُوبًا فَهُوَ يَتَدَارَكُهَا بِالتَّوْبَةِ، وَرَجُلٌ يُسَارِعُ فِي الْخَيْرَاتِ۔

(۹۴) آپ سے دریافت کیا گیا، کہ نیکی کیا چیز ہے؟ تو آپؑ نے فرمایا کہ نیکی یہ نہیں کہ تمھارے مال و اولاد میں فراوانی ہو جائے۔ بلکہ خوبی یہ ہے کہ تمھارا علم زیادہ اور حلم بڑا ہو، اور تم اپنے پروردگار کی عبادت پر ناز کر سکو۔ اب اگر اچھا کام کرو، تو اللہ کا شکر بجا لاؤ، اور اگر کسی بُرائی کا ارتکاب کرو، تو توبہ و استغفار کرو، اور دُنیا میں صرف دو شخصوں کے لیے بھلائی ہے۔ ایک وُہ جو گناہ کرے تو توبہ سے اُس کی تلافی کرے اور دُوسرا وُہ جو نیک کاموں میں تیز گام ہو۔

۹۵- وقال علیه السّلام:
لَا يَقِلُّ عَمَلٌ مَعَ التَّقْوَى؛ وَكَيْفَ يَقِلُّ مَا يُتَقَبَّلُ؟

(۹۵) جو عمل تقویٰ کے ساتھ انجام دیا جائے وُہ تھوڑا نہیں سمجھا جا سکتا، اور مقبول ہونے والا عمل تھوڑا کیونکر ہو سکتا ہے؟

۹۶- وقال علیه السّلام:
إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِالْأَنْبِيَاءِ أَعْلَمُهُمْ بِمَا جَاءُوا بِهِ، ثُمَّ تَلَى: إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِإِبْرَاهِيمَ لَلَّذِينَ اتَّبَعُوهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِينَ آمَنُوا، ثُمَّ قَالَ: إِنَّ وَلِيَّ مُحَمَّدٍ مَنْ أَطَاعَ اللهَ وَإِنْ بَعُدَتْ لُحْمَتُهُ وَإِنَّ عَدُوَّ مُحَمَّدٍ مَنْ عَصَى اللهَ وَإِنْ قَرُبَتْ قَرَابَتُهُ۔

(۹۶) انبیاء سے زیادہ خصوصیت اُن لوگوں کو حاصل ہوتی ہے کہ جو اُن کی لائی ہوئی چیزوں کا زیادہ علم رکھتے ہوں (پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی) ابراہیم سے زیادہ خصوصیت اُن لوگوں کو تھی، جو اُن کے فرمانبردار تھے۔ اور اب اس نبی اور ایمان لانے والوں کو خصوصیت ہے (پھر فرمایا) حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دوست وُہ ہے، جو اللہ کی اطاعت کرے اگرچہ اُن سے کوئی قرابت نہ رکھتا ہو، اور اُن کا دشمن وُہ ہے جو اللہ کی نافرمانی کرے، اگرچہ نزدیکی قرابت رکھتا ہو۔

۹۷- وقد سمع رجلا من الحرورية يتهجّد ويقرأ، فقال:
نَوْمٌ عَلَى يَقِينٍ خَيْرٌ مِنْ صَلٰوةٍ فِي شَكٍّ۔

(۹۷) ایک خارجی کے متعلق آپؑ نے سُنا کہ وُہ نمازِ شب پڑھتا ہے، اور قرآن کی تلاوت کرتا ہے تو آپؑ نے فرمایا یقین کی حالت میں سونا شک کی حالت میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔

۹۸- وقال علیه السّلام: اعْقِلُوا الْخَبَرَ إِذَا سَمِعْتُمُوهُ عَقْلَ رِعَايَةٍ لَا عَقْلَ رِوَايَةٍ؛ فَإِنَّ رُوَاةَ الْعِلْمِ كَثِيرٌ، وَرُعَاتَهُ قَلِيلٌ۔

(۹۸) جب کوئی حدیث سُنو تو اُسے عقل کے معیار پر پرکھ لو، صرف نقلِ الفاظ پر بس نہ کرو، کیونکہ علم کے نقل کرنے والے تو بہت ہیں، اور اس میں غور و فکر کرنے والے کم ہیں۔

۹۹- وسمع رجلا يقول: (إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ)، فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: إِنَّ قَوْلَنَا (إِنَّا لِلّٰهِ) إِقْرَارٌ عَلَىٰ أَنْفُسِنَا بِالْمُلْكِ؛ وَقَوْلُنَا (وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ) إِقْرَارٌ عَلَىٰ أَنْفُسِنَا بِالْهُلْكِ۔

(۹۹) ایک شخص کو اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ (ہم اللہ کے ہیں اور ہمیں اللہ کی طرف پلٹنا ہے) کہتے سُنا تو فرمایا کہ ہمارا یہ کہنا کہ "ہم اللہ کے ہیں" اس کے مِلک ہونے کا اعتراف ہے اور یہ کہنا کہ "ہمیں اُسی کی طرف پلٹنا ہے" یہ اپنے لیے فنا کا اقرار ہے۔

۱۰۰- ومدحه قوم في وجهه، فقال: اَللّٰهُمَّ إِنَّكَ أَعْلَمُ بِي مِنْ نَفْسِي، وَأَنَا أَعْلَمُ بِنَفْسِي مِنْهُمْ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا خَيْرًا مِمَّا يَظُنُّونَ، وَاغْفِرْ لَنَا مَا لَا يَعْلَمُونَ۔

(۱۰۰) کچھ لوگوں نے آپؑ کے رُوبرو آپؑ کی مدح و ستائش کی، تو فرمایا۔ اے اللہ! تو مجھے مجھ سے بھی زیادہ جانتا ہے، اور اُن لوگوں سے زیادہ اپنے نفس کو میں پہچانتا ہوں۔ اے خدا جو اُن لوگوں کا خیال ہے۔ ہمیں اس سے بہتر قرار دے اور ان (لغزشوں) کو بخش دے جن کا انھیں علم نہیں۔

۱۰۱- وقال عليه السلام: لَا يَسْتَقِيمُ قَضَاءُ الْحَوَائِجِ إِلَّا بِثَلَاثٍ: بِاسْتِصْغَارِهَا لِتَعْظُمَ، وَبِاسْتِكْتَامِهَا لِتَظْهَرَ، وَبِتَعْجِيلِهَا لِتَهْنُوَ۔

(۱۰۱) حاجت روائی تین چیزوں کے بغیر پائدار نہیں ہوتی۔ اُسے چھوٹا سمجھا جائے تاکہ وہ بڑی قرار پائے، اُسے چھپایا جائے تاکہ وہ خود بخود ظاہر ہو، اور اُس میں جلدی کی جائے تاکہ وہ خوش گوار ہو۔

۱۰۲- وقال عليه السلام: يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يُقَرَّبُ فِيهِ إِلَّا الْمَاحِلُ، وَلَا يُظَرَّفُ فِيهِ إِلَّا الْفَاجِرُ، وَلَا يُضَعَّفُ فِيهِ إِلَّا الْمُنْصِفُ: يَعُدُّونَ الصَّدَقَةَ فِيهِ غُرْمًا، وَصِلَةَ الرَّحِمِ مَنًّا، وَالْعِبَادَةَ اسْتِطَالَةً عَلَى النَّاسِ فَعِنْدَ ذٰلِكَ يَكُونُ السُّلْطَانُ

(۱۰۲) لوگوں پر ایک ایسا زمانہ بھی آئے گا جس میں وہی بارگاہوں میں مقرب ہوگا جو لوگوں کے عیوب بیان کرنے والا ہو، اور وہی خوش مذاق سمجھا جائے گا، جو فاسق و فاجر ہو اور انصاف پسند کو کمزور و ناتواں سمجھا جائے گا۔ صدقہ کو لوگ خسارہ، اور صلہ رحمی کو احسان سمجھیں گے اور عبادت لوگوں پر تفوق جتلانے کے لیے ہوگی۔ ایسے زمانہ میں حکومت کا دار و مدار عورتوں کے مشورے، نوخیز

بِمَشُورَةِ النِّسَاءِ، وَإِمَارَةِ الصِّبْيَانِ وَتَدْبِيرِ الْخِصْيَانِ ۔

لڑکوں کی کارفرمائی، اور خواجہ سراؤں کی تدبیر و رائے پر ہو گا۔

---

۱۰۳ - ورئی علیه إزار خلق مرقوع فقیل له فی ذلك، فقال:-
يَخْشَعُ لَهُ الْقَلْبُ، وَتَذِلُّ بِهِ النَّفْسُ، وَيَقْتَدِي بِهِ الْمُؤْمِنُونَ إِنَّ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ عَدُوَّانِ مُتَفَاوِتَانِ، وَسَبِيلَانِ مُخْتَلِفَانِ؛ فَمَنْ أَحَبَّ الدُّنْيَا وَتَوَلَّاهَا أَبْغَضَ الْآخِرَةَ وَعَادَاهَا وَهُمَا بِمَنْزِلَةِ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ، وَمَاشٍ بَيْنَهُمَا: كُلَّمَا قَرُبَ مِنْ وَاحِدٍ بَعُدَ مِنَ الْآخَرِ؛ وَهُمَا بَعْدُ ضَرَّتَانِ ۔

(۱۰۳) آپ کے جسم پر ایک بوسیدہ اور پیوند دار جامہ دیکھا گیا، تو آپ سے اس کے بارے میں کہا گیا۔ آپ نے فرمایا! اس سے دل متواضع اور نفس رام ہوتا ہے اور مومن اس کی تاسی کرتے ہیں۔ دنیا اور آخرت آپس میں دو ناساز گار دشمن اور دو جدا جدا راستے ہیں چنانچہ جو دنیا کو چاہے گا اور اس سے دل لگائے گا، وہ آخرت سے بیر اور دشمنی رکھے گا۔ وہ دونوں بمنزلہ مشرق و مغرب کے ہیں اور ان دونوں سمتوں کے درمیان چلنے والا جب بھی ایک سے قریب ہوگا، تو دوسرے سے دور ہونا پڑے گا۔ پھر ان دونوں کا رشتہ ایسا ہی ہے، جیسا دو سوتوں کا ہوتا ہے۔

---

۱۰۴ - وعن نوف البكالی، قال: رأیت أمیر المؤمنین علیه السّلام ذات لیلة وقد خرج من فراشه فنظر فی النجوم فقال لی: یا نوف، أراقد أنت أم رامق؟ فقلت: بل رامق، قال: یا نوف
طُوبَى لِلزَّاهِدِينَ فِي الدُّنْيَا الرَّاغِبِينَ فِي الْآخِرَةِ؛ أُولَئِكَ قَوْمٌ اتَّخَذُوا الْأَرْضَ بِسَاطًا، وَتُرَابَهَا فِرَاشًا، وَمَاءَهَا طِيبًا، وَالْقُرْآنَ شِعَارًا، وَالدُّعَاءَ دِثَارًا، ثُمَّ قَرَضُوا

(۱۰۴) نوف (ابن فضالہ) بکالی کہتے ہیں کہ میں نے ایک شب امیر المومنین علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ فرش خواب سے اٹھے، ایک نظر ستاروں پر ڈالی اور پھر فرمایا اے نوف! سوتے ہو یا جاگ رہے ہو؟ میں نے کہا کہ یا امیر المومنین جاگ رہا ہوں۔ فرمایا اے نوف!
خوشا نصیب ان کے کہ جنھوں نے دنیا میں زہد اختیار کیا، اور ہمہ تن آخرت کی طرف متوجہ رہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے زمین کو فرش، مٹی کو بستر اور پانی کو شربت خوش گوار قرار دیا۔ قرآن کو سینے سے لگایا، اور دعا کو سپر بنایا۔ پھر حضرت مسیح کی طرح دامن جھاڑ کر

اَلدُّنْيَا قَرْضًا عَلٰى مِنْهَاجِ الْمَسِيْحِ۔

يَا نَوْفُ! إِنَّ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَامَ فِي مِثْلِ هٰذِهِ السَّاعَةِ مِنَ اللَّيْلِ فَقَالَ: إِنَّهَا سَاعَةٌ لَا يَدْعُوْ فِيْهَا عَبْدٌ إِلَّا اسْتُجِيْبَ لَهٗ، إِلَّا أَنْ يَكُوْنَ عَشَّارًا أَوْ عَرِيْفًا أَوْ شُرْطِيًّا، أَوْ صَاحِبَ عَرْطَبَةٍ (وهي الطنبور) أَوْ صَاحِبَ كُوْبَةٍ (وهي الطبل- وقد قيل أيضًا: إن العرطبة الطبل و الكوبة الطنبور-

دُنیا سے الگ تھلگ ہو گئے۔

اے نوف! داؤد علیہ السلام رات کے ایسے ہی حصہ میں اُٹھے اور فرمایا کہ یہ وہ گھڑی ہے کہ جس میں بندہ جو بھی دُعا مانگے مستجاب ہو گی سوا اس شخص کے جو سرکاری ٹیکس وصول کرنے والا، یا لوگوں کی بُرائیاں کرنے والا، یا (کسی ظالم حکومت کی) پولیس میں ہو یا سارنگی یا ڈھول تاشہ بجانے والا ہو۔

سید رضی کہتے ہیں کہ عرطبہ کے معنی سارنگی، اور کوبہ کے معنی ڈھول کے ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ عرطبہ کے معنی ڈھول اور کوبہ کے معنی طنبور کے ہیں۔

۱۰۵- و قال عليه السلام:

إِنَّ اللّٰهَ افْتَرَضَ عَلَيْكُمُ الْفَرَائِضَ فَلَا تُضَيِّعُوْهَا وَحَدَّ لَكُمْ حُدُوْدًا فَلَا تَعْتَدُوْهَا؛ وَنَهَاكُمْ عَنْ أَشْيَاءَ فَلَا تَنْتَهِكُوْهَا وَسَكَتَ لَكُمْ عَنْ أَشْيَاءَ وَلَمْ يَدَعْهَا نِسْيَانًا فَلَا تَتَكَلَّفُوْهَا۔

(۱۰۵) اللہ نے چند فرائض تم پر عائد کیے ہیں انھیں ضائع نہ کرو۔ اور تمھارے حدود کار مقرر کر دیے ہیں۔ اُن سے تجاوز نہ کرو۔ اُس نے چند چیزوں سے تمھیں منع کیا ہے اس کی خلاف ورزی نہ کرو، اور جن چند چیزوں کا اس نے حکم بیان نہیں کیا، انھیں بھولے سے نہیں چھوڑ دیا۔ لہٰذا خواہ مخواہ انھیں جاننے کی کوشش نہ کرو۔

۱۰۶- و قال عليه السلام:

لَا يَتْرُكُ النَّاسُ شَيْئًا مِنْ أَمْرِ دِيْنِهِمْ لِاسْتِصْلَاحِ دُنْيَاهُمْ إِلَّا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مَا هُوَ أَضَرُّ مِنْهُ۔

(۱۰۶) جو لوگ اپنی دُنیا سنوارنے کے لیے دین سے ہاتھ اُٹھا لیتے ہیں، تو خدا اُس دنیوی فائدہ سے کہیں زیادہ اُن کے لیے نقصان کی صورتیں پیدا کر دیتا ہے۔

۱۰۷- و قال عليه السلام: رُبَّ

(۱۰۷) بہت سے پڑھے لکھوں کو (دین سے

عَالِمٍ قَدْ قَتَلَهُ جَهْلُهُ، وَعِلْمُهُ مَعَهُ لَا يَنْفَعُهُ۔

بے خبری تباہ کر دیتی ہے اور جو علم اُن کے پاس ہوتا ہے، اُنھیں ذرا بھی فائدہ نہیں پہنچاتا۔

۱۰۸- و قال علیہ السلام:

لَقَدْ عُلِّقَ بِنِيَاطِ هٰذَا الْإِنْسَانِ بَضْعَةٌ هِيَ أَعْجَبُ مَا فِيهِ وَذٰلِكَ الْقَلْبُ؛ وَلَهُ مَوَادُّ مِنَ الْحِكْمَةِ وَأَضْدَادٌ مِنْ خِلَافِهَا: فَإِنْ سَنَحَ لَهُ الرَّجَاءُ أَذَلَّهُ الطَّمَعُ وَإِنْ هَاجَ بِهِ الطَّمَعُ أَهْلَكَهُ الْحِرْصُ، وَإِنْ مَلَكَهُ الْيَأْسُ قَتَلَهُ الْأَسَفُ، وَإِنْ عَرَضَ لَهُ الْغَضَبُ اشْتَدَّ بِهِ الْغَيْظُ، وَإِنْ أَسْعَدَهُ الرِّضَا نَسِيَ التَّحَفُّظَ وَإِنْ نَالَهُ الْخَوْفُ شَغَلَهُ الْحَذَرُ، وَإِنِ اتَّسَعَ لَهُ الْأَمْنُ اسْتَلَبَتْهُ الْغِرَّةُ، وَإِنْ أَفَادَ مَالاً أَطْغَاهُ الْغِنَى، وَإِنْ أَصَابَتْهُ مُصِيبَةٌ فَضَحَهُ الْجَزَعُ، وَإِنْ عَضَّتْهُ الْفَاقَةُ شَغَلَهُ الْبَلَاءُ، وَإِنْ جَهَدَهُ الْجُوعُ قَعَدَ بِهِ الضَّعْفُ وَإِنْ أَفْرَطَ بِهِ الشِّبَعُ كَظَّتْهُ الْبِطْنَةُ: فَكُلُّ تَقْصِيرٍ بِهِ مُضِرٌّ، وَكُلُّ

(۱۰۸) اس انسان سے بھی زیادہ عجیب وہ گوشت کا ایک لوتھڑا ہے جو اس کی ایک رگ کے ساتھ آویزاں کر دیا گیا ہے اور وہ دل ہے جس میں حکمت و دانائی کے ذخیرے ہیں اور اس کے برخلاف بھی صفتیں پائی جاتی ہیں۔ اگر اُسے اُمید کی جھلک نظر آتی ہے تو طمع اُسے ذلت میں مبتلا کرتی ہے اور اگر طمع اُبھرتی ہے تو اُسے حرص تباہ و برباد کر دیتی ہے۔ اگر نااُمیدی اُس پر چھا جاتی ہے تو حسرت و اندوہ اُس کے لیے جان لیوا بن جاتے ہیں اور اگر غضب اُس پر طاری ہوتا ہے تو غم و غصہ شدت اختیار کر لیتا ہے اور اگر خوش و خوشنود ہوتا ہے، تو حفظِ ماتقدم کو بھول جاتا ہے اور اگر اچانک اس پر خوف طاری ہوتا ہے، تو فکر و اندیشہ دوسری قسم کے تصورات سے اُسے روک دیتا ہے۔ اگر امن و امان کا دور دورہ ہوتا ہے، تو غفلت اس پر قبضہ کر لیتی ہے اور اگر مال و دولت حاصل کر لیتا ہے تو دولتمندی اُسے سرکش بنا دیتی ہے اور اگر اس پر کوئی مصیبت پڑتی ہے تو بے تابی و بے قراری اُسے رسوا کر دیتی ہے اور اگر فقر و فاقہ کی تکلیف میں مبتلا ہو، تو مصیبت و ابتلا اُسے جکڑ لیتی ہے اور اگر بھوک اس پر غلبہ کرتی ہے تو ناتوانی اُسے اُٹھنے نہیں دیتی اور اگر شکم پری بڑھ جاتی ہے تو یہ شکم پُری اُس کے لیے کرب و اذیت کا باعث ہوتی ہے۔ ہر کوتاہی اس کے لیے نقصان رساں اور حد

إِفْرَاطٍ لَهُ مُفْسِدٌ۔

سے زیادتی اس کے لیے تباہ کن ہوتی ہے۔

۱۰۹- وقال علیه السلام:
نَحْنُ النُّمْرُقَةُ الْوُسْطَى بِهَا يَلْحَقُ التَّالِي، وَإِلَيْهَا يَرْجِعُ الْغَالِي۔

(۱۰۹) ہم (اہلبیت) ہی وہ نقطۂ اعتدال ہیں کہ پیچھے رہ جانے والے کو اس سے آ کر ملنا ہے اور آگے بڑھ جانے والے کو اس کی طرف پلٹ کر آنا ہے۔

۱۱۰- وقال علیه السلام:
لَا يُقِيمُ أَمْرَ اللهِ سُبْحَانَهُ إِلَّا مَنْ لَا يُصَانِعُ وَلَا يُضَارِعُ، وَلَا يَتَّبِعُ الْمَطَامِعَ۔

(۱۱۰) حکم خدا کا نفاذ وہی کر سکتا ہے جو (حق کے معاملہ میں) نرمی نہ برتے، عجز و کمزوری کا اظہار نہ کرے اور حرص و طمع کے پیچھے نہ لگ جائے۔

۱۱۱- وقال علیه السلام: وقد توفي سهل بن حنيف الانصاري بالكوفة بعد مرجعه معه من صفين، وكان أحب الناس إليه:
لَوْ أَحَبَّنِي جَبَلٌ لَتَهَافَتَ۔ معنى ذلك أن المحنة تغلظ عليه فتسرع المصائب إليه، ولا يفعل ذلك إلا بالأتقياء الأبرار والمصطفين الأخيار، وهذا مثل قوله علیه السلام:

(۱۱۱) سہل ابن حنیف انصاری حضرت کو سب لوگوں میں زیادہ عزیز تھے یہ جب آپ کے ہمراہ صفین سے پلٹ کر کوفہ پہنچے تو انتقال فرما گئے جس پر حضرت نے فرمایا:
"اگر پہاڑ بھی مجھے دوست رکھے گا، تو وہ بھی ریزہ ریزہ ہو جائے گا۔"
سید رضی فرماتے ہیں کہ چونکہ اس کی آزمائش کڑی اور سخت ہوتی ہے۔ اس لیے مصیبتیں اس کی طرف لپک کر بڑھتی ہیں اور ایسی آزمائش انہی کی ہوتی ہے، جو پرہیزگار، نیکوکار، منتخب و برگزیدہ ہوتے ہیں اور ایسا ہی آپ کا دوسرا ارشاد ہے۔

۱۱۲- مَنْ أَحَبَّنَا أَهْلَ الْبَيْتِ فَلْيَسْتَعِدَّ لِلْفَقْرِ جِلْبَابًا
"وقد يؤول ذلك على معنى آخر ليس هذا موضع ذكره"

(۱۱۲) جو ہم اہل بیتؑ سے محبت کرے، اسے جامۂ فقر پہننے کے لیے آمادہ رہنا چاہیئے۔
سید رضی کہتے ہیں کہ حضرت کے اس ارشاد کے ایک اور معنی بھی کئے گئے ہیں جس کے ذکر کا یہ محل نہیں ہے

شاید اس روایت کے دوسرے معنی یہ ہوں کہ جو ہمیں دوست رکھتا ہے اُسے دنیا طلبی کے لیے تگ و دو نہ کرنا چاہیے، خواہ اس کے نتیجہ میں اُسے فقر و افلاس سے دوچار ہونا پڑے بلکہ قناعت اختیار کرتے ہوئے دنیا طلبی سے الگ رہنا چاہیے۔

۱۱۳- وقال علیه السلام: لَا مَالَ أَعْوَدُ مِنَ الْعَقْلِ، وَلَا وَحْدَةَ أَوْحَشُ مِنَ الْعُجْبِ، وَلَا عَقْلَ كَالتَّدْبِيرِ، وَلَا كَرَمَ كَالتَّقْوَىٰ، وَلَا قَرِينَ كَحُسْنِ الْخُلُقِ، وَلَا مِيرَاثَ كَالْأَدَبِ، وَلَا قَائِدَ كَالتَّوْفِيقِ، وَلَا تِجَارَةَ كَالْعَمَلِ الصَّالِحِ وَلَا رِبْحَ كَالثَّوَابِ، وَلَا وَرَعَ كَالْوُقُوفِ عِنْدَ الشُّبْهَةِ، وَلَا زُهْدَ كَالزُّهْدِ فِي الْحَرَامِ وَلَا عِلْمَ كَالتَّفَكُّرِ، وَلَا عِبَادَةَ كَأَدَاءِ الْفَرَائِضِ، وَلَا إِيمَانَ كَالْحَيَاءِ وَالصَّبْرِ، وَلَا حَسَبَ كَالتَّوَاضُعِ، وَلَا شَرَفَ كَالْعِلْمِ (وَلَا عِزَّ كَالْحِلْمِ) وَلَا مُظَاهَرَةَ أَوْثَقُ مِنَ الْمُشَاوَرَةِ۔

(۱۱۳) عقل سے بڑھ کر کوئی مال سود مند اور خود بینی سے بڑھ کر کوئی تنہائی وحشتناک نہیں اور تدبیر سے بڑھ کر کوئی عقل کی بات نہیں اور کوئی بزرگی تقویٰ کے مثل نہیں اور خوش خلقی سے بہتر کوئی ساتھی اور ادب کے مانند کوئی میراث نہیں اور توفیق کے مانند کوئی پیشرو اور اعمالِ خیر سے بڑھ کر کوئی تجارت نہیں اور ثواب کا ایسا کوئی نفع نہیں اور کوئی پرہیزگاری شبہات میں توقف سے بڑھ کر نہیں اور حرام کی طرف بے رغبتی سے بڑھ کر کوئی زہد اور تفکر و پیش بینی سے بڑھ کر کوئی علم نہیں اور ادائے فرائض کے مانند کوئی عبادت اور حیاء و صبر سے بڑھ کر کوئی ایمان نہیں اور فروتنی سے بڑھ کر کوئی سرفرازی اور علم کے مانند کوئی بزرگی و شرافت نہیں، حلم کے مانند کوئی عزت اور مشورہ سے مضبوط کوئی پشت پناہ نہیں۔

۱۱۴- وقال علیه السلام: إِذَا اسْتَوْلَى الصَّلَاحُ عَلَى الزَّمَانِ وَأَهْلِهِ ثُمَّ أَسَاءَ رَجُلٌ الظَّنَّ بِرَجُلٍ لَمْ تَظْهَرْ مِنْهُ خِزْيَةٌ فَقَدْ ظَلَمَ! وَإِذَا اسْتَوْلَى الْفَسَادُ عَلَى الزَّمَانِ وَأَهْلِهِ فَأَحْسَنَ

(۱۱۴) جب دنیا اور اہل دنیا میں نیکی کا چلن ہو، اور پھر کوئی شخص کسی ایسے شخص سے کہ جس سے رسوائی کی کوئی بات ظاہر نہیں ہوئی سوءِ ظن رکھے تو اس نے اس پر ظلم و زیادتی کی اور جب دنیا و اہل دنیا پر شر و فساد کا غلبہ ہو اور پھر کوئی شخص کسی دوسرے شخص سے حسنِ ظن رکھے، تو اس نے (خود ہی اپنے کو) خطرے

رَجُلٍ الظَّنَّ بِرَجُلٍ فَقَدْ غَرَّرَ!

میں ڈالا۔

---

۱۱۵ - وقيل له عليه السلام: كيف تجدك يا أمير المؤمنين؟ فقال عليه السلام: كَيْفَ يَكُونُ (حَالُ) مَنْ يَفْنَى بِبَقَائِهِ وَيَسْقَمُ بِصِحَّتِهِ، وَيُؤْتَى مِنْ مَأْمَنِهِ۔

(۱۱۵) امیر المومنین علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ آپؑ کا حال کیسا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ اس کا حال کیا ہوگا جسے زندگی موت کی طرف لیے جا رہی ہو، اور جس کی صحت بیماری کا پیش خیمہ ہو اور جسے اپنی پناہ گاہ سے گرفت میں لے لیا جائے۔

---

۱۱۶ - وقال عليه السلام: كَمْ مِنْ مُسْتَدْرَجٍ بِالْإِحْسَانِ إِلَيْهِ، وَمَغْرُورٍ بِالسَّتْرِ عَلَيْهِ! وَمَفْتُونٍ بِحُسْنِ الْقَوْلِ فِيهِ! وَمَا ابْتَلَى اللهُ أَحَداً بِمِثْلِ الْإِمْلَاءِ لَهُ۔

(۱۱۶) کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جنہیں نعمتیں دے کر رفتہ رفتہ عذاب کا مستحق بنایا جاتا ہے اور کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جو اللہ کی پردہ پوشی سے دھوکا کھائے ہوئے ہیں اور اپنے بارے میں اچھے الفاظ سن کر فریب میں پڑ گئے ہیں اور مہلت دینے سے زیادہ اللہ کی جانب سے کوئی بڑی آزمائش نہیں ہے۔

---

۱۱۷ - وقال عليه السلام: هَلَكَ فِيَّ رَجُلَانِ: مُحِبٌّ غَالٍ، وَمُبْغِضٌ قَالٍ!

(۱۱۷) میرے بارے میں دو قسم کے لوگ تباہ و برباد ہوئے۔ ایک وہ چاہنے والا جو حد سے بڑھ جائے اور ایک وہ دشمنی رکھنے والا جو عداوت رکھے۔

---

۱۱۸ - وقال عليه السلام: إِضَاعَةُ الْفُرْصَةِ غُصَّةٌ۔

(۱۱۸) موقع کو ہاتھ سے جانے دینا رنج و اندوہ کا باعث ہوتا ہے۔

---

۱۱۹ - وقال عليه السلام: مَثَلُ الدُّنْيَا كَمَثَلِ الْحَيَّةِ لَيِّنٌ مَسُّهَا وَالسَّمُّ النَّاقِعُ فِي جَوْفِهَا: يَهْوِي إِلَيْهَا الْغِرُّ الْجَاهِلُ

(۱۱۹) دنیا کی مثال سانپ کی سی ہے کہ جو چھونے میں نرم معلوم ہوتا ہے مگر اس کے اندر زہر ہلاہل بھرا ہوتا ہے۔ فریب خوردہ جاہل اس کی طرف کھنچتا ہے اور ہوشمند

وَيَحْذَرُهَا ذُو اللُّبِّ الْعَاقِلُ!

وہ دانا اُس سے بچ کر رہتا ہے۔

۱۲۰۔ وسئل عليه السّلام عن قريش
فقال: أَمَّا بَنُو مَخْزُومٍ فَرَيْحَانَةُ
قُرَيْشٍ تُحِبُّ حَدِيثَ رِجَالِهِمْ،
وَالنِّكَاحَ فِي نِسَائِهِمْ، وَأَمَّا
بَنُو عَبْدِ شَمْسٍ فَأَبْعَدُهَا رَأْياً،
وَأَمْنَعُهَا لِمَا وَرَاءَ ظُهُورِهَا، وَأَمَّا
نَحْنُ فَأَبْذَلُ لِمَا فِي أَيْدِينَا، وَ
أَسْمَحُ عِنْدَ الْمَوْتِ بِنُفُوسِنَا،
وَهُمْ أَكْثَرُ وَأَمْكَرُ وَأَنْكَرُ، وَنَحْنُ
أَنْصَحُ وَأَنْصَحُ وَأَصْبَحُ۔

(۱۲۰) حضرت سے قُریش کے بارے میں سوال
کیا گیا، تو آپ نے فرمایا کہ (قبیلۂ) بنی مخزوم قریش کا
مہکتا ہُوا پھول ہیں۔ اُن کے مردوں سے گفتگو اور اُن کی
عورتوں سے شادی پسندیدہ ہے اور بنی عبدشمس دُور اندیش
اور پیٹھ پیچھے کی اوجھل چیزوں کی پُوری روک تھام کرنے
والے ہیں۔ لیکن ہم (بنی ہاشم) تو جو ہمارے ہاتھ میں ہوتا ہے
اُسے صرف کر ڈالتے ہیں، اور موت آنے پر جان دیتے ہیں
بڑے جوانمرد ہوتے ہیں اور یہ بنی (عبدشمس) گنتی میں
زیادہ حیلہ باز اور بدصورت ہوتے ہیں اور ہم خوش گفتار
خیر خواہ اور خوب صُورت ہوتے ہیں۔

۱۲۱۔ وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:
شَتَّانَ مَا بَيْنَ عَمَلَيْنِ. عَمَلٌ تَذْهَبُ
لَذَّتُهُ وَتَبْقَى تَبِعَتُهُ، وَعَمَلٌ تَذْهَبُ
مَؤُونَتُهُ وَيَبْقَى أَجْرُهُ۔

(۱۲۱) ان دونوں قسم کے عملوں میں کتنا فرق ہے
ایک وہ عمل جس کی لذّت مٹ جائے لیکن اس کا وبال رہ
جائے۔ اور ایک وُہ جس کی سختی ختم ہو جائے لیکن اُس
کا اجر و ثواب باقی رہے۔

۱۲۲۔ وَتبع جنازة فسمع رجلا
يضحك، فقال: كَأَنَّ الْمَوْتَ فِيهَا
عَلَى غَيْرِنَا كُتِبَ، وَكَأَنَّ الْحَقَّ فِيهَا
عَلَى غَيْرِنَا وَجَبَ، وَكَأَنَّ الَّذِي
نَرَى مِنَ الْأَمْوَاتِ سَفْرٌ عَمَّا
قَلِيلٍ إِلَيْنَا رَاجِعُونَ! نُبَوِّئُهُمْ
أَجْدَاثَهُمْ، وَنَأْكُلُ تُرَاثَهُمْ،

(۱۲۲) حضرت ایک جنازہ کے پیچھے جا رہے
تھے کہ ایک شخص کے ہنسنے کی آواز سُنی جس پر آپ نے
فرمایا۔

گویا اس دُنیا میں موت ہمارے علاوہ دُوسروں کے
لیے لکھی گئی ہے اور گویا یہ حق (موت) دُوسروں ہی پر لازم
ہے اور گویا جن مرنے والوں کو ہم دیکھتے ہیں، وُہ مسافر
ہیں جو عنقریب ہماری طرف پلٹ آئیں گے۔ اِدھر ہم انھیں

(كَأَنَّا مُخَلَّدُونَ بَعْدَهُمْ) ثُمَّ قَدْ نَسِينَا كُلَّ وَاعِظٍ وَوَاعِظَةٍ وَرُمِينَا بِكُلِّ جَائِحَةٍ !!

قبروں میں اُتارتے ہیں اُدھر اُن کا ترکہ کھانے لگتے ہیں. گویا ان کے بعد ہم ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ پھر یہ کہ ہم نے ہر پند و نصیحت کرنے والے کو وہ مرد ہو یا عورت بھلا دیا ہے اور ہر آفت کا نشانہ بن گئے ہیں۔

۱۲۳۔ وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: طُوبَىٰ لِمَنْ ذَلَّ فِي نَفْسِهِ، وَطَابَ كَسْبُهُ، وَصَلُحَتْ سَرِيرَتُهُ، وَحَسُنَتْ خَلِيقَتُهُ، وَأَنْفَقَ الْفَضْلَ مِنْ مَالِهِ، وَأَمْسَكَ الْفَضْلَ مِنْ لِسَانِهِ، وَعَزَلَ عَنِ النَّاسِ شَرَّهُ، وَوَسِعَتْهُ السُّنَّةُ، وَلَمْ يُنْسَبْ إِلَى الْبِدْعَةِ.

قَالَ الرَّضِيُّ: أقول: ومن الناس من يَنْسِبُ هٰذا الكلام إلى رسول الله صلّى الله عليه وآله وسلم وكذلك الذي قبله.

(۱۲۳) خوشا نصیب اُس کے کہ جس نے اپنے مقام پر فروتنی اختیار کی جس کی کمائی پاک و پاکیزہ نیت نیک اور خصلت و عادت پسندیدہ رہی جس نے اپنی ضرورت سے بچا ہوا مال خدا کی راہ میں صرف کیا بے کار باتوں سے اپنی زبان کو روک لیا، مردم آزاری سے کنارہ کش رہا، سُنّت اسے ناگوار نہ ہوئی اور بدعت کی طرف منسوب نہ ہوا۔

سیّد رضی کہتے ہیں:
کہ کچھ لوگوں نے اس کلام کو اور اس سے پہلے کلام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب کیا ہے

۱۲۴۔ وقال علیه السلام: غَيْرَةُ الْمَرْأَةِ كُفْرٌ، وَغَيْرَةُ الرَّجُلِ إِيمَانٌ.

(۱۲۴) عورت کا غیرت کرنا کفر ہے، اور مرد کا غیور ہونا ایمان ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جب مرد کو چار عورتیں تک کرنے کی اجازت ہے تو عورت کا سوت گوارا نہ کرنا حلال خدا سے ناگواری کا اظہار اور ایک طرح سے حلال کو حرام سمجھنا ہے اور یہ کفر کے ہمپایہ ہے، اور چونکہ عورت کے لیے متعدد شوہر کرنا جائز نہیں ہے، اس لیے مرد کا اشتراک گوارا نہ کرنا اس کی غیرت کا تقاضا اور حرام خدا کو حرام سمجھنا ہے اور یہ ایمان کے مرادف ہے۔

مرد و عورت میں یہ تفریق اس لیے ہے تاکہ تولید و بقائے نسل انسانی میں کوئی روک پیدا نہ ہو، کیونکہ یہ مقصد اسی صورت میں بدرجہ اتم حاصل ہو سکتا ہے جب مرد کے لیے تعدد ازدواج کی اجازت ہو، کیونکہ ایک مرد سے ایک ہی زمانہ میں متعدد اولادیں ہو سکتی ہیں اور عورت اس سے معذور و قاصر ہے کہ وہ متعدد مردوں کے عقد میں آنے سے

متعدد اولادیں پیدا کر سکے۔ کیونکہ زمانۂ حمل میں دوبارہ حمل کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس کے علاوہ اس پر ایسے حالات بھی طاری ہوتے رہتے ہیں کہ مرد کو اس سے کنارہ کشی اختیار کرنا پڑتی ہے۔ چنانچہ حیض اور رضاعت کا زمانہ ایسا ہی ہوتا ہے جس سے تولید کا سلسلہ رُک جاتا ہے اور اگر متعدد ازواج ہونگی، تو سلسلۂ تولید جاری رہ سکتا ہے۔ کیونکہ متعدد بیویوں میں سے کوئی نہ کوئی بیوی ان عوارض سے خالی ہو گی جس سے نسلِ انسانی کی ترقی کا مقصد حاصل ہوتا رہے گا۔ کیونکہ مرد کے لیے ایسے موانع پیدا نہیں ہوتے کہ جو سلسلۂ تولید میں روک بن سکیں۔ اس لیے خداوندِ عالم نے مردوں کے لیے تعدد ازواج کو جائز قرار دیا ہے، اور عورتوں کے لیے یہ صورت جائز نہیں رکھی کہ وہ بوقتِ واحد متعدد مردوں کے عقد میں آئیں۔ کیونکہ ایک عورت کا کئی شوہر کرنا غیرت و شرافت کے بھی منافی ہے اور اس کے علاوہ ایسی صورت میں نسب کی بھی تمیز نہ ہو سکے گی کہ کون کس کی صلب سے ہے۔ چنانچہ امام رضا علیہ السلام سے ایک شخص نے دریافت کیا کہ کیا وجہ ہے کہ مرد ایک وقت میں چار بیویاں تک کر سکتا ہے اور عورت ایک وقت میں ایک مرد سے زیادہ شوہر نہیں کر سکتی۔ حضرت نے فرمایا کہ مرد جب متعدد عورتوں سے نکاح کرے گا تو اولاد بہر صورت اسی کی طرف منسوب ہو گی۔ اور اگر عورت کے دو یا دو سے زیادہ شوہر ہوں گے تو یہ معلوم نہ ہو سکے گا کہ کون کس کی اولاد اور کس شوہر سے ہے۔ لہٰذا ایسی صورت میں نسب مشتبہ ہو کر رہ جائے گا اور صحیح باپ کی تعیین نہ ہو سکے گی۔ اور یہ امر اس مولود کے مفاد کے بھی خلاف ہو گا۔ کیونکہ کوئی بھی بحیثیت باپ کے اس کی تربیت کی طرف متوجہ نہ ہو گا جس سے وہ اخلاق و آداب سے بے بہرہ اور تعلیم و تربیت سے محروم ہو کر رہ جائے گا۔

۱۲۵۔ وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:
لَأَنْسُبَنَّ الْإِسْلَامَ نِسْبَةً لَمْ يَنْسُبْهَا أَحَدٌ قَبْلِي: الْإِسْلَامُ هُوَ التَّسْلِيمُ، وَالتَّسْلِيمُ هُوَ الْيَقِينُ، وَالْيَقِينُ هُوَ التَّصْدِيقُ، وَالتَّصْدِيقُ هُوَ الْإِقْرَارُ، وَالْإِقْرَارُ هُوَ الْأَدَاءُ، وَالْأَدَاءُ هُوَ الْعَمَلُ۔

(۱۲۵) میں اسلام کی ایسی صحیح تعریف بیان کرتا ہوں جو مجھ سے پہلے کسی نے بیان نہیں کی۔ اسلام سر تسلیم خم کرنا ہے، اور سر تسلیم جھکانا یقین ہے، اور یقین تصدیق ہے، اور تصدیق اعتراف ہے، اور اعتراف فرض کی بجا آوری ہے، اور فرض کی بجا آوری عمل ہے۔

۱۲۶۔ وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:
عَجِبْتُ لِلْبَخِيلِ يَسْتَعْجِلُ الْفَقْرَ الَّذِي مِنْهُ هَرَبَ، وَيَفُوتُهُ الْغِنَى الَّذِي إِيَّاهُ طَلَبَ

(۱۲۶) مجھے تعجب ہوتا ہے بخیل پر کہ وہ جس فقر و ناداری سے بھاگنا چاہتا ہے، اُس کی طرف تیزی سے بڑھتا ہے اور جس ثروت و خوش حالی کا طالب ہوتا

فَيَعِيشُ فِي الدُّنْيَا عَيْشَ الْفُقَرَاءِ، وَيُحَاسَبُ فِي الْآخِرَةِ حِسَابَ الْأَغْنِيَاءِ، وَعَجِبْتُ لِلْمُتَكَبِّرِ الَّذِي كَانَ بِالْأَمْسِ نُطْفَةً وَيَكُونُ غَدًا جِيفَةً، وَعَجِبْتُ لِمَنْ شَكَّ فِي اللّٰهِ وَهُوَ يَرَى خَلْقَ اللّٰهِ، وَعَجِبْتُ لِمَنْ نَسِيَ الْمَوْتَ وَهُوَ يَرَى الْمَوْتَى، وَعَجِبْتُ لِمَنْ أَنْكَرَ النَّشْأَةَ الْأُخْرَى وَهُوَ يَرَى النَّشْأَةَ الْأُولَى، وَعَجِبْتُ لِعَامِرِ دَارِ الْفَنَاءِ وَتَارِكِ دَارِ الْبَقَاءِ !!!

ہے وہی اُس کے ہاتھ سے نکل جاتی ہے۔ وُہ دُنیا میں فقیروں کی سی زندگی بسر کرتا ہے اور آخرت میں دولتمندوں کا سا اُس سے محاسبہ ہوگا، اور مجھے تعجب ہوتا ہے متکبّر و مغرور پر کہ جو کل ایک نطفہ تھا، اور کل کو مُردار ہوگا۔ اور مجھے تعجب ہے اُس پر کہ جو اللہ کی پیدا کی ہُوئی کائنات کو دیکھتا ہے، اور پھر اُس کے وجود میں شک کرتا ہے اور تعجب ہے اُس پر کہ جو مرنے والوں کو دیکھتا ہے اور پھر موت کو بھُولے ہُوئے ہے۔ اور تعجب ہے اُس پر کہ جو پہلی پیدائش کو دیکھتا ہے اور پھر دوبارہ اُٹھائے جانے سے انکار کرتا ہے۔ اور تعجب ہے اُس پر جو سرائے فانی کو آباد کرتا ہے اور منزلِ جاودانی کو چھوڑ دیتا ہے۔

١٢٧۔ وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:
مَنْ قَصَّرَ فِي الْعَمَلِ ابْتُلِيَ بِالْهَمِّ، وَلَا حَاجَةَ فِيمَنْ لَيْسَ لِلّٰهِ فِي مَالِهِ وَنَفْسِهِ نَصِيبٌ۔

(۱۲۷) جو عمل میں کوتاہی کرتا ہے، وُہ رنج و اندوہ میں مُبتلا رہتا ہے اور جس کے مال و جان میں اللہ کا کچھ حصّہ نہ ہو اللہ کو ایسے کی کوئی ضرورت نہیں۔

١٢٨۔ وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:
تَوَقَّوُا الْبَرْدَ فِي أَوَّلِهِ، وَتَلَقَّوْهُ فِي آخِرِهِ، فَإِنَّهُ يَفْعَلُ فِي الْأَبْدَانِ كَفِعْلِهِ فِي الْأَشْجَارِ: أَوَّلُهُ يُحْرِقُ، وَآخِرُهُ يُورِقُ۔

(۱۲۸) شروع سردی میں سردی سے احتیاط کرو، اور آخر میں اُس کا خیر مقدم کرو، کیونکہ سردی جسموں میں وُہی کرتی ہے، جو وُہ درختوں میں کرتی ہے کہ ابتدا میں درختوں کو جھُلس دیتی ہے، اور انتہا میں سرسبز و شاداب کرتی ہے۔

موسم خزاں میں سردی سے بچاؤ اس لیے ضروری ہے کہ موسم کی تبدیلی سے مزاج میں انحراف پیدا ہو جاتا ہے، اور نزلہ و زکام اور کھانسی وغیرہ کی شکایات پیدا ہو جاتی ہیں۔ وجہ یہ ہوتی ہے کہ بدن گرمی کے عادی ہو چکے ہوتے ہیں کہ ناگاہ سردی سے دوچار ہونا پڑتا ہے جس سے دماغ کے مسامات سکڑ جاتے ہیں، اور مزاج

میں برودت و یبوست بڑھ جاتی ہے۔ چنانچہ گرم پانی سے غسل کرنے کے بعد فوراً ٹھنڈے پانی سے نہانا اسی لیے مضر ہے کہ گرم پانی سے مسامات کھل چکے ہوتے ہیں جس کی وجہ سے وہ سرد پانی کے اثرات کو فوراً قبول کر لیتے ہیں اور نتیجہ میں حرارتِ غریزی کو نقصان پہنچتا ہے۔ البتہ موسمِ بہار میں سردی سے بچاؤ کی ضرورت نہیں ہوتی اور نہ وہ صحت کے لیے نقصان دہ ثابت ہوتی ہے کیونکہ بدن پہلے ہی سے سردی کے عادی ہو چکے ہوتے ہیں، اس لیے بہار کی معتدل سردی بدن پر ناخوشگوار اثر نہیں ڈالتی، بلکہ سردی کا زور ٹوٹنے سے بدن میں حرارت و رطوبت بڑھ جاتی ہے۔ جس سے نشوونما میں قوت آتی ہے، حرارتِ غریزی ابھرتی ہے اور جسم میں نمو طبیعت میں شگفتگی اور روح میں بالیدگی پیدا ہوتی ہے۔

اسی طرح عالمِ نباتات پر بھی تبدیلی موسم کا یہی اثر ہوتا ہے۔ چنانچہ موسمِ خزاں میں برودت و یبوست کے غالب آنے سے پتے مرجھا جاتے ہیں، روحِ نباتی افسردہ ہو جاتی ہے، چمن کی حسن و تازگی مٹ جاتی ہے، اور سبزہ زاروں پر موت کی سی کیفیت طاری ہو جاتی ہے اور موسمِ بہار ان کے لیے زندگی کا پیغام لے کر آتا ہے اور بارآور ہواؤں کے چلنے سے پتے اور شگوفے پھوٹنے لگتے ہیں اور شجر سرسبز و شاداب اور دشت و صحرا سبزہ پوش ہو جاتے ہیں۔

۱۲۹۔ وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ عِظَمُ الْخَالِقِ عِنْدَكَ يُصَغِّرُ الْمَخْلُوقَ فِي عَيْنِكَ۔

(۱۲۹) اللہ کی عظمت کا احساس تمہاری نظروں میں کائنات کو حقیر و پست کر دے۔

۱۳۰۔ وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَقَدْ رجع من صفين فاشرف على القبور بظاهر الكوفة:

يَا أَهْلَ الدِّيَارِ الْمُوحِشَةِ وَالْمَحَالِّ الْمُقْفِرَةِ، وَالْقُبُورِ الْمُظْلِمَةِ يَا أَهْلَ التُّرْبَةِ، يَا أَهْلَ الْغُرْبَةِ يَا أَهْلَ الْوَاحِدَةِ يَا أَهْلَ الْوَحْشَةِ، أَنْتُمْ لَنَا فَرَطٌ سَابِقٌ وَنَحْنُ لَكُمْ تَبَعٌ لَاحِقٌ، أَمَّا الدُّورُ فَقَدْ سُكِنَتْ وَأَمَّا الْأَزْوَاجُ فَقَدْ نُكِحَتْ، وَأَمَّا

(۱۳۰) صفین سے پلٹتے ہوئے کوفے سے باہر قبرستان پر نظر پڑی تو فرمایا:

اے وحشت افزا گھروں، اجڑے مکانوں اور اندھیری قبروں کے رہنے والو! اے خاک نشینو! اے عالمِ غربت کے ساکنو! اے تنہائی اور الجھن میں بسر کرنے والو! تم تیز رو ہو جو ہم سے آگے بڑھ گئے ہو اور ہم تمہارے نقشِ قدم پر چل کر تم سے ملا چاہتے ہیں۔ اب صورت یہ ہے کہ گھروں میں دوسرے بس گئے ہیں، بیویوں سے اوروں نے نکاح کر لیے ہیں اور تمہارا مال و اسباب

الأموالُ فقد قُسِمَت. هذا خبرُ ما عندنا فما خبرُ ما عندكم؟

ثم التفت إلى أصحابه فقال: أما لو أُذِنَ لهم في الكلام لأخبروكم أنّ خيرَ الزادِ التقوى.

تقسیم ہو چکا ہے، یہ تو ہمارے یہاں کی خبر ہے۔ اب تم کہو کہ تمہارے یہاں کی کیا خبر ہے؟

(پھر حضرتؑ اپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا) اگر انھیں بات کرنے کی اجازت دی جائے، تو یہ تمھیں بتائیں گے کہ بہترین زادِ راہ تقویٰ ہے۔

---

١٣١ - وقال عليه السلام، وقد سمع رجلاً يذم الدنيا: أيها الذامُّ للدنيا المغترُّ بغرورها المخدوعُ بأباطيلها! أتغترُّ بالدنيا ثم تذمُّها؟ أأنت المتجرِّمُ عليها أم هي المتجرِّمةُ عليك؟ متى استهوتك أم متى غرّتك؟ أبمصارع آبائك من البلى؟ أم بمضاجع أمهاتك تحت الثرى؟ كم علّلت بكفيك؟ وكم مرّضت بيديك؟ تبغي لهم الشفاء، وتستوصف لهم الأطباء، (غداة لا يغني عنهم دواؤك، ولا يجدي عليهم بكاؤك) لم ينفع أحدهم إشفاقك ولم تسعف بطلبتك، ولم تدفع عنه بقوتك! وقد مثّلت لك به الدنيا نفسك! وبمصرعه مصرعك. إن الدنيا دار صدق لمن صدقها، ودار

(۱۳۱) ایک شخص کو دنیا کی برائی کرتے ہوئے سنا تو فرمایا! اے دنیا کی برائی کرنے والے! اس کے فریب میں مبتلا ہونے والے! اور اس کی غلط سلط باتوں کے دھوکے میں آنے والے! تم اس پر گرویدہ بھی ہوتے ہو، اور پھر اس کی مذمت بھی کرتے ہو۔ کیا تم دنیا کو مجرم ٹھہرانے کا حق رکھتے ہو، یا وہ تمھیں مجرم ٹھہرائے تو حق بجانب ہے؟ دنیا نے کب تمہارے ہوش و حواس سلب کئے اور کس بات سے فریب دیا؟ کیا ہلاکت و کہنگی سے تمہارے باپ دادا کے بے جان ہو کر گرنے سے یا مٹی کے نیچے تمہاری ماؤں کی خوابگاہوں سے؟ کتنی تم نے بیماروں کی دیکھ بھال کی، اور کتنی دفعہ خود تیمارداری کی اس صبح کو کہ جب نہ دوا کارگر ہوتی نظر آتی تھی، اور نہ تمہارا رونا دھونا ان کے لیے کچھ مفید تھا۔ تم ان کے لیے شفا کے خواہشمند تھے۔ اور طبیبوں سے دوا دارو پوچھتے پھرتے تھے۔ ان میں سے کسی ایک کے لیے بھی تمہارا اندیشہ فائدہ مند ثابت نہ ہو سکا، اور تمہارا مقصد حاصل نہ ہوا، اور اپنی چارہ سازی سے تم موت کو اس بیمار سے ہٹا نہ سکے۔ تو دنیا نے تو اس کے پردہ میں خود تمہارا انجام اور اس کے ہلاک ہونے سے خود تمہاری ہلاکت کا نقشہ تمھیں دکھا دیا۔ بلاشبہ دنیا اس

عَافِيَةٍ لِمَنْ فَهِمَ عَنْهَا، وَدَارُ غِنًى لِمَنْ تَزَوَّدَ مِنْهَا، وَدَارُ مَوْعِظَةٍ لِمَنِ اتَّعَظَ بِهَا، مَسْجِدُ أَحِبَّاءِ اللهِ، وَمُصَلَّى مَلَائِكَةِ اللهِ، وَمَهْبِطُ وَحْيِ اللهِ، وَمَتْجَرُ أَوْلِيَاءِ اللهِ، اكْتَسَبُوا فِيهَا الرَّحْمَةَ، وَرَبِحُوا فِيهَا الْجَنَّةَ، فَمَنْ ذَا يَذُمُّهَا وَقَدْ آذَنَتْ بِبَيْنِهَا وَنَادَتْ بِفِرَاقِهَا، وَنَعَتْ نَفْسَهَا وَأَهْلَهَا، فَمَثَّلَتْ لَهُمْ بِبَلَائِهَا الْبَلَاءَ، وَشَوَّقَتْهُمْ بِسُرُورِهَا إِلَى السُّرُورِ؟؟!! رَاحَتْ بِعَافِيَةٍ، وَابْتَكَرَتْ بِفَجِيعَةٍ؛ تَرْغِيبًا وَتَرْهِيبًا، وَتَخْوِيفًا وَتَحْذِيرًا، فَذَمَّهَا رِجَالٌ غَدَاةَ النَّدَامَةِ، وَحَمِدَهَا آخَرُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؛ ذَكَّرَتْهُمُ الدُّنْيَا فَتَذَكَّرُوا، وَحَدَّثَتْهُمْ فَصَدَّقُوا، وَوَعَظَتْهُمْ فَاتَّعَظُوا۔

شخص کے لیے جو باور کرے، سچائی کا گھر ہے اور جو اُس کی ان باتوں کو سمجھے اُس کے لیے امن و عافیت کی منزل ہے اور اُس سے زادِ راہ حاصل کرے، اُس کے لیے دولتمندی کی منزل ہے اور جو اس سے نصیحت حاصل کرے، اُس کے لیے وعظ و نصیحت کا محل ہے۔ وہ دوستانِ خدا کے لیے عبادت کی جگہ، اللہ کے فرشتوں کے لیے نماز پڑھنے کا مقام وحیِ الٰہی کی منزل اور اولیاء اللہ کی تجارت گاہ ہے۔ اُنھوں نے اس میں فضل و رحمت کا سودا کیا اور اس میں رہتے ہوئے جنت کو فائدہ میں حاصل کیا، تو اب کون ہے جو دُنیا کی بُرائی کرے، جبکہ اُس نے اپنے جُدا ہونے کی اطلاع دے دی ہے اور اپنی علیحدگی کا اعلان کر دیا ہے اور اپنے بسنے والوں کی موت کی خبر دے دی ہے۔ چنانچہ اُس نے اپنی ابتلا سے ابتلا کا پتہ دیا ہے اور اپنی مسرتوں سے آخرت کی مسرتوں کا شوق دلایا ہے۔ وہ رغبت دلانے اور ڈرانے، خوفزدہ کرنے اور متنبہ کرنے کے لیے شام کو امن و عافیت کا اور صبح کو درد و اندوہ کا پیغام لے کر آتی ہے تو جن لوگوں نے شرمسار ہو کر صبح کی وہ اُس کی بُرائی کرنے لگے۔ اور دُوسرے لوگ قیامت کے دن اس کی تعریف کریں گے کہ دُنیا نے اُن کو آخرت کی یاد دلائی تو انھوں نے یاد رکھا اور اُس نے انھیں خبر دی تو انھوں نے تصدیق کی اور اس نے انھیں پند و نصیحت کی، تو اُنھوں نے نصیحت حاصل کی۔

ہر متکلم و خطیب کی زبان منجھے ہوئے موضوع ہی پر زورِ بیان دکھایا کرتی ہے اور اگر اُسے موضوعِ سخن بدلنا پڑے تو نہ ذہن کام کرے گا اور نہ زبان کی گویائی ساتھ دے گی۔ مگر جس کے ذہن میں صلاحیت تصرّف اور دماغ میں قوتِ فکر ہو، وہ جس طرح چاہے کلام کو گردش دے سکتا ہے، اور جس موضوع پر چاہے "قادر الکلامی" کے جوہر دکھا سکتا

ہے۔ چنانچہ وُہ زبان جو ہمیشہ دُنیا کی مذمت اور اس کی فریب کاریوں کو بے نقاب کرنے میں کھلتی تھی، جب اُس کی مدح میں کھلتی ہے تو وُہی قدرتِ کلام و قوتِ استدلال نظر آتی ہے جو اس زبان کا طرۂ امتیاز ہے اور پھر الفاظ کو توصیفی سانچہ میں ڈھالنے سے نظریہ میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی اور راہوں کے الگ الگ ہونے کے باوجود منزلِ مقصود ایک ہی رہتی ہے۔

۱۳۲۔ وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلامُ: إِنَّ لِلّٰهِ مَلَكاً يُنَادِي فِي كُلِّ يَوْمٍ: لِدُوا لِلْمَوْتِ، وَاجْمَعُوا لِلْفَنَاءِ، وَابْنُوا لِلْخَرَابِ۔

(۱۳۲) اللہ کا ایک فرشتہ ہر روز یہ ندا کرتا ہے کہ موت کے لیے اولاد پیدا کرو، برباد ہونے کے لیے جمع کرو اور تباہ ہونے کے لیے عمارتیں کھڑی کرو۔

۱۳۳۔ وقال علیہ السلام: اَلدُّنْيَا دَارُ مَمَرٍّ لَا دَارُ مَقَرٍّ، وَالنَّاسُ فِيهَا رَجُلانِ: رَجُلٌ بَاعَ فِيهَا نَفْسَهُ فَأَوْبَقَهَا، وَرَجُلٌ ابْتَاعَ نَفْسَهُ فَأَعْتَقَهَا

(۱۳۳) "دُنیا" اصل منزل قرار کے لیے ایک گزرگاہ ہے۔ اس میں دو قسم کے لوگ ہیں: ایک وُہ جنھوں نے اس میں اپنے نفس کو بیچ کر ہلاک کر دیا۔ اور ایک وُہ جنھوں نے اپنے نفس کو خرید کر آزاد کر دیا۔

۱۳۴۔ وَقَالَ علیہ السلام: لَا يَكُونُ الصَّدِيقُ صَدِيقاً حَتَّى يَحْفَظَ أَخَاهُ فِي ثَلاثٍ: فِي نَكْبَتِهِ، وَغَيْبَتِهِ، وَوَفَاتِهِ۔

(۱۳۴) دوست اُس وقت تک دوست نہیں سمجھا جا سکتا جب تک کہ وُہ اپنے بھائی کی تین موقعوں پر نگہداشت نہ کرے، مُصیبت کے موقع پر اُس کے پس پشت اور اُس کے مرنے کے بعد۔

۱۳۵۔ وَقَالَ علیہ السلام: مَنْ أُعْطِيَ أَرْبَعاً لَمْ يُحْرَمْ أَرْبَعاً: مَنْ أُعْطِيَ الدُّعَاءَ لَمْ يُحْرَمِ الْإِجَابَةَ، وَمَنْ أُعْطِيَ التَّوْبَةَ لَمْ يُحْرَمِ الْقَبُولَ، وَمَنْ أُعْطِيَ الاسْتِغْفَارَ لَمْ يُحْرَمِ الْمَغْفِرَةَ، وَمَنْ أُعْطِيَ الشُّكْرَ لَمْ يُحْرَمِ الزِّيَادَةَ۔

(۱۳۵) جس شخص کو چار چیزیں عطا ہوئی ہیں وُہ چار چیزوں سے محروم نہیں رہتا۔ جو دُعا کرے وُہ قبولیت سے محروم نہیں ہوتا۔ جسے توبہ کی توفیق ہو، وُہ مقبولیت سے نا اُمید نہیں ہوتا، جسے استغفار نصیب ہو، وُہ مغفرت سے محروم نہیں ہوتا، اور جو شکر کرے وُہ اضافہ سے محروم نہیں ہوتا۔ اور اس کی تصدیق قرآن مجید سے ہوتی ہے۔ چنانچہ

..... وَتَصْدِيقُ ذٰلِكَ كِتَابُ اللهِ، قَالَ اللهُ فِي الدُّعَاءِ: (اُدْعُوْنِيْ أَسْتَجِبْ لَكُمْ) وَقَالَ فِي الْاِسْتِغْفَارِ: (وَمَنْ يَعْمَلْ سُوْءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهُ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللهَ يَجِدِ اللهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا) وَقَالَ فِي الشُّكْرِ: (لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ) وَقَالَ فِي التَّوْبَةِ (اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ، فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللهُ عَلَيْهِمْ وَكَانَ اللهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا)۔

دُعا کے متعلق ارشادِ الٰہی ہے: "تم مجھ سے دُعا مانگو میں تمھاری دُعا قبول کروں گا۔" اور استغفار کے متعلق ارشاد فرمایا ہے۔ "جو شخص کوئی بُرا عمل کرے یا اپنے نفس پر ظلم کرے پھر اللہ سے مغفرت کی دُعا مانگے تو وہ اللہ کو بڑا بخشنے والا اور رحم کرنے والا پائے گا۔" اور شکر کے بارے میں فرمایا ہے۔ "اگر تم شکر کرو گے تو میں تم پر (نعمت میں) اضافہ کروں گا۔" اور توبہ کے لیے فرمایا ہے۔ "اللہ اُن ہی لوگوں کی توبہ قبول کرتا ہے جو جہالت کی بنا پر کوئی بُری حرکت کر بیٹھیں، پھر جلدی سے توبہ کر لیں تو خدا ایسے لوگوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور خدا جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

۱۳۶۔ وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:- اَلصَّلٰوةُ قُرْبَانُ كُلِّ تَقِيٍّ، وَالْحَجُّ جِهَادُ كُلِّ ضَعِيْفٍ، وَلِكُلِّ شَيْءٍ زَكٰوةٌ وَزَكٰوةُ الْبَدَنِ الصِّيَامُ وَجِهَادُ الْمَرْأَةِ حُسْنُ التَّبَعُّلِ۔

(۱۳۶) نماز ہر پرہیزگار کے لیے باعثِ تقرب ہے اور حج ہر ضعیف و ناتوان کا جہاد ہے۔ ہر چیز کی زکوٰۃ ہوتی ہے، اور بدن کی زکوٰۃ روزہ ہے اور عورت کا جہاد شوہر سے حُسنِ معاشرت ہے۔

۱۳۷۔ وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:- اِسْتَنْزِلُوا الرِّزْقَ بِالصَّدَقَةِ۔

(۱۳۷) صدقہ کے ذریعہ روزی طلب کرو۔

۱۳۸۔ وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:- مَنْ اَيْقَنَ بِالْخَلَفِ جَادَ بِالْعَطِيَّةِ۔

(۱۳۸) جسے عوض کے ملنے کا یقین ہو، وہ عطیہ دینے میں دریا دلی دکھاتا ہے۔

۱۳۹۔ وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:- تَنْزِلُ الْمَعُوْنَةُ عَلٰى قَدْرِ الْمَؤُوْنَةِ۔

(۱۳۹) جتنا خرچ ہو اُتنی ہی امداد ملتی ہے۔

۱۴۰۔ وقال علیہ السلام:۔
مَا أَعَالَ مَنِ اقْتَصَدَ۔

(۱۴۰) جو میانہ روی اختیار کرتا ہے، وہ محتاج نہیں ہوتا۔

۱۴۱۔ وقال علیہ السلام:۔
قِلَّةُ الْعِيَالِ أَحَدُ الْيَسَارَيْنِ۔

(۱۴۱) متعلقین کی کمی دو قسموں میں سے ایک قسم کی آسودگی ہے۔

۱۴۲۔ (وقال علیہ السلام:۔
التَّوَدُّدُ نِصْفُ الْعَقْلِ)۔

(۱۴۲) میل محبت پیدا کرنا عقل کا نصف حصہ ہے۔

۱۴۳۔ وقال علیہ السلام:۔
اَلْهَمُّ نِصْفُ الْهَرَمِ۔

(۱۴۳) غم آدھا بڑھاپا ہے۔

۱۴۴۔ وقال علیہ السلام:۔ يَنْزِلُ الصَّبْرُ عَلَى قَدْرِ الْمُصِيبَةِ، وَمَنْ ضَرَبَ يَدَهُ عَلَى فَخِذِهِ عِنْدَ مُصِيبَتِهِ حَبِطَ عَمَلُهُ۔

(۱۴۴) مصیبت کے اندازہ پر (اللہ کی طرف سے) صبر کی ہمت حاصل ہوتی ہے۔ جو شخص مصیبت کے وقت ران پر ہاتھ مارے اس کا عمل اکارت جاتا ہے

۱۴۵۔ وقال علیہ السلام:۔ كَمْ مِنْ صَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ صِيَامِهِ إِلَّا الْجُوعُ وَالظَّمَأُ، وَكَمْ مِنْ قَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ قِيَامِهِ إِلَّا السَّهَرُ وَالْعَنَاءُ، حَبَّذَا نَوْمُ الْأَكْيَاسِ وَإِفْطَارُهُمْ۔

(۱۴۵) بہت سے روزہ دار ایسے ہیں جنہیں روزوں کا ثمرہ بھوک پیاس کے علاوہ کچھ نہیں ملتا اور بہت سے عابد شب زندہ دار ایسے ہیں جنھیں عبادت کے نتیجہ میں جاگنے اور زحمت اٹھانے کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ زیرک و دانا لوگوں کا سونا اور روزہ نہ رکھنا بھی قابل ستائش ہوتا ہے۔

۱۴۶۔ وقال علیہ السلام:۔ سُوسُوا إِيمَانَكُمْ بِالصَّدَقَةِ، وَحَصِّنُوا أَمْوَالَكُمْ

(۱۴۶) صدقہ سے اپنے ایمان کی نگہداشت اور زکوٰۃ سے اپنے مال کی حفاظت کرو، اور دعا سے

بِالزَّكٰوةِ، وَادْفَعُوْا اَمْوَاجَ الْبَلَاءِ بِالدُّعَاءِ.

مُصیبت و ابتلاء کی لہروں کو دُور کرو۔

---

۱۴۷ - ومن كلامه عليه السلام لكميل بن زياد النخعي -

قال كميل بن زياد: أخذ بيدي أمير المؤمنين علي بن أبي طالب عليه السلام فأخرجني إلى الجبان فلما أصحر تنفس الصعداء؛ ثم قال :-

يَا كُمَيْلُ (بْنَ زِيَادٍ) إِنَّ هٰذِهِ الْقُلُوْبَ أَوْعِيَةٌ، فَخَيْرُهَا أَوْعَاهَا، فَاحْفَظْ عَنِّيْ مَا أَقُوْلُ لَكَ :-

اَلنَّاسُ ثَلَاثَةٌ: فَعَالِمٌ رَبَّانِيٌّ، وَمُتَعَلِّمٌ عَلٰى سَبِيْلِ نَجَاةٍ، وَهَمَجٌ رَعَاعٌ أَتْبَاعُ كُلِّ نَاعِقٍ يَمِيْلُوْنَ مَعَ كُلِّ رِيْحٍ لَمْ يَسْتَضِيْئُوْا بِنُوْرِ الْعِلْمِ وَلَمْ يَلْجَأُوْا إِلٰى رُكْنٍ وَثِيْقٍ -

يَا كُمَيْلُ؛ اَلْعِلْمُ خَيْرٌ مِنَ الْمَالِ، اَلْعِلْمُ يَحْرُسُكَ وَأَنْتَ تَحْرُسُ الْمَالَ (وَ) اَلْمَالُ تَنْقُصُهُ النَّفَقَةُ وَالْعِلْمُ يَزْكُوْ عَلَى الْإِنْفَاقِ، وَصَنِيْعُ الْمَالِ يَزُوْلُ بِزَوَالِهِ -

يَا كُمَيْلُ (بْنَ زِيَادٍ) مَعْرِفَةُ الْعِلْمِ دِيْنٌ يُدَانُ بِهِ، بِهِ يَكْسِبُ الْإِنْسَانُ الطَّاعَةَ فِيْ حَيَاتِهِ وَجَمِيْلَ الْأُحْدُوْثَةِ بَعْدَ وَفَاتِهِ،

(۱۴۷) کمیل ابنِ زیاد نخعی کہتے ہیں کہ: امیر المؤمنین علی ابنِ ابی طالب علیہ السّلام نے میرا ہاتھ پکڑا، اور قبرستان کی طرف لے چلے۔ جب آبادی سے باہر نکلے، تو ایک لمبی آہ کی۔ پھر فرمایا:

اے کمیل! یہ دل اسرار و علم کے ظروف ہیں۔ ان میں سب سے بہتر وُہ ہے جو زیادہ نگہداشت کرنے والا ہو۔ لہٰذا تو جو میں تمہیں بتاؤں اُسے یاد رکھنا۔

دیکھو! تین قسم کے لوگ ہوتے ہیں، ایک عالمِ ربّانی دُوسرا متعلّم کہ جو نجات کی راہ پر برقرار ہے، اور تیسرا عوام النّاس کا وُہ پست گروہ ہے کہ جو ہر پکارنے والے کے پیچھے ہو لیتا ہے، اور ہر ہوا کے رُخ پر مُڑ جاتا ہے۔ نہ انھوں نے نورِ علم سے کسبِ ضیا کیا، نہ کسی مضبوط سہارے کی پناہ لی۔

اے کمیل! یاد رکھ، کہ علم مال سے بہتر ہے (کیونکہ) علم تمہاری نگہداشت کرتا ہے اور مال کی تمہیں حفاظت کرنا پڑتی ہے اور مال خرچ کرنے سے گھٹتا ہے۔ لیکن علم صرف کرنے سے بڑھتا ہے، اور مال و دولت کے نتائج و اثرات مال کے فنا ہونے سے فنا ہو جاتے ہیں۔

اے کمیل! علم کی شناسائی ایک دین ہے کہ جس کی اقتدا کی جاتی ہے۔ اِسی سے انسان اپنی زندگی میں دُوسروں سے اپنی اطاعت منواتا ہے اور مرنے کے بعد نیک نامی حاصل کرتا ہے۔ یاد رکھو کہ علم حاکم ہوتا ہے، اور مال محکوم۔

وَالْعِلْمُ حَاكِمٌ، وَالْمَالُ مَحْكُومٌ عَلَيْهِ۔

يَا كُمَيْلُ هَلَكَ خُزَّانُ الْأَمْوَالِ وَهُمْ أَحْيَاءٌ، وَالْعُلَمَاءُ بَاقُونَ مَا بَقِيَ الدَّهْرُ! أَعْيَانُهُمْ مَفْقُودَةٌ، وَأَمْثَالُهُمْ فِي الْقُلُوبِ مَوْجُودَةٌ. هَا إِنَّ هٰهُنَا لَعِلْماً جَمّاً (وَأَشَارَ بِيَدِهِ إِلَى صَدْرِهِ) لَوْ أَصَبْتُ لَهُ حَمَلَةً! بَلَى أَصَبْتُ لَقِناً غَيْرَ مَأْمُونٍ عَلَيْهِ، مُسْتَعْمِلاً آلَةَ الدِّينِ لِلدُّنْيَا، وَمُسْتَظْهِراً بِنِعَمِ اللهِ عَلَى عِبَادِهِ، وَبِحُجَجِهِ عَلَى أَوْلِيَائِهِ، أَوْ مُنْقَاداً لِحَمَلَةِ الْحَقِّ لَا بَصِيرَةَ لَهُ فِي أَحْنَائِهِ، يَنْقَدِحُ الشَّكُّ فِي قَلْبِهِ لِأَوَّلِ عَارِضٍ مِنْ شُبْهَةٍ. أَلَا لَا ذَا وَلَا ذَاكَ! أَوْ مَنْهُوماً بِاللَّذَّةِ سَلِسَ الْقِيَادِ لِلشَّهْوَةِ، أَوْ مُغْرَماً بِالْجَمْعِ وَالْادِّخَارِ، لَيْسَا مِنْ رُعَاةِ الدِّينِ فِي شَيْءٍ، أَقْرَبُ شَيْءٍ شَبَهاً بِهِمَا الْأَنْعَامُ السَّائِمَةُ! كَذٰلِكَ يَمُوتُ الْعِلْمُ بِمَوْتِ حَامِلِيهِ۔

اللّٰهُمَّ بَلَى! لَا تَخْلُو الْأَرْضُ مِنْ قَائِمٍ لِلّٰهِ بِحُجَّةٍ: إِمَّا ظَاهِراً

اے کمیل! مال اکٹھا کرنے والے زندہ ہونے کے باوجود مُردہ ہوتے ہیں اور علم حاصل کرنے والے رہتی دُنیا تک باقی رہتے ہیں۔ بے شک ان کے اجسام نظروں سے اوجھل ہوجاتے ہیں مگر ان کی صُورتیں دلوں میں موجود رہتی ہیں (اس کے بعد حضرتؑ نے اپنے سینۂ اقدس کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا) دیکھو! یہاں علم کا ایک بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ کاش! اس کے اُٹھانے والے مجھے مل جاتے، ہاں ملا، کوئی تو، یا ایسا جو ذہین تو ہے، مگر ناقابلِ اطمینان ہے اور جو دُنیا کے لیے دین کو آلۂ کار بنانے والا ہے اور اللہ کی ان نعمتوں کی وجہ سے اس کے بندوں پر اور اس کی حجتوں کی وجہ سے اس کے دوستوں پر تفوق و برتری جتلانے والا ہے۔ یا جو اربابِ حق و دانش کا مطیع تو ہے مگر اُس کے دل کے گوشوں میں بصیرت کی روشنی نہیں ہے۔ بس ادھر ذرا سا شبہ عارض ہوا کہ اس کے دل میں شکوک و شبہات کی چنگاریاں بھڑکنے لگیں تو معلوم ہونا چاہیئے کہ نہ یہ اس قابل ہے اور نہ وُہ اس قابل ہے یا ایسا شخص ملتا ہے کہ جو لذتوں پر مٹا ہوا ہے اور بآسانی خواہش نفسانی کی راہ پر کھینچ جانے والا ہے یا ایسا شخص جو جمع آوری و ذخیرہ اندوزی پر جان دیئے ہُوئے ہے۔ یہ دونوں بھی دین کے کسی امر کی رعایت و پاسداری کرنے والے نہیں ہیں ان دونوں سے انتہائی قریبی شباہت چرنے والے چوپائے رکھتے ہیں۔ اسی طرح تو علم کے خزینہ داروں کے مرنے سے علم ختم ہوجاتا ہے۔

ہاں! مگر زمین ایسے فرد سے خالی نہیں رہتی کہ جو خدا کی حجت کو برقرار رکھتا ہے چاہے وُہ ظاہر و مشہور ہو

مَشْهُوْرًا أَوْ خَائِفًا مَغْمُوْرًا لِئَلَّا تَبْطُلَ حُجَجُ اللهِ وَبَيِّنَاتُهُ وَكَمْ ذَا وَأَيْنَ أُولٰئِكَ؟؟ أُولٰئِكَ ـ وَاللهِ ـ الْأَقَلُّوْنَ عَدَدًا، وَالْأَعْظَمُوْنَ عِنْدَ اللهِ قَدْرًا. يَحْفَظُ اللهُ بِهِمْ حُجَجَهُ وَبَيِّنَاتِهِ حَتّٰى يُوْدِعُوْهَا نُظَرَاءَهُمْ، وَيَزْرَعُوْهَا فِيْ قُلُوْبِ أَشْبَاهِهِمْ هَجَمَ بِهِمُ الْعِلْمُ عَلٰى حَقِيْقَةِ الْبَصِيْرَةِ، وَبَاشَرُوْا رُوْحَ الْيَقِيْنِ، وَاسْتَلَانُوْا مَا اسْتَوْعَرَهُ الْمُتْرَفُوْنَ وَأَنِسُوْا بِمَا اسْتَوْحَشَ مِنْهُ الْجَاهِلُوْنَ، وَصَحِبُوا الدُّنْيَا بِأَبْدَانٍ أَرْوَاحُهَا مُعَلَّقَةٌ بِالْمَحَلِّ الْأَعْلٰى. أُولٰئِكَ خُلَفَاءُ اللهِ فِيْ أَرْضِهِ، وَالدُّعَاةُ إِلٰى دِيْنِهِ آهِ آهِ شَوْقًا إِلٰى رُؤْيَتِهِمْ! انْصَرِفْ (يَا كُمَيْلُ) إِذَا شِئْتَ.

یا خائف و پنہاں تاکہ اللہ کی دلیلیں اور نشان مٹنے نہ پائیں اور وہ ہیں ہی کتنے اور کہاں پر ہیں؟ خدا کی قسم وہ تو گنتی میں بہت تھوڑے ہوتے ہیں، اور اللہ کے نزدیک قدر و منزلت کے لحاظ سے بہت بلند۔ خداوند عالم ان کے ذریعہ سے اپنی حجتوں اور نشانیوں کی حفاظت کرتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ ان کو اپنے ایسوں کے سپرد کر دیں اور اپنے ایسوں کے دلوں میں انھیں بو دیں علم نے انھیں ایک دم حقیقت و بصیرت کے انکشافات تک پہنچا دیا ہے۔ وہ یقین و اعتماد کی روح سے گھل مل گئے ہیں اور ان چیزوں کو جنھیں آرام پسند لوگوں نے دشوار قرار دے رکھا تھا، اپنے لیے سہل و آسان سمجھ لیا ہے اور جن چیزوں سے جاہل بھڑک اٹھتے ہیں ان سے وہ جی لگائے بیٹھے ہیں۔ وہ ایسے جسموں کے ساتھ دنیا میں رہتے سہتے ہیں کہ جن کی روحیں ملاء اعلیٰ سے وابستہ ہیں۔ یہی لوگ تو زمین میں اللہ کے نائب اور اس کے دین کی طرف دعوت دینے والے ہیں۔ ہائے ان کی دید کے لیے میرے شوق کی فراوانی۔ (پھر حضرت نے کمیل سے فرمایا) اے کمیل! (مجھے جو کچھ کہنا تھا کہہ چکا) اب جس وقت چاہو واپس جاؤ۔

کمیل ابن زیاد نخعی رحمہ اللہ اسرار امامت کے خزینہ دار اور امیر المومنین کے خواص اصحاب میں سے تھے۔ علم و فضل میں بلند مرتبہ اور زہد و ورع میں امتیاز خاص کے حامل تھے۔ حضرت کی طرف سے کچھ عرصہ تک ہیت کے عامل رہے۔ ۸۳ھ میں ۹۰ برس کی عمر میں حجاج ابن یوسف ثقفی کے ہاتھ سے شہید ہوئے اور بیرونِ کوفہ دفن ہوئے۔

۱۴۸۔ وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:
الْمَرْءُ مَخْبُوْءٌ تَحْتَ لِسَانِهِ.

(۱۴۸) انسان اپنی زبان کے نیچے چھپا ہوا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ انسان کی قدر و قیمت کا اندازہ اس کی گفتگو سے ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ہر شخص کی گفتگو اُس کی ذہنی و اخلاقی حالت کی آئینہ دار ہوتی ہے جس سے اس کے خیالات و جذبات کا بڑی آسانی سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ لہٰذا جب تک وُہ خاموش ہے اس کا عیب و ہنر پوشیدہ ہے اور جب اُس کی زبان کھلتی ہے تو اس کا جوہر نمایاں ہو جاتا ہے ؎

مرد پنہاں است در زیر زبان خویشتن — قیمت و قدرش ندانی تا نیاید در سخن

١٤٩- وقال علیه السلام:-

هَلَكَ امْرُؤٌ لَمْ يَعْرِفْ قَدْرَهُ.

(١٤٩) جو شخص اپنی قدر و منزلت کو نہیں پہچانتا وُہ ہلاک ہو جاتا ہے۔

١٥٠- وقال علیه السلام:-

لرجل سأله أن يعظه:-

لَا تَكُنْ مِمَّنْ يَرْجُو الْآخِرَةَ بِغَيْرِ الْعَمَلِ، وَ يُرَجِّي التَّوْبَةَ بِطُولِ الْأَمَلِ، يَقُولُ فِي الدُّنْيَا بِقَوْلِ الزَّاهِدِينَ، وَ يَعْمَلُ فِيهَا بِعَمَلِ الرَّاغِبِينَ، إِنْ أُعْطِيَ مِنْهَا لَمْ يَشْبَعْ، وَ إِنْ مُنِعَ مِنْهَا لَمْ يَقْنَعْ، يَعْجِزُ عَنْ شُكْرِ مَا أُوتِيَ، وَ يَبْتَغِي الزِّيَادَةَ فِيمَا بَقِيَ، يَنْهَى وَ لَا يَنْتَهِي، وَ يَأْمُرُ بِمَا لَا يَأْتِي، يُحِبُّ الصَّالِحِينَ وَ لَا يَعْمَلُ عَمَلَهُمْ، وَ يُبْغِضُ الْمُذْنِبِينَ وَ هُوَ أَحَدُهُمْ، يَكْرَهُ الْمَوْتَ لِكَثْرَةِ ذُنُوبِهِ، وَ يُقِيمُ عَلَى مَا يَكْرَهُ الْمَوْتَ لَهُ، إِنْ سَقِمَ ظَلَّ نَادِماً، وَ إِنْ صَحَّ أَمِنَ لَاهِياً،

(١٥٠) ایک شخص نے آپ سے پند و موعظت کی درخواست کی، تو فرمایا:

تم کو اُن لوگوں میں سے نہ ہونا چاہیئے کہ جو عمل کے بغیر حُسنِ انجام کی اُمید رکھتے ہیں اور اُمیدیں بڑھا کر توبہ کو تاخیر میں ڈال دیتے ہیں جو دُنیا کے بارے میں زاہدوں کی سی باتیں کرتے ہیں مگر ان کے اعمال دُنیا طلبوں کے سے ہوتے ہیں۔ اگر دُنیا انھیں ملے تو وُہ سیر نہیں ہوتے اور اگر نہ ملے تو قناعت نہیں کرتے، جو انھیں ملا ہے اُس پر شکر سے قاصر رہتے ہیں اور جو بچ رہا اُس کے اضافہ کے خواہشمند رہتے ہیں۔ دُوسروں کو منع کرتے ہیں اور خود باز نہیں آتے اور دوسروں کو حکم دیتے ہیں ایسی باتوں کا جنھیں خود بجا نہیں لاتے نیکوں کو دوست رکھتے ہیں۔ مگر اُن کے سے اعمال نہیں کرتے اور گنہگاروں سے نفرت و عناد رکھتے ہیں حالانکہ وُہ خود انھی میں داخل ہیں۔ اپنے گناہوں کی کثرت کے باعث موت کو بُرا سمجھتے ہیں مگر جن گناہوں کی وجہ سے موت کو ناپسند کرتے ہیں، انھی پر قائم ہیں۔ اگر بیمار

يُعْجِبُ بِنَفْسِهِ إِذَا عُوفِيَ وَ
يَقْنَطُ إِذَا ابْتُلِيَ، إِنْ أَصَابَهُ
بَلَاءٌ دَعَا مُضْطَرًّا، وَإِنْ نَالَهُ
رَخَاءٌ أَعْرَضَ مُغْتَرًّا، تَغْلِبُهُ
نَفْسُهُ عَلَىٰ مَا يَظُنُّ، وَلَا يَغْلِبُهَا
عَلَىٰ مَا يَسْتَيْقِنُ، يَخَافُ عَلَىٰ
غَيْرِهِ بِأَدْنَىٰ مِنْ ذَنْبِهِ، وَيَرْجُو
لِنَفْسِهِ بِأَكْثَرَ مِنْ عَمَلِهِ، إِنِ
اسْتَغْنَىٰ بَطِرَ وَفُتِنَ، وَإِنِ افْتَقَرَ
قَنَطَ وَوَهَنَ، يُقَصِّرُ إِذَا عَمِلَ،
وَيُبَالِغُ إِذَا سَأَلَ، إِنْ
عَرَضَتْ لَهُ شَهْوَةٌ أَسْلَفَ
الْمَعْصِيَةَ، وَسَوَّفَ التَّوْبَةَ،
وَإِنْ عَرَتْهُ مِحْنَةٌ انْفَرَجَ
عَنْ شَرَائِطِ الْمِلَّةِ، يَصِفُ
الْعِبْرَةَ وَلَا يَعْتَبِرُ، وَيُبَالِغُ فِي
الْمَوْعِظَةِ وَلَا يَتَّعِظُ، فَهُوَ بِالْقَوْلِ
مُدِلٌّ، وَمِنَ الْعَمَلِ مُقِلٌّ،
يُنَافِسُ فِيمَا يَفْنَىٰ، وَيُسَامِحُ
فِيمَا يَبْقَىٰ، يَرَى الْغُنْمَ مَغْرَمًا،
وَالْغُرْمَ مَغْنَمًا، يَخْشَى الْمَوْتَ،
وَلَا يُبَادِرُ الْفَوْتَ. يَسْتَعْظِمُ
مِنْ مَعْصِيَةِ غَيْرِهِ مَا يَسْتَقِلُّ
أَكْثَرَ مِنْهُ مِنْ نَفْسِهِ، وَ
يَسْتَكْثِرُ مِنْ طَاعَتِهِ مَا يَحْقِرُهُ

پڑتے ہیں تو پشیمان ہوتے ہیں اور تندرست ہوتے ہیں تو
مطمئن ہو کر کھیل کود میں پڑجاتے ہیں۔ جب بیماری سے
چھٹکارا پاتے ہیں تو اترانے لگتے ہیں، اور مبتلا ہوتے ہیں
تو ان پر مایوسی چھا جاتی ہے۔ جب کسی سختی و ابتلا میں پڑتے
ہیں تو لاچار و بے بس ہو کر دعائیں مانگتے ہیں اور جب فراخ
دستی نصیب ہوتی ہے تو فریب میں مبتلا ہو کر منہ پھیر لیتے
ہیں۔ اُن کا نفس خیالی باتوں پر انھیں قابو میں لے آتا ہے
اور وہ یقینی باتوں پر اُسے نہیں دبا لیتے۔ دوسروں کے
لیے اُن کے گناہ سے زیادہ خطرہ محسوس کرتے ہیں اور اپنے
لیے اپنے اعمال سے زیادہ جزا کے متوقع رہتے ہیں۔
اگر مالدار ہو جاتے ہیں تو اترانے لگتے ہیں اور فتنہ و گمراہی
میں پڑجاتے ہیں اور اگر فقیر ہو جاتے ہیں تو ناامید ہو جاتے
ہیں اور سستی کرنے لگتے ہیں۔ جب عمل کرتے ہیں تو اُس میں
سستی کرتے ہیں اور جب مانگنے پر آتے ہیں تو اصرار میں
حد سے بڑھ جاتے ہیں اگر اُن پر خواہش نفسانی کا غلبہ ہوتا
ہے تو گناہ جلد سے جلد کرتے ہیں اور توبہ کو تعویق میں ڈالتے
رہتے ہیں اگر کوئی مصیبت لاحق ہوتی ہے تو جماعتِ اسلامی
کے خصوصی امتیازات سے الگ ہو جاتے ہیں۔ عبرت کے
واقعات بیان کرتے ہیں مگر خود عبرت حاصل نہیں کرتے
اور وعظ و نصیحت میں زور باندھتے ہیں مگر خود اُس نصیحت
کا اثر نہیں لیتے۔ چنانچہ وہ بات کرنے میں تو اونچے رہتے ہیں
مگر عمل میں کم ہی کم رہتے ہیں۔ فانی چیزوں میں نفسی نفسی کرتے
ہیں اور باقی رہنے والی چیزوں میں سہل انگاری سے کام
لیتے ہیں۔ وہ نفع کو نقصان اور نقصان کو نفع خیال کرتے
ہیں۔ موت سے ڈرتے ہیں مگر فرصت کا موقع نکل جانے سے

مِنْ طَاعَةِ غَيْرِهِ، فَهُوَ عَلَى النَّاسِ طَاعِنٌ، وَلِنَفْسِهِ مُدَاهِنٌ، اللَّهْوُ مَعَ الْأَغْنِيَاءِ أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنَ الذِّكْرِ مَعَ الْفُقَرَاءِ، يَحْكُمُ عَلَى غَيْرِهِ لِنَفْسِهِ، وَلَا يَحْكُمُ عَلَيْهَا لِغَيْرِهِ، وَيُرْشِدُ غَيْرَهُ وَيُغْوِي نَفْسَهُ فَهُوَ يُطَاعُ وَيَعْصِي، وَيَسْتَوْفِي وَلَا يُوفِي، وَيَخْشَى الْخَلْقَ فِي غَيْرِ رَبِّهِ وَلَا يَخْشَى رَبَّهُ فِي خَلْقِهِ.

قال الرضی: ولو لم یكن فی هذا الكتاب إلا هذا الكلام لكفى (به) موعظة ناجعة وحكمة بالغة، وبصيرة لمبصر، وعبرة لناظر مفكر

پہلے اعمال میں جلدی نہیں کرتے۔ دُوسرے کے ایسے گناہ کو بہت بُرا سمجھتے ہیں جس سے بڑے گناہ کو خود اپنے لیے چھوٹا خیال کرتے ہیں اور اپنی ایسی اطاعت کو زیادہ سمجھتے ہیں۔ جسے دُوسرے سے کم سمجھتے ہیں لہٰذا وہ لوگوں پر معترض ہوتے ہیں اور اپنے نفس کی چکنی چپڑی باتوں سے تعریف کرتے ہیں۔ دولتمندوں کے ساتھ طرب و نشاط میں مشغول رہنا انہیں غریبوں کے ساتھ محفلِ ذکر میں شرکت سے زیادہ پسند ہے۔ اپنے حق میں دُوسرے کے خلاف حکم لگاتے ہیں، لیکن کبھی یہ نہیں کرتے کہ دُوسرے کے حق میں اپنے خلاف حکم لگائیں۔ اوروں کو ہدایت کرتے ہیں اور اپنے کو گمراہی کی راہ پر لگاتے ہیں وُہ اطاعت لیتے ہیں اور خود نافرمانی کرتے ہیں اور حق پُورا پُورا وصُول کر لیتے ہیں مگر خُود ادا نہیں کرتے۔ وُہ اپنے پروردگار کو نظر انداز کر کے مخلوق سے خوف کھاتے ہیں اور مخلوقات کے بارے میں اپنے پروردگار سے نہیں ڈرتے۔

سیّد رضی فرماتے ہیں کہ اگر اس کتاب میں صرف ایک یہی کلام ہوتا، تو کامیاب موعظہ اور مؤثر حکمت اور چشمِ بینا رکھنے والے کے لیے بصیرت اور نظر و فکر کرنے والے کے لیے عبرت کے اعتبار سے بہت کافی تھا۔

۱۵۱۔ وقال علیه السلام: لِكُلِّ امْرِئٍ عَاقِبَةٌ حُلْوَةٌ أَوْ مُرَّةٌ.

(۱۵۱) ہر شخص کا ایک انجام ہے۔ اب خواہ وُہ شیریں ہو یا تلخ۔

۱۵۲۔ وقال علیه السلام: لِكُلِّ مُقْبِلٍ إِدْبَارٌ، وَمَا أَدْبَرَ كَأَنْ لَمْ يَكُنْ

(۱۵۲) ہر آنے والے کے لیے پلٹنا ہے، اور جب پلٹ گیا، تو جیسے کبھی تھا ہی نہیں۔

۱۵۳- وقال علیہ السلام: لَا یَعْدَمُ الصَّبُوْرُ الظَّفَرَ وَاِنْ طَالَ بِهِ الزَّمَانُ۔

(۱۵۳) صبر کرنے والا ظفر و کامرانی سے محروم نہیں ہوتا، چاہے اس میں طویل زمانہ لگ جائے۔

۱۵۴- وقال علیہ السلام: اَلرَّاضِیْ بِفِعْلِ قَوْمٍ كَالدَّاخِلِ فِيْهِ مَعَهُمْ وَعَلٰى كُلِّ دَاخِلٍ فِيْ بَاطِلٍ اِثْمَانِ: اِثْمُ الْفِعْلِ بِهٖ، وَاِثْمُ الرِّضَا بِهٖ۔

(۱۵۴) کسی جماعت کے فعل پر رضامند ہونے والا ایسا ہے، جیسے اس کے کام میں شریک ہو۔ اور غلط کام میں شریک ہونے والے پر دو گناہ ہیں۔ ایک اس پر عمل کرنے کا، اور ایک اس پر رضامند ہونے کا۔

۱۵۵- وقال علیہ السلام: اِعْتَصِمُوْا بِالذِّمَمِ فِیْ اَوْتَادِهَا۔

(۱۵۵) عہد و پیمان کی ذمہ داریوں کو ان سے وابستہ کرو جو میخوں کے ایسے (مضبوط) ہوں۔

۱۵۶- وقال علیہ السلام: عَلَیْكُمْ بِطَاعَةِ مَنْ لَا تُعْذَرُوْنَ بِجَهَالَتِهٖ۔

(۱۵۶) تم پر اطاعت بھی لازم ہے ان کی جن سے ناواقف رہنے کی بھی تمہیں معافی نہیں۔

خداوند عالم نے اپنے عدل و رحمت سے جس طرح دین کی طرف رہبری و رہنمائی کرنے کے لیے انبیاء کا سلسلہ جاری کیا اسی طرح سلسلۂ نبوت کے ختم ہونے کے بعد دین کو تبدیل و تحریف سے محفوظ رکھنے کے لیے امامت کا نفاذ کیا تاکہ ہر امام اپنے اپنے دور میں تعلیمات الٰہیہ کو خواہش پرستی کی زد سے بچا کر اسلام کے صحیح احکام کی رہنمائی کرتا رہے اور جس طرح شریعت کے مبلغ کی معرفت واجب ہے اسی طرح شریعت کے محافظ کی بھی معرفت ضروری ہے اور جاہل کو اس میں معذور نہیں قرار دیا جا سکتا۔ کیونکہ منصب امامت پر صدہا ایسے دلائل و شواہد موجود ہیں جن سے کسی بابصیرت کے لیے گنجائش انکار نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

من مات ولم یعرف امام زمانه مات میتة جاهلیة۔

جو شخص اپنے دور حیات کے امام کو نہ پہچانے اور دنیا سے اٹھ جائے، اس کی موت کفر و ضلالت کی موت ہے۔

ابن ابی الحدید نے بھی اس ذات سے کہ جس سے ناواقفیت و جہالت عذر مسموع نہیں بن سکتی حضرت کی ذات کو مراد لیا ہے اور ان کی اطاعت کا اعتراف اور منکر امامت کے غیر ناجی ہونے کا اقرار کرتے ہوئے تحریر کیا ہے، کہ

من جهل امامة علی علیه السلام و انکر صحتها و لزومها فهو عند اصحابنا

جو شخص حضرت علی علیہ السلام کی امامت سے جاہل اور اس کی صحت و لزوم کا منکر ہو وہ ہمارے اصحاب کے نزدیک

مخلد فی النار لا ینفعه صوم ولا صلوٰة لان المعرفة بذلك من الاصول الكلية التی هی ارکان الدین ولکنا لا نسمی منکر امامته کافرا بل نسمیه فاسقا وخارجیا ومارقا ونحو ذلك والشیعة تسمیه کافرا فهذا هو الفرق بیننا وبینهم وهو فی اللفظ لا فی المعنی۔

(شرح ابن ابی الحدید ج ۴ صفحہ ۳۱۹۔)

ہمیشہ کے لیے جہنمی ہے۔ نہ اُسے نماز فائدہ دے سکتی ہے نہ روزہ۔ کیونکہ معرفت امامت ان بنیادی اصولوں میں شمار ہوتی ہے جو دین کے مسلّم ارکان ہیں۔ البتہ ہم آپ کی امامت کے منکر کو کافر کے نام سے نہیں پکارتے بلکہ اُسے فاسق، خارجی اور بے دین وغیرہ کے ناموں سے یاد کرتے ہیں اور شیعہ ایسے شخص کو کافر سے تعبیر کرتے ہیں، اور یہی ہمارے اصحاب اور اُن میں فرق ہے۔ مگر صرف لفظی فرق ہے، کوئی واقعی اور معنوی فرق نہیں ہے۔

۱۵۷۔ وقال علیه السلام: قَدْ بُصِّرْتُمْ إِنْ أَبْصَرْتُمْ، وَقَدْ هُدِيتُمْ إِنِ اهْتَدَيْتُمْ، وَأُسْمِعْتُمْ إِنِ اسْتَمَعْتُمْ.

(۱۵۷) اگر تم دیکھو، تو تمھیں دکھایا جا چکا ہے اور اگر تم ہدایت حاصل کرو تو تمھیں ہدایت کی جا چکی ہے اور اگر سننا چاہو تو تمھیں سنایا جا چکا ہے۔

۱۵۸۔ وقال علیه السلام: عَاتِبْ أَخَاكَ بِالْإِحْسَانِ إِلَيْهِ، وَارْدُدْ شَرَّهُ بِالْإِنْعَامِ عَلَيْهِ۔

(۱۵۸) اپنے بھائی کو شرمندہ احسان بنا کر سرزنش کرو اور لطف و کرم کے ذریعہ سے اس کے شر کو دور کرو۔

اگر برائی کا جواب برائی سے اور گالی کا جواب گالی سے دیا جائے، تو اس سے دشمنی و نزاع کا دروازہ کھل جاتا ہے اور اگر برائی سے پیش آنے والے کے ساتھ نرمی و ملاطفت کا رویہ اختیار کیا جائے، تو وہ بھی اپنا رویہ بدلنے پر مجبور ہو جائے گا۔ چنانچہ ایک دفعہ امام حسن علیہ السلام بازار مدینہ میں سے گزر رہے تھے کہ ایک شامی نے آپ کی جاذب نظر شخصیت سے متاثر ہو کر لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ کون ہیں؟ اُسے بتایا گیا کہ یہ حسن ابن علی (علیہما السلام) ہیں۔ یہ سن کر اس کے تن بدن میں آگ لگ گئی، اور آپ کے قریب آکر انھیں برا بھلا کہنا شروع کیا۔ مگر آپ خاموشی سے سنتے رہے۔ جب وہ چپ ہوا تو آپ نے فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تم یہاں نو وارد ہو؟ اس نے کہا کہ ہاں ایسا ہی ہے۔ فرمایا کہ پھر تم میرے ساتھ چلو، میرے گھر میں ٹھہرو، اگر تمھیں کوئی حاجت ہوگی تو میں اُسے پورا کروں گا، اور مالی امداد کی ضرورت ہوگی تو مالی امداد بھی دوں گا۔ جب اُس نے اپنی سخت و درشت باتوں کے جواب میں یہ نرم روی و خوش

اخلاق دیکھی، تو شرم سے پانی پانی ہو گیا اور اپنے گناہ کا اعتراف کرتے ہوئے عفو کا طالب ہوا، اور جب آپ سے رخصت ہوا، تو روئے زمین پر ان سے زیادہ کسی اور کی قدر و منزلت اس کی نگاہ میں نہ تھی۔

اگر مردی احسن الی من اساء

۱۵۹- وقال علیه السلام: مَنْ وَضَعَ نَفْسَهُ مَوَاضِعَ التُّهْمَةِ فَلَا يَلُومَنَّ مَنْ أَسَاءَ بِهِ الظَّنَّ۔

(۱۵۹) جو شخص بدنامی کی جگہوں پر اپنے کو لے جائے تو پھر اسے برا نہ کہے جو اس سے بدظن ہو۔

۱۶۰- وقال علیه السلام: مَنْ مَلَكَ اسْتَأْثَرَ۔

(۱۶۰) جو اقتدار حاصل کر لیتا ہے جانبداری کرنے ہی لگتا ہے۔

۱۶۱- وقال علیه السلام: مَنِ اسْتَبَدَّ بِرَأْيِهِ هَلَكَ، وَمَنْ شَاوَرَ الرِّجَالَ شَارَكَهَا فِي عُقُولِهَا۔

(۱۶۱) جو خود رائی سے کام لے گا، وہ تباہ و برباد ہو گا اور جو دوسروں سے مشورہ لے گا وہ ان کی عقلوں میں شریک ہو جائے گا۔

۱۶۲- وقال علیه السلام: مَنْ كَتَمَ سِرَّهُ كَانَتِ الْخِيَرَةُ بِيَدِهِ۔

(۱۶۲) جو اپنے راز کو چھپائے رہے گا اسے پورا قابو رہے گا۔

۱۶۳- وقال علیه السلام: الْفَقْرُ الْمَوْتُ الْأَكْبَرُ۔

(۱۶۳) فقیری سب سے بڑی موت ہے۔

۱۶۴- وقال علیه السلام: مَنْ قَضَى حَقَّ مَنْ لَا يَقْضِي حَقَّهُ فَقَدْ عَبَدَهُ۔

(۱۶۴) جو ایسے کا حق ادا کرے کہ جو اس کا حق ادا نہ کرتا ہو، تو وہ اس کی پرستش کرتا ہے۔

۱۶۵- وقال علیه السلام: لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ۔

(۱۶۵) خالق کی معصیت میں کسی مخلوق کی اطاعت نہیں ہے۔

۱۶۶- وَقَالَ عليه السّلام: لَا يُعَابُ الْمَرْءُ بِتَأْخِيرِ حَقِّهِ إِنَّمَا يُعَابُ مَنْ أَخَذَ مَا لَيْسَ لَهُ۔

(۱۶۶) اگر کوئی شخص اپنے حق میں دیر کرے تو اس پر عیب نہیں لگایا جا سکتا۔ بلکہ عیب کی بات یہ ہے کہ انسان دُوسرے کے حق پر چھاپا مارے۔

۱۶۷- وَقَالَ عليه السّلام: اَلْاِعْجَابُ يَمْنَعُ الْاِزْدِيَادَ۔

(۱۶۷) خُود پسندی ترقی سے مانع ہوتی ہے۔

جو شخص جویائے کمال ہوتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ ابھی وہ کمال سے عاری ہے، اُس سے منزلِ کمال پر فائز ہونے کی توقع کی جا سکتی ہے۔ لیکن جو شخص اس غلط فہمی میں مبتلا ہو کہ وہ تمام و کمال ترقی کے مدارج طے کر چکا ہے وہ حصُولِ کمال کے لیے سعی و طلب کی ضرورت محسوس نہیں کرے گا۔ کیونکہ وُہ بزعمِ خود کمال کی تمام منزلیں ختم کر چکا ہے، اب اُسے کوئی منزل نظر ہی نہیں آتی کہ اُس کے لیے تگ و دو کرے۔ چنانچہ یہ خود پسند و برخود غلط انسان ہمیشہ کمال سے محروم ہی رہے گا۔ اور یہ خود پسندی اس کے لیے ترقی کی راہیں مسدُود کر دے گی۔

۱۶۸- وَقَالَ عليه السّلام: اَلْاَمْرُ قَرِيْبٌ وَالْاِصْطِحَابُ قَلِيْلٌ۔

(۱۶۸) آخرت کا مرحلہ قریب اور (دُنیا میں) باہمی رفاقت کی مُدّت کم ہے۔

۱۶۹- وَقَالَ عليه السّلام: قَدْ أَضَاءَ الصُّبْحُ لِذِيْ عَيْنَيْنِ۔

(۱۶۹) آنکھ والے کے لیے صُبح روشن ہو چکی ہے۔

۱۷۰- وَقَالَ عليه السّلام: تَرْكُ الذَّنْبِ أَهْوَنُ مِنْ طَلَبِ الْمَعُوْنَةِ۔

(۱۷۰) ترکِ گناہ کی منزل بعد میں مدد مانگنے سے آسان ہے۔

اوّل مرتبہ میں گناہ سے باز رہنا اتنا مشکل نہیں ہوتا، جتنا گناہ سے مانوس اور اُس کی لذّت سے آشنا ہونے کے بعد۔ کیونکہ انسان جس چیز کا خوگر ہو جاتا ہے، اُس کے بجالانے میں طبیعت پر بار محسوس نہیں کرتا۔ لیکن اسے چھوڑنے میں لوہے لگ جاتے ہیں اور جُوں جُوں عادت پختہ ہوتی جاتی ہے، ضمیر کی آواز کمزور پڑ جاتی ہے اور توبہ میں دُشواریاں حائل ہو جاتی ہیں۔ لہٰذا یہ کہہ کر دل کو ڈھارس دیتے رہنا کہ "پھر توبہ کر لیں گے" اکثر بے نتیجہ ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ جب ابتداء میں گناہ سے دستبردار ہونے میں دُشواری محسوس ہو رہی ہے تو گناہ کی مُدّت کو بڑھا لے

جانے کے بعد تو یہ دُشوار تر ہو جائے گی۔

۱۷۱- وقال علیہ السلام: کَمْ مِنْ أُكْلَةٍ مَنَعَتْ أُكْلَاتٍ!

(۱۷۱) بسا اوقات ایک دفعہ کا کھانا بہت دفعہ کے کھانوں سے مانع ہو جاتا ہے۔

یہ ایک مثل ہے جو ایسے موقع پر استعمال ہوتی ہے جہاں کوئی شخص ایک فائدہ کے پیچھے اس طرح کھو جائے کہ اُسے دوسرے فائدوں سے ہاتھ اُٹھا لینا پڑے جس طرح وہ شخص کہ جو ناموافقِ طبع یا ضرورت سے زیادہ کھا لے تو اُسے بہت سے کھانوں سے محروم ہونا پڑتا ہے۔

۱۷۲- وقال علیہ السلام: النَّاسُ أَعْدَاءُ مَا جَهِلُوا۔

(۱۷۲) لوگ اُس چیز کے دشمن ہوتے ہیں، جسے نہیں جانتے۔

انسان جس علم و فن سے واقف ہوتا ہے اُسے بڑی اہمیت دیتا ہے اور جس علم سے عاری ہوتا ہے اُسے غیر اہم قرار دے کر اس کی تنقیص و مذمت کرتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ وہ یہ دیکھتا ہے کہ جس محفل میں اس علم و فن پر گفتگو ہوتی ہے۔ اُسے ناقابلِ اعتنا سمجھ کر نظر انداز کر دیا جاتا ہے جس سے وہ ایک طرح کی سُبکی محسوس کرتا ہے اور یہ سُبکی اس کے لیے اذیت کا باعث ہوتی ہے اور انسان جس چیز سے بھی اذیت محسوس کرے گا اُس سے طبعاً نفرت کرے گا اور اُس سے بغض رکھے گا۔ چنانچہ افلاطون سے دریافت کیا گیا کہ کیا وجہ ہے کہ نہ جاننے والا جاننے والے سے بغض رکھتا ہے مگر جاننے والا نہ جاننے والے سے بغض و عناد نہیں رکھتا؛ اس نے کہا کہ چونکہ نہ جاننے والا اپنے اندر ایک نقص محسوس کرتا ہے اور یہ گمان کرتا ہے کہ جاننے والا اُس کی جہالت کی بنا پر اُسے حقیر و پست سمجھتا ہو گا جس سے متاثر ہو کر وہ اُس سے بغض رکھتا ہے اور جاننے والا چونکہ جہالت کے نقص سے بری ہوتا ہے، اس لیے وہ یہ تصور نہیں کرتا کہ نہ جاننے والا اُسے حقیر سمجھتا ہو گا۔ اس لیے کوئی وجہ نہیں ہوتی کہ وہ اس سے بغض رکھے۔

۱۷۳- وقال علیہ السلام: مَنِ اسْتَقْبَلَ وُجُوهَ الْآرَاءِ عَرَفَ مَوَاقِعَ الْخَطَايَا۔

(۱۷۳) جو شخص مختلف رایوں کا سامنا کرتا ہے وہ خطا و لغزش کے مقامات کو پہچان لیتا ہے۔

۱۷۴- وقال علیہ السلام: مَنْ أَحَدَّ

(۱۷۴) جو شخص اللہ کی خاطر سنانِ غضب تیز

سِنَانَ الْغَضَبِ لِلّٰهِ قَوِيَ عَلٰى قَتْلِ أَشِدَّاۤءِ الْبَاطِلِ کرتا ہے، وُہ باطل کے سُورماؤں کے قتل پر توانا ہو جاتا ہے۔

جو شخص محض اللہ کی خاطر باطل سے ٹکرانے کے لیے اُٹھ کھڑا ہوتا ہے، اُسے خداوندِ عالم کی طرف سے تائید و نصرت حاصل ہوتی ہے اور کمزوری و بے سروسامانی کے باوجود باطل قوتیں اُس کے عزم میں تزلزل اور ثباتِ قدم میں جنبش پیدا نہیں کر سکتیں اور اگر اس کے اقدام میں ذاتی غرض شریک ہو تو اُسے بڑی آسانی سے اُس کے ارادہ سے باز رکھا جا سکتا ہے۔ چنانچہ سید نعمت جزائری علیہ الرحمہ نے زہر الربیع میں تحریر کیا ہے کہ ایک شخص نے کچھ لوگوں کو ایک درخت کی پرستش کرتے دیکھا تو اُس نے جذبۂ دینی سے متاثر ہو کر اُس درخت کو کاٹنے کا ارادہ کیا۔ اور جب تیشہ لے کر آگے بڑھا تو شیطان نے اس کا راستہ روکا اور پوچھا کہ کیا ارادہ ہے؟ اُس نے کہا کہ میں اس درخت کو کاٹنا چاہتا ہوں تاکہ لوگ اِس مشرکانہ طریقِ عبادت سے باز رہیں۔ شیطان نے کہا کہ تمھیں اس سے کیا مطلب! وُہ جانیں اور ان کا کام، مگر وُہ اپنے ارادہ پر جما رہا۔ جب شیطان نے دیکھا کہ یہ ایسا کر ہی گزرے گا، تو اُس نے کہا کہ اگر تم واپس چلے جاؤ تو میں تمھیں چار درہم ہر روز دیا کروں گا، جو تمھیں بستر کے نیچے سے مل جایا کریں گے۔ یہ سُن کر اُس کی نیت ڈانواں ڈول ہونے لگی اور کہا کہ کیا ایسا ہو سکتا ہے؟ اُس نے کہا کہ تجربہ کر کے دیکھ لو۔ اگر ایسا نہ ہُوا تو درخت کے کاٹنے کا موقع پھر بھی تمھیں مل سکتا ہے۔ چنانچہ وُہ لالچ میں آ کر پلٹ آیا اور دُوسرے دن وُہ درہم اُسے بستر کے نیچے سے مل گئے۔ مگر دو چار روز کے بعد یہ سلسلہ ختم ہو گیا۔ اب وُہ پھر طیش میں آیا، اور تیشہ لے کر درخت کی طرف بڑھا کہ شیطان نے آگے بڑھ کر کہا کہ اب تمھارے بس میں نہیں کہ تم اسے کاٹ سکو۔ کیونکہ پہلی دفعہ تم صرف اللہ کی رضامندی حاصل کرنے کے لیے نکلے تھے، اور اب چند پیسوں کی خاطر نکلے ہو۔ لہٰذا تم نے ہاتھ اُٹھایا تو میں تمھاری گردن توڑ دوں گا۔ چنانچہ وُہ بے نیل مرام پلٹ آیا۔

١٧٥۔ وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: إِذَا هِبْتَ أَمْرًا فَقَعْ فِيْهِ، فَإِنَّ شِدَّةَ تَوَقِّيْهِ أَعْظَمُ مِمَّا تَخَافُ مِنْهُ۔

(١٧٥) جب کسی امر سے دہشت محسوس کرو تو اُس میں پھاند پڑو، اس لیے کہ کھٹکا لگا رہنا اُس ضرر سے کہ جس کا خوف ہے، زیادہ تکلیف دہ چیز ہے۔

١٧٦۔ وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: آلَةُ الرِّيَاسَةِ سَعَةُ الصَّدْرِ۔

(١٧٦) سربرآوردہ ہونے کا ذریعہ سینہ کی وُسعت ہے۔

١٧٧۔ وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: اُزْجُرِ

(١٧٧) بدکار کی سرزنش نیک کو اُس کا بدلہ

الْمُسِیْءَ بِثَوَابِ الْمُحْسِنِ۔ دے کر کرو۔

مقصد یہ ہے کہ اچھوں کو اُن کی حسن کارکردگی کا پُورا پُورا صلہ دینا اور اُن کے کارناموں کی بنا پر اُن کی قدر افزائی کرنا بُروں کو بھی اچھائی کی راہ پر لگاتا ہے، اور یہ چیز اخلاقی مواعظ اور تنبیہ و سرزنش سے زیادہ مؤثر ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ انسان طبعاً اُن چیزوں کی طرف راغب ہوتا ہے جن کے نتیجہ میں اُسے فوائد حاصل ہوں اور اُس کے کانوں میں مدح و تحسین کے ترانے گونجیں۔

۱۷۸- وقال علیہ السلام: اُحْصُدِ الشَّرَّ مِنْ صَدْرِ غَيْرِكَ بِقَلْعِهِ مِنْ صَدْرِكَ۔

(۱۷۸) دُوسرے کے سینہ سے کینہ و شر کی جڑ اس طرح کاٹو، کہ خود اپنے سینہ سے اُسے نکال پھینکو

اس جملہ کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ اگر تم کسی کی طرف سے دل میں کینہ رکھو گے، تو وہ بھی تمھاری طرف سے کینہ رکھے گا۔ لہٰذا اپنے دل کی کدورتوں کو مٹا کر اس کے دل سے بھی کدورت کو مٹا دو۔ کیونکہ دل دل کا آئینہ ہوتا ہے۔ جب تمھارے آئینۂ دل میں کدورت کا زنگ نہ رہے گا، تو اس کے دل سے بھی کدورت جاتی رہے گی اور اسی لیے انسان دوسرے کے دل کی صفائی کا اندازہ اپنے دل کی صفائی سے بآسانی کر لیتا ہے چنانچہ ایک شخص نے اپنے ایک دوست سے پُوچھا کہ تم مجھے کتنا چاہتے ہو؟ اُس نے جواب میں کہا سَلْ قَلْبَكَ "اپنے دل سے پوچھو"۔ یعنی جتنا تم مجھے دوست رکھتے ہو، اتنا ہی میں تمھیں دوست رکھتا ہوں۔

دوسرے معنی یہ ہیں کہ اگر یہ چاہتے ہو کہ دُوسرے کو بُرائی سے روکو، تو پہلے خود اس بُرائی سے باز آؤ۔ اس طرح تمھاری نصیحت دُوسرے پر اثر انداز ہو سکتی ہے، ورنہ بے اثر ہو کر رہ جائے گی۔

۱۷۹- وقال علیہ السلام: اللَّجَاجَةُ تَسُلُّ الرَّأْيَ۔

(۱۷۹) ضد اور ہٹ دھرمی صحیح رائے کو دُور کر دیتی ہے۔

۱۸۰- وقال علیہ السلام الطَّمَعُ رِقٌّ مُؤَبَّدٌ۔

(۱۸۰) لالچ ہمیشہ کی غلامی ہے۔

۱۸۱- وقال علیہ السلام: ثَمَرَةُ التَّفْرِيطِ النَّدَامَةُ، وَثَمَرَةُ الْحَزْمِ السَّلَامَةُ۔

(۱۸۱) کوتاہی کا نتیجہ شرمندگی، اور احتیاط و دور اندیشی کا نتیجہ سلامتی ہے۔

---

۱۸۲ - وقال عليه السلام: لَا خَيْرَ فِي الصَّمْتِ عَنِ الْحُكْمِ، كَمَا أَنَّهُ، لَا خَيْرَ فِي الْقَوْلِ بِالْجَهْلِ۔

(۱۸۲) حکیمانہ بات سے خاموشی اختیار کرنے میں کوئی بھلائی نہیں، جس طرح جہالت کی بات میں کوئی اچھائی نہیں۔

---

۱۸۳ - وقال عليه السلام: مَا اخْتَلَفَتْ دَعْوَتَانِ إِلَّا كَانَتْ إِحْدَاهُمَا ضَلَالَةً۔

(۱۸۳) جب دو مختلف دعوتیں ہوں گی، تو اُن میں سے ایک ضرور گمراہی کی دعوت ہوگی۔

---

۱۸۴ - وقال عليه السلام: مَا شَكَكْتُ فِي الْحَقِّ مُذْ أُرِيتُهُ۔

(۱۸۴) جب سے مجھے حق دکھایا گیا ہے۔ میں نے اس میں کبھی شک نہیں کیا۔

---

۱۸۵ - وقال عليه السلام: مَا كَذَبْتُ وَلَا كُذِّبْتُ، وَلَا ضَلَلْتُ وَلَا ضُلَّ بِي۔

(۱۸۵) نہ میں نے جھوٹ کہا ہے، نہ مجھے جھوٹی خبر دی گئی ہے، نہ میں خود گمراہ ہوا، نہ مجھے گمراہ کیا گیا۔

---

۱۸۶ - وقال عليه السلام: لِلظَّالِمِ الْبَادِي غَدًا بِكَفِّهِ عَضَّةٌ۔

(۱۸۶) ظلم میں پہل کرنے والا کل (ندامت سے) اپنا ہاتھ اپنے دانتوں سے کاٹتا ہوگا۔

---

۱۸۷ - وقال عليه السلام: الرَّحِيلُ وَشِيكٌ۔

(۱۸۷) چل چلاؤ قریب ہے۔

---

۱۸۸ - وقال عليه السلام: مَنْ أَبْدَى صَفْحَتَهُ لِلْحَقِّ هَلَكَ۔

(۱۸۸) جو حق سے منہ موڑتا ہے، تباہ ہو جاتا ہے۔

---

۱۸۹ - وقال عليه السلام: مَنْ لَمْ يُنْجِهِ الصَّبْرُ أَهْلَكَهُ الْجَزَعُ۔

(۱۸۹) جسے صبر رہائی نہیں دلاتا، اُسے بے تابی و بے قراری ہلاک کر دیتی ہے۔

---

۱۹۰ - وقال عليه السلام: وَا عَجَبَاهُ

(۱۹۰) العجب کیا خلافت کا معیار بس صحابیت

أَتَكُونُ الْخِلَافَةُ بِالصَّحَابَةِ وَالْقَرَابَةِ؟

قال الرضي: وروي له شعر في هذا المعنى:

فَإِنْ كُنْتَ بِالشُّورَى مَلَكْتَ أُمُورَهُمْ
فَكَيْفَ بِهٰذَا وَالْمُشِيرُونَ غُيَّبُ؟
وَإِنْ كُنْتَ بِالْقُرْبَى
حَجَجْتَ خَصِيمَهُمْ فَغَيْرُكَ
أَوْلَى بِالنَّبِيِّ وَ
أَقْرَبُ۔

اور قرابت ہی ہے؟

(سید رضی کہتے ہیں) کہ اس مضمون کے اشعار بھی حضرت سے مروی ہیں جو یہ ہیں۔ اگر تم شوریٰ کے ذریعہ لوگوں کے سیاہ و سفید کے مالک ہو گئے، ہو تو یہ کیسے جبکہ مشورہ دینے کے حقدار افراد غیر حاضر تھے، اور اگر قرابت کی وجہ سے تم اپنے حریف پر غالب آئے ہو تو پھر تمہارے علاوہ دوسرا نبیؐ کا زیادہ حقدار اور اُن سے زیادہ قریبی ہے۔

۱۹۱- وقال عليه السلام: إِنَّمَا الْمَرْءُ فِي الدُّنْيَا غَرَضٌ تَنْتَضِلُ فِيهِ الْمَنَايَا، وَنَهْبٌ تُبَادِرُهُ الْمَصَائِبُ، وَمَعَ كُلِّ جُرْعَةٍ شَرَقٌ، وَفِي كُلِّ أَكْلَةٍ غَصَصٌ، وَلَا يَنَالُ الْعَبْدُ نِعْمَةً إِلَّا بِفِرَاقِ أُخْرَى، وَلَا يَسْتَقْبِلُ يَوْماً مِنْ عُمُرِهِ إِلَّا بِفِرَاقِ آخَرَ مِنْ أَجَلِهِ. نَحْنُ أَعْوَانُ الْمَنُونِ، وَأَنْفُسُنَا نَصْبُ الْحُتُوفِ، فَمِنْ أَيْنَ نَرْجُو الْبَقَاءَ وَهٰذَا اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ لَمْ يَرْفَعَا مِنْ شَيْءٍ شَرَفاً إِلَّا أَسْرَعَا الْكَرَّةَ فِي هَدْمِ مَا بَنَيَا، وَتَفْرِيقِ مَا جَمَعَا؟!

(۱۹۱) دُنیا میں انسان موت کی تیراندازی کا ہدف اور مُصیبت و ابتلا کی غارت گری کی جولانگاہ ہے جہاں ہر گھونٹ کے ساتھ اچھو اور ہر لقمہ میں گلوگیر پھندا ہے اور جہاں بندہ ایک نعمت اُس وقت تک نہیں پاتا جب تک دُوسری نعمت جُدا نہ ہو جائے اور اُس کی عمر کا ایک دن آتا نہیں جب تک کہ ایک دن اس کی عمر سے کم نہ ہو جائے۔ ہم موت کے مددگار ہیں اور ہماری جانیں ہلاکت کی زد پر ہیں، تو اس صُورت میں ہم کہاں سے بقا کی اُمید کر سکتے ہیں، جبکہ شب و روز کسی عمارت کو بلند نہیں کرتے مگر یہ کہ حملہ آور ہو کر جو بنایا ہے اُسے گراتے اور جو یکجا کیا ہے اُسے بکھیرتے ہوتے ہیں۔

۱۹۲- وقال عليه السلام: يَا ابْنَ آدَمَ مَا كَسَبْتَ فَوْقَ قُوتِكَ فَأَنْتَ فِيهِ خَازِنٌ لِغَيْرِكَ۔

(۱۹۲) اے فرزند آدمؑ! تُو نے اپنی غذا سے جو زیادہ کمایا ہے اُس میں دوسرے کا خزانچی ہے۔

۱۹۳- وقال عليه السلام: إِنَّ

(۱۹۳) دلوں کے لیے رغبت و میلان، آگے

لِلْقُلُوْبِ شَهْوَةً وَّ اِقْبَالًا وَّ اِدْبَارًا فَأْتُوْهَا مِنْ قِبَلِ شَهْوَتِهَا وَ اِقْبَالِهَا، فَاِنَّ الْقَلْبَ اِذَا اُكْرِهَ عَمِیَ۔

بڑھنا اور پیچھے ہٹنا ہوتا ہے۔ لہٰذا ان سے اُس وقت کام لو جب ان میں خواہش و میلان ہو، کیونکہ دل کو مجبور کر کے کسی کام پر لگایا جائے، تو اُسے کچھ سجھائی نہیں دیتا۔

۱۹۴- وکان علیه السلام یقول مَتٰی أَشْفِیْ غَیْظِیْ اِذَا غَضِبْتُ؟ أَحِیْنَ أَعْجِزُ عَنِ الْاِنْتِقَامِ فَیُقَالُ لِیْ لَوْ صَبَرْتَ؟ أَمْ حِیْنَ أَقْدِرُ عَلَیْهِ فَیُقَالُ لِیْ لَوْ عَفَوْتَ۔

(۱۹۴) جب غصہ مجھے آئے تو کب اپنے غصہ کو اُتاروں؟ کیا اُس وقت کہ جب انتقام نہ لے سکوں اور یہ کہا جائے کہ صبر کیجیے۔ یا اُس وقت کہ جب انتقام پر قدرت ہو، اور کہا جائے کہ بہتر ہے درگزر کیجیے۔

۱۹۵- وقال علیه السلام: وقد مر بقذر علی مزبلة: هٰذَا مَا بَخِلَ بِهِ الْبَاخِلُوْنَ وروی فی خبر آخر أنه قال: هٰذَا مَا كُنْتُمْ تَتَنَافَسُوْنَ فِیْهِ بِالْاَمْسِ۔

(۱۹۵) آپ کا گزر ہوا ایک گھورے کی طرف سے جس پر غلاظتیں تھیں۔ فرمایا، "یہ وہ ہے جس کے ساتھ بُخل کرنے والوں نے بُخل کیا تھا"۔ ایک اور روایت میں ہے کہ اس موقع پر آپ نے فرمایا: "یہ وہ ہے جس پر تم لوگ کل ایک دوسرے پر رشک کرتے تھے۔

۱۹۶- وقال علیه السلام: لَمْ یَذْهَبْ مِنْ مَّالِكَ مَا وَعَظَكَ۔

(۱۹۶) تمہارا وہ مال اکارت نہیں گیا جو تمہارے لیے عبرت و نصیحت کا باعث بن جائے۔

جو شخص مال و دولت کھو کر تجربہ و نصیحت حاصل کرے، اُسے ضیاع مال کی فکر نہ کرنا چاہیے اور مال کے مقابلہ میں تجربہ کو گراں قدر سمجھنا چاہیے۔ کیونکہ مال تو یوں بھی ضایع ہو جاتا ہے، مگر تجربہ آئندہ کے خطرات سے بچالے جاتا ہے، چنانچہ ایک عالم سے جو مالدار ہونے کے بعد فقیر و نادار ہو چکا تھا، پوچھا گیا کہ تمہارا مال کیا ہوا؟ اُس نے کہا کہ میں نے اس سے تجربات خرید لیے ہیں جو میرے لیے مال سے زیادہ فائدہ مند ثابت ہوئے ہیں۔ لہٰذا سب کچھ کھو دینے کے بعد بھی میں نقصان میں نہیں رہا۔

۱۹۷- وقال علیه السلام: اِنَّ هٰذِهِ الْقُلُوْبَ تَمَلُّ كَمَا تَمَلُّ الْاَبْدَانُ فَابْتَغُوْا لَهَا طَرَآئِفَ الْحِكْمَةِ۔

(۱۹۷) یہ دل بھی اُسی طرح تھکتے ہیں جس طرح بدن تھکتے ہیں۔ لہٰذا (جب ایسا ہو تو) ان کے لیے لطیف حکیمانہ جملے تلاش کرو۔

۱۹۸- وقال علیه السلام لما سمع قول الخوارج «لاحکم إلا لله» كَلِمَةُ حَقٍّ يُرَادُ بِهَا بَاطِلٌ۔

(۱۹۸) جب خوارج کا قول "لاحکم الا للہ" (حکم اللہ سے مخصوص ہے) سُنا تو فرمایا: یہ جملہ صحیح ہے مگر جو اس سے مُراد لیا جاتا ہے، وہ غلط ہے۔

۱۹۹- وقال علیه السلام فی صفة الغوغاء: هُمُ الَّذِينَ إِذَا اجْتَمَعُوا غَلَبُوا، وَإِذَا تَفَرَّقُوا لَمْ يُعْرَفُوا، وَقيل: بل قال علیه السلام: هُمُ الَّذِينَ إِذَا اجْتَمَعُوا ضَرُّوا، وَإِذَا تَفَرَّقُوا نَفَعُوا، فقيل: قد عرفنا مضرة اجتماعهم فما منفعة افتراقهم؟ فقال: يَرْجِعُ أَصْحَابُ الْمِهَنِ إِلَى مِهَنِهِمْ، فَيَنْتَفِعُ النَّاسُ بِهِمْ كَرُجُوعِ الْبَنَّاءِ إِلَى بِنَائِهِ، وَالنَّسَّاجِ إِلَى مَنْسَجِهِ، وَالْخَبَّازِ إِلَى مَخْبَزِهِ۔

(۱۹۹) بازاری آدمیوں کی بھیڑ بھاڑ کے بارے میں فرمایا: یہ وُہ لوگ ہوتے ہیں کہ مجتمع ہوں تو چھا جاتے ہیں اور جب منتشر ہوں تو پہچانے نہیں جاتے۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ نے فرمایا: کہ جب اکٹھا ہوتے ہیں تو باعثِ ضرر ہوتے ہیں اور جب منتشر ہو جاتے ہیں تو فائدہ مند ثابت ہوتے ہیں لوگوں نے کہا کہ ہمیں ان کے مجتمع ہونے کا نقصان تو معلوم ہے مگر اُن کے منتشر ہونے کا فائدہ کیا ہے؟ آپؑ نے فرمایا کہ پیشہ در اپنے اپنے کاروبار کی طرف پلٹ جاتے ہیں تو لوگ اُن کے ذریعہ سے فائدہ اُٹھاتے ہیں جیسے معمار اپنی (زیرِ تعمیر) عمارت کی طرف جولاہا اپنے کاروبار کی جگہ کی طرف اور نانبائی اپنے تنور کی طرف۔

۲۰۰- وقال علیه السلام، وأُتی بجان ومعه غوغاء فقال: لَا مَرْحَباً بِوُجُوهٍ لَا تُرَى إِلَّا عِنْدَ كُلِّ سَوْأَةٍ۔

(۲۰۰) آپ کے سامنے ایک مجرم لایا گیا۔ جس کے ساتھ تماشائیوں کا ہجوم تھا تو آپ نے فرمایا: ان چہروں پر پھٹکار کہ جو ہر رُسوائی کے موقع پر ہی نظر آتے ہیں۔

۲۰۱- وقال علیه السلام: إِنَّ مَعَ كُلِّ إِنْسَانٍ مَلَكَيْنِ يَحْفَظَانِهِ، فَإِذَا جَاءَ الْقَدَرُ خَلَّيَا بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ، وَإِنَّ الْأَجَلَ جُنَّةٌ حَصِينَةٌ۔

(۲۰۱) ہر انسان کے ساتھ دو فرشتے ہوتے ہیں جو اس کی حفاظت کرتے ہیں اور جب موت کا وقت آتا ہے تو وُہ اس کے اور موت کے درمیان سے ہٹ جاتے ہیں اور بے شک انسان کی مقررہ عمر اُس کے لیے ایک مضبوط سپر ہے۔

٢٠٢ - وقال عليه السلام، وقد قال له طلحة والزبير: نبايعك على أنا شركاؤك في هذا الأمر: لَا، وَلٰكِنَّكُمَا شَرِيكَانِ فِي الْقُوَّةِ وَالْاسْتِعَانَةِ، وَعَوْنَانِ عَلَى الْعَجْزِ وَالْأَوَدِ۔

(٢٠٢) طلحہ و زبیر نے حضرت سے کہا کہ ہم اس شرط پر آپ کی بیعت کرتے ہیں کہ اس حکومت میں آپ کے ساتھ شریک رہیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں، بلکہ تم تقویت پہنچانے اور ہاتھ بٹانے میں شریک اور عاجزی اور سختی کے موقع پر مددگار رہو گے۔

٢٠٣ - وقال عليه السلام: أَيُّهَا النَّاسُ، اتَّقُوا اللهَ الَّذِي إِنْ قُلْتُمْ سَمِعَ، وَإِنْ أَضْمَرْتُمْ عَلِمَ، وَبَادِرُوا الْمَوْتَ الَّذِي إِنْ هَرَبْتُمْ مِنْهُ أَدْرَكَكُمْ، وَإِنْ أَقَمْتُمْ أَخَذَكُمْ، وَإِنْ نَسِيتُمُوهُ ذَكَرَكُمْ۔

(٢٠٣) اے لوگو! اس اللہ سے ڈرو کہ اگر تم کچھ کہو تو وہ سنتا ہے، اور دل میں چھپا کر رکھو تو وہ جان لیتا ہے۔ اس موت کی طرف بڑھنے کا سروسامان کرو کہ جس سے بھاگے، تو وہ تمہیں پا لے گی اور اگر ٹھہرے، تو وہ تمہیں گرفت میں لے لے گی اور اگر تم اسے بھول بھی جاؤ تو وہ تمہیں یاد رکھے گی۔

٢٠٤ - وقال عليه السلام: لَا يُزْهِدَنَّكَ فِي الْمَعْرُوفِ مَنْ لَا يَشْكُرُ لَكَ، فَقَدْ يَشْكُرُكَ عَلَيْهِ مَنْ لَا يَسْتَمْتِعُ بِشَيْءٍ مِنْهُ، وَقَدْ تُدْرِكُ مِنْ شُكْرِ الشَّاكِرِ أَكْثَرَ مِمَّا أَضَاعَ الْكَافِرُ، وَاللهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ۔

(٢٠٤) کسی شخص کا تمہارے حسن سلوک پر شکر گزار نہ ہونا تمہیں نیکی اور بھلائی سے بددل نہ بنا دے۔ اس لیے کہ بسا اوقات تمہاری اس بھلائی کی وہ قدر کرے گا، جس نے اس سے کچھ فائدہ بھی نہیں اٹھایا اور اس ناشکرے نے جتنا تمہارا حق ضائع کیا ہے، اس سے کہیں زیادہ تم ایک قدردان کی قدردانی حاصل کر لو گے اور خدا نیک کام کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

٢٠٥ - وقال عليه السلام: كُلُّ وِعَاءٍ يَضِيقُ بِمَا جُعِلَ فِيهِ إِلَّا وِعَاءَ الْعِلْمِ فَإِنَّهُ يَتَّسِعُ۔

(٢٠٥) ہر ظرف اس سے کہ جو اس میں رکھا جائے تنگ ہوتا جاتا ہے۔ مگر علم کا ظرف وسیع ہوتا جاتا ہے۔

٢٠٦ - وقال عليه السلام: أَوَّلُ

(٢٠٦) بردبار کو اپنی بردباری کا پہلا عوض یہ

عِوَضُ الْحَلِيمِ مِنْ حِلْمِهِ أَنَّ النَّاسَ أَنْصَارُهُ عَلَى الْجَاهِلِ

ملتا ہے کہ لوگ جہالت دکھانے والے کے خلاف اُس کے طرفدار ہو جاتے ہیں۔

---

۲۰۷ - وقال عليه السلام: إن لم تكن حليما فتحلم، فإنه قل من تشبه بقوم إلا أوشك أن يكون منهم.

(۲۰۷) اگر تم بُردبار نہیں ہو تو بظاہر بُردبار بننے کی کوشش کرو، کیونکہ ایسا کم ہوتا ہے کہ کوئی شخص کسی جماعت سے شباہت اختیار کرے اور اُن میں سے نہ ہو جائے۔

مطلب یہ ہے کہ اگر انسان طبعاً حلیم و بُردبار نہ ہو تو اُسے بُردبار بننے کی کوشش کرنا چاہیے اس طرح کہ اپنی افتادِ طبیعت کے خلاف حلم و بُردباری کا مظاہرہ کرے اگرچہ اُسے طبیعت کا رُخ موڑنے میں کچھ زحمت محسوس ہوگی مگر اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ آہستہ آہستہ حلم طبعی خصلت کی صورت اختیار کرے گا اور پھر تکلف کی حاجت نہ رہے گی۔ کیونکہ عادت رفتہ رفتہ طبیعتِ ثانیہ بن جایا کرتی ہے۔

---

۲۰۸ - وقال عليه السلام: من حاسب نفسه ربح، ومن غفل عنها خسر، ومن خاف أمن، ومن اعتبر أبصر، ومن أبصر فهم، ومن فهم علم

(۲۰۸) جو شخص اپنے نفس کا محاسبہ کرتا ہے وُہ فائدہ اُٹھاتا ہے اور جو غفلت کرتا ہے وُہ نقصان میں رہتا ہے جو ڈرتا ہے وُہ (عذاب سے) محفوظ ہو جاتا ہے، اور جو عبرت حاصل کرتا ہے وہ بینا ہو جاتا ہے، اور جو بینا ہوتا ہے وُہ بافہم ہو جاتا ہے اور جو فہم ہوتا ہے، اُسے علم حاصل ہو جاتا ہے۔

---

۲۰۹ - وقال عليه السلام: لتعطفن الدنيا علينا بعد شماسها عطف الضروس على ولدها - وتلا عقيب ذلك: (ونريد أن نمن على الذين استضعفوا في الأرض ونجعلهم أئمة ونجعلهم الوارثين)

(۲۰۹) یہ دُنیا مُنہ زوری دکھانے کے بعد پھر ہماری طرف جُھکے گی جس طرح کاٹنے والی اُونٹنی اپنے بچہ کی طرف جھکتی ہے۔ اس کے بعد حضرت نے اس آیت کی تلاوت فرمائی۔ "ہم یہ چاہتے ہیں کہ جو لوگ زمین میں کمزور کر دیئے گئے ہیں، اُن پر احسان کریں اور اُن کو پیشوا بنائیں اور انہی کو (اس زمین کا) مالک بنائیں۔"

یہ ارشاد امام منتظر کے متعلق ہے جو سلسلۂ امامت کے آخری فرد ہیں۔ ان کے ظہور کے بعد تمام سلطنتیں اور حکومتیں ختم ہو جائیں گی اور "لیظہرہ علی الدین کلہ" کا مکمل نمونہ نگاہوں کے سامنے آجائے گا۔

ہر کسے را دولتے از آسمان آید پدید
دولتِ آلِ علیؑ آخر زمان آید پدید

---

۲۱۰ - وقال علیه السلام:
اتقوا الله تقیة من شمر تجریدا، وجد تشمیرا: وکمش فی مهل، وبادر عن وجل، ونظر فی کرة الموئل، وعاقبة المصدر، ومغبة المرجع۔

(۲۱۰) اللہ سے ڈرو اُس شخص کے ڈرنے کے مانند جس نے دُنیا کی وابستگیوں کو چھوڑ کر دامن گردان لیا اور دامن گردان کر کوشش میں لگ گیا اور اچھائیوں کے لیے اس وقفۂ حیات میں تیز گامی کے ساتھ چلا اور خطروں کے پیشِ نظر اس نے نیکیوں کی طرف قدم بڑھایا اور اپنی قرارگاہ اور اپنے اعمال کے نتیجہ اور انجام کار کی منزل پر نظر رکھی۔

---

۲۱۱ - وقال علیه السلام:
الجود حارس الأعراض، والحلم فدام السفیه، والعفو زکاة الظفر، والسلو عوضك ممن غدر، والاستشارة عین الهدایة وقد خاطر من استغنی برأیه، والصبر یناضل الحدثان والجزع من أعوان الزمان، وأشرف الغنی ترك المنی، وکم من عقل أسیر تحت هوی أمیر، ومن التوفیق حفظ التجربة، والمودة قرابة مستفادة ولا تأمنن ملولا۔

(۲۱۱) سخاوت، عزت و آبرو کی پاسبان ہے بُردباری احمق کے مُنہ کا تسمہ ہے، درگزر کرنا کامیابی کی زکوٰۃ ہے، جو غداری کرے اُسے بھول جانا اس کا بدل ہے۔ مشورہ لینا خود صحیح راستہ پا جانا ہے۔ جو شخص اپنی رائے پر اعتماد کر کے بے نیاز ہو جاتا ہے وہ اپنے کو خطرہ میں ڈالتا ہے۔ صبر مصائب و حوادث کا مقابلہ کرتا ہے۔ بیتابی و بیقراری زمانہ کے مددگاروں میں سے ہے۔ بہترین دولتمندی آرزوؤں سے ہاتھ اُٹھا لینا ہے۔ بہت سی غلام عقلیں امیروں کی ہوا و ہوس کے بارے میں دبی ہُوئی ہیں۔ تجربہ و آزمائش کی نگہداشت حسن توفیق کا نتیجہ ہے۔ دوستی و محبت اکتسابی قرابت ہے جو تم سے رنجیدہ و دل تنگ ہو اُس پر اطمینان و اعتماد نہ کرو۔

۲۱۲ - وقال علیہ السلام: عُجْبُ الْمَرْءِ بِنَفْسِهِ أَحَدُ حُسَّادِ عَقْلِهِ۔

(۲۱۲) انسان کی خودپسندی اُس کی عقل کے حریفوں میں سے ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جس طرح حاسد محسود کی کسی خوبی وحسن کو نہیں دیکھ سکتا، اسی طرح خودپسندی عقل کے جوہر کا اُبھرنا اور اُس کے خصائص کا نمایاں ہونا گوارا نہیں کرتی۔ جس سے مغرور و خود بین انسان اُن عادات و خصائل سے محروم رہتا ہے، جو عقل کے نزدیک پسندیدہ ہوتے ہیں۔

---

۲۱۳ - وقال علیہ السلام: أَغْضِ عَلَى الْقَذَى وَإِلَّا لَمْ تَرْضَ أَبَدًا۔

(۲۱۳) تکلیف سے چشم پوشی کرو۔ ورنہ کبھی خوش نہیں رہ سکتے۔

ہر شخص میں کوئی نہ کوئی خامی و کمزوری ضرور ہوتی ہے۔ اگر انسان دوسروں کی خامیوں اور کمزوریوں سے متاثر ہو کر ان سے علیحدگی اختیار کرتا جائے، تو رفتہ رفتہ وُہ اپنے دوستوں کو کھو دے گا، اور دُنیا میں تنہا اور بے یار و مددگار ہو کر رہ جائے گا جس سے اُس کی زندگی تلخ اور اُلجھنیں بڑھ جائیں گی۔ ایسے موقع پر انسان کو یہ سوچنا چاہیئے کہ اس معاشرہ میں اُسے فرشتے نہیں مل سکتے کہ جن سے اسے کبھی کوئی شکایت پیدا نہ ہو۔ اسے انہی لوگوں میں رہنا سہنا اور انہی لوگوں میں زندگی گزارنا ہے۔ لہٰذا جہاں تک ہو سکے ان کی کمزوریوں کو نظر انداز کرے، اور اُن کی ایذا رسانیوں سے چشم پوشی کرتا رہے۔

---

۲۱۴ - وقال علیہ السلام: مَنْ لَانَ عُودُهُ كَثُفَتْ أَغْصَانُهُ۔

(۲۱۴) جس (درخت) کی لکڑی نرم ہو اُس کی شاخیں گھنی ہوتی ہیں۔

جو شخص تُند خو اور بدمزاج ہو، وُہ کبھی اپنے ماحول کو خوش گوار بنانے میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اس کے ملنے والے بھی اُس کے ہاتھوں نالاں اور اُس سے بیزار رہیں گے اور جو خوش خلق اور شیریں زبان ہو، لوگ اُس کے قرب کے خواہاں اور اُس کی دوستی کے خواہشمند ہوں گے، اور وقت پڑنے پر اُس کے معاون و مددگار ثابت ہوں گے جس سے وہ اپنی زندگی کو کامیاب بنا لے جا سکتا ہے۔

---

۲۱۵ - وقال علیہ السلام: الْخِلَافُ يَهْدِمُ الرَّأْيَ۔

(۲۱۵) مخالفت صحیح رائے کو برباد کر دیتی ہے۔

۲۱۶- وقال علیہ السلام: مَنْ نَالَ اسْتَطَالَ۔

(۲۱۶) جو منصب پالیتا ہے دست درازی کرنے لگتا ہے۔

۲۱۷- وقال علیہ السلام: فِی تَقَلُّبِ الْاَحْوَالِ عِلْمُ جَوَاهِرِ الرِّجَالِ۔

(۲۱۷) حالات کے پلٹوں ہی میں مردوں کے جوہر کھلتے ہیں۔

۲۱۸- وقال علیہ السلام: حَسَدُ الصَّدِیْقِ مِنْ سُقْمِ الْمَوَدَّةِ۔

(۲۱۸) دوست کا حسد کرنا دوستی کی خامی ہے

۲۱۹- وقال علیہ السلام: اَکْثَرُ مَصَارِعِ الْعُقُوْلِ تَحْتَ بُرُوْقِ الْمَطَامِعِ۔

(۲۱۹) اکثر عقلوں کا ٹھوکر کھا کر گرنا طمع و حرص کی بجلیاں چمکنے پر ہوتا ہے۔

جب انسان طمع و حرص میں پڑ جاتا ہے تو رشوت، چوری، خیانت، سود خواری اور اس قبیل کے دوسرے اخلاقی عیوب اُس میں پیدا ہو جاتے ہیں اور عقل ان باطل خواہشوں کی جگمگاہٹ سے اس طرح خیرہ ہو جاتی ہے۔ کہ اُسے ان قبیح افعال کے عواقب و نتائج نظر ہی نہیں آتے کہ وہ اسے روکے ٹوکے اور اس خواب غفلت سے جھنجھوڑے۔ البتہ جب دُنیا سے رخت سفر باندھنے پر تیار ہوتا ہے اور دیکھتا ہے کہ جو کچھ سمیٹا تھا وہ یہیں کے لیے تھا ساتھ نہیں لے جا سکتا، تو اُس وقت اس کی آنکھیں کھلتی ہیں۔

۲۲۰- وقال علیہ السلام: لَیْسَ مِنَ الْعَدْلِ الْقَضَاءُ عَلَی الثِّقَةِ بِالظَّنِّ۔

(۲۲۰) یہ انصاف نہیں ہے کہ صرف ظن و گمان پر اعتماد کرتے ہوئے فیصلہ کیا جائے۔

۲۲۱- وقال علیہ السلام: بِئْسَ الزَّادُ اِلَی الْمَعَادِ، الْعُدْوَانُ عَلَی الْعِبَادِ

(۲۲۱) آخرت کے لیے بہت بُرا توشہ ہے۔ بندگانِ خدا پر ظلم و تعدی کرنا۔

۲۲۲- وقال علیہ السلام:- مِنْ اَشْرَفِ اَعْمَالِ الْکَرِیْمِ غَفْلَتُهٗ عَمَّا یَعْلَمُ۔

(۲۲۲) بلند انسان کے بہترین افعال میں سے یہ ہے کہ وہ ان چیزوں سے چشم پوشی کرے جنہیں وہ جانتا ہے۔

۲۲۳ - وقال علیہ السلام: مَنْ كَسَاهُ الْحَيَاءُ ثَوْبَهُ لَمْ يَرَ النَّاسُ عَيْبَهُ۔

(۲۲۳) جس پر حیا نے اپنا لباس پہنا دیا ہے اُس کے عیب لوگوں کی نظروں کے سامنے نہیں آ سکتے۔

جو شخص حیا کے جوہر سے آراستہ ہوتا ہے اس کے لیے حیا ایسے امور کے ارتکاب سے مانع ہوتی ہے جو معیوب سمجھے جاتے ہیں۔ اس لیے اس میں عیب ہوتا ہی نہیں کہ دوسرے دیکھیں اور اگر کسی امرِ قبیح کا اس سے ارتکاب ہو بھی جاتا ہے تو حیا کی وجہ سے علانیہ مرتکب نہیں ہوتا کہ لوگوں کی نگاہیں اس کے عیب پر پڑ سکیں۔

---

۲۲۴ - وقال علیہ السلام: بِكَثْرَةِ الصَّمْتِ تَكُونُ الْهَيْبَةُ، وَبِالنَّصَفَةِ يَكْثُرُ الْمُوَاصِلُونَ، وَبِالْإِفْضَالِ تَعْظُمُ الْأَقْدَارُ، وَبِالتَّوَاضُعِ تَتِمُّ النِّعْمَةُ، وَبِاحْتِمَالِ الْمُؤَنِ يَجِبُ السُّؤْدَدُ، وَبِالسِّيرَةِ الْعَادِلَةِ يُقْهَرُ الْمُنَاوِئُ، وَبِالْحِلْمِ عَنِ السَّفِيهِ تَكْثُرُ الْأَنْصَارُ عَلَيْهِ۔

(۲۲۴) زیادہ خاموشی رُعب و ہیبت کا باعث ہوتی ہے اور انصاف سے دوستوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ لُطف و کرم سے قدر و منزلت بلند ہوتی ہے جھک کر ملنے سے نعمت تمام ہوتی ہے۔ دُوسروں کا بوجھ بٹانے سے لازماً سرداری حاصل ہوتی ہے اور خوش رفتاری سے کینہ ور دشمن مغلوب ہوتا ہے اور سر پھرے آدمی کے مقابلہ میں بردباری کرنے سے اس کے مقابلہ میں اپنے طرفدار زیادہ ہو جاتے ہیں۔

---

۲۲۵ - وقال علیہ السلام: الْعَجَبُ لِغَفْلَةِ الْحُسَّادِ عَنْ سَلَامَةِ الْأَجْسَادِ۔

(۲۲۵) تعجب ہے کہ حاسد جسمانی تندرستی پر حسد کرنے سے کیوں غافل ہو گئے۔

حاسد دُوسروں کے مال و جاہ پر تو حسد کرتا ہے۔ مگر اُن کی صحت و توانائی پر حسد نہیں کرتا حالانکہ یہ نعمت تمام نعمتوں سے زیادہ گرانقدر ہے۔ وجہ یہ ہے کہ دولت و ثروت کے اثرات ظاہری طمطراق اور آرام و آسائش کے اسباب سے نگاہوں کے سامنے ہوتے ہیں اور صحت ایک عمومی چیز قرار پا کر ناقدری کا شکار ہو جاتی ہے اور اُسے اتنا بے قدر سمجھا جاتا ہے کہ حاسد بھی اُسے حسد کے قابل نہیں۔ چنانچہ ایک دولت مند کو دیکھتا ہے تو اس کے مال و دولت پر اُسے حسد ہوتا ہے، اور ایک مزدور کو دیکھتا ہے کہ جو سر پر بوجھ اٹھائے دن بھر چلتا پھرتا ہے تو وہ اس کی نظروں میں قابلِ حسد نہیں ہوتا۔ گویا صحت و توانائی اُس کے نزدیک حسد کے لائق چیز نہیں ہے کہ اُس پر حسد کرے البتہ جب خود بیمار پڑتا ہے تو اُسے صحت کی قدر و قیمت کا اندازہ ہوتا ہے اور اِس موقع پر اُسے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے زیادہ قابلِ حسد یہی صحت تھی جو اب تک اُس کی نظروں میں کوئی اہمیت نہ رکھتی تھی۔

مقصد یہ ہے کہ صحت کو ایک گرانقدر نعمت سمجھنا چاہیئے، اور اس کی حفاظت و نگہداشت کی طرف متوجہ رہنا چاہیئے۔

۲۲۶- وقال علیه السلام: الطَّامِعُ فِي وِثَاقِ الذُّلِّ۔

(۲۲۶) طمع کرنے والا ذلت کی زنجیروں میں گرفتار رہتا ہے۔

۲۲۷- وسئل عن الایمان فقال الْإِيمَانُ مَعْرِفَةٌ بِالْقَلْبِ، وَإِقْرَارٌ بِاللِّسَانِ، وَعَمَلٌ بِالْأَرْكَانِ۔

(۲۲۷) آپ سے ایمان کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا کہ ایمان دل سے پہچاننا، زبان سے اقرار کرنا اور اعضا سے عمل کرنا ہے۔

۲۲۸- وقال علیه السلام: مَنْ أَصْبَحَ عَلَى الدُّنْيَا حَزِيناً فَقَدْ أَصْبَحَ لِقَضَاءِ اللهِ سَاخِطاً، وَمَنْ أَصْبَحَ يَشْكُو مُصِيبَةً نَزَلَتْ بِهِ فَقَدْ أَصْبَحَ يَشْكُو رَبَّهُ، وَمَنْ أَتَى غَنِيّاً فَتَوَاضَعَ (لَهُ) لِغِنَاهُ ذَهَبَ ثُلُثَا دِينِهِ وَمَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ فَمَاتَ فَدَخَلَ النَّارَ فَهُوَ مِمَّنْ كَانَ يَتَّخِذُ آيَاتِ اللهِ هُزُواً وَمَنْ لَهِجَ قَلْبُهُ بِحُبِّ الدُّنْيَا الْتَاطَ قَلْبُهُ مِنْهَا بِثَلَاثٍ: هَمٌّ لَا يُغِبُّهُ، وَحِرْصٌ لَا يَتْرُكُهُ، وَأَمَلٌ لَا يُدْرِكُهُ۔

(۲۲۸) جو دنیا کے لیے اندوہناک ہو وہ قضا و قدر الٰہی سے ناراض ہے اور جو اس مصیبت پر کہ جس میں مبتلا ہے شکوہ کرے، تو وہ اپنے پروردگار کا شاکی ہے اور جو کسی دولت مند کے پاس پہنچ کر اس کی دولتمندی کی وجہ سے جھکے تو اس کا دو تہائی دین جاتا رہتا ہے اور جو شخص قرآن کی تلاوت کرے پھر مر کر دوزخ میں داخل ہو تو وہ ایسے ہی لوگوں میں سے ہوگا، جو اللہ کی آیتوں کا مذاق اڑاتے تھے اور جس کا دل دنیا کی محبت میں وارفتہ ہو جائے تو اس کے دل میں دنیا کی یہ تین چیزیں پیوست ہو جاتی ہیں۔ ایسا غم کہ جو اس سے جدا نہیں ہوتا اور ایسی حرص کہ جو اس کا پیچھا نہیں چھوڑتی اور ایسی امید کہ جو بر نہیں آتی۔

۲۲۹- وقال علیه السلام: كَفَى بِالْقَنَاعَةِ مُلْكاً وَبِحُسْنِ الْخُلُقِ نَعِيماً
وسئل علیه السلام عن قوله تعالی: ﴿فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً﴾؟ فقال: هِيَ الْقَنَاعَةُ۔

(۲۲۹) قناعت سے بڑھ کر کوئی سلطنت اور خوش خلقی سے بڑھ کر کوئی عیش و آرام نہیں ہے۔ حضرتؑ سے اس آیت کے متعلق دریافت کیا گیا کہ "ہم اس کو پاک و پاکیزہ زندگی دیں گے؟" آپ نے فرمایا کہ وہ قناعت ہے۔

حسن خلق کو نعمت سے تعبیر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح نعمت باعث لذت ہوتی ہے اسی طرح انسان خوش اخلاقی

ونرمی سے دوسروں کے دلوں کو اپنی مٹھی میں لے کر اپنے ماحول کو خوش گوار بنا سکتا ہے اور اپنے لیے لذّت و راحت کا سامان کرنے میں کامیاب ہو سکتا ہے اور قناعت کو سرمایہ وجاگیر اس لیے قرار دیا ہے کہ جس طرح مِلک وجاگیر احتیاج کو ختم کر دیتی ہے اسی طرح جب انسان قناعت اختیار کر لیتا ہے اور اپنے رزق پر خوش رہتا ہے تو وُہ خلق سے مستغنیٰ اور احتیاج سے دُور ہو جاتا ہے۔ ہر کہ قانع شد بخشک و ترشہ بحر و بر است

۲۳۰- وقال علیه السلام: شَارِكُوا الَّذِی قَدْ أَقْبَلَ عَلَیْهِ الرِّزْقُ، فَإِنَّهُ أَخْلَقُ لِلْغِنَی وَأَجْدَرُ بِإِقْبَالِ الْحَظِّ عَلَیْهِ۔

(۲۳۰) جس کی طرف فراخ روزی رُخ کیے ہُوئے ہو اُس کے ساتھ شرکت کرو، کیونکہ اُس میں دولت حاصل کرنے کا زیادہ امکان، اور خوش نصیبی کا زیادہ قرینہ ہے

۲۳۱- وقال عَلَیْهِ السّلام فی قوله تعالیٰ: إِنَّ اللهَ یَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ، الْعَدْلُ: الْإِنْصَافُ، وَالْإِحْسَانُ التَّفَضُّلُ۔

(۲۳۱) خداوند کے ارشاد کے مُطابق کہ" اللہ تمھیں عدل و احسان کا حکم دیتا ہے"۔ فرمایا! عدل انصاف ہے اور احسان لطف و کرم۔

۲۳۲- وقال علیه السّلام: مَنْ یُعْطِ بِالْیَدِ الْقَصِیرَةِ یُعْطَ بِالْیَدِ الطَّوِیلَةِ۔

قال الرضی: أقول: ومعنی ذلك أن ما ینفقه المرء من ماله فی سبیل الخیر والبر وإن کان یسیرًا فإن الله تعالیٰ یجعل الجزاء علیه عظیمًا کثیرًا، والیدان ههنا عبارتان عن النعمتین، ففرق علیه السّلام بین نِعمة العبد ونعمة الرب (تعالیٰ ذکره) فجعل تلك قصیرة وهذه طویلة لأن نعم الله أبدًا تضعف علی نعم المخلوق أضعافًا کثیرة إذ کانت نعم الله أصل النعم کلها، فکل نعمة إلیها

(۲۳۲) جو عاجز و قاصر ہاتھ سے دیتا ہے اُسے با اقتدار ہاتھ سے ملتا ہے۔

سیّد رضی کہتے ہیں کہ اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنے مال میں سے جو کچھ خیر و نیکی کی راہ میں خرچ کرتا ہے اگرچہ وہ کم ہو، مگر خداوندِ عالم اُس کا اجر بہت زیادہ قرار دیتا ہے اور اس مقام پر دو ہاتھوں سے مراد دُو نعمتیں ہیں اور امیر المومنین علیہ السّلام نے بندہ کی نعمت اور پروردگار کی نعمت میں فرق بتایا ہے کہ وُہ تو عجز و قصور کی حامل ہے، اور وہ با اقتدار ہے۔ کیونکہ اللہ کی عطا کردہ نعمتیں مخلوق کی دی ہوئی نعمتوں سے ہمیشہ بدرجہا بڑھی چڑھی ہوتی ہیں۔ اس لیے کہ اللہ ہی کی نعمتیں تمام نعمتوں کا سرچشمہ ہیں۔ لہٰذا ہر نعمت انہی نعمتوں کی طرف پلٹتی ہے،

ترجع و منها تنزع ۔

اور انہی سے وجود پاتی ہے ۔

---

۲۳۳ - وقال علیہ السّلام لابنہ الحسن علیہما السّلام: لَا تَدْعُوَنَّ إِلَىٰ مُبَارَزَةٍ، وَإِنْ دُعِيتَ إِلَيْهَا فَأَجِبْ، فَإِنَّ الدَّاعِيَ بَاغٍ، وَالْبَاغِيَ مَصْرُوعٌ۔

(۲۳۳) اپنے فرزند امام حسنؑ سے فرمایا:۔ کسی کو مقابلہ کے لیے خود نہ للکارو۔ ہاں اگر دوسرا للکارے تو فوراً جواب دو۔ اس لیے کہ جنگ کی خود سے دعوت دینے والا زیادتی کرنے والا ہے، اور زیادتی کرنے والا تباہ ہوتا ہے ۔

مقصد یہ ہے کہ اگر دشمن آمادۂ پیکار ہو اور جنگ میں پہل کرے، تو اس موقع پر اس کی روک تھام کے لیے قدم اٹھانا چاہیے اور از خود حملہ نہ کرنا چاہیئے۔ کیونکہ یہ سراسر ظلم و تعدّی ہے اور جو ظلم و تعدی کا مرتکب ہوگا، وہ اس کی پاداش میں خاکِ مذلّت پر پچھاڑ دیا جائے گا۔ چنانچہ امیر المومنینؑ ہمیشہ دشمن کے للکارنے پر میدان میں آتے اور خود سے دعوتِ مقابلہ نہ دیتے تھے۔ چنانچہ ابن ابی الحدید تحریر کرتے ہیں کہ :

ما سمعنا انہ علیہ السّلام دعا الی مبارزۃ قط وانما کان یدعی ھو بعینہ او یدعی من یبارز فیخرج الیہ فیقتل ۔ (شرح ابن الحدید ج ۴ ص ۳۴۴)

ہمارے سننے میں نہیں آیا کہ حضرت نے کبھی کسی کو مقابلہ کے لیے للکارا ہو۔ بلکہ جب مخصوص طور پر آپ کو دعوت مقابلہ دی جاتی تھی یا عمومی طور پر دشمن للکارتا تھا، تو اس کے مقابلہ میں نکلتے تھے اور اسے قتل کر دیتے تھے۔

---

۲۳۴ - وقال علیہ السّلام: خِيَارُ خِصَالِ النِّسَاءِ شِرَارُ خِصَالِ الرِّجَالِ: الزَّهْوُ، وَالْجُبْنُ، وَالْبُخْلُ؛ فَإِذَا كَانَتِ الْمَرْأَةُ مَزْهُوَّةً لَمْ تُمَكِّنْ مِنْ نَفْسِهَا، وَإِذَا كَانَتْ بَخِيلَةً حَفِظَتْ مَالَهَا وَمَالَ بَعْلِهَا، وَإِذَا كَانَتْ جَبَانَةً فَرِقَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يَعْرِضُ لَهَا.

(۲۳۴) عورتوں کی بہترین خصلتیں وہ ہیں۔ جو مردوں کی بدترین صفتیں ہیں۔ غرور، بزدلی اور کنجوسی اس لیے کہ عورت جب مغرور ہوگی، تو وہ کسی کو اپنے نفس پر قابو نہ دے گی اور کنجوس ہوگی، تو اپنے اور شوہر کے مال کی حفاظت کرے گی اور بزدل ہوگی، تو وہ ہر اس چیز سے ڈرے گی جو اسے پیش آئے گی۔

---

۲۳۵ - وقیل لہ: صف لنا العاقل، فقال علیہ السّلام: هُوَ الَّذِي يَضَعُ الشَّيْءَ

(۲۳۵) آپ سے عرض کیا گیا کہ عقلمند کے اوصاف بیان کیجیے۔ فرمایا! عقلمند وہ ہے جو ہر چیز کو

مَوَاضِعَهُ ، فقيل : فصف لنا الجاهل فقال : قد نعتّ -

قال الرّضي : يعني أن الجاهل هو الذى لا يضع الشئ مواضعه فكان ترك صفته صفة له ؛ اذ كان بخلاف وصف العاقل -

اس کے موقع و محل پر رکھے"۔ پھر آپ سے کہا گیا کہ جاہل کا وصف بتایئے، تو فرمایا کہ میں بیان کر چکا۔

سیّد رضی فرماتے ہیں کہ مقصد یہ ہے کہ جاہل وہ ہے جو کسی چیز کو اس کے موقع و محل پر نہ رکھے۔ گویا حضرتؑ کا اسے نہ بیان کرنا ہی بیان کرنا ہے، کیونکہ اس کے اوصاف عقلمند کے اوصاف کے برعکس ہیں۔

---

٢٣٦ - وقال عليه السلام: وَاللهِ لَدُنْيَاكُمْ هٰذِهٖ أَهْوَنُ فِيْ عَيْنِيْ مِنْ عِرَاقِ خِنْزِيْرٍ فِيْ يَدِ مَجْزُوْمٍ -

(٢٣٦) خدا کی قسم تمہاری یہ دُنیا میری نظروں میں سُور کی اُن انتڑیوں سے بھی زیادہ ذلیل ہے جو کسی کوڑھی کے ہاتھ میں ہوں۔

---

٢٣٧ وقال عليه السلام: إِنَّ قَوْمًا عَبَدُوا اللهَ رَغْبَةً فَتِلْكَ عِبَادَةُ التُّجَّارِ وَإِنَّ قَوْمًا عَبَدُوا اللهَ رَهْبَةً فَتِلْكَ عِبَادَةُ الْعَبِيْدِ ، وَإِنَّ قَوْمًا عَبَدُوا اللهَ شُكْرًا فَتِلْكَ عِبَادَةُ الْأَحْرَارِ -

(٢٣٧) ایک جماعت نے اللہ کی عبادت ثواب کی رغبت و خواہش کے پیشِ نظر کی یہ سوداگرنے والوں کی عبادت ہے اور ایک جماعت نے خوف کی وجہ سے اس کی عبادت کی یہ غلاموں کی عبادت ہے اور ایک جماعت نے ازرُوئے شکر و سپاس گزاری اس کی عبادت کی، یہ آزادوں کی عبادت ہے۔

---

٢٣٨ - وقال عليه السلام: الْمَرْأَةُ شَرٌّ كُلُّهَا ، وَشَرُّ مَا فِيْهَا أَنَّهُ لَابُدَّ مِنْهَا -

(٢٣٨) عورت سراپا بُرائی ہے، اور سب سے بڑی بُرائی اس میں یہ ہے کہ اس کے بغیر چارہ نہیں۔

---

٢٣٩ - وقال عليه السلام: مَنْ أَطَاعَ التَّوَانِيَ ضَيَّعَ الْحُقُوْقَ وَمَنْ أَطَاعَ الْوَاشِيَ ضَيَّعَ الصَّدِيْقَ -

(٢٣٩) جو شخص سُستی و کاہلی کرتا ہے، وہ اپنے حقوق کو ضائع و برباد کر دیتا ہے اور جو چغل خور کی بات پر اعتماد کرتا ہے، وہ دوست کو اپنے ہاتھ سے کھو دیتا ہے۔

٢٤٠ - وقال عليه السلام: الْحَجَرُ الْغَصِيبُ فِي الدَّارِ رَهْنٌ عَلَى خَرَابِهَا

قال الرضي ويروى هذا الكلام عن النبي صلى الله عليه وآله وسلم ولا عجب أن يشتبه الكلامان؛ لأن مستقاهما من قليب، ومفرغهما من ذنوب

(۲۴۰) گھر میں ایک غصبی پتھر کا لگانا اس کی ضمانت ہے کہ وہ تباہ و برباد ہو کر رہے گا۔

سید رضی فرماتے ہیں کہ ایک روایت میں یہ کلام رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہوا ہے اور اس میں تعجب ہی کیا کہ دونوں کے کلام ایک دوسرے کے مثل ہوں کیونکہ دونوں کا سرچشمہ تو ایک ہی ہے۔

---

٢٤١ - وقال عليه السلام: يَوْمُ الْمَظْلُومِ عَلَى الظَّالِمِ أَشَدُّ مِنْ يَوْمِ الظَّالِمِ عَلَى الْمَظْلُومِ.

(۲۴۱) مظلوم کے ظالم پر قابو پانے کا دن اس دن سے کہیں زیادہ ہوگا جس میں ظالم مظلوم کے خلاف اپنی طاقت دکھاتا ہے۔

دنیا میں ظلم سہہ لینا آسان ہے، مگر آخرت میں اس کی سزا بھگتنا آسان نہیں ہے۔ کیونکہ ظلم سہنے کا عرصہ زندگی بھر کیوں نہ ہو، پھر بھی محدود ہے۔ اور ظلم کی پاداش جہنم ہے، جس کا سب سے زیادہ ہولناک پہلو یہ ہے کہ وہاں زندگی ختم نہ ہوگی کہ موت دوزخ کے عذاب سے بچا لے جائے۔ چنانچہ ایک ظالم اگر کسی کو قتل کر دیتا ہے، تو قتل کے ساتھ ظلم کی حد بھی ختم ہو جائے گی، اور اب اس کی گنجائش نہ ہوگی کہ اس پر مزید ظلم کیا جا سکے مگر اس کی سزا یہ ہے کہ اسے ہمیشہ کے لیے دوزخ میں ڈالا جائے کہ جہاں وہ اپنے کیے کی سزا بھگتتا رہے۔

پنداشت ستمگر کہ جفا بر ما کرد در گردن او بماند و بر ما بگذشت

---

٢٤٢ - وقال عليه السلام: اتَّقِ اللهَ بَعْضَ التُّقَى وَإِنْ قَلَّ، وَاجْعَلْ بَيْنَكَ وَبَيْنَ اللهِ سِتْراً وَإِنْ رَقَّ.

(۲۴۲) اللہ سے کچھ تو ڈرو، چاہے وہ کم ہی ہو، اور اپنے اور اللہ کے درمیان کچھ تو پردہ رکھو، چاہے وہ باریک ہی سا ہو۔

---

٢٤٣ - وقال عليه السلام: إِذَا ازْدَحَمَ الْجَوَابُ خَفِيَ الصَّوَابُ.

(۲۴۳) جب (ایک سوال کے لیے) جوابات کی بہتات ہو جائے تو صحیح بات چھپ جایا کرتی ہے۔

اگر کسی سوال کے جواب میں ہر گوشہ سے آوازیں بلند ہونے لگیں تو ہر جواب نئے سوال کا تقاضا بن کر بحث و جدل کا دروازہ کھول دے گا اور جوں جوں جوابات کی کثرت ہوگی۔ اصل حقیقت کی کھوج اور صحیح جواب کی سراغ رسانی

مشکل ہو جائے گی۔ کیونکہ ہر شخص اپنے جواب کو صحیح تسلیم کرانے کے لیے اِدھر اُدھر سے دلائل فراہم کرنے کی کوشش کرے گا جس سے سارا معاملہ اُلجھاؤ میں پڑ جائے گا۔ اور یہ خواب کثرتِ تعبیر سے خوابِ پریشان ہو کر رہ جائے گا۔

۲۴۴- وقال علیه السّلام: إنَّ لِلّٰهِ فِي كُلِّ نِعْمَةٍ حَقًّا: فَمَنْ أَدَّاهُ زَادَهُ مِنْهَا، وَمَنْ قَصَّرَ عَنْهُ خَاطَرَ بِزَوَالِ نِعْمَتِهِ۔

(۲۴۴) بے شک اللہ تعالیٰ کے لیے ہر نعمت میں ایک حق ہے، تو جو اس حق کو ادا کرتا ہے اللہ اُس کے لیے نعمت کو اور بڑھاتا ہے اور جو کوتاہی کرتا ہے وُہ موجودہ نعمت کو بھی خطرہ میں ڈالتا ہے۔

۲۴۵- وقال علیه السّلام: إِذَا كَثُرَتِ الْمَقْدُرَةُ قَلَّتِ الشَّهْوَةُ۔

(۲۴۵) جب مقدرت زیادہ ہو جاتی ہے، تو خواہش کم ہو جاتی ہے۔

۲۴۶- وقال علیه السّلام: احْذَرُوا نِفَارَ النِّعَمِ فَمَا كُلُّ شَارِدٍ بِمَرْدُودٍ۔

(۲۴۶) نعمتوں کو زائل ہونے سے ڈرتے رہو۔ کیونکہ ہر بے قابو ہو کر نکل جانے والی چیز پلٹا نہیں کرتی۔

۲۴۷- وقال علیه السّلام: أَلْكَرَمُ أَعْطَفُ مِنَ الرَّحِمِ۔

(۲۴۷) جذبۂ کرم رابطۂ قرابت سے زیادہ لطف و مہربانی کا سبب ہوتا ہے۔

۲۴۸- وقال علیه السّلام: مَنْ ظَنَّ بِكَ خَيْرًا فَصَدِّقْ ظَنَّهُ۔

(۲۴۸) جو تم سے حُسنِ ظن رکھے، اُس کے گمان کو سچا ثابت کرو۔

۲۴۹- وقال علیه السّلام: أَفْضَلُ الْأَعْمَالِ مَا أَكْرَهْتَ نَفْسَكَ عَلَيْهِ۔

(۲۴۹) بہترین عمل وُہ ہے جس کے بجالانے پر تمھیں اپنے نفس کو مجبور کرنا پڑے۔

۲۵۰- وقال علیه السّلام: عَرَفْتُ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ بِفَسْخِ الْعَزَائِمِ، وَحَلِّ

(۲۵۰) میں نے اللہ سُبحانہٗ کو پہچانا ارادوں کے ٹوٹ جانے، نیتوں کے بدل جانے، اور ہمتوں کے

الْعُقُودِ، وَنَقْضِ الْهِمَمِ

پست ہو جاتے ہے۔

ارادوں کو ٹوٹنے اور ہمتوں کے پست ہونے سے خداوندِ عالم کی ہستی پر اس طرح استدلال کیا جا سکتا ہے کہ مثلاً ایک کام کے کرنے کا ارادہ ہوتا ہے۔ مگر وہ ارادہ فعل سے ہمکنار ہونے سے پہلے ہی بدل جاتا ہے اور اس کی جگہ کوئی اور ارادہ پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ ارادوں کا ادلنا بدلنا اور ان میں تغیر و انقلاب کا رونما ہونا اس کی دلیل ہے کہ ہمارے ارادوں پر ایک بالادست قوت کارفرما ہے جو انھیں عدم سے وجود اور وجود سے عدم میں لانے کی قوت و طاقت رکھتی ہے، اور یہ امر انسان کے احاطۂ اختیار سے باہر ہے۔ لہٰذا اسے اپنے سے مافوق ایک طاقت کو تسلیم کرنا ہوگا کہ جو ارادوں میں ردّ و بدل کرتی رہتی ہے۔

---

۲۵۱ - وقال عليه السلام: مَرَارَةُ الدُّنْيَا حَلَاوَةُ الْآخِرَةِ، وَحَلَاوَةُ الدُّنْيَا مَرَارَةُ الْآخِرَةِ

(۲۵۱) دنیا کی تلخی آخرت کی خوشگواری ہے، اور دنیا کی خوشگواری آخرت کی تلخی ہے۔

---

۲۵۲ - وقال عليه السلام: فَرَضَ اللهُ الْإِيمَانَ تَطْهِيراً مِنَ الشِّرْكِ، وَالصَّلَاةَ تَنْزِيهاً عَنِ الْكِبْرِ، وَالزَّكَاةَ تَسْبِيباً لِلرِّزْقِ، وَالصِّيَامَ ابْتِلَاءً لِإِخْلَاصِ الْخَلْقِ، وَالْحَجَّ تَقْوِيَةً لِلدِّينِ، وَالْجِهَادَ عِزّاً لِلْإِسْلَامِ، وَالْأَمْرَ بِالْمَعْرُوفِ مَصْلَحَةً لِلْعَوَامِّ، وَالنَّهْيَ عَنِ الْمُنْكَرِ رَدْعاً لِلسُّفَهَاءِ، وَصِلَةَ الرَّحِمِ مَنْمَاةً لِلْعَدَدِ، وَالْقِصَاصَ حَقْناً لِلدِّمَاءِ، وَإِقَامَةَ الْحُدُودِ إِعْظَاماً لِلْمَحَارِمِ، وَتَرْكَ شُرْبِ الْخَمْرِ تَحْصِيناً لِلْعَقْلِ، وَمُجَانَبَةَ السَّرِقَةِ إِيجَاباً لِلْعِفَّةِ، وَتَرْكَ الزِّنَا تَحْصِيناً لِلنَّسَبِ، وَتَرْكَ اللِّوَاطِ تَكْثِيراً

(۲۵۲) خداوندِ عالم نے ایمان کا فریضہ عائد کیا۔ شرک کی آلودگیوں سے پاک کرنے کے لیے، اور نماز کو فرض کیا، رعونت سے بچانے کے لیے، اور زکوٰۃ کو رزق کے اضافہ کا سبب بنانے کے لیے، اور روزہ کو مخلوق کے اخلاص کو آزمانے کے لیے، اور حج کو دین کے تقویت پہنچانے کے لیے، اور جہاد کو اسلام کو سرفرازی بخشنے کے لیے، اور امر بالمعروف کو اصلاحِ خلائق کے لیے، اور نہی عن المنکر کو سرپھیروں کی روک تھام کے لیے اور حقوقِ قرابت کے ادا کرنے کو (یار و انصار کی) گنتی بڑھانے کے لیے اور قصاص کو خونریزی کے انسداد کے لیے اور حدودِ شرعیہ کے اجرا کو محرمات کی اہمیت قائم کرنے کے لیے اور شراب خوری کے ترک کو عقل کی حفاظت کے لیے اور چوری سے پرہیز کو پاک بازی کا باعث ہونے کے لیے اور زنا کاری سے بچنے کو نسب کے محفوظ رکھنے

لِلنَّسْلِ، وَالشَّهَادَةَ اِسْتِظْهَارًا عَلَى الْمُجَاحَدَاتِ وَتَرْكَ الْكِذْبِ تَشْرِيْفًا لِلصِّدْقِ، وَالسَّلَامَ أَمَانًا مِنَ الْمَخَاوِفِ، وَالْاَمَانَاتِ نِظَامًا لِلْاُمَّةِ وَالطَّاعَةَ تَعْظِيْمًا لِلْاِمَامَةِ۔	کے لیے۔ اور اغلام کے ترک کو نسل بڑھانے کے لیے اور گواہی کو انکارِ حقوق کے مقابلہ میں ثبوت مہیا کرنے کے لیے اور جھوٹ سے علیحدگی کو سچائی کا شرف آشکارا کرنے کے لیے اور قیامِ امن کو خطروں سے تحفظ کے لیے اور امانتوں کی حفاظت کو اُمت کا نظام درست رکھنے کے لیے اور اطاعت کو امامت کی عظمت ظاہر کرنے کے لیے۔

احکامِ شرع کی بعض حکمتوں اور مصلحتوں کا تذکرہ کرنے سے قبل ایمان کی غرض و غایت کا ذکر فرمایا ہے۔ کیونکہ ایمان شرعی احکام کے لیے اساس و بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے اور اس کے بغیر کسی شرع و آئین کی ضرورت کا احساس ہی پیدا نہیں ہوتا۔

ایمان ہستی خالق کے اقرار اور اُس کی یگانگت کے اعتراف کا نام ہے اور جب انسان کے قلب و ضمیر میں یہ عقیدہ رچ بس جاتا ہے تو وُہ کسی دُوسرے کے آگے جھکنا گوارا نہیں کرتا، اور نہ کسی طاقت سے مرعوب و متاثر ہوتا ہے۔ بلکہ ذہنی طور پر تمام بندھنوں سے آزاد ہو کر خود کو خدائے واحد کا حلقہ بگوش تصور کرتا ہے اور اِس طرح توحید سے وابستگی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کا دامن شرک کی آلودگیوں سے آلودہ ہونے نہیں پاتا۔

نماز عبادات میں سب سے بڑی عبادت ہے جو قیام و قعود اور رکوع و سجود پر مشتمل ہوتی ہے اور یہ اعمال غرور و نخوت کے احساسات کو ختم کرنے، کبر و انانیت کو مٹانے اور عجز و فروتنی کے پیدا کرنے کا کامیاب ذریعہ ہیں۔ کیونکہ متکبرانہ افعال و حرکات سے نفس میں تکبر و رعونت کا جذبہ اُبھرتا ہے، اور منکسرانہ اعمال سے نفس میں تذلل و خشوع کی کیفیت پیدا ہوتی ہے اور رفتہ رفتہ ان اعمال کی بجا آوری سے انسان متواضع و منکسر المزاج ہو جاتا ہے۔ چنانچہ وُہ عرب کہ جن کے کبر و غرور کا یہ عالم تھا کہ اگر اُن کے ہاتھ سے کوڑا گر پڑتا تھا تو اُسے اٹھانے کے لیے جھکنا گوارا نہ کرتے تھے اور چلتے ہوئے جُوتی کا تسمہ ٹوٹ جاتا تھا تو جھک کر اُسے درست کرنا عار سمجھتے تھے۔ سجدوں میں اپنے چہرے خاکِ مذلت پر بچھانے لگے اور نمازِ جماعت میں دُوسروں کے قدموں کی جگہ پر اپنی پیشانیاں رکھنے لگے، اور غرور و عصبیتِ جاہلیت کو چھوڑ کر اسلام کی صحیح رُوح سے آشنا ہو گئے۔

زکوٰۃ: یعنی ہر بااستطاعت اپنے مال میں سے ایک مقررہ مقدار سال بسال ان لوگوں کو دے کہ جو وسائلِ حیات سے بالکل محروم یا سال بھر کے آذوقہ کا کوئی ذریعہ نہ رکھتے ہوں یہ اسلام کا ایک اہم فریضہ ہے جس سے غرض یہ ہے کہ اسلامی معاشرہ کی کوئی فرد محتاج و مفلس نہ رہے اور احتیاج و افلاس سے جو بُرائیاں پیدا ہوتی ہیں

ان سے محفوظ رہیں اور اس کے علاوہ یہ بھی مقصد ہے کہ دولت چلتی پھرتی اور ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں منتقل ہوتی رہے اور چند افراد کے لیے مخصوص ہو کر نہ رہ جائے۔

روزہ: وہ عبادت ہے جس میں ریا کا شائبہ نہیں ہوتا اور نہ حُسنِ نیت کے علاوہ کوئی اور جذبہ کارفرما ہوتا ہے۔ چنانچہ تنہائی میں جبکہ بھوک بے چین کئے ہوئے ہو، اور پیاس تڑپا رہی ہو۔ نہ کھانے کی طرف ہاتھ بڑھتا ہے، نہ پانی کی خواہش بے قابو ہونے دیتی ہے۔ حالانکہ اگر کھا پی لیا جائے تو کوئی پیٹ میں جھانک کر دیکھنے والا نہیں ہوتا۔ مگر ضمیر کا حُسن اور خلوص کا جوہر نیت کو ڈانوا ڈول نہیں ہونے دیتا اور یہی روزہ کا سب سے بڑا فائدہ ہے کہ اس سے عمل میں اخلاص پیدا ہوتا ہے۔

حج: کا مقصد یہ ہے کہ حلقہ بگوشانِ اسلام اطراف واکنافِ عالم سے سمٹ کر ایک مرکز پر جمع ہوں تاکہ اس عالمی اجتماع سے اسلام کی عظمت کا مظاہرہ ہو اور اللہ کی پرستش وعبادت کا ولولہ تازہ اور آپس میں روابط کے قائم کرنے کا موقع حاصل ہو۔

جہاد: کا مقصد یہ ہے کہ جو قوتیں اسلام کی راہ میں مزاحم ہوں اُن کے خلاف امکانی طاقتوں کے ساتھ جنگ آزما ہُوا جائے تاکہ اسلام کو فروغ واستحکام حاصل ہو۔ اگرچہ اس راہ میں جان کے لیے خطرات پیدا ہوتے ہیں اور قدم قدم پر مشکلیں حائل ہوتی ہیں مگر راحتِ ابدی وحیاتِ دائمی کی نوید ان تمام مصیبتوں کو جھیل لے جانے کی ہمت بندھاتی رہتی ہے۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر دُوسروں کو صحیح راہ دکھانے اور غلط روی سے باز رکھنے کا ایک مؤثر ذریعہ ہے۔ اگر کسی قوم میں اس فریضہ کے انجام دینے والے ناپید ہو جاتے ہیں تو پھر اُس کو تباہی سے کوئی چیز نہیں بچا سکتی۔ اور وُہ اخلاقی وتمدنی لحاظ سے انتہائی پستیوں میں جا گرتی ہے۔ اسی لیے اسلام نے اور فرائض کے مقابلہ میں اُسے بڑی اہمیت دی ہے اور اس سے پہلو بچائے جانے کو "ناقابلِ تلافی جُرم" قرار دیا ہے۔

صلۂ رحمی: یہ ہے کہ انسان اپنے قرابت داروں کے ساتھ حُسنِ سلوک سے پیش آئے اور کم از کم باہمی سلام و کلام کا سلسلہ قطع نہ کرے تاکہ دلوں میں صفائی پیدا ہو، اور خاندان کی شیرازہ بندی ہو کر یہ بکھرے ہُوئے افراد ایک دُوسرے کے دست وبازو ثابت ہوں۔

قصاص: یہ ایک حق ہے جو مقتول کے وارثوں کو دیا گیا ہے کہ وُہ قتل کے بدلہ میں قتل کا مُطالبہ کریں تاکہ پاداشِ جُرم کے خوف سے آئندہ کسی کو قتل کی جرأت نہ ہو سکے، اور وارثوں کے جوشِ انتقام میں ایک جان سے زیادہ جانوں کے ہلاک ہونے کی نوبت نہ پہنچے۔ بیشک عفو ودرگزر اپنے مقام پر فضیلت رکھتا ہے۔ مگر جہاں حقوقِ بشری کی پامالی اور امنِ عالم کی تباہی کا سبب بن جائے، اُسے صلاح نہیں قرار دیا جا سکتا بلکہ اس موقع پر قتل وخونریزی کے انسداد

اور حیاتِ انسانی کی بقا کا واحد ذریعہ قصاص ہی ہوگا۔ چنانچہ ارشادِ قدرت ہے۔
ولکم فی القصاص حیاۃ یا اولی الالباب ط "اے عقل والو! تمہارے لیے قصاص میں زندگی ہے"۔
اجرائے حدود: کا مقصد یہ ہے کہ محرماتِ الٰہیہ کے مرتکب ہونے والے کو جرم کی سنگینی کا احساس دلایا جائے تاکہ وہ سزا و عقوبت کے خوف سے منہیات سے اپنا دامن بچا کر رکھے۔
شراب: ذہنی انتشار، پراگندگیِ حواس اور زوالِ عقل کا باعث ہوتی ہے جس کے نتیجہ میں انسان وہ قبیح افعال کر گزرتا ہے جن کی ہوش و حواس کی حالت میں اس سے توقع نہیں کی جاسکتی۔ اس کے علاوہ یہ صحت کو تباہ اور طبیعت کو وبائی امراض کی پذیرائی کے لیے مستعد کر دیتی ہے اور بے خوابی، ضعفِ اعصاب اور نقرس وغیرہ امراض اس کا لازمی خاصہ ہیں، اور انہی مفاد و مفاسد کو دیکھتے ہوئے شریعت نے اِسے حرام کیا ہے۔
سرقہ: یعنی دُوسروں کے مال میں دست درازی کرنا وُہ قبیح عادت ہے جو حرص اور ہوائے نفس کے غلبہ کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے اور چونکہ مشتہیاتِ نفس کو حدِ افراط سے ہٹا کر نقطۂ اعتدال پر لانا عفّت کہلاتا ہے اس لیے بڑھتی ہُوئی خواہش اور طمع کو روک کر چوری سے اجتناب کرنا عفت کا باعث ہوگا۔
زنا و لواطہ: کو اس لیے حرام کیا گیا ہے کہ نسب محفوظ رہے اور نسلِ انسانی پھلے پھُولے اور بڑھے، کیونکہ زنا سے پیدا ہونے والی اولاد، اولاد ہی نہیں قرار پاتی کہ اُس سے نسب ثابت ہوتا۔ اسی لیے اُسے مستحق میراث نہیں قرار دیا جاتا اور خلافِ فطرت افعال سے نسل کے بڑھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس کے علاوہ ان قبیح افعال کے نتیجہ میں انسان ایسے امراض میں مبتلا ہو جاتا ہے، جو قطعِ نسل کے ساتھ زندگی کی بربادی کا سبب ہوتی ہیں۔
قانونِ شہادت: کی اس لیے ضرورت ہے کہ اگر ایک فریق دوسرے فریق کے کسی حق کا انکار کرے، تو شہادت کے ذریعہ اپنے حق کا اثبات کرکے اسے محفوظ کر سکے۔
کذب و دروغ سے اجتناب کا حکم اس لیے ہے تاکہ اس کی ضد یعنی صداقت کی عظمت و اہمیت نمایاں ہو اور سچائی کے مصالح و منافع کو دیکھ کر جھوٹ سے پیدا ہونے والی اخلاقی کمزوریوں سے بچا جائے۔
سلام[1]: کے معنی امن و صلح پسندی کے ہیں اور ظاہر ہے کہ صلح پسندانہ روش خطرات سے تحفظ اور جنگ و جدال کی روک تھام کا کامیاب ذریعہ ہے۔ عموماً شارحین نے سلام کو باہمی سلام و دعا کے معنی میں لیا ہے مگر سیاقِ کلام اور فرائض کے ذیل میں اس کا تذکرہ اس معنی کی تائید نہیں کرتا۔ بہر حال اس معنی کی رُو سے سلام خطرات سے تحفظ

---

[1] نہج البلاغہ کے عام نسخوں میں لفظ سلام ہی تحریر ہے مگر ابنِ میثم نے اِسے لفظ "اسلام" قرار دیتے ہوئے اس کی شرح کی ہے۔ اور لفظ سلام بھی روایت کیا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ کسی نسخہ میں لفظِ "اسلام" بھی ہو۔

کا ذریعہ اس طرح ہے کہ اسے امن و سلامتی کا شعار سمجھا جاتا ہے اور جب دو مسلمان آپس میں ایک دوسرے پر سلام کرتے ہیں تو اُس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ وہ ایک دوسرے کی خیر خواہی و دوستی کا اعلان کرتے ہیں جس کے بعد دونوں ایک دوسرے سے مطمئن ہو جاتے ہیں۔

امانت کا تعلق صرف مال ہی سے نہیں بلکہ اپنے متعلقہ امور کی بجا آوری میں کوتاہی کرنا بھی امانت کے منافی ہے تو جب مسلمان اپنے فرائض و متعلقہ امور کا لحاظ رکھیں گے، تو اس سے نظم و نسق ملت کا مقصد حاصل ہوگا اور جماعت کی شیرازہ بندی پایۂ تکمیل کو پہنچے گی۔

امامت کے اجراء کا مقصد یہ ہے کہ اُمت کی شیرازہ بندی ہو اور اسلام کے احکام تبدیل و تحریف سے محفوظ رہیں کیونکہ اگر اُمت کا کوئی سربراہ اور دین کا کوئی محافظ نہ ہو تو نہ اُمت کا نظم و نسق باقی رہ سکتا ہے، اور نہ احکام دوسرے کی دستبرد سے محفوظ رہ سکتے ہیں اور یہ مقصد اُسی صورت میں حاصل ہو سکتا ہے جب اُمت پر اُس کی اطاعت بھی واجب ہو۔ اس لیے کہ اگر وہ مطاع اور واجب الاطاعت نہ ہوگا، تو وہ نہ عدل و انصاف قائم کر سکتا ہے نہ ظالم سے مظلوم کا حق دلا سکتا ہے نہ قوانین شریعت کا اجراء و نفاذ کر سکتا ہے، اور نہ دُنیا سے فتنہ و فساد کے ختم ہونے کی توقع کی جا سکتی ہے۔

---

۲۵۳ - وكان عليه السلام يقول: أَحْلِفُوا الظَّالِمَ - إِذَا أَرَدْتُمْ يَمِينَهُ بِأَنَّهُ بَرِيءٌ مِنْ حَوْلِ اللهِ وَقُوَّتِهِ فَإِنَّهُ إِذَا حَلَفَ بِهَا كَاذِبًا عُوجِلَ الْعُقُوبَةَ، وَإِذَا حَلَفَ بِاللهِ الَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ لَمْ يُعَاجَلْ؛ لِأَنَّهُ قَدْ وَحَّدَ اللهَ تَعَالَىٰ۔

(۲۵۳) آپ فرمایا کرتے تھے کہ اگر کسی ظالم سے قسم لینا ہو تو اُس سے اس طرح حلف اُٹھواؤ کہ وہ اللہ کی قوت و توانائی سے بری ہے، کیونکہ جب وہ اس طرح جھوٹی قسم کھائے گا، تو جلد اس کی سزا پائے گا اور جب یوں قسم کھائے کہ قسم اُس اللہ کی جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں تو جلد اُس کی گرفت نہ ہوگی، کیونکہ اُس نے اللہ کو وحدت و یکتائی کے ساتھ یاد کیا ہے۔

ابن میثم نے تحریر کیا ہے کہ ایک شخص نے منصور عباسی کے پاس امام جعفر صادق علیہ السلام پر کچھ الزامات عائد کیے جس پر منصور نے حضرت کو طلب کیا اور کہا کہ فلاں شخص نے آپ کے بارے میں مجھے یہ اور یہ کہا ہے، یہ کہاں تک صحیح ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ یہ سب جھوٹ ہے اور اس میں ذرا بھر صداقت نہیں، تم اس شخص کو میرے سامنے بلا کر پوچھو۔ چنانچہ اُسے بلا کر پوچھا گیا تو اُس نے کہا، کہ میں نے جو کچھ کہا تھا صحیح اور درست تھا۔ حضرت نے فرمایا کہ اگر

تم سچ کہتے ہو تو جس طرح میں تمہیں قسم دلاؤں، تم قسم کھاؤ۔ چنانچہ حضرتؑ نے اُسے یہی قسم دلائی کہ "میں خدا کی قوت وطاقت سے بری ہوں"۔ اس قسم کے کھاتے ہی اُس پر فالج گرا اور وُہ بے حس وحرکت ہو کر رہ گیا۔ اور امام علیہ السلام عزت واحترام کے ساتھ پلٹ آئے۔

---

۲۵۴ - وقال علیہ السلام: یَابْنَ اٰدَمَ کُنْ وَصِیَّ نَفْسِكَ فِیْ مَالِكَ، وَاعْمَلْ فِیْهِ مَا تُؤْثِرُ اَنْ یُّعْمَلَ فِیْهِ مِنْ بَعْدِكَ۔

(۲۵۴) اے فرزند آدمؑ! اپنے مال میں اپنا وصی خود بن، اور جو تو چاہتا ہے کہ تیرے بعد تیرے مال میں سے خیر خیرات کی جائے، وُہ خود انجام دے دے۔

مطلب یہ ہے کہ جو شخص یہ چاہے کہ اس کے مرنے کے بعد اس کے مال کا کچھ حصہ امُورِ خیر میں صرف کیا جائے تو اُسے موت کا انتظار نہ کرنا چاہیے۔ بلکہ جیتے جی جہاں صرف کرنا چاہتا ہے، صرف کر جائے۔ اس لیے کہ ہو سکتا ہے کہ اُس کے مرنے کے بعد اس کے وارث اس کی وصیت پر عمل نہ کریں، یا اُسے وصیت کرنے کا موقع ہی نہ ملے ؎

زر و نعمت اکنوں بدہ کان تو است — کہ بعد از تو بیروں ز فرمان تو است

---

۲۵۵ - وقال علیہ السلام: اَلْحِدَّةُ ضَرْبٌ مِّنَ الْجُنُوْنِ لِاَنَّ صَاحِبَهَا یَنْدَمُ، فَاِنْ لَّمْ یَنْدَمْ فَجُنُوْنُهٗ مُسْتَحْكِمٌ۔

(۲۵۵) غصہ ایک قسم کی دیوانگی ہے۔ کیونکہ غصہ ور بعد میں پشیمان ضرور ہوتا ہے اور اگر پشیمان نہیں ہوتا تو اُس کی دیوانگی پختہ ہے۔

---

۲۵۶ - وقال علیہ السلام: صِحَّةُ الْجَسَدِ مِنْ قِلَّةِ الْحَسَدِ۔

(۲۵۶) حسد کی کمی بدن کی تندرستی کا سبب ہے۔

حسد سے دل میں ایک ایسا زہریلا مواد پیدا ہوتا ہے جو حرارتِ عزیزی کو ختم کر دیتا ہے جس کے نتیجہ میں جسم نڈھال اور رُوح پژمردہ ہو کر رہ جاتی ہے۔ اِس لیے حاسد کبھی پھلتا پھُولتا نہیں، بلکہ حسد کی آنچ میں پگھل پگھل کر ختم ہو جاتا ہے۔

---

۲۵۷ - وقال علیہ السلام: (لکمیل بن زیاد النخعی): یَا كُمَیْلُ، مُرْ اَهْلَكَ اَنْ یَّرُوْحُوْا فِیْ كَسْبِ الْمَكَارِمِ، وَ

(۲۵۷) کمیل ابن زیاد نخعی سے فرمایا! اے کمیل! اپنے عزیز واقارب کو ہدایت کرو کہ وہ اچھی خصلتوں کو حاصل کرنے کے لیے دن کے وقت نکلیں اور رات کو

يُدْلِجُوا فِي حَاجَةِ مَنْ هُوَ نَائِمٌ، فَوَالَّذِي وَسِعَ سَمْعُهُ الْأَصْوَاتَ مَا مِنْ أَحَدٍ أَوْدَعَ قَلْبًا سُرُورًا إِلَّا وَخَلَقَ اللهُ لَهُ مِنْ ذَٰلِكَ السُّرُورِ لُطْفًا؛ فَإِذَا نَزَلَتْ بِهِ نَائِبَةٌ جَرَى إِلَيْهَا كَالْمَاءِ فِي انْحِدَارِهِ حَتَّى يَطْرُدَهَا عَنْهُ كَمَا تُطْرَدُ غَرِيبَةُ الْإِبِلِ۔

سو جانے والے کی حاجت روائی کو چل کھڑے ہوں۔ اُس ذات کی قسم جس کی قوّت شنوائی تمام آوازوں پر حاوی ہے جس کسی نے بھی کسی کے دل کو خوش کیا، تو اللہ اُس کے لیے اُس سرور سے ایک لطفِ خاص خلق فرمائے گا کہ جب بھی اُس پر کوئی مصیبت نازل ہو تو وہ نشیب میں بہنے والے پانی کی طرح تیزی سے بڑھے اور اجنبی اُونٹوں کو ہنکانے کی طرح اس مصیبت کو ہنکا کر دُور کر دے۔

۲۵۸- وقال علیه السلام: إِذَا أَمْلَقْتُمْ فَتَاجِرُوا اللهَ بِالصَّدَقَةِ۔

(۲۵۸) جب تنگدست ہو جاؤ، تو صدقہ کے ذریعہ اللہ سے بیوپار کرو۔

۲۵۹- وقال علیه السلام: الْوَفَاءُ لِأَهْلِ الْغَدْرِ غَدْرٌ عِنْدَ اللهِ، وَالْغَدْرُ بِأَهْلِ الْغَدْرِ وَفَاءٌ عِنْدَ اللهِ۔

(۲۵۹) غداروں سے وفا کرنا اللہ کے نزدیک غدّاری ہے، اور غداروں کے ساتھ غدّاری کرنا اللہ کے نزدیک عین وفا ہے۔

۲۶۰- وقال علیه السلام: كَمْ مِنْ مُسْتَدْرَجٍ بِالْإِحْسَانِ إِلَيْهِ، وَمَغْرُورٍ بِالسَّتْرِ عَلَيْهِ، وَمَفْتُونٍ بِحُسْنِ الْقَوْلِ فِيهِ۔ وَمَا ابْتَلَى اللهُ سُبْحَانَهُ أَحَدًا بِمِثْلِ الْإِمْلَاءِ لَهُ۔)

قال الرضی: وقد مضی هذا الكلام فيما تقدم، إلا أن فيه ههنا زيادة جيدة مفيدة۔

(۲۶۰) کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جنھیں نعمتیں دے کر رفتہ رفتہ عذاب کا مستحق بنایا جاتا ہے اور کتنے ہی لوگ ایسے ہیں کہ جو اللہ کی پردہ پوشی سے دھوکا کھائے ہوئے ہیں اور اپنے بارے میں اچھے الفاظ سن کر فریب میں پڑ گئے اور مہلت دینے سے زیادہ اللہ کی جانب سے کوئی بڑی آزمائش نہیں۔

سیّد رضی کہتے ہیں کہ یہ کلام پہلے بھی گزر چکا ہے مگر یہاں اس میں کچھ عمدہ اور مفید اضافہ ہے۔

فصل نذكر فيه شيئاً من اختيار غريب كلامه المحتاج الى التفسير

فصل: اِس میں ہم امیر المومنین علیہ السّلام کا وہ مشکل و دقیق کلام منتخب کر کے درج کریں گے جو محتاجِ تشریح ہے

۱- في حديثه عليه السّلام:
فَإِذَا كَانَ ذٰلِكَ ضَرَبَ يَعْسُوبُ الدِّيْنِ بِذَنَبِهِ، فَيَجْتَمِعُونَ إِلَيْهِ كَمَا يَجْتَمِعُ قَزَعُ الْخَرِيْفِ.
قال الرضي: اليعسوب: السيّد العَظِيمُ المالك لامور الناس يومئذ والقزع: قطع الغيم التي لا ماء فيها

(۱) جب وہ وقت آئے گا، تو دین کا یعسوب.. اپنی جگہ پر قرار پائے گا، اور لوگ اِس طرح سمٹ کر اُس کی طرف بڑھیں گے، جس طرح موسم خریف کے قزع جمع ہو جاتے ہیں
سیّد رضی کہتے ہیں کہ یعسوب سے وہ بلند مرتبہ سردار مُراد ہے جو اُس دن لوگوں کے مُعاملات کا مالک و مختار ہوگا اور قزع ابر کی اُن ٹکڑیوں کو کہتے ہیں جن میں پانی نہ ہو۔

یعسوب شہد کی مکھیوں کے سربراہ کو کہتے ہیں اور "یعسوب الدّین" (حاکم دین و شریعت) سے مراد حضرت حجّت ہیں اِس لفظ سے تعبیر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح امیر نحل کا ظاہر و باطن پاک ہوتا ہے اور وہ نجاست سے احتراز کرتے ہوئے پھولوں اور شگوفوں سے اپنی غذا حاصل کرتا ہے۔ اسی طرح حضرت حجّت بھی تمام آلودگیوں سے پاک و صاف اور ہر طرح سے طیّب و طاہر ہوں گے۔ اِس جملہ کے چند معنی کیے گئے ہیں۔

پہلے معنی یہ ہیں کہ جب حضرت حجّت فضائے عالم میں سیر و گردش کے بعد اپنے مرکز پر مقیم ہوں گے۔ کیونکہ امیر نحل دن کا بیشتر حصّہ پرواز میں گزارتا ہے اور جب اپنے جسم کا آخری حصّہ کہیں پٹکتا ہے تو وہ اپنی حرکت و پرواز کو ختم کر دیتا ہے۔

دوسرے معنی یہ ہیں کہ جب حضرت اپنے رفقاء و انصار کے ساتھ زمین میں چلیں پھریں گے اُس صورت میں ضرب کے معنی چلنے پھرنے کے اور ذنب سے مراد انصار و اتباع ہوں گے۔

تیسرے معنی یہ ہیں کہ جب حضرت شمشیر بکف اُٹھ کھڑے ہوں گے اُس صورت میں ضرب ذنب کے معنی شہد کی مکھی کے ڈسنے کے ہوں گے۔

چوتھے معنی یہ ہیں کہ جب حضرت "جوش و خروش کے ساتھ اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے اُٹھ کھڑے ہوں گے، اُس صورت میں یہ جملہ غضب و ہیجان کی کیفیت اور حملہ آوری کی ہیئت سے کنایہ ہوگا"

۲- وفي حديثه عليه السّلام: هٰذَا الْخَطِيْبُ الشَّحْشَحُ - يريد الماهر بالخطبة الماضي فيها، وكل ماض في كلام او سير فهو شحشح؛ والشحشح في غير هذا الموضع

(۲) یہ خطیب شحشح
سیّد رضی کہتے ہیں کہ شحشح کے معنی خطیب ماہر و شُعلہ بیان کے ہیں اور جو زبان آوری یا رفتار میں رواں ہو اُسے شحشح کہا جاتا ہے اور دُوسرے مقام پر اِس کے

البخيل الممسك۔ — معنی بخیل اور کنجوس کے ہوتے ہیں۔

خطیب ماہر سے مراد صعصعہ ابن صوحان عبدی ہیں جو حضرت کے خواص اصحاب میں سے تھے۔ امیر المومنینؑ کے اس ارشاد سے ان کی خطابت کی رفعت اور قوتِ کلام کی بلندی کا اندازہ ہوسکتا ہے۔ چنانچہ ابنِ ابی الحدید نے تحریر کیا ہے۔

وکفیٰ صعصعة بهاً فخراً ان يكون مثل علی علیہ السلام یثنی علیہ بالمهارة وفصاحة اللسان۔ (شرح ابن ابی الحدید ج ۴ صـ ۳۵۵)

صعصعہ کے افتخار کے لیے یہ کافی ہے کہ امیر المومنینؑ ایسے (افصح عالم) ان کی مہارتِ کلام و فصاحتِ بیان کو سراہتے ہیں۔"

۳۔ وفی حديثه علیه السلام: إنَّ لِلْخُصُوْمَةِ قُحَماً۔

يُرِيد بالقحم المهالك: لانها تقحم أصحابها فی المهالك والمتالف فی الأكثر، ومن ذلك "قحمة الاعراب"، وهو أن تصيبهم السنة فتتعرق اموالهم فذلك تقحمها فيهم۔ وقيل فيه وجه آخر، وهو انها تقحمهم بلاد الريف، أی: تحوجهم إلى دخول الحضر عند محول البدو۔

(۳) لڑائی جھگڑے کا نتیجہ قُحَم ہوتے ہیں۔

(سید رضی کہتے ہیں کہ) قُحَم سے تباہیاں مراد ہیں کیونکہ (اقحام کے معنی ڈھکیلنے کے ہیں اور) لڑائی جھگڑا عموماً لڑنے جھگڑنے والوں کو مہلکوں اور تباہیوں میں ڈھکیل دیتا ہے اور اسی سے قحمۃ الاعراب (کی لفظ) ماخوذ ہے اور وہ یہ ہوتی ہے کہ بادیہ نشین عرب خشک سالیوں میں اس طرح مبتلا ہو جائیں۔ کہ ان کے چوپائے صرف ہڈیوں کا ڈھانچہ ہو کر رہ جائیں اور یہی اس بلا کا انھیں ڈھکیل دینا ہے۔ اور اس کی ایک اور بھی توجیہ کی گئی ہے اور وہ یہ کہ سختی و شدت چونکہ انھیں شاداب حصوں کی طرف ڈھکیل دیتی ہے یعنی صحرائی زندگی کی سختی و قحط سالی انھیں شہروں میں چلے جانے پر مجبور کر دیتی ہے (اس لیے اسے قحمۃ کہا جاتا ہے)

۴۔ وفی حديثه علیه السلام: إذا بَلَغَ النِّسَاءُ نَصَّ الْحَقَائِقِ فَالْعَصَبَةُ أَوْلَى و يُرْوَى نَصَّ الْحِقَاقِ — والنص: منتهى الأشياء ومبلغ أقصاها كالنص فی السير

(۴) جب لڑکیاں نص الحقاق کو پہنچ جائیں تو اُن کے لیے ددھیالی رشتہ دار زیادہ حق رکھتے ہیں۔

سید رضی کہتے ہیں کہ نص الحقائق کی جگہ نص الحقاق بھی وارد ہوا ہے۔ نص چیزوں کی انتہا اور اُن کی آخری حد کو

لأنه أقصى ما تقدر عليه الدابة وتقول نصصت الرجل عن الأمر؛ إذا استقصيت مسألته عنه لتستخرج ما عنده فيه. فنص الحقاق يريد به الإدراك لأنه منتهى الصغر والوقت الذي يخرج منه الصغير إلى حد الكبير، وهو من أفصح الكنايات عن هذا الأمر وأغربها. يقول: فإذا بلغ النساء ذلك فالعصبة أولى بالمرأة من أمها إذا كانوا محرمًا مثل الإخوة والأعمام وبتزويجها إن أرادوا ذلك والحقاق محاقة الأم للعصبة في المرأة وهو الجدال والخصومة وقول كل واحد منهما للآخر أنا أحق منك: بهذا يقال منه: حاققته حقاقا، مثل جادلته جدالا. وقد قيل: إن "نص الحقاق" بلوغ العقل، وهو الإدراك؛ لأنه عليه السلام إنما أراد منتهى الأمر الذي تجب فيه الحقوق والأحكام، ومن رواه نص الحقائق "فإنما

کہتے ہیں۔ جیسے چوپایہ کی وُہ اِنتہائی رفتار کہ جو وُہ دوڑ سکتا ہے نص کہلاتی ہے اور یونہی نصصت الرجل عن الامر اس موقع پر کہا جائے گا۔ جب کسی شخص سے پوری طرح پوچھ گچھ کرنے کے بعد اُس سے سب کچھ اُگلوا لیا ہو، تو حضرت نے نص الحقاق سے حدِ کمال تک پہنچنا مراد لیا ہے کہ جو بچپن کی حد آخر اور وہ زمانہ ہوتا ہے کہ کم سن کم سنی کے حدود سے نکل کر بڑوں کی صف میں داخل ہوتا ہے اور یہ بلوغ کے لیے نہایت فصیح اور بہت عجیب کنایہ ہے۔ حضرت یہ کہنا چاہتے ہیں کہ جب لڑکیاں اس حد تک پہنچ جائیں تو ددھیالی رشتہ دار جبکہ وہ محرم بھی ہوں، جیسے بھائی اور چچا، وُہ ان کا رشتہ کہیں کرنا چاہیں تو وُہ اُن کی ماں سے زیادہ رشتہ کے انتخاب کا حق رکھتے ہیں اور حقاق سے (لڑکی کی) ماں کا ددھیالی رشتہ داروں سے جھگڑنا مراد ہے اور ہر ایک کا اپنے کو دوسرے سے زیادہ حق دار ثابت کرنا ہے اور اسی سے حاققتہ حقاقا بروزن جادلتہ جدالا ہے۔ یعنی میں نے اس سے لڑائی جھگڑا کیا، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ نص الحقاق سے مُراد بلوغ عقل اور حد رشد و کمال تک پہنچنا ہے۔ کیونکہ حضرت نے وُہ زمانہ مراد لیا ہے کہ جس میں لڑکی پر حقوق و فرائض عائد ہوجاتے ہیں اور جس نے نص الحقائق کی روایت کی ہے اُس نے حقائق کو حقیقت کی جمع لیا ہے

یہ مفاد ہے اس کا جو ابوعبیدہ قاسم ابن سلام نے کہا ہے۔ مگر میرے خیال میں اس مقام پر نص الحقاق سے مراد یہ ہے کہ لڑکیاں اس حد تک پہنچ جائیں، کہ جس میں ان کے لیے عقد اور اپنے حقوق کا خود استعمال جائز ہوتا ہے۔

أراد جمع حقيقة۔

هذا معنى ما ذكره أبو عبيد (القاسم بن سلام) والذى عندى أن المراد بنص الحقاق ههنا بلوغ المرأة الى الحد الذى يجوز فيه تزويجها وتصرفها فى حقوقها تشبيهاً بالحقاق من الابل، وهى جمع حقة وحق وهو الذى استكمل ثلاث سنين ودخل فى الرابعة، وعند ذلك يبلغ إلى الحد الذى يتمكن فيه من ركوب ظهره ونصه فى السير، والحقائق ايضا: جمع حقة۔ فالروايتان جميعا ترجعان الى معنى واحد، وهذا أشبه بطريقة العرب من المعنى المذكور أولا۔

اسی طرح اُسے ۳ سالہ اُونٹنیوں سے تشبیہ دی گئی ہے اور حقاق حق اور حقہ کی جمع ہے۔ یہ اُس اُونٹنی اور اُونٹ کو کہتے ہیں جو تین سال ختم کرنے کے بعد چوتھے سال میں داخل ہو، اور اُونٹ اس عمر میں سواری اور تیز دوڑانے کے قابل ہو جاتے ہیں اور حقائق بھی حقہ، کی جمع ہے۔ اس بنا پر دونوں روائتوں کے ایک ہی معنے ہوں گے، اور یہ معنی جو ہم نے بیان کئے ہیں، پہلے معنی سے زیادہ اسلوب کلام عرب سے میل کھاتے ہیں۔

٥- وفى حديثه عليه السلام: إنَّ الإِيمَانَ يَبْدُو لُمظَةً فى القَلْبِ كُلَّمَا ازْدَادَ الإِيمَانُ ازْدَادَتِ اللُّمْظَةُ،

واللمظة مثل النكتة أو نحوها من البياض۔ ومنه قيل: فرس ألمظ إذا كان بجحفلته شىء من البياض۔

(۵) ایمان ایک "لمظہ" کی صورت سے دل میں ظاہر ہوتا ہے۔ جوں جوں ایمان بڑھتا ہے۔ وہ لمظہ بھی بڑھتا جاتا ہے۔

(سید رضی کہتے ہیں کہ) لمظہ سفید نقطہ یا اس کے مانند سفید نشان کو کہتے ہیں، اور اسی سے فرس المظ اُس گھوڑے کو کہا جاتا ہے جس کے نیچے کے ہونٹ پر کچھ سفیدی ہو

٦- وفى حديثه عليه السلام:

إنَّ الرَّجُلَ إِذَا كَانَ لَهُ الدَّيْنُ الظَّنُونُ يَجِبُ عَلَيْهِ أَنْ يُزَكِّيَهُ لِمَا مَضَى إِذَا قَبَضَهُ فالظنون الذى لا يعلم صاحبه أيقبضه من الذى هو عليه أم لا، فكأنه الذى يظن به فمرة يرجوه ومرة لا يرجوه۔ وهذا من أفصح

(٦) جو شخص کوئی دین ظنوں وصول کرے تو جتنے سال اُس پر گزرے ہوں گے اُن کی زکوٰۃ دینا ضروری ہے۔

(سید رضی کہتے ہیں کہ) دین ظنون وہ قرضہ ہوتا ہے کہ قرض خواہ یہ فیصلہ نہ کر سکے کہ وہ اُسے وصول ہو گا۔ یا انہیں کبھی اُمید پیدا ہو، اور کبھی نا اُمیدی اور یہ بہت فصیح کلام ہے۔ یونہی ہر وہ چیز جس کی تحصیل طلب

الکلام ؛ وکذلك کل أمر تطلبه ولا تدری علی أی شیٔ أنت منه فهو ظنون وعلی ذلك قول الاعشی

مَا يُجْعَلُ الْجُدُّ الظُّنُوْنُ الَّذِیْ
جُنِّبَ صَوْبَ اللَّجِبِ الْمَاطِرِ
مِثْلَ الْفُرَاتِیِّ اِذَا مَا طَمَا
يَقْذِفُ بِالْبُوْصِیِّ وَالْمَاهِرِ

وَالجد: البئر العادیه فی الصحراء، والظنون: التی لا یعلم هل فیہا ماء أم لا۔

ہو اور یہ نہ جان سکو کہ تم اُسے حاصل کرو گے یا نہیں۔ وہ ظنون کہلاتی ہے۔ چنانچہ اعشیٰ کا یہ قول اسی معنی کا حامل ہے جس کا مضمون یہ ہے۔

"وہ جد ظنون جو گرج کر برسنے والے ابر کی بارش سے بھی محروم ہو، دریائے فرات کے مانند نہیں قرار دیا جا سکتا جبکہ وہ ٹھاٹھیں مار رہا ہو۔ اور کشتی اور اچھے تیراک کو دھکیل کر دور پھینک رہا ہو۔"

جد اُس پرانے کنوئیں کو کہتے ہیں جو کسی بیابان میں واقع ہو، اور ظنون وہ ہے کہ جس کے متعلق یہ خبر نہ ہو کہ اس میں پانی ہے یا نہیں۔

۷۔ وفی حدیثه علیه السلام:

أنه شیع جیشاً یغزیه فقال:

اَعْذِبُوْا عَنِ النِّسَاءِ مَا اسْتَطَعْتُمْ۔

ومعناه اصدفوا عن ذکر النساء وشغل القلب بهن، وامتنعوا من المقاربة لهن، لأن ذلك یفت فی عضد الحمیة ویقدح فی معاقد العزیمة، ویکسر عن العدو، ویلفت عن الابعاد فی الغزو، وکل من امتنع من شیٔ فقد أعذب منه۔ والعاذب والعذوب: الممتنع من الأکل والشرب۔

(۷) جب آپ نے لڑنے کے لیے لشکر روانہ کیا، تو اُسے رخصت کرتے وقت فرمایا:

جہاں تک بن پڑے عورتوں سے عاذب رہو۔

(سید رضی فرماتے ہیں کہ) اس کے معنی یہ ہیں کہ عورتوں کی یاد میں کھو نہ جاؤ، اور اُن سے دل لگانے اور اُن سے مقاربت کرنے سے پرہیز کرو، کیونکہ یہ چیز بازوئے حمیت میں کمزوری اور عزم کی پختگیوں میں سستی پیدا کرنے والی ہے اور دشمن کے مقابلہ میں کمزور اور جنگ میں سعی و کوشش سے روگرداں کرنے والی ہے اور جو شخص کسی چیز سے منہ پھیرلے، اُس کے لیے کہا جاتا ہے کہ اعذب عنه۔ (وہ اِس سے الگ ہو گیا) اور جو کھانا پینا چھوڑ دے اُسے عاذب اور عذوب کہا جاتا ہے۔

۸ - وفي حديثه عليه السلام:
كَالْيَاسِرِ الْفَالِجِ يَنْتَظِرُ أَوَّلَ فَوْزَةٍ مِنْ قِدَاحِهِ.

الياسرون: هم الذين يتضاربون بالقداح على الجزور، والفالج: القاهر الغالب، يقال: فلج عليهم وفلجهم، وقال الراجز:

لما رأيت فالجا قد فلجا

(۸) وہ اس یاسر فالج کے مانند ہے جو جوئے کے تیروں کا پانسہ پھینک کر پہلے ہی داؤں میں کامیابی کا متوقع ہوتا ہے۔

(سید رضی کہتے ہیں کہ) یاسرون وہ لوگ ہوتے ہیں کہ جو نحر کی ہوئی اونٹنی پر جوئے کے تیروں کا پانسہ پھینکتے ہیں اور فالج کے معنی جیتنے والے کے ہیں۔ یوں کہا جاتا ہے قد فلج علیہم وفلجھم (وہ ان پر غالب ہوا) چنانچہ مشہور رجز نظم کرنے والے شاعر کا قول ہے۔

"جب میں نے کسی فالج کو دیکھا کہ اس نے فلج حاصل کی۔

---

۹ - وفي حديثه عليه السلام:
كُنَّا إِذَا احْمَرَّ الْبَأْسُ اتَّقَيْنَا بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَكُنْ أَحَدٌ مِنَّا أَقْرَبَ إِلَى الْعَدُوِّ مِنْهُ.

ومعنى ذلك أنه إذا عظم الخوف من العدو واشتد عضاض الحرب فزع المسلمون إلى قتال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم بنفسه، فينزل الله عليهم النصر به، ويأمنون مما كانوا يخافونه بمكانه.

وقوله "إذا احمر البأس" كناية عن اشتداد الأمر، وقد قيل في ذلك أقوال أحسنها: أنه شبه

(۹) جب احمرار باس ہوتا تھا تو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سپر میں جاتے تھے، اور ہم میں سے کوئی بھی ان سے زیادہ دشمن سے قریب تر نہ ہوتا تھا۔

(سید رضی کہتے ہیں کہ) اس کا مطلب یہ ہے کہ جب دشمن کا خطرہ بڑھ جاتا تھا اور جنگ سختی سے کاٹنے لگتی تھی تو مسلمان یہ سہارا ڈھونڈنے لگتے تھے کہ رسول اللہ خود بنفس نفیس جنگ کریں تو اللہ تعالیٰ آنحضرتؐ کی وجہ سے ان کی نصرت فرمائے اور آپ کی موجودگی کے باعث خوف و خطر کے موقع سے محفوظ رہیں۔

حضرتؑ کا ارشاد جب احمرار باس ہوتا تھا (جس کے لفظی معنی یہ ہیں کہ جنگ سرخ ہو جاتی تھی) یہ کنایہ ہے جنگ کی شدت و سختی سے اور اس کی توجیہ میں چند اقوال ذکر کیے گئے ہیں۔ مگر ان میں سب سے بہتر قول یہ ہے، کہ آپ نے جنگ کی تیزی اور گرمی کو آگ سے تشبیہہ دی ہے

حمى الحوب بالنار التی تجمع الحرارة و الحمرة بفعلها ولونها، ومما يقوی ذلك قول رسول الله صلی الله عليه وسلم و قد رأى مجتلد الناس يوم حنين وهی حرب هوازن: "الآن حمى الوطيس" فالوطيس: مستوقد النار، فشبه رسول الله صلی الله عليه وسلم ما استحر من جلاد القوم باحتدام النار و شدة التهابها۔

جو اپنے اثر اور رنگ دونوں کے اعتبار سے گرمی اور سُرخی لیے ہوتی ہے، اور اس معنی کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ جب رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے حنین کے دن قبیلۂ بنی ہوازن کی جنگ میں لوگوں کو جنگ کرتے دیکھا، تو فرمایا! اب وطیس گرم ہوگیا۔ وطیس اُس جگہ کو کہتے ہیں جس میں آگ جلائی جائے۔ اس مقام پر پیغمبر صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے لوگوں کے میدانِ کارزار کی گرم بازاری کو آگ کے بھڑکنے اور اس کے لپکوں کی تیزی سے تشبیہہ دی ہے۔

انقضى هذا الفصل، ورجعنا الى سنن الغرض الاول فی هذا الباب

یہ فصل تمام ہوگئی۔ اب ہم اِس باب میں پہلے مقصد کی طرف رجُوع کرتے ہیں!

۲۶۱- وقال عليه السلام، لما بلغه إغارة أصحاب معاوية على الانبار: فخرج بنفسه ماشياً حتى أتى النخيلة فأدركه الناس، وقالوا يا أمير المومنين، نحن نكفيكهم فقال: مَا تَكْفُونَنِي أَنْفُسَكُمْ فَكَيْفَ تَكْفُونَنِي غَيْرَكُمْ؟ إِنْ كَانَتِ الرَّعَايَا قَبْلِي لَتَشْكُو حَيْفَ رُعَاتِهَا، وَإِنَّنِي الْيَوْمَ لَأَشْكُو حَيْفَ رَعِيَّتِي، كَأَنَّنِي الْمَقُودُ وَهُمُ الْقَادَةُ أَوِ الْمَوْزُوعُ وَهُمُ الْوَزَعَةُ۔

(۲۶۱) جب امیر المومنین علیہ السّلام کو یہ اطلاع ملی کہ مُعاویہ کے ساتھیوں نے (شہر) انبار پر دھاوا کیا ہے تو آپ بنفسِ نفیس پیادہ پا چل کھڑے ہوئے۔ یہاں تک کہ نخیلہ تک پہنچ گئے، اِتنے میں لوگ بھی آپ کے پاس پہنچ گئے۔ اور کہنے لگے یا امیر المومنین! ہم دشمن سے نپٹ لیں گے، آپ کے تشریف لے جانے کی ضرورت نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم اپنے سے تو میرا بچاؤ کر نہیں سکتے دُوسروں سے کیا بچاؤ کرو گے۔ مجھ سے پہلے رعایا اپنے حاکموں کے ظلم و جور کی شکایت کیا کرتی تھی۔ مگر میں آج اپنی رعیّت کی زیادتیوں کا گلہ کرتا ہُوں، گویا کہ میں رعیّت ہوں اور وہ حاکم اور میں حلقہ بگوش ہوں اور وُہ فرمانروا۔

فلما قال عليه السلام هذا القول في كلام طويل قد ذكرنا مختاره في جملة الخطب، تقدم اليه رجلان من أصحابه فقال احدهما: اني لا أملك إلا نفسي واخي فمرنا بأمرك يا أمير المؤمنين ننفذ له فقال عليه السلام: وَأَيْنَ تَقَعَانِ مِمَّا أُرِيدُ؟

(سید رضی کہتے ہیں کہ) جب امیرالمومنین علیہ السلام نے ایک طویل کلام کے ذیل میں کہ جس کا منتخب حصہ ہم خطب میں درج کر چکے ہیں۔ یہ کلمات ارشاد فرمائے تو آپ کے اصحاب میں سے دو شخص اٹھ کھڑے ہوئے اور اُن میں سے ایک نے کہا کہ یا امیرالمومنینؑ! مجھے اپنی ذات اور اپنے بھائی کے علاوہ کسی پر اختیار نہیں تو آپ ہمیں حکم دیں ہم اُسے بجا لائیں گے جس پر حضرتؑ نے فرمایا کہ میں جو چاہتا ہوں، وہ تم دو آدمیوں سے کہاں سرانجام پا سکتا ہے؟

۲۶۲- وقيل إن الحارث بن حوط اتاه فقال: أتراني اظن أصحاب الجمل كانوا على ضلالة؟ فقال عليه السلام: يَا حَارِثُ، إِنَّكَ نَظَرْتَ تَحْتَكَ وَلَمْ تَنْظُرْ فَوْقَكَ فَحِرْتَ! إِنَّكَ لَمْ تَعْرِفِ الْحَقَّ فَتَعْرِفَ مَنْ أَتَاهُ، وَلَمْ تَعْرِفِ الْبَاطِلَ فَتَعْرِفَ مَنْ أَتَاهُ، فقال الحارث: فإني أعتزل مع سعد بن مالك وعبدالله بن عمر؟ فقال عليه السلام: إِنَّ سَعْداً وَعَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ لَمْ يَنْصُرَا الْحَقَّ وَلَمْ يَخْذُلَا الْبَاطِلَ۔

(۲۶۲) بیان کیا گیا ہے کہ حارث ابن حوط حضرتؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ کیا آپ کے خیال میں مجھے اس کا گمان بھی ہو سکتا ہے کہ اصحاب جمل گمراہ تھے؟

حضرتؑ نے فرمایا کہ اے حارث! تم نے نیچے کی طرف دیکھا، اوپر کی طرف نگاہ نہیں ڈالی، جس کے نتیجہ میں تم حیران و سرگردان ہو گئے ہو، تم حق ہی کو نہیں جانتے کہ حق والوں کو جانو، اور باطل ہی کو نہیں پہچانتے کہ باطل کی راہ پر چلنے والوں کو پہچانو۔

حارثؓ نے کہا کہ میں سعد ابن مالک اور عبداللہ ابن عمر کے ساتھ گوشہ گزیں ہو جاؤں گا۔

حضرتؑ نے فرمایا کہ!

سعد اور عبداللہ ابن عمر نے حق کی مدد کی، اور نہ باطل کی نصرت سے ہاتھ اٹھایا۔

سعد ابن مالک (سعد ابن ابی وقاص) اور عبداللہ ابن عمر ان لوگوں میں سے تھے جو امیرالمومنین کی رفاقت و ہمنوائی سے منہ موڑے ہوئے تھے، چنانچہ سعد ابن ابی وقاص تو حضرت عثمان کے قتل کے بعد ایک صحرا کی طرف منتقل ہو گئے اور وہیں زندگی گزار دی، اور حضرتؑ کی بیعت نہ کرنا تھی نہ کی اور عبداللہ ابن عمر نے اگرچہ بیعت کر لی تھی، مگر جنگوں میں حضرتؑ

کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا تھا اور عذر یہ پیش کیا تھا کہ میں عبادت کے لیے گوشہ گزینی اختیار کر چکا ہوں، اب حرب و پیکار سے کوئی سروکار رکھنا نہیں چاہتا ؎

عذر ہائے ایں چنیں نزدِ خرد   بیشکے عذرے است بدتر از گناہ

---

۲۶۳ - وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: صَاحِبُ السُّلْطَانِ كَرَاكِبِ الْأَسَدِ: يُغْبَطُ بِمَوْقِعِهِ، وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَوْضِعِهِ.

(۲۶۳) بادشاہ کا ندیم و مصاحب ایسا ہے جیسے شیر پر سوار ہونے والا کہ اس کے مرتبہ پر رشک کیا جاتا ہے لیکن وہ اپنے موقف سے خوب واقف ہے۔

مقصد یہ ہے کہ جسے بارگاہِ سلطانی میں تقرب حاصل ہوتا ہے لوگ اُس کے جاہ و منصب اور عزت و اقبال کو رشک کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ مگر خود اسے ہر وقت یہ دھڑکا لگا رہتا ہے کہ کہیں بادشاہ کی نظریں اس سے پھر نہ جائیں اور وہ ذلت و رسوائی یا موت و تباہی کے گڑھے میں نہ جا پڑے جیسے شیر سوار کہ لوگ اُس سے مرعوب ہوتے ہیں اور وہ اِس خطرہ میں گھرا ہوتا ہے کہ کہیں یہ شیر اُسے پھاڑ نہ کھائے، یا کسی مہلک گڑھے میں نہ جا گرائے۔

---

۲۶۴ - وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: أَحْسِنُوا فِي عَقِبِ غَيْرِكُمْ تُحْفَظُوا فِي عَقِبِكُمْ.

(۲۶۴) دوسروں کے پسماندگان سے بھلائی کرو تاکہ تمہارے پسماندگان پر بھی نظرِ شفقت پڑے۔

---

۲۶۵ - وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: إِنَّ كَلَامَ الْحُكَمَاءِ إِنْ كَانَ صَوَاباً كَانَ دَوَاءً، وَإِذَا كَانَ خَطَأً كَانَ دَاءً.

(۲۶۵) جب حکماء کا کلام صحیح ہو تو وہ دوا ہے، اور غلط ہو تو سراسر مرض ہے۔

علمائے مصلحین کا طبقہ اصلاح کا بھی ذمہ دار ہوتا ہے، اور افساد کا بھی کیونکہ عوام اُن کے زیرِ اثر ہوتے ہیں اور ان کے قول و عمل کو صحیح و معیاری سمجھتے ہوئے اُس سے استناد کرتے اور اس پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ اِس صورت میں اگر ان کی تعلیم اصلاح کی حامل ہوگی، تو اس کے نتیجہ میں ہزاروں افراد صلاح و رشد سے آراستہ ہو جائیں گے اور اگر اس میں خرابی ہوگی، تو اس کے نتیجہ میں ہزاروں افراد گمراہی و بے راہروی میں مبتلا ہو جائیں گے۔ اِسی لیے کہا جاتا ہے کہ "اذا فسد العالم فسد العالم"۔ جب عالم میں فساد رونما ہوتا ہے، تو اس فساد کا اثر ایک دُنیا پر پڑتا ہے۔

---

۲۶۶ - وَسَأَلَهُ رَجُلٌ أَنْ يُعَرِّفَهُ الْإِيمَانَ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: إِذَا كَانَ

(۲۶۶) حضرت سے ایک شخص نے سوال کیا، کہ ایمان کی تعریف کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ کل میرے پاس

الغَدُ فَأْتِنِي حَتّٰى أُخْبِرَكَ عَلٰى أَسْمَاعِ النَّاسِ، فَإِنْ نَسِيتَ مَقَالَتِي حَفِظَهَا عَلَيْكَ غَيْرُكَ، فَإِنَّ الْكَلَامَ كَالشَّارِدَةِ يَنْقُفُهَا هٰذَا وَيُخْطِئُهَا هٰذَا۔

وقد ذكرنا ما أجابه به فيما تقدم من هذا الباب وهو قوله "الايمان على اربع شعب"

آنا تاکہ میں تمھیں اس موقع پر بتاؤں کہ دوسرے لوگ بھی سن سکیں کہ اگر تم بھول جاؤ، تو دوسرے یاد رکھیں۔ اس لیے کہ کلام بھڑکے ہوئے شکار کے مانند ہوتا ہے کہ ایک کی گرفت میں آجاتا ہے اور دوسرے کے ہاتھ سے نکل جاتا ہے۔

(سید رضی کہتے ہیں کہ حضرت نے اس کے بعد جو جواب دیا وہ ہم اسی باب میں پہلے درج کر چکے ہیں اور وہ آپ کا یہ ارشاد تھا کہ "الایمان علی اربع شعب" (ایمان کی چار قسمیں ہیں)۔

۲۶۷- وقال عليه السلام: يَا ابْنَ آدَمَ، لَا تَحْمِلْ هَمَّ يَوْمِكَ الَّذِي لَمْ يَأْتِكَ عَلٰى يَوْمِكَ الَّذِي قَدْ أَتَاكَ؛ فَإِنَّهُ إِنْ يَكُ مِنْ عُمُرِكَ يَأْتِ اللّٰهُ فِيهِ بِرِزْقِكَ۔

(۲۶۷) اے فرزند آدم! اُس دن کی فکر کا بار جو ابھی آیا نہیں، آج کے اپنے دن پر نہ ڈال کر جو آچکا ہے۔ اس لیے کہ اگر ایک دن بھی تیری عمر کا باقی ہوگا، تو اللہ تیرا رزق تجھ تک پہنچائے گا۔

۲۶۸- وقال عليه السلام: أَحْبِبْ حَبِيبَكَ هَوْناً مَا، عَسٰى أَنْ يَكُونَ بَغِيضَكَ يَوْماً مَا، وَأَبْغِضْ بَغِيضَكَ هَوْناً مَا، عَسٰى أَنْ يَكُونَ حَبِيبَكَ يَوْماً مَا۔

(۲۶۸) اپنے دوست سے بس ایک حد تک محبت کرو، کیونکہ شاید کسی دن وہ تمھارا دشمن ہو جائے اور دشمن کی دشمنی بس ایک حد میں رکھو ہو سکتا ہے کہ کسی دن وہ تمھارا دوست ہو جائے۔

۲۶۹- وقال عليه السلام: النَّاسُ فِي الدُّنْيَا عَامِلَانِ: عَامِلٌ عَمِلَ فِي الدُّنْيَا لِلدُّنْيَا، قَدْ شَغَلَتْهُ دُنْيَاهُ عَنْ آخِرَتِهِ، يَخْشٰى عَلٰى مَنْ يَخْلُفُهُ الْفَقْرَ وَيَأْمَنُهُ عَلٰى نَفْسِهِ،

(۲۶۹) دنیا میں کام کرنے والے دو قسم کے ہیں۔ ایک وہ جو دنیا کے لیے سرگرم عمل رہتا ہے اور اسے دنیا نے آخرت سے روک رکھا ہے۔ وہ اپنے پسماندگان کے لیے فقر و فاقہ کا خوف کرتا ہے مگر اپنی تنگدستی سے مطمئن ہے۔ تو وہ دوسروں کے فائدہ ہی میں پوری عمر بسر کر دیتا ہے اور

يُفْنِي عُمُرَهُ فِي مَنْفَعَةِ غَيْرِهِ، وَعَامِلٌ عَمِلَ فِي الدُّنْيَا لِمَا بَعْدَهَا فَجَاءَهُ الَّذِي لَهُ مِنَ الدُّنْيَا بِغَيْرِ عَمَلٍ، فَأَحْرَزَ الْحَظَّيْنِ مَعاً، وَمَلَكَ الدَّارَيْنِ جَمِيعاً فَأَصْبَحَ وَجِيهاً عِنْدَ اللهِ، لَا يَسْأَلُ اللهَ حَاجَةً فَيَمْنَعُهُ

ایک وُہ ہے جو دُنیا میں رہ کر اُس کے بعد کی منزل کے لیے عمل کرتا ہے تو اُسے تگ و دو کیے بغیر دُنیا بھی حاصل ہو جاتی ہے اور اس طرح وہ دونوں حصّوں کو سمیٹ لیتا ہے اور دونوں گھروں کا مالک بن جاتا ہے۔ وُہ اللہ کے نزدیک باوقار ہوتا ہے اور اللہ سے کوئی حاجت نہیں مانگتا جو اللہ پوری نہ کرے۔

٢٧٠- وروي أنه ذكر عند عمر بن الخطاب في أيامه حلي الكعبة وكثرته، فقال قوم: لو أخذته فجهزت به جيوش المسلمين كان أعظم للأجر وما تصنع الكعبة بالحلي؟ فهم عمر بذلك، وسأل أمير المومنين عليه السلام.

فقال عليه السلام: إِنَّ الْقُرْآنَ أُنْزِلَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَالْأَمْوَالُ أَرْبَعَةٌ: أَمْوَالُ الْمُسْلِمِينَ فَقَسَّمَهَا بَيْنَ الْوَرَثَةِ فِي الْفَرَائِضِ، وَالْفَيْءُ فَقَسَّمَهُ عَلَى مُسْتَحِقِّيهِ، وَالْخُمُسُ فَوَضَعَهُ اللهُ حَيْثُ وَضَعَهُ، وَالصَّدَقَاتُ فَجَعَلَهَا اللهُ حَيْثُ جَعَلَهَا. وَكَانَ حَلْيُ الْكَعْبَةِ فِيهَا يَوْمَئِذٍ، فَتَرَكَهُ اللهُ عَلَى حَالِهِ، وَلَمْ يَتْرُكْهُ نِسْيَاناً، وَ

(٢٧٠) بیان کیا گیا ہے کہ عمر ابنِ خطاب کے سامنے خانۂ کعبہ کے زیورات اور اُن کی کثرت کا ذکر ہُوا تو کچھ لوگوں نے اُن سے کہا کہ اگر آپ ان زیورات کو لے لیں اور انھیں مسلمانوں کے لشکر پر صرف کر کے اُن کی روانگی کا سامان کریں تو زیادہ باعثِ اجر ہوگا، خانۂ کعبہ کو ان زیورات کی کیا ضرورت ہے۔ چنانچہ عمر نے اس کا ارادہ کر لیا اور امیر المومنین علیہ السلام سے اِس کے بارے میں مسئلہ پُوچھا۔

آپ نے فرمایا کہ جب قرآن مجید نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر نازل ہُوا تو اُس وقت چار قسم کے اموال تھے، ایک مسلمانوں کا ذاتی مال تھا، اُسے آپ نے اُن کے وارثوں میں ان کے حصّہ کے مطابق تقسیم کرنے کا حکم دیا۔ دُوسرا مالِ غنیمت تھا، اُسے اس کے مستحقین پر تقسیم کیا۔ تیسرا مالِ خمس تھا، اس مال کے اللہ تعالیٰ نے خاص مصارف مقرّر کر دیئے۔ چوتھے زکوٰۃ و صدقات تھے، انھیں اللہ نے وہاں صرف کرنے کا حکم دیا جو اُن کا مصرف ہے۔ یہ خانۂ کعبہ کے زیورات اُس زمانہ میں بھی موجود تھے۔ لیکن اللہ نے اُن کو ان کے حال پر رہنے دیا اور ایسا

لَمْ يَخْفَ عَلَيْهِ مَكَانُهَا، فَاَقِرَّهُ حَيْثُ أَقَرَّهُ اللّٰهُ وَ رَسُولُهُ۔ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: لَوْلاكَ لَافْتَضَحْنَا، وَ تَرَكَ الْحَلْيَ بِحَالِهِ۔

بھولے سے تو نہیں ہُوا، اور نہ اُن کا وجود اس پر پوشیدہ تھا۔ لہٰذا آپ بھی انھیں وہیں رہنے دیجئے جہاں اللہ اور اُس کے رسُولؐ نے اُنھیں رکھا ہے۔ یہ سُن کر عمر نے کہا کہ اگر آپ نہ ہوتے تو ہم رُسوا ہو جاتے اور زیورات کو ان کی حالت پر رہنے دیا۔

۲۷۱- وَ رُوِيَ أَنَّهُ عليه السلام رُفِعَ إِلَيْهِ رَجُلَانِ سَرَقَا مِنْ مَالِ اللّٰهِ، وَ الْآخَرُ مِنْ عَرْضِ النَّاسِ فَقَالَ عليه السلام: أَمَّا هٰذَا فَهُوَ مِنْ مَالِ اللّٰهِ وَ لَا حَدَّ عَلَيْهِ، مَالُ اللّٰهِ أَكَلَ بَعْضُهُ بَعْضًا وَ أَمَّا الْآخَرُ فَعَلَيْهِ الْحَدُّ الشَّدِيدُ فَقَطَعَ يَدَهُ۔

(۲۷۱) روایت کی گئی ہے کہ حضرت کے سامنے دُو آدمیوں کو پیش کیا گیا جنھوں نے بیتُ المال میں چوری کی تھی۔ ایک تو اُن میں غلام اور خود بیتُ المال کی ملکیت تھا، اور دُوسرا لوگوں میں سے کسی کی ملکیت میں تھا۔ آپ نے فرمایا کہ "یہ غلام جو بیت المال کا ہے اس پر حد جاری نہیں ہو سکتی، کیونکہ اللہ کا مال اللہ کے مال ہی نے کھایا ہے۔ لیکن دُوسرے پر حد جاری ہوگی" چنانچہ اُس کا ہاتھ قطع کر دیا۔

۲۷۲- وَ قَالَ عليه السلام: لَوْ قَدِ اسْتَوَتْ قَدَمَايَ مِنْ هٰذِهِ الْمَدَاحِضِ لَغَيَّرْتُ أَشْيَاءَ۔

(۲۷۲) اگر ان پھسلنوں سے بچ کر میرے پیر جم گئے، تو میں بہت سی چیزوں میں تبدیلی کر دوں گا۔

اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ پیغمبرِ اسلام کے بعد دین میں تغیرات رونما ہونا شروع ہو گئے اور کچھ افراد نے قیاس و رائے سے کام لے کر احکامِ شریعت میں ترمیم و تنسیخ کی بنیاد ڈال دی۔ حالانکہ حکمِ شرعی میں تبدیلی کا کسی کو حق نہیں پہنچتا، کہ وہ قرآن و سُنّت کے واضح احکام کو ٹھکرا کر اپنے قیاسی احکام کا نفاذ کرے۔ چنانچہ قرآن کریم میں طلاق کی یہ واضح صُورت بیان ہُوئی ہے کہ الطلاق مرتٰن "طلاق (رجعی کہ جس میں بغیر محلل کے رجوع ہو سکتی ہے) دُو مرتبہ ہے"۔ مگر حضرت عمر نے بعض مصالح کے پیشِ نظر ایک ہی نشست میں تین طلاقوں کے واقع ہونے کا حکم دے دیا۔ اسی طرح میراث میں عول کا طریقہ رائج کیا اور نمازِ جنازہ میں چار تکبیروں کو رواج دیا یُونہی حضرتِ عثمان نے نمازِ جمعہ میں ایک اذان بڑھا دی اور قصر کے موقع پر پُوری نماز کے پڑھنے کا حکم دیا اور نمازِ عید میں خطبہ کو نماز پر مقدم کر دیا۔ اور اسی طرح کے بے شمار احکام وضع کر لیے گئے کہ جس سے صحیح احکام بھی

غلط احکام کے ساتھ مخلوط ہو کر بے اعتماد بن گئے۔

امیر المومنین علیہ السلام جو شریعت کے سب سے زیادہ واقف کار تھے وہ اِن احکام کے خلاف احتجاج کرتے اور صحابہ کے خلاف اپنی رائے رکھتے تھے۔ چنانچہ ابن ابی الحدید نے تحریر کیا ہے کہ :

ولسنا نشك انه كان يذهب فى الاحكام الشرعية والقضايا إلى اشياء يخالف فيها اقوال الصحابة ۔ (شرح ابن ابی الحدید ج ۴ ص ۱۷۳)

ہمارے لیے اس میں شک کی گنجائش نہیں کہ امیر المومنین شرعی احکام و قضایا میں صحابہ کے خلاف رائے رکھتے تھے۔

جب حضرت ظاہری خلافت پر متمکن ہوئے تو ابھی آپ کے قدم پوری طرح سے جمنے نہ پائے تھے کہ چاروں طرف سے فتنے اٹھ کھڑے ہوئے، اور اُن الجھنوں سے آخر وقت تک چھٹکارا حاصل نہ کر سکے جس کی وجہ سے تبدیل شدہ احکام میں پوری طرح ترمیم نہ ہو سکی، اور مرکز سے دُور علاقوں میں بہت سے غلط سلط احکام رواج پا گئے۔ البتہ وہ طبقہ جو آپ سے وابستہ تھا، وُہ آپ سے احکامِ شریعت کو دریافت کرتا تھا، اور انھیں محفوظ رکھتا تھا جس کی وجہ سے صحیح احکام نابود، اور غلط مسائل ہمہ گیر نہ ہو سکے۔

---

۲۷۳ - وقال علیه السلام: اِعْلَمُوْا عِلْمًا يَقِيْنًا أَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَجْعَلْ لِلْعَبْدِ ـ وَإِنْ عَظُمَتْ حِيْلَتُهُ، وَاشْتَدَّتْ طِلْبَتُهُ، وَقَوِيَتْ مَكِيْدَتُهُ ـ أَكْثَرَ مِمَّا سُمِّيَ لَهُ فِي الذِّكْرِ الْحَكِيْمِ، وَلَمْ يَحُلْ بَيْنَ الْعَبْدِ فِيْ ضَعْفِهِ وَقِلَّةِ حِيْلَتِهِ، وَبَيْنَ أَنْ يَبْلُغَ مَا سُمِّيَ لَهُ فِي الذِّكْرِ الْحَكِيْمِ ـ وَالْعَارِفُ لِهٰذَا الْعَامِلُ بِهِ أَعْظَمُ النَّاسِ رَاحَةً فِيْ مَنْفَعَةٍ، وَالتَّارِكُ لَهُ الشَّاكُّ فِيْهِ أَعْظَمُ النَّاسِ شُغُلًا فِيْ مَضَرَّةٍ، وَرُبَّ مُنْعَمٍ عَلَيْهِ مُسْتَدْرَجٌ بِالنُّعْمٰى، وَرُبَّ مُبْتَلًى مَصْنُوْعٌ لَهُ بِالْبَلْوٰى،

(۲۷۳) پورے یقین کے ساتھ اس امر کو جانے رہو کہ اللہ سبحانہ، نے کسی بندے کے لیے چاہے اُس کی تدبیریں بہت زبردست، اُس کی جستجو شدید اور اُس کی ترکیبیں طاقت ور ہوں اِس سے زائد رزق قرار نہیں دیا جتنا کہ تقدیرِ الٰہی میں اس کے لیے مقرر ہو چکا ہے اور کسی بندے کے لیے اس کی کمزوری و بے چارگی کی وجہ سے لوحِ محفوظ میں اس کے مقررہ رزق تک پہنچنے میں رکاوٹ نہیں ہوتی۔ اِس حقیقت کو سمجھنے والا اور اس پر عمل کرنے والا سُود و منفعت کی راحتوں میں سب لوگوں سے بڑھ چڑھ کر ہے اور اسے نظر انداز کرنے اور اس میں شک و شبہ کرنے والا سب لوگوں سے زیادہ زیاں کاری میں مبتلا ہے۔ بہت سے وُہ جنھیں نعمتیں ملی ہیں، نعمتوں کی بدولت کم کم عذاب کے نزدیک کیے جا رہے ہیں، اور

فَزِدْ أَيُّهَا الْمُسْتَمِعُ فِي شُكْرِكَ، وَقَصِّرْ مِنْ عَجَلَتِكَ، وَقِفْ عِنْدَ مُنْتَهَى رِزْقِكَ۔

بہت سوں کے ساتھ فقر و فاقہ کے پردہ میں اللہ کا لطف و کرم شاملِ حال ہے لہٰذا اے سُننے والے شکر زیادہ اور جلد بازی کم کر اور جو تیری روزی کی حد ہے اُس پر ٹھہرا رہ۔

۲۷۴۔ وَقَالَ عليه السلام: لَا تَجْعَلُوا عِلْمَكُمْ جَهْلاً، وَيَقِينَكُمْ شَكّاً، إِذَا عَلِمْتُمْ فَاعْمَلُوا، وَإِذَا تَيَقَّنْتُمْ فَأَقْدِمُوا

(۲۷۴) اپنے علم کو جہل اور اپنے یقین کو شک نہ بناؤ۔ جب جان لیا تو عمل کرو، اور جب یقین پیدا ہو گیا تو آگے بڑھو۔

علم و یقین کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے مُطابق عمل کیا جائے اور اگر اس کے مُطابق عمل ظہور میں نہ آئے تو اُسے علم و یقین سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ مجھے یقین ہے کہ فلاں راستہ میں خطرات ہیں اور وہ بے خطر راستہ کو چھوڑ کر اُسی پُرخطر راستہ میں راہ پیمائی کرے، تو کون کہہ سکتا ہے کہ وہ اس راہ کے خطرات پر یقین رکھتا ہے۔ جبکہ اس یقین کا نتیجہ یہ ہونا چاہیئے کہ وہ اُس راستہ پر چلنے سے احتراز کرتا۔ اسی طرح جو شخص حشر و نشر اور عذاب و ثواب پر یقین رکھتا ہو، وہ دنیا کی غفلتوں سے مغلوب ہو کر آخرت کو نظر انداز نہیں کر سکتا اور نہ عذاب و عقاب کے خوف سے عمل میں کوتاہی کا مرتکب ہو سکتا ہے۔

۲۷۵۔ وَقَالَ عليه السلام: إِنَّ الطَّمَعَ مُورِدٌ غَيْرُ مُصْدِرٍ، وَضَامِنٌ غَيْرُ وَفِيٍّ، وَرُبَّمَا شَرِقَ شَارِبُ الْمَاءِ قَبْلَ رِيِّهِ، وَكُلَّمَا عَظُمَ قَدْرُ الشَّيْءِ الْمُتَنَافَسِ فِيهِ عَظُمَتِ الرَّزِيَّةُ لِفَقْدِهِ، وَالْأَمَانِيُّ تُعْمِي أَعْيُنَ الْبَصَائِرِ، وَالْحَظُّ يَأْتِي مَنْ لَا يَأْتِيهِ۔

(۲۷۵) طمع گھاٹ پر اُتارتی ہے، مگر سیراب کیے بغیر پلٹا دیتی ہے۔ ذمہ داری کا بوجھ اُٹھاتی ہے مگر اُسے پورا نہیں کرتی۔ اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ پانی پینے والے کو پینے سے پہلے ہی اچھو ہو جاتا ہے اور جتنی کسی مرغوب و پسندیدہ چیز کی قدر و منزلت زیادہ ہوتی ہے اُتنا ہی اُسے کھو دینے کا رنج زیادہ ہوتا ہے۔ آرزوئیں دیدۂ بصیرت کو اندھا کر دیتی ہیں، اور جو نصیب میں ہوتا ہے پہنچنے کی کوشش کیے بغیر مل جاتا ہے۔

۲۷۶۔ وَقَالَ عليه السلام: اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ (مِنْ) أَنْ تُحَسِّنَ

(۲۷۶) اے اللہ! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ میرا ظاہر لوگوں کی چشمِ ظاہر بیں میں بہتر

فِيْ لَامِعَةِ الْعُيُوْنِ عَلَانِيَتِيْ، وَتَقْبُحَ
فِيْمَا أُبْطِنُ لَكَ سَرِيْرَتِيْ، مُحَافِظاً
عَلٰى رِئَاءِ النَّاسِ مِنْ نَفْسِيْ بِجَمِيْعِ
مَا أَنْتَ مُطَّلِعٌ عَلَيْهِ مِنِّيْ، فَأُبْدِيَ
لِلنَّاسِ حُسْنَ ظَاهِرِيْ، وَأُفْضِيَ
إِلَيْكَ بِسُوْءِ عَمَلِيْ، تَقَرُّباً إِلٰى
عِبَادِكَ، وَتَبَاعُداً مِنْ
مَرْضَاتِكَ ـ

ہو اور جو اپنے باطن میں چھپائے ہوئے ہوں، وہ تیری نظروں میں بُرا ہو۔ درآں حالیکہ میں لوگوں کے دکھاوے کے لیے اپنے نفس کی اُن چیزوں سے نگہداشت کروں۔ کہ جن سب پر تو آگاہ ہے۔ اس طرح لوگوں کے سامنے تو ظاہر کے اچھا ہونے کی نمائش کروں، اور تیرے سامنے اپنی بداعمالیوں کو پیش کرتا رہوں جس کے نتیجہ میں تیرے بندوں سے تقرب حاصل کروں، اور تیری خوشنودیوں سے دُوری ہوتا چلا جاؤں۔

---

۲۷۷ ـ وقال علیه السلام:
لَا وَالَّذِيْ أَمْسَيْنَا مِنْهُ فِيْ غُبْرِ
لَيْلَةٍ دَهْمَاءَ تَكْشِرُ عَنْ يَوْمٍ أَغَرَّ
مَا كَانَ كَذَا وَكَذَا ـ

(۲۷۷) (کسی موقع پر قسم کھاتے ہوئے ارشاد فرمایا) اُس ذات کی قسم جس کی بدولت ہم نے ایسی شبِ تار کے باقی ماندہ حصہ کو بسر کر دیا جس کے چھٹتے ہی روزِ درخشاں ظاہر ہوگا ایسا اور ایسا نہیں ہُوا۔

---

۲۷۸ ـ وقال علیه السلام:
قَلِيْلٌ تَدُوْمُ عَلَيْهِ أَرْجٰى مِنْ كَثِيْرٍ
مَمْلُوْلٍ مِنْهُ ـ

(۲۷۸) وہ تھوڑا عمل جو پابندی سے بجا لایا جاتا ہے، زیادہ فائدہ مند ہے اس کثیر عمل سے کہ جس سے دل اُکتا جائے۔

---

۲۷۹ ـ وقال علیه السلام:
إِذَا أَضَرَّتِ النَّوَافِلُ بِالْفَرَائِضِ فَارْفُضُوْهَا

(۲۷۹) جب مستحبات فرائض میں سدِّ راہ ہوں، تو اُنھیں چھوڑ دو۔

---

۲۸۰ ـ وقال علیه السلام:
مَنْ تَذَكَّرَ بُعْدَ السَّفَرِ اسْتَعَدَّ ـ

(۲۸۰) جو سفر کی دُوری کو پیش نظر رکھتا ہے وہ کمربستہ رہتا ہے۔

---

۲۸۱ ـ وقال علیه السلام:

(۲۸۱) آنکھوں کا دیکھنا حقیقت میں دیکھنا نہیں

لَیْسَتِ الرُّؤْیَةُ کَالْمُعَایَنَةِ مَعَ الْأَبْصَارِ فَقَدْ تَکْذِبُ الْعُیُوْنُ أَهْلَهَا، وَلَا یَغُشُّ الْعَقْلُ مَنِ اسْتَنْصَحَهُ۔

کیونکہ آنکھیں کبھی اپنے اشخاص سے غلط بیانی بھی کر جاتی ہیں، مگر عقل اُس شخص کو جو اُس سے نصیحت چاہے کبھی فریب نہیں دیتی۔

۲۸۲- وقال علیه السلام: بَیْنَکُمْ وَبَیْنَ الْمَوْعِظَةِ حِجَابٌ مِنَ الْغِرَّةِ۔

(۲۸۲) تمھارے اور پند و نصیحت کے درمیان غفلت کا ایک بڑا پردہ حائل ہے۔

۲۸۳- وقال علیه السلام: جَاهِلُکُمْ مُزْدَادٌ، وَعَالِمُکُمْ مُسَوِّفٌ۔

(۲۸۳) تمھارے جاہل دولت زیادہ پا جاتے ہیں۔ اور عالم آئندہ کے توقعات میں مبتلا رکھے جاتے ہیں۔

۲۸۴- وقال علیه السلام: قَطَعَ الْعِلْمُ عُذْرَ الْمُتَعَلِّلِیْنَ۔

(۲۸۴) علم کا حاصل ہو جانا، بہانے کرنے والوں کے عُذر کو ختم کر دیتا ہے۔

۲۸۵- وقال علیه السلام: کُلُّ مُعَاجَلٍ یَسْأَلُ الْإِنْظَارَ، وَکُلُّ مُؤَجَّلٍ یَتَعَلَّلُ بِالتَّسْوِیْفِ۔

(۲۸۵) جسے جلدی سے موت آجاتی ہے وہ مُہلت کا خواہاں ہوتا ہے، اور جسے مہلت زندگی دی گئی ہے وہ ٹال مٹول کرتا رہتا ہے۔

۲۸۶- وقال علیه السلام: مَا قَالَ النَّاسُ لِشَیْءٍ «طُوْبَی لَهُ» إِلَّا وَقَدْ خَبَأَ لَهُ الدَّهْرُ یَوْمَ سُوْءٍ۔

(۲۸۶) لوگ کسی شئے پر "واہ واہ" نہیں کرتے مگر یہ کہ زمانہ اُس کے لیے ایک بُرا دن چھپائے ہوئے ہے۔

۲۸۷- وسئل عن القدر فقال: طَرِیْقٌ مُظْلِمٌ فَلَا تَسْلُکُوْهُ، وَبَحْرٌ عَمِیْقٌ فَلَا تَلِجُوْهُ، وَسِرُّ اللّٰهِ فَلَا تَتَکَلَّفُوْهُ۔

(۲۸۷) آپ سے قضا و قدر کے متعلق پُوچھا گیا تو آپ نے فرمایا! یہ ایک تاریک راستہ ہے، اِس میں قدم نہ اُٹھاؤ۔ ایک گہرا سمندر ہے، اِس میں نہ اُترو۔ اللہ کا ایک راز ہے، اِسے جاننے کی زحمت نہ اُٹھاؤ۔

---

۲۸۸ - وَقَالَ عليه السلام: إِذَا أَرْذَلَ اللهُ عَبْداً حَظَرَ عَلَيْهِ الْعِلْمَ.

(۲۸۸) اللہ جس بندے کو ذلیل کرنا چاہتا ہے اُسے علم و دانش سے محروم کر دیتا ہے۔

---

۲۸۹ - وَقَالَ عليه السلام: كَانَ لِي فِيمَا مَضَى أَخٌ فِي اللهِ، وَكَانَ يُعْظِمُهُ فِي عَيْنِي صِغَرُ الدُّنْيَا فِي عَيْنِهِ، وَكَانَ خَارِجاً مِنْ سُلْطَانِ بَطْنِهِ فَلَا يَشْتَهِي مَا لَا يَجِدُ وَلَا يُكْثِرُ إِذَا وَجَدَ، وَكَانَ أَكْثَرَ دَهْرِهِ صَامِتاً فَإِنْ قَالَ بَذَّ الْقَائِلِينَ وَنَقَعَ غَلِيلَ السَّائِلِينَ؛ وَكَانَ ضَعِيفاً مُسْتَضْعَفاً! فَإِنْ جَاءَ الْجِدُّ فَهُوَ لَيْثُ غَابٍ وَصِلُّ وَادٍ، لَا يُدْلِي بِحُجَّةٍ حَتَّى يَأْتِيَ قَاضِياً؛ وَكَانَ لَا يَلُومُ أَحَداً عَلَى مَا يَجِدُ الْعُذْرَ فِي مِثْلِهِ حَتَّى يَسْمَعَ اعْتِذَارَهُ؛ وَكَانَ لَا يَشْكُو وَجَعاً إِلَّا عِنْدَ بُرْئِهِ؛ وَكَانَ يَقُولُ مَا يَفْعَلُ وَلَا يَقُولُ مَا لَا يَفْعَلُ، وَكَانَ إِذَا غُلِبَ عَلَى الْكَلَامِ لَمْ يُغْلَبْ عَلَى السُّكُوتِ، وَكَانَ عَلَى مَا يَسْمَعُ أَحْرَصَ مِنْهُ عَلَى أَنْ يَتَكَلَّمَ، وَكَانَ إِذَا بَدَهَهُ أَمْرَانِ يَنْظُرُ أَيُّهُمَا أَقْرَبُ إِلَى الْهَوَى فَخَالَفَهُ، فَعَلَيْكُمْ بِهٰذِهِ الْخَلَائِقِ فَالْزَمُوهَا وَتَنَافَسُوا فِيهَا، فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِيعُوهَا

(۲۸۹) عہدِ ماضی میں میرا ایک دینی بھائی تھا اور وُہ میری نظروں میں اس وجہ سے باعزت تھا کہ دنیا اُس کی نظروں میں پست و حقیر تھی۔ اُس پر پیٹ کے تقاضے مسلط نہ تھے۔ لہٰذا جو چیز اُسے میسّر نہ تھی اُس کی خواہش نہ کرتا تھا اور جو چیز میسّر تھی، اُسے ضرورت سے زیادہ صرف میں نہ لاتا تھا۔ وہ اکثر اوقات خاموش رہتا تھا اور اگر بولتا تھا تو بولنے والوں کو چُپ کر دیتا تھا۔ اور سوال کرنے والوں کی پیاس بجھا دیتا تھا۔ یُوں تو وُہ عاجز و کمزور تھا، مگر جہاد کا موقع آجائے تو وُہ شیرِ بیشہ اور وادی کا اژدہا تھا۔ وُہ جو دلیل و بُرہان پیش کرتا تھا وُہ فیصلہ کُن ہوتی تھی۔ وُہ اُن چیزوں میں کہ جن میں عذر کی گنجائش ہوتی تھی، کسی کو سرزنش نہ کرتا تھا جب تک کہ اُس کے عذر معذرت کو سُن نہ لے۔ وُہ کسی درد و تکلیف کا ذکر نہ کرتا تھا۔ مگر اُس وقت کہ جب اُس سے چھٹکارا پا لیتا تھا، وُہ جو کرتا تھا، وُہی کہتا تھا اور جو نہیں کرتا تھا وُہ اُسے کہتا نہیں تھا۔ اگر بولنے میں اُس پر کبھی غلبہ پا بھی لیا جائے تو خاموشی میں اُس پر غلبہ حاصل نہیں کیا جا سکتا تھا۔ وُہ بولنے سے زیادہ سُننے کا خواہشمند رہتا تھا اور جب اچانک اُس کے سامنے دو چیزیں آجاتی تھیں، تو وُہ دیکھتا تھا کہ ان دونوں میں سے ہوائے نفس کے زیادہ قریب کون ہے تو وُہ اُس کی مخالفت کرتا تھا۔ لہٰذا تمھیں ان عادات و خصائل کو حاصل کرنا چاہیے اور ان پر عمل پیرا

فَاعْلَمُوا أَنَّ أَخْذَ الْقَلِيلِ خَيْرٌ مِنْ تَرْكِ الْكَثِيرِ۔

اور ان کا خواہشمند رہنا چاہیئے۔ اگر ان تمام کا حاصل کرنا تمہاری قدرت سے باہر ہو تو اس بات کو جانے رہو کر تھوڑی سی چیز حاصل کرنا پورے کے چھوڑ دینے سے بہتر ہے۔

حضرت نے اس کلام میں جس شخص کو بھائی کے لفظ سے یاد کرتے ہوئے اُس کے عادات و شمائل کا تذکرہ کیا ہے۔ اس سے بعض نے حضرت ابوذر غفاری، بعض نے عثمان ابن مظعون اور بعض نے مقداد ابن اسود کو مُراد لیا ہے مگر بعید نہیں کہ اس سے کوئی فردِ خاص مراد نہ ہو کیونکہ عرب کا یہ عام طریقۂ کلام ہے کہ وہ اپنے کلام میں بھائی یا ساتھی کا ذکر کر جاتے ہیں، اور کوئی معین شخص اُن کے پیشِ نظر نہیں ہوتا۔

٢٩٠- وقال عليه السلام: لَوْ لَمْ يَتَوَعَّدِ اللهُ عَلَى مَعْصِيَتِهِ لَكَانَ يَجِبُ أَنْ لَا يُعْصَى شُكْرًا لِنِعَمِهِ۔

(۲۹۰) اگر خداوند عالم نے اپنی معصیت کے عذاب سے نہ ڈرایا ہوتا، جب بھی اس کی نعمتوں پر شکر کا تقاضا یہ تھا، کہ اُس کی معصیت نہ کی جائے۔

٢٩١- وقال عليه السلام: وقد عزى الاشعث بن قيس عن ابن له:- يَا أَشْعَثُ، إِنْ تَحْزَنْ عَلَى ابْنِكَ فَقَدِ اسْتَحَقَّتْ مِنْكَ ذٰلِكَ الرَّحِمُ، وَإِنْ تَصْبِرْ فَفِي اللهِ مِنْ كُلِّ مُصِيبَةٍ خَلَفٌ۔ يَا أَشْعَثُ، إِنْ صَبَرْتَ جَرَى عَلَيْكَ الْقَدَرُ وَأَنْتَ مَأْجُورٌ؛ وَإِنْ جَزِعْتَ جَرَى عَلَيْكَ الْقَدَرُ وَأَنْتَ مَأْزُورٌ، يَا أَشْعَثُ، ابْنُكَ سَرَّكَ وَهُوَ بَلَاءٌ وَفِتْنَةٌ، وَحَزَنَكَ وَهُوَ ثَوَابٌ وَرَحْمَةٌ۔

(۲۹۱) اشعث ابنِ قیس کو اس کے بیٹے کا پُرسا دیتے ہوئے فرمایا:-

اے اشعث! اگر تم اپنے بیٹے پر رنج و ملال کرو تو یہ خون کا رشتہ اس کا سزاوار ہے، اور اگر صبر کرو تو اللہ کے نزدیک ہر مصیبت کا عوض ہے۔ اے اشعث! اگر تم نے صبر کیا تو تقدیرِ الٰہی نافذ ہو گی اس حال میں کہ تم اجر و ثواب کے حقدار ہو گے اور اگر چیخے چلائے، جب بھی حکم قضا جاری ہو کر رہے گا۔ مگر اس حال میں کہ تم پر گناہ کا بوجھ ہو گا۔ تمہارے لیے بیٹا مسرت کا سبب ہوا حالانکہ وہ ایک زحمت و آزمائش تھا اور تمہارے لیے رنج و اندوہ کا سبب ہُوا حالانکہ وہ (مرنے سے) تمہارے لیے اجر و رحمت کا باعث ہُوا ہے۔

۲۹۲ - وقال علیه السلام علی قبر رسول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وسلم ساعة دفن: - إِنَّ الصَّبْرَ لَجَمِيلٌ إِلَّا عَنْكَ؛ وَإِنَّ الْجَزَعَ لَقَبِيحٌ إِلَّا عَلَيْكَ؛ وَإِنَّ الْمُصَابَ بِكَ لَجَلِيلٌ؛ وَإِنَّهُ قَبْلَكَ وَبَعْدَكَ لَجَلَلٌ۔

(۲۹۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے دفن کے وقت قبر پر یہ الفاظ کہے :

صبر عموماً اچھی چیز ہے سوائے آپ کے غم کے اور بیتابی و بیقراری عموماً بُری چیز ہے سوائے آپ کی وفات کے اور بلاشبہ آپ کی موت کا صدمہ عظیم ہے، اور آپ سے پہلے اور آپ کے بعد آنے والی ہر مُصیبت سبک ہے

---

۲۹۳ - وقال علیه السّلام: لَا تَصْحَبِ الْمَائِقَ فَإِنَّهُ يُزَيِّنُ لَكَ فِعْلَهُ، وَيَوَدُّ أَنْ تَكُونَ مِثْلَهُ۔

(۲۹۳) بے وقوف کی ہم نشینی اختیار نہ کرو کیونکہ وُہ تمھارے سامنے اپنے کاموں کو سج کر پیش کریگا اور یہ چاہے گا کہ تم اسی کے ایسے ہو جاؤ۔

بے وقوف انسان اپنے طریق کار کو صحیح سمجھتے ہوئے اپنے دوست سے بھی یہی چاہتا ہے کہ وُہ اس کا سا طور طریقہ اختیار کرے، اور جیسا وُہ خود ہے ویسا ہی وُہ ہو جائے۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ وُہ یہ چاہتا ہے کہ اس کا دوست بھی اس جیسا بیوقوف ہو جائے۔ کیونکہ وہ اپنے کو بیوقوف ہی کب سمجھتا ہے جو یہ چاہے اور اگر سمجھتا ہوتا تو بے وقوف ہی کیوں ہوتا۔ بلکہ اپنے کو عقلمند اور اپنے طریقۂ کار کو صحیح سمجھتے ہوئے اپنے دوست کو بھی اپنے ہی ایسا "عقلمند" دیکھنا چاہتا ہے۔ اس لیے وُہ اپنی رائے کو سج کر اس کے سامنے پیش کرتا ہے اور اس پر عمل پیرا ہونے کا اس سے خواہش مند ہوتا ہے اور ہو سکتا ہے کہ اس کا دوست اس کی باتوں سے متاثر ہو کر اس کی راہ پر چل پڑے۔ اس لیے اس سے الگ تھلگ رہنا ہی مفید ثابت ہو سکتا ہے۔

---

۲۹۴ - وقد سئل عن مسافة ما بين المشرق والمغرب فقال علیه السلام: مَسِيرَةُ يَوْمٍ لِلشَّمْسِ۔

(۲۹۴) آپ سے دریافت کیا گیا کہ مشرق و مغرب کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟ آپ نے فرمایا "سُورج کا ایک دن کا راستہ۔"

---

۲۹۵ - وقال علیه السّلام: أَصْدِقَاؤُكَ ثَلَاثَةٌ، وَأَعْدَاؤُكَ ثَلَاثَةٌ؛ فَأَصْدِقَاؤُكَ: صَدِيقُكَ، وَصَدِيقُ صَدِيقِكَ، وَعَدُوُّ

(۲۹۵) تین قسم کے تمھارے دوست ہیں اور تین قسم کے دُشمن۔ دوست یہ ہیں: تمھارا دوست تمھارے دوست کا دوست، اور تمھارے دُشمن کا دُشمن

عَدُوِّكَ وَأَعْدَاؤُكَ عَدُوُّكَ وَعَدُوُّ صَدِيقِكَ، وَصَدِيقُ عَدُوِّكَ۔

اور دشمن یہ ہیں۔ تمہارا دشمن، تمہارے دوست کا دشمن اور تمہارے دشمن کا دوست۔

۲۹۶۔ وقال علیه السلام: لرجل رآه یسعی علی عدو له بما فیه إضرار بنفسه: إِنَّمَا أَنْتَ كَالطَّاعِنِ نَفْسَهُ لِيَقْتُلَ رِدْفَهُ۔

(۲۹۶) حضرت نے ایک ایسے شخص کو دیکھا کہ وہ اپنے دشمن کو ایسی چیز کے ذریعہ سے نقصان پہنچانے کے درپے ہے جس میں خود اس کو بھی نقصان پہنچے گا، تو آپ نے فرمایا کہ تم اس شخص کی مانند ہو جو اپنے پیچھے والے سوار کو قتل کرنے کے لیے اپنے سینہ میں نیزہ مارے

۲۹۷۔ وقال علیه السلام: مَا أَكْثَرَ الْعِبَرَ وَأَقَلَّ الْاِعْتِبَارَ!

(۲۹۷) نصیحتیں کتنی زیادہ ہیں، اور ان سے اثر لینا کتنا کم ہے۔

اگر زمانہ کے حوادث و انقلابات پر نظر کی جائے اور گزشتہ لوگوں کے احوال و واردات کو دیکھا اور اُن کی سرگزشتوں کو سنا جائے تو ہر گوشہ سے عبرت کی ایک ایسی داستان سُنی جا سکتی ہے جو روح کو خواب غفلت سے جھنجھوڑنے پند و موعظت کرنے اور عبرت و بصیرت دلانے کا پورا سروسامان رکھتی ہے۔ چنانچہ دنیا میں ہر چیز کا بننا اور بگڑنا اور پھولوں کا کھلنا اور مرجھانا، سبزے کا لہلہانا اور پامال ہونا اور ہر ذرہ کا تغیر و تبدل کی آماجگاہ بننا ایسا درس عبرت ہے جو سراب زندگی سے جام بقا کے حاصل کرنے کے توقعات ختم کر دیتا ہے۔ بشرطیکہ دیکھنے والی آنکھیں اور سننے والے کان ان عبرت افزا چیزوں سے بند نہ ہوں ؎

کاخ جہاں پُر است ز ذکرِ گزشتگاں
لیکن کسیکہ گوش دہد، ایں ندا کم است؟

۲۹۸۔ وقال علیه السلام: مَنْ بَالَغَ فِي الْخُصُومَةِ أَثِمَ، وَمَنْ قَصَّرَ فِيهَا ظُلِمَ، وَلَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يَتَّقِيَ اللهَ مَنْ خَاصَمَ۔

(۲۹۸) جو لڑائی جھگڑے میں حد سے بڑھ جائے وہ گنہگار ہوتا ہے اور جو اس میں کمی کرے، اس پر ظلم ڈھائے جاتے ہیں۔ اور جو لڑتا جھگڑتا ہے، اس کے لیے مشکل ہوتا ہے کہ خوف خدا قائم رکھے۔

۲۹۹۔ وقال علیه السلام: مَا

(۲۹۹) وہ گناہ مجھے اندوہناک نہیں کرتا جس

أَهَمَّنِي ذَنْبٌ أُمْهِلْتُ بَعْدَهُ حَتَّى أُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ (وَأَسْأَلُ اللهَ الْعَافِيَةَ).

کے بعد مجھے اتنی مہلت مل جائے کہ میں دو رکعت نماز پڑھوں اور اللہ سے امن و عافیت کا سوال کروں۔

۳۰۰- وسئل عليه السلام: كيف يحاسب الله الخلق على كثرتهم فقال عليه السلام: كَمَا يَرْزُقُهُمْ عَلَى كَثْرَتِهِمْ، فقيل: كيف يحاسبهم ولا يرونه؟ فقال عليه السلام: كَمَا يَرْزُقُهُمْ وَلَا يَرَوْنَهُ.

(۳۰۰) امیرالمومنین علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ خداوند عالم اس کثیر التعداد مخلوق کا حساب کیونکر لے گا؟ فرمایا جس طرح اس کی کثرت کے باوجود انھیں روزی پہنچاتا ہے۔ پوچھا وہ کیونکر حساب لے گا جبکہ مخلوق اسے دیکھے گی نہیں؟ فرمایا جس طرح انھیں روزی دیتا ہے۔ اور وہ اسے دیکھتے نہیں۔

۳۰۱- وقال عليه السلام: رَسُولُكَ تَرْجُمَانُ عَقْلِكَ، وَكِتَابُكَ أَبْلَغُ مَا يَنْطِقُ عَنْكَ!

(۳۰۱) تمھارا قاصد تمھاری عقل کا ترجمان ہے اور تمھاری طرف سے کامیاب ترین ترجمانی کرنے والا تمھارا خط ہے۔

۳۰۲- وقال عليه السلام: مَا الْمُبْتَلَى الَّذِي قَدِ اشْتَدَّ بِهِ الْبَلَاءُ بِأَحْوَجَ إِلَى الدُّعَاءِ مِنَ الْمُعَافَى الَّذِي لَا يَأْمَنُ الْبَلَاءَ!

(۳۰۲) ایسا شخص جو سختی و مصیبت میں مبتلا ہو، جتنا محتاج دعا ہے، اس سے کم وہ محتاج نہیں ہے کہ جو اس وقت خیر و عافیت سے ہے۔ مگر اندیشہ ہے کہ نہ جانے کب مصیبت آجائے۔

۳۰۳- وقال عليه السلام: النَّاسُ أَبْنَاءُ الدُّنْيَا، وَلَا يُلَامُ الرَّجُلُ عَلَى حُبِّ أُمِّهِ

(۳۰۳) لوگ اسی دنیا کی اولاد ہیں اور کسی شخص کو اپنی ماں کی محبت پر لعنت ملامت نہیں کی جا سکتی

۳۰۴- وقال عليه السلام: إِنَّ الْمِسْكِينَ رَسُولُ اللهِ، فَمَنْ مَنَعَهُ فَقَدْ مَنَعَ اللهَ، وَمَنْ أَعْطَاهُ فَقَدْ أَعْطَى اللهَ.

(۳۰۴) غریب و مسکین اللہ کا فرستادہ ہوتا ہے تو جس نے اس سے اپنا ہاتھ روکا اس نے خدا سے ہاتھ روکا اور جس نے اسے کچھ دیا اس نے خدا کو دیا۔

٣٠٥ - وقال علیه السلام: مَا زَنیٰ غَيُورٌ قَطُّ -

(٣٠٥) غیرت مند کبھی زنا نہیں کرتا۔

---

٣٠٦ - وقال عَلَيْهِ السَّلام: كَفىٰ بِالْأَجَلِ حَارِسًا -

(٣٠٦) مدت حیات نگہبانی کے لیے کافی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ لاکھ آسمان کی بجلیاں کڑکیں، حوادث کے طوفان امڈیں، زمین میں زلزلے آئیں اور پہاڑ آپس میں ٹکرائیں، اگر زندگی باقی ہے تو کوئی حادثہ گزند نہیں پہنچا سکتا اور نہ صرصر موت شمع زندگی کو بجھا سکتی ہے کیونکہ موت کا ایک وقت مقرر ہے اور اس مقررہ وقت تک کوئی چیز سلسلۂ حیات کو قطع نہیں کر سکتی، اس لحاظ سے بلاشبہہ موت خود زندگی کی محافظ و نگہبان ہے۔ ع

"موت کہتے ہیں جسے ہے پاسبان زندگی"

---

٣٠٧ - وقال علیه السلام: يَنَامُ الرَّجُلُ عَلَى الثُّكْلِ وَلَا يَنَامُ عَلَى الْحَرَبِ!

قال الرضی: ومعنیٰ ذٰلك أَنَّهُ يصبر علیٰ قتل الأولاد ولا يصبر علیٰ سلب الأموال -

(٣٠٧) اولاد کے مرنے پر آدمی کو نیند آجاتی ہے مگر مال کے چھن جانے پر اسے نیند نہیں آتی۔

سید رضی فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان اولاد کے مرنے پر صبر کر لیتا ہے مگر مال کے جانے پر صبر نہیں کرتا۔

---

٣٠٨ - وقال علیه السلام: مَوَدَّةُ الْآبَاءِ قَرَابَةٌ بَيْنَ الْأَبْنَاءِ، وَالْقَرَابَةُ إِلَى الْمَوَدَّةِ أَحْوَجُ مِنَ الْمَوَدَّةِ إِلَى الْقَرَابَةِ -

(٣٠٨) باپوں کی باہمی محبت اولاد کے درمیان ایک قرابت ہوا کرتی ہے اور محبت کو قرابت کی اتنی ضرورت نہیں ہے۔ جتنی قرابت کو محبت کی۔

---

٣٠٩ - وقال علیه السلام: اتَّقُوا ظُنُونَ الْمُؤْمِنِينَ، فَإِنَّ اللهَ تَعَالیٰ جَعَلَ الْحَقَّ عَلیٰ أَلْسِنَتِهِمْ -

(٣٠٩) اہل ایمان کے گمان سے ڈرتے رہو، کیونکہ خداوند عالم نے حق کو ان کی زبانوں پر قرار دیا ہے۔

---

٣١٠ - وقال علیه السلام:

(٣١٠) کسی بندے کا ایمان اس وقت تک سچا

لَا يَصْدُقُ إِيمَانُ عَبْدٍ حَتَّى يَكُونَ بِمَا فِي يَدِ اللهِ أَوْثَقَ مِنْهُ بِمَا فِي يَدِهِ۔

نہیں ہوتا جب تک اپنے ہاتھ میں موجود ہونے والے مال سے اُس پر زیادہ اطمینان نہ ہو جو قدرت کے ہاتھ میں ہے۔

۳۱۱۔ وقال علیه السلام: لأنس بن مالك، وقد كان بعثه إلى طلحة والزبير لما جاء إلى البصرة يذكرهما شيئاً مما سمعه من رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم في معناهما، فلوى عن ذلك، فرجع إليه، فقال: إِنِّي أُنْسِيتُ ذٰلِكَ الْأَمْرَ۔ فقال علیه السلام: إِنْ كُنْتَ كَاذِبًا فَضَرَبَكَ اللهُ بِهَا بَيْضَاءَ لَامِعَةً لَا تُوَارِيهَا الْعِمَامَةُ۔

قال الرضي: يعني البرص، فأصاب أنساً هذا الداء فيما بعد في وجهه فكان لا يرى إلا مبرقعاً۔

(۳۱۱) جب حضرتؑ بصرہ میں وارد ہوئے تو انس ابنِ مالک کو طلحہ و زبیر کے پاس بھیجا تھا کہ ان دونوں کو کچھ وہ اقوال یاد دلائیں جو آپؑ کے بارے میں انھوں نے خود پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنے ہیں۔ مگر انھوں نے اس سے پہلو تہی کی، اور جب پلٹ کر آئے تو کہا کہ وہ بات مجھے یاد نہیں رہی۔ اِس پر حضرتؑ نے فرمایا:
اگر تم جھوٹ بول رہے ہو تو اس کی پاداش میں خداوندِ عالم ایسے چمکدار داغ میں تمھیں مبتلا کرے، کہ جسے دستار بھی نہ چھپا سکے۔

(سیّد رضی فرماتے ہیں کہ) سفید داغ سے مُراد برص ہے۔ چنانچہ انس اِس مرض میں مبتلا ہو گئے جس کی وجہ سے ہمیشہ نقاب پوش دکھائی دیتے تھے۔

علامہ رضی نے اس کلام کے جس مورد و محل کی طرف اشارہ کیا ہے وہ یہ ہے کہ جب حضرتؑ نے جنگ جمل کے موقع پر انس ابنِ مالک کو طلحہ و زبیر کے پاس اس مقصد سے بھیجا کہ وہ انھیں پیغمبرؐ کا قول "انکما ستقاتلان علیا وانتما له ظالمان" (تم عنقریب علیؑ سے جنگ کرو گے، اور تم اُن کے حق میں ظلم و زیادتی کرنے والے ہو گے) یاد دلائیں، تو انھوں نے پلٹ کر یہ ظاہر کیا کہ وہ اس کا تذکرہ کرنا بھول گئے، تو حضرتؑ نے ان کے لیے یہ کلمات کہے۔ مگر مشہور یہ ہے کہ حضرتؑ نے یہ جملہ اُس موقع پر فرمایا جب آپؑ نے پیغمبر صلعم کے اس ارشاد کی تصدیق چاہی کہ

من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللّٰھم وال من والاہ وعاد من عاداہ

جس کا میں مولا ہوں اس کے علی بھی مولا ہیں۔ اے اللہ جو علی کو دوست رکھے تو بھی اُسے دوست رکھ اور جو انھیں دشمن رکھے تو بھی اُسے دشمن رکھ۔

چنانچہ متعدد لوگوں نے اس کی صحت کی گواہی دی۔ مگر انس ابنِ مالک خاموش رہے جس پر حضرتؑ نے اُن سے فرمایا کہ تم بھی تو غدیر خم کے موقع پر موجود تھے، پھر اس خاموشی کی کیا وجہ ہے؟ انھوں نے کہا کہ یا امیر المومنینؑ میں بوڑھا ہو

چکا ہوں، اب میری یادداشت کام نہیں کرتی۔ جس پر حضرتؑ نے اُن کے لیے بددعا فرمائی۔ چنانچہ ابن قتیبہ تحریر کرتے ہیں کہ :-

ذکر قوم ان علیا رضی الله عنه سأله عن قول رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم اللّٰهم وال من والاه وعاد من عاداه فقال کبرت سنی ونسیت فقال علی ان کنت کاذبًا فضربك الله ببیضاء لامعة لا تواریها العمامه (المعارف صہ ۲۵۱)

لوگوں نے بیان کیا ہے کہ امیرالمومنینؑ نے انس ابن مالک سے رسولؐ اللہ کے ارشاد "اے اللہ جو علی کو دوست رکھے تو بھی اُسے دوست رکھ اور جو انھیں دُشمن رکھے تو بھی اُسے دُشمن رکھ" کے متعلق پوچھا تو انھوں نے کہا کہ میں بوڑھا ہو چکا ہوں اور اسے بھول چکا ہوں تو آپ نے فرمایا کہ اگر تم جھوٹ کہتے ہو تو خدا تمھیں ایسے برص میں مُبتلا کرے، جسے عمامہ بھی نہ چھُپا سکے

ابن ابی الحدید نے بھی اسی قول کی تائید کی ہے اور سیّد رضی کے تحریر کردہ واقعہ کی تردید کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ :

فاما ما ذکره الرضی من انه بعث انسا الی طلحة والزبیر فغیر معروف ولو کان قد بعثه لیذکرهما بکلام یختص بهما من رسول الله صلی الله علیه وآله لما امکنه ان یرجع فیقول انی انسیته لانه ما فارقه متوجها نحوهما الا وقد اقر بمعرفته و ذکره فکیف یرجع بعد ساعة او یوم فیقول انسیته فینکر بعد الاقرار هذا مما لا یقع (شرح ابن الحدید ج ۴ صہ ۳۸۸)

"سیّد رضی نے جس واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے کہ حضرتؑ نے انس کو طلحہ و زبیر کی طرف روانہ کیا تھا، ایک غیر معروف واقعہ ہے۔ اگر حضرتؑ نے اس کلام کی یاد دہانی کے لیے انھیں بھیجا ہوتا کہ جو پیغمبرؐ نے ان دونوں کے بارے میں فرمایا تھا تو یہ بعید ہے کہ وُہ پلٹ کر یہ کہیں کہ میں بھول گیا تھا۔ کیونکہ جب وُہ حضرتؑ سے الگ ہو کر روانہ ہُوئے تھے تو اس وقت یہ اقرار کیا تھا کہ پیغمبرؐ کا یہ ارشاد میرے علم میں ہے اور مجھے یاد ہے پھر کس طرح یہ ہوسکتا ہے کہ وُہ ایک گھڑی یا ایک دن کے بعد یہ کہیں کہ میں بھُول گیا تھا، اور اقرار کے بعد انکار کریں۔ یہ ایک نہ ہونے والی بات ہے۔"

---

۳۱۲ - وقال علیه السلام: إِنَّ لِلْقُلُوبِ إِقْبَالًا وَإِدْبَارًا: فَإِذَا أَقْبَلَتْ فَاحْمِلُوهَا عَلَى النَّوَافِلِ، وَإِذَا أَدْبَرَتْ فَاقْتَصِرُوا بِهَا عَلَى الْفَرَائِضِ۔

(۳۱۲) دِل کبھی مائل ہوتے ہیں اور کبھی اُچاٹ ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا جب مائل ہوں، اُس وقت انھیں مستحبات کی بجا آوری پر آمادہ کرو۔ اور جب اُچاٹ ہوں تو واجبات پر اکتفا کرو۔

۳۱۳ - وقال علیه السلام: وفی القرآن نبأ ما قبلکم، وخبر ما بعدکم، وحکم ما بینکم۔

(۳۱۳) قرآن میں تم سے پہلے کی خبریں تمہارے بعد کے واقعات اور تمہارے درمیانی حالات کے لیے احکام ہیں۔

---

۳۱۴ - وقال علیه السلام: ردّوا الحجر من حیث جاء؛ فانّ الشرّ لا یدفعه الّا الشرّ۔

(۳۱۴) جدھر سے پتھر آئے اُسے اُدھر ہی پلٹا دو۔ کیونکہ سختی کا دفعیہ سختی ہی سے ہو سکتا ہے۔

---

۳۱۵ - وقال علیه السلام لکاتبه عبیدالله بن ابی رافع: ألِق دواتك، واطل جلفة قلمك، وفرّج بین السطور، وقرمط بین الحروف فانّ ذلك اجدر بصباحة الخطّ۔

(۳۱۵) اپنے منشی عبیداللہ ابن ابی رافع سے فرمایا: دوات میں صُوف ڈالا کرو، اور قلم کی زبان لانبی رکھا کرو۔ سطروں کے درمیان فاصلہ زیادہ چھوڑا کرو اور حروف کو ساتھ ملا کر لکھا کرو کہ یہ خط کی دیدہ زیبی کیلئے مناسب ہے

---

۳۱۶ - وقال علیه السلام: أنا یعسوب المؤمنین، والمال یعسوب الفجّار۔

قال الرضی: ومعنی ذلك أن المومنین یتبعوننی والفجار یتبعون المال کما تتبع النحل یعسوبها، وهو رئیسها۔

(۳۱۶) میں اہلِ ایمان کا یعسوب ہوں اور بدکرداروں کا یعسوب مال ہے۔

(سید رضی فرماتے ہیں کہ) اس کا مطلب یہ ہے کہ ایمان والے میری پیروی کرتے ہیں اور بدکردار مال و دولت کا اسی طرح اتباع کرتے ہیں جس طرح شہد کی مکھیاں یعسوب کی اقتدا کرتی ہیں اور یعسوب اُس مکھی کو کہتے ہیں جو اُن کی سردار ہوتی ہے۔

---

۳۱۷ - وقال له بعض الیهود: ما دفنتم نبیکم حتی اختلفتم فیه؛ فقال علیه السلام له: إنّما اختلفنا عنه لا فیه، ولکنّکم ما جفّت أرجلکم من البحر حتّی

(۳۱۷) ایک یہودی نے آپ سے کہا کہ ابھی تم لوگوں نے اپنے نبی کو دفن نہیں کیا تھا کہ ان کے بارے میں اختلاف شروع کر دیا۔ حضرت نے فرمایا ہم نے ان کے بارے میں اختلاف نہیں کیا، بلکہ اُن کے بعد جانشینی کے سلسلہ میں اختلاف ہوا۔ مگر تم تو وہ ہو کہ ابھی دریائے نیل

قُلْتُمْ لِنَبِيِّكُمْ: (اجْعَلْ لَنَا إِلَهًا كَمَا لَهُمْ آلِهَةٌ فَقَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ)

سے نکل کر تمہارے پیر خشک بھی نہ ہوئے تھے کہ اپنے نبی سے کہنے لگے کہ ہمارے لیے بھی ایک ایسا خدا بنا دیجئے جیسے اُن لوگوں کے خدا ہیں۔ تو موسیٰؑ نے کہا کہ "بیشک تم ایک جاہل قوم ہو"۔

اس یہودی کی نکتہ چینی کا مقصد یہ تھا کہ وہ مسلمانوں کے باہمی اختلاف کو پیش کر کے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کو ایک اختلافی امر ثابت کرے۔ مگر حضرتؑ نے لفظ فیہ کے بجائے لفظ عنہ فرما کر اختلاف کا مورد واضح کر دیا کہ وہ اختلاف رسولؐ کی نبوت کے بارے میں نہ تھا۔ بلکہ اُن کی نیابت و جانشینی کے سلسلہ میں تھا۔ اور پھر یہودیوں کی حالت پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ لوگ جو آج پیغمبرؐ کے بعد مسلمانوں کے باہمی اختلاف پر نقد کر رہے ہیں خود ان کی حالت یہ تھی کہ حضرت موسیٰ کی زندگی ہی میں عقیدۂ توحید میں متزلزل ہو گئے تھے۔ چنانچہ جب وہ اہلِ مصر کی غلامی سے چھٹکارا پا کر دریا کے پار اُترے تو سینا کے بُت خانہ میں بچھڑے کی ایک مورتی دیکھ کر حضرت موسیٰؑ سے کہنے لگے کہ ہمارے لیے بھی ایک ایسی مورتی بنا دیجئے۔ جس پر حضرت موسیٰؑ نے ان سے کہا کہ تم اب بھی ویسے ہی جاہل ہو، جیسے مصر میں تھے تو جس قوم میں توحید کی تعلیم پانے کے بعد بھی بُت پرستی کا جذبہ آشنا ہو کر وہ ایک بُت کو دیکھ کر تڑپنے لگے۔ اور یہ چاہے کہ اُس کے لیے بھی ایک بُت خانہ بنا دیا جائے، اس کو مسلمانوں کے کسی اختلاف پر تبصرہ کرنے کا کیا حق پہنچتا ہے۔

٣١٨- وقيل له: بأي شيء غلبت الأقران؟ فقال عليه السلام: مَا لَقِيتُ رَجُلًا إِلَّا أَعَانَنِي عَلَى نَفْسِهِ

(٣١٨) حضرتؑ سے کہا گیا کہ آپ کس وجہ سے اپنے حریفوں پر غالب آتے رہے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ میں جس شخص کا بھی مقابلہ کرتا تھا وہ اپنے خلاف میری مدد کرتا تھا۔

قال الرضي: يومئ بذلك إلى تمكن هيبته في القلوب.

(سید رضی فرماتے ہیں کہ): حضرتؑ نے اُس امر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ آپ کی ہیبت دلوں پر چھا جاتی تھی۔

جو شخص اپنے حریفوں سے مرعوب ہو جائے، اُس کا پسپا ہونا ضروری سا ہو جاتا ہے۔ کیونکہ مقابلہ کے لیے صرف جسمانی طاقت کا ہونا ہی کافی نہیں ہوتا۔ بلکہ دل کا ٹھہراؤ اور حوصلہ کی مضبوطی بھی ضروری ہے اور جب وہ ہمت ہار دے گا اور یہ خیال دل میں جمائے گا کہ مجھے مغلوب ہی ہونا ہے، تو وہ مغلوب ہو کر رہے گا۔ یہی صورت امیرالمومنینؑ کے حریف کی ہوتی تھی کہ وہ ان کی مسلمہ شجاعت سے اس طرح متاثر ہوتا تھا کہ اُسے موت کا یقین ہو جاتا تھا۔ جس کے نتیجہ میں اُس کی قوتِ معنوی و خود اعتمادی ختم ہو جاتی تھی اور آخر یہ ذہنی تاثر اُسے موت کی راہ پر لا کھڑا کرتا تھا۔

۳۱۹ - وقال علیه السلام لابنه محمد بن الحنفیة: یَا بُنَیَّ، إِنِّی أَخَافُ عَلَیْکَ الْفَقْرَ فَاسْتَعِذْ بِاللهِ مِنْهُ، فَإِنَّ الْفَقْرَ مَنْقَصَةٌ لِلدِّینِ، مَدْهَشَةٌ لِلْعَقْلِ، دَاعِیَةٌ لِلْمَقْتِ.

(۳۱۹) اپنے فرزند محمد ابن حنفیہ سے فرمایا: "اے فرزند! میں تمہارے لیے فقر و تنگدستی سے ڈرتا ہوں لہٰذا فقر و ناداری سے اللہ کی پناہ مانگو۔ کیونکہ یہ دین کے نقص، عقل کی پریشانی اور لوگوں کی نفرت کا باعث ہے۔

---

۳۲۰ - وقال علیه السلام لسائل سأله عن معضلة: سَلْ تَفَقُّهاً، وَلَا تَسْأَلْ تَعَنُّتاً، فَإِنَّ الْجَاهِلَ الْمُتَعَلِّمَ شَبِیهٌ بِالْعَالِمِ، وَإِنَّ الْعَالِمَ الْمُتَعَسِّفَ شَبِیهٌ بِالْجَاهِلِ الْمُتَعَنِّتِ.

(۳۲۰) ایک شخص نے ایک مشکل مسئلہ آپ سے دریافت کیا، تو آپ نے فرمایا۔ سمجھنے کے لیے پوچھو، الجھنے کے لیے نہ پوچھو۔ کیونکہ وہ جاہل جو سیکھنا چاہتا ہے مثل عالم کے ہے اور وہ عالم جو الجھنا چاہتا ہے، وہ مثل جاہل کے ہے۔

---

۳۲۱ - وقال علیه السلام لعبد الله بن العباس، وقد أشار علیه فی شیء لم یوافق رأیه: لَکَ أَنْ تُشِیرَ عَلَیَّ وَأَرَی، فَإِنْ عَصَیْتُکَ فَأَطِعْنِی.

(۳۲۱) عبداللہ ابن عباس نے ایک امر میں آپ کو مشورہ دیا جو آپ کے نظریہ کے خلاف تھا۔ تو آپ نے ان سے فرمایا۔ تمہارا یہ کام ہے کہ مجھے رائے دو۔ اس کے بعد مجھے مصلحت دیکھنا ہے اور اگر میں تمہاری رائے کو نہ مانوں، تو تمہیں میری اطاعت لازم ہے۔

عبداللہ ابن عباس نے امیرالمومنینؑ کو یہ مشورہ دیا تھا کہ طلحہ اور زبیر کو کوفہ کی حکومت کا پروانہ لکھ دیجیے اور معاویہ کو شام کی ولایت پر برقرار رہنے دیجیے، یہاں تک کہ آپ کے قدم مضبوطی سے جم جائیں اور حکومت کو استحکام حاصل ہو جائے۔ جس کے جواب میں حضرت نے فرمایا کہ میں دوسروں کی دنیا کی خاطر اپنے دین کو خطرہ میں نہیں ڈال سکتا لہٰذا تم اپنی بات منوانے کے بجائے میری بات کو سنو اور میری اطاعت کرو۔

---

۳۲۲ - وروی أنه علیه السلام لما ورد الکوفة قادما من صفین مر بالشبامیین فسمع بکاء النساء علی قتلی صفین وخرج إلیه حرب

(۳۲۲) وارد ہوا ہے کہ جب حضرت صفین سے پلٹتے ہوئے کوفہ پہنچے تو قبیلہ شبام کی آبادی سے ہو کر گزرے جہاں صفین کے کشتوں پر رونے کی آواز آپ کے کانوں میں پڑی۔ اتنے میں حرب ابن شرجیل شبامی جو

بن شرحبیل الشبامی وکان من وجوہ قومه فقال علیه السلام له: أَتَغْلِبُكُمْ نِسَاؤُكُمْ عَلَى مَا أَسْمَعُ؟ أَلَا تَنْهَوْنَهُنَّ عَنْ هٰذَا الرَّنِينِ، وَ أقبل (حرب) یمشی معه وهو علیه السلام راکب فقال علیه السلام: ارْجِعْ فَإِنَّ مَشْيَ مِثْلِكَ مَعَ مِثْلِي فِتْنَةٌ لِلْوَالِي وَ مَذَلَّةٌ لِلْمُؤْمِنِ۔

اپنی قوم کے سربرآوردہ لوگوں میں سے تھے، حضرت کے پاس آئے تو آپ نے اُس سے فرمایا! کیا تمھارا ان عورتوں پر بس نہیں چلتا۔ جو میں (رونے کی آوازیں) سُن رہا ہوں۔ اِس رونے چلّانے سے تم انھیں منع نہیں کرتے؟ حرب آگے بڑھ کر حضرت کے ہمرکاب ہولیے درآں حالیکہ حضرت سوار تھے تو آپ نے فرمایا! پلٹ جاؤ تم۔ ایسے آدمی کا مجھ ایسے کے ساتھ پیادہ چلنا والی کے لیے فتنہ، اور مومن کے لیے ذِلّت ہے۔

۳۲۳- وقال علیه السلام: و قد مر بقتلی الخوارج یوم النهروان: بُؤْساً لَكُمْ، لَقَدْ ضَرَّكُمْ مَنْ غَرَّكُمْ، فقیل له: من غرهم یا أمیرالمؤمنین؟ فقال: الشَّيْطَانُ الْمُضِلُّ وَ الْأَنْفُسُ الْأَمَّارَةُ بِالسُّوءِ، غَرَّتْهُمْ بِالْأَمَانِيِّ، وَ فَسَحَتْ لَهُمْ بِالْمَعَاصِي، وَ وَعَدَتْهُمُ الْإِظْهَارَ، فَاقْتَحَمَتْ بِهِمُ النَّارَ۔

(۳۲۳) نہروان کے دن خوارج کے کشتوں کی طرف ہوکر گزرے تو فرمایا! تمھارے لیے ہلاکت وتباہی ہو جس نے تمھیں ورغلایا، اُس نے تمھیں فریب دیا۔ کہا گیا کہ "یا امیرالمومنینؑ کس نے انھیں ورغلایا تھا؟ فرمایا کہ گمراہ کرنے والے شیطان اور بُرائی پر اُبھارنے والے نفس نے کہ جس نے انھیں اُمیدوں کے فریب میں ڈالا اور گناہوں کا راستہ اُن کے لیے کھول دیا۔ فتح وکامرانی کے اُن سے وعدے کیے اور اِس طرح انھیں دوزخ میں جھونک دیا۔

۳۲۴- وقال علیه السلام: اتَّقُوا مَعَاصِيَ اللهِ فِي الْخَلَوَاتِ، فَإِنَّ الشَّاهِدَ هُوَ الْحَاكِمُ۔

(۳۲۴) تنہائیوں میں اللہ تعالیٰ کی مخالفت کرنے سے ڈرو۔ کیونکہ جو گواہ ہے وہی حاکم ہے۔

۳۲۵- وقال علیه السلام لما بلغه قتل محمد بن أبی بکر: إِنَّ حُزْنَنَا عَلَيْهِ عَلَى قَدْرِ سُرُورِهِمْ بِهِ،

(۳۲۵) جب آپ کو محمد ابن ابی بکر (رحمۃ اللہ علیہ) کے شہید ہونے کی خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا ہمیں ان کے مرنے کا اتنا ہی رنج وقلق ہے جتنی دشمنوں کو اس کی

إِلَّا أَنَّهُمْ نَقَصُوا بَغِيضًا وَنَقَصْنَا حَبِيبًا۔

خوشی ہے۔ بلاشبہ اُن کا ایک دشمن کم ہُوا، اور ہم نے ایک دوست کو کھو دیا۔

۳۲۶۔ وقال علیہ السلام: الْعُمُرُ الَّذِي أَعْذَرَ اللهُ فِيهِ إِلَى ابْنِ آدَمَ سِتُّونَ سَنَةً۔

(۳۲۶) وُہ عمر کہ جس کے بعد اللہ تعالیٰ آدمی کے عذر کو قبول نہیں کرتا، ساٹھ برس کی ہے۔

۳۲۷۔ وقال علیہ السلام: مَا ظَفِرَ مَنْ ظَفِرَ الْإِثْمُ بِهِ، وَالْغَالِبُ بِالشَّرِّ مَغْلُوبٌ۔

(۳۲۷) جس پر گناہ قابو پالے، وُہ کامران نہیں اور شر کے ذریعہ غلبہ پانے والا حقیقۃً مغلوب ہے۔

۳۲۸۔ وقال علیہ السلام: إِنَّ اللهَ سُبْحَانَهُ فَرَضَ فِي أَمْوَالِ الْأَغْنِيَاءِ أَقْوَاتَ الْفُقَرَاءِ: فَمَا جَاعَ فَقِيرٌ إِلَّا بِمَا مُتِّعَ غَنِيٌّ، وَاللهُ تَعَالَى سَائِلُهُمْ عَنْ ذٰلِكَ۔

(۳۲۸) خداوندِ عالم نے دولتمندوں کے مال میں فقیروں کا رزق مقرر کیا ہے۔ لہٰذا اگر کوئی فقیر بھوکا رہتا ہے تو اس لیے کہ دولت مند نے دولت کو سمیٹ لیا ہے اور خدائے بزرگ و برتر اُن سے اس کا مواخذہ کرنے والا ہے۔

۳۲۹۔ وقال علیہ السلام: الْاِسْتِغْنَاءُ عَنِ الْعُذْرِ أَعَزُّ مِنَ الصِّدْقِ بِهِ۔

(۳۲۹) سچا عذر پیش کرنے سے یہ زیادہ وقیع ہے کہ عذر کی ضرورت ہی نہ پڑے۔

مطلب یہ ہے کہ انسان کو اپنے فرائض پر اس طرح کاربند ہونا چاہیئے کہ اُسے معذرت پیش کرنے کی نوبت ہی نہ آئے۔ کیونکہ معذرت میں ایک گونہ کوتاہی کی جھلک اور ذلّت کی نمود ہوتی ہے، اگرچہ وہ صحیح و درست ہی کیوں نہ ہو

۳۳۰۔ وقال علیہ السلام: أَقَلُّ مَا يَلْزَمُكُمْ لِلّٰهِ أَنْ لَا تَسْتَعِينُوا بِنِعَمِهِ عَلَى مَعَاصِيهِ۔

(۳۳۰) اللہ کا کم سے کم حق جو تُم پر عائد ہوتا ہے یہ ہے کہ اس کی نعمتوں سے گناہوں میں مدد نہ لو۔

کفرانِ نعمت و ناسپاسی کے چند درجے ہیں۔ پہلا درجہ یہ ہے کہ انسان نعمت ہی کی تشخیص نہ کرسکے۔ جیسے آنکھوں کی روشنی، زبان کی گویائی، کانوں کی شنوائی اور ہاتھ پیروں کی حرکت یہ سب اللہ کی بخشی ہُوئی نعمتیں ہیں، مگر بہت سے لوگوں کو ان کے نعمت ہونے کا احساس ہی نہیں ہوتا کہ ان میں شکر گزاری کا جذبہ پیدا ہو۔ دوسرا درجہ یہ ہے کہ نعمت

کو دیکھے اور سمجھے۔ مگر اس کے مقابلہ میں شکر بجا نہ لائے۔ تیسرا درجہ یہ ہے کہ نعمت بخشنے والے کی مخالفت و نافرمانی کرے۔ چوتھا درجہ یہ ہے کہ اسی کی دی ہوئی نعمتوں کو اطاعت و بندگی میں صرف کرنے کے بجائے اس کی معصیت و نافرمانی میں صرف کرے۔ یہ کفران نعمت کا سب سے بڑا درجہ ہے۔

۳۳۱- وقال علیه السلام: إِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ جَعَلَ الطَّاعَةَ غَنِيمَةَ الْأَكْيَاسِ عِنْدَ تَفْرِيطِ الْعَجَزَةِ۔

(۳۳۱) جب کاہل اور ناکارہ افراد عمل میں کوتاہی کرتے ہیں، تو اللہ کی طرف سے یہ عقلمندوں کے لیے اَدائے فرض کا ایک بہترین موقع ہوتا ہے۔

۳۳۲- وقال علیه السلام: السُّلْطَانُ وَزَعَةُ اللّٰهِ فِي أَرْضِهِ۔

(۳۳۲) حکام اللہ کی سرزمین میں اس کے پاسبان ہیں۔

۳۳۳- وقال علیه السلام فی صفة المؤمن: الْمُؤْمِنُ بِشْرُهُ فِي وَجْهِهِ وَحُزْنُهُ فِي قَلْبِهِ، أَوْسَعُ شَيْءٍ صَدْرًا، وَأَذَلُّ شَيْءٍ نَفْسًا، يَكْرَهُ الرِّفْعَةَ، وَيَشْنَأُ السُّمْعَةَ، طَوِيلٌ غَمُّهُ، بَعِيدٌ هَمُّهُ، كَثِيرٌ صَمْتُهُ، مَشْغُولٌ وَقْتُهُ، شَكُورٌ صَبُورٌ، مَغْمُورٌ بِفِكْرَتِهِ، ضَنِينٌ بِخَلَّتِهِ، سَهْلُ الْخَلِيقَةِ، لَيِّنُ الْعَرِيكَةِ! نَفْسُهُ أَصْلَبُ مِنَ الصَّلْدِ وَهُوَ أَذَلُّ مِنَ الْعَبْدِ۔

(۳۳۳) مومن کے متعلق فرمایا:
مومن کے چہرے پر بشاشت اور دل میں غم و اندوہ ہوتا ہے۔ ہمت اُس کی بلند ہے اور اپنے دل میں وہ اپنے کو ذلیل و خوار سمجھتا ہے۔ سربلندی کو بُرا سمجھتا ہے اور شہرت سے نفرت کرتا ہے۔ اس کا غم بے پایاں اور ہمت بلند ہوتی ہے۔ بہت خاموش، ہمہ وقت مشغول، شاکر، صابر، فکر میں غرق، دستِ طلب بڑھانے میں بخیل، خوش خلق اور نرم طبیعت ہوتا ہے اور اس کا نفس پتھر سے زیادہ سخت اور وہ خود غلام سے زیادہ متواضع ہوتا ہے۔

۳۳۴- وقال علیه السلام: لَوْ رَأَى الْعَبْدُ الْأَجَلَ وَمَصِيرَهُ لَأَبْغَضَ الْأَمَلَ وَغُرُورَهُ۔

(۳۳۴) اگر کوئی بندہ مُدّتِ حیات اور اس کے انجام کو دیکھے تو اُمیدوں اور اُن کے فریب سے نفرت کرنے لگے۔

۳۳۵ - وقال علیه السلام: لِكُلِّ امْرِئٍ فِي مَالِهِ شَرِيكَانِ: الْوَارِثُ، وَالْحَوَادِثُ.

(۳۳۵) ہر شخص کے مال میں دو حصہ دار ہوتے ہیں۔ ایک وارث اور دوسرے حوادث۔

---

۳۳۶ - وقال علیه السلام: الدَّاعِي بِلَا عَمَلٍ كَالرَّامِي بِلَا وَتَرٍ.

(۳۳۶) جس سے مانگا جائے وہ اس وقت تک آزاد ہے۔ جب تک وعدہ نہ کرلے۔

---

۳۳۷ - وقال علیه السلام: الدَّاعِي بِلَا عَمَلٍ كَالرَّامِي بِلَا وَتَرٍ.

(۳۳۷) جو عمل نہیں کرتا اور دعا مانگتا ہے، وہ ایسا ہے جیسے بغیر چلّہ کمان کے تیر چلانے والا۔

---

۳۳۸ - وقال علیه السلام: الْعِلْمُ عِلْمَانِ: مَطْبُوعٌ وَمَسْمُوعٌ، وَلَا يَنْفَعُ الْمَسْمُوعُ إِذَا لَمْ يَكُنِ الْمَطْبُوعُ.

(۳۳۸) علم دو طرح کا ہوتا ہے، ایک وہ جو نفس میں رچ بس جائے اور ایک وہ جو صرف سن لیا گیا ہو اور سنا سنایا علم فائدہ نہیں دیتا جب تک وہ دل میں راسخ نہ ہو۔

---

۳۳۹ - وقال علیه السلام: صَوَابُ الرَّأْيِ بِالدُّوَلِ: يُقْبِلُ بِإِقْبَالِهَا، وَيَذْهَبُ بِذَهَابِهَا.

(۳۳۹) اصابت رائے اقبال و دولت سے وابستہ ہے۔ اگر یہ ہے تو وہ بھی ہوتی ہے۔ اگر یہ نہیں تو وہ بھی نہیں ہوتی۔

جب کسی کا بخت یاور اور اقبال اوج و عروج پر ہوتا ہے تو اس کے قدم خود بخود منزل مقصود کی طرف بڑھنے لگتے ہیں اور ذہن و فکر کو صحیح طریق کار کے طے کرنے میں کوئی الجھن نہیں ہوتی اور جس کا اقبال ختم ہونے پر آتا ہے وہ روشنی میں بھی ٹھوکریں کھاتا ہے اور ذہن و فکر کی قوتیں معطل ہو کر رہ جاتی ہیں۔ چنانچہ جب بنی برمک کا زوال شروع ہوا تو ان میں کے دس آدمی ایک امر میں مشورہ کرنے کے لیے جمع ہوئے مگر پوری رد و کد کے بعد بھی کسی صحیح نتیجہ تک نہ پہنچ سکے۔ یہ دیکھ کر یحیٰی نے کہا کہ خدا کی قسم یہ ہمارے زوال کا پیش خیمہ اور ہمارے ادبار کی علامت ہے کہ ہم دس آدمی بھی کوئی صحیح فیصلہ نہ کر سکیں۔ ورنہ جب ہمارا نیر اقبال بام عروج پر تھا، تو ہمارا ایک آدمی ایسی دس دس گتھیوں کو بڑی آسانی سے سلجھا لیتا تھا۔

۳۴۰ - وقال علیه السلام: العَفَافُ زِینَةُ الفَقْرِ، وَالشُّکْرُ زِینَةُ الغِنَی۔

(۳۴۰) فقر کی زینت پاکدامنی، اور تونگری کی زینت شکر ہے۔

---

۳۴۱ - وقال علیه السلام: یَومُ العَدْلِ عَلَی الظَّالِمِ أَشَدُّ مِنْ یَومِ الجَوْرِ عَلَی المَظْلُومِ

(۳۴۱) ظالم کے لیے انصاف کا دن اُس سے زیادہ سخت ہوگا، جتنا مظلوم پر ظلم کا دن۔

---

۳۴۲ - (وقال علیهِ السّلام: الغِنَی الأَکْبَرُ اليَأْسُ عَمَّا فِی أَیْدِی النَّاسِ)۔

(۳۴۲) سب سے بڑی دولت مندی یہ ہے کہ دُوسروں کے ہاتھ میں جو ہے اُس کی آس نہ رکھی جائے

---

۳۴۳ - وقال علیه السلام: الأَقَاوِیلُ مَحْفُوظَةٌ، وَالسَّرَائِرُ مَبْلُوَّةٌ، وَکُلُّ نَفْسٍ بِمَا کَسَبَتْ رَهِینَةٌ وَالنَّاسُ مَنْقُوصُونَ مَدْخُولُونَ إِلَّا مَنْ عَصَمَ اللّٰهُ: سَائِلُهُمْ مُتَعَنِّتٌ وَمُجِیبُهُمْ مُتَکَلِّفٌ، یَکَادُ أَفْضَلُهُمْ رَأْیاً یَرُدُّهُ عَنْ فَضْلِ رَأْیِهِ الرِّضَا وَالسُّخْطُ، وَیَکَادُ أَصْلَبُهُمْ عُوداً تَنْکَؤُهُ وَتَسْتَحِیلُهُ الکَلِمَةُ الوَاحِدَةُ!

(۳۴۳) گفتگوئیں محفوظ ہیں اور دلوں کے بھید جانچے جانے والے ہیں۔ ہر شخص اپنے اعمال کے ہاتھوں میں گروی ہے اور لوگوں کے جسموں میں نقص اور عقلوں میں فتور آنے والا ہے۔ مگر وہ کہ جسے اللہ بچائے رکھے۔ ان میں پُوچھنے والا اُلجھانا چاہتا ہے اور جواب دینے والا (بے جانے بُوجھے جواب کی) زحمت اُٹھاتا ہے۔ جو ان میں دُرست رائے رکھتا ہے اکثر خوشنودی و ناراضگی کے تصورات اُسے صحیح رائے سے موڑ دیتے ہیں اور جو اُن میں عقل کے لحاظ سے پختہ ہوتا ہے۔ بہت ممکن ہے کہ ایک نگاہ اُس کے دل پر اثر کر دے اور ایک کلمہ اُس میں انقلاب پیدا کر دے۔

---

۳۴۴ - وقال علیه السلام: مَعَاشِرَ النَّاسِ، اتَّقُوا اللّٰهَ فَکَمْ مِنْ مُؤَمِّلٍ مَا لَا یَبْلُغُهُ، وَبَانٍ مَا لَا یَسْکُنُهُ، وَجَامِعٍ مَا سَوْفَ یَتْرُکُهُ،

(۳۴۴) اے گروہ مردم! اللہ سے ڈرتے رہو۔ کیونکہ کتنے ہی ایسی باتوں کی اُمید باندھنے والے ہیں جن تک پہنچتے نہیں اور ایسے گھر تعمیر کرنے والے ہیں جن میں رہنا نصیب نہیں ہوتا اور ایسا مال جمع کرنے

وَلَعَلَّهُ مِنْ بَاطِلٍ جَمَعَهُ، وَمِنْ حَقٍّ مَنَعَهُ: أَصَابَهُ حَرَامًا، وَاحْتَمَلَ بِهِ آثَامًا، فَبَاءَ بِوِزْرِهِ وَقَدِمَ عَلَى رَبِّهِ آسِفًا لَاهِفًا، قَدْ (خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ، ذَلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ)

والے ہیں جسے چھوڑ جاتے ہیں۔ حالانکہ ہو سکتا ہے کہ اسے غلط طریقہ سے جمع کیا ہو، یا کسی کا حق دبا کر حاصل کیا ہو۔ اس طرح اُسے بطور حرام پایا ہو اور اُس کی وجہ سے گناہ کا بوجھ اُٹھایا ہو، تو اس کا وبال لے کر پلٹے اور اپنے پروردگار کے حضور رنج و افسوس کرتے ہوئے جا پہنچے دُنیا و آخرت دونوں میں گھاٹا اُٹھایا۔ یہی تو کھلم کھلا گھاٹا ہے۔

۳۴۵۔ وقال علیہ السلام: مِنَ الْعِصْمَةِ تَعَذُّرُ الْمَعَاصِي۔

(۳۴۵) گناہ تک رسائی کا نہ ہونا بھی ایک صورت پاکدامنی کی ہے۔

۳۴۶۔ وقال علیہ السلام: مَاءُ وَجْهِكَ جَامِدٌ يُقْطِرُهُ السُّؤَالُ، فَانْظُرْ عِنْدَ مَنْ تُقْطِرُهُ۔

(۳۴۶) تمہاری آبرو قائم ہے جسے دست سوال دراز کرنا بہا دیتا ہے۔ لہٰذا یہ خیال رہے کہ کس کے آگے اپنی آبرو ریزی کر رہے ہو۔

۳۴۷۔ وقال علیہ السلام: الثَّنَاءُ بِأَكْثَرَ مِنَ الِاسْتِحْقَاقِ مَلَقٌ، وَالتَّقْصِيرُ عَنِ الِاسْتِحْقَاقِ عِيٌّ أَوْ حَسَدٌ۔

(۳۴۷) کسی کو اس کے حق سے زیادہ سراہنا چاپلوسی ہے اور حق میں کمی کرنا کوتاہ بیانی ہے یا حسد۔

۳۴۸۔ وقال علیہ السلام: أَشَدُّ الذُّنُوبِ مَا اسْتَهَانَ بِهِ صَاحِبُهُ۔

(۳۴۸) سب سے بھاری گناہ وہ ہے کہ جس کا ارتکاب کرنے والا اُسے سبک سمجھے۔

چھوٹے گناہوں میں بے باکی و بے اعتنائی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان گناہ کے معاملہ میں بے پروا سا ہو جاتا ہے اور رفتہ رفتہ یہ عادت اسے بڑے بڑے گناہوں کی جرأت دلا دیتی ہے اور پھر وہ بغیر کسی جھجک کے ان کا مرتکب ہونے لگتا ہے۔ لہٰذا چھوٹے گناہوں کو بڑے گناہوں کا پیش خیمہ سمجھتے ہوئے ان سے احتراز کرنا چاہیئے تاکہ بڑے گناہوں کے مرتکب ہونے کی نوبت ہی نہ آئے۔

---

٣٤٩ - وقال عليه السلام: مَنْ نَظَرَ فِي عَيْبِ نَفْسِهِ اشْتَغَلَ عَنْ عَيْبِ غَيْرِهِ، وَمَنْ رَضِيَ بِرِزْقِ اللهِ لَمْ يَحْزَنْ عَلَى مَا فَاتَهُ؛ وَمَنْ سَلَّ سَيْفَ الْبَغْيِ قُتِلَ بِهِ، وَمَنْ كَابَدَ الْأُمُورَ عَطِبَ، وَمَنِ اقْتَحَمَ اللُّجَجَ غَرِقَ؛ وَمَنْ دَخَلَ مَدَاخِلَ السُّوءِ اتُّهِمَ، وَمَنْ كَثُرَ كَلَامُهُ كَثُرَ خَطَؤُهُ؛ وَمَنْ كَثُرَ خَطَؤُهُ قَلَّ حَيَاؤُهُ، وَمَنْ قَلَّ حَيَاؤُهُ قَلَّ وَرَعُهُ؛ وَمَنْ قَلَّ وَرَعُهُ مَاتَ قَلْبُهُ؛ وَمَنْ مَاتَ قَلْبُهُ دَخَلَ النَّارَ، وَمَنْ نَظَرَ فِي عُيُوبِ النَّاسِ فَأَنْكَرَهَا ثُمَّ رَضِيَهَا لِنَفْسِهِ فَذٰلِكَ الْأَحْمَقُ بِعَيْنِهِ (وَالْقَنَاعَةُ مَالٌ لَا يَنْفَدُ) وَمَنْ أَكْثَرَ مِنْ ذِكْرِ الْمَوْتِ رَضِيَ مِنَ الدُّنْيَا بِالْيَسِيرِ، وَمَنْ عَلِمَ أَنَّ كَلَامَهُ مِنْ عَمَلِهِ قَلَّ كَلَامُهُ إِلَّا فِيمَا يَعْنِيهِ.

(۳۴۹) جو شخص اپنے عیوب پر نظر رکھے گا، وہ دوسروں کی عیب جوئی سے باز رہے گا، اور جو اللہ کے دیئے ہوئے رزق پر خوش رہے گا، وہ نہ ملنے والی چیز پر رنجیدہ نہیں ہوگا۔ جو ظلم کی تلوار کھینچتا ہے، وہ اسی سے قتل ہوتا ہے۔ جو اہم امور کو زبردستی انجام دینا چاہتا ہے وہ تباہ و برباد ہوتا ہے۔ جو اٹھتی ہوئی موجوں میں پھاندتا ہے، وہ ڈوبتا ہے۔ جو بدنامی کی جگہوں پر جائے گا، وہ بدنام ہوگا۔ جو زیادہ بولے گا، وہ زیادہ لغزشیں کریگا۔ اور جس کی لغزشیں زیادہ ہوں، اس کی حیا کم ہو جائے گی۔ اور جس میں حیا کم ہو اس میں تقویٰ کم ہوگا اور جس میں تقویٰ کم ہوگا اس کا دل مردہ ہو جائے گا۔ اور جس کا دل مردہ ہو گیا، وہ دوزخ میں جا پڑا۔ جو شخص لوگوں کے عیوب دیکھ کر ناک بھوں چڑھائے اور پھر انہیں اپنے لیے چاہے وہ سراسر احمق ہے۔ قناعت ایسا سرمایہ ہے جو ختم نہیں ہوتا۔ جو موت کو زیادہ یاد رکھتا ہے، وہ تھوڑی سی دنیا پر بھی خوش رہتا ہے۔ جو شخص یہ جانتا ہے کہ اس کا قول بھی عمل کا ایک جزء ہے، وہ مطلب کی بات کے علاوہ کلام نہیں کرتا۔

---

٣٥٠ - وقال عليه السلام: لِلظَّالِمِ مِنَ الرِّجَالِ ثَلَاثُ عَلَامَاتٍ: يَظْلِمُ مَنْ فَوْقَهُ بِالْمَعْصِيَةِ، وَمَنْ دُونَهُ بِالْغَلَبَةِ، وَيُظَاهِرُ الْقَوْمَ الظَّلَمَةَ

(۳۵۰) لوگوں میں جو ظالم ہو اس کی تین علامتیں ہیں: وہ ظلم کرتا ہے اپنے سے بالا ہستی کی خلاف ورزی سے، اور اپنے سے پست لوگوں پر قہر و تسلط سے اور ظالموں کی کمک و امداد کرتا ہے۔

---

٣٥١ - وقال عليه السلام عِنْدَ

(۳۵۱) جب سختی انتہا کو پہنچ جائے تو کشائش

تَنَاهِي الشِّدَّةِ تَكُونُ الْفُرْجَةُ، وَعِنْدَ تَضَايُقِ حَلَقِ الْبَلَاءِ يَكُونُ الرَّخَاءُ۔

وفراخی ہوگی اور جب ابتلاء و مصیبت کی کڑیاں تنگ ہوجائیں تو راحت و آسائش حاصل ہوتی ہے۔

۳۵۲۔ وقال علیه السلام لبعض أَصْحَابِهِ: لَا تَجْعَلَنَّ أَكْثَرَ شُغُلِكَ بِأَهْلِكَ وَوَلَدِكَ: فَإِنْ يَكُنْ أَهْلُكَ وَوَلَدُكَ أَوْلِيَاءَ اللهِ فَإِنَّ اللهَ لَا يُضِيعُ أَوْلِيَاءَهُ، وَإِنْ يَكُونُوا أَعْدَاءَ اللهِ فَمَا هَمُّكَ وَشُغُلُكَ بِأَعْدَاءِ اللهِ؟

(۳۵۲) اپنے اصحاب میں سے ایک سے فرمایا زن و فرزند کی زیادہ فکر میں نہ رہو۔ اس لیے کہ اگر وہ دوستانِ خدا ہیں، تو خدا اپنے دوستوں کو برباد نہ ہونے دے گا اور اگر دشمنانِ خدا ہیں، تو تمھیں دشمنانِ خدا کی فکروں اور دھندوں میں پڑنے سے مطلب ہی کیا۔

۳۵۳۔ وقال علیه السلام: أَكْبَرُ الْعَيْبِ أَنْ تَعِيبَ مَا فِيكَ مِثْلُهُ۔

(۳۵۳) سب سے بڑا عیب یہ ہے کہ اس عیب کو بُرا کہو، جس کے مانند خود تمھارے اندر موجود ہے۔

اس سے بڑھ کر اور عیب کیا ہوسکتا ہے کہ انسان دوسروں کے اُن عیوب پر نکتہ چینی کرے جو خود اُس کے اندر بھی پائے جاتے ہوں، تقاضائے عدل تو یہ ہے کہ وہ دوسروں کے عیوب پر نظر کرنے سے پہلے اپنے عیوب پر نظر کرے اور سوچے کہ عیب، عیب ہے وہ دُوسرے کے اندر پایا جائے یا اپنے اندر ؎

ہمہ عیب خلق دیدن نہ مروت است مردی نگہے بخویشتن کن کہ ہمہ گناہ داری

۳۵۴۔ وهنأ بحضرته رجل رجلا بغلام ولد له فقال له: لِيَهْنِئْكَ الْفَارِسُ فقال علیه السلام: لَا تَقُلْ ذٰلِكَ، وَلٰكِنْ قُلْ شَكَرْتَ الْوَاهِبَ، وَبُورِكَ لَكَ فِي الْمَوْهُوبِ، وَبَلَغَ أَشُدَّهُ، وَرُزِقْتَ بِرَّهُ۔

(۳۵۴) حضرت کے سامنے ایک نے دُوسرے شخص کو فرزند کے پیدا ہونے پر مُبارکباد دیتے ہُوئے کہا کہ "شہسوار مُبارک ہو"۔ جس پر حضرت نے فرمایا کہ یہ نہ کہو بلکہ یہ کہو کہ تم بخشنے والے (خدا) کے شکر گزار ہُوئے یہ بخشی ہُوئی نعمت تمھیں مُبارک ہو، یہ اپنے کمال کو پہنچے اور اس کی نیکی و سعادت تمھیں نصیب ہو۔

۳۵۵۔ وبنی رجل من عماله بناء فخما فقال علیه السلام: أَطْلَعَتِ

(۳۵۵) حضرت کے عمال میں سے ایک شخص نے ایک بلند عمارت تعمیر کی جس پر آپ نے فرمایا چاندی

الوَرِقُ رُؤُوسَهَا إِنَّ الْبِنَاءَ يَصِفُ لَكَ الْغِنَى۔

کے سکوں نے سر نکالا ہے۔ بلاشبہ یہ عمارت تمہاری ثروت کی غمازی کرتی ہے۔

۳۵۶- وقیل له علیه السلام: لو سدّ علی رجل باب بیته وترك فیه من أین كان یأتیه رزقه؟ فقال علیه السلام: مِنْ حَيْثُ يَأْتِيهِ أَجَلُهُ۔

(۳۵۶) حضرتؑ سے کہا گیا کہ اگر کسی شخص کو گھر میں چھوڑ کر اُس کا دروازہ بند کر دیا جائے، تو اُس کی روزی کدھر سے آئے گی؟ فرمایا: جدھر سے اُس کی موت آئے گی۔

اگر خداوندِ عالم کی مصلحت اس امر کی مقتضی ہو کہ وہ کسی ایسے شخص کو زندہ رکھے جسے کسی بند جگہ میں محصور کر دیا گیا ہو، تو وہ اس کے لیے سر و سامانِ زندگی مہیا کر کے اُسے زندہ رکھنے پر قادر ہے اور جس طرح بند دروازے موت کو نہیں روک سکتے، اسی طرح رزق سے بھی مانع نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ اس قادرِ مطلق کی قدرت دونوں پر یکساں کارفرما ہے۔ مقصد یہ ہے کہ انسان کو رزق کے معاملہ میں قانع ہونا چاہیئے کیونکہ جو اس کے مقدر میں ہے وہ جہاں کہیں بھی ہوگا، اُسے بہر صورت ملے گا۔

می رسد در خانہ دربستہ روزی چوں اجل | حرص دارد ایں چنیں آشفتہ خاطر خلق را

۳۵۷- وعزّی قوماً عن میّت مات لهم فقال علیه السلام: إِنَّ هَذَا الْأَمْرَ لَيْسَ لَكُمْ بَدَأَ، وَلَا إِلَيْكُمُ انْتَهَى، وَقَدْ كَانَ صَاحِبُكُمْ هَذَا يُسَافِرُ فَعُدُّوهُ فِي بَعْضِ أَسْفَارِهِ، فَإِنْ قَدِمَ عَلَيْكُمْ وَإِلَّا قَدِمْتُمْ عَلَيْهِ۔

(۳۵۷) حضرتؑ نے ایک جماعت کو اُن کے مرنے والے کی تعزیت کرتے ہوئے فرمایا کہ "اس موت کی ابتدا تم سے نہیں ہوئی ہے اور نہ اس کی انتہا تم پر ہے۔ یہ تمہارا ساتھی مصروفِ سفر رہتا تھا۔ اب بھی یہی سمجھو کہ وہ اپنے کسی سفر میں ہے۔ اگر وہ آگیا تو بہتر، ورنہ تم خود اس کے پاس پہنچ جاؤ گے۔

۳۵۸- وقال علیه السلام: أَيُّهَا النَّاسُ، لِيَرَكُمُ اللهُ مِنَ النِّعْمَةِ وَجِلِينَ كَمَا يَرَاكُمْ مِنَ النِّقْمَةِ فَرِقِينَ! إِنَّهُ مَنْ وُسِّعَ عَلَيْهِ فِي ذَاتِ يَدِهِ فَلَمْ

(۳۵۸) اے لوگو! چاہیئے کہ اللہ تم کو نعمت و آسائش کے موقع پر بھی اسی طرح خائف و ترساں دیکھے جس طرح تمہیں عذاب سے ہراساں دیکھتا ہے۔ بیشک جسے فراخ دستی حاصل ہو، اور وہ اُسے کم کم عذاب کی طرف

يَرَ ذٰلِكَ اسْتِدْرَاجاً فَقَدْ أَمِنَ مَخُوفاً، وَمَنْ ضُيِّقَ عَلَيْهِ فِي ذَاتِ يَدِهِ فَلَمْ يَرَ ذٰلِكَ اخْتِبَاراً فَقَدْ ضَيَّعَ مَأْمُولاً۔

بڑھنے کا سبب نہ سمجھے تو اُس نے خوفناک چیز سے اپنے کو مطمئن سمجھ لیا اور جو تنگدست ہو اور وُہ اسے آزمائش نہ سمجھے، تو اُس نے اس ثواب کو ضائع کر دیا۔ کہ جس کی اُمید و آرزو کی جاتی ہے۔

٣٥٩- وقال عليه السلام: يَا أَسْرَى الرَّغْبَةِ أَقْصِرُوا فَإِنَّ الْمُعَرِّجَ عَلَى الدُّنْيَا لَا يَرُوعُهُ مِنْهَا إِلَّا صَرِيفُ أَنْيَابِ الْحَدَثَانِ۔ أَيُّهَا النَّاسُ، تَوَلَّوْا مِنْ أَنْفُسِكُمْ تَأْدِيبَهَا وَاعْدِلُوا بِهَا عَنْ ضَرَاوَةِ عَادَاتِهَا۔

(٣٥٩) اے حرص و طمع کے اسیرو! باز آؤ کیونکہ دُنیا پر ٹوٹنے والوں کو حوادثِ زمانہ کے دانت پیسنے ہی کا اندیشہ کرنا چاہیے۔

اے لوگو! خود ہی اپنی اصلاح کا ذمہ لو، اور اپنی عادتوں کے تقاضوں سے مُنہ موڑ لو۔

٣٦٠- وقال عليه السلام: لَا تَظُنَّنَّ بِكَلِمَةٍ خَرَجَتْ مِنْ أَحَدٍ سُوءاً وَأَنْتَ تَجِدُ لَهَا فِي الْخَيْرِ مُحْتَمَلاً۔

(٣٦٠) کسی کے مُنہ سے نکلنے والی بات میں اگر اچھائی کا پہلو نکل سکتا ہو، تو اس کے بارے میں بدگمانی نہ کرو۔

٣٦١- وقال عليه السلام: إِذَا كَانَتْ لَكَ إِلَى اللهِ، سُبْحَانَهُ، حَاجَةٌ فَابْدَأْ بِمَسْأَلَةِ الصَّلَاةِ عَلَى رَسُولِهِ، صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ سَلْ حَاجَتَكَ فَإِنَّ اللهَ أَكْرَمُ مِنْ أَنْ يُسْأَلَ حَاجَتَيْنِ فَيَقْضِيَ إِحْدَاهُمَا وَيَمْنَعَ الْأُخْرَى۔

(٣٦١) جب اللہ تعالیٰ سے کوئی حاجت طلب کرو، تو پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجو، پھر اپنی حاجت مانگو، کیونکہ خداوند عالم اس سے بلند تر ہے کہ اس سے دو حاجتیں طلب کی جائیں اور وُہ ایک پوری کر دے اور ایک روک لے۔

---

٣٦٢ وقال عليه السلام: مَنْ ضَنَّ بِعِرْضِهِ فَلْيَدَعِ الْمِرَاءَ۔

(٣٦٢) جسے اپنی آبرو عزیز ہو، وُہ لڑائی جھگڑے سے کنارہ کش رہے۔

٣٦٣- وقال عليه السلام: مِنَ الْخُرْقِ

(٣٦٣) امکان پیدا ہونے سے پہلے کسی کام

اَلْمُعَاجَلَةُ قَبْلَ الْإِمْكَانِ وَالْأَنَاةُ بَعْدَ الْفُرْصَةِ۔

میں جلد بازی کرنا اور موقع آنے پر دیر کرنا دونوں حماقت میں داخل ہیں۔

۳۶۴۔ وقال علیه السلام: لَا تَسْأَلْ عَمَّا لَا يَكُونُ فَفِي الَّذِي قَدْ كَانَ لَكَ شُغُلٌ۔

(۳۶۴) جو بات نہ ہونے والی ہو، اس کے متعلق سوال نہ کرو۔ اس لیے کہ جو ہے، وہی تمہارے لیے کافی ہے۔

۳۶۵۔ وقال علیه السلام: اَلْفِكْرُ مِرْآةٌ صَافِيَةٌ، وَالْاِعْتِبَارُ مُنْذِرٌ نَاصِحٌ وَكَفَى أَدَبًا لِنَفْسِكَ تَجَنُّبُكَ مَا كَرِهْتَهُ لِغَيْرِكَ۔

(۳۶۵) فکر ایک روشن آئینہ ہے، عبرت اندوزی ایک خیر خواہ متنبہ کرنے والی چیز ہے، نفس کی اصلاح کے لیے یہی کافی ہے کہ جن چیزوں کو دوسروں کے لیے بُرا سمجھتے ہو اُن سے بچ کر رہو۔

۳۶۶۔ وقال علیه السلام: اَلْعِلْمُ مَقْرُونٌ بِالْعَمَلِ: فَمَنْ عَلِمَ عَمِلَ، وَالْعِلْمُ يَهْتِفُ بِالْعَمَلِ: فَإِنْ أَجَابَهُ وَإِلَّا ارْتَحَلَ عَنْهُ

(۳۶۶) علم عمل سے وابستہ ہے۔ لہٰذا جو جانتا ہے وہ عمل بھی کرتا ہے۔ اور علم عمل کو پکارتا ہے۔ اگر وہ لبیک کہتا ہے تو بہتر، ورنہ وہ بھی اس سے رخصت ہو جاتا ہے۔

۳۶۷۔ وقال علیه السلام: يَا أَيُّهَا النَّاسُ، مَتَاعُ الدُّنْيَا حُطَامٌ مُوبِئٌ فَتَجَنَّبُوا مَرْعَاهُ!! قُلْعَتُهَا أَحْظَى مِنْ طُمَأْنِينَتِهَا، وَبُلْغَتُهَا أَزْكَى مِنْ ثَرْوَتِهَا۔ حُكِمَ عَلَى مُكْثِرِيهَا بِالْفَاقَةِ، وَأُعِينَ مَنْ غَنِيَ عَنْهَا بِالرَّاحَةِ۔ وَمَنْ رَاقَهُ زِبْرِجُهَا أَعْقَبَتْ نَاظِرَيْهِ كَمَهًا، وَمَنِ اسْتَشْعَرَ الشَّغَفَ بِهَا مَلَأَتْ ضَمِيرَهُ

(۳۶۷) اے لوگو! دنیا کا ساز و سامان سوکھا سڑا بھوسا ہے جو وبا پیدا کرنے والا ہے۔ لہٰذا اس چراگاہ سے دُور رہو کہ جس سے چل چلاؤ باطمینان منزل کرنے سے زیادہ فائدہ مند ہے اور صرف بقدر کفاف لے لینا اُس دولت و ثروت سے زیادہ برکت والا ہے۔ اس کے دولت مندوں کے لیے فقر طے ہو چکا ہے اور اس سے بے نیاز رہنے والوں کو راحت کا سہارا دیا گیا ہے۔ جس کو اس کی سج دھج لُبھا لیتی ہے، وہ انجام کار اُس کی

أَشْجَانًا ـ لَهُنَّ رَقْصٌ عَلَى سُوَيْدَآءِ قَلْبِهٖ هَمٌّ يَشْغَلُهُ، وَهَمٌّ يَحْزُنُهُ، كَذٰلِكَ حَتّٰى يُؤْخَذَ بِكَظَمِهٖ فَيُلْقٰى بِالْفَضَآءِ مُنْقَطِعًا أَبْهَرَاهُ، هَيِّنًا عَلَى اللّٰهِ فَنَآؤُهُ، وَعَلَى الْإِخْوَانِ إِلْقَآؤُهُ؛ وَإِنَّمَا يَنْظُرُ الْمُؤْمِنُ إِلَى الدُّنْيَا بِعَيْنِ الْاِعْتِبَارِ، وَيَقْتَاتُ مِنْهَا بِبَطْنِ الْاِضْطِرَارِ، وَيَسْمَعُ فِيهَا بِأُذُنِ الْمَقْتِ وَالْإِبْغَاضِ، إِنْ قِيلَ أَثْرٰى قِيلَ أَكْدٰى! وَإِنْ فُرِحَ بِالْبَقَاءِ حُزِنَ لَهُ بِالْفَنَاءِ! هٰذَا! وَلَمْ يَأْتِهِمْ يَوْمٌ فِيهِ يُبْلِسُونَ۔

دونوں آنکھوں کو اندھا کر دیتی ہے اور جو اس کی چاہت کو اپنا شعار بنا لیتا ہے وہ اس کے دل کو ایسے غموں سے بھر دیتی ہے جو دل کی گہرائیوں میں تلاطم برپا کرتے ہیں۔ یوں کہ کبھی کوئی فکر اُسے گھیرے رہتی ہے، اور کبھی کوئی اندیشہ اُسے رنجیدہ بنائے رہتا ہے۔ وُہ اسی حالت میں ہوتا ہے کہ اس کا گلا گھوٹا جانے لگتا ہے اور وہ بیابان میں ڈال دیا جاتا ہے اس عالم میں کہ اس کے دل کی دونوں رگیں ٹوٹ چکی ہوتی ہیں۔ اللہ کو اس کا فنا کرنا سہل اور اس کے بھائی بندوں کا اُسے قبر میں اتارنا آسان ہو جاتا ہے۔ مومن دُنیا کو عبرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور اس سے اتنی ہی غذا حاصل کرتا ہے جتنی پیٹ کی ضرورت مجبور کرتی ہے اور اس کے بارے میں ہر بات کو بغض و عناد کے کانوں سے سُنتا ہے۔ اگر کسی کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ وُہ مال دار ہو گیا ہے تو پھر یہ بھی کہنے میں آتا ہے کہ نادار ہو گیا ہے۔ اگر زندگی پر خوشی کی جاتی ہے تو مرنے پر غم بھی ہوتا ہے۔ یہ حالت ہے حالانکہ ابھی وُہ دن نہیں آیا کہ جس میں پُوری پُوری مایُوسی چھا جائے گی۔

---

۳۶۸ ـ وقال علیه السلام: إِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ وَضَعَ الثَّوَابَ عَلٰى طَاعَتِهٖ، وَالْعِقَابَ عَلٰى مَعْصِيَتِهٖ ذِيَادَةً لِعِبَادِهٖ عَنْ نِقْمَتِهٖ وَحِيَاشَةً لَهُمْ إِلٰى جَنَّتِهٖ۔

(۳۶۸) اللہ سُبحانہٗ نے اپنی اطاعت پر ثواب اور اپنی معصیت پر سزا اس لیے رکھی ہے کہ اپنے بندوں کو عذاب سے دُور کرے، اور جنت کی طرف گھیر کر لے جائے۔

---

۳۶۹ ـ (وقال علیه السلام: يَأْتِي

(۳۶۹) لوگوں پر ایک ایسا دور آئے گا جب

عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يَبْقَى فِيهِمْ مِنَ الْقُرْآنِ إِلَّا رَسْمُهُ، وَمِنَ الْإِسْلَامِ إِلَّا اسْمُهُ، وَمَسَاجِدُهُمْ يَوْمَئِذٍ عَامِرَةٌ مِنَ الْبِنَاءِ، خَرَابٌ مِنَ الْهُدَى، سُكَّانُهَا وَعُمَّارُهَا شَرُّ أَهْلِ الْأَرْضِ: مِنْهُمْ تَخْرُجُ الْفِتْنَةُ وَإِلَيْهِمْ تَأْوِي الْخَطِيئَةُ، يَرُدُّونَ مَنْ شَذَّ عَنْهَا فِيهَا، وَيَسُوقُونَ مَنْ تَأَخَّرَ عَنْهَا إِلَيْهَا، يَقُولُ اللهُ سُبْحَانَهُ: فَبِي حَلَفْتُ لَأَبْعَثَنَّ عَلَى أُولَئِكَ فِتْنَةً أَتْرُكُ الْحَلِيمَ فِيهَا حَيْرَانَ، وَقَدْ فَعَلَ، وَنَحْنُ نَسْتَقِيلُ اللهَ عَثْرَةَ الْغَفْلَةِ.

ان میں صرف قرآن کے نقوش اور اسلام کا صرف نام باقی رہ جائے گا۔ اس وقت مسجدیں تعمیر و زینت کے لحاظ سے آباد اور ہدایت کے اعتبار سے ویران ہوں گی۔ ان میں ٹھہرنے والے اور انھیں آباد کرنے والے تمام اہل زمین میں سب سے بدتر ہوں گے۔ وہ فتنوں کا سرچشمہ اور گناہوں کا مرکز ہوں گے۔ جو ان فتنوں سے منہ موڑے گا، انھیں انھی فتنوں کی طرف پلٹائیں گے اور جو قدم پیچھے ہٹائے گا، انھیں دھکیل کر ان کی طرف لائیں گے۔ ارشاد الٰہی ہے کہ "مجھے اپنی ذات کی قسم میں ان لوگوں پر ایسا فتنہ نازل کروں گا جس میں حلیم و بُردبار کو حیران و سرگرداں چھوڑ دوں گا" چنانچہ وہ ایسا ہی کرے گا۔ ہم اللہ سے غفلت کی ٹھوکروں سے عفو کے خواستگار ہیں۔

---

٣٧٠ - وروى أنه عليه السلام قلّما اعتدل به المنبر إلا قال أمام الخطبة: أَيُّهَا النَّاسُ، اتَّقُوا اللهَ فَمَا خُلِقَ امْرُؤٌ عَبَثاً فَيَلْهُوَ، وَلَا تُرِكَ سُدًى فَيَلْغُوَ! وَمَا دُنْيَاهُ الَّتِي تَحَسَّنَتْ لَهُ بِخَلَفٍ مِنَ الْآخِرَةِ الَّتِي قَبَّحَهَا سُوءُ النَّظَرِ عِنْدَهُ: وَمَا الْمَغْرُورُ الَّذِي ظَفِرَ مِنَ الدُّنْيَا بِأَعْلَى هِمَّتِهِ كَالْآخَرِ الَّذِي ظَفِرَ مِنَ الْآخِرَةِ بِأَدْنَى سُهْمَتِهِ.

(٣٧٠) جب کبھی آپ منبر پر رونق افروز ہوتے، تو ایسا اتفاق کم ہوتا تھا کہ خطبہ سے پہلے یہ کلمات نہ فرمائیں۔

اے لوگو! اللہ سے ڈرو۔ کیونکہ کوئی شخص بے کار پیدا نہیں کیا گیا کہ وہ کھیل کود میں پڑ جائے، اور نہ اُسے بے قید و بند چھوڑ دیا گیا ہے کہ بیہودگیاں کرنے لگے اور یہ دُنیا جو اس کے لیے آراستہ و پیراستہ ہے اس آخرت کا عوض نہیں ہو سکتی کہ جس کو اس کی غلط نگاہ نے بُری صورت میں پیش کیا ہے۔ وہ فریب خوردہ جو اپنی بلند ہمتی سے دُنیا حاصل کرنے میں کامیاب ہو اس دُوسرے شخص کے مانند نہیں ہو سکتا جس نے تھوڑا بہت آخرت کا حصہ حاصل کر لیا ہو۔

۳۷۱ - وقال علیه السلام: لاشرف أعلى من الإسلام، ولا عزّ أعزّ من التقوى؛ ولا معقل أحسن من الورع، ولا شفيع أنجح من التوبة، ولا كنز أغنى من القناعة، ولا مال أذهب للفاقة من الرضا بالقوت؛ ومن اقتصر على بلغة الكفاف فقد انتظم الراحة وتبوّأ خفض الدعة - والرغبة مفتاح النصب ومطيّة التعب: والحرص والكبر والحسد دواع إلى التقحّم في الذنوب والشرّ جامع لمساوي العيوب.

(۳۷۱) کوئی شرف اسلام سے بلند تر نہیں، کوئی بزرگی تقویٰ سے زیادہ باوقار نہیں، کوئی پناہ گاہ پرہیز گاری سے بہتر نہیں، کوئی سفارش کرنے والا توبہ سے بڑھ کر کامیاب نہیں، کوئی خزانہ قناعت سے زیادہ بے نیاز کرنے والا نہیں، کوئی مال بقدر کفاف پر رضامند رہنے سے بڑھ کر فقر و احتیاج کا دُور کرنے والا نہیں۔ جو شخص قدر حاجت پر اکتفا کر لیتا ہے، وہ آسائش و راحت پا لیتا ہے اور آرام و آسودگی میں منزل بنا لیتا ہے۔ خواہش و رغبت، رنج و تکلیف کی کلید اور مشقت و اندوہ کی سواری ہے۔ حرص، تکبر اور حسد گناہوں میں پھاند پڑنے کے محرکات ہیں اور بدکرداری تمام بُرے عیوب کو حاوی ہے۔

---

۳۷۲ - وقال علیه السلام: لجابر بن عبد الله الأنصاري: يا جابر، قوام الدين والدنيا بأربعة: عالم مستعمل علمه، وجاهل لا يستنكف أن يتعلّم، وجواد لا يبخل بمعروفه، وفقير لا يبيع آخرته بدنياه؛ فإذا ضيّع العالم علمه استنكف الجاهل أن يتعلّم؛ وإذا بخل الغنيّ بمعروفه باع الفقير آخرته بدنياه — يا جابر من كثرت نعم الله عليه كثرت حوائج الناس إليه؛ فمن قام لله فيها بما يجب

(۳۷۲) جابر ابن عبداللہ انصاری سے فرمایا اے جابر! چار قسم کے آدمیوں سے دین و دُنیا کا قیام ہے (۱) عالم جو اپنے علم کو کام میں لاتا ہو، (۲) جاہل جو علم کے حاصل کرنے میں عار نہ کرتا ہو (۳) سخی جو داد و دہش میں بخل نہ کرتا ہو (۴) اور فقیر جو آخرت کو دُنیا کے عوض نہ بیچتا ہو۔ تو جب عالم اپنے علم کو برباد کرے گا، تو جاہل اُس کے سیکھنے میں عار سمجھے گا۔ اور جب دولت مند نیکی و احسان میں بخل کرے گا، تو فقیر اپنی آخرت دُنیا کے بدلے بیچ ڈالے گا۔

اے جابر! جس پر اللہ کی نعمتیں زیادہ ہوں گی، لوگوں کی حاجتیں بھی اُس کے دامن سے زیادہ وابستہ ہوں گی۔ لہٰذا جو شخص ان نعمتوں پر عائد ہونے والے

(فِيهَا)، عَرَّضَهَا لِلدَّوَامِ وَالْبَقَاءِ، وَمَنْ لَمْ يَقُمْ فِيهَا بِمَا يَجِبُ عَرَّضَهَا لِلزَّوَالِ وَالْفَنَاءِ.

حقوق کو اللہ کی خاطر ادا کرے گا، وہ ان کے لیے دوام و ہمیشگی کا سامان کرے گا اور جو ان واجب حقوق کے ادا کرنے کے لیے کھڑا نہیں ہوگا، وہ انھیں فنا و بربادی کی زد پر لے آئے گا۔

---

٣٧٣ - وروى ابن جرير الطبري في تاريخه عن عبد الرحمن بن أبي ليلى الفقيه - وكان ممن خرج لقتال الحجاج مع ابن الأشعث - انه قال فيما كان يحض به الناس على الجهاد: إني سمعت عليا عليه السلام يقول يوم لقينا أهل الشام: أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ! إِنَّهُ مَنْ رَأَى عُدْوَاناً يُعْمَلُ بِهِ وَمُنْكَراً يُدْعَى إِلَيْهِ، فَأَنْكَرَهُ بِقَلْبِهِ فَقَدْ سَلِمَ وَبَرِئَ؛ وَمَنْ أَنْكَرَهُ بِلِسَانِهِ فَقَدْ أُجِرَ وَهُوَ أَفْضَلُ مِنْ صَاحِبِهِ، وَمَنْ أَنْكَرَهُ بِالسَّيْفِ لِتَكُونَ كَلِمَةُ اللهِ هِيَ الْعُلْيَا وَكَلِمَةُ الظَّالِمِينَ هِيَ السُّفْلَى، فَذَلِكَ الَّذِي أَصَابَ سَبِيلَ الْهُدَى، وَقَامَ عَلَى الطَّرِيقِ، وَنَوَّرَ فِي قَلْبِهِ الْيَقِينُ.

(٣٧٣) ابن جریر طبری نے اپنی تاریخ میں عبدالرحمٰن ابن ابی لیلیٰ فقیہ سے روایت کی ہے اور یہ اُن لوگوں میں سے تھے جو ابن اشعث کے ساتھ حجاج سے لڑنے کے لیے نکلے تھے کہ وہ لوگوں کو جہاد پر اُبھارنے کے لیے کہتے تھے کہ جب اہل شام سے لڑنے کے لیے بڑھے تو میں نے علی علیہ السلام کو فرماتے سُنا:

اے اہل ایمان! جو شخص دیکھے کہ ظلم و عدوان پر عمل ہو رہا ہے اور بُرائی کی طرف دعوت دی جا رہی ہے اور وہ دل سے اُسے بُرا سمجھے، تو وہ (عذاب سے) محفوظ اور (گناہ سے) بری ہوگیا، اور جو زبان سے اُسے بُرا کہے وہ ماجور ہے اور صرف دل سے بُرا سمجھنے والے سے افضل ہے اور جو شخص شمشیر بکف ہو کر اس بُرائی کے خلاف کھڑا ہو تاکہ اللہ کا بول بالا ہو، اور ظالموں کی بات گر جائے تو یہی وہ شخص ہے جس نے ہدایت کی راہ کو پا لیا اور سیدھے راستے پر ہو لیا اور اُس کے دل میں یقین نے روشنی پھیلا دی۔

---

٣٧٤ - وفي كلام آخر له يجري هذا المجرى: فَمِنْهُمُ الْمُنْكِرُ لِلْمُنْكَرِ بِيَدِهِ وَلِسَانِهِ وَقَلْبِهِ، فَذَلِكَ الْمُسْتَكْمِلُ لِخِصَالِ الْخَيْرِ، وَمِنْهُمُ

(٣٧٤) اسی انداز پر حضرت کا ایک یہ کلام ہے۔ لوگوں میں سے ایک وہ ہے جو بُرائی کو ہاتھ، زبان اور دل سے بُرا سمجھتا ہے۔ چنانچہ اُس نے اچھی خصلتوں کو پورے طور پر حاصل کر لیا ہے اور ایک وہ ہے جو زبان

الْمُنْكِرُ بِلِسَانِهِ وَقَلْبِهِ وَالتَّارِكُ بِيَدِهِ فَذٰلِكَ مُتَمَسِّكٌ بِخَصْلَتَيْنِ مِنْ خِصَالِ الْخَيْرِ وَمُضَيِّعٌ خَصْلَةً وَمِنْهُمُ الْمُنْكِرُ بِقَلْبِهِ وَالتَّارِكُ بِيَدِهِ فَذٰلِكَ مُتَمَسِّكٌ بِخَصْلَتَيْنِ مِنْ خِصَالِ الْخَيْرِ وَمُضَيِّعٌ خَصْلَةً وَمِنْهُمُ الْمُنْكِرُ بِقَلْبِهِ وَالتَّارِكُ بِيَدِهِ وَلِسَانِهِ فَذٰلِكَ الَّذِي ضَيَّعَ أَشْرَفَ الْخَصْلَتَيْنِ مِنَ الثَّلَاثِ وَتَمَسَّكَ بِوَاحِدَةٍ وَمِنْهُمْ تَارِكٌ لِإِنْكَارِ الْمُنْكَرِ بِلِسَانِهِ وَقَلْبِهِ وَيَدِهِ فَذٰلِكَ مَيِّتُ الْأَحْيَاءِ۔ وَمَا أَعْمَالُ الْبِرِّ كُلُّهَا وَالْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ عِنْدَ الْأَمْرِ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ إِلَّا كَنَفْثَةٍ فِي بَحْرٍ لُجِّيٍّ، وَإِنَّ الْأَمْرَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيَ عَنِ الْمُنْكَرِ لَا يُقَرِّبَانِ مِنْ أَجَلٍ، وَلَا يُنْقِصَانِ مِنْ رِزْقٍ، وَأَفْضَلُ مِنْ ذٰلِكَ كُلِّهِ كَلِمَةُ عَدْلٍ عِنْدَ إِمَامٍ جَائِرٍ۔

اور دل سے بُرا سمجھتا ہے لیکن ہاتھ سے اُسے نہیں مٹاتا تو اُس نے اچھی خصلتوں میں سے دو خصلتوں سے ربط رکھا اور ایک خصلت کو رائیگاں کر دیا اور ایک وُہ ہے جو دل سے بُرا سمجھتا ہے لیکن اُسے مٹانے کے لیے ہاتھ اور زبان کسی سے کام نہیں لیتا۔ اُس نے تین خصلتوں میں سے دو عمدہ خصلتوں کو ضایع کر دیا، اور صرف ایک سے وابستہ رہا، اور ایک وُہ ہے جو نہ زبان سے، نہ ہاتھ سے اور نہ دل سے بُرائی کی روک تھام کرتا ہے، یہ زندوں میں چلتی پھرتی ہوئی لاش ہے۔

تمھیں معلوم ہونا چاہیئے کہ تمام اعمالِ خیر اور جہاد فی سبیل اللہ، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے مقابلہ میں ایسے ہیں، جیسے گہرے دریا میں لعابِ دہن کے ریزے ہوں۔ یہ نیکی کا حکم دینا، اور بُرائی سے روکنا ایسا نہیں ہے کہ اس کی وجہ سے موت قبل از وقت آجائے، یا رزقِ معین میں کمی ہو جائے اور ان سب سے بہتر وُہ حق بات ہے، جو کسی جابر حکمران کے سامنے کہی جائے۔

---

٣٧٥ ـ وَعَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ قَالَ: سمعت أمير المؤمنين عليه السلام يقول: أَوَّلُ مَا تُغْلَبُونَ عَلَيْهِ مِنَ الْجِهَادِ الْجِهَادُ بِأَيْدِيكُمْ ثُمَّ بِأَلْسِنَتِكُمْ ثُمَّ بِقُلُوبِكُمْ فَمَنْ لَمْ يَعْرِفْ بِقَلْبِهِ مَعْرُوفًا وَلَمْ يُنْكِرْ مُنْكَرًا قُلِبَ فَجُعِلَ أَعْلَاهُ أَسْفَلَهُ وَأَسْفَلُهُ أَعْلَاهُ۔

(٣٧٥) ابو جحیفہ سے روایت ہے کہ انھوں نے امیرالمومنینؑ کو فرماتے سُنا کہ:

پہلا جہاد کہ جس سے تم مغلوب ہو جاؤ گے، ہاتھ کا جہاد ہے۔ پھر زبان کا، اور پھر دل کا جس نے دل سے بھلائی کو اچھا اور بُرائی کو بُرا نہ سمجھا، اُسے الٹ پلٹ کر دیا جائے گا۔ اس طرح کہ اُوپر کا حصہ نیچے اور نیچے کا حصہ اُوپر کر دیا جائے گا۔

---

۳۷۶ - وقال عليه السلام: إِنَّ الْحَقَّ ثَقِيلٌ مَرِيءٌ، وَإِنَّ الْبَاطِلَ خَفِيفٌ وَبِيءٌ -

(۳۷۶) حق گراں، مگر خوش گوار ہوتا ہے۔ اور باطل ہلکا، مگر وبا پیدا کرنے والا ہوتا ہے۔

---

۳۷۷ - وقال عليه السلام: لَا تَأْمَنَنَّ عَلَى خَيْرِ هٰذِهِ الْأُمَّةِ عَذَابَ اللّٰهِ لِقَوْلِهِ تَعَالَى: (فَلَا يَأْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْخَاسِرُونَ) وَلَا تَيْأَسَنَّ لِشَرِّ هٰذِهِ الْأُمَّةِ مِنْ رَوْحِ اللّٰهِ لِقَوْلِهِ تَعَالَى: (إِنَّهُ لَا يَيْأَسُ مِنْ رَوْحِ اللّٰهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْكَافِرُونَ) -

(۳۷۷) اُس امت کے بہترین شخص کے بارے میں بھی اللہ کے عذاب سے بالکل مطمئن نہ ہو جاؤ، کیونکہ اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے کہ "گھاٹا اُٹھانے والے لوگ ہی اللہ کے عذاب سے مطمئن ہو بیٹھتے ہیں۔" اور اس اُمت کے بدترین آدمی کے بارے میں بھی اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ، کیونکہ ارشادِ الٰہی ہے کہ "خدا کی رحمت سے کافروں کے علاوہ کوئی اور نااُمید نہیں ہوتا۔"

---

۳۷۸ - وقال عليه السلام: اَلْبُخْلُ جَامِعٌ لِمَسَاوِي الْعُيُوبِ، وَهُوَ زِمَامٌ يُقَادُ بِهِ إِلَى كُلِّ سُوءٍ -

(۳۷۸) بُخل تمام بُرے عیوب کا مجموعہ ہے اور ایسی مہار ہے، جس سے ہر برائی کی طرف کھینچ کر جایا جا سکتا ہے۔

---

۳۷۹ - وقال عليه السلام: اَلرِّزْقُ رِزْقَانِ: رِزْقٌ تَطْلُبُهُ، وَرِزْقٌ يَطْلُبُكَ فَإِنْ لَمْ تَأْتِهِ أَتَاكَ - فَلَا تَحْمِلْ هَمَّ سَنَتِكَ عَلَى هَمِّ يَوْمِكَ كَفَاكَ كُلَّ يَوْمٍ عَلَى مَا فِيهِ، فَإِنْ تَكُنِ السَّنَةُ مِنْ عُمُرِكَ فَإِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى سَيُؤْتِيكَ فِي كُلِّ غَدٍ جَدِيدٍ مَا قَسَمَ لَكَ، وَإِنْ لَمْ تَكُنِ السَّنَةُ مِنْ عُمُرِكَ فَمَا تَصْنَعُ بِالْهَمِّ لِمَا لَيْسَ لَكَ، وَلَنْ يَسْبِقَكَ إِلَى رِزْقِكَ

(۳۷۹) رزق دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک وہ جس کی تلاش میں تم ہو، اور ایک وہ جو تمھاری جستجو میں ہے۔ اگر تم اس تک نہ پہنچ سکو گے، تو وہ تم تک پہنچ کر رہے گا۔ لہٰذا اپنے ایک دن کی فکر پر سال بھر کی فکریں نہ لادو۔ جو ہر دن کا رزق ہے وہ تمھارے لیے کافی ہے۔ اگر تمھاری عمر کا کوئی سال باقی ہے، تو اللہ ہر نئے دن جو روزی اُس نے تمھارے لیے مقرر کر رکھی ہے وہ تمھیں دے گا اور اگر تمھاری عمر کا کوئی سال باقی نہیں ہے تو پھر اس چیز کی فکر کیوں کرو، جو تمھارے لیے نہیں ہے تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ کوئی طلبگار تمھارے

طَالِبٌ، وَلَنْ يَغْلِبَكَ عَلَيْهِ غَالِبٌ، وَلَنْ يُبْطِئَ عَنْكَ مَا قَدْ قُدِّرَ لَكَ.

رزق کی طرف تم سے آگے بڑھ نہیں سکتا اور نہ کوئی غلبہ پانے والا اس میں تم پر غالب آ سکتا ہے اور جو تمھارے لیے مقدر ہو چکا ہے، اس کے ملنے میں کبھی تاخیر نہ ہوگی۔

قال الرضي: وقد مضى هذا الكلام فيما تقدم من هذا الباب، إلا أنه ههنا أوضح وأشرح، فلذلك كررناه على القاعدة المقررة في أول الكتاب.

(سید رضی فرماتے ہیں کہ) یہ کلام اسی باب میں پہلے بھی درج ہو چکا ہے۔ مگر یہاں کچھ زیادہ وضاحت و تشریح کے ساتھ تھا، اس لیے ہم نے اس کا اعادہ کیا ہے اس قاعدہ کی بنا پر جو کتاب کے دیباچہ میں گزر چکا ہے۔

---

٣٨٠ - وقال عليه السلام: رُبَّ مُسْتَقْبِلٍ يَوْماً لَيْسَ بِمُسْتَدْبِرِهِ، وَمَغْبُوطٍ فِي أَوَّلِ لَيْلِهِ قَامَتْ بَوَاكِيهِ فِي آخِرِهِ.

(٣٨٠) بہت سے لوگ ایسے دن کا سامنا کرتے ہیں جس سے انھیں پیٹھ پھرانا نہیں ہوتا۔ اور بہت سے ایسے ہوتے ہیں کہ رات کے پہلے حصہ میں ان پر رشک کیا جاتا ہے، اور آخری حصہ میں ان پر رونے والیوں کا کہرام بپا ہوتا ہے۔

---

٣٨١ - وقال عليه السلام: الْكَلَامُ فِي وَثَاقِكَ مَا لَمْ تَتَكَلَّمْ بِهِ، فَإِذَا تَكَلَّمْتَ بِهِ صِرْتَ فِي وَثَاقِهِ، فَاخْزُنْ لِسَانَكَ كَمَا تَخْزُنُ ذَهَبَكَ وَوَرِقَكَ، فَرُبَّ كَلِمَةٍ سَلَبَتْ نِعْمَةً (وَجَلَبَتْ نِقْمَةً)

(٣٨١) کلام تمھارے قید و بند میں ہے جب تک تم نے اسے کہا نہیں ہے اور جب کہہ دیا، تو تم اس کی قید و بند میں ہو۔ لہٰذا اپنی زبان کی اسی طرح حفاظت کرو، جس طرح اپنے سونے چاندی کی حفاظت کرتے ہو کیونکہ بعض باتیں ایسی ہوتی ہیں جو کسی بڑی نعمت کو چھین لیتی اور مصیبت کو نازل کر دیتی ہیں۔

---

٣٨٢ - وقال عليه السلام: لَا تَقُلْ مَا لَا تَعْلَمُ، بَلْ لَا تَقُلْ كُلَّ مَا تَعْلَمُ، فَإِنَّ اللهَ فَرَضَ عَلَى جَوَارِحِكَ

(٣٨٢) جو نہیں جانتے اسے نہ کہو، بلکہ جو جانتے ہو، وہ بھی سب کا سب نہ کہو۔ کیونکہ اللہ سبحانہ نے تمھارے تمام اعضا پر کچھ فرائض عائد کیے ہیں جن

(كلها) فرائض يحتجّ بها عليك يوم القيمة۔

کے ذریعہ قیامت کے دن تم پر حجت لائے گا۔

۳۸۳- وقال علیه السلام: إحذر أن يراك الله عند معصيته ويفقدك عند طاعته فتكون من الخسرين، وإذا قويت فاقو على طاعة الله، وإذا ضعفت فاضعف عن معصية الله۔

(۳۸۳) اس بات سے ڈرتے رہو کہ اللہ تمہیں اپنی معصیت کے وقت موجود اور اپنی اطاعت کے وقت غیر حاضر پائے، تو تمہارا شمار گھاٹا اٹھانے والوں میں ہوگا۔ جب قوی و توانا ثابت ہونا ہو تو اللہ کی اطاعت پر اپنی قوت دکھاؤ۔ اور کمزور بننا ہو، تو اس کی معصیت سے کمزوری دکھاؤ۔

۳۸۴- وقال علیه السلام: الركون إلى الدنيا مع ما تعاين منها جهل، والتقصير في حسن العمل إذا وثقت بالثواب عليه غبن، والطمأنينة إلى كل أحد قبل الإختبار عجز۔

(۳۸۴) دنیا کی حالت دیکھتے ہوئے اس کی طرف جھکنا جہالت ہے اور حسن عمل کے ثواب کا یقین رکھتے ہوئے اس میں کوتاہی کرنا گھاٹا اٹھانا ہے۔ اور پرکھے بغیر ہر ایک پر بھروسا کر لینا عجز و کمزوری ہے۔

۳۸۵- وقال علیه السلام: من هوان الدنيا على الله أنه لا يعصى إلا فيها، ولا ينال ما عنده إلا بتركها۔

(۳۸۵) اللہ کے نزدیک دنیا کی حقارت کے لیے یہی بہت ہے کہ اللہ کی معصیت ہوتی ہے تو اس میں اور اس کے یہاں کی نعمتیں حاصل ہوتی ہیں تو اسے چھوڑنے سے

۳۸۶- وقال علیه السلام: من طلب شيئا ناله أو بعضه۔

(۳۸۶) جو شخص کسی چیز کو طلب کرے، تو اسے یا اس کے بعض حصہ کو پا لے گا۔ (جوئندہ یابندہ)

۳۸۷- وقال علیه السلام: ما خير بخير بعده النار، وما شر بشر بعده الجنة، وكل نعيم دون الجنة فهو محقور،

(۳۸۷) وہ بھلائی بھلائی نہیں جس کے بعد دوزخ کی آگ ہو۔ اور وہ برائی برائی نہیں جس کے بعد جنت ہو۔ جنت کے سامنے ہر نعمت حقیر، اور دوزخ کے

وَكُلُّ بَلَاءٍ دُونَ النَّارِ عَافِيَةٌ۔

مقابلہ میں ہر مصیبت راحت ہے۔

۳۸۸- وقال علیہ السلام: أَلَا وَإِنَّ مِنَ الْبَلَاءِ الْفَاقَةَ، وَأَشَدُّ مِنَ الْفَاقَةِ مَرَضُ الْبَدَنِ؛ وَأَشَدُّ مِنْ مَرَضِ الْبَدَنِ مَرَضُ الْقَلْبِ؛ أَلَا وَإِنَّ مِنَ النِّعَمِ سَعَةَ الْمَالِ، وَأَفْضَلُ مِنْ سَعَةِ الْمَالِ صِحَّةُ الْبَدَنِ؛ وَأَفْضَلُ مِنْ صِحَّةِ الْبَدَنِ تَقْوَى الْقَلْبِ

(۳۸۸) اس بات کو جانے رہو کہ فقر و فاقہ ایک مصیبت ہے، اور فقر سے زیادہ سخت جسمانی امراض ہیں، اور جسمانی امراض سے زیادہ سخت دل کا روگ ہے۔ یاد رکھو کہ مال کی فراوانی ایک نعمت ہے اور مال کی فراوانی سے بہتر صحتِ بدن ہے، اور صحتِ بدن سے بہتر دل کی پرہیزگاری ہے۔

۳۸۹- وقال علیہ السلام: مَنْ أَبْطَأَ بِهِ عَمَلُهُ لَمْ يُسْرِعْ بِهِ نَسَبُهُ؛ وفی روایۃ أُخْرَى: مَنْ فَاتَهُ حَسَبُ نَفْسِهِ لَمْ يَنْفَعْهُ حَسَبُ آبَائِهِ)۔

(۳۸۹) جسے عمل پیچھے ہٹائے، اُسے نسب آگے نہیں بڑھا سکتا (ایک دوسری روایت میں اس طرح ہے) جسے ذاتی شرف و منزلت حاصل نہ ہو، اُسے آباؤ اجداد کی منزلت کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔

۳۹۰- وقال علیہ السلام: لِلْمُؤْمِنِ ثَلَاثُ سَاعَاتٍ: فَسَاعَةٌ يُنَاجِي فِيهَا رَبَّهُ؛ وَسَاعَةٌ يَرُمُّ مَعَاشَهُ؛ وَسَاعَةٌ يُخَلِّي بَيْنَ نَفْسِهِ وَبَيْنَ لَذَّتِهَا فِيمَا يَحِلُّ وَيَجْمُلُ وَلَيْسَ لِلْعَاقِلِ أَنْ يَكُونَ شَاخِصاً إِلَّا فِي ثَلَاثٍ مَرَمَّةٍ لِمَعَاشٍ، أَوْ خُطْوَةٍ فِي مَعَادٍ أَوْ لَذَّةٍ فِي غَيْرِ مُحَرَّمٍ۔

(۳۹۰) مومن کے اوقات تین ساعتوں پر منقسم ہوتے ہیں ایک وہ کہ جس میں اپنے پروردگار سے راز و نیاز کی باتیں کرتا ہے اور ایک وہ کہ جس میں اپنے معاش کا سر و سامان کرتا ہے، اور وہ کہ جس میں حلال و پاکیزہ لذتوں میں اپنے نفس کو آزاد چھوڑ دیتا ہے۔ عقلمند آدمی کو زیب نہیں دیتا کہ وہ گھر سے دور ہو۔ مگر تین چیزوں کے لیے "معاش کے بندوبست کے لیے یا امر آخرت کی طرف قدم اٹھانے کے لیے، یا ایسی لذت اندوزی کے لیے کہ جو حرام نہ ہو۔

۳۹۱- وقال علیہ السلام: ازْهَدْ

(۳۹۱) دُنیا سے بے تعلق رہو، تاکہ اللہ تم میں

فِي الدُّنْيَا يُبَصِّرْكَ اللّٰهُ عَوْرَاتِهَا؛ وَلَا تَغْفُلْ فَلَسْتَ بِمَغْفُولٍ عَنْكَ۔

دُنیا کی بُرائیوں کا احساس پیدا کرے۔ اور غافل نہ ہو اس لیے کہ تمہاری طرف سے غافل نہیں ہوا جائے گا۔

---

۳۹۲ - وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: تَكَلَّمُوا تُعْرَفُوا؛ فَإِنَّ الْمَرْءَ مَخْبُوءٌ تَحْتَ لِسَانِهِ۔

(۳۹۲) بات کرو، تاکہ پہچانے جاؤ، کیونکہ آدمی اپنی زبان کے نیچے پوشیدہ ہے۔

---

۳۹۳ - وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: خُذْ مِنَ الدُّنْيَا مَا أَتَاكَ، وَتَوَلَّ عَمَّا تَوَلَّى عَنْكَ؛ فَإِنْ أَنْتَ لَمْ تَفْعَلْ فَأَجْمِلْ فِي الطَّلَبِ۔

(۳۹۳) جو دُنیا سے تمہیں حاصل ہو اُسے لے لو۔ اور جو چیز رُخ پھیر لے اُس سے مُنہ موڑے رہو۔ اور اگر ایسا نہ کر سکو تو پھر تحصیل و طلب میں میانہ روی اختیار کرو۔

---

۳۹۴ - وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: رُبَّ قَوْلٍ أَنْفَذُ مِنْ صَوْلٍ۔

(۳۹۴) بہت سے کلمے حملے سے زیادہ اثر و نفوذ رکھتے ہیں۔

---

۳۹۵ - وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: كُلُّ مُقْتَصَرٍ عَلَيْهِ كَافٍ۔

(۳۹۵) جس چیز پر قناعت کر لی جائے وُہ کافی ہے۔

---

۳۹۶ - وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: الْمَنِيَّةُ وَلَا الدَّنِيَّةُ! وَالتَّقَلُّلُ وَلَا التَّوَسُّلُ؛ وَمَنْ لَمْ يُعْطَ قَاعِدًا لَمْ يُعْطَ قَائِمًا، وَالدَّهْرُ يَوْمَانِ: يَوْمٌ لَكَ، وَيَوْمٌ عَلَيْكَ؛ فَإِذَا كَانَ لَكَ فَلَا تَبْطَرْ، وَإِذَا كَانَ عَلَيْكَ فَاصْبِرْ۔

(۳۹۶) موت ہو اور ذلت نہ ہو۔ کم ملے اور دُوسروں کو وسیلہ بنانا نہ ہو۔ جسے بیٹھے بٹھائے نہیں ملتا۔ اُسے اُٹھنے سے بھی کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ زمانہ دو دنوں پر منقسم ہے۔ ایک دن تمہارے موافق اور ایک تمہارے مخالف۔ جب موافق ہو تو اتراؤ نہیں اور جب مخالف ہو تو صبر کرو۔

---

۳۹۷ - وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: نِعْمَ الطِّيبُ

(۳۹۷) بہترین خوشبو مشک ہے جس کا ظرف

الْمِسْكُ خَفِيفٌ مَحْمِلُهُ، عَطِرٌ رِيحُهُ

ہلکا، اور مہک عطر بار ہے۔

۳۹۸- وقال علیه السلام: ضَعْ فَخْرَكَ، وَاحْطُطْ كِبْرَكَ، وَاذْكُرْ قَبْرَكَ

(۳۹۸) فخر و سربلندی کو چھوڑو، تکبر و غرور کو مٹاؤ، اور قبر کو یاد رکھو۔

۳۹۹- وقال علیه السلام: إِنَّ لِلْوَلَدِ عَلَى الْوَالِدِ حَقّاً، وَإِنَّ لِلْوَالِدِ عَلَى الْوَلَدِ حَقّاً، فَحَقُّ الْوَالِدِ عَلَى الْوَلَدِ أَنْ يُطِيعَهُ فِي كُلِّ شَيْءٍ، إِلَّا فِي مَعْصِيَةِ اللهِ سُبْحَانَهُ، وَحَقُّ الْوَلَدِ عَلَى الْوَالِدِ أَنْ يُحَسِّنَ اسْمَهُ، وَيُحَسِّنَ أَدَبَهُ، وَيُعَلِّمَهُ الْقُرْآنَ۔

(۳۹۹) ایک حق فرزند کا باپ پر ہوتا ہے اور ایک حق باپ کا فرزند پر ہوتا ہے۔ باپ کا فرزند پر یہ حق ہے کہ وہ سوائے اللہ کی معصیت کے ہر بات میں اس کی اطاعت کرے اور فرزند کا باپ پر یہ حق ہے کہ اس کا نام اچھا تجویز کرے، اچھے اخلاق و آداب سے آراستہ کرے، اور قرآن کی اسے تعلیم دے

۴۰۰- وقال علیه السلام: الْعَيْنُ حَقٌّ، وَالرُّقَى حَقٌّ، وَالسِّحْرُ حَقٌّ، وَالْفَأْلُ حَقٌّ، وَالطِّيَرَةُ لَيْسَتْ بِحَقٍّ، وَالْعَدْوَى لَيْسَتْ بِحَقٍّ، وَالطِّيبُ نُشْرَةٌ، وَالْعَسَلُ نُشْرَةٌ، وَالرُّكُوبُ نُشْرَةٌ، وَالنَّظَرُ إِلَى الْخُضْرَةِ نُشْرَةٌ۔

(۴۰۰) چشم بد، افسوں، سحر اور فال نیک ان سب میں واقعیت ہے۔ البتہ فال بد اور ایک کی بیماری کا دوسرے کو لگ جانا غلط ہے۔ خوشبو سونگھنا، شہد کھانا، سواری کرنا اور سبزے پر نظر کرنا غم و اندوہ اور قلق و اضطراب کو دور کرتا ہے۔

طیرہ کے معنی فال بد اور تفاؤل کے معنی فال نیک کے ہوتے ہیں۔ شرعی لحاظ سے کسی چیز سے بُرا شگون لینا کوئی حقیقت نہیں رکھتا اور یہ صرف توہمات کا کرشمہ ہے۔ اس بدشگونی کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ کیومرث کے بیٹوں نے رات کے پہلے حصہ میں مرغ کی اذان سنی، اور اتفاق سے اسی رات کو کیومرث کا انتقال ہو گیا جس سے انھیں یہ توہم ہوا کہ مرغ کا بے وقت اذان دینا کسی خبر غم کا پیش خیمہ ہوتا ہے۔ چنانچہ انھوں نے اس مرغ کو ذبح کر دیا، اور بعد میں مختلف حادثوں کا مختلف چیزوں سے خصوصی تعلق قائم کر لیا گیا۔

البتہ فال نیک لینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ چنانچہ جب ہجرت پیغمبرؐ کے بعد قریش نے یہ اعلان کیا کہ جو آنحضرتؐ کو گرفتار کرے گا، تو اسے سو اونٹ انعام میں دیئے جائیں گے تو ابو بریدہ اسلمی اپنے قبیلہ کے ستر آدمیوں کے ہمراہ

آپ کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ اور جب ایک منزل پر آمنا سامنا ہوا تو آنحضرتؐ نے پوچھا تم کون ہو اس نے کہا کہ بریدہ ابن خصیب۔ حضرتؐ نے یہ نام سُنا تو فرمایا بَرَدَ اَمرنا "ہمارا معاملہ خوشگوار ہو گیا" پھر پوچھا کہ کس قبیلہ سے ہو؟ اس نے کہا کہ اسلم سے۔ تو فرمایا کہ سلمنا "ہم نے سلامتی پائی" پھر دریافت کیا کہ کس شاخ سے ہو؟ اس نے کہا بنی سہم سے۔ تو فرمایا کہ خرج سہمک "تمہارا تیر نکل گیا"۔ بریدہ اس اندازِ گفتگو اور حسنِ گفتار سے بہت متاثر ہوا۔ اور پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ فرمایا کہ محمدؐ ابن عبداللہ ۔ ۔ ۔ یہ سن کر بے ساختہ اُس کی زبان سے نکلا: اشهد انك رسول الله (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور قریش کے انعام سے دستبردار ہو کر دولتِ ایمان سے مالامال ہو گیا۔

٤٠١۔ وقال عليه السلام: مُقَارَبَةُ النَّاسِ فِي أَخْلَاقِهِمْ أَمْنٌ مِنْ غَوَائِلِهِمْ۔

(۴۰۱) لوگوں سے ان کے اخلاق و اطوار میں ہم رنگ ہونا ان کے شر سے محفوظ ہو جانا ہے۔

٤٠٢۔ وقال عليه السلام: لبعض مخاطبيه — وقد تكلم بكلمة يستصغر مثله عن قول مثلها: لَقَدْ طِرْتَ شَكِيرًا، وَهَدَرْتَ سَقْبًا۔

قال الرضي: والشكير ههنا: أول ما ينبت من ريش الطائر قبل أن يقوى ويستحصف، والسقب: الصغير من الإبل، ولا يهدر إلا بعد أن يستفحل۔

(۴۰۲) ایک ہمکلام ہونے والے سے کہ جس نے اپنی حیثیت سے بڑھ کر ایک بات کہی تھی، فرمایا تم پر نکلتے ہی اُڑنے لگے اور جوان ہونے سے پہلے بلبلانے لگے۔

(سید رضی فرماتے ہیں) کہ اس فقرہ میں شکیر سے مُراد وہ پر ہیں جو پہلے پہل نکلتے ہیں اور ابھی مضبوط و مستحکم نہیں ہونے پاتے، اور سقب اُونٹ کے بچے کو کہتے ہیں اور وہ اس وقت بلبلاتا ہے، جب جوان ہو جاتا ہے۔

٤٠٣۔ وقال عليه السلام: مَنْ أَوْمَأَ إِلَى مُتَفَاوِتٍ خَذَلَتْهُ الْحِيَلُ۔

(۴۰۳) جو شخص مختلف چیزوں کا طلب گار ہوتا ہے اس کی ساری تدبیریں ناکام ہو جاتی ہیں۔ "طلب الکل، فوت الکل"۔

---

۴۰۴ - وقال علیه السلام: وَقَدْ سُئِلَ عَنْ مَعْنَى قَوْلِهِمْ (لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ) - إِنَّا لَا نَمْلِكُ مَعَ اللّٰهِ شَيْئًا، وَلَا نَمْلِكُ إِلَّا مَا مَلَّكَنَا، فَمَتَى مَلَّكَنَا مَا هُوَ أَمْلَكُ بِهِ مِنَّا كَلَّفَنَا، وَمَتَى أَخَذَهُ مِنَّا وَضَعَ تَكْلِيفَهُ عَنَّا۔

(۴۰۴) حضرت سے لاحول ولا قوۃ الا باللہ (قوت و توانائی نہیں مگر اللہ کے سبب سے) کے معنے دریافت کیے گئے، تو آپ نے فرمایا کہ ہم خدا کے ساتھ کسی چیز کے مالک نہیں۔ اس نے جن چیزوں کا ہمیں مالک بنایا ہے بس ہم انہیں پر اختیار رکھتے ہیں۔ تو جب اس نے ہمیں ایسی چیز کا مالک بنایا جس پر وہ ہم سے زیادہ اختیار رکھتا ہے تو ہم پر شرعی ذمہ داریاں عائد کیں۔ اور جب اس چیز کو واپس لے لے گا، تو ہم سے اس ذمہ داری کو بھی برطرف کر دے گا

مطلب یہ ہے کہ انسان کو کسی شے پر مستقلاً تملک و اختیار حاصل نہیں بلکہ یہ حق ملکیت و قوت تصرف قدرت کا بخشا ہوا ایک عطیہ ہے اور جب تک یہ تملک و اختیار باقی رہتا ہے تکلیف شرعی برقرار رہتی ہے اور اُسے سلب کر لیا جاتا ہے، تو تکلیف بھی برطرف ہو جاتی ہے۔ کیونکہ ایسی صورت میں تکلیف کا عائد کرنا تکلیف مالایطاق ہے جو کسی حکیم و دانا کی طرف سے عائد نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ اللہ سبحانہ نے اعضا و جوارح میں اعمال کے بجا لانے کی قوت، ودیعت فرمانے کے بعد ان سے تکلیف متعلق کی۔ لہٰذا جب تک یہ قوت باقی رہے گی، ان سے تکلیف کا تعلق رہے گا۔ اور اس قوت کے سلب کر لینے کے بعد تکلیف بھی برطرف ہو جائے گی، جیسے زکوٰۃ کا فریضہ اُسی وقت عائد ہوتا ہے جب دولت ہو، اور جب وہ دولت کو چھین لے گا، تو اس کے نتیجہ میں زکوٰۃ کا وجوب بھی ساقط کر دے گا۔ کیونکہ ایسی صورت میں تکلیف کا عائد کرنا عقلاً قبیح ہے۔

---

۴۰۵ - وقال علیه السلام: لِعَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ، وقد سمعه يراجع المغيرة بن شعبة كلامًا: دَعْهُ يَا عَمَّارُ، فَإِنَّهُ لَمْ يَأْخُذْ مِنَ الدِّينِ إِلَّا مَا قَارَبَهُ مِنَ الدُّنْيَا، وَعَلَى عَمْدٍ لَبَّسَ عَلَى نَفْسِهِ لِيَجْعَلَ الشُّبُهَاتِ عَاذِرًا لِسَقَطَاتِهِ۔

(۴۰۵) عمار بن یاسر کو جب مغیرہ ابن شعبہ سے سوال و جواب کرتے سنا، تو اُن سے فرمایا: اے عمار اسے چھوڑ دو۔ اُس نے دین سے بس وہ لیا ہے، جو اُسے دُنیا سے قریب کرے اور اس نے جان بوجھ کر اپنے کو اشتباہ میں ڈال رکھا ہے تاکہ ان شبہات کو اپنی لغزشوں کے لیے بہانہ قرار دے سکے۔

---

۴۰۶ - وقال علیه السلام: مَا

(۴۰۶) اللہ کے یہاں اجر کے لیے دولتمندوں

أَحْسَنَ تَوَاضُعَ الْأَغْنِيَاءِ لِلْفُقَرَاءِ طَلَبًا لِمَا عِنْدَ اللهِ! وَأَحْسَنُ مِنْهُ تِيهُ الْفُقَرَاءِ عَلَى الْأَغْنِيَاءِ اتِّكَالًا عَلَى اللهِ۔

کا فقیروں سے عجز و انکساری برتنا کتنا اچھا ہے، اور اس سے اچھا فقرا کا اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے دولتمندوں کے مقابلہ میں غرور سے پیش آنا ہے

۴۰۷ وقال علیه السّلام: مَا اسْتَوْدَعَ اللهُ امْرَأً عَقْلًا إِلَّا اسْتَنْقَذَهُ بِهِ يَوْمًا مَّا۔

(۴۰۷) اللہ نے کسی شخص کو عقل ودیعت نہیں کی ہے۔ مگر یہ کہ وہ کسی دن اُس کے ذریعہ سے اُسے تباہی سے بچائے گا۔

۴۰۸۔ وقال علیه السلام: مَنْ صَارَعَ الْحَقَّ صَرَعَهُ۔

(۴۰۸) جو حق سے ٹکرائے گا، حق اُسے پچھاڑ دے گا۔

۴۰۹۔ وقال علیه السّلام: الْقَلْبُ مُصْحَفُ الْبَصَرِ۔

(۴۰۹) دل آنکھوں کا صحیفہ ہے۔

۴۱۰۔ وقال علیه السّلام: التُّقَى رَئِيسُ الْأَخْلَاقِ۔

(۴۱۰) تقویٰ تمام خصلتوں کا سرتاج ہے۔

۴۱۱۔ وقال علیه السّلام: لَا تَجْعَلَنَّ ذَرَبَ لِسَانِكَ عَلَى مَنْ أَنْطَقَكَ، وَبَلَاغَةَ قَوْلِكَ عَلَى مَنْ سَدَّدَكَ۔

(۴۱۱) جس ذات نے تمھیں بولنا سکھایا ہے اُسی کے خلاف اپنی زبان کی تیزی صرف نہ کرو۔ اور جس نے تمھیں راہ پر لگایا ہے، اس کے مقابلے میں فصاحتِ گفتار کا مظاہرہ نہ کرو۔

۴۱۲۔ وقال علیه السّلام: كَفَاكَ أَدَبًا لِنَفْسِكَ اجْتِنَابُ مَا تَكْرَهُهُ مِنْ غَيْرِكَ۔

(۴۱۲) تمھارے نفس کی آراستگی کے لیے یہی کافی ہے کہ جس چیز کو اوروں کے لیے ناپسند کرتے ہو، اُس سے خود بھی پرہیز کرو۔

٤١٣ - وقال عليه السلام: مَنْ صَبَرَ صَبْرَ الأَحْرَارِ، وَإِلَّا سَلَا سُلُوَّ الأَغْمَارِ.

(۴۱۳) جوانمردوں کی طرح صبر کرے، نہیں تو سادہ لوحوں کی طرح بھول بھال کر چپ ہوگا۔

---

٤١٤ - وفي خبر آخر أنه عليه السلام قال للأشعث بن قيس معزيا: إِنْ صَبَرْتَ صَبْرَ الأَكَارِمِ، وَإِلَّا سَلَوْتَ سُلُوَّ البَهَائِمِ.

(۴۱۴) ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے اشعث ابن قیس کو تعزیت دیتے ہوئے فرمایا: اگر بزرگوں کی طرح تم نے صبر کیا، تو خیر! ورنہ چوپاؤں کی طرح ایک دن بھول جاؤ گے۔

---

٤١٥ - وقال عليه السلام في صفة الدنيا: تَغُرُّ وَتَضُرُّ وَتَمُرُّ، إِنَّ اللهَ تَعَالَى لَمْ يَرْضَهَا ثَوَاباً لِأَوْلِيَائِهِ، وَلَا عِقَاباً لِأَعْدَائِهِ؛ وَإِنَّ أَهْلَ الدُّنْيَا كَرَكْبٍ بَيْنَا هُمْ حَلُّوا إِذْ صَاحَ بِهِمْ سَائِقُهُمْ فَارْتَحَلُوا.

(۴۱۵) دنیا کے متعلق فرمایا: دنیا دھوکے باز، نقصان رساں اور رواں دواں ہے۔ اللہ نے اپنے دوستوں کے لیے اسے بطور ثواب پسند نہیں کیا، اور نہ دشمنوں کے لیے اسے بطور سزا پسند کیا۔ اہل دنیا سواروں کے مانند ہیں کہ ابھی انھوں نے منزل کی ہی تھی کہ ہنکانے والے نے انھیں للکارا، اور یہ چل دیئے۔

---

٤١٦ - وقال لابنه الحسن عليه السلام: لَا تُخَلِّفَنَّ وَرَاءَكَ شَيْئاً مِنَ الدُّنْيَا؛ فَإِنَّكَ تُخَلِّفُهُ لِأَحَدِ رَجُلَيْنِ: إِمَّا رَجُلٍ عَمِلَ فِيهِ بِطَاعَةِ اللهِ فَسَعِدَ بِمَا شَقِيتَ بِهِ، وَإِمَّا رَجُلٍ عَمِلَ فِيهِ بِمَعْصِيَةِ اللهِ (فَشَقِيَ بِمَا جَمَعْتَ لَهُ) فَكُنْتَ عَوْناً لَهُ عَلَى مَعْصِيَتِهِ، وَلَيْسَ أَحَدُ هٰذَيْنِ حَقِيقاً أَنْ تُؤْثِرَهُ

(۴۱۶) اپنے فرزند حسن علیہ السلام سے فرمایا اے فرزند! دنیا کی کوئی چیز اپنے پیچھے نہ چھوڑو۔ اس لیے کہ تم دو میں سے ایک کے لیے چھوڑو گے۔ ایک وہ جو اس مال کو خدا کی اطاعت میں صرف کرے گا تو جو مال تمھارے لیے بدبختی کا سبب بنا وہ اس کے لیے راحت و آرام کا باعث ہوگا۔ یا وہ ہوگا جو اسے خدا کی معصیت میں صرف کرے، تو وہ تمھارے جمع کردہ مال کی وجہ سے بدبخت ہوگا اور اس صورت میں تم خدا کی معصیت میں اس کے معین و مددگار ہوگے، اور ان دونوں میں سے ایک

عَلٰی نَفْسِكَ

قَالَ الرضی: ویروی هٰذا الکلام علی وجہ آخر و هو

أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّ الَّذِي فِي يَدِكَ مِنَ الدُّنْيَا قَدْ كَانَ لَهُ أَهْلٌ قَبْلَكَ، وَهُوَ صَائِرٌ إِلَى أَهْلٍ بَعْدَكَ؛ إِنَّمَا أَنْتَ جَامِعٌ لِأَحَدِ رَجُلَيْنِ: رَجُلٌ عَمِلَ فِيمَا جَمَعْتَهُ بِطَاعَةِ اللهِ فَسَعِدَ بِمَا شَقِيتَ بِهِ؛ أَوْ رَجُلٌ عَمِلَ فِيهِ بِمَعْصِيَةِ اللهِ فَشَقِيتَ بِمَا جَمَعْتَ لَهُ، وَلَيْسَ أَحَدُ هٰذَيْنِ أَهْلًا أَنْ تُؤْثِرَهُ عَلٰى نَفْسِكَ وَلَا أَنْ تَحْمِلَ لَهُ عَلٰى ظَهْرِكَ فَارْجُ لِمَنْ مَضٰى رَحْمَةَ اللهِ، وَلِمَنْ بَقِيَ رِزْقَ اللهِ۔

شخص بھی ایسا نہیں کہ اُسے اپنے نفس پر ترجیح دو۔

سید رضی فرماتے ہیں کہ یہ کلام ایک دوسری صورت میں بھی روایت کیا گیا ہے جو یہ ہے۔

جو مال تمہارے ہاتھ میں ہے تم سے پہلے اس کے مالک دوسرے تھے۔ اور یہ تمہارے بعد دُوسروں کی طرف پلٹ جائے گا اور تم دو میں سے ایک کے لیے جمع کرنے والے ہو۔ ایک وُہ جو تمہارے جمع کیے ہوئے مال کو خدا کی اطاعت میں صرف کرے گا۔ تو جو مال تمہارے لیے بدبختی کا سبب ہُوا۔ وہ اُس کے لیے سعادت و نیک بختی کا سبب ہوگا یا وہ جو اس مال سے اللہ کی معصیت کرے تو جو تم نے اس کے لیے جمع کیا وہ تمہارے لیے بدبختی کا سبب ہوگا اور ان دونوں میں سے ایک بھی اِس قابل نہیں کہ اسے اپنے نفس پر ترجیح دو، اور ان کی وجہ سے اپنی پُشت کو گرانبار کرو، جو گزر گیا اس کے لیے اللہ کی رحمت، اور جو باقی رہ گیا ہے اس کے لیے رزقِ الٰہی کے اُمیدوار رہو۔

۴۱۷- وقال علیه السلام لقائل قال بحضرته أَسْتَغْفِرُ اللهَ ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ أَتَدْرِي مَا الْاِسْتِغْفَارُ؟ الْاِسْتِغْفَارُ دَرَجَةُ الْعِلِّيِّينَ، وَهُوَ اسْمٌ وَاقِعٌ عَلٰى سِتَّةِ مَعَانٍ: أَوَّلُهَا النَّدَمُ عَلٰى مَا مَضٰى، وَالثَّانِي: الْعَزْمُ عَلٰى تَرْكِ الْعَوْدِ إِلَيْهِ أَبَدًا وَالثَّالِثُ أَنْ تُؤَدِّيَ إِلَى الْمَخْلُوقِينَ حُقُوقَهُمْ

(۴۱۷) ایک کہنے والے نے آپ کے سامنے استغفر اللہ کہا۔ تو آپ نے اس سے فرمایا:

تمہاری ماں تمہارا سوگ منائے کچھ معلوم بھی ہے کہ استغفار کیا ہے؟ استغفار بلند منزلت لوگوں کا مقام ہے اور یہ ایک ایسا لفظ ہے جو چھ باتوں پر حاوی ہے پہلے یہ کہ جو ہو چکا اُس پر نادم ہو، دوسرے ہمیشہ کے لیے اس کے مرتکب نہ ہونے کا تہیا کرنا، تیسرے یہ کہ مخلوق کے حقوق ادا کرنا یہاں تک کہ اللہ کے حضور میں اس حالت

حَتَّى تَلْقَى اللهَ أَمْلَسَ لَيْسَ عَلَيْكَ تَبِعَةٌ، وَالرَّابِعُ: أَنْ تَعْمِدَ إِلَى كُلِّ فَرِيضَةٍ عَلَيْكَ ضَيَّعْتَهَا فَتُؤَدِّيَ حَقَّهَا، وَالْخَامِسُ أَنْ تَعْمِدَ إِلَى اللَّحْمِ الَّذِي نَبَتَ عَلَى السُّحْتِ فَتُذِيبَهُ بِالْأَحْزَانِ حَتَّى تُلْصِقَ الْجِلْدَ بِالْعَظْمِ وَيَنْشَأَ بَيْنَهُمَا لَحْمٌ جَدِيدٌ، وَالسَّادِسُ: أَنْ تُذِيقَ الْجِسْمَ أَلَمَ الطَّاعَةِ كَمَا أَذَقْتَهُ حَلَاوَةَ الْمَعْصِيَةِ، فَعِنْدَ ذٰلِكَ تَقُولُ: أَسْتَغْفِرُ اللهَ".

میں پہنچو کہ تمہارا دامن پاک و صاف اور تم پر کوئی مواخذہ نہ ہو۔ چوتھے یہ کہ جو فرائض تم پر عائد ہوئے تھے، اور تم نے انھیں ضائع کر دیا تھا، انھیں اب پورے طور پر بجا لاؤ۔ پانچویں یہ کہ جو گوشت (اکل) حرام سے نشوونما پاتا رہا ہے، اس کو غم و اندوہ سے پگھلاؤ۔ یہاں تک کہ کھال کو ہڈیوں سے ملا دو کہ پھر سے ان دونوں کے درمیان نیا گوشت پیدا ہو۔ چھٹے یہ کہ اپنے جسم کو اطاعت کے رنج سے آشنا کرو جس طرح اُسے گناہ کی شیرینی سے لذت اندوز کیا ہے۔ تو اب کہو: "استغفر اللہ"۔

---

۴۱۸ - وقال عليه السلام: الْحِلْمُ عَشِيرَةٌ

(۴۱۸) حلم و تحمل ایک پورا قبیلہ ہے۔

---

۴۱۹ - وقال عليه السلام: مِسْكِينٌ ابْنُ آدَمَ: مَكْتُومُ الْأَجَلِ، مَكْنُونُ الْعِلَلِ، مَحْفُوظُ الْعَمَلِ، تُؤْلِمُهُ الْبَقَّةُ، وَتَقْتُلُهُ الشَّرْقَةُ، وَتُنْتِنُهُ الْعَرْقَةُ.

(۴۱۹) بیچارہ آدمی کتنا بے بس ہے۔ موت اس سے نہاں، بیماریاں اس سے پوشیدہ، اور اس کے اعمال محفوظ ہیں۔ مچھر کے کاٹنے سے چیخ اُٹھتا ہے، اچھو لگنے سے مر جاتا ہے اور پسینہ اس میں بدبو پیدا کر دیتا ہے۔

---

۴۲۰ - وروي أنه عليه السلام كان جالسا في أصحابه، فمرت بهم امرأة جميلة فرمقها القوم بأبصارهم فقال عليه السلام: إِنَّ أَبْصَارَ هٰذِهِ الْفُحُولِ طَوَامِحُ، وَإِنَّ ذٰلِكَ سَبَبُ هِبَابِهَا، فَإِذَا نَظَرَ أَحَدُكُمْ إِلَى امْرَأَةٍ تُعْجِبُهُ فَلْيُلَامِسْ

(۴۲۰) وارد ہوا ہے کہ حضرت اپنے اصحاب کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے، کہ اُن کے سامنے سے ایک حسین عورت کا گزر ہوا جسے اُن لوگوں نے دیکھنا شروع کیا۔ جس پر حضرت نے فرمایا۔

ان مردوں کی آنکھیں تاکنے والی ہیں اور یہ نظربازی ان کی خواہشات کو برانگیختہ کرنے کا سبب ہے۔ لہٰذا اگر تم میں سے کسی کی نظر ایسی عورت پر پڑے کہ جو اُسے اچھی

أَهْلَهُ، فَإِنَّمَا هِيَ امْرَأَةٌ كَامْرَأَةٍ. فقال رجل من الخوارج قاتله الله كافرًا ما أفقهه! فوثب القوم ليقتلوه، فقال عليه السلام: رُوَيْدًا إِنَّمَا هُوَ سَبٌّ بِسَبٍّ أَوْ عَفْوٌ عَنْ ذَنْبٍ!

معلوم ہو، تو اُسے اپنی زوجہ کی طرف متوجہ ہونا چاہیے کیونکہ یہ عورت بھی عورت کے مانند ہے۔ یہ سُن کر ایک خارجی نے کہا کہ خدا اُس کافر کو قتل کرے یہ کتنا بڑا فقیہ ہے۔ یہ سُن کر لوگ اُسے قتل کرنے اُٹھے۔ حضرت نے فرمایا کہ ٹھہرو! زیادہ سے زیادہ گالی کا بدلہ گالی سے ہو سکتا ہے، یا اس کے گناہ ہی سے درگزر کرو۔

---

۴۲۱ - (وقال عليه السلام: كَفَاكَ مِنْ عَقْلِكَ مَا أَوْضَحَ لَكَ سُبُلَ غَيِّكَ مِنْ رُشْدِكَ)

(۴۲۱) اتنی عقل تمہارے لیے کافی ہے کہ جو گمراہی کی راہوں کو ہدایت کے راستوں سے الگ کر کے تمھیں دکھا دے۔

---

۴۲۲ - وقال عليه السلام: افْعَلُوا الْخَيْرَ وَلَا تَحْقِرُوا مِنْهُ شَيْئًا فَإِنَّ صَغِيرَهُ كَبِيرٌ وَقَلِيلَهُ كَثِيرٌ، وَلَا يَقُولَنَّ أَحَدُكُمْ إِنَّ أَحَدًا أَوْلَى بِفِعْلِ الْخَيْرِ مِنِّي فَيَكُونَ وَاللهِ كَذٰلِكَ. إِنَّ لِلْخَيْرِ وَالشَّرِّ أَهْلًا فَمَهْمَا تَرَكْتُمُوهُ مِنْهُمَا كَفَاكُمُوهُ أَهْلُهُ۔

(۴۲۲) اچھے کام کرو اور تھوڑی سی بھلائی کو بھی حقیر نہ سمجھو۔ کیونکہ چھوٹی سی نیکی بھی بڑی اور تھوڑی سی بھلائی بھی بہت ہے۔ تم میں سے کوئی شخص یہ نہ کہے کہ اچھے کام کے کرنے میں کوئی دوسرا مجھ سے زیادہ سزاوار ہے۔ ورنہ خدا کی قسم ایسا ہی ہو کر رہے گا۔ کچھ نیکی والے ہوتے ہیں اور کچھ بُرائی والے۔ جب تم نیکی یا بدی کسی ایک کو چھوڑ دو گے، تو تمہارے بجائے اس کے اہل اِسے انجام دے کر رہیں گے۔

---

۴۲۳ - وقال عليه السلام: مَنْ أَصْلَحَ سَرِيرَتَهُ أَصْلَحَ اللهُ عَلَانِيَتَهُ وَمَنْ عَمِلَ لِدِينِهِ كَفَاهُ (اللهُ) أَمْرَ دُنْيَاهُ، وَمَنْ أَحْسَنَ فِيمَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللهِ أَحْسَنَ اللهُ مَا بَيْنَهُ وَ

(۴۲۳) جو اپنے اندرونی حالات کو درست رکھتا ہے، خدا اس کے ظاہر کو بھی درست کر دیتا ہے۔ اور جو دین کے لیے سرگرم عمل ہوتا ہے، اللہ اس کے دنیا کے کاموں کو پورا کر دیتا ہے اور جو اپنے اور اللہ کے درمیان خوش معاملگی رکھتا ہے۔ خدا اُس کے اور بندوں کے

بَيْنَ النَّاسِ ۔

درمیان کے معاملات ٹھیک کر دیتا ہے ۔

---

۴۲۴ ۔ وقال علیه السلام: الْحِلْمُ غِطَاءٌ سَاتِرٌ، وَالْعَقْلُ حُسَامٌ قَاطِعٌ، فَاسْتُرْ خَلَلَ خُلُقِكَ بِحِلْمِكَ، وَقَاتِلْ هَوَاكَ بِعَقْلِكَ ۔

(۴۲۴) حلم و تحمل ڈھانکنے والا پردہ اور عقل کاٹنے والی تلوار ہے۔ لہٰذا اپنے اخلاق کے کمزور پہلو کو حلم و بردباری سے چھپاؤ، اور اپنی عقل سے خواہشِ نفسانی کا مقابلہ کرو۔

---

۴۲۵ ۔ وقال علیه السلام: إِنَّ لِلّٰهِ عِبَاداً يَخْتَصُّهُمُ اللّٰهُ بِالنِّعَمِ لِمَنَافِعِ الْعِبَادِ، فَيُقِرُّهَا فِي أَيْدِيهِمْ مَا بَذَلُوهَا، فَإِذَا مَنَعُوهَا نَزَعَهَا مِنْهُمْ ثُمَّ حَوَّلَهَا إِلَى غَيْرِهِمْ ۔

(۴۲۵) بندوں کی منفعت رسانی کے لیے اللہ کچھ بندگانِ خدا کو نعمتوں سے مخصوص کر لیتا ہے۔ لہٰذا جب تک وہ دیتے دلاتے رہتے ہیں، اللہ ان نعمتوں کو اُن کے ہاتھوں میں برقرار رکھتا ہے اور جب ان نعمتوں کو روک لیتے ہیں تو اللہ اُن سے چھین کر دوسروں کی طرف منتقل کر دیتا ہے ۔

---

۴۲۶ ۔ وقال علیه السلام: لَا يَنْبَغِي لِلْعَبْدِ أَنْ يَثِقَ بِخَصْلَتَيْنِ: الْعَافِيَةِ، وَالْغِنَى، بَيْنَا تَرَاهُ مُعَافىً إِذْ سَقِمَ، وَبَيْنَا تَرَاهُ غَنِيّاً إِذِ افْتَقَرَ ۔

(۴۲۶) کسی بندے کے لیے مناسب نہیں کہ وہ دو چیزوں پر بھروسا کرے۔ ایک صحت اور دوسرے دولت کیونکہ ابھی تم کسی کو تندرست دیکھ رہے تھے، کہ وہ دیکھتے ہی دیکھتے بیمار پڑ جاتا ہے اور ابھی تم اسے دولتمند دیکھ رہے تھے کہ فقیر و نادار ہو جاتا ہے ۔

---

۴۲۷ ۔ وقال علیه السلام: مَنْ شَكَا الْحَاجَةَ إِلَى مُؤْمِنٍ فَكَأَنَّهُ شَكَاهَا إِلَى اللّٰهِ، وَمَنْ شَكَاهَا إِلَى كَافِرٍ فَكَأَنَّمَا شَكَا اللّٰهَ ۔

(۴۲۷) جو شخص اپنی حاجت کا گلہ کسی مردِ مومن سے کرتا ہے، گویا اُس نے اللہ کے سامنے اپنی شکایت پیش کی۔ اور جو کافر کے سامنے گلہ کرتا ہے، گویا اُس نے اپنے اللہ کی شکایت کی ۔

---

۴۲۸ - وقال علیه السلام: في بعض الأعياد: إنّما هو عيدٌ لمن قبل الله صيامه وشكر قيامه، وكلُّ يومٍ لا يُعصى الله فيه فهو عيدٌ.

(۴۲۸) ایک عید کے موقع پر فرمایا: عید صرف اس کے لیے ہے جس کے روزوں کو اللہ نے قبول کیا ہو، اور اس کے قیام (نماز) کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہو، اور ہر وہ دن کہ جس میں اللہ کی معصیت نہ کی جائے، عید کا دن ہے۔

اگر حس و ضمیر زندہ ہو تو گناہ کی تکلیف دہ یاد سے اطمینانِ قلب جاتا رہتا ہے۔ کیونکہ طمانیت و مسرت اسی وقت حاصل ہوتی ہے جب روح گناہ کے بوجھ سے ہلکی اور دامنِ معصیت کی آلائش سے پاک ہو اور یہی خوشی زمانہ اور وقت کی پابند نہیں ہوتی بلکہ انسان جس دن چاہے گناہ سے بچ کر اس مسرت سے کیف اندوز ہو سکتا ہے اور یہی مسرت حقیقی مسرت اور عید کا پیغام ہوگی۔ ع

ہر شب شب قدر است اگر قدر بدانی!

---

۴۲۹ - وقال علیه السلام: إنّ أعظم الحسرات يوم القيامة حسرةُ رجلٍ كسب مالاً في غير طاعة الله فورثه رجلٌ فأنفقه في طاعة الله سبحانه فدخل به الجنّة ودخل الأوّل به النار.

(۴۲۹) قیامت کے دن سب سے بڑی حسرت اُس شخص کی ہوگی جس نے اللہ کی نافرمانی کر کے مال حاصل کیا ہو، اور اُس کا وارث وہ شخص ہوا ہو جس نے اُسے اللہ کی اطاعت میں صرف کیا ہو کہ یہ تو اس مال کی وجہ سے جنت میں داخل ہوا، اور پہلا اس کی وجہ سے جہنم میں گیا۔

---

۴۳۰ - وقال علیه السلام: إنّ أخسر الناس صفقةً وأخيبهم سعياً رجلٌ أخلق بدنه في طلب ماله، ولم تساعده المقادير على إرادته، فخرج من الدنيا بحسرته وقدم على الآخرة بتبعته.

(۴۳۰) لین دین میں سب سے زیادہ گھاٹا اٹھانے والا اور دوڑ دھوپ میں سب سے زیادہ ناکام ہونے والا وہ شخص ہے جس نے مال کی طلب میں اپنے بدن کو بوسیدہ کر ڈالا ہو۔ مگر تقدیر نے اُس کے ارادوں میں اس کا ساتھ نہ دیا ہو۔ لہٰذا وہ دُنیا سے بھی حسرت لیے ہوئے گیا، اور آخرت میں بھی اس کی پاداش کا سامنا کیا۔

انسان زندگی بھر تگ و دو کرنے کے باوجود دُنیا کی تمام کامرانیوں سے ہمکنار نہیں ہو سکتا۔ اگر کہیں سعی و طلب

کے نتیجہ میں کامیاب ہوتا ہے، تو اُسے بہت سے موقعوں پر ناکامی و نامرادی سے دوچار اور تقدیر کے سامنے درماندہ و سر افگندہ ہو کر اپنے ارادوں سے دستبردار بھی ہونا پڑتا ہے۔ اگر غور کیا جائے تو بخوبی اس نتیجہ پر پہنچا جا سکتا ہے کہ جب دنیا طلب و کوشش کے باوجود حاصل نہیں ہوتی، تو اُخروی کامرانی بغیر طلب و سعی کے کیونکر حاصل ہو سکتی ہے؟ ؎

دنیا طلبیدیم و بمقصد نہ رسیدیم   یا رب چہ شود آخرت نا طلبیدہ

۴۳۱- وقال علیه السلام: اَلرِّزْقُ رِزْقَانِ: طَالِبٌ، وَ مَطْلُوبٌ؛ فَمَنْ طَلَبَ الدُّنْیَا طَلَبَهُ الْمَوْتُ حَتّٰى یُخْرِجَهُ عَنْهَا، وَ مَنْ طَلَبَ الْاٰخِرَةَ طَلَبَتْهُ الدُّنْیَا حَتّٰى یَسْتَوْفِیَ رِزْقَهٗ مِنْهَا۔

(۴۳۱) رزق دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک وہ جو خود ڈھونڈتا ہے، اور ایک وہ جسے ڈھونڈا جاتا ہے۔ چنانچہ جو دُنیا کا طلبگار ہوتا ہے، موت اُس کو ڈھونڈتی ہے۔ یہاں تک کہ دُنیا سے اُسے نکال باہر کرتی ہے۔ اور جو شخص آخرت کا خواستگار ہوتا ہے، دُنیا خود اُسے تلاش کرتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ اس سے تمام و کمال اپنی روزی حاصل کر لیتا ہے۔

۴۳۲- وقال علیه السلام: اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللهِ هُمُ الَّذِیْنَ نَظَرُوْا اِلٰى بَاطِنِ الدُّنْیَا اِذَا نَظَرَ النَّاسُ اِلٰى ظَاهِرِهَا، وَ اشْتَغَلُوْا بِاٰجِلِهَا اِذَا اشْتَغَلَ النَّاسُ بِعَاجِلِهَا، فَاَمَاتُوْا مِنْهَا مَا خَشُوْا اَنْ یُّمِیْتَهُمْ، وَ تَرَكُوْا مِنْهَا مَا عَلِمُوْا اَنَّهٗ سَیَتْرُكُهُمْ، وَ رَاَوُا اسْتِكْثَارَ غَیْرِهِمْ مِنْهَا اسْتِقْلَالًا، وَ دَرَكَهُمْ لَهَا فَوْتًا، اَعْدَآءُ مَا سَالَمَ النَّاسُ، وَ سِلْمُ مَا عَادَى النَّاسُ، بِهِمْ

(۴۳۲) دوستانِ خدا وہ ہیں کہ جب لوگ دنیا کے ظاہر کو دیکھتے ہیں تو وہ اس کے باطن پر نظر کرتے ہیں اور جب لوگ اس کی جلد میسر آجانے والی نعمتوں میں کھو جاتے ہیں، تو وہ آخرت میں حاصل ہونے والی چیزوں میں منہمک رہتے ہیں اور جن چیزوں کے متعلق انہیں یہ کھٹکا تھا کہ وہ انہیں تباہ کریں گی، انھیں تباہ کر کے رکھ دیا اور جن چیزوں کے متعلق انھوں نے جان لیا کہ وہ انھیں چھوڑ دینے والی ہیں۔ انہیں انھوں نے خود چھوڑ دیا اور دوسروں کے دُنیا زیادہ سمیٹنے کو کم خیال کیا، اور اسے حاصل کرنے کو کھونے کے برابر جانا۔ وہ ان چیزوں کے دشمن ہیں جن سے دُوسروں کی دوستی ہے اور اُن چیزوں کے دوست ہیں

عُلِمَ الْكِتَابُ وَبِهٖ عُلِمُوْا، وَبِهِمْ قَامَ الْكِتَابُ وَبِهٖ قَامُوْا؛ لَا يَرَوْنَ مَرْجُوًّا فَوْقَ مَا يَرْجُوْنَ، وَلَا مَخُوْفًا فَوْقَ مَا يَخَافُوْنَ۔

جن سے اوروں کو دشمنی ہے۔ اُن کے ذریعہ سے قرآن کا علم حاصل ہوا، اور قرآن کے ذریعہ سے ان کا علم ہوا، اور ان کے ذریعہ سے کتاب خدا محفوظ اور وہ اُس کے ذریعہ سے برقرار ہیں۔ وہ جس چیز کی اُمید رکھتے ہیں، اس سے کسی چیز کو بلند نہیں سمجھتے، اور جس چیز سے خائف ہیں اُس سے زیادہ کسی شئے کو خوفناک نہیں جانتے۔

۴۳۳- وقال علیه السلام: اُذْكُرُوْا انْقِطَاعَ اللَّذَّاتِ، وَبَقَاءَ التَّبِعَاتِ۔

(۴۳۳) لذتوں کے ختم ہونے اور پاداشوں کے باقی رہنے کو یاد رکھو۔

۴۳۴- وقال علیه السلام: اُخْبُرْ تَقْلِهٗ۔

قال الرضی: ومن الناس من یروی هذا للرسول صلی الله علیه واٰله وسلم ومما یقوی أنه من کلام امیرالمومنین علیه السلام ما حکاه ثعلب عن ابن الاعرابی قال المامون: لولا أن علیا قال أُخبر تقله" لقلت: اقله تخبُر۔

(۴۳۴) آزماؤ کہ اس سے نفرت کرو۔

سید رضی فرماتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے اس فقرے کی جناب رسالت مآبؐ سے روایت کی ہے۔ مگر اس کے کلام امیرالمومنینؑ ہونے کے مویدات میں سے ہے وہ جسے ثعلب نے بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے ابن اعرابی نے بیان کیا کہ مامون نے کہا کہ اگر حضرت علی علیہ السلام نے یہ نہ کہا ہوتا کہ "آزماؤ کہ اس سے نفرت کرو"۔ تو میں یوں کہتا کہ دشمنی کرو اس سے تاکہ آزماؤ۔

۴۳۵- وقال علیه السلام: وَمَا كَانَ اللهُ لِيَفْتَحَ عَلٰى عَبْدٍ بَابَ الشُّكْرِ وَيُغْلِقَ عَنْهُ بَابَ الزِّيَادَةِ، وَلَا لِيَفْتَحَ عَلٰى عَبْدٍ بَابَ الدُّعَاءِ وَيُغْلِقَ عَنْهُ بَابَ الْاِجَابَةِ، وَلَا لِيَفْتَحَ لِعَبْدٍ بَابَ التَّوْبَةِ وَيُغْلِقَ عَنْهُ بَابَ الْمَغْفِرَةِ۔

(۴۳۵) ایسا نہیں کہ اللہ کسی بندے کے لیے شکر کا دروازہ کھولے اور (نعمتوں کی) افزائش کا دروازہ بند کر دے اور کسی بندے کے لیے دُعا کا دروازہ کھولے اور درِ قبولیت کو اس کے لیے بند رکھے، اور کسی بندے کے لیے توبہ کا دروازہ کھولے اور مغفرت کا دروازہ اُس کے لیے بند کر دے۔

۴۳۶ - وقال علیہ السلام: أَوْلَى النَّاسِ بِالْكَرَمِ مَنْ عُرِقَتْ فِيهِ الْكِرَامُ

(۴۳۶) لوگوں میں سب سے زیادہ کرم و بخشش کا وہ اہل ہے جس کا رشتہ اشراف سے ملتا ہو۔

---

۴۳۷ - وسئل منه علیہ السلام: أيما أفضل: العدل، أو الجود؟ فقال علیہ السلام: الْعَدْلُ يَضَعُ الْأُمُورَ مَوَاضِعَهَا، وَالْجُودُ يُخْرِجُهَا مِنْ جِهَتِهَا، وَالْعَدْلُ سَائِسٌ عَامٌّ، وَالْجُودُ عَارِضٌ خَاصٌّ، فَالْعَدْلُ أَشْرَفُهُمَا وَأَفْضَلُهُمَا۔

(۴۳۷) آپ سے دریافت کیا گیا کہ عدل بہتر ہے یا سخاوت؟ فرمایا کہ عدل تمام امور کو ان کے موقع و محل پر رکھتا ہے اور سخاوت ان کو ان کی حدوں سے باہر کر دیتی ہے۔ عدل سب کی نگہداشت کرنے والا ہے، اور سخاوت اسی سے مخصوص ہوگی جسے دیا جائے۔ لہٰذا عدل سخاوت سے بہتر و برتر ہے۔

---

۴۳۸ - وقال علیہ السلام: النَّاسُ أَعْدَاءُ مَا جَهِلُوا۔

(۴۳۸) لوگ جس چیز کو نہیں جانتے اس کے دشمن ہوتے ہیں۔

---

۴۳۹ - وقال علیہ السلام: الزُّهْدُ كُلُّهُ بَيْنَ كَلِمَتَيْنِ مِنَ الْقُرْآنِ: قَالَ اللهُ سُبْحَانَهُ - لِكَيْلَا تَأْسَوْا عَلَى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوا بِمَا آتَاكُمْ) وَمَنْ لَمْ يَأْسَ عَلَى الْمَاضِي وَلَمْ يَفْرَحْ بِالْآتِي فَقَدْ أَخَذَ الزُّهْدَ بِطَرَفَيْهِ۔

(۴۳۹) (زہد کی مکمل تعریف قرآن کے دو جملوں میں ہے) ارشادِ الٰہی ہے۔ "جو چیز تمہارے ہاتھ سے جاتی رہے، اس پر رنج نہ کرو، اور جو چیز خدا تمہیں دے اس پر اتراؤ نہیں"۔ لہٰذا جو شخص جانے والی چیز پر افسوس نہیں کرتا اور آنے والی چیز پر اتراتا نہیں، اس نے زہد کو دونوں سمتوں سے سمیٹ لیا۔

---

۴۴۰ - وقال علیہ السلام: مَا أَنْقَضَ النَّوْمَ لِعَزَائِمِ الْيَوْمِ۔

(۴۴۰) نیند دن کی مہموں میں بڑی کمزوری پیدا کرنے والی ہے۔

---

۴۴۱ - وقال علیہ السلام: الْوِلَايَاتُ مَضَامِيرُ الرِّجَالِ۔

(۴۴۱) حکومت لوگوں کے لیے آزمائش کا میدان ہے۔

۴۴۲- وقال علیه السّلام:
لَیْسَ بَلَدٌ بِأَحَقَّ (بِکَ) مِنْ بَلَدٍ، خَیْرُ الْبِلَادِ مَا حَمَلَکَ۔

(۴۴۲) تمہارے لیے ایک شہر دوسرے شہر سے زیادہ حقدار نہیں (بلکہ) بہترین شہر وُہ ہے جو تمہارا بوجھ اُٹھائے۔

۴۴۳- وقال علیه السّلام: و
قد جاءہ نعی الأشتر رحمہ اللّٰہ: مَالِکٌ وَمَا مَالِکٌ (وَاللّٰهِ) لَوْ کَانَ جَبَلاً لَکَانَ فِنْدًا (وَلَوْ کَانَ حَجَرًا لَکَانَ صَلْدًا): لَا یَرْتَقِیهِ الْحَافِرُ، وَلَا یُوفِی عَلَیْهِ الطَّائِرُ۔
قال الرضی: والفند: المنفرد مِنَ الْجِبَالِ

(۴۴۳) جب مالک اشتر رحمہ اللّٰہ کی خبر شہادت آئی، تو فرمایا:
مالک! اور مالک کیا شخص تھا۔ خدا کی قسم اگر وُہ پہاڑ ہوتا، تو ایک کوہ بلند ہوتا، اور اگر وُہ پتھر ہوتا تو ایک سنگِ گراں ہوتا۔ کہ نہ تو اس کی بلندیوں تک کوئی سُم پہنچ سکتا اور نہ کوئی پرندہ وہاں تک پر مار سکتا۔
سیّد رضی کہتے ہیں کہ فند اس پہاڑ کو کہتے ہیں، جو دوسرے پہاڑوں سے الگ ہو۔

۴۴۴- وقال علیه السلام: قَلِیلٌ مَدُومٌ عَلَیْهِ خَیْرٌ مِنْ کَثِیرٍ مَمْلُولٍ مِنْهُ۔

(۴۴۴) وُہ تھوڑا سا عمل جس میں ہمیشگی ہو اُس زیادہ سے بہتر ہے، جو دل تنگی کا باعث ہو۔

۴۴۵- وقال علیه السلام: إِذَا کَانَ فِی رَجُلٍ خَلَّةٌ رَائِقَةٌ فَانْتَظِرُوا أَخَوَاتِهَا۔

(۴۴۵)
اگر کسی آدمی میں عمدہ و پاکیزہ خصلت ہو، تو ویسی ہی دُوسری خصلتوں کے متوقع رہو۔

اِنسان میں جو اچھی یا بُری خصلت پائی جاتی ہے، وُہ اس کی افتادِ طبیعت کی وجہ سے وجُود میں آتی ہے اور اگر طبیعت ایک خصلت کی مقتضی ہے، تو اس خصلت سے ملتے جلتے ہُوئے دوسرے خصائل کی بھی مقتضی ہو گی۔ اس لیے کہ طبیعت کے تقاضے دونوں جگہ پر یکساں کارفرما ہوتے ہیں۔ چنانچہ ایک شخص اگر زکوٰۃ و خمس ادا کرتا ہے، تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کی طبیعت ممسک و بخیل نہیں۔ لہٰذا اس سے یہ توقع بھی کی جا سکتی ہے کہ وُہ دوسرے امورِ خیر میں بھی خرچ کرنے سے دریغ نہیں کرے گا۔ اسی طرح اگر کوئی جھوٹ بولتا ہے تو اُس سے یہ اُمید بھی کی جا سکتی ہے، کہ وُہ غیبت بھی کرے گا۔ کیونکہ یہ دونوں عادتیں ایک دُوسرے سے ملتی جلتی ہیں۔

۴۴۶ - وقال علیہ السلام لغالب بن صعصعة أبي الفرزدق، في كلام دار بينهما: مَا فَعَلَتْ إِبِلُكَ الْكَثِيرَةُ؟ قَالَ: ذَعْذَعَتْهَا الْحُقُوقُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ. فقال عليه السلام: ذٰلِكَ أَحْمَدُ سُبُلِهَا۔

(۴۴۶) فرزدق کے باپ غالب ابن صعصعہ سے باہمی گفتگو کے دوران فرمایا: وُہ تمہارے بہت سے اونٹ کیا ہُوئے؟ کہا کہ حقوق کی ادائیگی نے انہیں منتشر کر دیا۔ فرمایا کہ: "یہ تو ان کا انتہائی اچھا مصرف ہُوا۔

---

۴۴۷ - وقال عليه السلام: مَنِ اتَّجَرَ بِغَيْرِ فِقْهٍ فَقَدِ ارْتَطَمَ فِي الرِّبَا۔

(۴۴۷) جو شخص احکامِ فقہ کے جانے بغیر تجارت کرے گا، وُہ ربا میں مُبتلا ہو جائے گا۔

---

۴۴۸ - وقال عليه السلام: مَنْ عَظَّمَ صِغَارَ الْمَصَائِبِ ابْتَلَاهُ اللهُ بِكِبَارِهَا

(۴۴۸) جو شخص ذرا سی مُصیبت کو بڑی اہمیت دیتا ہے۔ اللہ اُسے بڑی مصیبتوں میں مُبتلا کر دیتا ہے

---

۴۴۹ - وقال عليه السلام: مَنْ كَرُمَتْ عَلَيْهِ نَفْسُهُ هَانَتْ عَلَيْهِ شَهَوَاتُهُ۔

(۴۴۹) جس کی نظر میں خود اپنے نفس کی عزت ہوگی، وُہ اپنی نفسانی خواہشوں کو بے وقعت سمجھے گا۔

---

۴۵۰ - وقال عليه السلام: مَا مَزَحَ امْرُؤٌ مَزْحَةً إِلَّا مَجَّ مِنْ عَقْلِهِ مَجَّةً۔

(۴۵۰) کوئی شخص کسی دفعہ ہنسی مذاق نہیں کرتا، مگر یہ کہ وُہ اپنی عقل کا ایک حصّہ اپنے سے الگ کر دیتا ہے۔

---

۴۵۱ - وقال عليه السلام: زُهْدُكَ فِي رَاغِبٍ فِيكَ نُقْصَانُ حَظٍّ، وَرَغْبَتُكَ فِي زَاهِدٍ فِيكَ ذُلُّ نَفْسٍ۔

(۴۵۱) جو تمہاری طرف جُھکے اس سے بے اعتنائی برتنا اپنے حظ و نصیب میں خسارہ کرنا ہے، اور جو تم سے بے رُخی اختیار کرے، اس کی طرف جھکنا نفس کی ذلّت ہے۔

---

۴۵۲ - وقال عليه السلام: الْغِنَى

(۴۵۲) اصل فقر و غنا (قیامت میں) اللہ کے

وَالْفَقْرُ بَعْدَ الْعَرْضِ عَلَى اللهِ۔

سامنے پیش ہونے کے بعد ہوگا۔

۴۵۳۔ وقال علیہ السلام: مَا زَالَ الزُّبَيْرُ رَجُلاً مِنَّا أَهْلَ الْبَيْتِ حَتَّى نَشَأَ ابْنُهُ الْمَشْئُومُ عَبْدُ اللهِ۔

(۴۵۳) زبیر ہمیشہ ہمارے گھر کا آدمی رہا، یہاں تک کہ اس کا بدبخت بیٹا عبداللہ نمودار ہوا۔

۴۵۴۔ وقال علیہ السلام: مَا لِابْنِ آدَمَ وَالْفَخْرِ: أَوَّلُهُ نُطْفَةٌ، وَآخِرُهُ جِيفَةٌ، وَلَا يَرْزُقُ نَفْسَهُ، وَلَا يَدْفَعُ حَتْفَهُ۔

(۴۵۴) فرزندِ آدم کو فخر و مباہات سے کیا ربط، جبکہ اس کی ابتدا نطفہ اور انتہا مُردار ہے، وہ نہ اپنے لیے روزی کا سامان کر سکتا ہے، نہ موت کو اپنے سے ہٹا سکتا ہے۔

اگر انسان اپنی تخلیق کی ابتدائی صورت اور جسمانی شکست و ریخت کے بعد کی حالت کا تصور کرے، تو وہ فخر و غرور کے بجائے اپنی حقارت و پستی کا اعتراف کرنے پر مجبور ہوگا۔ کیونکہ وہ دیکھے گا کہ ایک وقت وہ تھا، کہ صفحۂ ہستی پر اس کا نام و نشان بھی نہ تھا کہ خداوندِ عالم نے نطفہ کے ایک حقیر قطرہ سے اس کے وجود کی بنیاد رکھی جو شکمِ مادر میں ایک لوتھڑے کی صورت میں رونما ہوا، اور غلیظ خون سے پلتا اور نشو و نما پاتا رہا اور جب جسمانی تکمیل کے بعد زمین پر قدم رکھا، تو اتنا بے بس اور لاچار کہ نہ بھوک پیاس پر اختیار، نہ مرض و صحت پر قابو، نہ نفع و نقصان ہاتھ میں، اور نہ موت و حیات بس میں۔ نہ معلوم کب ہاتھ پیروں کی حرکت جواب دے جائے حس و شعور کی قوتیں ساتھ چھوڑ جائیں۔ آنکھوں کا نور چھن جائے، اور کانوں کی سماعت سلب ہو جائے، اور کب موت روح کو جسم سے الگ کرے، اور اُسے گلنے سڑنے کے لیے چھوڑ جائے، تاکہ چیل، گدھیں اسے نوچیں، یا قبر میں اُسے کیڑے کھائیں۔

مایال من اوله نطفة وجيفة آخره يفخر

۴۵۵۔ وسئل من أشعر الشعراء؟ فَقَالَ عليه السلام: إِنَّ الْقَوْمَ لَمْ يَجْرُوا فِي حَلْبَةٍ تُعْرَفُ الْغَايَةُ عِنْدَ قَصَبَتِهَا، فَإِنْ كَانَ وَلَا بُدَّ فَالْمَلِكُ الضِّلِّيلُ (يريد

(۴۵۵) حضرت سے پوچھا گیا کہ سب سے بڑا شاعر کون ہے؟ فرمایا کہ شعرا کی دوڑ ایک روش پر نہ تھی کہ گوئے سبقت لے جانے سے ان کی آخری حد کو پہچانا جائے، اور اگر ایک کو ترجیح دینا ہی ہے، تو پھر ملکِ ضلیل (گمراہ بادشاہ) ہے۔

امرأ القیس) سید رضی کہتے ہیں کہ حضرت نے اِس سے امرأ القیس مُراد لیا ہے

مطلب یہ ہے کہ شعراء میں موازنہ اُسی صورت میں ہو سکتا ہے، جب ان کے توسنِ فکر ایک ہی میدانِ سخن میں جولانیاں دکھائیں۔ اور جب کہ ایک کی روش دوسرے کی روش سے جُدا اور ایک کا اسلوبِ کلام دوسرے کے اسلوبِ کلام سے مختلف ہے، تو یہ فیصلہ کرنا بہت مشکل ہے کہ کون میدان ہار گیا اور کون گوئے سبقت لے گیا۔ چنانچہ مختلف اعتبارات سے ایک کو دوسرے پر ترجیح دی جاتی ہے۔ اور کوئی کسی لحاظ سے اور کوئی کسی لحاظ سے اشعر سمجھا جاتا رہا ہے۔ جیسا کہ مشہور مقولہ ہے کہ:

اشعر العرب امرأ القیس اذا رکب والاعشیٰ اذا رغب والنابغۃ اذا رھب۔ عرب کا سب سے بڑا شاعر امرأ القیس ہے جب وُہ سوار ہو اور اعشیٰ جب وہ کسی چیز کا خواہشمند ہو اور نابغہ جب اُسے خوف و ہراس ہو۔

لیکن اس تقیید کے باوجود امرأ القیس حُسنِ تخییل و لطفِ محاکات اور ان چھوتی تشبیہات اور نادر استعارات کے لحاظ سے طبقۂ اولیٰ کے شعراء میں سب سے اونچی سطح پر سمجھا جاتا ہے۔ اگرچہ اس کے اکثر اشعار عام معیارِ اخلاق سے گرے ہُوئے اور فحش مضامین پر مشتمل ہیں۔ مگر اس فحش نگاری کے باوجود اس کی فنی عظمت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اس لیے کہ فن کار صرف فنی زاویہ نگاہ سے شعر کے حسن و قبح کو دیکھتا ہے اور دوسری حیثیات کو جو فن میں دخیل نہیں ہوتیں، نظر انداز کر دیتا ہے۔

بہرحال امرأ القیس عرب کا نامور شاعر تھا، اور اس کا باپ حجر کندی سلاطینِ کندہ کی آخری فرد اور صاحبِ علم و سپاہ تھا اور بنی تغلب کے مشہور شاعر و سخن ران کلیب اور مہلہل اُس کے ماموں ہوتے تھے۔ اس لیے فطری رجحان کے علاوہ یہ اپنے ننھیال کی طرف سے بھی شعر و سخن کا ورثہ دار تھا اور سرزمینِ نجد کی آزاد فضا اور عیش و تنعم کے گہوارے میں تربیت پانے کی وجہ سے شورہ پشتی و سرمستی اس کے ضمیر میں رچ بس گئی تھی چنانچہ حُسن و عشق اور نغمہ و شعر کی کیف آور فضاؤں میں پُوری طرح کھو گیا۔ باپ نے باز رکھنا چاہا، مگر اس کی کوئی نصیحت کارگر نہ ہُوئی۔ آخر اُس نے مجبُور ہو کر اسے الگ کر دیا۔ الگ ہونے کے بعد اُس کے لیے کوئی روک ٹوک نہ تھی۔ پُوری طرح دادِ عیش و عشرت دینے پر اُتر آیا۔ اور جب اپنے باپ کے مارے جانے کی اُسے خبر ہُوئی تو اس کے قصاص کے لیے کمربستہ ہُوا، اور مختلف قبیلوں کے چکر لگائے تاکہ اُن سے مدد حاصل کرے اور جب کہیں سے حسبِ دلخواہ امداد حاصل نہ ہُوئی، تو قیصرِ رُوم کے ہاں جا پہنچا اور اُس سے مدد کا طالب ہُوا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ وہاں بھی اُس نے ایک ناشائستہ حرکت کی جس سے قیصرِ روم نے اِسے ٹھکانے لگانے کے لیے ایک زہر آلودہ پیراہن دیا۔ جس

کے پیتے ہی زہر کا اثر اس کے جسم میں سرایت کر گیا، اور اسی زہر کے نتیجہ میں اس کی موت واقع ہوئی، اور القرہ میں دفن ہوا۔

---

۴۵۶ - وقال عليه السلام: أَلَا حُرٌّ يَدَعُ هٰذِهِ اللُّمَاظَةَ لِأَهْلِهَا؟ إِنَّهُ لَيْسَ لِأَنْفُسِكُمْ ثَمَنٌ إِلَّا الْجَنَّةَ، فَلَا تَبِيعُوهَا إِلَّا بِهَا۔

(۴۵۶) کیا کوئی جوانمرد ہے جو اس چبائے ہوئے لقمہ (دنیا) کو اس کے اہل کے لیے چھوڑ دے؟ تمہارے نفسوں کی قیمت صرف جنت ہے۔ لہٰذا جنت کے علاوہ اور کسی قیمت پر انہیں نہ بیچو۔

---

۴۵۷ - وقال عليه السلام: مَنْهُومَانِ لَا يَشْبَعَانِ: طَالِبُ عِلْمٍ، وَطَالِبُ دُنْيَا۔

(۴۵۷) دو ایسے خواہشمند ہیں جو سیر نہیں ہوتے طالب علم اور طلبگار دنیا۔

---

۴۵۸ - وقال عليه السلام: الْإِيمَانُ أَنْ تُؤْثِرَ الصِّدْقَ حَيْثُ يَضُرُّكَ عَلَى الْكَذِبِ حَيْثُ يَنْفَعُكَ، وَأَنْ لَا يَكُونَ فِي حَدِيثِكَ فَضْلٌ عَنْ عَمَلِكَ، وَأَنْ تَتَّقِيَ اللّٰهَ فِي حَدِيثِ غَيْرِكَ۔

(۴۵۸) ایمان کی علامت یہ ہے کہ جہاں تمہارے لیے سچائی باعث نقصان ہو، اُسے جھوٹ پر ترجیح دو۔ خواہ وہ تمہارے فائدہ کا باعث ہو رہا ہو اور تمہاری باتیں تمہارے عمل سے زیادہ نہ ہوں اور دوسرے کے متعلق بات کرنے میں اللہ کا خوف کرتے رہو۔

---

۴۵۹ - وقال عليه السلام: يَغْلِبُ الْمِقْدَارُ عَلَى التَّقْدِيرِ حَتّٰى تَكُونَ الْآفَةُ فِي التَّدْبِيرِ۔

قال الرضی: وقد مضی هذا المعنی فیما تقدم بروایة تخالف هذه الألفاظ

(۴۵۹) تقدیر ٹھہرائے ہوئے اندازے پر غالب آجاتی ہے۔ یہاں تک کہ چارہ سازی ہی تباہی و آفت بن جاتی ہے۔

سید رضی فرماتے ہیں کہ یہ مطلب اس سے مختلف لفظوں میں پہلے بھی گزر چکا ہے۔

---

۴۶۰ - وقال عليه السلام: الْحِلْمُ وَالْأَنَاةُ تَوْأَمَانِ يُنْتِجُهُمَا عُلُوُّ الْهِمَّةِ۔

(۴۶۰) بردباری اور صبر دونوں کا ہمیشہ ہمیشہ کا ساتھ ہے اور یہ دونوں بلند ہمتی کا نتیجہ ہیں۔

۴۶۱ - وقال علیه السّلام: الْغِيبَةُ جُهْدُ الْعَاجِزِ۔

(۴۶۱) کمزور کا یہی زور چلتا ہے، کہ وہ پیٹھ پیچھے بُرائی کرے۔

---

۴۶۲ - وقال علیه السّلام: رُبَّ مَفْتُونٍ بِحُسْنِ الْقَوْلِ فِيهِ۔

(۴۶۲) بہت سے لوگ اس وجہ سے فتنہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ ان کے بارے میں اچھے خیالات کا اظہار کیا جاتا ہے۔

---

۴۶۳ - وقال علیه السّلام: الدُّنْيَا خُلِقَتْ لِغَيْرِهَا، وَلَمْ تُخْلَقْ لِنَفْسِهَا۔

(۴۶۳) دُنیا ایک دُوسری منزل کے لیے پیدا کی گئی ہے نہ اپنے (بقا و دوام کے) لیے۔

---

۴۶۴ - وقال علیه السّلام: إِنَّ لِبَنِي أُمَيَّةَ مُرْوَداً يَجْرُونَ فِيهِ، وَلَوْ قَدِ اخْتَلَفُوا فِيمَا بَيْنَهُمْ ثُمَّ كَادَتْهُمُ الضِّبَاعُ لَغَلَبَتْهُمْ۔

قال الرضي: والمرود هنا مفعل من الإرواد، وهو الإمهال والإنظار، وهذا من أفصح الكلام وأغربه، فكأنه علیه السلام شبه المهلة التي هم فيها بالمضمار الذي يجرون فيه إلى الغاية، فإذا بلغوا منقطعها انتقض نظامهم بعدها۔

(۴۶۴) بنی اُمیہ کے لیے ایک مرود (مہلت کا میدان) ہے جس میں وہ دوڑ لگا رہے ہیں۔ جب ان میں باہمی اختلاف رونما ہو تو پھر بجّو بھی ان پر حملہ کریں، تو ان پر غالب آ جائیں گے۔

(سید رضی فرماتے ہیں کہ) مرود ارواد سے مفعل کے وزن پر ہے اور اس کے معنی مہلت و فرصت دینے کے ہیں۔ اور یہ بہت فصیح اور عجیب و غریب کلام ہے گویا آپ نے ان کے زمانۂ مہلت کو ایک میدان سے تشبیہ دی ہے جس میں انتہا کی حد تک پہنچنے کے لیے دوڑ رہے ہیں۔ چنانچہ جب اپنی آخری حد تک پہنچ جائیں گے، تو ان کا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔

یہ پیشین گوئی بنی اُمیہ کی سلطنت کے زوال و انقراض کے متعلق ہے جو حرف بحرف پوری ہوئی۔ اس سلطنت کی بُنیاد معاویہ ابنِ سفیان نے رکھی، اور نوّے برس گیارہ مہینے اور تیرہ دن کے بعد ۱۳۲ھ میں مروان الحمار پر ختم ہو گئی۔ بنی اُمیہ کا دورِ ظلم و ستم اور قہر و استبداد کے لحاظ سے آپ اپنی نظیر تھا۔ اس عہد کے مطلق العنان حکمرانوں نے ایسے ایسے مظالم کئے کہ جن سے اسلام کا دامن داغدار، تاریخ کے اوراق سیاہ اور رُوحِ انسانیت

مجروح نظر آتی ہے۔ انھوں نے اپنے شخصی اقتدار کو برقرار رکھنے کے لیے ہر تباہی و بربادی کو جائز قرار دے لیا تھا مکہ پر فوجوں کی یلغار کی، خانہ کعبہ پر آگ برسائی، مدینہ کو اپنی بہیمانہ خواہشوں کا مرکز بنایا اور مسلمانوں کے قتل عام سے خون کی ندیاں بہا دیں۔ آخر ان سفاکیوں اور خونریزیوں کے نتیجہ میں ہر طرف سے بغاوتیں اور سازشیں اٹھ کھڑی ہوئیں اور ان کے اندرونی خلفشار اور باہمی رزم آرائی نے ان کی بربادی کا راستہ ہموار کر دیا۔ اگرچہ سیاسی اضطراب ان میں پہلے ہی سے شروع ہو چکا تھا مگر ولید ابن یزید کے دور میں کھلم کھلا نزاع کا دروازہ کھل گیا اور ادھر چپکے چپکے بنی عباس نے بھی پر پرزے نکالنا شروع کئے، اور مروان الحمار کے دور میں "خلافتِ الٰہیہ" کے نام سے ایک تحریک شروع کر دی اور اس تحریک کو کامیاب بنانے کے لیے انھیں ابو مسلم خراسانی ایسا امیر سپاہ مل گیا، جو سیاسی حالات و واقعات کا جائزہ لینے کے علاوہ فنونِ حرب میں بھی پوری مہارت رکھتا تھا۔ چنانچہ اس نے خراسان کو مرکز قرار دے کر امویوں کے خلاف ایک جال بچھا دیا اور عباسیوں کو برسرِ اقتدار لانے میں کامیاب ہو گیا۔

یہ شخص ابتدا میں گمنام اور غیر معروف تھا۔ چنانچہ اسی گمنامی و پستی کی بنا پر حضرت نے اسے اور اس کے ساتھیوں کو "بجو" سے تعبیر کیا ہے کہ جو ادنیٰ و فرومایہ لوگوں کے لیے بطورِ استعارہ استعمال ہوتا ہے۔

---

۴۶۵ - وقال علیه السلام فی مدح الانصار:- هُمْ وَاللهِ رَبَّوُا الْإِسْلَامَ كَمَا يُرَبَّى الْفِلْوُ مَعَ غَنَائِهِمْ بِأَيْدِيهِمُ السِّبَاطِ وَأَلْسِنَتِهِمُ السِّلَاطِ ـ

(۴۶۵) انصار کی مدح و توصیف میں فرمایا

خدا کی قسم انھوں نے اپنی خوش حالی سے اسلام کی اس طرح تربیت کی، جس طرح یکسالہ بچھڑے کو پالا پوسا جاتا ہے۔ اپنے کریم ہاتھوں اور تیز زبانوں کے ساتھ

---

۴۶۶ - وقال علیه السلام:- العين وكاء السه

قال الرضی:- وهذه من الاستعارات العجيبة كأنه يشبه السه بالوعاء، والعين بالوكاء، فإذا أطلق الوكاء لم ينضبط الوعاء، وهذا القول فی الأشهر الأظهر من كلام النبی صلى الله عليه وآله وسلم، وقد رواه قوم لأمير المؤمنين عليه السلام، وذكر ذلك المبرد فی كتاب (المقتضب) فی باب (اللفظ بالحروف)

(۴۶۶) آنکھ عقب کے لیے تسمہ ہے۔

سید رضی فرماتے ہیں کہ یہ کلام عجیب و غریب استعارات میں سے ہے۔ گویا آپ نے عقب کو ظرف سے اور آنکھ کو تسمہ سے تشبیہ دی ہے اور جب تسمہ کھول دیا جائے تو برتن میں جو کچھ ہوتا ہے رک نہیں سکتا مشہور و واضح یہ ہے کہ یہ پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ارشاد ہے۔ مگر کچھ لوگوں نے اسے امیر المومنین علیہ السلام سے بھی روایت کیا ہے۔ چنانچہ مبرد نے اس

وقد تكلمنا على هذه الاستعارة في كتابنا الموسوم (بمجازات الآثار النبوية).

کا اپنی کتاب "المقتضب" باب اللفظ بالحروف میں ذکر کیا ہے، اور ہم نے اپنی کتاب "مجازات الآثار النبویہ" میں اس استعارہ کے متعلق بحث کی ہے۔

---

۴٦٧ - وقال عليه السلام:- في كلام له:- وَوَلِيَهُمْ وَالٍ فَأَقَامَ وَاسْتَقَامَ، حَتَّى ضَرَبَ الدِّينُ بِجِرَانِهِ.

(۴٦٧) ایک کلام کے ضمن میں آپ نے فرمایا لوگوں کے امور کا ایک حاکم و فرماں روا ذمہ دار ہوا جو سیدھے راستے پر چلا، اور دوسروں کو اس راہ پر لگایا۔ یہاں تک کہ دین نے اپنا سینہ ٹیک دیا۔

---

۴٦٨ - وقال عليه السلام: يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ عَضُوضٌ يَعَضُّ الْمُوسِرُ فِيهِ عَلَى مَا فِي يَدَيْهِ وَلَمْ يُؤْمَرْ بِذَلِكَ قَالَ اللهُ سُبْحَانَهُ: (وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ) تَنْهَدُ فِيهِ الْأَشْرَارُ وَتُسْتَذَلُّ الْأَخْيَارُ، وَيُبَايِعُ الْمُضْطَرُّونَ وَقَدْ نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الْمُضْطَرِّينَ.

(۴٦٨) لوگوں پر ایک ایسا گزند پہنچانے والا دور آئے گا، جس میں مالدار اپنے مال میں بخل کریگا حالانکہ اُسے یہ حکم نہیں۔ چنانچہ اللہ سبحانہ، کا ارشاد ہے کہ "آپس میں حسنِ سلوک کو فراموش نہ کرو"۔ اس زمانہ میں شریر لوگ اُٹھ کھڑے ہوں گے، اور نیکوکار ذلیل و خوار سمجھے جائیں گے اور مجبور اور بے بس لوگوں سے خرید و فروخت کی جائے گی۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مجبور و مضطر لوگوں سے (اونے پونے) خریدنے کو منع کیا ہے۔

مجبور و مضطر لوگوں سے معاملہ عموماً اس طرح ہوتا ہے کہ ان کی احتیاج و ضرورت سے ناجائز فائدہ اُٹھا کر ان سے سستے داموں چیزیں خرید لی جاتی ہیں، اور مہنگے داموں اُن کے ہاتھ فروخت کی جاتی ہیں۔ اس پریشان حالی میں ان کی مجبوری و بے بسی سے فائدہ اُٹھانے کی کوئی مذہب اجازت نہیں دیتا اور نہ آئینِ اخلاق میں اس کی کوئی گنجائش ہے کہ دوسرے کی اضطراری کیفیت سے نفع اندوزی کی راہیں نکالی جائیں۔

---

۴٦٩ - وقال عليه السلام:- يَهْلِكُ فِيَّ رَجُلَانِ:- مُحِبٌّ

(۴٦٩) میرے بارے میں دو قسم کے لوگ ہلاکت میں مبتلا ہوں گے۔ ایک محبت میں حد سے بڑھ

مُفْرِطٌ، وَبَاهِتٌ مُفْتَرٍ۔

جانے والا، اور دُوسرا جھوٹ و افترا باندھنے والا۔

قال الرضی :۔ وھذا مثل قوله علیه السّلام: هَلَكَ فِيَّ رَجُلَانِ: مُحِبٌّ غَالٍ، وَمُبْغِضٌ قَالٍ۔

سیدرضی کہتے ہیں کہ حضرت کا یہ قول اس ارشاد کے مانند ہے کہ میرے بارے میں دو قسم کے لوگ ہلاک ہوئے ایک محبت میں غلو کرنے والا، اور دُوسرا دشمنی وعناد رکھنے والا۔

۴۷۰۔ وسئل عن التوحید و العدل فقال علیه السّلام:۔

(۴۷۰) حضرت سے توحید و عدل کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا :

التَّوْحِيدُ أَنْ لَا تَتَوَهَّمَهُ، وَالْعَدْلُ أَنْ لَا تَتَّهِمَهُ۔

توحید یہ ہے کہ اسے اپنے وہم و تصور کا پابند نہ بناؤ۔ اور یہ عدل ہے کہ اس پر الزامات نہ لگاؤ۔

عقیدۂ توحید اُس وقت تک کامل نہیں ہوتا جب تک اس میں تنزیہ کی آمیزش نہ ہو۔ یعنی اُسے جسم و صورت اور مکان و زمان کے حدود سے بالا تر سمجھتے ہوئے اپنے اوہام و ظنون کا پابند نہ بنایا جائے کیونکہ جسے اوہام و ظنون کا پابند بنایا جائے گا، وُہ خدا نہیں ہوگا، بلکہ ذہنِ انسانی کی پیداوار ہوگا اور ذہنی قوتیں دیکھی بھالی ہُوئی چیزوں ہی میں محدود رہتی ہیں۔ لہٰذا انسان جتنا گڑھی ہوئی تمثیلوں اور قوتِ واہمہ کی خیال آرائیوں سے اُسے سمجھنے کی کوشش کرے گا، اتنا ہی حقیقت سے دُور ہوتا جائے گا۔ چنانچہ امام محمد باقر علیہ السلام کا ارشاد ہے۔

کلما میزتموہ باوھامکم فھو مخلوق مثلکم مردود الیکم۔

جب بھی تم اُسے اپنے تصور و وہم کا پابند بناؤ گے وُہ خدا نہیں رہے گا بلکہ تمھاری طرح کی مخلوق اور تمھاری ہی طرف پلٹنے والی کوئی چیز ہوگی۔

اور عدل یہ ہے کہ ظلم و قبح کی جتنی صورتیں ہو سکتی ہیں اُن کی ذاتِ باری سے نفی کی جائے اور اُسے ان چیزوں سے متہم نہ کیا جائے کہ جو بُری اور بے فائدہ ہیں، اور جنھیں عقل اس کے لیے کسی طرح تجویز نہیں کر سکتی۔ چنانچہ قدرت کا ارشاد ہے:

وتمت کلمة ربك صدقا و عدلا لا مبدل لکلماته۔

تمھارے پروردگار کی بات سچائی اور عدل کے ساتھ پوری ہُوئی کوئی چیز اُس کی باتوں میں تبدیلی نہیں کر سکتی۔

۴۷۱۔ وقال علیه السّلام :۔ لَا خَيْرَ فِي الصَّمْتِ عَنِ الْحُكْمِ، كَمَا أَنَّهُ

(۴۷۱) حکمت کی بات سے خاموشی اختیار کرنا کوئی خُوبی نہیں جس طرح جہالت کے ساتھ بات

لَا خَيْرَ فِي الْقَوْلِ بِالْجَهْلِ)۔

کرنے میں کوئی بھلائی نہیں۔

۴۷۲۔ وقال علیه السلام فی دعاء استسقی به :۔ اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا ذُلُلَ السَّحَابِ دُوْنَ صِعَابِهَا۔

قال الرضی : وهذا من الکلام العجیب الفصاحة، وذلك أنه علیه السلام شبه السحائب ذوات الرعود والبوارق والریاح والصواعق بالابل الصعاب التی تقمص برحالها وتقص برکبانها، وشبه السحائب الخالیة من تلك الروائع بالابل الذلل التی تحتلب طیعة وتقتعد مسمحة۔

(۴۷۲) طلب باراں کی ایک دعا میں فرمایا بار الٰہا! ہمیں فرمانبردار ابروں سے سیراب کر، نہ اُن ابروں سے جو سرکش اور مُنہ زور ہوں۔

سیّد رضی کہتے ہیں کہ یہ کلام عجیب و غریب فصاحت پر مشتمل ہے۔ اِس طرح کہ امیر المومنین علیه السلام نے کڑک، چمک، ہوا اور بجلی والے بادلوں کو اُن اُونٹوں سے تشبیہہ دی ہے کہ جو اپنی مُنہ زوری سے زمین پر پیر مار کر پالان پھینک دیتے ہوں اور اپنے سواروں کو گرا دیتے ہوں۔ اور ان خوفناک چیزوں سے خالی ابر کو اِن اونٹنیوں سے تشبیہہ دی ہے، جو دوہنے میں مطیع ہوں اور سواری کرنے میں سوار کی مرضی کے مُطابق چلیں۔

۴۷۳۔ وقیل له علیه السلام: لو غیرت شیبك یا امیر المؤمنین، فقال علیه السلام: اَلْخِضَابُ زِيْنَةٌ وَنَحْنُ قَوْمٌ فِيْ مُصِيْبَةٍ! (یرید وفاة رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم)۔

(۴۷۳) حضرت سے کہا گیا کہ اگر آپ سفید بالوں کو (خضاب سے) بدل دیتے، تو بہتر ہوتا۔ حضرت نے فرمایا کہ خضاب زینت ہے اور ہم لوگ سوگوار ہیں۔

سیّد رضی کہتے ہیں کہ حضرت نے اس سے وفات پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم مُراد لی ہے۔

۴۷۴۔ (وقال علیه السلام: مَا الْمُجَاهِدُ الشَّهِيْدُ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ بِاَعْظَمَ اَجْرًا مِّمَّنْ قَدَرَ فَعَفَّ: لَكَادَ الْعَفِيْفُ اَنْ يَّكُوْنَ مَلَكًا مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ)۔

(۴۷۴) وُہ مجاہد جو خُدا کی راہ میں شہید ہو، اُس شخص سے زیادہ اجر کا مستحق نہیں ہے، جو قدرت و اختیار رکھتے ہوئے پاک دامن رہے۔ کیا بعید ہے کہ پاکدامن فرشتوں میں سے ایک فرشتہ ہو جائے۔

۴۷۵ - وقال علیه السّلام:
اَلْقَنَاعَةُ مَالٌ لَا يَنْفَدُ -

قال الرضی: وقد روی بعضهم هٰذا الکلام لرسول الله صلّی الله علیه وآلہٖ -

(۴۷۵) قناعت ایسا سرمایہ ہے، جو ختم ہونے میں نہیں آتا۔

(سید رضی کہتے ہیں کہ بعض لوگوں نے اس کلام کو پیغمبر صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے روایت کیا ہے۔

---

۴۷۶ - وقال علیه السّلام لزیاد بن ابیه - وقد استخلفه لعبد الله بن العباس علی فارس وأعمالها، فی کلام طویل کان بینهما نهاه فیه عن تقدیم الخراج :-

اِسْتَعْمِلِ الْعَدْلَ، وَاحْذَرِ الْعَسْفَ وَالْحَيْفَ؛ فَإِنَّ الْعَسْفَ يَعُودُ بِالْجَلَاءِ، وَالْحَيْفَ يَدْعُو إِلَى السَّيْفِ -

(۴۷۶) جب زیاد ابن ابیہ کو عبداللہ ابن عباس کی قائم مقامی میں فارس اور اس کے ملحقہ علاقوں پر عامل مقرر کیا تو ایک باہمی گفتگو کے دوران میں کہ جس میں اسے پیشگی مالگزاری کے وصول کرنے سے روکنا چاہا یہ فرمایا:

عدل کی روش پر چلو۔ بے راہ روی اور ظلم سے کنارہ کشی کرو، کیونکہ بے راہ روی کا نتیجہ یہ ہوگا کہ انہیں گھر بار چھوڑنا پڑے گا، اور ظلم انہیں تلوار اٹھانے کی دعوت دے گا۔

---

۴۷۷ - وقال علیه السّلام: أَشَدُّ الذُّنُوبِ مَا اسْتَخَفَّ بِهِ صَاحِبُهُ -

(۴۷۷) سب سے بھاری گناہ وہ ہے، جسے مرتکب ہونے والا سبک سمجھے۔

---

۴۷۸ - وقال علیه السّلام: مَا أَخَذَ اللهُ عَلَىٰ أَهْلِ الْجَهْلِ أَنْ يَتَعَلَّمُوا حَتَّىٰ أَخَذَ عَلَىٰ أَهْلِ الْعِلْمِ أَنْ يُعَلِّمُوا -

(۴۷۸) خداوند عالم نے جاہلوں سے اس وقت تک سیکھنے کا عہد نہیں لیا جب تک جاننے والوں سے یہ عہد نہیں لیا کہ وہ سکھانے میں دریغ نہ کریں۔

---

۴۷۹ - وقال علیه السّلام: شَرُّ الْإِخْوَانِ مَنْ تُكُلِّفَ لَهُ

قال الرضی: لأن التکلیف مستلزم

(۴۷۹) بدترین بھائی وہ ہے جس کے لیے زحمت اٹھانا پڑے۔

سید رضی کہتے ہیں کہ یہ اس لیے، کہ مقدور سے زیادہ

للمشقة، وهو شر لازم عن الأخ المتكلف له؛ فهو شر الأخوان۔

تکلیف، رنج و مشقت کا سبب ہوتی ہے اور جس بھائی کے لیے تکلف کیا جائے، اُس سے لازمی طور پر زحمت پہنچے گی۔ لہٰذا وہ بُرا بھائی ہُوا۔

جس دوستی کی بُنیاد محبت و خلوص پر ہو وُہ رسمی تکلفات سے بے نیاز کر دیتی ہے اور جس دوستی کے سلسلہ میں تکلفات کی ضرورت محسوس ہو وُہ دوستی خام، اور ایسا دوست سچا دوست نہیں سمجھا جا سکتا۔ کیونکہ سچی دوستی کا تقاضا یہ ہے کہ دوست دوست کے لیے باعثِ زحمت نہ بنے، اور اگر زحمت کا باعث ہوگا، تو وُہ اذیت رساں اور تکلیف دہ ثابت ہوگا، اور یہ ایذا رسانی اس کے بدترین دوست ہونے کی علامت ہے۔

۴۸۰۔ وقال علیه السلام:- إِذَا احْتَشَمَ الْمُؤْمِنُ أَخَاهُ فَقَدْ فَارَقَهُ۔

قال الرضی: یقال: حشمه و أحشمه إذا أغضبه، وقیل: أخجله "واحتشمه" طلب ذلك له، وهو مظنة مفارقته۔

(۴۸۰) جب کوئی مومن اپنے کسی بھائی کا احتشام کرے، تو یہ اُس سے جدائی کا سبب ہوگا۔

(سید رضی کہتے ہیں کہ) حشم و احشام کے معنی ہیں غضبناک کرنا، اور ایک معنی ہیں شرمندہ کرنا۔ اور احتشام کے معنی ہیں" اس سے غصہ یا خجالت کا طالب ہونا، اور ایسا کرنے سے جُدائی کا امکان غالب ہوتا ہے۔

وهذا حین انتهاء الغایة بنا إلی قطع المختار من کلام أمیر المؤمنین علیه السلام، حامدین لله سبحانهٗ علی ما من به من توفیقنا لضم ما انتشر من أطرافه، وتقریب ما بعد من أقطاره، ونقرر العزم کما شرطنا أولاً علی تفصیل أوراق من البیاض فی آخر کل باب من الأبواب لیکون لاقتناص الشارد واستلحاق الوارد، وما عسی أن یظهر لنا بعد الغموض، ویقع إلینا بعد

اب یہ ہمارے پایانِ کار کی منزل ہے کہ ہم امیر المومنین علیہ السلام کے منتخب کلام کا سلسلہ ختم کریں۔ ہم اللہ سبحانہٗ کی بارگاہ میں شکر گزار ہیں کہ اُس نے ہم پر یہ احسان کیا کہ ہمیں توفیق دی کہ ہم حضرت کے منتشر کلام کو یکجا کریں اور دور دست کلام کو قریب لائیں۔ ہمارا ارادہ ہے جیسا کہ پہلے طے کر چکے ہیں کہ ان ابواب میں سے ہر باب کے آخر میں کچھ سادہ اوراق چھوڑ دیں تاکہ جو کلام اب تک ہاتھ نہیں لگا اُسے قابو میں لا سکیں، اور جو ملے اُسے درج کر دیں۔ شاید ایسا کلام جو اس وقت ہماری نظروں سے اوجھل ہے۔ بعد میں ہمارے لیے ظاہر ہو، اور دور

الشذوذ، وما توفيقنا إلا بالله: عليه توكلنا، وهو حسبنا ونعم الوكيل -

وذلك فى رجب سنة اربع مائة من الهجرة -

ہونے کے بعد ہمارے دامن میں سمٹ آئے ہمیں توفیق حاصل ہے، تو اللہ سے اور اسی پر ہمارا بھروسا ہے اور وُہی ہمارے لیے کافی اور اچھا کارساز ہے۔

(یہ کتاب ماہ رجب سنہ ۴۰۰ھ میں اختتام کو پہنچی)

وصلى الله على سيدنا محمد خاتم الرسل، والهادى إلى خير السبل وآله الطاهرين، وأصحابه نجوم اليقين؟

بتائید ایزد سبحان ترجمہ نہج البلاغہ ظہر روز جمعہ ہیژدہم ماہ رجب سال ھزار و سہ صد و ہفتاد و پنج در بلدہ لاہور پایاں یافت

واسئل الله ان يجعل ذلك لى ولوالدى خير وسيلة الى نيل مثوبته ومرضاته يوم الدين بمنه وكرمه انه ارحم الراحمين

قرآن مجید عکسی

مترجمہ حافظ مولانا سید فرمان علی صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ

مع ترجمہ، تفسیر اور مفید انڈکس

مطبوعہ نظامی پریس لکھنؤ

مختلف علمائے کرام کی دستخطوں سے مزیّن ہے

جس کا ترجمہ نہایت سلیس اور عام فہم اُردو میں کیا گیا ہے تاکہ ہر شخص،
آسانی کے ساتھ اِسکے مطالب سمجھ سکے

یہی قرآنِ پاک جہیز میں دیا جاتا ہے

حجم ۱۰۱٦ صفحات ریکسین کی خوشنما جلد ہدیہ

ملنے کا پتہ نظامی پریس وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

